الضلالة المضلة الفجرة لما رايت كثيرا من الناس في هذا الزمان جعلوا بعض القبور
كالاوثان يصلون عندها ويذبحون القربان ويصدر منهم افعال واقوال لا تليق باهل
الايمان فاردت ان ابين ما ورد به الشرع في هذا الشان حتى يتميز الحق من الباطل عند
من يريد تصحيح الايمان والخلاص من كيد الشيطان والنجاة من عذاب النيران والدخول
في دار الجنان والله الهادي وعليه التكلان ولو ابال ما فيه من التكرار لما وقع في
نصيحة الابرار وانبه ما فيه من الاحوال الذي يسميه الناس الخير والشر والطيرة والفال
وسميته مجالس الابرار ومسالك الاخيار ومحائق البدع ومقامع الاشرار ورتبته
على مائة مجلس المجلس الاول في تمثيل من يذكر به ومن لم يذكره بالحي والميت وفي بيان
معرفة ذكر الله تعالى المجلس الثاني في بيان فضيلة الذكر من كل اعمال البر وبيان اقسامه
المجلس الثالث في بيان فضيلة الايمان ومن امن المجلس الرابع في لزوم محبة النبي صلى
الله عليه وسلم زيادة من والده وولده والناس اجمعين المجلس الخامس في لزوم الايمان
بما جاء به النبي صلى الله عليه وسلم ولا يجوز المخالفة فيه المجلس السادس في بيان من
رضي بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا ذاق طعم الايمان المجلس
السابع في بيان مؤمن به وبيان لزوم الايمان به اجمالا على الاصح وتفصيلا عند البعض
المجلس الثامن في بيان من يدخل الجنة ومن لا يدخلها من المطيع للرسول عليه السلام والمخالف له
المجلس التاسع في لزوم الاتباع للنبي صلى الله عليه وسلم فيما جاء به وفيه تحقيق المجلس العاشر

في بيان الفرق بين المؤمن والمسلم وبين المجاهد والمهاجر المجلس الحادي عشر
بیچ بیان فرق کی درمیان مؤمن اور مسلم کی اور درمیان مجاہد اور مہاجر کی مجلس گیارہویں

في بيان افضل الذكر وافضل الدعاء المجلس الثاني عشر في بيان اسعد الناس بشفاعة
بیچ بیان افضل ذکر اور افضل دعا کی مجلس بارہویں بیچ بیان بڑی سعادتمند لوگوں کی شفاعت کی ان

النبي صلى الله عليه وسلم يوم القيمة المجلس الثالث عشر في بيان اخلاص التوحيد
کا صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے کا مجلس تیرہویں بیان میں سکی کہ خاص توحید

سبب لحرمة النار المجلس الرابع عشر في بيان ايمان المنجي لصاحبه يوم القيمة المجلس
سبب ہوتی ہی حرام ہونی آگ جہنم کی مجلس چودہویں بیچ بیان ایمان نجات دینے والی کی روز قیامت کی مجلس

الخامس عشر في بيان ان كل مولود يولد على فطرة الاسلام وفيه تفصيل المجلس السادس عشر
پندرہویں بیان میں اسکی کہ ہر بچہ پیدا کیا جاتا ہی اوپر استعداد کے اسلام کی اور اسمیں تفصیل ہی مجلس سولہویں

في تحقيق السعيد والشقي وبيان اقسام الكفر وغيره المجلس السابع عشر في بيان عدم جواز
بیچ تحقیق نیک بخت و بدبخت کی بیان قسام کفر وغیرہ کی مجلس سترہویں بیچ بیان نہ جائز ہونی

الصلوة عند القبور والاستمداد من اهلها واتخاذ السرج والشموع عليها المجلس الثامن عشر
نماز کی پاس قبروں کی اور نہ جائز ہونی مددمانگنی کی مردوں سے اور نہ جائز ہونی چراغ اور شمع روشن کرنی قبروں پر مجلس اٹھارہویں

في اقسام البدع واحكامها وغيرها من الامور المهمة المجلس التاسع عشر في بيان بدعة
بیچ قسموں بدعتوں کی اور حکموں انکی کی اور سوا انکی امور ضروری سی مجلس انیسویں بیچ بیان بدعت ہونی

صلوة النوافل بالجماعة كالرغائب وغيرها المجلس العشرون في بيان فضائل الحج المبرور وبيان
نماز نفل کی جماعت سی مانند صلوة رغائب وغیرہ کی مجلس بیسویں بیچ بیان فضیلتوں حج مقبول کی اور بیچ بیان

البدعة فيه المجلس الحادي والعشرون في بيان فضائل الزكوة وغوائل تركها المجلس الثاني والعشرون
بدعت کی حج میں مجلس اکیسویں بیچ بیان فضائل زکوة کی اور خرابیوں ترک اسکی کی مجلس بائیسویں

في بيان فضائل الصوم مطلقا المجلس الثالث والعشرون في بيان فضيلة صوم شعبان المجلس
بیچ بیان فضائل مطلق روزے کی مجلس تیئسویں بیچ بیان فضیلت روزی شعبان کی مجلس

الرابع والعشرون في بيان فضيلة احياء ليلة البراة على وجه السنة والاحتراز عن البدعة المنكرة
چوبیسویں بیچ بیان فضیلت جاگنے کی شب براءت میں طریق سنت کی اور پرہیز کرنی کی بدعت مکروہ سی

المجلس الخامس والعشرون في لزوم طلب رؤية هلال رمضان وكراهة صوم يوم الشك
مجلس پچیسویں بیچ لازم ہونی تلاش رویت چاند رمضان کی اور کراہت روزی یوم شک کی

المجلس السادس والعشرون في بيان فضيلة رمضان ورعاية حقه وتعظيم شانه المجلس
مجلس چھبیسویں بیچ بیان فضیلت رمضان کی اور اسکی حق کی رعایت میں اور تعظیم شان میں مجلس

السابع والعشرون في بيان كيفية النية وما يفسد الصوم وما لا يفسد وما يلزم به الكفارة
ستائیسویں بیچ بیان کیفیت نیت روزہ کی اور اسکی کہ توڑتی ہی روزی کو اور جو نہیں توڑتی اسکو اور جو مستلزم ہی کفارہ کو

وما لا يلزم المجلس الثامن والعشرون في بيان كيفية التراويح وفضيلتها المجلس التاسع والعشرون
اور جو نہیں مستلزم مجلس اٹھائیسویں بیچ بیان کیفیت تراویح کی اور فضیلت تراویح کی مجلس انتیسویں

صلوة رغائب رجب کی پہلی تاریخ کی شب میں بعضی پڑھتے ہیں جماعت سے وہ بدعت ہے

في بيان فضيلة تاخير السحور وتعجيل الافطار وغيره المجلس الثلاثون في بيان غائلة من
بيچ بيان فضيلت تاخير سحری کی اور جلدی کرنی افطار کی اور غير اوسکی مجلس تيسوين بيچ بيان گناه اوسکی

فطر يوما من رمضان فيما يجب فيه الكفارة المجلس الحادي والثلثون في بيان سنية
کہ افطار کری ایک روز رمضان مین اوس حال مین کہ واجب ہوا اوسمین کفاره مجلس اکتیسوین بیچ بیان سنت ہونی

الاعتكاف وطلب ليلة القدر فيه وفضيلتها المجلس الثاني والثلثون في بيان صدقة
اعتکاف کی اور طلب کرنی شب قدر کی اوسمین اور فضیلت اوسکی مجلس بتیسوین بیچ بیان صدقه

الفطر واحكام العيدين وبيان البدع فيه المجلس الثالث والثلثون في بيان فضيلة
فطر کی اور احکام عیدین کی اور بیان بدعتون کی عیدین مین مجلس تیتسوین بیچ بیان فضیلت

صوم شوال وعدم جواز التشاءم به المجلس الرابع والثلثون في بيان فضيلة
روزون شوال کی اور ہرگز شوال کو منحوس سمجھنا جایز نہین ہی مجلس چونتیسوین بیچ بیان فضیلت

ايام العشر الاول من ذي الحجة المجلس الخامس والثلثون في بيان فضيلة هراقة
اول دہہ بقره عیدکی مجلس پینتیسوین بیچ بیان فضیلت بہانی

دم القربان في ايام النحر ونوعه وكيفية ذبحه المجلس السادس والثلثون في بيان
خون قربانی کی ایام قربانی مین اور بیان اقسام قربانی کی اور کیفیت ذبح کی مجلس چھتیسوین بیچ بیان

فضيلة شهر الله المحرم وصوم يوم عاشوراء المجلس السابع والثلثون في بيان فضيلة
فضیلت مہینی خدا کی کہ محرم ہی اور بیان روزی روز عاشورا کی مجلس سینتیسوین بیچ بیان فضیلت

يوم عاشوراء وبيان ما يفعل فيه من البدع المكروهة المجلس الثامن والثلثون
روز عاشورا کی اور بیان ان بدعات مکروہات کا جو اوسمین کیجاتی ہین مجلس اڑتیسوین

في بيان عدم سراية المرض وعدم جواز الطيرة وعدم وجود الغول المجلس التاسع والثلثون
بیچ بیان نہ لگ جانی بیماری کسیکی کسیکو اور نہ جایز ہونی شگون بد کی اور نہ ہونی جنول کی مجلس انتالیسوین

في ذم الطيرة والفال المذموم واقسامها ومدح فال المسنون وانواعه المجلس الاربعون
شگون اور فال بد کی بیان مین اور اوسکی اقسام مین اور فال مسنون کی مدح اور اوسکی اقسام مین چالیسوین مجلس

في بيان استحسان التاني في عمل الدنيا دون عمل الاخرة المجلس الحادي والاربعون في
بیان مین خوبی درنگ کرنی کی دنیا کی کاروبار مین سواء عمل آخرت کی اکتالیسوین مجلس

بيان سبب نزول البليات وسبب دفعها من التوبة والدعوات المجلس الثاني والاربعون
بیان مین سبب بلاؤن کی اوترنی کا اور بیان مین سبب اوسکی دفع کی جو توبہ اور دعا ہی بیالیسوین مجلس

في بيان دفع الدعاء البلاء حين نزول البلاء وبعد النزول المجلس الثالث والاربعون
اس بیان مین کہ دعا روک دیتی ہی بلا کو اوترتی وقت اور بعد اوترنی کی تنتالیسوین مجلس

في بيان مسنونية الصلوة عند ظهور الاية المخوفة والاشتغال بالامور المدافعة المجلس
اس بیان مین کہ مسنون ہی نماز جسوقت کوئی امر خوفناک ظاہر ہو اور مشغول ہونا ایسی امر مین جو دور کر دی

الرابع والاربعون في بيان صلوة الكسوف والخسوف وظهور الامور المخوفة المجلس الخامس
چوالیسوین مجلس بیان مین نماز سورج گہن اور چاند گہن کی اور ظہور امور خوف ناک کی پینتالیسوین

والاربعون فی بیان مسنونیة صلوة الاستسقاء عند امساك المطر المجلس السادس
مجلس بیان میں مسنون ہونی نماز استسقاء کی جب مینہ نہ برستا چھیالیسویں مجلس

والاربعون فی بیان وجوب تعلیم الفرائض والقرآن وتجویده ولحن الجلی والخفی المجلس
اس بیان میں کہ واجب ہی سکھانا فرائض اور قرآن کا اور اوسکی تجوید یعنی ادای حروف میں اور بیان میں خطاء پوشیدہ اور ظاہر کی

السابع والاربعون فی بیان جواز التغنی فی القرآن وما لا یجوز فیه وغیره المجلس الثامن
سینتالیسویں مجلس اس بیان میں کہ جائز ہی حسن آواز قرآن میں اور جو کہ جائز نہیں اور سوا اسکی اڑتالیسویں مجلس

والاربعون فی بیان فضیلة المؤذن وبیان سنة الاذان المجلس التاسع والاربعون
بیان میں فضیلت مؤذن کی اور بیان میں سنت اذان کی انچاسویں مجلس

فی بیان فضیلة الجمعة وفی تفضیل یومها علی سائر الایام المجلس الخمسون فی بیان المصافحة
بیان میں فضیلت جمعہ کی اور فضیلت اوس دن کی تمام دنوں پر پچاسویں مجلس مصافحہ کی بیان میں

وبیان کیفیتها وفوائدها وبدعیتها فی غیر محلها المجلس الحادی والخمسون فی بیان
اور بیان اوسکی کیفیت کا اور فوائد کا اور اوسکی بدعت ہونیکا بے محل اکاونویں مجلس بیان میں

فرضیة الصلوة بالکتاب والسنة واجماع الامة وفی الوعید فی حق تارکها المجلس الثانی والخمسون
فرضیت نماز کی قرآن اور حدیث اور اجماع امت سی اور بیچ اوسکی چھوڑنیوالی کی حق میں باونویں مجلس

فی بیان فرضیة الصلوة المفروضة وارکانها تفصیلا المجلس الثالث والخمسون
بیان میں فرضیت نماز فرض کی اور اوسکی ارکان کی تفصیل وار ترپنویں مجلس

فی بیان فضیلة الصلوات الخمس وکونها کفارة للذنوب المجلس الرابع والخمسون
بیان میں فضیلت پانچوں نماز کی اور اوسکی کفارہ ہونی میں گناہوں سی چونویں مجلس

فی بیان فضیلة الجماعة وذکر الوعید فی ترکها المجلس الخامس والخمسون فی بیان صلوة
جماعت کی فضیلت کی بیان میں اور اوسکی تارک کی بابت میں جو وعید صادر ہوا پچپنویں مجلس نماز

الجنازة وکیفیتها المجلس السادس والخمسون فی بیان قوله علیه السلام من کان آخر کلامه
جنازہ اور اوسکی کیفیت کی بیان میں چھپنویں مجلس بیان میں آنحضرت علیہ السلام کی قول کی کہ جسکی آخر کلام

لا اله الا الله دخل الجنة المجلس السابع والخمسون فی بیان جواز زیارة القبور وعدم
لا اله الا الله ہو وہ جنت میں داخل ہوگا ستاونویں مجلس زیارت قبور کی جواز اور عدم

جوازها المجلس الثامن والخمسون فی بیان فوائد ذکر الموت ولزوم الاستعداد له
جواز میں اٹھاونویں مجلس موت یاد کرنی کی فائدوں میں اور مستعد رہنا اوسکی لیے

المجلس التاسع والخمسون فی بیان ماهیة الطاعون وعدم التقدم علیه وعدم
انسٹھویں مجلس طاعون کی حقیقت کی بیان میں کہ نہ اور نہ

الفرار منه المجلس الستون فی بیان فضیلة الصبر فی موضع الطاعون وعدم جواز
وہاں سے بھاگی ساٹھویں مجلس صبر کی فضیلت کی بیان میں جہاں طاعون نازل ہوا ہو اور اوسکی

الدعاء لرفعه المجلس الحادی والستون فی بیان فضیلة الصبر عند البلایا والمصائب
رفع کی واسطی دعا کرنی میں اکسٹھویں مجلس فضیلت صبر کی بیان میں ہر وقت بلا اور مصیبتوں کی

وفضيلة الاسترجاع عندها المجلس الثانى والستون فى بيان تحقيق قوله عليه السلام
اور فضيلت انا لله وانا اليه راجعون پڑھنے کی اوسوقت باسٹھویں مجلس بیان میں تحقیق اس حدیث کی
اغتنم خمسا قبل خمس الحديث وما يتفرع عليه المجلس الثالث والستون فى بيان محاسبة
غنيمت جانو پانچ کو پہلی پانچ سی آخر تک اور اسکی تفریعات ترسٹھویں مجلس بیان میں حساب
العبد يوم القيمة والمناقشة فى الحساب المجلس الرابع والستون فى بيان محاسبة العبد
بندہ کی قیامت کی دن اور جو مناقشہ ہوگا حساب میں چونسٹھویں مجلس بیان میں حساب بندہ کی
نفسه قبل ان يحاسب ويناقش فيهلك المجلس الخامس والستون فى بيان حث الامة
اپنی ذات سی پہلی اس سی کہ اوسی حساب لیا جاوی اور مناقشہ ہو کہ ہلاک کیا جاوی پینسٹھویں مجلس میں بیان رغبت دلانی امت کو
على التوبة ووجوبها على الفور وتحقيقها بالمعانى الثلثة المجلس السادس والستون
توبہ پر اور فورت واجب ہونا توبہ کا اور تحقیق توبہ کی تینوں معانی کا چھیاسٹھویں مجلس میں
فى بيان قوله عليه الصلوة والسلام ان الله يقبل توبة العبد ما لم يغرغر المجلس السابع و
بیان قول علیہ السلام کا کہ الله توبہ بندہ کی قبول کرتا ہی جبتک نزع کو نہ پہنچی سڑسٹھویں مجلس میں
الستون فى بيان حال الكيس وحال الاحمق المجلس الثامن والستون فى بيان فضيلة
بیان حال دانا اور احمق اٹھسٹھویں مجلس میں بیان
التقوى وحسن الخلق وحقيقتهما المجلس التاسع والستون فى بيان لزوم طلب
تقوی اور حسن خلق کی فضیلت کا اور ان دونوں کی حقیقت اونہترویں مجلس میں بیان اسکا کہ تلاش
كسب الحلال وانه اطيب من المكاسب واقبح منها المجلس السبعون
حلال پیشہ کی لازم ہی اور کونسا پیشہ اچھا ہی اور کونسا برا ہی سترویں مجلس
فى بيان حرمة الاحتكار وسائر ما يتعلق به من الاحكام الشرعية
میں بیان احتکار کی حرمت کا سے اور جو جو احکام شرعی اس سی متعلق ہیں
المجلس الحادى والسبعون فى بيان اى تاجر يحشر يوم
اکہترویں مجلس اس بیان میں کہ کونسا تاجر
القيمة فاجرا واى صادقا المجلس الثانى والسبعون
قیامت کو فاجر محشور ہوگا اور کونسا صادق بہترویں مجلس
فى تحريض التاجر على ملازمة الصدق والامانة فى جميع اقواله
امادہ کرنی میں تاجر کی ملازمت صدق وامانت پر اپنی جملہ اقوال
وافعاله المجلس الثالث والسبعون فى بيان حقيقة الربوا
وافعال میں مجلس تہترویں بیان میں سود کی حقیقت
واحكام غوائله المجلس الرابع والسبعون فى بيان حقيقة السلم واحكامه
ور اوسکی نقصان کی مجلس چوہترویں بیان میں حقیقت بیع سلم اور اوسکی احکام کی
وغيره من انواع العقود المجلس الخامس والسبعون فى بيان سوال الحرام والوعيد
ورسوا اسکی انواع عقود مجلس پچہترویں اس بیان میں کہ سوال حرام ہی اور اوسمیں سزا موعود ہی

نیه وفی ای موضع یجوز المجلس السادس والسبعون فی بیان حقوق المملوک
اور کس مقام پر جایز ہی مجلس چہترویں بیان مین حقوق غلاموں کی

علی المولی وغیره من الاحکام المجلس السابع والسبعون فی بیان حرمة اللواطة
مالک پر اور سوا اسکی جو احکام ہین مجلس ستترویں بیان مین حرام ہونی لواطت کی

وعقوبتها وغیرها المجلس الثامن والسبعون فی بیان حرمة الخمر وبیان عقوبتها
اور اوسکی عذاب کی اور سوا اسکی مجلس اٹھترویں شراب کی حرمت اور اوسکی عذاب

وسائر المنکرات المجلس التاسع والسبعون فی بیان حرمة الغلول ووجوب القسمة
اور جملہ ممنوعات کی بیان مین مجلس اناسی غلول کی حرام ہونی کی بیان مین اور بیہ کہ تقسیم کرنا

بین الغانمین المجلس الثمانون فی بیان ظهور الفتن وما یخالف الشرع وکیف یعمل حینئذ
غنیمت کرنیوالوں مین ضرور ہی مجلس اسی فتنوں کی ظہور کی بیان مین اور جو مخالف شرع ہی اور کسطرح کیا جاوی اوس وقت

المجلس الحادی والثمانون فی بیان احکام القضاء واخذه بالرشوة وحکومته
مجلس اکیاسی بیان مین احکام قضا یعنی قاضی ہونی کی اور اوسکو لینا رشوت ویکر اور حکم کرنا

بشهادة الزور المجلس الثانی والثمانون فی بیان من یجوز له الوعظ للناس ومن لا یجوز
جہوٹی گواہی سی مجلس بیاسی بیان مین اوس شخص کی جسکو وعظ کرنا جایز ہی اور جسکو نہین جایز

وما یتفرع علیه المجلس الثالث والثمانون فی بیان ان الله تعالی یبعث لهذه الامة
اور اوسکی تفریعات مجلس تراسی بیان مین اسبات کی کہ اللہ تعالی اوٹھاتا ہی اس امت کیلئی

علی راس کل سنة من یجدد الدین المجلس الرابع والثمانون
ہر سو برس کی شروع پر اوس شخص کو کہ تازہ کری دین کو مجلس چوراسی

فی بیان کیفیة السلام وافضلیة من بدأ به المجلس الخامس والثمانون
بیان مین کیفیت سلام کی اور بڑائی پہلی سلام کرنیوالی کی مجلس پچاسی

فی بیان هجران اخیه المسلم فوق ثلثة ایام المجلس السادس والثمانون
بیان مین ترک کرنی کسی مسلمان بہائی کی تین روز سی زیادہ مجلس چہیاسی

فی بیان التحذیر من سوء الظن وهی التجسس المجلس السابع والثمانون
ڈرانی کی بیان مین بدگمانی سی اور دوسرے غیر کی حال کی تلاش مجلس ستاسی

فی بیان النهی عن المصاحبة والمواکلة مع الفاسق المجلس الثامن والثمانون
اس بیان مین کہ ممنوع ہی مصاحبت اور کہانا فاسق کی ساتہہ مجلس اٹھاسی

فی بیان افضل الاعمال الحب فی الله والبغض فی الله
اس بیان مین کہ افضل اعمال ہی محبت خدا کی راہ مین اور بغض خدا کی راہ مین

المجلس التاسع والثمانون فی بیان لزوم متابعة
مجلس نواسی اس بیان مین کہ لازم ہی متابعت

الرسول علیه السلام فی الامر والنهی ولا یجوز المخالفة المجلس التسعون
رسول علیہ السلام کی امر ونہی مین اور نہین جایز ہی مخالفت مجلس نوی

فی بیان یسبق رحمة الله وغلبتها علی غضبه وماهیتهما المجلس الحادی والتسعون فی بیان
رحمت الٰہی کی سبقت اور غلبہ کی بیان میں غضب پر اور دونو کی حقیقت مجلس اکانوی اس بیان میں

ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم المجلس الثانی والتسعون فی بیان عدم المواخ
کہ شیطان پھرتا ہی انسان میں بجای خون کی مجلس بانوین اس بیان میں کہ وسوسہ کا مواخذہ

بالوسوسة ما لم نعمل بها او نتکلم المجلس الثالث والتسعون فی بیان ان للشیطان لمة
نہین جبتک اوسپر عمل نکری یا موہ سی نکہی مجلس ترانوین اس بیان مین کہ شیطان کو قرب ہوتا ہی

بابن ادم وللملك لمة له المجلس الرابع والتسعون فی بیان ظهر الاسلام غریبا وسیعود
بنی آدم کی ساتھ اور فرشتہ کو قرب ہوتا ہی مجلس چورانوین اس بیان مین کہ اسلام پیدا ہوا تہا غریب اور پہر ہوجا

غریبا کما ظهر المجلس الخامس والتسعون فی بیان نعمة الصحة والفراغ وبیان مغبونیة
غریب جیسا ظاہر ہوا تہا مجلس پچانوین بیان مین نعمت تندرستی اور فراغت کی اور غبن مین ہو

صاحبهما المجلس السادس والتسعون فی بیان نهی من اکل ما فیه رائحة کریهة من دخول المسجد
صحیح وفارغ کی مجلس چہیانوین اس بیان مین کہ جو شخص کہاوی ایسی چیز جس مین بدبو ہووی تو مسجد مین نجاوی

المجلس السابع والتسعون فی بیان لزوم ترك ما لا یعنیه من القول والفعل المجلس الثامن
مجلس ستانوین اس بیان مین کہ لازم ہی ترک بیفائدہ قول اور فعل کا مجلس اٹھانوین

والتسعون فی بیان الوصیة فی حق النساء حال المعاشرة بهن المجلس التاسع والتسعون
بیچ بیان وصیت کی عورتون کی حق مین اور اونکی ساتھ گذران کی حالت مجلس ننانوین

فی بیان تحقیق قوله علیه السلام استوصوا بالنساء خیرا الی اخره المجلس المائة فی بیان لزوم
حضرت صلی الله علیه وسلم کی قول کی تحقیق مین کہ استوصوا الخ مجلس سوین اس بیان مین کہ لازم

رعایة حق الزوج علی زوجته وبیان الوعید عند عدمها المجلس الاول فی بیان تمثیل من
حق شناسی اپنی خاوند کی بی بی کو اور بیان سزا کا جب کہ یہہ نہووی پہلی مجلس بیچ مثال بیان کرنی اوس شخص کی

یذکر ربه ومن لم یذکره بالحی والمیت وفی بیان معرفة ذکر الله تعالی قال رسول
کہ اپنی رب کی یاد کرتا ہی اور جو اوسکی یاد نہین کرتا ساتھ زندہ اور مردہ کی اور بیان مین ذکر الله کی فرمایا رسول

الله صلی الله علیه وسلم مثل الذی یذکر ربه والذی لا یذکر ربه کمثل الحی والمیت هذا الحدیث
خدا صلی الله علیه وسلم نی حال اوس شخص کا کہ ربکی یاد کرتا ہی اور اوس شخص کا جو اپنی رب کی یاد نہین کرتا جیسی زندہ اور مردہ یہہ حدیث

من صحاح المصابیح رواه ابو موسی الاشعری فانه علیه السلام جعل فیه الذاکر مثل الحی مع
مصابیح کی صحاح مین ہی ابو موسی اشعری کی روایت سی سو پیغمبر صلی الله علیه وسلم اسمین یاد کرنیوالی کو مانند زندہ کی ٹہرایا باوجود

کونه حیا لان المراد بالحی من له حیوة حقیقیة ابدیة وهی انما تحصل بذکر الله تعالی لان
وہ زندہ ہی ہوتا ہی اسلئی کہ زندہ سی وہ مراد ہی جسکو حقیقی اور دائمی زندگی حاصل ہی اور ایسی زندگی بجز یاد الٰہی کی حاصل نہین ہوتی کیونکہ

الذکر یحیی قلوب الذاکرین ویوجب لهم الاستعداد لمعرفة رب العالمین والوصول الی الحیوة الابدیة
ذکر ذاکرین کا دلون کو زندہ کردیتا ہی اور باالضرور اونکی لئی سامان رب العالمین کی معرفت کا تیار کرتا ہی اور بہشت کی حیات ابدی کی لائق بنادیتا ہی

فی دار النعیم ومن کان خالیا عن الذکر فهو بمنزلة المیت لکونه خالیا عما یحیی قلبه وعما یوجب
اور جو شخص یاد الٰہی نہین کرتا ـ وہ مردہ کی مانند ہی کیونکہ وہ اوس بات سی خالی ہی جس سی دل زندہ ہوئی اور خدا کی

له المعرفة والحیوة الابدیة لان شرف الانسان وفضیلته التی بها فاق جمیع اصناف الخلق
معرفت اور دائمی زندگی پیدا ہو کیونکہ انسان کی شرافت اور فضیلت جسی تمام اقسام مخلوقات پر فائق ہو رہا ہی

لیس الا باستعداده لمعرفة الله تعالی وانما یستعد لمعرفة الله تعالی بقلبه لا بجارحة من
بجز استعداد معرفت الٰہی کی نہیں ہی اور استعداد معرفت الٰہی کی دل ہی سی علاوہ رکہتی ہی اتہہ پانو وغیرہ

جوارحه بل الجوارح له اتباع وخدم یستخدمها استخدام الملک للرعایا ویستعملها استعمال
اعضا سی کچہ علاقہ نہیں بلکہ تمام اعضاء دل کی تابع اور خدمت گذار ہیں وہ ان اعضا سی اسطور کار لیتا ہی جیسی بادشاہ رعیت سی اور ایسی برتتا ہی

السید للعبید وهو انما یطمئن بذکر الله تعالی کما قال الله تعالی الا بذکر الله تطمئن
جیسی مولی غلاموں کو اور دل کو طمانینت صرف یاد الٰہی سی ہوتی ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی یاد رہی اللہ ہی کی یاد سی دل چین پاتی ہیں

القلوب وافضل الذکر علی ما ورد فی الحدیث لا اله الا الله فلا بد للعبد المکلف ان یشتغل
اور سب سی بہتر ذکر موافق مضمون حدیث کی لا الٰہ الا اللہ ہی اب بندہ عاقل بالغ کو ضرور ہی کہ اس ذکر میں

بهذا الذکر حتی یطمئن قلبه ویستعد لمعرفة الله تعالی لکن قبل اشتغاله به یجب علیه
مشغول رہی تا کہ اوسکا دل اطمینان پکڑی اور معرفت الٰہی کی استعداد حاصل کری لیکن اس شغل سی پہلی اوسپر واجب ہی

ان یحصل من علم الکلام ما یصح به اعتقاده علی مذهب اهل السنة والجماعة وما یحترز
کہ اتنا علم عقاید سیکہی جس سی اسکا اعتقاد موافق اہل سنت وجماعت کی ٹہیک ہو جاوی اور

به عن شبه المبتدعة لان القلب ما دام مکدرا بظلمة البدعة الاعتقادیة لا یبرز انوار
اہل بدعات کی شبہات سی بچ جاوی کیونکہ جبتک دل اعتقادی بدعت کی تاریکی میں مکدر رہتا ہی تو اوسمیں طاعت کی روشنی نہیں چمکتی

الطاعات ویجب علیه ایضا ان یحصل من علم الفقه ما یصح به اعماله علی وفق الشریعة المطهرة
اور اوسپر یہ بہی واجب ہی کہ اتنا علم فقہ بہی سیکہ لی جس سی اوسکی اعمال موافق شریعت پاک کی صحیح اور

والا فالتقدم لمعالی الامور قبل اتقان وصولها وضبط طرقها عجلة شیطانیة وشهوة نفسانیة
ورنہیں تو بڑی کام کر بیٹہنا بغیر محکم کر لی اصول کی اور ٹہیک دریافت کرنی طریقوں کی شیطانی جہپٹ اور نفسانی شہوت ہیں

توجب لصاحبها الفضیحة فی الدنیا والاخرة اذ قد یغتر صاحبها بالتخیلات النفسانیة
دنیا اور آخرت دونوں میں ذلیل کر چہوڑتی ہی اس لئی کہ ایسا جاہل کبہی فریب میں آکر نادانی سی خیالات نفسانی

والتلبیسات الشیطانیة ویظنها کرامات وهی فی الحقیقة استدراج وزیادة له فی انواع
اور شبہات شیطانی کو کرامت تصور کر لیتا ہی اور اصل میں وہ استدراج ہوتا ہی اور اوسکی حق میں طرح طرح کی

الضلالات لان من اشتغل بالذکر والریاضة قبل ان یحصل من علم الکلام ما یصح به الاعتقاد
گمراہی زیادہ ہوتی ہی کیونکہ جو شخص متوجہ ذکر اور ریاضت کا اختیار کرتا ہی بدون سیکہی علم عقاید کی کہ جس میں اوسکا اعتقاد

علی مذهب اهل السنة والجماعة وما یحترز به عن شبه المبتدعة ومن علم الفقه ما یصح
اہل سنت وجماعت کی مذہب پر صحیح ہو جاوی اور بدعتیوں کی شبہات سی بچ جاوی اور بدون سیکہی علم فقہ کی جس میں

به اعماله علی وفق الشریعة المطهرة لا یبعد ان یقع له کشف حتی لبعض الاشیاء او امر خارق
اوسکی اعمال مطابق شریعت پاک کی صحیح اور درست ہو جاویں تو کیا بعید ہی کہ اوسکو بعضی محسوسات کا کشف ہونی لگی یا کوئی بات کرامت کی سی

من خوارق العادات بمقتضی الریاضة او اراءة الشیطان کما حکی کثیر من ذلک عن بعض الکفرة
خلاف عادات میں سی ریاضت کی موافق یا شیطانی دکہی سی ہو جاوی چنانچہ ایسی بہت کہانیاں بعضی کفار

المرتاضين فيظن انه ولاية وكرامة وهو في الحقيقة مكر واستدراج لا كرامة ولا ولاية
ریاضت میں کی مشغول ہیں پھر بعض اوس حال کو گمان کرتا ہی کہ یہ ولایت اور کرامت ہی اور اصل میں وہ مکر اور استدراج ہوتا ہی کرامت ہی اور نہ ولایت

اذ قد يحصل الكشف والامر الخارق لبعض الرهبان وغيرهم ممن يعتنون بزيادة الرياضات
اسلیٔ کہ کشف اور امر خارق کبھی کبھی بعضی الیسی راہب وغیرہ کو بھی ہوجاتا ہی جو بڑی ریاضت اختیار کرتی ہیں

مع فساد العمل والاعتقاد ولا اعتداد به لانه تعالى قد جعل الرياضة سببا لتصفية
باوجودیکہ اونکی عمل اور اعتقاد فاسد ہوتی ہیں پھر اسکا کچھ اعتبار ہی اسلیٔ کہ اللہ تعالی نے ریاضت کو دلوں کو ایسا صاف کردینی کی

القلوب بحيث يوصل بها الى الكشف ونحوه من الخوارق ولا يدل ذلك على رضائه تعالى
کہ جس سی کشف اور کشف کی مانند اور خوارق ہونی لگتی ہیں اور اس سی اللہ تعالی کی یقینی رضامندی

بذلك السبب البتة ومن المعلوم قطعا ان الخوارق ليست مختصة بالمعجزة والكرامة
اوس سبب پر معلوم نہیں ہوتی اور یہہ بات یقینی معلوم ہی کہ خوارق کو کچھ معجزہ اور کرامت ہی کی خصوصیت نہیں ہی

بل قد تكون استدراجا ايضا فمتى صدرت ممن فيه خلل عملي او اعتقادي يحكم بكونها
بلکہ بعضی وقت استدراج بھی ہوتا ہی پھر اگر یہہ امر خارق ایسی شخص سی پیدا ہووی جسکا عمل یا اعتقاد باطل ہی تو وہ

استدراجا لا كرامة لان الكرامة ظهور امر خارق للعادة على يد عبد صالح ظاهر صلاحه
استدراج ہی سمجھا جاویگا کرامت نہیں ہوگی کیونکہ کرامت تو وہ ہی کہ امر عادت کی خلاف ایسی صالح آدمی کی ہاتہہ سی ہو جسکی نیک کرداری ظاہر ہو رہی ہو

وهذا القيد الاخير للاحتراز عن الاستدراج وهو ظهور امر خارق للعادة على يد الاشقياء
اور یہہ پچھلی قید استدراج سی احتراز کی لئی ہی کیونکہ استدراج وہ ہوتا ہی کہ امر خارق عادت اشقیا کی ہاتہہ پر پیدا ہو

كالدجال وفرعون والجهلة الضالين المضلين فان الخوارق كما تظهر على يد الاتقياء تظهر
جیسی دجال اور فرعون اور گمراہ جاہل اور گمراہ کرنیوالی کیونکہ خوارق جیسی پرہیزگاروں کی ہاتہہ پر ہوتی ہیں

على يد الاشقياء ايضا فما يظهر من ذلك على يد من كان تحت سياسة الشرع يصير
اشقیا کی بھی ہاتہہ پر ہوجاتی ہیں سو جو امر خارق ایسی شخص کی ہاتہہ پر ظاہر ہو جو شرعی حکومت کا مطیع ہی تو

سببا لمزيد مجاهدته في عبادته وما يظهر من ذلك على يد من لم يكن تحت سياسة الشرع
اوسکی مجاہدہ عبادت کو زیادہ بڑہاویگا اور جو امر خارق ایسی شخص کی ہاتہہ پر پیدا ہو جو شرعی حکومت کا مطیع نہیں

يصير سببا لمزيد بعده وغروره ولا يزال الشيطان يغويه حتى يخلع ربقة الاسلام
تو اوسکو اور بھی دوری اور غرور بڑہیگا اور شیطان ہمیشہ اوسکو بہکاتا رہیگا آخر کو اسلام کی رسی اوسکی گردن میں سی نکال کر

من عنقه بانكار الحدود والاحكام والحلال والحرام فعلى هذا يجب على العبد الذاكر
حدود اور احکام اور حلال اور حرام کا منکر بنادیگا اسلیٔ بندہ ذاکر کو یہہ واجب ہی

ان يجعل جميع اعماله موافقا لاحكام الشرع مادام حيا عاقلا ولا يجوز له ان يعمل عملا مخالفا
کہ اپنی کام اعمال جبتک ہوش حواس میں ہی احکام شرعی کی موافق رکہی اور اوسکو یہہ جایز نہیں ہی کہ کبھی بھی کسی وقت کوئی عمل

للاحكام الشرع في وقت من الاوقات واحكام الشرع على قسمين قسم يتعلق بالظاهر وهو البدن
احکام شرعی کی مخالف عمل میں لاوی اور شرع کی احکام دو قسم پر ہیں ایک وہ قسم جو ظاہر یعنی بدن سی علاقہ رکہتی ہیں

وقسم يتعلق بالباطن وهو القلب وكل واحد من القسمين على نوعين احدهما يجب فيه الفعل
اور ایک قسم وہ جو باطن یعنی دل سی علاقہ رکہتی ہیں اور یہہ دونوں قسمیں دو طرح کی ہیں ایک وہ جسکا کرنا واجب ہی

والآخر يجب فيه الترك فجملة احكام الشرع اربعة فمن النوع الذی يتعلق بالظاهر ويجب
دوسری وہ جسکا ترک واجب ہی پس تمام احکام شرعی چار طرح کی ہوتی ہیں ہر وہ قسم جو بدن سی متعلق اور اوسکا عمل میں لانا واجب ہی
فيه الفعل التكلم بكلمتی الشهادة واقامة الصلوة وايتاء الزكوة وصوم رمضان وحج
دونوں کلمی شہادت کی پڑہنی اور نماز قایم رکہنی اور زکوۃ اداکرنی اور رمضان کی روزی اور
البيت وجهاد الكفار والامر بالمعروف والنهی عن المنكر وغير ذلك من الفرائض والواجبات
کعبہ کا حج اور کفار پر جہاد اور نیک بات بیان کرنی اور بدی سی روکنا اور سوا اسکی اور فرائض اور واجبات
ومن النوع الذی يتعلق بالظاهر ويجب الترك القتل والزنا واللواطة والسرقة وشرب الخمر
اور وہ قسم جو بدن سی متعلق اور اوسکا ترک واجب ہی خون ریزی اور بدکاری اور اغلام اور چوری اور شراب خواری
والغيبة والنميمة والكذب والنظر الى ما حرم نظره واستماع ما حرم استماعه وغير ذلك من
اور غیبت اور سخن چینی اور جہوٹہ بولنا اور دیکہنا ایسی چیز کا جسکا دیکہنا حرام ہی اور ایسی آواز سننی جسکا سننا حرام ہی اور سوا اسکی
المحرمات والمكروهات ومن النوع الذی يتعلق بالباطن ويجب فيه الفعل التوبة والاخلاص
اور محرمات اور مکروہات اور وہ قسم جو دل ہی متعلق اور عمل کرنا واجب ہی توبہ اور اخلاص
والتوكل والصبر والشكر والخوف والرجاء وغير ذلك من الاخلاق الحميدة والخصال الجميلة
اور توکل اور صبر اور شکر اور خوف اور امیدواری اور سوا اسکی اور نیک عادتیں اور پسندیدہ خصلتیں
ومن النوع الذی يتعلق بالباطن ويجب فيه الترك الكبر والعجب والرياء والحسد وغير ذلك
اور وہ قسم جو دل سی متعلق اور ترک واجب ہی تکبر اور خود پسندی اور ریا یعنی دکہلاوا اور حسد اور سوا اسکی
من الاخلاق الذميمة والخصال القبيحة فمن خالف حكما واحدا من هذه الاحكام الاربعة
اور بد خوئیاں اور قبیح خصلتیں سو جو شخص خلاف کری کسی ایک حکم کا ان چاروں حکموں میں سی
عصى الله تعالى واستحق عذابه فلا يكون من اهل الولاية والكرامة وبعض الناس فی هذا
وہ خدا کا نافرمان ہی اور اوسکی عذاب کا سزاوار وہ ولی اور کرامت والا کب ہو سکتا ہی اور بعضی لوگ اس
الزمان يدخلون الخلوة ثلثة ايام واكثر ثم يخرجون منها واذا فعلوا ذلك مرة او مرتين
زمانی میں تین دن کا یا زیادہ کا چلہ کہینچ کر پہر فارغ ہو جاتی ہیں اور جب ایک بار دو بار چلہ کر چکی
يدعون نيل الاحوال والوصول الى مقامات الرجال مع انهم يرتكبون ما يخالف الشرع الشريف
تو دعوی کرنی لگی کہ ہمکو سب حالات کہل گئی اور عمدہ لوگوں کا درجہ پا لیا باوجودیکہ شرع شریف کی مخالفت کی جاتی ہیں
واذا انكر عليهم ما ارتكبوه يقولون حرمة ذلك فی العلم الظاهر وانا اصحاب العلم الباطن وانه
اور جب اونسی اونکی اعمال کی برائی بیان کرو تو کہنی لگتی ہیں میاں یہہ علم ظاہر میں حرام ہی اور ہم تو باطنی علم والی ہیں سو یہہ امر
حلال فيه وان الوصول الى الله تعالى لا يكون الا برفض العلم الظاهر وانكم تاخذون من
اوس علم میں حلال ہی اور قربت الہی بدون چہوڑنی علم ظاہری کی نہیں ملتی تم
الكتاب والسنة وانا بالخلوة وهمة الشيخ نصل الى الله تعالى فينكشف لنا العلوم فلا نحتاج
قرآن اور حدیث سی فائدہ لیتی ہو اور ہم چلہ اور پیر کی مدد سی خدا کی درگاہ میں جاتی ہیں پہر ہمپر سب علوم کہل جاتی ہیں ہمکو
الى مطالعة الكتاب والقراءة على الاستاذ واذا صدر منا مكروه او حرام ننهى عنه فی المنام
کتابوں کی مطالعہ کی اور استاد سی پڑہنی کی کچہہ حاجت نہیں ہی اور ہم سی جب کوئی مکروہ یا حرام عمل ہو جاتا ہی تو خواب میں ہمکو ممانعت ہو جاتی ہی

فنعرف الحلال والحرام وما قلتم انه حرام لم ننه عنه فی المنام فعلمنا انه لیس بحرام

سو ہم حلال اور حرام کو سمجھ لیتے ہیں اب جسکو تم حرام بتاتے ہو ہمکو اوس سے خواب میں منع نہیں کیا سو ہمنے جان لیا کہ یہہ حرام نہیں ہے

ونحو ذلك من الترهات التی کلها الحاد وضلال اذ فیه ازدراء للملة الحنیفیة والشریعة

اور اسیطرح کی خرافات باتیں جو سراسر الحاد اور گمراہی کی ہیں کیونکہ اسمیں ملت حنفی اور شریعت نبوی

النبویة وعدم الاعتماد علی الکتاب والسنة واجماع الامة فالواجب علی کل من سمع

کی حقارت ہے اور بے اعتمادی - قرآن وحدیث اور اجماع امت کی سو واجب ہے اوسپر جو ایسی باطل گفتگو سنے

امثال تلك الاقاویل الباطلة الانکار علی قائله والجزم ببطلان کلامه بلا شك ولا تردد

کہ بلاشک اور بے تردد اور بغیر توقف قائل کی اس کلام کو بیہودہ واہیات سمجھے

ولا توقف والا فهو یکون من جملتهم ویحکم علیه بالزندقة فانهم لما کانوا فی الاعتقاد

اور نہیں تو وہ بھی اوسی گروہ میں داخل ہے اور اوسپر حکم کفر کا ہوگا کیونکہ ان لوگونکا اعتقاد جب

بهذه المرتبة کان بینهم وبین الشیطان مناسبة فیریهم فی بعض الازمان اشیاء

اس نوبت کو پہنچا تو ان میں اور شیطان میں ایک رابطہ پیدا ہوگیا پہر وہ شیطان اونکو بعضی دفعہ کچہہ تجلی وغیرہ دکہاتا ہے

من الانوار وغیرها فیغترون بها ویظنون انهم محسنون وعند الله مکرمون ولا یعلمون

پس یہہ قوم دہوکہا کہاکر یہہ خیال کرتے ہیں کہ ہم کیا خوب عمل کرتے ہیں اور خدا کے نزدیک ہم عزت والے ہیں اور یہہ نہیں جانتے

ان الشیطان لا یزال یحسن لاهل الخلوة وارباب الریاضة ان یعملوا بخواجسهم ورؤیاهم

کہ شیطان ہمیشہ اہل خلوت اور ریاضت کی نظر میں یوں بہکا دیتا ہے کہ اپنے توہمات اور خوابوں کی موافق

من غیر تحکیم الشرع فیها فیقولون القلب اذا کان محفوظا مع الله تعالی یکون خواطره

بدون موافقت شرع عمل کیا کریں پہر یہہ کہتے ہیں کہ دل جب اللہ کی طرف سے محفوظ ہوتا ہے تو اوسکی سب خطرات خطا سے

معصومة عن خطاء وهذا من اعظم کید العدو فیهم لان الخواطر ثلثة انواع رحمانیة

بچی ہوئی ہوتی ہیں اور یہہ اونکی حق میں دشمن کا بڑا ہی دہوکہا ہے کیونکہ خطرات تین طرح کی ہوتی ہیں رحمانی

وشیطانیة ونفسانیة فلو بلغ الانسان ما بلغ من الریاضة والمجاهدة فمعه شیطانه

اور شیطانی اور نفسانی پہر انسان کیسی ہی ریاضت اور مجاہدہ کیا کرے پر شیطان

ونفسه لا یفارقانه الی الموت والشیطان یجری منه مجری الدم والعصمة لیست

اور نفس اوسکی ساتہہ ہی لگے ہیں مرتے دم تک جدا نہیں ہوتے اور شیطان اوسمیں ایسے پہرتا ہے جیسے بدن میں خون اور عصمت صرف

الا للرسل الذین هم وسائط بین الله تعالی وبین خلقه فی تبلیغ امره ونهیه ووعده

انبیا صلوات اللہ علیہم کا خاصہ ہے جو کہ درمیان پاک پروردگار اور اوسکی خلقت کی واسطہ ہیں واسطے پہنچا دینے امر اور نہی اور جزا

ووعیده ومن عداهم لیس بمعصوم ومن ظن انه یستغنی عما جاء به الرسول بما یلقی

اور سزا اور سوا اونکے کوئی معصوم نہیں ہے اب جو شخص یہہ خیال کرے کہ مجکو احکام نبوی کی کچہہ حاجت نہیں مجکو وہ ہی کافی ہے

فی قلبه من الخطر فهو من اعظم الناس کفرا لان ما یلقی فی القلب یحتمل ان یکون من

جو دل میں خطرات آتی ہیں سو وہ بڑا ہی کافر ہے اسلیے کہ دل میں جو خطرہ آتا ہے تو شاید کہ

القاء النفس او الشیطان فلا عبرة به ولا التفات الیه حتی یعرض علی ما جاء به الرسول

وہ نفس یا ان کی طرف سے آیا ہو پہر اوسکا کیا اعتبار ہے اور نہ اوسپر توجہ کہ احکام نبوی کی مقابل ہوسکے

ويشهد له بالموافقة اذ ليس كل ما يراه الانسان في النوم واليقظة صحيحا بل قد تكون بعضه
اور اسکی بہی موافقت کا شاہد چاہئے کیونکہ آدمی جو کچھ خواب یا بیداری میں معلوم کرتا ہے وہ سب درست نہیں ہوا کرتا بلکہ بعضی

من الخواطر النفسانية وبعضه من الوساوس الشيطانية وبعضه من الله تعالى بالهام
خطرات نفسانی وبعضی وسوسہ شیطانی ہوتی ہیں اوربعضی اللہ کی طرف سے بواسطہ

ملك الرؤيا فلابد من التميز بين هذه الثلثة ليعلم ان ما يراه من اي نوع هو فاذا تعين
فرشتہ خواب کی بہی ہوتی ہیں پہر ان تینوں میں تمیز کرنی ضرور چاہئے جس سے معلوم ہو کہ یہ خطرہ کس قسم کا ہے جب یہ ثابت ہوجائے

انه من الله تعالى فلابد من عالم يعلم المراد منه فان المراد منه ان كان ظاهرا لا يحتاج
کہ اللہ کی طرف سے ہے تب ایسا عالم چاہئے کہ اوسکی مراد کو سمجہے کیونکہ اوسکی مراد اگر ظاہری تو

الى التاويل بل انما يحتاج الى التنبيه وان كان غير ظاهر يحتاج الى التاويل فياول بتاويل
تاویل کی کچہ حاجت نہیں بلکہ صرف تنبیہ کی حاجت ہے اور اگر مراد ظاہر نہیں ہے تو تاویل کی حاجت ہے پہر صحیح تاویل کرنی چاہئے

صحيح كما ان الكتاب والسنة لا شبهة في كونهما من الله تعالى ورسوله لكن المراد منهما
چنانچہ قرآن اور حدیث لاشبہ اللہ اور اوسکے رسول کی کلام ہیں پہر اونکی مراد

قد يكون ظاهرا فلا يحتاج الى التاويل وقد يكون غير ظاهر فيحتاج الى التاويل وقد صرح
بعضی جگہ ایسی ظاہر ہوتی ہے کہ تاویل کی کچہ حاجت نہیں ہوتی اور بعضی جگہ مراد ظاہر نہیں ہوتی تو وہاں تاویل کی حاجت پڑتی ہے اور

العلماء بان الهام وكذلك الرؤيا في المنام ليس شيء منهما من اسباب المعرفة بالاحكام
علماء نے تصریح کی ہے کہ الہام اور ایسی ہی نیند کی خواب ان دونوں سے معرفت احکام کی حاصل نہیں ہوتی

خصوصا اذا خالف كل منهما كتاب الله وسنة رسوله عليه الصلوة والسلام فان عمر
علی الخصوص جبکہ یہہ دونو کتاب اللہ اور سنت رسول سے برخلاف ہوں حضرت عمر

بن الخطاب رضي الله عنه مع كونه سيد الملهمين والمحدثين كان اذا وقع في قلبه الخواطر لا يلتفت
بن الخطاب رضی اللہ عنہ باوجودیکہ اہل الہام اور محدثین کی پیشوا تہے تو بہی جب اونکی دل پر کوئی خطرہ آتا تو اوسپر توجہ

اليها ولا يحكم بها ولا يعمل بها حتى يعرضها على الكتاب والسنة فهؤلاء الجهلة قد يرى
کرتے اور نہ اوسپر یقین کرتے اور نہ اوسکی موافق عمل کرتے جب تک اوسکو کتاب اور سنت کی مطابق نکر لیتے اور یہہ جاہل جب

احدهما ادنى شيء فيحكم فيه خواطره على الكتاب والسنة ولا يلتفت اليهما والمحققون من
کوئی ادنی بات معلوم کرتے ہیں تو اوسی پر اپنی خطرات کو پکا لیتے ہیں اور کتاب اور سنت کیطرف کچہ توجہ نہیں کرتے اور طریقت کی محقق

علماء الطريقة قد تمسكوا بالكتاب والسنة ووزنوا بهما افعالهم ومجاهداتهم ومكاشفاتهم
علماء کتاب اور سنت سے سند لیتی تہی اور اپنی افعال اور مجاہدہ اور مکاشفات کو انسی تولکر پورا کرتی تہی

فما وجدوه غير موزون بهذين الميزانين وغير ثابت بهذين الشاهدين لم يعتبروه ولم يلتفتوا
پہر جس عمل کو ان دونو ترازو یعنی کتاب وسنت میں کم وزن پایا اور ان دونو شاہد عدل کی گواہی سے ثابت نہوا تو اوسکا اعتبار نہیں

اليه قال ابو سليمان الداراني ربما يقع في قلبي نكتة من نكتة القوم فلا اقبلها الا بشاهدين عدلين
ابو سلیمان دارانی فرماتی ہیں ایک نکتہ اس قوم کی نکات میں سے اکثر میری دلمیں آتا ہے سو میں اوسکو بدون گواہی دو شاہد عدل

من الكتاب والسنة وقال ابو سعيد الخراز كل باطن يخالفه الظاهر فهو باطل وقال ابو حفص
کتاب اور سنت کی نہیں لیتا اور ابو سعید خراز کہتی ہیں جو الہام ظاہر شرع کی برخلاف ہو سو وہ باطل ہے اور ابو حفص کبیر فرماتی ہیں

الکبر من لم یزن افعاله واقواله واحواله بمیزانی الکتاب والسنة ولم یتهم خواطره ولا تعدوه

جو شخص اپنے اعمال اور اقوال اور احوال کو کتاب اور سنت کی ترازو میں نہ تولے اور اپنے دل کی خطروں کو بیجا نہ جانے اسکو

فی دیوان الرجال وقال ابو یزید البسطامی لو نظرتم الی رجل اعطی انواعا من الکرامات حتی تربع

مردوں میں شمار مت کرو اور ابو یزید بسطامی فرماتے ہیں اگر تم ایک شخص کی طرح طرح کی کرامتیں دیکھو اسقدر کہ وہ ادہر میں

فی الهواء او مشی علی الماء فلا تغتروا به حتی تنظروا کیف تجدونه عند الامر والنهی وحفظ

بالتی ماری بیٹھا ہو یا پانی پر پہرتا ہو تو بہی اوسکی فریب میں نہ آؤ جبتک یہہ نہ جانچ لو کہ امر اور نہی اور حفظ

الحدود واداء احکام الشریعة وقال الجنید البغدادی الطرق الی الله تعالی بعدد انفاس

حدود اور احکام شرعی میں کیسا ہی اور جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ خدا کی راہ کی رستے اتنے ہیں جتنے نفوس

الخلائق وکلها مسدودة علی الخلق الا علی من اقتفی اثر الرسول وحکی انه افتی بقتل الحلاج

حلقت کی اور وہ سب حلقت پر بند ہیں مگر اوسکی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے اور کہتے ہیں کہ جنید نے حلاج کی قتل کا

لاجل ما صدر عنه من قوله انا الحق فانظر ایها العاقل الطالب للحق ان هؤلاء الکرام مع

فتوی انا الحق کی کہنے پر دیا تہا اسے ای ہوشیار حق کی طالب دیکہہ تو کہ ان تمام بزرگوں نے با

کونهم عظماء مشائخ الطریقة وکبراء ارباب الحقیقة قد تمسکوا بالشریعة ولم یخالفوها

وجودیکہ طریقت کی بڑی بڑی مشائخ اور حقیقت کی بڑی بڑی بزرگ لوگ ہیں کیسا شریعت سی تمسک کیا اور کسی بات میں

فی شئ اصلا فعلی هذا یجب علی العبد المشتغل بالذکر ان یتمسک بالشریعة فی جمیع اقواله

اصلا مخالفت نہیں کی پس اس لحاظ شخص ذاکر شاغل پر واجب ہی کہ اپنے تمام اقوال اور افعال اور احوال میں شریعت سی تمسک

وافعاله واحواله ولا یخالفها فی شئ اصلا لکن ینبغی ان یعلم ان المؤثر النافع من الذکر هو الذکر

کیا کرے اور شریعت کی اصلا مخالفت نکیا کرے لیکن یہہ بہی سمجہہ لینا چاہئے کہ ذکر موثر اور مفید وہی ہی جو

علی الدوام مع حضور القلب فاما الذکر مع ذهول القلب وهو قلیل الجدوی لان للذکر

ہمیشہ اور دائمی دل کی توجہ سی ہو اور جو ذکر دل کی غفلت کی ساتہہ ہوتا ہی وہ فائدہ خوب نہیں دیتا کیونکہ ذکر کا

اولا واخرا اوله یوجب الانس والحب واخره یوجبه الانس والحب والمطلوب ذلک الانس

ایک ابتدا ہی اور ایک انتہا ابتدا میں ذکر سی محبت اور انس ہوتا ہی اور انتہا میں ذکر کو انس اور محبت پیدا ہوتی ہی اور مقصود یہی انس

والحب لان الذاکر فی ابتداء امره یکون متکلفا فی صرف قلبه عن الوساوس الی ذکر الله تعالی

اور محبت ہوتی ہی کیونکہ ذاکر اول حال میں تو اپنی دل کو بزور و تکلف وسوسوں سی ہٹاکر ذکر کی طرف لگاتا ہی

فان وفق للمداومة انس به وانغرس فی قلبه حب المذکور وصار مضطرا الی کثرة ذکره

پہر اگر اوسکو مداومت کی توفیق ہوئی تو اوسی مانوس ہوجاتا ہی اور اوسکی دل میں وہ محبت جڑ پکڑ لیتی ہی اور کثرت ذکر کی طرف بیقرار ہوجاتا ہی

بحیث لا یصبر عنه لان من احب شیئا اکثر ذکره ومن اکثر ذکر شئ ولو تکلفا یقع فی

ایسا کہ وہ صبر نہیں آتا کیونکہ جو شخص کسی شی کو محبوب رکہتا ہی تو اوسکا ذکر بہت کیا کرتا ہی اور جو شخص کسی شی کا ذکر بہت کرتا ہی اگرچہ تکلف سی ہو

قلبه حبه والحاصل ان اول الذکر یکون بالتکلف الی ان یثمر الانس بالمذکور والحب له ثم

اوسکی دل میں محبوب ہوجاتی ہی حاصل یہہ ہی کہ ابتدا میں ذکر تکلیف سی ہوتا ہی آخر کو ایسا مانوس اور محبوب ہوجاتا ہی کہ

یمتنع الصبر عنه فیصیر الموجب موجبا والثمر مثمرا ثم اذا حصل للذاکر الانس بذکر الله تعالی

اوس سی صبر دشوار ہوجاتا ہی پہر تو بالعکس یعنی عاشق معشوق ہوجاتا ہی اور طالب مطلوب پہر جب ذاکر کو یاد الہی سی محبت ہوجاتی ہی

يقطع عن غير الله ويجد كمال فائدته بعد الموت لانه يفارق ماسوى الله تعالى عند الموت
توغیر اللہ سی الگ ہو جاتا ہی اور اوسکا کامل فائدہ موت کی بعد حاصل ہوتا ہی کیونکہ مرتی دم تمام ماسوی اللہ سی الگ ہو جاتا ہی

ولا يبقى معه في القبر اهل ولا مال وانما يبقى معه فيه ذكر الله تعالى فان كان قد انس به
اور اوسکی ساتھ گور میں شامل ہوتا ہی اور نہ مال وہاں صرف وہ ذکر ہی باقی رہ جاتا ہی سو اگر یہہ ذاکر اوسی مانوس تھا

يتمتع به ويتلذذ بانقطاع العوائق الصارفة عنه لان ضرورات الحاجات كانت تصده
تو فائدہ دیکھیگا اور مزہ پائیگا کہ وہ تعلقات جو ذکر اللہ سی باز رکھتی تی جاتی رہی کیونکہ ضروری کاروبار ذکر اللہ سی اوسکو روکتی تھی

عن ذكر الله تعالى ولا يبقى بعد الموت عائق فكانه خلى بينه وبين محبوبه وتخلص من
اور موت کی بعد کوئی روکنی والا باقی نہیں رہتا اسکو گویا اوسکو محبوب کی ساتھ خلوت ملی اور ایسی

السجن الذي كان فيه ممنوعا عما به انسه وبهذا الانس يتلذذ العبد بعد الموت الى ان
قید سی چھوٹ گیا جسمیں اپنی محبوب سی روکا جاتا تھا اور اس انس سی موت کی بعد آدمی مزا اوٹھاکر آخر

ينزل في جوار الله تعالى ويترقى من الذكر الى اللقاء ولا مقصود له بقوله لا اله الا الله
جوار الٰہی میں جا پہنچتا ہی اور ذکر سی مرتبہ بڑھ کر رویت دیدار کی پاتا ہی کیونکہ غرض تو اوسکو لا اله الا الله کی ذکر سی

سوى الله تعالى اذ كل مقصود معبود وكل معبود اله وبالملازمة على ذكر لا اله الا الله
سوائی اللہ تعالیٰ کی اور کچھہ نہیں تہی کیونکہ جو مقصود ہوتا ہی وہ معبود ہی اور جو معبود ہی وہ الٰہ ہی اور لا اله الا الله کی دائمی ذکر سی

ينتفي جميع المعبودات الباطلة ولذلك فضل على سائر الاذكار وذكر المطلق في بعض
سب باطل معبود جاتی رہتی ہیں اسی واسطی اس ذکر کو تمام اذکار پر فضیلت ہی اور بعضی روایتوں میں مطلق ذکر مذکور ہی

المواضع وفي بعضها مقيد بالصدق والاخلاص كما روى عن زيد بن ارقم انه عليه الصلوة و
اور بعضی روایتیں میں صدق اور اخلاص کی قید ہی چنانچہ زید بن ارقم روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ و

السلام قال من قال لا اله الا الله مخلصا دخل الجنة ومعنى الاخلاص مساعدة الحال
سلم نی فرمایا جسنی لا اله الا الله اخلاص سی کہا وہ بہشت میں داخل ہوا اور اخلاص کی معنی مطابق ہونا حال کا

للمقال فمن قال لا اله الا الله بلسانه ولم يساعد حاله لمقاله لا يكون فيه شئ من
قول سی پہر جسنی لا اله الا الله زبان سی کہا اور اوسکا حال مطابق قول کی نہوا تو اوسمیں ذرہ سی

الاخلاص فيكون امره في مشية الله تعالى ولا يؤمن في حقه الخطر

اخلاص نہیں ہی اوسکا معاملہ مشیت الٰہی میں ہی اندیشہ سی صاف نہیں ہی

المجلس الثاني

دوسری مجلس

في بيان فضيلة الذكر من كل اعمال البر وبيان اقسامه قال رسول
ذکر کی فضیلت میں تمام نیک اعمال سی اور اقسام کی بیان میں فرمایا رسول

الله صلى الله عليه وسلم الا انبئكم بخير اعمالكم وازكاها عند مليككم وارفعها في درجاتكم
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی کہو تو بتادوں تمکو ایک بڑا نیک عمل اور مالک کی حضور میں بہت پاکیزہ اور تمہاری درجات کا بلند کرنیوالا

وخير لكم من انفاق الذهب والورق وخير لكم من ان تلقوا عدوكم فتضربوا اعناقهم
اور تمہاری حق میں بہتر سونا چاندی خرچ کرنی سی اور تمہاری حق میں بہتر جہاد سی کہ دشمن سی مقابلہ کرکی تم اونکی سر کاٹو

ويضربوا اعناقكم قالوا بلى يا رسول الله قال ذكر الله هذا الحديث من حسان المصابيح
اور وہ تمہاری سر کاٹیں عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا اللہ کا ذکر یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی

رواه ابو الدرداء وانما كان ذكر الله تعالى من سائر العبادات ارفع وخيرا من انفاق الذهب

والفضة وملاقات العدو والمقاتلة معهم لان سائر العبادات وسيلة الى ذكر الله تعالى

وذكر الله تعالى هو المطلوب الاعلى والمقصود الاقصى الا انه ينقسم الى قسمين احدهما

ذكر باللسان والآخر ذكر بالجنان اما الذكر باللسان فهو ذكر ملفوظ باللسان مسموع بالاذان

يحصل بالحرف والصوت واما الذكر بالجنان فهو غير ملفوظ باللسان ولا مسموع بالاذان

بل هو فكر وملاحظة القلب وهو اعلى مراتب الذكر ولا يبعد ان يكون المراد بالذكر ههنا هذا

الذكر القلبي الفكري لانه هو الذي له هذه الفضيلة الزائدة على بذل المال والنفس لما

جاء في الخبر تفكر ساعة خير من عبادة سبعين سنة وهو لا يحصل الا بمداومة العبد

على الذكر باللسان مع حضور القلب حتى يتمكن الذكر في قلبه ويستولى عليه بحيث يحتاج

في صرفه عنه الى غيره الى تكلف كما كان في ابتدائه يحتاج في قراره فيه الى تكلف لكن حصول

فيه بهذا الوجه موقوف على معرفة الله تعالى لان من لا يعرف الله تعالى كيف يمكن

ذكره بقلبه ولسانه وطريق معرفة الله تعالى من وجهين احدهما طريق اهل النظر

والاستدلال وثانيهما طريق اهل الرياضة والمجاهدة فالسالكون طريق اهل النظر و

الاستدلال ان التزموا ملة من ملل الانبياء فهم المتكلمون والا فهم الحكماء المشاؤن

وهم قوم من الفلاسفة اختاروا طريق ارسطو وماله من البحث والبرهان ولم يكونوا

من اهل الايمان والسالكون طريق اهل الرياضة والمجاهدة ان وافقوا في رياضتهم

ومجاهدتہم احکام الشریعة فہم الصوفیة المتشرعون والا فہم الحکماء الاشراقیون وھم
اور مجاہدہ کرتی ہیں تو وہ صوفی باشرع ہیں نہیں تو حکماء اشراقی ہیں اشراقی ہی

قوم من الفلاسفة اختاروا طریق افلاطون ومالہ من الکشف والعیان ولم یکونوا من
ایک قوم فلاسفہ کی ہی جنہوں نی طریق افلاطون کشف اور عیان کا اختیار کیا ہی یہہ لوگ بہی

اھل الایمان فعلی ھذا یکون لکل طریق طائفتان فیکون المؤمنون العارفون باللہ قسمین
صاحب ایمان نہیں ہیں اس بیان کی موافق ہر ایک طریقہ میں دو طرح کی لوگ ہیں سو مؤمن عارف باللہ دو قسم کی ہوئی

احدھما اھل الاستدلال والبرھان وثانیھما اھل المشاھدة والعیان لان عرفانھم بہ تعالی
ایک استدلال اور برہان والی اور دوسری مشاہدہ اور عیان والی اسلئی کہ معرفت الہی

ان کان بالاستدلال بالدلائل العقلیة والنقلیة فہم من اھل العلم الظاھر والبرھان
اگر دلائل عقلی اور نقلی کی واسطہ سی حاصل کی ہی تو وہ علم ظاہر اور برہان والی ہیں

وان کان عرفانھم بہ تعالی بالمشاھدة بعین البصیرة فہم من اھل العلم الباطن والعیان
اور اگر معرفت الہی چشم بصیرت کی مشاہدہ سی حاصل کی ہی تو وہ علم باطنی اور عیان والی ہیں

وحاصل الطریق الاول الاستکمال بالقوة النظریة والترقی فی مراتبھا وحصول الطریق الثانی الاستکمال بالقوة
اور طریق اول کا فائدہ تو قوت نظری کی امداد سی کمال حاصل کرنا اور اوسکی درجات میں ترقی کرنی اور خلاصہ دوسری طریق کا قوت عملی کی زور سی کامل ہونا

العملیة والترقی فی درجاتھا فھذہ ھی الکرامة الحقیقیة التی تظھر من اولیاء اللہ تعالی اذ غایة الکرامة
اور اوسکی درجات میں ترقی کرنی اور کرامت حقیقی یہہ ہی ہوتی ہی جو اولیاء اللہ سی ظاہر ہوا کرتی ہی کیونکہ انجام کرامت کا تو

حصول الاستقامة والوصول الی کمالھا واللہ تعالی لم یعط العبد من الکرامة مثل ان یعنیہ
یہہ ہی راستی کا حاصل ہونا اور کمال پیدا کرنا ہی اور اللہ تعالی نی کسی بندہ کو اس سی بہتر کرامت نہیں دی کہ تقوی

علی ما یحبہ ویرضاہ من التقوی والاستقامة واما الکرامة بمعنی ظھور امر خارق العادة فلا عبرة
اور استقامت پر اپنی مرضی اور خواہش کی موافق اعانت فرمادی اور رہی وہ کرامت کہ امور خلاف عادت ظاہر ہو جایا کرین سو

بہ عند المحققین من اولیاء اللہ تعالی لظھورہ من الکفرة المرتاضین وغیرھم من اھل الریاضة
محقق اولیاء اللہ کی نزدیک اسکا کچھ اعتبار نہیں ہی کیونکہ ایسی امور تو کفار ریاضت کیش وغیرہ سی جو ریاضت کیا کرتی ہیں ہو جاتی ہیں جنکی نہ عمل ٹہیک ہی

مع فساد العمل والاعتقاد وسبب ذلک علی ما ذکرہ بعض المدققین انہ تعالی قد وضع اسبابا واناط بھا
اور نہ اعتقاد درست ہوتا ہی اور اسکا سبب موافق بیان بعضی مدققین کی یہہ ہی کہ اللہ تعالی اسباب پیدا کرکی اونکی ساتھہ

مسبباتھا واجری عادتہ ان لا یتخلف مسبب عن سببہ کالاحتراق عند النار ومن جملة
مسببات متعلق کردیتی ہیں اور عادت یوں جاری رکہی ہی کہ کوئی مسبب اپنی سبب سی جدا نہووی ساتھہ ہی رہی جیسی جلانا آگ کی ساتھہ ہی

ذلک الریاضة فانہ تعالی جعلھا سببا لتصفیة القلوب واناطھا بھا بحیث یوصل بھا الی
ایسی ہی ریاضت ایک سبب ہی کہ اوسکو اللہ تعالی نی صفاء قلب کا سبب بنایا ہی اور اوسی پر یہہ متعلق کردیا ہی

الکشف ونحوہ من الخوارق ولا یدل ذلک علی رضائہ تعالی بذلک السبب الذی ھو الریاضة
کہ کشف وغیرہ خوارق پیدا ہو جایا کرین پر اس کشف وغیرہ سی رضامندی اللہ تعالی کی اس ریاضت پر ثابت نہیں ہوتی

اذ من المعلوم قطعا ان الخوارق لیست مقتصرة علی المعجزة والکرامة بل قد تکون استدراجا
کیونکہ یقینی معلوم ہی کہ خوارق کو معجزہ اور کرامت سی کچھ خصوصیت نہیں ہی بلکہ بعضی اوقات استدراج ہی ہوتا ہی

ايضا فمتى صدرت ممن ادخل في عمله واعتقاده يحكم بكونه استدراجا لان الكرامة ظهور امر خارق

پھر اگر ایسی شخص سی صادر ہووی کہ جسکی عمل اور اعتقاد میں خلل ہی تو استدراج ہی کہلاویگا کیونکہ کرامت تو ایسی مرد صالح کی ہاتھ پر

للعادة على يد عبد صالح ظاهر صلاحه وبهذا القيد الاخير يخرج الاستدراج لانه ظهور امر خارق

پیدا ہوتی ہی جسکا تقوی ظاہر ہوگا اور اس پچھلی قید سی استدراج الگ ہوگیا کیونکہ استدراج وہ خارق

للعادة على يد الاشقياء كالدجال وفرعون والجهلة الضالين المضلين وان الخوارق كما تقع من الاتقياء

عادت ہوتا ہی جو اشقیا کی ہاتھ پر ہووی جیسی دجال اور فرعون اور گمراہ جاہل اور گمراہ کرنیوالی بیشک خوارق جیسی اتقیا سی ہوتی ہیں

تقع من الاشقياء فما يظهر من ذلك على يد من كان تحت سياسة الشرع يعتبر سببا لمزيد مجاهدته وعبادته

اشقیا سی بھی ہوتی ہیں پھر جو خوارق ایسی شخص سی ہوں جو شرع کا مطیع ہی تو باعث زیادت عبادت اور مجاہدہ کا ہوگا

وما يظهر من ذلك على يد من لم يكن تحت سياسة الشرع يصير سببا لمزيد بعده

اور جو خوارق ایسی شخص سی ہوں جو شرع کا مطیع نہیں ہی تو شرع سی اور دور ہوتا جاویگا

ولا يزال الشيطان يغويه حتى يخلع ربقة الاسلام من عنقه بانكار الحدود والاحكام

اور شیطان اوسکو بہکاتا رہیگا آخر اسلام کی رسی اوسکی گردن میں سی نکال کر حدود اور احکام

والحلال والحرام ولهذا قال ابو يزيد البسطامي لو ان رجلا مشى على الماء او يربع في الهواء فلا

اور حلال اور حرام کا منکر ہوجاویگا اور اسیلئے ابو یزید بسطامی فرماتی ہیں اگر کوئی شخص پانی پر سے چلی یا ہوا میں چادر ڈالکر بیٹھی تو

تغتروا به حتى تنظروا كيف تجدونه في الامر والنهي ومراعات الشريعة وقيل له فلان

بھی اوسکی فریب میں نہ آؤ جبتک اوسکو امر و نہی اور رعایت شرع میں نہ جانچ لو کسی نی اونسی عرض کیا کہ فلانا

يمر في ليلة الى مكة فقال الشيطان يمر في لحظة من المشرق الى المغرب وهو في لعنة الله تعالى

ایک رات میں مکہ چلا جاتا ہی آپ نی فرمایا شیطان لحظہ بھر میں مشرق سی مغرب تک چلا جاتا ہی پھر بھی وہ ملعون ہی

فعلى هذا كل من يظهر به شئ من الخوارق لا يجوز ان يظن انه من اولياء الله تعالى لانه

اس بنا پر جس شخص سی کچھ خوارق ظاہر ہوا کریں تو اوسکو اولیاء اللہ میں سی تصور کرلینا نہیں چاہئی کیونکہ

لما يجوز ان يكون من اولياء الله تعالى يجوز ان يكون من اعداء الله تعالى لاحتمال كون ظهورها

خوارق تو جیسی اولیا سی ہوتی ہیں ویسی ہی کفار دشمنان خدا سی بھی ہوتی ہیں شاید کہ

فيه بمقتضى الرياضة او اراءة الشيطان فان الشيطان يخيل للانسان الامور بخلاف ما هي

باعث ریاضت اور شیطانی دھوکی کی ہو کیونکہ شیطان امور غیر واقعی انسان کو دکھا دیتا ہی

عليه ويريه الاشياء الباطلة في صورة الحق فمنهم من ياتيهم بعض الاشخاص فتخاطبهم

اور امر باطل کو حق کی صورت میں بتا دیتا ہی بعضی ایسی شخص ہیں کہ اونکی پاس انسان کی صورت حاضر ہوکر باتیں کرتی

ويتمثل لهم ويظنونها ملائكة وهي الجن والشياطين وكان اول من ظهر له من هؤلاء

وہ اوسکو فرشتہ خیال کرتی ہیں اور حقیقت میں وہ جن یا شیاطین ہوتی ہیں پہلی پہل اسلام میں جس شخص

في الاسلام المختار ابن ابي عبيد الله الثقفي الذي اخبر به النبي عليه الصلوة والسلام في الحديث

مختار ابن عبید اللہ ثقفی ہوا ہی جسکی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سی صحیح حدیث میں

الصحيح وقال سيكون في ثقيف كذاب وقيل لابن عمر وابن عباس ان المختار يزعم

ثابت ہوئی ہی آپ نی فرمایا ہی نزدیک ہی کہ ثقیف میں ایک جھوٹا پیدا ہوگا کسی نی ابن عمر اور ابن عباس سی عرض کیا کہ مختار یہ کہتا ہی

انه ينزل عليه فقال لا صدق قال الله تعالى ان الشيطين ليوحون الى اوليائهم ليجادلوكم
کہ مجھ پر وحی آتی ہی جواب دیا جھوٹا ہی اللہ تعالی فرماتا ہی اور شیطان دلین ڈالتی ہیں اپنی دوستوں کی کہ تمسی جھگڑا کرین
وقال الله تعالى هل انبئكم على من تنزل الشيطين تنزل على كل افاك اثيم وكثير ممن ينتسب
اور فرمایا اللہ تعالی نی مین بتاؤن تمکو کسپر اوترتی ہین شیاطین اوترتی ہین ہر جھوٹی گنہگار پر اور بہت لوگ
الى الاسلام فى الظاهر وهو برئ منه فى الباطن يكون له نصيب من هذه الاحوال الشيطانية
ظاہر کی مسلمان اور باطن مین اسلام سی بری بہرہ ہین کہ انکو ایسی ایسی شیطانی حالات مین سی
بحسب موالاته للشيطان ومعاداته للرحمن ويصير فتنة بين الانام وبعضهم وان كانوا
موافق اختلاط شیطانی اور عداوت رحمانی کی حصہ ملتی ہی اور خلقت کو فتنہ مین مبتلا کرتی ہین اور بعضی شخص اگرچہ
صادقين فى معاملتهم وكان لهم عبادة واجتهاد فى العمل لكنهم لقلة علمهم بحقائق الايمان
اپنی معاملہ مین سچی ہین اور عبادت اور مجاہدہ عمل بجا کرتی ہین لیکن چونکہ حقایق ایمانی سی کم واقف ہین
وعدم تميزهم ما هو من احوال الشيطان وامور الرحمن يلتبس عليهم الامر ويقعون فى شبكة
اور حالات شیطانی اور امور رحمانی مین فرق نہین کرسکتی لاچار اونپر وہ لطیفہ پوشیدہ رہ جاتا ہی اور شیطان کی جال مین پہنسکر
الشيطان ويدعون كشفا يناقض العقل والشرع ويقولون قد ثبت عندنا فى الكشف
ایسی کشف کا دعوی کرنی لگتی ہین جو نہ عقل مین آوی اور شرع کی برخلاف ہو اور کہتی ہین کہ ہمکو کشف مین وہ امر ثابت ہوا ہی
ما يناقض صريح العقل والشرع وهم قوم لا يتعمدون الكذب لكن يخيل اليهم اشياء يتفق
جو عقل اور شرع سی صاف مخالف ہی یہہ وہ لوگ ہین جو عمدا جہوٹہ نہین بولتی پر اونکی خیالات مین وہ چیزین آتی ہین
وجودها فى الخارج ويظنونها من كرامات الصالحين ولا يعرفون انها من تلبيسات الشياطين
جو خارج مین نادر الوجود ہین گاہی گاہی ہوتی ہین اونکو صلحا کی کرامات سمجھ لیتی ہین اور یہہ نہین سمجھتی کہ یہہ شیطانون کی دغابازیان ہین
فان كثيرا من الناس يظنون انهم من اولياء الله تعالى وهم ليسوا من اولياء الله تعالى بل هم
بیشک اکثر لوگ یون گمان کرلیتی ہین کہ وہ ولیاء اللہ ہین اور وہ اولیاء اللہ نہین ہوتی بلکہ
من اولياء الشيطن فان اولياء الله تعالى هم الذين وصفهم الله تعالى فى كتابه وقال الا ان
شیطان کی دوست ہوتی کیونکہ اولیاء اللہ تو وہ لوگ ہوتی ہین جنکی اللہ تعالی نی اپنی کتاب مین یہہ تعریف کی ہی فرمایا ہی جو لوگ
اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون الذين امنوا وكانوا يتقون وقال فى اية اخرى ان
اللہ کی دوست ہوتی ہین نہ ڈر ہی اونپر نہ وہ غم کہاوین جو لوگ ایمان لائی اور پرہیزگاری کرتی رہی اور ایک اور آیت مین فرمایا نہین ہین
اولياءه الا المتقون فبين سبحانه وتعالى فى هاتين الايتين ان اولياءه هم المتقون وليس
دوست اوسکی سوای پرہیزگارون کی سو اللہ سبحانہ تعالی نی ان دونو آیتون مین بیان فرمادیا کہ اوسکی اولیاء پرہیزگار ہوتی ہین اور
لهم فى الظاهر من الامور المباحة شئ يتميزون به عن الناس فلا يتميزون بلباس دون لباس
ظاہر مین مباح چیزون مین سی کوئی ایسا نشان نہین ہی جس سی فرق کرکر اور لوگون سی الگ پہچان لین نہ کوئی ایسا خاص لباس ہی جب کہ سب لباس
اذا كان كل منهما مباحا بل يوجدون فى جميع اصناف امة محمد اذا لم يكونوا من اهل البدعة
مباح ہووین بلکہ وہ لوگ یعنی اولیا امت محمدی کی تمام اقسام مین ہوتی ہین اگر بدعتی
واهل الفجور وليس من شرط الولى ان يكون معصوما بحيث لا يغلط ولا يخطا ولهذا لا يجوز
اور بدکار نہون اور ولی کی شرط کچھ معصومیت نہین ہی کہ اوسکی کہین نہ غلطی ہو نہ خطا اور اسیلئی اوسکو یہہ جائز نہین

له ان يعتمد على ما يلقى اليه في قلبه ولا على ما يقع له مما يراه الهاما او خطابا من الحق بل يجب
کہ جو اوسکی دل پر خطرہ گذری یا جو اوسکو بطور الہام کی معلوم ہو یا حق کی طرف سی خطاب ہو وسیر عمل کر لیا کری بلکہ

عليه ان يعرض ذلك كله على ما جاء به النبي عليه الصلوة والسلام فان وافقه يقبله
واجب ہی کہ اوس تمام کو احکام شرعی سی مطابق کری پہر جو موافق نکلی اوسکو تسلیم کری

وان خالفه لا يقبله وان لم يعلم انه موافق او مخالف يتوقف فيه والناس في هذا الباب
اور جو مخالف ہو اوسکو رد کری اور اگر موافق اور مخالف کچہ معلوم نہو تو اوسمین توقف کری اکثر آدمی اس باب مین اکثر غلطی کہا جاتی ہین

يغلطون كثيرا ويظنون في شخص انه ولي ويعتقدون ان الولي يقبل منه كل ما يقول
بعضی شخص کو ولی قرار دیکر یہہ اعتقاد کرلیتی ہین کہ ولی کا کہا سب مقبول ہی اور کیا کرایا سب

ويسلم اليه في كل ما يفعل وان خالف الكتاب والسنة ويوافقون ذلك الشخص ويخالفون من
مسلم ہی اگرچہ قرآن وحدیث سی مخالف ہو اگرچہ پہر اوس شخص کی تو متبع ہوجاتی ہین اور

بعث الله به رسوله الذي فرض على جميع الخلق تصديقه فيما اخبر وطاعته فيما امر فيجرهم
رسول کی رسالت سی خلاف کرتی ہین جسکی خبر کی تصدیق اور حکم کی اطاعت تمام عالم پر فرض ہوچکی ہی پہر اوسکو

مخالفتهم للرسول وموافقتهم لذلك الشخص اولا الى البدعة والعصيان وآخرا الى الكفر والطغيان
رسول کی مخالفت اور اوس ولی موہوم کی موافقت پہلی تو بدعت اور نافرمانی کی طرف کہینچ لیجاتی ہی اور آخر کو نوبت کفر اور سرکشی کی پہونچی

ويكونون من الذين قال الله تعالى فيهم ويوم يعض الظالم على يديه يقول يا ليتني اتخذت مع
پہر وہی لوگ ہو جاتی ہین جنکی حق مین اسد تعالی یہہ ارشاد فرماتا ہی اور جسدن کاٹ کاٹ کہاویگا گنہگار اپنی ہاتہ کہیگا کسیطرح مین نی پکڑی ہوتی

الرسول سبيلا يا ويلتى ليتني لم اتخذ فلانا خليلا لقد اضلني عن الذكر بعد اذ جاءني وكان
رسول کی ساتہ راہ ای خرابی میری کہین نہ پکڑی ہوتی مین نی فلانی کی دوستی بہکا دیا مجکو نصیحت سی جب کہ مجہہ تک آچکی اور ہی

الشيطان للانسان خذولا بل يكونون مشابهين للنصارى الذين قال الله تعالى فيهم اتخذوا
شیطان آدمی کو دغا دینی والا بلکہ وہ لوگ نصاری کی مثال ہین جنکی حق مین اسد تعالی فرماتا ہی ٹہرایا

احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله قال عدي بن حاتم للنبي عليه الصلوة والسلام ما عبدوهم
اپنی عالموں اور درویشوں کو خدا سواء اسد کی عدی بن حاتم نی نبی صلی اسد علیہ وسلم کو عرض کیا نصاری عبادت تو نہین کرتی

فقال النبي عليه الصلوة والسلام اطاعوهم فمن اطاع احدا فيما لم يأذن به الله تعالى فقد عبده
سو نبی صلی اسد علیہ وسلم نی جواب مین فرمایا نصاری نی اونکی اطاعت کی اور جس شخص نی برخلاف حکم الہی کی کسیکی اطاعت کی اوسنی اوسکی عبادت کی

واتخذه ربا فاذن كل من خالف شيئا مما جاء به الرسول مقلدا في ذلك لمن يظن انه ولي وان الولي
اور اوسکو اپنا رب بنایا سو اب جسنی شرع کا کچہ بہی خلاف کیا کسیکی پیروی کی لحاظ سی ولی جانکر اس وہم سی کہ ولی کی کہی اور کئی کا

لا يخالف في شيء مما يصدر عنه من الاقوال والافعال فهو ضال وعمدة هؤلاء في ذلك انهم يرون
خلاف نہین ہوسکتا وہ بڑا گمراہ ہی اور بڑا تعجب یہہ ہی کہ یہ لوگ بعضی اوقات

قد يقع من شخص مكاشفة في بعض الحالات او شيء من خوارق العادات مثل ان يطير في الهواء او يمشي
کسی شخص سی بعضی حالات مکاشفہ یا کوئی خارق عادت دیکہتی ہین جیسی ہوا مین اوڑنا یا

على الماء ويخبرهم بحال غائبهم او بما سرق لهم او غير ذلك ويستدلون بهذه الامور على ولايته
پانی پر چلنا یا غیب کی خبر بتانی یا چور کا بتا دینا اور اور سواء اسکی ایسی ہی تو سہی اونکو ولی سمجہہ کر

ولا یجوزون مخالفته مع ان تلك الامور وامثالها قد توجد فی شخص لا یطهر الطهارة الشرعیة
اور کی مخالفت جایز نہین جانتے باوجودیکہ ایسی ایسی باتین کبھی ایسی شخص سی ہوجاتی ہین جسکو استنجا کرنیکا شعور نہین ہوتا

ولا ینظف النظافة الدینیة وقد روی انه علیه السلام قال ان الله نظیف یحب النظافة
اور نہ موافق دین مذہب کی پاک ہوتا ہی اورحال یہہ ہی کہ نبی صلی الله علیه وسلم سی یہہ روایت ہی کہ الله پاکیزہ ہی دوست رکہتا ہی پاکیزگی کو

وفی حدیث اخر انه علیه الصلوة والسلام قال ان الله طیب لا یقبل الا طیبا وذلك الشخص
اور دوسری حدیث مین ہی کہ نبی صلی الله علیه نی فرمایا الله پاک ہی سوای پاک کی قبول نہین کرتا اور وہ شخص جو موہوم

لا یغتسل ولا یتوضأ ولا یصلی الصلوة المکتوبة بل یکون ملابسا للنجاسات ومعاشر الکلاب
نہ تو نہائی اور نہ کبھی منہہ دہوئی اور نہ کبھی فرض نماز ادا کری بلکہ نجاست مین لتہڑا ہوا اور کتون مین ملا جلا

ویاوی المزابل والمواضع النجسة التی یحبها الجن والشیاطین فکیف یکون ولیا فان الولی علی ما
اور کوڑی وغیرہ نجس مکانات مین پڑا ہوا جسی سوای جن اور شیاطین کی کوئی پسند نہ کری بہلا وہ شخص کیونکر ولی ہوسکتا ہی ولی تو موافق

ذکر فی الکتب الکلامیة هو العارف بالله وصفاته المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی
مضمون کتب عقائد کی وہ ہی جو خدا کو اور اوسکی صفات کو جانی مدامی عبادت کری اور گناہوں

والمحرمات المعرض عن الانهماك فی اللذات والشهوات لا الملابس للنجاسات ولا المعاشر للکلاب
اور محرمات سی بچتا رہی لذات اور شہوات سی نفرت کری ولی وہ نہین ہی جو نجاسات مین بہرا کتون مین ملا جلا رہی

ولا التارك للصلوة وسائر العبادات ولا المجنون المعدوم العقل المکشوف العورة العاری عن
اور بی نماز اور بی عبادت اور نہ سڑی بیہوش بی ستر ننگ دہڑنگ بدن پر کپڑا

الثیاب وبسبب عدم التمییز بین اولیاء الله تعالی والمتشبهین بهم من اولیاء الشیطن وقع
نہ لتا اور چونکہ اولیاء الله اور اولیاء شیطان مین تمیز اور فرق نہین کرتی اسلئی ایک عالم

الناس فی البلاء فحسبوا کل خارق کرامة وولایة ولم یفرقوا بین کرامات الاولیاء وما یشبهها من
اس بلا مین مبتلا ہی کہ ہر خارق کو کرامت اور ولایت سمجھ لیا ہی اور اولیاء کی کرامت اور اوسکی مثل

الاحوال الشیطانیة ولا بد من فرق بینهما لئلا یقع الناس فی البلاء وهو ان کرامات الاولیاء
شیطانی احوال مین فرق نہین سمجہا اور ان دونو مین امتیاز اور فرق کرنا ضرور ہی تاکہ خلق بلا مین نہ آوی اور فرق یہہ ہی کہ اولیاء کی کرامت

سببها الایمان والتقوی علی ما فهم من قوله تعالی الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولا هم یحزنون
ایمان اور پرہیزگاری سی ظاہر ہوتی ہی چنانچہ اس آیت سی معلوم ہوتا ہی دیکہو جو لوگ الله کی دوست ہین نہ ڈر ہی اونپر اور نہ وہ غم کہاوین

الذین امنوا وکانوا یتقون واما احوال الشیطانیة فسببها ارتکاب ما نهی الله تعالی ورسوله
جو لوگ ایمان لائی اور پرہیز کرتی رہی اور شیطانی احوال بسبب اختیار کرنی خلاف خدا اور رسول کی ہوتی ہین

فان الخوارق اذا کانت لا تحصل الا بما یحبه الشیطان من امور التی فیها الشرك او الظلم او فعل
کیونکہ خوارق جب بدون عمل امور محبوبہ شیطانی کی جسمین شرک اور ظلم اور

الفواحش فهی من الاحوال الشیطانیة لا من الکرامات الرحمانیة فان اولیاء الله تعالی هم المؤمنون
فحش ہوتا ہی نہو سکی تو وہ بیشک حالات شیطانی مین کرامات رحمانی نہین ہی اسلئی کہ اولیاء تو مؤمن

المتقون العارفون بالله المقتدون برسوله فیفعلون ما امر وینتهون عما زجر ولهم کرامات و
متقی عارف الله رسول مقبول کی امر کی تابع اور نہی سی بیزار ہوتی ہین انہین ہی کرامت ہوتی ہی اور

كراماتهم حجة في الدين حيث يكون حصولها ببركة اتباع رسول رب العلمين وهي في الحقيقة
یہہ ہی کرامات دین کی حجت ہی کیونکہ رسول رب العالمین کی اتباع کی برکت سی حاصل ہوتی ہی اور یہہ ہی کرامت حقیقت
يكون من معجزاته عليه الصلوة والسلام بخلاف احوال الشيطانية فانها انما تحصل باتباع
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہی برخلاف شیطانی حالات کی سو یہہ جن اور شیاطین کی اتباع سی
الجن والشياطين كما حصلت لكثير ممن حكيت عنهم هذه الاحوال منهم عبد الله بن صياد
ہوتی ہین چنانچہ یہہ حالات بہت شخصوں سی ظاہر ہوتی ہین انہین سی ایک عبد اللہ بن صیاد ہی
الذي ظهر في زمن النبي صلى الله عليه وسلم وظن بعض الصحابة انه الدجال وتوقف النبي
جو نبی صلی اللہ علیہ کی زمانہ مین تہا بعضی صحابی نی اوسکو دجال خیال کیا تہا اور نبی
عليه الصلوة والسلام في امره حتى تبين له انه ليس الدجال وانما هو من جنس الكهان والكهان يكون
صلی اللہ علیہ وسلم نی اوسکی حال مین توقف فرمایا آخر معلوم ہوا کہ دجال نہین ہی کاہن ہی اور کاہنون مین سی
لاحدهم قرين من الجن يخبره بكثير من المغيبات مما يسترقه من السمع مع خلط الصدق بالكذب
کسیکا یار جن ہوتا ہی اکثر چوری چوری سنکر کچہہ سچہ کچہہ جہوٹ ملا کر غیب کی خبرین بتایا کرتا ہی
ومنهم الاسود بن العنسي الذي ادعى النبوة وكان له من الجن من يخبره ببعض الامور الغائبة فلما
اور ایک اسود بن العنسی جسنی نبوت کا دعوی کیا اوسکی پاس بہی ایک جن تہا بعضی خبرین غیب کی اوسکو بتا دیتا تہا جب
قاتله المسلمون ليقتلوه خافوا من الشياطين ان يخبروه بما يقولون فيه حتى اعانت عليه امراته
مسلمان اوسکی قتل کی لئی مقابلہ پر گئی تو شیاطین سی یہہ خوف ہوا کہ یہان کی گفتگو سی اوسکو مطلع نہ کردین آخر اوسکی جورو کو
حين تبين لها كفره فقتلوه ومنهم مسيلمة الكذاب الذي كان معه من الجن من يخبره من
جب معلوم ہوا کہ یہہ کافر ہی تو اوسنی مدد کی تب اوسکو قتل کیا اور ایک مسیلمہ الکذاب ہی اسکی پاس بہی ایک جن تہا جو پوشیدہ باتین اوسکو
المخفيات ويعينه على بعض الحاجات ومنهم الحارث الدمشقي الذي خرج بالشام في زمن عبد الملك
جتا دیتا تہا اور اوسکی بعضی حاجات روا کر دیتا تہا اور ایک حارث دمشقی جو شام کی ملک مین عبد الملک بن مروان کی عہد مین ظاہر ہوکر
بن مروان وادعى النبوة وكان شيطانه يخرج رجله من القيد ويمنع السلاح ان ينفذ فيه وكان
نبوت کا دعوی کیا اسکا یار شیطان پانو مین سی زنجیر الگ کر دیتا تہا اور کوئی ہتیار اوسکی بدن پر اثر نکرتا تہا اور
يري الناس اشخاصا ركبانا في الهواء ويقول هي الملئكة وانما هي الجن والشياطين فلما امسكه
ہوا مین سوار دکہا کر کہتا یہہ فرشتی ہین اور حقیقت مین وہ جن اور شیاطین ہوتی تہی جب اوسکو
المسلمون ليقتلوه طعنه رجل بالرمح ولم ينفذ فيه الرمح فقال له عبد الملك انك لم تسم الله تعالى
مسلمانون نی قتل کی لئی گرفتار کیا تو ایک شخص نی اوسکی برچہہ مارا ذرہ بہی اثر نکیا تب عبد الملک نی کہا تو نی بسم اللہ پڑہہ کر نہ ماری
فسمى الله تعالى فطعنه فقتله ومن غير هؤلاء المذكورين من يحمله شيطانه عشية عرفة الى
پہر اوسنی بسم اللہ پڑہہ کر ماری تو ایک کوچہ مین مار ڈالا اور ان طائفہ مذکور کی سوا ایک اور شخص تہا کہ شیطان اوسکو شب عرفہ کو
عرفات ولا يحج الحج الشرعي الذي امر الله ورسوله به حيث لا يحرم عند الميقات ولا يلبي فيها
عرفات پر پہنچا دیتا تہا پہر وہ شخص موافق شرع کی جسطرح خدا اور رسول کا حکم ہی ادا نہین کرتا تہا کیونکہ نہ تو میقات پر سی احرام باندہتا اور نہ لبیک پکارتا
ولا يقف بمزدلفة ولا يطوف بالبيت ولا يسعى بين الصفا والمروة ولا يرمي الجمار بل يقف بثيابه ثم
اور نہ مزدلفہ پر وقوف کرتا نہ بیت اللہ کا طواف کرتا اور نہ صفا مروہ کی بیچ مین سعی کرتا اور نہ رمی جمار کرتا بلکہ تہوڑا سا توقف کرکر

يرجع من ليلته وهو يصير كمن يحضر الجمعة ويصلي بلا وضوء ومنهم من يستغيث بالمخلوق
اوسی شب میں پہنکر چلا آتا اوسکا حال ایسا تہا جیسی کوئی جمعہ میں تو جاوی پر نماز بی وضو پڑہی اور بعضی وہ لوگ ہیں جو مخلوق سی
سواء كان المخلوق حيا او ميتا او مسلما او غير مسلم ويتصور الشيطان بصورته ويقضي
زندہ ہو یا مردہ مسلمان ہو یا کافر مدد مانگتی ہیں پہر شیطان اوسکی صورت بنکر مستغیث کا کام پورا کر دیتا ہی
حاجتهم يستغيث به فيظن تلك المسلمين انه من استغاث به وليس كما ظن بل انما هو
اب مسلمانوں کو اس شبہ میں ڈالتا ہی کہ یہہ وہی شخص ہی جس سی مین نی حاجت چاہی تہی اوسکا یہہ خیال باطل ہوتا ہی بلکہ وہ
الشيطن اضله لما اشرك بالله فان الشيطان يضل بني ادم بحسب قدرته فانه اذا اعانهم
شیطان گمراہ کرنیوالا ہی جب اوس نی خدا کا شریک پیدا کیا کیونکہ شیطان تو بنی آدم کو جہان تک بن آوی راہ سی بہکاتا ہی پہر شیطان جب اونکی
على مقاصدهم فهو يضرهم اضعاف ما ينفعهم فان من كان منتسبا الى الاسلام اذا استغاث
مقصد پوری کرتا ہی تو اوسی زیادہ تر نقصان پہنچا دیتا ہی پہر جو شخص مسلمان ہوکر
بمن يحسن به الظن من شيوخ المسلمين يجي اليه الشيطان في صورة ذلك الشيخ فان الشيطان
اپنی پیر مسلم معتقد فیہ سی فریاد کرتا ہی تو شیطان اوس پیر کی صورت بدل کر اوسکی پاس آتا ہی کیونکہ شیطان تو
كثيرا ما يجي على صورة الصالحين ولا يقدر ان يتمثل بصورة رسول رب العلمين ثم ان ذلك
اکثر صلحاء کی صورت بدل لیتا ہی ہاں پر یہہ قدرت نہین ہی کہ رسول رب العالمین کی صورت بدل سکی پہر وہ
الشيخ المستغاث به ان كان ممن له علم لا يخبره الشيطان باقوال اصحابه المستغيثين به
پیر جسی فریاد کی تہی اگر صاحب علم ہوتا ہی تو شیطان اوسی مرید فریاد کرنیوالی کا حال بیان نہین کرتا
وان كان ممن لا علم له يخبره باقوالهم وينقل اليهم كلامه فيظن اولئك الجهلة ان الشيخ سمع
اور اگر بی علم ہوتا ہی تو اوسی حال کہدیتا ہی اور بعینہ کلام نقل کر دیتا ہی وہ جہال مریدوں سمجہتی ہین کہ ہماری پیر نی اتنی دور سی
اصواتهم واجابهم مع بعد المسافة وليس كذلك بل انما هو بتوسط الشيطان وقد روي عن
ہماری بات سنکر جواب دیا اور حقیقت مین یہہ سب غلط ہی بلکہ یہہ بواسطہ شیطان کی ہی چنانچہ
بعض المشائخ الذين قد جرى لهم مثل ذلك بصورة المكاشفة والمخاطبة انه قال يرى لي شئ براق
بعضی مشائخ سی کہ اونکو ایسا معاملہ مکاشفہ اور مخاطبہ کی صورت مین پیش آیا روایت ہی وہ کہتی ہین کہ مجکو کوئی چمکنی چیز
مثل الماء او الزجاج ويمثل لي فيه ما يطلب مني من الاخبار فاخبر الناس به وبهذا الوجه
جیسی پانی یا شیشہ نظر آتا ہی اوسکی اندر جو چیز مجہی مطلوب ہوتی ہی منقش ہوجاتی ہی سو مین لوگون کو بتا دیتا ہوں اور اسی طور
يصل الي كلام من يستغيث بي من اصحابي فاجيبه فيصل اليه جوابي وكثير من هذه
مرید مستغیث کی بات مجہہ تک آجاتی ہی اور مین جو جواب دیتا ہوں تو اوس مرید کو معلوم ہوجاتا ہی ایسی ایسی
الخوارق يحصل لكثير من الشيوخ الذين لا يعلمون الكتاب والسنة ولا يعملون بهما فان
خوارق اکثر مشائخ کو جو کتاب سنت سی ناواقف ہوتی ہین اور نہ اون پر عمل کرتی ہین پیش آتی ہین کیونکہ
الشيطان كثيرا ما يلعب بالناس ويريهم الاشياء الباطلة في صورة الحق فمن كان بصيرا بحقائق
شیطان بنی آدم سی اکثر ایسی ہی کہلاڑیان کرتا ہی اور باطل کو حق کی صورت مین بنا کر دکہا دیتا ہی پہر جو شخص حقایق ایمان سی
الايمان وخبيرا بشرائع الاسلام يعلم انه من مكر الشيطان ويستعيذ بالله تعالى منه
واقف اور اسلامی احکام سی آگاہ ہوتا ہی وہ جانتا ہی کہ یہہ سب شیطان کا مکر ہی اور خدا سی پناہ مانگتا ہی

ومن لم يكن من اهل المعرفة واليقين يغتر به ويكون من الهالكين واعظم ما يقوى به
الاحوال الشيطانية سماع الغناء اذ هو سماع المشركين الذين قال الله تعالى في حقهم وما
كان صلاتهم عند البيت الا مكاء وتصدية قال ابن عباس وغيره من السلف التصدية
التصفيق باليد والمكاء الصفير وكان هذا مما اتخذه المشركون عبادة فمن يؤثر سماع
الغناء فهذا من علامة كونه من اولياء الشيطان لا من اولياء الرحمن اذ لم يجتمع النبي
عليه السلام واصحابه على استماع الغناء قط بل جميع الصحابة والتابعين وسائر اكابر ائمة
الدين لم يجعلوا هذا طريقا الى الله تعالى ولم يعدوه من القرب والطاعات بل عدوه من
البدعة والمنكرات حتى قال ابن مسعود الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء البقل فمن
كان من اهل المعرفة التي هي كمال الولاية يعرف ان للشيطان فيه نصيبا وافرا ومن كان من
المعرفة ابعد يكون فيه نصيب الشيطان اكثر فانه بمنزلة الخمر يؤثر في النفوس اكثر من
تاثير الخمر ولهذا اذا قوي سكر اهله ينزل اليهم الشيطان ويتكلم على السنة بعضهم ويحمل
بعضهم في الهواء وظن الجهال ان هذا من كرامات الاولياء وليس كذلك بل انما هو من
الاحوال الشيطانية ولذلك اذا قرئ هناك ما يطرد الشيطان مثل آية الكرسي وغيرها
ينصرف عنه فيسقط كما جرى ذلك لغير واحد فان التوحيد يطرد الشيطان حتى حكي ان بعضهم
حمل في الهواء فقال لا اله الا الله فسقط فلما كان الخوارق كثيرا ما ينقص بها درجة الرجل كان
كثير من الصالحين يفرقنها ويستغفر الله ويتوب اليه كما يستغفر من الذنوب ويتوب

عنها وقد كان تعرض على بعضهم فيسال زوالها والمشائخ كلهم كانوا ينفرون المريدين السالكين
اور بعضوں کو جو ایسی حالت میں آتی تو دعا کی کہ یہ امر موقوف ہو جاوے اور تمام مشائخ اپنے مریدوں کو ان خوارق سے

غاية التنفير من الميل اليها فان السالك القاصد لرؤية الاشياء وحصول الخوارق واقع في
کمال نفرت دلاتے رہے ہیں کیونکہ جو سالک ارادہ غیب کی چیزوں وغیرہ خوارق کا رکھتا ہے وہ

شبكة الشيطان فاللازم له ان يخلص نفسه من الميل اليها اذ لا طائل تحتها بل اذا وقعت
شیطان کی جال میں پھنستا ہے پس لازم ہے کہ اس آرزو سے اپنے دل کو بچاوے کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ اگر یہ بات

له بلا طلب منه يخاف عليه الاستدراج ولهذا قال بعض الكبار اذا دخل سالك في بستان
بلا طلب پیش آوے تو استدراج کا اندیشہ ہے اور اسی لئے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے جب کوئی سالک باغ میں جاوے

وقالت طيور اشجار ذلك البستان بالسنة فصيحة السلام عليك يا ولي الله فان لم يتفطن
اور اس باغ کی درختوں پر کے جانور صاف زبان سے یہ کہیں السلام علیک اے ولی اللہ پھر وہ اس کو مکر نہ سمجھے

انه مكر به فقد مكر ولم يشعر وهذا التنفير من المشائخ عند ظنهم انها كرامات فكيف اذا تعين كونها من
تو وہ فریب میں آ گیا اور مشائخ کی یہ روک ٹوک اس پر ہے کہ اس کو کرامات جانتے ہوں اور اگر یہ ثابت ہووے

الجن والشياطين وكثير من الناس لا يعرفون انها من الجن والشياطين بل يظنون انها من كرامات الصالحين فيفتتنون بها ويكونون
کہ جن اور شیاطین کی طرف سے ہے تو کیسی روک ہوگی اور بہت لوگ [illegible] نہیں جانتے کہ جن اور شیطان کی طرف سے ہے بلکہ اس کو صلحاء کی کرامت خیال کر فتنہ میں پھنستے ہیں اور

من الخاسرين ولا يعلمون ان الكرامة الحقيقية انما هو حصول الاستقامة والوصول الى كمالها
وبال اٹھاتے ہیں اور حقیقی کرامت سے واقف نہیں ہوتے کہ وہ استقامت کا حاصل کرنا اور کمال کا پیدا کرنا ہے

ومرجعها الى امرين صحة الايمان بالله تعالى واتباع ما جاء به من رسول ظاهرا وباطنا فالواجب
اور اس کا ماحصل دو چیزیں ہیں ایک تو صحت ایمان کی اللہ پر دوسری رسول کا اتباع ظاہر و باطن میں سو آدمی کو چاہئے

على العبد ان لا يحرص الا عليهما ولا يكون له همة الا في الوصول اليهما واما الكرامة بمعنى ظهور امر
کہ سوائے ان دو چیزوں کے اور کچھ خواہش نہ کرے اور اپنی تمام توجہ انہیں کے پیدا کرنے میں صرف کرے رہی کرامت یعنی خرق عادت

خارق للعادة فلا عبرة لها بل هي حيض الرجال وليس من لا يحصل له شئ منها اقل مرتبة ممن يحصل له شئ منها
سو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے وہ مردوں کا حیض ہے اور جس کو ذرہ بھر بھی امر خارق حاصل نہ ہو وہ ہرگز مرتبہ میں کم نہیں [illegible] جس کو

بل هو افضل واولى اذ لا يحتاج اليها الا من كان ضعيف اليقين فانه اذا حصل له شئ منها يقوى يقينه واما من كان
بلکہ وہی شخص افضل و اولیٰ ہوتا ہے [illegible] اور جو شخص

كامل اليقين فلا يلتفت اليها لاستغنائه عنها ولذلك كانت الخوارق في التابعين اكثر مما كانت
کامل یقین ولی ہیں اونکو ادھر توجہ نہیں ہوتی اونکو کیا حاجت ہے اسی لئے طبقہ تابعین میں بہ نسبت صحابہ کی خوارق اکثر ہوئے ہیں

في الصحابة

المجلس الثالث في فضيلة الايمان ومن امن مطلقا

قال رسول الله
تیسری مجلس ایمان اور مطلق مؤمن کی فضیلت میں فرمایا رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم ان اهل الجنة يتراءون اهل الغرف من فوقهم كما تتراءون الكوكب الدرى
صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک اہل جنت کو نظر آویں گے غرفہ والے اوپر سے جیسا چمکتا ستارہ

الغابر في الافق من المشرق والمغرب لتفاضل ما بينهم قالوا يا رسول الله تلك منازل الانبياء لا يبلغها
انتہا کنارہ مشرق یا مغرب [illegible] عرض کیا یا رسول اللہ یہ درجے سوائے انبیاء کے اور کوئی پا سکتا ہے

غیرهم قال بلی والذی نفسی بیده رجال آمنوا بالله وصدقوا المرسلین هذا الحدیث من صحاح
فرمایا کیوں نہیں قسم ہے اوس ذات کی جسکی قبضہ میں میری جان ہے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور رسولوں کی تصدیق کی یہ حدیث مصابیح کی صحیح

المصابیح رواه ابوسعید ومعناه ان اهل الجنة ینظرون الی اصحاب المنازل الرفیعة العالیة من
حدیثوں میں ہے ابوسعید کی روایت سے مراد یہ ہے کہ اہل جنت دیکھیں گے بلند مرتبہ والوں کو

فوقهم کما تنظرون انتم الی الکواکب المضیئة الباقی فی الافق من جهة المشرق او المغرب بعد انتشار
اوپر سے جیسے تم دیکھتے ہو چمکتا ستارہ آسمان کنارہ مشرق یا مغرب میں جب صبح کھل جاتی ہے

الصبح لتزائد درجاتهم علی غیرهم فانه علیه الصلوة والسلام لما بین مراتبهم بهذا الوجه قال
بسبب بلندی مرتبہ کی غیروں پر جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ایسا مرتبہ بیان فرمایا

الحاضرون من الصحابة یا رسول الله تلك الغرف منازل الانبیاء لا یبلغها غیرهم فاجاب بان
اصحاب جو حاضر تھے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مراتب انبیاؤں کی ہوں گی جنکو اور کوئی نہیں پاسکتا سو جواب دیا

تلك المنازل یبلغها رجال آمنوا بالله وصدقوا المرسلین لان بلی لایجاب النفی وانما قرن
یہ اون لوگوں کی مراتب ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی کیونکہ لفظ بلی نفی کو مثبت کرتا ہے اور قسم اوس نے

بالقسم لاستبعاد السامعین وصول المؤمنین منازل الانبیاء وفیه اشارة الی ان الواصلین
یاد فرمائی کہ وہ لوگ بہت بعید جانتے تھے کہ مؤمنوں کو انبیا کا مرتبہ میسر ہو اور اسمیں یہ اشارہ ہے کہ

الی منازل الانبیاء هم المؤمنون من هذه الامة لان تصدیق جمیع الرسل انما وقع منهم لا ممن
انبیا کا درجہ وہ لوگ پاویں گے جو اس امت کی مؤمن ہیں کیونکہ تمام انبیا کی تصدیق اسی امت میں پائی جاتی ہے جو

مضی قبلهم وعلم من هذا ان الایمان بالله الذی اتصف به المؤمنون من هذه الامة مرکب من
پہلی امتوں کی نہیں ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ اللہ پر ایمان جو اس امت کی مؤمنین کی صفت ہے

جزئین الاول الایمان بالله تعالی والثانی الایمان بجمیع الرسل والمراد من الایمان بالله تعالی العلم
دو جز سے مرکب ہے اول ایمان اللہ پر دوسری ایمان تمام انبیا پر اور اللہ پر ایمان لانے سے یہ مراد ہے کہ یقین کرنا

بوجوده وقدمه وکونه واحدا متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة وسائر ما یلیق به من
اللہ موجود ہے اور قدیم اور واحد اور قدرت والا اور ارادہ والا اور علیم اور حی اور اور جو صفات اسکو

الصفات فان العلم بوجوده تعالی وان کان ثابتا فی فطرة بنی آدم من مبدأ خلقتهم بمقتضی قوله تعالی
سزاوار ہیں اور علم وجود الٰہی کا اگرچہ ہے آدم کی طبائع میں ابتداء پیدائش سے ثابت ہو رہا ہے جیسی مضمون آیت

فطرة الله التی فطر الناس علیها لکنه تعالی قد ارشدهم الی وجوده بآیات منها قوله تعالی ان فی خلق
یہ تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو پر تو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی وجود کی طرف کئی آیتوں میں راہ بتائی ہے ایک یہ تحقیق

السموات والارض واختلاف اللیل والنهار لآیات وقوله تعالی افرأیتم ما تمنون ءانتم تخلقونه ام نحن
آسمانوں اور زمین کا بنانا اور رات اور دن کا بدلی آنا البتہ نشانیاں ہیں اور ایک یہ بھلا دیکھو جو پانی ٹپکاتے ہو اسے تم اسکو بناتے ہو یا ہم

الخالقون وقوله تعالی افرأیتم ما تحرثون ءانتم تزرعونه ام نحن الزارعون وقوله تعالی افرأیتم
بنانے والے ہیں اور یہ بھلا دیکھو جو بوتے ہو کیا تم اسکو کرتے ہو کھیتی یا ہم ہیں کھیتی کرنے والے اور یہ بھلا دیکھو تو

الماء الذی تشربون ءانتم انزلتموه من المزن ام نحن المنزلون وقوله تعالی افرأیتم النار التی تورون ءانتم انشأتم
پانی جو پیتے ہو کیا تم نے اوتارا اوسکو بادل سے یا ہم ہیں اوتارنے والے اور یہ بھلا دیکھو تو جو آگ سلگاتے ہو کیا تم نے اوٹھایا

سخرتها امر نحن المنشئون وغیرها من الآیات التی تدل علی وجوده تعالی فان من تامل
اوسکا پیدا کرنا اور ہم اوسکا پیدا کرنیوالی اور سوا اسکی اور بہت آیتین ہیں جو وجود الٰہی پر دلالت کرتی ہیں بیشک جو شخص ان آیات کی

مضمون هذه الآیات وید بر فکره فیما ذکر فیها من خلق السموٰت والارض وما فیها من عجائب المخلوقات
مضمون میں یعنی آسمان اور زمین کی پیدایش اور جو چیزیں اوسکی اندر عجیب عجیب مخلوقات ہیں غور اور تامل کری وہ خود بخود یقین کریگا

یضطر الی الحکم بان هذه الامور لا یستغنی شیٔ منها عن صانع یوجده ویدبره وعلی هذا الاعتقاد
کہ یہہ تمام اشیا صانع پیدا کرنیوالی اور مدبر کی پرواہ نہین ہیں بلکہ محتاج ہیں کہ پیدا کرکر انتظام کری اور تمام بنی آدم کیا مسلم کیا

جمیع الناس کما یدل علیه قوله تعالی ولئن سالتهم من خلق السموٰت والارض لیقولن الله وانما کفر
یہی اعتقاد رکھتی ہیں چنانچہ اس آیت سی ثابت ہی اور جو تو پوچھی اونسی کسی بنائی آسمان اور زمیں تو کہینگی اللہ نی ہر

من کفر بالاشراك ولذلك کان شان الانبیاء دعوة الخلق الی التوحید لیقولوا لا اله الا الله لا
جو لوگ کافر ہوگئی ہیں وہ شرک کی بنا سے ہی ہیں اسیلئی تمام انبیا علیہم السلام توحید کی طرف دعوت کرتی ہیں تاکہ لا الٰہ الا اللہ کی قائل ہوں

الی ان یقول للعالم له فاذن فی فطرة الانسان ودلالة آیات القرآن ما یغنی عن اقامة البرهان
یہہ نہیں سکہاتی تھی کہ یہہ کہا کرو عالم کا معبود ہی پس طبیعت انسانی اور دلالت آیات قرآنی کی وجود الٰہی پر برہان قایم کرنی کی کچھہ ضرورت نہین رکھی

علی وجوده تعالی لکن العلماء بینوا لاثبات وجوده تعالی دلیلا عقلیا وقالوا الدلیل علی وجوده تعالی
لیکن علماء نی تو بہی واسطی اثبات وجود الٰہی کی عقلی دلیل بیان کی ہی کہتی ہیں کہ دلیل وجود الٰہی کی یہہ ہی

حدوث العالم فبیان حدوثه انه اعیان واعراض والمراد بالاعیان الاجرام القائمة بذواتها
حدوث عالم کا ہی بہہ حدوث یوں معلوم ہوا کہ عالم یا اعیان ہیں یا اعراض اعیان سی مراد اجسام ہیں جو بذات خود قایم ہیں

والمراد بالاعراض الصفات التی لا تقوم بذواتها بل تقوم بالاجرام وتلزمها ولا تنفك عنها وکل منهما
اور اعراض سی مراد صفات ہیں جو اپنی ذات میں آپ قایم نہین رہ سکتیں بلکہ اجسام کی سہارہ سی اور اجسام کو لازم ہیں کبھی الگ نہیں ہوتی اور یہہ سب

حادث اما الاعراض فحدوث بعضها یعلم بالمشاهدة کالحرکة بعد السکون والضوء بعد الظلمة
حادث ہیں اعراض میں سی بعضی کا حدوث تو مشاہدہ سی معلوم ہوتا ہی جیسی حرکت بعد سکون کی اور اجالا بعد اندھیری کی

والسواد بعد البیاض وحدوث بعضها یعلم بالدلیل وهو طریان العدم کما فی اضداد ما ذکر واما الاجرام
اور سیاہی بعد سفیدی کی اور بعضی کا حدوث دلیل سی معلوم ہوتا ہی یعنی عدم کا آجانا جیسی ان مذکورات کی ضدوں پر اور اجسام کی

فدلیل حدوثها انها لا یخلو عن الحوادث وکل ما لا یخلو عن الحوادث فهو حادث اما عدم خلوها عن
حدوث کی یہہ دلیل ہی کہ اجسام حوادث سی کبھی خالی نہیں ہوتی اور جو شی حوادث سی خالی نہووی وہ بھی حادث ہوتی ہی اور اجسام کا حوادث سی خالی ہونا

الحوادث فلانها لا تخلو عن الحرکة والسکون وهو ظاهر مدرك بالبدیهة والاضطرار فلا یحتاج فیه
یوں ثابت ہی کہ اجسام حرکت اور سکون سی خالی نہیں ہوتی اتنا تو ظاہر ہی خود بخود معلوم ہوتا ہی اوسمیں کچھہ فکر اور تامل کی حاجت نہیں

الی تامل وافتکار فان من عقل جسما لا ساکنا ولا متحرکا کان عن نهج العقل ناکبا ولمتن الجهل راکبا
کیونکہ جو شخص ایسا جسم خیال کری کہ نہ متحرک ہو نہ ساکن تو وہ شخص عقل کی رستہ سی گمراہ ہی اور جہالت کی پشت پر سوار

والحرکة والسکون حادثان یدل علی حدوثهما تعاقبهما وانقضاء کل منهما عند وجود الآخر وذلك
اور حرکت اور سکون دونو حادث ہیں انکی حدوث پر انکا آگی پیچھی پیدا ہونا دلالت کرتا ہی اور جب ایک پیدا ہوتا ہی تو دوسرا فنا ہوجاتا ہی

مشاهد فی بعض الاجرام وما لم یشاهد فیه ذلك فما من ساکن الا والعقل یقتضی بجواز حرکته وما من
یعنی حرکت سی سکون اور سکون سی حرکت فنا ہوتی ہی یہہ حال بعضی اجسام میں تو مشاہدہ ہوتا ہی اور جہاں نہیں ہی تو یہہ کہہ سکتی ہیں کہ ہر ساکن باعتبار تجویز عقل کی متحرک ہو

متحرك الا والعقل يقتضي بجواز سكونه فالطاري منهما حادث بطريانه والسابق حادث اذ لو كان
اور ہر متحرک باعتبار تجویز عقل کی ساکن ہو سکتا ہے کیونکہ اب پیدا ہوا اور موجود سابق بھی حادث ہے کیونکہ اگر اب نو پیدا تو حادث ہے

قديما لاستحال عدمه واما كون ما لا يخلو عن الحوادث حادثا فلانه لو لم يكن حادثا لكان قديما
قدیم ہوتا تو اوسپر عدم ہرگز نہ آتا اور جو شی حوادث سی خالی نہو اوسکی حدوث کی یہ دلیل ہی کہ اگر وہ حادث نہوگا تو بیشک قدیم

ثابتا في الازل فيلزم ثبوت الحادث في الازل وهو محال اذ يلزم ان يكون قبل كل حادث حوادث مرتبة
اور ازل میں ثابت ہوگا اس سی لازم آتا ہی کہ حادث یعنی حرکت اور سکون ازل میں ثابت ہو اور یہ امر محال ہی کیونکہ اس سی یہ لازم آتا ہی کہ ہر حادث سی پہلی ایسی حوادث

لا اول لها كما يقول الفلاسفة في حركات الافلاك واشخاص الحيوانات وغيرهما فانهم ومن تبعهم
جنکا ابتدا نپایا جاوی موجود ہوں جیسی فلاسفہ حرکات فلک اور اشخاص حیوانات وغیرہ میں قائل ہوتی ہیں فلاسفہ اور جو اُن کی تابع ہیں

ممن ينسب نفسه الى الاسلام وليس له منه نصيب قالوا ان العالم العلوي قديم بذاته وصفاته
اوسکی تابع ہیں اور اسلام سی کچھ نصیب نہیں وہ کہتی ہیں کہ عالم سماوی ذات اور صفات میں

الا الحركات فانها حادثة باشخاصها قديمة بانواعها فلا حركة الا وقبلها حركة لا الى اول واما العالم
سوا حرکات کی قدیم ہی حرکات جزئی البتہ حادث ہیں اور کلی قدیم ہیں یعنی ہر حرکت سی پہلی حرکت ہی لا انتہا اور عالم

السفلي الذي هو عالم الكون والفساد وهو ما تحت فلك القمر فقالوا ان هيولاه قديمة وكل ما فيه من
سفلی کہ عالم کون و فساد کہلاتا ہی اور فلک قمر کی نیچی ہی سو اوسمیں یہ کہتی ہیں کہ اسکا مادہ اور اصل قدیم ہی اور اسکی

الصور والاعراض حادثة باشخاصها قديمة بانواعها فلا ولد الا من والد ولا بيضة الا من دجاجة
صور اور اعراض جزئی سب حادث ہیں اور کلی نوعی قدیم ہیں پس جو بیٹا ہی سو باپ سی ہی اور جو انڈا ہی سو مرغی سی ہی

ولا دجاجة الا من بيضة ولا زرع الا من بزر وهكذا الى غير النهاية فيلزم على قولهم ان يوجد حوادث
اور جو مرغی ہی سو انڈی سی ہی اور جو نبات ہی سو بیج سی ہی اسی ہی غیر نہایت تک اب اونکی قول کی موافق یہ لازم آتا ہی کہ ایسی حوادث موجود

لا اول لها اذ ما من حادث على قولهم الا وقبله حادث لا الى اول وعلى تقدير وجود حوادث لا اول لها
جنکا ابتدا نہو کیونکہ اونکی موافق ہر حادث سی پہلی حادث ہوگا جسکا ابتدا نہیں اور جب حوادث غیر متناہی ہوئی

يلزم ان يكون قبل كل حادث من حركات الافلاك واشخاص الحيوانات وغيرهما حوادث مرتبة
تو ہر ہر حرکت فلکی سی اور ہر ہر حیوان وغیرہ سی پہلی حوادث غیر متناہی مرتب موجود ہونگی جنکا

لا اول لها فما لم ينقض تلك الحوادث بجملتها لا تنتهي النوبة الى وجود الحادث الحاضر لان الحركة
ابتدا نہیں پھر جب وہ تمام حوادث بالکل نگذر چکیں گی نوبت حادث حاضر حال کی وجود کی نہیں آویگی اسواسطی کہ حرکت

اليومية وجودها مشروط بانقضاء ما قبلها وكذلك الحركة التي قبلها وجودها مشروط بمثل ذلك
تو مثلا آج کی جب ہو سکتی ہی کہ اوس سی پہلی کی تمام حرکتیں گذر لیں اور ایسی وہ حرکت جو اوس سی پہلی کی ہی یعنی کل کی جب ہو سکتی ہی کہ اوس سی پہلی کی سب گذر لیں

وهلم جرا وانقضاء ما لا اول له محال بيانه انك اذا لاحظت الحادث الحاضر ثم انتقلت الى ما قبله
اور اسیطرح ہر ہر حرکت اور تمام ہو چکنا غیر متناہی کا محال ہی تفصیل یہہ ہی جب تو حادث حاضر کو غور کری پھر اوسکی ماقبل کو

ولاحظته وهلم جرا على الترتيب لا يفضي الى نهاية حتى تجد طريقا الى وجود الحادث الحاضر فيلزم ان
لحاظ کری اور اسیطرح اوس سی پہلی کو ترتیب وار تو ایسی نہایت نملیگی کہ کوئی طور حادث حاضر کی وجود کا ہووی اس سی لازم آتا ہی

يكون وجود الحادث الحاضر محالا لكن وجود الحادث الحاضر ثابت فيبطل وجود حوادث لا اول لها
کہ حادث حاضر کا وجود محال ہی لیکن حادث حاضر کا وجود تو ثابت ہی پس وجود حوادث غیر متناہی کا باطل ہی

فاذا بطل وجود حوادث لا اول لها بطل كون ما لا يخلو عن الحوادث قديما ثابتا في الازل فاذا بطل كونه
پھر جب وجود حوادث غیر متناہی کا باطل ہوا تو ان اشیا کا جو حوادث سی خالی نہیں ہیں قدیم اور ازلی ہونا بھی باطل ہی پھر جب اول اشیا کا

قديما ثابتا في الازل يثبت كونه حادثا فاذا ثبت كون العالم بجميع اجزائه من
قدیم اور ازلی ہونا باطل ہوا تو حادث ہونا ثابت ہوا پھر جب وہ حادث ہوئی تو یہ ثابت ہوا کہ عالم کی تمام اجزاء

السموات وما فيها ومن الارض وما عليها حادثا محتاجا الى محدث يخرجه من العدم الى الوجود وذلك
آسمان اور جو اونکی اندر ہی اور زمین اور جو اوسکی اوپر ہی سب حادث اور پیدا کرنیوالی کی محتاج ہیں کہ نیست سی موجود کری اور وہ

المحدث يلزم ان يكون قديما واحدا متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة لانه لو لم يكن قديما
پیدا کرنیوالا ضرور ہی کہ قدیم واحد قدیر صاحب ارادہ علم والا حی ہو - اس لئے کہ اگر قدیم نہووے گا

بل كان حادثا لكان محتاجا الى محدث فيلزم الدور او التسلسل الذى هو وجود حوادث لا اول لها
بلکہ حادث ہو تو وہ بھی محدث کا محتاج ہوگا پھر دور لازم آویگا یا تسلسل کہ وہ وجود حوادث غیر متناہی کا ہی

وكلاهما محالان ولو لم يكن واحدا بل كان اكثر من واحد لوقع بينهما التمانع المقتضى لعدم وجود العالم
اور یہ دونو محال ہیں اور اگر واحد نہووی بلکہ ایک سی زیادہ کئی ہوں تو اونمیں جھگڑا اور روک ٹوک واقع ہوگی جس سی وجود عالم کا معدوم رہی

ولو لم يكن متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة لكان عاجزا عن ايجاد شئ من العالم لان
اور اگر قدیر اور صاحب ارادہ اور علیم اور حی نہو تو بیشک عالم کی پیدا کرنی میں عاجز ہووےگا کیونکہ

الايجاد اثر القدرة وتاثير القدرة في شئ من الاشياء يقتضى ارادة ذلك الشئ وارادة ذلك الشئ يقتضى
ایجاد قدرت کا اثر ہوتا ہی اور قدرت کا اثر کسی شی میں جب ہوتا ہی تب اوسکا ارادہ کری اور ارادہ اوس شی کا

العلم به لان القصد الى ايجاد شئ مع عدم العلم به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلثة يقتضى
اوسکی علم پر موقوف ہی کیونکہ ایجاد کرنا کسی شی کا - بغیر جانے بوجھے محال ہی اور یہہ تینوں صفات بدون حیات کی نہیں ہوسکتیں

الحيوة لكونها شرطا فيها فعلى هذا يكون وجود العالم بل وجود كل ذرة من ذراته دليلا قاطعا على وجوده
اسلئے کہ حیات انمیں شرط ہی اس بیان کی موافق عالم کا وجود بلکہ ہر ذرہ کا وجود یقینی دلیل ہی وجود اوسکی

وكونه قديما واحدا متصفا بهذه الصفات الاربع ولهذا كان بعض اهل النظر يقولون استدلالا
اور قدم اور وحدت پر کہ ان چاروں صفات سی موصوف ہی اسیلئے بعض اہل نظر اثر سی مؤثر پر استدلال کرکر

بالاثر على المؤثر ما رايناشيئا الا ورأينا الله بعده فان كل ذرة من ذرات الكائنات من حيث حدوثها
یہہ کہتی ہیں کہ ہمنی جب کسی چیز کو دیکھا فورًا اوسکی بعد اللہ کو دیکھا کیونکہ ہر ہر ذرہ کائنات کا باعتبار حدوث کی

وافتقارها الى من يوجدها لا تزال تتكلم بكلام لا حرف فيه ولا صوت ان لها موجدا قديما واحدا
موجد کا محتاج ہوکر ہمیشہ زبان حال سی جسمیں نہ حرف ہی اور نہ آواز یہہ کہتا ہی کہ میرا موجد ہی قدیم واحد

متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة وسائر ما يليق به من الصفات يسمع كلامها السامعون
قدرت والا ارادہ والا علیم حی تمام سزاوار صفات والا یہہ کلام سب سماعت والی سمجھتی ہیں

ولا يسمعه الذين هم عن السمع لمعزولون والمراد من السمع الباطن الذى يسمع به كلام ليس بحرف ولا
اور وہ نہیں سنتی جو سمجھ سی بیکار ہیں اور سماعت سی مراد باطنی سماعت ہی جسی وہ کلام سنی جاتی ہی جسمیں حرف ہو اور نہ

صوت ولا عربي ولا عجمى لا السمع الظاهر الذى لا يسمع غير الاصوات وتشارك فيه البهائم الانسان
آواز عربی ہو نہ عجمی ظاہری سماعت مراد نہیں ہی جسی سوا آواز کی کچھ نہیں معلوم ہوتا اور اسمیں بہائم بھی انسان کی شریک ہیں

اذ لا قدر شيء تشارك فيه البهائم الانسان والحاصل ان المكلف لا يعرف من صفاته تعالى بالعقل الا
اسلئے کہ اوس چیز کی کیا عزت ہی جسمیں بہایم اور انسان یکساں ہوں حاصل یہہ ہی کہ انسان بزور عقل صفات الٰہی میں سی وہ ہی دریافت کرسکتا ہی

ما دل عليه افعاله فما لم يدل عليه افعاله كالسمع والبصر والكلام فقد يستدل على ثبوتها له تعالى
جسپر اللہ کی افعال دلالت کرتی ہیں اور جن صفات پر افعال دلالت نہیں کرتی جیسی سمع اور بصر اور کلام ایسی صفات

تارة بالعقل وتارة بالنقل اما وجه الاستدلال على ثبوتها له تعالى بالعقل فهو انها صفات كمال واضدادها
کبھی دلیل عقلی سی ثابت کرتی ہیں اور کبھی دلیل نقلی سی دلیل عقلی اون صفات کی ثبوت کی تو یہہ ہی کہ یہہ یعنی سمع و بصر اور کلام کمال کی صفتیں ہیں اور انکی

صفات نقصان واتصافه تعالى بصفات الكمال وعدم اتصافه بصفات النقصان واجب فوجب
نقصان کی صفتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کا صفات کمال سی موصوف ہونا اور صفات نقصان سی بری ہونا واجب ہی پس

اتصافه تعالى بتلك الصفات واما وجه الاستدلال على ثبوتها له تعالى بالنقل فهو ان الشرع قد
اسکا موصوف ہونا اللہ تعالیٰ کا ان صفات سی واجب ہوا اور استدلال نقلی انکی ثبوت میں یہہ ہی کہ شرع یعنی کتاب و سنت

ورد بثبوتها له تعالى فوجب القطع بثبوتها له تعالى ودليل النقل في هذه المسئلة اولى من دليل العقل
انکی ثبوت پر ناطق ہی سو اب انکا ثابت ماننا واجب ہوا اور اس باب میں نقلی دلیل عقلی دلیل سی بہتر ہی

لان تلك الصفات لا تتوقف عليها افعاله تعالى حتى يستدل بها على ثبوتها له تعالى وذاته تعالى
کیونکہ ان صفات پر افعال الٰہی موقوف نہیں ہیں تاکہ افعال سی ان صفات کی ثبوت پر استدلال کیا جاوی اور اللہ کی ذات

لم يكن معلوما لاحد حتى يعلم انها في حقه تعالى كمال يجب اتصافه بها بحيث لو لم يتصف بها يلزم
کسیکو معلوم نہیں ہی تاکہ یہہ معلوم ہووی کہ یہہ صفات اوسکی حق میں صفات کمال ہیں انکا ثبوت ضروری ہی نہیں تو

ان يتصف باضدادها وما ذكر من كونها كمالا انما هو بالنسبة الينا ولا يلزم من كون الشيء بالنسبة
انکی ضدیں لازم آویںگی اور یہہ جو کہتی ہیں کہ یہہ صفات کمال ہیں تو کمال البتہ ہماری حق میں ہی اور ہماری حق میں کمال ہونی سی کیا ضروری ہی کہ شئی

الينا كمالا ان يكون كمالا في حقه تعالى الا ترى ان اللذة والالم مع كونهما كمالا بالنسبة الينا ممتنعان
ذات الٰہی کی بھی کمال ہو کیا تمکو معلوم نہیں کہ لذت اور الم ہماری حق میں کمال ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نسبت ممتنع ہیں

على الله تعالى لكونهما من عوارض الاجسام فعلى هذا يلزم في اثبات تلك الصفات له تعالى التمسك
کیونکہ یہہ اجسام کی اوصاف ہیں اس بیان کی موافق لازم ہی کہ ان صفات کی اثبات کی لئی دستاویز

بالنقل عن الانبياء الذين تثبت نبوة كل واحد منهم بالمعجزة القائمة مقام قوله تعالى صدق عبدي
انبیاء علیہم السلام سی نقل کیجاوی جنکی نبوت ایسی معجزہ سی ثابت ہی جو قایم مقام اس ارشاد الٰہی کی ہو کہ میرا بندہ

في كل ما يبلغ عني سواء كان تبليغه بقوله او فعله او سكوته لان المعجزة تصديق فعلي من الله تعالى
جو میری طرف سی احکام پہنچاتا ہی سب سچے ہیں برابر ہی کہ وہ تبلیغ قولی ہو یا فعلی ہو یا سکوت سی ہو کیونکہ معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سی

لرسوله لكونها فعلا من افعاله خارقا للعادة منزلا منزلة صريح القول في تصديق رسوله في دعوى
رسول کی حق میں فعلی تصدیق ہی اسلئے کہ معجزہ کوئی فعل عادت کی خلاف ہوتا ہی گویا صاف اور صریح رسالت کی دعوی میں رسول کی

الرسالة فانه تعالى لما خلق امرا خارقا للعادة على يده عند ادعائه الرسالة صار كانه قال صدق
تصدیق کرتا ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نی جب کوئی امر خارق رسول کی ہاتھ پر بروقت دعوی رسالت کی پیدا کیا تو یہہ ایسا ہی کہ فرما دیا

رسولي في كل ما يبلغ عني سواء كان تبليغه بقوله او فعله او سكوته قال العلماء مثال ذلك ان رجلا
میرا رسول سچا ہی میری طرف سی جو بیان کری برابر ہی کہ وہ تبلیغ قول سی ہو یا فعل سی ہو یا سکوت سی علماء نی اسکی یہہ مثال بیان کی ہی جیسی کوئی شخص

اذا قام فی مجلس ملک بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملک یعنی الیکم بکذا وکذا من التکالیف

بادشاہ کی دربار میں ایک جماعت کی سامنی یوں کہی کہ میں اس بادشاہ کا ایلچی ہوں تمہاری حق میں فلانی فلانی حکم جاری کرنیکو بھیجا ہی

فطلبوا منه الحجة تدل علی صدقه فقال اية صدقی انی اطلب من الملک ان یخالف عادته ویقوم

پھر اس جماعت نی تصدیق کی لئی اوس سی حجت طلب کی اوس شخص نی جواب دیا میری صدق کی یہہ نشانی کہ میں بادشاہ سی کہتا ہوں کہ اپنی خلاف عادت

من مقامه ویقعد ثلث مرات ففعل الملک ذلک بطلبه فلا ریب ان ذلک الفعل من الملک

اپنی جگہ سی تین بار کھڑا ہوجا اور بیٹھ جا پھر بادشاہ نی اوسکی کہنی سی وہی کیا تو بیشک بادشاہ کی یہہ حرکت ایسی ہی

قائم مقام قوله صدق هذا الرجل فی کل ما یبلغ عنی ومفید للعلم الضروری بصدقه لمن شاهد

جیسی زبان سی کہدیا کہ یہہ شخص سچہ کہتا ہی میری طرف سی جو جو حکم بیان کری اور بادشاہ سی جسنی یہہ کام مشاہدہ کیا تو اوسکو ایسا یقینی علم

ذلک الفعل من الملک ولمن لم یشاهده بل وصل الیه خبره بالتواتر ولا شک ان هذا المثال مطابق

حاصل ہو کہ جسمیں دلیل کی کچھہ حاجت نہیں ہی جسکو دیکھنی کا تعلق نہیں ہوا لیکن اوسی بہت آدمیوں سی بالتواتر یہہ حال سنا اوسکو بھی اور بیشک یہہ مثال

لحال الرسل علیهم الصلوة والسلام فی افادة معجزتهم العلم الضروری بصدقهم لمن شاهدها ولمن

انبیاء علیہم الصلوة والسلام کی حال سی مطابق ہی کہ اونکی معجزہ سی بھی دیکھنی والوں کو اور

لم یشاهدها بل وصل الیه خبرها بالتواتر اذا عرفت هذا فاعلم ان کل من امن بالله وصدق المرسلین

تواتر سی سننی والوں کو علم بدیہی یقینی حاصل ہوتا ہی جب تو یہہ سمجھہ چکا تو یاد رکھہ کہ جو شخص اللہ پر ایمان لاکر اور رسولوں کی تصدیق کرکر

اذا اراد ان یکون من اهل الغرف لا بد له ان یشتغل بالطاعات ویحترز عن السیئات لان الایمان وحده

یہہ آرزو کری کہ اہل غرف میں داخل ہو تو اوسکو ضرور ہی کہ عبادت میں مشغول اور ممنوعات سی بچتا رہی اسلئی کہ صرف ایمان

وان کان ینجیه من العذاب المؤبد لکن لا یکفیه فی الفوز بالدرجات بل لا بد له من ضم العمل

اگرچہ دائمی عذاب سی نجات دیگا پر حصول درجات کی لئی کافی نہیں ہی مگر اوسکی ساتھہ نیک اعمال بھی چاہییں

الصالح الیه کما یدل علیه ایات القران من جملتها قوله تعالی وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم

چنانچہ کئی آیات قرآنی سی معلوم ہوتا ہی منجملہ اونکی ایک یہہ آیت ہی اور تمہاری مال اور تمہاری اولاد ایسی نہیں کہ نزدیک کردی

عندنا زلفی الا من امن وعمل صالحا فاولئک لهم جزاء الضعف بما عملوا وهم فی الغرفات امنون فدلت الایة

ہماری پاس تمہارا درجہ مگر جو کوئی یقین لایا اور بھلا کام کیا سو اونکو ہی بدلا دونا اونکی کئی پر اور وہ جھروکوں میں بیٹھی ہیں خاطر جمع سی اس آیت سی معلوم ہوا

علی ان العمل الصالح لکونه اقبالا علی الله تعالی واشتغالا بطاعته یقرب العبد الی الله تعالی واما الاموال

کہ عمل صالح کہ اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اوسکی طاعت کا شغل ہی بندہ کو اللہ تعالی سی نزدیک کردیتا ہی رہی مال

والاولاد فلکون کل منهما یشغل الانسان عن الله تعالی لا یقرب احدا الی الله تعالی الا المؤمنین

اور اولاد کہ انسان کو اللہ تعالی سی غافل کرتی ہیں کسیکو خدا سی نزدیک نہیں کرتی مگر صلحا مؤمنین کی

الصالحین الذین ینفقون اموالهم فی سبیل الله ویعلمون اولادهم الخیر ویربونهم علی الصلاح فانهم

جو اپنا مال خدا کی رستہ میں خرچ کرتی ہیں اور اپنی اولاد کو نیک عمل سکھاتی ہیں اور نیک اطواری پر پرورش کرتی ہیں ایسی لوگوں کی نسبت

باتصافهم بما ذکر یکون لهم جزاء الضعف بان یضاعف حسناتهم ویکون الواحدة عشرا فما فوقها وهم فی غرفات

جو ان اوصاف سی موصوف ہیں دونا ثواب ہی اسطور کہ اونکی حسنات بڑھتی ہیں ایک سی دس گونہ ہوتی ہیں یا دس سی بھی زیادہ وہی لوگ

الجنة امنون من جمیع المکاره بما عملوا من الصالحات یسرنا الله تعالی بلطفه وکرمه

اعمال صالح کی سبب غرفات میں تمام مکروہات سی بچی رہینگی اللہ اپنی لطف و کرم سی ہمپر آسان کر

المجلس الرابع

چوتھی مجلس

في لزوم محبة النبي صلى الله عليه وسلم زيادة من والده وولده

والناس اجمعين قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه

من والده وولده والناس اجمعين هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه انس وليس المراد بالحب ههنا

الحب الطبيعي التابع للشهوات النفسانية لانه خارج عن حد الاختيار فلا يواخذ به الانسان

لقوله تعالى لا يكلف الله نفسا الا وسعها بل المراد به الحب العقلي الاختياري الذي هو ايثار ما يقتضي

العقل رجحانه ويستدعي اختياره وان كان على خلاف الطبع الا ترى ان المريض يكره الدواء المر ينفر

عنه طبعه ومع ذلك يميل اليه باختياره ويقصد تناوله بمقتضى عقله لعلمه وظنه ان صحته

فيه وكذلك المؤمن اذا علم ان الرسول لا يامر ولا ينهى الا بما فيه صلاحه في الدنيا والاخرة

يرجح جانب الرسول على جميع الناس فيمتثل امره ويجتنب نهيه وهذا مما لا يحصل الايمان الا به

لان الايمان وان كان في اللغة بمعنى التصديق مطلقا لكنه في الشريعة بمعنى التصديق مقيدا

بامر مخصوص وهو تصديق الرسول في جميع ما علم ضرورة انه من دينه عليه الصلوة والسلام

والمعتبر في التصديق اليقين واليقين لفظ مشترك يطلق على المعنيين احدهما عدم الشك كل علم

لم يكن فيه شك فهو يقين وعلى هذا المعنى لا يوصف اليقين بالقوة والضعف لعدم التفاوت

في نفي الشك فمن كان في قلبه مثقال ذرة من الشك في شيء مما علم ضرورة انه من دينه عليه السلام

لا يكون مؤمنا البتة بل لا بد فيه من يقين هذا المعنى ليحصل له المحبة للنبي صلى الله عليه وسلم

ويمتثل امره ويجتنب نهيه لكن قد يحصل الظن الغالب الذي لا يخطر معه احتمال النقيض

بالبال في حكم اليقين في كونه ايمانا حقيقيا فان ايمان اكثر العوام من هذا القبيل وتحقيقه على
قائم مقام یقین کا ہوکر حقیقی ایمان کا حکم رکھتا ہے کیونکہ اکثر عوام کا ایمان ایسا ہی ہوتا ہے اور اس مقام کی تحقیق

ما ذكره الامام الغزالي في الاحياء ان ميل النفس الى التصديق له اربع مقامات الاول استواء
موافق بیان امام غزالی کی احیاء میں یہ ہے کہ نفس کا میلان تصدیق میں چار درجہ پر ہوتا ہے اول یہ کہ

الطرفين عندك كما اذا سالت عن شخص مجهول الحال عندك هل يعاقب في الآخرة ام لا
تیری رای میں دونوں جانب برابر ہوں جیسے کسی شخص کا حال جسکو تو نہیں جانتا تجھسے پوچھیں بتا اوسکو آخرت میں عذاب ہوگا یا نہیں

فانك لا تميل الى الحكم عليه بشيء من نفي او اثبات بل يستوي عندك امكان الامرين ويعبر
اب تو کچھ نہیں کہہ سکتا نہ انکار اور نہ اثبات بلکہ تیری نزدیک یہ دونوں امر ممکن ہیں ایسی حالت کو

عنه بالشك والثاني رجحان احد الامرين عندك مع الشعور بامكان نقيضه امكانا لا يمنع
شک کہتے ہیں دوسرا درجہ یہ ہے کہ تیری رای میں ایک جانب کا غلبہ ہو پر اوسکی ساتھ دوسری جانب بھی ایسی ممکن معلوم ہوں کہ جانب

ترجيح الاول كما اذا سئلت عن شخص تعرفه بالصلاح انه ان مات على هذا الحال هل يعاقب
اول کا غلبہ فوت ہو جاوے جیسے تجھسے ایسی شخص کا حال پوچھیں جسکو تو بہتر کار جانتا ہے کہ اگر یہ شخص اسی حال پر موا تو بتا اسکو آخرت میں عذاب ہوگا

في الآخرة ام لا فانك تميل الى انه لا يعاقب اكثر من ميلك الى عقابه لظهور علامات صلاحه
یا نہیں اب تیری رای ثواب کی طرف زیادہ ہوگی بہ نسبت عذاب کی کیونکہ تیری نزدیک صلاح کی نشانیاں ظاہر ہیں

عندك ومع هذا تجوز اختفاء امر موجب للعقاب في باطنه وهذا التجويز غير دافع لرجحانه و
تو بھی یہ شبہ ہوتا ہے کہ کوئی بات اسکی ایسی پوشیدہ ہو جس سے عذاب ہو جاوے لیکن یہ شبہ اوسکی غلبہ کو نہیں اوٹھاتا

يسمى جانب الراجح ظنا وجانب المرجوح وهما والثالث ميلك الى الحكم بشيء بحيث يغلب عليك
ایسی وقت جانب غالب کو ظن کہتے ہیں اور جانب مغلوب کو وہم تیسرا درجہ یہ ہے کہ تجکو کسی شی کا ایسا یقین حاصل ہو کہ اوسکی نقیض

ذلك الحكم ولا يخطر ببالك نقيضه ولو خطر لتابت عن قبوله لكن ليس ذلك الحكم عن معرفة
تیری دل میں ہرگز نہ آوے اور اگر نقیض کا خیال آوی بھی تو اوسکو تو نہ مانی لیکن یہ یقین معرفت حقیقی سی نہو

محققة بل عن مجرد السماع ويسمى هذا اعتقادا مقاربا لليقين وهو اعتقاد العوام في الشرعيات
بلکہ صرف سنی سنائی سی پیدا ہوا ہو اس طرح کی حالت اعتقاد مقارب لليقين کہلاتی ہے یعنی یقین سی ملا ہوا عوام کا اعتقاد تمام شرعیات میں

كلها اذ رسخ في نفوسهم بمجرد السماع حتى ان كل حديث بصحة مذهبه واصابة امامه ولو
ایسا ہی ہوتا ہے جب کہ سنی سنائی اونکی جی میں بیٹھ جاتا ہے چنانچہ ہر ایک شخص اپنی مذہب کی صحت اور اپنی امام کا صواب پر ہونا یقینی جانتا ہے

ذكر له امكان خطأ امامه يفر عن قبوله لكنه لو احسن التامل لاتبعث نفسه الى قبوله والرابع
کوئی کہی کہ امام سی بھی غلطی ہوسکتی ہی تو انگ سی آگ جاتی ہی لیکن اگر وہ خوب سوچ بچار کریں تو البتہ اوسکا قبول کرسکتا ہی چوتھا درجہ یہ کہ

ميلك الى الحكم بشيء على طريق الجزم الذي لا يوجد معه الشك ولا يتصور فيه التشكيك فكل
تجکو کسی شی کا ایسا یقین بالجزم کری کہ اصلا اوسکی ساتھ شک باقی نہ رہی اور کسی کی شک دلانی کا بھی تصور نہو پس جو

علم كان على هذا الوجه يسمى يقينا لان شرط اطلاق اسم اليقين على العلم عدم الشك فكل علم
علم اس درجہ کا ہوتا ہے اوسکو یقین کہتے ہیں کیونکہ یقینی کہنی کی یہی شرط ہے کہ شک ذرا بھی باقی نہو پس جس علم میں

انتفى عنه الشك فهو يقين سواء حصل بالحس كالعلم بوجود الاشياء المحسوسة او بغريزة العقل
شک نہوگا وہ ہی یقین ہے برابر ہی کہ بواسطہ حس کی حاصل ہوا ہو جیسے علم اشیاء محسوسہ کی وجود کا یا بواسطہ طبیعت عقلی کی

کالعلم

كالعلم باستحالة حدوث حادث بلا سبب او بالتواتر كالعلم بوجود مكة او بالتجربة كالعلم بكون
المطبوخ مسهلا او بالدليل كالعلم بوجود شيء قديم كما اذا قيل لك هل في الوجود شيء قديم لا يمكنك
الحكم به بداهة لان القديم ليس محسوسا كالشمس والقمر حتى يمكن الحكم بوجوده بالحس ولا ضروريا مثل
كون الواحد نصف الاثنين حتى يمكن الحكم بوجوده بالضرورة بل حق غريزة العقل ان يتوقف عن
الحكم بوجوده بالبداهة ثم من الناس من يحكم بوجوده بالسماع حكما جزما ويستمر عليه وهذا
هو الاعتقاد وهو حال جميع العوام ومن الناس من يحكم بوجوده بالبرهان مثل ان يقول لو لم يكن
في الوجود قديم بل كانت الموجودات كلها حادثة لكان حدوثها بلا سبب وهو محال والمؤدي الى
المحال محال بيانه ان الحادث لا يتصور وجوده بنفسه بل يحتاج في وجوده الى غيره وهو ظاهر
وكذا لا يتصور ايجاده لغيره لانه فرع وجوده فلو انحصر الوجود في الحادث يلزم ان لا يوجد شيء من
الموجودات اصلا فبالضرورة يلزم ان يحكم العقل بوجود شيء قديم موصوف بالقدرة والارادة و
العلم والحيوة حتى يتاتى منه احداث المحدثات كلها لانه لو لم يكن فيه تلك الصفات لكان
عاجزا عن ايجاد شيء من الكائنات لان الايجاد اثر القدرة وتاثير القدرة في شيء من الاشياء يتوقف
على ارادة ذلك الشيء وارادة ذلك الشيء يتوقف على العلم به لان القصد الى ايجاد شيء من غير العلم به
محال والاتصاف بهذه الصفات الثلث يتوقف على الحيوة لكونها شرطا فيها فعلى هذا يكون وجود العالم
من السموات وما فيها ومن الارض ومن عليها دليلا قطعيا على وجود شيء قديم موصوف بهذه الصفات
الاربع وهو الله سبحانه تعالى ولهذا كان بعض اهل اليقين يقولون استدلالا بالاثر على المؤثر جازما

شيئا الا رأيت الله بعده وان كل ذرة من ذرات العالم لكونها حادثة مفتقرة الى من يحدثها لا تزال
جیسے کسی چیز کو دیکھا تو دیکھا اللہ کو اسکے بعد کیونکہ عالم کا ہر ہر ذرہ باعتبار حدوث کی اپنی موجد کا محتاج ہی ہمیشہ بزبان حال سی

تنطق بكلام لا حرف فيه ولا صوت ان لها موجدا قديما واحدا متصفا بالقدرة والارادة والعلم
یہ کلام جسمیں نہ حرف ہی نہ آواز بولتا ہی کہ ہمارا موجد ہی قدیم یگانہ قدرت والا صاحب ارادہ علیم

والحيوة وسائر ما يليق به من الصفات يسمع كلامها السامعون ولا يسمعه الذين هم عن السمع لمعزولون
حی اور تمام سزاوار صفات والا اور اوسکی یہ کلام سمجھنی والے سنتی ہیں وہ لوگ نہیں سنتی جو سمجھنے سی بیکار ہیں

والمراد من السمع الباطن الذى يسمع به كلام ليس بحرف ولا صوت ولا عربى ولا عجمى لا السمع الظاهر
اور سماعت سے مراد باطنی سماعت ہی جس سی وہ کلام سنی جاتی ہی کہ نہ حرف ہو اور نہ آواز اور نہ عربی ہو نہ عجمی سماعت ظاہری مراد نہیں ہی

الذى لا يسمع به الا الاصوات وتشارك فيه البهائم الانسان اذ لا قدر لشئ تشارك فيه البهائم
جسی سوای آواز کی کچھ نہیں معلوم ہوتا اور اوسمیں بہائم بھی شریک ہیں انسان کی کیونکہ اوس چیز کی کیا عزت ہی جسمیں بہائم اور انسان برابر ہوں

الانسان والحاصل ان العقل لا يعرف من صفاته تعالى الا ما يدل عليه افعاله واما ما لا يدل
حاصل یہ ہی کہ عقل صفات الٰہی میں سی وہ ہی دریافت کرسکتی ہی جسپر اوسکی افعال دلالت کرتی ہیں اور جس صفت پر

عليه افعاله كالسمع والبصر والكلام فيستدل على ثبوتها له تعالى تارة بالعقل وتارة بالنقل اما وجه
اوسکی افعال دلالت نہیں کرتی جیسی سمع اور بصر اور کلام ایسی صفات کبھی تو عقلی دلیل سی ثابت کرتی ہیں اور کبھی نقلی دلیل سی

الاستدلال على ثبوتها له تعالى بالعقل فهو انها صفات كمال واضدادها صفات نقصان
عقلی دلیل اونکی ثبوت پر تو یہ ہی کہ سمع اور بصر اور کلام کمال کی صفتیں ہیں اور انکی ضدیں نقصان کی صفتیں ہیں

واتصافه تعالى بصفات الكمال وعدم اتصافه بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه تعالى
اور اللہ تعالیٰ کا صفات کمال سی موصوف ہونا اور صفات نقصان سی بری ہونا واجب ہی اسلئے اللہ تعالیٰ کا

بتلك الصفات واما وجه الاستدلال على ثبوتها له تعالى بالنقل فهو ان الشرع قد صرح بثبوتها
ان صفات سی موصوف ہونا واجب ہوا اور نقلی دلیل انکی ثبوت پر یہ ہی کہ شرع یعنی کتاب و سنت سی یہ صفات ثابت ہیں

له تعالى فوجب القطع بثبوتها له تعالى ودليل النقل فى هذه المسئلة اولى من دليل العقل لان تلك
اب اونکو ثابت ماننا واجب ہی اور اس باب میں نقلی دلیل عقلی دلیل سی بہتر ہی کیونکہ ان

الصفات لا تتوقف عليها افعاله تعالى حتى يستدل بها على ثبوتها له تعالى وذاته لم يكن معلوما
صفات پر افعال تو موقوف نہیں ہیں تاکہ افعال سی ان صفات کی ثبوت پر استدلال کیا جاوی اور ذات الٰہی کسیکو معلوم نہیں ہی

للبشر حتى يعلم انها فى حقه تعالى كمال يجب اتصافه بها بحيث لو لم يتصف بها يلزم ان يتصف
تاکہ یہ معلوم ہووی کہ یہ صفات اوسکی حق میں صفات کمال ہیں انکا ثبوت واجب ہی نہیں تو انکی ضدیں لازم آویگی

باضدادها وما ذكر من كونها كمالا انما هو بالاضافة الينا ولا يلزم من كون الشئ بالاضافة الينا
اور یہ صفات ہماری حق میں البتہ کمال کی ہیں اور ہماری حق میں کمال ہونی سی لازم نہیں آتا

كمالا ان يكون فى حقه تعالى كمالا الا ترى ان اللذة والالم مع كونهما بالاضافة الينا كمالا ممتنعان
کہ اللہ کی واسطے بھی کمال کی ہوں کیا تمکو معلوم نہیں کہ لذت اور الم باوجودیکہ ہماری حق میں کمال ہیں

على الله تعالى لكونهما من عوارض الاجسام فعلى هذا يلزم فى اثبات تلك الصفات له تعالى
اللہ تعالیٰ کی نسبت ممتنع ہیں کیونکہ اجسام کی صفات ہیں اس بیان کی موافق ضرور ہی کہ ان صفات کی ثبوت کی لئی

الثمان

التمسك بقول الرسول الذی ثبت رسالته بالمعجزة القائمة مقام قوله تعالیٰ صدق عبدی
دست آویز ایسی رسول کی قول سی پکڑی جسکی رسالت معجزہ سی ثابت ہوئی ہو جو قائم مقام اس ارشاد الٰہی کی ہو میرا بندہ

فی کل ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغه بقوله او فعله او سکوته لان المعجزة تصدیق فعلی من الله تعالیٰ
جو میری طرف سی احکام پہنچاتا ہی سب میں سچا ہی برابر ہی کہ وہ پہنچانا قول سی ہو یا فعل سی یا چپ رہنی سی کیونکہ معجزہ اللہ کی طرف سی رسول کی حق میں فعلی تصدیق

لرسوله لکونه فعلا من افعاله تعالیٰ خارقا للعادة منزلا منزلة صریح القول فی تصدیق رسوله
ہوتی ہی اسلئی کہ معجزہ خدا کی طرف سی ایک فعل عادت کی خلاف ہوتا ہی گویا صاف وصریح رسالت کی دعوی میں رسول کی تصدیق کرتا ہی

فی دعوی الرسالة فانه تعالیٰ لما خلق امرا خارقا للعادة علی ید رسوله عند ادعائه الرسالة
کیونکہ اللہ تعالیٰ نی جب ایک امر خارق رسول کی ہاتھ پر وقت دعوی رسالت کی پیدا کیا

صار کانه قال صدق رسولی فی کل ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغه بقوله او فعله او سکوته
تو یہہ ایسا ہی کہ فرمادیا میرا رسول سچا ہی میری طرف سی جو بیان کری برابر ہی کہ وہ پہنچانا قول سی ہو یا فعل سی یا سکوت سی

قال العلماء مثال ذلك ان رجلا اذا قام فی مجلس ملك بحضر جماعة وقال انا رسول هذا الملك بعثنی
علماء نی اسکی مثال یہہ بیان کی ہی کہ کوئی شخص بادشاہ کی دربار میں ایک جماعت کی سامنی یہہ بیان کری کہ میں اس بادشاہ کا ایلچی ہوں مجھکو

الیکم بکذا وکذا من التکالیف فطلبوا منه حجة تدل علی صدقه فقال ایة صدقی انی اطلب
تمہاری حق میں فلانی فلانی حکم جاری کرنیکو بھیجا ہی اوس جماعت نی تصدیق کی نشانی اوس سی تحت طلب کی اوسی جواب دیا میری صدق کی علامت یہی ہی کہ میں

من الملك ان یخالف عادته ویقوم من مقامه ویقعد ثلث مرات ففعل الملك ذلك بطلبه
بادشاہ کو کہتا ہوں کہ اپنی عادت کی برخلاف اپنی مقام سی تین بار کھڑا ہو جاوی اور بیٹھ جاوی پھر بادشاہ اوسکی کہنی سی اوٹھا بیٹھا

فلا ریب ان ذلك الفعل من الملك قائم مقام قوله صدق هذا الرجل فی کل ما یبلغ عنی ومفید
اب بیشک بادشاہ کی یہہ حرکت ایسی ہی جیسی زبان سی کہدیا کہ یہہ شخص سچ کہتا ہی میری طرف سی جو جو حکم بیان کری اور بادشاہ کی

للعلم الضروری بصدقه لمن شاهد ذلك الفعل من الملك ولمن لم یشاهده بل وصل الیه خبره
جسنی یہہ حال مشاہدہ کیا اوسکو ایسا علم یقینی حاصل ہو کہ جسمیں حاجت دلیل کی نہیں اور جسکو دیکھنی کا اتفاق نہیں ہوا بلکہ اوسی متواتر بات آ پہنچی

بالتواتر ولا شك ان هذا المثال موافق لحال الرسول فی افادة معجزته العلم الضروری بصدقه لمن
اوسکو بھی اور بیشک یہہ مثال رسول علیہ السلام کی حال سی مطابق ہی کہ اونکی معجزہ سی اونکی دیکھنی والوں کو

شاهدها ولمن لم یشاهدها بل وصل الیه خبرها بالتواتر والمعنی الثانی للیقین ان لا یلتفت
اور تواتر سی سننی والوں کو علم بدیہی یقینی حاصل ہوتا ہی اور یقین کی دوسری معنی یہہ ہیں کہ شک کی ہونی کا کچھ دھیان ہو

الی عدم الشك بل الی استیلائه وغلبته علی القلب بحیث یصیر هو المتصرف فیه بالتحریض والمنع
بلکہ یقین کا غلبہ اور تصرف دل پر ایسا ہو کہ تمام دل کی لگاؤ اور ممانعت میں اوسی کا تصرف ہو

علی هذا المعنی یوصف الیقین بالقوة والضعف حتی یقال لمن لا یستعد للموت فلان ضعیف
ان معنوں کی لحاظ سی یقین قوی اور ضعیف ہو سکتا ہی ایسا کہ جو شخص موت کی سامان میں غفلت کری تو اوسکو موت کا ضعیف

الیقین بالموت مع عدم شکه فیه اذ لا ریب فی کون الناس سواء فی القطع بالموت وعدم الشك
الیقین کہتی ہیں باوجودیکہ موت میں اصلا شک نہیں ہی کیونکہ موت کی یقینی اور بیشک ہونی میں تمام بنی آدم برابر ہیں

فیه لکن فیهم من لا یلتفت الیه ولا یستعد له کانه لا یؤمن به ومنهم من یستولی خوفه
پر بعضی اوسکی طرف کچھ توجہ نہیں کرتی اور نہ اوسکا کچھ سامان کرتی ہیں گویا وہ لوگ موت کا یقین نہیں کرتی اور بعضی ایسی ہیں جنکی دل پر موت کا خوف

على قلبه ويستغرق همه بالاستعداد له ولا يبادر فيه متبعا لغيره كما هو شأن من يخاف عن
ایسا غالب ہوتا ہی اوراوسکی ہمت موت کی تیاری میں ایسی لگتی ہی کہ اوسکی دل میں کسی حرکی اصلا گنجایش نہیں رہی یہہ حال اون لوگوں کا ہی جو دوزخ کی

النار ويرجو الدخول في دار القرار فعلى هذا يلزم للعاقل ان يصرف العناية الى تحصيل اليقين بالمعنيين جميعا
ڈرتی ہیں اور بہشت میں جانی کی آرزو کرتی ہیں اس بیان کی موافق ہر عاقل کو لازم ہی کہ ہمت اودہر لگاوی کہ یقین باعتبار دونو معنی کی حاصل ہو

وهما نفي الشك عن النفس اولا ثم تسليط اليقين عليها ثانيا لكن ينبغي ان يعلم ان نفي الشك
یعنی پہلی نفس میں سی شک جاتا رہی پہر آخر کو یقین غالب آجاوی لیکن سمجہنا چاہئی کہ شک کا رفع ہونا

وتسليط اليقين لا يحصل الا بعد معرفة متعلقاته ومجاريه وهي المعلومات التي جاء بها النبي
اور یقین کا غالب آنا بدون معرفت متعلقات اور مجاری کی نہیں ہوتا یعنی وہ معلومات جو کی صلی الله

عليه الصلوة والسلام من عند الله تعالى فمن صدق بها فهو مؤمن ومع هذا الايمان ان انتفى
علیہ وسلم خدا کی طرف سی لائی ہیں پہر جسنی اونکی تصدیق کی وہ مؤمن ہی اور باوجود اس ایمان کی اگر

عن قلبه امكان الشك فهو موقن بالمعنى الاول وان غلب على قلبه فهو موقن بالمعنى الثاني وبه
اوسکی دل میں سی احتمال شک بہی جاتا رہی تو وہ موقن ہی یعنی پہلی معنی یقین کی حاصل ہوئی اور اگر اوسکی دل پر غلبہ ہوگیا تو موقن باعتبار دوسری معنی کی ہوا

يحصل الامتثال بالاوامر والاجتناب عن النواهي فان من غلب على قلبه ان من يعمل مثقال
اطاعت اوامر کی اور منہیات سی اجتناب اسہی سی ہوتا ہی کیونکہ جسکی دل پر پرتوہ اس آیت کا چہا تا ہی سو جسی ذرہ بہر

ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره وتيقن ان نسبة الطاعات الى الثواب كنسبة الطعام
بہلائی کی وہ دیکہ لیگا اور جسی ذرہ بہر برائی کی وہ دیکہ لیگا اور اوسکو یہہ مرتبہ یقین کا ملا کہ طاعات بہ نسبت ثواب کی ایسی ہیں جیسی کہانا

الى الشبع لا شك انه كما يحرص على تحصيل الطعام للشبع ويحفظ قليله وكثيره كذلك يحرص على
واسطی شکم سیری کی تو بیشک وہ جیسی طعام کی حرص کرتا ہی پیٹ بہرنی کی واسطی اور اوسکا قلیل اور کثیر محفوظ رکہتا ہی ایسی ہی

تحصيل الطاعات للثواب ويحفظ قليلها وكثيرها ومن تحقق له ان نسبة المعاصي الى العقاب
طاعات کو واسطی ثواب کی حاصل کریگا اور قلیل اور کثیر کو نگاہ رکہیگا اور جسکو یہہ ثابت ہوا کہ نافرمانی بہ نسبت عذاب کی ایسی ہی

كنسبة السموم الى الهلاك لا شك انه كما يجتنب عن قليل السم وكثيره خوفا عن الهلاك كذلك
جیسی زہر واسطی ہلاک کی تو بیشک وہ جیسی زہر کی قلیل اور کثیر سی موت کی ڈر کا مارا بچتا ہی ایسی ہی

يجتنب عن قليل الذنوب وكثيرها وكبيرها وصغيرها خوفا من العقاب فان سبب ارتكاب المعاصي
نافرمانی کی قلیل اور کثیر سی اور صغیرہ اور کبیرہ سی عذاب کی ڈر کا مارا بچیگا کیونکہ باعث معاصی

والفجور ليس الا بسبب فساد العلم فان من علم ما في المعاصي من المضرة حقيقة العلم لا يوثرها الا ترى
اور فجور کی اختیار کرنی پر سوای فساد علم کی اور کچہ نہیں ہی اسلئی کہ معاصی کی مضرت جسکو حق الیقین کی مرتبہ میں ثابت ہی وہ معاصی کو کبہی نہیں اختیار

ان من علم من طعام لذيذ انه مسموم لا يقدم على تناوله فيعلم من هذا ان الايمان الحقيقي هو
کہانا کیسا ہی مزہ دار لذیذ ہو جب معلوم ہو کہ اسمیں زہر ملا ہی تو کبہی نہیں کہائیگا اس معلوم ہوا کہ حقیقی ایمان وہ

الايمان الذي يحمل صاحبه على فعل ما ينفعه في الاخرة وعلى ترك ما يضره فيها فاذا لم يفعل ما ينفعه
ہوتا ہی جو مؤمن کو اوس کام کی رغبت دی جسکی آخرت میں نفع ہو اور اوس کام سی روکی جو آخرت میں ضرر دی پہر اگر ایسی نافع کو عمل میں نہ لاوی

فيها ولم يترك ما يضره فيها لا يكون ايمانه حقيقيا بل لسانيا لا قلبيا فان المؤمن بالنار حقيقة الايمان
اور ایسی مضر کو نہ چہوڑی تو وہ حقیقی مؤمن نہیں ہی بلکہ صرف زبانی ہی دلی نہیں ہی کیونکہ دوزخ کا ایسا حقیقی مؤمن

حتى

حتی کانه یرها لا یسلك طریقها الموصل الیها فضلا عن السعی فی تحصیل دخولها وان المؤمن بالجنة حقیقة الایمان
گویا دوزخ سامنے نظر آتا ہے اوسکی رستہ کیجو دوزخ میں گرادے کبھی نہیں چلیگا چہ جائے کہ اوسکی وصول میں کوشش کرے ایسے ہی ایسا حقیقی مومن جنت کا

حتی کانه یرها لا یترك طلبها بل یسعی فی تحصیل دخولها وهذا امر یجده الانسان فی نفسه عند سعیه
گویا جنت سامنے نظر آتا ہے اوسکی طلب میں کبھی قصور نکریگا بلکہ اوسکی دخول کی کوشش کریگا اور یہہ بات ہر شخص اپنے دلمیں جانتا ہے

فی امور الدنیا فی دفع ما یضره وجلب ما ینفعه یسرنا الله من الاعمال ما یوافق رضاه المجلس الخامس
جب امور دنیاوی میں مضر باتونسے کیسا اجتناب اور مفید باتون میں کیسی کوشش کرتا ہے اسد تعالی ہمپر وہ کام آسان کرے جو اوسکی رضا کی موافق ہیں پانچویں مجلس

فی لزوم الایمان بما جاء به النبی صلی الله علیه وسلم ولا یجوز
ایمان کی لازم ہونے میں اون احکام پر جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور اونکی مخالفت

المخالفة فیه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفس محمد بیده لا یسمع بی
جایز نہیں فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اوس ذات کی جسکی قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے جو سنیگا میری

احد من هذه الامة یهودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یؤمن بما ارسلت به الا کان من اصحاب
نبوت کو اس امت میں سے کوئی یہودی ہو یا نصرانی پھر وہ مرے اس حال پر کہ ایمان نہ لایا ہو میری سرلیف پر وہ دوزخی ہوگا

النار هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه ابو هریرة ولیس المراد بالامة ههنا امة الاجابة بدلیل
یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے ابو ہریرہ کی روایت سے اور امت سے مراد اسجگہ امت اجابت یعنی اہل اسلام نہیں ہے اس لیے

کون الیهودی والنصاری مذکورا فیه بل المراد بها امة الدعوة فعلی هذا یدخل فیه جمیع اهل الملل
کہ اس حدیث میں یہودی اور نصرانی کا بھی ذکر ہے بلکہ مراد تمام امت دعوت ہے اس تقریر پر اس امت میں تمام باطل مذہب والے بھی داخل ہیں

الباطلة وتخصیص الیهود والنصاری بالذکر لیعلم انهما مع کونهما اهلی کتاب وصاحبی شریعة
اور یہود اور نصاری کا خاص جو نام لیا تو اسلئے کہ یہہ دونو اہل کتاب اور صاحب سرلیعت ہوکر

اذا کانا من اهل النار بترك الایمان بما جاء به النبی علیه الصلوة والسلام فغیرهما ممن لم یکن له کتاب
جب شریعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نلانے سے دوزخی ہوے تو ماتی جس کے پاس نہ کتاب ہے

ولا شریعة اولی بذلك فکانه علیه الصلوة والسلام قال اقسم بالله الذی نفسی بقدرته
اور نہ شریعت بطریق اولی دوزخی ہوں گے تو گویا نبی علیہ السلام نے یہہ فرمایا کہ قسم ہے اوسکی جسکی قبضہ میں میری جان ہے

ان کل من یسمع بنبوتی ولا یؤمن بما جئت به من عند الله تعالی حتی یموت یکون من اهل النار
کہ بیشک جو جو میری نبوت کو سنیگا اور میری شریعت پر مرتی دم تک ایمان نہ لائیگا تو وہ دوزخی ہوگا

ویعلم منه ان الایمان وان کان فی اللغة بمعنی التصدیق مطلقا لکنه فی الشریعة تصدیق الرسول
اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اگرچہ لغت میں مطلق تصدیق کو کہتے ہیں پر شرع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کو

فی کل ما علم ضرورة انه جاء به من عند الله واشتهر کونه من دینه علیه الصلوة والسلام بحیث
کہتے ہیں ہر ایک احکام میں جو صاف معلوم ہوتی ہیں کہ یہہ احکام خدا کی طرف سے لائے ہیں اور دین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مشہر چکے ہیں ایسا کہ

یعلم کل احد من غیر افتقار فی معرفته الی الاستدلال اصلا لا بدلیل العقل ولا بدلیل النقل وان کان
ہر شخص بدون استدلال کی سمجھ لے غایت ظہور سے نہ عقلی دلیل کی حاجت ہو نہ نقلی دلیل کی اگرچہ

فی نفسه یتوقف معرفته علی الاستدلال علیه بدلیل من دلیلی العقل والنقل کوجود الصانع
نفس امر میں اوسکی معرفت عقلی یا نقلی دلیل پر موقوف ہو جیسے صانع کا وجود

روجوب الصلوۃ وحرمۃ الخمر واحوال الاخرۃ فان کل واحد منها وان کان فی نفسه یتوقف

اور نماز کا وجوب اور شراب کی حرمت اور آخرت کی احوال ان مطالب کی معرفت اگرچہ نفس الامر میں

معرفته علی الاستدلال علیه اما بدلیل العقل کوجود الباری تعالی وصفاته او بدلیل النقل

استدلال پر موقوف ہی یا تو عقلی دلیل پر جیسی باری تعالی کا وجود اور اوسکی صفات یا نقلی دلیل پر

کوجوب الصلوۃ وحرمۃ الخمر واحوال الاخرۃ لکن کونه من دینه علیه الصلوۃ والسلام

جیسی نماز کا وجوب اور شراب کی حرمت اور آخرت کی احوال لیکن ہر ایک کو صاف معلوم ہی کہ یہہ دینی احکام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں

معلوم بالضرورۃ لکل احد من غیر احتیاج فی معرفته الی الاستدلال علیه بدلیل ویکفی

اسکی معرفت میں اصلا کسی دلیل کی حاجت نہیں ہی اور جو احکام

الاجمال فیما یلاحظ اجمالا ویشترط التفصیل فیما یلاحظ تفصیلا حتی ان من لم یصدق بوجوب

مجمل لحاظ کی جاتی ہیں وہاں اجمال کفایت کرتا ہی اور جہاں ملاحظہ تفصیلی چاہئی وہاں تفصیل شرط ہی یہانتک کہ سوال کی وقت جو شخص وجوب

الصلوۃ عند السوال عنها وبحرمۃ الخمر عند السوال عنها لا یکون مؤمنا بل یکون کافرا لکون

نماز اور حرمت شراب کی تصدیق نکری وہ مؤمن نہیں ہی بلکہ کافر ہوویگا کیونکہ

کل منهما مما علم بالتواتر انه من دینه علیه الصلوۃ والسلام والحاصل ان من اراد ان

یہہ دونو حکم تواتر سی معلوم ہو چکی ہیں کہ دین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سی ہیں اور حاصل یہہ ہی کہ جو شخص ایمان لایا چاہی

یکون مؤمنا وقال بلسانه لا اله الا الله محمد رسول الله وصدق معناه بقلبه یکون مؤمنا

وہ اپنی زبان سی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہی اور دل سی اسکی معنی کی تصدیق کری وہ مؤمن ہوجاتا ہی

وان لم یعرف الفرائض والمحرمات ثم اذا قبل الصلوات الخمس فی کل یوم ولیلۃ فرض علیك فان

اگرچہ اوسکو فرائض اور محرمات معلوم نہوں پھر اگر اوس سی کہا جاوی کہ ہر رات دن میں پانچ نمازیں تجھ پر فرض ہیں پھر اگر

صدقها وقبلها یکون ثابتا علی ایمانه وان انکرها ولم یقبلها یکون خارجا عن الایمان وکذلك

اوسی اوسکی تصدیق کی اور مان لیا تو وہ اپنی ایمان پر ثابت رہا اور اگر انکار کیا اور نہ مانا تو ایمان سی خارج ہوا اور ایسی ہی

سائر الفرائض والمحرمات الثابتۃ بدلیل قطعی من الکتاب والسنۃ واجماع الامۃ وان اشکل

اور تمام فرائض اور محرمات جو دلیل قطعی کتاب اور سنت اور اجماع امت سی ثابت ہو چکی ہیں اور اگر

علیه مسئلۃ من مسائل الایمان یجب علیه فی الحال ان یعتقد علی الاجمال ما هو الصواب عند الله تعالی

کوئی مسئلہ ایمان کی مسائل میں سی اوسپر مشتبہ ہوجاوی تو اوسپر بالفعل تو یہہ واجب ہی کہ مجمل یہہ اعتقاد کری کہ جو اللہ کی نزدیک

بان یقول اعتقدت ما هو الصواب عند الله تعالی وهذا القدر یکفی الی ان یجد عالما یعلم مسائل

حق ہی میں نی قبول کیا اور ایسا کہی کہ جو اللہ کی نزدیک حق ہی وہ میں نی مانا مجملا اتنا اعتقاد تبتک کفایت کرتا ہی کہ کوئی عالم دینی مسائل کا میسر آوی

الایمان فیساله عما اشکل علیه ولا یجوز له تاخیر الطلب لقوله تعالی فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

اور سنا ہا دی پیر اوس سی وہ مسئلہ مشتبہ پوچھ لی اور جایز نہیں کہ اوسکی تلاش میں تاخیر کری کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی پوچھ لو یاد رکھنی والوں سی اگر تم نہیں جانتی ہو

ولا یکون معذورا بالتوقف فیما اشکل علیه بل یکون کافرا بالتوقف ان کان ما اشکل علیه من ضروریات

اور اوس مسئلہ مشتبہ میں توقف کی باب میں معذور نہیں ہوگا بلکہ اگر وہ مسئلہ ضروریات دینی سی ہی تو محض توقف کرنی سی کافر ہوجاویگا

الدین لان التوقف فی المؤمن به یمنع التصدیق فیکون کفرا مثلا من اشکل علیه وحدانیۃ الله تعالی

کیونکہ توقف کرنا ایمان کی بات میں تصدیق میں خلل پیدا کرتا ہی سو یہہ کفر ہی مثلا کسی شخص کو اللہ کی وحدانیت میں

اوقدرته على شئ اوعلمه بكل شئ من الكليات والجزئيات اوحشر الاجساد اوحدوث العالم
یا اسکی قدرت میں کسی شی پر یا اوسکی علم میں تمام کلیات اور جزئیات پر یا بدن کی پیدایش میں بعد مرنی کی یا عالم کی حادث ہونی میں
ونحو ذلك فقال اعتقدت ما هو الحق عند الله تعالى يثبت ايمانه الاجمالي لوجود التسليم والقبول
یا ایسی ہی کسی اور بات میں شبہ واقع ہوا ہو پھر وہ قایل ہوا کہ جو خدا کی نزدیک حق ہی میں نی مانا تو اوسکا اجمالی ایمان ثابت رہیگا کیونکہ اجمالی قبولیت اور تسلیم موجود ہی
اجمالا لكن ان لم يسئل عما اشكل عليه من هذه المذكورات بل انه اخر الطلب اولم يطلب اصلا
لیکن اگر اوسنی اوس مشتبہ مسئلہ کو ان مذکورات میں سی ٹال رکھا اور نہیں پوچھا یا کبھی بھی نہ پوچھا تو اوسکی تسلیم
لا يبقى مؤمنا بقوله اعتقدت ما هو الحق عند الله تعالى بل يكون كافرا بترك السؤال و
اجمالی کہ جو خدا کی نزدیک حق ہی وہ میں نی مانا سو مومن نہیں رہیگا بلکہ بسبب ترک سوال اور
الطلب لان هذه المذكورات من ضروريات الدين يعلمها كل عاقل نشا بين المؤمنين والحاصل
تلاش کی کافر ہوجاویگا کیونکہ یہہ تمام مذکورات ضروریات دین سی ہیں انکو ہر ایک عاقل جو مسلمانوں میں پیدا ہوا ہی جانتا ہی خلاصہ یہہ ہی
ان من اشكل عليه كون اله العالم واحدا او متعددا ولم يمل قلبه الى واحد منهما يجب عليه
کہ جس شخص پر یہہ مسئلہ مشتبہ ہوجاوی کہ پروردگار عالم کا ایک ہی یا کئی ہیں اور اوسکی دل میں کوئی ایک جانب راسخ نہو تو اوسپر واجب ہی
ان يقول في الحال اعتقدت ما هو الحق عند الله تعالى ثم يجب عليه الطلب والسؤال بلا توقف
کہ فوراً یہہ کہی میں نی مانا جو اسد کی نزدیک حق ہی پھر اوسپر ترنت بلا توقف تلاش اور دریافت کرنا واجب ہی
ولا تاخير حتى لو اخر الطلب او تركه ولم يعتقد كون اله العالم واحدا لا يكون مؤمنا بل يكون
اتنا کہ اگر اسنی اس تلاش کو ٹال رکھا یا چھوڑ دیا اور پروردگار عالم کو واحد نہ جانا تو مؤمن نہوگا بلکہ کافر ہوگا
كافرا وكذا من توقف في يوم القيمة او في الجنة او في النار او في الميزان او في الحساب او في الصراط
ایسی ہی جو شخص قیامت کی دن یا بہشت یا دوزخ یا میزان یا حساب یا پل صراط
او في الصحائف التي كتب فيها اعمال العباد او في شفاعة الشافعين لا يكون مؤمنا بل يكون كافرا
یا نامہ اعمال جسمیں بندوں کی اعمال لکھی جاتی ہیں یا شفاعت شافعین میں توقف کری مؤمن نہیں ہوتا بلکہ کافر ہوتا ہی
لان التوقف والتردد ينافي التصديق المفسر به الايمان وتحقيقه ان الايمان في اللغة التصديق وهو
اسلئی کہ توقف اور سوچ بچار اوس تصدیق کی برخلاف ہی جسکو ایمان کہتی ہیں اسکی تحقیق یہہ ہی کہ ایمان لغت میں تصدیق کو کہتی ہیں اور وہ
اذعان حكم المخبر وقبوله وجعله صادقا بعد العلم بصدقه ولم ينقل في الشرع الى معنى اخر بدليل
یقین کر کر مان لینا خبر کی حکم کا اور اوس مخبر کو سچا جان کر سچا ٹہرانا اور شرع میں تصدیق کو اوس معنی سی اور معنی کی طرف نقل نہیں کیا دلیل یہہ ہی
انه عليه الصلوة والسلام خاطب العرب به وامتثل منهم من امتثل من غير استفسار ولا
کہ رسول صلی اسد علیہ وسلم نی عرب سی گفتگو میں تصدیق طلب کی اور جو اونمیں سی مطیع ہوا تو اوسنی تصدیق کی نہ معنی پوچھی نہ
افتقار الى بيان الا بحسب المتعلق وهو ما يجب الايمان به فبينه عليه الصلوة والسلام وفصله
بیان طلب کیا ہاں متعلق کا فرق ہوتا ہی یعنی جسپر ایمان لانا چاہی سو رسول صلی اسد علیہ وسلم نی اوسکو بیان فرمایا اور کچھ تفصیل کی
بعض التفصيل حين جاءه جبرئيل عليه السلام على صورة رجل غريب يسئل عن الايمان فقال يا محمد اخبرني
جب کہ جبرئیل علیہ السلام نی ایک مرد مسافر کی صورت میں آکر ایمان کو دریافت کیا عرض کیا یا محمد بتاؤ
عن الايمان فقال عليه الصلوة والسلام الايمان ان تؤمن بالله وملئكته وكتبه ورسله الى اخر الحديث
ایمان کیا ہی آپ نی فرمایا ایمان یہہ ہی کہ تو یقین کری اسد کا اور اوسکی فرشتوں کا اور کتابوں کا اور رسولوں کا آخر حدیث تک

فانه علیه الصلوة والسلام بین فیه معنی الایمان بهذا اللفظ تعویلا علی ظهور معناه عندهم
ثم قال هذا جبرئیل اتاکم یعلمکم دینکم فلو کان الایمان نقل الی معنی غیر التصدیق تبین نقله
کما تبین نقل الصلوة والزکوة ونحوهما والا لکان هذا خطابا لهم بما لم یفهموه ولما صح ان یکون تعلیما لهم
ولما صح امتثالهم من غیر استفسار فظهر ان الایمان لم یعتبر فیه شرعا الا الخصوص باعتبار
متعلقه بعد ما ارید به التصدیق بالمعنی اللغوی وهو ما یعبر عنه فی الفارسیة بگرویدن وفی الترکیة
باناندق ثم التصدیق من ضرورته المعرفة والیقین فعلی هذا لا یتحقق تصدیق الرسول الا بعد
اثبات رسالته بالمعجزة الدالة علی صدقه ودلالة المعجزة علی صدقه تتوقف علی العلم بکون المعجزة
فعلا من افعاله تعالی خارقا للعادة اظهره علی ید رسوله عند ادعائه الرسالة تصدیقا له فانه تعالی
باظهار المعجزة علی یده صار کانه قال صدق رسولی فی کل ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغه بقوله او فعله
او سکوته وقد مثل العلماء بشخص قام فی مجلس ملک بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملک بعثنی
الیکم بکذا وکذا من التکالیف وطلبوا منه حجة تدل علی صدقه فقال آیة صدقی ان اطلب من
الملک ان یخالف عادته یقوم من مقامه ویقعد ثلث مرات ففعل الملک ذلک بطلبه فلا شک ان
ذلک الفعل من الملک قائم مقام قوله صدق هذا الشخص فی کل ما یبلغ عنی ومفید للعلم الضروری
بصدقه لمن شاهد ذلک الفعل من الملک ولمن لم یشاهده بل وصل الیه خبره بالتواتر ولا ریب ان
هذا المثال مطابق لحال الرسول علیه الصلوة والسلام فی افادة معجزته العلم الضروری بصدقه
لمن شاهدها ولمن لم یشاهدها بل وصل الیه خبرها بالتواتر وقد وصل الینا بالتواتر

انه

انه علیه الصلوة والسلام ادعی النبوة واظهر المعجزة حتی جری ذلک مجری الشمس فی الظهور فـ

کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعوی کیا اور معجزہ ایسا ظاہر کیا کہ آفتاب کی مانند روشن ہے سو

علینا تصدیقه فی جمیع ما جاء به من عند الله تعالی من الاحکام التکلیفیة التی هی وجوب الواجبات

ہم پر اوسکی تصدیق تمام احکام تکلیفی میں جو جو خدا کی طرف سے لائے ہیں واجب ہے اور وہ احکام یہ ہیں واجبات کا واجب ہونا

وندب المندوبات واباحة المباحات وحرمة المحرمات وکراهة المکروهات ومنه امور الاخرة التی اول

اور مندوبات کا ندب اور مباحات کی اباحت اور محرمات کی حرمت اور مکروہات کی کراہیت اور بعضے انہیں امور آخرت ہیں جسکی

منزل من منازلها القبر واحیاء المیت فیه وسوال منکر ونکیر ثم کونه اما روضة من ریاض الجنة

منزلوں میں سے پہلی منزل قبر ہے اور اوس میں مردہ کا جینا اور منکر نکیر کا سوال پھر وہ قبر یا جنت کی باغ کا

او حفرة من حفر النار ثم البعث منه یوم القیمة الی العرصات ثم اعطاء الکتب التی کتب فیها اعمال

یا گڑہا ہے دوزخ کا پھر وہاں سے قیامت کے دن محشر کے میدان میں جانا پھر نامہ اعمال کا دینا جسمیں تمام عمل بندوں کے لکھے ہوئے

العباد فیؤتی کتاب بعضهم بیمینه وکتاب بعضهم بشماله او من وراء ظهره ثم الحساب ثم نصب

ہونگے پھر کسیکو دہنے ہاتھ میں دیا جاویگا اور کسیکو بائیں ہاتھ میں یا اوس کے پیٹھ سے پھر حساب کا ہونا پھر

المیزان لوزن الاعمال فمن ثقلت حسناته وخفت سیاته فهو فی عیشة راضیة ومن خفت

ترازو کھڑی کرنی اعمال تولنے کے لئے سو جسکی نیکیاں بھاری ہونگی یعنی زیادہ اور گناہ ہلکی یعنی کمتر ہونگی وہ تو اچھے چین میں رہا اور جسکی نیکیاں کمتر

حسناته وثقلت سیاته فامه هاویة ثم وضع الصراط علی متن جهنم لمرور الناس علیه فیمر بعضهم

اور گناہ زیادہ ہونگے تو اوسکا ٹھکانا گڑھا ہے پھر دوزخ کے اوپر صراط کا تان دینا آدمیوں کے چلنے کے لئے پھر کوئی تو

کالبرق الخاطف وبعضهم کالریح العاصف وبعضهم کالفرس الجواد وبعضهم یعدو عدوا وبعضهم یمشی

مثال چمکتی بجلی کی اور کوئی مانند تند ہوا کی اور کوئی مثل دوڑتی گھوڑے کی اور کوئی دوڑتا ہوا اور کوئی لپکتا ہوا

متسبا وبعضهم یجر حبوا وبعضهم یسقط الی النار ویلقونه الزبانیة بالسلاسل والاغلال نسال الله تعالی

اور کوئی گھسٹتا ہوا جاویگا اور کوئی دوزخ میں گر پڑیگا اور دوزخ کے موکل اوسکو ترت زنجیروں اور طوق میں قید کرینگے ہمکو

ان یحفظنا من جمیع هذه الاهوال وقد تبین بجمیع ما ذکر ان تصدیق الرسول علیه الصلوة والسلام لم یتحقق

ان تمام ہولوں سے محفوظ رکھیو اس تمام تقریر سے ظاہر ہوا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق

الا بعد اثبات رسالته بالمعجزة الدالة علی صدقه ودلالة المعجزة علی صدقه تتوقف علی العلم بکون تلک المعجزة

بدون ثبوت رسالت کی معجزہ سے جو اوسکی صدق پر دلالت کرتا ہے متحقق نہیں ہوتی اور معجزہ کی دلالت اوسکی صدق پر اس علم پر موقوف ہے کہ یہ معجزہ

فعلا من افعاله تعالی والعلم بکونها فعلا من افعاله تتوقف علی العلم بوجوده تعالی وکونه قدیما واحدا

ایک فعل ہے افعال الہی سے اور معجزہ کا فعل ہونا افعال الہی سے اس علم پر موقوف ہے کہ اللہ تعالی موجود قدیم واحد

متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة لانها لکونها فعلا من افعاله تعالی یتوقف وجودها علی وجوده تعالی

قدرت والا ارادہ والا علیم حی ہے کیونکہ معجزہ جب فعل ٹھہرا افعال الہی سے تو بیشک اوسکا عمل میں آنا وجود الہی

وکونه موصوفا بهذه الصفات والعلم بوجوده تعالی لا یمکن ان یحصل بالحس لانه تعالی لیس محسوسا کالشمس

اور ان تمام صفات پر موقوف ہوگا اور علم وجود باری تعالی کا حواس کے وسیلہ سے حاصل ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالی آفتاب اور مہتاب کی طرح

والقمر حتی یعلم وجوده بالحس ولیس العلم بوجوده ضروریا کالعلم بکون الاثنین اکثر من الواحد حتی یعلم

محسوس نہیں ہے جو حواس کے وسیلہ سے معلوم ہو جاوے اور نہ علم وجود الہی کا ایسا بدیہی ہے کہ جیسا ہم دو کو ایک سے بڑھتی جانتے ہیں تاکہ بداہت سے

وجوده بالبداية بل انما يعلم وجوده بالاستدلال من المصنوع الى الصانع ومن الاثر الى المؤثر كما روى ان
معلوم ہو جاوی اسے بجز استدلال کی مصنوع سی صانع پر اور اثر سی مؤثر پر کوئی طریق نہیں ہی چنانچہ روایت ہی

اعرابيا سئل عن الدليل الدال على وجوده تعالى فقال البعرة تدل على البعير والروث على الحمير وآثار الاقدام
کہ ایک اعرابی سی ایسی دلیل پوچھی جس سی وجود آپکی ثابت ہو جاوی اوسنی جواب دیا کہ مینگنی اونٹ پر اور لید گدھی پر اور پاؤں کا نشان

على المسير افلا تدل سماء ذات ابراج وارض ذات فجاج وبحار ذات امواج على الصانع القدير وروى ان ابا
چلنی والی پر دلالت کرتا ہی پھر کیا برجوں والا آسمان اور رستوں والی زمین اور موج مارتا دریا صانع قدیر پر دلالت نہیں کرتی اور روایت ہی کہ

حنيفة كان سيفا حادا على الدهرية وكانوا ينتهضون الفرصة ليقتلوه فبينما هو قاعد فى المسجد يوما
امام ابو حنیفہ دہریوں کی حق میں مثل تیز تلوار کی تہی اور دہریہ اونکی قتل کی لئی فرصت کی تاک میں رہتی تہی ایک روز امام صاحب تنہا مسجد میں بیٹھی تہی

وحده اذ هجم عليه جماعة منهم بسيوف مسلولة وهموا بقتله فقال لهم اجيبوني عن مسئلة ثم افعلوا
ناگاہ دہریوں کا غول ننگی تلواریں کہینچکر قتل کی لئی چڑہ آیا امام صاحب نی کہا میری ایک بات کا جواب دیدو پھر جو چاہو

ما شئتم فقالوا ما مسئلتك فقال لهم ما تقولون فى رجل يقول انى رايت سفينة مشحونة بالاحمال
سو کرنا بولی وہ کیا بات ہی امام نی کہا کیا کہتی ہو ایسی شخص کو جو یہہ کہتا ہی میں نی ایک کشتی مال اسباب کی بہری ہوئی دیکہی ہی

مملوة بالاثقال قد احتوشتها فى لجة البحر امواج متلاطمة ورياح مختلفة وهى من بينها تجرى مستوية
کہ دریا کی اندر موجوں کا طماچہ اور مختلف ہواؤں کا صدمہ اوسپر پڑتا تہا پر وہ کشتی

من غير ملاح يجريها ولا مدبر يدبر امرها هل يجوز هذا فى العقل قالوا لا هذا شئ لا يقبله العقل فقال
بدون ملاح کی جو تدبیر سی اوسکی خبرداری کری برابر لی کہنکر چلی جاتی تہی آیا یہہ بات عقل کی نزدیک ہو سکتی ہی وہ بولی اس بات کو عقل قبول نہیں کرتی پہر

الامام ابو حنيفة يا سبحان الله اذا لم يجز فى العقل ان تجرى سفينة مستوية من غير ملاح
امام صاحب نی کہا سبحان اللہ جب ایک کشتی عقل کی نزدیک بدون ملاح کی

يدبر امرها فى جريانها فكيف يجوز فى العقل قيام هذه الدنيا على اختلاف احوالها وتغير اعمالها
جو تدبیر سی چلی برابر سیدہی درست نہیں چل سکتی تو کیونکر عقل یہہ قبول کرتی ہی کہ دنیا جسکی احوال مختلف اور اعمال متفرق

وسعة اطرافها وتباين اكنافها من غير صانع يدبر امرها وحافظ يحفظ حالها فلما سمعوا كلامه
اطراف وسیع کنارے الگ الگ بغیر صانع کی جو اوسکی حال کو سنبہالی اور حفاظت کری قایم رہی یہہ کلام سنتی ہی

بكوا جميعا فقالوا صدقت واغمدوا سيوفهم وتابوا واسلموا بين يديه وروى ان بعض الزنادقة انكر الصانع
سب کی سب روئی اور بولی آپ سچ فرماتی ہیں اور اپنی تلواریں میان کرلیں اور توبہ کرکر اونکی سامنی مسلمان ہوگئی اور روایت ہی کہ کسی زندیق نی

عند جعفر الصادق فقال له جعفر هل ركبت البحر قال نعم قال هل رايت اهواله قال نعم قال هاجت
حضرت جعفر صادق کی آگی خدا کا انکار کیا حضرت جعفر نی فرمایا تو نی دریا کا سفر بہی کیا ہی بولا ہاں پہر فرمایا اوس سفر کی سختیاں بہی دیکہی ہیں بولا ہاں

يوما رياح هائلة فكسرت السفينة واغرقت الملاحين فتعلقت بلوح ثم ذهب عنى ذلك
ایکروز ایسی تند آندہی چلی کہ کشتی ٹوٹ گئی اور ملاح ڈوب گئی میں ایک تختہ پر چڑہ رہا پہر وہ تختہ بہی چھوٹ گیا

اللوح وانا مدفوع فى تلاطم الامواج حتى وقعت الى الساحل فقال جعفر كان اعتمادك اولا على السفينة
اور میں موجوں میں غوطہ کہاتا ہوا کنارہ جا لگا حضرت جعفر نی فرمایا تجہکو پہلی تو کشتی

مع الملاح ثم على اللوح بانه ينجيك فلما ذهبت عنك تلك الاشياء هل اسلمت نفسك الى الهلاك
اور ملاح پر بہروسا تہا پہر اوس تختہ پر بہروسا کہ یہہ بچالیگا پہر جب تیری ہاتہ سی یہہ سب چیزیں چھوٹ گئیں تو بول کیا تو نی اپنی جان موت کی حوالہ کی تہی

ام كنت ترجو سلامة بعدُ قال بل رجوت السلامة قال فمن كنت ترجوها فسكت الرجل فقال جعفر
یا یہی نجات کی امید باقی تھی تو نجات کی امید باقی تھی فرمایا پھر امید کسکی تھی اب وہ شخص چپ ہو رہا پھر امام جعفر نے فرمایا
ان الصانع هو الذی ترجوه فی ذلك الوقت من غير شعورك به وهو الذی انجاك من الغرق فلما
وہ ہی خدا ہے تو اس وقت بھی نجات کی امید رکھتا تھا گو تجھکو معلوم نہ تھا اور اسی نے تجھکو ڈوبنے سے بچایا جب
سمع ذلك الرجل هذا الكلام منه قبله واسلم بين يديه فقد علم من هذا ان طريق معرفة
اس شخص نے یہ بات سنی دل سے مان گیا اور انکے سامنے مسلمان ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ معرفت الٰہی کا طریق
الله تعالى بالاستدلال الذی هو النظر فی الدليل فيكون النظر واجبا لانه تعالى امر به فقال
استدلال ہی ہے یعنی دلیل میں غور کرنا سو نظر کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالی کا یہ حکم ہے
قل انظروا ماذا فی السموت والارض فمن تركه يكون آثما لانه تعالى اعطى الانسان نعمة العقل
تو کہہ نظر کرو کیا ہے آسمانوں میں اور زمین میں پھر جو شخص استدلال نہ کرے وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اللہ تعالی نے انسان کو عقل کی نعمت اسی لئے دی ہے
ليستدل به على وجوده تعالى وقدمه ووحدته وسائر صفاته التی تدل عليها افعاله وهی القدرة و
کہ وجود الٰہی پر اور اسکی قدم اور وحدت اور تمام اوصاف پر جو افعال الٰہی سے ثابت ہوتی ہیں یعنی قدرت اور
الارادة والعلم والحيوة فاذا لم يستدل به لا يكون مؤديا شكر نعمة العقل فيكون آثما فان لم يغفر
ارادہ اور علم اور حیات استدلال کیا کرے پھر جب استدلال نہ کیا تو اسنے عقل کی نعمت کا شکر ادا نہ کیا سو یہ شخص گنہگار ہوگا اگر اسکو اللہ نے بخشی
الله له فانه وان كان عاقبته الجنة لكن بعد ان يعذب بقدر ذنبه فعلى هذا يجب على كل مؤمن
تو اختیار ہے یہ شخص اگرچہ اسکا انجام بہشت ہے پر گناہ کی موافق عذاب بھگت کر اب اس تقریر کی موافق ہر مومن پر واجب ہے
ان يعتنی فی معرفة الله تعالى ومعرفة ما يجب عليه اعتقاده بالنظر والاستدلال حتى يخرج
کہ معرفت الٰہی اور تمام اعتقادی امور میں نظر اور استدلال کیا کرے تاکہ اہل تقلید سے
من التقليد ويكون من اهل اليقين لان المقلد لا يقين له اصلا لانه هو الذی لم يتفكر فی خلق
نکل کر اہل یقین میں داخل ہو جاوے کیونکہ مقلد کو یقین کا مرتبہ کبھی حاصل نہیں ہوتا کیونکہ مقلد تو وہ ہوتا ہے جو
السموت والارض واختلاف الليل والنهار حتى يعرف خالقه وسائر ما يجب عليه اعتقاده بل اخبره
آسمانوں اور زمین کی پیدایش اور رات دن کی اختلاف میں غور اور فکر نہیں کرتا تاکہ اپنے خالق کو اور تمام اعتقادی امور کو دریافت کرے بلکہ اوسکو
احد بها وصدقه فيها ففی صحة ايمانه اختلاف بين العلماء واما الذين نشأوا فی دار الاسلام وسمعوا
کسی نے کچھ بتا دیا اوسنے تسلیم کر لیا سو ایسی شخص کی ایمان میں علما اختلاف کرتے ہیں کہ صحیح ہے یا نہیں اور جو لوگ دار اسلام میں پیدا ہوئے ہیں اور
معجزات النبی عليه الصلوة والسلام وتفكروا فی خلق السموت والارض واختلاف الليل والنهار فلا خلاف
معجزات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدایش اور رات دن کی اختلاف میں فکر کرتے ہیں سو
فی صحة ايمانهم لكونهم من اهل النظر والاستدلال ولا يشترط الاقتدار على التقرير والتحرير ومجادلة
انکی ایمان میں اصلا اختلاف نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ نظر اور استدلال والے ہیں اور تقریر اور تحریر اور
الخصوم ودفع شبهاتهم

المجلس السادس فی بيان من رضی بالله ربا وبالاسلام

مخالفوں کی ساتھ مناظرہ کرنا اور انکا شبہ دفع کرنا کچھ شرط نہیں ہے چھٹی مجلس اس بیان میں کہ جو خوش ہو اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو

دينا وبمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا ذاق طعم الايمان قال رسول
دین جان کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی سمجھ کر اوسنی ایمان کا مزہ چکھا فرمایا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذاق طعم الایمان من رضی باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد رسولا ھذا
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان کا مزہ اوس شخص نے چکھا جسنے خوشی سی مان لیا اللہ کو پروردگار اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول یہہ

الحدیث من صحاح المصابیح رواہ العباس بن عبد المطلب ومعناہ ان من اطمئن قلبہ بکون
حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی عباس بن عبد المطلب کی روایت سی اسکی معنی یہہ ہین کہ جسکی دل میں طمانیت ہوگئی خدا کی

اللہ تعالی ربہ ولم یطلب ربا غیرہ واکتفی بکون الاسلام دینہ ولم یطلب دینا غیرہ وقنع بکون محمد
ربوبیت پر اور سوا اوسکی دوسرا رب تلاش نکری اور اسلام کو دین کافی جان کر دوسرا دین تلاش نکرے اور رسالت محمدی

صلی اللہ علیہ وسلم رسولہ ولم یطلب رسولا غیرہ یتحقق فیہ الایمان ومن لم یرض بواحد منہا لا
صلی اللہ علیہ وسلم پر قناعت کرکر دوسرا رسول تلاش نکری ایسی شخص میں ایمان متحقق ہوتا ہی اور جو شخص ان امور میں سی کسی ایک پر بھی

یوجد فیہ الایمان لان الایمان فی الشریعۃ ھو التصدیق بالمعنی اللغوی وھو اذعان حکم المخبر وقبولہ
راضی نہوگا اوسمین ایمان کا پتا نہین کیونکہ شریعت میں ایمانسی مراد تصدیق باعتبار معنی لغت کی ہی یعنی مخبر کی حکم کا یقین کرنا اور مان لینا

وجعلہ صادقا بعد العلم بصدقہ لا مجرد العلم بصدقہ اذ یلزم ان یکون کل عالم بصدق النبی علیہ
اور اوسکو سچا جان کر صادق ٹہرانا نرا علم صداقت کا مراد نہین ہی نہین تو جسکو علم صداقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوا کری

الصلوۃ والسلام مؤمنا ولیس کذلک لان کثیرا من الکفار لم یؤمنوا بہ مع کونہم عالمین بصدقہ
وہ مؤمن ہوا کری اور یہہ امر غلط ہی اسلئی کہ اکثر کفار جیسی یہود ایمان نہین لائی اور نبی کو سچا جانتی تہی

کما یدل علیہ قولہ تعالی فی حق بعض الکفرۃ والذین اتینہم الکتب یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم فدل
چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد جو بعضی کفار کی حق میں نازل ہوا ہی اس دعوی پر دلالت کرتا ہی جنکو دی ہمنی کتاب وہ جانتی ہین اوسکو جیسی جانتی ہین اپنی بیٹون کو

النص علی ان التصدیق لیس مجرد العلم بل ھو اذعان لما علم وقبولہ لہ بترک الجحود والعناد وبناء الاعمال
اس آیت سی صاف معلوم ہوتا ہی کہ تصدیق صرف علم نہین ہی بلکہ تصدیق کیا ہی یقین کرنا احکام معلومہ کا اور مان لینا انکار اور مخالفت چہوڑکر اور اسی پر اعمال

علیہ وھذا امر زائد علی العلم لا یحصل فی الغالب الا بعد العلم والعلم ھو الجزم المطابق لما فی نفس الامر
کی بنا ہی اور یہہ امر علم سی جدا ہی اکثر اوقات یہہ امر بعد حصول علم کی ہوتا ہی اور علم کیا ہی یقین کرنا نفس الامر کی مطابق

بشرط ان یحصل ذلک الجزم بسبب واما الجزم الحاصل بغیر سبب فلیس بعلم بل ھو اعتقاد وتحقیق
بشرطیکہ وہ یقین کسی دلیل سی حاصل ہوا ہو اور جو یقین کہ بے دلیل حاصل ہوتا ہی اوسکو علم نہین کہتی بلکہ وہ اعتقاد کہلاتا ہی اسکی تحقیق

ذلک علی ما ذکرہ الامام التوسی ان الحکم الحادث ینشا عن امور خمسۃ علم واعتقاد وظن ووہم
موافق تقریر امام تنوسی کی یہہ ہی کہ حکم یعنی کوئی چیز مبتدا کو ثابت کرنی یا خبر مبتدا اوسی نفی کرنی پانچ طرح پر ہوتا ہی علم اور اعتقاد اور ظن اور

وشک لان الحاکم بامر علی امر ثبوتا او نفیا اما ان یجد فی نفسہ جزما بذلک الحکم او لا والاول الذی
اور شک کیونکہ حکم کرنیوالا کسی خبر کا مبتدا پر باعتبار ثبوت کی ہو یا نفی کی یا تو اوسکی دل مین اوس حکم کا یقین جزمی ہی یا نہیں ہی پہلی صورت مین

ھو وجود الجزم ان کان بسبب من ضرورۃ او برھان فھو علم ویسمی معرفۃ ویقینا ایضا وان کان بغیر
یعنی اگر یقین کامل ہو اگر وہ اقسام بداہت سی حاصل ہوا ہی جیسی محسوسات کا یا دلیل سی حاصل ہوا تو ان دونو صورت مین یہہ حکم علم ہی اور اوسکو معرفت اور یقین بھی کہتی

سبب بل بتقلید محض فھو اعتقاد والثانی الذی ھو عدم وجود الجزم ان کان راجحا علی مقابلہ فھو ظن
دلیل سی حاصل نہین ہوا بلکہ صرف تقلید سی تو وہ اعتقاد کہلاتا ہی اور دوسری صورت مین یعنی اوسکی دل مین یقین کامل نہین تو وہ حکم ثبوت کا یا نفی کا اگر اپنی مقابل پر غالب ہی

وان کان مرجوحا فھو وھم وان کان مساویا فھو شک فالایمان ان حصل من الاقسام الثلثۃ الاخیرۃ
اور اگر مغلوب ہی تو وہم ہی اور اگر برابر ہی تو شک ہی اب ایمان اگر ان تین پچھلی قسم سی حاصل ہوا ہی جو سوا یقین کامل کی ہین

لغير الجزم وهي الظن والوهم والشك فالاجماع على بطلانه وان حصل من القسم الاول من قسمي الجزم
یعنی ظن اور وہم اور شک تو یہہ بالاتفاق باطل ہی اور اگر پہلی قسم جزم کی دو نو قسم سی یعنی بداہت یا بدلیل حاصل ہو

العلم والمعرفة فالاجماع على صحته فاما القسم الثاني من القسم الجزم وهو الاعتقاد فينقسم الى قسمين احدهما مطابق لما في نفس الامر ويسمى اعتقادا صحيحا كاعتقاد
علم اور معرفت ہی تو بالاتفاق صحیح ہی اور جزم کی دوسری قسم جو اعتقاد ہی تو کئی دو قسم ہیں ایک تو نفس الامر کی مطابق یہہ تو اعتقاد صحیح کہلاتا ہی جیسی

عامة المؤمنين المقلدين لائمة الدين والثاني غير مطابق لما في نفس الامر ويسمى اعتقادا فاسدا وجهلا مركبا
عام مسلمانوں کا اعتقاد جو ائمہ دین کی مقلد ہیں اور دوسرا نفس الامر کی برخلاف اسکو اعتقاد فاسد اور جہل مرکب کہتی ہیں

كاعتقاد كافة الكفرة المقلدين لائمة الكفر فالفاسد اجمعوا على كفر صاحبه وكونه مخلدا في النار
جیسی تمام کفار کا اعتقاد جو کفر کی پیشواؤں کی مقلد ہیں پس فاسد اعتقاد والا بالاتفاق کافر اور قدیم کو دوزخی ہی

واختلفوا في الاعتقاد الصحيح الذي يحصل بمحض التقليد والصحيح ان صاحبه يكون مؤمنا لكنه يكون
اور اختلاف ہی صحیح اعتقاد میں جو نری تقلیدی ہی اور صحیح مذہب یہہ ہی کہ ایسی اعتقاد والا مؤمن ہوتا ہی پر وہ

عاصيا بترك النظر والاستدلال فيبقى في مشية الله تعالى ان شاء يعفو عنه ويدخله الجنة بلا عذاب
نظر اور استدلال کی ترک کرنی سی گنہگار ہوتا ہی پس یہہ اللہ تعالی کی مشیت میں ہی چاہی معاف کرکر بلا عذاب جنت میں داخل کری

وان شاء يعذبه بقدر ذنبه ثم يدخله الجنة فعلى هذا يجب على كل مؤمن ان يتعلم كل مسئلة من
اور چاہی گناہ کی موافق عذاب دیکی پھر جنت میں داخل کری اس بیان کی موافق ہر مؤمن پر واجب ہی کہ اعتقادی ہر ہر مسئلہ ایمان کا

مسائل عقائد الايمان بدليل واحد حتى يكون في دينه على بصيرة لان العقائد الحاصلة بالتقليد
ایک ہی دلیل سی سیکھی تاکہ اپنی دین میں صاحب بصیرت ہو کیونکہ جو عقاید تقلیدی سی حاصل ہوتی ہیں

يخشى على صاحبها الشك عند عروض الشبهات فان التصميم على العقائد من غير تحصيلها بالدلائل
اوسمیں یہہ خوف ہی کہ اگر کچھ شبہات پیش آویں تو مقلد کو شک پیدا نہ ہو جاوی کیونکہ تصمیم عقائد کی بدون دلایل کی جب ذرہ بھر شبہہ پیش آوی

لا يامن صاحبها من زوالها عند عروض ادنى شبهة وعلى تقدير ان يقابل ذلك الشك والزوال
تو یقین نہیں ہی کہ زوال سی بچی اور یہہ مانا کہ شک اور زوال کی مقابل میں

بالتصميم اللساني فاني ينفعه والقلب الذي هو محل الايمان متحير بقول لا ادري فيدخل في زمرة
تصمیم زبانی عمل میں آوی پر کیا فائدہ جس حالت میں کہ دل جو ایمان کا گھر ہی حیران ہو کر یہہ کہی میں کیا جانوں پھر تو منافقین کی زمرہ میں داخل

المنافقين الذين يقولون بافواههم ما ليس في قلوبهم ولذلك قيل النفاق نوعان احدهما نفاق يعرفه
جو منہہ سی ایسی باتیں بنایا کرتی ہیں جو اونکی دلمیں نہیں ہوتی اسیلئی کہتی ہیں کہ نفاق کی دو قسم ہیں ایک تو وہ نفاق جو منافق

صاحبه من نفسه وهو نفاق الذين يظهرون الاسلام بين الناس ويضمرون الكفر في قلوبهم كنفاق الذين
ہی دلمیں سمجھتا ہی یہہ نفاق اون شخصوں کا ہی جو ظاہر میں لوگوں کی سامنی اسلام ظاہر کرتی ہیں اور دلمیں کفر چھپا رکھتی ہیں جیسی نفاق اونکا

كانوا في عهد النبي عليه الصلوة والسلام ومن في معناهم من الزنادقة والملاحدة والثاني نفاق لا يعرفه
جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد میں تھی اور اور زندیق اور ملحد اونکی مثل دوسرا وہ نفاق ہی کہ اوسکو

صاحبه من نفسه وهو نفاق الذين يولدون بين المؤمنين فيسمعون منهم كلمات الايمان فيقولون
منافق دلمیں تمیز نہیں کرتا یہہ اونکا نفاق ہی جو مسلمانوں میں پیدا ہوتی ہیں پھر اونسی ایمان کی باتیں سنکر جیسی سنی

مثل ما سمعوا اتباعا وتقليدا حتى انهم لو ولدوا بين اليهود والنصرى لقالوا مثل قولهم ولفعلوا مثل
ویسی ہی تقلیدا بولنی لگی اتنا کہ اگر اتفاقا یہود یا نصاری میں پیدا ہوتی تو اونکی سی کہا کرتی اور ویسا ہی کیا کرتی

فعلهم اتباعا او تقليدا من غير ان يلاحظوا من ای شیء خلقوا ولای شیء خلقوا ليعرفوا خالقهم وما امرهم به
یہہ لحاظ نہیں ہوتا کہ ہم کہاں سی پیدا ہوئی اور کس لئی پیدا ہوئی تاکہ اپنی خالق کو جانی اور اوسکی امر

وما نهاهم عنه بانزال الكتب وارسال الرسل فيكونون من الذين يقولون اذا ماتوا ووضعوا فی القبر
اور نہی کو جو بواسطہ انزال کتب اور ارسال رسل بھیجی ہین پہچانی پہر وہ اون لوگون مین ہین کہ جب مرکر قبر مین جاوینگی

وسألهم منكر ونكير لا ندری سمعنا الناس يقولون قولا فقلناه فانهم اذا اتاهم الملكان فی القبر ينطقون
اور منکر نکیر اونسی سوال کرینگی تو جواب دینگی ہم کچہہ نہیں جانتی ہم تو جو اور ونسی سنتی تہی وہ ہی ہم بہی کہتی تہی کیونکہ اونکی پاس گور مین جب دو فرشتی آوینگی

بما عندهم من غير زيادة ولا نقصان لان الانسان فی ذلك المحل لا يتدارك كما فی الدنيا ان يتكلم بما ليس فی
تو بی کم وکاست وہی بول اوٹہینگی جو دلمین تہا اسلئی کہ انسان گور مین ایسا مختار نہوگا جیسا دنیا مین تہا کہ زبان پر کچہہ اور دلمین کچہہ

قلبه بل ان كان عالما بالحق ينطق به وان كان شاكا فيه غير عالم به يقول لا ادری كما كان يقول بقلبه
بلکہ اگر حق جانتا تہا تو ویسا ہی کہیگا اور اگر اوسکو شک تہا تو کہیگا مین نہیں جانتا جیسی کہ جیتی جی دلمین کہتا تہا

فی حال حيوته لا ادری وقد روی انه عليه السلام قال اذا كان يوم القيمة ينادی مناد من كان يعبد
مین نہین جانتا اور روایت ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی قیامت کی دن منادی پکاریگا جو شخص جسکو پوجتا تہا

شيئا فليتبعه فمن عبد الشمس اتبعها ومن عبد القمر اتبعه ومن عبد الطواغيت اتبعها فيبقى هذه الامة
اب اوسکی ساتہہ رہی پہر جو آفتاب کی پوجا کرتا تہا اوسکی ساتہہ ہوگا اور جو گور پوجتا تہا گور کی ساتہہ ہوگا اور جو بتون کی پوجا کرتا تہا اونکی ساتہہ ہوگا پہر یہہ امت

وفيهم منافقوهم والمراد بالمنافقين فی هذا الحديث ليس الذين عبدوا الاصنام فی منازلهم سرا واظهروا للناس
مع اپنی منافقون کی باقی رہ جاویگی منافق سی مراد اسحدیث مین وہ لوگ نہیں ہین جو اپنی گہرونکی اندر پوشیدہ بت پرستی کرتی تہی اور مسلمانون کی

الاسلام فانهم يتبعون الطواغيت بمن اتبعها لانهم كانوا يعبدونها فيذهبون فی جهنم معها بل المراد بهم
سامنی اسلام ظاہر کرتی تہی یہہ لوگ تو بتون کی ساتہہ ہونگی کیونکہ یہہ تو بتون کو پوجتی تہی سو اونکی ساتہہ دوزخ مین جاوینگی بلکہ منافق سی مراد

الذين كان الريب فی قلوبهم وهم لا يعرفون ذلك لغلبة التقليد عليهم فان اكثر العوام بل كثير ممن كان
وہ لوگ ہین جنکی دلمین تردد تہا اور تقلید کی غلبہ سی اوسکو نہ سمجہی بیشک اکثر عوام بلکہ اس زمانہ مین اکثر ایسی شخص

فی شكل العلماء فی هذا الزمان لا يعرف حال نفسه فيظن انه فی درجة المعرفة واليقين مع انه لم يتيقن ايمانه
جو علماء کی صورت مین ہین اپنی حال سی خبردار نہیں ہین وہ یہہ سمجہتی ہین کہ ہمکو مرتبہ معرفت اور یقین کا حاصل ہو رہا ہی اور اصل مین ایمان

ولو بدرجة التقليد بل بعض المقلدين ينطق بكلمتی الايمان من غير ان يعرف معناهما ولا ان يميز بين
اگرچہ تقلید کی درجہ کا ہو بلکہ بعضی مقلدونکو کلمی ایمان کی زبان سی تو پڑہتی ہین پر اونکی معنون سی واقف نہیں ہین اور نہ اللہ مین

الله ورسوله لان اكثر الناس فی هذا الزمان ليسوا فی درجة الاعتقاد التقليدی الصحيح المطابق بل هم
اور اوسکی رسول مین تمیز کرتی ہین کیونکہ اس زمانہ کی اکثر لوگون کو درجہ تقلیدی اعتقاد کا جو صحیح اور مطابق ہوئی حاصل نہیں ہی بلکہ اونکو

فی درجة الاعتقاد التقليدی الفاسد الغير المطابق لما فی نفس الامر وما ذلك الا لاندراس العلماء الراسخين
تقلیدی فاسد اعتقاد کا درجہ برخلاف نفس الامر کی حاصل ہی اور یہہ تمام خرابی اسکی ہی کہ علماء جنکا علم راسخ تہا

فی العلم وكثرة الضالين المضلين من الدجاجلة الذين ينتمون الى التصوف لقطع طريق الدين على المسلمين
ہو چکی اور خود گمراہ اور گمراہ کرنیوالی دجال صفت متصوف بن کر بہت پہیل گئی شیطانی جال بچہا کر دین کی مسلمانون پر

بنصب حبائل الشياطين لما روی عن ابی هريرة انه عليه السلام قال يكون فی اخر الزمان دجالون كذابون
رہ زنی کرتی ہین چنانچہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا کہ آخر زمانہ مین دجال کی مانند جہوٹی پیدا ہونگی

یاویکم

یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباءکم فایاکم وایاہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم فانہ
ایسی حدیثیں روایت کرینگے کہ نہ تمنی سنی اور نہ تمہاری باپ دادای سو تم دور رہو انسی اور دور کرو انکو اپنی سی ایسا نہو کہ تمکو گمراہ اور فتنہ میں مبتلا کردیں

علیہ السلام بین فی ہذا الحدیث ان جماعۃ من اہل المکر والتلبیس یخرجون فی اخر الزمان
اس حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیہ بیان فرمایا کہ آخر زمانہ میں جماعت مکار و فریب باز

بزی العلماء والمشائخ ویقولون للناس نحن علماء ومشایخ نعلمکم دینکم ونرشدکم الی
علماء اور مشایخ کی وضع پر پیدا ہونگے کہینگے کہ ہم عالم اور شیخ وقت ہیں ہم تمکو دین سکہاتی ہیں اور راہ حق بتاتی ہیں

الحق وہم کذابون یحدثونکم بالاحادیث الکاذبۃ یعلمونکم اعتقادات فاسدۃ ویبتدعون
اور اصل میں جہوٹی ہونگے اور وضعی حدیثیں روایت کرینگے اور فاسد عقیدی تمکو سکہاوینگے اور نئی باطل

لکم احکاما باطلۃ فاحذروا عنہم ولا تقربوا منہم کیلا یضلونکم ولا یوقعونکم فی الفتنۃ فعلی
احکام تمہاری لئی گڑہ دینگے سو انسی بچو اونکے پاس نہ جاؤ مبادا تمکو گمراہ کردیں اور فتنہ میں نہ پہنسادیں اس

ہذا کل من لم یجاہد نفسہ فی ہذا الزمان لتعلم علم الایمان یموت علی انواع البدع والکفریات
مضمون کی موافق جو شخص اس زمانہ میں علم دین کیواسطے جان سی کوشش نہ کریگا تو وہ بیخبر طرح طرح بدعت اور کفریات پر مریگا

وہو لا یشعر بہا ویکون من الذین یقولون یوم القیمۃ ما حکی اللہ تعالی عنہم بقولہ یوم یقول
اور اوس زمرہ میں داخل ہوگا جنکی قول کی قیامت کی دن اللہ جل شانہ حکایت کرتاہی جسدن کہینگی

المنفقون والمنفقت للذین امنوا انظرونا نقتبس من نورکم فانہم یقولون ذلک لکونہم
منافق مرد اور عورتیں ایمان والوں کو ٹہرو ہم بہی لیلیں تمہاری روشنی سی سو یہہ لوگ یہہ ہی کہینگی کیونکہ یہہ

مشاۃ وکون المؤمنین علی رکاب تسرع بہم الی الجنۃ ونورہم بین ایدیہم وبایمانہم کما قال
پیادہ پا ہونگی اور مؤمنین گہوڑوں پر سوار کہ دوڑی جنت میں لیجاتی ہونگی اور اونکی سامنی اور داہنی روشنی ہوگی چنانچہ اللہ تعالی

یوم تری المؤمنین والمؤمنت یسعی نورہم بین ایدیہم وبایمانہم واختلف فی ذلک النور فقیل
جسدن تو دیکہی ایمان والی مرد اور عورتوں کو دوڑی چلتی ہی اونکی روشنی اونکی آگی اور اونکی داہنی اور اختلاف ہی اوس نور میں کوئی کہتاہی

المراد بہ الضیاء الذی یستضیئون بہ علی الصراط علی ما روی عن ابن مسعود رض انہ قال یؤتون
نور سی مراد روشنی ہی جسکی صراط پر روشنی ہوجاویگی ابن مسعود سی یہہ روایت ہی یہہ کہتی ہیں کہ اونکو

نورہم علی قدر اعمالہم فمنہم من یؤتی نورہم کالنخلۃ ومنہم من یؤتی نورہ کالرجل القائم وادناہم
اعمال کی موافق روشنی ملیگی بعضوں کو بمقدار کہجور کی درخت کی اور بعضوں کو بمقدار قد آدم اور کم سی کم

نورا من یکون نورہ علی ابہام رجلہ ینطفی تارۃ ویلمع اخری وقیل المراد بہ معرفۃ اللہ تعالی
نور میں وہ ہوگا کہ اوسکی پاؤں کی انگوٹہی پر روشنی ہوگی کبہی چمکتی کبہی بجہی ہوئی اور کوئی کہتاہی نور سی مراد اللہ تعالی کی معرفت ہی

فمقادیر الانوار یوم القیمۃ علی حسب مقادیر المعارف الالہیۃ المکتسبۃ فی الدنیا فلا نور
پہر قیامت کی دن روشنی باندازہ معارف الہی کی ہوگی جسقدر دنیا میں حاصل کی ہوگی سو

فی عرصۃ القیمۃ الا نور الایمان والطاعات التی اکتسب فی الدنیا باستعمال الالات البدنیۃ والقوی
قیامت کی میدان میں سوا نور ایمان اور عبادت کی جو دنیا میں بوسیلہ اعضاء بدنی اور قوای

الجسمانیۃ من الحواس الظاہرۃ والباطنۃ لتحصیل المعارف الربانیۃ فکل احد یعطی من النور یوم
جسمانی یعنی حواس ظاہر و باطن کی معارف ربانی حاصل کی ہونگی کوئی اور نور نہیں ہوگا پہر ہر ایک کو قیامت کی دن اتنا نور دیا جاویگا

القيمة مقدار ما اكتسبه في الدنيا من المعارف اليقينية ومن لم يكتسب في الدنيا شيئا من المعارف
جتنی اوسنی دنیا میں یقینی معارف حاصل کئے ہونگی اور جسنی یعنی معارف میں سی کچھ حاصل کیا ہوگا

اليقينية يمشي يوم القيمة في ظلمة بلا نور على ما روي عن ابي امامة انه قال يغشى الناس يوم القيمة
تو وہ قیامت کی دن اندھیری میں بی نور رہ جاویگا چنانچہ ابو امامہ سی روایت ہی وہ کہتی ہیں قیامت کی روز لوگوں کو

ظلمة شديدة ثم يقسم النور بينهم فيعطى كل مؤمن نورا بقدر علمه بالله تعالى وعمله ويترك
تاریک اندھیرا ڈھانپ لیگی پہر انمیں نور تقسیم ہوگا سو ہر مؤمن کو بقدر معارف الہیہ کی نور دیگا اور جو اسکی علم میں ہوگا اور

الكافر والمنافق في ظلمة لا يعطيان شيئا من النور بل يحال بينهما وبين المؤمنين بان يضرب بينهم
کافر اور منافق تاریک اندھیری میں رہ جاوینگی کچھ نور نہ ملیگا بلکہ انکی اور مؤمنین کی بیچ میں

سور دون جسر جهنم وفي الاية السابقة اشارة الى ان المراد بالمنفقين المذكورين فيها هم الشاكون
ایک دیوار جسر جہنم سی وری فاصل ہوجاویگی اور پہلی آیت میں یہہ اشارہ ہی کہ منافقین سی مراد وہ لوگ ہیں جو شک اور تردد میں گرفتار

المرتابون الذين يصلون في المساجد ويدخلون مع اهل الايمان في مداخل الاسلام ولذلك قال الله تعالى
اور مسجدوں میں نماز ادا کرتی تہی اور ایمان والوں کی ساتھ اسلامی مکانات میں آتی جاتی تہی اسی لئی اللہ تعالی فرماتا ہی

ينادونهم الم نكن معكم قالوا بلى ولكنكم فتنتم انفسكم وتربصتم وارتبتم وغرتكم الاماني حتى جاء
یہہ انکو پکاریں گی کیا ہم نہ تہی تمہاری ساتہہ وہ کہیں گی البتہ پر تمنی بچلادیا آپ کو اور راہ دیکہتی رہی اور دہوکی میں پڑی اور بہکی امیدوں میں آخر آگیا

امر الله وغركم بالله الغرور فدلت الاية على انهم لم يعبدوا صنما بل كانوا مع المؤمنين لكن لم يكونوا
حکم اللہ کا اور تمکو بہکادیا اللہ کی نام سی مغرور نی سو یہہ آیت دلالت کرتی ہی کہ وہ لوگ بت پرست نہیں تہی بلکہ مؤمنین کی ہمراہ رہتی تہی پر انہوں نی

عارفين بما وجب عليهم معرفته حتى جاءهم امر الله الذي هو الموت فقال لهم يوم القيمة فاليوم
جو انپر واجب تہا وہ معرفت الہی حاصل نکی آخر حکم الہی یعنی موت آگئی لوگوں کو قیامت کی دن یہہ حکم ہوگا سو آج

لا يؤخذ منكم فدية ولا من الذين كفروا ماواكم النار هي مولاكم وبئس المصير فاذا كان كذلك ينبغي
تمسی نہیں قبول فدیہ اور نہ کافروں سی تمہارا ٹھکانا دوزخ ہی وہی تمہارا رفیق ہی اور بری بازگشت پس جب مراد یہہ ہوئی تو

للمؤمن المقلد ان لا يغتر ويستدل بقوة تصميمه وكثرة عبادته انه على الحق لتوجه النقض عليه
مقلد مؤمن کو لایق ہی کہ ہرگز مستی نکری اور نہ اپنی تصمیم کی قوت اور کثرت عبادت سی یہہ استدلال کری کہ میں حق پر ہوں کیونکہ اسپر یہہ اعتراض ہوگا

بتصميم اليهود والنصارى على اباطيلهم تقليدا لابائهم الضالين المضلين فان تصميم المقلد على كون
کہ یہود اور نصاری بہی جہوٹی باتوں پر اپنی باپ دادا ضالین مضلین کی تقلید سی جم رہی ہیں اس لئی کہ مقلد کی تصمیم کسی

شيء حقا وعدم رجوعه عنه ولو نشر بالمناشير لا يدل على كونه في دينه على بصيرة لان جزمه
شی کی حقیقت پر اور اوس سی نہ ٹلنا اگرچہ اوسکو آری سی چیرا جاوی دلالت نہیں کرتی کہ وہ اپنی دین میں بصیرت پر ہی کیونکہ اوسکا جزم

وتصميمه على كون شيء حقا ليس من حيث معرفته بكونه حقا بل من حيث نشأته بين قوم يدينون
اور تصمیم کسی شی کی حقیقت کا باعتبار معرفت یقینی حقیت کی نہیں ہی بلکہ اس سبب سی ہی کہ وہ ایسی قوم میں پیدا ہوا ہی کہ وہ اوس شی کا

به وللنشأة والمخالطة اثر عظيم في تصميم كون شيء حقا سواء كان حقا او لم يكن الا ترى ان مثل هذا
اور پیدایش اور میل جول کو اشیا کی حقیت میں بڑا اثر ہی برابر ہی کہ وہ حق ہو یا ناحق دیکہو ایسی

التصميم يوجد عامة من ذوي الجهل المركب كاليهود والنصارى ولهذا قال بعض العلماء من جزم في
تصمیم تمام جہل مرکب میں ہوتی ہی جیسی یہود اور نصاری اسی لئی بعض علما کہتی ہیں جو شخص

قلبه

قلبه بكون شئ حقا ولم يدر لذلك الجزم سببا خاصا يرجع اليه فليس له فى دينه بصيرة

یعنی دلمیں کسی شی کو حق یقین کرلی اور اوس یقین کی ایسی خاص دلیل معلوم نہو جسکی طرف رجوع کرین تو اوسکو دین کی اندر بصیرت نہین ہی

اذ لا ملازمة بين الجزم الاعتقادى وكون ما جزم به حقا فاذا لم يكن بينهما ملازمة يجب عليه ان

کیونکہ اس اعتقادی یقین میں اور اوس شی کی حقیقت مین کوئی علاقہ نہیں ہی جب اون دونومین علاقہ نہوا تو پہر اوسپر واجب ہی کہ

ياتى بما يكون به بينهما ملازمة ليتميز ما كان عليه من الدين اهو حق ام لا حتى يكون فى دينه على

اون دونوں میں علاقہ پیدا کری تاکہ اوسکو یہہ تمیز ہو کہ آیا میرا دین حق ہی یا نہین تاکہ اوسکو دین کی

بصيرة وانما يحصل ذلك بالنظر الصحيح بالبراهين لا بالضرورة اذ قد جرت عادة الله تعالى

بصیرت پیدا ہو اور یہہ تمیز بجز نظر صحیح اور براہین کی بداہت سی نہیں ہوتی کیونکہ عادت الٰہی یوں جاری ہی

ان يحصل بالبرهان لا بالضرورة اذ لو كان حصوله بالضرورة لادركه جميع العقلاء ويكفى فى

کہ دلایل سی ہو بداہت سی نہو اگر یہہ تمیز بداہت سی حاصل ہوا کرتی تو تمام عقلا حاصل کر لیا کرتی اور مکلف کو

خروج المكلف من التقليد الدليل الجملى الذى يحصل له به فى الجملة العلم والطمانينة بعقائد

تقلید سی پاک ہونی مین مجمل دلیل بہی کافی ہی جس سی کچہہ علم اور طمانیت عقاید ایمان میں حاصل ہو جاوی

الايمان بحيث لا يقول بقلبه لا ادرى سمعت الناس يقولون قولا فقلته ولا يشترط القدرة على

اتنا کہ اپنی دل میں یوں نہ کہی کہ میں نہیں جانتا لوگوں سی جو بات سنتا ہا وہی میں بہی کہتا رہا اور یہہ شرط نہیں ہی کہ اوس دلیل کو

ترتيبه على الوجه الذى يرتبه العلماء ولا القدرة على دفع الشبهة الواردة عليه من جهة المبتدعة

علماء کی طور پر موافق قواعد منطقی کی مرتب کری اور نہ یہہ شرط ہی کہ بدعتیوں کی شبہات دفع کرنیکی استعداد ہو

ولا القدرة على التعبير عنه بل اذا فهمه بحيث يخرج به عن التقليد فهو عارف وان لم يقدر ان

اور نہ یہہ شرط ہی کہ اوسکو صاف بیان کری بلکہ اوسکو اتنا سمجہہ لیا کہ تقلید سی پاک ہو جاوی تو پہر وہ عارف ہی اگرچہ اوس مجمل دلیل کو

يعبر عما فى ضميره من ذلك الدليل الجملى ولا ان يرد شبهة يوردها مبتدع عليه لان كثيرا من

دل ہی زبان پر نہ لا سکی اور نہ یہہ شرط ہی کہ بدعتی جو شبہات وارد کرین رد کیا کری کیونکہ اکثر

العلماء يعجزون عن التعبير عما فى ضمائرهم من العلوم المحققة عندهم فكيف بالعامة والحاصل

علماء اپنی حقیقی علوم کو بیان کرنی سی عاجز ہوا کرتی ہین پہر عوام کی تو کیا اصل ہی حاصل یہہ ہی

ان من اراد ان يعلم قدر نفسه من عقائد الايمان هل هو فى مرتبة المعرفة ام فى مرتبة التقليد

کہ جو شخص اپنا حال معلوم کیا چاہی کہ عقاید ایمانی مین آیا مجہکو مرتبہ معرفت کا ہی یا ابہی مرتبہ تقلید مین ہوں اور آیا میں اپنی عقاید میں

وهل هو مصيب فى عقائده ام غير مصيب فيها يلزمه ان يسئل عن حقيقة المعرفة وعن حقيقة

صواب پر ہوں یا خطا پر تو اوسکو لازم ہی کہ معرفت کی حقیقت اور تقلید کی حقیقت

التقليد ليميز احدهما عن الاخر ويعلم ايهما حاصل له فالمعرفة هى الجزم الموافق لما عند الله تعالى

دریافت کری تاکہ ایک کو دوسری سی تمیز کری اور جان لی کہ مجہکو دونوں میں سی کیا حاصل ہی سو معرفت تو یقین کرنا موافق حکم الٰہی کی

بشرط ان يحصل ذلك الجزم بدليل واما الجزم الحاصل بغير دليل فلا يسمى معرفة بل يسمى اعتقادا

بشرطیکہ وہ یقین دلیل سی حاصل ہوا ہو اور جو یقین بی دلیل حاصل ہوا ہو تو اوسکو معرفت نہین کہتی بلکہ وہ اعتقاد کہلاتا ہی

سواء كان موافقا لما عند الله تعالى او لم يكن والتقليد هو الجزم بقول الغير من غير دليل سواء كان

برابر ہی کہ موافق علم الٰہی کی ہو یا نہو اور تقلید یقین کرنا غیر کی کہنی سی بلا دلیل برابر ہی

حقا وباطلا لان المقلد لا معرفة عنده وانما عنده الجزم بقول الغير خاصة سواء كان حقا او باطلا

کہ حق ہو یا باطل سو مقلد کو معرفت کبھی نہیں ہوتی اوسکو صرف یقین غیر کی کہنی کا ہوتا ہی برابر ہی کہ حق ہو یا باطل

فمن علم هاتين الحقيقتين ثم نظر الى ضميره ايهما حاصل له فيه فانه يعرف ما هو الحاصل له منهما

اب جو شخص ان دو حقیقت کو سمجھی پھر اپنی دل مین سوچی تو جان لیگا کہ اوسکو دونوں میں سی کونسا مرتبہ حاصل ہی

فان كان الحاصل له منهما هو التقليد لا المعرفة يجب عليه اولا اقامة البرهان لتحصيل المعرفة

پس اگر اوسکو مرتبہ تقلید کا ہی معرفت کا مرتبہ نہیں ہی تو اوسپر واجب ہی کہ پہلی دلیل قایم کری تاکہ معرفت ایمانی

في عقائد الايمان وثانيا البحث عن العقائد الصحيحة حتى يعلم هل كان مصيبا في عقائده ام

عقائد کی حاصل ہو پھر صحیح صحیح عقاید کی بحث کری تاکہ معلوم ہو کہ اپنی عقاید میں حق پہ تہا یا نہیں

لم يكن فان وجد نفسه على الصواب فيها يشكر الله تعالى على هذه النعمة العظيمة التي لا يكافيها

پھر اگر وہ اپنی آپ کو صواب پر پاوی تو اس نعمت عظیمہ پر جسکی برابر کوئی دنیا کی متاع نہیں ہی شکر اللہ تعالی کا ادا کری

من متاع الدنيا وان لم يجدها على الصواب فيها يفترض عليه ان يسعى في تصحيح اعتقاده بالبرهان

اور اگر صواب پر نہ پاوی تو اوسپر فرض ہی کہ واسطی صحت عقاید کی دلایل میں کوشش کری

حتى يحصل له النجاة من عذاب النار والدخول في دار القرار يسرنا الله تعالى بفضله المجلس السابع

تاکہ اوسکو دوزخ کی عذاب سی نجات ملی اور بہشت میں جانا میسر ہو الہی اپنی فضل سی ہمپر آسان کر ساتویں مجلس

في بيان مؤمن به وبيان لزوم الايمان به اجمالا على الاصح وتفصيلا

ان چیزوں کی بیان میں جن پر ایمان لانا چاہئی اور ان پر ایمان مجملا لازم ہی موافق مذہب اصح کی اور تفصیلا

عند البعض قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لجبريل عليه السلام حين جاءه على

بعض کی نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی جبرئیل سی فرمایا جب اوکی پاس

صورة رجل غريب وسئله عن الايمان الايمان ان تؤمن بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم

ایک مرد مسافر کی صورت میں آئی اور پوچھا ایمان کیا ہی ایمان یہہ ہی کہ تو ایمان لاوی اللہ پر اور اوسکی فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں پر اور قیامت کی

الاخر وتؤمن بالقدر خيره وشره هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه عمر بن الخطاب وهو

دن پر اور تو یقین کری نیک اور بد کی تقدیر کا یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی عمر بن الخطاب کی روایت سی اور حدیث میں

جامع لاصول الدين وما يصح الاعتقاد عليه فان الاصل في الاعتقاد معرفة المبدء والمعاد وانما

تمام اصول دین کی اور جس جس پر اعتقاد کرنا چاہئی سب مذکور ہیں اسلئی کہ اصل تمام اعتقادیات میں مبدا اور معاد کی معرفت ہی اور

ذكرت الملئكة وما عطف عليه ليتوصل الى معرفة المعاد لان معرفة المبدء اقتضيها العقول

ملائکہ کا جو معہ معطوفات کی ذکر ہی تو واسطی معرفت معاد کی ہی اسلئی کہ مبداء کی معرفت کو تو سلیم عقلیں پا لیتی ہیں

السليمة لكونها ثابتة في فطرة بني ادم من مبدء خلقتهم بمقتضى قوله تعالى فطرة الله التي

اسلئی کہ بنی آدم کی اصل فطرت میں ابتداء پیدایش سی ثابت ہی موافق قول اللہ تعالی کی تراش اللہ کی جسپر

فطر الناس عليها واما معرفة المعاد والاستعداد له فلا سبيل اليها الا بتوفيق من الله تعالى

کہ تراشا آدمیوں کو اور رہی معرفت معاد کی اور اوسکا سامان سو اوسکا کوئی راہ نہیں ہی بجز توفیق الہی کی

بواسطة الانبياء الذين وصل اليهم علم ذلك بارسال الرسل من الملئكة بانزال الكتب فلذلك

بوسیلہ انبیا علیہم السلام کی جنکو اوسکا علم بواسطہ فرشتوں کی اور بوسیلہ کتب منزلہ کی حاصل ہوا ہی اسی لئی میں

دخل

دخل جميع ذلك في مفهوم الايمان وذكر كله في هذه الحديث فلابد لطالب معناه من الاستكشاف

بسبب ایمان کی مفہوم مین داخل ہین اور اس حدیث مین سب مذکور ہین سو جو اسکی معنی کا طالب ہو اوسکو ضرور ہی کہ حقیقت

عن حقيقة معنى الايمان بهذه الاشياء الستة المذكورة فيه ليكون في دينه على بصيرة

ایمان کی تہہ کو ان چہوں اسیاء مذکورہ کی تفصیل سی دریافت کری تاکہ دین مین بصیرت ہو

الاول مما يجب الايمان به الايمان بالله تعالى والمراد من الايمان به تعالى العلم بوجوده وقدمه وكونه

اول ایمان اللہ پر واجب ہی اور اللہ پر ایمان لانی سی یہہ مراد ہی کہ اوسکو موجود اور قدیم اور

واحدا ومتصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة وسائر ما يليق به من الصفات لكن العلم

واحد اور صاحب قدرت اور صاحب ارادہ اور علیم اور حی اور تمام صفات لائقہ سی موصوف جانی لیکن اوسکی

بوجوده لا يمكن ان يحصل بالحس لانه تعالى ليس محسوسا كالشمس والقمر حتى يمكن العلم بوجوده

وجود کا علم حواس سی حاصل ہونا ممکن نہین کیونکہ اللہ تعالی مانند آفتاب اور مہتاب کی نظر نہین آتا تاکہ اوسکا وجود حواس کی وسیلی

بالحس وليس العلم بوجوده ضروريا كالعلم بكون الاثنين اكثر من الواحد حتى يعلم وجوده بالضرورة

معلوم ہو جاوی اور نہ علم اوسکی وجود کا ایسا بدیہی ہی جیسا دو کا عدد ایک سی زیادہ ہی تاکہ اوسکا علم بالبداہت خود بخود آجاوی

بل انما يعلم وجوده تعالى بالدليل وذلك الدليل وجود العالم فانه لكونه حادثا يحتاج الى محدث

بلکہ علم اوسکی وجود کا دلیل سی حاصل ہوتا ہی اور وہ دلیل عالم کا وجود ہی کیونکہ عالم حادث ہونی کی سبب پیدا کرنیوالیکا محتاج ہو کر

يدل على ان له محدثا وذلك المحدث لابد ان يكون قديما واحدا متصفا بالقدرة والارادة والعلم

دلالت کرتا ہی کہ اوسکا کوئی پیدا کرنیوالا ہی اور وہ پیدا کرنیوالا بالضرور قدیم واحد قدرت والا ارادہ والا علیم

والحيوة لانه لو لم يكن قديما بل كان حادثا لكان محتاجا الى محدث فيلزم الدور والتسلسل وكلاهما

اور حی ہونا چاہئی اسواسطی کہ اگر قدیم نہو بلکہ حادث ہو تو پہر وہ خود محدث کا محتاج ہو دیگا آخر یا دور لازم آویگا یا تسلسل اور یہہ دونو

محال ولو لم يكن واحدا بل كان اكثر من واحد لوقع بينهما التمانع المقتضي لعدم وجود العالم

محال ہین اور اگر واحد نہووی بلکہ کئی ہوں تو آپسمین روک ٹوک واقع ہو کی جس سی عالم کا وجود نہو سکی

ولو لم يكن متصفا بالقدرة والارادة والحيوة والعلم لكان عاجزا عن ايجاد شيء من العالم لان

اور اگر قدیر اور صاحب ارادہ اور حی اور علیم نہووی تو ایسا عاجز ہوگا کہ عالم میں سی کوئی شی بہی پیدا نہ کر سکی اسلئی

الايجاد اثر القدرة وتاثير القدرة في شيء من الاشياء يقتضي ارادة ذلك الشيء وارادة ذلك الشيء

کہ ایجاد قدرت کا اثر ہوتا ہی اور قدرت کی تاثیر کسی شی مین بدون ارادہ اوس شی کی نہین ہو سکتی اور ارادہ اوس شی کا

يقتضي العلم به لان القصد الى ايجاد شيء مع عدم العلم به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلث

بدون علم کی نہین ہو سکتا اسلئی کہ پیدا کرنا کسی شی کا بی جانی بوجہی محال ہی اور یہہ تینوں صفتیں بدون

يقتضي الحيوة لكونها شرطا فيها فعلى هذا يكون وجود العالم بل وجود كل ذرة من ذراته دليلا قطعيا

حیات کی نہین ہو سکتیں اسلئی کہ حیات انمین شرط ہی اس بیان کی موافق عالم کا وجود بلکہ ہر ہر ذرہ کا وجود یقینی دلیل ہی

على وجوده تعالى وقدمه وكونه واحدا ومتصفا بهذه الصفات الاربع اذ لا يعرف من صفاته تعالى

اوسکی وجود اور قدم اور وحدت پر اور ان چاروں صفات سی موصوف ہونی پر اس لئی کہ اوسکی صفات

بالعقل الا ما يتوقف عليه افعاله واما ما لا يتوقف عليه افعاله كالسمع والبصر والكلام فيجوز ان

عقل سی وہی معلوم ہو سکتی ہین جن پر اللہ کی افعال موقوف ہین اور جن پر افعال موقوف نہین جیسی سمع اور بصر اور کلام سو جایز ہی کہ

یستدل علی ثبوتها له تعالی تارة بالعقل وتارة بالنقل اما وجه الاستدلال علی ثبوتها له تعالی

کہ انکی ثبوت ہے کبھی عقلی دلیل قایم کریں اور کبھی نقلی دلیل عقلی انکی ثبوت کی تو یہہ ہے

بالعقل فهو انها صفات کمال واضدادها صفات النقصان واتصافه تعالی بصفات الکمال

کہ یہہ صفتیں کمال کی ہیں اور انکی ضدیں صفتیں نقصان کی ہیں اور اللہ تعالی کا موصوف ہونا صفات کمال سے

وعدم اتصافه بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه تعالی بتلك الصفات واما وجه

اور بری ہونا صفات نقصان سے واجب ہے اس سے لازم آیا کہ اللہ تعالی ان صفات سے موصوف ہو اور وجہ

الاستدلال علی ثبوتها له تعالی بالنقل فهو ان الشرع قد ورد بثبوتها له تعالی فوجب القطع بثبوتها

نقلی دلیل انکی ثبوت کی یہہ ہے کہ شرع سے ان صفات کا ثبوت ثابت ہے سو انکی ثبوت کا یقین کرنا واجب ہے

له تعالی ودلیل النقل فی هذه المسئلة اولی من دلیل العقل لان تلك الصفات لا یتوقف علیها

اور اس مسئلہ میں نقلی دلیل عقلی دلیل سے بہتر ہے اس لئے کہ ان صفات پر افعال الہی موقوف نہیں ہیں

افعاله تعالی حتی یستدل بها علی ثبوتها له تعالی وذاته تعالی لم یکن معلوما لاحد حتی یعلم

تاکہ اون افعال سے ان صفات کو ثابت کریں اور ذات الہی کسیکو معلوم نہیں ہے جس سے یہہ معلوم ہو

انها فی حقه تعالی کمال یجب اتصافه بها بحیث لو لم یتصف بها یلزم ان یتصف باضدادها

کہ یہہ صفات بہ نسبت ذات الہی کی کمال کی ہیں اسکا موصوف ہونا ضروری ہے ایسا کہ اگر ان صفات سے موصوف نہوگا تو انکی اضداد پیدا ہونگی

وما ذکر من کونها کمالا انما هو بالنسبة الینا ولا یلزم من کون الشیء بالنسبة الینا کمالا ان یکون

اور ان صفات کو کمال جو کہتے ہو تو یہہ ہماری حق میں ہیں اور ہماری حق میں کمال ہونے سے لازم نہیں آتا کہ

فی حقه تعالی کمالا والثانی مما یجب الایمان به الایمان بالملئکة والمراد من الایمان بها العلم

اللہ کی ذات میں کمال ہوں دوسری جسپر ایمان لانا چاہئے ملائکہ ہیں اور ملائکہ پہ ایمان لانے سے یہہ مراد ہے

بوجودها لکن لا سبیل الی اثبات وجودها بدلیل العقل بل هو مما انعقد علیه الاجماع ونطق به

کہ ملائکہ کو موجود جانے پر انکا وجود عقلی دلیل سے کسی راہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ انکی وجود پر اجماع ہو چکا ہے اور

الکتاب والسنة فان ظاهر الکتاب والسنة یدل علی وجودهم وکونهم اجساما لطیفة نورانیة

کتاب اور سنت سے ثابت ہے بیشک ظاہر معنی کتاب اور سنت کی یہہ ہی دلالت کرتی ہیں کہ فرشتے موجود ہیں لطیف اور نورانی جسم

کاملة فی العلم قادرة علی الافعال الشاقة وعلی التشکل باشکال مختلفة ولا یوصفون بالذکورة

علم میں کامل دشوار سے دشوار کار کر سکتے ہیں اور مختلف صورتیں بدل سکتے ہیں اور نہ نر ہیں

ولا انوثة شانهم الطاعات ومسکنهم السموات وهم رسل الله علی انبیائه وامناؤه علی وحیه

اور نہ مادہ شغل اونکا عبادت اور مکان اونکا آسمان اور وہ ہی اللہ کی طرف سے انبیا کی پاس بھیجے ہوئے آتے ہیں اور وحی پر امین ہیں

فمن ثبت تعیینه باسمه کجبرئیل ومیکائیل واسرافیل وعزرائیل یجب الایمان به تفصیلا ومن

اور جن فرشتوں کی تعیین نام سے ثابت ہے جیسے جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل اور عزرائیل اون پر تفصیلی ایمان واجب ہے اور

لم یعرف اسمه یجب الایمان به اجمالا والثالث مما یجب الایمان به الایمان بالکتب والمراد من الایمان

جنکا نام معلوم نہیں اون پر اجمالی ایمان واجب ہے اور تیسری شی جسپر ایمان واجب ہے کتابیں ہیں اور کتابوں پر ایمان لانے سے یہہ مراد ہے

بها العلم بکونها کلام الله تعالی انزل علی انبیائه وجملتها مائة واربعة کتب انزل منها علی ادم علیه السلام

کہ یقین کرے کہ خدا کا کلام ہے اپنی انبیا پر نازل کیا ہے اور تمام کتابیں ایک سو چار ہیں اونمیں سے حضرت آدم پر

عشر صحائف وعلى شيث عليه السلام خمسون صحيفة وعلى ادريس ثلثون صحيفة وعلى ابراهيم
دس صحیفہ نازل ہوئی اور حضرت شیث پر پچاس اور حضرت ادریس پر تیس اور حضرت ابراہیم پر
عليه السلام عشر صحائف وعلى موسى عليه السلام التورٰية وعلى داود عليه السلام الزبور وعلى
علیہ السلام پر دس اور حضرت موسی علیہ السلام پر توریت اور حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور اور
عيسى عليه السلام الانجيل وعلى محمد عليه الصلوٰة والسلام القران فما ثبت تعينه باسمه يجب
حضرت عیسی علیہ السلام پر انجیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اور جس کتاب کی تعیین نام سی ثابت ہی
الايمان به تفصيلا ومالم يعرف اسمه يجب الايمان به اجمالا والرابع مما يجب الايمان به الايمان
تو اوسپر تفصیلی ایمان واجب ہی اور جسکی تعیین نام سی نہین ہی اوسپر اجمالی ایمان واجب ہی اور چوتھی جسپر ایمان لانا واجب ہی
بالرسل والمراد من الايمان بهم العلم بكونهم صادقين فيما اخبروا به عن الله فانه تعالى بعثهم
رسول ہین اور مراد رسولون پر ایمان لانی سی یہہ ہی کہ یقین کری کہ وہ اپنی اپنی خبرون مین جو خدا کی طرف سی لائی ہین سچی ہین بیشک اونکو اللہ تعالی نی
الى عباده ليبلغوهم امره ونهيه ووعده ووعيده وايدهم بالمعجزات الدالة على صدقهم اولهم
اپنی بندون کی پاس بھیجا تاکہ اوسکا امر اور نہی اور وعدہ اور وعید پہنچا دین اور معجزات سی اونکی مدد کی جو اونکی صداقت پر دلالت کرتی ہین سب میں پہلی
ادم عليه السلام واخرهم محمد عليه الصلوٰة والسلام ولم يبين فى القران عددهم كم هم بل المذكور
آدم علیہ السلام ہین اور سب سی آخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مین اونکی گنتی نہین ہی کتنی ہین بلکہ قرآن مین
فيه منهم باسمه العلم على ما ذكره بعض المفسرين ثمانية وعشرون وهم ادم وادريس ونوح وهود
نام معین لیکر بعض مفسرین کی قول کی موافق اٹھائیس کا ذکر ہی وہ یہہ ہین آدم اور ادریس اور نوح اور ہود
وصالح وابرهيم واسمٰعيل واسحٰق ويعقوب ويوسف ولوط وموسى وهرون وشعيب وزكريا
اور صالح اور ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور یوسف اور لوط اور موسی اور ہارون اور شعیب اور زکریا
ويحيى وعيسى وداود وسليمن والياس واليسع وذا الكفل وايوب ويونس ومحمد وذو القرنين وعزير
اور یحیی اور عیسی اور داؤد اور سلیمان اور الیاس اور الیسع اور ذالکفل اور ایوب اور یونس اور محمد اور ذو القرنین اور عزیر
ولقمن على القول بنبوة هذه الثلثة الاخيرة صلوٰت الله وسلامه عليهم اجمعين قال بعض
اور لقمان بموجب قول ان تینون کی نبوت کی جو آخر مین ہین رحمت اللہ کی اور سلام ان سب پر بعضی
العلماء يجب على المؤمن ان يعلم صبيانه ونسائه وخدمه اسماء الانبياء الذين ذكرهم الله تعالى فى
علماء کہتی ہین کہ ہر مؤمن پر واجب ہی کہ اپنی بچون اور عورتون اور غلامون کو ان انبیا کا نام سکہا دی جنکا ذکر اللہ تعالی نی
كتبه حتى يؤمنوا بهم ويصدقوا جميعهم ولا يظنوا ان الواجب عليهم الايمان بمحمد عليه الصلوٰة والسلام
اپنی کتاب مین کیا ہی سکہا دی تاکہ وہ ان سب پر ایمان لاوین اور سب کی تصدیق کرین اور یہہ خیال نہ کرین کہ ایمان صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واجب ہی
فقط لا غير فان الايمان بجميع الانبياء سواء ذكر اسمه فى القران او لم يذكر واجب على المكلف فمن
اور کا نہین کیونکہ ایمان تمام انبیا پر لانا قرآن مین اونکا نام مذکور ہو یا نہو مکلف پر واجب ہی پھر جسکی
ثبت تعينه باسمه يجب الايمان به تفصيلا ومن لم يعرف اسمه يجب الايمان به اجمالا والخامس
تعیین نام سی ہوگئی ہی اوسپر تفصیلی ایمان لانا چاہی اور جسکا نام معلوم نہین اوسپر اجمالی ایمان لانا چاہی اور پانچوین شی
مما يجب الايمان به الايمان باليوم الاخر والمراد من الايمان به العلم بما يكون فيه من احوال
جسپر ایمان لانا واجب ہی قیامت کا دن ہی اور قیامت کی دن پر ایمان لانی سی مراد ہی یقین کرنا اون حالات

الاخرة التي اول منزل من منازلها القبر واحياء الميت فيه وسؤال منكر ونكير وهما ملكان
آخرت کا جو اوس روز کہ منزلوں میں سی پہلی منزل قبر ہی اور اوسمیں زندہ کرنا مردہ کا اور سوال منکر نکیر کا اور وہ دو فرشتی ہیں

مهيبان يقعدان العبد في قبره ويسألانه عن ربه وعن دينه وعن نبيه ويقولان له من
ہیبت ناک صورت قبر میں مردہ کو بٹھا کر اوس سی پوچھتی ہیں پروردگار کو اور دین کو اور نبی کو اور اوس سی کہینگی کون ہی

ربك وما دينك ومن نبيك وسؤالهما اول فتنة بعد الموت فمن وفق الى الجواب يكون قبره
تیرا رب اور کیا ہی تیرا دین اور کون سی تیرا نبی اور اونکا یہ سوال موت کی بعد پہلا فتنہ ہی سو جسکو جواب کی توفیق ہوئی تو اوسکی گور

روضة من رياض الجنة ومن لم يوفق الى الجواب يكون قبره حفرة من حفر
ایک چمن ہی بہشت میں کا اور جسکو جواب کی توفیق نہوئی تو اوسکی گور ایک گڑہا ہوگا دوزخ میں کا

النار ثم اذا بعث الناس من قبورهم الى الموقف قاموا فيه
پہر جب کہ آدم کو قبروں میں سی اوٹھا کر موقف میں لیجاوینگی اور وہ اوسجگہہ کہڑی رہینگی

ما شاء الله حفاة عراة واذا جاء وقت الحساب يؤتى بالكتب التي كتبها الكرام الكاتبون لان
جسقدر مرضی اللہ کی ہوگی ننگی پاؤں ننگی بدن اور جب وقت حساب کا ہوگا تو حکم ہوگا اعمالنامی کا جو کرام کاتبین نی لکہہ رکھی ہیں اسلئی

الناس اذا بعثوا من قبورهم لا يكونون ذاكرين لاعمالهم فيؤتون كتبهم ليقفوا على اعمالهم فمنهم من
کہ جب آدمی اپنی قبروں میں سی اوٹھائی جاوینگی تو اونکو اپنی اعمال کچھہ یاد نہوں گی سو اونکو نامہ اعمال دیئی جاوینگی تاکہ اپنی اعمال کی خبردار ہوجاویں

يؤتى كتابه بيمينه وهو من السعداء لان اخذ الكتب باليمين علامة دخول الجنة وعدم الخلود
نامہ اعمال داہنی ہاتھ میں ملیگا وہ تو سعید ہوں گی کیونکہ نامہ اعمال کا داہنی ہاتھ میں لینا بہشت میں جانی کی اور دوزخ میں ہمیشہ

في النار ومنهم من يؤتى كتابه بشماله او من وراء ظهره وهو من الاشقياء واذا وقف الناس
نرہنی کی نشانی اور بعضوں کو نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں ملیگا یا پیٹھ کی طرف سی اور وہ شقی ہونگی سو جب آدمی اپنی عملوں پر

على اعمالهم يحاسبون بها واذا انقضى الحساب ينصب الميزان لوزن الاعمال اذ بالحساب
سو جاوینگی تو پہر اوسی حساب ہوگا پہر جب حساب ہو چکیگا تو اعمال تولنی کی واسطی ترازو قایم کی جاویگی اسلئی کہ حساب سی

يعلم العبد ما هو المقبول من الاعمال الصالحة وما هو المردود منها وما هو المغفور من الاعمال
معلوم ہوگا آدمی کو کہ نیک عملوں میں سی کونسا مقبول ہی اور کونسا مردود ہی اور کونسا اعمال بد میں سی معاف ہوا

السيئة وما هو المؤاخذ بها وبالوزن يطلع على ما يستوجبه من الثواب والعقاب وبعلم مقدار
اور کونسی پر سزا ہوگی اور تولنی سی معلوم ہوگا کس عمل پر ثواب ملیگا اور کس پر عذاب ہوگا اور معلوم ہوگا اندازہ

ثواب المقبول من الاعمال الصالحة ومقدار عقاب المؤاخذ من الاعمال السيئة ولذلك يكون
ثواب کا اعمال نیک میں سی مقبول کا اور اندازہ عذاب کا اعمال بد میں سی قابل دارگیر کا اسی لئی

بعد الحساب نصب الميزان وقد ورد في الخبر ان احدى كفتيه من نور والاخرى من ظلمة فالكفة
میزان بعد حساب کی قایم ہوگی اور حدیث میں مذکور ہی کہ ترازو کا ایک پلڑا نور کا ہوگا اور دوسرا اندہیر کا یعنی سیاہ پس روشن

النيرة للحسنات والكفة المظلمة للسيئات والناس في الاخرة على ما قال علماؤنا ثلاثة اصناف
روشن پلڑا واسطی نیکوں کی ہی اور سیاہ پلڑا واسطی بدیوں کی اور سب آدمی آخرت میں موافق قول ہماری علماء کی تین قسم ہونگی

كفار ومتقون ومخلطون اما الكفار فيوضع كفرهم في الكفة المظلمة ولا يوجد لهم حسنة حتى
کفار اور متقی اور ملی جلی پہر کفار کا کفر سیاہ پلڑی میں رکہا جاویگا اور کوئی عمل نیک اونکا نہوگا

توضع فی الکفة الاخری فتبقی فارغة فترتفع لفراغها وخلوها عن الخیر فیامر الله تعالی بهم الی
پلڑے میں رکھا جاوی ناچاروہ خالی رہ جاوینگا پہر او پرکو اٹہا ہوگا ہلکا اور عمل نیک سی خالی ہوکر تب حکم ہوگا اللہ تعالی کا

النار واما المتقون فهم الذین لا کبائر لهم فتوضع حسناتهم فی الکفة النیرة وصغائرهم ان کانت
اونکی حق مین دوزخ کا اور پرہیزگار شخص جس سی گناہ کبیرہ نہین ہوئی اونکی حسنات روشن پلڑہ مین رکہی جاینگی اور اونکی گناہ صغیرہ اگر

لهم الصغائر فی الکفة الاخری فلا یجعل الله تعالی لتلك الصغائر وزنا وتثقل الکفة النیرة حتی
بالفرض ہون گی تو دوسری پلڑہ مین سو اسہ تعالی اون صغائر کو ہلکا بی وزن کر دیگا اور وہ روشن پلڑہ ایسا بہاری ہو جاویگا

لا تبرح من مکانه وترتفع الکفة المظلمة ارتفاع الفارغ الخالی واما المخلطون وهم الذین ارتکبوا
کہ اپنی جگہ سی نہین اتہریگا اور سیاہ پلڑہ ایسا بلند ہو جاویگا جیسی ہلکا خالی ہو اور ملے ہوئے گنہگار شخص جو کہ کبیرہ گناہ کرتی رہی

الکبائر ولم یتوبوا عنها فتوضع حسناتهم فی الکفة النیرة وسیاتهم فی الکفة المظلمة فیکون
اور توبہ کی سو اونکی حسنات تو روشن پلڑہ مین رکہی جاوینگی اور اونکی اعمال بد سیاہ پلڑی مین آجوے

لکبائرهم ثقل فمن کانت حسناته اثقل ولو بصوابة یدخل الجنة ومن کانت سیاتهم اثقل ولو
اونکی کبائر میں بوجہ ہوویگا سو جسکی حسنات بوجہل ہون گی اگرچہ لیکہ کی برابر وہ بہشت مین جاویگی اور جسکی برائیاں بوجہل ہونگی

بصوابة یدخل النار الا ان یعفو الله تعالی لان مذهب اهل الحق ان العبد اذا اتی بطاعات
اگرچہ لیکہ کی برابر وہ دوزخ مین جاویگا یا اللہ معاف فرماوی کیونکہ مذہب اہل حق کا یہہ ہی کہ بندہ اگر عبادات

کامثال الجبال ثم کانت له مخالفة واحدة فهو فی مشیة الله تعالی ان شاء یعاقبه علیها ثم
پہاڑ کی برابر ادا کری پہر اوسکی اعمال مین کوئی گناہ بہی ہو تو وہ مشیت الہی مین ہی اگر چاہی اوس گناہ پر عذاب دیکر پہر

یعطیه ثواب طاعاته وان شاء یغفرها له ولا یعاقبه علیها هذا اذا کانت الکبائر فیما بینه وبین
اوسکو ثواب عبادات کا عطا کری اور اگر چاہی معاف کر دی اور کچہ عذاب نکری یہہ کیفیت جب ہی کہ وہ کبائر حقوق الہی ہون

الله تعالی واما اذا کانت علیه تبعات وکانت له حسنات کثیرة فبقدر جزاء التبعات ینقص
اور اگر اوسکی ذمہ پر حقوق العباد ہون اور اوسکی حسنات کثرت سی ہون تو بہر موافق مقدار بدلہ حقوق عباد کی

من ثواب حسناته فاذا لم یبق له حسنة لکثرة ما علیه من التبعات یحمل علیه من اوزار من ظلمه
ثواب حسنات کا کٹ جاویگا پہر جب اوسکی پاس کوئی حسنہ نہیگا بسبب کثرت حقوق عباد کی تو اوسپر مظلوموں کا بوجہ ڈالا جاویگا

ثم یعذب علی الجمیع اذ قیل لو کان لرجل ثواب سبعین نبیا وله خصم واحد بنصف دانق لا یدخل
پہر سب کی بدلہ عذاب کہینچیگا اسلئی کہ کہتی ہیں اگر ایک شخص کی پاس ستر نبیوں کا سا ثواب ہو اور اوسکا ایک مدعی ہو آدہی دانق کا تو وہ بہشت میں

الجنة حتی یرضی خصمه وقیل یوخذ بدانق قسط سبعمائة صلوة مقبولة فتعطی للخصم ذکر القشیری
نہین جاسکتا بدون راضی کئی مدعی کی اور کہتی ہین لیا جاویگا بعوض ایک دانق کی ثواب سات سو مقبول نمازوں کا پہر اوس مدعی کو دیدینگی قشیری نی

فی التحبیر اذا تقرر هذا فالصنفان الاولان هما المذکوران فی القرآن لانه تعالی لم یذکر فی آیات الوزن
تحبیر مین ذکر کیا جب یہہ بات ثابت ہوچکی تو دونو پہلی قسمین وہ ہی قرآن مین مذکور ہین اسلئی کہ اللہ تعالی نی نہین ذکر کیا وزن کی آیتوں مین

الا من ثقلت موازینه ومن خفت موازینه وقطع لمن ثقلت موازینه بکونه من المفلحین
سوا اوسکی جو بوجہل ہوں وزن اوسکی اور جو ہلکی ہون وزن اوسکی اور طی کر دیا جسکی وزن بوجہل ہون کہ سعادت مند وہی ہی

وفی العیشة الراضیة ولمن خفت موازینه بخلوده فی النار بعد ان وصفه بالکفر وبقی الذین
اور آرام پسندیدہ مین ہی اور جسکی وزن ہلکی ہون کہ ہمیشہ کو دوزخی ہی بعد اسکی کہ بیان کیا اوسکا کفر اور باقی رہی وہ لوگ

خلطوا عملا صالحا واخر سيئا فبينهم النبی علیه السلام حیثما ذکرنا نفا ثم ینصب الصراط علی جهنم
جنہوں نی اعمال نیک اور بد کو ملا دیا سو اونکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی بیان کیا چنانچہ ذکر آچکا پہر صراط کو دوزخ کی اوپر تان دیگی

قال بعض العلماء یکون طرفه الاول فی ارض القیمة وطرفه الاخر فی ارض الجنة وارض القیمة تکون
بعضی علماء یہہ کہتی ہیں کہ اوسکا پہلا سرا قیامت کی میدان میں ہوگا اور دوسرا سرا بہشت کی زمین میں ہوگا اور قیامت کا میدان

علی النار ویکون اجتماع الخلائق باسرهم علیها وتفور النار حتی تعلو من جوانبها وتحیط باهل المحشر
دوزخ کی اوپر ہوگا اور انبوہ تمام خلقت کا اوسی جگہہ ہوگا اور جوش میں آویگی آگ اتنا کہ اوبہر جاویگی ہر طرف سی اور گہیر لیگی اہل محشر کو

حتی لا یبقی للجنة طریق الا الصراط فلا یکون الذهاب الی الجنة الا علی الصراط وقد ورد فی الحدیث
اتنا کہ جنت میں جانیکا کوئی راستہ نہ بچیگا سوای صراط کی سو کوئی صورت جنت میں جانیکی نہوگی سوائی صراط کو اور حدیث میں آیا ہی

انه ادق من الشعر واحد من السیف ویجوزه الناس بقدر اعمالهم یجوز بعضهم کالبرق الخاطف وبعضهم
کہ صراط بال سی زیادہ باریک ہی اور تلوار سی زیادہ تیز اوسپر کو لوگ گذرینگی اپنی اپنی اعمال کی موافق بعضی ایسی گذر جاوینگی جیسی چمک بجلی کی اور بعضی

کالریح العاصف وبعضهم کالفرس الجواد وبعضهم یعدو عدوا وبعضهم یمشی مشیا حتی یکون اخر
مانند آندہی تند کی اور بعضی مانند تیز رو گہوڑی کی اور بعضی خوب دوڑتی ہوں گی اور بعضی چلتی ہوئی جاتی ہوں گی ایسا کہ سب سی پچہلا

من یجوزه یحبو حبوا فیقول یا رب ابطات بی فیقول الرب تعالی لم ابطئ بك انما ابطی بك عملك وبعضهم
گہسٹتا ہوا جاویگا یہہ عرض کریگا یا رب تو نی مجکو دیر لگا دی پہر اللہ تعالی فرماویگا میں نی تجکو دیر نہیں لگائی تجکو تیری اعمال نی دیر لگائی اور بعضی

یجر رجلاه ویتعلق یداه وبعضهم یسقط علی وجهه الی جهة النار ویتلقونه الزبانیة بالسلاسل
اپنی پانو کہینچتی ہوں گی دونو ہاتہوں سی پکڑی ہوی اور بعضی منہہ کی بل دوزخ کی اندر گر پڑیں گی اور دوزخ کی موکل اوسکو زنجیر

والاغلال ویقولون له اما نهیت عن کسب الاوزار اما حذرت من عذاب النار فتفکر یا مسکین اذا
اور طوق میں جکڑ لینگی اور اوسی کہینگی کیا تجکو گناہوں سی منع نہیں کیا تہا اعمال بد سی کیا تجکو ڈرایا نہیں تہا دوزخ کی عذاب سی اب تصور کر لی او مسکین جب

نظرت الی جهنم وانت علی الصراط مع ضعف حالك وثقل اوزارك علی ظهرك والخلائق بین یدیك
تو نظر کریگا دوزخ کی طرف اور تو صراط کی اوپر ہوگا حالت تیری ناتوان اور بوجہہ گناہوں کا تیری کمر پر اور تمام خلق تیری سامنی

کیف یتزلزلون وینکبون فتعلو بجلهم وتسفل رؤسهم الی جهة النار ومما یکون فی الیوم الاخر من احوال الاخرة
کیونکر اوتریں گی اور گرینگی پہر پانو اوپر کو ہو جاوینگی اور سر نیچی کو دوزخ کی طرف اور منجملہ حالات اخروی کی جو قیامت کی دن پیش آویگا

الشرب من الحوض فان لکل نبی حوضا یشرب منه مع امته وحوض نبینا علیه الصلوة والسلام اکبر
حوض میں سی پانی پینا ہی ہر ہر نبی کا ایک ایک حوض ہوگا اوسمیں سی پانی پیویگا اپنی امت کی ساتہہ اور ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض سب سی بڑا

من غیره متسع الجوانب والزوایا مقدار مسیرة شهر کما روی عن عبد الله عمرو بن العاص انه علیه
ہوگا کہلی ہوی کناری اور کونی بمقدار سفر ایک مہینی کی چنانچہ روایت ہی عبد اللہ بن عمرو بن عاص سی کہ فرمایا

الصلوة والسلام قال حوضی مسیرة شهر وزوایاه سواء وماءه ابیض من اللبن واحلی من العسل و
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی میرا حوض برابر سفر ایک مہینہ کی ہی کونی اوسکی برابر یعنی قائم ہیں اور اوسکا پانی دودہ سی زیادہ سفید اور شہد سی زیادہ شیرین

ریحه اطیب من المسك وکیزانه کنجوم السماء من یشرب منه فلا یظمأ ابدا فقد دل هذا الحدیث
اور اوسکی خوشبو مشک سی زیادہ پاکیزہ اور اوسکی آبخورہ برابر گنتی آسمان کی ستاروں کی جسنی اوسمیں سی پیا کبہی پیاسا نہوگا یہہ حدیث دلالت کرتی ہی

علی ان من شرب منه لا یعذب بالعطش ابدا لکن یزاد عنه من بدل وغیر لما روی عن سهل بن
کہ جسنی اوسمیں کا پانی پیا اوسکو عذاب پیاس کا کبہی نہو دیگا لیکن ہٹادئی جاوینگی حوض پر سی وہ لوگ جنہوں نی دین کو بدلا اور بدعت پیدا کی اسلئی کہ روایت ہی سہل

سعد انه علیه الصلوة والسلام قال انا فرطکم علی الحوض من مر علیّ لیشرب ومن شرب لا یظمأ ابدا

سعد سی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی میں تمہارا میر منزل ہول حوض پر جو شخص میری تک آویگا سو پیویگا اور جو شخص پیویگا کبھی پیاسا نہوگا

لیردن علیّ اقوام اعرفهم ویعرفوننی ثم یحال بینی وبینهم فاقول انهم منی فیقال لا تدری ما احدثوا

البتہ آوینگی مجہہ تک وہ قوم کہ میں اونکو پہچانونگا وہ بھی پہچانیگی پہر میری اور اونکی بیچ میں پڑدہ ڈالا جاویگا میں کہونگا یہہ تو میری ہی ہیں جواب آویگا آپ کو خبر نہیں

بعدك فاقول سحقا سحقا لمن غیر بعدی فانه علیه السلام انما یعرف امته فی ذلك الیوم لورودهم

بعد آپ کی پہر میں کہونگا دور دور جسنی دین کو بدلا میری بعد پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی پہچانینگی اپنی امت کو اوس روز کہ وہ آوینگی اپکی پاس

علیه غرا محجلین من اثر الوضوء کما روی عن حذیفة انه علیه السلام قال حوضی لهو اشد بیاضا

اونہہ منہہ چمکتی ہوئی وضو کی اثر سی چنانچہ روایت ہی حذیفہ سی کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی میرا حوض البتہ بہت سفید ہی

من الثلج واحلی من العسل وآنیته اکثر من عدد النجوم وانی لاصد الناس عنه کما یصد الرجل ابل

برف سی اور بہت شیرین ہی شہد سی اور اوسکی برتن یعنی کوزہ بہت زیادہ ہیں ستاروں کی گنتی سی اور میں البتہ روکونگا غیر لوگوں کو جیسی روکتا ہی کوئی شخص

الناس عن حوضه قالوا یا رسول الله اتعرفنا یومئذ قال نعم لکم سیماء لیست لاحد من الامم

غیر کی اونٹ کو اپنی حوض پر سی پوچھا یا رسول اللہ کیا تم پہچانوگی ہمکو اوس روز فرمایا ہاں تمہاری چہرہ ایسی ہونگی جو کسیکی تمام امتوں میں سی نہونگی

تردون علیّ غرا محجلین من اثر الوضوء فهذه الاحادیث قد دلت علی کون الحوض یوم القیمة حقا لکن

تم میری پاس آوگی اپنہ منہہ چمکتی ہوئی وضو کی اثر سی ان حدیثوں سی معلوم ہوا کہ قیامت کی دن حوض حق ہی لیکن

اختلف فیه هل هو قبل الصراط او بعده وهل هو قبل المیزان او بعده فقال بعضهم انه یکون بعد الصراط

اختلاف اسمیں ہی کہ آیا وہ صراط سی پہلی ہی یا صراط کی بعد اور آیا وہ میزان سی پہلی ہی یا پیچھی سو بعضی کہتی ہیں کہ حوض صراط کی بعد ہوگی

اذ لو کان فی الموقف لما دخل النار من شرب منه لانه علیه السلام قال من شرب منه لا یظمأ ابدا وقد

کیونکہ اگر وہ موقف میں ہوتی تو دوزخ میں کبھی نجاتا جو اوسمیں سی پی لیتا اسو اسطی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ہی جو اوسمیں سی پیویگا کبھی پیاسا نہوگا اور

ثبت ان بعضا من عصاة المؤمنین یدخلون النار ثم یخرجون منها بسبب الایمان فمتی یکون

بیشک یہہ ثابت ہی کہ بعضی گنہگار مؤمن دوزخ میں ڈالی جاوینگی پہر اوسمیں سی نکلینگی بسبب ایمان کی پہر اونکو پینا کب میسر ہوگا

شربهم منه وهذا القول لیس بصحیح بل الصحیح انه یکون فی الموقف قبل الصراط وقبل المیزان لان

اور یہہ قول صحیح نہیں ہی بلکہ صحیح یہہ ہی کہ حوض موقف میں ہوگا صراط سی پہلی اور میزان سی پہلی اسلئی

الناس یخرجون من قبورهم عطاشا فذلك یقتضی ان یکون الحوض قبلهما وقد روی البخاری عن

کہ سب آدم قبروں میں سی پیاسی نکلینگی اسی معلوم ہوتا ہی کہ حوض ان دونوں سی پہلی ہوگا اور بخاری نی روایت کی ہی

ابی هریرة انه علیه الصلوة والسلام قال بینا انا قائم علی الحوض اذا زمرة حتی اذا عرفتهم خرج رجل

ابو ہریرہ سی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی ایک وقت میں حوض پر کہڑا ہونگا ناگہاں ایک گروہ پیدا ہوگا ایسا کہ جب میں اونکو پہچانونگا تو

من بینی وبینهم فقال لهم هلم فقلت الی این قال الی النار والله قلت ما شانهم قال انهم ارتدوا بعدك

میری اور اونکی بیچمیں ایک شخص آ جاویگا وہ شخص کہیگا اونسی چلو میں پوچھونگا کہ کدہر کو کہیگا دوزخ میں قسم خدا کی میں کہونگا کہ انکا کیا حال ہی کہیگا یہہ لوگ پہر گئی تہی بعد آپکی

علی ادبارهم القهقری ثم اذا زمرة حتی اذا عرفتهم خرج رجل من بینی وبینهم فقال لهم هلم فقلت

اولٹی پاؤں بپشت پہر ناگہاں ایک گروہ ہوگا ایسا کہ جب میں اونکو پہچانونگا پیدا ہوویگا ایک شخص بیچمیں میری اور اونکی وہ اونسی کہیگا چلو میں کہونگا

الی این قال الی النار والله قلت ما شانهم قال انهم ارتدوا علی ادبارهم فلا اری یخلص منهم الا مثل

کدہر کو وہ جواب دیگا دوزخ میں قسم اللہ کی میں کہونگا کیا حال ہی انکا وہ کہیگا یہہ پہر گئی تہی پس پشت اپنی سو معلوم نہیں ہوتا مجھی کہ بچی آدمی ان سی مگر مانند

همل النعم یعنی ان من ینجو منهم قلیل قلة النعم الضالة قال ان الهمل بفتحتین جمع هامل وهو الضال
گم گشتہ اونٹ کی مراد یہہ ہی کہ جو بچیں گی اونمیں سی تہوڑی ہونگی جیسی اونٹ گم گشتہ کیونکہ ہمل ساتہہ زبر اور میم کی امل کی جمع ہی اور اوسکی معنی گم شدہ

من الابل قال القرطبی فی تذکرته نقلا عن شیخه هذا الحدیث مع صحته ادلّ دلیل علی کون
اونٹ قرطبی اپنی تذکرہ میں اپنی اوستاد سی نقل کرکر کہتا ہی کہ یہہ حدیث صحیح ہی اور بڑی قوی دلیل ہی اسکی

الحوض فی الموقف قبل الصراط لان الصراط ممدود علی جهنم یجاز علیه فمن جازه یسلم من النار فلا یکون
کہ حوض موقف میں صراط سی پہلی ہوگی اسلئی کہ صراط دوزخ کی اوپر بچہایا ہوا ہوگا اوسپر کو گذر کر جاویگی پہر جو شخص اوسپری گذر گیا تو دوزخ سی بچ گیا

له رجوع الیها ابدا فکیف یصح ان یدعی الیها ولکن لحیاض الانبیاء تکون فی الموقف لما روی عن ابن عباس
پہر وہ کب ہٹ کر آویگا حوض پہ پہر کیونکر ہو سکتا ہی کہ اوسکو حوض پہ بلا دیں اور ایسی ہی حوضیں اور نبیوں کی موقف ہی میں ہون گی اسلئی کہ ابن عباس

انه علیه الصلوة والسلام سئل عن الوقوف بین یدی الله تعالی هل فیه ماء قال والذی نفسی بیده
روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی پوچہا حال وقوف کا سامنی اللہ تعالی کی آیا اوسجگہہ پانی ہی فرمایا قسم اوس ذات کی جسکی قبضہ میں

ان فیه الماء وان اولیاء الله لیردون حیاض الانبیاء ویبعث الله تعالی سبعین الف ملك بایدیهم
بیشک وہان پانی ہی اور بیشک دوست خدا کی نبیوں کی حوضوں پہ پانی پیوین گی اور اللہ تعالی ستر ہزار فرشتی بہیجیگا اونکی ہاتہوں میں

عصیّ من النار یذودون الکفار عن حیاض الانبیاء وهذا الحدیث یدل علی کون حیاض الانبیاء فی
آگ کی لاٹہیاں ہونگی کفار کو نبیوں کی حوضوں پر سی ہٹا دینگی اس حدیث سی معلوم ہوتا ہی کہ حوض تمام نبیوں کی

الموقف فیلزم منه ان یکون حوض نبینا فی الموقف ایضا وما ذکر من انه لو کان فی الموقف لما دخل
موقف میں ہونگی اسی لازم آتا ہی کہ حوض ہماری صلی اللہ علیہ وسلم کا بہی موقف میں ہو اور یہہ جو کہتی ہیں کہ اگر حوض موقف میں ہوتا تو ہرگز

النار من شرب منه فالجواب عنه ان من شرب منه من اهل الکبائر ان دخل النار بمشیة الله تعالی
دوزخ میں نجاتا جو شخص اوسمیں سی پانی پی چکتا تو اسکا جواب یہہ ہی بیشک جو شخص اوس حوض میں سی پیویگا اہل کبیرہ میں سی اگر وہ دوزخ میں داخل ہوگا مشیت الہی سی

لا یعذب بالعطش ولا یحرق النار جوفه واما الذین بدلوا وغیروا واحدثوا ما لیس فی شریعته علیه السلام
تو اوسکو پیاس کا عذاب نہیں ہوگا اور آگ اندر سی پیٹ کو نہ جلاوی گی اور وہ لوگ جنہوں نی دین کو بدلا اور پہیر ڈالا اور بدعتیں پیدا کیں جو شریعت نبوی میں نہیں ہیں

فان کان تبدیلهم فی الاعمال ولم یکن فی الاعتقاد فانهم قد یبعدون عن الحوض فی حال ثم یشربون منه
پس اگر وہ تبدیل صرف اعمال ہی میں ہی اور اعتقاد میں نہیں ہی تو ایسی لوگ روکی جاوینگی حوض سی ایک وقت پہر پیوین گی اوس حوض سی

بعد المغفرة وان کان تبدیلهم فی الاعتقاد اختلف فی خلودهم فی النار ومن المعلوم قطعا ان المخلد فی
بعد بخشش کی اور اگر وہ تبدیل اعتقاد میں ہی تو اختلاف ہی اونکی دائمی دوزخی ہونی میں اور یقینی معلوم ہی کہ دائمی دوزخی

النار لیس الا الکافر وقد ثبت ان المطرودین عن الحوض اصناف المنافقون الذین یظهرون الایمان ویضمرون
سوای کافر کی کوئی نہیں ہی اور بیشک یہہ ثابت ہو چکا ہی کہ حوض پر سی نکالی ہوئی کئی قسم کی لوگ ہوں گی ایک تو منافق جو ظاہر میں ایمان جتلاتی تہی اور دل میں

الکفر واهل الکفر والبدع والاهواء والمعلنون بالکبائر والمستخفون بالمعاصی والظلمة واعوانهم علی ما
کفر چہپاتی تہی اور ظاہر کافر اور بدعتی اور ہوا ہوس پرست اور گناہ کبیرہ ظاہر کر نیوالی اور گناہ کو ہلکا جاننی والی اور ظلم پیشہ اور اونکی مددگار ظلم پر

روی عن کعب بن عجرة انه علیه الصلوة والسلام قال له یا کعب بن عجرة اعیذك بالله من امراء
کہ روایت ہی کعب بن عجرہ سی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نی اوسکو فرمایا ای کعب بن عجرہ تجکو خدا کی پناہ اون امیروں سی

یکون من بعدی فمن غشی ابوابهم فصدقهم فی کذبهم واعانهم علی ظلمهم فلیس منی ولست منه
جو میری بعد ہونگی پس جو شخص اونکی دروازہ پر گیا اور اونکی جہوٹی باتوں کو تصدیق کیا اور ظلم میں شامل ہوکر مددگار بنا نہ وہ میرا اور نہ میں اوسکا

ولا یرد علی الحوض ومن لم یغش ابوابہم ولم یصدقہم فی کذبہم ولم یعنہم علی ظلمہم فہو منی وانا منہ
اور نہ وہ حوض پر آسکیگا اور جو شخص اونکی دروازہ پر نگیا اور نہ اونکی جھوٹی باتوں کی تصدیق کی اونکا ظلم پر اونکی مدد کی پس وہ شخص میرا اور میں اوسکا
ویرد علی الحوض یسرنا اللہ تعالی الورود علیہ والنجاۃ من النار والسادس مما یجب الایمان بہ الایمان
وہی حوض پر آویگا الہی آسان کر ہمپر حوض پر جانا اور نجات دی آگ سی اور چھٹی شی جسپر ایمان لانا واجب ہی ایمان تقدیر کا ہی
بالقدر والمراد من الایمان بہ العلم بکون کل ما یجری فی العالم من الخیر والشر والنفع والضر والاسلام
اور تقدیر پر ایمان لانی سی مراد یہہ ہی کہ یقین کرنا تمام حالات کا جو عالم میں گذرتی ہیں نیک اور بد اور فائدہ اور نقصان اور اسلام
والکفر والطاعۃ والعصیان والربح والخسران والارادات والخطرات والحرکات والسکنات بقضاء
اور کفر اور عبادت اور گناہ اور نفع اور ٹوٹا اور ارادہ اور خطرہ دل اور حرکت اور سکون یہہ سب حکم
اللہ تعالی وقدرہ فعلی ہذا کان الظاہر ان یذکر الایمان بالقضاء ایضا وانما لم یذکر لکون الایمان
الہی سی اور اوسکی اندازہ سی ہیں اس تقریر کی موافق ایمان قضا پر بھی ذکر کرنا مناسب تہا پہر جو ذکر نہیں کیا تو اس لئی کہ ایمان
بالقدر مستلزما للایمان بالقضاء اذ القضاء وجود الموجودات فی اللوح المحفوظ اجمالا والقدر
تقدیر پر بعینہ ایمان قضا پر ہی اسلئی کہ قضا تو وجود ہی تمام موجودات کا لوح محفوظ میں مجملا اور قدر
تفصیل القضاء السابق بایجاد تلک الموجودات فی المواد الخارجیۃ واحدا بعد واحد وقیل القضاء
تفصیل اسی پہلی قضا کی ہی باعتبار پیدایش اوسی موجودات کی مادہ خارجی میں ایک کی بعد ایک آگی پیچھی اور بعضی کہتی ہیں قضا نام
ہو الارادۃ الازلیۃ والعنایۃ الالہیۃ المقتضیۃ لنظام الموجودات علی ترتیب خاص والقدر تعلق
ارادہ قدیم کا اور خواہش الہی کا جسی سلسلہ موجودات کا خاص ترتیب سی بنا ہوا ہی اور تقدیر متعلق ہونا
تلک الارادۃ بالاشیاء فی اوقاتہا الخاصۃ بہا قال الامام فخر الدین الرازی فی تفسیر سورۃ یوسف اعلم
اوسی ارادہ کا تمام اشیا سی اونکی وقتوں پر جو اونکی لئی مقرر ہو چکی ہیں امام فخر الدین رازی سورۂ یوسف کی تفسیر میں کہتی ہیں سمجھ لے
ان الانسان مامور بان یراعی الاسباب فی ہذا العالم فانہ مامور غالبا بان یحذر من الاشیاء المہلکۃ
کہ انسان کو حکم ہی کہ اسباب ظاہری کو اس عالم میں رعایت یعنی استعمال کیا کری کیونکہ اوسکو حکم ہی اکثر جا کہ بچا رہی مہلک چیزوں سی
والاغذیۃ المضرۃ بان یسعی فی تحصیل المنافع ودفع المضار بقدر الامکان ثم انہ مع ذلک ینبغی لہ
اور ایسی غذاؤں سی جو ضرر کریں اسطرح کہ اپنی مقدور کی موافق کوشش کر کر منفعت کی اشیا حاصل اور مضر چیزوں کو دفع کری پہر تو بہی انسان کو لایق یہہ ہی
ان یکون جازما بانہ لا یصل الیہ الا ما قدر اللہ لہ ولا یحصل لہ الا ما ارادہ اللہ لہ فقول یعقوب
کہ یہہ یقین کری کہ مجھکو وہی ملیگا جو اللہ نی میری واسطی اندازہ کیا ہی اور مجھکو کبھی نہیں حاصل ہوگا سواء اوسکی جو اللہ نی ارادہ کیا ہی اب قول حضرت یعقوب
النبی علیہ السلام لبنیہ لا تدخلوا من باب واحد وادخلوا من ابواب متفرقۃ اشارۃ الی رعایۃ
علیہ السلام کا جو اپنی بیٹوں سی فرمایا تہا تم سب ایک دروازہ میں سی نہ جانا اور الگ الگ دروازوں سی جانا اشارہ ہی واسطی
الاسباب المعتبرۃ فی ہذا العالم وقولہ وما اغنی عنکم من اللہ من شیء اشارۃ الی التوحید المحض
استعمال اسباب ظاہری کی جو اس عالم میں معتبر ہیں اور قول اونکا اور میں نہیں بچا سکتا تمکو اللہ کی کسی چیز سی اشارہ ہی طرف خالص توحید کی
وعدم الالتفات الی الاسباب وقد ذکر الامام الغزالی فی کتاب الشکر من الاحیاء سؤالا وہو ان اللہ تعالی
اور توجہ نکرنا اسباب پر اور امام غزالی نی احیا کی کتاب الشکر میں یہہ اعتراض ذکر کیا ہی کہ اللہ تعالی نی
قد امرنا ان نعمل لہ والا فنحن مذمومون ومعاقبون علی العصیان مع کون الکل من اللہ تعالی
بیشک ہمکو امر فرمایا کہ اوسکی اطاعت کریں اور نہیں تو ہم قابل سرزنش اور عذاب کی ہیں نافرمانی سی باوجودیکہ یہہ تمام اللہ کی حکم سی ہو سکتا ہی

وليس الينا شئ فكيف نذم وكيف نعاقب ثم اجاب بان هذا الوعيد من الله تعالى سبب لحصول
ہمارے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہی بہلا کیو ہمکو کیون سرزنش ہی اور کیون عذاب ہوتا ہی پہر اوسنی سیہ جواب دیا کہ اسہ تعالی کی اس دہمکی سی ہمکو اعتقاد حاصل ہی

الاعتقاد فينا وحصول الاعتقاد سبب لهيجان الخوف وهيجان الخوف سبب لترك الشهوات وترك
اور اعتقاد حاصل ہونی سی دل پر خوف الہی خوب طاری ہوتا ہی اور خوف کی جوش سی شہوات نفسانی چہوٹتی ہی اور

الشهوات سبب للوصول الى جوار الله تعالى والله سبحانه وتعالى مسبب الاسباب ومرتبها
شہوات نفسانی کی چہوٹنی سی قرب اسکا حاصل ہوگا اور اسہ تعالی ہی تمام اسباب کا بنانیوالا اور آراستہ کرنیوالا ہی

فمن سبق له السعادة فى الازل يتيسر له هذه الاسباب حتى يقوده سلسلتها الى الخير ومن لم يسبق
پہر جسکو ازل مین سعادت نی جالیا اوسکو یہہ تمام اسباب میسر ہو جاتی ہین آخر کو وہ سلسلہ اوسکو خیر کی طرف کہینچ لیجاتا ہی اور جسکو

له السعادة يكون بعيدا عن سماع كلام الله تعالى وكلام رسوله وكلام العلماء واذا لم يسمع لا يعلم
سعادت حاصل نہوئی تو وہ کلام الہی سننی اور نہ کلام اوسکی رسول کی ماننی اور نہ کلام علماء کی قبول کری اور جب کچہہ سنا تو علم

واذا لم يعلم لا يخاف واذا لم يخف لا يترك الركون الى الدنيا وشهواتها واذا لم يترك الركون الى الدنيا
اور جب کہ علم ہوا تو پہر کیا خوف ہوگا اور جب کچہہ خوف ہی نہوا تو دنیا کی رغبت اور اوسکی ہوا وہوس کب چہوڑیگا اور جب دنیا کی رغبت

وشهواتها يكون من حزب الشيطان وان جهنم لموعدهم اجمعين **المجلس الثامن فى بيان**
اور اوسکی ہوا وہوس دلین سی نکلین تو شیطان کی گروہ مین داخل ہوا اور بیشک دوزخ ان سبکا ٹہکانا ہی مجلس آٹہوین بیان مین

من يدخل الجنة ومن لا يدخلها من المطيع للرسول عليه السلام
اون لوگون کی جو بہشت مین جاوینگی اور جو شخص بہشت مین نہین جاویگی رسول علیہ السلام کی فرمان بردارون

والمخالفة له قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل امتى يدخلون الجنة الا من ابى قالوا
اور مخالفون مین سی فرمایا رسول اسہ صلی اسہ علیہ وسلم نی میری تمام امت جنت مین داخل ہوگی سوای اوس شخص کی جو منکر ہوا

ومن ابى يا رسول الله قال من اطاعنى دخل الجنة ومن عصانى فقد ابى هذا الحديث من صحاح
منکر کون ہی یا رسول اسہ فرمایا جسنی میرا کہا مانا وہ جنت مین داخل ہوگا اور جسنی میرا کہا نا مانا وہ بیشک منکر ہوا یہہ حدیث مصابیح کی

المصابيح رواه ابو هريرة والمراد بالامة فيه يحتمل ان تكون امة الدعوة فعلى هذا فالآبى هو الكافر
صحیح حدیثون مین ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اور مراد امت سی اس حدیث مین شاید کہ امت دعوت ہو اس تقدیر پر منکر کافر ہی ہین

فيكون المعنى ان كل من آمن بما جئت به من عند الله تعالى يدخل الجنة اما قبل دخول النار
پہر معنی حدیث کی یہہ ہین کہ جو شخص یقین کریگا ان احکام کا جو مین اسکی طرف سی لایا ہون وہ جنت مین داخل ہوگا یا تو بدون داخل ہونی دوزخ کی

او بعد الخروج منها ومن ابى وامتنع عن الايمان بما جئت به من عند الله تعالى لا يدخل الجنة
یا دوزخ سی نکل کر اور جو شخص منکر ہوا اور باز رہا ایمان سی اون احکام پر جو مین لایا ہون اسہ کی طرف سی تو وہ جنت مین ہرگز نہین جاویگا

اصلا بل يبقى فى النار ابد الآباد ويحتمل ان يكون المراد بالامة امة الاجابة فعلى هذا فالآبى هو
بلکہ ہمیشہ کو دوزخ ہی مین پڑا رہیگا اور شاید مراد اس امت سی امت اجابت یعنی اہل اسلام ہون اس تقدیر پر منکر وہ ہین جو

العاصى من امته عليه الصلوة والسلام فيكون المعنى من اطاعنى بعد ما آمن بى وتمسك بسنتى
گنہ مین مبتلا ہین امت نبوی سی صلی اسہ علیہ وسلم اب معنی حدیث کی یہہ ہین جسنی میرا کہا مانا مجہہ پر ایمان لاکر اور میری طریق مسنون پر عمل کیا

وعمل بشريعتى يدخل الجنة ولا يدخل النار اصلا ومن ابى بعد ما آمن بى وامتنع عن تمسك بسنتى
اور میری شریعت کو برتا وہ جنت مین داخل ہوگا اور دوزخ مین ہرگز نہین جاویگا اور جو منکر ہوا ایمان لاکر اور باز رہا میری سنت کی عمل سی

والعمل

والعمل بشریعتی واتبع هواه وضل عن سواء السبیل یبقی فی مشیة الله تعالی ان شاء یعفو عنه
اور میری شریعت کی برتنی سی اور پیچھی لگا اپنی ہوا وہوس کی اور بہکا سیدہی راہ سی تو وہ خدا کی مشیت میں ہی چاہی اوسکو معاف کر کی
ویدخل الجنة بلا عذاب وان شاء یدخله النار ویعذب به فیها بقدر ذنبه ثم یخرجه منها ویدخل
بلا عذاب جنت میں داخل کری اور چاہی اوسکو دوزخ میں داخل کری اور موافق گناہوں کی اوسمیں عذاب دیکر پہر اوسمیں سی نکال کر جنت میں داخل کری
الجنة والحاصل ان من اطاع مولاه وجاهد نفسه وهواه وخالف شیطانه ودنیاه یکون
اور حاصل یہہ ہی کہ جسنی اپنی مولی کی اطاعت کی اور مجاہدہ کیا اپنی جان سی اور ہوس سی اور مخالفت کی شیطان اور دنیا سی تو
الجنة منزله وماویه ومن تمادی فی غیه وعصیانه وارخی فی الدنیا زمام طغیانه ووافق
جنت اوسی کا گہر اور ٹہکانا ہی اور جو شخص کہپا رہا اپنی کجی اور نافرمانی میں اور ڈہیلی ڈالدی دنیا میں باگ سرکشی کی اور پیروی کرتا رہا
هویه فی لذاته وشهواته یکون النار اولی به اذ قال الله تعالی فاما من طغی واثر الحیوة الدنیا فان
اپنی خواہش کی لذت اور شہوات میں تو دوزخ اسیکی لئی سزاوار ہی اسلئی کہ اللہ تعالی نی فرمایا ہی سو جسنی شرارت کی اور بہتر سمجہا دنیا کا جینا سو
الجحیم هی الماوی واما من خاف مقام ربه ونهی النفس عن الهوی فان الجنة هی الماوی وروی عن
دوزخ ہی ہی ٹہکانا اور جو کوئی ڈرا اپنی رب کی پاس کہڑی ہونی سی اور روکا جی کو چاؤ سی سو بہشت ہی ٹہکانا اور روایت ہی
ابی هریرة انه علیه السلام قال لا یدخل النار الا شقی قیل ومن الشقی یا رسول الله قال من لم یعمل
ابو ہریرہ سی کہ رسول علیہ السلام نی فرمایا دوزخ میں کوئی داخل نہوگا سوای شقی کی کسینی پوچہا شقی کون ہوتا ہی یا رسول اللہ فرمایا جسنی
الله بطاعة الله ومن لم یترك له معصیة فهو شقی وروی عن شداد بن اوس انه علیه السلام
خدا کی واسطی طاعت نکی اور جسنی اوسکی خوف سی گناہ کو نچہوڑا وہ شقی ہی اور روایت ہی شداد بن اوس سی کہ رسول علیہ السلام نی فرمایا عاقل
قال الکیس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنی علی الله فانه
وہی ہی جسنی خدا کی واسطی اپنی جان بیچ ڈالی اور آخرت کی واسطی عمل کیا اور عاجز نادان وہ ہی جو اپنی جان سی ہوا وہوس کی پیچھی پڑا رہا اور اللہ سی بیجا آرزو کی
علیه الصلوة والسلام بین فی هذا الحدیث ان العاقل من بذل نفسه ویجعلها مطیعة لامر
رسول علیہ الصلوۃ والسلام نی اس حدیث میں بیان فرمایا کہ ہوشیار وہ شخص ہی جو خوار کری اپنی جان کو اور اپنی جان کو امر الہی کی تابع بنادی
الله تعالی ویحاسبها فی الدنیا قبل ان یحاسب فی الاخرة فان وجدها عملت خیرا یشکر الله تعالی
اور اوسکا حساب دنیا میں سمجہ لی آخرت میں حساب ہونی سی پہلی پہر اگر معلوم ہو کہ اوسی اعمال خیر عمل میں آئی تو اللہ کا شکر بجالادی
وان وجدها عملت شرا یستغفر الله تعالی ویتوب الیه ویتاسف علی ما ضیع من عمره ویستعد
اور اگر یہہ معلوم ہو کہ اعمال بد کئی ہیں تو اللہ سی بخشش طلب کری اور اوسکی طرف رجوع کری اور اپنی عمر کی بربادی پر افسوس کری اور اپنی آخرت کی لئی سامان کری
لعاقبة امره بالتوجه الی صالح عمله والتنصل من سالف زلله والاشتغال بعبادة ربه فی جمیع احواله
نیک عمل کی طرف متوجہ ہو اور گذری ہوئی لغزشوں سی بیزار ہو اور اپنی پروردگار کی عبادت کا ہر وقت شغل رکہی
فهذا هو الزاد لیوم المعاد والاحمق من یقصر فی امر مولاه ویسعی فی تحصیل هواه وهو مع تقصیره
یہہ ہی توشہ معاد کی دن کا اور احمق وہ ہی جو اپنی مولی کی کہا ماننی میں قصور اور اپنی خواہش حاصل کرنیمیں کوشش کری اور وہ تقصیر بہی کہ
فی طاعة ربه واتباع شهوات نفسه یتمنی علی الله تعالی فهذا هو الغرور لانه تعالی امر ونهی ثم
اپنی رب کی طاعت میں قاصر ہی اور اپنی نفس کی خواہش میں لگا چلا جاتا ہی اللہ سی آرزوئیں مانگتا ہی پس غرور یہہ ہی ہی کیونکہ اللہ تعالی نی امر بہی کیا اور نہی بہی کی پہر
قال وان لیس للانسان الا ما سعی وروی عن ابی هریرة انه علیه الصلوة والسلام قال ما من احد یموت
فرمایا اور یہہ کہ آدمی کو وہ ہی ملتا ہی جو اوسنی کمایا اور روایت ہی ابو ہریرہ سی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ایسا کوئی نہیں جو مر کر

الا ندم قالوا وما ندامته یارسول الله قال ان کان محسنا ندم ان لا یکون ازداد وان کان

پچھتا دیگا عرض کیا پچھتاوا کیا ہوگا یا رسول اللہ فرمایا اگر وہ شخص نیکو کار ہی تو پچھتاویگا کہ میں کیوں نہیں زیادہ عمل کیا اور اگر

مسیئا ندم ان لا یکون نزع فیا ایها العاقل لا تضیع عمرك فی الغفلة فاجتهد فی تحصیل امتعة

بدکار ہی تو پچھتاویگا کیوں نہیں باز رہا پس ای شخص ہوشیار غفلت میں اپنی عمر برباد مت کر سامان آخرت کی پیدا کرنی میں کوشش کر

الاخرة قبل ان یجیء یوم لا تقدر علی تحصیلها فی ذلك الیوم فانك عن قریب تعاین ذلك الیوم فتندم

اس سی پہلی کہ وہ دن آپہنچی کہ پھر تجھکو اوس روز حاصل کرنی کی کچھ طاقت نہ رہیگی تو ابھی نزدیک اوس دن کو دیکھ لیگا پھر

علی ما فات من عمرك ولا ینفعك الندم قال الامام الغزالی فی رسالته المسماة بایها الولد انی رایت

غفلت میں عمر برباد کرنی پر پچھتائیگا اور اس ندامت سی کچھ فائدہ نہوگا امام غزالی اپنی رسالہ میں ایہا الولد جسکا نام ہی کہتی ہین میں

فی الانجیل ان المیت من ساعة ان یوضع علی الجنازة الی ان یوضع الی شفیر القبر یسئله تعالی

انجیل میں دیکہا ہی کہ مردہ سی اتنی عرصہ میں کہ اوسکو جنازہ پر رکہہ کر قبر کی کنارے پر لیجا کر رکہیں اللہ تعالی اپنی عظمت سی

بعظمته اربعین سؤالا اوله یقول عبدی طهرت منظر الخلق سنین وما طهرت منظری

چالیس سوال پوچھتا ہی پہلی یہہ ہی فرماتا ہی ای میری بندی پاکیزہ کیا تو نی اپنی تن بدن کو برسوں تک اور میری نظرگاہ کو

ساعة فانه ینظر فی قلبك کل یوم ویقول ما تصنع بغیری وانت محفوف بخیری اما انت اصم

ایکدم پاک نکیا کیونکہ اللہ تعالی ہر روز تیری دل کی طرف دیکہتا ہی اور فرماتا ہی تو کیا کیا کرتا ہی اوروں کی واسطی اور تو گہرا ہوا ہی میری انعام سی کیا تو بہرا ہی

لا تسمع وقد قال ابو سلیمان الدارانی لو لم یبك العاقل فیما بقی من عمره علی فوت ما مضی منه

سنتا نہیں ابو سلیمان دارانی کہتی ہیں اگر عاقل افسوس سی نہ روئی اپنی بقیہ عمر میں بی عبادت غفلت میں گذری ہوئی عمر پر

فی غیر الطاعة لکان خلیقا ان یحزنه ذلك الی الممات قال الامام الغزالی انما قال هذا لان

تو اوسکو لایق ہی کہ مرتی دم تک اسی غم میں رہی امام غزالی کہتی ہیں ابو سلیمان نی یہہ بات اسلئی کہی ہی کہ

العاقل اذا ملك جوهرة نفیسة وضاعت منه فی غیر فائدة یبکی علیها لا محالة فاذا ضاعت

عاقل کو اگر کوئی نفیس جوہر ہاتہہ آجاتا ہی اور بیہودہ اوسکی ہاتہہ سی بی فائدہ جاتا ہی تو بیشک اوسکی غم میں روتا ہی پھر اگر وہ جوہر

منه وصار ضیاعها سببا لهلاکه یکون بکاؤه اشد فکل ساعة من العمر بل کل نفس منه

بی فائدہ گم ہوکر باعث ہوا اوس شخص کی تباہی کا تو اور بہی زیادہ تر روتا رہیگا پس ہر ہر ساعت عمر کی بلکہ ہر ہر دم عمر کا

جوهرة نفیسة لا خلف لها ولا بدل لها لانها صالحة لان یوصلك الی سعادة الابد وینقذك

ایک نفیس جوہر ہی جسکا نہ کچھ عوض ہی اور نہ بدل کیونکہ وہ عمر اس قابل ہی کہ تجھکو سعادت ابدی میں پہنچادی اور

من شقاوة السرمد وای جوهر انفس من هذه الجوهرة فاذا ضیعتها فی الغفلة فقد خسرت خسرانا

شقاوت دائمی سی بچادی اور کونسا جوہر اس جوہر سی زیادہ نفیس ہوگا جب تو نی اسکو غفلت میں برباد کیا تو تو صاف بڑی ہی ٹوٹی میں

مبینا فاذا صرفتها الی المعصیة فقد هلکت هلاکا مبینا فان کنت لا تبکی علی هذه المعصیة

مبتلا ہوا پھر اگر تو نی اوسکو گناہوں میں صرف کیا پھر تو ظاہر ہی کہ تو خوب تباہ ہوا پھر اگر تو اس خطا پر افسوس کرکی نہیں روتا

فذلك لجهلك فمصیبتك لجهلك اعظم من کل مصیبة لکن الجهل مصیبة لا یعرف صاحبه

تو یہہ تیری جہالت ہی تیری جہالت کی مصیبت تمام مصیبتوں سی بدتر ہی لیکن جہالت ایسی مصیبت ہوتی ہی کہ جاہل اوسکو

کونه مصیبة لان نوم الغفلة یحول بینه وبین معرفته والناس نیام فاذا ماتوا انتبهوا

مصیبت نہیں سمجہتا کیونکہ خواب غفلت حایل ہوکر نہیں سمجہنی دیتی اور آدمی اب تو سوتی ہیں جب مرینگی تو جاگینگی

فمن

فعند ذلك ينكشف لكل مفلس افلاسه ولكل مصاب مصيبته فان الناس فی الاخرة ينقسمون الی عدة

اوسوقت ہر مفلس کو اوسکا افلاس کہل جاویگا اور ہر مبتلا کو اوسکی مصیبت معلوم ہوجا ئگی بیشک بنی آدم آخرت میں کئی قسم پر ہونگی

اقسام القسم الاول قسم الفائزين وهم الذين قال الله تعالى فيهم فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ

پہلی قسم وہ جو اپنی مراد کو پہنچی وہی وہ لوگ ہیں جنکی حق میں اللہ تعالی فرماتا ہی سو کسی جیکو معلوم نہین جو چہپا دہرا ہی اونکی واسطی

مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ قال النبی علیه السلام حكاية عن الله تعالى انی اعددت لعبادی

ٹھنڈک انکہون کی بدلہ اوسکا جو عمل کرتی تہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کی طرف کی بطور حکایت کی فرماتی ہین مین نی اپنی نیک کار بندون کی واسطی

الصالحين ما لا عين رات ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر والقسم الثانی قسم الهالكين وهم

وہ سامان تیار کیا ہی جو نہ کسی آنکہہ نی دیکہا اور نہ کا نون نی سنا اور نہ کسی دل پر خطرہ مین گزرا اور دوسری قسم ہالکین کی ہی وہی وہ لوگ ہین

الذين كذبوا بالحق ولم يصدقوا به فان سعادة الاخرة لا تكون الا فی القرب من الله تعالى والنظر اليه

جنہون نی حق کو جہٹلایا اور اوسکی تصدیق نکی بیشک سعادت آخرت کی بجز قرب الہی اور خدا کی دیدار کی نہین ہی

وذلك لا يحصل الا بالمعرفة التی يعبر عنها بالايمان والتصديق وهم لما كذبوا بالحق ولم يصدقوا به

اور یہہ مرتبہ بدون معرفت کی جسکو ایمان اور تصدیق کہتی ہین حاصل نہین ہوسکتا ان لوگون نی از بسکہ حق کو جہٹلایا اور تصدیق نکی

كانوا بعيدا عنه وهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون وكل محجوب عن ربه يكون هالكا معذبا بنار الفراق

تواس سعادت سی دور ہونگی اور وہ اپنی رب سی اوس روز البتہ اوٹ مین ہونگی اور جو شخص اپنی رب سی اوٹ مین رہا ہلاک ہوویگا جدائی کی آگ مین

ونار جهنم ابد الاباد والقسم الثالث فيه قسم المعذبين وهم الذين تحلوا باصل الايمان لكنهم قصروا فی العمل

اور دوزخ کی آگ مین ہمیشہ کو جلتا رہیگا اور تیسری قسم اسمین وہ جو عذاب دئی جاوینگی وہ لوگ ہین جنہون نی اصل ایمان تو حاصل کیا پر عمل مین جو سزاوار

بمقتضاه فان راس الايمان التوحيد وهو نفی الشرك وهو اعتقاد العبد ان الله تعالى واحد فی ذاته وصفاته

ایمان کی تہا کوتاہی کی کیونکہ جزو اعظم ایمان کا توحید ہی یعنی نفی شرک کی اور وہ یہہ ہی کہ آدمی یہہ اعتقاد کری کہ اللہ تعالی ایک ہی اپنی ذات اور صفات

وافعاله وكل ما يظهر فی العالم لا يظهر الا بعلمه وارادته وخلقه ولا يستحق العبادة الا هو فعلى هذا

اور افعال مین اور عالم مین جو گذرتا ہی ہرگز نہین پیدا ہوسکتا بدون اوسکی علم اور ارادہ اور پیدا کرنی کی اور پرستش کی سوای اوسکی اور کوئی قابل نہین ہی اس تقریر کی موافق

كل من يقول لا اله الا الله يصير كانه يقول انی اعتقدت انه تعالى واحد فی ذاته وصفاته وافعاله

جو شخص یہ بات کہتا ہی لا الہ الا اللہ گویا وہ کہتا ہی مین نی یقین کیا کہ اللہ تعالی ایک ہی اپنی ذات اور صفات اور افعال مین

ولا يظهر فی العالم شئ الا بعلمه وارادته وخلقه ولا يستحق العبادة الا هو وانی التزمت عبادته

اور عالم مین کوئی امر پیدا نہین ہوسکتا بدون اوسکی علم اور ارادہ اور پیدا کرنی کی اور کوئی نہین سزاوار پرستش کا سوا اوسکی اور میری ذمہ ہی اوسکی عبادت

ولا اعبد الا اياه وبعد هذا الاعتراف كل من اتبع هواه فقد اتخذ الهه هواه وهو موحد بلسانه

اور مین کسیکی عبادت نکرونگا سوای اوسکی اور یہہ اقرار کرکر جو شخص اپنی ہوا ہوس کی پیچھی پڑی تو اوسنی بیشک اپنا معبود ہوا ہوس کو ٹہرالیا اب وہ شخص فقط زبان سی

فقط والتوحيد لا يكمل الا بالاستقامة عليه ومن لم يستقم عليه ولو فی امر يسير بل اتبع هواه

توحید کا قایل ہی اور توحید بدون استقامت کی پوری نہین ہوتی اور جو شخص توحید پر قایم نرہی اگرچہ ادنی کار مین بلکہ وہ اپنی ہوا ہوس کی پیچھی پڑی

ولو فی فعل قليل يكون خارجا عن سواء السبيل وذلك قادح فی كمال التوحيد ولعدم خلو بشر عن

اگرچہ چہوٹی سی کار مین وہ سیدہی رستہ سی سیراہ ہی اور اسی کمال توحید کو بٹا لگتا ہی اور اسلئی کہ اکثر آدمی اکثر اوقات کمال توحید پر

ذلك فی غالب الامر قال الله تعالى وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا فيكون ورود كل احد على النار متيقنا وانما

قایم نہین رہتی اللہ تعالی فرماتا ہی ایسا کوئی نہین جو اوس پر نگذری سو یقینا آگ سب کی گذرگاہ ہی

الشك فيمن ينجو منها وقد جاء في بعض الاخبار ما يدل على ان اخر من يخرج منها يخرج بعد سبعة الاف

شک اسمیں ہی کہ کون کون نجات پاویگا بعضی حدیثوں میں ایسا آیا ہی جس سی یہہ معلوم ہوتا ہی کہ سب سی پیچھی دوزخ میں سی نکلنی والا سات ہزار برس کی بعد نکلیگا

سنة وبعضهم يجوز منها كبرق خاطف فلا يكون له فيها لبث وبعضهم يمكث فيها لحظة وبين اللحظة

اور بعضی اسمیں سی ایسی گذر جاویگی جیسی چمکتی بجلی ایسی شخصکو دوزخ میں ذرہ بہر درنگ نہوگی اور بعضی دوزخ میں لحظہ بہر ٹہریگی ایک لحظہ سی

وسبعة الاف سنة درجات متفاوتة من اليوم والاسبوع والشهر والسنة والسنتين وسائر العدد

سات ہزار برس کا اندر بہت سی درجہ متفاوت ہیں جیسی ایک دن یا ایک ہفتہ یا ایک مہینہ ایک برس دو برس اور باقی تمام گنتی

واما الاختلاف بالشدة فلا نهاية لاعلاه وادناه التعذيب بالمناقشة في الحساب فان اختلاف عذاب

اور یہ حال سختی کا اوسکی اعلی درجہ کا تو کچہہ ٹھکانا نہیں اور کم سی کم عذاب حساب کی گرفت ہی سختی سی کیونکہ اختلاف آخرت کی عذاب کا

الاخرة وثوابها بحسب قوة الايمان وضعفه وكثرة الطاعات وقلتها وكثرة الذنوب وقلتها وشواهد

اور ثواب کا موافق ایمان کی قوت اور سستی کی ہی اور باعتبار زیادتی اور کوتاہی عبادت کی اور بلحاظ کثرت اور قلت گناہ ہونگی اور گواہ

هذا في القران قوله تعالى اليوم تجزى كل نفس بما كسبت لا ظلم اليوم وقوله تعالى وان ليس للانسان الا

اسکی قرآن میں ہیں قول اللہ تعالی کا آج بدلا دی جاویگی ہر جان جو جو اوسنی کیا تہا آج ظلم نہیں ہی اور قول اللہ تعالی کا اور یہہ کہ آدمی کو وہ ہی ملتا ہی

ما سعى وقوله تعالى فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره وغير ذلك مما ورد في كتاب

جو کیا اور قول اللہ تعالی کا سو جسنی ذرہ بہر بہلائی کی وہ دیکھ لیگا اور جسنی ذرہ بہر برائی کی وہ دیکھ لیگا اور سوا اسکی جو اور کتاب مجید میں

الله تعالى وسنة رسوله من كون الثواب والعقاب جزاء الاعمال فعلى هذا كل من احكم اصل الايمان

اور سنت رسول یعنی حدیث میں وارد ہی کہ ثواب اور عذاب دونو بدلا کئی کا ہی پس اس بیان کی موافق جسنی اصل ایمان کو درست اور محکم کیا

واحسن جميع الفرايض التي هي الاركان الخمسة للاسلام باتيان كلمتي الشهادة واقامة الصلوة وايتاء الزكوة

اور تمام فرایض اچھی طرح ادا کئی یعنی پانچوں رکن اسلام دونو کلمی شہادت کی پڑہی اور نماز کو قایم رکہی اور زکوہ ادا کرتا رہا

وصوم رمضان وحج البيت واجتناب الكبائر ولم يصدر منه الا صغائر متفرقة من غير ان يصر عليها

اور روزی رمضان کی رکہی گیا اور حج بیت اللہ کا کیا اور کبیرہ گناہوں سی بچتا رہا اور اوس سی سوا متفرق صغیرہ بدون اصرار کی یعنی دہٹہرجانی کی کوئی صادر نہیں

وادنى معنى ارتكاب الكبائر والاصرار على الصغائر بمعنى الاكثار فيها سواء كانت من نوع واحد ومن

اور کم سی کم کبیرہ عمل کرتی سی اور صغیرہ پر اصرار کرنیسی مراد یہہ ہی کہ اکثر اوقات اوسمیں مبتلا رہی برابر ہی کہ وہ گناہ ایک ہی طرح کا ہو یا

انواع مختلفة يشبه ان يكون عذابه بالمناقشة في الحساب فاذا حوسب يرجح حسناته على سياته

کئی طرح کی ہوں تو قریب بیقین ہی کہ ایسی شخصکا عذاب حساب میں سخت گیری کا ہو پہر جب حساب ہوچکیگا تو اوسکی حسنات کو برائیوں پر غلبہ ہوگا

اذ قد جاء في الحديث ان الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة ورمضان الى رمضان مكفرات لما بينهن

اسواسطی کہ حدیث میں آیا ہی کہ پانچوں نمازیں اور جمعہ اگلی جمعہ تک اور رمضان اگلی رمضان تک اوتار ڈالتی ہیں بیچ کی صغیرہ گناہوں کو

سوى الكبائر وكذا اجتناب الكبائر مكفر للصغائر بحكم نص القران وهو قوله تعالى ان تجتنبوا كبائر

سوای کبیرہ گناہوں کی اور ایسی ہی کبیرہ گناہ سی بچتی رہنا اوتار ڈالتا ہی صغیروں کو قرآن کی صاف حکم سی وہ یہہ قول اللہ تعالی کا ہی اگر تم بچتی رہوگی بڑی چیزوں سی

ما تنهون عنه نكفر عنكم سياتكم واقل درجات التكفير ان يدفع العذاب اذا لم يدفع الحساب

جو تمکو منع ہوئی ہیں تو ہم اوتار دینگی تمسی گناہ تمہاری اور کم سی کم درجہ معافی کا یہہ ہی کہ عذاب موقوف ہو اگر حساب موقوف نہو

وكل هذا حاله يكون ممن ثقلت موازينه فهو في عيشة راضية هذا حال من اجتنب جميع الكبائر

لہذا ایسی ہی لوگ ہونگی جنکی تولیں بہاری ہونگی سو وہ نہایت پسندیدہ آرام میں ہیں یہہ حال تو اوسکا ہی جو تمام کبایر سی بچتا رہا

وادى جميع الفرائض واما من ارتكب بعضا من الكبائر او ترك بعضا من الفرائض فانه ان تاب توبة

اور اوسنے تمام فرائض ادا کئے اور جسنے کچھ کچھ کبیرہ گناہ بھی کئے اور کوئی کوئی فرض بھی ادا نکیا تو ایسے شخص نے اگر کامل توبہ کی

نصوحا قبل قرب الاجل يلتحق بمن لم يرتكب ذنبا لان التائب من الذنب كمن لا ذنب له والثوب المغسول

حالت نزع سے پہلے تو پہر اونمیں شامل ہے جسنے کوئی گناہ نہیں کیا اسلئے کہ گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے جیسے بے گناہ اور دہویا ہوا کپڑا ایسا ہوتا ہے

كالثوب الذى لم يتوسخ وان لم يتب بل مات قبل التوبة فامره مخطر عند الموت اذ ربما يكون موته على

جیسے میلا نہیں ہوا اور اگر توبہ نہیں کی بلکہ توبہ سے پہلے مرگیا تو اوسکے حق میں مرتے وقت کا اندیشہ ہے اسواسطے اکثر اوقات ایسی موت

الاصرار سببا لزوال ايمانه فيختم له بسوء الخاتمة ويبقى فى جهنم ابد الاباد وان لم يختم له بسوء الخاتمة

اصرار پر باعث ایمان کی زوال کی ہوجاتی ہے پہر اوسکا خاتمہ بد ہوگا اور ہمیشہ کو دوزخ میں پڑا رہیگا اور اگر اوسکا خاتمہ بد نہوا

بل مات على الايمان فان لم يعف الله تعالى يعذب عذابا يزيد على عذاب المناقشة فى الحساب ويكون

بلکہ ایمان سے مرا پہر اگر اللہ تعالی نے معاف نکیا تو اوسکو ایسا عذاب ہوگا جو حساب میں سخت گیری کی عذاب سے زیادہ ہو اور

كثرة العقاب من حيث المدة بحسب كثرة الاصرار ومن حيث الشدة بحسب شدة قبح الكبائر ومن حيث

افزایش عذاب کی درازی مدت سے باعتبار زیادتی اصرار کی ہوگی اور افزایش سختی میں باعتبار سختی گناہ کی ہوگی اور

اختلاف النوع بحسب اختلاف انواع المعاصى وعند انقضاء مدة العقاب ينزل فى درجات اصحاب

تبدیل عذاب کی باعتبار تبدیل گناہ کی یعنی جیسا گناہ ویسا ہی عذاب ہوگا اور بعد گزرجانے مدت عذاب کی وہ شخص اونکی مرتبہ میں شامل ہوویگا جنکو

اليمين وفى الخبر ان اخر من يخرج من النار يعطى مثل الدنيا كلها عشرة اضعاف ولا يخرج من النار الا من حل

اعمالنامہ داہنے ہاتھ میں ملینگے اور حدیث میں ہے کہ سب سے پیچھے جو دوزخ سے باہر آویگا اوسکو تمام دنیا سے دس گونہ زیادہ عنایت ہوگا اور دوزخ میں سے سوا موحد کی

وليس المراد من الموحد من يقول بلسانه لا اله الا الله فقط لان اللسان من هذا العالم الذى يعبر عنه

کوئی خلاص نہوویگا اور موحد سے مراد وہ شخص نہیں ہے جو صرف زبان سے لا الہ الا اللہ کہا کرے اسلئے کہ زبان اوس عالم کا ہے جسکو

بعالم الملك والشهادة فلا ينفع النطق به الا فى هذا العالم حيث يدفع سيف المسلمين عن رقبته وايدى

عالم ملک اور شہادت کہتے ہیں سو زبانی کلمہ پڑہنے سے صرف اسی عالم میں فائدہ ہوگا اسواسطے کہ تلوار مسلمانوں کی اوسکی گردن سے دور رہے گی اور ہاتہ

الغانمين عن ماله ومدة الرقبة والمال مدة الحيوة واذا لم يبق الرقبة والمال لا ينفع النطق به وانما ينفع الصدق

غنیمت کرنیوالوں کا اوسکے مال سے الگ رہیگا اور گردن اور مال تو زندگی بہر ہے پہر جب گردن اور مال نرہیگا یعنی بعد موت کے وہ کلمہ پڑہنا کچھ کام نہ آویگا

فى التوحيد وكمال التوحيد الاستقامة على فعل المامورات وترك المنهيات ولا يتاتى ذلك الا بغلبة اليقين

توحید میں صرف تصدیق کام آویگی اور کمال توحید کا مامورات کی عمل کرنے پر اور منہیات کی ترک کرنے پر قایم رہنے کا ہے اور یہہ بات حاصل نہیں ہوتی

على القلب بعد نفى الشك عنه فان من غلب على ظنه ان من يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة

جبتک دل پر یقین غالب نہو اور شک دل میں سے نجاتا رہے کیونکہ جسکی گمان میں یہہ بات جم گئی کہ جو ذرہ بہر بھلائی کو عمل میں لاویگا وہ دیکہیگا اور جو ذرہ بہر برائی کریگا

شرا يره لا شك ان يحرص على تحصيل الطاعات ويحفظ قليلها وكثيرها ويترك الذنوب والسيات

سو دیکہیگا تو بیشک وہ شخص جہانتک بنے عبادت کو حاصل کریگا اور عبادت میں سے تمام چہوٹی اور بڑی کی حفاظت کریگا اور تمام گناہ اور برائیکو چہوڑیگا

ويجتنب صغيرها وكبيرها وقليلها وكثيرها وهذا هو الايمان الحقيقى والتوحيد اليقينى والناس فى هذا

اور تمام صغیرہ اور کبیرہ سے اور تہوڑی اور بہت سے بچیگا اور یہہ ہی حقیقی ایمان اور یقینی توحید ہے اور آدمی اس توحید کی اندر

التوحيد متفاوتون فمنهم من له توحيد مثل الجبال ومنهم من له توحيد مثل دينار ومنهم من له توحيد

مختلف درجہ کی ہیں بعضی وہ ہیں جنکی توحید برابر پہاڑ کی ہے اور بعضے ایسے ہیں جنکی توحید برابر دینار کی ہے اور بعضے ایسے کہ جنکی توحید

مقدار خردلة وذرة فمن في قلبه مثقال دينار من الايمان فهو اول من يخرج من النار وآخر من يخرج
برابر دانہ رائی اور ذرہ کی ہی پہر جسکی دل میں ایمان برابر دینار کی ہی وہ سب سی پہلی دوزخ کی اندر سی باہر آویگا اور سب سی پیچھی دوزخ کی

منها من في قلبه مقدار ذرة من الايمان واكثر ما يدخل الموحدين النار مظالم العباد وقد جاء في الاثر
اندر سی وہ نکلیگا جسکی دل میں ایمان برابر ذرہ کی ہی اور موحد آدمی اکثر دوزخ میں بسبب حق العباد کی جاوینگی اور حدیث اثر میں آیا ہی

ان العبد ليوقف بين يدي الله تعالى وله حسنات امثال الجبال لو سلمت له لكان من اهل الجنة فيقوم
کہ ایک شخص سامنی اللہ تعالی کی کہڑا ہوگا اور اوسکی حسنات پہاڑ کی برابر ہونگی اگر وہ سب اوسکی لئی ہی رہتیں تو بیشک جنتی ہوتا پہر اوسکی

اصحاب المظالم فكان قد سب هذا وضرب هذا واستخدم هذا واخذ مال هذا فيقتص من حسناته
مدعی کہڑی ہونگی اوسنی اوسکو گالی دی تہی اور اوسکو مارا تہا ایک سی خدمت لی تہی کسیکا مال چہین لیا تہا اب ان سبکا بدلہ اوسکی حسنات میں سی

حتى لا يبقى له حسنة فيقول الملائكة يا ربنا قد فنيت حسناته وبقي الطالبون كثير فيقول الله تعالى
آخر اوسکی پاس کچہہ بہی نہیں بچیگا پہر فرشتی کہینگی یا الہی اوسکی حسنات تو ہو لئی اور مدعی بہت موجود ہیں اللہ تعالی فرماویگا

القوا من سيأتهم على سيأته وصكوا له صكا الى النار وكما يهلك الظالم بسيئة غيره بطريق القصاص
اونکی گناہ اسکی ذمہ پر رکہدو اور اوسکی لئی دروازہ دوزخ کا کہولدو اور جیسی ظالم غیر کی گناہ سی یعنی بدلہ میں مارا جاتا ہی

فكذلك ينجو المظلوم بحسنة الظالم اذ تنقل حسنته اليه عوضا عما ظلمه به واذا تقرر هذا فالواجب
ایسی ہی مظلوم ظالم کی حسنات سی بچ جاتا ہی جب ظالم کی حسنات ظالم کی بدلہ میں مظلوم کو ملجاتی ہیں جب یہہ بات ٹہری تو ہر مسلمان پر واجب ہی

على كل مسلم البدار الى محاسبة نفسه كما روي عن عمر بن الخطاب انه قال حاسبوا انفسكم قبل ان
کہ جلد اپنی ذات کا حساب سمجہہ لی چنانچہ روایت ہی عمر بن الخطاب سی کہ فرماتی ہیں اپنا حساب سمجہہ رکہو پہلی

تحاسبوا وزنوا انفسكم قبل ان توزنوا فانكم ان كنتم تحاسبون انفسكم اليوم وتزنونها للعرض الاكبر
حساب دینی سی اور اپنا کیا تول رکہو پہلی تول جانی سی کیونکہ اگر تم آج اپنا حساب سمجہہ لوگی اور بڑی وقت کی واسطی تول رکہوگی

يكون الحساب عليكم غدا هونا وتعرضون يومئذ لا تخفى عليكم خافية وطريق المحاسبة ان
تو کل کو حساب تم پر بہت آسان ہوجائیگا اوسدن سب سامنی ہوگا کوئی بات چہپی نرہیگی اور حساب سمجہنی کا یہہ ڈہب ہی

ينظر المرء في حواله هل عليه شئ من حقوق الله تعالى وحقوق الناس ام لا فيقضي ما فاته من فرائض
کہ آدمی اپنی حال میں غور کری آیا مجہپر کوئی حق اللہ یا حق العباد باقی ہی یا نہیں پہر چاہئی کہ ادا کری اگر کوئی فرض

الله تعالى ويرد المظالم حبة حبة ويستحل كل من تعرض له بيده ولسانه وقلبه بان اساء له الظن
الہی رہ گیا ہو اور حق العباد کا دانہ دانہ پہیر دی اور معاف کرالی ہر ایک سی جسکو ستایا ہوا ہاتہ سی اور زبان سی اور دل سی اسطرح کہ اوسکی حق میں بدگمانی کی

ويطيب قلوبهم حتى يموت ولم يبق شئ عليه من حقوق الله تعالى وحقوق العباد ويدخل الجنة بغير
اور اونکا دل خوش کردی آخر ایسی حال میں مری کہ اوسکی ذمہ پر کوئی حق اللہ اور حق العباد باقی نہو اور بہشت میں بی

حساب يسرنا الله بفضله **المجلس التاسع في لزوم الاتباع للنبي صلى الله عليه**
حساب چلا جاوی الہی اپنی فضل سی ہمپر آسان کردی نویں مجلس ضروری ہونی میں اتباع نبوی صلی اللہ علیہ

وسلم فيما جاء به وفيه تحقيق قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يؤمن احدكم
وسلم کی تمام احکام میں جو لائی ہیں اور اسمیں تحقیق ہی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی مؤمن نہیں ہوگا کوئی تم میں سی

حتى يكون هواه تبعا لما جئت به هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه عبد الله بن عمرو بن العاص
جبتک ہووی خواہش اوسکی مطابق میری لائی ہوئی کی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی روایت سی

معناه ان احدکم لایبلغ درجة کمال الایمان حتی یخالف هواه ویتبع الحق ولا یسلط هواه علی الحق
اسکی معنی یہہ ہیں کہ البتہ کوئی تم میں سے نہیں پاویگا درجہ کمال ایمان کا یہان تک کہ اپنی ہوا ہوس کی خلاف کرے اور تابع حق کا ہو اور اپنی ہوا ہوس کو حق پر غالب نہ کرے
بل یکون الحق الذی جئت به مسلطا علی الهوی فان من یعمل بهوی نفسه لایرید نفسه شیئا الا
بلکہ حق ہی جو مین لایا ہون خواہش پر غالب رہے کیونکہ جو شخص مطابق اپنی خواہش نفسانی کے عمل کیا کرے تو پہر اسکا نفس جو خواہش کرے گا
یرتکبه ویخالف مولاه ویجعل هواه الها لنفسه کانه یعبده ولهذا قال النبی علیه السلام ما عُبِدَ تحت
سو عمل کریگا اور اپنی مولی کا مخالف ہوکر اپنی خواہش نفسانی کو اپنا معبود بنا دیگا گویا کہ اوسکی پرستش کرتا ہے اسیلئے فرمایا ہے نبی صلی اللہ علیہ نے نہیں پوجا گیا آسمان کے
السماء اله ابغض الی الله تعالی من الهوی وفی روایة ان ابغض اله عُبِد فی الارض عند الله تعالی
تلی کوئی معبود جو بدتر ہو نزدیک اللہ تعالی کی ہوا سے اور ایک روایت میں یہہ ہے بیشک بدتر معبود جو پوجا جاتا ہے زمین پر نزدیک اللہ کی
هو الهوی وفی الحقیقة ان من تامل یعلم ان من یعبد الصنم لایعبد الصنم وانما یعبد هواه لکن
ہوا ہے اور حقیقت میں جو شخص غور کرکر دیکہے تو جان لے کہ جو آدمی بت کو پوجتا ہے وہ بت کو نہیں پوجتا اپنی ہوا کی پرستش کرتا ہے کیونکہ اوسکا
نفسه مائلة الی دین اباه فیتبع ذلك المیل الذی یعبر عنه بالهوی اذ من عادة اهل الهوی ان یستحسنوا
دل باپ دادوں کی دین پر جہکتا ہے سو یہہ شخص اوسی توجہ دلی کی پیچہے لگا ہوا ہے اسی کو ہوا کہتے ہیں اسلئے کہ اہل ہوا کی یہہ عادت ہے کہ جو بات اونکی خوشی کی
کلما یوافق هواهم وان کان الکل شر ووبال وان یستقبحوا کل ما یخالف هواهم وان کان جالبا لکل خیر
موافق ہو اوسکو اچہا سمجہیں اگرچہ وہی تمام برائی اور وبال آپڑے اور جو بات اونکی خوشی کی خلاف ہو اوسکو برا سمجہیں اگرچہ اوسمین تمام بہلائی
ونوال فالسعید من یخالف هواه ویطیع مولاه والشقی من یتبع هواه ویخالف مولاه ویکون هالکا
اور خوبی ہو لیس نیکبخت وہ ہی ہے جو اپنی خواہش نفسانی کی خلاف اور مولی کی اطاعت کرے اور بدبخت وہ ہی جو اپنی خواہش نفسانی کی پیچہے مولی کا خلاف کرکر ہلاک
لان من یتبع هواه یفعل ما یضره ویهلك حالا او مالا وهو لا یشعر او یشعر لکن لخفة عقله یرجح
اسواسطے کہ جو اپنی ہوای نفسانی کا تابع ہوگا تو وہ ہی عمل کریگا جو اوسکی حق میں مضر ہو دنیا اور آخرت میں ہلاک کردے اور وہ خیال نہیں کرتا یا خیال کرتا ہے پر بیوقوفی سے
اللذة الحاضرة التی لا بقاء لها علی العقوبات العظیمة التی لا نهایة لها ویظن لعمی بصیرته وغایة حماقته
حال کی لذت کو جسکو اصلا قیام نہیں ہے اون بڑی بڑی عذابوں سے جنکی کچہہ انتہا نہیں ہے بہتر جانتا ہے اور یہہ دل کا اندہا اپنی حماقت سے یہہ گمان کرتا ہے
انه ظفر بشیء من اللذائذ ولا یعلم ذلك الاحمق انه یخرج من الدنیا ویری انه لم یظفر بشیء من اللذائذ
کہ مین نے خوب عیش اوڑائی اور احمق یہہ نہیں سمجہتا کہ دنیا سے نکلتی ہی یعنی مرتی ہی دیکہہ لیگا کہ اوسکو کچہہ بہی مزہ حاصل ہوا
اصلا لا من لذائذ الدنیا ولا من لذائذ الاخرة بل اتبع هواه فیما لیس بشیء لان لذائذ الدنیا عنه تزول
نہ تو دنیا ہی میں مزا اوٹہایا اور نہ آخرت میں کچہہ عیش پایا بلکہ بیکار نفسانی باتوں میں لگا رہا کیونکہ دنیا کا عیش تو جاتا رہیگا
ولذائذ الاخرة لیس له الیه الوصول فیبقی فی حسرة وندامة حین لا ینفعه الندم وقد قال ابن عباس
اور آخرت کا عیش کبہی میسر نہوگا ایسی طرف حسرت اور ندامت میں مبتلا رہیگا سو اب ندامت سے کیا ہوتا ہے ابن عباس کہتے ہیں
ما ذکر الله الهوی فی القران الا ذمه فانه تعالی قال بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَهْوَآءَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ وقال وَاِنَّ
کہ اللہ تعالی نے قرآن میں جہان ہوا ہوس کا ذکر کیا ہے سب برائی سے کیا ہے اللہ تعالی نے فرمایا ہے بلکہ چلے ہیں یہہ بے انصاف اپنی چاؤ پر بن سمجہے اور کہا اور بہت لوگ
کَثِیْرًا لَّیُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ وقال وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَیْرِ هُدًی مِّنَ اللّٰهِ فعلم من
بہکاتے ہیں اپنی خیال پر بغیر تحقیق اور کہا اور اوس سے زیادہ بہکا کون جو چلے اپنی چاؤ پر بن راہ بتائی اللہ کی
هذه الایات ان اتباع الهوی لا یکون فی الاکثر الا بغیر علم بالحق فلابد للمؤمن ان یعرف الحق ویمیزه عن
ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہوا ہوس میں مبتلا ہونا اکثر اوقات بسبب ناواقفی امر حق کی ہوتا ہے سو ہر مؤمن کو لازم ہے کہ امر حق کو دریافت کرکر باطل سے

الباطل ويعمل بالحق ويختاره على الباطل لان من لم يعرف الحق فهو ضال ومن عرفه واختار علي
اوسکی تمیز حاصل کری پہر حق پر عمل کری اور باطل پر اوسکو پسند کری کیونکہ جو شخص حق کو نہیں پہچانتا وہ گمراہ ہوتا ہی اور جو شخص حق کو تو پہچانی پہر غیر حق کو
غيره فهو مغضوب عليه ومن عرفه واتبعه فهو منعم عليه وقد امرنا الله تعالى ان نسئله في كل
پسند کری تو اوسپر خدا کا غضب ہوتا ہی اور جو حق کو پہچان کر اوسکی اطاعت کری اوسپر خدا کی رحمت ہی اور ہمکو اللہ کا حکم ہی کہ ہم اوس سی یہہ دعا مانگا
وليلة مرات عديدة ان يهدينا صراط الذين انعم عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين وبين في
رات میں کئی کئی بار کہ دکہا ہمکو رستہ اون لوگوں کا جن پر تو نی رحمت کی نہ رستہ اون لوگوں کا جن پر تو نی غضب فرمایا اور نہ گمراہ ہونیکا اور
ضمنه ان اهل السعادة هم الذين عرفوا الحق واتبعوه وكانوا مهتدين وان اهل الشقاوة هم الذين
اسی کی ضمن میں بیان کیا کہ سعادتمند وہ لوگ ہوتی ہیں جنہوں نی حق کو پہچان کر اطاعت کی اور راہ سیدہی پایا اور بدبخت وہ لوگ ہیں جنہوں نی
لم يعرفوا الحق بل جهلوه وخرجوا منه وكانوا ضالين او عرفوه وخالفوه ولم يتبعوه بل اتبعوا غيره
حق کو نہ پہچانا اور جہالت کی مارے حق سی خارج ہوکر گمراہ ہوگئی یا حق کو پہچان کر اوسکا خلاف کیا اور اطاعت نکی بلکہ غیر حق کی اطاعت کی ا
كانوا مغضوبا عليهم وقد ثبت في الحديث ان المغضوب عليهم اليهود وان الضالين النصرى وانما
اونپر غضب نازل ہوا اور حدیث سی ثابت ہی کہ مغضوب علیہم سی مراد یہود ہیں اور ضالین کی مراد نصاری ہیں اور کیا و
سمى اليهود بالمغضوب والنصرى بالضالين مع كون كل واحد منهما ضالا ومغضوبا عليهم لكون
کہ یہود مغضوب علیہم ٹہری اور نصاری ضالین ٹہری باوجودیکہ یہہ دونو گمراہ اور سزاوار غضب کی ہیں اسی وجہ
كل واحد منهما مختصا بما غلب عليه من الجهل والعناد فان اليهود كانوا امة عناد فخصوا بالغضب
کہ دونو فرقوں کو خصوصیت ہی غلبہ جہل اور عناد سی سو یہودیوں میں تو عناد زیادہ تہا وہ تو سزاوار غضب کی
والنصرى كانوا امة جهل فخصوا بالضلال ولهذا قال سفيان بن عيينة من فسد من علمائنا
اور نصاری میں جہالت زیادہ تہی وہ گمراہی سی مخصوص ہوئی اسیلئی سفیان بن عیینہ کہتی ہیں کہ ہم میں سی جو عالم ہوکر بگڑجاوی
ففيه شبه من اليهود لان اليهود عرفوا الحق ولم يتبعوه بل عدلوا عنه وكانوا مغضوبا عليهم
تو وہ یہودیوں سی ملتا ہی کیونکہ یہودیوں نی حق کو پہچان کر اطاعت نکی بلکہ حق سی الگ ہوگئی پہر قابل غضب الہی کی ہوگئی
ومن فسد من عبادنا ففيه شبه من النصارى لان النصارى لم يعرفوا الحق بل جهلوه وكانوا
اور ہم میں سی جو عابد بگڑجاوی تو وہ نصرانیوں سی ملتا ہی کیونکہ نصرانیوں نی حق کو نہیں پہچانا بلکہ نادانستہ رہی
ضالين فانه تعالى جعل العبادة سببا للثواب والمعصية سببا للعقاب فمن يرجو الثواب ويخ
آخر گمراہ ہوئی بیشک اللہ نی عبادۃ کو واسطہ ثواب کا بنایا ہی اور گناہ کو واسطہ عذاب کا بنایا پہر جو شخص آرزو ثواب کی کری اور
العذاب لابد له ان يعرف العبادة والمعصية ليشتغل بالاولى ويصل الى الثواب ويحترز عن الثان
عذاب سی ڈری تو اوسکو لازم ہی کہ عبادت اور معصیت کی حقیقت دریافت کری تاکہ عبادۃ کی شغل سی ثواب پاوی اور گناہ سی پرہیز کرکر
وينجو من العذاب لان من لم يعرفهما ولم يفرق بينهما يضع احدهما مقام الاخرى فيكون من الخس
عذاب سی بچی کیونکہ جو شخص ان دونوں سی خوب واقف نہوگا اور دونوں میں فرق نہ کریگا وا ایک کو دوسری کی جگہ برت لیگا پہر اوسکو بڑا ہی خسارہ ہوگا
وذلك لان في قلب الانسان قوتين قوة العلم وقوة الارادة وهما لا يتعطلان ابدا ولا يحصل
اور یہہ بات اسلئی کہ انسان کی دل میں دو قوتیں ہیں قوت علم کی اور قوت ارادہ کی اور یہہ دونو کبہی بیکار نہیں ہوتی اور ان بدون
عمل الا بهما سواء كان خيرا او شرا لان من يفعل شيئا سواء كان خيرا او شرا لا يفعله ما لم ير
کوئی عمل نہیں ہوسکتا برابر ہی کہ نیک ہو یا بد ہو اسلئی کہ جو شخص کچھ کام کرتا ہی برابر ہی کہ بہلا ہو یا برا ہو تو بدون ارادہ کی نہیں کرسکتا

ولا يريده مالم يعلمه فكمال الانسان وصلاحه باستعمال هاتين قوتين فيما ينفعه في الدارين
اور ارادہ اوسکا بدون علم کی نہین ہوسکتا سو تمام خوبی اور بھلائی آدمی کی ان دونو قوتوں کو دارین کی منفعت مین استعمال کرنیسی ہی
ويعينه في نيل الدولتين فلابد له من استعمال قوة العلم في ادراك الحق وتميزه عن الباطل
اور ان دونو دولتوں کی حصول مین مددگار بنانی سی سو آدمی کو چاہی کہ قوت علمی کو حق الامر کی دریافت کرنی مین استعمال کرکر حق کو باطل سی جدا کری
واستعمال قوة الارادة في طلب الحق وايثاره على الباطل لانه اذا لم يستعمل قوته العلمية في معرفة
اور قوت ارادی کو حق کی تلاش مین استعمال کرکر حق کو باطل پہ اختیار کری کیونکہ جب یہہ شخص اپنی قوت علمی کو حق کی پہچان مین استعمال نکریگا
الحق وادراكه فلاجرم انه يستعملها في معرفة الباطل وما يليق به واذا لم يستعمل قوته الارادية
تو بیشک اوسہی قوت کو باطل کی پہچان مین اور جو اوسکی متعلق ہی استعمال کریگا اور اگر اپنی قوت ارادی کو
في طلب الحق والعمل به فلاشك انه يستعملها في طلب الباطل والعمل به ثم ان الانسان مجبول
طلب حق مین اور حق کی عمل مین نہین صرف کریگا تو بیشک اوسکو باطل کی طلب اور اوسکی عمل مین صرف کریگا پہر آدمی کی خلقی عادت ہی
على معرفة صانعه ويقتضي طبعه عبادة خالقه والتقرب اليه بحكم الفطرة التي فطر الناس
کہ اپنی پیدا کرنیوالی کو پہچانی اور اوسکی طبیعت کی خواہش ہی کہ اپنی خالق کی عبادت اور نزدیکی حاصل کری باعتبار اصل پیدایش کی جسپر آدمیون کی پیدایش ہی
عليها لكن لاعبرة بالمعرفة الجبلية والعبادة الطبيعية لانها تكون على مقتضى النفس منا.
پر عادت کی موافق پہچان کا کچہہ اعتبار نہین ہی اور طبیعی عبادت کی کچہہ اصل نہین کیونکہ ایسی عبادت بطور خواہش نفس اور متابعت
هواها فلا يخلو عن شوب الشرك وانما المعتبر المعرفة والعبادة على وفق الشرع لا على وفق الطبع
ہوا و ہوس کی ہوتی ہی سو اسمین ملونی شرک کی ضرور ہوتی ہی معرفت اور عبادۃ وہ ہی معتبر ہی جو شرع کی موافق ہو نہ جو کہ مطابق طبع کی ہو کری
الا ترى ان ابليس كان في طبعه السجود لربه حتى عبد الله تعالى فيما يروى ثمانين الف سنة
کیا تجکو معلوم نہین ہی کہ ابلیس بخواہش طبع رب کو سجدہ کرتا تہا ایسا کہ موافق ایک روایت کی اسی ہزار برس خدا کی عبادت کی
وانتظم بكثرة عبادته في سلك الملئكة المقربين ثم لما امر بالسجود على خلاف طبعه ابى واستكبر وكان
اور اس عبادت کی برکت سی مقرب فرشتوں کی جماعت مین شامل ہوگیا تہا پہر جب اوسکو سجدہ کا حکم اوسکی خلاف طبع ہوا تو انکار کیا اور تکبر کرنی لگا اور
من الكفرين فان من يتبع طبعه وهواه فانه لا يفعل شيئا من المعروفات الا ما يوافق هواه ولا يترك
کافر ہوگیا پس جو شخص اپنی طبیعت اور ہوا و نفسانی کا تابع ہوتا ہی تو وہ حسنات مین سی بہی وہ عمل کرتا ہی جو اوسکی خواہش کی موافق ہو اور
شيئا من المنكرات الا ما يخالف هواه وقد قال بعض السلف من لم يعمل من الحق الا ما يوافق هواه
منکرات مین سی بہی وہ ہی ترک کرتا ہی جو اوسکی خواہش کی خلاف ہو اور بعضی متقدمین کا قول ہی کہ جو شخص حق الامر مین سی وہ ہی عمل کری جو اوسکی مرضی کی مطابق ہو
ولم يترك من الباطل الا ما يخالف هواه لا يصل اجر ما عمل من الحق ولا ينجو من وزر ما ترك من الباطل
اور باطل مین سی وہ ہی کام چہوڑی جو اوسکی مرضی کی مخالف ہو تو نہ اوسکو حق پر عمل کرنیکا ثواب ملی اور نہ باطل کی ترک کرنی پر گناہ سی بچی
بل يكون هذا سببا لسوء خاتمته وشوم عاقبته فان لسوء الخاتمة اسباب يجب على المؤمن
بلکہ اوسکی یہہ عادت باعث ہوگی خاتمہ بد کا اور انجام بد کا کیونکہ خاتمہ بد کی بہت اسباب ہوتی ہیں مومن آدمی پہ واجب ہی
ان يحترز عنها منها الفساد في الاعتقاد وان كان مع كمال الزهد والصلاح فان من كان له فساد
کہ اون سی بچتا رہی اونہین سی ایک اعتقاد کا فساد ہی اگرچہ اوسکی ساتہہ زہد اور صلاح بہی کامل ہو اگرچہ کیونکہ جسکا اعتقاد فاسد ہوتا ہی
في اعتقاده مع كونه قاطعا متيقنا به لم يخطر له انه اخطأ فيه قد ينكشف له في حال سكرات
باوجودیکہ وہ قطعی اور اوسکو یقینی جانتا ہی اوسکو یہہ گمان نہین ہی کہ مین اسباب مین خطا پہ ہون پہر جب نزع کی وقت یہہ ظاہر ہوگا

بطلان ما اعتقده فیظن ان سائر ما اعتقده من الاعتقادات الحقة مثل هذا الاعتقاد باطل
کہ اوسکا یہ اعتقاد باطل تھا تو اوسکو یہ خیال ہوگا کہ اوسکی تمام اعتقادات حق ہی مانند اسی اعتقاد کی باطل ہیں

لا اصل له ان لم یکن عنده فرق بین اعتقاد واعتقاد فیکون انکشاف بطلان بعض اعتقاداته
انکی کچھ اصل بنیاد نہیں ہی اگر اوسکو ہر ہر اعتقاد میں فرق حاصل نہ تھا سو اوسکو بعض اعتقاد باطل ظاہر ہوتی ہی

سبب الزوال بقیة اعتقاداته فان خرج روحه فی هذه الحالة قبل ان یتدارک ویعود الی اصل
سب اعتقاد زائل ہو جائینگی پھر اگر ایسی حالت میں اوسکی جان نکل گئی پہلے اسی کہ اوسکا تدارک اور تلافی کر کر اصل

الایمان یختم له بالسوء ویخرج من الدنیا بغیر ایمان فیکون من الذین قال الله تعالی فیهم
ایمان حاصل کرلی تو اوسکا خاتمہ بد ہوگا اور دنیا سی بی ایمان جاویگا پھر اون لوگوں میں داخل ہوگا جنکی حق میں اللہ یہ فرماتا ہی

وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ وقال فی آیة اخری قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا
اور نظر آیا اونکو اللہ کی طرف سی جو خیال نہیں رکھتے تھی اور فرمایا ایک اور آیت میں کہ ہم بتاویں تمکو کن کی گئی بہت اکارت کام

اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا فان کل من اعتقد
جنکی دوڑ بہکتی رہی ہی دنیا کی زندگی میں اور وہ سمجھتی ہیں کہ خوب بناتی ہیں کام بیشک جو شخص کسی شی کو برخلاف واقع

شیئا علی خلاف ما هو علیه اما نظرا برایه وعقله او اخذا ممن هذا حاله فهو واقع فی هذا الخطر ولا
یعنی غلط اعتقاد کرلی یا تو صرف اپنی سمجھ بوجھ سی یا کسی ایسی ہی شخص سی اوس سی سیکھ کر تو اوسکی حق میں یہ ہی اندیشہ ہی اور

یدفعه الزهد والصلاح وانما یدفعه الاعتقاد الصحیح المطابق لکتاب الله تعالی وسنة رسوله
زہد اور صلاح سی یہ اندیشہ دفع نہیں ہوسکتا اس اندیشہ کو وہ ہی اعتقاد دفع کرتا ہی جو صحیح اور کتاب اللہ اور سنت رسول کی مطابق ہو

لان العقائد الدینیة لا یعتد بها الا ما اخذت منهما ومنها الاصرار علی المعاصی فان له اصرار
اسواسطی کہ عقاید دینی وہ ہی معتبر ہیں جو کتاب اور سنت کی مطابق ہوتی ہیں اور انہیں اسباب میں سی ایک سبب ہی گناہوں پر اڑ جانا بیشک جو شخص

علی المعاصی یحصل فی قلبه الفها وجمیع ما الفه الانسان فی عمره یعود ذکره عند موته فان کان
اڑ جاتا ہی تو اوسکی دل میں گناہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہی اور انسان کی تمام محبوب چیزیں زندگی بھر کی موت کی وقت یاد آتی ہیں پس اگر اسکو

میله الی الطاعات اکثر یکون اکثر ما یحضره عند الموت ذکر الطاعات وان کان میله الی المعاصی
رغبت عبادات کی زیادہ ہوگی تو موت کی وقت عبادات بہت یاد آوینگی اور اگر اسکو رغبت گناہوں کی

اکثر یکون اکثر ما یحضره عند الموت ذکر المعاصی فربما یغلب علیه حین نزول الموت به قبل التوبة
بہت ہوگی تو مرتی وقت وہ ہی گناہ بہت یاد آوینگی سو اکثر اوقات مرتی وقت توبہ سی پہلی

شهوة من الشهوات ومعصیة من المعاصی فیتقید قلبه بها ویصیر حجابا بینه وبین ربه وسببا
کوئی شہوت شہوات میں سی اور کوئی گناہ گناہوں میں سی اوسپر غالب ہو جاتا ہی پھر اوسکا دل اوسی میں لگا رہ جاتا ہی وہ ہی اوسمیں اور اوسکی رب میں پردہ ہو جاتا ہی

لشقاوته فی آخر حیوته لقوله علیه السلام المعاصی برید الکفر والذی لم یرتکب ذنبا اصلا
آخر دم وہ ہی اوسکی شقاوت کا سبب ہو جاتا ہی واسطی ارشاد نبی علیہ السلام کی گناہ کفر کی ایلچی ہوتی ہیں اور جسنی کبھی کوئی گناہ نہیں کیا یا

او ارتکب وتاب فهو بعید عن هذا الخطر واما الذی ارتکب ذنوبا کثیرة حتی کانت اکثر من طاعاته
گناہ تو کیا پر توبہ کی سو ایسا شخص اس اندیشہ سی الگ ہی اور جو شخص اکثر گناہ کرتا رہا ایسا کہ اوسکی عبادات سی زیادہ ہو گئی

ولم یتب عنها بل کان مصرا علیها فهذا الخطر فی حقه عظیم جدا اذ قد یکون غلبة الالف بها
اور اونسی توبہ بھی نکی بلکہ گناہ ہی میں مبتلا رہا تو اوسکی حق میں اس خطرہ کا اندیشہ ہی اسلئے کہ بعضی وقت بسبب غلبہ محبت کی

سببا لان یتمثل فی قلبه صورتها ویقع منه میل الیها ویقبض روحه علیها فیکون سببا لسوء

اوسکی دلمیں گناہ کی صورت مجسم ہوجاتی ہی اور اس شخصکو اوسکی طرف رغبت آتی ہی اور اسی حالت میں اوسکی جان نکل جاتی ہی یہہ ہی سبب ہوتا ہی اوسکی

خاتمته ویعرف ذلك بمثال وهو ان الانسان لاشك انه یری فی منامه من الاحوال التی الفها طول

خاتمہ بدکا یہہ بات مثال سی خوب سمجھہ میں آتی ہی مثال یہہ ہی کہ آدمی بیشک سوکر خواب میں وہ حالات دیکھا کرتا ہی جو عمر بہر مجبوب ہوتی ہیں

عمره حتی ان الذی قضی عمره فی العلم یری من الاحوال المتعلقة بالعلم والعلماء والذی قضی عمره

اسقدر کہ جسنی اپنی عمر پڑہنی لکہنی میں صرف کی ہی تو وہ وہ ہی حالات دیکھتا ہی جو علم اور علماء سی متعلق ہیں یعنی دوات قلم کتاب اور جسنی اپنی عمر

فی الخیاطة یری من الاحوال المتعلقة بالخیاطة والخیاط اذ لا یظهر فی حال النوم الا ما حصل له

درزی گری میں کہوئی تو وہ وہ ہی حالات دیکھتا ہی جو درزی گری سی متعلق ہیں یعنی گز قینچی اسلئی کہ نیند میں وہ سوجتا ہی جو بسبب کثرت الفت کی

مناسبة مع قلبه بطول الالف والموت وان کان فوق النوم لکن سکراته وما یتقدمه من

اوسکی دلسی مناسبت رکہتا ہی اور موت اگرچہ نیند کی نسبت برتر ہی پر اوسکی سکرات اور حال جو موت سی پہلی گذرتا ہی

الغشیة قریب من النوم فطول الالف بالمعاصی یقتضی تذکرها عند الموت وعودها فی القلب

جیسی غشی یہہ نیند ہی کی مثال ہوتی ہیں اور کثرت الفت کی معاصی سی یہہ ہی چاہتی ہی کہ معاصی موت کی وقت دلمیں ہٹ کر یاد آئیں

وتمثلها فیه ومیل النفس الیها وان قبض روحه فی تلك الحالة یختم له بالسوء ومنها العدول عن

اور دلمیں صورت پکڑلیں اور نفس کو اودہر رغبت ہو ایسی حالت میں اگر اوسکی جان قبض ہوگئی تو اوسکا خاتمہ بد ہوگا اور اون اسباب میں سی ایک سبب یہہ ہی

الاستقامة فان من کان مستقیما فی ابتدائه ثم تغیر عن حاله وخرج مما کان علیه فی ابتدائه یکون

کہ استقامت سی تجاوز کری البتہ جو شخص پہلی تو سیدہا راہ پر تہا پہر اپنا حال پلٹ کر وہ سیدہا راہ چہوڑ دیا جو ابتدا میں تہا یہہ ہی خاتمہ بد کا

سببا لسوء خاتمته کابلیس الذی کان فی ابتدائه رئیس الملئکة ومعلمهم واشدهم اجتهادا فی العبادة

سبب ہوتا ہی جیسی شیطان کہ پہلی تو تمام فرشتوں کا سردار اور اونکا استاد تہا اور عبادت پر بہت کوشش کیا کرتا

حتی قیل لم یبق فی سبع سموات وسبع ارضین موضع شبر الا وهو قد سجد فیه ثم لما امر بالسجود

اسقدر کہ کہتی ہیں کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمین میں ایک بالشت بہر جگہہ اسکی سجدہ سی خالی نہیں تہی پہر جب اسکو حکم ہوا آدم علیہ السلام کی

لادم ابی واستکبر وکان من الکفرین وکبلعام بن باعورا الذی اتاه الله ایاته فانسلخ منها بخلوده

سجدہ کا تو انکار کیا اور تکبر کرنی لگا اور کافر ہوگیا اور جیسی بلعام بن باعورا جسکو اللہ تعالی نی اپنی نشانیاں دیں پہر اوسنی الگ ہوکر ہمیشگی

الی الدنیا واتباع هویه وکان من الغاوین وکبرصیصا العابد الذی قال له الشیطان اکفر فلما کفر

دنیا اور ہوا پرستی کی آرزو کی اور گمراہ ہوگیا اور جیسی برصیصا عابد جب اوسی شیطان نی کہا انکار کر پہر جو وہ منکر ہوا

قال انی بریء منك انی اخاف الله رب العلمین فان الشیطان اغراه علی الکفر فلما کفر تبرا منه مخافة ان یشارکه فی العذاب

تو کہا میں الگ ہوں تجہسی میں ڈرتا ہوں اللہ سی جو رب ہی ساری جہان کا البتہ شیطان نی اوسکو کفر کی رغبت دلائی جب اوسنی کفر کیا تو اوسی الگ ہوا اس خوف سی کہ ایسا نہو میں بہی اسکی ساتہ

ولم ینفعه ذلك کما قال الله تعالی فکان عاقبتهما انهما فی النار خالدین فیها وذلك جزؤ الظلمین ومنها ضعف الایمان فان من کان

اگرچہ اسی کچہہ اوسکو فائدہ نہوا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی پہر آخر انجام دونو کا یہہ ہی کہ وہ دونو ہیں آگ میں سدا رہیں اوسمیں اور یہہ ہی سزا گنہگاروں کی اور اونہی اسباب میں سی ایمان کی سستی ہی

فی ایمانه ضعف یضعف حب الله تعالی فیه ویقوی حب الدنیا فی قلبه ویستولی علیه بحیث لا یبقی فیه موضع لحب الله

ایمان میں سستی ہوگی اوسکو محبت الہی میں سستی ہوگی اور دنیا کی محبت اوسکی دل میں قوی اور ایسی غالب ہو جاویگی کہ محبت الہی کی لئی ذرہ بہر جگہہ باقی نہ رہیگی

الا من حیث حدیث النفس بحیث لا یظهر له اثر فی مخالفة النفس ولا یؤثر فی الکف عن المعاصی

ہاں اگر ہووی تو مثل خیالات نفسانی کی جسکا اثر نفس کی مقابلہ میں کچہہ بہی ظاہر نہو اور نہ گناہ ہونی باز رہنی میں اثر کری

ولا في الحث على الطاعات فينهمك في الشهوات وارتكاب السيئات فيتراكم ظلمات الذنوب
اور نہ طاعات کی رغبت ہے پس صرف شہوات میں کیا رہیگا اور معاصی کرتا رہیگا پھر دل پر تیرہ سیاہی گناہوں کی
على القلب فلا تزال تطفئ ما فيه من نور الايمان مع ضعفه فاذا جاءت سكرات الموت
چڑھتی جاویگی پھر جسقدر اوسمیں نور ایمان کا ہوگا ضعیف ہوکر بجھتا چلا جاویگا پھر نزع کے وقت
يزداد حب الله تعالى ضعفا في قلبه لما يرى انه يفارق الدنيا وهي محبوبة له وحبها غالب عليه
حب الہی میں اور بھی زیادہ دل میں سستی پیدا ہوگی کیونکہ یہہ شخص آپ جانتا ہی کہ دنیا مجھسی چلی اور دنیا چونکہ اوسکی پیاری اور اوسکی محبت
لا يريد تركها ويتألم من فراقها ويرى ذلك من الله تعالى فيخشى ان يحصل في باطنه بغضه تعالى
تو چھوڑنی نہیں چاہتی اوسکی فراق سی رنجیدہ ہوتا ہی اور اس فراق کو خدا کی طرف سی جانتا ہی اب یہہ ڈر ہی کہ اوسکی دل میں بجای حب الہی کی بغض پیدا ہوجاوی
بدل الحب ينقلب ذلك الحب الضعيف بغضا فان خرج روحه في اللحظة التي خطرت فيها هذه
لعدہ تھوڑی سی محبت جو ہی بغض ہوجاوی اگر اوسکی جان ایسی حالت میں کہ جب یہہ خیالات پیش تہی نکل گئی
الخطرة ختم له بالسوء ويهلك هلاكا مؤبدا والسبب المفضي الى هذه الخاتمة حب الدنيا والركون
تو اوسکا خاتمہ برا ہوگا اور ہمیشہ کو جاتا رہا اور باعث اسکا جسی یہہ خاتمہ ہوا دنیا کی محبت اور دنیا کی رغبت
اليها والفرح بها مع ضعف الايمان الموجب لضعف حب الله تعالى وهو الداء العضال قد عم
اور دنیا کی خوشی ہی تسپر سستی ایمان کی جسی محبت الہی میں سستی آگئی اور یہہ بیماری سخت ہی جو
اكثر الخلق فان من يغلب على قلبه عند الموت امر من امور الدنيا ويتمثل ذلك الامر في قلبه ويستغرق
تمام خلق کو لگ رہی ہی کیونکہ جسکی دل پر مرتی دم کوئی بات دنیا کی چھا جاوی اور وہی بات اوسکی دل میں تصویر کی طرح صورت پکڑ کر
حتى لا يبقى لغيره متسع فان خرج روحه في تلك الحالة يكون راس قلبه منكوسا الى الدنيا ووجهه
کہ غیر کی لئی کچھ گنجایش نرہی پھر اگر ایسی حالت میں اوسکی جان نکل گئی تو اوسکا دل دنیا ہی کی طرف جھکا ہوا اور اوسکا منہہ دنیا ہی
مصروفا اليها ويحصل بينه وبين ربه حجاب ولا يمكنه ان يكتسب بعد الموت صفة اخرى
کیطرف متوجہ رہیگا اور اوسمیں اور اوسکی رب میں پردہ حایل ہوگا اب یہہ طاقت نہیں کہ موت کی بعد ایسی صفت حاصل کری
تضاد صفة الغالبة عليه اذ لا تصرف في القلوب الا باعمال الجوارح وبالموت تبطل الجوارح واعمالها
جسی وہ صفت جاتی رہی جو اوسپر غالب تہی اسواسطی کہ دل پر تصرف بدون اعضاء جسمانی کی نہیں ہوسکتا اور مرنی سی اعضاء جسمانی سب باطل اور اونکی اعمال
ولا مطمع في الرجوع الى الدنيا حتى يمكن التدارك ويبقى في حسرة وندامة فمن اراد النجاة من هذه
اور اب یہہ بھی توقع نہیں کہ دنیا میں ہٹ کر آویگی تاکہ اوسکا عوض ہوسکی اب سوا حسرت اور ندامت کی کچھ نہیں ہی پس جو شخص اس ہلاکت سی بچنا چاہی
الورطة فعليه بعد اخراج حب الدنيا من قلبه وحفظ جوارحه عن المعاصي وقلبه عن الفكر
تو اوسکو لازم ہی کہ پہلی دنیا کی محبت دل میں سی دور کری اور اپنی اعضا کو گناہ سی اور اپنی دل کو دنیا کی فکر سی بچاوی
فيها والاحتراز عن مشاهدتها ومشاهدة اهلها لان ذلك ايضا يؤثر في قلبه ويصرف فكره اليها
اور دنیا اور اہل دنیا کی دیکھنی سی پرہیز کری کیونکہ یہہ بھی دل میں اثر کرکر اوسکی فکر کو دنیا کی طرف لگا دیتا ہی
ان يواظب على الطاعات لكونها ثمرة محبة الله تعالى ولا يتصور محبة الله تعالى الا بعد معرفته تعالى
پہر عبادات پر مداومت کری کیونکہ محبت الہی کا یہہ ہی ثمرہ ہی اور محبت الہی بدون معرفت الہی کی نہیں ہوسکتی
اذ لا يحب الانسان ما لا يعرفه وانما يحب ما يعرفه فمن عرف الله تعالى وعرف ان جميع النعم الواصلة اليه
اس لئی کہ آدمی نا معلوم چیز کو محبوب نہیں رکھتا محبوب وہی ہوتی ہی جو معلوم ہو پہر جسنی اللہ کو پہچانا اور یقین کیا کہ تمام نعمتیں جو مجھکو ملیں

الیہ

الیه والی غیره لیس الا منه تعالی لا جرم یحبه فاذا احبه یسعی فی تحصیل مرضاته بالاحتراز
با اوروں کو بھی سب اللہ ہی کی عنایت ہے تو خواہ مخواہ اسکو دوست رکھیگا پھر جب اسکو اپنا محبوب بنایا

عن الافعال القبیحة والاشتغال بالاعمال الحسنة نعلم من هذا ان المقصود من العلوم والاعمال
تو افعال بد سے پرہیز کر کر اور نیک اعمال میں مشغول ہو کر اسکی رضامندی حاصل کریگا اس سے معلوم ہوا کہ مقصود اصلی علوم اور اعمال سے

معرفة الله تعالی حتی یثمر المعرفة المحبة اذ لا ینبغی لاحد ان یفارق الدنیا الا محبا لله تعالی و
اللہ تعالی کی معرفت ہے تاکہ معرفت سے محبت حاصل ہو کیونکہ بہتر یہی ہے کہ جو کوئی دنیا سے جدا ہو تو خدا کی محبت میں اور

محبا للقائه فان من احب لقاء الله تعالی احب الله لقاءه ومن قدم علی محبوبه یعظم سروره
اسکی ملاقات کی شوق میں جدا ہو اسلئے کہ جو شخص خدا کی ملاقات کا مشتاق ہوگا تو خدا اسکی ملاقات کا مشتاق ہوگا اور جو شخص اپنی محبوب پاس جاتا ہے

بقدر محبته لا محب الدنیا لانه یفارقها ومن یفارق محبوبه یشتد المه وعذابه فمهما کان
تو اسکی بقدر محبت کی عزت ہوتی ہے دنیا کی محبت میں جان نہ دے اسلئے کہ دنیا سے تو جدا ہوتا ہے اور جو شخص اپنی محبوب سے جدا ہوتا ہے تو اسکو بڑا ہی رنج ہوتا ہے جبتک

الغالب علی القلب حب الولد والمال والمسکن والعقار فهذا رجل جمیع محابه فی الدنیا والدنیا
دل پر محبت اولاد اور مال اور گھر باہر کی غالب ہوتی ہے تو یہہ ایسا شخص ہے کہ اسکی تمام محبوب دنیا میں ہیں اور دنیا ہی

جنته فموته خروج من الجنة وحیلولة بینه وبین محبوبه ولا یخفی الم من یحال بینه وبین
اسکی لئے بہشت ہے پس موت اسکو جنت سے نکالتی ہے اور اسکو اسکی محبوب سے دور کرتی ہے اور ظاہر ہے جسکا محبوب چھوٹتا ہے اسکو کیسا رنج والم ہوتا ہے

محبوبه واما اذا لم یکن له محبوب سوی الله تعالی فالدنیا سجنه فموته خروج من السجن ولقی
اور وہ شخص جسکا محبوب سوای ذات الہی کی کوئی نہو تو دنیا اسکی حق میں دوزخ ہے سو اسکی موت گو یا دوزخ سے نکل کر اپنی محبوب سے

محبوبه فهذا اول ما یلقاه کل من یفارق الدنیا عقیب موته من الفرح والالم فضلا عما اعده
ملتا ہے پس یہہ پہلی خوشی اور الم ہے جو دنیا سے مرکر جانی والوں کو حاصل ہونیوالا ہے پھر آگی کیا کہنا ہے جو

الله تعالی من النعیم المقیم لعباده الصالحین ومن العذاب الالیم للذین استحبوا الحیوة الدنیا و
اللہ تعالی نے صلحاء کی واسطے عیش دائمی اور دنیا کی زندگی اور راحت کی پسند کرنیوالوں کی واسطے جو

رضوا بها ولم یستعدوا للقاء الله تعالی وحکی ان سلیمن بن عبد الملک لما دخل
اللہ تعالی کی ملاقات کا سامان نکرتی تھی عذاب دردناک تیار کر رکھا ہے بیان کرتی ہیں کہ سلیمان بن عبد الملک حج کی ارادہ

المدینة حاجا قال هل بها رجل ادرك عدة من الصحابة قالوا نعم ابو حازم فارسل الیه فلما اتاه
مدینہ شریف میں آیا تو پوچھا یہاں کوئی ایسا مرد ہے جسنی کئی صحابہ کو پایا ہو جواب دیا ہاں ابو حازم ہے آدمی بھیجکر اسکو بلایا جب وہ آئی

قال یا ابا حازم ما لنا نکره الموت قال انکم عمرتم الدنیا وخربتم الاخرة فتکرهون الخروج من
تو کہا ای ابو حازم ہمکو موت کیوں بری لگتی ہے جواب دیا تمنے دنیا کو آباد کیا ہے اور آخرت کو اجاڑا ہے سو تم آبادی سے اجاڑ میں

العمران الی الخراب قال صدقت ثم قال لیت شعری ما لنا عند الله تعالی غدا قال اعرض عملك
جانا برا سمجھتے ہو کہا تو نے سچ کہا پھر پوچھا کاشکی ہمکو معلوم ہوتا کہ کل خدا کی ہاں ہمارا کیا حال ہونیوالا ہے جواب دیا اپنی اعمال کو

علی کتاب الله تعالی قال فاین اجده قال فی قوله تعالی ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم قال
قرآن کی مطابق کر کی معلوم کر لی پوچھا کس جا مقابلہ ہو سکتا ہے جواب دیا اس آیت میں بیشک نیک لوگ عیش میں ہیں اور بیشک گنہگار دوزخ میں ہیں پوچھا

فاین رحمة الله قال ان رحمت الله قریب من المحسنین قال لیت شعری کیف العرض علی الله تع
پھر رحمت اللہ کی کہاں ہوگی جواب دیا بیشک اللہ کی رحمت قریب ہے نیکی والوں سے پوچھا کاشکی معلوم ہوتا کہ کل کو کس طور اللہ کی سامنے جانا ہوگا

غدا قال اما المحسن فکالغائب الذی یقدم علی اهله واما المسیئ فکالابق یقدم علی مولاه فبکی
جواب دیا یکی والا تو جیسی بچھڑا ہوا اپنی اہل کی پاس آتا ہی اور بدکار جیسی غلام بھاگا ہوا اپنی مولا کی سامنی آتا ہی پرسلیمان
سلیمٰن حتی علا صوته واشتد بکاؤه ثم قال اوصنی قال ایاك ان یراك الله حیث نهاك
روئی اور آواز بلند ہوئی اور بہت ہی رویا پھر کہا مجکو وصیت کر جواب دیا بچارہ کہ تجکو اللہ دیکھی ایسی جگہ جہاں سی منع کیا ہی
ویفقدك حیث امرك المجلس العاشر فی بیان الفرق بین المؤمن والمسلم
اور نہ دیکھی جس جگہ امر فرمایا ہی دسویں مجلس فرق کی بیان میں مؤمن اور مسلم میں
وبین المجاهد والمهاجر قال رسول الله صلی الله علیه وسلم المؤمن من امنه الناس
اور مجاہد اور مہاجر میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی مؤمن وہ ہی جسکی ہاتھ سی لوگ
علی دمائهم واموالهم والمسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده والمجاهد من جاهد نفسه
بچی جان اور مال بچالیں اور مسلم وہ ہی کہ مسلمان جسکی زبان اور ہاتھ سی سلامت رہیں اور مجاہد وہ ہی جسنی اپنی جان کو
فی طاعة الله تعالی والمهاجر من ترك الخطایا والذنوب هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه
اللہ تعالی کی فرماں برداری میں کسایا اور مہاجر وہ ہی جو خطا اور گناہوں کو ترک کری یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سی ہی
فضالة بن عبید ومعناه ان المؤمن لیس من یدعی الایمان فقط بل المؤمن الکامل فی ایمانه
فضالہ بن عبید کی روایت سی اسکی معنی یہہ ہیں کہ مؤمن وہ نہیں ہی جو ایمان کا صرف دعوی کیا کری بلکہ کامل مؤمن اپنی ایمان میں وہ ہی
هو الذی ظهر امانته واستقامته بحیث یکون الناس منه امینا لا یخافونه علی سفك دمائهم
جسکی امانت اور استقامت ایسی ظاہر ہو دی کہ خلق اللہ اوسکو امین حال کر یہہ خوف نکریں کہ ہمکو ناحق مار ڈالیگا
واخذ اموالهم ظلما والمسلم لیس من یتکلم بکلمتی الشهادة فقط بل المسلم الکامل فی اسلامه
یا لوٹ لیگا اور مسلم وہ نہیں ہی کہ صرف دونو کلمہ شہادت کی پڑھا کری بلکہ کامل مسلمان اپنا اسلام میں
هو الذی لا یؤذی احدا من المسلمین لا بلسانه بالشتم والغیبة والنمیمة والبهتان ولا بیده بالضرب
وہ ہی جو کسیکو مسلمانوں میں سی ایذا نہ دی نہ تو اپنی زبان سی گالی گلوچ دی کر اور غیبت کر کر اور چغلی کر کر اور تہمت لگا کی اور نہ اپنی ہاتھ سی مار کر
والقتل واخذ ماله بغیر حق وانما خص الید واللسان بالذکر من بین سائر الاعضاء مع الایذاء
یا قتل سی اور ناحق مال چھین کر اور تمام اعضاء میں سی صرف ہاتھ اور زبان کو کس لیی خاص کر ذکر کیا ہی باوجودیکہ ایذا
کما یکون بهما یکون بغیرهما من الاعضاء کالعین والاذن والرجل اذا نظر الی بیت الغیر او استمع
جیسی زبان اور ہاتھ سی ہوتی ہی ایسی ہی اور اعضاء سی بھی ہوتی ہی ہاتھ اور زبان کی جیسی آنکھ اور کان اور پاؤں جب جھانکی یا کسی کی گھر میں یا کان لگا دی
قولا لا یرضاه او دخل ملکه بغیر اذنه لان اکثر الایذاء یحصل بهما واما الجمع بینهما فلان
کسی بات پر اوسکی بی مرضی یا جا گھسی اوسکی ملک میں بی اجازت اسلیی ذکر کیا کہ اکثر ایذا انہیں دونوں سی ہوتی ہی اور دونوں کو جمع اسلیی کیا ہی
کف الید یحتمل ان یکون بسبب الضعف وعدم القدرة واذا ضم الیه کف اللسان یتعین
کہ ہاتھ کا روکنا شاید کہ بسبب ناتوانی کی ہو کہ اتنی طاقت نہیں ہی اور جب زبان کو اوسکی ساتھ روکا تو یہہ مقرر ہو گیا
ان کف الید کان للاسلام والمجاهد لیس من یقاتل الکفار فقط بل المجاهد الکامل من یقاتل
کہ ہاتھ کا روکنا اسلام ہی کی جہت سی ہی اور مجاہد وہ نہیں ہی کہ صرف کفار سی جنگ کیا کری بلکہ مجاہد کامل وہ ہی جو اپنی نفس سی جنگ کری
نفسه ویحملها علی طاعة الله تعالی ویمنعها عن معصیته تعالی لان نفس الانسان اشد عداوة
اللہ تعالی کی فرماں برداری پر لگا دی اور اللہ کی نافرمانی سی اوسکو روک دی اس لیی کہ نفس انسانی انسان کا کفار کی نسبت زیادہ تر

معه من الكفار لكون الكفار في بعد مكان منه لا يتفق تلاحقهم به وتقاتلهم معه الا احيانا
دشمن ہوتا ہی اسلئی کہ کفار تو اوس سی دور مسافت پر ہوتی ہیں اونسی اتفاقا کبھی کبھی مقابلہ اور مقاتلہ پیش آجاتا ہی

بعد حين واما نفسه فانها ابدا تلازمه وتقاتله وتمنعه عن الخيرات والطاعات وتحمله على
و ا یہہ نفس یہہ تو ہر وقت اسکی ساتھہ لگا ہوا لڑتا رہتا ہی اور خیرات اور طاعات سی روکی جاتا ہی اور

المعاصي وانواع الفسادات ولا شك ان القتال مع العدو الملازم اهم من القتال مع العدو
گناہ اور طرح طرح کی فساد پر رغبت دلی جاتا ہی اور بیشک جنگ پاس کی دشمن کی دشوار ہوتی ہی جنگ دور کی دشمن سی

البعيد يشهد لهذا قوله يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ فانه تعالى امر المؤمنين
یہہ قول اسکا شاہد ہی ای ایمان والو لڑتی جاؤ اپنی نزدیک کی کافروں سی کیونکہ اللہ تعالی مؤمنوں کو

ان يبتدأ بقتال الكفار الذين كانوا اقرب منهم فاذا فرغوا من الاقرب فليقاتلوا الابعد والمهاجر
یہہ امر فرماتا ہی کہ پہلی قتال اون کفار سی کریں جو اونسی پاس ہیں جب پاس کی کفار سی فارغ ہو جاویں تو دور کی کفار سی لڑیں اور مہاجر

ليس من هاجر من مكة الى المدينة قبل فتح مكة فقط حتى تنقطع الهجرة بعد فتح مكة بل الهجرة
وہ ہی نہیں ہی جو گہر چھوڑ کر مکہ سی مدینہ کو چلا گیا فتح مکہ سی پہلی پہلی کہ بعد فتح مکہ کی ہجرت ہو چکی بلکہ ہجرت

باقية الى يوم القيمة لانها انتقال من الكفر الى الايمان ومن دار الحرب الى دار الاسلام ومن
قیامت تک ہوتی رہی گی اسلئی کہ ہجرت تو یہہ ہی کفر کو چھوڑ کر ایمان حاصل کرنا اور کافروں کی ملک سی مسلمانوں کی ملک میں جانا اور

السيئات الى الحسنات وهذه الاشياء باقية ما دام التكليف باقيا فالمهاجر الكامل هو الذي
گناہوں کو چھوڑ کر حسنات پر عمل کرنا اور یہہ امور تو باقی رہینگی جبتک خطاب الہی باقی ہی پس کامل مہاجر وہ ہی جو

يترك جميع ما نهى الله تعالى من المعاصي ويشتغل بما امر الله تعالى من محاسن الاعمال كما جاء
تمام ممنوعات شرعی کو ترک کری کوئی ہی گناہ ہو اور اللہ تعالی کی امر بجالانی میں مشغول رہی کیسا ہی نیک عمل ہو چنانچہ

في حديث اخر انه عليه الصلوة والسلام قال المهاجر من هجر ما نهى الله تعالى عنه فانه عليه الصلوة
ایک اور حدیث میں آیا ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا مہاجر وہ ہی جو ترک کری وہ کار جو منع کیا ہی اللہ تعالی نی پس پیغمبر صلی اللہ علیہ

والسلام بيّن في هذا الحديث ان الهجرة الكاملة التامة هي هجران الفواحش والمنكرات والجد في
وسلم نی اسحدیث میں بیان فرمایا کہ پوری اور کامل ہجرت فواحش اور منکرات کی چھوڑنی اور

الطاعات والعبادات لكن ينبغي ان يعلم صحة الطاعات والعبادات موقوفة على صحة الاعتقاد
طاعت اور عبادت میں کوشش کرنیسی ہوتی ہی لیکن یہہ سمجھنا ضرور چاہئی کہ طاعات اور عبادات کبھی صحیح اور درست نہیں ہوتی جبتک اعتقاد درست نہو

لان الايمان اصل والعمل فرع والعبد اذا لم يعرف ما الايمان والهداية لا يعرف ما الكفر والضلالة
اسلئی کہ ایمان جڑ ہی اور عمل شاخ اور آدمی کو جب یہہ ہی خبر نہیں کہ ایمان اور ہدایت کیا ہوتا ہی تو وہ کیا جانی کہ کفر کیا اور گمراہی کیا ہی

فتارة تجرى على لسانه كلمة التوحيد على طريق الاعتياد لا بالعلم والاعتقاد وتارة يتلفظ
پہر تو کبھی اوسکی زبان پر کلمہ توحید کا آجاویگا عادت کی موافق بدون علم اور اعتقاد کی اور کبھی کلمہ

بالفاظ الكفر ويدخل في حيز الارتداد ومن كان في الاعتقاد بهذه المرتبة لو بقي الف سنة
کفر کا بک دیگا جسّی مرتد ہو جاوی اور جسکا اعتقاد اس درجہ کا ہو تو اگر ہزار برس تک

في الصوم والصلوة لن ينفعه ذلك الاعتقاد يوم العرض الاكبر ومصيره الى النار ومن زعم انه مسلم
روزہ نماز کیا کریگا تو ہرگز ہرگز یہہ اعتقاد پیشی کی دن کچہہ فائدہ نہ دیگا آخر ایسیکا انجام آگ ہی اور جو یہہ گمان کری کہ وہ مسلم ہی

وتقاعد من تعلم قدر ما هو فرض عين عليه من عقائد الايمان لا يوجد فيه من الايمان الا
پہستی کری سیکہنی مین عقاید ایمان کی جسقدر اوسپر فرض عین ہی تو اوسمین ایمان کا صرف دعوی ہی دعوی پایا جاتا ہی
مجرد الدعوی وهذا النوع من الايمان انما يظهر فائدته فی الدنيا حيث لا يوخذ منه الجزية كما
ایسی ایمان کا فائدہ صرف دنیا ہی مین ہوجاتا ہی اسلئی کہ اوسی خراج نہین لیا جاویگا جیسی
توخذ من الكفار لكن يتعذر له الوصول فی العقبی الی درجة الابرار فان العبد بمجرد الاتيان بكلمة
اورکافرسی لیا جاتا ہی لیکن اسکو درجہ صلحاء کا آخرت مین ملنا بہت دشوار ہی کیونکہ آدمی صرف کلمہ شہادت کا پڑہ کر
الشهادة وتقرير الفاظ الايمان على طريق العادة وعد نفسه من المؤمنين من غير فهم معناها
اورعادت کی موافق الفاظ ایمان کی بول کر اوراپنی آپ کو مؤمنین مین شمار کرکر بدون سمجہنی معنون کی
لا يصير مؤمنا بينه وبين الله تعالی حتی يصدق بقلبه جميع شرائعه وينقاد فی جميع احكامه
خدا کی علم مین مؤمن نہین ہوسکتا یہان تک کہ اپنی دل سی تمام احکام شرعی کی تصدیق کری اورتمام احکام کا مطیع ہووی
ولا يتشكك ولا يتردد فی شیء منها ولوجود هذا التصديق والانقياد فی القلب علامات منها ان
اورکسی بات مین اصلا شک اورتردد نہ لاوی اوربہت نشانیان مین کہ جسی یہہ تصدیق اورانقیاد دل مین موجود معلوم ہو ایک یہہ ہی
لا يفرغ عن امر دينه بل يسعی فی اصلاحه بتعلمه من اهله والعمل به ومنها ان لا يشق على قلبه
کہ دین کی معاملہ سی نکما ہوکر نہ ہو بیٹہی بلکہ دین کی درستی مین کوشش کرتا رہی اہل کو سکہاوی اورعمل کرتا رہی اورایک علامت یہہ ہی کہ اوسکی دلپر دشوار نگذری
اذا اخبر عن شیء من امر دينه ولا يتهاون به ولا يستكبر عنه بل يقبله ويطيعه وان كان ذلك الامر
جب امور دینی مین سی کوئی سا حکم سنی اوراوسکو حقیر نہ سمجہی اوراوسی گردن کشی نکری بلکہ اوسکو مان لی اوراطاعت کری اگرچہ وہ حکم کیسا ہی
فی غاية الصعوبة والمخبر فی غاية الحقارة ومنها ان لا يكون له هواه اميرا والشرع تابعا له بان
سخت دشوار ہو اوروہ حکم سنانیوالا کیسا ہی ذلیل وحقیر ہو اورایک یہہ نشانی ہی کہ اوسکی ہوائے نفسانی حاکم نہو جاوی اورشرع اوسکی تابع نہ بنی اسطور
لا يأخذ من الشرع شيئا الا ما يوافق هواه بل يجب ان يكون له الشرع اميرا وهواه اسيرا له فلا يأخذ
کہ شرعی احکام مین سی وہ ہی اختیار کیا کری جو اوسکی مرضی کی موافق ہو بلکہ واجب ہی کہ شرع ہی اوسکی حاکم اوراوسکی ہوا ہوس مقید ہو پہر
من هواه ومراده شيئا الا باذن الشرع وان كان فيه نقصان المال والجاه والعرض كما اخبر به النبی
اپنی خواہش مین سی بدون اجازت شرع کی کچہہ اختیار نہ کرسکی اگرچہ اسمین مال اورمرتبہ کا نقصان ہوجا اورعزت بگڑجاوی چنانچہ نبی صلی اللہ
عليه السلام وقال لا يؤمن احدكم حتی يكون هواه تبعا لما جئت به فاذا وجد فی العبد تلك العلامات
علیہ وسلم نی خبردی ہی فرمایا کہ کوئی تم مین سی مؤمن نہوگا جبتک کہ اوسکی مرضی تابع میری احکام کی نہوجاوی جب آدمی مین یہہ علامات موجود ہوجاوین
كان مؤمنا حقا وهذا هو الايمان المنجی من العذاب الابدی لكن بشرط التحفظ من جميع ما يهدم هذا
تووہ بیشک مؤمن حقیقی ہی اوریہہ ہی ایمان ہی جو عذاب ابدی سی نجات دیتا ہی لیکن بشرطیکہ بچا رکہی تمام ایسی حالات سی جو اس تصدیق کو
التصديق وينافيه مما يجری على قلبه ولسانه وسائر جوارحه مما يوجب الكفر فان الايمان لا يزول الا
بگاڑ دیں اوربگاڑدین وہ خطرات دلی اورزبانی اورتمام اعضا کی ہیں جن جن سی کفر لازم آجاوی کیونکہ ایمان بدون کفر کی نہین گم ہوتا
بالكفر والكفر ثلثة انواع النوع الاول كفر جهلی وسببه عدم الاصغاء وعدم الالتفات وعدم التامل
اورکفر تین قسم کا ہوتا ہی پہلی قسم کفر جہلی ہوتا ہی اوسکا سبب یہہ ہی نہ سننا اورتوجہ نکرنی اورغور اورفکر نہ کرنا
فی الايات والدلائل مثل كفر العوام فان اكثرهم لا يعرفون ما وجب عليهم معرفته من عقائد الايمان
آیات مین اوردلائل مین جیسی کفر عام لوگون کا کیونکہ اکثر عوام یہہ ہی نہین جانتی کہ اونپر کون کون سی عقاید ایمانی کا سمجہنا واجب ہی

بل بعضہم ینطق بکلمتی الشہادۃ لکن لا یعرف معناہما ولا یمیز بین اللہ تعالی ورسولہ والنوع الثانی
بلکہ بعضی لوگ شہادت کی دونو کلمی تو پڑہتی ہیں پر اونکی معنی نہیں جانتی اور اللہ میں اور اوسکی رسول میں تمیز نہیں کرتی دوسری قسم کفر

کفر جحودی وسببہ اما الاستکبار مثل کفر فرعون وملائہ او خوف زوال الریاسۃ وعدم الوصول
انکاری ہوتا ہی اسکا سبب یا تو خود بینی اور تکبر جیسی کفر فرعون اور اوسکی امراء کا یا خوف ریاست کی جاتی رہنی کا اور سرداری میسر نہونی کا

الیہا مثل کفر ہرقل او خوف الذم والتعبیر مثل کفر ابی طالب والنوع الثالث کفر حکمی وہو الذی
جیسی کفر ہرقل کا یا خوف بدنامی کا اور شرم جیسی کفر ابوطالب کا اور تیسری قسم کفر حکمی ہوتا ہی یہہ وہ کفر ہی

جعلہ الشرع من علامات التکذیب کشد الزنار وسجود الصنم او کان عن استخفاف ما یجب تعظیمہ
جسکو شرع نی نشانی تکذیب کی مقرر کی ہی جیسی جنیئو کا گلی میں ڈالنا اور بت کو سجدہ کرنا اور حقارت کرنی اون چیزوں کی جنکی شرع میں تعظیم

کالقاء المصحف فی المزبلۃ واستہزاء العلم والعلماء وما ہو من امور الدین او عن استحلال ما حرم
لازم ہی جیسی مصحف کو روڑی میں ڈالدینا اور علم اور علماء اور امور دینی کا ٹھٹھا کرنا یا حرام لعینہ کو جسکی

لعینہ وثبت حرمتہ بدلیل قطعی کالزنا وشرب الخمر ومن فعل شیئا من ذلک یحبط جمیع اعمالہ
حرمت دلیل یقینی سی ثابت ہو چکی ہو حلال سمجہنا جیسی زنا اور شراب کا پینا اور جسنی ان مذکورات میں سی کوئی سا کیا اوسکی تمام عمل سوخت ہو جاتی ہیں

الدینیۃ فیلزم تجدید النکاح وتکرار الحج ان کان قادرا بعد التوبۃ واما غیر تلک الذنوب صغیرۃ
پہر نئی سر سی نکاح کرنا چاہئی اور حج پہر ادا کرنا چاہئی اگر بعد توبہ کی مقدور رکہتا ہو اور سوای ان مذکورات کی باقی گناہ ہونسی

کانت او کبیرۃ فلا یخرج المؤمن بفعلہا من الایمان بل یکون فاسقا لکن یخاف علیہ امر عظیم
صغیرہ ہوں یا کبیرہ تو مرد مؤمن کسی گناہ کی شامت سی ایمان سی خارج نہیں ہوتا بلکہ فاسق ہو جاتا ہی لیکن اوسپر مرتی دم بڑا اندیشہ ہی

عند النزع ان کان مصرا علیہا ولم یتب عنہا لما روی انہ علیہ السلام قال المعاصی برید الکفر
اگر وہ شخص گناہ پر جم رہا تہا اور توبہ نہیں کی ہی اسلئی کہ روایت ہی کہ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نی گناہ کفر کی ایلچی ہوتی ہیں

فعلی ہذا یجب علی کل مؤمن ان یتوب عن الذنوب کلہا فی الحال لان التوبۃ عن الذنوب صغیرۃ کانت
اس حدیث کی موافق ہر مؤمن پر واجب ہی کہ تمام گناہونسی ابہی فی الحال توبہ کری کیونکہ توبہ کرنا گناہونسی صغیرہ ہوں

او کبیرۃ واجبۃ علی الفور اما وجوبہا فلقولہ تعالی وَتُوبُوا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ ولقولہ تعالی
یا کبیرہ فی الفور فرض واجب ہی وجوب توبہ کا اس آیت سی ثابت ہی توبہ کرو اللہ کی آگی سب ملکر ای ایمان والو اور اس آیت سی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَصُوحًا فانہ تعالی قد امر فی ہاتین الآیتین بالتوبۃ والامر للوجوب
ای ایمان والو توبہ کرو اللہ کی طرف صاف دلکی توبہ بیشک اللہ تعالی نی ان دونو آیتوں میں توبہ کا حکم فرمایا اور امر واسطی وجوب کی ہی

فیکون التوبۃ واجبۃ واما وجوبہا علی الفور فلئلا یلزم بالتاخیر الاصرار المحرم الذی یؤدی الی الہلاک
سو توبہ واجب ہوگئی اور توبہ کا فورت واجب ہونا اسلئی ہی تاکہ تاخیر کرنیسی اصرار حرام نہو جاوی جسکا انجام ہلاکت ہوتا ہی

لما روی عن ابن عباس انہ علیہ السلام قال ہلک المسوفون والمسوف من یقول سوف اتوب وفی حدیث
اسلئی کہ روایت ہی ابن عباس سی کہ فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی ہلاک ہوئی دیر اور تاخیر کرنیوالی اور مسوف اوسکو کہتی ہیں جو یہہ کہا کری ابہی سے کرلونگا او

اخر انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال کل بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون فلا بد للمؤمن
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا تمام بنی آدم بڑی ہی خطاوار ہیں اور خطاواروں میں سی اچہی وہ ہیں جو بہت توبہ کرتی ہیں پس مؤمن کو

ان یداوم علی التوبۃ لیکون من التوابین فانہ تعالی دعا عبادہ المؤمنین بعد ما اذنبوا الی التوبۃ
لازم ہی کہ ہمیشہ توبہ کرتا رہی تاکہ ثواب میں داخل ہووی کیونکہ اللہ تعالی نی اپنی مؤمن بندوں کو بعد گناہ کرنی کی توبہ کی ہدایت کی ہی

وامرهم بها وسماهم المؤمنين ثم بين ما لهم من الكرامة والمغفرة فقال عسى ربكم ان يكفر عنكم
اور توبہ کا حکم کیا ہی اور اونکو مومن کہکر پکارا ہی پہر بیان فرمایا جو اونکی لئی عزت اور بخشش ہوگی سو فرمایا شاید تمہارا رب اوتاری تمسی تمہاری

سيئاتكم ويدخلكم جنت تجري من تحتها الانهر وقال في اية اخرى والذين اذا فعلوا فاحشة
برائیان اور داخل کری تمکو باغون مین جنکی نیچی بہتی نہرین اور فرمایا ایک اور آیت مین اور وہ لوگ جب کر بیٹہین کبہی کہلا گناہ

او ظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم ومن يغفر الذنوب الا الله ولم يصروا على ما
یا برا کرین اپنی حق مین تو یاد کرین اللہ کو اور بخشش مانگی اپنی گناہون کی اور کون ہی گناہ بخشتا سوای اللہ کی اور نہ اڑ جاوین اپنی

فعلوا وهم يعلمون اولئك جزاؤهم مغفرة من ربهم وجنت تجري من تحتها الانهر خلدين
کئی پر جانتی ہوی اونکی جزا ہی بخشش اونکی رب کی اور باغ جنکی نیچی بہتی نہرین رہ پڑی اونمین

فيها ونعم اجر العملين ثم اخبر انه يحبهم بالتوبة لتطهرهم عن انجاس الذنوب فقال ان الله يحب
اور خوب مزدوری ہی کام کرنیوالون کی پہر یہہ خبر دی کہ اوسکو پسند ہی کہ اونکو پاک کری توبہ کرا کر گناہون کی نجاست سی سو فرمایا بیشک اللہ کو خوش آتی ہین

التوابين ويحب المتطهرين فاذا كان كذلك فكيف لا يشتغل المؤمن بالتوبة وكيف ينفك عنها لكن
توبہ کرنیوالی اور خوش آتی ہین ستہرائی والی جب یہہ ٹہرا تو مومن ہوکر توبہ کیونکر نکریگا اور توبہ سی کیسی جدا ہوگا لیکن

لها اربعة شروط ان اختل شرط منها لا يتحقق التوبة الاول الندم بالقلب على فعل من الذنوب في
توبہ کی چار شرطین ہین اگر ایک بہی شرط جاتی رہی گی تو توبہ کا پتا نہیں پہلی دل سی شرمندہ ہونا گناہون کی کرنی پر

الماضي والثاني ترك المعصية في الحال والثالث العزم على ان لا يعود الى مثلها في الاستقبال والرابع
زمانہ گذشتہ مین دوسری فورًا گناہ کو ترک کرنا تیسری عزم کرنا کہ آیندہ کو پہر کبہی ایسی حرکت نکرونگا چوتہی

ان يكون ذلك خوفا من الله تعالى لا لامر اخر فان من ندم على شرب الخمر وتركه لما فيه من الصداع
یہہ کہ تینون امر اللہ تعالی کی خوف سی ہون کسی اور سبب سی نہون کیونکہ اگر کوئی شخص شراب پینی کر نادم ہوا اور اوسکو ترک کیا اسلئی کہ اوسی سر درد ہوتا ہی

وزوال العقل والخلل بالمال والعرض لا يكون تائبا شرعا ولا ينال الثواب الموعود للتائبين وكذلك
اور بہکتا ہی اور مال تلف ہوتا ہی اور عزت جاتی ہی تو شرعًا یہہ شخص تائب نہیں ہی اور جو ثواب تائب کی واسطی مقرری ہی یہہ نہین پاویگا اور اسیطرح

من قال بلسانه استغفر الله وقلبه مصر على المعصية فاستغفاره ذلك يحتاج الى استغفار مقارن
جسنی زبان سی کہا استغفر اللہ اور دل اوسکا گناہ پر اڑا ہی تو ایسی توبہ سی شرمندہ ہوکر توبہ کرنی چاہئی

بالندم لما روي ان عليا راى رجلا قد فرغ من صلاته وقال سريعا اللهم اني استغفرك واتوب اليك
کیونکہ روایت ہی کہ حضرت علی نی ایکو دیکہا کہ اوسنی نماز سی فارغ ہوتی جلدی سی یہہ کہا الہی میں بخشش مانگتا ہون اور تیری طرف رجوع کرتا ہون

فقال علي يا هذا ان سرعة اللسان بالاستغفار توبة الكذابين وتوبتك تحتاج الى توبة وعن الحسن
پس حضرت علی نی کہا ای شخص جلدی سی زبان توبہ پر چلانی جہوٹون کی توبہ ہوتی ہی تیری یہہ توبہ قابل توبہ کی ہی اور حسن

البصري انه قال استغفارنا يحتاج الى استغفار قال القرطبي هذا قوله في زمانه فكيف في هذا الزمان
بصری سی روایت ہی کہ کہتی تہی ہماری توبہ قابل توبہ کرنی کی ہی قرطبی کہتی ہین یہہ قول حسن بصری کا اونکی زمانہ مین ہی لیس اس زمانہ کا تو کیا حال ہی

الذي يرى الانسان فيه مكبا على الظلم حريصا عليه ولا يقلع عنه والسبحة في يده يزعم انه يستغفر
کہ ہم دیکہتی ہین انسان کو کہ حرص کا مارا ظلم پر دہکا چلا جاتا ہی اور ہرگز باز نہین آتا اور تسبیح ہاتہ مین لی ہوئی ہی اس خیال پر کہ توبہ کریگا

منه وذلك استهزاء منه واستخفاف لما روي انه عليه السلام قال المستغفر باللسان المصر على
اسپر یہہ ٹہٹہا جہل ہی اور حقارت ہی چنانچہ روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا کہ زبانی توبہ کرنیوالا گناہ پر لگا ہوا

الذنب کالمستهزی بربه وانما التوبة ان یستغفر بلسانه وینوی بقلبه ان لا یعود الی الذنب اصلا
گویا اپنی رب سی چہل کرتا ہی اور توبہ یہہ ہوتی ہی کہ زبان سی بخشش مانگی اور دل سی یہہ نیت کری کہ پہر کبہی نافرمانی نکرونگا

فاذا فعل ذلك یغفر الله ذنبه وان کان ذنبه عظیما اذ لیس ذنبا اعظم من الکفر وقد قال الله تعالی
جب ایسی توبہ کرتا ہی تو اللہ تعالی اوسکی خطا بخشدیتا ہی کیسا ہی گناہ ہو کیونکہ کفر سی بڑا کوئی گناہ نہیں ہی اور اللہ کافرون کی حق مین

فی حق اهل الکفر قُلْ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ فما ظنك فیما دونه من المعاصی
یہہ فرماتا ہی تو کہدی کافرون کو اگر باز آوین تو معاف ہوا انکو جو ہو چکا پہر تو کیا سمجہتا ہی کفر سی کمتر گناہون کو

وقد روی انه علیه السلام قال لو اخطأ احدکم حتی یملأ ما بین السماء والارض ثم تاب تاب الله علیه
اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا اگر تم مین سی کوئی شخص اتنی گناہ کری کہ بہر جاوی میدان آسمان اور زمین کا پہر وہ توبہ کری تو اللہ اوسپر رحمت کرتا ہی

وفی حدیث اٰخر انه علیه الصلوٰة والسلام قال ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب الله علیه یعنی انه اذا
اور ایک اور حدیث مین ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا کہ بندہ جب خطا کا اقرار کرتا ہی پہر توبہ کرتا ہی تو اوسپر اللہ تعالی رحمت کرتا ہی مراد یہہ ہی

اقر بکونه مذنبا ثم ندم علی ما فعل من الذنوب وعلی ما اکتسب من السیئات وعزم ان لا یعود الی مثله
کہ اپنی تئین خطاوار کہہ کر پہر گناہ کئی ہوئی پر اور برائی کمائی ہوئی پر شرمندہ ہووی اور آگی کو یہہ عزم کری کہ پہر ایسی حرکت نکرونگا

یقبل الله تعالی توبته ویتجاوز عن سیاته لکن ینبغی ان یعلم ان الذنب علی نوعین ذنب بینه و
تو اللہ تعالی اوسکی توبہ قبول کرتا ہی اور اوسکی خطاسی درگذر فرماتا ہی لیکن یہہ سمجہنا چاہئی کہ گناہ دو قسم کی ہوتی ہین ایک تو صرف حقوق الٰہی

بین الله تعالی وذنب بینه وبین العباد فالذنب الذی بینه وبین الله تعالی یکفی فیه الاستغفار
دوسری حقوق العباد پہر جو گناہ صرف حقوق اللہ کی ہین تو اوسمین کفایت کرتی ہی توبہ

باللسان والندم بالقلب والعزم علی ان لا یعود فاذا فعل ذلك لا یبرح من مکانه حتی یغفر له ذنبه
زبان سی اور ندامت دل سی اور یہہ عزم کرنا کہ پہر کبہی نکرونگا جب ایسی توبہ کرچکا تو فورًا اوسی جگہہ اوسکی خطا معاف ہوجاتی ہی

الا ان یکون علیه شیٔ من فرائض الله تعالی فان الشرع لا یکتفی فیه بمجرد التوبة بل اضاف الی ذلك
ہان اگر اوسکی ذمہ کچہہ فرائض الٰہی مین سی بہی ہو تو اس صورت مین شرع نی صرف توبہ پر اکتفا نہین کیا بلکہ اوس توبہ کی ساتہہ

فی البعض قضاء کالصلوة والصوم وغیرهما وفی البعض کفارة واما حقوق الادمیین فلابد من ایصالها
بعضی فرائض کا قضا چاہئی جیسی نماز اور روزہ اور بعضی مین کفارہ چاہئی رہی حق العباد اسمین ضرور ہی کہ وہ حق مستحق کی پاس

الی مستحقها فان لم یوجدوا یلزم تصدقها عنهم بنیة ان یکون ودیعة عند الله تعالی یوصلها
پہنچادی اور اگر وہ مستحق نہ ملین تو لازم ہی کہ انکو انکی طرف سی خیرات کردی اس نیت سی کہ اللہ تعالی یہہ امانت قیامت کی دن

الی اصحابها یوم القیٰمة فمن لم یجد سبیلا لخروجه عما علیه من التبعات لاعسارة فعلیه ان یکثر
انکی مستحق کو پہنچادی اور جو شخص ماری تنگدستی کی کوئی راہ نپاوی حقوق العباد کی ادا کا تو اوسکو یہہ لازم ہی

من الاعمال الصالحات ویستغفر لمن ظلمه من المؤمنین والمؤمنات فی اکثر الاوقات فانه اذا فعل
کہ اعمال صالح بہت کری اور اپنی مظلوموں مؤمن مرد اور مؤمن عورتون کی لئی اکثر اوقات بخشش کی دعا کیا کری جب یہہ عمل کریگا

کذلك یرجی من الله تعالی ان یرضی خصماءه یوم القیٰمة بلطفه وکرمه

تو اللہ تعالی کی فضل سی امید ہی کہ قیامت کی دن اسکی مدعیون کو اپنی لطف اور کرم سی راضی کردی

المجلس الحادی عشر
گیارہوین مجلس

فی بیان افضل الذکر وافضل الدعاء

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
افضل ذکر اور افضل دعا کی بیان مین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی

افضل الذكر لا اله الا الله وافضل الدعاء الحمد لله هذا الحديث من حسان المصابيح رواه جابر
سب ذکروں میں سی بہتر ہی لا اله الا الله اور سب دعاؤں سی بہتر ہی الحمد لله یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سی ہی جابر کی روایت سی

وانما جعل فيه الحمد لله من افضل الدعاء لان الدعاء عبارة عن ذكر العبد ربه وسؤاله عنه فضله
اور الحمد لله سب دعاؤں سی افضل اسلئی ٹہری کہ دعا اسکو کہتی ہیں کہ بندہ اپنی رب کو یاد کرکر اوس سی فضل کا سوال کری

ففي الحمد لله هذا المعنى موجود اذ فيه ذكر الرب وطلب المزيد لانه راس الشكر والعمدة فيه لقوله عليه السلام الحمد لله راس الشكر ما شكر الله عبد لم يحمده
سو الحمد لله میں یہہ معنی موجود ہیں اسواسطی کہ اسمیں رب کی یاد ہی اور ترقی کی طلب اسلئی کہ الحمد لله اصل ہی شکر میں اور عمدہ ہی اسلئی فرمایا رسول الله صلی الله علیه وسلم نی

والشكر يستلزم المزيد لقوله تعالى لئن شكرتم لازيدنكم فمن قال الحمد لله يصير كانه سئله عنه
اور شکر سی ترقی ہوا کرتی ہی واسطی فرمودہ الله تعالی کی اگر حق مانوگی تو اور دونگا تمکو پہر جسنی الحمد لله کہا گویا اوسنی الله تعالی سی

تعالى زيادة فضله بعد الثناء عليه واما كون لا اله الا الله من افضل الاذكار فلان فيه معنى لا يوجد
ثنا کرکر فضل کی ترقی طلب کی اور لا اله الا الله جو تمام ذکروں میں افضل ہی تو اسلئی کہ اسمیں وہ معنی ہیں

في ذكر غيره وبمعرفة ذلك المعنى يحصل للمكلف جميع ما يجب عليه معرفته في حقه تعالى وذلك المعنى
جو اور ذکروں میں نہیں پائی جاتی اور ان معنوں کی دریافت کرنی سی مکلف کو حاصل ہوجاتی ہیں جو جو واجب ہی دریافت کرنا نسبت ذات باری تعالی کی اور وہ معنی

اثبات الالوهية له تعالى ونفيها عما عداه ويندرج في معنى الالوهية جميع ما يجب على المكلف معرفته
ربوبیت کا ثابت کرنا واسطی الله تعالی کی اور الوہیت کا سلب کرنا ماسوا الله سی اور الوہیت کی معنوں میں تمام باتیں آگئیں جنکا جاننا مکلف کو ضرور ہی

مما يجب في حقه تعالى وما يستحيل عليه وما يجوز له لان الالوهية تشتمل على معنيين احدهما
اوصاف الہی سی جو واجب ہیں اور جو محال ہیں اور جو جائز ہیں الله تعالی کی حق میں اسلئی کہ الوہیت میں دو معنی ہیں ایک تو

استغناؤه تعالى عن جميع ما سواه والثاني افتقار جميع ما عداه اليه تعالى فعلى هذا يكون معنى كلمة
الله کا بی نیاز ہونا تمام اپنی ماسوا سی اور دوسرا تمام ماسوا کا محتاج ہونا الله تعالی کی طرف اس تقریر کی موافق معنی کلمہ

التوحيد لا مستغني عن جميع ما سواه ولا مفتقر اليه جميع ما عداه الا الله تعالى اما استغناؤه تعالى
توحید کی یہہ ہیں کہ نہیں ہی کوئی بی نیاز تمام ماسوا اپنی سی اور نہیں ہی کوئی محتاج الیہ تمام ماسوا اپنی کا سوا الله تعالی کی الله تعالی کی بی نیازی

عن جميع ما سواه فيوجب له تعالى الوجود والقدم والبقاء اذ لو لم تجب له تعالى هذه الصفات
تمام ماسوا سی جو ہی اوسنی واجب ہوا کہ الله تعالی موجود اور قدیم اور باقی ہی اسلئی کہ یہہ صفتیں اگر الله تعالی کو بضرورت ثابت نہو جاویں

لكان محتاجا الى محدث لان انتفاء شيء من هذه الصفات يستلزم الحدوث وكل حادث مفتقر
تو بیشبہ وہ محدث کا محتاج ہوگا اسواسطی کہ ان صفتوں میں سی جونسی نہوگی تب ہی حدوث لازم آویگا اور ہر حادث محدث کا محتاج

الى محدث وكذا يوجب له تعالى التنزه عن النقائص ويدخل في التنزه عن النقصان وجوب السمع و
ہوتا ہی اور ایسی ہی واجب ہوا الله تعالی کا بری ہونا نقصان سی اور نقصان سی بری ہونی میں آگئی واجب ہونا سمع اور

البصر والكلام اذ لو لم يجب له تعالى هذه الصفات لكان متصفا بالنقائص ومحتاجا الى من يدفع
بصر اور کلام کا اسلئی کہ الله تعالی کو اگر یہہ صفتیں واجب نہونگی تو البتہ اوسمیں نقصان کی باتیں پائی جاوینگی اور محتاج ہوگا ایسی کا جو اوس

عنه تلك النقائص وكذا يوجب له تعالى التنزه عن الاغراض في افعاله واحكامه اذ لو لم يجب
نقصان کو دور کردی اور ایسی ہی واجب ہوا پاک ہونا الله تعالی کا غرض سی افعال اور احکام میں اسلئی کہ اگر واجب نہو

له تعالى التنزه عن الاغراض لكان محتاجا الى ما يحصل به غرضه وكذا يوجب له تعالى ان لا يجب
الله کا پاک ہونا غرض سی تو بیشک محتاج ہوگا ایسی شی کا جس سی اوسکی غرض حاصل ہو ایسی ہی ضرور ہوا الله تعالی کی ذمہ پر کچھہ واجب نہوا

عليه فعل شئ من الممكنات ولا تركه اذ لو وجب عليه شئ منهما لكان محتاجا الى ذلك الشئ
کسی فعل کا ممکنات میں سی کرنا اور نہ کرنا اسلئی کہ اگر واجب ہو اوسکی ذمہ پر کچھ ان دونوں میں سی تو البتہ محتاج ہوگا اوس شئ کا
ليكمل به اذ لا يجب له تعالى الا ما هو كمال واما افتقار جميع ما عداه اليه تعالى فيوجب له تعالى
تاکہ اوس سی کامل ہو جاوی اسلئی کہ اللہ تعالی کو صفات کمال ہی واجب ہوتی ہیں اور تمام ممکنات ماسوی اللہ کی محتاج ہونی سی اللہ کی طرف واجب ہوا
القدرة والارادة والعلم والحيوة اذ لو لم يجب له تعالى هذه الصفات لكان عاجزا عن ايجاد شئ
اللہ تعالی کا قدیر اور صاحب ارادہ اور علیم اور حی ہونا اس لئی کہ یہ چاروں صفت اگر اللہ تعالی کو واجب نہوں تو وہ تمام ممکنات کی پیدا کرنی سی
من الممكنات وكذا يوجب له الوحدانية اذ لو لم يجب له تعالى الوحدانية بل كان معه غيره في
عاجز ہوگا اور ایسی ہی وحدانیت بھی واجب ہوتی ہی اسلئی کہ اگر وحدانیت نہو بلکہ اوسکی ساتھ ایک اور اللہ سوای اوسکی ہو
الالوهية لم يفتقر اليه شئ من الممكنات للزوم عجزهما ويوخذ من افتقار جميع ما عداه اليه تعالى
تو پھر کوئی شئ ممکنات میں سی اوسکی محتاج نہوگی کیونکہ لابد ہی کہ دونو عاجز ہوجاینگی اور جب تمام ممکنات ماسوی اللہ کی
حدوث العالم باسره اذ لو كان شئ منه قديما لكان مستغنيا عنه تعالى غير مفتقر اليه ويوخذ منه
اوسکی محتاج ہوئیں تو اسی معلوم ہوا کہ عالم تمام حادث ہی اسلئی کہ عالم میں سی کچھ بھی اگر قدیم ہو تو وہ اللہ تعالی سی بی پرواہ ہوگا اوسکی طرف محتاج نہوگا اور یہ بھی
ايضا ان لا يؤثر شئ من المخلوقات في اثر ما اذ لو كان في شئ من المخلوقات تاثير في اثر ما لكان ذلك الاثر مستغنيا عنه تعالى غير مفتقر
معلوم ہوا کہ کسی چیز کو مخلوقات میں سی کسی امر میں کچھ اثر نہو اسلئی کہ اگر مخلوقات میں سی کسی شئ کو کچھ اثر مستقل ہوتا تو البتہ وہ اثر اللہ تعالی کا محتاج نہو
اليه فعلى هذا كل من يقول لا اله الا الله يصير كانه يقول لا واجب الوجود الا الله تعالى ولا واجب
بلکہ بی پرواہ ہوتا اس تقریر کی موافق جو شخص لا الہ الا اللہ پڑھتا ہی گویا کہ وہ یہ کہتا ہی کوئی واجب الوجود نہیں سوای اللہ تعالی کی اور نہ کوئی واجب
القدم والبقاء الا الله ولا قادر على ايجاد الممكنات كلها الا الله ولا عالم بما لا يتناهى من المعلومات
القدیم اور باقی سوای اللہ تعالی کی اور نہ کوئی قدرت والا تمام ممکنات کی پیدایش پر سوای اللہ تعالی کی اور نہ کوئی دانندہ معلومات بی انتہا کا
الا الله ولا منزه عن جميع النقائص ولا عن الاغراض في افعاله واحكامه الا الله ولا مؤثر في شئ من
سوای اللہ تعالی کی اور نہ کوئی بری تمام نقصانوں سی اور نہ غرض سی اپنی افعال اور احکام میں سوای اللہ تعالی کی اور نہ کوئی اثر کرنیوالا کسی شئ میں
المخلوقات الا الله وعلى هذا القياس كل ما وجب في حقه تعالى واستحال عليه وجاز له فقد
مخلوقات میں سی سوای اللہ تعالی کی اسیطرح جو جو صفات اللہ تعالی کو واجب ہیں اور جو جو اوسکی حق میں محال ہیں اور جو جو جایز ہیں
ظهر من هذا ان فهم معنى كلمة التوحيد يتوقف على معرفة الله تعالى ومعرفة الله تعالى
اس سی ظاہر ہوا کہ کلمہ توحید کی معنوں کو سمجھنا معرفت الہی پر موقوف ہی اور معرفت الہی
ليست ضرورية حتى يحصل بالبداهة كمعرفة كون الواحد نصف الاثنين بل انما تحصل
بدیہی یعنی ظاہر نہیں ہی تاکہ خود بخود معلوم ہو جاوی جیسی ایک کو دو کا آدہا جانتی ہیں بلکہ استدلال سی
بالاستدلال الذي هو النظر في الدليل فيكون النظر واجبا لانه تعالى امر به وقال انظروا ماذا
معلوم ہو سکتا ہی جسکو نظر فی الدلیل کہتی ہیں پس استدلال کرنا واجب ہوا چنانچہ اللہ تعالی نی بھی ارشاد کیا ہی فرمایا دیکھو کیا کیا
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فمن تركه يكون اثما لانه اعطى الانسان نعمة العقل فيستدل به على وجوده
موجود ہی آسمانوں اور زمین میں پھر جسنی استدلال کو ترک کیا وہ گنہگار ہوگا اسلئی کہ اللہ تعالی نی آدمی کو عقل کی نعمت اسی واسطی عطا کی ہی کہ اوسکی وجود پر استدلال کری
وقدمه ووحدته وسائر صفاته التي تدل عليها افعاله وهي القدرة والارادة والعلم والحيوة
اللہ کا وجود اور قدم اور وحدانیت اور تمام وہ صفات جن پر اوسکی افعال دلالت کرتی ہیں اور وہ صفات قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات ہی

فاذا لم یستدل به لا یکون مؤدیا شکر نعمة العقل فیکون اثما فیبقی فی مشیة الله تعالی
پہر اگر اسنی اوس عقل سی استدلال کیا تو اوسنی عقل کی نعمت کا شکر ادا کیا لیس یہہ گنہگار ہوگا پہر مشیت الہی مین رہی گا

ان شاء یعفو عنه ویدخله الجنة بلا عذاب وان شاء یعذبه بقدر ذنبه ثم یدخله الجنة
چاہی اسکو معاف کرکر جنت مین بلا عذاب داخل کری اور اگر چاہی اوسکی خطا کی موافق اوسکو عذاب دیکر جنت مین داخل کری

فعلی هذا یجب علی کل مؤمن ان یعتنی فی معرفة الله تعالی حتی تیسر له فهم معنی کلمة التوحید
اب ہر مؤمن پر واجب ہی کہ معرفت الہی مین کوشش کیا کری تاکہ اوسکو سمجہنا کلمہ توحید کی معنون کا سہل ہوجاوی

التی هی ثمن الجنة وسبب الخلاص من العذاب المؤبد وقد نص العلماء علی لزوم فهم معناها
جو کہ جنت کی قیمت اور دائمی عذاب سی رستگاری کا باعث ہی اور علماء صاف کہہ گذری ہیں کہ سمجہنا معنون کا لازم ہی

والا لا ینتفع بها متلفظها فی الانقاذ من الخلود فی النار اذ لیست فضیلتها بازاء تحریك اللسان
اور نہین تو زبانی پڑہنی سی اصلا فائدہ نہین ہی کہ دائمی آگ کی عذاب سی بچی اسواسطی کہ اوسکی فضیلت زبان ہلانی سی نہین ہوتی ہی

بها من غیر حصول معناها فی القلب بل فضیلتها بازاء حصول معناها فی القلب بسبب
جبتک کہ اوسکی معنی دلین حاصل ہون بلکہ اوسکی فضیلت یہہ ہی کہ اوسکی معنی بسبب معرفت الہی کی دل مین متیقن ہون

معرفة الله تعالی ولیس المراد من معرفة الله تعالی معرفة ذاته لان ذاته تعالی لیست معلومة
اور معرفت الہی سی مراد یہہ نہین ہی کہ اوسکی ذات کو دریافت کری اسلئی کہ اوسکی ذات تو بشر کو معلوم نہین ہوسکی

للبشر بل المراد بها معرفة ما یجب فی حقه تعالی وما یستحیل علیه وما یجوز له لیعلم من
بلکہ معرفت سی یہہ مراد ہی کہ یہہ دریافت کری کہ اسد تعالی کی حق مین کیا تو واجب ہی اور کیا محال ہی اور کیا جایز ہی تاکہ دریافت کرلی

ینطق بها ما انفی عن غیره تعالی وما اثبت له فانها مرکبة من نفی واثبات فالمنفی کل فرد من
کلمہ پڑہنی والا کیا وصف نفی کیا چاہی غیر اسد سی اور کیا ثابت کیا چاہی اسد تعالی کو کیونکہ کلمہ مرکب ہی نفی اور اثبات سی ۔ پس نفی کرنا تو ہر ہر فرد

افراد حقیقة الاله سوی الله تعالی والمثبت فرد واحد من تلك الحقیقة وهو الله تعالی ومعنی
معبود حقیقی کا ہی سوای ذات الہی کی اور مثبت ایک فرد واحد ہی معبود حقیقی مین سی کہ وہ ذات الہی ہی اور معنی

الاله هو الواجب الوجود المستحق للعبادة وهذا المعنی کلی یقبل بحسب مجرد ادراکه ان یصدق
اله کی یہہ ہی ہیں کہ واجب الوجود ہو سزاوار عبادت کا اور یہہ معنی کلی ہین کہ صرف باعتبار ادراک کی ہوسکتا ہی کہ بہت افراد پر صادق

علی کثیرین لکن الدلیل القطعی یدل علی استحالة التعدد فیه وکونه خاصا بذات الله تعالی وذلك
آوی پر دلیل قطعی سی معلوم ہوا کہ تعدد اسمین محال ہی اور یہہ صفت خاص ہی ذات الہی کو اور وہ

الدلیل وجود العالم فانه لکونه حادثا محتاجا الی محدث یدل علی ان له موجدا قدیما واحدا
دلیل عالم کا وجود ہی بیشک یہہ عالم حادث محدث کا محتاج ہوکر دلالت کرتا ہی کہ اوسکا ایک موجد ہی قدیم واحد

متصفا بالقدرة والارادة والحیوة والعلم لانه لو لم یکن قدیما بل کان حادثا لکان محتاجا الی
اور قدیر اور صاحب ارادہ اور حی اور علیم اسلئی کہ اگر قدیم نہو بلکہ حادث ہو تو البتہ محدث کا محتاج ہوگا

محدث فیلزم الدور او التسلسل وکلاهما محال ولو لم یکن واحدا بل کان اکثر من واحد لوقع بینهما
پہر دور یا تسلسل لازم آویگا اور یہہ دو محال ہین اور اگر واحد نہو بلکہ ایک سی زیادہ کئی ہون تو بیشک اونکی آپسین

التمانع المقتضی لعدم وجود العالم ولو لم یکن متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة لکان
روک ٹوک واقع ہوگی جسی عالم موجود نہوسکی اور اگر قدرت والا اور صاحب ارادہ اور علیم اور حی نہو تو بیشک

عاجزاً عن ایجاد شیٔ من العالم لان الایجاد اثر القدرة وتاثیر القدرة فی شیٔ من الاشیاء

عالم میں سے ہر ہر ذرہ کی ایجاد سے عاجز ہوگا اسلیے کہ ایجاد کرنا قدرت کا اثر ہوتا ہے اور تاثیر قدرت کی کسی شے میں اوس شے کی ارادہ کرنے پر

یتوقف علی ارادة ذلک الشیٔ وارادة ذلک الشیٔ یتوقف علی العلم به، لان القصد الی ایجاد شیٔ

موقوف ہے اور ارادہ اوس شے کا بدون علم اوس شے کی نہیں ہوسکتا اس لیے کہ ارادہ کسی شے کی ایجاد کا

مع عدم العلم به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلثة یتوقف علی الحیوة لکونها شرطا بها

بدون علم اوس شے کی محال ہے اور یہ تینوں صفتیں کب ہوسکتی ہیں بدون حیات کی کیونکہ حیات شرط ہے

فعلی هذا یکون وجود العالم بل وجود کل جزء من اجزائه دلیلا قطعیا علی وجوده تعالی وکونه

اس بیان کی مطابق وجود تمام عالم کا بلکہ وجود ہر ہر ذرہ کا اوسکی اجزا میں سے یقینی دلیل ہے اللہ تعالی کی وجود پر کہ وہ

قدیما واحدا متصفا بهذه الصفات الاربع المذکورة وعلی استحالة اضدادها ولهذا کان

قدیم اور واحد ہے اور موصوف ہے ان چاروں صفات مذکورہ سے اور دلیل ہے اسکی کہ ان صفات کا خلاف محال ہے اسیلیے

بعض اهل التوحید یقولون استدلالا بالاثر علی المؤثر ما راینا شیئا الا راینا الله تعالی بعده فان

بعضی اہل توحید اثر سے مؤثر پر استدلال کرکر یہ کہتے ہیں کہ ہمنے جب کسی شے کو دیکھا تو اوسکی ساتھ ہی اللہ تعالی کو دیکھا بیشک

کل جزء من اجزاء العالم لکونه حادثا محتاج الی من یوجده ویربیه لا یزال یتکلم بکلام لا حرف فیه

ہر ہر ذرہ عالم کی اجزا کا چونکہ حادث اور محتاج ہے اپنی پیدا اور پرورش کرنیوالی کا ہمیشہ ایسی کلام سے جسمیں نہ حرف ہیں

ولا صوت ان له موجدا قدیما واحدا متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة یسمع کلامه

اور نہ آواز یہ کہتا ہے کہ میرا پیدا کرنیوالا قدیم ہے واحد صاحب قدرت صاحب ارادہ صاحب علم صاحب حیات تمیز والی

السامعون ولا یسمعه الذین هم عن السمع لمعزولون والمراد من السمع السمع الباطن الذی یسمع

اوسکی کلام سنتی ہیں اور بے تمیز جنکی سمجھ بیکار ہے نہیں سنتی اور سماعت سے مراد سماعت باطنی ہے جس سے وہ کلام سنی جاتی ہے

به کلام لیس بحرف ولا صوت ولا عربی ولا عجمی لا السمع الظاهر الذی لا یسمع غیر الاصوات وتشارک

جسمیں حرف اور آواز نہو اور نہ عربی ہو اور نہ عجمی یہ سماعت ظاہری مراد نہیں ہے جس سے سوائے آواز کی کچھ نہ معلوم ہو اور چوپایے

فیه البهائم الانسان اذ لا قدر لشیٔ تشارک فیه البهائم الانسان والحاصل ان المکلف لا یعرف من

اور انسان اوسمیں شریک ہیں کیونکہ اوس شے میں کیا خوبی ہے جسمیں چوپایے اور انسان یکساں ہوں حاصل یہ ہے کہ آدمی مکلف

صفاته تعالی بالعقل الا ما یتوقف علیه افعاله وما لم یتوقف علیه افعاله تعالی کالسمع والبصر

صفات الہی میں سے بزور عقل وہ ہی جان سکتا ہے جن صفات پر افعال موقوف ہیں اور جن صفات پر افعال موقوف نہیں ہیں جیسے سمع اور بصر

والکلام فقد یستدل علی ثبوتها له تعالی تارة بالعقل وتارة بالنقل اما الاستدلال بالعقل فهو

اور کلام ان صفات کی ثبوت پر کبھی تو استدلال عقلی کرتی ہیں اور کبھی استدلال نقلی استدلال عقلی تو یہ ہے

انها صفات کمال واضدادها صفات نقصان واتصافه تعالی بصفات الکمال وعدم اتصافه

کہ یہ صفتیں کمال کی ہیں اور اونکی ضدیں صفتیں نقصان کی ہیں اور اللہ تعالی کا صفات کمال سے موصوف ہونا اور صفات نقصان سے

بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه بتلک الصفات واما الاستدلال بالنقل فهو ان

بری ہونا واجب ہے اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالی ان صفات سے موصوف ہو اور استدلال نقلی یہ ہے کہ

الشرع قد صرح بثبوتها له تعالی فوجب الجزم بثبوتها له تعالی ودلیل النقل فی هذه المسئلة

شرع میں ان صفات کا ثبوت صاف ظاہر ہے پس یقین کرنا انکی ثبوت کا واجب ہوا اور اس مسئلہ میں دلیل نقلی

اولى من دليل العقل لان تلك الصفات لا يتوقف عليها افعاله تعالى حتى يستدل بها على ثبوتها
بہتر ہے عقلی دلیل سے اس لئے کہ ان صفات پر افعال الٰہی تو موقوف ہی نہیں تاکہ ان افعال سے ان صفات کی ثبوت پر استدلال کیا
له تعالى وذاته لم يكن معلوما لاحد حتى يعلم انها في حقه تعالى كما يجب اتصافه بها بحيث
اور اوسکی ذات کسیکو معلوم نہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ صفات نسبت ذات الٰہی کی ہیں کہ یہ ہیں انکا ثبوت ہی چاہیئے ہونا ایسا
لو لم يتصف بها يلزم ان يتصف باضدادها وما ذكر من كونها كمالا انما هو بالنسبة الينا ولا يلزم
کہ اگر یہ صفتیں موجود نہوں گی تو انکی اضداد موجود ہونگی اور ان صفات کا کمال ہونا جو مذکور ہوا تو وہ ہماری حق میں ہے اور یہہ کچھ لازم نہیں
من كون الشيء بالنسبة الينا كمالا ان يكون في حقه تعالى كمالا الا ترى ان اللذة والالم مع كونهما
کہ جو صفت ہماری حق میں باعث کمال کا ہو تو یہہ نسبت ذات الٰہی کی بھی کمال ہو کیا تجھکو معلوم نہیں ہے کہ لذت اور الم باوجودیکہ
بالنسبة الينا كمالا يمتنعان على الله تعالى لكونهما من عوارض الاجسام فعلى هذا يلزم في اثبات
ہماری حق میں کمال ہیں اللہ تعالیٰ پر ممتنع ہیں اسواسطے کہ جسموں کی عوارض سے ہیں اس بیان کی موافق لازم یہہ ہے کہ
تلك الصفات له تعالى التمسك بالنقل عن الانبياء الذين ثبت صدق كل واحد منهم و
ان صفات کی باب میں دست آویز نقلی بیان کی جاوے انبیاء علیہم السلام سے کہ صدق ہر ہر کا اور
امانته ونبوته بالمعجزة القائمة مقام قوله تعالى صدق رسولي في كل ما يبلغ عني سواء
امانت اور نبوت ایسی معجزہ سے ثابت ہوچکی ہے جو قائم مقام ارشاد الٰہی کی ہے میرا رسول سچا ہے جو حکم میری طرف سے بیان کرے برابر ہے
كان تبليغه بقوله او فعله او سكوته لان المعجزة تصديق فعلي من الله تعالى لرسوله لكونها
کہ تبلیغ بواسطہ قول کی ہو یا فعل کی یا چپ رہنے سے اسلئے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصدیق فعلی ہے واسطے رسول کی کیونکہ معجزہ
فعلا من افعاله تعالى خارقا للعادة قائما مقام صريح القول في تصديق رسوله في دعواه الرسالة
ایک فعل ہے افعال الٰہی سے خلاف عادت کی قایم مقام صاف ارشاد کی ہے رسول کی تصدیق کیلئے رسالت کی دعوی میں
فانه تعالى لما خلق امرا خارقا للعادة على يده عند ادعائه الرسالة صار كانه قال صدق رسولي
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب ایک امر خلاف عادت رسول کی ہاتھہ پر رسالت کی دعوی کرنے کی وقت پیدا کیا تو گویا یہہ ارشاد کیا میرا رسول سچا ہے
في كل ما يبلغ عني سواء كان تبليغه بقوله او فعله او سكوته قال العلماء مثال ذلك ان
تمام احکام میں جو میری طرف سے ادا کرے برابر ہے کہ وہ تبلیغ رسول کی قولی ہو یا فعلی ہو یا چپ رہنے سے ہو علماء نے اسکی یہہ مثال بیان کی ہے
رجلا اذا قام في مجلس ملك بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملك بعثني اليكم بكذا وكذا
ایک شخص بادشاہ کی مجلس میں ایک جماعت کی روبرو کھڑا ہوکر کہے میں اس بادشاہ کا ایلچی ہوں مجھکو تمہارے پاس فلانا فلانا حکم دیکر بھیجا
من التكاليف وطلبوا منه حجة تدل على صدقه وقال اية صدقي اني اطلب من الملك ان
اور وہ جماعت اوس سے صداقت کی دلیل طلب کرے تب وہ شخص کہے نشان میری صداقت کا یہہ ہے کہ میں بادشاہ سے کہتا ہوں کہ
يخالف عادته ويقوم من مقامه ويقعد ثلث مرات وفعل الملك ذلك بطلبه فلا شك
اپنی خلاف عادت اپنی جگہ سے تین دفعہ کھڑا ہو اور بیٹھ جاوے پھر وہ بادشاہ اوسکی یہہ کہنے سے کر بیٹھے تو بیشک
ان ذلك الفعل من الملك قائم مقام قوله صدق هذا الرجل في كل ما يبلغ عني ومفيد للعلم
یہہ کام بادشاہ کا قایم مقام اس قول کی ہے یہہ شخص سچا ہے جو جو حکم میری طرف سے بیان کرے اور اوسی علم
الضروري بصدقه لمن شاهد ذلك الفعل من الملك ولمن لم يشاهده بل وصل اليه خبره
ضروری اوسکی صداقت کا حاصل ہوگا جو کوئی یہہ حرکت بادشاہ کی دیکھیگا اور جو شخص نہ دیکھیگا بلکہ اوسکو تواتر سے یہہ خبر پہنچیگی

بالتواتر ولا ریب ان هذا المثال مطابق لحال الرسل علیهم الصلوة والسلام فی افادة معجزتهم العلم

اور بیشک یہہ مثال رسل علیہم السلام کی حال سی خوب مطابق ہی کہ اونکی معجزہ سی اونکی

الضروری بصدقهم لمن شاهدها ولمن لم یشاهدها بل وصل الیه خبرها بالتواتر فاذا ثبت

صداقت کا علم بدیہی حاصل ہوتا ہی دیکھنی والوں کو اور جنہوں نی نہیں دیکھا تواتر سی سنکر جب اونکا صدق ثابت ہو چکا

صدقهم بدلالة المعجزة وجب تصدیقهم فی کل ما جاؤا به من عند الله تعالی وافضلهم

معجزہ کی دلالت سی تو واجب ہوئی اونکی تصدیق تمام احکام میں جو اللہ تعالی کی طرف سی لای ہیں اور تمام انبیاء میں افضل

نبینا ومولانا محمد صلی الله علیه وسلم فانه تعالی قد بعثه الی اهل الارض کافة لیبلغهم امره ونهیه ووعده

اور برتر نبی اور صاحب ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بیشک اللہ تعالی نی اونکو تمام اہل روی زمین کی طرف بہیجا تاکہ اونکو اللہ کا حکم اور ممانعت اور جزا

ووعیده وایده بمعجزات کثیرة لا حصر لها لیصدقوه فوجب علیهم تصدیقه فی کل ما اخبر

اور سزا پہنچا دیں اور اونکی تائید کی بہت معجزات سی جنکا انتہا نہیں تاکہ اونکی تصدیق کریں سو واجب ہی اون سب پر تصدیق اونکی تمام خبروں میں

وطاعته فی کل ما امر والانتهاء عن کل ما زجر فمن لم یصدقه فیما اخبر ولم یطعه فیما امر ولم ینته

اور واجب ہی اطاعت اونکی تمام حکموں میں اور باز رہنا جس چیز سی ممانعت کریں پہر جو شخص تصدیق نکری اونکی خبروں میں اور اطاعت نکری اونکی حکم کی اور باز نرہی

عما زجر یکون من الذین قال الله فیهم فی القران العظیم الذی هو افضل معجزاته اولئک کالانعام

منع کی ہوئی سی تو وہ اون لوگوں میں ہی جنکی حق میں اللہ تعالی قرآن شریف میں جو اونکا سب سی بڑا معجزہ ہی فرماتا ہی وہ جیسی چوپایہ

بل هم اضل فانه تعالی شبههم بالبهائم فی کون مشاعرهم متوجهة الی اسباب الدنیا ومقصورة

بلکہ اونسی زیادہ بیراہ اللہ تعالی نی انسان کو چوپایوں سی مشابہت دی اسباب میں کہ اونکی عقلیں دنیا کی مال اسباب کی طرف متوجہ ہیں اور دنیا ہی پر

علیها وعدم التفکر فیما یقرع اذانهم من الایات القرانیة والاحادیث النبویة وعدم الالتفات بها

ہیں کہیں اور ہرگز تامل نہیں ہی اونمیں جو سنتی ہیں آیات قرآنی اور احادیث نبوی سی اور اصلا اور ہرگز توجہ نہیں کی

بل جعلهم اضل منها لانها تدرک ما من شانها ان تدرک من المنافع والمضار وتجهد غایة جهدها

بلکہ اللہ تعالی نی انسان کو چوپایوں سی بیراہ زیادہ کہا کیونکہ چوپایہ تو اپنی حیثیت کی موافق نفع اور ضرر کو پہچان لیتی ہیں اور خوب کوشش کرتی ہیں

فی جلب ما ینفعها وسلب ما یضرها وتنقاد لصاحبها وتمیز من یحسن الیها ممن یسیء الیها وهؤلاء

اپنی منفعت کی پیدا کرنی میں اور ضرر کی دفع کرنی میں اور اپنی مالک کی اطاعت کرتی ہیں اور تمیز کرتی ہیں درمیان اونکی جو اونکی ساتہہ احسان کری اور ضرر پہنچاوی

لیسوا کذلک حیث لا یمیزون بین المنافع والمضار ویجتهدون غایة جهدهم فی جلب ما یضرهم

ایسی نہیں ہیں اسلی کہ اصلا نفع اور ضرر میں فرق نہیں کرتی اور ضرر رساں چیز میں مرکب کر کوشش کرتی ہیں اور منفعت سی الگ بچتی ہیں

وسلب ما ینفعهم ولا ینقادون لربهم وخالقهم ورازقهم ولا یعرفون احسانه الیهم ویقدمون علی

اور اطاعت نہیں کرتی اپنی پروردگار اور پیدا کرنیوالی اور روزی دینی والی کی اور نہیں سمجہتی کہ اون پر دوستی کیا کیا احسان کیا اور عذاب

العذاب الالیم ولا یقدمون علی النعیم المقیم ویکونون من الذین قال تعالی فیهم یعلمون ظاهرا

درد ناک کی طرف دوڑ کر جاتی ہیں اور دائمی عیش کی طرف نہیں جاتی پہر وہ اون لوگوں میں ہیں جنکی حق میں اللہ تعالی فرماتا ہی جانتی ہیں اوپر اوپر

من الحیوة الدنیا وهم عن الاخرة هم غافلون یعنی انهم یعلمون ظاهرا حقیرا خسیسا من الدنیا

دنیا کا جینا اور وہ لوگ آخرت سی خبر نہیں رکہتی یعنی یہہ لوگ یہہ ہی ظاہر کی نکمی اور بیکار دنیا کو خوب جانتی ہیں

وهو ما یشاهدونه من زخارفها وملاذها وسائر احوالها الموافقة لشهواتهم الملائمة لاهوائهم

اور یہہ خبر کہ اونکو نظر آتا ہی دنیا کی رونق اور لذات اور تمام احوال جو اونکی شہوات کی موافق اور اونکی ہوا ہوس کی مطابق ہیں

وهم غافلون عن الاخرة التي هي المطلب الاعلى والمقصد الاقصى ولا يخطرون ببالهم ولا يتفكرون
اور وہ آخرت سی جو کہ بڑا مطلب ہی اور عین مدعا ہی بالکل غافل ہین اور اونکی دلمین خطرہ نہین آتا اور نہین سوچتی

من احوال الدنيا ما يؤدي الى معرفتها فان العلم بامور الاخرة موقوف على العلم بوجود الباري تعالى
دنیا کی حالات کو اسطور کہ اوس سی آخرت کی معرفت حاصل ہو کیونکہ علم امورات اخروی کا علم وجود باری تعالی

وقدرته وارادته وعلمه وحيوته وذلك العلم لا يحصل الا بالنظر الى المصنوعات والتفكر فيها
اور اوسکی قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات کی علم پر موقوف ہی اور یہہ علم نہین حاصل ہوتا بدون غور اور تامل کی مصنوعات مین

والاستدلال بتغيرانها على حدوثها واحتياجها الى موجد قديم واحد متصف بالقدرة و
اور بدون استدلال کی کہ حالات دنیا متغیر ہونی سی حادث ہین اور محتاج ہین طرف پیدا کرنیوالی کی جو قدیم اور واحد صاحب قدرت اور

الارادة والعلم والحيوة وهم قصروا النظر على الظواهر الحسية كالبهائم ولم يتفكروا في عجائب
صاحب ارادہ اور علم اور حیات والا ہی اور بنی آدم نی اپنی نگاہ ظاہر دیکھنی پر چوپایہ کی طرح کوتاہ کی اور اوسکی عجیب صنعت کو

صنعه ليستدلوا بها على وجوده وقدمه وقدرته وارادته وعلمه وحيوته فيعلموا ان ما اخبر به
خیال نہ کیا تاکہ اوسی استدلال ہو اوسکی وجود اور قدم اور قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات پر پہر یہہ جانتی کہ جو حدیث مین ہی

من امور الاخرة امور ممكنة يلزم وقوعها وعند وقوعها يكون المكلف فيها بحكم صلاح الاعمال
امورات آخرت مین سی سب ممکن ہین اونکا واقع ہونا ضرور ہی اور جب وہ امور واقع ہونگی تو مکلف باعتبار اعمال نیک

وفسادها فريقين فريق في الجنة وفريق في السعير نسأل الله تعالى ان يجعلنا من اهل الجنة مع
و اعمال بد کی دو قسم ہونگی ایک قسم بہشت مین اور ایک قسم دوزخ مین ہم اللہ سی دعا مانگتی ہین کہ ہمکو جنتی کری ہمراہ

الابرار لا من اهل النار مع الاشرار المجلس الثاني عشر في بيان اسعد الناس بشفاعة
صلحاء کی دوزخی نہ کری ہمراہ بدکاروں کی بارہوین مجلس اس بیان مین کہ بڑا اسعادتمند آدمی

النبي صلى الله عليه وسلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اسعد الناس بشفاعتي
قیامت کی دن بسبب شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی بڑا اسعادتمند آدمی میری شفاعت سی

يوم القيمة من قال لا اله الا الله خالصا من قلبه هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة
قیامت کی روز وہ ہی جسنی کہا لا الہ الا اللہ صاف دلسی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں مین ہی ابو ہریرہ کی روایت سی

وقريب منه ما روى عن زيد بن ارقم انه عليه السلام قال من قال لا اله الا الله مخلصا دخل الجنة فانه عليه الصلوة
اور ایسا ہی مضمون ہی جو زید بن ارقم نی روایت کی ہی کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی جسنی کہا لا الہ الا اللہ صاف دل سی وہ داخل ہوا جنت مین بیشک

الصلوة والسلام قد شرط لنيل ما وعد في هذين الحديثين ان يكون فيمن قال لا اله الا الله الخلوص
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی شرط کیا ہی واسطی حصول جنت کی جو ان دونو حدیثوں مین وعدہ کیا ہی کہ لا الہ الا اللہ کہنی والی مین خلوص

والاخلاص ومعنى الخلوص والاخلاص مساعدة الحال للمقال فمن قال لا اله الا الله ولم يساعده
اور اخلاص ہو اور معنی خلوص اور اخلاص کی یہہ ہین کہ اوسکا حال مقال کی مطابق ہو پہر جسنی لا الہ الا اللہ تو کہا اور اوسکا حال مطابق

حاله لمقاله لا يكون فيه شيء من الخلوص والاخلاص وانما يكون فيه من الخلوص والاخلاص
مقال کی نہوا تو اوسمین اخلاص اور خلوص کچھہ نہین ہی اور خلوص اور اخلاص جب ہی ہوتا ہی

اذا منعه هذا القول عن الذنوب وحمله على الطاعات وان لم يمنعه من الذنوب ولم يحمله على
کہ اوسکو یہہ قول گناہونسی باز رکہی اور طاعات کی رغبت دلائی اور اگر اوسکو گناہونسی نہ روکا اور نہ طاعات پر رغبت دلائی

الطاعات لا یکون فیه الخلوص والاخلاص ویخاف ان یکون هذا القول فیه عاریة یسترد منه
تو اوسمین خلوص واخلاص کہاں ہی اور اندیشہ یہہ ہی کہ یہہ قول اوسمین بطور عاریت کی ہو پہر چہن جاوی

لان من لم یکن فیه الا اصل الایمان وهو مقصر فی الاعمال ومصر علی الذنوب قریب من ان
کیونکہ جس شخص میں سوای اصل ایمان کی کچھ نہیں ہی اور وہ نیک اعمال میں قصور کرتا ہی اور گناہوں پہ اڑا ہی کیا بعید ہی کہ

ینقلع شجرة ایمانه اذا صادمته الریاح العاصفة التی هی الوساوس الشیطانیة المحرکة لها لان
درخت ایمان کا جڑ سی اوکہڑ جاوی جب اوسکو تند ہوائیں صدمہ پہنچائیں کہ وہ وسوسی شیطانی ہیں جو اوسکو حرکت دیتی رہتی ہیں کیونکہ

کل ایمان لم یثبت فی القلب اصله ولم ینتشر فی الاعضاء فروعه ولم یظهر فیها ثمرة لا تثبت
جسکی ایمان کی جڑ دلمیں خوب نہیں بیٹہی اور اوسکی ٹہنیاں تمام اعضامیں نہیں پہیلیں اور نہ اوسکو ابہی کچھ پہل لگا ہی

عند ظهور ملك الموت ویخاف علیه الزوال وانما یثبت فی القلب اصل الایمان وانما ینتشر فروعه
تو وہ جب ملک الموت آویگا قایم نہیں رہیگا اور اندیشہ زوال کا ہی دل کی اندر ایمان کی جڑ جب خوب بیٹہتی ہی اور اوسکی ٹہنیاں

فی الاعضاء وانما یظهر ثمرة فیها اذا سقی بماء الطاعات علی توالی الایام والساعات حتی یرسخ
اعضا کی اندر جب پہیلتی ہیں اور پہل ایمان کا جب ہی لگتا ہی کہ طاعات کی پانی سی ہمیشہ ہر وقت رات دن سیراب کرتا ہی تا کہ اوسکی جڑ محکم

ویثبت وینتشر فروعه ویظهر ثمره. فهذا امر لا یظهر الا عند الخاتمة واصل ذلك علی ما ثبت
اور ثابت ہوکر اوسکی شاخیں پہیلیں اور اوسکو پہل لگی یہہ حال وہی خاتمہ سی معلوم نہیں ہو سکتا اور اصل اسکی جیسی کہ

فی العلوم العقلیة ان تکرار الافعال سبب لحصول الملکة الراسخة فی النفس فمن اصر علی
علوم عقلی میں ثابت ہی یہہ ہی کہ ہر فعل بار بار کرنی کرتی نفس میں خوب کامل ہوجاتا ہی پہر جو شخص گناہوں پر

الذنوب یحصل فی قلبه الفها وجمیع ما الفه الانسان فی عمره یعود ذکره عند موته فان کان
اصرار کرتا ہی اوسکی دلمیں محبت گناہوں کی پیدا ہوجاتی ہی اور انسان کی تمام محبوب چیزیں عمر بہر کی موت کی وقت یاد آتی ہیں پہر اگر اس شخصکو

میله الی الطاعات اکثر یکون اکثر ما یحضره عند الموت ذکر الطاعات وان کان میله الی المعاصی
رغبت طاعات کی زیادہ تہی تو اکثر اسکو موت کی وقت طاعات یاد آوینگی اور اگر اسکو رغبت گناہوں کی

اکثر یکون اکثر ما یحضره عند الموت ذکر المعاصی فربما یقبض روحه عند غلبة شهوة من الشهوات
زیادہ تہی تو پہر موت کی وقت گناہ ہی یاد آوینگی پس بعضی وقت نزدیک غلبہ کسی شہوت کی شہوتوں میں سی

او معصیة من المعاصی فیتقید قلبه بها وتصیر سببا لسوء خاتمته فاما الذی غلبت ذنوبه
یا کسی گناہ کی گناہوں میں سی اوسکی جان نکل جاتی ہی اور اوسکا دل اسمین لگا رہتا ہی یہہ ہی سبب اوسکی خاتمہ بد کا ہوجاتا ہی اور جس شخصکی گناہ بہت

وکانت اکثر من طاعاته ولم یتب عنها بل کان مصرا علیها وقلبه فرحا بها فهذا الخطر فی حقه
اور طاعات سی زیادہ ہوں اور توبہ کی نہو بلکہ گناہوں پر اڑا رہا اور اوسکا دل اسہی میں خوش رہا تو ایسی شخص کی حق میں اسکا

عظیم اذ قد یکون غلبة الالف سببا لان یتمثل صورة معصیة فی قلبه وتمیل الیها نفسه
بڑا اندیشہ ہی اسواسطی کہ بعضی وقت بار بار غلبہ محبت کی صورت گناہ کی اوسکی دلمیں پیدا ہوجاتی ہی اور اوسکا دل اودہر کو مایل ہوتا ہی

ویقبض علیها روحه فذلك هو سوء الخاتمة واما الذی لم یرتکب ذنبا اصلا او ارتکب لکن
اور دم میں جان نکل جاتی ہی پس یہہ خاتمہ بد یہی ہی اور جس شخص نے کوئی ہرگز گناہ نہیں کیا یا گناہ تو کیا پہر

تاب فهو بعید عن هذا الخطر فعلی هذا یجب علی کل مسلم بعد ما قال لا اله الا الله اداء واجب
توبہ کرلی سو وہ اس اندیشہ سی محفوظ ہی اس بیان کی موافق ہر ہر مسلم پر جو لا اله الا الله کہتی ہیں واجب ہی کہ حق طاعات

عليه من الطاعات وحفظ لسانه وسائر اعضائه من السيئات لان كثيرا من الناس يقولون
وکئی مو پر واجب ہی ادا کیا کریں اور اپنی زبان کو اور تمام اعضا کو گناہونسی بچا دیں اسواسطی کہ اکثر لوگ یہہ قول زبانسی کہتے ہیں
هذا القول ثم ينزع عنهم في اخر اعمارهم بسبب اعمالهم الخبيثة ويخرجون من الدنيا بغير ايمان
پہر اونسی آخر عمر میں بسبب خبیث عملوں کی چھوٹ جاتا ہی اور دنیاسی بے ایمان مرتے ہیں
واي مصيبة اعظم من هذا ان يكون اسم الرجل في جميع عمره في الدنيا من المؤمنين ثم يموت
کونسی مصیبت اس سی بڑی ہوگی کہ ایک شخص کا نام دنیا میں تو عمر بہر مسلمانوں میں درج رہا پہر جب مرا
ويكون اسمه في الاخرة من الكافرين لبئس الحسرة على الذي يخرج من الكنيسة ويدخل في جهنم وانما
تو آخرت میں اوسکا نام کافروں میں درج ہوا افسوس کچہ اوسکی حال پر نہیں ہی جو تجاسی نکل کر دوزخ میں گری
الحسرة على الذي يخرج من المسجد ويطرح في جهنم بسبب اعماله الخبيثة فان الناس في الايمان
افسوس تو بڑا اوسکی حال پر ہی جو مسجد میں سی نکل کر بسبب خبیث اعمال کی جہنم میں جا دی بنی آدم باعتبار ایمان کی
على ضربين منهم من يكون له الايمان عارية يسترد منه ومنهم من يكون له الايمان عطاء
دو قسم کی ہیں بعضی ایسی ہیں کہ اونکا ایمان عاریت کا ہی پہر چہن جاویگا اور بعضی ایسی ہیں کہ ایمان اونکو بخشا ہوا ہی
لا يسترد منه والعلامة في ذلك ان الذي يمنعه الايمان من الذنوب ويحمله على الطاعات
پہر ہرگز نہیں چہنیگا اور نشان اسمیں یہہ ہی کہ جسکو اپنا ایمان گناہونسی روکتا ہی اور طاعت کی رغبت دیتا ہی
فالايمان له عطاء لا يسترد منه والذي لا يمنعه الايمان من الذنوب ولا يحمله على الطاعات
تو اوسکا ایمان بخشا ہوا ہی اوسی پہر نہیں چہینا جاویگا اور جسکو پاس ایمان گناہونسی نہیں روکتا اور نہ طاعات پر رغبت دیتا ہی
فالايمان له عارية يسترد منه لان ايمانه لو كان صحيحا خالصا لمنعه من الذنوب ولحمله على
تو اوسکا ایمان عاریت کا ہی وہ چہن جاویگا کیونکہ اگر اوسکا ایمان صحیح اور خالص ہوتا تو بیشک اوسکو گناہونسی روکتا اور طاعت کی رغبت
الطاعات فلما لم يمنعه من الذنوب ولم يحمله على الطاعات علم ان قلبه الذي هو محل الايمان
دیتا پس جب اوسکو گناہونسی روکا ورنہ طاعت پر رغبت دی تو معلوم ہوا کہ اسکا دل جو ایمان کا گہر ہی
مريض فان القلب قد يمرض ويشتد مرضه لكن لا يعرف صاحبه لغلبة الهوى عليه بل قد
بیمار ہی بیشک دل کبھی بیماری میں سخت مبتلا ہو جاتا ہی لیکن اوس شخصکو بسبب غلبہ ہوا ہوس کی معلوم نہیں ہوتا بلکہ بعضی وقت
يموت قلبه وهو لا يشعر بموته وعلامة ذلك ان لا يؤلمه جراحات الذنوب فان القلب اذا كان
اوسکا دل مرجاتا ہی پر اوسکو موت کی خبر نہیں ہوتی اسکا نشان یہی کہ ویں گناہ کی زخم سی الم نہیں ہوتا کیونکہ دل جبتک
فيه حيوة يتألم بقدر حيوته من جراحات الذنوب وقد يشعر بمرضه صاحبه لكن لا يتحمل
زندہ رہتا ہی تو اوسکو جتنی حیات ہوتی ہی گناہوں کی زخموں سی الم پیدا ہوتا ہی اور کبھی اوس شخصکو دل کی بیماری کی خبر ہوتی ہی پر
مرارة الدواء ولا يصبر عليها فيؤثر بقاء الالم على مشقة الدواء فان دواءه في مخالفة هواه وذلك
دوا کی کڑواہٹ برداشت نہیں کرتا اور اسپر صبر کرتا ہی پہر وہ الم رہنی دیتا ہی دوا کی مشقت میں کیونکہ اوسکا علاج تو ہوا ہوس کی مخالفت ہی اور یہ
اصعب شيء على النفس وليس لها شيء انفع من ذلك قال سهل بن عبد الله هواك داؤك فان خالفته
نفس پر بڑا ہی دشوار ہی اور اوسکی حق میں اس سی زیادہ کچہ مفید نہیں ہی سہل بن عبد اللہ کہتے ہیں تیری خواہش تیرا مرض ہی اگر تو نی اوسکا خلاف کیا
فذلك دواؤك وقال ايضا ترك الهوى مفتاح الجنة لقوله تعالى واما من خاف مقام ربه
تو یہی تیرا علاج ہی اور یہہ بھی کہا ہی ہوا ہوس کا ترک کرنا جنت کی کنجی ہی واسطے ارشاد حق تعالی کی اور جو کوئی ڈرا اپنی رب کی پاس کھڑا ہونی سی

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى فالسعید من یخالف هوٰیه ویطیع مولاه والشقی
اور روکا جی کو چاؤ سی سو بہشت ہی ہی ٹہکانا پس نیک بخت وہی ہی جو اپنی ہوا وہوس کی مخالفت کرکر اپنی صاحب کی طاعت کری اور بدبخت

من یتبع هوٰیه ویخالف مولاه فان اتباع الهوی سم قاتل من سموم الدین یفضی الی الهلاک
وہی کہ اپنی ہوا وہوس کی پیچھی لگا ہی اور اپنی صاحب کی مخالفت کری بیشک اطاعت نفس کی زہر قاتل ہی دین کی زہروں میں سی ہمیشہ کی واسطی مار ڈالتا ہی

الابدی یَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ فالخائف من الهلاک فی هذه
جس دن نہ کام آوی کوئی مال نہ بیٹی مگر جو کوئی آیا اللہ پاس لیکر دل چنگا پس جو شخص ڈرتا ہی موت سی اس

الدنیا الفانیة اذا کان یجب علیه فی کل حال الاحتراز عن السموم وما یضره من المهلکات فالخائف
دنیا فانی میں اوسپر واجب ہی کہ ہر وقت ہمیشہ زہروں سی اور تمام مہلکات سی بچتا رہی سو جسکو ہلاک

من الهلاک الابدی اولی ان یجب علیه فی کل حال الاحتراز عن المعاصی التی هی سموم الدین فان
ابدی کا خوف ہو تو اوسکو تو ضرور بہتر واجب ہی کہ ہر وقت گناہوں سی بچتا رہی کہ وہ دین کی حق میں زہر ہیں کیونکہ ان زہروں سی

المخوف من هذه السموم فوات الاخرة الباقیة التی لیس اضعاف اعمار الدنیا عشر عشیر مدتها
یہی اندیشہ ہی کہ آخرت فوت ہو جاوی جو ہمیشہ کو باقی ہی اور کئی کئی بار دنیا کی عمریں اوسکی سوویں حصہ کو نہیں ملتی

اذ لیس لمدتها اخر وغایة وفیها النعیم المقیم والملک العظیم وفی فواتها نار الجحیم والعذاب الالیم
کیونکہ آخرت کی مدت کا انتہا اور آخر نہیں ہی اور اوس میں نعمتیں دائمی اور ملک بڑا اور اوسکی فوت ہونی میں دوزخ کی آگ ہی اور عذاب دردناک

فالبدار البدار الی التوبة والاستغفار قبل ان یعمل سموم الذنوب فی روح الایمان ولا ینفع بعده
پس جلدی کرو جلدی طرف توبہ اور استغفار کی پہلی اس سی کہ گناہوں کا زہر ایمان کی روح میں اثر کری پہر نہ تو پرہیز فائدہ کریگا

الاحتماء ولا علاج الاطباء ولا نصح الناصحین ولا وعظ الواعظین ویحق علیه القول انه من
بعد اوسکی اور نہ علاج طبیبوں کا اور نہ نصیحت ناصحوں کی اور نہ وعظ واعظوں کا اور اوسپر یہہ قول ثابت ہو جاویگا کہ یہہ

الکفرین ویدخل تحت عموم قوله تعالٰی اِنَّا جَعَلْنَا فِيْ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ
کافر ہی اور اس قول عام کی نیچی داخل ہو جاویگا ہمنی ڈالی ہیں اوکی گردنوں میں طوق سو وہ ہیں ٹہوڑیوں تک پہر اوکی سر اُلل رہی ہیں

ولا یغرنک لفظ الایمان وتقول المراد به الکفرون اذ قد جاء فی الحدیث ان الزانی لا یزنی وهو مؤمن
اور ایمان کی لفظ سی کہنڈ میں نہ آنا کہ تو کہنی لگی آیت میں مراد کافر ہیں اسواسطی کہ حدیث میں یہہ آیا ہی نہیں بکتا زانی زنا کری اور مؤمن بہی ہو

فانه علیه الصلوٰة والسلام ما اراد به نفی الایمان الذی هو العلم بالله وملئکته وکتبه ورسله
کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہہ مراد نہیں ہی کہ وہ ایمان جو علم ہی اللہ تعالی کا اور اوسکی فرشتوں کا اور اوسکی کتابوں کا اور اوسکی رسولوں کا سلب ہو جاتا ہی

فان هذا الایمان لا ینافیه الزنا وسائر الذنوب بل اراد نفی الایمان الذی هو العلم بکون الزنا و
کیونکہ یہہ ایمان تو نہ منافی زنا کا ہی اور نہ منافی تمام اور گناہوں کا بلکہ مراد یہہ ہی کہ وہ ایمان کہ جسمیں جانتا تہا کہ زنا اور

سائر الذنوب مبعدا عن الله تعالٰی وموجبا للمقتة فالمحجوب عن هذا الایمان الذی هو فرع
تمام گناہ اللہ تعالی کی درگاہ سی دور کرتی ہیں اور باعث بلا کی ہیں وہ جاتا رہتا ہی سو جو شخص اس فرعی ایمان سی محجوب ہوا

سیحجب فی الخاتمة عن الایمان الذی هو اصل حتی قال بعض العلماء قول العاصی للمطیع انا
تو کیا بعید ہی کہ خاتمہ کی وقت اصل ایمان سی بہی محجوب ہو جاوی بعضی علماء نی کہا ہی کہ عاصی کا یہہ کہنا مطیع سی کہ میں بہی

مؤمن کما انت مؤمن یشبه قول شجرة القرع لشجرة الصنوبر انا شجرة کما انت شجرة وما احسن
ویسا ہی مؤمن ہوں جیسا تو مؤمن ہی ایسا ہی کہ کدو کی درخت نی صنوبر سی کہا میں بہی ویسا ہی درخت ہوں جیسا تو درخت ہی بہر سو رقہ

ماقالت شجرة الصنوبر لها فی الجواب انك ستعرفين حالك اذا عصفت رياح الخريف و

کیا ہی خوب جواب دیا تو آپ ہی اپنا حال دیکھ لیگی جب آندھیاں خزاں کی چلیں گی اور

انقلعت اصولك وانتثرت اوراقك فعند ذلك ينكشف غرورك بمجرد مشاركتك اياى فی

تیری جڑ اوکھڑ جاوی گی اور تیری پتی جھڑکر بکھر جاوینگی تب تیرا سب گھمنڈ کھل جاویگا کہ نام میں تو ہی میرا شریک ہی

اسم الشجر مع الغفلة عن اسباب ثبات الاشجار فكذا العاصی سيعرف حاله اذا عصفت

درخت ہونا ہی یہ تجھکو خبری نہیں کہ درخت کیونکر قایم رہتی ہیں سو ایسی ہی عاصی گنہگار جلد اپنی حال سی واقف ہوجاویگا جب موت کی

رياح الاجل وظهرت سكرات الموت فعند ذلك ينكشف غروره بمجرد مشاركته للمطيع فی

آندھی چلی گی اور موت کی سکرات پیدا ہونگی تب کھل جاویگا تمام غرور کہ نام کو مطیع کی طرح

اسم المؤمن مع الغفلة من اسباب ثبات الايمان وهذا امر يظهر عند الخاتمة حتى قال بعض

مؤمن کہلاتا بیخبری میں کہ ایمان کن اسباب سی قایم اور ثابت رہتا ہی اور یہ حال خاتمہ کی وقت کھل جاتا ہی اتنا کہ بعضی

العارفين اذا ظهر ملك الموت للعبد يعلم ذلك العبد انه لم يبق من عمره شئ فيدخله حينئذ

عارف کہتی ہیں جب موت کا فرشتہ آدمی کی پاس آتا ہی تو جب وہ آدمی خبردار ہوتا ہی کہ میری عمر کچھ باقی نہیں رہی اب اوسکو اسقدر

من الحسرة والندامة مالو كانت له من الدنيا بجملتها لكان يبذلها ليضم الى عمره ساعة حتى

حسرت اور ندامت پیدا ہوتی کہ اگر اوسکی قبضہ میں تمام دنیا ہوتی تو بیشک خرچ کر دیتا تاکہ اوسکی عمر میں ایک گھڑی زیادہ ہوجا

يتدارك تفريطه ولا يجد الى ذلك سبيلا فيتجرع غصة الياس عن التدارك وحسرة الندامة

کہ اپنی افراط تفریط کا عوض کر دی سو اوسکا کوئی سبیل نہ ہوسکیگا سو خوف کی گھونٹ گلہ بگڑتی ہوئی تدارک سی لاچار ہوکر پیتا رہیگا

على تضييع العمر فی ما يضره ولا ينفعه فيجعل روحه يتغرغر فيغلق عنه باب التوبة فيبقی فی

عمر کی ضایع کرنی پر ایسی کاموں میں جو نقصان دیں اور کچھ فائدہ نہ دیں پھر اوسکی جان نکلنی کو گلی میں آواز کریگی اور دروازہ توبہ کا بند ہوجاویگا پھر حسرت

الحسرة والندامة ولذلك قيل وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ

اور ندامت ہی میں رہ جاوی گی اسیلئی کہا گیا ہی اور اوسکی توبہ نہیں جو کرتی جاتی ہیں بری کام جبتک سامنی آوی ایسی کسیکو

الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْاٰنَ وَاِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ

موت کہنی لگا میں نی اب توبہ کی توبہ قبول کرنی اللہ کو ضرور سو انکی جو عمل کرتی ہیں برا نادانی سی پھر توبہ کرتی ہیں

قَرِيْبٍ والمراد بالقرب قرب العهد بالمعصية بان يندم عليها ويمحو اثرها بحسنة يردفها بها قبل

شتاب سی اور مراد قرب سی نزدیک زمانہ گناہ کا ہی یعنی گناہ کرتی ہی اوسپر شرمندہ ہوکر اوسکا نشان مٹادی کوئی نیکی کرکے اوسکی ساتھ ہی عمل کری

ان يتراكم ظلمتها على القلب فلا يقبل المحو ولذلك قال النبی عليه الصلوة والسلام اتبع السيئة

اس سی پہلی کہ اوسکی تاریکی دل پر پھیل جاوی کہ پھر وہ تاریکی ہرگز نہ مٹ سکی اسیلئی فرمایا ہی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نی برائی کی ساتھ

الحسنة تمحها وقال لقمان لابنه يا بنی لا تؤخر التوبة فان الموت تاتی بغتة فمن ترك المبادرة

نیکی کر کہ وہ نیکی اوسکو مٹاویگی اور لقمان نی اپنی بیٹی سی کہا ای بچہ توبہ میں دیر نکرنا کیونکہ موت ناگہاں آجاتی ہی سو جسنی جلدی توبہ کی

الى التوبة بالتسويف قد يعاجله الموت فلا يجد مهلة للاشتغال بالمحو ولذلك ورد فی الخبر

اور دیر کرتا رہا کبھی جلدی موت اوسکو آلیتی ہی پھر اوسکو اتنی فرصت نہیں ملتی کہ توبہ کری اسیلئی حدیث میں آیا ہی

عن ابن عباس انه عليه الصلوة والسلام قال هلك المسوفون والمسوف من يقول سوف اتوب

ابن عباس کی روایت سی کہ فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نی ہلاک ہوئی مسوف یعنی دیر کرنیوالی اور مسوف وہ ہوتا ہی جو یہ کہا کری اب توبہ کرونگا

وهو هالك لانه بنى الامر على البقاء الذى لم يفوض اليه ولعله لا يبقى وان بقى فانه كما لا يقدر على ترك
اور وہ شخص ہلاک ہوتا ہی کیونکہ وہ کام کی بنا بقا پر رکہتا ہی جوکہ اوسکی سپرد نہیں ہی اور شاید کہ وہ باقی نرہی اور باقی بہی رہا تو شاید جیسی کہ گناہ اب نہیں چہوڑ سکتا

الذنب اليوم لا يقدر على تركه غدا لان عجزه عن الترك فى الحال ليس الا لغلبة الشهوة عليه والشهوة لا تفارقه
یعنی توبہ نہیں کرتا کل بہی نچہوڑ سکی کیونکہ اب غلبہ شہوت کا مارا توبہ نہیں کرتا تو شہوت تو اوس سی جدا نہیں ہوگی

بل تتضاعف وتتاكد بالاعتياد فليست الشهوة التى اكدها الانسان بالاعتياد كالشهوة التى لم يؤكدها
بلکہ بڑہتی جاوی گی اور زیادہ عادت ہوتی جاوی گی سو وہ شہوت جسکی آدمی نی خوب عادت کرلی ہی ایسی نہیں ہوتی جسکی عادت نہیں کی

وعن هذا قيل هلك المسوّفون فانهم يظنون ان بين المتماثلين فرقا ولا يدرون ان الايام متشابهة فى
اسی لئی کہتی ہین کہ دیر کرنیوالی جاتی رہی کیونکہ یہہ لوگ یہہ خیال کرتی ہیں کہ دو نظیروں مین فرق ہی اور یہہ نہیں سمجہتی کہ دن تمام ایکسی ہین

كون ترك الشهوات شاقا فيها ابدا فعلى العاقل ان يبادر بالتوبة اذا صدر منه شئ من المنهيات
شہوتکا ترک کرنا ہمیشہ دشوار ہی سو عاقل کو لازم ہی کہ جلد توبہ کری جب اوس سی کوئی گناہ صادر ہو

لان من عصى الله تعالى فى شئ منها ولم يتب عنه على الفور يكون من الظلمين لقوله تعالى ومن
کیونکہ جو شخص نافرمانی کرتا ہی اللہ تعالی کی کسی بات مین اور فورًا توبہ نہین کرتا تو وہ ظالم ہی واسطی ارشاد الہی کی اور جو

لم يتب فاولئك هم الظلمون والتوبة عبارة عن معنى يحصل من امور ثلثة علم وحال وقصد
توبہ نہین کرتا وہ ہی لوگ ہین ظالم اور توبہ ایک کیفیت ہی جو پیدا ہوتی ہی تین چیزوں سی علم اور حال اور قصد

اما العلم فهو معرفة عظم ضرر الذنوب وكونه حجابا بينه وبين محبوبه واما الحال فهو الندم ومعنى
علم تو یہہ یقین کرنا کہ معصیت مین بڑا ہی ضرر ہی اور محبوب سی پردہ مین دو کردیا ہی اور حال سی مراد شرمندگی ہی اور معنی

الندم تالم القلب وتحزنه عند شعوره بفوات محبوبه واما القصد فهو ارادة التدارك وله تعلق
شرمندہ کی کا یہہ ہی کہ دل کو نہایت الم اور حزن پیدا ہو جب یہہ سمجہی کہ میرا محبوب اب فوت ہوا اور قصد ارادہ کرنا عوض کا ہی اور توبہ متعلق

بالحال والاستقبال والماضى اما تعلقه بالحال فهو ترك كل محظور هو ملابس به واداء كل فرض
زمانہ حال اور استقبال اور ماضی سی پہر توبہ کا حال سی تو یہہ لگاؤ ہی کہ ترک کری ہر گناہ کو جسمین مبتلا ہی اور ادا کری ہر فرض کو

هو متوجه عليه واما تعلقه بالاستقبال فهو دوام فعل الطاعات وترك المنهيات الى اخر
جو اوسکی ذمہ پر ہی اور زمانہ استقبال سی یہہ علاقہ ہی کہ آیندہ کو ہمیشہ تمام عمر طاعات مین مصروف ہی اور منہیات سی بچتا ہی

العمر واما تعلقه بالماضى فهو تداركه ما فرط فيه وطريق التدارك ان ينظر الى الطاعات ما ترك
اور زمانہ ماضی سی یہہ علاقہ ہی کہ تمام قصوروں کا عوض کری جو زمانہ ماضی مین گذری ہین اور طریقہ تدارک کا یہہ ہی کہ طاعات مین غور کرکر دیکہی کیا کیا

منها والى المعاصى ما فعل منها فان كان ترك شيئا من الطاعات يتداركه بالقضاء فاذا اقضى ما عليه
چہوٹی ہین اور معاصی مین تامل کری کہ کیا کیا عمل کئی ہین پہر اگر اسنی کوئی طاعت ترک کی ہی تو اوسکا تدارک قضا کرکر کردی پہر جب تمام فرایض

من الفرائض والواجبات ينظر فى معاصيه فما كان منها بينه وبين الله تعالى يكفى فيه الندم بالقلب
اور واجبات اپنی ذمہ کی ادا کرچکی تو اپنی معاصی مین غور کری معاصی مین جو جو صرف حق اللہ ہین تو اوسمین فقط دلسی ہی شرمندہ ہونا

والاستغفار باللسان والعزم على ان لا يعود اليه ابدا واما حقوق الخلق فما علم صاحبه يرده اليه
اور زبانسی استغفار کرنی کافی ہی اس عزم سی کہ پہر کبہی ایسی حرکت ہرگز نکرونگا اور حقوق العباد مین سی جسکا مالک معلوم ہو تو اوسکا حق اوسکو ادا کردی

ان كان من الحقوق المالية وان كان من الحقوق الغير المالية يستحل منه وان لم يجعل فى حل
اگر حق مالی ہو اور اگر وہ حق مالی نہو تو اوس سی معاف کرادی اور اگر وہ معاف نکریگا تو اوسپر وبال رہیگا

عليه مظلمته فعليه ان يحسن اليه ويسعى في مهماته حتى يستميل به قلبه اليه ويجعله في
اب اسکو یہہ لازم ہی کہ اوسکی ساتھ بھلائی سی پیش آوی اور اوسکی کاروبار مین کوشش کری تاکہ اوسکا دل اوسپر نرم ہوجاوے اور معاف

حل فان الانسان عبيد الاحسان وقد روى عن ابن مسعود رضي الله عنه انه عليه الصلوة والسلام قال
کردی کیونکہ انسان احسان کا بندہ ہوتا ہی اور ابن مسعود سی روایت ہی کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نی فرمایا ہی

جبلت القلوب على حب من احسن اليها وعلى بغض من اساء اليها فكل من نفر قلبه بسيئة
عادت ہی دلون کی کہ اپنی محسن کی دوست خیرخواہ ہوتی ہین اور اپنی آزار رسان کی بدخواہ ہوتی ہین پھر جسکا دل اوسکی بدی کی سبب سی بیزار ہوگیا ہی

يطيب قلبه بحسنة فاذا طاب قلبه بكثرة الاحسان اليه والسعي في مهماته يؤمل ان يجعله
تو بھلائی سی خوش ہوجاوگا پھر جب اوسکا دل بسبب کثرت احسان کی اور اپنی کاربار مین ساعی دیکھکر خوش ہوگا تو امید ہی کہ اوسکو

في حل وان ابى الا الاصرار يكون احسانه اليه وسعيه في مهماته من جملة حسناته التي يمكن
معاف کردی اور اگر وہ تمانی سوای بدولینی کی تو اوسکی بھلائیان اوسکی ساتھ اور اوسکی کوشش اوسکی کاربار مین یہہ بھی ایسی حسنات ہین کہ ممکن ہی

ان يجبرها جنايته يوم القيمة فينبغي ان يكون قدر سعيه في فرحه وسرور قلبه بالاحسان اليه
کہ قیامت کی دن اوسکی خطا کا بدلہ ہوجاوین اب لائق یہہ ہی کہ اوسکی خوشی اور دل راضی کرنی مین احسان سی

والسعي في مهماته كقدر سعيه في ايذائه حتى اذا قاوم احدهما الاخر او زاد عليه ياخذ ذلك منه
اور کاربار مین سعی کرنی سی اتنی محنت اوٹھاوی کہ جتنی اوسی تکلیف دی تھی یہان تک کہ اگر دونو برابر کیا دین تو اوسکی محنت برابر ہوگی یا زیادہ ہو جاکہ وہ اپنا اوس سی

عوضا يوم القيمة وان غاب صاحب الحق او مات وعجز الظالم عن الاستحلال منه في الحقوق الغير
قیامت کی دن بدلہ لیلی اور اگر وہ حقدار غایب ہوا یا مرگیا ہو اور ظالم اوسی معاف نہین کراسکتا حقوق غیر مالیہ کو

المالية او كان فقيرا غير قادر على التصدق بمقدار ما عليه من الحقوق المالية يجب عليه ان
یا ظالم مفلس ہو قدرت نہین ہی کہ جتنا اوسکی ذمہ پر اوسکا حق مالی ہی اوسکی بدلہ خیرات کرسکی تو اب اسپر یہہ واجب ہی

يكثر ما قدر عليه من الاعمال الصالحات ويستغفر لمن ظلمه من المؤمنين والمؤمنات في اكثر
کہ نیک اعمال بہت کیا کری اور ہر وقت مظلوم کی حق مین دعا مغفرت کی کیا کری مومن ہو یا مومن عورت

الاوقات فانه اذا فعل كذلك يرجى من فضل الله تعالى وكرمه ان يرضى خصمه يوم القيمة لما روى
جب اس ظالم نی یہہ عمل کیا تو خدا تعالی کی فضل اور کرم سی امید ہی کہ اوسکی مدعی کو قیامت کی دن راضی کردی کیونکہ روایت ہی

عن ابي هريرة انه قال بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم جالس اذ ضحك حتى بدت ثناياه
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سی کہ ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھی ہوئی تھی ناگہاں ایسا ہنسی کہ دندان مبارک ظاہر ہوگئی

فقيل له مم تضحك يا رسول الله قال رجلان من امتي جثيا بين يدي رب العزة فقال احدهما
کسی نی پوچھا کیون ہنستی ہو یا رسول اللہ فرمایا دو شخص میری امت کی سامنی رب العزت کی آ بیٹھی ایک نی کہا

يا رب خذ لي مظلمتي من هذا فقال الله تعالى اعط اخاك مظلمته فقال يا رب لم تبق من
یا الہی میرا بدلہ اس سی لی دی اللہ تعالی نی فرمایا کہ اپنی بھائی کا حق ادا کردی اوسنی عرض کیا یا الہی میری حسنات مین سی

حسناتي شيء فقال الله تعالى ما تصنع باخيك لم تبق من حسناته شيء فقال يا رب فليحمل
تو کچھ نہین بچا پھر اللہ تعالی نی فرمایا اب تو کیا کریگا اپنی بھائی کی ساتھ کہ اوسکی حسنات مین سی کچھ باقی نہین رہا پھر عرض کیا یا الہی میری گناہ

عني من اوزاري ففاضت عينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال ان ذلك اليوم ليوم
اوسپر رکھدی پھر آنسو بھر آئین دونو آنکھین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھر فرمایا بیشک یہہ وہ دن ہی کہ وہان

يحتاج

يحتاج الناس فيه الى ان يحمل عنهم اوزارهم ثم قال فيقول الله تعالى للطالب حقه ارفع بصرك فانظر
یہہ حاجت ہوگی آدمیوں کو کہ ادنکی گناہ اوپر لیجاوین پھر فرمایا کہ پھر اللہ تعالی یہہ فرماویگا اوسکو حق مانگنے والا اپنی آنکھ اوٹھا کر

الى الجنان فيرفع بصره فيرى من الخير والنعمة ما يعجبه فيقول لمن هذا يا رب فيقول لمن يعطيني
بہشت کی طرف تو دیکھ پھر وہ اپنی آنکھ اوٹھاکر ایسی خیر اور نعمتیں دیکھیگا کہ اوسکو بہت پسند آوینگی پوچھیگا یا رب یہہ کسکی ہین ہی اللہ فرماویگا جو شخص اسکی قیمت دی

فيقول من يملك ثمنه فيقول انت فيقول بماذا يا رب فيقول بعفوك عن اخيك فيقول قد عفوت عنه يا رب
وہ عرض کریگا آکی کس کی ہی فرماویگا تجکو پھر وہ عرض کریگا کس چیز سے اے رب اللہ تعالی فرماویگا بعوض معاف کرنی کی اپنی بھائی سی پھر وہ عرض کریگا الٰہی مین نے اوسکو معاف کیا

فيقول الله تعالى خذ بيد اخيك فادخله الجنة هذا اذا لم يكن صاحب الحق كافرا واما اذا
پھر اللہ تعالی فرماویگا اپنی بھائی کا ہاتھ پکڑ کر جنت مین لیجا یہہ کیفیت جب ہی کہ مدعی کافر ہو اور اگر

كان كافرا يكون الامر مشكلا جدا لانه لعدم استحقاقه لدخول الجنة لا يوجد طريق
مدعی کافر ہوگا تو بہت بڑی مشکل کی بات ہی کیونکہ نہ تو وہ کافر قابل دخول جنت کی ہی اوسکی راضی کرنیکا کوئی طریقہ نہین ہی

لارضائه ولا لاعطاء ثواب المؤمن اليه ولا لتحميل اثم الكفر على المؤمن ولا يرجى منه العفو
اور نہ مؤمن کا ثواب اوسکو دی سکتی ہین اور نہ اوسکا کفر کا گناہ مؤمن پر ڈال سکتی ہین اور معافی کی بہی اوسکا قرسی امید نہین ہی

فيكون خصومته اشد وكذا اذا كان الحق للبهائم بان ضربها بغير ذنب او ضرب وجهها
سو کافر کی خصومت بڑی سخت ہی اور ایسی ہی جب بہایم کا حق ہوگا کہ اوسکو بی خطا مارا ہو یا خطا ہی پر اوسکی چہرہ پر مارا ہو

بذنب او حملها فوق طاقتها او لم يتعاهد علفها وماءها تكون خصومتها يوم القيمة اشد
یا اوسکی طاقت سی زیادہ لادا ہو یا اوسکی چارہ پانی کی خبر نلی ہو تو اوسکی بہی خصومت قیامت کی دن بڑی سخت ہوگی

اذ لا ذنب لها فيحمل عنها ذنبها وليست اهلا لاخذ الحسنات فتعين العقاب المجلس
اسلئے کہ بہایم خطادار ہوتی ہین کہ اونکی گناہ اسکی ذمہ پر ڈالین اور نہ وہ اس لایق ہی کہ حسنات اوسکو دیدین پھر عذاب ہی قایم رہا

الثالث عشر في بيان اخلاص التوحيد سبب لحرمة النار قال رسول الله
تیرہوین مجلس اس بیان مین کہ توحید اخلاص دل سی دوزخ کی آگ حرام کرتی ہی فرمایا رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم ما من احد يشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله صدقا من قلبه
صلی اللہ علیہ وسلم نی جوکوئی یہہ گواہی دی کہ نہین کوئی معبود سوا اللہ کی اور بیشک محمد اللہ کی رسول ہین سچی دل سی

الا حرمه الله على النار هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه معاذ بن جبل وظاهره يقتضي
حرام کردیگا اللہ تعالی اوسکو آگ پر یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سی ہی معاذ بن جبل کی روایت سی ظاہر معنی اسکی یہہ ہین

ان لا يدخل النار كل من ياتي بكلمتي الشهادة وان لم يمتثل بالاوامر ولم ينته عن النواهي وليس
کہ دوزخ مین نہ جاویگا جو شخص کلمہ شہادت کا پڑہتا ہی اگرچہ اوامر کو بجا نہ لاوی اور مناہی سی باز نہ رہی اور حقیقت مین

كذلك لان معناه ان كل من يشهد بوحدانية الله تعالى وبرسالة رسوله ويجري على موجب
یہہ نہین کیونکہ اسکی معنی یہہ ہین کہ جو شخص اللہ کی وحدانیت اور اوسکی رسول کی رسالت کی گواہی دیتا ہی اور اپنی

شهادته بامتثال الاوامر واجتناب النواهي حرمه الله تعالى على النار يشير الى هذا المعنى
شہادت کی رستہ پر چلا جاتا ہی اوامر پر عمل کرکر اور منہیات سی اجتناب کرکر اوسکو اللہ تعالی آگ پر حرام کردیگا ان معنون کا اشارہ ہی

قوله عليه الصلوة والسلام صدقا من قلبه لان الشهادة اذا كانت عن صميم القلب
اس حدیث میں اس لفظ سی کہ سچی دل سی کیونکہ گواہی جب سچی ارادہ دل سی ہوتی ہی

علیہ مظلمتہ فعلیہ ان یحسن الیہ ویسعی فی مہماتہ حتی یستمیل بہ قلبہ الیہ ویجعلہ فی

اب اسکو یہہ لازم ہی کہ اوسکی ساتھہ بھلائی سی پیش آوی اور اوسکی کاروبار میں کوشش کری تاکہ اوسکا دل اوسپر نرم ہوجاوی اور معاف

حل فان الانسان عبید الاحسان وقد روی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال

کردی کیونکہ انسان احسان کا بندہ ہوتا ہی اور ابن مسعود سی روایت ہی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نی فرمایا ہی

جبلت القلوب علی حب من احسن الیہا وعلی بغض من اساء الیہا فکل من نفر قلبہ بسیئۃ

عادت ہی دلوں کی کہ اپنی محسن کی دوست خیرخواہ ہوتی ہیں اور اپنی آزار رساں کی بدخواہ ہوتی ہین پھر جسکا دل اوسکی بدی کی سبب سی بیزار ہوگیا ہی

یطیب قلبہ بحسنۃ فاذا طاب قلبہ بکثرۃ الاحسان الیہ والسعی فی مہماتہ یؤمل ان یجعلہ

تو بھلائی سی خوش ہوجاویگا پھر جب اوسکا دل بسبب کثرت احسان کی اور اپنی کاروبار میں ساعی دیکھکر خوش ہوگا تو امید ہی کہ اوسکو

فی حل وان ابی الا الاصرار یکون احسانہ الیہ وسعیہ فی مہماتہ من جملۃ حسناتہ التی یمکن

معاف کردی اور اگر وہ ثانی سوای مدلا لینی کی تو اوسکی بھلائیاں اوسکی ساتھہ اور اسکی کوشش اوسکی کاروبار میں یہہ بھی ایسی حسنات ہین کہ ممکن ہی

ان یجبر بہا جنایتہ یوم القیمۃ فینبغی ان یکون قدر سعیہ فی فرحہ وسرور قلبہ بالاحسان الیہ

کہ قیامت کی دن اوسکی خطا کا بدلہ ہوجاوین اب لایق یہہ ہی کہ اوسکی خوشی اور دل راضی کرنی میں احسان سی

والسعی فی مہماتہ کقدر سعیہ فی ایذائہ حتی اذا قاوم احدہما الاخر او زاد علیہ یاخذ ذلک منہ

اور کار بار میں سعی کرنی سی اتنی محنت اوٹھاوی کہ جتنی اوسی تکلیف دی تہی یہان تک کہ اگر دونو برابر کیجاوین تو اوسکی محنت برابر نکلی یا زیادہ بڑھ جاکہ وہ اپنا اوس سی

عوضا یوم القیمۃ وان غاب صاحب الحق او مات وعجز الظالم عن الاستحلال منہ فی الحقوق الغیر

قیامت کی دن بدلہ لیلی اور اگر وہ حق دار غایب ہو یا مرگیا ہو اور ظالم اوس سی معاف نہین کراسکتا حقوق غیر مالیہ کو

المالیۃ او کان فقیرا غیر قادر علی التصدق بمقدار ما علیہ من الحقوق المالیۃ یجب علیہ ان

یا ظالم مفلس ہو قدرت نہیں رکہتا اوسکی ذمہ پر اسکا حق مالی ہی اوسکی بدلہ خیرات کرسکی تو اب اسپر یہہ واجب ہی

یکثر ما قدر علیہ من الاعمال الصالحات ویستغفر لمن ظلمہ من المؤمنین والمؤمنات فی اکثر

کہ نیک اعمال بہت کیا کری اور ہر وقت مظلوم کی حق میں دعا مغفرت کی کیا کری مؤمن مرد ہو وہ مظلوم یا مؤمن عورت

الاوقات فانہ اذا فعل کذلک یرجی من فضل اللہ تعالی وکرمہ ان یرضی خصمہ یوم القیمۃ لما روی

جب اس ظالم نی یہہ عمل کیا تو خدا تعالی کی فضل اور کرم سی امید ہی کہ اوسکی مدعی کو قیامت کی دن راضی کردی کیونکہ روایت ہی

عن ابی ہریرۃ انہ قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس اذ ضحک حتی بدت ثنایاہ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سی کہ ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھی ہوی تہی ناگہاں اتنا ہنسی کہ دندان مبارک نظر آنی لگی

فقیل لہ مم تضحک یا رسول اللہ قال رجلان من امتی جثیا بین یدی رب العزۃ فقال احدہما

کسینی پوچھا کیوں ہنستی ہو یا رسول اللہ فرمایا دو شخص میری امت کی سامنی رب العزت کی آبیٹھی ایک نی کہا

یا رب خذ لی مظلمتی من ہذا فقال اللہ تعالی اعط اخاک مظلمتہ فقال یا رب لم یبق من

یا الہی میرا بدلہ اس سی لی دی اللہ تعالی نی فرمایا کہ اپنی بھائی کا حق ادا کردی اوسنی عرض کیا یا الہی میری حسنات میں سی

حسناتی شیء فقال اللہ تعالی ما تصنع باخیک لم یبق من حسناتہ شیء فقال یا رب فلیحمل

تو کچھہ نہیں بچا پھر اللہ تعالی نی فرمایا اب تو کیا کریگا اپنی بھائی کی ساتھہ کہ اوسکی حسنات میں سی کچھہ باقی نہیں رہا پھر عرض کیا یا الہی تو میری گناہ

عنی من اوزاری ففاضت عینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال ان ذلک الیوم لیوم

اوسپر رکھدی پھر بہہ پڑین دونو آنکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھر فرمایا بیشک یہہ وہ دن ہی کہ وہان

یوم

يحتاج الناس فيه الى ان يحمل عنهم اوزارهم ثم قال فيقول الله تعالى للطالب حقه ارفع بصرك فانظر
یہ حاجت ہوگی آدمیوں کو کہ اونکی گناہ اونپر بوجھ اٹھاوین پہر فرمایا کہ پہر اللہ تعالی یہہ فرماویگا اوسکو جو حق مانگتا تہا اپنی آنکہہ اوٹھاکر

الى الجنان فيرفع بصره فيرى من الخير والنعمة ما يعجبه فيقول لمن هذا يا رب فيقول لمن يعطي
بہشت کی طرف تو دیکہہ پہر وہ اپنی آنکہہ اوٹھاکر ایسی خیر اور نعمتین دیکہیگا کہ اوسکو بہت پسند آوینگی پوچہیگا یا رب یہہ کسکی لئی ہین اللہ فرماویگا جو شخص اسکی قیمت دی

فيقول من يملك ثمنه فيقول انت فيقول بماذا يا رب فيقول بعفوك عن اخيك فيقول قد عفوت عنه يا رب
وہ عرض کریگا اسکی قیمت کسکو قدرت ہی فرماویگا تجہکو پہر وہ عرض کریگا کسچیز سی یا رب اللہ تعالی فرماویگا عوض معاف کرنی کی اپنی بہائی سی پہر وہ عرض کریگا الٰہی مین نی اوسکو معاف کیا

فيقول الله تعالى خذ بيد اخيك فادخله الجنة هذا اذا لم يكن صاحب الحق كافرا واما اذا
پہر اللہ تعالی فرماویگا اپنی بہائی کا ہاتہہ پکڑکر جنت مین لیجا یہہ کیفیت جب ہی کہ مدعی کافر نہو اور اگر

كان كافرا يكون الامر مشكلا جدا لانه لعدم استحقاقه لدخول الجنة لا يوجد طريق
مدعی کافر ہوگا تو پہر بڑی مشکل کی بات ہی کیونکہ نہ تو وہ کافر قابل دخول جنت کی ہی اوسکی راضی کرنیکا کوئی طریقہ نہین ہی

لارضائه ولا لاعطاء ثواب المؤمن اليه ولا لتحميل اثم الكفر على المؤمن ولا يرجى منه العفو
اور نہ مؤمن کا ثواب اوسکو دی سکتی ہین اور نہ اوسکا کفر کا گناہ مؤمن پہ ڈال سکتی ہین اور معافی کی بہی کافر سی امید نہین ہی

فيكون خصومته اشد وكذا اذا كان الحق للبهائم بان ضربها بغير ذنب او ضرب وجهها
سو کافر کی خصومت بڑی سخت ہی اور ایسی ہی جب بہایم کا حق ہوگا کہ اوسکو بی خطا مارا ہو یا خطا ہی پر اوسکی چہرہ پر مارا ہو

بذنب او حملها فوق طاقتها او لم يتعاهد علفها وماءها تكون خصومتها يوم القيمة اشد
یا اوسکی طاقت سی زیادہ لادا ہو یا اوسکی چارہ پانی کی خبر نلی ہو تو اوسکی بہی خصومت قیامت کی دن بڑی سخت ہوگی

اذ لا ذنب لها فيحمل عنها ذنبها وليست اهلا لاخذ الحسنات فتعين العقاب المجلس
اسلئی کہ بہایم خطادار ہوتی ہین کہ اونکی گناہ اسکی ذمہ پر ڈالین اور نہ وہ اس لایق ہی کہ حسنات اوسکو دیدین پہر عذاب ہی قایم رہا

الثالث عشر في بيان اخلاص التوحيد سبب لحرمة النار قال رسول الله

تیرہوین مجلس اس بیان مین کہ توحید اخلاص دل سی دوزخ کی آگ حرام کردیتی ہی فرمایا رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم ما من احد يشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله صدقا من قلبه
صلی اللہ علیہ وسلم نی جوکوئی یہہ گواہی دی کہ نہین کوئی معبود سوا اللہ کی اور بیشک محمد اللہ کی رسول ہین سچی دل سی

الا حرمه الله على النار هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه معاذ بن جبل وظاهره يقتضي
حرام کردیگا اللہ تعالی اوسکو آگ پر یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سی ہی معاذ بن جبل کی روایت سی ظاہر معنی اسکی یہہ ہین

ان لا يدخل النار كل من يأتي بكلمتي الشهادة وان لم يمتثل بالاوامر ولم ينته عن النواهي وليس
کہ دوزخ مین نہ جاویگا جو شخص کلمہ شہادت کا پڑہتا ہی اگرچہ اوامر کو بجا نہ لاوی اور مناہی سی باز نرہی اور حقیقت مین

كذلك لان معناه ان كل من يشهد بوحدانية الله تعالى وبرسالة رسوله ويجري على موجب
یہہ نہین کیونکہ اسکی معنی یہہ ہین کہ جو شخص اللہ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کی گواہی دیتا ہی اور اپنی

شهادته بامتثال الاوامر واجتناب النواهي حرمه الله تعالى على النار يشير الى هذا المعنى
شہادت کی رستہ پر چلا جاتا ہی اوامر پر عمل کرکر اور منہیات سی اجتناب کرکر اوسکو اللہ تعالی آگ پر حرام کردیگا ان معنون کا اشارہ ہی

قوله عليه الصلوة والسلام صدقا من قلبه لان الشهادة اذا كانت عن صميم القلب
حدیث مین اس لفظ سی کہ سچی دل سی کیونکہ گواہی جب سچی ارادہ دل سی ہوتی ہی

يتوجه العبد الى طلب رضى مولاه بامتثال الاوامر واجتناب النواهي واذا لم يمتثل بالاوامر ولم
تو آدمی اپنی مولی کی رضامندی تلاش کرتا ہی اوسکی حکم کو بجا لاکر اور منع سی باز رہ کر اور اگر اوسکی حکم پر عمل کیا اور نہ

ينته عن النواهي يكون شهادته بمجرد اللسان لا عن قلب واعتقاد لان اللسان ترجمان القلب
روکی سی رکا تو اوسکی وہ گواہی صرف زبانی ہی دل اور اعتقاد سی نہیں ہی اسلئے کہ زبان دل کا اظہار کرنیوالی ہی

والاعضاء شهود على ما يدعيه الانسان باللسان فمن ادعى بلسانه الايمان اذا استعمل
اور ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء گواہ ہیں انسان کی زبانی دعوی پر پس جو شخص اپنی زبان سی ایمان کا دعوی کری اور وہ اپنی ارکان کو

اركانه على ما يقتضيه الايمان يكون صادقا في دعواه ويثبت ما ادعاه واذا لم يستعمل اركانه
ایمان کی مطابق برتتا ہی تو وہ شخص اپنی دعوی میں سچا ہی اور اوسکا دعوی ثابت ہی اور اگر وہ اپنی ارکان ایمان کی

على ما يقتضيه الايمان لا يكون صادقا في دعواه ولا يثبت ما ادعاه وظهر من هذا ان ما يجري
مطابق استعمال نکی تو وہ اپنی دعوی میں سچا نہیں ہی اور نہ اوسکا دعوی ثابت ہی اس سی معلوم ہوا کہ جو زبان سی کہا کرتی ہیں

على اللسان فلا يكون عن قلب واعتقاد وان كان صادقا في الواقع كقول المنافقين لرسول الله
بعضی وقت وہ بات دل اور اعتقاد سی نہیں ہوتی اگرچہ واقع میں سچی ہو جیسی قول منافقوں کا رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللّٰهِ فان قولهم هذا كان صدقا في الواقع بدليل قوله تعالى
صلی اللہ علیہ وسلم سی ہم گواہی دیتی ہیں کہ بیشک تم اللہ کی رسول ہو تو یہہ قول اونکا واقع میں سچا ہی اس دلیل سی کہ اللہ تعالی نے فرمایا

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ لكن لما لم يكن عن قلب واعتقاد كذبهم الله تعالى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ
اللہ جانتا ہی کہ تو بیشک اللہ کا رسول ہی لیکن چونکہ وہ منافق اپنی دل اور اعتقاد سی نہیں کہتی تھی تو اللہ تعالی نے اونکو جھٹلایا اور اللہ گواہی دیتا ہی

الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ وسبب ذلك ان الشهادة على ما ذكر في الصحاح خبر قاطع ولهذا اشترط في
کہ منافق بیشک جھوٹھی ہیں اور اسکا سبب یہہ ہی کہ شہادت موافق قول صاحب صحاح لغت کی خبر یقینی کو کہتی ہیں اسیلئی گواہوں میں

الشاهد ان يشهد بشيء ثابت عنده بيقين كما قال النبي عليه الصلوة والسلام اذا علمت مثل
یہہ شرط ہی کہ گواہی تب دیاکریں جب وہ شی اونکی نزدیک یقینی ثابت ہو چنانچہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نی فرمایا ہی جب تجھکو آفتاب کی مثال

الشمس فاشهد فمن شهد بشيء غير ثابت عنده بيقين يكون كذبا وان كان صدقا في الواقع
ظاہر معلوم ہو تو گواہی دہ پھر جو شخص ایسی معاملہ کی جو اوسکی نزدیک یقینا ثابت نہیں ہی گواہی دی تو وہ جھوٹھ ہوگی اگرچہ واقع میں سچی ہو

ولذلك اعتبر في الحديث كونه صدقا ناشيا عن مركزه ومنبعه الذي هو القلب ليظهر
اسیکی واسطی حدیث میں یہہ اعتبار کیا ہی کہ وہ خبر سچی اپنی مرکز اور منبع سی پیدا ہوئی ہو کہ وہ دل ہی تاکہ اوسکا اثر

اثره في الاعضاء فعلى هذا كل من ينطق بكلمتي الشهادة يدعي حصول علم اليقين عنده
اعضا میں آوی اس تقریر کی موافق جو شخص کلمی شہادت کی پڑھتا ہی تو وہ دعوی کرتا ہی کہ مجھکو انکی معنی یقینا معلوم ہیں

بمعناهما واذا لم يكن عنده العلم بمعناهما لا يكون صادقا في دعواه ولا يتحقق ما ادعاه فكيف
اور اگر اوسکو اونکی معنی معلوم نہوں تو وہ اپنی دعوی میں سچا نہیں ہی اور نہ اوسکا دعوی ثابت ہی پھر

يكون مؤمنا فان النطق بهما من غير فهم معناهما لا يكفي في حصول حقيقة الايمان
وہ مؤمن کیونکر ہوگا اسلئی کہ زبانی پڑھنی سی بدون معلوم کرنی معنوں کی حقیقت ایمان کی کبھی حاصل نہیں ہوتی

بل لا بد في حصول حقيقة الايمان ان يكون النطق بهما مع فهم معناهما لان جميع ما يجب
بلکہ مردی کی واسطی حاصل کرنی حقیقت ایمان کی کہ دونو کلمی اونکی معنی سمجھکر زبان سی پڑھی اسلئی کہ مکلف پر جو جو عقاید

على المكلف معرفته من عقائد الايمان و فى حقه تعالى وحق رسله متدرج فيهما لان الكلمة الاولى
کہ مکلف پر جو جو عقاید ایمانی ہیں نسبت ذات آلٰہی . اور نسبت رسولوں کی یقین کرنا واجب ہی تمام ان کلموں میں داخل ہی اسلئی

منهما مركبة من نفي واثبات والذى نفى عن غيره تعالى واثبت له تعالى على طريق الحصر انما هو
کہ پہلا کلمہ مرکب ہی نفی اور اثبات سی اور جو چیز کہ غیر اللہ سی سلب اور واسطی اللہ تعالیٰ کی ثابت کی گئی ہی حصر کرکر وہ الوہیت ہی

الالوهية وهى تشتمل على معنيين احدهما استغناؤه تعالى عن جميع ماسواه والثانى افتقار جميع ما عداه
اور الوہیت میں دو معنی ہیں ایک تو اللہ کی بی نیازی تمام ماسوٰی سی اور دوسری حاجتمند ہونا تمام ماسوا کا

اليه تعالى فعلى هذا يكون معنى قولنا لا اله الا الله لا مستغنى عن جميع ماسواه ولا مفتقر اليه جميع
اللہ تعالیٰ کی طرف اس بیان کی موافق معنی کلمہ کی یہہ ہیں نہیں ہی کوئی بی نیاز تمام ماسوا سی اور نہ کوئی محتاج الیہ تمام

ما عداه الا الله تعالى اما استغناؤه تعالى عن جميع ماسواه فيوجب له تعالى الوجود والقدم و
ماسوا کا سوا اللہ تعالیٰ کی بی نیازی اللہ تعالیٰ کی تمام ماسوا سی واجب کر دیتی ہی واسطی اللہ تعالیٰ کی وجود اور قدم اور

البقاء اذ لو لم يجب له تعالى هذه الصفات لكان محتاجا الى محدث لان انتفاء شئ من هذه
بقا کو اسلئی کہ اگر نہ واجب ہوں واسطی اللہ تعالیٰ کی یہہ صفتیں تو پہر وہ محتاج ہوگا کسی محدث کا اسواسطی کہ گم ہونا کسی ایک صفت کا ان

الصفات يستلزم الحدوث وكل حادث يحتاج الى محدث وكذا يوجب له تعالى التنزه عن النقائص
صفات میں سی لازم کر دیتا ہی حدوث اور حادث تمام محدث کی محتاج ہوتی ہیں اور ایسی ہی واجب ہو جاتا ہی پاک ہونا اللہ تعالیٰ کا تمام نقصانوں سی

ويدخل فى التنزه عن النقائص وجوب السمع والبصر والكلام اذ لو لم يجب له تعالى هذه الصفات لكان متصفا بالنقائص
اور نقصان سی پاک ہونی میں یہہ بہی داخل ہی کہ بالضرور سمیع اور بصیر اور صاحب کلام ہو اسواسطی کہ اگر یہہ صفات نہوں گی تو پہر اوسمیں نقصان پایا جاویگا

ومحتاجا الى من يدفع عنه تلك النقائص وكذا يوجب له تعالى التنزه عن الاغراض فى افعاله واحكامه
اور حاجت مند ہوگا ایسی امر کا کہ جس سی وہ نقایص رفع ہوں اور ایسی ہی واجب ہوتا ہی واسطی اللہ تعالیٰ کی بری ہونا اللہ تعالیٰ کا غرض سی افعال اور احکام میں

اذ لو لم يجب له تعالى التنزه عن الاغراض لكان محتاجا الى ما يحصل به غرضه وكذا يوجب له تعالى
اسواسطی کہ اگر نہ واجب ہو واسطی اللہ تعالیٰ کی بری ہونا غرضوں سی تو وہ حاجت مند ہوگا ایسی امر کا جس سی وہ غرض حاصل ہو اور ایسی ہی واجب ہی واسطی اللہ تعالیٰ کی

ان لا يجب عليه فعل شئ من الممكنات ولا تركه اذ لو وجب عليه شئ منهما لكان محتاجا الى ذلك
کہ اوسکی ذمہ کوئی امر واجب نہو کرنا کسی امر ممکن کا یا کرنا اوسکا اسواسطی کہ اگر واجب ہووی اللہ تعالیٰ پہ کوئی کار تو وہ حاجتمند ہوگا اوس کار کا

الشئ ليتكمل به اذ لا يجب له تعالى الا ما هو كمال واما افتقار جميع ما عداه اليه تعالى فيوجب له تعالى
تاکہ کامل ہو جاوی اسلئی کہ اللہ تعالیٰ کو وہ صفات واجب ہوتی ہیں جو کمال کی ہیں اور جمیع ماسوا کی محتاج الیہ ہونی سی واجب ہو جاتی ہی واسطی اللہ تعالیٰ کی

القدرة والارادة والعلم والحيوة اذ لو لم يجب له تعالى هذه الصفات لكان عاجزا عن ايجاد شئ
قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات اسواسطی کہ اگر واجب نہوں واسطی اللہ کی یہہ صفتیں تو عاجز ہوگا کائنات میں سی ہر شئی کی

من الكائنات وكذا يوجب له تعالى الوحدانية اذ لو لم يجب له تعالى الوحدانية بل كان معه ثان
پیدا کرنی سی اور ایسی ہی واجب ہی واسطی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اسلئی کہ اگر اللہ تعالیٰ واحد نہو بلکہ اوسکی ساتھ ایک اور دوسرا

فى الالوهية لم يفتقر اليه شئ من الكائنات للزوم عجزهما ويوخذ من افتقار جميع ما عداه اليه تعالى
الوہیت میں شریک ہو تو پہر تمام کائنات میں سی کوئی شئ اوسکی محتاج ہو گی اسلئی کہ دونو تو عاجز ہو جاویگی اور ظاہر ہوتا ہی تمام ماسوا کی احتیاج سی طرف اللہ تعالیٰ کی

حدوث العالم باسره اذ لو كان شئ منه قديما لكان مستغنيا عنه تعالى غير محتاج اليه تعالى
کہ تمام عالم حادث ہی کیونکہ اگر کوئی شئ عالم میں سی قدیم ہوتی تو وہ اللہ تعالیٰ سی بی نیاز ہوتی حاجتمند اللہ کی نہوتی

ويؤخذ منه ايضا ان لا يؤثر شئ من المخلوقات في اثر ما اذ لو كان في شئ من المخلوقات تاثير

اسی سی ظاہر ہوتا ہی کہ مخلوقات میں سی کسی چیز کو کسیطرح کا کچھ اثر نہیں ہی کیونکہ مخلوقات میں سی اگر کسی چیز میں اثر ہوتا

في اثر ما لكان ذلك الاثر مستغنيا عنه تعالى غير مفتقر اليه تعالى فعلى هذا كل من يقول لا اله

تو البتہ وہ اثر اللہ تعالی سی بی نیاز ہوتا اللہ تعالی کا حاجت مند نہوتا اس بیان کی موافق جو شخص لا الہ الا اللہ

الا الله يصير كانه يقول لا واجب الوجود الا الله ولا واجب القدم والبقاء الا الله ولا قادر على

کہتا ہی وہ شخص گویا یہہ کہتا ہی کوئی نہیں واجب الوجود سوا اللہ کی اور نہ کوئی قدم اور بقا والا سوا اللہ کی اور نہ کوئی تمام

ايجاد الممكنات كلها الا الله ولا عالم بما لا يتناهى من المعلومات الا الله ولا منزه عن جميع النقائص

ممکنات کا پیدا کرنیوالا سوائی اللہ کی اور نہ کوئی داننده معلومات غیر متناہی کا سوای اللہ کی اور نہ کوئی پاک تمام نقصانوں سی

ولا عن الاغراض في افعاله واحكامه الا الله ولا مؤثر في شئ من المخلوقات الا الله وعلى هذا القياس

اور نہ پاک غرضوں سی افعال اور احکام میں سوا اللہ کی اور نہ کوئی مخلوقات میں اثر کرنیوالا سوای اللہ کی اور اسی قیاس پر

كل ما وجب في حقه تعالى واستحال عليه وجاز له فقد ظهر من هذا ان فهم معنى كلمة

جو جو صفات اللہ تعالی کی لئی واجب ہیں یا اوسکی نسبت محال ہیں اور جائز ہیں اس سی خوب ظاہر ہوا کہ سمجھنا کلمہ توحید کی معنوں کا

التوحيد يتوقف على معرفة الله تعالى وليس المراد من معرفة الله تعالى معرفة ذاته لان ذاته تعالى

معرفت الہی پر موقوف ہی اور معرفت الہی سی مراد یہہ نہیں ہی کہ ذات الہی کا ادراک کری واسطی کہ ذات الہی

ليست معلومة للبشر بل المراد بها معرفة ما يجب في حقه تعالى وما يستحيل عليه وما يجوز له

کسی بشر کو معلوم نہیں ہی بلکہ مراد معرفت اون صفات کا جو خدا کی لئی واجب ہیں اور جو اوسپر محال ہیں اور جو جائز ہیں

ليعلم الموحد عند التكلم بها ما ينفى عن غيره تعالى وما يثبت له تعالى فالمنفي فيها كل فرد من

تاکہ موحد کو کلمہ پڑھتی ہوئی معلوم ہووی کہ کونسی صفت کو غیر اللہ سی سلب کری اور کیا کیا اللہ تعالی کو ثابت کری سو مسلوب اس کلمہ میں ہر فرد ہی

افراد حقيقة الاله سوى الله تعالى والمثبت فرد واحد من تلك الحقيقة وهو الله تعالى ومعنى

افراد حقیقۃ اوکی سی سوی اللہ تعالی کی اور مثبت ایک فرد ہی اوس حقیقت میں سی یعنی اللہ تعالی اور معنی

الاله هو الواجب الوجود المستحق للعبادة وهذا المعنى كلي يقبل بحسب مجرد ادراكه ان يصدق

اسکی واجب الوجود سزاوار پرستش کا اور یہہ معنی کلی ہیں باعتبار صرف تصور کی بہت افراد پر صادق آسکتی ہیں..

على كثيرين لكن الدليل العقلي القطعي يدل على استحالة التعدد فيه وعلى كونه خاصا بذات الله تعالى

پر دلیل عقلی یقینی دلالت کرتی ہی کہ زیادہ ایک سی محال ہی اور خاص ہی ذات پاک الہی سی

وذلك الدليل وجود العالم فانه لكونه حادثا محتاجا الى محدث يدل على ان له محدثا وذلك المحدث

اور وہ دلیل یہہ ہی عالم کا وجود ہی یہہ عالم حادث ہونی سی محدث کا محتاج ہوکر یہہ دلالت کرتا ہی کہ اس عالم کا کوئی محدث ہی اور وہ محدث

لابد ان يكون قديما واحدا متصفا بالقدرة والارادة والحيوة والعلم لانه لو لم يكن قديما بل كان

ضرور ہی کہ قدیم اور واحد ہو صاحب قدرۃ اور صاحب ارادہ اور حي اور علیم ہو اسلئی کہ اگر قدیم نہو بلکہ

حادثا لكان محتاجا الى محدث فيلزم الدور او التسلسل وكلاهما محال ولو لم يكن واحدا بل كان

حادث ہو تو خود محتاج محدث کا ہوگا پہر دور لازم آویگا یا تسلسل اور یہہ دونو محال ہیں اور اگر واحد نہو بلکہ

اكثر من واحد لوقع بينهما التمانع المقتضي لعدم وجود العالم ولو لم يكن متصفا بالقدرة والارادة

ایک سی زیادہ ہوں تو اونمیں آپسمیں روک ٹوک واقع ہوگی جس سی وجود عالم کا پیدا نہو سکی اور اگر صاحب قدرت اور ارادہ

والـ

والعلم والحيوة لكان عاجزا عن ايجاد شئ من العالم لان الايجاد اثر القدرة وتاثير القدرة فی شئ
اور علیم اور حی نہو تو سراسر عاجز ہوگا عالم میں سی کچھ پیدا کر سکیگا اسلئی کہ ایجاد قدرت کا اثر ہوتا ہی اور اثر قدرت کا کسی شئ میں
من الاشياء يتوقف على ارادة ذلك الشئ وارادة ذلك الشئ تتوقف على العلم به لان القصد الى
اشیاء سی بدون ارادہ اوس شئ کی نہیں ہو سکتا اور ارادہ شئ کا بدون علم کی نہیں ہو سکتا اسلئی کہ ارادہ کسی شئ کی
ايجاد شئ مع عدم العلم به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلث يتوقف على الحيوة لكونها
پیدا کرنیکا لاعلمی لو بھی محال ہی اور یہ تینون صفتین بدون حیات کی نہیں ہو سکتیں کیونکہ حیات انکی شرط ہی
شرطا فيها فعلى هذا يكون وجود العالم بل وجود كل ذرة من ذراته دليلا قطعيا على وجوده تعالى
اس بیان کی موافق وجود عالم کا بلکہ وجود ہر ذرہ کا عالم کی ذرات میں سی یقینی دلیل ہی وجود الٰہی
وقدمه وكونه واحدا متصفا بهذه الصفات الاربع المذكورة وعلى استحالة اضدادها ولهذا
اور قدم پر کہ وہ واحد ہی موصوف ہی ان چاروں صفات مذکورہ سی اور ان صفات کی ضدیں محال ہیں اسی لئی
كان بعض اهل التوحيد يقولون استدلالا بالاثر على المؤثر ما راينا شيئا الا راينا الله بعده فان
بعضی اہل توحید اثر سی مؤثر پر استدلال کرکر یہہ کہتی ہیں ہمنی جب کسی شئ کو دیکھا بعد اوسکی اللہ کو دیکھا بیشک
كل ذرة من ذرات العالم من حيث حدوثها واحتياجها الى من يوجدها لا تزال تتكلم بكلام لا حرف
ہر ذرہ عالم کی ذرات کا اس سبب سی کہ وہ حادث ہیں اور اپنی موجد کی محتاج ہمیشہ زبان حال سی یہہ کلام کرتی ہیں جسمیں نہ کوئی حرف ہی
فيه ولا صوت ان لها موجدا قديما واحدا متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة يسمع
اور نہ کچھ آواز کہ ہمارا موجد قدیم واحد صاحب قدرت صاحب ارادہ علیم حی ہی
كلامها السامعون ولا يسمعه الذين هم عن السمع لمعزولون والمراد من السمع السمع الباطن الذی
اونکی کلام کو سمجھ والی سب سنتی ہیں اور وہ لوگ نہیں سنتی جنکی سماعت بیکار ہی اور سماعت سی مراد وہ سماعت باطنی ہی جسنی
يسمع به كلام ليس بحرف ولا صوت ولا عربی ولا عجمی لا السمع الظاهر الذی لا يسمع به غير الاصوات
وہ کلام سنی جاتی جسمین نہ کوئی حرف ہو نہ کچھ آواز اور نہ عربی ہو نہ عجمی ہو سماعت ظاہری مراد نہیں ہی جس سی صرف آواز سنی جاوی
وتشارك فيه البهائم الانسان اذ لا قدر لشئ تشارك فيه البهائم الانسان والحاصل ان الانسان
اور اوسمیں بہایم بھی انسان کی شریک ہوں کیونکہ اوس چیز میں کیا خوبی ہی جسمیں آدمی اور چوپایہ یکساں ہوں حاصل یہہ ہی کہ انسان
لا يعرف من صفاته تعالى بالعقل الا ما دلت عليه افعاله تعالى فما لم يدل عليه افعاله تعالى
صفات الٰہی میں سی عقل کی رو سی وہ ہی جان سکتا ہی جس پر اوسکی افعال دلالت کرتی ہیں اور جن صفات پر افعال دلالت نہیں کرتی
كالسمع والبصر والكلام فقد يستدل على ثبوتها له تعالى تارة بالعقل وتارة بالنقل اما وجه
جیسی سمع اور بصر اور کلام تو ان صفات کی ثبوت پر واسطی اللہ تعالی کی کبھی استدلال عقلی کیا جاتا ہی اور کبھی نقلی
الاستدلال على ثبوتها له تعالى بالعقل فهو انها صفات كمال واضدادها صفات نقصان
استدلال عقلی ان صفات کی ثبوت پر واسطی اللہ تعالی کی یہہ ہی کہ یہہ صفتیں کمال کی ہیں اور انکی ضدین صفتیں نقصان کی
واتصافه تعالى بصفات الكمال وعدم اتصافه بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه تعالى
اور اللہ تعالی کا موصوف ہونا صفات کمال سی اور بری ہونا صفات نقصان سی واجب ہی پس واجب ہوا موصوف ہونا اللہ تعالی کا
بتلك الصفات واما وجه الاستدلال على ثبوتها له تعالى بالنقل فهو ان الشرع قد صرح بثبوتها
ان صفات سی اور استدلال نقلی ان صفات کی ثبوت پر واسطی اللہ تعالی کی یہہ ہی کہ شرع سی ثبوت ان صفات کا صاف ظاہر ہی

الينا لهما ... في حقه تعالى لما الا الم ترى ان الله ... لهما ...

كيا تجهكو معلوم نہين كہ لذت اور الم باوجوديكہ ہمارى حق مين كمال ہين اسد تعالى كى نسبت كركے محال ہين كہ اسد تعالى كى واسطى بہى كماليہ ہون

في حقه تعالى لكونهما من عوارض الاجسام فقد ظهر من هذا ان الكلمة الاولى من كلمتي الشهادة

كيونكہ يہہ دونو صفات جسمانى ہين اس سى معلوم ہوا كہ پہلى كلمہ مين دونو شہادت كى كلمون مين سى

تضمنت الاقسام الثلثة التي يجب على المكلف معرفتها في حقه تعالى وهي ما يجب في حقه تعالى

تينوں قسمين مندرج ہين جنكى معرفت واسطى اسد تعالى كى مكلف پر واجب ہى يعنى جو واجب ہى واسطى اسد تعالى كى

وما يستحيل عليه وما يجوز له والمراد بما يجب في حقه تعالى صفاته الثبوتية وبما يستحيل

اور جو اوسپر محال ہى اور جو جائز ہى اور صفات واجبہ سى مراد صفات ثبوتيہ ہين اور محال سى مراد

عليه صفاته السلبية وبما يجوز له صفاته الفعلية واما الكلمة الثانية فقد حكم فيها بكون

صفات سلبيہ ہين اور جائز سى مراد صفات فعليہ ہين اور دوسرى كلمہ مين يہہ حكم ہى كہ

محمد صلى الله عليه وسلم رسولا من عند الله ولا بد في معرفة ذلك من دليل وذلك الدليل ظهور

محمد صلى اسد عليہ وسلم اسد كى بہيجى ہوئى ہين اور اسكى معرفت كى واسطى كوئى دليل ضرور چاہى اور وہ دليل ظاہر ہونا

المعجزة على يده عند ادعائه الرسالة فان المعجزة تصديق فعلي من الله تعالى لرسوله لانها فعل

معجزہ كا رسول كى ہاتہہ پر وقت دعوى رسالت كى كيونكہ معجزہ اسد كى طرف سى فعلى تصديق ہى واسطى اپنى رسول كى اسليئى كہ وہ معجزہ ايك فعل

من افعاله تعالى خارق للعادة قائم مقام صريح القول في تصديق رسوله في دعواه الرسالة فانه

ہى اسد تعالى كى افعال ميں سى خلاف عادت كى گويا صاف ارشاد ہى واسطى تصديق اپنى رسول كى رسالت كى دعوى مين كيونكہ اسد تعالى نى

لما خلق امرا خارقا للعادة على يد رسوله حين ادعائه الرسالة صار كانه قال صدق رسولي في كل

جب ايك امر خلاف عادت اپنى رسول كى ہاتہہ پر رسالت كا دعوى كرنى وقت پيدا كيا تو گويا يہہ فرمايا كہ ميرا رسول سچا ہى

ما يبلغ عني سواء كان تبليغه بقوله او فعله او سكوته قال العلماء مثال ذلك ان رجلا اذا قام

جو جو حكم ميرى طرف سى بيان كرى برابر ہى كہ وہ بيان قولى ہو يا فعلى ہو. يا باعتبار خاموشى كى ہو علما كہتى ہين اسكى مثال يہہ ہى كہ ايك شخص

في مجلس ملك بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملك بعثني اليكم بكذا وكذا من التكاليف فطلبوا

بادشاہ كى دربار مين ايك جماعت كى سامنى كہڑا ہوكر كہى كہ مين اس بادشاہ كا ايلچى ہون مجہكو تمہارى پاس فلانى فلانى حكم دى كر بہيجا ہى اوس جماعت نى

منه حجة تدل على صدقه فقال اية صدقي اني اطلب من الملك ان يخالف عادته ويقوم من

اوس سى ايسى حجت طلب كى جس سى اوسكا صدق معلوم ہو اوس شخص نى كہا نشان ميرى صدق كا يہہ ہى كہ بادشاہ سى مين كہتا ہون كہ اپنى عادت كى خلاف تين دفعہ،

مقامه ويفعل ثلث مرات ففعل الملك ذلك بطلبه فان ذلك الفعل من الملك قائم مقام قوله

اور بیٹھ جاوی پہر بادشاہ نی اوسکی کہی کا یہہ ہی کیا پس تو بادشاہ کی یہہ حرکت قایم مقام اس قول کی ہی

صدق هذا الرجل في كل ما يبلغ عني ويفيد العلم الضروري بصدقه لمن شاهد ذلك الفعل من

یہہ شخص سچ کہتا ہی جو جو میری طرف سی بیان کرتا ہی اور اس سی علم ضروری اوسکی صداقت کا حاصل ہوگا جو کوئی بادشاہ کی یہہ حرکت دیکہیگا

الملك ولمن لم يشاهده بل يصل اليه خبره بالتواتر ولا شك ان هذا المثال مطابق لحال الرسول

اور اوسکو جو نہین دیکہیگا بلکہ اوسکو بطریق تواتر کی خبر پہنچیگی اور بیشک یہہ مثال مطابق ہی نبی علیہ السلام کی حال کا

عليه السلام في افادة معجزته العلم الضروري بصدقه لمن شاهدها ولمن لم يشاهدها بل يصل

کہ معجزہ سی بہی علم صداقت کا حاصل ہوا کرتا ہی دیکہنی والی کو اور اوسکو جو نہین دیکہتا بلکہ

اليه خبرها بالتواتر ثم ان المعجزة لما كانت تصديقا فعليا من الله تعالى لرسولنا محمد صلى الله عليه

اوسکو بطور تواتر کی خبر ملتی ہی پہر جب معجزہ تصدیق فعلی ثابت ہوا اللہ تعالی کی طرف سی واسطی ہماری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی

سلم لزم ان يكون تصديقا فعليا منه تعالى لغيره من الانبياء لانهم في معناه فيجب في حق جميعهم

تو لازم ہی کہ تصدیق فعلی ہو اللہ کی طرف سی واسطی اور انبیاء کی بہی کیونکہ وہ بہی نبوت مین یکسان ہیں پس سبکی حق مین

الصدق والامانة وتبليغ ما امروا بتبليغه للخلق ويستحيل في حقهم اضداد هذه الصفات وهي الكذب

صدق اور امانت اور تبلیغ تمام احکام کی واسطی خلق کی واجب ہی اور اونکی حق مین خلاف ان صفات کا محال ہی یعنی جہوٹھ

والخيانة وكتمان شيء مما امروا بتبليغه للخلق ويجوز في حقهم من الاعراض البشرية ما لا يؤدي الى نقص في مراتبهم

اور خیانت اور چھپا لینا کسی حکم تبلیغی کا واسطی خلق کی اور جایز ہی اونکی نسبت حالات بشری جس سی مرتبہ مین کچھ عیب نہ لگتا ہو

كالمرض ونحوه اما وجوب الصدق لهم واستحالة الكذب عليهم فلانه تعالى يصدقهم بالمعجزة القائمة

جیسی بیماری وغیرہ لیکن واجب ہونا صداقت کا اونکی لئی اور محال ہونا دروغ کا اونپر اسلئی ہی کہ اللہ تعالی اونکی تصدیق معجزہ سی کرتا ہی جو قایم

مقام صريح القول فلو لم يجب لهم الصدق بل جاز عليهم الكذب لجاز على الله تعالى لان تصديق

مقام صاف ارشاد کی ہی پہر اگر صدق واجب نہو بلکہ اونپر کذب جایز ہو تو پہر اللہ تعالی پر جایز ہوگا اسلئی کہ

الكاذب كذب والكذب على الله تعالى محال واما وجوب الامانة لهم واستحالة الخيانة عليهم فلانهم

جہوٹھی کی تصدیق بہی جہوٹھ ہی ہوتی ہی اور کذب اللہ تعالی پر محال ہی اور امانت کا واجب ہونا اونکی لئی اور خیانت کا محال ہونا اونپر اسواسطی ہی

لو خانوا بفعل شيء مما هو محرم او مكروه لانقلب ذلك الفعل طاعة لانه تعالى امر الخلق بالاقتداء

کہ اگر وہ خیانت کرین کسی کام مین کہ وہ حرام ہو یا مکروہ تو البتہ وہ کام پلٹ کر طاعت ہو جاوی اسواسطی کہ اللہ تعالی نی خلقت کو یہہ حکم فرمایا ہی

بهم في افعالهم واقوالهم وسكوتهم والله تعالى لا يامر بما هو محرم او مكروه فلو علم منهم خيانة لما امر

کہ انبیاء کی افعال اور اقوال اور سکوت مین پیروی کرین اور اللہ تعالی حرام یا مکروہ کا حکم نہین فرماتا سو اگر علم الہی مین انبیاء سی خیانت سرزد ہوسکتی تو

الخلق بالاقتداء بهم فثبت بذلك انه تعالى عصمهم عن فعل شيء مما هو محرم او مكروه فلا يقع منهم

خلقت کو کبہی اونکی اقتدا کا حکم نہوتا اس سی ثابت ہوا کہ اللہ تعالی نی اونکو تمام محرمات اور مکروہات سی معصوم بنایا ہی پس اونسی وہ ہی

الا ما هو واجب او مندوب او مباح هذا بالنظر الى نفس الفعل واما بالنظر اليهم فالحق ان افعالهم دائرة

کار عمل مین آتا ہی جو واجب ہی یا مستحب ہی یا مباح ہی یہہ خیال ہی بلحاظ کیفیت اوس کار عمل کی اور اگر خیال کیجئی انبیاء کی طرف تو حق یہہ ہی کہ اونکی افعال

بين الوجوب والندب لا غير لان المباح لا يقع منهم كما يقع من غيرهم بمقتضى الشهوات بل انما يقع منهم

درمیان فقط وجوب اور مستحب کی ہی مباح بہی اونسی عمل مین نہین آتا جیسی اور عوام سی موافق شہوت کی عمل مین آتا ہی بلکہ اونسی سوای

بنية صالحة يصير بها طاعة واقل ذلك قصد التعليم لغيرهم اذا ثبت هذا يجب على كل مؤمن
ان يكون على حذر عظيم ووجل شديد على ايمانه ان يسلب منه بان يصغي باذنه او يلتفت
بعقله الى خرافات ينقلها في حقهم خذلة المورخين ويتبعهم في بعضها بعض الجهلة من المفسرين
فانهم لقلة تحصيلهم وعدم تحقيقهم ربما يغترون في ذلك بظواهر من الكتاب والسنة ولهذا
قيل التمسك في معرفة الله تعالى ومعرفة رسوله بمجرد ظواهر الكتاب والسنة اصل من اصول
الكفر قال الامام السنوسي وكذلك تلقي هذا العلم من مجرد الكتب والمشائخ المصحفين والمتفقهين
بلا تحقيق واما وجوب التبليغ لهم واستحالة الكتمان عليهم فلانهم لو كتموا شيئا مما امروا بتبليغه لكان الناس
مامورين بالاقتداء بهم في كتمان بعض ما امروا بتبليغه من العلم النافع لمن اضطر اليه وكيف يتصور
ذلك فان الكتمان حرام ملعون فاعله بشهادة قوله تعالى إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ
الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ أُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُونَ
واما جواز الاعراض البشرية في حقهم فلانها لا تضر في رسالتهم وعلو منزلتهم بل هي مما تزيد في
مراتبهم باعتبار تعظيم اجرهم من جهة ما يقارنها من طاعة صبرهم فانه تعالى كان قادرا على
ايصاله اليهم ذلك الثواب العظيم بلا مشقة تلحقهم لكن بعظيم حكمته اختار ان يوصل اليهم
ذلك الثواب مع تلك الاعراض رفقا بضعفاء العقول لئلا يعتقدوا فيهم الالوهية وفيها ايضا
دليل على صدقهم وكونهم مبعوثين من عند الله تعالى وكون ما ظهرت على ايديهم من الخوارق مخلوقة
لله تعالى من غير ان يكون لهم قدرة على اختراعها اذ لو كان لهم قدرة على اختراعها لدفعوا عن انفسهم

ما هو يسير منها من المرض والجوع والعطش والم الحر والبرد واذية الخلق ونحو ذلك وفيها ايضا اوابد
آسان کا سبیل دفع کردی بیماری بھوک پیاس تکلیف گرمی سردی کی ایذا خلق کی وغیرہ اسکی اور اسمیں کئی بہت سے فائدہ ہی

عظيمة وهي تشريع الاحكام للخلق المتعلقة بها كما عرف احكام السهو في الصلوة من سهوه عليه السلام
کہ حقیقت کی واسطے وہ احکام جو عوارض سی متعلق ہیں جاری ہوجاتی ہیں جیسی کہ نماز میں سہو کرنے کی مسائل پیغمبر خدا کی سہو کرنے سی معلوم ہوگئی

وكيفية اداء الصلوة في حال المرض والخوف من فعله عليه الصلوة والسلام وهيئة اكل الطعام و
اور کیفیت نماز پڑھنی کی بیماری اور خوف میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ادا کرنے سی معلوم ہوئی اور طریق کھانا کھانیکا اور

شرب الماء ونحوه من اكله وشربه عليه الصلوة والسلام فقد ظهر من هذا ان كلمتي الشهادة
پانی پینیکا اور مانند اسکی آپ کی کھانی پینی سی معلوم ہوا اس سی معلوم ہوا کہ دونو کلمی شہادت کی

مع اختصارهما متضمنتان لجميع ما يجب على المكلف معرفته في حقه تعالى وحق رسله من عقائد
باوجود اختصار کی جو جو مکلف پر درباب معرفت الٰہی اور معرفت رسل کی عقائد

الايمان ولذلك جعلهما الشرع دليلا على ما في القلب من عقائد الايمان حتى لا يقبل من احد
ایمانی ہیں سب واجب ہی سب شامل ہیں اسی واسطے شرع نے انکو دلیل ٹھہرائی ہی عقاید ایمانی پر جو دل میں ہوتی ہیں یہاں تک کہ ایمان کسیکا مقبول نہیں ہی

الايمان الا بهما فعلى هذا ينبغي للعاقل ان يستحضر معناهما ثم يشتغل بذكرهما صباحا ومساء حتى
بدون ان کلموں کی اسکی موافق عاقل کو لازم ہی کہ انکی معنی یاد رکھی پھر انکو رات دن پڑھا کری یہاں تک

يمتزج معناهما بلحمه ودمه يسر الله المداومة على ذكرهما مع فهم معناهما ولا حول ولا قوة
کہ وہ دونو معنی اسکی گوشت اور خون میں ملجاویں الٰہی ہم پر آسان کر مداومت ذکر کی مع فہم معانی کی اور نہیں پھر جانا گناہ سی اور نہ طاقت طاعت کی

الا بالله العلي العظيم

المجلس الرابع عشر في بيان ايمان المنجي لصاحبه يوم القيمة

سوا اللہ تعالی برتر اور بزرگ کی چودھویں مجلس بیان میں اوس ایمان کی جو قیامت کی دن نجات دیگا ایماندار کو

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات على ذلك
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی جو بندہ لا الہ الا اللہ کہی پھر مر جاوی اوسی اعتقاد پر

الا دخل الجنة هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابوذر وظاهره يقتضي ان يدخل الجنة
داخل ہوگا جنت میں یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابوذر کی روایت سی اسکی ظاہر معنی یہہ کہتی ہیں کہ

كل من ياتي بكلمة الاولى من كلمتي الايمان وان لم يات بالكلمة الثانية منهما وليس كذلك لانه
جو شخص پہلا کلمہ دونو کلموں ایمان میں کا پڑھی وہ جنت میں داخل ہو اگرچہ دوسرا کلمہ نہ پڑھی اور حقیقت میں یوں نہیں ہی اسلیکہ رسول

عليه السلام وان لم يذكر فيه احدى كلمتي الايمان لكنها مراده لان قول من يقول لا اله الا الله لا يستلزم
صلی اللہ علیہ وسلم نی اگرچہ اس حدیث میں دوسری کلمہ ایمان کا ذکر نہیں فرمایا پر وہ مراد ہی اسواسطی کہ جو شخص صرف لا الہ الا اللہ کہتا ہی کچھ لازم نہیں ہی

دخول الجنة ما لم يضم اليه قوله محمد رسول الله اذ لا يتم الايمان الا بهما ثم انه عليه الصلوة والسلام
کہ جنت میں داخل ہو جبتک اوسکی ساتھ محمد رسول اللہ نہ ملاوی اسواسطی کہ ایمان بدون دونو کلموں کی پورا نہیں ہوتا پھر رسول علیہ السلام نی

اشار بقوله ثم مات على ذلك الى لزوم الثبات على الايمان الى الموت لان من لم يثبت على الايمان بل
اشارہ اس لفظ سی پھر اوسی پر مری یہہ ارشاد فرمایا کہ مرتی دم تک بدستور ایمان پر قایم رہی اسواسطی کہ جو شخص ایمان پر ثابت نہ رہیگا بلکہ

مات على الكفر لا ينفعه ايمانه الذي كان قبل ذلك وانما ينفعه الايمان الذي يكون ثابتا الى الموت
وہ کفر پر مری تو اوسکی حق میں پہلا ایمان کچھ فائدہ نہ کریگا ایمان وہی فائدہ کرتا ہی جو دم مرگ تک قایم رہی

حيث يكون سببا لدخول الجنة وان كان له ذنوب كثيرة لم يتب عنها فان من مات على الايمان

وہی سبب ہوتا ہی واسطی دخول جنت کی اگرچہ وہ بڑاہی گنہگار ہو اور توبہ بہی نکی ہو کیونکہ جو شخص ایمان سی اوٹھتا ہی

مع كونه مصرا على الذنوب غير تائب عنها يكون في مشيئة الله تعالى ان شاء يعفو عنه ويدخله

اگرچہ وہ شخص گناہوں پر جارہا اور گناہوں سی توبہ بہی نکی وہ خدا کی مرضی میں ہی اگر چاہی اللہ تعالی اوسکو معاف کر

الجنة بلا عذاب وان شاء يعذبه بقدر ذنوبه ثم يدخل الجنة ولو بعد حين لكن ينبغي ان يعلم

بلا عذاب جنت میں داخل کری اور چاہی گناہوں کی برابر سزا دیکر پہر جنت میں داخل کری اگرچہ دم بہر کی بعد اب لائق ہی یہہ سمجہنا

ان كلمتي الايمان لتضمنهما اثبات ذات الله وصفاته وافعاله واثبات رسالة الرسول لابد ان

کہ دونو کلمہ ایمان میں چونکہ اثبات ذات الہی کا ہی اور اوسکی صفات کا اور افعال کا اور اثبات رسول کی رسالت کا اسلئی ضرور ہوا

يكون النطق بهما مع معرفة معناهما لان النطق بهما من غير معرفة معناهما لا يكفي في حصول

کہ ان کلموں کا پڑہنا انکی معانی سمجہ کر ہونا چاہئی کیونکہ انکی پڑہنی سی بدون سمجہنی معانی کی واسطی حصول ایمان حقیقی کی کافی نہیں ہی

حقيقة الايمان لان الايمان مبناه على هذه الاركان الاربعة فاذا لم يتحقق العلم بما تضمنتاه

سو اسطی کہ اصل ایمان کی ان چاروں رکن پر قایم ہی پہر اگر اوسکو علم ہی نہوا اونکی مضمون کا

لا يكون لهما طائل ولا محصول اذ ليست فضيلة هاتين الكلمتين بازاء تحريك اللسان من

پہر زبانی پڑہنی سی کچہ فائدہ نہ حصول اسلئی کہ ان کلموں میں کچہ زبان ہلانی کی بزرگی نہیں ہی جبتک دل میں

غير حصول معناهما في القلب بل فضيلتهما بازاء هذه المعرفة التي هي حقيقة الايمان فعلى هذا

انکی معنی نہ آوین بلکہ انکی بزرگی اسہی معرفت سی ہوتی ہی کہ وہ ایمان کی حقیقت ہی اس بیان کی موافق

يجب على كل مؤمن ان يعتني بشانهما في معرفة معناهما اذ هما ثمن الجنة وسبب الخلاص من المهالك

ہر مؤمن پر واجب ہی کہ جہاں تک بن آوی انکی معنی دریافت کری اسواسطی کہ قیمت جنت کی اور سبب رستگاری کا

في الدنيا والاخرة وقد نص العلماء على لزوم معرفة معناهما والا لا ينفع بهما متلفظهما في الانقاذ

دنیا اور آخرت کی آفات سی یہہ ہی ہیں اور علماء صاف کہہ چکی ہیں کہ سمجہنا انکی معنوں کا ہر ضرور ہی نہیں تو انکا زبانسی پڑہنا دائمی آگ سی

من الخلود في النار فان كثيرا من الائمة قد سئلوا عن شخص ينطق بكلمتي الايمان ويصلي ويصوم

نجات دینی میں کچہ فائدہ ندیگا کیونکہ اکثر پیشوا دین سی پوچہا گیا ایسی شخص کا حال جو دونو کلمہ ایمان کی پڑہتا ہی اور نماز روزہ ادا کرتا ہی

ويفعل انواعا من العبادات لكن نطقه وعبادته ليس الا على الاتيان بمجرد صور الاقوال والافعال

اور اور عبادتیں کرتا ہی پہر اوسکا پڑہنا اور عبادت کری یہہ ہی بجسب ظاہر کی تمام قول اور فعل

على حسب ما يرى الناس يفعلون ويقولون حتى انه ينطق بكلمتي الايمان لكن لا يفهم منهما معنى ولا

ویسی ہی عمل میں لاتا ہی جیسی اور لوگوں کو کرتی اور بولتی دیکہتا ہی اتنا کہ دونو کلمہ ایمان کی پڑہتا ہی پر اونکی معنی نہیں سمجہتا اور نہ

يدري معنى الاله ولا معنى الرسول ولا ما نفي ولا ما اثبت وربما يتوهم ان الرسول نظير الاله وهل

معنی اللہ کی جانتا ہی اور نہ معنی رسول کی سمجہتا ہی اور نہ یہہ جانتا کہ کیا نفی کیا ہی اور کیا ثابت کیا کبہی اوسکو یہہ وہم ہوتا ہی کہ رسول مثل اللہ کی ہی آیا

ينتفع هذا الشخص بما صدر عنه من صور الاقوال والافعال وهل يصدق عليه حقيقة الايمان

فائدہ دیگا اس شخصکو جو جو اوسی ظاہر میں اقوال اور افعال عمل میں آئی ہیں اور آیا اوسپر حقیقت ایمان کی صادق ہی

فيما بينه وبين الله تعالى ام لا فاجابوا جميعا بان مثل هذا الشخص ليس له من الاسلام نصيب

خدا کی نزدیک یا نہیں سبہوں نی یہہ ہی جواب دیا کہ ایسی شخصکو اسلام میں سی کچہ نصیب نہیں ہی

وان صدر عنه من صور اقوال الایمان وافعاله ما ذکر قال الامام السنوسی هذا الذی ذکره
اگرچہ اوسی ظاہری قول اور فعل مذکور ایمان کی سی عمل میں آتی ہیں امام سنوسی کہتی ہیں یہہ جو اس شخص کی

فی حق ذلك الشخص ظاهر ای ظاهر جلی غایة الجلاء لا یمکن ان یختلف فیه احد من العلماء فعلی
حق میں ذکر کیا ہی سب ظاہر ہی نہایت روشن ہی کوئی عالم اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کر سکتا

هذا یجب علی کل من یرید النجاة من العذاب المؤبد والدخول فی الجنة ان یسعی فی معرفة معناهما ثم ینطق
اس جواب کی موافق جو شخص عذاب دائمی سی بچا چاہی اور جنت میں داخل ہونا چاہی اوسپر واجب ہی کہ پہلی کوشش کرکر انکی معنی دریافت کرکی پہر معنی سمجھکر

بهما مع فهم معناهما لیوجد فیه اقرار باللسان وتصدیق بالجنان ویحصل له حقیقة الایمان
دونوں پڑہی تاکہ اوسمیں زبانی اقرار اور دلی تصدیق پائے جاوی اور حقیقت ایمان کی اوسکو حاصل ہو

فالکلمة الاولی من هاتین الکلمتین مرکبة من نفی واثبات فالمنفی کل فرد من افراد حقیقة الاله
پس پہلا کلمہ ان دو توں میں سی نفی اور اثبات سی مرکب ہی سو منفی تو ہر ہر فرد معبود حقیقی کا ہی

سوی الله تعالی والمثبت فرد واحد من تلك الحقیقة وهو الله تعالی ومعنی الاله هو الواجب الوجود
سوا ذات الٰہی سی اور مثبت ایک فرد واحد ہی اس حقیقت میں سی یعنی اللہ تعالی اور معنی اللہ کی واجب الوجود

المستحق للعبادة وهذا المعنی کلی یقبل بحسب مجرد ادراکه ان یصدق علی کثیرین لکن الدلیل العقلی القطعی
سزاوار عبادت کا اور یہہ معنی کلی ہیں باعتبار صرف تصور کی بہت افراد پر صادق آسکتی ہیں پر دلیل عقلی یقینی

یدل علی استحالة التعدد فیه وکونه خاصا بذات الله تعالی وذلك الدلیل وجود العالم فانه لکونه
دلالت کرتی ہی کہ کئی اللہ محال ہیں اور صرف ذات الٰہی سی خاص ہی اور وہ دلیل عالم کا وجود ہی کیونکہ یہہ عالم

حادثا محتاجا الی محدث یدل علی ان له محدثا وذلك المحدث لا بد ان یکون واحدا قدیما متصفا
حادث اور موجد کا محتاج ہوکر دلالت کرتا ہی کہ اسکا ایک پیدا کرنیوالا ہی اور وہ محدث ضرور ہی کہ واحد قدیم صاحب قدرت

بالقدرة والارادة والعلم والحیوة لانه لو لم یکن واحدا بل کان اکثر من واحد لوقع بینهما التمانع المقتضی
اور صاحب ارادہ اور علیم اور حی ہو اسلئی کہ اگر واحد نہو بلکہ ایک سی زیادہ ہوں تو بیشک اونکی آپسمیں روک ٹوک ایسی واقع ہوگی

لعدم وجود العالم ولو لم یکن قدیما بل کان حادثا لکان مفتقرا الی محدث فیلزم الدور او التسلسل وکلاهما
جس سی وجود عالم کا پیدا نہو سکی اور اگر قدیم نہو بلکہ حادث ہو تو بیشک محدث کا محتاج ہوگا پہر دور لازم آئیگا یا تسلسل اور یہہ دونو

محال ولو لم یکن متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة لکان عاجزا عن ایجاد شئ من العالم لان
محال ہیں اور اگر صاحب قدرت اور صاحب ارادہ اور علیم اور حی نہو تو یہہ ایسا عاجز ہوگا کہ عالم میں سی کوئی شئ نہ پیدا کر سکی اسلئی

الایجاد اثر القدرة وتاثیر القدرة فی شئ من الاشیاء یقتضی ارادة ذلك وارادة ذلك الشئ تقتضی
کہ پیدا کرنا قدرت کا اثر ہوتا ہی اور اثر قدرت کا کسی چیز میں جب ہوتا ہی کہ اوسکا ارادہ کیا جاوی اور ارادہ اوس شئ کا بی جانی بوجہی

العلم به لان القصد الی ایجاد شئ مع عدم العلم به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلث یقتضی
نہیں ہوسکتا کیونکہ قصد ایسی شئ کی ایجاد کا کہ اوسکو جانتا نہو محال ہی اور موصوف ہونا ان تینوں صفات سی بدون

الحیوة لکونها شرطا فیها فعلی هذا یکون وجود العالم بل وجود کل ذرة من ذراته دلیلا قاطعا علی وجوده تعالی
حیات کی نہیں ہوتا کیونکہ حیات انمیں شرط ہی اس بیان کی موافق وجود عالم کا بلکہ وجود ہر ہر ذرہ کا یقینی دلیل ہی اللہ تعالی کی وجود پر

وکونه واحدا قدیما متصفا بهذه الصفات الاربع المذکورة ولهذا کان بعض اهل التوحید یقولون
اور اوسکی وحدت اور قدم پر اور موصوف ہونی پر ان چاروں صفات مذکورہ سی اسی لئی بعض اہل توحید

استدلالا بالاثر على المؤثر ما رأينا شيئا الا رأينا الله بعده فان كل ذرة من ذرات العالم من حيث

اثر سے مؤثر پر استدلال کرکر یہہ کہتی ہیں ہمنی جب کسی شی کو دیکھا تو دیکھا ہمنی اللہ کو بعد اسکی بیشک ہر ذرہ عالم کی ذرات میں سی

حدوثها وافتقارها الى من يوجدها لا تزال تنطق بكلام لا حرف فيه ولا صوت ان لها موجدا واحدا

حادث اور موجد کا محتاج ہوکر ہمیشہ زبان حال سی یہہ کلام کرتی ہیں جسمیں نہ کوئی حرف ہی اور نہ آواز کہ ہمارا موجد ہی واحد

قديما متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة وساير ما يليق به من الصفات يسمع كلامها السامعون

قدیم قدرت والا ارادہ والا علم والا حیات والا اور تمام سزاوار صفتوں والا اونکی یہہ کلام سمجھ والی سب سنتی ہیں

ولا يسمعه الذين هم عن السمع لمعزولون والمراد من السمع السمع الباطن الذي يسمع به كلام ليس بحرف

وہ لوگ نہیں سنتی جنکی سمجھ بیکار ہی اور مراد سماعت سی سماعت باطنی ہی جسسی وہ کلام سنتی ہیں جسمیں نہ حرف ہوں

ولا صوت ولا عربي ولا عجمي لا السمع الظاهر الذي لا يجاوز الاصوات وتشارك فيه البهائم الانسان الكامل

اور نہ آواز اور نہ عربی ہو اور نہ عجمی سماعت ظاہری مراد نہیں ہی جو سوا آواز کی نہ سن سکی اور اوسمیں چوپایہ اور انسان یکساں ہو خلاصہ یہ ہی

ان المكلف لا يعرف من صفاته تعالى بالعقل الا ما دل عليه افعاله فما لم يدل عليه افعاله كالسمع والبصر

کہ مرد مکلف عقل سی صفات الہیہ میں سی وہ ہی جان سکتا ہی جسپر اوسکی افعال دلالت کرتی ہیں اور جن صفات پر افعال نہیں دلالت کرتی جیسی سمع اور بصر

والكلام فقد يستدل على ثبوتها له تعالى تارة بالعقل وتارة بالنقل اما وجه الاستدلال على ثبوتها له تعالى

اور کلام اسکی ثبوت پر کبھی عقلا استدلال کرتی ہیں اور کبھی نقلا پہر استدلال عقلی ان صفات پر واسطی اللہ تعالی کی

بالعقل فهو انها صفات كمال واضدادها صفات نقصان واتصافه بصفات الكمال وعدم اتصافه

یہہ ہی کہ یہہ صفات کمالیہ ہیں اور انکی ضدیں صفات نقصان کی اور اللہ تعالی کا موصوف ہونا صفات کمالیہ سی اور بری ہونا

بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه تعالى بتلك الصفات واما وجه الاستدلال على ثبوتها له تعالى

صفات نقصان سی واجب ہی سو موصوف ہونا اللہ تعالی کا ان صفات سی واجب ہی اور استدلال نقلی ان صفات پر یہہ تھا

بالنقل فهو ان الشرع قد ورد بثبوتها له تعالى فوجب القطع بثبوتها له تعالى ودليل النقل في هذه المسئلة

کہ شرع سی ثبوت ان صفات کا واسطی اللہ تعالی کی ثابت ہی سو یقین کرنا اسکی ثبوت کا واسطی اللہ تعالی کی واجب ہوا اور نقلی دلیل اس مسئلہ میں

اولى من دليل العقل لان تلك الصفات لا يتوقف عليها افعاله تعالى حتى يستدل بها على ثبوتها له تعالى

عقلی دلیل سی بہتر ہی اسلئی کہ افعال الہیہ ان صفات پر موقوف نہیں ہیں تاکہ ان افعال سی اسکی ثبوت پر استدلال کیا جاوی

وذاته تعالى لم يكن معلوما للبشر حتى يعلم انها في حقه تعالى كمال يجب اتصافه بها بحيث لو لم يتصف

اور ذات اللہ تعالی کی کسی بشر کو معلوم نہیں ہی جس سی معلوم ہو کہ یہہ صفات بہ نسبت ذات باری کی کمالیہ ہیں ضرور موصوف ہو ناچاہئی ایسا کہ اگر یہہ صفات نہونگی

بها يلزم ان يتصف باضدادها بل كونها كمالا انما هو بالنسبة الينا ولا يلزم من كون الشئ بالنسبة

تو انکی ضدیں موجود ہونگی بلکہ یہہ صفات ہماری حق میں کمالیہ ہیں اور یہہ کچھ لازم نہیں ہی کہ جو صفت

الينا كمالا ان يكون كمالا في حقه تعالى الا ترى ان اللذة والالم مع كونهما بالنسبة الينا كمالا ممتنعان في

ہماری حق میں کمالیہ ہو وہ بہ نسبت ذات باری تعالی کی بھی کمالیہ ہو کیوں نہیں سمجھتا کہ لذت اور علم باوجودیکہ ہماری حق میں کمال ہیں بہ نسبت باری تعالی کی

حقه تعالى لكونهما من عوارض الاجسام هذا تحقيق الكلمة الاولى من كلمتي الايمان واما الكلمة الثانية

ممتنع ہیں کیونکہ یہہ دونو کیفیات جسمانیہ سی ہیں یہہ تحقیق ایمان کی پہلی کلمہ کی ہی اور دوسرا کلمہ

من هاتين الكلمتين فقد حكم فيها بكون محمد رسولا من عند الله تعالى ولا بد في اثبات ذلك من دليل

ان دونو کلموں میں سی اوسمیں یہہ حکم ہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں اللہ تعالی کی طرف سی اور اسکی بہی ثبوت کی کوئی دلیل چاہئی

وذلك الدليل ظهور المعجزة على يده عند ادعائه الرسالة فان المعجزة تصديق فعلى من الله تعالى لرسوله
اور وہ دلیل معجزہ کا ظاہر ہونا رسول کی ہاتھ پر بروقت دعوی رسالت کی ہی کیونکہ معجزہ تصدیق فعلی ہوتی ہی اللہ تعالی کی طرف سی اپنی رسول کی
لانها فعل من افعاله تعالى خارقا للعادة نازل منزلة صريح القول فى تصديق رسوله فى دعواه
کیونکہ وہ معجزہ ایک فعل ہی افعال الہی سی برخلاف عادت قایم مقام صاف ارشاد کی درباب تصدیق رسول کی رسالت کی دعوی میں
الرسالة فانه تعالى لما خلق امرا خارقا للعادة على يده حين ادعائه الرسالة صار كانه قال صدق
کیونکہ اللہ تعالی نی جب ایک امر عادت کی خلاف رسول کی ہاتھ پر بروقت دعوی رسالت کی پیدا کیا تو گویا یہہ فرمایا میرا رسول سچا ہی
رسولى فى كل ما يبلغ عنى سواء كان تبليغه بقوله او فعله او سكوته مثال ذلك على ما ذكره العلماء ان
جو جو میری طرف سی بیان کری برابر ہی کہ اوسکی تبلیغ قولی ہو یا فعلی ہو یا باعتبار سکوت کی ہو اسکی مثال موافق بیان علماء کی یہہ ہی
رجلا اذا قام فى مجلس ملك بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملك بعثنى اليكم بكذا وكذا من التكاليف
کہ ایک شخص بادشاہ کی دربار میں کہڑا ہو کر ایک جماعت کی سامنی کہی کہ میں اس بادشاہ کا سفیر ہوں مجھکو تمہاری پاس فلانی فلانی حکم دیکر بھیجا ہی
فطلبوا منه حجة تدل على صدقه فقال اية صدقى انى اطلب من الملك ان يخالف عادته ويقوم
اس جماعت نی اوسی سند طلب کی جسی صداقت معلوم ہو اوس شخص نی جواب دیا کہ نشان میری صداقت کا یہہ ہی کہ میں بادشاہ سی عرض کرتا ہوں کہ اپنی عادت کی
من سريره ويقعد ثلث مرات ففعل الملك ذلك بطلبه فلا شك ان ذلك الفعل من الملك قائم مقام
تین بار اپنی تخت پر سی کہڑا ہو جاوی اور بیٹھ جاوی پہر بادشاہ نی اوسکی کہنی سی وہی کیا تو بیشک بادشاہ کی یہہ حرکت قایم مقام اس حکم کی ہی
قوله صدق هذا الرجل فى كل ما يبلغ عنى ومفيد للعلم الضرورى بصدقه بلا فرق بين من شاهد ذلك
کہ یہہ شخص سچ کہتا ہی جو جو حکم میری طرف سی کہتا ہی اور اس سی علم بدیہی اسکی صداقت کا حاصل ہوگا اسمیں کچہہ فرق نہیں کہ کسی نی بادشاہ کی اس حرکت کو
الفعل من الملك ولم يشاهده بل بلغه خبره بالتواتر ولا ريب ان هذا المثال مطابق لحال رسول الله
بچشم خود دیکہا اور کسی نی نہ دیکہا بلکہ خبر متواتر سی سنا اور بیشک یہہ مثال مطابق ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حال سی اس باب میں
عليه السلام فى افادة معجزته العلم الضرورى بصدقه بلا فرق بين من شاهدها ومن لم يشاهدها
کہ معجزہ سی علم بدیہی صداقت کا حاصل ہوتا ہی اسمیں کچہہ فرق نہیں ہی کہ کسی نی اوس معجزہ کو بچشم خود دیکہا اور کسی نی نہ دیکہا
بل بلغه خبرها بالتواتر فعلى هذا كل من يتكلم بكلمتى الايمان بعد معرفة معناهما بما ذكر من الدلائل يحصل
بلکہ خبر متواتر سی سنا اس بیان کی موافق جو شخص دو کلمہ ایمان کی دلائل مذکورہ سی معنی سمجہہ کر پڑہتا ہی اوسکو حقیقت ایمان کی
له حقيقة الايمان ويجب عليه ان يحفظه مما يضره بامتثال الاوامر واجتناب النواهى لان الايمان
حاصل ہوئی اور اوسپر واجب ہی کہ ایمان کو مضرات سی بچاوی اوامر کو عمل میں لاکر اور نواہی سی پرہیز کر کر اسواسطی کہ ایمان
يشبه السراج وامتثال الاوامر واجتناب النواهى يشبه المحافظة عليه بجعله فى فانوس ووساوس
چراغ کی مانند ہی اور اوامر کی اطاعت کرنی اور نواہی سی بچنا یہہ اوسکی محافظت ہی جیسی چراغ کا فانوس میں رکہدینا اور شیطانی
الشيطان تشبه الرياح العاصفة فمن اوقد سراج الايمان فى قلبه ولم يحفظه ولم يجعله فى فانوس
وسوسی اور توہمات ایسی ہیں جیسی تند آندہیاں پہر جسی ایمان کا چراغ اپنی دل میں روشن کر کر اوسکی محافظت کی اور اوسکو طاعات کی فانوس میں نہ رکہا
الطاعات باتيان المامورات وترك المنهيات يخاف عليه انطفاء سراج ايمانه عند هبوب الرياح العاصفة
ماموارت پر عمل کر کر اور منہیات سی بچکر تو اسپر اندیشہ یہہ ہی کہ اوسکی ایمان کا چراغ بروقت چلنی آندہی
التى هى الوساوس الشيطانية ولذلك قال بعض العلماء اياك والذنب فان الذنب بحجر يوضع على الجنين
وسوسہ شیطانی کی بجہہ جاوی اسیلئی بعضی علماء کہتی ہیں بار بچتی رہنا گناہ سی بیشک گناہ ایسا ہی جیسی پتہر جو کہ سینہ میں رکہکر

فیضرب به حائط الطاعات ویحصل فیه ثلمة ویدخل منه ریح الهوی وتطفی سراج الایمان فان

طاعات کی دیوار مین مارین اور اوسی دیوار مین سوراخ پیدا ہوجا اوس راستہ سی ہوا ہوس کی باو اندر جاکر ایمان کا چراغ بجہاۓ بیشک

زوال الایمان لایکون الا لمن کان له فساد فی قلبه واصرار علی المعاصی یدل علی ذلك قوله علیه السلام

ایمان ایسی ہی شخص کا جاتا رہتا ہی جسکی دل مین کچہہ فساد ہوتا ہی اور گناہون پر جارہتا ہی اس مدعا پر یہہ حدیث دلالت کرتی ہی

المعاصی برید الکفر فان الاصرار علی الصغائر یفضی الی الکبائر والاستمرار علیها یؤدی الی الکفر یشیر الی هذا

کہ گناہ کفر کی ایلچی ہوتی ہین کیونکہ گناہ صغیرہ پر اڑجانا کبیرہ ہوتا ہی اور کبیرہ گناہ پہ اڑی رہنا کفر تک پہنچا دیتا ہی اس آیت سی معلوم ہوتا ہی

قوله تعالی فی حق الیهود وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

جو یہود کی حق مین وارد ہی اور ڈالی او پر ذلت اور محتاجی اور کمائی غصہ اللہ کا یہہ اوسپر کہ وہ

كَانُوا يَكْفُرُونَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ فانه

تہی نہ مانتی حکم اللہ کی اور خون کرتی نبیون کا ناحق یہہ اس سی کہ بیحکم تہی اور حد پر نہ رہتی تہی اللہ تعالی نی

تعالی بیّن فی هذه الایة ان العصیان والعدوان جرهم الی الکفر وقتل الانبیاء وحکایة مثل ذلك فی

اس آیت مین یہہ بیان فرمایا کہ گناہ اور سرکشی اونکو کفر کی طرف اور قتل انبیاء کی طرف کہینچ لائی اور ایسی حکایت بیان کرنی

کتابه لطف منه بنبیه وامته بیسمعوه ویحترزوا عنه فانه علیه السلام لما کان خیر الخلق افضلهم

اپنی کتاب مین اللہ کی مہربانی ہی اپنی نبی پر اور اوسکی امت پر تاکہ سنکر ایسی حال سی بچتی رہین کیونکہ نبی علیہ السلام جو تمام بنی آدم سی بہتر اور افضل ہین

کان امته خیر الامم وافضلهم فلا ینبغی لمن کان من خیر الامم وانتسب الی خیر الخلق ان یرضی لنفسه

تو اونکی امت بہی تمام امتونسی بہتر اور افضل ہی ہرگز لایق نہین ہی کہ کوئی شخص افضل امت مین ہوکر اور بہترین خلق کی طرف منسوب ہوکر پہر وہ پسند کری

ان یکون من شر الناس بارتکاب المعاصی بل ینبغی له ان یسعی فی اصلاح نفسه بالایمان والعمل

کہ تمام لوگون مین بدتر ہوجاوی گناہ اختیار کرکر بلکہ اوسکو یہہ لایق ہی کہ کوشش کرکر اپنی حال کو ایمان اور نیک عمل سی درست کری

الصالح حتی یکون من خیر الناس کما قال الله تعالی اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ

تاکہ اچہی لوگون مین داخل ہووی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی وہ لوگ جو یقین لائی اور کئی بہلی کام وہ ہی لوگ

خَيْرُ الْبَرِيَّةِ وقال النبی علیه السلام خیر الناس من طال عمره وحسن عمله وشر الناس من طال عمره

بہتر سب خلق کی اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی سب آدمیونسی اچہا وہ شخص جسکی عمر دراز ہو اور اعمال اوسکی نیک ہون اور بد آدمیونسی وہ ہی جسکی عمر بڑی ہو

وساء عمله وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال خیرکم من یرجی خیره ویؤمن شره وشرکم من لا یرجی

اور اعمال بد ہون اور ایک اور حدیث مین ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا تم مین سی بہتر وہ ہی جس سی بہلائی کی امید ہو اور برائی کا اندیشہ نہو اور تم مین سی بدوہی

خیره ولا یؤمن شره وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال شر الناس عند الله منزلة من ترکه الناس

جس سی بہلائی کی امید نہو اور برائی کا اندیشہ ہو اور ایک اور حدیث مین ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا بدتر آدمیون مین اللہ کی نزدیک مرتبہ مین وہ ہی جسکو چہوڑدین لوگ

اتقاء شره وفی روایة اتقاء فحشه وروی ان اعمال الامة تعرض علی نبیها فی البرزخ فلیستحی العبد ان

بدی کی بچنی کو اور ایک روایت مین بدزبانی سی بچنی کو اور روایت ہی کہ ہر امت کی عمل اوسکی نبی پر عالم برزخ مین پیش ہوتی ہین سو شرم کرنی چاہی آدمی کو

یعرض علی نبیه من عمله ما نهاه عنه وقیل من اذنب ذنبا فجمیع الخلائق من الانس والدواب والوحش

کہ اوسکی نبی کی سامنی اوسکا وہ عمل پیش ہو جس سی اوسکو منع کیا ہو اور کہتی ہین جب کوئی شخص گناہ کرتا ہی تو تمام خلقت انسان اور چوپایہ اور جنگل کی جانور

والطیور والذر خصماؤه یوم القیمة لانه تعالی یمنع المطر بشوم المعصیة فیتضرر بذلك اهل البر

اور پرندہ اور چیونٹیان قیامت کی روز اوسکی دشمن ہونگی اسلئی کہ اللہ تعالی مینہہ بند کردیتا ہی گناہ کی نحوست سی اس لئی تمام خشکی اور

لبحر جميعا فعلى المؤمن ان يحترز عن جميع المعاصي يسرنا الله الاحتراز عنها المجلس الخامس
ری والوں کو نقصان ہوتا ہی پس مومن کو لازم ہی کہ تمام گناہوں سی پرہیز کرے ہمکا الٰہی ہمپر آسان کر بچنا گناہوں سی　پندرہوین مجلس
عشر في بيان ان كل مولود يولد على فطرة الاسلام قال رسول الله صلى الله عليه
اس بیان مین کہ ہر بچہ پیدا ہوتا ہی اسلام کی طریقہ پر　فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ما من مولود الا يولد على الفطرة فابواه يهودانه وينصرانه ويمجسانه كما تنتج البهيمة
وسلم نی جو بچہ ہی سو پیدا ہوتا ہی اوپر طریقہ اسلام کی پہر ماباپ اوسکو یہودی کر دیتی ہین اور نصرانی کر دیتی ہی اور مجوسی کر دیتی ہین جیسی چوپایہ پورا جنا
بهيمة جمعاء هل تجدون فيها من جدعاء حتى تكونوا انتم تجدعونها ثم قال فطرة الله التي فطر
جنتا ہی　آیا اسمین کوئی کان ناک کٹا ہی ہوتا ہی　آخر تم اوسکی کان ناک کاٹ دیتی ہو　پہر فرمایا وہی تراش اللہ کی
الناس عليها هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة ومعناه ان كل مولود من البشر لا يولد الا
جسپر تراشا لوگوں کو یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی　ابو ہریرہ کی روایت سی اسکی معنی یہہ ہین کہ ہر ایک بچہ آدمی کا درست شکل اور ایسی ہیئت پر
على الجبلة السليمة والهيئة المستعدة لمعرفة الله تعالى والتميز بين الحق والباطل بما ركب فيه من
پیدا ہوتا ہی کہ استعداد معرفت الٰہی کی　اور فرق کر سکی　حق　اور باطل مین رکہتا ہو　بزور اوس عقل
العقل القويم والوضع المستقيم ولو لم يعترضه من الخارج آفة من فساد التربية وتقليد الابوين و
درست　اور وضع راست کی جو اوسمین پیدا کی ہی اگر اوسکو پیش آتا اوپری پرورش کا فساد اور اطاعت ماباپ کی　اور
الانهماك في الشهوات ونحو ذلك من الآفات لصرف فطرته الى ما نصب لمعرفة الله تعالى من الدلائل
کہپ جانا برا ہوس مین　اور مانند اسکی اور آفتین تو البتہ وہ اپنی اصل طبیعت کو دلایل قایم کرنی مین واسطی معرفت الٰہی کی صرف کرتا
واستدل بها على وجوده تعالى وقدمه وكونه واحدا متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة وسائر ما
اور استدلال کرتا　اللہ تعالی کی وجود اور قدم پر　اور وحدت پر کہ موصوف ہی قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات سی　اور تمام اور صفات سی
يليق به من الصفات لكن يصده عن ذلك ما ذكر من الآفات كما ان البهيمة تولد سوية الاطراف سليمة من
جو اوسکو سزاوار ہین　پر اوسکو روک دیتی ہین یہہ آفات مذکورہ　جیسی چوپایہ کا بچہ　ہاتہ پاوں سی سالم پیدا ہوتا ہی
الجدع الذي هو قطع الانف والاذن والشفة فلو لم يتعرض الناس لها بالكي وقطع شئ مما ذكر لبقيت سليمة
اور بچا ہوا جدع سی کہ اوسکی معنی کتر دینا ناک اور کان اور لب کا　پس اگر آدمی اوس بچہ کو داغ دینی　اور کچہ ناک کان لب نہ کاٹتی تو اچہا بھلا چنگا
كما كانت فانه عليه السلام شبه ولادة الطفل على الفطرة السليمة بولادة البهيمة سليمة غير ان المراد
رہتا جیسا پیدا ہوا تہا پہر علیہ السلام نی آدمی کی بچہ کی پیدایش کو　اوپر طبیعت درست کی تشابہ فرمایا ہی ساتہ پیدایش پوری بچہ چوپایہ کی اتنا ہی فرق ہی کہ مراد
بالسلامة في البهيمة سلامتها عن العيوب الظاهرة وفي الطفل سلامة عن العيوب المعنوية المانعة عن
سلامتی سی چوپایہ کی بچہ مین سلامتی ظاہر کی عیبوں سی ہی　اور آدمی کی بچہ میں مراد سلامتی معنوی عیبوں سی ہی　جو معرفت الٰہی سی روک دین
معرفة الله تعالى وقبول امره ونهيه ثم انه عليه السلام بعدما بين ان الناس كلهم يولدون على الفطرة
اور امر اور نہی قبول کرنی سی باز رکہیں پہر پیغمبر خدا نی بعد اس بیان کی　کہ آدمی تمام ساری　درست طبیعت پر پیدا ہوتی ہین
التي هي الاستعداد القابل لمعرفة الله تعالى والتميز بين الحق والباطل بما ركب فيهم من العقول حثهم
کہ وہ استعداد قابل معرفت الٰہی کی　اور تمیز درمیان حق اور باطل کی ہی　عقل کی زور سی جو اونکی اندر رکہی گئی ہی اونکو رغبت دی
عليها فقال على طريق الاقتباس فطرة الله التي فطر الناس عليها فانه في قوة ان يقال الزموا فطرة الله
سو فرمایا بطور صنعت اقتباس کی　تراش اللہ کی جسپر تراشا　آدمیوں کو　پس یہہ قطعہ بمنزلہ اس قول کی ہی ای ذمہ پر لازم پکڑو

التي هي الاستعداد القابل لمعرفة الله تعالى والتميز بين الحق والباطل فعلى هذا كان الواجب على كل
فطرت اسکی استعداد ہی قابل معرفت الہی کی اور تمیز کی درمیاں حق اور باطل کی اس تقریر کی موافق ہر
مكلف ان لا يضيع تلك الفطرة بل ينبغي له ان يستعملها في تحصيل معرفة الله تعالى والتميز بين الحق
مکلف پر واجب ہی کہ اس فطرت کو ضایع نہ کری بلکہ اوسکو لایق ہی کہ اوس فطرت کو معرفت الہی میں اور تمیز کرنی میں درمیان حق
والباطل وليس المراد بمعرفة الله تعالى معرفة ذاته تعالى لان ذاته تعالى ليست معلومة للبشر بل المراد
اور باطل کی استعمال کری اور معرفت الہی سی مراد معرفت ذات الہی کی نہیں ہی اسلیے کہ ذات الہی کسی بشر کو معلوم نہیں ہی بلکہ مراد
بها معرفة صفاته وصفاته نوعان سلبية وثبوتية اما السلبية فتنزيهه تعالى عن جميع ما لا يليق
معرفت صفات الہی کی ہی اور صفات الہی دو قسم پر ہیں سلبی یعنی نفی کرنی کی اور ثبوتی صفات سلبی تو اللہ تعالی کا بری ہونا تمام ایسی صفات سی جو اوس کی لایق
به مما يشعر بالاحتياج والنقصان واما الثبوتية فهي قسمان القسم الاول الصفات التي يتوقف عليها افعاله
نہیں جن صفات سی حاجت مندی اور نقصان لازم آوی اور ثبوتی کی دو قسم ہیں پہلی قسم وہ صفات جن پر افعال الہی موقوف ہیں یعنی قدرت
وهي القدرة والارادة والعلم والحيوة والقسم الثاني الصفات التي لا يتوقف عليها افعاله وهي السمع والبصر
اور ارادہ اور علم اور حیات اور دوسری قسم وہ صفات ہیں جن پر افعال الہی موقوف نہیں ہیں یعنی سمع اور بصر
والكلام وتحقيق ذلك انه تعالى ليس محسوسا كالشمس والقمر حتى يعلم وجوده بالحس وليس العلم بوجوده
اور کلام اور تحقیق اسکی یہہ ہی کہ اللہ تعالی کی ذات محسوس نہیں ہی جیسی آفتاب اور مہتاب تاکہ اوسکا وجود دیکھ کر معلوم کرلیں اور نہ اوسکا وجود بدیہی کا
ضروريا كالعلم بكون الواحد نصف الاثنين حتى يعلم وجوده بالضرورة بل انما يعلم وجوده بالدليل
جیسی ہم ایک عدد کو دو کا آدھا جانتی ہیں تاکہ اوسکا وجود بداہت سی معلوم ہو بلکہ اوسکی وجود کا علم دلیل سی حاصل ہوتا ہی
وذلك الدليل حدوث العالم وبيان حدوثه انه اعيان واعراض والمراد بالاعيان الاجرام القائمة
اور وہ دلیل عالم کا حادث ہونا ہی عالم کی حدوث کی دلیل یہہ ہی کہ عالم یا تو اعیان ہیں یا اعراض ہیں اعیان سی مراد اجسام ہیں جو اپنی آپ
بذواتها والمراد بالاعراض الصفات التي لا تقوم بذواتها بل تقوم بالاجرام وتلزمها ولا ينفك عنها وكل
بی سہارہ قایم ہیں اور اعراض سی مراد وہ صفات ہیں جو اپنی ذات میں بی سہاری قایم نہیں ہوتی بلکہ اجسام کی ساتھہ قایم ہوتی ہیں اجسام کی ساتھہ رہتی ہیں
منهما حادث اما الاعراض فحدوث بعضها يعلم بالمشاهدة كالحركة بعد السكون والضوء بعد الظلمة
یہہ دونو حادث ہیں اعراض میں سی بعضوں کا حدوث تو مشاہدہ سی معلوم ہوتا ہی جیسی حرکت بعد سکون کی اور روشنی بعد اندھیری کی
والسواد بعد البياض وحدوث بعضها يعلم بالدليل وهو طريان العدم كما في اضدادها ذكرنا واما
اور سیاہی بعد سفیدی کی اور بعضوں کا حدوث دلیل سی معلوم ہوتا ہی اور وہ آجانا عدم کا جیسی اونکی ضدوں میں اور
الاجرام فدليل حدوثها انها لا تخلو عن الحوادث وكل ما لا يخلو عن الحوادث فهو حادث اما عدم
اجسام کی حدوث کی دلیل یہہ ہی کہ اجسام حوادث سی کبھی خالی نہیں ہوتی اور جو چیز حوادث سی خالی نہو سو وہ حادث ہوتی ہی
خلوها عن الحوادث فلانها لا تخلو عن الحركة والسكون وهو ظاهر مدرك بالبديهة والاضطرار
اجسام کا حوادث سی خالی نہونا تو اسلیے ہی کہ حرکت اور سکون سی خالی نہیں ہوتی اور یہہ ظاہر بدیہی بضرورت نظر آتا ہی
فلا يحتاج فيه الى تامل وافتكار والحركة والسكون حادثان يدل على حدوثهما تعاقبهما وانقضاء
اسمین کچھ تامل اور فکر کی حاجت نہیں ہی اور حرکت اور سکون دونو حادث ہیں انکا حدوث انکی آگی پیچھی پیدا ہونی سی ثابت ہی اور
كل منهما عند وجود الاخر وذلك مشاهد في بعض الاجرام وما لم يشاهد فيه ذلك فما من ساكن الا
ایک گذر جاتا ہی جب دوسرا پیدا ہوتا ہی اور یہہ حال بعض اجسام میں تو نظر آتا ہی اور جن اجسام میں یہہ مشاہدہ نہیں ہوتا تو یہہ دلیل ہی کہ ہر ساکن کا

والعقل یقضی بجواز حرکته وما من متحرک الا والعقل یقتضی بجواز سکونه فالطاری منهما حادث

عقل اوسکو متحرک تجویز کرتی ہی　اور جو متحرک ہی اوسکو عقل ساکن تجویز کرتی ہی　پس جو حرکت اور سکون ان مین سی اب پیدا ہوگا وہ حادث ہی

بطریانه والسابق حادث اذ لو کان قدیما لاستحال عدمه واما کون ما لا یخلو عن الحوادث حادثا

کہ اب پیدا ہوا اور پہلا بھی حادث ہوگا　اسواسطی کہ اگر قدیم ہوتا　تو اوسکا عدم محال ہوتا کبھی نہو سکتا　اور جو چیز حوادث سی خالی نہو تو وہ اسلئی حادث ہوتی ہی

فلانه لو لم یکن حادثا لکان قدیما ثابتا فی الازل فیلزم ثبوت الحادث فی الازل وهو محال اذ یلزم

کہ اگر وہ حادث نہو تو پہر بیشک قدیم اور ازل مین ثابت ہوگی　اس سی لازم آتا ہی ثبوت حوادث کا ازل مین　اور یہہ محال ہی کیونکہ لازم آتا ہی

ان یکون قبل کل حادث حوادث مرتبة لا اول لها کما یقول الفلاسفة فی حرکات الافلاک واشخاص

کہ ہر حادث سی پہلی حوادث مرتب موجود ہون　جنکا ابتدا نہکلی　جیسی فلاسفہ یونان　حرکات افلاک اور اشخاص

الحیوانات وغیرها فانهم ومن تبعهم ممن ینسب نفسه الی الاسلام ولیس له منه نصیب قالوا ان العالم

حیوانات وغیرہ مین قائل ہین تمام فلاسفہ اور جو اونکی تابع ہی کہ اپنی تئین اسلام کی طرف نسبت کرتا ہی اور اوسکو اسلام سی کچھ نصیب نہین کہتی ہین کہ عالم

العلوی قدیم بذاته وصفاته الا الحرکات فانها حادثة باشخاصها قدیمة بانواعها فلا حرکة الا

علوی یعنی افلاک اپنی ذات اور صفات مین قدیم ہی مگر حرکات فلکی جزئیات البتہ حادث ہین　اور انواع کلیہ قدیم ہین پس جو حرکت ہی

وقبلها حرکة لا الی اول واما العالم السفلی الذی هو عالم الکون والفساد وهو ما تحت فلک القمر فقالوا

اوس سی پہلی حرکت ہی بی انتہا　اور عالم سفلی یعنی ارضی جسکو عالم کون وفساد کہتی ہین یعنی فلک قمر کی نیچی اسمین یہہ قول ہی

ان هیولاه قدیمة وکل ما فیه من الصور والاعراض حادثة باشخاصها قدیمة بانواعها فلا ولد الا

کہ اسکا مادہ تو قدیم ہی　اور تمام صورتین　اور اعراض جو جو اوسمین موجود ہین جزی جزی حادث ہین　اور باعتبار اپنی نوع کی قدیم ہین یعنی جو بچہ ہی

من والد ولا بیضة الا من دجاجة ولا دجاجة الا من بیضة ولا زرع الا من بزر وهکذا الی غیر النهایة

سو باپ سی　اور جو انڈا ہی سو مرغی سی　اور جو مرغی ہی　سو انڈی سی　اور جو کہیتی ہی سو بیج سی　اسی طور غیر نہایت تک -

فیلزم علی قولهم ان یوجد حوادث لا اول لها اذ ما من حادث علی قولهم الا وقبله حادث لا الی اول و

پس اکی قول پر لازم آتا ہی کہ اتنی حوادث موجود ہون جنکا ابتدا نملی اسلئی کہ انکی قول پر جو حادث ہی اوسکی پہلی حادث ہی بی انتہا اور

علی تقدیر وجود الحادث لا اول لها یلزم ان یکون قبل کل حادث من حرکات الافلاک واشخاص الحیوانات

اوپر تقدیر حوادث غیر متناہی کی　لازم آتا ہی کہ پہلی ہر ہر حادث حرکات فلکی　اور اشخاص حیوانات وغیرہ کی

وغیرها حوادث مرتبة لا اول لها فما لم ینقض تلک الحوادث بجملتها لا تنتهی النوبة الی وجود الحادث

حوادث غیر متناہی مرتب موجود ہون　اور جبتک وہ سب کی سب حوادث نگذر چکین گی تو نوبت پیدا ہونی اس حادث کی جو حال مین موجود ہی نہین

الحاضر لان الحرکة الیومیة وجودها مشروط بانقضاء ما قبلها وکذلک الحرکة التی قبلها وجودها

آویگی اسلئی کہ حرکت　آج کی　بیدن گذر چکنی تمام پہلی حرکات کی نہین ہو سکتی　اور ایسی ہی وہ حرکت جو اس سی پہلی ہی وہ بہی بدون گذر چکنی پہلی

مشروطة بمثل ذلک وهلم جرا وانقضاء ما لا اول لها محال بیانه انک اذا لاحظت الحادث الحاضر

حرکات کی نہین ہو سکتی　اسی طور کہینچی جا　اور تمام ہو چکنا غیر متناہی کا محال ہی اسکا بیان یہہ ہی کہ جب تو خیال کری حادث حاضر یعنی موجود کو

ثم انتقلت منه الی ما قبله ولاحظته وهلم جرا علی الترتیب لا تقضی الی نهایة حتی تجد طریقا

پہر تو خیال کری اوس سی پہلی کو　اور اسیطرح ترتیب سی　تو کبھی تو انتہا کو نہین پہنچیگا　تا کہ طریقہ پیدایش

الی وجود الحادث الحاضر فیلزم ان یکون وجود الحادث الحاضر محالا لکن وجود الحادث الحاضر ثابت

اس حادث موجود کا ہاتھ آوی　اس سی لازم آتا ہی کہ پیدایش اس حادث موجود کی محال ہو　لیکن وجود حادث موجود کا تو ظاہر ثابت ہی

فيبطل وجود حوادث لا اول لها فاذا بطل وجود حوادث لا اول لها بطل كون ما لا يخلو عن الحوادث

پس باطل ہوا وجود حوادث غیر متناہی کا پھر جب وجود حوادث غیر متناہی کا باطل ہوا تو ان اجسام کا جو حوادث سے خالی نہیں ہیں

قديما ثابتا في الازل فاذا بطل كونه قديما ثابتا في الازل يثبت كونه حادثا فاذا ثبت كونه حادثا

قدیم اور ازل میں ثابت ہونا بھی باطل ہوا پھر جب اونکا قدیم اور ازل میں ثابت ہونا باطل ہوا تو اونکا حادث ہونا ثابت ہوا جب اونکا حادث ہونا ثابت ہوا

لثبت كون العالم بجميع اجزائه من السموات وما فيها ومن الارض وما عليها حادثا محتاجا الى

تو پھر یہہ ثابت ہوا کہ عالم معہ تمام اجزا کے آسمان اور جو اونکے اندر ہیں اور زمین اور جو اونکے اوپر ہیں سب حادث اور محدث یعنی پیدا کرنیوالیکا محتاج

محدث يخرجه من العدم الى الوجود وذلك المحدث يلزم ان يكون قديما واحدا متصفا بالقدرة

کہ اوسکو عدم سے پیدا کرے اور وہ محدث ضرور ہیکہ قدیم اور واحد اور صاحب قدرت

والارادة والعلم والحيوة لانه لو لم يكن قديما بل كان حادثا لكان محتاجا الى محدث فيلزم الدور

اور صاحب ارادہ اور علیم اور حی ہو اسلئے کہ اگر قدیم نہیں ہوگا بلکہ حادث ہو تو بیشک محدث کا محتاج ہوگا پھر یا تو دور لازم آویگا

او التسلسل الذي هو وجود حوادث لا اول لها وكلاهما محال ولو لم يكن واحدا بل كان اكثر من واحد

یا تسلسل جسمیں وجود حوادث غیر متناہی کا ہی اور یہہ دونو محال ہیں اور اگر واحد نہو بلکہ ایک سے زیادہ ہو

لوقع بينهما التمانع الموجب لعدم وجود العالم ولو لم يكن متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة

تو بیشک اون دونوں میں روک ٹوک واقع ہوگی جس سے وجود عالم کا پیدا ہوسکے اور اگر اوسمیں قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات نہو

لكان عاجزا عن ايجاد شيء من العالم لان الايجاد اثر القدرة وتاثير القدرة في شيء من الاشياء

تو ایسا عاجز ہوگا کہ عالم میں سے کچھ پیدا نکرسکی اسلئے کہ ایجاد قدرت کا اثر ہوتا ہی اور قدرت کا اثر کسی شی میں

يقتضي ارادة ذلك الشيء وارادة ذلك الشيء يقتضي العلم به لان القصد الى ايجاد شيء مع عدم العلم

بدون ارادہ اوس شی کی نہیں ہوسکتا اور ارادہ اوس شی کا بدون علم اوس شی کی نہیں ہوسکتا اسلئے کہ قصد کسی شی کی ایجاد کا بے سمجھی بوجھی

به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلث يقتضي الحيوة لكونها شرطا فيها فعلى هذا يكون وجود

نہیں ہوسکتا اور یہہ تینوں صفتیں بدون حیات کے نہیں ہوسکتیں کیونکہ حیات اونمیں شرط ہی اس بیان کی موافق وجود

العالم بل وجود كل ذرة من ذراته دليلا قطعيا على وجوده تعالى وكونه قديما واحدا متصفا

عالم کا بلکہ وجود ہر ہر ذرہ کا یقینی دلیل ہی باری تعالی کی وجود پر اور اوسکی قدامت اور وحدت

بهذه الصفات الاربع ولهذا كان بعض اهل النظر يقولون استدلالا بالاثر على المؤثر ما راينا شيئا

اور چاروں صفتوں کی اتصاف پر اسی لئے بعضی صاحب نظر اثر سے مؤثر پر استدلال کرکر یہہ کہتی ہیں کہ ہمنی جو کوئی شی دیکھی

الا راينا الله بعده فان كل ذرة من ذرات العالم من حيث حدوثها وافتقارها الى من يوجدها

اوسکی ساتھہ ہی اللہ کو دیکھا بیشک ہر ہر ذرہ عالم میں سے باعتبار حدوث کی اپنی موجد کا محتاج ہوکر ہمیشہ زبان حال سے

لا تزال تتكلم بكلام لا حرف فيه ولا صوت ان لها موجدا قديما واحدا متصفا بالقدرة والارادة

یہہ کلام کرتا ہی جسمیں نہ کوئی حرف ہی اور نہ آواز کہ ہمارا موجد قدیم واحد صاحب قدرت اور صاحب ارادہ ہی

والعلم والحيوة وسائر ما يليق به من الصفات يسمع كلامها السامعون ولا يسمعها الذين هم عن السمع

اور علم اور حیات والا اور تمام صفات والا جو اوسکی لائق ہیں اونکی کلام سننی والی سب سنتی ہیں وہ نہیں سنتی جنکی سماعت بیکار رہی

لمعزولون والمراد من السمع السمع الباطن الذي يسمع به كلام ليس بحرف ولا صوت ولا عربي ولا عجمي

اور مراد سماعت سی سماعت باطنی ہی جس سی وہ کلام سنی جاتی ہی جسمیں نہ حرف ہو نہ آواز نہ عربی ہو نہ عجمی

لا السمع الظاهر الذي لا يسمع غير الاصوات وتشارك فيه البهائم الانسان اذ لا تدرك الشيء تشارك فيه البهائم
ظاہری مراد نہین ہی جس سی سواء آواز کی کچھ نہین معلوم ہوتا اور اسمین جانور اور انسان برابر ہین اس لئی کہ اوس شئ مین کیا خوبی ہی جسمین جانور

الانسان والحاصل ان المكلف لا يعرف من صفاته تعالى بالعقل الا ما دل عليه افعاله تعالى فما لم يدل
اور انسان یکسان ہوں حاصل یہہ ہی کہ آدمی صفات الٰہی مین سی بزور عقل وہ ہی معلوم کرسکتا ہی جسپر اوسکی افعال دلالت کرتی ہین اور جن صفات پر

عليه افعاله كالسمع والبصر والكلام فقد يستدل على ثبوتها له تعالى تارة بالعقل وتارة بالنقل
اوسکی افعال دلالت نہین کرتی جیسی سمع اور بصر اور کلام تو انکی ثبوت پر کبھی استدلال عقلی کیا جاتا ہی اور کبھی نقلی

اما وجه الاستدلال على ثبوتها له تعالى بالعقل فهو انها صفات كمال واضدادها صفات نقصان
استدلال عقلی ان صفات کی ثبوت پر واسطی اللہ تعالی کی یہہ ہی کہ یہہ صفات کمالیہ ہین اور انکی ضد ہی صفات نقصان ہین

واتصافه تعالى بصفات الكمال وعدم اتصافه بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه تعالى
اور موصوف ہونا اللہ تعالی کا صفات کمالیہ سی اور بری ہونا صفات نقصان سی واجب ہی اس سی واجب ہوا موصوف ہونا اللہ تعالی کا

بتلك الصفات واما وجه الاستدلال على ثبوتها له بالنقل فهو ان الشرع قد ورد بثبوتها له تعالى
ان صفات سی اور استدلال نقلی ان صفات کی ثبوت پر واسطی اللہ تعالی کی یہہ ہی کہ شرع سی انکا وجود واسطی اللہ تعالی کی ثابت ہی

فوجب القطع بثبوتها له تعالى ودليل النقل في هذه المسئلة اقوى من دليل العقل لان تلك الصفات
سو واجب ہوا یقین کرنا انکی ثبوت کا واسطی اللہ تعالی کی اور نقلی دلیل اس مسئلہ مین دلیل عقلی سی بہت بہتر ہی اسلئی کہ اون صفات پر

لا يتوقف عليها افعاله تعالى حتى يستدل بها على ثبوتها له تعالى وذاته تعالى لم يكن معلوما لاحد
افعال الٰہی موقوف نہین ہین تا کہ افعال سی انکی ثبوت پر استدلال کیا جاوی اور اوسکی ذات کسیکو معلوم نہین ہی

حتى يعلم انها في حقه تعالى كمال يجب اتصافه بها حتى لو لم يتصف بها يلزم ان يتصف باضدادها
تا کہ معلوم ہو کہ یہہ صفات اللہ تعالی کی واسطی کمالیہ ہین موصوف ہونا ضرور چاہی اگر ان صفات سی موصوف نہوگا تو انکی اضداد سی موصوف ہوگا

وما ذكر من كونها كمالا انما هو بالنسبة الينا ولا يلزم من كون الشيء بالنسبة الينا كمالا ان يكون
اور کمالیہ ہونا ان صفات کا البتہ ہماری حق مین ہی اور یہہ کچھ لازم نہین ہی کہ جو شئ ہماری حق مین کمالیہ ہو

في حقه تعالى كمالا الا ترى ان اللذة والالم مع كونهما كمالا بالنسبة الينا ممتنعان على الله تعالى
وہ بنسبت ذات باری کی بھی کمالیہ ہو کیا تجھی نظر نہین آتا کہ لذت اور الم ہماری حق مین کمال ہین مگر بہ نسبت اللہ تعالی کی محال ہین

لكونهما من عوارض الاجسام فعلى هذا يلزم في اثبات تلك الصفات له تعالى التمسك بالنقل
اسواسطی کہ یہہ کیفیت جسمانیہ ہین اس بیان کی موافق ان صفات کی ثبوت کیواسطی متمسک نقلی دلیل کا چاہی

عن الانبياء الذين ثبتت نبوة كل واحد منهم بالمعجزة القائمة مقام قوله تعالى صدق عبدي في
انبیاء سی جنکی نبوت معجزہ سی ثابت ہی جو قایم مقام ارشاد الٰہی کی ہو کہ میرا بندہ سچ کہتا ہی

كل ما يبلغ عني سواء كان تبليغه بقوله او فعله او سكوته لان المعجزة تصديق فعلي من الله تعالى
جو جو میری طرف سی حکم بیان کرتا ہی برابر ہی کہ وہ تبلیغ قول سی ہو یا فعل سی ہو یا خاموشی سی ہو اسلئی کہ معجزہ اللہ تعالی کیطرف سی فعلی تصدیق ہی

لرسوله لكونها فعلا من افعاله تعالى خارقا للعادة منزلا منزلة صريح القول في تصديق رسوله
اپنی رسول کی کیونکہ معجزہ ایک فعل ہی افعال الٰہی سی برخلاف عادت قایم مقام صاف ارشاد کی اپنی رسول کی تصدیق مین

في دعوى الرسالة فانه تعالى لما خلق امرا خارقا للعادة على يده عند ادعائه الرسالة صار كانه
واسطی رسالت کی دعوی مین بیشک اللہ تعالی نی جب ایک امر خلاف عادت اپنی رسول کی ہاتھہ پر رسالت کی دعوی کی وقت پیدا کیا تو گویا

قال صدق رسولی فی کل ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغه بقوله او فعله او سکوته مثال ذلک کما
یہہ ارشاد کیا میرا رسول سچ کہتا ہی جو جو حکم میری طرف سی پہنچاتا ہی برابر ہی کہ وہ تبلیغ کی قول سی ہو یا فعل سی ہو یا خاموشی سی اسکی مثال موافق
ذکره العلماء ان رجلا اذا قام فی مجلس ملک بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملک بعثنی الیکم
بیان علماء کی یہہ ہی کہ جب ایک شخص بادشاہ کی دربار میں روبرو ایک جماعت کی کہڑا ہو کر یہہ کہی کہ میں اس بادشاہ کا سفیر ہوں مجھکو تمہاری پاس
بکذا وکذا من التکالیف فطلبوا منه حجة یدل علی صدقه فقال اٰیة صدقی ان اطلب من
فلانا فلانا حکم دیکر بہیجا ہی اس جماعت نی اوس سی سند طلب کی جس سی اوسکی صداقت معلوم ہو اوس شخص نی کہا میری صداقت کا نشان یہہ ہی کہ میں بادشاہ
الملک ان یخالف عادته ویقوم من مقامه ویقعد ثلث مرات فیفعل الملک ذلک بطلبه فلاریب
کہتا ہوں کہ میری کہنی سی اپنی عادت کی خلاف تین بار کہڑا ہو اور بیٹھ جاوی پہر بادشاہ اسکی کہنی سی وہ ہی کری تو بیشک
ان ذلک الفعل من الملک قائم مقام قوله صدق هذا الرجل فی کل ما یبلغ عنی ومفید للعلم الضروری
یہہ حرکت بادشاہ کی قایم مقام اس بات کی ہی کہ یہہ شخص سچ کہتا ہی جو جو حکم میری طرف سی بیان کرتا ہی اس سی علم بدیہی
بصدقه لمن شاهد ذلک الفعل من الملک ولمن لم یشاهده بل وصل الیه خبره بالتواتر ولاشک
اوسکی صداقت کا حاصل ہوگا جو جو یہہ حرکت بادشاہ کی دیکہیگا اور جسکو دیکہنا میسر نہیں ہوگا بلکہ اوسکو متواتر خبر اسکی پہنچی گی اور اسمیں شک نہی
ان هذا المثال مطابق لحال الرسل علیهم الصلوٰة والسلام فی افادة معجزتهم العلم الضروری
کہ یہہ مثال رسل علیہم السلام کی حال سی خوب مطابق ہی اس بات میں کہ اونکی معجزہ سی علم بدیہی اونکی صداقت کا حاصل ہوتا ہی جو جو کہ اونکا معجزہ
بصدقهم لمن شاهدها ولمن لم یشاهدها بل وصل الیه خبرها بالتواتر فاذا ثبت صدقهم
دیکہتی ہیں اور جو نہیں دیکہتی بلکہ اوسکو متواتر خبر ملتی ہی جب انبیا کا صدق ثابت ہوا
یجب الایمان بهم ولا یحصل الایمان بهم الا بمعرفة ما یجب فی حقهم وما یستحیل علیهم وما یجوز
تو اونپر ایمان لانا واجب ہوا اور اونپر ایمان لانا معتبر نہیں ہوتا بدون دریافت کرنی اون احوال کی جو اونکی حق میں واجب ہیں اونپر محال ہی اور جو اونپر
لهم فما یجب فی حقهم الصدق والامانة وتبلیغ ما امروا بتبلیغه وما یستحیل علیهم اضداد هذه
جایز ہی سو جو واجب ہی اونکی حق میں واجب ہیں صدق اور امانت اور تبلیغ امر معروف کی اور جو اونپر محال ہی ضدیں ان صفتوں کی
الصفات وهی الکذب والخیانة وکتمان ما امروا بتبلیغه وما یجوز لهم الاعراض البشریة التی لا تؤدی
یعنی جہوٹ اور خیانت اور چہپانا امر معروف کا اور جو اونکی حق میں جایز ہی حالات بشری جس سی اونکی بلند مرتبہ میں
الی نقص فی مراتبهم کالمرض ونحوه اما وجوب الصدق فی حقهم واستحالة الکذب علیهم فلان معجزتهم
نقصان عاید ہو جیسی بیماری اور مانند اسکی اور واجب ہونا صدق کا اونکی حق میں اور محال ہونا جہوٹ کا اسلئی ہی کہ انکا معجزہ
قد دلت علی صدقهم فلو جاز لهم الکذب لادی الی ابطال دلالة المعجزة علی الصدق وهو محال واما
انکی صداقت کی دلیل ہی پس اگر اونکو جہوٹ بولنا بہی جایز رہی تو اس سی دلالت معجزہ کی جو صدق پر تہی باطل ہو جاویگی اور یہہ محال ہی اور
وجوب الامانة فی حقهم واستحالة الخیانة علیهم فلانهم لو خانوا بفعل شئ مما هو حرام او مکروه
اور واجب ہونا امانت کا اونکی حق میں اور محال ہونا خیانت کا اونپر اسواسطی کہ انبیاء اگر خیانت کریں کوئی امر حرام یا مکروہ عمل میں لاکر
لکنا مامورین باتباعهم فیه لانه تعالیٰ امر الخلق باتباعهم فی افعالهم واقوالهم وسکوتهم فلو علم الله
تو ہمکو بہی اونکی اطاعت کا اوس باب میں حکم ہوتا اسلئی کہ الله تعالیٰ نی تمام امت کو اونکی اتباع کا حکم دیا افعال اور اقوال اور سکوت میں پس اگر الله تعالیٰ کو علم میں
منهم خیانة لما امر الخلق باتباعهم فثبت بذلک انه تعالیٰ عصمهم عن فعل شئ مما هو حرام او مکروه
اونسی خیانت ہو سکتی تو ہرگز خلق کو اونکی اتباع کا حکم نہ فرماتا اس سی ثابت ہوا کہ الله تعالیٰ نی اونکو معصوم بنایا ہی تمام فعل حرام اور مکروہ سی

فلا یفعل

فلا یقع منہم لا ما ھو واجب او مندوب او مباح ھذا بالنظر الی نفس الفعل و ما بالنظر الیہم فالحق
سوا انکی وہ عمل ہوتا ہی جو واجب ہی یا مستحب ہی یا مباح ہی یہہ حال باعتبار ذات فعل کی ہی ورنہ بلحاظ ذات علیہم السلام کی حق یہہ ہی

ان افعالہم دائرۃ بین الوجوب والندب لا غیر لان المباح لا یقع منہم کما یقع من غیرہم بمقتضی الشہوۃ
کہ افعال اونکی صرف واجب ہیں یا مستحب اور کچھہ نہیں اسلئی کہ انبیا سی مباح بھی نہیں واقع ہوتا جیسی اور عوام سی باعتبار شہوت نفس کی

بل انما یقع منہم بنیۃ صالحۃ یصیر بہا عبادۃ واقل ذلک تصد التعلیم لغیرہم اذا ثبت ھذا
ہوتا ہی بلکہ ونسی اگر ہوتا ہی تو نیک نیت سی ہوتا ہی تاکہ وہ عبادت ہو جاوی اور کم سی کم بارادۂ تعلیم غیر کی واقع ہو جب یہہ بات ثابت ہوئی

فالواجب علی کل مؤمن ان یکون علی حذر عظیم ووجل شدید علی ایمانہ ان یسلب منہ بان
تو ہر ہر مؤمن پر واجب ہی کہ نہایت پرہیز کرتا رہی اور بہت خوف کرتا رہی اپنی ایمان پر مبادا اسلب نہو جا اس سبب سی

یصغی باذنہ ویلتفت بذھنہ الی خرافات ینقلہا فی حقہم کذبۃ المورخین ویتبعہم فی بعضہا بعض
کہ سنی کان لگاکر اور متوجہ ہو اپنی فکر سی اون خرافات کی طرف جو اونکی حقمیں جھوٹی مورخ بیان کرتی ہیں اور بعضی بات میں جاہل مفسر

الجہلۃ من المفسرین فانہ لقلۃ تحصیلہم وعدم تحقیقہم ربما یغترون فی ذلک بظواہر من الکتاب
بھی اونکی تابع ہو گئی ہیں یہہ لوگ بسبب کم علمی کی بی تحقیق اکثر اوقات اسباب میں کتاب اور سنت کی ظاہر معنی کی اعتبار سی اترا کر بہکتی ہیں

والسنۃ ولہذا قیل التمسک فی عقائد الایمان بمجرد ظواہر الکتب والسنۃ من غیر تفصیل
اسہی لئی کہتی ہیں کہ سند کرنی عقاید ایمان میں صرف ظاہر معنی کتاب اور سنت کی سی بدون تفصیل کی

بین ما یستحیل ظاہرہ منہما وبین ما لا یستحیل فلا خفاء فی کونہ اصلا من اصول الکفر
درمیان اون امور کی جو حقیقت میں وہ ظاہر معنی دونو کی محال ہیں یا محال نہیں ہیں سو بیشک صاف کفر اور بدعت کی جڑ ہی

والبدعۃ قال الامام السنوسی وکذا تلقی ھذا العلم من مجرد الکتب والمشائخ المصحفین والمتفقہین
امام سنوسی کہتی ہیں اور ایسی ہی مان لینا اس علم کا صرف مشایخ غلط کاروں کی کتابوں سی اور فقہا ہی بی تحقیق

بلا تحقیق واما وجوب التبلیغ فی حقہم واستحالۃ الکتمان علیہم فلانہم لو کتموا شیئا مما امروا بتبلیغہ
اور امر معروف کی تبلیغ اسلئی واجب ہی کہ اگر انبیا علیہم السلام چھپا لیتی کچھہ بھی امر معروف میں سی اور محال ہونا چھپائی کا

لکان الناس مامورین باتباعہم فی کتمان بعض ما امروا بتبلیغہ من العلم النافع لمن اضطر الیہ وکیف یتصور
تو امت کو بھی اتباع کی لئی حکم ہوتا واسطی چھپا لینی کی بعضی امر معروف کی یعنی جو علم مفید ہو حاجت مند کو اور کب تصور میں آسکتا ہی

ذلک والکتمان حرام ملعون فاعلہ بشہادۃ قولہ تعالی اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ
حال یہہ کہ چھپانا حرام ہی چھپانیوالا ملعون ہی اس آیت کی گواہی سی جو لوگ چھپاتی ہیں جو کچھہ ہمنی اتارا صاف حکم

وَالْھُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ واما جواز
اور راہ کی نشان بعد اسکی کہ ہم اونکو کہول چکی لوگوں کی واسطی کتاب میں اونکو لعنت دیتا ہی اللہ اور لعنت دیتی ہیں سب لعنت دینی والی اور

الاعراض البشریۃ لہم فلانہا لا تضر فی رسالتہم وعلو منزلتہم بل ھی مما یزید فی مراتبہم باعتبار تعظیم
حالات بشری اونکی لئی اسواسطی جایز ہیں کہ اونکی رسالت اور علو مرتبہ میں اصلا مضر نہیں ہیں بلکہ وہ حالات اونکا مرتبہ اور بڑہاتی ہیں باعتبار عظمت

اجرہم من جہۃ ما یقارنہا من طاعۃ صبرہم فانہ تعالی کان قادرا علی ایصالہ الیہم ذلک الثواب
ثواب کی جو اونکو صبر کی عبادت پر ملتا ہی بیشک اللہ تعالی قادر ہی کہ اونکو یہہ ثواب

العظیم بلا مشقۃ یلحقہم لکن تعظیم حکمتہ اختار ان یوصل الیہم ذلک الثواب مع تلک الاعراض
عظیم بی مشقت پہنچائی عنایت کرتا پر اپنی حکمت عظیمہ سی یہہ ہی پسند کیا کہ اونکو یہہ ثواب بعد اس مشقت کی عنایت ہو

رفقا بضعفاء العقول كيلا يعتقدوا فيهم الالوهية وفيها ايضا اعظم دليل على صدقهم وكونهم
واسطے نرمی کی ضعیف عقلوں پر تاکہ انبیاکو معبود نہ سمجہ لیں اور اسمین بہی ونکی صداقت کی بڑی دلیل ہی اور اسکی کہ وہ اللہ کی طرف سے بہیجی ہوئی
مبعوثين من عند الله تعالى وكون ما ظهرت على ايديهم من الخوارق مخلوقة لله تعالى من غير
آئی ہین اور معجزہ جو اون کی ہاتہ پر ظاہر ہوتی ہین وہ اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی ہین
ان يكون لهم قدرة على اختراعها اذ لو كان لهم قدرة على اختراعها لدفعوا عن انفسهم ما هو يسير
اونکو اون معجزات کی جاری کرنی مین کچہ دخل نہین ہی اسواسطے کہ اگر اونکو ان معجزات پر قدرت ہوتی تو وہ اپنی جان پر سی ادنی سی آسان کو دور کردیتی
منها من المرض والجوع والعطش والم الحر والبرد واذية الخلق ونحو ذلك وفيها ايضا فائدة عظيمة
یعنی بیماری بہوک پیاس تکلیف گرمی جاڑی کی تکلیف دہی خلق کی اور مانند اسکی اور اسمین بہی بڑا فائدہ ہی
وهي تشريع الاحكام للخلق المتعلقة بها كما عرف في شريعتنا احكام السهو في الصلوة من سهو
وہ جایز ہونا احکام کا واسطے عوام کی جو ایسی حالات سی متعلق ہین چنانچہ ہماری شریعت مین احکام سہو کی نماز مین معلوم ہوگئی
نبينا عليه السلام في الصلوة وكيفية اداء الصلوة في حال المرض والخوف من فعله عليه السلام
ہمارے نبی کی سہو کرنی سی نماز مین اور کیفیت نماز ادا کرنی کی بیماری اور خوف مین نبی علیہ السلام کی فعل سی معلوم ہوئی
وهيئة اكل الطعام وشرب الماء ونحو ذلك من اكله وشربه

المجلس السادس عشر في تحقيق السعيد والشقي وبيان اقسام الكفر وغيره

اور وضع کہانا کہانی اور پانی پینی کی اور مانند اسکی آپ کی کہانی اور پینی سی
سولوین مجلس نیکبخت اور بدبخت کی تحقیق مین اور کفر وغیرہ کی قسمین بیان کرتی ہین

قال رسول الله صلى الله عليه
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ان العبد يعمل عمل اهل النار وانه من اهل الجنة ويعمل عمل اهل الجنة وانه من اهل النار
وسلم نی بیشک بعضا بندہ عمل کرتا ہی دوزخیوں کی سی اور وہ ہوتا ہی اہل جنت سی اور عمل کرتا ہی بہشتیوں کی سی اور وہ ہوتا ہی دوزخی
وانما الاعمال بالخواتيم هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه سهل بن سعد وليس فيه دلالة
اعمال خاتمہ کیلیے معتبر ہوتی ہین یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں مین سی ہی سہل بن سعد کی روایت سی اس حدیث مین عمل
على ترك العمل بل فيه حث للعبد على مواظبة الطاعات واجتناب السيات في كل وقت من
ترک کرنیکی دلیل نہین ہی بلکہ اس حدیث مین بندہ کو واسطے دائمی طاعات کی اور گناہوں سی اجتناب پر رغبت ہے ہر ہر وقت
اوقات العمر خوفا من ان يكون ذلك الوقت اخر عمره وفيه ايضا زجر له عن العجب والفرح بالاعمال
تمام عمر اس خوف سی کہ مبادا عمر کا یہہ ہی آخری وقت ہو اور اسمین زجر بہی ہی اعمال پر تکبر اور خوش ہونی سی
لانه لا يدرى ماذا يصيبه في العاقبة اذ رب شخص يعمل عمل اهل الجنة من الايمان والطاعات وفي
اسلیے کہ ابہی کیا خبر ہی کہ عاقبت کو کیا حال ہوگا اسواسطے کہ بعضی شخص عمل بہشتیوں کی سی کرتی ہین ایمان اور عبادات اور
تقدير الله تعالى انه من اهل النار فيتحول في اخر عمره من الايمان والطاعات الى الكفر والمعاصي فيموت
تقدیر الٰہی مین وہ دوزخی ہی سو آخر عمر مین وہ ایمان اور طاعات سی کفر اور معاصی کی طرف متوجہ ہو جاویگا پہر
على الكفر والمعاصي فيدخل النار ورب شخص يعمل عمل اهل النار من الكفر والمعاصي وفي تقدير الله تعالى
کفر اور معاصی پیر مرکر دوزخ مین داخل ہوگا اور بعضی شخص عمل کرتی ہین دوزخیوں کی سی کفر اور معاصی اور تقدیر الٰہی مین
انه من اهل الجنة فيتحول في اخر عمره من الكفر والمعاصي الى الايمان والطاعات فيموت على الايمان والطاعات
وہ جنتی ہی سو وہ آخر عمر مین کفر اور معاصی سی بچکر ایمان اور طاعات کی طرف متوجہ ہو جاویگا پس ایمان اور طاعات پر مرکر

فيدخل الجنة فلذلك قال النبى عليه السلام انما الاعمال بالخواتيم يعنى ان اعمال العبد

جنت مین داخل ہوگا اسیى لئی فرمایا نبی علیہ السلام نی کہ اعمال خاتمہ پر معتبر ہین مراد یہہ ہی کہ اعمال آدمی کی

متعلقة فى السعادة والشقاوة باخر العمر وفى حديث اخر انه عليه السلام قال اعملوا فكل

سعادت اور شقاوت مین آخر عمر سی متعلق ہین اور ایک اور حدیث مین ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا عمل کیا کرو ہر ایک کو وہ ہی عمل

ميسر لما خلق له اما من كان من اهل السعادة فسييسر لعمل اهل السعادة واما من كان من اهل

آسان ہوگا جسکی واسطی وہ شخص پیدا ہوا ہی یعنی جو شخص سعادتمند ہی اوسکو اعمال سعادتمندون کی میسر ہونگی اور جو شخص

الشقاوة فسييسر لعمل اهل الشقاوة فانه عليه الصلوة والسلام بيّن فى هذا الحديث ان كل احد

بدبخت ہی اوسکو بدبختون کی سی عمل آسان ہونگی پس نبی علیہ السلام نی اس حدیث مین یہہ بیان فرمایا کہ ہر ایک کا

مهياء وموقف للذى خلق لاجله من الخير والشر فمن خلق وقدر انه من اهل الجنة يجرى الله تعم

سامان اور ٹھکانا تیار ہی جسکی واسطی وہ پیدا کیا گیا ہی نیک اور بد پس جو پیدا ہوا ہی اس تقدیر پر کہ جنتی ہو تو اللہ تعالی

على يديه اعمال اهل الجنة وييسرها عليه حتى يموت ويدخل الجنة ومن خلق وقدر انه من اهل النار

اوسکی ہاتہہ پر اعمال جنتیون کی جاری کرکر اوسپر آسان کردیتا ہی آخر مرکر جنت مین چلا جاتا ہی اور جو شخص پیدا ہوا ہی اس تقدیر پر کہ وہ دوزخی ہی

يجرى الله على يديه اعمال اهل النار وييسرها عليه حتى يموت ويدخل النار فالعمل دليل بغلب الظن

تو اللہ اوسکی ہاتہہ پر دوزخیونکی عمل پیدا کرکر آسان کردیتا ہی آخر مرکر دوزخ مین چلا جاتا ہی پس عمل باعتبار ظن غالب کی اسکی دلیل ہی

ان الشخص من اى الصنفين يكون ومن هذا كان الواجب على ان لا يكون خاليا عن العمل الصالح

کہ آدمی دونو قسم مین سی کونسا ہی اس بیان سی واجب ہی کہ آدمی کبہی کسی وقت تمام عمر مین سی نیک عمل سی خالی نرہا کری

فى وقت من الاوقات لانه لا يدرى متى ياتيه الموت اذ ليس له سن ولا وقت معلوم ولا مرض معلوم قطعى

کیونکہ کیا معلوم ہی کہ اوسکو موت کب آجاویگی اسلئی کہ موت کا کوئی سال اور وقت معلوم نہین ہی اور نہ کوئی بیماری مقرر جسکا یقین ہو

لمن رزقه الله تعالى الفهم واليقظة من نوم الغفلة والتفكر فى امر الخاتمة واسال الله ان يجعلنا

شخص مین جنکو اللہ تعالی نی فہم اور بیداری عنایت کی ہی خواب غفلت سی اور سوچ دی ہی خاتمہ کی حال کی اور دعا مانگتا ہون اللہ تعالی سی کہ موت

فى خير مع البشارة فان المؤمن له بشارة من الله تعالى عند الموت كما قال الله تعالى ان الذين

اچہی وقت بشارت کی ساتہہ دی بیشک مومن کو اللہ کی طرف سی موت کی وقت بشارت ہوتی ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی تحقیق جنہون نی

قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ

کہا رب ہمارا اللہ ہی پہر اسیپر ٹہری رہی اون پر اوترتی ہین فرشتی کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کہاؤ اور خوشی سنو اوس بہشت کی جسکا تمکو

تُوْعَدُوْنَ فانه تعالى بين فى هذه الاية ان الذين اقروا بربوبيته واعترفوا بوحدانيته ثم استقاموا

وعدہ تہا اللہ تعالی نی اس آیت مین بیان فرمایا ہی کہ جس نی اوسکی ربوبیت کا اقرار کیا اور وحدانیت کو مان لیا پہر وہ اوسی اقرار

على ذلك الاقرار والاعتراف الى الموت باتيان جميع المامورات واجتناب جميع المنهيات اذ لا يتحقق

اور قبولیت پر موت تک قایم رہا اسطور کہ تمام احکام بجا لاتا رہا اور تمام منہیات سی پرہیز کرتا رہا کیونکہ پوری

الاستقامة بدون ذلك بل يحصل الاعوجاج بترك شئ من المامورات وارتكاب شئ من المنهيات

استقامت بدون اسکی نہین ہوتی بلکہ استقامت مین جنبش آجاتی ہی مامورات کی ترک اور منہیات کی عمل سی

تتنزل عليهم الملئكة من جهته تعالى عند الموت بالبشارات التى هى قولهم ان لا تخافوا ولا تحزنوا

تو ایسی لوگون پر اللہ کی طرف سی موت کی وقت فرشتی یہہ بشارت لیکر آتی ہین کہ اب مت ڈرو اور نہ غم کرو

وابشروا بالجنة التی وعدکم الله تعالی بها علی لسان نبیکم وقال لاعدائه فتمنوا الموت ان کنتم صدقین

اور خبرسنو بہشت کی جو اللہ تعالی نے تمہی وعدہ کیا تہا تمہاری نبی کی زبان پر اور اوسکی دشمنوں کی حق میں یہہ فرمایا تو مناؤ مرنی کو اگر تم سچی ہو

ولا یتمنونه ابدا بما قدمت ایدیهم والله علیم بالظلمین فبین سبحانه وتعالی فی هذه الایة

اور کبہی نہ منا دینگی مرنا اسواسطی کہ آگی بہیج چکی ہیں اونکی ہاتہہ اور اللہ کو خوب معلوم ہیں گنہگار اللہ تعالی نی اس آیت میں یہہ بیان فرمایا

ان الصدقین فی اقرارهم لکونهم مستعدین للموت یتمنونه ولا یفرون منه لکون عملهم حسنا واما

کہ جو سچا اقرار کرنیوالی ہیں موت کی سامان جو کرتی رہی ہیں تو موت کو مناتی ہیں اور اوس سی بہاگتی نہیں اسلئی کہ اونکی عمل نیک ہیں اور

الظلمون فلعدم کونهم مستعدین للموت لا یتمنونه بل یفرون منه لکون عملهم سوءا فان العمل السوء

ظالم چونکہ سامان موت کا نہیں کرتی رہی تو موت کو نہیں مناتی بلکہ اوس سی بہاگتی ہیں کیونکہ اونکی عمل بد ہیں کیونکہ عمل بد

وان لم یخرج المؤمن عن الایمان الا انه سبب لسوء خاتمته وشوم عاقبته فان سوء الخاتمة لا یکون

اگرچہ مؤمن کو بی ایمان تو بالفعل نہیں کردیتا پر سبب ہوتا ہی خاتمہ بد کا اور عاقبت منحوس کا اسواسطی کہ بد خاتمہ اوسی کا ہوتا ہی

الالمن کان له فساد فی الاعتقاد او اصرار علی المعاصی او عدول عن الاستقامة او ضعف فی الایمان

جسکی اعتقاد میں فساد ہوتا ہی اور گناہوں پر اصرار رہتا ہی یا استقامت سی ٹل جاتا ہی یا اوسکا ایمان سست ہوتا ہی

اما الفساد فی الاعتقاد فبان یکون فی قلبه شیء من انواع الشرک فان انواع الشرک ستة احدها

پہر فساد اعتقاد کا یہہ ہی کہ اوسکی دل میں کسی قسم کا شرک ہو کیونکہ شرک کی قسمیں چہہ ہیں ایک شرک

استقلال وهو اثبات الهین مستقلین کشرک الثنویة فانهم قالوا نجد فی العالم خیرا کثیرا وشرا

بالاستقلال یعنی سخت وہ یہہ ہی کہ دو اللہ مستقل ثابت کری جیسی ثنویہ کرتی ہیں وہ یہہ کہتی ہیں کہ ہم عالم میں بہلائی بہت دیکہتی ہیں اور برائی بہی

کثیرا والواحد لا یکون خیرا وشریرا بالضرورة فلابد ان یکون لکل منهما فاعل علی حدة ثم انهم

بہت دیکہتی ہیں اور ظاہر ہی کہ ذات واحد سی خیر اور شر نہیں ہوسکتا بس بالضرور دونو کا فاعل الگ الگ ہوگا پہر اس فرقہ کی

انقسموا قسمین القسم الاول المانویة والدیصانیة فانهم قالوا فاعل الخیر النور وفاعل الشر الظلمة والقسم

دو قسم ہوئیں پہلی قسم تو مانویہ ہی اور دیصانیہ انکا یہہ قول ہی کہ خیر کا فاعل تو نور ہی اور شر کا فاعل تاریکی ہی دوسری

الثانی المجوس فانهم قالوا فاعل الخیر یزدان وفاعل الشر اهرمن یعنون به الشیطان ثم اختلفوا فی ان

قسم مجوس ہیں یہہ کہتی ہیں فاعل خیر کا یزدان ہی اور شر کا فاعل آہرمن ہی یعنی شیطان پہر اہرمن کی حق میں اختلاف کیا ہی

اهرمن قدیم کیزدان او حادث منه والثانی من انواع الشرک شرک تبعیض وهو جعل الاله مرکبا

آیا وہ یزداں کی مانند قدیم ہی یا اوسکا پیدا کیا ہوا حادث ہی اور دوسری قسم شرک کی شرک تبعیض ہی اور وہ مرکب کرنا اللہ کا

من الهة کشرک النصاری فانهم اثبتوا الاقانیم الثلثة التی هی الوجود والعلم والحیوة وحکموا

کئی اللہ سی جیسی شرک نصاری کا نصاری نی تین اصل ثابت کئی ہیں وجود اور علم اور حیات پہر ان تینوں پر

علیها بانها الهة ثلثة واعتقدوا ان الاله جوهر فرد مرکبة من هذه الثلثة وقالوا مجموع هذه الثلثة

یہہ حکم کیا ہی کہ تینوں خدا ہیں اور یہہ اعتقاد کرتی ہیں کہ اللہ جوہر فرد ان تینوں سی مرکب ہی اور کہتی ہیں کہ مجموعہ ان تینوں کا ملکر

اله واحد وجعلوا الذات الواحدة ثلث صفات وذلک غیر معقول العاقل والثالث من انواع

اللہ واحد ہی ایک ذات واحد کو تین صفات ٹہرائیں اور یہہ عاقل کی نزدیک معقول نہیں ہی تیسری قسم شرک کی

الشرک شرک تقریب وهو عبادة غیر الله تعالی لیقرب الی الله تعالی کشرک متقدمی عبدة الاصنام

شرک تقریب ہی اور وہ پوجنا غیر کا سوای اللہ تعالی کی تاکہ اللہ سی نزدیک کردی جیسی شرک متقدمین بت پرستوں کا

فانهم

فانهم لما راوا ان عبادتهم للمولى العظيم على ما هم عليه من غاية الدناءة ونهاية الحقارة سوء

انکی خیال مین جب یہہ آیا کہ ہمارا عبادت کرنا مولی بزرگ کو اس حال مین کہ ہمکو دنائت حاصل ہی اورہم بڑی حقیر ہین بری

ادب عظيم يقربوا اليه بعبادة من هو اعلى منهم عنده كالملئكة والشمس والقمر والنجوم و

بی ادبی ہی اسلئی قرب الہی کی واسطی پوجنا اون چیزونکا شروع کیا جو دلشی اونکی خیال مین بہتر تہی جیسی فرشتی اور سورج اور چاند اور ستارہ اور

النار ونحوها ثم انهم لما راوا غيبة من اختاروا عبادته عنهم صنعوا الاصنام امثلة لما غاب

آگ اور مانند اسکی پہر انہون نی جب دیکہا کہ جنکی ہم عبادت کرتی ہین وہ ہماری سامنی سی غایب ہوجاتی ہین تو اونکی صورت کی بت بنالئی جب کوئی اونکا معبود اونمین سی

عنهم من معبوداتهم واشتغلوا بعبادتها ونيتهم فى ذلك ان يتقربوا الى ما جعلوه مثالا له

غایب ہوجاتا تو اون بتون کو پوجنی لگتی اورغرض اونکی اس سی یہہ تہی کہ نزدیک ہوجاوین اوس سی جسکا بت بنایا ہی

وقصدهم من جميع ذلك ان يتقربوا الى المولى العظيم لكن تلاعب الشيطان بعقولهم واوقعهم

اور اس سب سی یہہ مراد تہی کہ مولی بزرگ سی قریب ہوجاوین پر شیطان نی اونکی عقلون کو کہلونا بناکر

فى الضلال والرابع من انواع الشرك شرك تقليد وهو عبادة غير الله تعالى تقليدا للغير كشرك

گمراہ کردیا اور چوتہی قسم شرک کی شرک تقلید ہی اور وہ پوجنا غیرالله کا اورون کو دیکہہ کر جیسی شرک

متاخرى عبدة الاصنام فانهم لما وجدوا اباءهم واجدادهم مشتغلين بعبادتها قلدوهم فيها

پچہلی بت پرستون کا انہون نی اپنی باپ دادون کو جو بت پوجتی دیکہا بت پرستی مین اونکی تابع ہوگئی

وَقَالُوْا اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ وهم كاباءهم فى ضلال مبين والخامس

اور کہنی لگی ہمنی پائی اپنی باپ دادی ایک راہ پر اورہم اونہی کی قدمون پر چلتی ہین اور وہ اپنی باپ دادا کی مانند صریح گمراہی مین ہین

من انواع الشرك شرك الاسباب وهو اسناد التاثير للاسباب العادية كشرك الفلاسفة الطبا يعيين

پانچوین قسم شرک کی شرک اسباب ہی اور وہ نسبت کرنا تاثیرات کا اسباب عادت کی جیسی شرک حکما یونان اور طبیعیون کا

ومن تبعهم على ذلك من جهة المؤمنين فانهم لما راوا ارتباط الشبع باكل الطعام وارتباط الرى

اور جو اونکی ساتہہ ہین اس باب مین اسلامیون مین سی انہون نی جب دیکہا کہ ربط شکم سیری کا کہانا کہانی سی اور ربط تازگی کا

بشرب الماء وارتباط ستر العورة بلبس الثياب وارتباط الضوء بالشمس ونحو ذلك مما لا ينحصر فهموا

پانی پینی سی اور ربط ستر پوشی کا کپڑا پہننی سی اور ربط روشنی کا سورج سی ہی اور ما نند اسکی بی قیاس تو

بجهلهم ان تلك الاشياء هى المؤثرة فيما ارتبط وجوده معها اما بطبعها او بقوة وضعها الله فيها وهو

اپنی جہالت سی یہہ سمجہی کہ یہہ ہی چیزین مستقل تاثیر رکہتی ہین اپنی اپنی مسببات مین یا تو اپنی طبیع کی تاثیر سی یا بزور قوت کی کہ اللہ تعالی نی اونمین پیدا کی ہی اور یہہ

غلط وسبب غلطهم قياسهم ادراك الحس بادراك العقل فان الذى شاهدوه انما هو تاثر شئ

سب غلط ہی اور سبب غلطی کا یہہ ہوا کہ محسوسات پر معقولات کو قیاس کرلیا ہی کیونکہ جو یہہ دیکہتی ہین تو یہہ ہی اثر لینا ایک چیز کا

عند شئ وهذا هو حظ الحس واما تاثيره فيه فلا يدرك بالحس بل انما يدرك بالعقل والسادس من

پاس کی چیز مین سی یہہ ہی محسوس ہوتا ہی اور تاثیر اصلا جو اسمین ہوتی ہی سو وہ صرف عقل سی دریافت ہوسکتی ہی چہٹی قسم

انواع الشرك شرك الاغراض وهو العمل لغير الله تعالى كشرك المرائين فانهم عند عملهم المامور به

شرک کی وہ شرک اغراض ہی اور وہ عمل کرنا واسطی غیرالله کی جیسی شرک ریاکارون کا جب یہہ ریاکار کوئی مامور بہ

من واجب ومندوب وعند تركهم المنهى عنه من حرام ومكروه ليس مقصودهم طلب رضا الله تعالى

واجب یا مستحب ادا کرتی ہین اورجب کسی منہی عنہ حرام یا مکروہ سی احتراز کرتی ہین تو اونکو مقصود رضامندی خداتعالی کی نہین ہوتی

بل مقصودهم مجرد نیل مدح من بعض عبیده او حب منه له او ریاسة من عنده او ظفر بحالة
بلکہ انکی مراد صرف تعریف کرانی بعض بندگان الٰہی سی ہوتی ہی یا محبت انکی اونکی دلمیں یا بڑائی اونکی نزدیک یا اوسی کچہ مال حاصل کرنا
من قبله او صرف مذمة یخافها منه ومثله العمل لمجرد الظفر بالحور والقصور ونعیم الجنان
یا دور کرنا بدنامی کا جو اونکی طرف سی خوف ہو اور ایسا ہی ہی عمل کرنا صرف واسطی حاصل کرنی حوروں اور محلوں اور نعمتوں بہشت کی
والسلامة من النیران والسبب الحامل لهم علی ذلك نسیانهم توحیده تعالی حتی توهموا امکان
اور واسطی بچنی کی آگ سی اور سبب فساد نیت اصلی ہی کہ خدا کی توحید کو بھول جاتی ہیں یہاں تک کہ اونکو یہہ وہم ہوا کہ
حصول نفع او ضر من غیره تعالی وتوهموا کون الخلق قادرین علی النفع والضر حتی راعوهم
نفع اور ضرر سوا اللہ تعالیٰ کی اوروں سی بہی ہو سکتا ہی اور یہہ وہم ہوا کہ خلقت کو نفع اور ضرر کی قدرت ہی کیونکہ
فی طاعتهم وتوهموا کون طاعتهم مؤثرة فی استجلاب نفع او دفع ضر فی الدنیا والاخرة
اپنی طاعت میں اونکی رعایت کرتی تہی اور یہہ وہم ہوا کہ ہماری عبادت کو اثر ہی نفع پیدا کرنی میں اور ضرر دفع کرنی میں دنیا اور آخرت کی
ولیس کذلك بل لو انهم احضروا فی ذهنهم انفراده تعالی بخلق جمیع الکائنات بلا واسطة
اور حقیقت میں یہہ نہیں ہی بلکہ اگر یہہ لوگ وحدانیت اللہ تعالیٰ کی اپنی ذہن میں قایم رکہتی کہ پیدا کرنیوالا تمام موجودات کا بلا واسطہ وہی ہی
وعدم تاثیر لکل ما سواه فی اثر ما ومن جملة ذلك طاعتهم لکانوا لا یقصدون بطاعتهم
اور کسی امر میں کسیکو اصلا کچہ تاثیر نہیں ہی اور اسہی میں اونکی طاعت بہی داخل ہی تو کبہی اپنی طاعت سی جسکی اونکو توفیق ہوئی ہی
التی وفقوا لها الا مجرد الامتثال لامر الله تعالی ثم لطمعوا عندها فیما وعد به الله تعالی من
سوا اطاعت امر الٰہی کی کچہ غرض نرکہتی پہر بعد طاعت کی خواہش کرتی جو اللہ تعالیٰ نی وعدہ فرمایا ہی
الخیر معها بمحض فضله من غیر وجوب ولا استحقاق وحکم الاربعة الاولی التی هی شرك
نعمت کا اوسکی محض فضل سی کہ نہ اوسپر واجب ہی نہ اسکا کچہ حق ہی اور حکم شرک کی پہلی چاروں قسم کا کہ وہ شرک
استقلال وشرك تبعیض وشرك تقریب وشرك تقلید الکفر بالاجماع وحکم السادس الذی هو
استقلال ہی اور شرک تبعیض ہی اور شرک تقریب ہی اور شرک تقلید ہی بالاتفاق کفر ہی اور حکم چہٹے قسم کا
شرك الاغراض المعصیة بالاجماع وحکم الخامس الذی هو شرك الاسباب التفصیل
جو شرک اغراض ہی بالاتفاق معصیت کا ہی اور حکم پانچوین قسم کا جو شرک اسباب کا ہی اس تفصیل پر ہی
وهو ان اهل هذا الشرك فی اعتقادهم التاثیر لتلك الاسباب مختلفون فمنهم من یعتقد ان تلك
کہ ایسی مشرک اپنی اعتقاد میں تاثیر اسباب کی مسببات میں کئی طرح پر جاتی ہیں بعضی یہہ اعتقاد رکہتی ہیں کہ
الاسباب تؤثر بطبعها وحقیقتها فی الاشیاء التی تقارنها ولا خلاف فی کفر من یعتقد هذا ومنهم
تاثیر اسباب کی جن اشیا سی یہہ ملتی ہیں طبعی اور حقیقی ہی ایسی اعتقاد والوں کی کفر میں کسیکو خلاف نہیں ہی اور بعضی
من یعتقد ان تلك الاسباب لا تؤثر بطبعها وحقیقتها بل بقوة اودعها الله فیها ولو نزعها منها
یہہ اعتقاد کرتی ہیں کہ یہہ اسباب باعتبار طبیعت اور حقیقت کی اثر نہیں کرتی بلکہ بزور ایک قوت کی کہ اللہ تعالیٰ نی ان اسباب میں پیدا کی ہی اور اگر اس قوت کو
لا تؤثر وقد تبعهم فی هذا الاعتقاد کثیر من عامة المؤمنین ولا خلاف فی بدعة من یعتقد هذا
تو اثر نہ کری اس اعتقاد میں اکثر عوام مسلمان بہی اونکی شامل ہیں ایسی اعتقاد والوں کی بدعتی ہونی میں خلاف نہیں ہی
وانما الخلاف فی کفره فمن کان فیه شیء من هذه المذکورات ولم یسع فی ازالته عن نفسه واصلاح
خلاف ہی تو کفر میں ہی پس جس شخص میں کوئی سا اعتقاد ان مذکورات میں سی ہی اور وہ اوسکی دور کرنی میں سعی نہ کری اور اپنا اعتقاد درست نہ کری

مثاله

شانه یختم له بالسوء وان کان مع کمال الزهد والصلاح لان زهده وصلاحه انما ینفعه
تو اوسکا خاتمہ بد ہوگا اگرچہ کمال زہد اور صلاح رکہتا ہو اسواسطی کہ زہد اور صلاح اوسکو جب فایدہ دیگا

اذا کان مع الاعتقاد الصحیح الموافق لکتاب الله وسنة رسوله واما اذا لم یکن مع الاعتقاد
کہ ساتہہ اعتقاد صحیح کی موافق کتاب اللہ اور سنت رسول کی ہو اور اگر ساتہہ اعتقاد

الصحیح الموافق لهما بل کان مع الاعتقاد الفاسد المخالف لهما فلا ینفعه واما الاصرار علی المعاصی
صحیح کی ہو جو موافق کتاب اور سنت کی ہی بلکہ ساتہہ اعتقاد فاسد کی کتاب اور سنت سی مخالف ہو کچہ فایدہ نہ دیگا اور معاصی پر ایسی اڑ کرنی

فبان یحصل فی قلبه الفها فان جمیع ما الفه الانسان فی عمره یعود ذکره عند موته فان کان
کہ اوسکی دل میں معاصی کی محبت پیدا ہوجاوی تو انسان اپنی زندگی بہر میں جو جو محبوب رکہتا ہی مرتی وقت وہ یاد آتی ہین پہر اگر

میله الی الطاعات اکثر یکون اکثر ما یحضره عند موته ذکر الطاعات وان کان میله الی
اسکی رغبت طاعات کی طرف زیادہ ہوگی تو مرتی وقت اکثر طاعات یاد آوینگی اور اگر اسکی رغبت

المعاصی اکثر یکون اکثر ما یحضره عند موته ذکر المعاصی فربما یغلب علیه حین نزول الموت به
معاصی کی طرف زیادہ ہوگی تو مرتی وقت معاصی یاد آوینگی پس بعضی وقت نزع کی حال مین

قبل التوبة شهوة من الشهوات او معصیة من المعاصی فیتقید قلبه بها وتصیر حجابا بینه وبین
توبہ سی پہلی کوئی شہوت تمام شہوتون مین سی یا کوئی گناہ گناہون مین سی دل پر غالب آجاتا ہی پہر اوسکا دل اوسی مین الجہا رہتا ہی اور وہ اوسمین اور اوسکی

ربه وسببا لشقاوته فی آخر حیاته لقوله علیه السلام المعاصی برید الکفر واما الذی لم یرتکب
رب مین پردہ ہوکر آخر وقت مین شقی بنا دیتا ہی واسطی قول علیہ السلام کی کہ گناہ کفر کا ایلچی ہوتی ہین اور جسنی اصلا کوئی گناہ

ذنبا اصلا او ارتکب لکن تاب فهو بعید عن هذا الخطر واما العدول عن الاستقامة
نہین کیا یا گناہ تو کیا پر توبہ کرلی سو وہ شخص ایسی اندیشی سی پاک ہی اور استقامت سی ٹل جانا

فبان یظهر فیه الاعوجاج فان من کان مستقیما فی ابتدائه ثم تغیر عن حاله وخرج عما کان
اسطور پر کہ اوسمین کجی پیدا ہوجاوی اگر یہہ شخص ابتدا مین مستقیم تہا پہر اپنی حال سی بدل گیا اور جن اوصاف پر

علیه فی ابتدائه یکون سببا لسوء خاتمته وشوم عاقبته کابلیس الذی کان فی ابتدائه رئیس
ابتدا مین تہا اوس سی الگ ہوگیا تو یہہ سبب خاتمہ بد اور عاقبت منحوس کا ہی جیسی ابلیس کہ ابتدا مین فرشتون کا سردار

الملئکة ومعلمهم واشدهم اجتهادا فی العبادة حتی قیل لم یبق فی سبع سموت وسبع ارضین
اور اونکا استاد اور عبادت مین بڑا ساعی تہا یہان تک کہتی ہین کہ ساتون آسمان اور زمین مین

موضع شبر الا وهو قد سجد فیه ثم لما امر بالسجود لآدم النبی علیه السلام ابی واستکبر وکان من
کہین بالشت بہر جگہ اسکی سجدہ سی خالی نہین رہی تہی پہر جب اوسکو آدم کی لئی سجدہ کا حکم ہوا تو نہ مانا اور تکبر کیا اور وہ تہا

الکفرین وکبلعام بن باعور الذی اتاه الله تعالی ایاته فانسلخ منها بخلوده الی الدنیا واتباع هواه و
منکرون مین کا اور جیسی بلعام باعور کا بیٹا جسکو اللہ تعالی نی اپنی نشانیان عنایت کین پر وہ اونسی الگ ہوکر زمین دنیا کیطرف متوجہ ہوا اور اپنی خواہش کا پیرو ہوکی

کان من الغوین وکبرصیصا العابد الذی قال له الشیطن اکفر فلما کفر قال انی بریء منک انی اخاف
گمراہ ہوگیا اور جیسی برصیصا عابد جسکو شیطان نی کہا منکر ہوجا جب وہ منکر ہوا تو کہا مین تجہسی الگ ہون مجکو اندیشہ ہی

الله رب العلمین فان الشیطان اغواه علی الکفر فلما کفر تبرا منه مخافة ان یشارکه فی العذاب
اللہ کا جو پروردگار ہی عالم کا بیشک شیطان نی اوسکو بر انگیختہ کیا جب وہ کافر ہوا تو اوس سی الگ ہوگیا اس خوف کا کہ اوسکی عذاب مین شریک ہوجاوی

ولم ينفعه ذلك كما قال الله تعالى فكان عاقبتهما انهما في النار خالدين فيها وذلك جزاء

اور اس سے شیطان کو کچھ فائدہ نہوا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے پھر آخر ان دونوں کا یہی کہ وہ دونوں ہیں آگ میں سدا رہیں اوسمیں اور یہی ہے سزا

الظالمين واما الضعف في الايمان فبان يكون حب الله تعالى في قلبه ضعيفا فان من كان في

گنہگاروں کی اور ایمان کی سستی اسطور پر کہ اللہ تعالی کی محبت اسکی دل میں ضعیف ہو جب اسکی

ايمانه ضعف يستولي على قلبه حب الدنيا بحيث لا يبقى فيه لحب الله تعالى شئ الا من حيث

ایمان میں سستی ہوتی ہے تو اوسکی دل پر دنیا کی محبت ایسا چھا جاتی ہے کہ اوسمیں محبت الہی کی کچھ گنجایش نہیں رہتی مگر یہی کچھ

حديث النفس على وجه لا يظهر له اثر في مخالفة الهوى ولا يؤثر في الكف عن المعاصي ولا في الحث

جیسے وہمی بات ہو ایسی کہ ہوا کی مخالفت میں اوسکا کچھ اثر ظاہر نہیں ہوتا اور نہ کچھ اثر معاصی سے رکنے میں ہو اور نہ کچھ اثر

على الطاعات فينهمك في الشهوات وارتكاب السيئات فيتراكم ظلمات الذنوب على قلبه ولا تزال

عبادت کی رغبت میں ہو سو شہوات اور بدیوں کی کرنے میں ڈوبا رہتا ہے اور تاریکی گناہوں کی تہ برتہ اوسکی دل پر چڑھ جاتی ہے اور ہمیشہ

تطفي ما فيه من نور الايمان مع ضعفه فاذا جاء اليه سكرات الموت وعلم انه يفارق الدنيا وهي

نور ایمان کا جو اوسمیں ہوتا ہے بجھتا چلا جاتا ہے باوجودیکہ ضعیف ہے جب اوسکو نزع کی حالت آتی ہے اور جانتا ہے کہ اب دنیا سے چلا اور دنیا

محبوبة له وحبها غالب عليه حتى لا يريد تركها ويتألم من فراقها يرى ذلك من الله تعالى فيخشى

اوسکی محبوبہ تھی اور اوسکی محبت اوسپر ایسی غالب تھی کہ اوسکا چھوڑنا نہیں چاہتا اور اوسکی فراق سے رنج اوٹھاتا ہے سمجھتا ہے کہ یہ فراق اللہ تعالی کی طرف سے ہے اپنے

عليه ان يحصل في قلبه بغضه تعالى بدل حبه فان اتفق خروج روحه في تلك اللحظة

یہہ ہے کہ اسکی دل میں خدا کی طرف سے محبت کی جگہ کینہ پیدا ہو جاوے اگر اتفاقاً اوسی حالت میں جان نکل گئی

يختم له بالسوء ويهلك هلاكا ابديا والسبب المفضي الى هذه الورطة حب الدنيا والركون

تو اوسکا خاتمہ بد ہوگا اور ہمیشہ کو گیا گذرا ہوا اور سبب اس بلا کا یہی ہے دنیا کی محبت اور دنیا کی طرف توجہ

اليها والفرح بها مع ضعف الايمان الموجب لضعف حب الله تعالى وهو الداء العضال الذي

اور دنیا کی خوشی باوجود سستی ایمان کی جس سے محبت الہی سست ہو جاوے اور یہہ بڑی سخت بیماری ہے جسمیں

عم اكثر الخلق فمن اراد النجاة من هذه الورطة فعليه بعد اخراج حب الدنيا من قلبه وتصحيح

اکثر خلقت مبتلا ہے سو جو شخص اس بلا سے بچا چاہے اوسکو لازم ہے کہ اول دنیا کی محبت دل سے دور کرے پھر اپنا عقیدہ

اعتقاده ان يحترز عن المعاصي عن مشاهدتها ومشاهدة اهلها وان يواظب على الطاعات

درست کرکر گناہوں سے پرہیز کرے کہ نہ گناہوں کی طرف خیال کرے اور نہ گناہگاروں کی طرف اور طاعات دائمی اختیار کرے

التي هي ثمرة محبة الله تعالى ولا يتصور محبة الله تعالى الا بعد معرفته اذ لا يحب الانسان الا بغير

کہ وہ محبت الہی کا پھل ہے اور محبت الہی نہیں ہو سکتی بدون معرفت الہی کی اسواسطے کہ آدمی نادانستہ چیز کو محبوب نہیں کہتا

وانما يحب ما يعرفه فمن عرف الله بما يجب عليه معرفته وعرف ان جميع النعم الواصلة اليه والى

محبوب اوسی کو کہتا ہے جسکو جانتا ہے پس جو شخص خدا کو پہچانیگا اون اوصاف سے جو اوسکو واجب ہیں اور یہہ سمجھے کہ جتنی نعمتیں مجھکو اور اوروں کو حاصل ہیں

غيره ليس الا منه تعالى لا جرم يحبه فاذا احبه يسعى في تحصيل رضائه ويحترز عن موجبات

سب اللہ ہی کی طرف سے ہیں تو بیشک اللہ کو دوست رکھیگا پھر جب اوسکو اپنا محبوب کیا تو اوسکی رضامندی میں کوشش کریگا اور اوسکی غصہ سے بچتا رہیگا

سخطه فيكون لائقا لوصول احسانه ودخول جنانه بمقتضى وعده يسرنا الله تعالى

پھر تو یہ اوسکی احسان کی قابل اور جنت میں جانے کی لائق اوسکی وعدہ کی موافق ہو ویگا خدا ہمکو آسان کیجو

المجلس السابع عشر فی بیان عدم جواز الصلوة عند القبور والاستمداد

سترہوین مجلس اس بیان مین کہ قبرون مین نماز ادا کرنی جایز نہین اور اہل قبور سی مدد مانگنی

من اهلها واتخاذ السروج والشموع علیها قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

اور قبرون پر روشنی کرنی ور چراغ جلانی جایز نہین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی

لعنة الله علی الیهود والنصری اتخذوا قبور انبیائهم مساجد هذا الحدیث من صحاح المصابیح

لعنت خدا کی یہود اور نصاری پر کہ انہون نی اپنی نبیون کی قبرین مسجدین بنالین یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سی ہی

رویته ام المؤمنین عائشة وسبب دعائه علیه الصلوٰة والسلام علی الیهود والنصری باللعنة انهم کانوا

ام المؤمنین عائشہ کی روایت سی اور سبب پیغمبر خدا کی لعنت کرنیکا یہود اور نصاری پر یہہ ہی کہ وہ سب

یصلون فی المواضع التی دفن فیها انبیاءهم اما نظرا منهم بان السجود لقبورهم تعظیم لهم وهذا شرك

نماز پڑہتی تہی ایسی مکانون مین جہان انکی انبیا مدفون تہی یا تو اس لحاظ سی کہ قبرون کو سجدہ کرنا انبیا کی تعظیم ہی اور یہہ تو ظاہر شرک ہی

جلی ولهذا قال النبی علیه السلام اللهم لا تجعل قبری وثنا یعبد او ظنا منهم بان التوجه الی قبورهم

اسیلئی نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ الہی میری قبر کو بت نہ بنائیو کہ اوسکی پرستش ہوا کری یا اس خیال سی کہ وہ سمجہتی تہی کہ قبرون کی طرف

حالة الصلوة اعظم وقعا عند الله تعالی لاشتماله علی امرین عبادة له تعالی وتعظیم انبیائه و

متوجہ ہونا وقت ادا نماز کی بہت بڑا ثواب ہی کیونکہ اسمین دو بات ہین خدا کی بندگی اور انبیاء کی تعظیم اور

هذا شرك خفی ولهذا نهی النبی علیه السلام امته عن الصلوة فی المقابر احترازا عن مشابهتهم

یہہ شرک خفی یعنی پوشیدہ ہی اور اسیلئی پیغمبر خدا نی اپنی امت کو قبرون مین نماز پڑہنی سی منع کیا کہ یہود اور نصاری کی مشابہت سی بچی رہین

بهم وان کان القصدان مختلفین وقال من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور مساجد الا تتخذوا

اگرچہ نیت دونونکی الگ الگ ہی اور فرمایا جو امتین تمسی پہلی تہین وہ اپنی انبیا کی قبرون کو مسجدین بناتی تہین تم قبرونکو

القبور مساجد انی انهکم عن ذلك قال بعض المحققین والصلوة فی المواضع المتبرکة من مقابر

مسجد نہ بنا لینا تمکو اس حرکت سی منع کرتا ہون بعض محقق کہتی ہین کہ نماز پڑہنی متبرک مکان مین جہان صلحاء کی

الصالحین داخلة فی هذا النهی لاسیما اذا کان الباعث علیها تعظیم هؤلاء لما فی ذلك من الشرك

قبرین ہون اسی نہی کی تلی داخل ہی خاصکر ایسی وقت کہ اول صلحاء کی تعظیم کی واسطی پڑہی اسلئی کہ اس نماز مین شرک

الخفی فان مبتدأ عبادة الاصنام کان فی قوم نوح النبی علیه السلام من جهة عکوفهم علی القبور

خفی ہوتا ہی کیونکہ ابتدا بت پرستی کا حضرت نوح کی امت مین یہی تہا کہ وہ لوگ قبرون پر بیٹہی رہتی تہی

کما اخبر الله تعالی فی کتابه بقوله قَالَ نُوحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗ

چنانچہ اللہ تعالی اپنی کتاب مین خبر دیتا ہی کہا نوح نی ای رب میری انہون نی میرا کہا نہ مانا اور مانا ایسی کا جسکو اوسکی مال اور اولاد نی

اِلَّا خَسَارًا وَمَکَرُوْا مَکْرًا کُبَّارًا وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَکُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ

اور بڑہا ٹوٹا اور داؤ کیا ہی بڑا داؤ اور بولی نہ چہوڑیو اپنی ٹہاکرون کو اور نہ چہوڑیو ودکو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور نہ یعوق کو

وَنَسْرًا قال ابن عباس وغیره من السلف کان هؤلاء قوما صالحین فی قوم نوح النبی علیه السلام

اور نسر کو ابن عباس وغیرہ متقدمین کہتی ہین کہ یہہ یعنی ود وغیرہ نیک لوگ تہی حضرت نوح علیہ السلام کی امت مین

فلما ماتوا عکف الناس علی قبورهم ثم صوروا تماثیلهم ثم طال علیهم الامد فعبدوهم وهذا هو مبتدأ

جب یہہ مرگئی تو لوگ اونکی قبرون پر بیٹہی پہر رفتہ رفتہ انکی صورتون کی بت بنالی پہر مدت گذر گئی تو انہی کو پوجنی لگی اور یہہ ہی ابتدا

عبادة الاصنام وقال ابن القیم فی اغاثته نقلا عن شیخه ان هذه العلة التی لاجلها نهی الشارع

بت پرستی کی جاری ہوئیگا اور ابن قیم اپنی کتاب اغاثہ میں اپنی استاد سی نقل کرتا ہی جس علت کی سبب سی شارع نی قبروں کو مسجد

اتخاذ القبور مساجد هی التی اوقعت کثیرا من الناس اما فی الشرك الاکبر او فیما دونه من الشرك فان الشرك

بنانی سی منع فرمایا ہی اسیلی بہت لوگوں کو یا تو بڑی شرک میں یا کچھ کم شرک میں مبتلا کیا بیشک شرک

بقبر الرجل الذی یعتقد صلاحه اقرب الی النفوس من الشرك بشجر او حجر ولهذا تجد کثیرا

صالح مرد کی قبر کا دلوں میں بہت جلد آتا ہی بہ نسبت شرک کسی درخت یا پتھر کی اسی واسطی ہم بہت

من الناس عند القبور یتضرعون ویخشعون ویخضعون ویعبدون بقلوبهم عبادة لا یفعلون

لوگوں کو دیکھتی ہیں کہ قبروں پر جا کر روتی ہیں اور گڑگڑاتی ہیں اور سر جھکاتی ہیں اور دل سی ایسی عبادت کرتی ہیں

مثلها فی بیوت الله تعالی ولا فی وقت السحر ویرجون من برکة الصلوة عندها والدعاء لدیها ما

کہ ویسی مسجدوں میں کبھی نہیں کرتی اور نہ صبح کی وقت کرتی ہیں اور قبروں کی پاس نماز پڑھ کر اور دعا مانگ کر جتنی

لا یرجون فی المساجد فلحسم مادة هذه المفسدة نهی النبی علیه الصلوة والسلام عن الصلوة فی

امید رکھتی ہیں کہ نہیں رکھتی مسجدوں میں پس اس مادہ فساد کا قطع کرنیکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی مطلقا قبروں میں نماز پڑھنی سی منع فرمایا

المقبرة مطلقا وان لم یقصد المصلی بصلوته فیها برکة البقعة کما نهی عن الصلوة وقت طلوع

اگرچہ مصلی کو قبروں میں نماز پڑھنی سی برکت اس جگہ کی مقصود نہو جیسی منع فرمایا نماز سی عین طلوع

الشمس ووقت غروبها ووقت استوائها لانها اوقات یقصد المشرکون الصلوة للشمس فیها فنهی

آفتاب پر اور عین غروب اور برابر دوپہر کو کیونکہ یہ وہ وقت ہیں کہ مشرک اسمیں آفتاب کو پوجتی ہیں سو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی

امته عن الصلوة فیها وان لم یقصد ما قصده المشرکون واذا قصد الرجل الصلوة عند المقبرة

اپنی امت کو ان وقتوں میں نماز سی منع کیا اگرچہ انکی غرض وہ نہیں ہوتی جو مشرکوں کی نیت ہوتی ہی اور جب آدمی مقبرہ میں نماز پڑھنی سی

تبرکا بالصلوة فی تلك البقعة فهذا عین المحادة لله تعالی ولرسوله والمخالفة لدینه وابتداع

برکت اس جگہ کی حاصل کیا چاہی تو اللہ اور اسکی رسول کی عین مخالفت ہی اور انکی دین کی برخلاف نیا دین

دین لم یأذن به الله تعالی فان العبادات مبناها علی الاستنان والاتباع لا علی الهواء والابتداع

احداث کرنا ہی جسکا اللہ نی حکم نہیں فرمایا بیشک عبادات کی مدار طریق سنت اور اتباع پر ہی نہ ہوا و ہوس اور بدعت پر نہیں

فان المسلمین اجمعوا علی ما علموه من دین نبیهم ان الصلوة عند المقبرة منهی عنها لان فتنة

بیشک مسلمانوں نی بالاتفاق اپنی نبی کی علم کی موافق یہ اجماع کیا ہی کہ نماز قبروں کی پاس ممنوع ہی اسواسطی کہ فساد

الشرك بالصلوة فیها ومشابهة عبادة الاصنام اعظم کثیرا من مفسدة الصلوة حین طلوع

شرک کا بسبب نماز کی قبروں میں اور مشابہت کا بت پرستوں سی بہت زیادہ ہی فساد نماز کی سی جو وقت طلوع

الشمس وحین غروبها وحین استوائها فانه علیه السلام لما نهی عن تلك المفسدة سدا لذریعة

آفتاب کی اور وقت غروب کی اور وقت برابری کی یعنی زوال پر ہی کیونکہ نبی علیہ السلام نی جب اس فساد کی بند کرنیکی واسطی مشابہت کی وسیلہ سی منع فرمایا

التشبیه التی لا تکاد تخطر ببال المصلی فکیف بهذه الذریعة التی کثیرا ما تدعو صاحبها الی الشرك

کہ جسکا خطرہ بھی مصلی کی دل میں نہیں آتا تو اس وسیلہ سی کیونکر ممانعت نہوگی جو اکثر اوقات اس عمل والیکو شرک کی طرف کھینچ لاتا ہی

بدعاء الموتی وطلب الحوائج منهم واعتقاد ان الصلوة عند قبورهم افضل من الصلوة فی المساجد

کہ انکو مولی کہہ کر پکاری اور انسی حاجتیں طلب کری اور یہ اعتقاد کری کہ نماز انکی قبروں کی پاس مسجدوں کی نماز سی بہتر ہی

وغير ذلك مما هو محادة ظاهرة لله تعالى ولرسوله قال ابن القيم في اغاثته من جمع بين سنة

اور سوا اسکی اور عقاید کہ صاف مخالفت ہی اسکی اور اوسکی رسول کی ابن قیم اپنی اغاثہ میں کہتا ہی جو شخص جمع کر کر دیکھی درمیان طریق

رسول الله عليه السلام في القبور وما امر به وما نهى عنه وما كان عليه الصحابة والتابعون

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبروں کی باب میں اور جو امر فرمایا اور جو منع فرمایا اور جو طریق صحابہ اور تابعین کا تہا

وبين ما كان عليه اكثر الناس اليوم راى احدهما مضادا للآخر ومناقضا له بحيث لا يجتمعان ابدا فانه

اور درمیان اوس طریق کی جسپر اکثر لوگ آج کل چلتی ہیں تو ایک کو دوسرے کا برخلاف اور الٹا پاویگا ایسا کہ ہرگز کبہی جمع نہیں ہو سکتی کیونکہ پیغمبر

عليه السلام نهى عن الصلوة عندها وهم يخالفون ويصلون عندها ونهى عن اتخاذ المساجد

علیہ السلام نی قبروں کی پاس نماز سی منع فرمایا اور یہہ لوگ خلاف کرکر قبروں کی پاس نماز پڑہتی ہیں اور قبروں پر مسجد بنانی سی منع فرمایا

عليها وهم يخالفونه ويبنون عليها مساجد ويسمونها مشاهد ونهى عن ايقاد السرج عليها وهم

اور یہہ خلاف کرکر اون پر مسجدیں بناتی ہیں اور اونکا نام مشاہد رکہتی ہیں اور منع فرمایا قبر پر روشنی کرنی سی اور یہہ

يخالفون ويوقدون عليها القناديل والشموع بل يقفون لذلك اوقافا ونهى عن تجصيصها والبناء

خلاف اوسکی روشنی کی واسطی قندیلیں اور شمعیں جلاتی ہیں بلکہ اوسکی واسطی وقف خرچ مقرر کردیتی ہیں اور منع فرمایا گچ گیری سی اور عمارت بنانی

عليها وهم يخالفونه ويجصصونها ويعقدون عليها القباب ونهى عن الكتابة عليها وهم

اور یہہ خلاف کرکر قبروں پر چونہ کی عمارت بناکر برج بناتی ہیں اور منع فرمایا قبروں کی اوپر لکہنی سی اور یہہ

يخالفونه ويتخذون عليها الالواح ويكتبون عليها القرآن وغيره ونهى عن الزيادة عليها غير ترابها

اوسکی برخلاف اونپر تختی لگاکر اوسپر قرآن وغیرہ دعائیں شعر لکہتی ہیں اور منع فرمایا کہ قبروں میں زیادہ اوپری مٹی مت بڑہاؤ

وهم يخالفونه ويزيدونه عليها سوى التراب الآجر والاحجار والجص ونهى عن اتخاذها عيدا

اور یہہ مخالفت کرکر سوای اصلی مٹی کی پکی اینٹیں اور پہتر اور چونہ زیادہ کرتی ہیں اور منع فرمایا کہ قبروں کو عید مت بناؤ

وهم يخالفونه ويتخذونها عيدا ويجتمعون لها كما يجتمعون للعيد او اكثر والحاصل انهم مناقضون

اور یہہ مخالفت کرکر اونکو عید بناکر اسپر انبوہ عرس کرتی ہیں جیسی عیدمیں جمع ہوتی ہیں یا اوس سی بہی زیادہ اور حاصل یہہ ہی کہ یہہ لوگ بالکل

لما امر به النبي عليه السلام ونهى عنه ومحادون لما جاء به وقد آل الامر بهؤلاء الضالين المضلين

نبی علیہ السلام کی حکم سی اور مانعت سی الٹی اور خلاف کرتی ہیں اوسکی احکام سی اب یہہ حال ہوگیا ہی اس طائفہ گمراہ اور گمراہ کرنیوالی کا

الى ان شرعوا للقبور حجا ووضعوا له مناسك حتى صنف بعض غلاتهم في ذلك كتابا وسماه مناسك

کہ قبروں کا حج کرنا شروع کیا ہی اور اوسکی آداب اور طریق مقرر کئی ہیں یہاں تک کہ بعضی کٹروں نی اس باب میں کتاب تصنیف کرکر اوسکا نام مناسک

حج المشاهد تشبيها منه للقبور بالبيت الحرام ولا يخفى ان هذا مفارقة لدين الاسلام ودخول

حج المشاہد رکہا ہی اونی قبور کو بیت الحرام کی مشابہہ ٹہرایا ہی اور ظاہر ہی کہ یہہ اعتقاد گویا دین اسلام سی الگ ہوکر بت پرستوں کی

في دين عباد الاصنام فانظر الى ما بين ما شرعه النبي عليه السلام في القبور من النهي عما تقدم ذكره

دین میں داخل ہونا ہی اب دیکہو تو سہی کہ درمیان طریقہ نبی علیہ السلام کی قبور کی باب میں کہ منع فرمایا ہی مذکورات بالا سی

وبين ما شرعه هؤلاء وما قصدوه من التباين العظيم ولا ريب ان في ذلك من الفساد ما يعجز

اور درمیان طریقہ اس گروہ کی اور جو یہہ ارادہ کرتی ہیں کتنا بڑا فرق ہی اور بلا شبہہ اسمیں اتنی فساد ہیں

الانسان عن حصره منها تعظيمها الموقع في الافتتان بها ومنها تفضيلها على المساجد التي هي

کہ انسان گنتا ہوا تہکتا ہی ایک یہہ کہ قبروں کی اتنی تعظیم کرنی جس سی لوگ فتنہ میں پڑیں ایک یہہ کہ قبروں کی فضیلت مسجدوں پر دینا جو

خیر البقاع واحبها الی الله فانهم اذا قصدوا القبور یقصدونها مع التعظیم والاحترام والخضوع والخشوع

تمام مکانوں سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کی محبوب ہیں کیونکہ یہہ لوگ جب قبروں پر جاتی ہیں تو نہایت تعظیم اور حرمت اور انکسار اور خوف

ورقة القلب وغیر ذلک مما لا یفعلونه فی المساجد ولا یحصل لهم فیها نظیره ولا مثله ومنها اتخاذ

اور نرمی دل کی کرتی ہیں جتنی کہ مسجدوں میں نہیں کرتی اور نہیں پیدا ہوتا اونکو مساجد میں انکا نظیر اور نہ مثل اور ایک یہہ کہ قبروں پر

المساجد والسرج علیها ومنها العکوف عندها وتعلیق الستور علیها واتخاذ السدنة لها حتی

مسجدیں بناتی ہیں اور روشنی کرتی ہیں اور ایک یہہ کہ قبروں پر چلہ کشی کرتی ہیں اور قبروں پر غلاف چڑہاتی ہیں اور مجاور بٹہاتی ہیں یہاں تک

ان عبادها یرجحون المجاورة عندها علی المجاورة عند المسجد الحرام ویرون سدانتها افضل من

کہ گور پرست قبروں کی مجاورت کو مسجد الحرام کی مجاورت سے بہتر سمجھتی ہیں وہ جانتی ہیں کہ قبروں پر بیٹہنا مسجد کی

خدمة المساجد ومنها النذر لها ولسدنتها ومنها زیارتها لاجل الصلوۃ عندها والطواف بها

خدمت کرنی سے بہتر ہی اور ایک یہہ کہ قبروں کی اور اونکی مجاوروں کی منتیں مانتی ہیں اور ایک یہہ کہ قبروں پر جانا واسطے نماز کی اور اونکی گرد پہیر کرنا اور ہونا

وتقبیلها واستلامها وتعفیر الخدود علیها واخذ ترابها ودعاء اصحابها والاستغاثة بهم

اور بوسہ دینا اور چومنا اور قبروں کی مٹی اوٹہاکر منہہ پر ملنی اور اون مردوں کو پکارنا اور انسی مدد مانگنی

وسوالهم النصر والرزق والعافیة والولد وقضاء الدیون وتفریج الکربات وغیر ذلک من

اور اونسی نصرت اور روزی اور صحت اور اولاد اور قرضہ کا ادا کرنا اور مصیبتوں کی کشادگی اور سوا اسکی

الحاجات التی کان عباد الاوثان یسئلونها من اوثانهم ولیس شئ منها مشروعا باتفاق ائمة

اور حاجتیں طلب کرنی جو جو کہ بت پرست اپنی بتوں سی مانگتی تہی اور اسمیں سی کوئی بات جایز نہیں نزدیک کسی امام

المسلمین اذلم یفعل شیئا رسول رب العالمین ولا احد من الصحابة والتابعین وسائر ائمة الدین

اہل اسلام کی اسلئی کہ اسمیں سی رسول رب العالمین نی کچہہ نہیں کیا اور نہ کسی نی صحابہ اور تابعین میں سی اور نہ کسی امام دین نی

ومن المحال ان یکون شئ منها مشروعا وعملا صالحا ویصرف عنه القرون الثلثة التی شهد

اور محال ہی کہ ان تمام مذکورات میں سی کوئی امر جایز اور عمل صالح ہو اور تینوں عہد اوس سی خالی گذر جاویں جن عہدوں کی صدق

فیهم النبی علیه السلام بالصدق والعدل ویظفر به الخلوف الذین شهد فیهم النبی علیه السلام

اور عدالت پر نبی علیہ السلام نی گواہی دی ہی اور اوس امر کو متاخر لوگ عمل میں لاویں جنکی لئی نبی علیہ السلام نی

بالکذب والفسق فمن کان فی شک من هذا فلینظر هل یمکن بشر علی وجه الارض ان یاتی

کذب اور فسق کی گواہی دی ہی جسکو اسمیں کچہہ شک ہو تو وہ دیکہہ لی آیا ہو سکتا ہی کہ کوئی آدمی روی زمین پر سی

عن احد منهم بنقل صحیح او ضعیف انهم کانوا اذا بدالهم حاجة قصدوا القبور فدعوا عندها او تمسحوا

کسی ایک کا اونمیں سی نقل صحیح یا ضعیف لا سکتا ہی کہ وہ لوگ ایسی تہی کہ جب اونکو کوئی کام پیش آتا تو وہ قبروں پر جاکر دعائیں مانگتی اور قبروں کو چہوتی

بها فضلا ان یصلوا عندها او یسئلوا حوائجهم منها کلا لا یمکنهم ذلک بل انما یمکنهم ان یاتوا بکثیر

چہ جای کہ قبروں پر وہ نماز پڑہیں یا اونسی اپنی حاجتیں مانگیں ہرگز یہہ نہیں ہو سکتا بلکہ یہہ ہو سکتا ہی کہ اکثر

من ذلک عن الخلوف التی خلفت من بعدهم ثم کلما تاخر الزمان وطال العهد کان ذلک اکثر حتی

ان امورات کی سند متاخرین سی لاسکیں جو لوگ کہ پیچہی پیدا ہوی ہیں پہر جتنا زمانہ گزرتا گیا اور مدت دراز ہوتی گئی وہ امور بہی بڑہتی گئی یہاں تک

وجدت من ذلک عدة مصنفات لیس فیها عن النبی علیه السلام ولا عن خلفائه الراشدین ولا عن

کہ چند کتابیں ایسی ملیں کہ جنمیں نہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سی اور نہ اونکی خلفاء راشدین سی اور نہ

للصحابة والتابعين حرف واحد بل فيها من خلاف ذلك كثير من الاحاديث المرفوعة التي من جملتها
ورنہ اور صحابہ سے اور تابعین سے ایک بہی حرف نہیں بلکہ وہین اسکی برخلاف بہت حدیثین مرفوع ہین جمین کی

قوله عليه السلام كنت نهيتكم عن زيارة القبور فمن اراد ان يزور فليزر فلا تقولوا هجرا اي فحشا
ایک یہہ حدیث ہی کہ مینی تمکو منع کیا تہا قبرون کی زیارت سی اب جسکا دل زیارت کو چاہی تو زیارت کری پر فحش زبان پر مت لاؤ

واي فحش اعظم من الشرك عندها قولا وفعلا واما الاثار من الصحابة فاكثر من ان يحاط بها فمن جملتها
اور کونسا فحش بڑا ہوگا شرک کرنیسی قبرون کی پاس باعتبار قول و فعل کی اور آثار صحابہ کی تو شمار سی زیادہ ہین منجملہ اونکی

ما في صحيح البخاري ان عمر بن الخطاب راى انس بن مالك يصلي عند قبر فقال القبر القبر قال ابن
ایک وہ جو صحیح البخاری مین ہی کہ عمر بن الخطاب نی انس بن مالک کو دیکہا کہ قبر کی پاس نماز پڑہتی ہین عمر نی کہا دیکہہ قبر ہی قبر ہی ابن

القيم في اغاثته هذا يدل على انه كان من المستقر عندهم ما نهيهم عنه نبيهم من الصلوة عند
قیم کہتا ہی اپنی کتاب اغاثہ مین اس سی معلوم ہوتا ہی کہ اونکی نزدیک وہ ہی مقرر تہا جو کہ اونکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی قبرون مین نماز پڑہنی سی منع فرمایا تہا

القبور وفعل الانس لا يدل على اعتقاده جوازه اذ يحتمل ان لم يره او لم يعلمه انه قبر او ذهل عنه
اور انس کی پڑہنی سی یہہ نہین ثابت ہوتا کہ اونکی نزدیک جایز تہا اسواسطی شاید کہ انس نی قبر نہ دیکہی ہو یا اونکو نہ معلوم ہو کہ یہان قبر ہی یا خیال نہ رہا ہو

فلما نبهه عمر تنبه ومنها اتخاذها عيدا كما اتخذ المشركون من اهل الكتاب قبور انبياءهم
جب عمر نی اونکو جتلایا تو خبردار ہوئی اور ایک یہہ کہ قبرون کو عید بناتی ہین جیسی اہل کتاب کی مشرکون نی اپنی انبیاء

وصلحاءهم عيدا فانهم كانوا يجتمعون لزيارتها ويشتغلون باللغو والطرب فيها فنهى النبي عليه
اور صلحاء کی قبرون کو عید بنایا تہا بیشک وہ مشرک زیارت کی واسطی جمع ہو کر لغو اور خوشی مین مشغول رہتی تہی سو نبی علیہ

السلام امته عن ذلك كما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال لا تجعلوا قبري عيدا فصلوا
السلام نی اپنی امت کو اس سی منع کیا چنانچہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی میری قبر کو عید مت بنا لینا میری واسطی درود

علي فان صلوتكم تبلغني حيث كنتم فان قبره عليه السلام مع كونه سيد القبور وافضل قبر
پڑہو بیشک تمہاری درود میری پاس پہنچیگی جہانسی پڑہو گی بیشک قبر علیہ السلام کو باوجودیکہ تمام روی زمین کی قبرونسی بہتر اور افضل ہی

على وجه الارض اذا وقع النهي عن اتخاذه عيدا فقبر غيره كائنا من كان اولى بالنهي ثم انه عليه
جب ممانعت واقع ہوئی عید بنانی سی تو اور قبرین چاہی کسی کی ہو اگری واسطی ممانعت کی لایق تر ہی پہر پیغمبر علیہ

السلام اشار بقوله فصلوا علي فان صلوتكم تبلغني حيث كنتم الى ان ما يناله من امته من
السلام نی بطور اشارہ کی اس قول سی درود پڑہو میری اوپر پس درود تمہارا مجہکو پہنچتی ہی جہانسی پڑہو گی یہہ فرمایا کہ امت کی طرف سی

الصلوة والسلام عليه يحصل له مع قربهم من قبره وبعدهم عنه فلا حاجة لهم الى اتخاذه
درود اور سلام آپ کو حاصل ہوتا ہی قبر سی نزدیک ہون یا دور ہون پہر کیا حاجت ہی کہ آپکی قبر کو

عيدا لان في اتخاذ القبور عيدا من المفاسد ما لم يعلمه الا الله تعالى فان غلاة متخذيها
عید بناوین اسواسطی کہ قبرون کو عید بنانی مین وہ فساد ہین جسکو خدا کی سوا کوئی نہین جانتا بیشک کئی گور پرست جو قبرون کو

عيدا اذا راوها من مكان بعيد ينزلون عن دوابهم ويكشفون رءوسهم ويضعون جباههم على الارض
عید بناتی ہین جب اوس قبر کو دور سی دیکہتی ہین تو سواری پرسی پیادہ ہو جاتی ہین اور ننگی سر ہو کر سجدہ مین گر پڑتی ہین

ويقبلون الارض ثم انهم اذا وصلوا اليها يصلون عندها ركعتين ثم ينشرون حول القبر
اور زمین چومتی ہین پہر جب پاس جاتی ہین تو دو رکعت نفل ادا کرتی ہین پہر قبر کی گرد قربان ہوتی ہین

طائفين به تشبيها له بالبيت الحرام الذي جعله تعالى مباركا وهدى للانام ثم يلحدون
في التقبيل والاستلام كما يفعل الحجاج في المسجد الحرام ثم يعفرون جباههم وخدودهم
ثم يكملون مناسك حج القبر بالحلق والتقصير ثم يقربون لذلك الوثن القرابين فلا يكون
صلاتهم ونسكهم وقربانهم وما يراق هناك من العبرات ويرفع من الاصوات ويطلبه من
الحاجات ويسئل من تفريج الكربات واغناء ذوي الفاقات ومعافات اولي العاهات والبليات
لله تعالى بل للشيطان فان الشيطان لبني ادم عدو مبين يصدهم بانواع مكائده عن
الطريق المستقيم ومن اعظم مكائده ما نصبه للناس من الانصاب التي هي رجس من عمل
الشيطان وقد امر الله المؤمنين باجتنابها وعلق فلاحهم بذلك الاجتناب فقال يا ايها
الذين امنوا انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه
لعلكم تفلحون فالانصاب جمع نصب بضمتين او جمع نصب بالفتح والسكون وهو كل ما نصب
وعبد من دون الله تعالى من شجر او حجر او قبر او غير ذلك والواجب هدم ذلك كله ومحو اثره
كما ان عمر لما بلغه ان الناس ياتون الشجرة التي بويع تحتها بالنبي عليه السلام ارسل اليها
فقطعها فاذا كان عمر فعل هذا بالشجر التي بايع الصحابة رسول الله عليه السلام تحتها و
ذكر الله تعالى في القران حيث قال لقد رضي الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة
فماذا يكون حكمه فيما عداها من هذه الانصاب التي قد عظمت الفتنة بها واشتدت البلية
بسببها وابلغ من ذلك انه عليه السلام هدم مسجد الضرار ففي هذا دليل على هدم ما هو اعظم

فساداً منه كالمساجد المبنية على القبور فان حكم الاسلام فيها ان ينهدم كلها حتى يساوى بالارض

بیکی جسکا بڑا فساد ہو جیسی مسجدیں جو قبروں پر بنائی گئی ہیں مسئلہ حکم اسلام کا اس باب میں یہہ ہی کہ انسکو ڈھا کر زمین سی برابر کر دیں

وكذا القباب التى بنيت على القبور يجب هدمها لانها اسست على معصية الرسول ومخالفته وكل

اور ایسی ہی گنبد اور برج کہ قبروں پر بنائی گئی ہیں سکا ڈھا دینا واجب ہی اسواسطے کہ انکی بنیاد رسول کی نافرمانی اور مخالفت پر ہی اور جو

بناء اسس على معصية الرسول ومخالفته فهو بالهدم اولى من مسجد الضرار لانه عليه السلام نهى البناء

عمارت کہ بنیاد انکی جاوی رسول کی نافرمانی اور مخالفت پر اوسکا گرا دینا بہتر ہی مسجد ضرار کی اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر عمارت بنانے سے منع

على القبور ولعن المتخذين عليها مساجد فيجب المبادرة والمسارعة الى هدم ما نهى عنه رسول الله صلى الله

منع فرمایا ہی اور لعنت کی ہی جو قبروں پر مسجدیں بناویں پس واجب ہوا جلدی سے شتاب گرا دینا عمارت کا جس سی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہی

ولعن فاعله وكذلك يجب ازالة كل قنديل او سراج وشمع اوقدت على القبور لان فاعل ذلك ملعون بلعنة رسول

اور اوسکی بنانیوالی کو لعنت کی ہی اور ایسی ہی واجب ہی دور کرنا ہر قندیل اور چراغ اور شمع کا جو قبروں پر روشن کیا جاوے اسواسطے کہ ایسا کرنیوالا ملعون ہی رسول اللہ

الله عليه السلام فكل ما لعن فيه رسول الله عليه السلام فهو من الكبائر ولهذا قال العلماء لا يجوز ان ينذر

علیہ السلام کی لعنت سی اور جس امر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہی وہ گناہ کبیرہ ہی اسی واسطے علما کہتی ہیں کہ منع ہی

للقبور شمع ولا زيت ولا غير ذلك فانه نذر معصية لا يجوز الوفاء به بل يلزم الكفارة مثل كفارة اليمين

قبروں پر روشنی کی اور تیل بتی کی اور مانند اسکی جایز نہیں ہی کیونکہ یہہ منت گناہ کی ہی اسکا پورا کرنا جایز نہیں بلکہ کفارہ مثل کفارہ قسم کی لازم ہی

ولا ان يوقف عليها شئ من ذلك فان هذا الوقف لا يصح ولا يحل اثباته وتنفيذه وقال الامام ابو بكر الطرطوسى

اور وقف کرنا بہی قبروں کی واسطی کچھ ایسی ہی مسئلہ یہہ وقف صحیح نہیں اور اسکا رکھنا حلال اور جاری کرنا اور امام ابوبکر طرطوسی کہتی ہیں

انظروا رحمكم الله تعالى اينما وجدتم شجرة يقصدها الناس ويعظمونها ويرجون البرء والشفاء من

جان کرو تمپر خدا کی رحمت ہو جسجگہ تمکو ایسا درخت معلوم ہو کہ لوگ اوسپر تعظیم کرکی آتی ہیں اور صحت اور شفا اوسکی ذریعہ سی امید رکھتی ہیں

قبلها ويضربون بها المسامير والخرق فهى ذات انواط فاقطعوها وذات انواط شجرة للمشركين كانوا

اور اوسمیں میخیں گاڑتی ہیں اور چیتھڑے باندھتی ہیں پس وہ ذات انواط ہی اوسکو کاٹ ڈالو اور ذات انواط مشرکوں کا درخت تہا

يعلقون عليها اسلحتهم وامتعتهم ويعكفون حولها كما روى البخارى فى صحيحه عن ابى واقد الليثى

اوسپر اپنی ہتیار اور اسباب لٹکا کر اوسکی گرد چلہ کشی کرتی تہی چنانچہ بخاری اپنی صحیح میں ابو واقد لیثی سی روایت کرتا ہی

انه قال خرجنا مع رسول الله صلى الله وسلم قبل حنين ونحن حديث عهد بالاسلام وللمشركين سدرة

کہ وہ کہتا ہی کہ ہم ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حنین کی طرف چلی اور ہم نئی ہی مسلمان تہی اور مشرکوں کا ایک درخت بیری کا تہا

يعكفون حولها وينوطون بها اسلحتهم وامتعتهم يقال لها ذات انواط فمررنا بسدرة فقلنا يا رسول الله

اوسکی گرد چلہ کیا کرتی تہی اور اوسپر اپنی ہتیار اور اسباب لٹکا دیتی تہی اوسکا نام ذات انواط تہا جب ہم اوس درخت پر گذری تو عرض کیا یا رسول اللہ

اجعل لنا ذات انواط كما لهم ذات انواط فقال النبى صلعم الله اكبر هذا كما قال بنو اسرائيل اجعل لنا الها كما لهم

ہماری واسطی بہی ذات انواط مقرر کرو جیسی انکا ذات انواط ہی پس فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر یہہ ایسا قول ہی جیسی بنی اسرائیل نے کہا تہا ہماری واسطی معبود مقرر کر جیسے

الهة ثم قال انكم قوم تجهلون لتركبن سنن من كان قبلكم فاذا كان اتخاذ هذه الشجرة لتعليق الاسلحة

حیثیں انکی معبود ہیں پہر یہہ کہا تم جاہل قوم ہو البتہ اختیار کروگی تم دستور انکی جو پہلی گذری ہیں جب مقرر کرنا درخت کا واسطی لٹکانی ہتیاروں کی اور گرد اوسکی بیٹہنی کی برابر معبود مقرر کرنی

والعكوف حولها اتخاذ اله مع الله تعالى مع انهم لا يعبدونها ولا يسئلونها شيئاً فما الظن بغيرها مما يقصده الناس

کی ساتھ اللہ تعالی کی باوجودیکہ یہہ اوس درخت کو پوجتی نہی اور نہ کچھ حاجت مانگتی تہی پہر اور کا کیا حال کرتا جسکا مقصد زیارت کرتی ہیں

من شجر او حجر او قبر ویعظمونه ویرجون منه الشفاء ویقولون ان هذا الشجر او هذا الحجر او هذا القبر

درخت ہو یا پتھر یا قبر اور اوسکی تعظیم کرتی ہین اور امید شفا کی رکہتی ہین اور کہتی ہین کہ یہ درخت یا یہہ پتھر یا یہہ قبر

یقبل النذر الذی هو عبادة وقربة ویتمسحون بذلك النصب ویستلمونه ولقد انکر السلف التمسح بحجر المقام الذی

منتین قبول کرتی ہین کہ جو عبادت اور قربت ہین اور اوس پر ہاتہ ملتی ہین اور اوسکو ہاتہ یا لبسی چومتی ہین اور منع کیا ہی سلف نی ہاتہ ملنی کو مقام ابراہیم

امر الله تعالی ان یتخذ منه مصلی کما ذکره الازرقی عن قتادة فی قوله تعالی وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ اِبْرٰهٖیمَ

کی پتہر پر جسکا اللہ تعالی نی حکم کیا ہی کہ اوسکو نماز کی جگہ بنائی جاوی چنانچہ ازرقی قتادہ سی روایت کرتا ہی تفسیر میں اس آیت کی اور پکڑو مقام ابراہیم سی

مُصَلًّی قال ان الناس امروا ان یصلوا عنده ولم یؤمروا ان یمسحوه بل اتفق العلماء علی انه لا یستلم ولا یقبل الا

نماز کی جگہ کہتا ہی کہ لوگوں کو حکم ہی کہ اوسکی پاس نماز پڑہین یہہ حکم نہین ہی کہ اوسپر ہاتہ ملین بلکہ علماء کا اسپر اتفاق ہی کہ نہ ہاتہ سی چوما جاوی اور نہ بوسہ دیا جاوی سوا حجر

الحجر الاسود واما الرکن الیمانی فالصحیح انه یستلم ولا یقبل وهذا الشیطان فی کل حین وزمان ینصب لهم قبر

اسود کی اور رکن یمانی مین صحیح یہہ ہی کہ ہاتہ سی چوما جاوی اور بوسہ دیا جاوی اور یہہ شیطان دمبدم اونکی لئی کہ کسی بزرگ شخص کی قبر جسکی لوگ

معظم یعظمه الناس ثم یجعله وثنا یعبد من دون الله تعالی ثم یوحی الی اولیائه ان من نهی عن عبادته

تعظیم کرتی ہون نصب کرتا ہی پہر رفتہ رفتہ اوسکو بت بناکر پرستش کراتا ہی سوای اللہ تعالی کی پہر گور پرستوں کی دلمیں یہہ پیدا کرتا ہی کہ جو شخص گور پرستی سی

وعن اتخاذه عیدا وعن جعله وثنا فقد تنقصه وهضم حقه فیسعی الجاهلون فی قتله وعقوبته ویکفرونه

منع کری اور گور کو عید سالی سی اور بت بنانی سی منع کری وہ بے حرمتی کرتا ہی اور حق تلفی کرتا ہی پہر جاہل لوگ اوسکی قتل اور ایذا مین کوشش کرتی ہین اور اوسکو کافر کہتی ہین

وما ذنبه الا انه امر بما امر به الله تعالی ورسوله ونهی عما نهی الله تعالی ورسوله عنه والذی اوقع عباد القبور فی

اور سوا اسکی اوسکی کیا خطا ہی کہ اوسنی وہ ہی حکم کیا جو اللہ اور اوسکی رسول نی دیا ہی اور اوسہی سی منع کیا جو اللہ اور اوسکی رسول نی منع فرمایا اور گور پرستوں کی فتنہ میں

الافتتان بها امور منها الجهل بحقیقة ما بعث الله تعالی به رسوله من تحقیق التوحید وقطع اسباب

پڑنی کی کئی سبب ہین ایک تو جہالت حقیقت بعثت کی کہ اللہ تعالی نی اپنی رسول کو واسطی تحقیق توحید کی اور واسطی قطع کرنی اسباب

الشرك فالذین قل نصیبهم من ذلك اذا دعاهم الشیطان الی الفتنة بها ولم یکن لهم ما یبطل دعوته

شرک کی بھیجا ہی پہر جو لوگ کم نصیب ہین جب اونکو شیطان پکارتا ہی گوروں کی فتنہ کی طرف اور اونکو اتنا علم نہین جس سی شیطانی وسوسہ کو باطل کرین

استجابوا له بحسب ما عندهم من الجهل وعصموا منه بقدر ما معهم من العلم ومنها احادیث مکذوبة

تو اوسکو مان لیتی ہین اپنی اپنی جہالت کی موافق اور بچ جاتی ہین اپنی اپنی علم کی موافق اور ایک یہہ سبب ہی کہ جہوٹی بہت حدیثین

وضعها علی رسول الله صلی الله علیه وسلم اشباه عباد الاصنام من المقابریة وهی تناقض ما جاء به

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بت پرستوں کی مانند گور پرستوں نی وضع کی ہین اونکا مضمون سراسر دین سی

من دینه کحدیث اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اهل القبور وحدیث اذا اعیتکم الامور فعلیکم

خلاف ہی جیسی یہہ حدیث جب تم حیران ہو جاؤ کسی امر مین تو مدد چاہو اہل قبور سی اور یہہ حدیث جب تہک جاؤ تم کسی امر مین تو لازم پکڑو

باصحاب القبور وحدیث لو حسن احدکم ظنه بحجر نفعه وامثال هذه الاحادیث التی هی مناقضة

اصحاب قبور کو اور یہہ حدیث جو کوئی تم مین سی نیک اعتقاد کری پتہر کی ساتہہ تو فائدہ دیوی اور ایسی ہی اور حدیثیں جو دین اسلام سی سراسر خلاف ہین

لدین الاسلام وضعها اشباه عباد الاصنام من المقابریة وراجت علی الجهال والضلال والله تعالی

یہہ سب گور پرستوں بت پرستوں کی مانند نی وضع کین ہین اور جہال اہل ضلال کو بہت اچہی لگین اور حال یہہ ہی کہ اللہ تعالی نی

انما بعث رسوله لقتل من حسن ظنه بالاحجار والاشجار فانه علیه السلام جنب امته من الفتنة بالقبور

نبی رسول کو واسطی قتل ایسی لوگوں کی بہیجا ہی جو پتہروں اور درختوں کو پوجا کرین کیونکہ علیہ السلام نی اپنی امت کو قبروں کی فتنہ سی ہر طرح سی بچایا ہی۔

بلی

بکل طریق ومنها حکایات حکیت عن اهل تلك القبور ان فلانا استغاث بالقبر الفلانی فی شدة فخلص
اور یہ سبب ہی کہ کہانیاں گورپرستوں کی مشہور ہیں کہ فلانی نے فلانی کی گورسے مدد مانگی سختی کی وقت سو اوس سختی سے نجات پائی
منها وفلان نزل به ضر فاستدعی صاحب ذلك القبر فکشف ضره وفلان دعاه فی حاجة فقضیت حاجته
اور فلانی کو مصیبت پیش آئی تو اوس مصیبت زدہ نے فلانی قبروالے سے استدعا کی سو اوسکی مصیبت دفع کردی اور فلانی کو حاجت کی وقت پکارا سو اوسکی حاجت پوری
وعند السدنة والمقابریة بشیء من ذلك یطول ذکره وهم من اکذب خلق الله علی الاحیاء والاموات و
اور مجاوروں اور گورپرستوں کی پاس ایسی بہت قصے ہیں جنکا ذکر دراز ہے اور تمام خلقت سے سب سے جھوٹے ہیں زندوں پر بھی اور مردوں پر بھی اور
النفوس مولعة بقضاء حوائجها وازالة ضرورتها لاسیما من کان مضطرا یتشبث بکل سبب وان کان
طبایع انسانی واسطے ادائی حاجتوں کی اور دفع مضرت کی حریص ہوتی ہیں خاص کر گھبراہٹ میں تو ہر چیز کا سہارا چاہتا ہی اگرچہ
فیه کراهة ما فاذا سمع احدان قبر فلان تریاق مجرب یمیل الیه فیذهب فیه ویدعوا عنده بحرقة وزلة و
کیسا ہی مکروہ ہو جب کوئی سنتا ہی کہ فلانی کی قبر آزمودہ تریاق ہی تو اوسکی طرف متوجہ ہوگا پھر وہاں جاویگا اور اوسکو ذلت اور حواری اور
انکسار فیجیب الله تعالی دعوته لما قام بقلبه من الذلة والانکسار لا لاجل القبر فانه لو دعاکذلك فی الحانة
انکسار سے پس اللہ تعالی اوسکی دعا قبول کرلیتا ہی کیونکہ اوسکی دل میں خواری اور انکسار پیدا ہوتا ہی کچھ قبر کی جہت سے نہیں قبول کرتا کیونکہ اگر یہ شخص اسی طور دکان
والحمامة والسوق لاجابه فیظن الجاهل ان للقبر تاثیرا فی اجابة تلك الدعوة ولا یعلم ان الله تعالی یجیب دعوة
یا حمام یا بازار میں دعا کرتا تو بھی قبول کرلیتا پس جاہل آدمی خیال کرتا ہی کہ قبر میں تاثیر ہی واسطے قبولیت اس دعا کی اور یہ نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالی بیقرار کی دعا
المضطر ولو کان کافرا فلیس کل من اجاب الله تعالی دعاءه یکون راضیا عنه ولا محبا له ولا راضیا لفعله
قبول ہی کرتا ہی اگرچہ وہ کافر ہو یہ بات نہیں ہی کہ اللہ تعالی جسکی دعا قبول کرتا ہی اوس سے راضی ہی ہوتا ہی بلکہ نہ اوسکا دوست ہوتا ہی اور نہ اوسکی کام سے راضی ہوتا ہی
فانه یجیب دعاء البر والفاجر والمؤمن والکافر یسرنا الله تعالی من الدعاء والعمل ما یکون موافقا لرضائه
سنو کہ اللہ تعالی دعا قبول کرتا ہی نیک اور بدکار کی اور مؤمن اور کافر کی خدا تعالی ہمکو آسان کرے ایسی دعا اور عمل جو اوسکی رضا کی موافق ہو
بلطفه وکرمه **المجلس الثامن عشر فی اقسام البدع واحکامها** قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
یعنی لطف اور کرم سے اٹھارہویں مجلس بدعتوں کی اقسام اور انکی احکام میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اما بعد فان خیر الحدیث کتاب الله وخیر الهدی هدی محمد وشر الامور محدثاتها وکل محدثة بدعة
پھر بعد حمد کی تحقیق تمام باتوں میں اچھی کتاب اللہ کی ہی اور اچھی ہدایت ہدایت محمد کی اور کاموں میں بدتر نو پیدا نئی نکالی ہوئی یعنی بدعتیں اور ہر محدثہ بدعت
وکل بدعة ضلالة هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه جابر وفی حدیث اخر رواه عرباض بن ساریة
اور ہر بدعت گمراہی ہی یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی جابر کی روایت سے اور ایک اور حدیث میں عرباض بن ساریہ کی روایت سے ہی
انه علیه السلام قال من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء
کہ فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص جیتا رہیگا میری بعد سو قریب ہی کہ دیکھیگا بہت اختلاف سو لازم پکڑو اپنی اوپر میری سنت اور سنت خلفاء
الراشدین المهدیین من بعده تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثة
راشدین مہدیین کی جو بعد میرے ہوں اوسکی سند کرو اور دانتوں سے مضبوط پکڑو اور بچاؤ اپنی تئیں نئی باتوں سے کیونکہ ہر محدثہ
بدعة وکل بدعة ضلالة والمراد بالبدعة المذکورة فی هذین الحدیثین البدعة السیئة التی لیس لها من
بدعت ہی اور ہر بدعت گمراہی ہی اور مراد بدعت سے جو ان دونوں حدیثوں میں مذکور ہی بدعت سیئہ ہی جسکی اصل
الکتاب والسنة اصل وسند ظاهر او خفی ملفوظ او مستنبط لا البدعة الغیر السیئة التی یکون علی
اور سند کتاب اور سنت سے نہیں نکلتی نہ ظاہر نہ خفی نہ لفظوں سے یا مضمون سے سمجھی جاوی بدعت حسنہ مراد نہیں ہی جسکی

اصل وسند ظاهر او خفي فانها لا يكون ضلالة بل هي قد تكون مباحة كاستعمال المنخل والمواظبة
اصل اور سند ظاہر یا خفی نکلتی ہے کیونکہ ایسی بدعت گمراہی نہیں ہوتی مگر ایسی بدعت کبھی مباح ہوتی ہے جیسے چھلنی کا اور پیٹ بھر کر

على اكل لب الحنطة والتشبع منه وقد تكون مستحبة كبناء المنارة وتصنيف الكتب وقد تكون
دو تین گیہوں کی ہمیشہ کھانی اور کبھی مستحب ہوتی ہے جیسے منارہ کا تعمیر کرنا اور کتابیں تصنیف کرنی اور کبھی واجب ہوتی ہے

واجبة كنظم الدلائل لرد شبه الملاحدة والفرق الضالة لان البدعة لها معنيان احدهما لغوي
جیسے آراستہ کرنا دلایل کا واسطے دفع کرنے شبہات ملحدوں اور گمراہ فرقوں کی اسلئے کہ بدعت کی دو معنی ہیں ایک تو معنی لغوی عام ہیں

عام وهو المحدث مطلقا سواء كان من العادات او من العبادات والثاني شرعي خاص وهو الزيادة في
یعنی محدث مطلق برابر ہے کہ عادات میں ہو یا عبادات میں ہو اور دوسری معنی شرعی خاص ہیں یعنی دین میں کچھ بڑھانا

الدين او النقصان منه بعد الصحابة بغير اذن من الشارع لا قولا ولا فعلا لا صريحا ولا اشارة
یا دین میں سے کچھ گھٹانا بعد عہد صحابہ کی بدون اجازت شرعی کی کہ نہ تو قولی ہو اور نہ فعلی اور نہ صریح اور نہ اشارہ

فانها في الحديثين وان كانت عامة تشمل جميع المحدثات لكن عمومها ليس بحسب معناها اللغوي العام
پس بدعت دونوں حدیثوں میں اگرچہ عام ہے اور شامل تمام محدثات کو یہ عموم اور شمول باعتبار لغوی معنوں کی مقصود نہیں ہے

بل عمومها بحسب معناها الشرعي الخاص فلا يتناول العادات اصلا بل تقتصر على بعض الاعتقادات
بلکہ عموم باعتبار معنوں شرعی خاص کی مراد ہے پھر یہ عادات کو بالکل شامل نہیں ہے بلکہ اسمیں بعض اعتقادات

وبعض صور العبادات لانه عليه السلام لم يبعث لتعليم امر الدنيا وانما بعث لتعليم امر الدين يدل عليه
اور بعضی صورتیں عبادات کی داخل ہیں کیونکہ نبی علیہ السلام واسطے تعلیم امور دنیا کی نہیں آئی وہ صرف واسطے تعلیم امور دین کی آئی ہیں اسی حدیث کی

قوله عليه السلام انتم اعلم بامور دنياكم اذا امرتكم بشيء من امر دينكم فخذوا به ثم البدعة في الاعتقاد
سمجھا جاتا ہے کہ تم خوب جانتے ہو اپنی دنیا کی کاروبار جس میں تمکو دین کی بات بتایا کروں تو لیلیا کرو پھر بدعتیں اعتقاد کی

بعضها كفر وبعضها ليس بكفر لكنها اكبر من كل كبيرة حتى القتل والزنا وليس فوقها الا الكفر والبدعة في
بعضی کفر ہیں اور بعضی کفر نہیں ہیں مگر تمام گناہوں سے سخت ہیں یہاں تک کہ قتل اور زنا سے بھی اور اس سے زیادہ درجہ کفر کا ہے اور بدعت

العبادة وان كانت دونها لكن فعلها عصيان وضلال لاسيما اذا صادمت سنة موكدة واما البدعة
عبادات میں گرچہ اوس سے کمتر ہے پر اوسکا عمل کرنا نافرمانی اور گمراہی ہے خاص کر جب کہ سنت موکدہ کی مقابل ہو اور بدعت

في العادة فليس في فعلها عصيان وضلال بل تركها اولى فتركها اولى اذا تقرر هذا فالمنارة عون
عادات کی اسکی کرنے میں کچھ نافرمانی اور گمراہی نہیں ہے بلکہ ترک اولی ہے سو اسکا بھی ترک اولی ہے جب یہ ٹھہر چکا تو منارہ بھی مددگار ہوتی ہے

لاعلام وقت الصلوة وتصنيف الكتب عون للتعليم والتبليغ ونظم الدلائل لرد شبهة الملاحدة
واسطے خبر دینے وقت نماز کی اور کتابوں کا تصنیف کرنا مددگار ہے واسطے تعلیم اور تبلیغ امر معروف کی اور آراستہ کرنا دلائل کا واسطے دفع شبہات ملحدوں

والفرق الضالة نهي عن المنكر وذب عن الدين فكل منها ماذون فيه بل مامور به لان البدعة الغير السيئة
اور گمراہ فرقوں کی باز رکھنا ہے منکر سے اور دفع کرنا ہے شبہات کا دین سے سو ہر ایک ایسی ہے رخصت ہے بلکہ تعمیل کا حکم ہے اسلئے کہ بدعت حسنہ

ما لم يحتج اليه الاوائل ثم احتاج اليه الاواخر وراوه حسنا على سبيل الاجماع بلا خلاف ولا نزاع
وہ ہے کہ متقدمین کو اوسکی حاجت نہوئی پھر متاخرین اوسکی حاجتمند ہوئے اور سبکو بلا خلاف و نزاع پسند آئی اور بعد

وعند الاستقراء لا توجد تلك البدعة الغير السيئة في العبادات البدنية المحضة كالصوم والصلوة
تفتیش کی بدعت حسنہ عبادات خالص بدنیہ میں نہیں پائی جاتی جیسے روزہ اور نماز

وقراءة القرآن والوظائف كل منها بل لا تكون البدعة فيها الا سيئة لان عدم وقوع الفعل فى الصدر الاول

اور تلاوت قرآن کی اور وظیفے کہ تمام عبادتوں میں سے ہوں بلکہ ایسی جگہ بدعت سیئہ ہی ہوتی ہے اسلئے کہ سوا کسی کام کا　　قرن اول میں

ليس الا لعدم الحاجة اليه او لوجود مانع منه او لعدم التنبيه له او للتكاسل عنه او لكراهة وعدم مشروعيته

یا تو سبب ہونی حاجت کی　یا سبب موجود ہونی مانع کی　یا سبب نہ خبر کی　یا ماری کاہلی کی　یا سبب کراہت اور ناجائز ہونی کی ہی

والاولان منتفيان فى العبادات البدنية المحضة لان الحاجة الى التقرب الى الله تعالى بالعبادة لا ينقطع

دو تو پہلی سبب تو عبادات خالص بدنیہ میں نہیں ہو سکتی　اسلئے کہ حاجت قربت الٰہی کی عبادت سے منقطع نہیں ہوتی

وبعد ظهور الاسلام وعلية اهله لم يكن منها مانع وكذا عدم التنبيه لها والتكاسل عنها منتف ايضا

اور بعد ظاہر ہونی اسلام　اور غلبہ اسلام کی اوس کی کوئی مانع نہیں تھا اور ایسی ہی　نہ خبری　اور کاہلی بھی نہیں ہو سکی

اذ لا يجوز ان يظن ذلك للنبى عليه السلام وجميع اصحابه فلم يبق الا كونها بدعة مكروهة غير مشروعة

اسواسطے کہ گمان جائز ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر　اور اونکی تمام اصحاب پر ایسا خیال کیا جاوے پس بہر سوا بدعت مکروہ ہے اور ناجائز ہونی کی کوئی

وهذا المعنى اراد عبد الله بن مسعود لما اخبر بالجماعة الذين كانوا يجلسون بعد المغرب وفيهم رجل

اور یہی غرض ہی عبد اللہ بن مسعود رض کی　جب اونکو خبر ہوئی ایک جماعت کی جو بعد مغرب کی بیٹھا کرتی تھی　اور اونمیں ایک شخص

يقول كبروا الله كذا وكذا وسبحوا الله كذا وكذا واحمدوا الله كذا وكذا فيفعلون فحضرهم فلما سمع

کہتا تھا اللہ اکبر کہو اتنی اتنی بار　اور سبحان اللہ کہو اتنی اتنی بار　اور الحمد للہ کہو اتنی اتنی بار　پس وہ لوگ کہتی جاتی　سو عبد اللہ بن مسعود اونکی پاس آئی سو جب

ما يقولون قام فقال انا عبد الله بن مسعود فوالله الذى لا اله غيره لقد جئتم ببدعة ظلماء او لقد

جو کہتی تھی کھڑی ہو کر کہا　میں عبد اللہ بن مسعود ہوں لیس قسم ہی اللہ کی جو نہیں معبود سوا اوسکی بیشک تم بدعت کرتی ہو نہایت سیاہ　یا

فقتم على اصحاب محمد عليه السلام علما يعنى ان ما جئتم به اما ان يكون بدعة ظلماء او انكم تداركتم

تم فائق ہو گئی ہو محمد علیہ السلام کی اصحاب سے علم میں　مراد اونکی یہ ہی تم جو یہ کرتی ہو یا تو یہ بدعت　تاریک ہی　یا تمہی ایسی بات پیدا کی

على الصحابة ما فاتهم لعدم تنبههم له او لتكاسلهم عنه فتفضلتم عليهم من حيث العلم بطريق العبادة

جو صحابہ کی ہاتھ سے آئی اونکی بی خبری سی　یا سستی سی　طریق عبادت کی علم میں تم اونسی غالب ہو گئی

والثانى منتف فتعين الاول وهو كونه بدعة ظلماء وهكذا يقال بكل من اتى فى العبادة البدنية المحضة

اور دوسری بات نہیں ہو سکتی تو پہلی ہی بات یعنی بدعت ہونا مقرر رہی یہی جاری ہو سکتی ہی ہر ایک کی حق میں　جو لاوی عبادت خالص بدنیہ کی

بصفة لم تكن فى زمن الصحابة اذ لو كان وصف العبادة فى الفعل المبتدع يقتضى كونه بدعة حسنة

ایسی طور سے جو صحابہ کی وقت میں نہیں تھا　اسواسطے کہ اگر عبادت کا وصف اعمال محدثہ کو بدعت حسنہ بنا دیا کرے

لما وجد فى العبادات ما هو بدعة مكروهة وقد وجد فيها البدعة المكروهة على ما صرح　العلماء

تو عبادات میں بدعت مکروہہ کبھی نہ ہوا کرتی　اور حال یہ ہی کہ عبادات میں بدعت مکروہہ ہوتی ہی　چنانچہ علماء نی

فى تصانيفهم مثل صلوة الرغائب والجماعة فيها ومثل التصلية والترضية والتامين فى اثناء الخطبة

اپنی تصانیف میں صاف کہا ہی جیسی نماز رغائب کی اور اوس میں جماعت　اور جیسی صلی اللہ کہنا　اور رضی اللہ کہنا　اور آمین کہنا　خطبہ پڑھنی میں

وانواع النغمات الواقعة فيها وفى الاذان وقراءة القرآن ومثل الجهر بالذكر امام الجنازة وقدام العرس

اور اقسام ترنم جو خطبہ میں　اور اذان میں　اور تلاوت قرآن میں کرتی ہیں اور ذکر پکار کر جنازی کی آگی　اور دلہن کی آگی

فى الطرقات وغير ذلك من البدع المنكرة الواقعة فى العبادات وليس لاحد ان يقول انها ليست من قبيل

راستہ میں اور سوا اسکی　اور بکثرت بدعتیں جو عبادات میں ہوتی ہیں　اور کسی کو طاقت نہیں کہ کہی کہ یہ امور بدعات سیئہ

البدعة السيئة المكروهة بل هي من قبيل البدعة الحسنة المشروعة بدليل كون بعض الاشياء المحدثة

اور مکروہ نہیں ہے بلکہ وہ بدعت حسنہ مشروع سی ہی اس دلیل سی کہ بعضی چیزیں نو احداث

بعد الصحابة حسنا كبناء المدارس والربط والخانات ونحوها من انواع الخيرات التي لم تعهد في عهد الصحابة

بعد قرن صحابہ کی حسن ہیں جیسی مدرسی بنانی اور خانقاہ اور سرای اور ایسا ہی اسکی انواع خیرات کی جو صحابہ کی وقت میں اونکی رسم نہ تھی

اذ يقال له ثابت حسنة بالادلة الشرعية الصحيحة فيها ما ان لا يكون بدعة فيبقى عموم العام في

سو اسلئی کہ جو ہی کہ حسن دلائل شرعیہ صحیحہ سی ثابت ہو پس وہ یا تو اصلا بدعت نہیں ہی اس عام کا عموم

الحديثين على حاله او يكون مخصوصا من هذه العام والعام الذي خص منه البعض دليل فيما عدا المخصوص

دونوں حدیثوں میں اپنی حال پر باقی ہی یا مخصوص ہوگا اس عام میں سی اور جو عام کہ اوس سی بعض فرد خاص ہوجاوی وہ دلیل ہوتا ہی بجز فرد مخصوص کی

فمن ادعى ثبوت حسن العبادة المحدثة وكونها مخصوصة من هذا العام يحتاج الى دليل يصلح ان يكون

اب جو شخص عبادات نو احداث کی حسن کا دعوی کری اور اوسکو مخصوص بتاوی اس عام میں سی تو حاجت ہوگی اسی دلیل کی جو قابل

مخصصا لان عادة اكثر البلاد وقول كثير من الزهاد والعباد ليس مما يصلح ان يكون معارضا

تخصیص کی ہووی اسواسطی کہ چلن اکثر شہروں کا اور اقوال زاہدوں اور عابدوں کی اس قابل نہیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام سی معارض

لكلام الرسول عليه الصلوة والسلام وكذلك الدليل المخصص هو الدليل الشرعي من الكتاب و

ہو سکیں اور ایسی ہی دلیل مخصص وہ دلیل ہوتی ہی جو موافق شرع کی اور ماخوذ کتاب اور

السنة والاجماع الذي هو مختص باهل الاجتهاد ومن ليس من اهل الاجتهاد من الزهاد والعباد فهو في حكم

سنت اور اجماع سی ہو جو خاص اجتہاد والوں سی ہو اور جو زاہد اور عابد کہ صاحب اجتہاد نہیں ہیں وہ عوام لوگوں میں

العوام لا يعتد بكلامه الا ان يكون موافقا للاصول والكتب المعتبرة وهذه قاعدة دلت عليه السنة

داخل ہیں اونکی بات کا اس باب میں اعتبار نہیں ہاں اگر اونکی کلام اصول اور کتابوں معتبر سی مطابق ہووی معتبر ہی اور یہ وہ قاعدہ ہی کہ سنت

والاجماع مع ان في كتب الله تعالى ما يدل عليها ايضا وهو انه تعالى قال ام لهم شركاء شرعوا لهم من

اور اجماع سی ثابت ہی باوجودیکہ کتاب اللہ میں بھی اسطرف اشارہ ہی وہ یہ آیت ہی فرمایا کیا اونکی اور شریک ہیں جو راہ ڈالی تھی واسطی

الدين ما لم يأذن به الله فمن احدث شيئا يتقرب به الى الله تعالى من قول او فعل من غير ان تشرعه

اونکی واسطی دین کی جسکا حکم نہیں دیا اللہ نی پھر جو کوئی نئی بات عبادت کی واسطی تقرب الہی کی پیدا کری قولی ہو یا فعلی بدون مقرر کرنی

الله تعالى فقد شرع في الدين ما لم يأذن به الله تعالى فمن تبعه فقد اتخذه شريكا ومعبودا كما قال

اللہ تعالی کی تو اوسنی دین میں ایسا نیا طریق نکالا کہ جسکا اللہ تعالی نی حکم نہیں دیا پھر جو اوسکا تابع ہوا اوسنی گویا شریک اور معبود پیدا کیا چنانچہ

الله تعالى في حق اهل الكتاب اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله فقال عدي بن حاتم

اللہ تعالی نی اہل کتاب کی حق میں کہا ہی ٹھرائی ہیں اپنی عالم اور درویش خدا اللہ کو چھوڑ کر پس عدی بن حاتم نی

للنبي عليه السلام ما عبدوهم فقال عليه السلام اطاعوهم فمن اطاع احدا في دين لم يأذن به الله تعالى

نبی علیہ السلام سی عرض کیا اونہوں نی عبادت تو نہیں کی آپ نی فرمایا اونکی اطاعت کی اور جو شخص کسیکی اطاعت کری دینی امر میں بدون حکم اللہ تعالی کی

فقد عبده واتخذه ربا فعلم من هذا ان كل بدعة في العبادات البدنية المحضة لا تكون الا سيئة و

تو وہ گویا عبادت کی اور اوسکو رب مقرر کیا اس سی معلوم ہوا کل بدعتیں عبادات بدنیہ خالص میں سیئہ ہی ہوتی ہی اور

ربما لا يفرق كثير من الناس بين الحسنة والسيئة فيظنون ان كل ما استحسنه نفوسهم ومالت اليه

مع ہذا بہت اکثر لوگ بدعت حسنہ اور سیئہ میں تمیز نہیں کرتی وہ یہ سمجھتی ہیں کہ جو بات دلکو پسند آوی اور طبیعت اوسکی طرف متوجہ ہو

ضاعهم يحسبون انهم يحسنون صنعا يعدون السيئة من الحسنة فقد خبطوا خبط العشواء لا يدرون بين الرشد و
المهلكة والجادة المنجية في مسيرها والضابط في هذا ان يقال الناس لا يحدثون شيئا الا انهم يرونه
مصلحة اذ لو اعتقدوا فيه مفسدة لم يحدثوه فما رآه الناس مصلحة ينظر في السبب فان كان
السبب امرا قد حدث بعد النبي صلى الله عليه وسلم فيجوز احداث ما تدعو الحاجة اليه لمعظم
الدلائل وان السبب الداعي اليه ظهور الفرق الضالة فانهم لما لم يظهروا في عهده عليه السلام
لم يحتج اليه وان كان المقتضي لفعله موجودا في عصره عليه السلام لكن تركه لعارض زال بموته
فكذلك يجوز احداثه كجمع القرآن فان المانع منه في حياته عليه السلام كون الوحي لا يزال ينزل
فيغير الله تعالى ما يشاء فزال ذلك المانع بموته عليه السلام واما ما كان المقتضي لفعله في عهده عليه السلام
موجودا من غير وجود المانع منه ومع ذلك لم يفعله عليه السلام فاحداثه تغيير لدين الله تعالى
اذ لو كان فيه مصلحة لفعله عليه السلام او حث عليه ولما لم يفعله عليه السلام ولم يحث عليه
علم انه ليس فيه مصلحة بل هو بدعة قبيحة سيئة مثاله الاذان في العيدين فانه لما احدثه
بعض السلاطين انكره العلماء وحكموا بكراهته فلو لم يكن كونه بدعة دليلا على كراهته لقيل
هذا ذكر الله تعالى ودعاء الخلق الى عبادة الله تعالى فيقاس على اذان الجمعة او يدخل في العمومات
التي من جملتها قوله تعالى ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا﴾ وقوله تعالى ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ﴾
لكن لم يقولوا ذلك بل قالوا كما ان فعل ما فعله عليه السلام كان سنة كذلك ترك ما تركه عليه السلام
مع وجود المقتضي وعدم المانع منه كان سنة ايضا فانه عليه السلام لما امر بالاذان في الجمعة

دون العيدين كان ترك الاذان فيهما سنة وليس لاحد ان يزيده ويقول هذا زيادة العمل الصالح
اور عیدین میں جو نہ فرمایا تو عیدین میں اذان کا ترک کرنا سنت ہوا اور کسیکو طاقت نہیں کہ اسکو زیادہ کا قائل ہو کر یہہ کہوی یہہ عمل صالح کی افزائش ہی
لا يضر زيادته اذ يقال له هكذا تغيرت اديان الرسل وتبدلت شرايعهم فان الزيادة في الدين
ایسی زیادتی کا کیا ڈر ہی اسواسطی کہ اسکا یہہ جواب ہی کہ اسطرح رسولوں کی دین متغیر ہو گئی اور اونکی شریعتیں متبدل ہو گئیں بیشک دین میں اگر بڑہانا جایز ہو
لو جازت لجاز ان يصلى الفجر اربع ركعات والظهر ست ركعات ويقال هذا زيادة عمل صالح لا
تو البتہ جایز ہوتا کہ صبح کی فرض نماز میں چار رکعتیں ادا کیا کریں اور ظہر کی فرض میں چھہ رکعتیں پڑہا کریں اور کہا کریں یہہ عمل صالح کی زیادتی ہی
زيادته لكن ليس لاحد ان يقول ذلك لان ما يبديه المبتدع من المصلحة والفضيلة ان كان ثابتا
اسمیں کیا نقصان ہی لیکن یہہ بات کوئی نہیں کہہ سکتا اسواسطی کہ جس امر کو بدعتی نیک اور افضل جانتا ہی اگر وہ امر
في عصره عليه السلام ومع هذا لم يفعله عليه السلام فيكون ترك مثل هذا الفعل سنة مقدمة
پیغمبر علیہ السلام کی وقت میں ثابت تہا اور پہر بہی اوسکو نہیں کیا تو ایسی کام کا چہوڑنا ہی سنت ہی ہر عموم
على كل عموم وقياس فمن عمل به مع اعتقاده انه غير مشروع في الدين يكون فاسقا غير مبتدع وان
اور قیاس سی سابق ہی پس جو شخص ایسی امر کو عمل میں لاوی دین کی اندر ناجایز اعتقاد کر کر تو وہ فاسق غیر مبتدع ہی اور اگر
عمل به مع اعتقاده انه مشروع في الدين يكون فاسقا ومبتدعا لان الفسق اعم من البدعة فكل
اوسکو عمل میں لاوی دین کی اندر جایز جان کر تو وہ فاسق اور بدعتی ہوگا اسواسطی کہ فسق بدعت سی عام ہی پس جو
بدعة فسق من غير عكس وكذلك قيل البدعة شر من الفسق فان من يفعل البدعة فهو ينقض
بدعت ہی وہ فسق بہی ہی بدون عکس کی یعنی بعضی فسق بدعت نہیں ہیں اور ایسی ہی کہتی ہیں کہ بدعت فسق سی بدتر ہی کیونکہ جو شخص بدعت کو عمل میں لاتا ہی تو وہ رسول
الرسول وان كان في زعمه انه يعظمه بالبدعة حيث يزعم انها خير من السنة واولى بالصواب
صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو نقض کرتا ہی اگرچہ اپنی گمان میں اوس بدعت سی تعظیم سمجہتا ہی کیونکہ اونکا قول ہی کہ یہہ امر سنت سی بہتر ہی اور جواب میں اولی ہی
فيكون مشاقا لله ولرسوله لاستحسانه ما كرهه الشرع ونهى عنه وهو الاحداث في الدين وانه تعالى
پس وہ مقابلہ کرتا ہی اللہ اور اوسکی رسول کا اسواسطی کہ نیک جانتا ہی جسکو شرع نے مکروہ ٹہرایا اور اوس سی منع فرمایا اور یہہ ہی دین میں بدعت اور بیشک اللہ تعالی
قد شرع لعباده من العبادات ما فيه كفاية لهم واكمل دينهم واتم عليهم نعمته كما اخبر به في كتابه الكريم
اپنی بندوں کی واسطی ایسی عبادات مقرر کر چکا ہی جسمیں اونکی لئی کفایت ہی اور دین کامل کر چکا اور اپنی نعمت پوری دی چکا چنانچہ اسکی خبر اپنی کتاب کریم میں
وقال اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ فالزيادة على الكمال نقصان واختلال
دی ہی فرمایا آج میں پورا دی چکا تمکو دین تمہارا اور پورا کیا میں نے تمپر احسان اپنا پس کامل کی اوپر اور بڑہانا ایسا نقصان اور خلل ہوتا ہی
بمنزلة الاصبع الزائدة وقد تقرر في الاصول ان حسن الافعال وقبحها عند اهل الحق انما يعرفا بالشرع
جیسی چہٹی اونگلی اور اصول میں ثابت ہو چکا ہی کہ اہل حق کی نزدیک بہلائی اور برائی صرف شرع سی معلوم ہوتی ہی
لا بالعقل فكل فعل امر به في الشرع فهو حسن وكل فعل نهي عنه في الشرع فهو قبيح وقال الامام الغزالي في
عقل سی نہیں معلوم ہوتی پس جسکام کا شرع نی حکم فرمایا ہی وہ ہی نیک ہی اور جس کام سی شرع میں منع کیا ہی وہ ہی برا ہی امام غزالی
كتاب الاربعين في اصول الدين اياك ان تتصرف بعقلك وتقول كل ما كان خيرا او نافعا فهو افضل
کتاب اربعین فی اصول الدین میں کہتی ہیں اس سی بچتی رہنا کہ تو عقل کی پیروی کر کر کہنی لگی جو امر خیر اور نفع رسان ہی وہ ہی افضل ہی
وكل ما كان اكثر كان انفع فان عقلك لا يهتدي الى اسرار الامور الالهية وانما يتعقلها قوة النبي عليه السلام
اور جو امر اکثر ہوتا ہی وہ نفع رسان ہوتا ہی کیونکہ تیری عقل نہیں جا سکتی ہی طرف بہید امور الہی کی اوس بہید کو صرف قوت نبی علیہ السلام کی دریافت کرتی

نقل

فعليك بالاتباع فان خواص الامور لا تدرك بالقياس اوما ترى كيف ندبت الى الصلوة ونهيت عنها
تجھکو اتباع ہی لازم ہی کیونکہ خواص امور قیاس سی نہین معلوم ہوتی دیکھتا نہین کہ نماز کی باب مین کیسی ترغیب ہی اور نہی ہم

في جميع النهار وامرت بتركها بعد الصبح والعصر وعند الطلوع والغروب والزوال وذلك ينتهي الى قدر
تمام دن بھر مین ممانعت ہی اور تجھکو حکم ہی نماز پڑھنی کا بعد صبح اور عصر کی اور وقت طلوع اور غروب اور زوال آفتاب کی اور یہ سب ملکر تخمینا

ثلث النهار وقال في الاحياء فكما ان العقول تقصر عن ادراك منافع الادوية مع ان التجربة سبيل
تہائی دن ہوتا ہی اور احیاء میں کہا ہی جیسی عقل قاصر ہی منفعت دواؤن کی دریافت کرنی سی باوجودیکہ اسمین تجربہ کو دخل ہی

اليها كذلك تقصر عن ادراك ما ينفع في الآخرة مع ان التجربة غير متطرق اليها وانما يكون ذلك لو رجع
ایسی ہی عقل قاصر ہی دریافت کرنی ان امور کی سی جو آخرت میں نافع ہون باوجودیکہ تجربہ کو ادہر کوئی راہ نہیں ہی یہ حال جب معلوم ہوسکتا ہی اگر

الينا بعض الاموات واخبرنا عن الاعمال المقربة الى الله تعالى والمبعدة عنه وذلك مما لا مطمع فيه
ہمارے پاس کوئی مردہ چلا آوی وہ اگر ہمکو بتادی کونسا عمل اللہ تعالی سی نزدیک کرتا ہی اور کونسا دور کرتا ہی سو یہ ہرگز نہین ہوسکتا

وقال صاحب مجمع البحرين في شرحه ان رجلا يوم العيد في الجبانة اراد ان يصلي قبل صلوة العيد
صاحب مجمع البحرین نے اوسکی شرح مین بیان کیا ہی ایک شخص نی عید کی دن مصلی میں ارادہ کیا کہ عید کی دوگانہ سی پہلی نماز پڑہی

فنهاه علي فقال الرجل يا امير المؤمنين اني اعلم ان الله تعالى لا يعذب على الصلوة فقال علي واني اعلم ان
سو علی نی اوسکو منع کیا اوس شخص نی کہا یا امیر المؤمنین میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالی نماز پڑہنی پر عذاب نہیں کریگا پھر علی نی فرمایا میں جانتا ہوں کہ

الله تعالى لا يثيب على فعل حتى يفعله رسول الله عليه السلام او يحث عليه فيكون صلاتك عبثا
اللہ تعالی کسی کام پر ثواب نہین دیتا جبتک اوسکو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کریں یا اوسکا امر فرماوین سو تیری یہ نماز عبث ہی

والعبث حرام فلعله تعالى يعذبك به بمخالفتك لنبيه وقال صاحب الهداية يكره ان يتنفل بعد
اور عبث حرام ہی پس شاید کہ اسکی بدلہ اللہ تعالی تجھکو عذاب دی بسبب مخالفت نبی علیہ السلام کی اور صاحب ہدایہ کہتی ہین مکروہ ہین نفلین پڑھنی بعد

الفجر اكثر من ركعتي الفجر لانه عليه السلام لم يزد عليهما مع حرصه على الصلوة فانظر كيف جعل
طلوع صبح صادق کی سوای دو رکعت سنت فجر کی اسواسطی کہ نبی علیہ السلام نی ان دو سی زیادہ نہیں پڑہیں باوجود محبوب ہونی نماز کی اب دیکھ نبی علیہ السلام کی

تركه عليه السلام في باب العبادات دليلا على الكراهة وقال ابن الهمام ما تردد من العبادات بين الواجب
نماز سے چہوڑنی کو باب عبادات میں کیسی دلیل کراہت کی ٹہرائی ہی ابن ہمام کہتا ہی جو عبادت کہ واجب

والبدعة يأتي به احتياطا وما تردد بين البدعة والسنة يتركه لان ترك البدعة لازم واداء السنة
اور بدعت کی بیچ میں مشکوک ہو تو اوسکو احتیاطا عمل مین لاوی اور جو عبادت بدعت اور سنت کی بیچ مین مشکوک ہو تو ترک کری سو اسطی کہ بدعت کا چہوڑنا

غير لازم وفي الخلاصة مسئلة تدل على ان البدعة اشد ضررا من ترك الواجب حيث قال اذا
کچھ ضرور نہین اور خلاصہ مین ایک مسئلہ ہی جس سی معلوم ہوتا ہی کہ بدعت کا ترک واجب سی بہت بڑا ضرر ہی جس جگہ کہا ہی اگر

شك في صلاته هل صلاها ام لا ان كان في الوقت فعليه ان يعيدها وان خرج الوقت ثم شك
شک واقع ہو نماز مین آیا ادا کی ہی یا نہیں اگر ابھی وقت باقی ہی تو اوسپر اعادہ ہی اور اگر وقت جاتا رہا پھر شک ہوا

لا شيء فيه ولو كان الشك في صلوة العصر يقرأ في الركعة الاولى والثالثة ولا يقرأ في الثانية و
تو اسمین کچھ نہیں اور اگر عصر کی نماز مین شک ہو تو اعادہ مین پہلی رکعت اور تیسری رکعت میں قراءت ادا کری اور دوسری رکعت اور

الرابعة فتعين الاولين للقراءة في الفرض واجب وقد امر بتركه حذرا عن احتمال وقوع النفل بعد العصر
چوتھی مین قراءت نہ پڑہی پس پہلی دو رکعتون کا معین کرنا واسطی قراءت کی فرض نماز مین واجب ہی سو حکم ہوا اسکی ترک کا اس احتیاط کی لئی تا بعد عصر کی نفلیں

وهو بدعة مکروهة وروی عن سفیان الثوری انه کان یقول البدعة احب الی ابلیس من کل

کہ یہہ بدعت مکروہ ہی اور سفیان ثوری سی روایت ہی کہ کہتی تھے کہ ابلیس کو بدعت تمام معاصی سی زیادہ تر محبوب ہی

المعاصی لان المعاصی یتاب عنها والبدعة لا یتاب عنها وسبب ذلک ان صاحب المعاصی یعلم

اسواسطی کہ معاصی سی تو توبہ ہو سکتی ہی اور بدعت سی توبہ نہیں ہوتی اسکا سبب یہہ ہی کہ معاصی کرنیوالا تو جانتا ہی

بکونه مرتکب المعاصی فیرجی له التوبة والاستغفار واما صاحب البدعة فیعتقد انه فی طاعة وعبادة

کہ میں خطادار ہوں تو اوسی توبہ اور استغفار کی امید ہی اور بدعتی تو یہہ جانتا ہی کہ میں عبادت کرتا ہوں اور طاعت میں ہوں

ولا یتوب ولا یستغفر وهذا ما حکی عن ابلیس انه قال قصمت ظهور بنی ادم بالمعاصی والاوزار وقصموا

تو یہہ شخص نہ تو توبہ کریگا نہ استغفار اور ابلیس سی حکایت ہی کہ کہتا ہی میں نی پشت بنی آدم کی معاصی اور گناہوں سی توڑدی اور بنی آدم نی

ظهری بالتوبة والاستغفار فاحدثت لهم ذنوبا لا یستغفرون منها ولا یتوبون عنها وهی البدع

میری پشت توبہ اور استغفار سی توڑدی سو میں نی اونکی لئی ایسی گناہ نکالی ہیں کہ اون سی نہ استغفار کریں اور نہ توبہ کریں اور وہ بدعتیں ہیں

فی صورة العبادة فان قیل قد اعتاد کثیر من الناس ان یستدلوا علی عدم کراهة ما اعتادوه

عبادت کی لباس میں اگر کوئی کہی عادت ہی اکثر لوگوں کی کہ استدلال کرتی ہیں بدعات کی جواز پر جنکی عادت کرلی ہی

من البدعة بحدیث شایع بینهم وهو ما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن وما راه المسلمون

اس حدیث سی جو لوگوں میں مشہور ہی یہہ کہ جسکو مسلمان نیک جانیں تو وہ اللہ کی نزدیک بہی نیک ہی اور جسکو مسلمان

قبیحا فهو عند الله قبیح وهل یصح هذا الاستدلال منهم ام لا یصح فالجواب علی ما ذکره بعض الفضلاء

برا جانیں سو وہ اللہ کی نزدیک بہی قبیح ہی آیا یہہ استدلال اونکا صحیح ہی یا صحیح نہیں پس اسکا جواب موافق بیان بعضی فضلا کی

ان هذا الاستدلال لا یصح والحدیث حجة علیهم لا لهم لانه بعض حدیث موقوف علی ابن مسعود

یہہ ہی کہ یہہ استدلال صحیح نہیں ہی اور یہہ حدیث اونکی حق میں مضر ہی مفید نہیں کیونکہ یہہ ٹکڑا ایسی حدیث کا ہی جو موقوف ہی ابن مسعود پر

رواه احمد والبزار والطبرانی والطیالسی وابو نعیم هکذا ان الله تعالی نظر فی قلوب العباد فاختار

روایت کیا اسکو احمد اور بزار اور طبرانی اور طیالسی اور ابو نعیم نی اسطور پر کہ اللہ تعالی نی دیکہا اپنی بندوں کی دلوں کو پہر پسند کیا

محمدا فبعثه برسالته ثم نظر فی قلوب العباد فاختار له اصحابا فجعلهم انصار دینه ووزراء نبیه

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سو بہیجا اوسکو اپنی رسالت پر پہر دیکہا بندوں کی دلوں کو پہر پسند کئی اونکی لئی اصحاب پہر اونکو مقرر کیا دین کی مددگار اور اپنی نبی کی وزیر

فما راه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن وما راه المسلمون قبیحا فهو عند الله قبیح ولا شک ان

پس جس چیز کو دیکہیں مومن حسن پس وہ اللہ کی نزدیک حسن ہی اور جو چیز دیکہیں اوسکو مسلمان قبیح پس وہ اللہ کی نزدیک قبیح ہی اور بیشک

اللام فی المسلمین لیس لمطلق الجنس لان الحدیث ح یکون مخالفا لقوله علیه السلام ستفترق امتی

لام مسلمین کی لفظ میں مطلق جنس کی لئی نہیں ہی اسلئی کہ یہہ حدیث اب اس حدیث سی مخالف ہوجاوی گی قریب ہی کہ میری امت میں

علی ثلث وسبعین فرقة کلهم فی النار الا واحدة لان کلا من فرق الامة مسلم یری مذهبه حسنا فیلزم

تہتر فرقی ہوجائیں گی وہ سب دوزخی ہیں سوای ایک کی اسواسطی کہ تمام فرقی امت کی مسلم ہیں اور اپنی اپنی مذہب کو نیک جانتی ہیں اب اس سی یہہ لازم آتا ہی

ان لا یکون فرقة منها فی النار وکذا البعض للمسلمین یری شیئا حسنا وبعضهم یراه قبیحا فیلزم ان لا یتمیز

کہ کوئی فرقہ بہی دوزخی نہو اور ایسی ہی بعضی مسلمان ایک بات کو نیک جانتی ہیں اور بعضی اوسکو قبیح جانتی ہیں اب یہہ لازم آتا ہی کہ

الحسن من القبیح بل هو اما للعهد والمعهود ما ذکر فی قوله فاختار له اصحابا فیکون المراد بالمسلمین

حسن اور قبیح میں تمیز نرہی بلکہ وہ لام یا تو واسطی عہد کی ہی اور معہود مراد وہ لوگ ہیں جو اس قول میں مذکور ہیں پسند کئی واسطی اوسکی اصحاب ایسی تو مسلمین

الصحابة فقط او للاستغراق خصائص الجنس فيراد بالمسلمين اهل الاجتهاد الذين هم الكاملون في صفة

صحابہ ہیں فقط یا لام واسطے استغراق خصائص جنس کی ہی پہر مراد مسلمین سے اجتہاد والے علماء ہیں جو صفت اسلام میں کامل ہیں

الاسلام صرفا للمطلق الى الكامل لان المطلق عند عدم القرينة ينصرف الى الفرد الكامل وهو المجتهد

واسطے پہیرنے مطلق کی طرف کامل کی اسلئے کہ جب مطلق قرینہ سے خالی ہوتا ہی تو اوسکو فرد کامل کی طرف لیجاتی ہیں اور فرد کامل مجتہد ہی

فيكون المعنى ما راه الصحابة او اهل الاجتهاد حسنا فهو عند الله حسن وما راه الصحابة او اهل الاجتهاد

اب یہہ معنی ہوئی جس بات کو صحابہ یا علماء مجتہد حسن جانی سووہ اللہ کی نزدیک حسن ہی اور جس بات کو صحابہ یا علماء مجتہد

قبيحا فهو عند الله قبيح ويجوز ان يكون اللام للاستغراق الحقيقي فيكون المعنى ما راه جميع المسلمين حسنا

قبیح سمجہیں سووہ اللہ کی نزدیک قبیح ہی اور وہ لام استغراق حقیقی کا بہی ہوسکتا ہی اب یہہ معنی ہونگی جس بات کو تمام مسلمان حسن جانی

فهو عند الله حسن وما راه جميع المسلمين قبيحا فهو عند الله قبيح وما اختلف فيه فالعبرة للقرون

سووہ اللہ کی نزدیک حسن ہی اور جس بات کو تمام مسلمان قبیح جانی سووہ اللہ کی نزدیک قبیح ہی اور جس بات میں اختلاف پڑی پہر اعتبار ہوا اون ثلثہ

المشهود لهم بالخير لا للقرون المشهود لهم بالكذب وعدم الاعتماد في قوله عليه السلام خير القرون قرني

جسکی حق میں شہادت خیر کی ہی باقی قرنوں کا اعتبار نہوگا جسکی حق میں شہادت کذب اور بی اعتباری کی ہی اس حدیث میں سب قرنوں میں بہتر میرا قرن ہی

الذي بعثت فيهم ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يفشو الكذب فلا تعتمدوا اقوالهم وافعالهم ولا ريب

جسمیں میں مبعوث ہوا ہوں پہر جو اسی متصل ہی پہر جو اسی متصل ہیں پہر ان کی بعد کذب پہیل جاویگا پہر ان کی اقوال کا اعتماد نکرو اور افعال کا اور بی شک

ان الصحابة والتابعين والائمة المجتهدين كانوا يرون ما جاوز قدر الضرورة من البدع قبيحا فهو عند الله

صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین جانتی تہی کہ جو بدعت قدر ضرورت سی بڑہ جاوی وہ قبیح ہی پس وہ اللہ کی نزدیک بہی

قبيح ومثل قوله عليه السلام لا تجتمع امتي على الضلالة فان المراد بالامة في هذا الحديث اهل الاجماع

قبیح ہی اور جیسی یہہ حدیث نہیں متفق ہوگی میری امت گمراہی پر بیشک مراد امت سی اس حدیث میں وہ اہل اجماع ہیں

الذي هو كل مجتهد ليس فيه فسق ولا بدعة اصلا لان الفسق يورث التهمة ويسقط العدالة وصاحب

جسمیں ہر ایک ایسا مجتہد ملا ہو کہ اصلا اوسمیں نہ فسق ہو نہ بدعت اسواسطے کہ فسق سی تہمت پیدا ہوتی ہی اور عدالت جاتی رہتی ہی اور

البدعة يدعو الناس الى البدعة ولا يكون من الامة على الاطلاق لان المراد بالامة المطلقة اهل

بدعتی لوگوں کو بدعت کی طرف بلاتا ہی اور مطلق امت مراد نہیں ہی اسواسطے کہ امت مطلقہ سی مراد اہل

السنة والجماعة وهم الذين طريقتهم طريق النبي عليه السلام واصحابه دون اهل البدع والضلال

سنت والجماعت ہیں وہ وہ لوگ ہیں جنکا طریقہ بعینہ طریقہ نبی علیہ السلام اور صحابہ کا ہی اہل بدعت اور اہل ضلال مراد نہیں ہیں

كما قال النبي عليه السلام امتي من استن بسنتي ويصح ان يراد بامتي جميع الامة بناء على ان الاضافة

چنانچہ نبی علیہ السلام فرماتی ہیں میری امت وہ ہی جو طریقہ پکڑی میری سنت کو اور ہوسکتا ہی کہ امت سی تمام امت مراد ہو اسواسطی کہ اضافت

كاللام قد تكون للاستغراق فيكون المعنى لا يجتمع جميع امتي في زمان من الازمنة على الضلالة كما

مثل لام کی کبہی واسطی استغراق کی ہوتی ہی اب یہہ معنی ہو جاوینگی نہیں متفق ہوگی میری تمام امت کبہی کسی زمانہ میں گمراہی پر جیسی

اذا اجتمع اليهود والنصارى بعد نبيهم على الضلالة فيكون هذا الحديث موافقا لقوله عليه السلام

یہود اور نصاری اپنی اپنی نبی کی بعد گمراہی پر متفق ہوگئی ہیں پس یہہ حدیث موافق ہوگی اس حدیث سی

لا يزال طائفة من امتي قائمين بامر الله لا يضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتى ياتي امر الله اذا اقترب

ہمیشہ رہیگی ایک گروہ میری امت کی قایم اوپر امر الہی کی نہ ضرر دیگا اونکو جو قطع کری اونکو اور نہ جو اونسی مخالف ہو یہاں تک کہ آجاوی کہ قیامت

هذا فالواجب على كل مسلم في هذا الزمان ان يحترز من الاغترار والميل الى شئ من البدع والمحدثات

تواس زمانہ میں ہر ہر مسلمان پر واجب ہی کہ پرہیز کرتا رہی فریب میں آنی اور توجہ سی طرف کسی بدعت اور محدثات کی

ويصون دينه عن العوائد التي استأنس بها وتربى عليها فانها سم قاتل قل من سلم من آفاتها و

اور عوارض سی اپنی دین کو بچاوی جن سی انس رکہتا ہی اور اونمین پرورش پائی ہی کیونکہ یہہ زہر قاتل ہی اسکی آفت سی آدمی کم بچتا ہی اور

ظهر له الحق معها الا ترى ان قريشا لاجل العوائد التي الفتها نفوسهم انكروا على النبي صلى الله عليه وسلم

اسمین امر حق کم ظاہر ہوتا ہی کیا معلوم نہین کہ قریش نی فوایدہی کی ماری جسمین اونکی دل لگی ہوئی تہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احکام سی انکار کیا

ما جاء به من الهدى والبيان وكان ذلك سببا لكفرهم وطغيانهم حتى قالوا في حقه عليه السلام

کہ جو سراسر ہدایت اور بیان تہی اسی سبب سی وہ کافر ہوی اور طاغی بنی یہان تک کہ نبی علیہ السلام کی حق مین کہا سو کہا

ما قالوا بسبب ما تربوا عليه ونشئوا فيه ولذلك كان ابن مسعود يقول اياكم وما يحدث من البدع

واسطی اوس امر کی جسمین پرورش پائی ہی اور جوان ہوئی تہی اسی لئی ابن مسعود کہا کرتی تہی بچو تم احداث بدعات سی

فان الدين لا يذهب من القلوب بمرة ولكن الشيطان يحدث لكم بدعا حتى يذهب الايمان

کیونکہ دین دلوں کی اندر سی یک بی دفعہ نہین جاتا رہیگا لیکن شیطان تمہاری لئی بدعتین پیدا کریگا یہان تک کہ ایمان

من قلوبكم فعلى هذا ينبغي للمؤمن ان لا يغتر ويستدل بقوة تصميمه على شئ وكثرة عبادته به انه

تمہاری دلوں سی نکل جائگا پس اس کی موافق مومن کو لازم ہی کہ گہمنڈ مین نہ آوی کہ استدلال کرنی لگی زور تصمیم سی کسی چیز پر اور کثرت عبادت سی کہ

على الحق فان تصميمه عليه وعدم رجوعه عنه ولو نشر بالمناشير لا يدل على كونه على الحق في دينه

مین حق پر ہون کیونکہ اوسکی تصمیم اور باز نہ آنا اوس چیز سی اگرچہ آری سی چیر ڈالا جاوی دین کی حقیقت پر دلالت نہین کرتا

لان جزمه وتصميمه عليه ليس من حيث كونه حقا بل من حيث نشأته بين قوم يدينون به و

اسواسطی کہ اسکا جزم اور تصمیم اوس چیز پر حقیقت کی جہت سی نہین ہی بلکہ اس جہت سی ہی کہ وہ اسی قوم مین پیدا ہوا ہی کہ اسکو دین سی جانتی ہین اور

للنشأة والمخالطة اثر عظيم في تصميم شئ حقا كان او باطلا الا ترى ان مثل هذا التصميم يوجد

پیدایش اور صحبت کو اشیاء کی حقیقت اور ابطال مین بڑا اثر ہوتا ہی کیا معلوم نہین کہ ایسی تصمیم تمام

عامة من ذوي الجهل المركب كاليهود والنصارى ومن في معناهم فالحذر الحذر من هذا السم القاتل

جہل مرکب میں پائی جاتی ہی جیسی یہود اور نصاری اور جو لوگ انکی طرح کی ہین پس بچو بچو اس زہر قاتل سی

وكن مائلا الى الحق مستيقظا لخلاص مهجتك بالاتباع وترك الابتداع فان الاتباع افضل عمل يعمله

اور متوجہ ہو حق کی طرف واسطی خلاصی اپنی جان کی اتباع کی سبب اور بدعت کی چھوڑنی سی بیشک اتباع سنت آدمی کی واسطی

المرء في هذا الزمان لشيوع العمل على خلاف السنة منذ زمان طويل فلا بد لك ان تكون شديد التوقي

اس زمانہ میں تمام اعمال سی بہتر ہی اسواسطی کہ مدت دراز سی عمل بدعت برخلاف سنت پہیل رہا ہی سو تجہکو ضرور ہی کہ بدعات اور محدثات امور سی بہت ہی

من محدثات الامور وان اتفق عليه الجمهور فلا يغرنك اتفاقهم على ما احدث بعد الصحابة بل ينبغي

بچتا رہی اگرچہ اوس بدعت پر بہت خلقت نی اتفاق کیا ہو سو اونکی اتفاق سی بدعات پر جو بعد صحابہ کی نکلی ہین فریب نہ کہانا بلکہ تجہکو

لك ان تكون حريصا على التفتيش عن احوالهم واعمالهم فان اعلم الناس واقربهم الى الله تعالى اشبههم بهم

یہہ ہی لایق ہی کہ اونکی حالات اور اعمال کی تلاش میں رہی کیونکہ سب میں بڑا عالم اور مقرب الہی وہ ہی ہی جو اونسی زیادہ مشابہت رکہتا ہو

واعرفهم بطريقهم اذ منهم اخذ الدين وهم اصول في نقل الشريعة عن صاحب الشرع وقد جاء في الحديث

اور اونکی طریقہ سی زیادہ واقف ہو اسواسطی کہ دین اونہی سی حاصل ہوا ہی اور وہ ہی اصل ہین شریعت کی نقل مین صاحب شرع سی اور حدیث مین آیا ہی

اذا

اذا اختلف الناس فعليكم بالسواد الاعظم والمراد به لزوم الحق واتباعه وان كان المتمسك به قليلا والمخالف

کہ جب آدمیوں میں اختلاف پڑے تو لازم پکڑو اسوہ کثیرہ کو اور اس سے مراد لازم کرلینا حق کا اور اتباع اوسکا ہی اگرچہ متمسک ساتھ قلیل ہو اور مخالف

له كثيرا لان الحق ما كان عليه الجماعة الاولى وهم الصحابة ولا عبرة الى كثرة الباطل بعدهم وقال فضيل بن

کثیر ہو اسواسطے کہ حق وہی ہی جس پر تھی جماعت یعنی صحابہ اور بعد صحابہ کی اسوہ باطل کا کچھ اعتبار نہیں ہی اور فضیل بن عیاض نے

عياض ما معناه الزم طرق الهدى ولا تضرك قلة السالكين واياك وطرق الضلالة ولا تغتر بكثرة الهالكين وقال

یہ مضمون بیان کیا ہی اختیار کر طریقہ ہدایت کا اور تجھکو کچھ نقصان نہیں ہی کمی سالکین سی اور بچتا رہ گمراہی کی رستوں سی اور فریب میں مت آ ہلاک ہونیوالوں کی کثرت سی اور

بعض السلف اذا وافقت الشريعة ولاحظت الحقيقة فلا تبال وان خالف رايك جميع الخليقة وقال ابن

بعض متقدمین نی کہا ہی اگر تو شریعت کی موافق ہی اور حقیقت کو دیکھ چکا تو پھر کچھ پرواہ نہیں ہی اگرچہ تیری رائی کا تمام عالم مخالف ہو اور ابن مسعود نی

مسعود انتم في زمان خيركم المسارع في الامور وسياتي زمان بعدكم خيرهم فيه المتثبت المتوقف لكثرة

کہا کہ تم ایسی زمانہ میں ہو کہ تم میں بہتر وہ ہی جو جلدی کری کاموں میں اور تمہاری بعد زمانہ آتا ہی اوس زمانہ میں بہتر وہ ہی جو ثابت رہی والا توقف کرنیوالا ہی بسبب کثرت

الشبهات قال الامام الغزالي ولقد صدق لان من لم يتثبت في هذا الزمان ووافق الجماهير فيما هم فيه وخاض

شبہات کی امام غزالی کہتی ہیں اللہ سچ کہا ہی اسواسطے کہ جو اس زمانہ میں قایم نہ رہا اور اسوہ کی ساتھ ہوگیا جسمیں وہ لگی ہوئی ہیں اور ڈوبگیا

فيما خاضوا فيه يهلك كما هلكوا فان اصل الدين وعمدته وقوامه ليس بكثرة العبادة والتلاوة و

جسمیں سب لگی تو ہلاک ہوگا جیسی وہ ہلاک ہوئی کیونکہ دین کی اصل اور جڑ اور درستی عبادت اور تلاوت کی کثرت سی اور

المجاهدة بالجوع وغيره وانما هو بالاحتراز من الآفات والعاهات التي تاتي عليه من البدع والحوادث

بھوک کی مشقت اوٹھانی سی نہیں ہی بلکہ دین کی جو آفات اور صدمات سی بچانی میں ہی جو اوسپر بدعتوں سی اور نئی مقدمات کرتی ہی

فانها لكثرتها وشيوعها صارت كانها من شعائر الدين او من الامور المفروضة علينا ما لينا

البتہ یہ بدعتیں اس کثرت سی پھیلی ہیں کہ گویا دین کا تمغہ اور نشان ہوگئیں یا ایسی کہ گویا ہمارے اوپر فرض ہیں کاشکی ہم

كنا باسرها على انها بدعة اذ لو كان كذلك لرجي من التوبة والاستغفار ولكنا اخذناها طاعة

یہ بدعات بدعت ہی کی حال کر عمل میں لاتی اگر ایسا ہوتا تو البتہ بھی توبہ اور استغفار کی امید ہوتی پر ہمنی تو بدعات کو طاعت

وعبادة وجعلناها دينا لنا مقتفين في ذلك آثار من سهى او غلط او غفل من بعض من تقدمنا

اور عبادت اور اپنا دین سا لیا ہی اسی باب میں بھی پیروی متقدمین میں سی ان لوگوں کی کی ہی جنہوں سہو کیا یا غلطی کہا ہی یا غفلت کی

وجعلناه قدوة في ديننا فاذا جاء احد وانكر علينا ما ارتكبناه من تلك الامور فان كان ممن له توقير

اور بھی اونکو اپنی دین کا پیشوا ٹھہرالیا اب اگر کوئی آکر ہمپر ان بدعات کی کرنی پر اعتراض کری یا برا بتادی پھر اگر وہ معترض ایسا ہی کہ جسکی ہمارے دلمیں

في قلوبنا نقول له هذا جائز ذهب الى جوازه فلان وتذكر له بعض من تقدمنا ممن سهى او غلط

عزت ہی تو اوسکو یہ جواب دیتی ہیں صاحب یہ تو جایز ہی فلانا شخص اسکی جواز کا قائل ہوا ہی اور اوسی کا نام لیدیتی ہیں جو ہم سی پہلی سہو کرچکا ہی یا غلطی کہا ہی

او غفل وان كان ممن لا توقير له في قلوبنا لم يسمع منا ما لا يطيقه ولا يخطر بباله كل ذلك بسبب الجهل

یا غفلت کی ہی اور اگر وہ معترض ایسا ہی کہ ہماری دلوں میں اوسکی عزت نہیں تو پھر وہ ہمسی ایسا سنیگا کہ نہ اوسکی کان میں پڑی نہ دل میں خیال آیا ہو یہ سب ہماری جہل

المركب فينا لانا لو راينا على انفسنا على ما هي عليه من الجهل لقبلنا جواب من ارشدنا الى الحق وما

مرکب ہونی کی ہی اسواسطی کہ ہم اگر اپنی جہل مرکب ہونی کو جانتی تو البتہ ہم جواب اوس شخص کا جو ہمکو راہ حق بتاتا مان لیتی اور اوس شخص کی اسی کو

سهى او غلط او غفل حجة في ديننا اذ لا يجوز ان يقلد الانسان في دينه الا هو معصوم وهو صاحب الشريعة

جسنی سہو کیا یا غلطی کہا ہی یا غفلت کی اپنی دین میں حجت نہ لاتی اسواسطی کہ جایز نہیں کہ آدمی اپنی دین میں مقلد ہو سوائی معصوم کی کہ وہ صاحب شریعت کا ہی

او من شهد له صاحب الشريعة بالخير وهم القرون الثلثة الذين اقتضت حكمة الشارع ان
اسکی حق میں صاحب شریعت نے شہادت خیر کی دی ہو اور وہ تینوں قرن ہیں جنمیں سے موافق اقتضا حکمت شارع کی
يختص كل قرن منهم بفضيلة فالقرن الاول خصهم الله بمزية لا سبيل لاحد ان يلحقهم فيها فانه
ہر قرن ایک ایک فضیلت سے مخصوص ہے پس قرن اول کو اللہ تعالی نے خاص کیا ہے ایسی فضیلت سے کہ اوسمیں کوئی اونکی برابری نہیں کرسکتا کیونکہ اللہ
تعالى خصهم لروية نبيه وبمشاهدة نزول القرآن عليه والهمهم حفظه حتى لا يكون حرف واحد منه
تعالی نے انکو خاص کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے اور نزول قرآن کی مشاہدہ سے اور انکو الہام کیا قرآن کی حفاظت کا یہانتک کہ اوسمیں سے ایک حرف
ضايعا فجمعوه ويسروه لمن بعده فحفظوا احاديث نبيهم في صدورهم واثبتوها على ما ينبغي فحصل لهم
ضایع نہیں ہوا اور اوسکو جمع کرکر پچھلوں پر آسان کیا پھر یاد کیا فرمودہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دلوں میں اور ثابت رکھا جیسا کہ چاہیے سو اونکے واسطے
في اقامة هذا الدين حظ كثير لا يمكن الاحاطة به ولا يصل احد اليه فجزاهم الله تعالى عن امة نبيهم
دین کی قایم رکھنے میں بڑا ہی ثواب حاصل ہوا کہ احاطہ سے باہر ہے اور کوئی اونکے مرتبہ کو نہیں پاسکتا اونکو اللہ تعالی امت نبی علیہ السلام کی طرف سے
خير جزاء ثم عقبهم التابعون فجمعوا ما كان من الاحاديث ومسائل الدين متفرقا وانقلوا الاحكام
اچھی جزا عنایت کرے پھر اونکے بعد تابعین پیدا ہوئے اونہوں نے تمام حدیثیں اور دینی مسائل متفرقہ جمع کئے اور احکام دین
والتفسير من الصحابة حتى كان احدهم يرتحل في طلب الحديث الواحد والمسئلة الواحدة مسيرة
اور تفسیر صحابہ سے روایت کی یہانتک کہ بعضا واسطے تلاش ایک حدیث اور ایک مسئلہ کی
شهر او شهرين وضبطوا امر الشريعة اتم ضبط فحصل لهم في اقامة هذا الدين ايضا فضل كبير ثم عقبهم
ایک ایک دو دو مہینے کا سفر کرتا تھا اور احکام شریعت کو خوب ہی ضبط کیا انکو بھی دین کی قایم کرنے میں بڑی فضیلت حاصل ہوئی پھر اونکے بعد
تابعوا التابعين الذين ظهر فيهم الفقهاء المرجوع اليهم في النوازل فوجدوا القرآن مجموعا ميسرا و
تابعیوں کی تابع پیدا ہوئے جنمیں فقہاء ظاہر ہوئے جنکی سامنے حوادثات پیش کئے جاتے انکو قرآن جمع کیا ہوا آسانی سے ہاتھ آیا اور
وجدوا الاحاديث قد احرزت وضبطت فتفقهوا في القرآن والاحاديث على مقتضى قواعد
احادیث جمع اور ضبط کی ہوئی پائیں سو اونہوں نے احکام موافق اقتضاء قواعد شریعت کی قرآن اور احادیث سے
الشريعة واستنبطوا منهما احكاما على مقتضى الاصول وعينوا وجوه الدلالات ويسروها على الناس
استنباط کئے اور اصول کی موافق بہت احکام نکالے اور دلالت کی طریقے مقرر کئے اور اونکو اور لوگوں پر آسان کردیا
وانتظم الحال واستقر دين الامة المحمدية بسببهم فحصل لهم في اقامة هذا الدين خصوصية
اور اونکے سبب سے حال منتظم اور دین امت محمدی کا درست ہوگیا ان صاحبوں کو بھی اس دین کی قایم کرنے سے ایک خصوصیت حاصل ہوئی
ايضا فلما مضوا سبيلهم اتى من بعدهم فلم يجدوا وظيفة يقوم بها بل وجد الامر على اكمل الحالات
جب یہ لوگ گذر چکے تو انکی بعد کی خلقت پیدا ہوئی تو اونکو ایسا کوئی وظیفہ نہ ملا جسکی درستی میں لگیں بلکہ انکو دین کامل ہر حالات پر ملا
فلم يبق له الا ان يحفظ ما استنبطوه وبينوه ولا يحصل له خير الا باتباعهم وتقليدهم وبقائه في
تب یہی کام رہا کہ جو پہلے لوگ جو احکام وغیرہ نکال گئے ہیں اوسکو یاد اور محفوظ رکھیں انکی حق میں بہتر یہی ہے کہ اونکی رستہ پر چلیں اونکی تقلید اور اونکی
سبيلهم وان ظهر لهم فقه غير فقههم فهو مردود عليه الا ان يكون مما لم يقع بيانه في زمانهم لا بالفعل
وضع پر قایم رہیں اگر کوئی حکم انکی احکام کی مخالف ظاہر کریں تو مسترد ہے ہاں اگر ایسی حادثہ کا ہو کہ جسکا بیان اونکی زمانہ میں نہیں ہوا نہ فعل سے اور
ولا بالقول فحينئذ ينبغي له ان ينظر فيه على مقتضى قواعدهم في الاحكام الثابتة عنهم فاذا كان على مقتضى
نہ قول سے اسوقت چاہیے کہ اوس حکم میں اونکی قواعد کی موافق جو احکام ان سے ثابت ہوگئے ہیں غور اور تامل کریں سو اگر وہ حکم اونکی

اصولهم يقبل عنه والا فلا لان كل من أتى بعدهم يقول في بدعة انها مستحبة ثم يأتي على ذلك بدليل
قاعدہ اور اصل کی موافق ہو تو منقول و مسلم ہی اور جو ایسی نہین تو نہین سو جتنی حوادث کی بعد پیدا ہوتا گیا ہی بدعت کو مستحسن کہتا رہا ہی پھر اوس پر ایک دلیل رکھی

خارج عن اصولهم فذلك غير مقبول منه لان التقليد والاقتداء بالغير بمجرد حسن الظن انما يجوز
اصول سی مخالف قائم کردیا ہی سو یہہ دلیل اوکی مقبول نہین ہی اسواسطی کہ تقلید اور پیروی غیر کی صرف نیک گمان سی

لمن كان مجتهدا عدلا لا لمن كان مقلدا لكن لما انقطع الاجتهاد منذ زمان طويل انحصر طريق
مجتہد عادل ہی کی جایز ہی مقلد کی جایز نہین ہی لیکن چونکہ اجتہاد ایک مدت دراز سی نہین ہی تو طریقہ

معرفة مذهب المجتهد في نقل كتاب معتبر متداول بين العلماء لمن كان قادرا على استخراجه
مجتہد کی مذہب دریافت کرنیکا بواسطہ نقل معتبر کتاب کی ہی جو علماء مین مستعمل ہو لی رہی ہو ایسی کی لی جو اوسکی استخراج پر قادر ہو

او اخبار عدل موثوق به في علمه وعمله لمن لم يكن قادرا على استخراجه فلا يجوز العمل بكل كتاب
یا بواسطہ سماع عادل کی ہی جسکی علم اور عمل پر اعتماد ہو یہہ اوسی کی واسطی جو قدرت استخراج کی نہ رکھتا ہو سو ہر کتاب پر عمل جایز نہین ہی

اذ ظهر في هذا الزمان كتب جمعها ضعفاء الرجال من غير معرفة بحقيقة الحال ولا بقول كل عالم
اسلئی کہ اس زمانہ مین بہت کتابین ایسی ہین کہ جو ضعیف لوگون نی بدون دریافت حقیقت حال کی جمع کی ہین اور نہ ہر عالم کی کہی پر عمل جایز ہی

اذ غلب الفسق في الناس بعد القرون الثلثة فالمستور في حكم الفاسق فلا بد من العدالة المرجحة
اسواسطی کہ بعد قرون ثلثہ کی لوگون مین فسق غالب ہو گیا ہی پس مرد مستور الحال بھی فاسق کی مثال ہی پس ضرور ہی کہ عدالت صدق کو غالب کر ڈالی

لجانب الصدق ثم ههنا قاعدة مقررة لا بد من معرفتها وهي ان المسئلة الفقهية اذا نقلت
موجود ہو پھر یہان ایک قاعدہ ٹھہرا ہوا ہی اوسکی دریافت کرنا ضرور ہی وہ یہہ ہی کہ کوئی مسئلہ فقہی اگر نقل کیا جاوی

ينبغي ان ينظر فيها فان كان مأخذها معلوما مشهورا من الكتاب والسنة والاجماع ولا نزاع
تو اوسمین نظر کرنی چاہیئی پھر اگر اوسکا اصل اور ماخذ معلوم اور مشہور ہو کتاب اور سنت اور اجماع سی تو اوسمین کسیکو

فيها لاحد وان لم يكن مأخذها معلوما بل كانت اجتهادية فان كان ناقلها مجتهدا يلزم على من
کچھہ خلاف نہین ہی اور اگر اوسکا ماخذ معلوم نہین ہی بلکہ وہ مسئلہ اجتہادی ہو پھر اگر اوسکا ناقل مجتہد ہی تو مقلد پر لازم ہی

كان مقلدا ان يتبعه ولا يلزم عليه ان يطلب منه دليلا لان كلام المجتهد دليل له وان لم يكن
کہ اوسکا اتباع کری اور دلیل طلب کرنی لازم نہین ہی اسلئی کہ مجتہد کا قول ہی اوسکی دلیل ہی اور اگر

ناقلها مجتهدا بل كان مقلدا فان نقلها من المجتهد فاثبت نقله منه يلزم الاتباع فيها ايضا
اوسکا ناقل مجتہد نہین بلکہ مقلد ہی پھر اگر اوسنی کسی مجتہد سی نقل کیا ہی اور نقل بھی ثابت کردی تو اوسمین بھی اتباع لازم ہی

وان لم ينقلها من المجتهد بل نقلها من قبل نفسه او من مقلد آخر او اطلق فان بين فيها دليلا شرعيا
اور اگر مجتہد سی نقل نہین کیا بلکہ اپنی طرف سی نقل کیا ہی یا اور مقلد سی نقل کیا ہی یا نام کسیکا نہین لیا پھر اگر اوسمین کوئی دلیل شرعی

فلا كلام فيها حينئذ وان لم يبين ينظر ان كان كلامه موافقا للاصول والكتب المعتبرة ولم يكن فيها خلاف
بیان کی ہی تو اوسمین اب بھی کچھہ کلام نہین ہی اور اگر دلیل نہین بیان کی تو اوسمین تامل کیا چاہیئی اگر اوسکی کلام اصول اور کتب معتبرہ سی مطابق ہی اور اوسمین خلاف بھی نہین

يجوز العمل بها لكن ينبغي للعامل بها ان لا يقف في مقام تقليده بل يطلب منه دليلا على ما نقل وان كان
تو اوسپر بھی عمل جایز ہی لیکن عمل کرنیوالی کو چاہیئی کہ صرف تقلید پر نہ ٹھہرہ جاوی بلکہ اوس منقول پر اوس سی دلیل طلب کری اور اگر

كلامه مخالفا للاصول والكتب المعتبرة فلا يلتفت اليه اصلا اذ قد صرح العلماء بان ما لا يعلم
اوسکی کلام اصول اور کتب معتبرہ سی مخالف ہو تو اوس طرف کچھہ توجہ نہین ہی اسواسطی کہ علماء صاف کہہ چکی ہین جس مسئلہ کی صحت معلوم نہو

صحته لا يصح اتباعه ومن يعلم بطلانه فضلا عما علم بطلانه

المجلس التاسع عشر

في بيان بدعية صلوة النوافل بالجماعة كالرغائب وغيرها قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم في خطبة يوم النحر في حجة الوداع ان الزمان قد استدار كهيئته يوم خلق السموات
والارض السنة اثنا عشر شهرا منها اربعة حرم ثلث متواليات ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب
مضر فرد الذي بين جمادى وشعبان هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابوبكرة ومعناه ان الزمان
الذي انقسم الى الشهور والاعوام عاد الى ما كان عليه ورجعت السنة الى اصل الحساب الذي اختاره
الله تعالى يوم خلق السموات والارض وعاد الحج الى ذي الحجة بعدما كان اهل الجاهلية ازالوه من محله
بالنسئ الذي احدثوه وهو النسئ الذي ذكره الله تعالى في كتابه وقال انما النسئ زيادة في الكفر
ومعناه تاخير تحريم شهر الى شهر اخر فانهم في الجاهلية كانوا يعظمون الاشهر الحرم وراثة من ابرهيم
واسمعيل عليهما السلام وكانوا يحرمون فيها القتال حتى احدثوا النسئ فغيروا التحريم لانهم بسبب كون
عامة معاشهم من الغارة كانوا اصحاب حروب وغارات فاذا جاء شهر حرام وهم في حرب كان يشق عليهم
ترك الحرب فيحلونه ويحرمون مكانه شهرا اخر حتى رفضوا خصوص الاشهر واعتبروا مجرد العدد وربما
زادوا في عدد شهور السنة وجعلوها ثلثة عشر واربعة عشر ليتسع لهم الوقت ولذلك ورد التنصيص
على العدد في الحديث فانه عليه السلام بين فيه ان السنة اثنا عشر شهرا وانها في شرعه مقدرة
بسير القمر لا بسير الشمس كما يفعله اهل الكتاب ومن هذه الاشهر القمرية اربعة حرم ثلث منها متواليات
وهي ذو القعدة وذو الحجة والمحرم وواحد فرد وهو رجب وانما اضيف الى مضر في الحديث لان قبيلته

كانوا

كانت تزيد في تعظيمه واحترامه ولذلك نسب اليهم وقد كان فيه لاهل الجاهلية احكام منها
اسکی تعظیم اور حرمت بہت کرتا تہا اسیلئی اونکی طرف منسوب ہوگیا اس مہینہ مین اہل جاہلیت کی بہت احکام تہی ایک یہہ حکم تہا

انهم كانوا يحرمون فيه القتال على ما سبق وكان تحريمه جاريا في ابتداء الاسلام واختلف
کہ اسمین جنگ وجدال کو حرام جانتی تہی چنانچہ اوپر گذرا اور یہہ تحریم ابتداء اسلام مین بہی جاری تہی اور اسکی قائم رہنی مین علماء کو

العلماء في بقائه فذهب الجمهور الى نسخه واستدلوا عليه بان الصحابة اشتغلوا بعد النبي عليه السلام
اختلاف ہی جمہور کی نزدیک منسوخ ہی اس دلیل سی کہ صحابہ رضی اللہ عنہ بعد نبی علیہ السلام کی فتح بلاد مین مشغول رہی

بفتح البلاد ومواصلة القتال والجهاد فلم ينقل عن احد منهم انه توقف على القتال في شيء من الاشهر
اور قتال اور جدال برابر کرتی رہی کسی سی یہہ منقول نہین ہوا کہ اشہر حرام مین سی کسی مہینی مین جنگ مین توقف کیا ہو

الحرام وهذا يدل على اجماعهم على نسخه ومنها انهم كانوا في الجاهلية يذبحون فيه ذبيحة يسمونها
یہہ دلالت کرتا ہی کہ اجماع تحریم منسوخ ہوئی اور ایک یہہ حکم تہا کہ کفار جاہلیت مین اسمین قربانی ذبح کرتی تہی اسکا نام عتیرہ رکہہ چہوڑا تہا

عتيرة واختلف العلماء في حكمها بعد الاسلام فالاكثرون على ان الاسلام ابطلها لما ثبت في
اوسکی حکم مین بہی بعد اسلام کی علماء نی اختلاف کیا ہی اکثر علماء کا یہہ قول ہی کہ اسلام نی اسکو باطل کردیا چنانچہ

الصحيحين عن ابي هريرة انه عليه السلام قال لا فرع ولا عتيرة والفرع بفتحتين اول ولد تلده الناقة
صحیحین مین ابوہریرہ کی روایت سی ثابت ہی کہ آپ نی فرمایا نہ فرع ہی اور نہ عتیرہ اور فرع ساتہہ زبر فا اور را کی پہلا بچہ جو اونٹنی جنی

وكان اهل الجاهلية يذبحونه لالهتهم في الجاهلية ويتبركون به والعتيرة ذبيحة كانت تذبح
اور اہل جاہلیت اوسکو اپنی بتون کی نام پر برکت کی واسطی جاہلیت مین ذبح کیا کرتی تہی اور عتیرہ ایک قربانی تہی

في العشر الاول من رجب وتسمى رجبية وكان يتقرب بها اهل الجاهلية في الجاهلية واهل الاسلام
جو رجب کی پہلی دہی میں ذبح کرتی تہی اسکا نام رجبیہ تہا اہل جاہلیت جاہلیت مین اسکو ثواب جانتی تہی اور اہل اسلام بہی

في صدر الاسلام ثم نسخت بحديث لا فرع ولا عتيرة وقد روى عن الحسن انه قال ليس في الاسلام
ابتداء اسلام مین پہر یہہ اس حدیث سی لا فرع ولا عتیرہ منسوخ ہوگیا اور حسن سی روایت ہی کہ آپ نی فرمایا اسلام مین عتیرہ نہین ہی

عتيرة وانما كانت العتيرة في الجاهلية كان احدهم يصوم رجب ويعتر فيه وشبه الذبح فيه
عتیرہ جاہلیت کا مین تہا بعضا اونمین سی رجب مین روزہ رکہتا اور عتیرہ ذبح کرتا اور رجب مین ذبح کرنیکو تشبیہ دی ہی

باتخاذه موسما وعيدا وروى عن طاؤس انه قال لا تتخذوا شهرا عيدا ولا يوما عيدا واصل هذا
کہ گویا موسم اور عید بنایا ہی اور طاؤس سی روایت ہی کہ آپ نی فرمایا مت بناؤ کسی مہینہ کو عید اور نہ کسی دن کو عید اور اسکی اصل یہہ ہی

ان المسلمين لا يجوز لهم ان يتخذوا وقتا من الاوقات عيدا الا ما جاءت الشريعة باتخاذه عيدا
کہ مسلمانون کو جائز نہین ہی کہ کسی وقت کو وقتون مین سی عید ٹہرالین سوا اوسکی جو شریعت مین عید ٹہر چکا ہی یعنی ہر ہفتہ مین

وهو في الاسبوع يوم الجمعة وفي العام يوم الفطر ويوم الاضحى وايام التشريق واما ما عدا ذلك
جمعہ کا دن اور ہر سال مین دن عید الفطر کا اور دن بقرہ عید کا اور ایام تشریق کی اور جو ان دونون سوا ہین

فاتخاذه عيدا وموسما بدعة لا اصل له في الشريعة المحمدية بل من اعياد المشركين وقد كانت لهم
سو انکا عید اور موسم ٹہرانا بدعت ہی شریعت محمدی مین اوسکی کچہہ اصل نہین ہی بلکہ مشرکون کی عید ہی اور مشرکون کی

اعياد زمانية واعياد مكانية فلما جاء الاسلام ابطلها الله تعالى وعوض عن اعيادهم الزمانية
بہت عیدین تہین زمانی ہی اور عیدین مکانی ہی پہر جب اسلام آیا تو اللہ تعالی نی سب باطل کردی اور عوض مین اونکی زمانی عید کی

عید الفطر وعید النحر وایام التشریق ومن اعیادھم المکانیة الکعبة وعرفات والمنی والمزدلفة
عید الفطر اور عید نحر اور ایام تشریق مقرر کردی اور انکی مکانی عید کی مدد کعبہ اور عرفات اور منی اور مزدلفہ ٹھہرایا

ولیس من ھذہ المواسم موسم ولا من ھذہ الاماکن مکان الا وفیہ للہ تعالی وظیفة من وظائف
اور ان موسموں میں سے کوئی موسم اور ان مکانوں میں کوئی ایسا مکان کہ جسمیں وظیفہ الٰہی اور وظیفۂ طاعت مقرر نہو

طاعاتہ یتقرب بہا الیہ ولطیفة من لطائف نفحاتہ یصیب بہا من یشاء من عبادہ بفضلہ و
کہ جس سے تقرب کا طرف اللہ تعالی کی اور لطیفہ ہو لطایف خوشبوسی دیوی جسکو چاہی اپنی بندوں میں سے اپنی فضل اور

رحمتہ فالسعید من اغتنم ھذہ المواسم والاماکن وتقرب فیہا الی مولاہ بما شرع فیہا من وظائف
رحمت سی پس نیکبخت وہ شخص ہی جو غنیمت جانی ان موسموں اور مکانوں کو اور تقرب حاصل کری اپنی مولا سی اوسکی اول وظیفوں

الطاعات حتی یصیبہ نفحة من تلک النفحات وما من بہا من عذاب النار وما فیہا من النفحات و
طاعات کی جو ان موسم اور مکانوں میں مشروع ہوئی ہیں یہاں تک کہ ایک لپٹ اوس خوشبو کی حاصل ہو اور اوسکی سبب سی آگ کی عذاب سی اور جو اوسکی اندر صدمات ہیں بچی اور

اما الصوم فیہ فقد ورد فیہ احادیث من جملتہا ما رواہ البیہقی فی شعب الایمان عن انس انہ علیہ السلام
رجب میں روزہ کی نسبت حدیثیں آتی ہیں اونمیں کی ایک وہ حدیث ہی جو بیہقی نی شعب الایمان میں انس سی روایت کی ہی کہ آپ نی فرمایا

قال فی الجنة نہر یقال لہا رجب اشد بیاضا من اللبن واحلی من العسل من صام یوما من رجب
جنت کی اندر ایک نہر ہی اوسکا نام رجب ہی دودھ کی زیادہ سفید اور شہد سی زیادہ شیرین جو شخص ماہ رجب میں کسی دن روزہ رکھیگا

سقاہ اللہ تعالی من ذلک النہر ھذا فی صیام بعضہ واما صیام کلہ فلم یصح فیہ بخصوصہ شیٔ
اوسکو اللہ تعالی اوس نہر میں سی پانی پلاویگا یہ حدیث رجب کی تھوڑی روزوں کی اور روزی تمام کامل مہینی کی سو خاص رجب کی بات میں کوئی سند

عن النبی علیہ السلام ولا عن اصحابہ وانما ورد فی صیام الاشہر الحرم کلہا ورجب احدہا فیلزم ان لا ینہی
نبی علیہ السلام سی اور اصحاب سی ثابت نہیں ہی اور سند ہی تو تمام اشہر الحرام کی بات میں ہی اونمیں کا ایک رجب بھی ہی اسلام یہ ہی کہ رجب کی

عن صومہ وقد روی عن ابی قلابة انہ قال فی الجنة قصر لصوام رجب قال البیہقی ابو قلابة من
روزوں سی ممانعت نکیجاوی اور ابی قلابہ سی روایت ہی کہ کہتی ہی جنت میں ایک محل ہی رجب کی روزی داروں کی لئی بیہقی کہتا ہی ابو قلابہ

کبار التابعین لا یقول مثلہ الا عن بلاغ عمن فوقہ ممن سمع عن النبی علیہ السلام نعم قد روی عن
بڑا عمدہ تابعی ہی ایسا شخص ایسی بات بدوں سی اپنی سی عمدہ سی کہ اوسنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سی سنا ہو نہیں کہہ سکتا ہی ہاں ابن عباس کا روایت ہی

ابن عباس انہ کرہ ان یصام رجب کلہ وکرھہ امام احمد ایضا وقال یفطر منہ یوما او یومین وحکی
کہ وہ مکروہ جانتی تہی کہ تمام رجب کی روزہ رکھی جاویں اور مکروہ جانتی تہی امام احمد بہی امام احمد کہتی ہیں کہ ایک یا دو دن افطار کردی اور حکایت ہی

عن ابی عمرو بن عباس لکن تزول کراھة صومہ بان یصوم معہ شہرا آخر وقد قال الماوردی فی الاقناع
ابی عمرو ابن عباس سی کہ لیکن جاتی رہتی ہی کراہت تمام رجب کی روزوں کی اسطور کہ اوسکی ساتھ ایک اور مہینی کی روزی رکہیں اور ماوردی اقناع میں کہتا ہی

یستحب صوم رجب وشعبان واما الصلوة فیہ فلم یثبت فیہ صلوة مخصوصة یختص بہ نعم ھذا
کہ مستحب ہیں روزی رجب اور شعبان کی اور نماز ماہ رجب کی اندر سو کوئی نماز خاص رجب ہی کی ثابت نہیں ہوتی ہی جو رجب ہی خصوصیت رکھتی ہو اس لئی کہ لازم

ینبغی لمن کان لہ دیانة واذعان ان لا یلتفت الی ما اکب علیہ الناس فی ھذا الزمان ولا یغتر بشیوعہ
سزاوار ہی جسکو اللہ نی دیانت اور یقین دیا ہی کہ متوجہ ہووی اوس کار پر کہ اوسپر تمام لوگ اس زمانہ میں پڑی ہیں اور دھوکی میں نہ آجاوی

فی دار الاسلام وکثرة وقوعہ فی البلاد العظام من صلوة الرغائب فی لیلة الجمعة الاولی منہ
دار الاسلام میں مشہور ہونی سی اور بڑی بڑی شہروں کی اندر عمل کرنی سی یعنی صلوة الرغائب جو رجب میں پہلی جمعہ کی شب میں پڑہتی ہیں

للمروی انه علیه الصلوة والسلام قال وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدث بدعة وکل بدعة ضلالة
اسواسطی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی بچتی رہو نئی نئی باتوں سی کیونکہ ہر محدث یعنی نوایجاد بدعت ہی اور ہر بدعت گمراہی ہی
وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال شر الامور محدثاتها وکل محدث بدعة وکل بدعة ضلالة فکل
اور ایک اور حدیث میں ہی کہ آپ نے فرمایا سب کاموں میں بدتر نوایجاد ہین اور ہر محدث بدعت ہی اور ہر بدعت گمراہی ہی اب
من هذین الحدیثین یدل علی کون تلك الصلوة فی هذه اللیلة بدعة وضلالة لکونها من محدثات
یہہ دونو حدیثین دلالت کرتی ہین کہ یہہ نماز اس رات مین بدعت اور گمراہی ہی اسواسطی کہ نوایجاد ہی
الامور لعدم وقوعها فی عصر الصحابة والتابعین ولا فی عهد الائمة المجتهدین بل حدثت بعد
نہ صحابہ کی عہد مین تہی اور نہ تابعین کی زمانہ مین اور نہ ائمہ مجتہدین کی وقت مین بلکہ ہجرت نبوی کی
المائة الرابعة من الهجرة النبویة ولذلك لم یعرفها المتقدمون ولم یتکلموا فیها وقد ذمها العلماء من اعیان
چوتہی صدی کی بعد پیدا ہوئی ہی اسی لئی متقدمین اسکو نہین جانتی تہی اور نہ اسمین کچہہ کلام کی ہی اور عمدہ علماء
المتاخرین وصرحوا بانه بدعة قبیحة مشتملة علی منکرات وقالوا الاحادیث الواردة فیها موضوعة
متاخرین نے اسکی برائی بیان کی اور صاف کہا ہی کہ یہہ نماز بدعت قبیحہ ہی اسمین کئی منکرات ہین اور کہا ہی کہ تمام حدیثین اس باب کی وضعی ہین
والمتهم بوضعها ابن جهضم وبعد هذا التصریح لا اعتداد بکونها مذکورة فی بعض الکتب والرسائل لانا انما نعرف
اور انکا واضع ابن جہضم کو کہتی ہین اور جب علماء یہہ تصریح کر چکی تو پہر اسکا کیا اعتبار ہی کہ بعضی کتابون اور رسالون مین مذکور ہی اسواسطی کہ ہمکو
الدین وحصول الثواب والعقاب من الشارع لعدم استقلال العقل فیه فتلك الصلوة فی هذه اللیلة
دین اور حصول ثواب اور عقاب کا شارع سی معلوم ہوا ہی کیونکہ عقل اسباب مین مستقل نہین ہی پس یہہ نماز اس رات مین
لم یصلها النبی علیه السلام ولا احد من الصحابة ولم یحث علیها فلا یحصل فیها الثواب بل یکون فعلها
نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑہی اور نہ کسی نے اصحاب مین سی اور نہ کسی اور کو تعلیم کی پس اسمین ثواب نہین حاصل ہوگا بلکہ اسکا پڑہنا
عبثا یخشی منه العقاب کما قال صاحب مجمع البحرین فی شرحه ان رجلا یوم العید فی الجبانة اراد
عبث ہوگا اسمین اندیشہ عقاب کا ہی چنانچہ صاحب مجمع البحرین اپنی شرح مین کہتا ہی کہ ایک شخص نے عید کی دن عیدگاہ مین
ان یصلی قبل صلوة العید فنهاه علی فقال الرجل یا امیر المؤمنین انی اعلم ان الله تعالی لا یعذب علی الصلوة
دوگانہ عید الفطر سی پہلی نماز پڑہنی کا ارادہ کیا سو اسکو حضرت علی نے منع کیا اس شخص نے کہا یا امیر المؤمنین مین خوب جانتا ہون کہ اللہ تعالی نماز پڑہنی پر عذاب
فقال علی وانی اعلم ان الله تعالی لا یثیب علی فعل حتی یفعله رسول الله صلی الله علیه وسلم او یحث علیه
پس علی نے کہا مین یہہ خوب جانتا ہون کہ اللہ تعالی کسی کام پر ثواب نہین دیتا جبتک کہ اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل مین نہ لاوین یا اور کو تعلیم کرین
فیکون صلاتك عبثا والعبث حرام فلعله تعالی یعذبك به وبمخالفتك لرسوله وقال ابن همام ما
اب تیری نماز عبث ہی اور عبث حرام ہی البتہ شاید کہ اللہ تعالی اس نماز پر تجہکو عذاب دی اور تیری اس مخالفت پر اپنی رسول سی ابن الہمام کہتا ہی جو عبادت
تردد من العبادات بین الواجب والبدعة یاتی به احتیاطا وما تردد بین السنة والبدعة یترکه لان ترك
مشکوک ہو درمیان واجب اور بدعت کی تو اسکو احتیاط کی ادا کری اور جو عبادت مشکوک ہو درمیان سنت اور بدعت کی تو اسکو ترک کری اسواسطی کہ
البدعة لازم واداء السنة غیر لازم فتلك الصلوة مما تردد بین ما دون السنة والبدعة فتعین ترکها ولا
بدعت کا ترک ضروری ہی اور ادا سنت کا ضروری نہین ہی اب یہہ نماز یعنی صلوة الرغائب ایسی ہی جو مشکوک ہی درمیان کمتر کی سنت سی اور بدعت مین تو اسکو چہوڑنا ہی
یحل لاحد فعلها لا منفردا ولا جماعة لان الجماعة فیها بدعة ایضا اذا دنی مرتبتها ان یکون نافلة وقد صرح
بلکہ کسیکو اسکا پڑہنا حلال نہین ہی نہ اکیلی اور نہ جماعت سی اسواسطی کہ اسمین جماعت بہی بدعت ہی اسلئی کہ اسکا ادنی مرتبہ یہہ ہی کہ نفل ہو اور کتب معتبرہ مین

في الكتب المعتبرة كالكافي وغيره ان الفقهاء اتفقوا على كراهة الجماعة في النوافل ما عدا التراويح والكسوف والخسوف
جیسی کافی وغیرہ میں صاف مذکور ہی کہ فقہاء بالاتفاق قائل ہیں کہ سوای تراویح اور صلوۃ کسوف اور خسوف
والاستسقاء اذا كان سوى الامام اربعة وقالوا ان التطوع بالجماعة انما يكره اذا كان على سبيل التداعي بان
اور استسقاء کی نفلوں کی جماعت مکروہ ہی اگر سوای امام کی چار آدمی ہوجاویں اور کہتی ہیں کہ نوافل جماعت سی جب مکروہ ہیں کہ وہ جماعت بطور اجتماع کی ہو ایسا
يجتمع جماعة فوق الثلثة ويقتدوا بواحد واما لو اقتدى واحد او اثنان بواحد لا يكره وفي الثلثة اختلاف و
کہ تین سی زیادہ جمع ہوکر ایک کو امام کرلیں اور اگر ایک مقتدی ایک امام ہو یا دو مقتدی ایک امام ہو تو مکروہ نہیں ہی اور تین مقتدی ہوں تو اسمین اختلاف ہی
في الاربعة يكره اتفاقا وقد ثبت في الاصول ان الاداء بالجماعة فيما شرعت فيه الجماعة كالمكتوبات والجمعة و
اور چار مقتدی ہوں تو بالاتفاق مکروہ ہی اور اصول میں ثابت ہوچکا ہی کہ ادا کرنا نماز کا جماعت سی جن نمازوں میں جماعت جائز ہی جیسی فرائض پنجگانہ اور نماز جمعہ
العيدين والتراويح والوتر في رمضان اداء كامل وفي غيرها عيب ونقصان بمنزلة الاصبع الزائدة وتلك الصلوة
اور عیدین اور تراویح اور رمضان میں وتر یہہ اداء کامل ہی اور انکی سوا اور نمازوں میں جماعت سی عیب اور نقصان ہی جیسی چھٹی انگلی اور یہہ نماز
ليست منها فتكون الجماعة فيها عبثا ونقصانا ولو بعد النذر لان التنفل بالجماعة مكروه ومعصية والنذر
ان نمازوں میں داخل نہیں ہی پس جماعت اس نماز کی عیب اور نقصان ہی اگرچہ منت مانی ہو اسلئے کہ نفلیں جماعت سی مکروہ اور گناہ ہی اور منت کرنی
بالمعصية لا يجوز ولا يلزم الوفاء به لما ثبت في صحيح البخاري عن عائشة انه عليه السلام قال من نذر
گناہ کی جایز نہیں ہی اور ادا اسکا پورا کرنا بھی لازم نہیں ہی اسواسطی کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جسنی اطاعت
ان يطيع الله فليطعه ومن نذر ان يعصي الله فلا يعصه فهذا الحديث يدل على ان النذر انما يجب الوفاء به اذا
الہی کی منت مانی تو لازم ہی کہ پوری کری اور جسنی معصیت کی منت مانی معصیت ہرگز پوری نکری تو یہہ حدیث اسپر دلالت کرتی ہی کہ نذر جبھی پوری کرنی واجب ہوتی ہی کہ
كان في طاعة الله تعالى والمراد بطاعة الله ههنا ما ليس بواجب ولا معصية لان النذر مفهوم الشرعي ايجاب
طاعت الہی کی ہو اور مراد طاعت سی اسباب میں وہ ہی جو واجب نہو اور نہ معصیت ہو اسواسطی کہ شرع میں نذر کی معنی واجب کرلینا
المباح فلا ينعقد في الواجب ولا في المعصية بل ان وقع في المعصية يحرم الوفاء به ويلزم الكفارة كما في اليمين
مباح کا پس واجب اور گناہ میں نذر ثابت نہیں آتی بلکہ اگر معصیت کی نذر مانی تو اسکا پورا کرنا حرام ہی اور کفارہ لازم ہوجاتا ہی جیسی قسم میں
لان حكمه حكم اليمين عند كثير من العلماء منهم ابو حنيفة واصحابه وحجتهم ما روي عن عائشة انه
اسواسطی کہ نذر اور قسم کا اکثر علماء کی نزدیک ایک حکم ہی امام ابوحنیفہ اور انکی یاروں کا یہی مذہب ہی اور دلیل انکی وہ ہی حدیث ہی عائشہ کی روایت سی
عليه السلام قال لا نذر في معصية وكفارته كفارة يمين وفي حديث اخر رواه ابن عباس انه عليه السلام
کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا نہیں ہی نذر معصیت میں اور اسکا کفارہ مانند کفارہ قسم کی ہی اور ایک اور حدیث میں ابن عباس کی روایت سی ہی کہ آپ نی فرمایا
قال من نذر نذرا في معصية فكفارته كفارة يمين فان قيل صلوة التسبيح اصلها ثابت عن النبي عليه السلام
جسنی کوئی منت مانی گناہ کی تو اسکا کفارہ کفارہ قسم کا سا ہی اگر کوئی پوچھی صلوۃ التسبیح کی اصل تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سی ثابت ہی
فهل يجوز اداؤها بالجماعة بعد النذر في هذه الليلة فالجواب ان الجماعة في النوافل لما كانت مكروهة كراهة تحريم
پس اسکا بھی جماعت سی ادا کرنا منت کی بعد اسی رات میں جایز ہی یا نہیں اسکا جواب یہہ ہی جب نفلوں میں جماعت مکروہ تحریمی ٹھری
لكونها بدعة كان النذر بها مكروها ايضا فلا يجوز ارتكابه لا سيما مع وجود تخصيص الوقت بل تجب على الخلق
بسبب بدعت ہونی کی تو اسکی نذر بھی مکروہ ہی تو اب اسطور پر ادا کرنا جایز نہیں ہی خاص ایسی حال میں کہ وقت بھی خاص کر رکھا ہو بلکہ خلق کی ذمہ
اتباع الحق وان لم يدركوا ما فيه من المصالح والاحتراز عن البدع والمحدثات وان لم يفهموا ما فيها من المفاسد
اتباع حق کا ہی اگرچہ اسکی خوبیوں سی واقف نہوں . اور بدعت اور محدثات سی احتراز کرنا واجب ہی اگرچہ اسکی مفاسد کو نہ سمجھتی ہوں

فان مفاسدها کثیرة من جملتها ان کل ما احدث من الاعمال فی یوم من الایام او فی لیلة من اللیالی

کیونکہ اسکے مفاسد بہت ہیں چنانچہ انمیں سے ایک یہ ہے کہ ہر ہر ایک عمل مخصوص کسی دن میں تمام ایام میں سے یا کسی رات میں تمام راتوں میں سے

لابدان یکون من یعمل به معتقدا ان ذلک الیوم افضل من سائر الایام والعمل فیه افضل من العمل فی سائر

ضرور اوسکی عمل کرنیوالیکا یہہ عقیدہ ہوگا کہ یہہ دن تمام دنوں سے افضل ہی اور اسدن میں عمل تمام اعمال سے جو اور دنوں میں ہو افضل ہی

الایام وان تلک اللیلة افضل من سائر اللیالی والعمل فیها افضل من العمل فی سائر اللیالی اذ لولا هذا الاعتقاد و تلبیه لما ادی الی تخصیص

اور یہہ رات تمام راتوں میں افضل ہی اور اس رات میں عمل اور راتوں کی اعمال سی افضل ہی اسوسطی کہ اگر یہہ عقیدہ اوسکی دل میں ہوتا تو کبھی روزہ وسکا خاص

ذلک الیوم بصیام و تلک اللیلة بقیام لان النبی نهی عن تخصیص بعض الاوقات بصلوٰة او صیام و رخص فی ذلک اذا لم یکن علی وجه التخصیص

کرتا اور کبھی اوس رات کا جاگنا خاص کرتا اسلئے کہ منع کیا ہی پیغمبر علیہ السلام نے خاص کرلینا بعض وقت کا واسطے نماز کی یا روزہ کی اور رخصت دی اوسکا اگر خصوصیت کی نہ ہو

کما روی عن ابی هریرة انه علیه الصلوٰة والسلام قال لا تخصوا لیلة الجمعة بقیام من بین اللیالی ولا تخصوا

اسواسطی کہ روایت ہی ابو ہریرہ سی کہ فرمایا نبی علیہ السلام نی کہ جمعہ کی رات کو واسطی جاگنی کی تمام راتوں میں سی مت خاص کرو

یوم الجمعة بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومه احدکم فعلم من هذا ان الفساد انما نشأ من تخصیص

روز جمعہ کو واسطی روزہ کی تمام دنوں میں سی مت خاص کرو مگر یہہ کہ آجاوی دن جمعہ کی وہ روزہ جسکو کہ رکھا کرتا ہو اس سی معلوم ہوا کہ یہہ فساد اسی سی پیدا ہوکہ خاص کیا

ما لا اختصاص له فی الشرع و هذا المعنی موجود فیما نحن فیه لان الناس انما یخصون تلک اللیلة بما

ایسی وقت کو جسکی شرع میں کچھ خصوصیت نہیں ہی اور یہہ ہی خصوصیت جس نماز میں ہم بحث کرتی ہیں موجود ہی یعنی رغائب اسواسطی کہ لوگ اس نماز کی واسطی

یعملونه فیها لاعتقادهم ان فیما یفعل فیها فضیلة زائدة علی ما یفعله فی غیرها فلما لم یکن فیه فضیلة منعوا

اسی اعتقاد سی خاص کرتی ہیں کہ جو عبادت یا نماز اس رات میں ادا ہوگی اوسکو بڑی فضیلت ہی اوس عبادت پر جو اور راتوں میں ادا ہو اور جس میں کوئی فضیلت

عن التخصیص اذ لا ینبعث التخصیص الا عن اعتقاد الاختصاص فمن قال اعتقادی ان الصلوٰة فی تلک

تو خصوصیت سی منع کرو اسلئے کہ خصوصیت کی اعتقاد سی پیدا ہوتی ہی اب جو شخص کہی کہ میری اعتقاد میں اس رات میں نماز

اللیلة والصوم فی ذلک الیوم کما فی غیرهما و مع ذلک انی خصهما بالصوم والصلوٰة فلا بد ان یکون باعثه

اور اس دن میں روزہ ایسا ہی ہی جیسی اور رات دنوں میں پھر بھی میں اول دو لو رات اور دن کو واسطی روزہ اور نماز کی خاص کرتا ہی بس ضرور ہی کہ اسکا باعث

اما موافقة اهل الدنیا الحاجة عندهم او خوف اللوم او اتباع العادة او نحو ذلک و فساد الکل ظاهر لان کل ذلک

یا اہل دنیا کی موافقت ہوگی اونسی کار برائی کی لئی یا اندیشہ طعنہ زنی کا یا پیروی عادت کی یا ایسا ہی کوئی اور امر ہوگا اور ان سب باتوں کا فساد ظاہر ہی

ریاء والریاء بالعبادة حرام مع ان من یعمل ما هو بدعة مع اعتقاده انه غیر مشروع فی الدین یکون فاسقا

ریا کی باتین ہیں اور عبادت میں ریا کرنی حرام ہی اور یہہ بھی کہ بدعت کا عمل کرنیوالا اس اعتقاد سی کہ یہہ عبادت دین کی اندر جایز نہیں ہی فاسق

غیر مبتدع و ان عمل به مع اعتقاده انه مشروع فی الدین یکون فاسقا و مبتدعا فکثیر من اهل الزمان یصلون

غیر بدعتی ہوتا ہی اور اگر عمل کری اس اعتقاد سی کہ یہہ دین کی اندر جایز ہی تو فاسق اور بدعتی ہوتا ہی بس اس زمانہ کی اکثر آدمی یہہ نماز

تلک الصلوٰة فی هذه اللیلة بجمع کثیر مع اعتقادهم انها مشروعة فی الدین فیلزم ان یکونوا بفعلهم هذا فاسقا

اس شب میں بڑی بڑی جماعت سی ادا کرتی ہیں اس اعتقاد سی کہ دین کی اندر جایز ہی اسے لازم آتا ہی کہ وہ لوگ اس نماز پڑھنی سی فاسق

مبتدعین لفعلهم البدعة مع اعتقادهم انها عبادة مشروعة فی الدین وقد کان من عادتهم اذا انکر علیهم

اور بدعتی ہوں اس بدعت کی عمل کرنی پر اس اعتقاد سی کہ یہہ عبادت دین کی اندر جایز ہی اور اونکی یہہ عادت ٹہری ہوئی ہی کہ جب اونکو منع کرو

ان یقولوا هذا خیر من الاشتغال بالمعاصی فی مثل هذه اللیلة فان هؤلاء المساکین لو تاملوا تامل الانصاف

تو کہنی لگتی ہیں یہہ عبادت ایسی رات میں گناہ کرنی سی تو بہتر ہی بیشک یہہ مساکین اگر تامل کرکر انصاف کرتی

لوجدوا هذا العمل اشد ضررا من فعل المعاصي لان من يفعل المعاصي يعلم حرمة ما فعل فربما يستغفر عنه
تو جانتی کہ یہ عمل معاصی سی ضرر مین سخت تر ہی اسواسطی کہ جو شخص گناہ کرتا ہی تو جانتا ہی کہ جیسی گناہ واقع ہوا تو اکثر اس سی توبہ کر کر مغفرت مانگتا ہی

ويندم عليه ويحصل له الذلة والانكسار بخلاف هؤلاء فانهم باعتقادهم انها قربة وعبادة مشروعة
اور اوسپر شرمندہ ہوتا ہی اور اوسکو ذلت اور انکسار حاصل ہوتا ہی برخلاف اس گروہ کی یہ گروہ اس اعتقاد کی سبب کہ یہ ثواب اور عبادت مشروعہ ہی

في الدين لا يستغفرون منها ولا يندمون عليها بل يحصل لهم المباهاة والافتخار وهذا ما يذكر عن ابليس
دین مین نہ تو استغفار کرتی ہیں اور نہ اوسپر شرمندہ ہوتی ہین بلکہ اونکو اوسپر ناز اور افتخار حاصل ہوتا ہی یہہ ہی ہی جو ابلیس سی حکایت کرتی ہیں

انه قال قصمت ظهور بني ادم بالمعاصي والاوزار وقصموا ظهري بالتوبة والاستغفار فاحدثت لهم
کہ کہتا ہی مین نی آدم کی پیٹ معاصی اور گناہ کی بوجہہ سی توڑ دی اور بنی آدم نی میری پشت توبہ اور استغفار سی توڑ دی مین اونکی لئی

ذنوبا لا يستغفرون منها ولا يتوبون عنها وهي البدع في صورة العبادة ولذلك قيل البدعة شر من الفسوق
ایسی گناہ تجویز کئی ہین کہ نہ اوسی استغفار کریں اور نہ اوسی توبہ کرین یعنی بدعتین ظاہر مین عبادت اسی لئی کہتی ہین کہ بدعت فسق سی بدتر ہی

فان من يفعل البدعة يزعم انه في طاعة وعبادة فيكون مشاقا لله تعالى ولرسوله لاستحسانه ما كرهه
کیونکہ بدعتی اپنی تئیں طاعت اور عبادت مین مصروف جانتا ہی سو یہہ اللہ تعالی پر اور اوسکی رسول پر دشوار گذرتا ہی کیونکہ یہہ نیک سمجھتا ہی جسکو

الشرع ونهى عنه وهو الاحداث في الدين فانه تعالى قد شرع لعباده من العبادات ما فيه كفاية لهم واكمل
شرع نی مکروہ جانا اور منع کیا یعنی بدعت دین کی باب میں بیشک اللہ تعالی مقرر کر چکا ہی اپنی بندون کی لئی اتنی عبادات جسمین انکو کفایت ہی اور کامل کر چکا ہی

دينهم واتم عليهم نعمته كما اخبر به في كتابه ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ فالزيادة
اونکا دین اور پوری کر چکا ہی دیر اپنی نعمت چنانچہ اپنی کتاب میں اسکی خبر دی ہی آج کامل کیا مین واسطی تمہاری دین تمہارا اور پورا کی مین اپنی نعمت پس کامل پر

على الكمال نقصان واختلال وليس لاحد ان يقول تلك الصلوة وان كانت بدعة الا ان فيها الاذكار وقراءة
کچھہ زیادہ کرنا نقصان ہوتا ہی اور عیب اور نہین ہو سکتا کہ کوئی یہہ کہی یہہ نماز اگرچہ بدعت ہی پر اس نماز مین اللہ کا ذکر ہی اور قرآن کی

القرآن فيرجى الثواب في مقابلة تلك الاذكار والقراءة اذ يقال له ان تلك الصلوة لما كانت بدعة وضلالة كان الاذكار والقراءة
تلاوت ہی پس امید ہی کہ اس ذکر اور تلاوت قرآن کا تو ثواب ہوا اسواسطی کہ جواب اسکا یہہ ہی یہہ نماز جب بدعت اور گمراہی ٹہری تو تمام ذکر اور تلاوت جو

الواقعة فيها من قبيل خلط الطاعات بالمعصية وهو معصية اخرى اشد استقباحا من الاولى فيجب الاحتراز عنها وكذا ليس لاحد ان يقول لا منع من تلك
اوس نماز مین ہی اسی ہی کو یا طاعات مین معصیت ملا دی اب یہہ ایک اور معصیت ہی پہلی سی بہی بدتر سو اس سی بھی احتراز کرنا چاہئی ایسی ہی نہین ہو سکتا کہ کوئی یہہ کہی

الصلوة لقوله تعالى ﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى عَبْدًا إِذَا صَلَّى﴾ ولا ان يستدل على خيريتها بما روى انه عليه السلام
اس نماز سی اس آیت کی ممانعت نہیں ہو سکتی دیکھا وہ جو منع کرتا ہی بندی کو جب نماز پڑھی اور نہ یہہ مجال کہ کوئی استدلال کری اسکی خوبی پر اس حدیث سی کہ آپ نی

قال الصلوة خير موضوع اذ يقال له ما قلت انما هو في صلوة لا يخالف الشرع بوجه من الوجوه وتلك
فرمایا نماز خوب ہی وضع کی ہوئی اسواسطی کہ یہہ جواب ہی کہ یہہ حدیث ایسی نماز کی حق میں ہی جو کسی وجہہ سی شرع کی خلاف نہو اور یہہ

الصلوة مخالفة للشرع من وجوه على ما ذكره العلماء في تصانيفهم منها الاعتماد على الحديث الموضوع
نماز شرع کی خلاف کئی وجہ سی ہی چنانچہ علما نی اپنی اپنی تصانیف مین ذکر کیا ہی ایک یہہ کہ وضعی حدیث پر اعتماد کیا

فانه اذا ثبت كونه موضوعا يخرج من المشروعية ويكون مستعملة من خدام الشيطان ومنها فعلها
کیونکہ جب اسکا وضعی ہونا ثابت ہوا تو مشروعیت سی خارج ہوئی اب اوسپر عمل کرنیوالا شیطان کا خادم ہی اور ایک یہہ کہ

بالجماعة فان الجماعة في النوافل مكروهة فكيف فيها ومنها تخصيصها بليلة الجمعة وقد ورد النهي عن تخصيص
جماعت سی ادا کرنا اور جماعت مطلق نفلون مین مکروہ ہی اسمین کیون نہو اور ایک یہہ کہ خصوصیت شب جمعہ کی اور حال یہہ کہ نہی آچکی خاص کرنی

ليلة

ليلة الجمعة بقيام ويومها بصيام ومنها اسراج السرج الكثيرة لاجلها وذلك لا يجوز لكونه تبذيرا

شب جمعہ سے واسطے جاگنے کی اور خاص کرنی دن جمعہ کی سی واسطے روزہ کی اور ایک یہہ کہ اسکی لئے روشنی خوب کرتی ہیں اور یہہ جایز نہیں ہے کہ اسراف ہے

والتبذير حرام بنص القران ومنها اعتقاد العامة انها سنة بل كثير من العوام يعتقدون فرضا

اور اسراف حرام ہے نص قرآن سی ثابت اور ایک یہہ کہ عوام اوسکو مسنون سمجھتے ہیں بلکہ اکثر عوام فرض جانتے ہیں

حتى انهم يتركون الفرائض ولا يتركونها بل يعدونها راس جميع الصلوة المفروضة بسبب فعلها وحضورها

یہان تک کہ وہ لوگ فرض کو تو ترک کردیں اور اس نماز کو نہ چھوڑیں بلکہ اسکو تمام فرض نمازوں سے افضل شمار کرتی ہیں کیونکہ اوسکو پڑہتی ہیں اور اوسمین

بعض من الاكابر ممن لا يحضر الجماعة في المكتوبات ومنها اتخاذها وظيفة من وظائف الدين وشعيرة من

وہ عمدہ لوگ حاضر ہوتی ہیں جو فرایض کی جماعت میں حاضر نہیں ہوتی اور ایک یہہ کہ اسکو ایک وظیفہ دین کی وظیفوں میں سی اور ایک نشان

شعائر المسلمين حتى ان الحكام ينبهون الائمة والمؤذنين ان لا يغفلوا عنها في هذه الليلة بل يظهرون الندا

مسلمانی کی نشانیوں میں سی مقرر کیا ہی یہان تک کہ حاکم وقت امام اور مؤذن کو خبردار کردیتے ہیں کہ ایسا نہو غفلت سی اس رات میں قضا ہوجاے بلکہ منادی کرتی ہیں

بان من لا يصليها يضرب ضربا شديدا ويعزلون الامام الذين يتخلف عنها كما جرى كل ذلك في بعض

کہ جو شخص اس نماز کو نہیں پڑہیگا تو خوب پٹیگا اور امام کو موقوف کردیتے ہیں جو اتفاقا نہ پڑہی چنانچہ یہہ تمام حال بعضی وقتوں میں

الاوقات في بعض البلاد فياليتهم فعلوا مثل ذلك في الفرائض والواجبات وهذه هي الفتنة التي قال فيها

بعضی شہروں میں گذرا ہی پس کاشکی ایسی تاکید فرایض اور واجبات میں کرتی اور یہہ وہ ہی فتنہ ہی جسکی باب میں

ابن مسعود كيف انتم اذا لبستكم فتنة يهرم فيها الكبير ويربو فيها الصغير يجري على الناس يتخذونها سنة

ابن مسعود نے کہا ہی تمہارا کیا حال ہوگا جب تمکو فتنہ گہیر لے کہ بڑا ہوجاوے اوسمین کبیر اور جوان ہوجاوے اوسمین صغیر عادت ہی لوگوں کی کہ اوسکو سنت ٹہرالیتی ہیں

اذا غيرت قيل غيرت السنة او هذا منكر وكان يقول ايضا اياكم وما يحدث من البدع فان الدين لا يذهب

جب تو نے بدلا تو کہیں تو نے سنت کو تبدیل کیا یا یہہ بیجا ہی اور ابن مسعود یہہ بہی کہتے تہے بچتے رہو نو احداث بدعتوں سی کیونکہ دین ایک بار ہی

من القلوب بمرة ولكن الشيطان يحدث لكم بدعا حتى يذهب الايمان من قلوبكم فعلى هذا يجب على

دلوں میں سی نہیں نکلجاویگا لیکن شیطان تمہاری لئے بدعتیں پیدا کریگا یہان تک کہ ایمان تمہاری دلوں میں سی نکل جاویگا اس بیان کی موافق ہر مسلمان پر

كل مسلم ان يحذر من الاغترار والميل الى الشئ من البدع والمحدثات وتصون دينه عن العوائد التي استأنس

واجب ہی کہ بچتا رہی فریفتگی اور غفلت اور توجہ سی طرف تمام بدعات اور محدثات کی اور اپنی دین کو عادات سی بچاوی جس میں الفت پکڑی

بها وتربى عليها فانها سم قاتل قل من سلم من آفاته وظهر له الحق معها لان لها حلاوة في قلوب اهلها

اور پرورش پائی بیشک یہہ زہر قاتل ہی اسکی آفات سی کم بچتی ہیں اور اسکی ساتھ حق کبہی نہیں ظاہر ہوتا اسلئے کہ اسکا مزہ بدعتیوں کی دل میں ایسا آیا ہی

يستحسنها طباعهم فلا يتركونها ولذلك كان هشام بن عروة يقول لا تسئل الناس عما احدثوه فانهم قد

کہ اونکی دل اسکو پسند کرتی ہیں سو کبہی نہ چہوڑیں گی اسی لئے ہشام بن عروہ کہتے تہی کہ لوگوں سی کیا پوچھتی ہو بدعات کو اسکا تو اونہوں نی

اعدوا له جوابا لكن اسئلوهم عن السنة فانهم لا يعرفونها يسرنا الله اليوم العمل بالسنة والاحتراز عن البدع

جواب تیار کررکہا ہی لیکن اونسی یہہ پوچھو سنت کیا ہی یہہ سنت کو نہیں جانتی اللہ تعالی ہمکو آج سنت پر عمل آسان کری اور بدعت سی بچاوی

المجلس العشرون في بيان فضائل الحج المبرور وبيان البدع فيه قال رسول الله صلى الله عليه

بیسوین مجلس بیانمین فضایل حج مبرور کی اور بیان حج کی بدعتوں کا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته امه هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة

وسلم نے جسنی حج کیا واسطی اسکی پہر نہ فحش کیا سامنے عورتوں کی اور نہ بدکاری کی ایسا پاک ہوجاویگا جیسا جنا تہا اوسکی ماں نی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی

ومعناه ان من حج واجتنب جميع ما فيه اثم من القول والفعل غفرت ذنوبه والمراد من الذنوب الصغائر
سکے معنی یہ ہیں کہ جس نے حج کیا اور بچا تمام گناہوں قولی اور فعلی سے اوسکے گناہ معاف ہو جاویں گے اور گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں

لان الكبيرة لا يكفرها الا التوبة واما الصغيرة فلها مكفرات كثيرة ورد بها السنة كالصلوات الخمس
سبب کہ کبیرہ گناہ کا کفارہ سوائے توبہ کی کچھ نہیں ہے اور گناہ صغیرہ کی چھوڑانیوالی بہت چیزیں ہیں یہہ حدیث میں آیا ہے جیسے نماز پنجگانہ

والجمعة وصوم رمضان وغيرها فان كل واحد من مبانى الاسلام يكفر الذنوب والخطايا فيما بينهما
و نماز جمعہ و روزہ رمضان کی اور سوائے اسکی بیشک ہر ہر اصول اسلام میں سے گناہ اور خطا کا کفارہ ہی کر سب برابر کر دیتا ہے

ككلمة لا اله الا الله لا يبقى ذنبا ولا يسبقها عمل والصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة ورمضان الى
پس کلمہ لا اله الا الله کوئی گناہ باقی نہیں چھوڑتا اور اس سے کوئی عمل آگے نہیں اور نمازیں پنجگانہ جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے

رمضان مكفرات لما بينهن ما اجتنب الكبائر والصدقة تطفى الخطيئة كما يطفئ الماء النار والحج
رمضان تک کفارہ ہیں درمیان کی گناہوں کی جب تک کہ کبیرہ سے بچتا رہے اور صدقہ خیرات خطاؤں کو بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور حج

الذى لا رفث فيه ولا فسق يخرج صاحبه من ذنوبه كيوم ولدته امه لما روى انه عليه السلام قال
جسمیں فحش باتیں عورتوں کی اور بدکاری نہ ہو تو حاجی گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اوسکی ماں نے جنا تھا کیونکہ روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا

من قضى نسكه وسلم المسلمون من يده ولسانه غفر ما تقدم من ذنبه وما تاخر وفى الصحيحين انه عليه السلام
کہ جس نے تمام کیا حج کو اور تمام مسلمان اوسکی ہاتھ اور زبان سے سلامت رہیں تو اوسکی تمام گناہ پہلی اور پچھلی معاف ہوئی اور صحیح مسلم اور بخاری میں ہے کہ آپ نے

قال الحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة واختلف العلماء فى كون الحج المبرور مكفرا للكبائر والصحيح انه لا يكفرها
فرمایا کہ حج مبرور کی سوا جنت کی اور نہیں اور علماء نے اختلاف کیا ہے کہ آیا حج مبرور کبیرہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے یا نہیں صحیح یہہ ہے کہ کفارہ نہیں ہوتا

ومن قال انه يكفرها ليس مراده انه يسقط عن مرتكبها قضاء ما لزمه من العبادات والديون والمظالم
اور جو قائل ہیں کہ کبیرہ کا کفارہ ہوتا ہے تو اوسکی مراد یہہ نہیں ہے کہ مرتکب کبیرہ کی ذمہ سے قضا عبادات اور قرض اور حقوق کہ جو اوسپر لازم ہیں ساقط ہو جاتی ہے

وانما مراده انه يكفر عنه تاخير قضاء ما لزمه فانه اذا فرغ منه يطالب بفعل ما لزمه فان لم يفعل
اوسکی مراد یہہ ہے کہ جو اوسکی ذمہ ہے اوسکی تاخیر قضا کا کفارہ ہوتا ہے بیشک جب وہ اس سے فارغ ہو چکیگا تو جو اوسکی ذمہ ہے اوسکی ادا کا مطالبہ ہوگا اگر اسکی

مع قدرته عليه يكون مرتكبا للكبيرة لان والحج المبرور هو الذى لا يخالطه اثم وقيل هو المقبول وهذا
با وجود قدرت کی ادا نکیا تو مرتکب کبیرہ کا اب ہوگا اور حج مبرور وہ ہوتا ہے جسمیں کوئی گناہ نہ ملی اور کہتی ہیں وہ حج مقبول ہوتا ہے اور یہہ

المعنى قريب من الاول وعلامة كون الحج مبرورا ان يترك صاحبه سيئ ما كان عليه من عمله ويتوجه الى
معنی پہلی ہی کی مثل ہیں اور حج مبرور ہونی کی نشانی یہہ ہے کہ حاجی تمام اعمال بد جو کرتا تھا سب ترک کر دی اور اپنی رب کی طاعت میں

طاعة ربه ويسعى فى اصلاح نفسه وقيل علامة كون حج الانسان مقبولا ان يزداد بعد الحج خيرا ولا يعاود
مصروف ہووی اور اپنی اصلاح نفس میں سعی کرتا رہے اور کہتی ہیں کہ حج کی مقبول ہونی کی علامت یہ ہے کہ حج کی بعد نیکو کاری زیادہ ہو جاوی اور گناہ کو چھوڑ کر

المعاصى بعد الرجوع ويترك قرناء السوء فان من استلم الحجر فقد بايع الله تعالى ان يجتنب معاصيه
پھر کبھی عمل میں نہ لاوی اور بد ہمنشینوں کو ترک کر دی بیشک جسنے حجر اسود کو بوسہ دیا اوسنے اللہ تعالی سے بیعت کی کہ اوسکی نافرمانی نہ کریگا

ويقوم بحقوقه فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا
اور اوسکی تمام حقوق ادا کریگا پھر جو کوئی قول توڑے سو توڑتا ہے اپنی برے کو اور جو کوئی پورا کرے جس پر قرار کیا اللہ سے وہ دیگا اوسکو عوض بڑا

يشير الى هذا ما روى عن ابن عباس انه قال الحجر الاسود يمين الله تعالى فى الارض فمن استلمه وصافحه فكانما
اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے روایت ابن عباس کی کہ فرمایا حجر اسود اللہ تعالی کا زمین میں داہنا ہاتھ ہے جسنے اوسپر بوسہ دیا اور مصافحہ کیا گویا

صافح الله تعالى وقبّل يمينه وقال عكرمة الحجر الأسود يمين الله تعالى في الأرض فمن لم يدرك بيعة
اللہ تعالی سے مصافحہ کیا اور اوسکا ہاتھ چوما اور عکرمہ کہا ہے حجر اسود ساہنا ہے اللہ تعالی کا زمین میں جسکو بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
رسول الله فمسح الركن فقد بايع الله ورسوله وورد في الحديث أن الله تعالى لما استخرج من ظهر آدم
میسر نہیں ہوئی پھر اوسنے رکن کو ہاتھ سے چھوا تو اوسنے بیعت کی اللہ سے اور اوسکے رسول سے اور حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالی نے جب آدم کی پشت میں سے
ذريته وأخذ عليهم الميثاق كتب ذلك في رق ثم أسود عنه هذا الحجر الأسود وقيل من حج إذا استلم الحجر فإنه
اسکی اولاد کو نکالا اور اونسے عہد لیا الست بربکم کا اوسکو پوست پر لکھ کر اس حجر سود میں رکھدیا اور کہتے ہیں کہ حاجی جب حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے تو گویا
يجدد البيعة ويلتزم الوفاء بالعهد المتقدم فينبغي له إذا رجع من الحج أن يحافظ ما عاهد الله عليه
بیعت کو تازہ کرتا ہے اور اگلی عہد کا پورا کرنا اپنے ذمہ پر لیتا ہے اب اسے یہی لائق ہے کہ جب حجر اسود کی پاس سے جدا ہو تو اللہ سے جو عہد کیا ہے
عند استلام الحجر إذ يقبح هذا المرء كل مباني الإسلام أن يشرع في بعض ما يأتي بالمعاصي فإن علامة
وقت بوسہ دینے حجر اسود کی اوسکی حفاظت کرے کس واسطے کہ مبانی اسلام کی بوا اگر کر دل مبانی کا بعض معصیت سے شروع کرے کیونکہ نشان
قبول الطاعة أن توصله بطاعة أخرى بعدها وعلامة ردها أن توصل بمعصية بعدها وما أحسن
طاعت مقبول ہونے کا یہ ہے کہ اوس طاعت کی بعد اور طاعت کر کر ملا جاوے اور نشان مردود ہونے کا یہ ہے کہ بعد اوسکے معصیت ہووے گی اور کیا خوب ہے
الحسنة بعد الحسنة وما أقبح السيئة بعد الحسنة وقد قيل ذنب بعد التوبة أقبح من سبعين ذنبا
طاعت بعد طاعت کی اور کیا برا ہے بدی بعد طاعت کی کیونکہ کہتے ہیں ایک گناہ توبہ کی بعد بدتر ہے ستر گناہ سے
قبلها فإن النكث أصعب من المرض الأول فالحاج إذا كان حجه مبرورا يغفر له ولمن استغفر له
توبہ کی پہلی کیونکہ دوبارہ مرض کا عود کرنا اول مرض سے سخت ہوتا ہے پس حاجی اگر اوسکا حج مبرور ہوا ہے بخشا جاتا ہے اور جسکی واسطے مغفرت مانگے
وإذا رجع يرجع وذنبه مغفور ودعائه مستجاب ولذلك يستحب تلقيه والسلام عليه وطلب الاستغفار
اور جب وہ پھرتا ہے تو اس حال میں کہ اوسکی گناہ معاف اور اوسکی دعا مقبول ہے اسی لئے مستحب ہے اوس سے ملنا اور سلام علیک کرنی اور اوس سے مغفرت کی دعا کرانے
منه لما روي عن ابن عمر أنه عليه السلام قال إذا لقيت الحاج فسلم عليه وصافحه ومره أن يستغفر
موافق روایت ابن عمر کی کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا جب تو کسی حاجی سے ملے تو سلام علیک کر اور مصافحہ کر اور عرض کر کہ تیری لئے اپنے گھر میں جانے سے پہلے
لك قبل أن يدخل بيته فإنه مغفور له وروي عن الحسن أنه قال إذا خرج الحاج فشيعوهم وزودوهم الدعاء
مغفرت مانگے کیونکہ وہ بخشا ہوا ہے اور حسن سے روایت ہے کہ کہتے تھے جب حاجی حج کی لیے روانہ ہوں تو اونکی ساتھ جا کر رخصت کرو اور دعا
وإذا قفلوا فالقوهم وصافحوهم قبل أن يخالطوا الذنوب فإن البركة في أيديهم لكن قليل يكون حجه مبرورا
توشہ دو اور جب حج کر کر آویں تو اونسے ملو اور مصافحہ کرو پہلے اس سے کہ وہ گناہوں میں ملا ہوں کیونکہ اونکے ہاتھوں میں برکت ہے مگر بہت کم شخص ہیں جنکا حج مبرور ہوتا ہو
قيل لابن عمر ما أكثر الحاج فقال وما أقلهم وقال أيضا الركب كثير والحاج قليل وإنما قال ذلك لظهور البدع
کسی نے ابن عمر سے کہا حاجی کتنے بہت ہیں اونے جواب دیا کہ حاجی بہت تھوڑے ہیں اور یہ بھی کہا سوار تو بہت ہیں پر حاجی تھوڑے ہیں یہ اسی لئے کہا کہ حجاج میں بدعات
والمنكرات الكثيرة بين الحجاج وأعظمها فسقه وأكبرها مصيبة وأكثرها وقوعا وبلية ترك أكثرهم الصلوة
اور منکرات بہت ہوتی ہیں بس بڑا فتنہ اور بڑی مصیبت اور بڑی بلا جو اکثر واقع ہوتی ہے یہ ہے کہ اکثر حاجیوں کی نماز چھوٹتی ہے
ومن لم يتركها يضيع وقتها ويجمعها على غير الوجه الشرعي وذلك حرام بالإجماع ومن علم أنه إذا خرج
اور جو نماز نہیں ترک کرتا تو وقت کو کھو دیتا ہے اور برخلاف وجہ شرعی کی جمع کر کر ادا کرتا ہے اور یہ باتفاق حرام ہے اور جو جانتا ہے کہ جب وہ حج کی لیے جاویگا
إلى الحج تفوته صلوة واحدة يحرم عليه الحج رجلا كان أو امرأة لأن من يترك صلوة واحدة لا يكفرها أقل
تو اوسکی ایک نماز فوت ہوگی تو اوسکو حج کو جانا حرام ہے مرد ہو یا عورت اس واسطے کہ جسکی ایک نماز قضا ہوتی ہے تو اوسکا عوض ستر حج سے کم میں

من ستين حجة فيكون كمن ضيّع الف دينار في طلب درهم واحد فاذا كان كذلك فعلى الحجاج ان يلازموا
نہیں ہوتا پھر یہ شخص ایسا ہی کہ ایک درہم کے واسطے ہزار دینار ضائع کئے جب حال یہ ہے تو حاجیوں کو ضرور ہے کہ نماز
الصلوة في وقتها بالجماعة عند التيسير وبالانفراد عند التعسر مع الاحتياط عن التيمم حال كفاية
وقت پر آسانی میں جماعت سے اور تنگی کے وقت تنہا ادا کیا کریں تیمم سے احتیاط کریں اگر پانی غلبہ ظن میں
الماء للوضوء والتحرز له ولرفقه باعتبار غلبة الظن وعن الوضوء بماء نجس وعن الصلوة قبل وقتها
واسطے وضو اور پینے کے اور ساتھ کے رفیق کے کافی ہو اور احتیاط وضو کی ناپاک پانی سے اور احتیاط نماز کی وقت کا پہلے سے
ومع الاجتهاد في امر القبلة في موضع الاشتباه ومن منكرات الحجاج تزيين الجمل بالحلي من الذهب و
اور کوشش کریں سمت قبلہ میں اشتباہ کے مقام میں اور حاجیوں کی بدعات میں سے ہے اونٹ کا سونے اور چاندی کے گہنے سے
الفضة والقلائد والاساور والباس الحرير وتزيين المشاعل بذلك ايضا يفعلون ذلك عند خروجهم
اور قلادہ اور کنگن سے اور حریر پہنا کر سنگار کرنا اور ایسے ہی زیب و زینت سے مشعلیں روشن کرتے ہیں اور یہ سانگ جب اپنے شہر سے رخصت
من بلدهم ورجوعهم اليه وعند دخولهم مكة والمدينة وهم آثمون في جميع ذلك ويشاركهم في الاثم
ہوتے ہیں اور جب پھر اپنے شہر میں داخل ہوتے ہیں اور جب مکہ اور مدینہ میں داخل ہوتے ہیں تو کیا کرتے ہیں اور وہ سب ان بدعات کی کرنی سے گنہگار ہوتے ہیں
من يتطاول لرؤية ذلك ويستحسنه او يسكت عنه ومن منكراتهم ايضا خروج النساء عند ذهابهم
جو کسی کو جاتے ہیں اور اسکو نیک سمجھتے ہیں یا چپ ہو کر منع نہیں کرتے اور حاجیوں کی بدعات میں سے یہ بھی ہے کہ عورتیں انکے جاتے وقت
وعند مجيئهم فان الواجب على المرأة قعودها في بيتها وعدم خروجها من منزلها وعلى الزوج منعها عن
اور آتے وقت سامنے نکلتی ہیں کیونکہ عورتوں پر اپنے گھر میں بیٹھی رہنا اور اپنی رہنے کی مقام سے باہر نکلنا واجب ہے اور شوہر پر ان کا روکنا نکلنے سے
الخروج ولو اذن لها وخرجت كانا عاصيين والاذن قد يكون بالسكوت فهو كالقول لان النهي عن
واجب ہے اور خاوند نے اگر اسکو اجازت دی اور وہ نکلی تو دونوں گنہگار ہونگے اور اجازت کبھی چپ رہنے سے بھی ہوتی ہے وہ ایسی ہے جیسے زبان سے کہنا اسواسطے کہ منع کرنا
المنكر فرض وان خرجت بغير اذن زوجها يلعنها كل ملك في السماء وكل شيء تمر عليه الا الانس والجن وقد
امر منکر سے فرض ہے اور اگر وہ بغیر اجازت خاوند کے نکلی تو اوس پر تمام فرشتے آسمان کے اور جس جس چیز پر سے گزرتی ہے بجز انسان اور جن کے سب لعنت کرتی ہیں اور
جاء في الحديث انه عليه السلام قال ما تركت بعدي فتنة اضر من النساء فخروج النساء في هذا الزمان
حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے کوئی فتنہ اپنے بعد بدتر عورتوں سے نہیں چھوڑا سو نکلنا عورتوں کا اپنے گھروں میں سے
من بيوتهن من اكبر الفتن لاسيما الخروج المحرم كخروجهن خلف الجنازة ولزيارة القبور وعند خروج الحجاج
اس زمانہ میں بڑا ہی فتنہ ہے خصوصاً حرام وجہ سے نکلنا بدتر ہے جیسا جانا عورتوں کا جنازہ کے پیچھے اور قبروں کی زیارت کو اور حاجیوں کی رخصت کے وقت
ومجيئهم والخير لهن قعودهن في بيوتهن وعدم خروجهن عن منازلهن الا ترى انه تعالى امر خير نساء الدنيا و
اور انکی آتی وقت اونکے حق میں گھروں کے اندر بیٹھی رہنا اور اپنی منزل سے باہر نہ ہونا ہی بہتر ہے کیا نہیں جانتا کہ اللہ تعالی دنیا میں سے بہتر عورتوں کو
هن ازواج النبي عليه السلام بعدم الخروج من بيوتهن فقال وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وهذا النظم الكريم وان نزل في حقهن
کہ وہ ازواج مطہرات ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے گھروں میں سے نکلنے سے منع کرتا ہے فرمایا اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور یہ آیت بزرگ اگرچہ ازواج مطہرات کے حق
الا ان حكمه يعم الجميع لما تقرر ان خطابات القرآن تعم الموجودين وقت نزوله ومن سيوجد الى يوم القيمة
میں اسکا حکم سب کی حق میں عام ہے کیونکہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ احکام خطابی قرآن شریف کی تمام موجودین کو وقت نزول کی اور انکو جو قیامت تک پیدا ہونگے
ومن منكراتهم ان بعض من لا يجب عليهم الحج من الفقراء يخرجون معهم بلا زاد ويقولون نحن متوكلون
اور حاجیوں کی منکرات میں سے یہ بھی ہے کہ جن پر مقدور نہ ہونے سے حج فرض نہیں ہے وہ بھی اونکے ساتھ ہو جاتے ہیں بے توشہ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم توکل پر ہیں

فیکونون کلاً علی الناس وثقلاً علیہم غیر منفکین عن ابراہم بالسؤال والسؤال حرام وہم یرتکبون
پھر وہ لوگون پر بھاری پڑتی ہین اور دشوار ہوتی ہین اونکی بھیک مانگنی نہین چھوٹتی اور حال یہہ ہی کہ مانگنا حرام ہی اور وہ اس حرام کو مرتکب ہین

ذلك الحرام لاداء مالا یجب علیہم بل یترکون کثیرا من الصلوات الخمس ویقعون فی انواع المعاصی فیکون
اوسکی لئی اختیار کرتی ہین بلکہ اکثر اوقات نمازین پنجگانہ مین سی ترک کرتی ہین اور قسم قسم کی معاصی مین گرفتار ہوتی ہین پہر وہ ہی

سبب کمالہم وزیادتہم سببا لنقصانہم وخسرانہم وقد قال بعض المفسرین یاتی علی الناس زمان یحج اغنیاءہم
سبب جو اونکی خوبی اور زیادت کا ہی باعث اونکی نقصان اور خسارہ کا ہوجاتا ہی اور بعض مفسرین نی کہا ہی لوگون پر ایسا زمانہ آویگا جسمین دولتمند تو

للتنزہ واوساطہم للتجارۃ وقراءہم للریاء والسمعۃ وفقراءہم للمسئلۃ ولا یبعد ان یقال وسراقہم للسرقۃ
حج کرینگی واسطی عیش تن آسانی کی اور درمیانہ لوگ تجارت کی واسطی اور قاری واسطی اونکی ریا وی کی اور فقرا واسطی مانگ کہانی کی اور بعید نہین کہ یہہ بہی کہین اور چور

والحاصل ان الحج قد صار فی ہذا الزمان فتنۃ ومحنۃ لکثیر من الناس حیث لا ینظرون فیما اوجبہ اللہ تعالی
اور حاصل یہہ ہی کہ حج اس زمانہ مین بہت لوگون کی حق مین فتنہ اور محنت ہوگیا ہی اسواسطی کہ وہ بہی نگاہ نہین کرتی کہ اللہ تعالی نی اونپر کیا کیا

علیہم فیہ من حقوقہ وحقوق عبادہ فانہ تعالی اوجب علیہم الحج بشرط الاستطاعۃ وہی تقتضی
اپنی حق اور اپنی بندون کی حق واجب کئی ہین بیشک اللہ تعالی نی اونپر حج اس شرط سی فرض کیا ہی کہ استطاعت ہو یعنی اتنی

القدرۃ علی ما یکفی الانسان مما یحتاج الیہ مدۃ ذہابہ ومجیئہ من ماکول ومشروب ومرکوب
قدرت ہو کہ انسان کو حاجات کی لئی جانی اور آنی کی مدت مین کفایت کرجاوی کہانی کو اور پینی کو اور سواری کو

فمن الناس من یخرج الی الحج بلا زاد وراحلۃ لفقرہ فربما یہلك فی الطریق عند حاجتہ الی الاکل والشرب
پہر بعضی لوگ جو حج کی واسطی نادار ہیکی خالی ہاتھ بی توشہ اور سواری روانہ ہوجاتی ہین تو اکثر راستہ کی اندر کہانی اور پینی

والرکوب فیموت عاصیا لان اللہ تعالی نہاہ عن السفر علی تلك الحالۃ ومن خرج الی الحج من غیر ان
اور سواری کی محتاج ہوکر تباہ ہوتی ہین پہر گناہگار ہوکر مرتی ہین اسواسطی کہ اللہ تعالی نی ایسی حالت مین سفر سی منع کیا ہی اور جو شخص حج کو جاوی بدون

یملك ما یکفیہ وقصد فی خروجہ ان یسئل الناس ما یحتاج الیہ فی وقت ضرورتہ من اکل وشرب ورکوب
اتنی مقدور کی کہ اوسکی واسطی کافی ہو اور ارادہ کری کہ یہانسی نکلتی ہی لوگونسی حاجت کی چیز کہانا پینا سواری ضرورت کی وقت مانگ لین گی

فقد اساء اکبر اساءۃ لان الغالب من حال الحجاج ان یتزود کل واحد منہم قدر کفایتہ لمشقۃ الحمل وبعد
تو اوسنی بہت ہی برا کیا اسواسطی کہ اکثر حاجیون کا حال یہہ ہی کہ توشہ موافق کفایت اپنی باربرداری اور درازی راہ کی لیکر جاتی ہین

الطریق فمن سافر معہم بلا زاد فانہ یضایقہم فی زادہم فیکون سفرہ ہذا اذی لنفسہ ولغیرہ واکثر من
پہر جو خالی ہاتھ اونکی ساتھ ہوجاوی تو اوسنی اونکی توشہ مین مہانی مانگی کا پہر اوسکا یہہ سفر وبال ہوگا اوسکو بہی اور اورونکو بہی اور اکثر ایسا کام

یفعل ہذا ہم الذین لا یعرفون شرائط الدین واحکام الاسلام ولا یقصدون طاعۃ اللہ تعالی وطاعۃ
وہ ہی کرتی ہین جو شرائط دین کی اور احکام اسلام کی نہین جانتی اور نہ اونکو طاعت الہی اور اتباع رسول سی کچہ غرض ہوتی ہی

رسولہ بل یقصدون قضاء ما تشتہیہ نفوسہم من رویۃ الاماکن البعیدۃ الغریبۃ ورویۃ مکۃ
بلکہ اپنی دل کی ارمان نکالتی ہین دیکہنا عجیب و غریب دور کی شہرون کا اور دیکہنا مکہ

والمدینۃ والتفرج علی الناس فی مجامعہم اذ یاتون من کل فج عمیق وان یقال لہ الحاج لا ہمۃ لہ الا
اور مدینہ کا اور سیر کرنا لوگون کی مجلسون کا اسواسطی کہ وہان دور دور کی لوگ آتی ہین اور حاجی کہلائین اسکی اتنی ہی ہمت تہی

ذلك ومنہم من یزین لہ الشیطان صحبۃ الرکب ولا مقصود لہ الا اخذ اموال الناس من سرقۃ
اور بعضون کی دلین شیطان ڈالدیتا ہی اونکا مقصود صرف یہہ ہی ہوتا ہی کہ لوگون کا مال چورا کر

او غصباً اوكيف يمكن وان الشيطان يجتهد دائما في ايقاع بني ادم في الشر فيفتح له باباً من الخير ليوقعه
يا چھين كر حج كرے اور كيسے صحيح ہوسكتا ہے كيونكہ شيطان ہميشہ يہ كوشش كرتا رہتا ہے كہ بنی آدم كو برائی میں مبتلا کرے پھر اس کی لئے برائی میں دروازہ خیر کا کھول کر

في انواع المعاصي والمحرمات في السر ومن منكراتهم ايضاً انهم في اكثر الاحوال يضيعون حقوق ميتهم اذ قد
در پردہ قسم قسم کا معاصی اور حرام اور برائی میں مبتلا کر دیتا ہے اور حاجیوں کی منکرات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اکثر حال میں اپنی مردہ کا حق تلف کرتے ہیں

يموت واحد من رفقائهم حين كونهم نازلين فلا يغسلونه ولا يكفنونه ولا يصلون عليه بل يتركونه
جب کوئی ان کے رفیق منزل میں اترتے ہوئی مرجاتا ہے پھر اسکو نہ تو نہلاویں اور نہ کفن دیں اور نہ اسپر نماز جنازہ کی پڑھیں بلکہ وہاں اسی کو چھوڑ کرتے ہیں

ويتركونه هناك ضايعاً بلا دفن ويقعون في الآثام لان كل واحد من هذه الامور من فروض الكفاية التي
اور مردہ کو اوسی جگہ بے دفن ڈال دیتے ہیں اور گناہ میں پھنستے ہیں کیونکہ یہ سب باتیں فرض کفایہ ہیں اگر کوئی ایک بھی

اذا ترك واحد منها ياثم الكل وقد يموت حين كونهم ذاهبين في الطريق فيرمونه في مكان قفر بلا دفن فياكله
متروک ہو تو سب گنہگار ہوں اور بعضے وقت رستہ میں چلتے ہوئی مرجاتا ہے تو پھر اوسکو بیابان جنگل میں بے دفن کئی پھینک جاتی ہیں اور اوسکو گیدڑ

السباع وسبب ارتكابهم امثال هذه الجرائم خوفهم ان ياخذ البيت المال ماله ويختارون متاع
پھاڑ کر کھا جاتی ہیں اور ایسی یہ تمام گناہ صرف اس خوف کی باری کرتی ہیں کہ مبادا اوسکا مال بیت المال میں داخل ہوجاوے یہ لوگ دنیا کی پونجی کو

الدنيا على الآخرة ويضيعون امثال هذه الفروض ويقعون في الآثام فكيف يكون حجهم مبروراً والحاصل
آخرت کی مقابلہ میں پسند کرتی ہیں اور ایسی ایسی فرض باتوں کو ضایع کر کر گناہ میں مبتلا ہوتی ہیں اسکیو کر اونکا حج مبرور ہوگا حاصل یہ ہے

ان من يريد ان يكون حجه مبروراً يلزمه ان يحج باقامة اركانه وواجباته وسننه ويحترز في الاحرام
جو شخص چاہی کہ اوسکا حج مبرور ہووی تو اوسکو لازم ہے کہ حج میں تمام ارکان اور واجبات اور سنن ادا کرے اور احرام کی حالت میں تمام

عن محظورات الاحرام وعن سائر المعاصي كلها كبائرها وصغائرها ويتوب قبل الاحرام عن الذنوب كلها
ممنوعات سے جو احرام میں ہیں اور تمام معاصی کبایر اور صغایر سے احتراز کرے اور احرام سے پہلی تمام گناہوں سے توبہ کر کر

باداء الفروض والواجبات وارضاء الخصوم في حقوق العباد ويكون طعامه وشرابه ولباسه ومركبه من
فرض اور واجبات ادا کرے اور حقوق العباد میں دشمنوں کو راضی کرے اور اوسکا کھانا اور پینا اور پہرنا اور سواری

الحلال لا من الحرام اذ قد اختلف الفقهاء فمن يحج بمال حرام هل يصح حجه ام لا فعند الامام احمد لا يصح ويجب
حلال مال میں سی ہو حرام میں سے نہ ہو اسواسطے کہ فقہاء نے اختلاف کیا ہے کہ جو شخص حرام مال سے حج کرے تو اوسکا حج ادا ہوتا ہے یا نہیں امام احمد کے نزدیک

عليه ان يحج تائباً بمال حلال وعند الثلثة يصح حجه ويسقط عنه الفرض ولا يجب عليه الاعادة لكن
اوسکا حج صحیح نہیں ہوتا اور پھر حج کرے توبہ کر کر حلال مال سے اور تینوں اماموں کی نزدیک اوسکا حج تو صحیح ہی اور اوسکی ذمہ سے فرض ادا ہوگیا اور اسپر حج دوبارہ نہیں

لا يكون حجه مبروراً لان الشرط في كون الحج مبروراً الاجتناب عن كل ما نهى الله عنه مع اداء الحج بشروطه
لیکن اوسکا حج مبرور نہیں اسواسطے کہ حج مبرور کی لئے یہ شرط ہی کہ اللہ کی تمام منہیات سے اجتناب کرے اور حج کو تمام شرائط

واركانه وواجباته وسننه وآدابه فشرائطه نوعان شرائط الاداء وشرائط الوجوب اما شرائط الاداء
اور ارکان اور واجبات اور سنن اور اوسکی آداب سمیت ادا کرے پس اوسکی شرطیں دو قسم کی ہیں ایک شرط ادا کی ہے اور ایک شرط واجب ہونے کی ہی شرط ادا کی

فهي الزمان والمكان والاحرام وشرائط الوجوب فهي العقل والبلوغ والحرية والاستطاعة وسلامة
تو وقت ہی اور مکان ہی اور احرام ہی اور شرط وجوب کی عقل اور جوانی اور آزادگی اور مقدرت مالی اور صحت

البدن وامن الطريق فيكون امن الطريق من شرائط الوجوب اختلف العلماء في وجوب الحج في هذا الزمان
بدنی اور امن رستہ کا پس امن رستہ کا جو شرط وجوب کی ہی اسلئی علماء کو اختلاف پیدا ہوا کہ اس زمانہ میں حج فرض ہی یا نہیں

لارتفاع الامن بظهور القرامطة وغيرهم من الفساق والسراق وقال ابو القاسم الصفارى لا اشك
اٹھ گیا ہے بسبب قرامطہ وغیرہ فساق اور چوروں کی ابوالقاسم صفاری کہتے ہیں عورتوں کی ذمہ سے
فى سقوط الحج عن النساء فى هذا الزمان وانما اشك فى سقوطه عن الرجال وقال الصفار لا ارى الحج فرضا منذ عشرين
حج کی ساقط ہونے میں اس زمانہ کی اندر کچھ شک نہیں ہے شک ہمیں ہے کہ مردوں کی ذمہ سے بھی ساقط ہے یا نہیں اور صفار یہ کہتے ہیں کہ میں حج کو فرض نہیں جانتا
سنة منذ خرجت القرامطة والبادية عندى دار الحرب وقال ابو بكر الاسكاف ولا اقول الحج فريضة
بیس برس کی مدت سے جب سے قرامطہ پیدا ہوئے ہیں اور بادیہ میری نزدیک دار الحرب ہے اور ابوبکر اسکاف کہتے ہیں میں نہیں قائل ہوں کہ
فى زماننا قاله فى سنة ست وعشرين وثلثمائة وافتى ابو بكر الرازى ان الحج قد سقط عن اهل بغداد
اس ہمارے وقت میں حج فرض ہے یہ گفتگو سنہ تین سو چھبیس کی ہے اور ابوبکر رازی نے فتوی دیا ہے کہ حج اس زمانہ میں اہل بغداد کی ذمہ سے
فى هذا الزمان وبه قال جماعة من المتاخرين قيل وانما قالوا ذلك لان الحاج لا يتوصل الى الحج الا بالرشوة
بیشک ساقط ہو گیا اور یہی متاخرین کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عدم فرضیت کی یہ وجہ قائل ہوئے ہیں کہ حاجی قرامطہ وغیرہ کو رشوت دیے بغیر
الى القرامطة وغيرهم فتكون الطاعة سببا للمعصية فمتى صارت الطاعة سببا للمعصية ترتفع
ہرگز حج نہیں کر سکتے اب طاعت ہی معصیت کا سبب ٹھہری اور جب طاعت معصیت کا سبب ہو تو پھر طاعت نہیں رہی
الطاعة لكن ذكر فى القنية ان من قدر على الحج يجب عليه الحج وان علم انه يؤخذ منه المكس اذ لو سقط
لیکن قنیہ میں یہ مذکور ہے کہ جسکو حج کی طاقت ہو تو اسپر حج فرض ہے اگرچہ یہ جانتا ہو کہ اس سے خراج لیا جاوے گا اسلئے کہ اگر اس سے حج
الحج به فمتى يعمل بقوله تعالى وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ وسئل ابو الحسن الكرخى عمن لا يخرج الى الحج خوفا
ساقط ہو جاوے تو پھر اس آیت پر کب عمل ہوگا واسطے اللہ کی ہی لوگوں پر حج بیت اللہ کا ابوالحسن کرخی سے پوچھا گیا اس شخص کا جو ماری خوف
من القرامطة فقال ما سلمت البادية عن الآفات يعنى ان البادية لا تخلو عن الآفات لقلة الماء وشدة
قرامطہ کی حج کو نہیں جاتا تو کہا جواب دیا بادیہ آفات سے سالم نہیں ہے یعنی بادیہ آفات سے کبھی خالی نہیں بسبب کمی پانی و شدت
الحر وهيجان الريح السموم وقال الفقيه ابو الليث ان كان الغالب فى الطريق السلامة يجب وان كان
گرمی اور تیزی ہوا لو کی اور فقیہ ابو اللیث کہتے ہیں اگر راستہ میں غالب حال سلامتی کا ہے تو حج فرض ہے اور اگر احتمال
الغالب خلاف ذلك لا يجب وعليه الاعتماد وفرائضه الاحرام والوقوف بعرفة وطواف الزيارة فان فات
غالب تلف کا ہے تو واجب نہیں ہے اسی قول پر اعتماد ہے اور فرائض حج کی تین ہیں احرام اور عرفات پر ٹھہرنا اور طواف الزیارۃ اگر ان تینوں میں کی
واحد منها بطل حجه ويجب قضائه فى العام القابل وواجباته السعى بين الصفا والمروة والوقوف
ایک بھی فوت ہوگا تو حج باطل ہو جاویگا پھر سال آئندہ میں اوسکی قضا واجب ہوگی اور واجبات حج کی یہ ہیں صفا اور مروہ کی بیچ میں دوڑنا اور
بالمزدلفة ورمى الجمار والحلق او التقصير وطواف الصدر للآفاقى فان ترك شيئا منها يجوز حجه و
مزدلفہ میں ٹھہرنا اور جمرات میں کنکر مارنی اور سر منڈانا یا بال کتروانی اور طواف الصدر سوا مکہ والوں کی پس اگر کوئی واجب ان واجبات میں سے ترک کیا تو حج جائز
عليه الدم وما عدا ذلك سنن وآداب ووقته شوال وذو القعدة وعشر ذى الحجة ويكره الاحرام للحج
ہوگا پر اوسپر دم لازم ہے اور سوا ان فرائض اور واجبات کی سنن اور آداب ہیں اور حج کا وقت ماہ شوال اور ماہ ذوالقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کی ہیں اس مدت سے پہلی احرام حج کا باندھنا
قبل ذلك لان الاحرام ربما يطول فربما يقع فى الحرام ولا يكون حجه مبرورا فان من احرم للحج والعمرة وارتكب
مکروہ ہے اسلئے کہ مدت احرام کی دراز ہو جاوے گی سو کہ حرام میں واقع ہو جاوے اور اسکا حج مبرور نہ ہوگا کیونکہ جسنے احرام حج کا یا عمرہ کا باندھا اور کوئی قسم کی
شيئا من محظورات الاحرام فلا بد ان يخرج حجه عن ان يكون مبرورا وان تاب الى الفور لان التوبة ترفع
ممنوعات میں سے کسی پر عمل کیا تو اوسکا حج مبرور نہیں رہتا گرچہ فی الفور توبہ کرے اسواسطے کہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتا ہے

لا اثم ولا ترفع ما وقع من نقصان ثواب الحج لان الشرط في كون الحج مبرورا ان لا يقع في حال الاحرام ذنب

اور جو نقصان حج کی ثواب میں ہو گیا وہ نہیں موقوف ہوتا اسواسطے کہ شرط حج کی مبرور ہونے کی یہ ہے کہ احرام کی اندر

من الذنوب بلا حذر والاحرام النية والتلبية وهما ركنان في الاحرام لا يصح الاحرام باحدهما دون الآخر

بلا عذر کوئی گناہ کسی طرح کا نہ ہو اور احرام کی دو چیز ہیں نیت اور تلبیہ یہ دونوں احرام کی رکن ہیں احرام ایک سی درست نہیں دوسری کی

فمن اراد الاحرام يتوضأ او يغتسل والغسل افضل وينزع المخيط ويلبس ثوبين ازارا ورداء جديدين

صحیح نہیں ہوتا جو شخص احرام باندھنی چاہی وضو کری یا نہا دے اور نہانا افضل ہے سیئے کپڑے اتار ڈالی صرف دو کپڑے پہن لی تہمد اور چادر نئی ہوں

او غسيلين والجديد افضل ويقص شاربه ويقلم اظفاره ويحلق عانته ثم يصلي ركعتين و

یا دھوئی ہوئی نئی ہوں تو بہتر ہے مونچھیں کتروا دے اور ناخن ترشوا دے اور موئے زہار مونڈے پھر دو رکعت نماز ادا کرے

يقول بعد السلام اللهم اني اريد الحج فيسره لي وتقبله مني ثم يلبي ويقول برفع الصوت لبيك اللهم

پھر بعد سلام کی یہ پڑھے الٰہی میں حج کیا چاہتا ہوں سو تو مجھ پر آسان کر دے اور مجھ سے قبول کر لے پھر یہ تلبیہ پکار کر بلند آواز سے کہے حاضر ہوتا ہوں الٰہی

لبيك لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك ولا ينقص منها وان زاد

حاضر ہوتا ہوں حاضر ہوتا ہوں الٰہی تیرا کوئی شریک نہیں بیشک حمد و نعمت تیری ہے اور ملک تیرا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اس عبارت میں سے کچھ کم نہ کرے اگرچہ زیادہ

يجوز فاذا اتى بالنية والتلبية فقد احرم ويتقي محظورات احرامه وهي الرفث والفسوق والجدال

تو جائز ہے پھر جب نیت کر کے تلبیہ پڑھ چکا تو احرام ثابت ہو گیا اب احرام کی ممنوعات سے پرہیز کرے اور وہ باتیں بے حیائی کی عورتوں سے اور بدکاری اور لڑائی

والتعرض للصيد بالاخذ او الاشارة او الدلالة او الاعانة ولا يلبس المخيط قباء او قميصا او سراويل او

اور شکار کو چھیڑنا پکڑنا یا اس کی طرف اشارہ کرنا یا بتانا یا مدد کرنی اور سیا ہوا کپڑا نہ پہنے قبا یا کرتا یا پائجامہ اور

عمامة او قلنسوة او خفا الا ان يقطع الخف اسفل من الكعبين ولا ياخذ شعرا ولا ظفرا ولا يقتل القمل

پگڑی یا ٹوپی نہ پہنے اور موزہ اگر موزہ ٹخنے کی نیچے تک کتر ڈالے تو ڈر نہیں اور بال نہ کترے اور ناخن نہ کترے اور جوں نہ مارے

ولا يغطي راسه ولا وجهه ولا باس بالاستظلال بالبيت او المحمل ولا يحك راسه الا برفق حتى روي

اور سر نہ ڈھکے اور منہ نہ ڈھکے اور کچھ ڈر نہیں کہ سایہ میں بیٹھے بیت کی یا کجاوہ کی اور سر کو نہ کھجاوے مگر نرمی سے یہاں تک

عن ابي حنيفة انه يحكه ببطون الاصابع كيلا يؤذي شيئا من هوام راسه ويكثر التلبية برفع

ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ انگلیوں کی پیٹ سے کھجاوے تاکہ کوئی جانور سر میں کا جیسے جوں ایذا نہ پاوے اور تلبیہ بار بار پڑھتا رہے

الصوت متى صلى او علا شرفا او هبط واديا او لقي ركبا او اسحر واذا دخل مكة يبدأ بالمسجد وحين

اونچی آواز سے جب نماز پڑھے یا اونچی پر چڑھے یا نیچی کو اترے کسی نالی میں یا سواروں سے ملے یا صبح ہو پکار کر پڑھے اور جب مکہ میں داخل ہو تو پہلی مسجد الحرام میں جاوے

راى البيت يكبر ويهلل ثم يستقبل الحجر مكبرا مهللا رافعا يديه كما في الصلوة ويستلمه والاستلام

اور جب بیت کو دیکھے تو اللہ اکبر کہے اور لا الہ الا اللہ پڑھے پھر حجر اسود کی سامنے تکبیر اور لا الہ الا اللہ کہتا ہوا ہاتھ اٹھائے ہوئے جاوے جیسے نماز میں اور اس کو چوم لے اور

عند الفقهاء ان يضع كفيه على الحجر ويقبله بفمه ان قدر بلا ايذاء احد لان الاستلام سنة وترك

فقہاء کی نزدیک استلام کی یہ وضع ہے کہ دونوں ہاتھ حجر اسود پر رکھ کر منہ سے چوم لے اگر کسی کو تکلیف دئے بغیر میسر ہو سکے اس واسطے کہ استلام تو سنت ہے اور

الايذاء واجب فالاتيان بالواجب اولى وان لم يقدر على ذلك يمسه شيئا في يده ويقبله وان عجز

ایذا دینی واجب ہے اور واجب کا لانا زیادہ اولی ہے اور اگر اس پر قادر نہ ہو تو حجر اسود کو کسی چیز سے چھوتا پھر اس کو چوم لے اور اگر یہ دونوں

عنهما استقبله رافعا يديه حذاء منكبيه جاعلا ظاهرهما نحو وجهه وباطنهما نحو الحجر مشيرا

نہ ہو سکیں تو حجر اسود کی سامنے کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ برابر مونڈھوں کی اونچا کرے ہتھیلیوں کی پشت منہ کی طرف اور اندر کی حجر اسود کی طرف اشارہ کرتا ہوا

بهما اليه مكبرا مهللا حامدا لله تعالى ومصليا على النبي عليه السلام ويطوف للقدوم وراء الحطيم

دونوں ہاتھ حجر کی طرف اللہ اکبر کہتا ہوا لا الہ الا اللہ پڑھتا ہوا اللہ کی حمد کرتا ہوا نبی علیہ السلام پر درود پڑھتا ہوا پھر طواف القدوم کرے حطیم کو طواف کے اندر لیکر

آخذا عن يمينه مما يلي الباب جاعلا رداءه تحت ابطه اليمنى ملقيا طرفه على كتفه اليسرى

داہنی طرف سے شروع کرکر جو طرف باب سے متصل ہے چادر کو داہنی بغل تلے لیکر اور اسکی کونی بائیں مونڈھے پر ڈال کر

سبعة اشواط يرمل في الثلاثة الاول فقط من الحجر الى الحجر وكلما مر بالحجر يفعل به ما ذكر من الاستلام

سات گردش کرے اکڑکر صرف پہلی تین گردشوں میں حجر سے حجر تک جب حجر کی پاس پہنچے وہی استلام کرے موافق مذکور بالا کی

ويستلم الركن اليماني وهو حسن ولا يستلم غيرهما ويختم الطواف باستلام الحجر ثم يصلي ركعتين

اور استلام کرے رکن یمانی کو یہ بہتر ہے اور سوا ان دونوں کی اور کو استلام نہ کرے اور طواف کو حجر کی استلام پر ختم کرے پھر مقام کی پاس دو رکعت نماز

عند المقام او غيره من المسجد ان منعه الزحام وهذه الصلوة واجبة بعد كل اسبوع ثم

ادا کرے یا مسجد میں اور جگہ اگر انبوہ کی سبب مقام میں میسر نہ آوے اور یہ نماز واجب ہے بعد ہر ایک پوری طواف یعنی سات گردش کی پھر

يعود ويستلم الحجر ويخرج من المسجد ويصعد الصفا ويستقبل البيت ويكبر ويهلل ويصلي

ہٹ کر حجر کا استلام کرے اور مسجد سے باہر آکر صفا پر چڑھ جاوے اور بیت کی طرف منہ کرکر اللہ اکبر کہے اور لا الہ الا اللہ پڑھے اور نبی علیہ السلام پر

على النبي عليه السلام ويرفع يديه ويدعو بما شاء ثم يمشي نحو المروة على هينة حتى يصل بطن الوادي

درود پڑھے اور ہاتھ اوٹھاکر جو چاہے دعا مانگے پھر مروہ کی طرف چلے اپنی چال میں یعنی آہستہ یہاں تک کہ بطن وادی پر پہنچے

ثم يسعى بين الميلين الاخضرين فاذا جاوز بطن الوادي يمشي على هينة حتى ياتي المروة فاذا انتهى

پھر درمیان میلین اخضرین کی دوڑکر چلے جب بطن وادی سے نکل جاوے تو اپنی چال پر چلنے لگے یہاں تک کہ مروہ پر جا پہنچے وہاں جاکر

يصعد عليها ويفعل ما فعل على الصفا ثم ينزل عنها ويتوجه الى الصفا يفعل هكذا سبعا يبدأ

اوسکی اوپر چڑھے وہاں جاکر وہی عمل کرے جو صفا پر کیا تھا پھر مروہ سے اوترکر صفا کی طرف جاوے اسی طرح سات دفعہ کرے صفا سے شروع کرکر

بالصفا ويختم بالمروة ثم يسكن بمكة محرما ويطوف بالبيت نفلا ما شاء فاذا صلى بمكة فجر ثامن

مروہ پر ختم کرے پھر مکہ میں احرام باندھی ہوئی رہنے لگے اور بیت کا طواف نفل کیا کرے جس قدر چاہے جب مکہ میں یوم ترویہ یعنی آٹھویں تاریخ

الشهر يخرج الى منى ويمكث بها الى فجر عرفة ثم يروح الى عرفات وكلها موقف الا بطن عرنة فبعد

ذی الحجہ کو صبح کی نماز پڑھ چکے منی کو جاوے وہاں عرفہ یعنی نویں تاریخ کی فجر تک ٹھہرا رہے پھر عرفات میں جاوے وہ تمام ٹھیرنے کی جگہ ہے سواء بطن عرنہ کی جب

ما صلى الظهر والعصر في وقت الظهر يذهب الى الموقف بغسل سن وبعد الغروب ياتي الى المزدلفة

نماز ظہر اور عصر کی جمع کرکر ظہر کی وقت میں پڑھ چکے تو غسل مسنون کرکر موقف کو جاوے اور وہاں سے بعد غروب کے مزدلفہ کو چلا جاوے

وكلها موقف الا وادي محسر وينزل عند جبل قزح ويصلي العشائين ههنا باذان واقامة فاذا طلع

وہ تمام ٹھیرنے کی جگہ ہے سوا وادی محسر کی اور جبل قزح کی پاس اوترے یہاں مغرب اور عشا ملاکر ایک اذان اور تکبیر سے ادا کرے جب صبح صادق

الفجر يصلي الفجر بغلس وهو ظلمة في آخر الليل ثم يقف ويكبر ويهلل ويلبي ويصلي على النبي عليه السلام

نکل جاوے تو فجر کی نماز اندھیری میں پڑھے غلس اندھیرا ہوتا ہے آخر لیل میں پھر ٹھہر کر اللہ اکبر کہے اور لا الہ الا اللہ پڑھے اور تلبیہ پڑھے اور نبی علیہ السلام پر درود بھیجے اور

ويدعو واذا اسفر ياتي منى ويرمي جمرة العقبة من بطن الوادي من اسفله الى اعلاه سبع حصيات

دعا مانگے جب خوب روشنی ہوجاوے منی میں آکر جمرۃ العقبہ کو رمی کرے بطن وادی کی جانب اسفل سے اعلی کی طرف سات کنکر [illegible]

خذفا ويكبر بكل منها فيقول بسم الله والله اكبر رجما للشيطان وحزبه اللهم اجعل حجي مبرورا وسعيي

اور ہر کنکر پر اللہ اکبر کہتا جاوے اسطور بسم اللہ واللہ اکبر واسطے مارنے کی شیطان اور اوسکی گروہ کی الہی کر حج میرا مبرور اور کوشش میری

مشكورا وذنبي مغفورا ويقطع التلبية باولها ثم يذبح ان شاء ثم يقصر والحلق افضل ويحل له كل شيء
مشکور اور گناہ میری معاف کر اور اول رمی پر تلبیہ موقوف کرے پھر قربانی کرے اگر چاہے پھر بال کتروادے اور سر منڈوانا افضل ہے اور اوسکو ممنوعات احرام میں
من محظورات الاحرام الا النساء ثم يطوف للزيارة يوما من ايام النحر سبعة اشواط بلا رمل ولا سعي
سوای جماع کی سب شی حلال ہو جاتی ہیں پھر طواف زیارت کسی دن ایام نحر میں سے سات گردشیں بدون اکڑ اور سعی کی کرے
ان فعل الرمل والسعي قبل والا فيهما وان اخره عن ايام النحر يكره ويجب الدم ثم ياتي منى ويرمي الجمار
اگر رمل اور سعی پہلے کر چکا ہے اور نہیں تو اب کرے اور اگر طواف زیارت کو ایام نحر سے ٹال دے تو مکروہ ہے اور ذبح کرنا واجب ہوجاتا ہے پھر منی میں آوے اور
الثلث بعد زوال ثاني النحر بيدا بما يلي مسجد الخيف ثم بما يليه ثم بالعقبة سبعا سبعا ويكبر بكل
تینوں جمرات کو بعد دن ڈھلنے دوسرے دن نحر کی کنکر مارے شروع اوس جمرہ سے کرے جو مسجد خیف سے نزدیک ہے پھر جو اوس سے پاس ہے پھر جمرۃ العقبہ کو سات سات کنکر
حصاة ويقف بعد رمي بعده رمي ويدعو ولا يقف بعد الثالثة ولا بعد رمي يوم النحر ثم غدا كذلك
کے ساتھ تکبیر کہتا جاوے اور ٹھہرے بعد اوس رمی کی کہ پیچھے اوسکی رمی ہو اور دعا مانگے اور بعد تیسری کے نہ ٹھہرے اور نہ بعد رمی یوم نحر کے پھر اگلے دن اسی طور
وبعد غد كذلك ان مكث ويكره ان لا يبيت بمنى ليالي الرمي واذا اراد الرجوع الى وطنه يطوف للصدر
اور بعد اوسکے اگلے دن بھی اگر ٹھہرا اور اگر رمی کی شبوں میں منی میں شب کو نہ رہے تو مکروہ ہے اور اگر ارادہ مراجعت کا اپنے وطن کو کرے تو طواف الصدر
سبعة اشواط بلا رمل ولا سعي ثم يصلي ركعتين ثم يشرب من زمزم ثم ياتي البيت ويقبل العتبة
سات گردشیں بدون رمل اور سعی کی کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے پھر آب زمزم نوش کرے پھر بیت کے پاس آوے اور آستانہ بوسی کرے
ويضع صدره ووجهه على الملتزم وهو ما بين الحجر والباب ويتشبث بالاستار ساعة ويدعو ويجتهد
اور اپنا سینہ اور چہرہ ملتزم پر رکھے اور ملتزم حجر اور باب کے بیچ میں ہے اور ایک ساعت بھر پردہ کعبہ کا پکڑے رہے اور خوب تضرع سے مانگے
ويبكي على فراق الكعبة ويرجع قهقرى حتى يخرج من المسجد والمرأة كالرجل الا انها تلبس المخيط ولا
اور کعبہ کی جدائی پر روئے اور پس پشت ہٹے یہاں تک کہ مسجد میں سے نکل آوے اور عورت کا حال بھی مرد کا سا ہے اتنا فرق ہے کہ عورت سلے کپڑے پہنے
تكشف راسها بل تكشف وجهها ولو اسدلت عليه شيأ وجافته عنه يصح ولا ترفع صوتها بالتلبية
اور اپنا سر نہ کھولے بلکہ منہ کھولے رکھے اور اگر کسی کپڑے سے کچھ ڈھکے رکھے اور منہ سے کپڑے کو الگ رکھے تو بھی صحیح ہے اور تلبیہ میں پکار کر آواز نہ کرے
ولا تقرب الحجر الا عند كونه خاليا ولا ترمل في الطواف ولا تسعى بين الميلين بل تمشي على هيئتها ولا
اور حجر کے پاس انبوہ میں نہ جاوے اگر جگہ خالی ہو تو جاوے اور طواف میں رمل نہ کرے اور میلین کی بیچ میں نہ دوڑے بلکہ اپنی طرح پر چلی جاوے اور سر
يحلق بل تقصر وان حاضت عند الاحرام تغتسل ويكون هذا الغسل للاحرام لا للصلوة ويفيد النظافة
نہ مونڈوادے بلکہ لٹ کترواڈالے اور اگر احرام باندھتے وقت حائض ہوجاوے تو نہاوے اور یہ غسل احرام کی لئے ہے نماز کی واسطے نہیں اس سے سواء طواف کی طہارت
لغير الطواف وهو بعد الركنين اللذين هما الوقوف بعرفة وطواف الزيارة يسقط طواف الصدر ولا يجب عليها شيء
کا فائدہ ہوگا اور حیض بعد دو رکن کے کہ وہ وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ ہے طواف الصدر کو ساقط کر دیتا ہے اور اوسکی ترک سے اوسپر کچھ لازم
بتركه ولا بتاخير طواف الزيارة عن ايام النحر بسبب الحيض ثم ينبغي ان يعلم ان المرأة شابة كانت او عجوزا
نہیں آتا اور نہ طواف الزیارت کی تاخیر سے جو ایام نحر کا بسبب حیض کی ہوجا کچھ لازم آوے پھر جاننے کی بات ہے کہ عورت جوان ہو یا بوڑھی
اذا كان بينها وبين مكة مسيرة سفر لا يثبت لها الاستطاعة الا بمحرم وهو الزوج ومن لا يجوز نكاحها
جب اوسمیں اور مکہ میں مسافت سفر کی ہو تو اس عورت کو استطاعت حاصل نہیں جس سے حج فرض ہوتا ہے بدون محرم کی اور وہ خاوند ہوتا ہے یا وہ جس کا
على التابيد بنسب او رضاع او صهرية وان لم يكن لها محرم لا يجب عليها ان تتزوج ليحج بها وذكر في التمييز
کبھی کسی حال میں نکاح جائز نہیں ہے بسبب کی یا دودھ کی یا سمدھانے کی اور اگر اوس عورت کی ساتھ محرم نہیں تو اوسپر یہ واجب نہیں کہ حج کی واسطے خاوند کرے اور تمییز میں مذکور

إن محرمها إن كان فاسقا أو مجوسيا أو صبيا لا يجب عليها الحج ويحرم عليها السفر معه ويشترط لها

کہ اگر اوسکا محرم فاسق ہو یا دیوانہ ہو یا کہ نابالغ ہو تو اوسپر حج واجب نہیں ہی اور ایسی محرم کی ساتھ سفر حرام ہی اور عورت کی واسطی

أن تكون خالية عن العدة عند خروجها إلى الحج حتى لو كانت في العدة لا تخرج إلى الحج وكذا لو وجب

یہہ بھی شرط ہی کہ جب حج کو چلی تو عدت سی پاک ہو یہاں تک کہ اگر عدت میں ہو تو حج کو نہ جاوی اور ایسی ہی اگر اوسپر

لها العدة في الطريق في مصر من الأمصار وبينها وبين مكة مسيرة سفر لا تخرج عن ذلك المصر ما لم تنقض

عدت رستہ میں کسی شہر میں واجب ہو جاوی کہ اوسمیں اور مکہ کی بیچ میں مسافت سفر کی ہو تو اوس شہر میں سی عدت کی گذری بغیر کا دی

عدتها يسر الله تعالى أعمالا مطابقا لرضاه بمنه وفضله

اللہ ہمپر آسان کردہ اعمال جو اوسکی رضا کی مطابق ہیں بیچ احسان اور فضل کی

المجلس الحادي والعشرون

اکیسویں مجلس

في بيان فضائل الزكوة وغوائل تركها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من

زکوة دینی کی فضائل اور نہ دینی کی خلل مین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی نہیں کوئی

صاحب ذهب ولا فضة لا يؤدي منها حقها إلا إذا كان يوم القيمة صفحت له صفائح من نار

سونی چاندی والا کہ اوسمیں سی اوسکا حق یعنی زکوة نہ ادا کرتا ہو مگر جس دن قیامت کا ہوگا تو اوسکی لئی تختی آگ کی بنائی جاویگی

فأحمي عليها في نار جهنم فتكوى بها جنبه وجبينه وظهره كلما بردت أعيدت له في يوم

پھر اونکو دوزخ کی آگ میں گرم کرکر اوسکی دونوں کروٹیں اور پیشانی اور پشت داغ دی جاوی گی اور جب ٹھنڈی ہو نگی پھر گرم کی جاوینگی اوس روز

كان مقداره خمسين ألف سنة حتى يقضى بين العباد فيرى سبيله إما إلى الجنة وإما إلى النار

کہ برابر پچاس ہزار برس کی ہوگا۔ یہاں تک کہ تمام خلق کا فیصلہ ہو چکی پھر دیکھی اوسکا راہ یا جنت کی طرف ہو اور یا دوزخ کی طرف

هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه أبو هريرة وإنه عليه السلام ذكر جنسين من المال ذهبا

یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اسمیں نبی علیہ السلام نی مال کی دو جنس بیان فرمائیں

الذهب والفضة ثم رد الضمير الراجع إليهما فقال لا يؤدي منها حقها نظرا إلى المعنى دون اللفظ

سونا اور چاندی پھر ضمیر جو اونکی طرف پھرتی ہی وہ مفرد بیان کی فرمایا کہ ادا کری اوسمیں سی حق اوسکا تو بلحاظ معنی کی لفظ کا لحاظ نہیں کیا

لأن المراد بهما دنانير ودراهم وقيل يحتمل أن يراد بهما الأموال لأن الحكم عام وتخصيصهما بالذكر لفضلهما

اسواسطی کہ مراد اون دونوں سی دینار اور دراہم ہیں اور کوئی کہتا ہی کہ شاید سونی چاندی سی مراد ہر قسم کی مال ہوں اسواسطی کہ حکم تو عام ہی اور خصوصیت چاندی سونی کی

على سائر الأموال من حيث إنهما أصل التمول وثمن الأشياء ولهذا ورد قوله تعالى والذين يكنزون

ذکر میں واسطی فضیلت کی تمام مالوں پر یہی اسلئی کہ اصل مالیت اور قیمت تمام اشیاء کی یہہ ہی دونوں ہیں اور ایسی ہی قرآن میں وارد ہوا ہی اور جو لوگ گاڑ رکھتی ہیں

الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ

سونا اور روپا اور خرچ نہیں کرتی اللہ کی راہ میں سو اونکو خوشخبری سنا دکھ والی مار کی جس دن آگ دہکاوینگی اوسپر دوزخ کی

فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ

پس داغیں گی اوس سی اونکی ماتھی اور کروٹیں اور پیٹھیں یہہ ہی جو تم گاڑتی تہی اپنی واسطی اب چکھو مزہ اپنی گاڑنیکا

والمراد بعدم أداء حقها وبعدم إنفاقها في سبيل الله عدم أداء زكوتها فإن الذين يجمعون الأموال

اور حق نہ دینی سی اور راہ اللہ میں خرچ نہ کرنی سی نہ دینا زکوة کا مراد ہی پس جو لوگ مال جمع کرتی ہیں

ويدخرونها ولا يعطون زكوتها يعذبون يوم القيمة بأنواع من العذاب من جملتها ما ذكر في هذه الآية

اور اوسکو ذخیرہ کر رکھتی ہیں اور اوسکی زکوة ادا نہیں کرتی قیامت کی دن طرح طرح کی عذاب دئی جاوینگی ایک اونمیں سی جو اس آیت میں

وهذا الحديث ووجه تخصيص هذه الاعضاء بذلك العذاب ان صاحب المال اذا لم يعوّد نفسه
اور اس حدیث میں مذکور ہی اور وجہ خصوصیت ان اعضا کی ساتھ اس عذاب کی یہہ ہی کہ مال والی آدمی کو جب زکوة دینی کی عادت نہیں ہوتی

اعطاء الزكوة بعد وجوبها بمجئ وقتها ثم اذا رای الفقير الطالب للزكوة يعبس وجهه واذا ساله يعرض
اگرچہ زکوة واجب ہو اور وقت بھی آپہنچی پس وہ شخص جب فقیر زکوة کی طالب کو دیکہتا ہی تو تیوری چڑہاتا ہی اور وہ اگر مانگتا ہی تو اوس سی منہ

عنه ويولي اليه جنبه واذا بالغ في السوال يقوم من مقامه ويولي اليه ظهره ويذهب ولا يعطيه
پہیر کر کروٹ موڑ لیتا ہی پہر اگر فقیر نی سوال میں زیادتی کی تو اپنی جگہہ سی اوٹہ کر اوسکی طرف پشت کر کر چلا جاتا ہی اور زکوة میں سی جو

شيئا من حقه الذي هو الزكوة فتاذى الفقير بكل واحد من هذه الافعال فيعذبه الله تعالى
اوسکا حق ہی کچہہ نہیں دیتا پس فقیر کو اوسکی اس ہر ہر حرکت سی ایذا ہوتی ہی سوی اللہ تعالی اوسکو

بجعل امواله التي هي الدنانير والدراهم الواحا من نار تكوى بها تلك الاعضاء التي اذى بها الفقير
یہہ عذاب دیتا ہی کہ اوسکی تمام مال کو جو دنانیر اور درہم ہیں آگ کی تختی بنا کر ان اعضا کو داغ دیگا جن سی اونی فقیر کو ایذا دی تہی

وروي عن ابن مسعود انه قال لا يوضع دينار على دينار ولا درهم على درهم ولكن يوسع جلده حتى
اور ابن مسعود سی روایت ہی کہ وہ کہتی ہیں کہ دینار پر دینار اور درہم پر درہم نہیں رکہا جاویگا ولیکن اوسکی کہال کو فراخ کر کر

يوضع كل دينار ودرهم موضعا على حدة كلما تم ووصل كيها من اولها الى اخرها اعيد ذلك الكي الى
ہر ہر دینار اور درہم الگ الگ جگہہ رکہی جاوینگی جب پوری ہو کر داغ اول کا آخر سی ملجاویگا پہر وہ ہی داغ اول سی آخر تک دوہرا کرینگی

اولها حتى يصل الى اخرها هكذا يستمر هذا النوع من العذاب يوم القيمة حتى يحكم بين العباد
اسیطرح اس قسم کا عذاب قیامت کی روز ہوئی چلا جاگا یہان تک کہ تمام خلق کا فیصلہ ہوچکی

فيري سبيل اما الى الجنة ان لم يكن له ذنب سواه او كان لكن الله تعالى عفى عنه واما الى النار ان كان
پہر دیکہا جاویگی کہ اوسکا راہ جنت کی طرف ہی اگر اوسکا کوئی اور گناہ نہیں ہی یا گناہ تو ہی پر اللہ تعالی نی معاف کر دیا ہو یا دوزخ کی طرف ہی اگر اوسکا حال

على خلاف ذلك وفي حديث اخر انه عليه السلام قال من اتاه الله مالا فلم يؤد زكوته مثل له ماله
کی خلاف ہو اور ایک اور حدیث میں ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا جسکو اللہ تعالی نی مال دیا اور اوسنی زکوة نہ ادا کی تو قیامت کی دن

يوم القيمة شجاعا اقرع له زبيبتان يطوقه ثم ياخذ بلهزمتيه فيقول انا مالك انا كنزك ثم تلا
اوسکا مال گنجا سانپ جسکی دو داغ ہون بن کر اوسکی گلیمیں طوق ہو جاویگا پہر اوسکی دونو جبڑی پکڑ کر کہیگا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پہر آپ نی یہہ آیت

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا
بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان من اعطاه الله تعالى مالا ولم يؤد زكوة ماله
ہرگز اور نہ سمجہیں جو لوگ بخل کرتی ایک چیز پر کہ اللہ نی اونکو دی ہی اپنی فضل سی کہ یہہ بہتر ہی اونکی حق میں بلکہ یہہ برا ہی اونکی واسطی آگی طوق پڑیگا اونکی جسمیں بخل کیا تہا
دن قیامت کی سو پیغمبر علیہ السلام نی اس حدیث میں یہہ بیان فرمایا کہ جسکو اللہ تعالی نی مال عنایت کیا اور اوسنی اپنی مال کی زکوة نہ ادا کی تو اللہ تعالی

يجعل ماله يوم القيمة في صورة الحية التي انحسر شعر راسها من كثرة سمها وطول عمرها ولها فوق
قیامت کی دن ایسی سانپ کی صورت بنا دیگا جسکی سر کی بال ماری زہر کی بسبب درازی عمر کی جہڑ گئی ہون اور اوسکی

عينيها نكتتان سوداوان وهي اوحش ما يكون من الحيات وتجعل في عنقه كالطوق ثم ياخذ بشدقيه
دونو آنکہوں کی اوپر دو داغ سیاہ ہوں یہہ قسم تمام سانپوں میں بد تر ہوتی ہی اور اوسکی گردن میں طوق کی مثال ڈالا جاویگا پہر وہ اوسکی دونو کلی پکڑ کر

وتلدغه وتقول له انا مالك الذي جمعته ولم تؤد زكوته فلما كان في منع الزكوة مثل هذا التشديد
کاٹیگا اور کہیگا میں تیرا وہ ہی مال ہوں کہ جمع کر کر زکوة نہیں دی تہی چونکہ زکوة کی نہ دینی میں اتنی بڑی سختی ہی

الت

الشدید لزم بیان وجه الحکمة فی ایجابها وهو الامتحان لان التلفظ بکلمة الشهادة التزام للتوحید
تو لازم ہوا بیان کرنا کہ اسکی فرض کرنی میں کیا حکمت ہی اور وہ امتحان ہی اسواسطی کہ کلمہ شہادت کا زبانسی پڑہنا توحید کا ذمہ پر لینا ہی

وشهادة بانفراد المعبود وادعاء المحبة فان من یقول اشهد ان لا اله الا الله یصیر کانه قال انی
اور گواہی ہی معبود کی یگانہ ہونی کی اور محبت کا دعوی ہی اسلئی کہ جو شخص کہتا ہی میں گواہی دیتا ہوں کہ سوای اللہ کی کوئی معبود نہیں ہی گویا یہہ کہتا ہی

رایت بقلبی وعلمت بعقلی ان لا معبود ولا محبوب الا الله فالتزمت عبادته ومحبته ولا اعبد ولا
میں نی دل سی دریافت کیا اور عقل سی جانا کہ نہ کوئی معبود اور نہ کوئی محبوب سوا اللہ کی سو میں نی اوسکی عبادت اور اوسکی محبت اپنی ذمہ لی میں پرستش کروں

احب الا ایاه فیلزم الوفاء بما ادعاه من التوحید فی المحبة وتمام الوفاء ان لا یبقی للموحد محبوب
اور نہ دوست رکہوں سوا اوسکی اب اس دعوی توحید کا پورا کرنا چاہئی یعنی محبت ایک کی اور انجام وفا کا یہہ ہی کہ موحد کی واسطی کوئی محبوب

سوی الفرد الواحد لان المحبة لا تقبل الشرکة والتوحید باللسان قلیل النفع وانما یظهر درجة
سوا ایک ذات کی باقی نہ رہی اسواسطی کہ محبت میں شرکت نہیں ہوتی اور زبانی توحید بی فائدہ ہوتی ہی اور درجہ محبت کا جب ہی کہلتا ہی

المحبة بمفارقة المحبوبات والاموال محبوبة للخلق لکونها آلة لتنعمهم وقضاء حاجاتهم فی الدنیا
تب تمام محبوبات چہوٹ جاویں اور مال ودولت خلق کو اسلئی محبوب ہی کہ اوس سی دنیا میں اونکی عیش عشرت اور کارروائی ہوتی ہی

وبسببها یانسون بهذا العالم وینفرون من الموت مع ان فیه لقاء المحبوب فامتحنوا فی صدق
اور اوسی کی سبب سی اس عالم کی الفت پکڑکر موت سی نفرت کرتی ہیں باوجودیکہ موت سی محبوب کی ملاقات ہوگی سو اس مال کی خرچ کرنی سی کہ

دعواهم فی المحبة ببذل المال الذی هو معشوقهم وهم فی بذله ثلثة اقسام القسم الاول هم الذین
اونکا معشوق ہی یہہ امتحان لیا گیا کہ محبت کا دعوی راست ہی یا نہیں اور وہ لوگ مال خرچ کرنی میں تین قسم پر ہیں پہلی قسم وہ لوگ ہیں

صدقوا فی التوحید وادعاء المحبة وبذلوا جمیع اموالهم ولم یدخروا لانفسهم شیئا کما فعله ابوبکر الصدیق
جو توحید میں اور محبت کی دعوی میں خوب سچی ہیں اور اپنا تمام مال خرچ کرڈالا اور اپنی واسطی کچہہ نہ بچایا چنانچہ ابوبکر صدیق نی یہہ ہی کیا

حیث جاء بماله کله الی رسول الله علیه السلام لینفقه فی سبیل الله تعالی وقال له رسول الله صلی
اسلئی کہ اپنا تمام مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس لی آئی تاکہ خدا کی رستہ میں خرچ کردیں اور جب اونسی رسول اللہ صلی

الله علیه وسلم فماذا ابقیت لنفسك فقال الله ورسوله فانه وفی بتمام الصدق فلم یبق عنده سوی
اللہ علیہ وسلم نی پوچہا اپنی واسطی کتنا رکہا تو یہہ عرض کیا اللہ اور اوسکا رسول سو ابوبکر نی اپنا صدق پورا کیا سو اونکی پاس سوا

محبوبه الذی هو الله تعالی ورسوله وهذا جائز لمن کان توکله علی الله تعالی تاما کاملا ولهذا لما
محبوب کی جو اللہ ہی اور اوسکا رسول کچہہ نہیں تہا یہہ بذل اوسکی لئی جایز ہی جسکا توکل اللہ تعالی پر پورا اور کامل ہو اور اسہی لئی جب

سئل رسول الله علیه السلام عن افضل الصدقة قال جهد المقل فانه علیه السلام بین فی هذا
کسی نی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی پوچہا کہ بہتر صدقہ کونسا ہی تو آپ نی فرمایا کوشش مفلس کی بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی اس حدیث

الحدیث ان افضل الصدقة ما یتصدقه الفقیر مع احتیاجه الیه واما من لم یکن توکله تاما کاملا
میں بیان فرمایا کہ بہتر صدقہ وہ ہی جو فقیر اپنی حاجت روک کر دیتا ہی اور البتہ جسکا توکل پورا اور کامل نہو

فلا بد له ان یترك قوت نفسه وعیاله ثم یتصدق ما فضل من ذلك لما روی عن ابی هریرة انه علیه السلام
تو ضرور ہی کہ اپنا اور اپنی عیال کا کہانا رکہہ لیا کری پہر جو اس سی بچتا رہی وہ خیرات کردی کیونکہ روایت ہی ابوہریرہ سی کہ نبی علیہ السلام نی

قال خیر الصدقة ما کان عن ظهر غنی ولا مخالفة بین هذا الحدیث والحدیث السابق لان الغنی قسمان
فرمایا اچہا صدقہ وہ ہی جو تونگری کی ساتہہ ہووی اور اس حدیث میں اور اوپر کی حدیث میں کچہہ مخالفت نہیں ہی اسلئی کہ تونگری دو طرح کی ہوتی

غنی المال وغنی النفس وخیر الصدقة ما کان عن احد الغنیین اما عن غنی النفس او عن غنی المال انه
تونگری مال کی اور تونگری دل کی اور اچھا صدقہ وہ ہی جو کسی ایک تونگری سی ہو یا دل کی تونگری سی یا مال کی تونگری سی اسواسطی

لابد للمتصدق فیما یبذله ان یستغنی عنه اما بسخاوة نفسه وقوة عزیمته ثقة بالله تعالی کما
کہ ضرور ہی کہ خیرات کرنیوالا جو دیتا ہی اوس سی بی نیاز ہو یا تو اپنی دل کی سخاوت اور قوت عزیمت سی خدا تعالی پر بہروسا کرکر جیسا

فعله ابوبکر الصدیق او بماله الذی بقی فی یده بعد البذل اذ لا یجوز لاحد ان یصرف قوت عیاله
ابوبکر صدیق نی کیا یا اپنی مال کی سبب جو خرچ کرکر اسکی پاس بچا ہی اسواسطی کہ کسیکو جایز نہیں ہی کہ اپنی عیال کا کہانا بہی فقیروں کو

الی الفقراء ویترکهم جیاعا الا اذا رضوا به واذنوا له فیه بل لا یجوز له ان یعطی احدا الا ما یفضل
بانٹ دی اور اونکو بہوکا ماری مگر جب وہ راضی ہوں اور اسکو اجازت دیدیں بلکہ اسکو یہہ جایز نہیں کہ سوا بچتی ہوئی کی

عن نفسه وعیاله کما جاء فی حدیث اخر انه علیه السلام قال خیر الصدقة ما ابقت غنی یعنی ان
اپنی اور اپنی عیال کی خرچ سی کسیکو دیوی چنانچہ ایک اور حدیث میں آیا ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا بہتر صدقہ وہ ہی جو دینی پر بہی غنا باقی رہی یعنی

المتصدق لابد له فیما یبذله عن احد الامرین اما ان یستغنی عنه بماله او یستغنی عنه بحاله وهذا
خیرات کرنیوالی کو چاہئی کہ جو خرچ کرتا ہی دو امر میں سی ایک پہ ہو یا تو اپنی مال کی باعث سی صدقہ دیکر بی نیاز رہی یا اپنی دل سی مستغنی ہو ان دونو

افضل الیسارین لما روی فی الحدیث الصحیح انه عم قال لیس الغنی عن کثرة المال انما الغنی غنی النفس فان الفقیر اذا
استغنا میں سی یہہ افضل ہی اسواسطی کہ حدیث صحیح میں روایت ہی کہ نبی صلی الله علیه نی فرمایا کہ تونگری مال کی بہتایت سی نہیں ہوتی تونگری وہ ہی کہ جو دل سی ہو پس بیشک

تصدق ما قدر علیه من قوت یومه وصبر علی الجوع یکون صدقته افضل اذ لا شک فی کون
خیرات کردی محتاج کو قوت ایک روز کا میسر آتا ہی اور آپ بہوک پر صبر کری تو اوسکا صدقہ بہت اچھا ہی اسواسطی کہ بیشک

الصدقة بالشئ مع الحاجة الیه افضل اذا لم یضر ذلک بدینه من ضعفه عن القیام فی الصلوة و
صدقہ ایسی چیز کا جسکی حاجت رکہتا ہو افضل ہی اگر یہہ صدقہ اوسکی دین میں نقصان نکری جیسی نماز پڑہنی سی ضعیف ہو جاوی

کشف العورة وقد مدح الله تعالی الانصار علی ذلک وقال ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة
یا ننگا رہ جاوی اور الله تعالی نی اسپر انصار کی تعریف کی ہی اور فرمایا اور اول رکہتی ہیں اونکو اپنی جان سی اور اگرچہ ہو اپنی اوپر بہوک

القسم الثانی هم الذین لا یقدرون علی هذه المرتبة بل یمسکون اموالهم لمواقیت الحاجة ومواسم الخیرات
دوسری قسم وہ لوگ ہیں جو اس مرتبہ تک نہیں پہنچتی بلکہ اپنی مالوں کو واسطی اوقات حاجت اور مواقع خیرات کی روک رکہتی ہیں

ولیس قصدهم فی الامساک التنعم والتلذذ بل قصدهم فیه الانفاق بقدر الحاجة ثم صرف الفاضل الی
اور اس روکنی سی اونکی غرض عیش وعشرت اور حصول لذت نہیں ہوتی اونکی یہہ مراد ہوتی ہی کہ بقدر حاجت خرچ کرکر پہر بچتی کو اقسام

وجوه الخیرات مهما ظهرت القسم الثالث هم الذین یقتصرون علی اداء ما وجب علیهم فلا یزیدون علیه
خیرات میں جب پیش آویں تو لگادیں تیسری قسم وہ لوگ ہیں کہ جو واجب ہوتا ہی سو ادا کر دیتی ہیں نہ اوس سی بڑہتی ہیں

ولا ینقصون عنه وهذه المرتبة اقل المراتب وعلی هذه المرتبة اقتصر اکثر الناس لبخلهم بالمال ومیلهم
نہ اوس سی کچہہ کم دیں اور یہہ مرتبہ سب سی کم تر ہی اور اسی مرتبہ پر اکثر لوگ مارے بخل اور مال کی محبت کی

الیه وضعف حبهم للاخرة ولیس بعد هذه المرتبة شئ من المحبة بل من ینزل من هذه المرتبة ینزل فی
اور بکمتر ہونی محبت آخرت کی اکتفا کرتی ہیں اور اس مرتبہ کی بعد اصلا کوئی محبت نہیں ہی بلکہ جو شخص اس مرتبہ سی اوتر کر ہوتا ہی

الکذب فی ادعاء المحبة ویظهر من نفسه ان ادعاه من المحبة کان من لقلقة اللسان فعلی هذا یجب
تو دعوی محبت کا جہوٹہا ہی گویا وہ یہہ ظاہر کرتی دیتا ہی کہ میرا دعوی محبت کا صرف تیز زبانی سی ہی اس بیان کی موافق چاہئیکہ

على من لا يقدر على المرتبة الاولى والثانية ان لا ينزل من المرتبة الثالثة بل ينبغي له ان يسعى في اداء

کہ جو اول یا ثانی مرتبہ پر قدرت نہیں رکھتی تو تیسری مرتبہ سی تو نہ گر جاوین بلکہ اونکو لایق ہی کہ کوشش کر کر

ما وجب عليه على الفور اظهارا للرغبة في امتثال الامر وايصالا للسرور الى قلوب الفقراء واحترازا

واجب کو فورت ادا کیا کرین تا کہ رغبت فرمان برداری کی ظاہر ہووی اور فقیرون کی دلون کو خوشی پہنچی اور مخالفت کی

عن شبهة الخلاف اذ عند بعض العلماء وجوبها فوري حتى يأثم بالتاخير ويرد شهادته وهي انما تجب اذا

شبہ سی بچ جاوین اسواسطی کہ بعض علماء کی نزدیک وجوب زکوۃ کا فوری ہی یعنی فورت چاہئی یہانتک کہ دیر کرنی سی گنہگار رہوتا ہی اور اوسکی شہادت مردود ہی اور زکوۃ جب

تم الحول على النصاب فلكل احد حول يخصه بحسب وقت كونه مالكا للنصاب فاذا تم حوله يجب عليه اخراج

واجب ہوتی ہی کہ نصاب پر برس پورا گذر جاوی پہر ہر ایک کا سال جدا جدا ہوتا ہی جس وقت سی وہ نصاب کا مالک ہوتا ہی جب سال پورا ہو جاوی تو اوسپر زکوۃ نکالنی واجب ہو جاتی ہی

زكوته في اي شهر كان وان عجل زكوته قبل حولان الحول يجوز عند جمهور العلماء سواء كان تعجيله لدخول

کوئی سا مہینہ ہو اور اگر جلدی کر کر اپنی زکوۃ برس ہونے گذرنی سی پہلی ادا کردی تو سب علماء کی نزدیک جائز ہی برابر ہی کہ اوسکی جلدی واسطی آجانی

الاشرف من الاوقات التي لا يوجد مثلها عند تمام الحول كشهر رمضان وما قبله من شهر رجب وشعبان

اچھی وقت کی ہو اور وقتون سی کہ ایسا وقت برس کی تمامی پر نہ ملیگا جیسی رمضان کا مہینہ اور اوس سی پہلا مریم روزہ کا اور شب برات کا مہینہ

او لوجود الافضل من المصارف بان يكون من الاتقياء المتجردين لتجارة الاخرة فانهم يستعينون بما اعطى لهم

یا اوسکی جلدی واسطی موجود ہونی اچھی مصرف کی ہو کہ کوئی متقی پرہیز گار دنیا سی الگ تاجر آخرت کا موجود ہو کیونکہ ایسی مرد جو اونکو ملتا آتا ہی اوس سی امداد

على الطاعة فيكون المعطي شريكا لهم في طاعتهم باعانته اياهم فيها او بان يكون من العلماء فان الاعطاء لهم

طاعت کی حاصل کرتی ہین پس دینی والا بہی اونکی عبادت مین شریک ہو جاتا ہی کیونکہ عبادت مین اونکا مددگار ہی یا کوئی عالم موجود ہو کیونکہ علماء کی خدمت

معاونة لهم على العلم والعلم اشرف العبادات حتى كان بعض السلف لا يصرف زكوته الا الى اهل العلم ويقول لا اعرف

کرنی علم کی امداد ہوتی ہی اور علم سب عبادات مین اشرف ہی یہانتک کہ بعض اگلی بزرگ اپنی زکوۃ صرف علماء ہی کو دیتی تہی اور کہتی تہی کہ

بعد مقام النبوة افضل من مقام العلماء والمراد من اهل العلم هم الذين يطلبون العلم لاجل الاخرة لا لاجل الدنيا فان الذين

مین بعد مرتبہ نبوت کی کوئی مرتبہ علماء کی مرتبہ سی بہتر نہین جانتا اور علماء سی مراد وہ عالم ہین کہ علم آخرت کی واسطی پڑہتی ہین دنیا کی واسطی نہین پڑہتی اور جو لوگ

يطلبون العلم لاجل الدنيا لا ينبغي للمتصدق ان يعاونهم بصدقته على عصيانهم حتى لا يكون شريكا

علم کو دنیا کی واسطی پڑہتی ہین تو زکوۃ دینی والی کو نہین چاہئی کہ اپنی زکوۃ سی اونکی گناہ کا مددگار رہی تا کہ استحقاق عذاب مین

لهم في استحقاق العقاب ومن افضل المصارف من يكون ذا عيال او مديونا او مريضا او قريبا فان الاعطاء

اونکا شریک نہو جاوی اور بہترین مصارف وہ ہی جو کنبہ والا ہو یا قرضدار ہو یا بیمار ہو یا ناتی دار ہو کیونکہ ناتی دار کو

الى القريب يكون صدقة وصلة ولا يخفى على احد ما في صلة الرحم من الثواب والاصدقاء والاخوان

دینا صدقہ اور صلہ دونو ہوتی ہین اور سب کو معلوم ہی کہ صلہ رحم کا کتنا بڑا ثواب ہی اور دوست اور دینی بہائی

في الدين يقدمون على المصارف كما يقدم الاقارب على الاجانب لكن ينبغي ان يعلم ان المتصدق

اور مصارف پر مقدم ہوتی ہین جیسی ناتی دار غیرون پر مقدم ہوتی ہین لیکن یہہ بہی سمجہنا چاہئی کہ زکوۃ دینی والی کو

لا بد له ان يحترز عن ابطال صدقته بالمن والاذى اذ قال الله تعالى لا تبطلوا صدقاتكم بالمن

لازم ہی کہ اپنی صدقہ کو احسان جتا کر اور تکلیف دی کر باطل نہ کری اسواسطی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی مت ضایع کرو اپنی خیرات احسان رکہکر

والاذى وحقيقة المن ان يرى نفسه محسنا الى الفقير فمهما راى نفسه محسنا اليه يتفرع عنه

اور ستا کر اور حقیقت مین احسان کرنا یون ہوتا ہی کہ اپنی تئین فقیر کا محسن سمجہی، پہر جب اوسنی اپنی تئین محسن جانا تو پہر اس سی بظاہر وہ ہی حرکات

ابوبکر صدیق نے کیا ۔ جین اوسکی دوزخ سی نجات ہوتی ہی اسواسطی ابن عباس سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیرات

الی الفقراء وبه تعالی قبل ان تقع بید السائل فلیتحقق انه مسلم الی الله تعالی حقه والفقیر اخذ

بانٹ دی اور اسکی پہلی پہنچتی ہی کہ سائل کی ہاتھ میں پہنچی سو حقیقت میں خیرات اللہ کا حق ہی اوسکی حوالہ ہوا ہی اور فقیر نے اللہ تعالی سی اپنا رزق لیا

عن نفسه لی رزقه واما الاذی فظاهره التوبیخ والتعییر والتخشین فی الکلام وتقطیب الوجه وهتك الس

اپنی اورا اور برا بہلا سو ظاہر میں دھمکی اور سر بہانا اور بدزبانی گفتگو میں اور تیوری چڑہانی او چپا کر بی آبروی کرنی

بالاظهار وفنون الاستخفاف وباطنه الذی هو منبعه امران احدهما کراهیة اخراج المال عن ید

در طرح طرح کی استخفاف اور باطن میں جس سی یہ حالت پیدا ہوتی ہی دو باتیں ہیں ایک تو اپنی قبضہ میں سی مال نکالنی کا نا اور

شدة ذلك علی نفسه والثانی رؤیته انه خیر من الفقیر وان الفقیر بسبب حاجته اخس منه

سکی دسو ںکی دوسری یہ سمجھنا کہ میں فقیر سی بہتر ہوں اور فقیر اسکی حاجتمندی کی سبب رتبہ میں بہت کمتر ہی

ومنشا کل منهما الجهل اما کون کراهیة تسلیم المال جهلا فلان من کره بذل درهم فی مقابلة ماء

اور اصل منشا دونوں کا جہالت ہی پہلا مال دینی کی اسلی جہالت کی بات ہی کہ جس شخص کو ایک روپیہ خرچ کرنا ہزار روپیہ کی واسطی دسوار گذری

الف فهو شدید الحماقة لانه یبذل المال بطلب رضاء الله تعالی والثواب فی الدار الاخرة وهو خیر من ال

اس سی زیادہ احمق جاہل کون ہی اسواسطی کہ روپیہ واسطی رضامندی اللہ تعالی کی دی جاتی ہی اور آخرت میں جو اوسکا ثواب حاصل ہوگا وہ تمام دنیا سی

وما فیها واما کون رؤیة نفسه خیرا منه جهلا فلانه لو عرف فضل الفقر علی الغنی وعرف خطر الغنی

اور جو دنیا میں ہی سب سی بہتر ہی اور اپنی تئین فقیر سی بہتر سمجھنا اسواسطی جہالت کی بات ہی کہ اگر یہ شخص جانتا کہ فقیر کو غنی پر کتنی فضیلت ہی اور جانتا کہ غنی

فی الاخرة لما استحقره بل یتبرك به ویتمنی درجته لان صلحاء الاغنیاء یدخلون الجنة بعد الفقراء

آخرت میں کیا کیا خوف خطر ہی تو فقیر کو ہرگز حقیر نہ جانتا بلکہ اوس سی برکت لیتا اور اوسکی درجہ کی آرزو کرتا اسلیے کہ نیکوکار صلحاء فقیروں سی پانسو برس پیچھے جنت میں

عام وکیف یستحقره وقد جعل الله تعالی خادما له اذ یکتسب المال بجهده ویستکثره منه ویجتهد

داخل ہونگی اور کیونکر فقیر کی حقارت کرتا ہی اور حال یہ ہی کہ اللہ تعالی نی اسکو فقیر کا خادم بنایا ہی اسواسطی کہ محنت اور کوشش کرکر مال پیدا کرتا ہی اور اسکو بڑہاتا ہی

وقد کلف ان یسلم الی الفقیر قدر حاجته ویکف عنه الفاضل التی یضره لو سلم الیه فالغنی مستخ

پہر اسکو یہ حکم ہی کہ فقیر کو اوسکی حاجت کی موافق حوالہ کردی اور زیادتی بچتی کہ جسکی دینی سی فقیر کا ضرر ہو اپنی پاس محفوظ رکہی پس غنی خدمت گذاری

فی السعی فی رزق الفقیر ومتمیز عنه بالتزام مشاق الاسفار فی البراری والبحار وحراسة الفضلات من

کیونکہ فقیر کی رزق کی واسطی سعی کرتا ہی اور فقیر سی ممتاز ہی اسمیں کہ جنگلوں اور دریاؤں میں سفر کی مشقت اوٹہاتا ہی اور بچتی ہوئی

الله والدنیا الی ان یموت ویاکلها الاعداء مع بقاء ما اکتسبه فی تحصیلها علیه من الاوزار یسرنا الله

اور دنیا کی عمر بہر نگاہبانی کرتا مرجاتا ہی بعد اوسکو یار لوگ کہاتی ہیں اور اوسکی حاصل کرنیمیں جو جو گناہ کیی وہ اپنی سر پر باقی لیجاتا ہی ۔ اللہ ہمکو آسان کر

اعمال موافقة رضائه بلطفه وکرمه ومنته المجلس الثانی والعشرون فی بیان فضائل الصوم

وہ اعمال جو تیری مرضی کی موافق ہوں اپنی لطف اور کرم اور احسان سی بائیسویں مجلس بیان میں روزہ کی فضیلت میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احصوا هلال شعبان لرمضان هذا الحديث من حسان المصابيح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گنتی رہو شعبان کے مہینہ کو رمضان کے واسطے یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے

رواه ابو هريرة فان صوم رمضان لما كان ركنا من اركان الدين وفرضا لازما على المسلمين ولم يعلم مجيئه

ابوہریرہ کی روایت ہے کیونکہ روزہ رمضان کا جونکہ دین کے رکنوں میں سے ایک رکن اور مسلمانوں پر فرض لازم ہے اور اوسکا آنا بغیر ضبط کرنے

الا بضبط هلال شعبان امر النبي عليه السلام بضبطه فصار كانه قال اطلبوا هلال شعبان وعدوا ايامه

مہینہ شعبان کے معلوم نہیں ہوتا نبی علیہ السلام نے واسطے ضبط شعبان کے امر فرمایا انجام یہہ ہوا گویا فرمایا تلاش کرو شعبان کے چاند کو اور اوسکے دن گنتے رہو

لتعلموا دخول رمضان ثم ان شعبان لما كان كالمقدمة لرمضان استحب التاهب له فيه بالصوم وقراءة

تاکہ رمضان کا آنا معلوم ہو پھر ماہ شعبان جب رمضان کا مقدمہ ٹھہرا تو شعبان میں رمضان کی تیاری مستحب ہے روزے رکھنے اور قرآن پڑھنے

القرآن حتى ترتاض النفس بذلك على طاعة الله تعالى قبل دخول رمضان فانه عليه السلام كان يصوم

تاکہ نفس کو طاعت الٰہی کی عادت رمضان کی آنے سے پہلے ہوجاوے کیونکہ نبی علیہ السلام شعبان میں اتنے روزے رکھتے ہے

في شعبان ما لا يصومه في غيره من الشهور على ما روي عن عائشة انها قالت ما رايت رسول الله عليه

کہ اتنے اور کسی مہینہ میں نہیں رکھتے تھے موافق روایت عائشہ کی کہ وہ کہتی ہیں نہیں دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

السلام استكمل صيام شهر قط الا رمضان وما رايته في شهر اكثر منه صياما الا شعبان وفي رواية

وسلم کو کہ کبھی پوری کئے ہوں روزے کسی مہینے کے سوا رمضان کے اور نہیں دیکھا میں نے اونکو کسی مہینہ میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے سوا شعبان کے اور ایک روایت

كان يصوم شعبان كله وهذه الرواية موافقة لما روي عن ام سلمة انها قالت ما رايت النبي عليه السلام

میں یہہ ہے کہ روزے رکھتے تھے تمام شعبان کے اور یہہ روایت ام سلمہ کی روایت سے موافق ہے کہ وہ کہتی ہیں میں نہیں دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

يصوم شهرين متتابعين الا شعبان ورمضان وبهذه الرواية اخذ الفقهاء حتى قال قاضيخان في

کہ روزے رکھتے ہوں دو مہینے کے پے درپے سوا شعبان اور رمضان کے اور فقہاء نے اسی روایت کو اخذ کیا ہے یہاں تک کہ قاضیخاں نے

فتاواه من صام شعبان ووصله برمضان فهو حسن وذلك لان الصوم قد يتاكد استحبابه

اپنے فتاوی میں کہا ہے جو شخص شعبان کے روزے رکھے اور اوسکو رمضان سے ملاوے تو یہہ بہتر ہے اور یہہ اسلئے کہ روزہ کبھی استحباب میں

في بعض الاوقات الفاضلة من الشهور والايام ويكون بابا للعبادة كما روي عن ابي الدرداء انه عليه السلام

بعضی نیک اوقات میں باعتبار مہینوں اور دنوں کی زیادہ تر قوی ہو اور دروازہ عبادت کا ہوجاتا ہے چنانچہ ابودردا سے روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے

قال لكل شيء باب وباب العبادة الصوم ثم انه ربع الايمان بمقتضى ما جاء في الحديثين اللذين روى احدهما

فرمایا ہر شے کا دروازہ ہوتا ہے اور دروازہ عبادت کا روزہ ہے پھر روزہ ایمان کی چوتھائی ہوتا ہے موافق مضمون اون دو حدیثوں کی جو ایک

عن ابي هريرة وهو قوله عليه السلام الصوم نصف الصبر وروى الآخر عن ابن مسعود وهو قوله عليه السلام

ابوہریرہ سے روایت ہے یعنی قول علیہ السلام کا روزہ آدھا صبر ہے اور دوسری ابن مسعود سے روایت ہے یعنی قول علیہ السلام کا

الصبر نصف الايمان فلما كان الصوم نصف الصبر كان ثوابه متجاوزا عن قانون التقدير والحساب

صبر آدھا ایمان ہے پھر جب روزہ آدھا صبر ہوا تو اوسکا ثواب بھی اندازہ اور حساب کی قاعدہ سے زیادہ ہوگا

لقوله تعالى انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب ثم انه متميز من سائر العبادات بخاصية نسبته

واسطے ارشاد الٰہی کی کہ صبر والوں ہی کو ملتا ہے نیگ اونکا ان گنت پھر روزہ کو تمام عبادات پر بسبب خصوصیت نسبت کی

الى الله تعالى اذ قال الله تعالى فيما اخبر عنه نبيه بقوله كل حسنة بعشر امثالها الى سبعمائة ضعف الا الصوم

طرف اللہ تعالی کی ایک طرح کی شرافت ہے اسواسطے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے جسکی اوسکا نبی اوسکی خبر دیتا ہے اس قول میں ہر نیکی دس گونہ ہوتی ہے سات سو گونہ تک سوا روزہ کے

فانه لي وانا اجزي به والكريم اذا اخبر انه يتولى الجزاء بنفسه ولا يكله الى غيره يكون ذلك الجزاء

سو یہ روزہ میری لئی ہی اور میں ہی اسکی جزا دونگا اور اللہ کریم جب یہ خبر دی کہ میں آپ اوسکی جزا کا ذمہ دار ہوں اور کسی حوالہ نہو گا تو اس جزا کا

في غاية العظمة ونهاية الكثرة بحيث لا يكون له حد ولا عد وقد روي عن ابي سعيد الخدري

کیا انتہا ہی نہایت عظیم اور بہت کثیر ہوگی ایسا کہ اوسکی کچھ حد ہی اور نہ کچھ گنتی اور روایت ہی ابو سعید خدری سی

انه عليه السلام قال من صام يوما في سبيل الله بعد الله وجهه عن النار سبعين خريفا

کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی ایک دن واسطی اسکی روزہ رکھا تو اللہ تعالی اوسکی منہہ کو آگ سی ستر برس دور رکھیگا اور ایک

وفي حديث اخر رواه ابو امامة الباهلي انه عليه السلام قال من صام يوما في سبيل الله جعل

اور حدیث میں ہی ابو امامہ باہلی کی روایت سی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی ایکدن روزہ واسطی اللہ تعالی کی رکہا تو

الله بينه وبين النار خندقا كما بين السماء والارض يعني ان من صام يوما لوجه الله ورضائه

اللہ اوسکی اور دوزخ کی بیچ میں ایسی خندق بناویگا جیسی فرق درمیان آسمان اور زمین کی ہی یعنی بیشک جسنی ایک دن کا روزہ واسطی وجہ اللہ کی اور واسطی اوسکی

ينجيه الله من النار عبر عن التنجية بطريق التمثيل ليكون ابلغ لان من كان بعيدا عن شيء بهذا

رضامندی کی رکہا تو اللہ تعالی اوسکو آگ سی نجات دیگا اس نجات کو بطور تمثیل کی بیان فرمایا تا کہ مبالغہ زیادہ تر ہو اسواسطی کہ جو شخص ایک شی سی

المقدار لا يصل اليه البتة وروي عن ابي هريرة انه قال عليه السلام للصائم فرحتان فرحة

اتنی دور پر ہو تو وہ شی بیشک اوس تک نہیں پہنچی گی اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا روزہ دار کو دو خوشیاں ہوتی ہیں ایک خوشی

عند فطره وفرحة عند لقاء ربه فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان للصائم سرورا مرتين

جب روزہ کہولتا ہی اور ایک خوشی جب اپنی رب سی ملیگا بیشک نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں بیان فرمایا کہ روزہ دار کو خوشی دو مرتبہ ہوتی ہی

احدهما عند افطاره والاخرى عند موته ولقاء ربه اما سروره عند فطاره فبما يبنا وله من

ایک تو روزہ کہولتی ہوئی اور دوسری موت کی وقت اپنی رب کی ملاقات پر پہر روزہ دار کا سرور روزہ افطار کرتی وقت تو یہ ہی کہ اوسکو کہانا

الطعام والشراب والجماع لان النفس مجبولة على الميل الى ما يلائمها من المطعم والمشرب والمنكح فاذا

پینا جماع میسر آیا کیونکہ طبیعت انسان کی عادت ہی کہ اپنی مرغوب چیز پر جہکتی ہی کہانا ہو یا پینا ہو یا جماع ہو اور جب

منعت من ذلك في وقت ثم اذن لها في وقت اخر تفرح بذلك طبعا خصوصا عند اشتداد الحاجة

اوسکو ان امور سی ایک وقت ممانعت ہوئی ہو پہر اوسکو دوسری وقت اجازت ملی تو اس سی خود بخود خوش ہوتا ہی خاص کر ایسی وقت کہ ماری بہوک

اليه لتاثير الجوع والعطش فيها وتقاضيها باحد حاجتها يبين هذا المعنى ما روي عن ابن عمر انه عم

او پیاس کی نہایت حاجتمند ہو کر اپنی خواہش کا طلبگار ہو یہ مضمون ابن عمر کی روایت سی معلوم ہوتا ہی کہ نبی علیہ السلام

كان اذا افطر قال ذهب الظما وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء الله تعالى مع ان له عند افطاره

جب روزہ افطار کرتی تو فرماتی پیاس جاتی رہی اور رگیں تر و تازہ ہوئیں اور اجر ثابت ہو چکا ان شاء اللہ تعالی باوجودیکہ روزہ دار کی افطار کی وقت

دعوة مستجابة كما جاء في الحديث ان للصائم عند افطاره دعوة مستجابة بل يكون نومه عبادة

دعا مقبول ہوتی ہی چنانچہ حدیث میں آیا ہی کہ روزہ دار کی افطار کی وقت دعا مقبول ہوتی ہی بلکہ روزہ دار کا سونا ہی عبادت ہی

كما جاء في الحديث نوم الصائم عبادة قال ابو العالية الصائم في العبادة ما لم يغتب وان كان

چنانچہ حدیث میں آیا ہی نیند روزہ دار کی عبادت ہی ابو العالیہ کہتا ہی روزہ دار ہر وقت عبادت میں ہوتا ہی جبتک غیبت نکری اگرچہ

نائما على فراشه فعلى هذا يكون فى ليله ونهاره على عبادة واما سروره وفرحه عند موته ولقاء ربه

اپنا بستر پہ سوتا رہی اسکی موافق تمام رات اور دن عبادت ہی میں رہتا ہی اور روزہ دار کا سرور اور خوشدلی مرتی وقت اپنی رب کی ملاقات پہ

بنيا يجده مُدخرا عند الله تعالى من ثواب صومه فان من ترك لله طعامه وشرابه وشهوته يعوّضه

الله تعالى خيرا من ذلك كما قال الله تعالى وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا

وَأَعْظَمَ أَجْرًا وجاء في الخبر انه عليه السلام قال لرجل انك لن تدع شيئا اتقاء الله تعالى الا اتاك الله

خيرا منه وروى ان الصائمين يوضع لهم يوم القيمة مائدة تحت العرش ياكلون عليها والناس في الحساب

فيقول الناس ما لهؤلاء ياكلون ونحن في الحساب فيقال لهم انهم كانوا يصومون وانتم تفطرون وفي الصحيح

انه عليه السلام قال ان في الجنة بابا يقال له ريان لا يدخل منه الا الصائمون والمراد بالصائمين

هم الذين يكثرون الصوم فانهم لما تحملوا تعب العطش خصوا بباب فيه الري والامان من العطش قبل تمكنهم

من الجنة هذا كله اذا كان صومهم مع الاحتراز عن كل ما يحرم عليهم والا فهم يكونون من الذين

قال فيهم رسول الله عليه السلام في حديث رواه ابو هريرة كم من صائم ليس له من صيامه الا الجوع

والعطش وفي حديث اخر رواه ابو هريرة كم من صائم ليس له من صيامه الا الظما وكم من قائم ليس

من قيامه الا السهر فان التقرب الى الله تعالى بترك المباحات لا يتم الا بعد التقرب اليه بترك المحرمات

كما روى عن ابي هريرة انه قال من لم يترك الكذب والعمل بمقتضاه فليس لله حاجة في ان يدع طعامه

وشرابه فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان من لا يترك الكذب والعمل بمقتضاه لا يقبل الله صومه

ولا ينظر اليه لانه امسك عما ابيح له ولم يمسك عما حرم عليه والمقصود من الصوم ليس نفس الجوع و

العطش فقط بل المقصود منه كسرة الشهوة وقهر النفس الامارة بالسوء فاذا لم يحصل شيء من ذلك

فاي فائدة في ترك الطعام والشراب فعلى هذا اذا اراد العبد ان ينال الثواب والفضائل التي ذكرها

النبي عليه السلام ينبغي له ان يعرف حرمة الوقت وشرفه ويحفظ فيه بطنه عن الحرام ولسانه عن
ذکر فرمایا ہے لائق اور سزاوار ہے کہ وقت کی حرمت کو پہچانے اور وقت کی خوبی کو دریافت کرے اور رکھیں اپنی پیٹ کو حرام کھانے سے اور اپنی زبان کو
الكذب والغيبة وقبيح الكلام وجوارحه عن الخطايا والآثام وقلبه عن العجب والكبر وعلة
جھوٹھ اور غیبت اور بیہودہ کلام سے اور اپنے ہاتھ اعضا کو خطا اور گناہوں سے اور اپنے دل کو خود بینی اور تکبر اور خلعت کی رسمی سے
الآثام ثم انه اذا فعل ذلك ينبغي له ان يكون خائفا من الله تعالى هل يقبل منه ام لا يقبل ويدعو
بچاوی پھر وہ شخص جب یہ سب کر چکا تو اسے سزاوار ہے کہ اللہ تعالی سے خوف کرتا رہے کہ آیا میرا یہ روزہ قبول کرتا ہے یا نہیں قبول کرتا اور دعا کرے
ان يقبل

المجلس الثالث والعشرون في بيان فضيلة صوم شعبان

کہ قبول کرے — تیئسویں مجلس فضیلت روزہ ماہ شعبان کے بیان میں

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم شعبان كله الا قليلا وفي رواية بل كان يصوم شعبان كله هذا الحديث
تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ تمام شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے مگر کچھ تھوڑا سا افطار کرتے اور ایک روایت میں ہے بلکہ تمام شعبان کے روزے رکھتے تھے
من صحاح المصابيح رواه ام المؤمنين عائشة وهذه الرواية الاخيرة موافقة لما روي عن ام سلمة
یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے حضرت عائشہ ام المؤمنین کی روایت ہے اور یہ پچھلی روایت اس روایت کی موافق ہے جو ام سلمہ سے روایت ہے
انها قالت ما رأيت النبي عليه السلام يصوم شهرين متتابعين الا شعبان ورمضان فان قيل لم
کہ وہ کہتی تھیں نہیں دیکھا میں نے نبی علیہ السلام کو کہ دو مہینے پے در پے روزے رکھے ہوں سوای شعبان اور رمضان کے اگر کوئی کہے
على هذه الرواية ان يكون افضل الصيام بعد صوم رمضان صوم شعبان مع انه عليه السلام
کہ اس روایت سے لازم آتا ہے کہ بعد روزہ رمضان کے شعبان کے روزے افضل ہوں اور حال یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے
قال افضل الصيام بعد شهر رمضان شهر الله المحرم والجواب ان جماعة من الناس وان اعتقدوا ان
فرمایا ہے جو روزے بعد ماہ رمضان کے ماہ محرم کے ہیں سو جواب یہ ہے کہ بیشک ایک جماعت کا اگرچہ یہ ہی اعتقاد ہے
صيام المحرم والاشهر الحرم افضل من صيام شعبان لكن الاظهر خلاف ذلك وان صيام شعبان
کہ محرم اور اشہر الحرم کے روزے شعبان کے روزوں سے بہتر ہیں لیکن اسکے خلاف ظاہر ہے بیشک شعبان کے روزے
افضل من صيام الاشهر الحرم يدل على ذلك ما روي عن انس انه عليه السلام سئل اي الصيام افضل
اشہر الحرم کے روزوں سے بہتر ہیں دلیل اسکی وہ ہے جو انس سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا رمضان کے بعد کونسی
بعد رمضان فقال شعبان لتعظيم رمضان وروي عن اسامة انه كان يصوم اشهر الحرم فقال
روزے افضل ہیں آپ نے فرمایا شعبان کے رمضان کی تعظیم کے لئے اور اسامہ سے روایت ہے کہ اسامہ اشہر الحرم کے روزے رکھا کرتے تھے سو
له رسول الله عليه السلام صم شوالا فترك صوم اشهر الحرم فكان يصوم شوالا حتى مات هذا النص
انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شوال میں روزے رکھا کر پھر اسامہ نے اشہر الحرام کے روزے چھوڑ دئے پھر شوال میں روزے رکھا کئے آخر مرگئے سو یہ روایت
في تفضيل صيام شوال على صيام اشهر الحرم واذا كان صوم شوال افضل من صوم الاشهر الحرم
شوال کے روزوں کی فضیلت پر نص ہے اشہر الحرم کے روزوں پر جب شوال کے روزے اشہر الحرم کے روزوں سے بہتر ہوئے
فيكون صوم شعبان افضل من صيام الاشهر الحرم اولى لصيام النبي عليه السلام دون شوال
تو شعبان کے روزے اشہر الحرم کے روزوں سے زیادہ تر افضل ہونگے اسلئے کہ نبی علیہ السلام روزے شعبان میں رکھتے تھے شوال میں نہیں رکھتے تھے
وانما كان كذلك لانهما يليان من بعده ومن قبله فظهر من هذا ان افضل التطوع من الصيام ما
اور یہ اس لیے ہے کہ یہ دونو مہینے یعنی شعبان اور شوال متصل ہیں رمضان کی بعد اور رمضان سے پہلے اس سے معلوم ہوا کہ نفل روزوں میں وہی افضل ہیں جو

قريبا من رمضان قبله وبعده فيكون منزلته من الصيام بمنزلة السنن الرواتب مع الفرائض

رمضان سے قریب ہوں پہلے اور پیچھے پھر ایسے روزوں کا درجہ ایسا ہے جیسے مسنون رواتب یعنی مؤکدہ کا فریضہ نماز سے

قبلها وبعدها فان السنن الرواتب كما يلتحق بالفرائض في الفضل وتكون تكملة لنقص الفرائض وكذلك

فریضہ سے پہلے اور پیچھے کیونکہ سنن رواتب یعنی مؤکدہ جیسے فضیلت میں فرائض کے ساتھ ہیں اور فرائض کے نقصان کو پورا کرتی ہیں ایسے ہی

صيام ما قبل رمضان وما بعده فانه ملحق في الفضل بصيام رمضان لقربه منه ويكون قوله عليه السلام

نفل روزے رمضان سے پہلے اور پیچھے یہ بھی فضیلت میں رمضان کے روزوں کے ساتھ شامل ہیں کیونکہ رمضان سے متصل ہیں اسی واسطے حدیث کی

افضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم محمولا على التطوع المطلق واما ما كان قبل رمضان وبعده

کہ اچھے روزے بعد رمضان کے ماہ الٰہی محرم کے ہیں مطلق نوافل پر محمول ہوگی اور جو روزے کہ رمضان سے پہلے اور پیچھے ہیں

فانه ملتحق به في الفضل كما ان قوله عليه السلام في تمام الحديث وافضل الصلوة بعد المكتوبة

وہ تو فضیلت میں رمضان کے ساتھ شامل ہیں جیسے یہ قول علیہ السلام کا تتمہ حدیث میں اور بہتر نماز بعد فرائض کی

قيام الليل انما اراد به تفضيل قيام الليل على التطوع المطلق دون السنن الرواتب عند جمهور العلماء

رات کی نماز ہے اس سے بھی تمام علماء کے نزدیک فضیلت قیام لیل کی مطلق نوافل پر مراد ہے سنن مؤکدات پر نہیں ہے

وقد ذكر في صيام النبي عليه السلام لشعبان دون غيره من الشهور معنى حسنا وهو ما روى عن اسامة

اور در باب روزہ رکھنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شعبان میں سوا اور مہینوں کی خوب معنی ذکر کئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اسامہ سے روایت ہے

انه عليه السلام قال ذلك شهر يغفل الناس عنه بين رجب ورمضان فانه عليه السلام اشار الى

کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ ایسا مہینہ ہے کہ لوگ اس سے غافل ہیں رجب اور رمضان کے بیچ میں سو نبی علیہ السلام نے یہ اشارہ کیا

انه لما اكتنفه شهران عظيمان الشهر الحرام وشهر الصيام اعرض الناس عنه بالاشتغال بهما فصار

کہ شعبان کو دو بڑی عظمت کے مہینوں نے گھیر رکھا ہے ماہ محرم اور ماہ صیام نے تو شعبان سے لوگ پھر کر ان دونوں میں مشغول ہوگئے ہیں سو یہ مہینہ

مغفولا عنه حتى ظن كثير من الناس ان صيام رجب افضل من صيام شعبان لانه شهر حرام وليس

بھولا بسرا ہوگیا یہاں تک کہ اکثر لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ رجب کے روزے شعبان کے روزوں سے افضل ہیں اس لئے کہ رجب ماہ حرام ہے اور

كذلك لما روى عن عائشة انها قالت ذكر لرسول الله عليه السلام قوم يصومون رجبا فقال واين هم

یہ بات نہیں ہے اسواسطے کہ عائشہ سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک قوم کا ذکر آیا کہ وہ رجب میں روزے رکھتے ہیں آپ نے فرمایا

عن شعبان وفيه اشارة الى ان بعض ما اشتهر فضله من الازمان والاماكن والاشخاص قد يكون غيره

وہ لوگ شعبان کو چھوڑ کر کہاں گئے اور اسمیں یہ اشارہ ہے کہ بعضے دفعہ جو کوئی وقت یا بعضا مکان یا بعضا شخص فضیلت میں مشہور ہو جاتا ہے کبھی اسکا غیر اس سے

افضل منه اما مطلقا او لخصوصية فيه لا يفطن بها كثير من الناس فيشتغلون عنه بالمشهور

افضل ہوتا ہے یا تو مطلقا یا کسی خصوصیت سے جو اس میں ہوتی ہے کہ اکثر لوگوں کے خیال میں نہیں آتی تو وہ اوسکو چھوڑ کر مشہور کی طرف مشغول ہو جاتے ہیں

ويفوتون تحصيل فضيلة ما ليس بمشهور عندهم وفيه دليل على استحباب عمارة ازمان غفلة الناس

اور اوسکی فضیلت سے جو اونکے نزدیک مشہور نہیں ہے محروم رہ جاتے ہیں اور اسمیں دلیل اس مطلب کی ہے کہ عبادت سے معمور کرنا ایسے وقت کا جسمیں لوگ غافل ہوں

بالطاعة وان ذلك محبوب عند الله تعالى ولذلك كان طائفة من السلف يستحبون احياء ما بين

بہت مستحب ہے اور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اسی واسطے ایک جماعت متقدمین سے شب بیداری درمیان

العشائين بالصلوة ويقولون هي ساعة الغفلة فانه عليه السلام لما خرج على اصحابه وهم ينتظرون

مغرب اور عشا کی بہت پسند کرتی تھی اور کہتی تھی کہ یہ غفلت کا وقت ہے پس نبی علیہ السلام جب صحابہ کے پاس آئے اور صحابہ عشا کی نماز کی انتظار میں تھے

صلوة العشاء قال ما ينتظرها احد من اهل الارض غيركم ففي هذا اشارة الى فضيلة التفرد بذكر الله
تو فرمایا اس نماز کا سواء تمہاری روی زمین پر کوئی منتظر نہیں ہی اسمیں اشارہ ہی کہ تنہا ذکر الٰہی میں مشغول رہنا
في وقت من الاوقات لا يوجد فيها ذاكر ولذلك فضل القيام في وسط الليل لشمول الغفلة عن الذكر فيه
تمام وقتوں میں سی ایسی وقت کہ کوئی اوسوقت ذکر نہ کرتا ہو سب فضل ہی اسیلی آدھی رات کی وقت جاگنا سب فضل ہی سو اسطی کہ اسوقت اکثر لوگ ذکر الٰہی
لاكثر الناس وفي احياء الوقت المغفول عنه بالطاعة فوائد منها انه يكون اخفى واخفاء النوافل و
غافل ہوتی ہیں۔ و غفلت کی وقت عبادت کرنی میں بہت فایدی ہیں ایک یہ کہ یہ وقت پوشیدہ ہی اور نوافل کا چھپانا اور
اسرارها افضل لا سيما الصيام فانه سر بين العبد وربه لا يطلع عليه غيره تعالى ولهذا قيل لا يكون
پوشیدہ رکھنا افضل ہوتا ہی خاص نفل روزی کیونکہ روزہ درمیان بندہ اور پروردگار کی راز ہوتا ہی اسپر سوای الله تعالیٰ کی کسیکو اطلاع نہیں ہوتی ہی واسطی
فيه رياء ومنها انه يكون اشق على النفوس وافضل الاعمال اشقها على النفوس وسبب ذلك ان النفوس
کہتی ہیں کہ روزہ میں ریا نہیں ہوتی ۔ دوسری یہ کہ روزہ طبیعتوں پر دشوار ہوتا ہی اور اعمال میں افضل وہ ہی ہوتا ہی جو طبیعتوں پر دشوار ہو وسبب اسکا یہ ہی کہ طبیعتیں
تتاسى بما تشاهد من احوال ابناء الجنس فاذا كثرت يقظة الناس وطاعتهم يكثر اهل الطاعة لكثرة
جنس کی حالات میں سی جو دیکھتی ہیں وہ ہی عادت اختیار کرلیتی ہیں پس اگر لوگوں کی بیداری اور اونکی عبادت کثرت سی ہونی لگی تو اہل طاعت بھی زیادہ ہونگی
المقتدين بهم فتسهل الطاعات عليهم واذا كثرت الغفلة واهلها تاسى بهم عموم الناس فيشق على
کیونکہ دیکھا دیکھی سب پیرو ہونگی پھر اونپر عبادت آسان ہو جاویگی اور اگر غفلت اور غفلت والی زیادہ ہونگی تو عام لوگونکو ویسی ہی عادت ہو جاویگی پس جاگنی والونکو
نفوس المتيقظين طاعاتهم لقلة من يقتدون بهم فيها ولهذا قال النبي عليه السلام للعامل منهم اجر
عبادت کرنی دشوار ہوگی اسواسطی کہ اسوقت میں پیرو ہی کم رہتی ہیں اسی لیی نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ اونمیں سی ایک عمل کرنیوالی کو اجر
خمسين منكم انكم تجدون على الخير اعوانا ولا يجدون وقال عليه السلام العبادة في الهرج كالهجرة
پچاس آدمیوں کا تم میں کی ہی کیونکہ تمکو خیر پر بہت مددگار میسر آتی ہیں اور اونکو نہیں ملتی اور فرمایا علیہ السلام نی فساد کی وقت عبادت کرنی ایسی ہی جیسی
الي فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان ثواب العبادة في وقت الفتنة واختلاط امور الناس
میری طرف ہجرت کی پس یک پیغمبر علیہ السلام نی اس حدیث میں بیان فرمایا کہ ثواب عبادت کا مروقت آشوب اور امتزاج حال آدمیوں کی اتنا ہی
كثواب الهجرة من مكة الى المدينة في زمانه عليه السلام قبل فتح مكة وسبب ذلك ان الناس في وقت الفتنة
جیسا مکہ سی مدینہ کی طرف پیغمبر علیہ السلام کی عہد میں فتح مکہ سی پہلی ہجرت کی اور اسکا سبب یہ ہی کہ آدمی فتنہ اور آشوب کی وقت
يتبعون اهواءهم ولا يتقيدون بدينهم فيكون حالهم شبيها بحال اهل الجاهلية فاذا انفرد من بينهم من
بھی ہوا ہوس کی تابع ہوجاتی ہیں اور اپنی دین کی قید میں نہیں رہتی پھر اونکا حال اہل جاہلیت کا سا ہوجاتا ہی پھر اگر اونمیں سی ایک شخص الگ ہو جاوی
يتمسك بدينه ويعبد ربه ويتبع امره ويجتنب نهيه يكون كمن هاجر من بين اهل الجاهلية الى رسول الله
کہ اپنی دین کو تھامی رہی اور اپنی رب کی عبادت کری اور اوسکی امر کا تابع اور نہی سی بچتا رہی تو وہ ایسا ہی کہ اہل جاہلیت میں سی رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی طرف
مؤمنا متبعا لاوامره مجتنبا لنواهيه وقال عليه السلام بدأ الاسلام غريبا وسيعود غريبا كما بدأ
مومن ہو اوامر کا تابع اور منہیات سی مجتنب ہو کر ہجرت کرگیا اور فرمایا علیہ السلام نی شروع ہوا ہی اسلام غریب ہوکر اور پھر غریب ہوجاویگا جیسی شروع ہوا تھا
فطوبى للغرباء يعني ان الاسلام في ابتداء ظهوره كان غريبا لم يوجد الا في احاد من الناس وقلة منهم
سو خوشی ہی غریبوں کو مراد یہ ہی کہ اسلام ابتدا ظہور میں غریب تھا نہیں پایا جاتا تھا مگر کسی کسی آدمی میں بہت کم
ثم انتشر وصار قويا وبعد ذلك يسلجه نقص واختلال حتى لا يبقى الا في احاد من الناس وقلة منهم
پھر پھیل گیا درست قوی ہو کر منتشر ہو گیا اور بعد اسکی قریب ہی اوسمیں نقصان اور خلل آجاوی یہاں تک کہ باقی نہیں رہیگا مگر کسی کسی آدمی میں سو کم ہی

الغرباء فطوبى لهم وقد جاء تفسيرهم في حديث اخر انهم النزاع من القبائل يعني انهم الذين كانوا قليلة
غربا میں سو اونکو خوشی ہی اور غربا کی تفسیر ایک اور حدیث میں آئی ہی کہ وہ قبائل میں کوئی کوئی ہیں یعنی غربا وہ ہیں جو تہوڑی ہوں
فلا يوجد في كل قبيلة منهم الا الواحد والاثنان بل لا يوجد احد منهم في القبائل والبلدان كما كان كذلك في
ہر ہر قبیلہ میں ایک ایک دو دو سپاہ ہونگی بلکہ قبیلوں اور شہروں میں کوئی نہ ملیگا جیسکہ ابتداء ظہور اسلام میں
ابتداء ظهور الاسلام وفي حديث اخر انهم الذين يصلحون اذا فسد الناس يعني انهم قوم صالحون عاملون
یہی حال تہا اور ایک اور حدیث میں ہی کہ غربا وہ ہیں جو اصلاح پر عمل کرتی ہیں اگر آدمیوں میں فساد پیدا ہو مراد یہہ ہی کہ غربا قوم صالح ہی
بالسنة في زمان فساد الناس ومنها ان المنفرد بالطاعة بين اهل الغفلة والمعاصي يدفع به البلاء
فساد کی زمانہ میں سنت پر عمل کرنیوالی اور ایک فائدہ یہہ ہی کہ جو تنہا عبادت کرنیوالا ہی غفلت اور معاصی والوں میں اوسکی سبب سی لوگوں کی بلا رفع ہوتی ہی
عن الناس فكانه يحميهم ويدافع عنهم والاثار في هذا المعنى كثيرة جدا وقد ذكر لصومه عليه السلام لشعبان
گویا وہ شخص اونکا حامی ہی اونکی بلا کو دفع کرتا ہی اس باب میں آثار بہت آئی ہیں اور واسطی روزی رکہنی پیغمبر علیہ السلام کی ماہ شعبان میں
معنى اخر وهو انه عليه السلام كان يصوم من كل شهر ثلثة ايام وربما اخر ذلك ليقضيه بصوم شعبان
ایک اور وجہ بہی بیان کرتی ہیں وہ یہہ ہی کہ پیغمبر علیہ السلام ہر مہینی میں تین تین روزی رکہتی تہی اور بعضی وقت تاخیر فرما دیتی تاکہ اوسکا عوض شعبان کی روزی
يعني ان صومه عليه السلام ربما كان لا يبلغ ثلثة ايام في بعض الشهور فيكمل ما فاته من ذلك في شعبان اذ
کردیں مراد یہہ ہی کہ روزی پیغمبر علیہ السلام کی بعضی دفعہ بعضی مہینوں میں تین تین پوری نہیں ہوتی تہی سو جسقدر روزی کا فوت ہو جاتی تہی وہ سب شعبان میں پوری کرتی
كان اعماله عليه السلام دائمة فكان اذا دخل عليه شعبان وكان عليه بقية من صيام تطوع لم يصمه
تہی جن روزونکا رکہنا دائمی ہوتا تہا سو آپکا طریقہ یوں تہا جب اونکو ماہ شعبان شروع ہوتا اور اونپر کچہہ نوافل روزی کا باقی ہوتی کہ نہ رکہی ہوں
يقضيه في شعبان حتى يكمل نوافله بالصوم قبل دخول رمضان كما كان يقضي ما فاته من سنن الصلوة
تو وہ روزی کا شعبان میں قضا کردیتی تہی تاکہ تمام نوافل روزی رمضان کی آنی سی پہلی پوری ہو جائیں جیسا کہ نماز مسنون کو جو رہ جاتی تہی قضا کردیتی تہی
وكما كان يقضي بالنهار ما فاته من قيام الليل وقالت عائشة ربما اردت ان اصوم فلم اطق حتى
اور جیسا کہ قیام لیل میں سی جو رہ جاتا تہا وہ دنمیں پورا کردیتی تہی اور عایشہ کہتی ہیں بعضی وقت میں روزہ رکہنی کا ارادہ کرتی سو نہو سکتا
اذا صام النبي عليه السلام في شعبان صمت معه فانها كانت تغتنم فتقضي ما عليها من
یہاں تک جب نبی علیہ السلام ماہ شعبان میں روزی رکہتی تو میں بہی اونکی ساتہہ روزی رکہتی پس عایشہ اسوقت کو غنیمت جان کر جو جو اونکی ذمہ
صوم رمضان لفطرها فيه بالحيض وكان في غيره من الشهور مشتغلة بالنبي عليه السلام
رمضان کی روزی ہوتی تہی بسبب عارضہ حیض کی سب ادا کردیتی تہیں اور باقی کی مہینوں میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں مشغول رہتی تہیں
فان المراة لا تصوم وبعلها شاهد الا باذنه فمن دخل عليها شعبان وقد بقي عليه شيء من
کیونکہ عورت اپنی خاوند کی سامنی بی اجازت روزہ نہیں رکہہ سکتی پس جس شخصکو ماہ شعبان آجاوی اور اوسپر کچہہ نوافل روزی باقی ہوں
نوافل صيامه يستحب له قضاءه فيه حتى يكمل نوافل صيامه بين رمضان ومن كان عليه شيء
تو اوسکو مستحب ہی کہ شعبان میں ادا کردی تاکہ اوسکی نوافل روزی دونو رمضان کی بیچ میں ادا ہو جاویں اور جسپر کچہہ
من قضاء رمضان يجب عليه قضاءه قبل رمضان اخر مع القدرة عليه ولا يجوز له تاخيره
قضاء رمضان کی باقی ہو تو اوسپر واجب ہی کہ دوسری رمضان سی پہلی اگر قدرت رکہتا ہو تو قضا کردی اور اوسکو یہہ جائز نہیں کہ
ما بعد رمضان اخر لغير ضرورة وان كان تاخيره لعذر مستمر بين الرمضانين كان عليه قضاؤه
بی ضرورت دوسری رمضان کی بعد تاخیر کری اور اگر یہہ تاخیر بسبب ایسی عذر کی جو دونو رمضان میں برابر چلا آیا ہی ہوئی ہو تو اوسپر

بعد رمضان الثاني ولا شيء عليه مع القضاء وان كان ذلك لغير عذر قيل يقضي ويطعم مع قضاء

بعد رمضان کی قضا لازم ہوگی اور اوسپر سوا قضا کی اور کچھ نہیں ہی اور اگر یہہ تاخیر بلا عذر ہوئی ہی تو کہتی ہیں کہ قضا کری اور ہر ہر روزہ کی

كل يوم ستين مسكينا وهو قول الشافعي ومالك واحمد اتباعا للآثار وردت بذلك وقيل يقضي ولا اطعام

ساٹھ مسکین کو کہانا دی یہہ قول شافعی اور مالک اور احمد کا ہی موافق اون آثار کی جو اس باب میں آئی ہیں اور بعضی کہتی ہیں قضا کری اور

عليه وهو قول ابي حنيفة وقيل يطعم ولا يقضي وهو ضعيف وقيل في صوم شعبان معنى آخر وهو

کہانا نہیں ہی یہہ قول ابو حنیفہ کا ہی اور بعضی کہتی ہیں کہانا کہلاوی اور قضا نہیں ہی یہہ قول ضعیف ہی اور کہتی ہیں کہ شعبان کی روزوں کی ایک وجہ اور ہی

ان صيامه كالتمرين على صيام رمضان لئلا يدخل في صيام رمضان على مشقة وكلفة بل يكون

ہی کہ شعبان کی روزی واسطی مشاقی کہیں رمضان کی روزوں کی واسطی تا کہ رمضان کی روزوں میں کچھہ مشقت اور کلفت نہ معلوم ہو بلکہ یہہ حال ہو

قد تمرن على الصيام واعتاده ووجد بصيام شعبان حلاوة الصيام ولذته فيدخل في صيام رمضان

کہ روزی کی عادت اور خو پکڑ چکا ہو اور شعبان کی روزوں سے روزوں کی حلاوت اور لذت اوٹھا چکا ہو پھر رمضان کی روزی

برغبة ونشاط يسرنا الله تعالى عمله بلطفه وتوفيقه المجلس الرابع والعشرون في بيان فضيلة

اچھی رغبت اور خوشی سی رکہی الٰہی ہمپر آسان کر یہہ عمل اپنی لطف اور توفیق سی چوبیسویں مجلس میں بیان

احياء ليلة البراءة على وجه السنة والاحتراز عن البدعة المكروهة قال رسول الله

شب برات کی جاگنی کی فضیلت کا بطور مسنون کی اور احتراز بدعت مکروہ سی رسول الله

صلى الله عليه وسلم ان الله ينزل ليلة النصف من شعبان الى السماء الدنيا فيغفر لاكثر من عدد شعر

صلی الله علیہ وسلم نی فرمایا بیشک الله تعالی ماہ شعبان کی پندرہویں شب کو طرف ورلی آسمان کی نزول فرماتا ہی پھر قبیلہ کلب کی بکریوں کی بالوں سی

غنم كلب هذا الحديث من حسان المصابيح روته ام المؤمنين عائشة رض والمراد بليلة النصف من شعبان

بہت زیادہ بخشدیتا ہی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سی ام المومنین عائشہ رضی الله عنہا کی روایت سی اور مراد شعبان کی ادہی رات سی

ليلة البراءة وانما خص قبيلة كلب بالذكر لانهم اكثر نفرا وغنما من سائر القبائل والمعنى انه تعالى ينتقل في

شب برات ہی اور خاص قبیلۂ کلب کو اسواسطی ذکر کیا ہی کہ وہ بہ نسبت اور قبیلوں کی باعتبار آدمیوں اور بکریوں کی زیادہ ہی اور معنی یہہ ہیں کہ الله تعالی

تلك الليلة من صفة الجلال المقتضية لقهر العداوة والانتقام من العصاة الى صفة الجمال المقتضية

اوس رات میں صفت جلالی سی جو سبب ہی گنہگاروں کی انتقام اور عداوت کا طرف صفت جمال کی جو باعث ہی

للرحمة والمغفرة وانما حمل لفظ الحديث على هذا المعنى لان النزول والصعود والحركة والسكون لما كانت

رحمت اور بخشش کا نقل فرماتا ہی اور حدیث کی الفاظ کو ان معنوں پر اسواسطی حمل کیا ہی کہ اوترنا اور چڑھنا اور حرکت اور سکون چونکہ

من صفات الاجسام المتحيزة وقد ثبت بالقواطع العقلية والنقلية انه تعالى منزه عن الجسمية والتحيز

یہہ سب صفات اجسام متحیزہ کی ہیں اور براہین قطعی عقلی اور نقلی سی ثابت ہو چکا ہی کہ الله تعالی جسمیت اور تحیز وغیرہ صفات اجسام

امتنع عليه النزول بمعنى الانتقال من موضع اعلى الى ما هو اخفض منه فيكون المعنى ما ذكره اهل الحق من

پاک ہی تو اوسپر نزول بمعنی انتقال مکان بلندی سی طرف مکان پست کی محال ہی پہر معنی حدیث کی وہ ہی ہیں جو اہل حق نی ذکر کئی ہیں یعنی

نزول رحمته ومزيد لطفه ومغفرته على عباده واجابة دعوتهم وقبول توبتهم كما هو دين الملوك الكرام

رحمت کا اوترنا اور زیادت لطف اور مغفرت اپنی بندوں پر فرمانا اور اون کی دعا کا اور قبول کرنا اونکی توبہ کا جیسا کہ عادت اور رسم کریم بادشاہوں

والسادة الرحماء اذا نزلوا بقرب قوم فقراء محتاجين يحسنون اليهم وهذا المعنى وان كان قد وعد في سائر

اور رحیم سرداروں کی ہوتی ہی کہ جب وہ فقیر محتاجوں کی پاس گذرتی ہیں تو اونکی ساتھ احسان کرتی ہیں اور یہہ بات کا اگرچہ اور تمام راتوں میں

اللیالی ایضا لما روی انه علیه السلام قال ینزل ربنا تبارک وتعالی کل لیلة الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث

یہی وعدہ ہی موافق اس روایت کی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا کہ ظہور فرماتا ہی ہمارا رب تبارک وتعالی ہر شب میں طرف دنیا آسمان کی جس وقت کہ پچھلی

اللیل الاخیر یقول من یدعونی فاستجیب له من یستغفرنی فاغفر له من یسئلنی فاعطیه الا ان

تہائی رات باقی رہتی ہی فرماتا ہی کوئی ہی دعا کرنیوالا کہ میں اوسکی دعا قبول کرلوں کوئی ہی معفرت مانگنی والا کہ میں اوسکو بخشدوں کوئی ہی سائل کہ میں اوسکو عطا کردوں مگر

النزول فی سائر اللیالی مقید بوقوعه حین یبقی من کل لیلة ثلثها الاخیر وفی لیلة البراءة لیس هذا

اتنا فرق ہی کہ ظہور اور تمام راتوں میں اس قید سی ہی کہ جب پچھلی تہائی رات باقی رہی اور شب برات میں یہہ قید نہیں ہی

التقیید بل المقصود تخصیص هذه اللیلة بمزید الشرف والفضل لکونها لیلة شریفة عظیمة

بلکہ مقصود یہہ ہی کہ اس رات میں خصوصیت شرافت اور فضیلت کی زیادہ ہی کیونکہ یہہ شب بہت ہی شریف ہی

کما روی عن عطاء بن یسار انه قال ما من لیلة بعد لیلة القدر افضل من لیلة نصف شعبان

چنانچہ روایت ہی عطاء بن یسار سی کہ کہتی تہی بعد شب قدر کی کوئی رات شب برات سی بہتر نہیں ہی

وقد ورد فی فضلها احادیث اخر متعددة وکان التابعون من اهل الشام کخالد بن معدان ومکحول

اور اس شب کی فضیلت میں اور بہی چند حدیثیں آئی ہیں اور اہل شام میں سی تابعی جیسی خالد بن معدان اور مکحول

ولقمان بن عامر وغیرهم یعظمونها ویجتهدون بالعبادة فیها فلما اشتهر ذلک عنهم فی البلدان

اور لقمان بن عامر وغیرہ اس شب کی بہت تعظیم کرتی تہی اور اس شب میں عبادت میں مبالغہ کرتی ہی جب اونکا یہہ حال ملکوں میں مشہور ہوا

اختلف الناس فی ذلک فمنهم من قبله منهم ووافقهم علی تعظیمها لکن اکثر العلماء من اهل الحجاز

تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا بعضوں نی اس امر کو مان لیا اور اونکی موافق ہوکر تعظیم کرنی لگی لیکن اکثر علماء اہل حجاز

انکروا ذلک وقالوا کل ذلک بدعة والحق ان المؤمن اذا اشتغل فی تلک اللیلة الخاصة نفسه بانواع

اسکا انکار کرتی ہیں اور کہتی ہیں یہہ سب بدعت ہی اور حق یہہ ہی کہ مؤمن تنہا اگر اس شب میں عبادت میں مشغول ہوکر نماز پڑہی

العبادات من الصلوة والتلاوة والذکر والدعاء یجوز ولا یکره واما الاجتماع فیها فی المساجد والجوامع

یا تلاوت کری اور اللہ کا نام لی اور دعا مانگی تو جایز ہی مکروہ نہیں اور اوس شب میں مسجد محلہ یا مسجد جامع میں

للصلوة النافلة بالجماعة الکثیرة کما هو المعتاد فی زماننا فیکره وهذا قول الاوزاعی امام اهل الشام و

جمع ہونا اور نفلیں پڑہنی جماعت کثیر سی ادا کرنی جیسی ہماری زمانہ میں عادت ہوگئی ہی سو سب مکروہ ہی یہہ قول اوزاعی کا ہی جو اہل شام کا پیشوا اور

عالمهم وفقیههم وکذا اسراج السرج الکثیرة فی المساجد وایقاد القنادیل الکثیرة فی الجوامع فی تلک

عالم اور فقیہ ہی اور ایسی ہی مسجدوں میں روشنی کرنی اور قندیل متعدد جامع مسجد میں روشن کرنی اس شب میں

اللیلة لا یجوز لما ذکر فی القنیة ان اسراج السرج الکثیرة لیلة البراءة فی السکک والاسواق بدعة وکذا

جایز نہیں ہی اسواسطی کہ قنیہ میں یہہ مذکور ہی کہ بہت سی چراغ روشن کرنی شب برات کو کوچوں اور بازاروں میں بدعت ہی اور ایسی ہی

فی المساجد ویضمن القیم بل لو ذکره الواقف وشرطه لا یعتبر ذلک الشرط شرعا وان لم یکن من مال الوقف

مسجدوں میں اور مہتمم ضامن ہوتا ہی بلکہ وقف کرنیوالا اگر صریح کرکر شرط کردی تو بہی شرعا وہ شرط معتبر نہیں ہی اور اگر مال وقفی نہیں ہی

بل تبرع به یکون ذلک تبذیرا واضاعة المال والتبذیر حرام بنص القران وقد نهی النبی علیه السلام عن

بلکہ تبرع ہی تو یہہ خرچ اسراف میں داخل ہی اور مال کا ضایع کرنا ہی اور اسراف حرام ہی بنص قرآن سی اور بیشک نبی علیہ السلام نی مال تلف کرنی سی

اضاعة المال واعتقاد ان ذلک قربة من اعظم البدع واقبح السیات وکذا التنفل فی تلک اللیلة بالجماعة

منع فرمایا ہی اور یہہ اعتقاد کرنا کہ یہہ ثواب ہی بڑی ہی بدعت اور سخت برائی ہی اور ایسی ہی اس رات کو بڑی جماعت سی نفلیں پڑہنی

الكثيرة بدعة قبيحة يجب الاجتناب عنها لان الفقهاء قد اتفقوا على كراهة الجماعة في النوافل ما عدا التراويح
بڑی بدعت ہی اس بدعت سی بچنا چاہی اسواسطی کہ فقہاء سب متفق ہیں کہ نفلوں کی جماعت سوای تراویح

والاستسقاء والكسوف اذا كان سوى الامام اربعة والصلوة التي تصلى في تلك الليلة بالجماعة الكثيرة و
اور صلوۃ استسقاء اور صلوۃ کسوف کی اگر سوا امام کی چار آدمی جمع ہوں تو مکروہ ہی اور وہ نماز جو اوس رات کو بڑی جماعت سے پڑھتی ہیں اور

تسمى صلوة البراءة بدعة ايضا لعدم وقوعها في عصر الصحابة والتابعين بل انما ظهرت بعد المائة
صلوۃ البراءت اوسکا نام رکھ چھوڑا ہی وہ بھی بدعت ہی اسواسطی کہ صحابہ اور تابعین کی عہد میں نہیں ہوتی تھی بلکہ ہجرت نبوی سی چار سو برس کی بعد

الرابعة من الهجرة النبوية فانها حدثت في المسجد الاقصى سنة ثمان واربعين واربعمائة واصلها على ما
پیدا ہوئی ہی کیونکہ یہہ نماز مسجد اقصا میں سنہ چار سو اڑتالیس میں شروع ہوئی ہی اور اسکی اصل موافق بیان

ذكره الامام الطرطوسي ان رجلا نابلسيا قدم بيت المقدس فقام يصلي ليلة النصف من شعبان في المسجد الاقصا
امام طرطوسی کی یہہ ہی کہ ایک شخص نابلسیا بیت المقدس میں آیا اور مسجد اقصا کی اندر شب براءت کو نماز نفل پڑھنی شروع کی

فاحرم خلفه واحد ثم ثان ثم ثالث ثم رابع فما ختمها الا هم جمع كثير ثم جاء في العام الثاني فصلى معه خلق
پھر اوسکی پیچھی ایک مقتدی ہوگیا پھر دوسرا ہوا پھر تیسرا پھر چوتھا ابھی نماز پوری نہ کرنی پایا تھا کہ بڑی جماعت ہوگئی پھر وہ شخص اگلی برس میں آیا تب اوسکی ساتھ

كثير ثم شاعت في المساجد وانتشرت في البلاد واستقرت سنة بين العباد وقد ذمها العلماء من
بہت خلق نی نماز پڑھی پھر اور مسجدوں میں مشہور ہوگئی اور ملکوں میں پھیل گئی اور خلقت نی طریق سنت ٹھرالیا اور اسکی برائی عمدہ علما و متاخرین نی

اعيان المتاخرين وصرحوا بانها بدعة قبيحة مشتملة على منكرات فعلى هذا ينبغي للعاجز عن تغيير تلك
بیان کی ہی اور صاف کہا ہی کہ یہہ نماز بڑی بدعت ہی اسمیں بہت منکرات ہیں اس بیان کی موافق لایق ہی کہ جو شخص ان منکرات کو دور

المنكرات ان لا يحضر الجماعة في تلك الليلة بل يصلي في بيته ان لم يجد مسجدا سالما من هذه البدع
نہیں کرسکتا تو اوس شب میں اس نماز میں شامل ہی نہو بلکہ اپنی گھر میں نماز پڑھ لی اگر کوئی مسجد ان بدعات سی خالی نہ میسر آوی

لان الصلوة في المسجد بالجماعة سنة وتكثير سواد اهل البدع منهي عنه وترك المنهي عنه واجب وعمل الواجب متعين
اسلئی کہ مسجد میں جماعت کی نماز تو سنت ہی اور بدعتیوں کا انبوہ بڑھانا ممنوع ہی اور امر ممنوع کا ترک کرنا واجب ہی اور واجب پر عمل کرنا متعین ہی

لاسيما لمن كان مشهورا بين الناس بالعلم والزهد فان الواجب عليه ان لا يحضر في مسجد يشاهد فيه
خاص ایسی شخص کو جسکی علم اور زہد کی دنیا میں شہرت ہو ایسی شخص پر یہہ ہی واجب ہی کہ جس مسجد میں یہہ بدعات منکر دیکھی تو وہاں نجاوی

هذه المنكرات لان حضوره مع عدم الانكار يوهم للعامة ان هذه الافعال مباحة او مندوب
اسلیئی کہ اوسکا جانا چوتھی خاطر عام لوگوں کو اس وہم میں مبتلا کریگا کہ یہہ افعال مباح ہیں یا مستحب ہیں

اليها فيكون حضوره شبهة عظيمة في ظن العوام ان تلك الافعال مستحسنة شرعا فاذا ترك
اوسکا جانا ہی ایسی مقام میں عام لوگوں کی گمان میں بڑا شبہ ڈالیگا کہ یہہ افعال لمروی شرع مستحسن ہیں جب وہ شخص

عادته ولم يجئ في المسجد تلك الليلة وانكر بقلبه لعجزه عن تغييره بيده ولسانه يسلم من الاثم
اپنی یہہ عادت چھوڑدیگا اور اوس شب کو مسجد میں نہیں آویگا اور اپنی دلسی انکار کریگا اگرچہ ہاتھ اور زبان سی نہیں روک سکتا تو گناہ سی بچیگا

ولا يغتر به غيره بل يشعر بعض الناس من عدم حضوره ان هذه الافعال غير مرضية عند الله تعا
اور دوسری کو وہم نہیں ہوگا بلکہ اوسکی تامل نہونی سی بعضی لوگ یہہ سمجھینگی کہ یہہ افعال خداتعالی کو پسند نہیں ہیں

بل هي بدعة لا يسوغها الشرع ولا يرضاها اهل الدين فربما يمتنع بعض الناس عن ذلك فيحصل له الثواب
بلکہ بدعت ہیں نہ شرع انکو جایز رکھتی ہی اور نہ اہل دین پسند کرتی ہیں کچھ کیا عجب ہی کہ بعضی لوگ اس سی باز آویں پھر اسکو ثواب حاصل ہو

بعض

بفعل ما يقدر عليه من الانكار بالقلب بالامتناع عن الحضور والحاصل ان تلك الليلة وان ورد في
دو وہی ہی ہوسکتا تا یعنی انکار قلبی اور شامل ہو .. سو کر جیکا خلاصہ یہہ ہی کہ اس رات کی فضیلت میں اگرچہ کئی حدیثیں
فضلها احاديث متعددة لكن ليس لاحد ان يعظمها بما ذمه الشرع ونهى عنه مع ان بعض العلماء
آئی ہیں پر کسی کو اختیار نہیں کہ اوسکی تعظیم ایسی امور سی کری جسکو شرع برا کہتی ہی اور اوس سی ممانعت کرتی ہی باوجودیکہ بعضی علماء
قالوا لم يثبت في قيامها شيء عن النبي عليه السلام ولا عن اصحابه فعلى هذا يجب على كل مسلم في هذا
یہہ کہتی ہیں کہ اس رات کی بیداری کی باب میں کچھ ثابت نہیں ہی نہ تو حضرت علیہ السلام سی اور نہ اونکی اصحاب سی اس بنا پر لازم ہی ہر مسلمان پر اس زمانہ میں
الزمان ان يحذر من الاغترار والميل الى شيء من البدع والمحدثات ويصون نفسه من العوائد التي نشأ
کہ بدعات کی پیچھے سی اور محدثات کی طرف سی پرہیز کری اور اپنی دین کو اون اشغال سی جسمیں پل کر بڑا ہوا ہی
بها وتربى عليها فانها سم قاتل قل من سلم من آفاتها وظهر له الحق معها لان للبدعة لها حلاوة في
اور پرورش پائی ہی سالم بچاوی کیونکہ یہہ اشغال زہر قاتل ہیں اسکی آفات سی آدمی کم بچتا ہی اور اوسکی باعث حق کم ظاہر ہوتا ہی اسوسطی کہ بدعت کا مزہ
قلوب اهلها يستحسنها طباعهم فلا يتركونها وقد روي عن عكرمة وغيره من المفسرين ان الليلة
بدعتیوں کی دلمیں بہت اچھا لگتا ہی کہ طبعیت اونکو نیک جانتی ہی سو ہرگز نہیں چھوڑتی اور عکرمہ وغیرہ مفسرین سی منقول ہی کہ وہ مبارک رات
المباركة الواقعة في سورة الدخان قد فسرت بليلة نصف شعبان كما ذهب اليه الاكثرون فانها ليلة
جسکا ذکر سورۂ دخان میں ہی وہ شب برات ہی چنانچہ اکثر مفسرین یہہ ہی کہتی ہیں کیونکہ یہہ ایسی رات ہی
يقدر فيها كل امر يكون في تلك السنة لقوله تعالى فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيمٍ قال عطاء بن يسار
کہ جو کچھ اوس سال میں ہونیوالا ہی سب اوس رات کو اندازہ کیا جاتا ہی اس آیت کی دلیل سی کہ اوسمیں جدا ہوتا ہی ہر کام حکمت کا چنانچہ عطاء بن یسار کہتا ہی
اذا كان ليلة النصف من شعبان يدفع الى ملك الموت صحيفة فيقال له اقبض روح من في هذه الصحيفة
کہ جب شب برات ہوتی ہی فرشتہ کو نامہ دیکر کہدیتی ہیں کہ جن جن کا نام اس کاغذ میں ہی اونکی روح قبض کرلے
فكم من شخص يبني الدور ويشيد القصور ويغرس الاشجار ويحفر الانهار ويزوج النسوان ويشتغل بـ
سو بہتیری شخص گھر بناتی ہیں اور محلوں کی گچ گیری کرتی ہیں اور باغ لگاتی ہیں اور نہرین کھودتی ہیں اور عورتوں سی نکاح کرتی ہیں اور عمارت میں کہیں
المذنبات وقد كتب عليه الموت ودفعت نسخته الى ملك الموت وهو في هواه ولا يعلم منتهاه ما غره
ہیں اور ونکی موت لکھی ہوئی ہوتی ہی اور وہ کاغذ ملک الموت کو مل سکتا ہی اور وہ ہی ہوا و ہوس میں پھول رہا ہی اور انجام کی خبر نہیں سو اونکی
بطول الامل ويامنه من العمل كون من الموت على الوجل ولا يدري متى ما يهجم عليك الاجل فكم
امیدوں کی درازی اور اعمال کی بھول موت سی ڈرتا رہ تو کیا جانی کہ موت تجھکو کس وقت گھیری لی سو بہتیری
من مستقبل يوما لا يستكمله وكم من مؤمل غدا لا يدركه يسر الله تعالى التدارك للموت قبل هجومه
ادن سامنی لی آتی کی اوسکو پورا نہیں کرتی اور بہت امیدوار اگلی دن کی کہ اوسکو نہیں پاتی حق تعالی موت کا تدارک اوسکی آنی سی پہلی آسان کر

المجلس الخامس والعشرون في لزوم طلب رؤية هلال رمضان قال رسول الله صلى

پچیسواں مجلس رمضان کی چاند کی ضرورت میں رسول اللہ صلی
الله عليه وسلم لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروا الهلال فان غم عليكم فاقدروا
اللہ علیہ وسلم نی فرمایا روزہ مت رکھو جبتک نہ دیکھو ہلال کو اور افطار کرو جبتک دیکھی ہلال کو اور اگر کہیں ابر ہوجاوی تو اوسکو اندازہ کرو
له وفي رواية فاكملوا العدة ثلثين هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابن عمر معناه ان السماء
اور ایک روایت میں ہی تو گنتی تیس کی پوری کرو یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سی ہی ابن عمر کی روایت سی اسکی معنی یہہ ہیں

اذا كانت مصحية ولم يكن فيها علة فلا تصوموا صوم رمضان حتى تروا هلال رمضان ولا تفطروا
کہ آسمان اگر صاف ہو اور اوسمین کچہہ ابر یا غبار نہو تو روزہ رمضان کا بدون دیکہنی ہلال رمضان کی مت رکہو اور نہ عید الفطر کی دن

يوم الفطر حتى تروا هلال الفطر فان غم عليكم الهلال ولم تروه فقدروا عدد الشهر الذي كنتم فيه
بدون دیکہنی ہلال شوال کی افطار کرو پس اگر ہلال ابر مین آجاوی اور تمہاری نظر نہ آوی تو مہینہ حال کی گنتی جسمین تم موجود ہو

ثلثين يوما ثم صوموا ان كان الشهر المقدر شعبان وافطروا ان كان الشهر المقدر رمضان وذلك
تیس دن کرلو پہر روزہ رکہو اگر وہ ماہ حال جسکا اندازہ کیا ہی شعبان ہو اور افطار کرو اگر وہ ماہ حال جسکو اندازہ کیا ہی ماہ رمضان ہو اور یہ

لان الاصل في كل ثابت بقاءه الى ان يوجد دليل على عدم بقائه والشهر كان ثابتا بيقين فوقع الشك
اسلئی کہ قاعدہ یوں ہی کہ ہر شی ثابت باقی رہتی ہی جبتک کوئی دلیل اوسکی عدم کی نہ ملی اور ماہ حال تو یقینی ثابت ہی پس شک اسمین ہی

في خروجه فلا يخرج الا برؤية الهلال او اكمال العدة ولم يوجد واحد منهما فيكون باقيا نظرا
کہ تمام ہوچکا یا نہین تو اوسکا تمام ہونا بدون دیکہنی چاند یا پوری کرنی گنتی کی نہین ہوسکتا اور دونوں مین سی کچہہ نہو تو وہ ہی مہینا باقی رہی گا موافق

الى ما روي انه عليه السلام اشار باصابع يديه مكشوفة وقال الشهر هكذا وهكذا وهكذا وعقد ابهامه
اس روایت کی کہ پیغمبر علیہ السلام نی اپنی دونوں ہاتہہ کی انگلیاں کہول کر اشارہ کیا فرمایا کہ مہینا اتنا اور اتنا اور اتنا تین بار اور تیسری دفعہ

في الثالث ثم قال الشهر هكذا وهكذا وهكذا من غير عقد ابهامه فعلم منه ان الشهر قد يكون
انگوٹہا موڑ لیا یعنی انتیس دن پہر فرمایا مہینا اتنا اور اتنا اور اتنا ایک بار انگوٹہا بند نکیا یعنی تیس دن اس سی معلوم ہوا کہ مہینا کبہی

تسعة وعشرين يوما وقد يكون ثلثين فيقع الشك في دخول رمضان وخروجه وعلى تقدير عدم
انتیس دن کا ہوتا ہی اور کبہی تیس دن کا اب شبہ رہتا ہی رمضان کی آنی مین اور تمام ہونی مین اور جس صورت مین کہ رمضان

خروجه يحرم الفطر وعلى تقدير عدم دخوله يكره الصوم على قصد انه صوم رمضان اذ يلزم
تمام ہوا ہو تو افطار کرنا حرام ہی اور جس صورت مین کہ رمضان نہ آیا ہو تو روزہ رمضان کی نیت سی مکروہ ہی کیونکہ لازم آتا ہی

ان يؤدي قبل اوانه فهو حرام ولهذا قال عمار بن ياسر من صام يوم الشك فقد عصى ابا القاسم و
کہ وقت سی پہلی ادا ہوجا سو یہہ حرام ہی اسی واسطی عمار بن یاسر کہتی ہین جو شخص شک کی دن روزہ رکہی وہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہی

الشك فيه ان يستوي طرفا العلم والجهل بان يقع الغيم في التاسع والعشرين من شعبان ولا يدرى
شک اسمین یہہ ہوتا ہی کہ دونو جانب علم اور جہل کی برابر ہوں اسطور کہ شعبان کی انتیسویں تاریخ مین ابر ہوجاوی اور یہہ نہ معلوم ہو

ان الغد من شعبان او من رمضان فعلى هذا ينبغي للناس ان يطلبوا هلال رمضان في التاسع
کہ کل کا دن شعبان ہی کا ہی یا رمضان کا ہی اس صورت مین لائق یہہ ہی کہ لوگ رمضان کا ہلال انتیسوین شعبان کو تلاش کرین

والعشرين من شعبان فان راوه صاموا وان لم يروه اكملوا عدد شعبان ثلثين يوما ثم صاموا
پہر اگر دیکہین تو صبح کو روزہ رکہین اور نہ دیکہین تو گنتی مین شعبان کی تیس دن پورا کردین پہر روزہ رکہین

لقوله عليه السلام صوموا لرويته وافطروا لرويته فان غم عليكم الهلال فاكملوا عدة شعبان ثلثين
واسطی قول علیہ السلام کی روزہ رکہو چاند دیکہہ کر اور افطار کرو چاند دیکہہ کر پس اگر تمہاری نظر سی ہلال ابر مین ہو تو گنتی مین شعبان کی تیس دن پوری کرو

اما اليوم الذي يشك فيه انه من شعبان او من رمضان فالصحيح ان الصوم فيه غير مكروه
رہا وہ دن جسمین یہہ شک ہی کہ شعبان کا ہی یا رمضان کا ہی صحیح روایت یہہ ہی کہ اوس دن کا روزہ مکروہ نہین

اذا كان تطوعا لكونه مستثنى من النهي بقوله عليه السلام لا يصام اليوم الذي يشك فيه انه
نفل ہو اسلئی کہ نہی مین سی اسکو جدا کردیا ہی اس حدیث مین کہ شک کی دن مین جسمین یہہ شک ہو

من رمضان الا تطوعا والمراد بالنهي عن الصوم فيه الصوم بنية صوم رمضان لانه يلزم ان يؤدي
کہ رمضان کا ہی یا نہیں یعنی انتیسوین شعبان کی کوئی روزہ نہ رکہی مگر نفل اور مراد روزہ کی ممانعت سی وہ روزہ ہی جو رمضان کی نیت سی رکہیں اسواسطی کہ یہہ لازم آتا ہی

قبل مجيء وقته وقد مر انه حرام لحديث عمار بن ياسر مع ما فيه من التشبه باهل الكتاب في زيادتهم
کہ اپنی وقت سی پہلی ادا ہو جاوی اور گذر چکا ہی کہ موافق حدیث عمار بن یاسر کی حرام ہی باوجودیکہ اسمین اہل کتاب سی تشبیہ لازم آتی ہی کہ وہ مدت اپنی روزونکی زیادہ کر لیا کرتی تہی

في مدة صومهم فعلى هذا ينبغي للمؤمن ان يصبح في ذلك اليوم منتظرا غير مفطر ولا جازم على الصوم
اسکی موافق مؤمن کو یون چاہیی کہ اوسدن کی صبح کو منتظر رہی نہ تو کچہہ کہاوی اور نہ روزہ کی نیت کری

فان ثبت قبل الضحوة الكبرى انه من رمضان يعزم على الصوم لان النية الى الضحوة الكبرى جائزة
پہر اگر پہر پہر دن چڑہی سی پہلی ثابت ہو کہ یہہ دن رمضان کا ہی تو اب نیت روزہ کی کر لی اسلئی کہ نیت پہر بہر دن چڑہی تک رمضان کی روزونمین

في صيام رمضان وفي صيام النفل ايضا وان لم يثبت ان شاء صام تطوعا وان شاء افطر ولكن ان
اور نوافل روزون مین بہی جایز ہی اور اگر نہ ثابت ہو تو پہر اختیار ہی چاہی نفل روزہ رکہی اور چاہی افطار کری لیکن اگر

وافق يوما كان يصومه بان كان يصوم يوم الاثنين والخميس والجمعة فوافق يوم الشك فالصوم افضل
وہ دن شک کا وہی دن ہو جسمین یہہ شخص روزہ رکہا کرتا تہا اسطور کہ ہمیشہ پیر کا اور جمعرات اور جمعہ کو رکہا کرتا تہا سو انہین کی ایکدن وہ شک کا دن آپڑا تو اوس

لقوله عليه السلام لا يتقدمن احدكم رمضان بصوم يوم ولا بصوم يومين الا ان يوافق صوما كان
اس حدیث کی موافق رمضان سی پہلی کوئی ہرگز روزہ نہ رکہی نہ ایک دن نہ دو دن مگر اس صورت مین کہ موافق ہو جاوی یوم شک اوس

يصومه وكذا ان كان يصوم شعبان كله او نصفه الاخير او ثلثة ايام من اخر كل شهر وان لم يوافق
دن سی کہ روزہ رکہا کرتا تہا اور ایسا ہی جایز ہی اگر یہہ شخص تمام شعبان کی روزی رکہا کرتا ہی یا اخیر کی آدہی شعبان کی یا ہر مہینہ کی آخر مین تین دن کی اور اگر موافق نہو

يوما كان يصومه فقد قيل الفطر افضل احترازا عن ظاهر النهي وقيل الصوم افضل اقتداء لعائشة
اوس دن سی جو یہہ روزہ رکہا کرتا تہا تو بعضی کہتی ہین افطار افضل ہی واسطی احتراز کی ظاہر نہی سی اور بعضی کہتی ہین روزہ افضل ہی واسطی متابعت عائشہ

وعلي فانهما كانا يصومانه ويقولان لان نصوم يوما من شعبان احب الينا من ان يفطر يوما من رمضان
اور علی کی یہہ دونوں اوسدن روزہ رکہا کرتی تہی اور یہہ کہتی تہی شعبان کی ایکدن کا روزہ ہمکو بہت محبوب ہی رمضان مین ایکدن افطار کرنی سی

والمختار ان يصوم الخواص كالمفتي والقاضي تطوعا لانهم يعرفون كيفية النية ولا يخلطون الكراهة فكان
اور بات پسندیدہ یہہ ہی کہ خاص لوگ جیسی مفتی اور قاضی نفل روزہ رکہا کرین کیونکہ ان لوگون کو نیت کی کیفیت معلوم ہی یہہ لوگ کراہت کو نہ ملنی دینگی

الذي بهم ان يصوموا بانفسهم ويامر العامة بالانتظار الى وقت الزوال ثم بالافطار ان لم يثبت الهلال
ان لوگون کو لایق ہی کہ آپ تو روزہ رکہا کرین اور عوام کو حکم زوال تک انتظار کا دیا کرین پہر زوال کی بعد اگر ہلال ثابت نہو تو افطار کا حکم دیا کرین

وكل من يعرف كيفية النية فهو من الخواص وكيفيتها ان ينوي التطوع ولا يخطر بباله صوم رمضان او
اور جو جو شخص نیت کی کیفیت سی واقف ہون وہ خواص ہین اور نیت کی کیفیت یہہ ہی کہ نفل کی نیت کری اور اوسکی دلمین رمضان کی روزہ کا یا

صوم واجب اخر ولا يتردد فيها فان النية معرفته بقلبه انه يصوم وهي في ذلك اليوم على وجوه احدها
کسی اور واجب کا خطرہ نہ آوی اور اوسمین کچہہ تردد نہ واقع ہو کیونکہ نیت یہہ ہی کہ دل سی جانی کہ مین روزہ رکہتا ہون اور نیت اس دن کی اندر کئی طرح پر ہی ایک یہہ

ان ينوي صوم رمضان وهو مكروه لما مر من حديث عمار بن ياسر مع ما فيه من التشبه باهل الكتاب ثم
کہ رمضان کی روزہ کی نیت کری یہہ تو مکروہ ہی چنانچہ عمار بن یاسر کی حدیث میں گذرا ہی باوجودیکہ اسمین اہل کتاب کی تشبیہ ہی پہر

ان ظهر انه من رمضان يجزئه لانه نوى ان يكون صومه عن رمضان وكان ذلك اليوم من رمضان
اگر معلوم ہو جاوی کہ وہ دن رمضان ہی کا ہی تو یہہ ہی روزہ کافی ہی اسواسطی کہ نیت کر چکا تہا کہ میرا روزہ رمضان کا ہی اور وہ دن بہی رمضان ہی کا تہا

فيقع عن المستحق واصل الكراهة لا يمنع الجواز بل يستلزم عدم الاستحباب بدون عكس لان المباحات
سو رہتی دار ہی کا ہرگز اور اصل کی کراہت جواز کو نہیں منع کرتی بلکہ استحباب کو رفع کرتی ہی بدون عکس کی اسواسطی کہ مباحات

لا يتصف بهما وان ظهر انه من شعبان يكون تطوعا ولو افطر لا قضاء عليه لانه في معنى المظنون حيث
ان دونوں سی خالی ہوتی ہیں اور اگر یہہ ظاہر ہو کہ وہ دن شعبان کا ہی تو نفل ہو ویگا اور اگر افطار کردی تو اوسپر قضا نہیں ہی اسواسطی کہ حقیقت میں مظنون

ظن ان عليه صوما وتبين ان ليس عليه صوم والمظنون لا يقضى لان القضاء منوط بالالتزام او بالالزام
اس لئی یہہ گمان کیا کہ میری ذمہ پر روزہ ہی پہر ظاہر ہوا کہ اوسپر روزہ نہیں تہا اور مظنون کی قضا نہیں آتی اسلئی کہ قضا یا تو اپنی ذمہ پر لینی سی آتی ہی یا شرع کی لازم

والثاني ان ينوي عن واجب اخر وهو مكروه ايضا للحديث السابق الا انه ادون في الكراهة لعدم التشبيه
دوسری یہہ کہ ایک اور واجب کی نیت کری اور یہہ بہی مکروہ ہی اوسہی حدیث سابق کی مضمون سی اتنا فرق ہی کہ اسکی کراہت کمتر ہی اسواسطی کہ اسمین

باهل الكتاب لان التشبيه بهم انما يكون اذا صام فيه بنية صوم رمضان ثم ان ظهر انه من رمضان
اہل کتاب کی تشبیہ نہیں ہی اسلئی کہ اہل کتاب سی تشبیہ تو جب ہو کہ اوسدن رمضان کی نیت سی روزہ رکہی پہر اگر معلوم ہو کہ رمضان کا دن ہی تو وہ روزہ رمضان

يقع عنه لان صوم رمضان يصح من الصحيح المقيم بمطلق النية وبنية النفل وبنية واجب اخر لكون الوقت
ہی کا ہوگا اسواسطی کہ رمضان کا روزہ صحیح اور مقیم سی مطلق روزہ کی نیت سی درست ہو جاتا ہی اور نفل کی نیت سی بہی اور اور واجب کی نیت سی بہی درست ہو جاتا ہی

متعينا لهذا الصوم فينتفي شرعية غيره فيه والاطلاق في المتعين تعيين وبنية النفل وواجب اخر لغو لان
اسی روزہ کا مقرر ہی سوا اس دن میں اور کوئی روزہ جایز نہیں ہی اور متعین میں مطلق نیت بہی متعین کی ہوتی ہی اور نیت نفل کی اور اور واجب کی تمام لغو ہی اسواسطی

الوقت لا يحتملهما لعدم مشروعيتهما فيه فاذا بطل الوصف يبقى نية اصل الصوم فيكون في حكم المطلق
کہ یہہ وقت اون روزوں کا نہیں ہی کیونکہ وہ روزہ اس دن میں جایز نہیں ہیں جب وصف باطل ہوا تو اصل روزہ کی نیت باقی رہی اب وہ نیت مطلق کی حکم میں ہی

ينصرف الى المشروع في الوقت ونظيره من كان متوحدا في الدار فانه اذا نودي بيا رجل او باسم غير اسمه يراد به
سو اس روزہ سی متعلق ہوگی جو اس وقت میں جایز ہی اسکی نظیر یہہ ہی جو کوئی شخص اکیلا گہر میں ہو جب اوسکو کوئی یوں پکار کہ ای شخص یا کسی اور کا نام لیکر پکاری

ذلك وان ظهر انه من شعبان يكون تطوعا ولا يكون عما نوى لان الصوم فيه منهي كيوم العيد فلا يتادى
تو وہی شخص مراد ہوگا اور اگر یہہ معلوم ہو کہ دن شعبان کا ہی تو نفل ہو جاویگا اور جسکی نیت کی تہی وہ نہوگا اسواسطی کہ اوس دن روزہ ممنوع ہی جیسی عید کی دن پس کیونکر

به ما وجب كاملا والصحيح انه يكون عما نوى لانه ادى في يوم يصح فيه النفل بخلاف يوم العيد وان لم يستبن
ادا ہوگا جو کامل واجب ہوا ہی اور روایت صحیح یہہ ہی کہ جو نیت کی ہی وہی ہوتا ہی اسلئی کہ اسنی ایسی دن روزہ رکہا ہی کہ جسمین نفل جایز ہی عید کی دن کا اور حال ہی اور

لا يسقط الواجب عن ذمته لاحتمال كونه من رمضان والثالث ان يتردد في وصف النية بان ينوي
تو واجب اوسکی ذمہ سی ساقط نہیں ہوگا کیونکہ احتمال ہی کہ رمضان کا ہو تیسری یہہ کہ نیت کی وصف میں تردد کری یعنی اسطور نیت کری

ان كان الغد من رمضان فانا صائم عنه وان كان من شعبان فمن واجب اخر او عن النفل وهو
اگر کل کا دن رمضان کا ہی تو میرا روزہ بہی رمضان کا ہی اور اگر کل کا دن شعبان کا ہی تو روزہ فلانی واجب سی ہی یا نفل سی یہہ نیت

مكروه ايضا اما الاول فلتردده بين الامرين المكروهين نية صوم رمضان ونية صوم واجب اخر واما
بہی مکروہ ہی پہلی صورت اسلئی کہ اسکو تردد ہی درمیان دو امر مکروہ کی نیت رمضان کی روزہ کی اور نیت دوسری واجب روزہ کی اور

الثاني فلكونه ناويا للفرض من وجه ثم ان ظهر انه من رمضان يقع عنه لعدم التردد في اصل النية
دوسری صورت اسلئی کہ ایک وجہ سی فرض کی نیت کی ہی پہر اگر وہ دن رمضان کا ٹہرا تو روزہ رمضان ہی کا ہوگا اسواسطی کہ اصل نیت میں تردد نہیں تہا

وهو كاف وان ظهر انه من شعبان لا يكون عن واجب اخر بل يكون تطوعا في كلا الوجهين ولو افطر لا قضاء
اور نیت ہی کافی ہی اور اگر معلوم ہوا کہ وہ دن شعبان کا ہی تو اوس واجب سی نہیں ہوگا بلکہ دونوں صورت میں نفل ہو جاویگا اور اگر افطار کر ڈالی تو اوسپر قضا

عليه

علیه اما فی الاول فلانه کالمظنون واما فی الثانی فلعدم وجود الالتزام من کل وجه والرابع ان ینوی التطوع
نہیں ہی پہلی صورت میں تو اسلئی کہ مظنون سا ہی اور دوسری صورت میں اسلئی کہ ہر طرح سی التزام نہیں ہی اور چوتھی یہ کہ نفل کی نیت کری

وقد مر انه یصح بنیة النفل من غیر کراهة فی الصحیح ثم ان ظهر انه من رمضان یقع عنه لما مر انه یصح
اور گذر چکا ہی کہ نفل کی نیت سی موافق صحیح روایت کی بلا کراہت صحیح ہی پہر اگر معلوم ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہی تو روزہ رمضان ہی کا ہوگا کیونکہ گذر چکا

بنیة النفل وان ظهر انه من شعبان یکون تطوعا وان افطر یلزمه القضاء لانه شرع ملتزما بخلاف
نفل کی نیت سی بہی درست ہوجاتا ہی اور اگر معلوم ہوا کہ وہ دن شعبان کا ہی تو نفل ہوجاوےگا اور اگر افطار کریگا تو قضا لازم آویگی اسواسطی کہ اپنی ذمہ پر لیکر شروع کیا ہی

مسئلة المظنون ثم ینبغی ان یعلم ان رویة الهلال وان کان سببا لوجوب الصوم والفطر لقوله علیه السلام
بخلاف مسئلہ مظنون کی پہر سمجہنا چاہئی کہ ہلال کا دیکہنا اگرچہ روزہ کی وجوب اور افطار دونو کا سبب ہی موافق اس حدیث کی

صوموا لرویته وافطروا لرویته لکن العمل به لا یلزم الا بقضاء القاضی ولهذا یلزم المراجعة الیه ثم انه اذا
کہ روزہ رکہو ہلال دیکہ کر اور افطار کرو ہلال دیکہ کر پر اس حدیث پر بدون حکم قاضی کی عمل نہیں ہوسکتا اسی واسطی قاضی کی سامنی پیش کرنا چاہئی پہر اگر

کان فی السماء علة سواء کانت غیما او دخانا او غبارا او بخارا او نحو ذلك یقبل فی هلال رمضان خبر عدل
آسمان میں کچہ علت ہو برابر ہی کہ گہٹا ہو یا دہوان ہو یا غبار ہو یا بخار ہو یا ایسا ہی کچہ اور ہو تو رمضان کی چاند میں خبر ایک عادل

مسلم عاقل بالغ حرا کان او عبدا ذکرا کان او انثی لانه مخبر بامر دینی وهو وجوب الصوم علی الناس فیقبل
مسلمان کی کہ عاقل اور جوان ہو آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت مقبول ہی اسواسطی کہ امر دینی کی خبر دیتا ہی یعنی لوگون پر روزہ واجب ہی سو اوسکی خبر مقبول ہوگی

خبره لکن بشرط ان یفسر ویقول رایته خارج البلد او بین خلال السحاب واما بدون التفسیر فلا یقبل لمکان
لیکن بشرطیکہ تفصیل بیان کری کہ میںنی چاند شہر سی باہر ابر کی اندر دیکہا ہی اور بدون تفصیل کی معتبر نہوگی کیونکہ

التهمة والفاسق اذا ابصر هلال رمضان ینبغی له ان یشهد عند القاضی لاحتمال قبول شهادته لکن
شبہ کی جگہہ ہی اور اگر فاسق ہلال رمضان کا دیکہ لی تو اوسکو چاہئی کہ قاضی کی روبرو جاکر گواہی دی شاید کہ اوسکی گواہی مقبول ہوجاوی لیکن

القاضی یرد شهادته لان خبر الفاسق فی الدیانات مردود غیر مقبول ویشترط العدالة وقال الطحاوی لا یشترط
قاضی اوسکی شہادت کو رد کردی کیونکہ فاسق کی خبر دیانات میں مردود ہوتی ہی مقبول نہیں ہوتی عدالت شرط ہی اور طحاوی نی کہا ہی کہ عدالت

العدالة ومن المشائخ من قال اراد به المستور ولا یشترط الدعوی ولا لفظ الشهادة ویقبل فی هلال رمضان شهادة
شرط نہیں ہی اور بعضی مشائخ کہتی ہیں کہ اس سی مراد مستور الحال ہی اور دعوی بہی شرط نہیں ہی اور نہ لفظ شہادت کچہ ضرور ہی اور رمضان کی ہلال میں

الواحد علی شهادة الواحد ومن رای هلال رمضان فی الرستاق ولم یکن هناك وال ولا قاض فان کان
ایک شخص کی گواہی ایک شخص کی گواہی پر مقبول ہی اور جسنی رمضان کا ہلال ایسی گانؤں میں دیکہا جہاں نہ امیر ہو اور نہ قاضی تو اگر وہ

الرائی ثقة یصوم الناس بقوله ثم اذا قبل القاضی شهادة الواحد فی هلال رمضان وصام الناس ثلثین
دیکہنی والا ثقہ ہی تو سب لوگ اوسکی کہنی سی روزہ رکہیں پہر اگر قاضی نی ایک آدمی کی گواہی رمضان کی ہلال کی قبول کرلی اور اوسکی موافق تیس روزی

یوما ولم یروا هلال الفطر لا یفطرون فیما روی عن ابی حنیفة وابی یوسف لان الفطر لا یثبت بشهادة الواحد
پوری ہوگئی تو بہی عید کا چاند نظر نہیں آیا تو بہی افطار نکریں موافق روایت ابو حنیفہ اور ابو یوسف کی اسواسطی کہ افطار ایک آدمی کی گواہی سی ثابت نہیں ہوتا

وعن محمد انهم یفطرون ویثبت الفطر فی ضمن ثبوت الرمضانیة بشهادة الواحد وان کان لا یثبت ابتداء
اور محمد سی روایت ہی کہ افطار کریں کیونکہ افطار ثبوت رمضان کی ضمن میں ایک ہی آدمی کی گواہی سی ثابت ہوجاتا ہی اگرچہ ابتداءً ثابت نہیں ہوتا

فان فی هلال الفطر اذا کان فی السماء علة لا یقبل الا بشهادة حرین او حر وحرتین لتعلق حق العباد به لانهم
لیکن شوال کی چاند دیکہنی میں اگر آسمان میں ابر یا گرد و غبار ہو تو مقبول نہیں بدون گواہی دو آزاد مردون یا ایک مرد آزاد اور دو آزاد عورتوں کی اسواسطی کہ اسمیں حق عباد

ينتفعون به فيثبت بما يثبت به سائر حقوقهم بخلاف هلال رمضان فان المتعلق به محض حق الشرع
اس سی فائدہ مند ہوتی ہین سو اوسی طرح ثابت ہوگا جس طرح اونکی تمام حقوق ثابت ہوتی ہین بخلاف ہلال رمضان کی کیونکہ اوس سی صرف حق شرع کا متعلق ہے
وهو الصوم فيكتفي بخبر الواحد واما اذا لم يكن في السماء علة فلا يقبل شهادة الواحد في هلال رمضان
یعنی روزہ سو ایک آدمی کی گواہی کفایت کرتی ہی اور اگر آسمان صاف ہو تو پھر ایک آدمی کی گواہی رمضان کی ہلال مین مقبول نہین ہوگی
ولا شهادة الاثنين في هلال الفطر وانما يقبل شهادة جمع كثير يقع العلم بخبرهم واختلفوا في مقدار
اور نہ دو کی گواہی عید الفطر کی ہلال مین پھر تو اتنی بڑی جماعت چاہی جنکی خبر سی یقین حاصل ہو جاوی اور اوس جماعت کی مقدار مین اختلاف
ذلك فقيل لا بد من اهل محلة وقيل لا بد من خمسين رجلا وعن محمد لا بد ان يتواتر الخبر من كل جانب
بعضی کہتی ہین ایک محلہ کی آدمی چاہیین اور بعضی کہتی ہین پچاس آدمی ہون اور امام محمد سی روایت ہی ہر طرف سی پی در پی خبر کا آنا چاہیی
والصحيح انه مفوض الى راي الحاكم لان المراد بالعلم الحاصل بخبرهم هو العلم الشرعي الموجب للعمل وهو غلبة
اور صحیح یہہ ہی کہ حاکم کی رای پر حوالہ ہی اسواسطی کہ مراد علم سی جو اونکی خبر سی حاصل ہو وہ علم شرعی ہی جس سی عمل کرنا واجب ہو جاوی یعنی ظن غالب
الظن لا العلم بمعنى اليقين وان جاء واحد من خارج المصر فشهد برؤية الهلال ثمه ففي ظاهر الرواية
علم بمعنی یقین نہین ہی اور اگر ایک شخص شہر کی باہر سی آکر گواہی دی کہ وہان چاند دیکھا ہی تو ظاہر روایت مین اوسکی گواہی مقبول نہین ہوگی
لا يقبل شهادته لقيام التهمة وذكر الطحاوي ان شهادته مقبولة لقلة المانع في خارج المصر وكذا لو شهد
کیونکہ شبہ کا مقام ہی اور طحاوی نی ذکر کیا ہی کہ اوسکی شہادت مقبول ہی اسواسطی کہ شہر سی باہر رکاوٹ کم ہوتی ہی اور ایسی ہی اگر چاند
برؤية الهلال في المصر على مكان مرتفع ومن راى هلال رمضان وحده وشهد ولم يقبل شهادته كان عليه
دیکھنی کی شہر کی اندر اونچی مقام پر سی گواہی دی اور جسنی رمضان کا چاند تن تنہا دیکھا اور گواہی دی تو مقبول نہوئی تو بھی اوسکو لازم ہی
ان يصوم لقوله عليه السلام صوموا لرؤيته فانه قد راه فيلزمه الصوم وان افطر كان عليه القضاء دون
کہ روزہ رکھی اسحدیث کی موافق روزہ رکھو چاند دیکھکر کیونکہ اسنی چاند دیکھا ہی سو اسکو روزہ رکھنا لازم ہی اور اگر افطار کریگا تو اوسپر قضا لازم ہوگی
الكفارة وان افطر قبل ان ترد شهادته اختلفوا فيه والصحيح ان لا يجب عليه الكفارة والحاكم اذا راى هلال
کفارہ نہین آویگا اور اگر شہادت رد ہونی سی پہلی افطار کرڈالا تو اس صورت مین اختلاف ہی صحیح یہہ ہی کہ کفارہ واجب نہین اور اگر حاکم تن تنہا رمضان کا
رمضان وحده يصوم ولا يامر الناس بالصوم ولو ان الناس غم عليهم هلال رمضان واكملوا شعبان
چاند دیکھ لی تو وہ آپ روزہ رکھی اور دون کو روزہ کا حکم نہ دی اور اگر لوگون کو رمضان کا چاند بسبب ابر کی نظر نہ آیا اور انہون نی شعبان کی
ثلثين يوما ثم صاموا رمضان ثمانية وعشرين يوما ثم راوا هلال شوال فانهم ان كانوا عدوا شعبان
تیس دن پوری کرکی رمضان کی روزی اٹھائیس دن رکھی تھی پھر شوال کا چاند نظر آگیا اب اگر انہون نی گنتی شعبان کی
عن غير رؤية قضوا يومين وان كان عدوه عن رؤية قضوا يوما واحدا فيكون شهر رمضان في تلك
بی چاند دیکھی پوری کی تھی تو دو روزی قضا کرین اور اگر چاند دیکھکر گنتی پوری کی تھی تو ایک روزہ قضا کرین اب ماہ رمضان اوس سال مین
السنة تسعة وعشرين يوما حتى انهم لو كانوا راوا هلال شوال بعد ما صاموا رمضان تسعة وعشرين
انتیس دن کا ہوا یہان تک کہ انہون نی اگر عید کا چاند رمضان کی انتیس روزی رکھکر دیکھا
يوما لا يلزمهم شيء ولو ان اهل بلدة راوا هلال رمضان فصاموا تسعة وعشرين يوما فشهد جماعة
تو اونپر کچھ لازم نہین آتا اور اگر ایک شہر والون نی رمضان کا چاند دیکھکر انتیس روزی رکھی پھر ایک جماعت نی قاضی کی پاس
عند القاضي في اليوم التاسع والعشرين ان اهل بلدة كذا راوا هلال رمضان في ليلة كذا قبلكم بيوم
انتیسوین تاریخ مین یہہ گواہی دی کہ فلانی شہر والون نی رمضان کا چاند فلانی رات مین تمسی ایک دن پہلی دیکھکر روزی

فصاموا وهذا الیوم یوم الثلثین من رمضان واهل هذه البلدة لم یروا الهلال فی تلك اللیلة
رکہی ہیں اسبب آج رمضان کی تیسوین تاریخ ہی　اور اس شہر والون نی اوس رات کو چاند نہیں دیکہا

والسماء مُصحیة لایباح لهم الفطر غدا ولا یترك التراویح فی تلك اللیلة لان هذه الجماعة لم یشهدوا
اور آسمان صاف تہا　تو اونکو اگلی دن افطار کرنا جایز نہیں ہی اور نہ اوس رات مین تراویح ترک کرنی جایز　اسواسطی کہ اس جماعت نی چاند دیکہنی کی گواہی

بالرویة ولا علی شهادة غیرهم وانما حکوا رویة غیرهم واما لو کانوا شهدوا عند القاضی ان قاضی بلدة
نہین دی　اونہ غیر کی گواہی پر گواہی دی ہی انہون نی دوسرون کی دیکہنی کی خبر بیان کی ہی　اور اگر وہ جماعت قاضی کی سامنی یہہ گواہی دیتی کہ فلانی شہر کی قاضی کی

کذا شهد عنده شاهدان برویة الهلال فی لیلة کذا وقضی ذلك القاضی بشهادتهما جاز لهذا القاضی
سامنی دو گواہون نی فلانی رات مین چاند دیکہنی کی گواہی دی تہی　اور اوس قاضی نی اونکی گواہی کی موافق حکم دیا ہی تو اب اس قاضی کو جایز ہوتا

ان یقضی بشهادتهما لان قضاء القاضی الاول حجة وهذا علی قول من قال لا عبرة باختلاف المطالع
کہ انکی گواہی کی موافق حکم دیتا اسواسطی کہ حکم پہلی قاضی کا حجت ہی　اور یہہ حکم اوسکی قول کی موافق ہی جو اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتا

حتی اذا صام اهل بلدة ثلثین یوما للرویة واهل بلدة اخری تسعة وعشرین یوما للرویة ایضاً
یہان تک کہ اگر ایک شہر والون نی چاند دیکہکر تیس روزی رکہی　اور ایک اور شہر والون نی چاند ہی دیکہکر انتیس روزی رکہی

فعلی هذا علی من صام تسعة وعشرین یوما قضاء یوم والاشبه علی ما ذکره الزیلعی ان یعتبر لان
تو اس صورت میں جنہون نی انتیس روزی رکہی ان پر ایک روزی کی قضا ہی　اور موافق بیان زیلعی کی بہتر یہہ ہی کہ اختلاف مطالع معتبر ہو اسلئی

کل قوم یخاطبون بما عندهم والدلیل علی اعتباره ما روی عن کریب انه قال قدمت الشام واستهل
کہ ہر قوم کو وہ ہی حکم ہی جو اونکی پاس ہی　اور یہہ دلیل اختلاف مطالع کی اعتبار کی کریب کی روایت ہی کہ وہ کہتا ہی کہ مین شام مین وارد ہوا اور مجہ کو

علی شهر رمضان فرایت الهلال لیلة الجمعة ثم قدمت المدینة فی اخر الشهر فسئلنی عبد الله بن عباس
ماہ رمضان کا چاند آگیا　سو مینی شب جمعہ کو چاند دیکہا　پہر مین مدینہ شریف مین آخر مہینی مین آیا تو مجہسی عبد اللہ بن عباس نی پوچہا

فقال متی رایتم الهلال فقلت رایناه لیلة الجمعة فقال نحن رایناه لیلة السبت فلا نزال نصوم حتی
کہ تمنی رمضان کا چاند کب دیکہا تہا مین نی کہا ہمنی چاند شب جمعہ کو دیکہا تہا عبد اللہ بن عباس نی کہا ہمنی ہفتہ کی شب کو دیکہا　سو ہم روزی رکہی جاوینگی یہانتک

نکمل ثلثین او نراه فقلت له افلا تکتفی برویة معاویة وصیامه فقال لا هکذا امرنا رسول الله علیه السلام
کہ تیس دن پوری ہو جاوین یا چاند نظر آجاوی پہر مین نی کہا معاویہ کی دیکہنی اور روزہ رکہنی پر کیون نہین اکتفا کرتی پہر کہا نہین ہکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی یہہ حکم دیا ہی

وذلك لان انفصال الهلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار کما ان دخول الوقت وخروجه
اور یہہ اسلئی ہی کہ الگ ہونا ہلال کا آفتاب کی شعاع سی بسبب اختلاف مسافت کی مختلف ہوجاتا ہی　جیسی ایک وقت کا آنا اور نکلنا

یختلف باختلاف الاقطار فان الشمس اذا زالت فی المشرق لا یلزم منه ان تزول فی المغرب بل کلما تحرکت
اختلاف مسافت سی مختلف ہوجاتا ہی　کیونکہ آفتاب کو اگر مشرق مین زوال ہووی تو لازم نہین آتا کہ مغرب مین ہی زوال ہوجاوی بلکہ آفتاب جب کوئی درجہ

درجة فذلك طلوع لقوم وغروب لاخرین ونصف لیل لبعض وطلوع فجر لغیرهم وروی ان ابا موسی
قطع کریگا تو وہ ایک کی لئی طلوع ہی　اور دوسری کی واسطی غروب ہی اور کسیکو آدہی رات ہی اور کسیکو طلوع فجر ہی　اور روایت ہی کہ ابو موسی

الضریر الفقیه قدم الاسکندریة فسئل عمن صعد المنارة فرای الشمس بعد غروبها فی البلدة بزمان طویل
نابینا فقیہ اسکندریہ مین آئی　اونسی کسی نی حال ایسی شخص کا پوچہا کہ اوسنی اونچی منارہ پر چڑہکر آفتاب کو دیکہا اور شہر مین بہت دیر پہلی غروب ہو چکی ہی

ایحل له الافطار فقال لا یحل له الافطار ویحل لاهل البلدة لان کل احد مخاطب بما عنده ومن ای هذا
کیا اسکو افطار کرنا درست ہی فقیہ نی جواب دیا اوسکو افطار حلال نہین ہی اور شہر والون کو درست ہی اسلئی کہ ہر ایک کو وہ ہی حکم ہی جو اوسکی پاس ہی اور جیسی ہلال

الفطر وقت العصر فظن انقضاء مدة الصوم وافطر قال في المحيط اختلفوا في وجوب الكفارة والاكثر
مفطر کا عصر کی وقت دیکھا پھر اس خیال سی کہ مدت روزی کی گذر گئی افطار کر ڈالا محیط میں کہا ہی کہ علماء کو درباب وجوب کفارہ کی اختلاف ہی کثیر لوگ
على الوجوب وقد ظن بعض الناس ان النهي عن الصوم قبل رمضان بيوم او يومين يراد به اغتنام
یہ ہی کہ کفارہ واجب ہی اور بعضی لوگوں کو یہ گمان ہی کہ روزی کی ممانعت رمضان سی ایک یا دو دن پہلی اس لئی ہی کہ
الاكل والشرب واخذ النفوس شهواتها قبل ان تمنع منها بالصيام وهذا كله خطاء وجهل اذ قد ذكر
کھانا پینا اور نفوس کو اپنی شہوت سی متلذذ ہونا اس سی پہلی کہ روزہ کی سبب ممانعت ہو جاوی غلط ہی یہ تمام خیالات خطا اور جہالت ہی اسی کو ذکر
ان ذلك متلقى من النصارى فانهم عند قرب صومهم يفعلون كذلك فلزم التشبيه بهم وقد كان
کرتی ہیں کہ یہ اصل میں نصاریٰ سی لیا ہی کیونکہ نصاریٰ کی جب روزی نزدیک آتی تھی تو ایسا ہی کیا کرتی ہی پھر نصاریٰ سی تشبیہ لازم آتی ہی اور
النهي عن الصوم في ذلك الوقت لمنع التشبه بالكافر فيما انا منه بد وهو مذموم شرعا لقوله عليه السلام
یہی روزہ کی اوس وقت میں صرف کفار کی مشابہت کی سبب سی تھی جس جگہ کہ جسمی مشابہت رفع ہو سکتی ہی اور یہ شرعا مذموم ہی واسطی ارشاد رسول علیہ السلام
من تشبه قوما فهو منهم وربما لا يقتصر بعضهم على الشهوات المباحة بل يتعدى الى المحرمات فمن
جو شخص مشابہ ہوا کسی قوم سی پس وہ اسی میں سی ہی اور کبھی کبھی بعضا شخص شہوات مباح پر حصر نہیں کرتا بلکہ محرمات میں داخل ہو جاتا ہی جسکا
كان هذا حاله فالبهائم اعقل منه وله نصيب وافر من قوله تعالى وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ
ایسا حال ہو تو اوس سی ڈنگر ہوشیار ہیں اور اوسکا اس آیت میں بڑا حصہ ہی اور ہمنی پیدا کئی ہیں دوزخ کی واسطی بہت
الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ
جن اور آدمی جنکو دل ہیں اون سی سمجھتی نہیں اور آنکھیں ہیں اون سی دیکھتی نہیں اور کان ہیں اون سی سنتی نہیں وہ لوگ
كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ وبعضهم لا يجتنب كبائر الذنوب الا في رمضان فطول عليه ويكره صيامه وينبو
جیسی چوپائی بلکہ اون سی زیادہ بیراہ ہیں اور بعضی شخص گناہ کبیرہ سی سوا رمضان کی کبھی نہیں باز آتی سو اونکو رمضان دوبھر ہو جاتا ہی اور روزہ بھی مکروہ معلوم
على نفسه مفارقتها كالوفانها فيعد الايام والليالي ليعود الى المعاصي وبعضهم لا يصلي الا في رمضان فيستقل
اور اوسکی دل پر مفارقت کمایہ کی دشوار ہو تی ہی جیسی فوت ہو گئی سو دن رات گنتا ہی تاکہ معاصی پھر حاصل کری اور بعضی سوا رمضان کی نماز نہیں پڑھتی پھر
رمضان لاستثقال العبادات المشروعة فيه من الصلوة والصيام وبعضهم لا يصبر على المعاصي فيواقعها
رمضان اون پر بھاری پڑ جاتا ہی سب گرانی عبادات کی جو رمضان میں ہوتی ہیں نماز روزی اور بعضی لوگ گناہ پر صبر نہیں کرتا پھر وہ رمضان میں
في رمضان وهذا هو الخسران المبين

المجلس السادس والعشرون في بيان فضيلة رمضا

بھی مبتلا ہوتا ہی اور یہ ظاہر ٹوٹا اوٹھانا ہی چھبیسویں مجلس رمضان کی فضیلت میں
ورعاية حقه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وفي
اور اوسکی حق کی رعایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جب رمضان آتا ہی تو آسمان کی دروازی کھل جاتی ہیں اور ایک
رواية ابواب الجنة وغلقت ابواب جهنم وصفدت الشياطين هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه
روایت میں جنت کی دروازی اور دوزخ کی دروازی بند کئی جاتی ہیں اور شیاطین قید ہو جاتی ہیں یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سی ہی
ابو هريرة وهو ان حمل على معناه الظاهر لا يفيد زيادة فائدة لان الانسان مادام في الدنيا لا يتيسر له الصعود
ابوہریرہ کی روایت سی اس حدیث کی اگر ظاہر معنی مراد لیویں تو کچھ خوب بڑا فائدہ نہیں ہی اس لئی کہ انسان جبتک دنیا میں ہی تو اوسکو آسمان پر چڑھنا میسر
الى السماء ولا الدخول في احدى الدارين فاي فائدة في فتح الابواب واغلاقها الا ان يقال من مات من
ہو سکتا اور نہ بہشت اور دوزخ میں داخل ہو سکتا ہی پھر دروازوں کی کھلنی اور بند ہونی کیا فائدہ ہوا مگر یوں کہیں کہ جو شخص صلحاء ایمان والوں میں

صلحاء اهل الایمان اذا فتحت ابواب الجنة یاتیهم من روحها ونسیمها فوق ما کان یاتیهم قبل الفتح و
مرجاتا ہی تو جب دروازی جنت کی کہلجاتی ہیں تو اونکو جنت کی ہوا اور خوشبو زیادہ تر آتی ہی بہ نسبت اوسکی کہ دروازی کہلنی سی پہلی آتی تہی اور

من مات من عصاتهم اذا غلقت ابواب جهنم لا یصیبهم من حرها وسمومها کما کان یصیبهم من حرها
جو گنہگار مرجاتا ہی تو اگر دروازی دوزخ کی بند ہوتی ہیں تو اونکو اوسکی گرمی اور لپٹ اوتنی نہیں آتی جتنی گرمی

وسمومها قبل التغلیق وهو بعید لانه انما ذکر لترغیب الناس فیما امروا به من صوم شهر رمضان وتحریضهم
اور لپٹ بند ہونی سی پہلی آتی تہی اور یہہ معنی بعید ہیں اسواسطی کہ یہہ مضمون صرف واسطی آدمیوں کی ترغیب کی ہی جو اونکو حکم ہوا ہی ماہ رمضان کی روزوں کا

علیه حتی یستعدوا له وتصیر ابواب الجنان کانها فتحت لهم وابواب النیران کانها اغلقت علیهم فیلزم
تاکہ روزوں کی واسطی تیار ہوجاویں اور گویا جنت کی دروازی اونکی لئی کہل گئی اور دوزخ کی دروازی گویا اونکی اوپر بند ہوگئی اب کوئی تاویل

الرجوع الی التاویل بان یقال فتح ابواب السماء کنایة عن تواتر نزول الرحمة وتوالی صعود الطاعات لان الباب اذا
کرنی لازم ہی کیوں کہیں کہ کہلنا آسمان کی دروازوں کا اشارہ ہی پی در پی رحمت کی آنیکا اور پی در پی عبادت کی چڑہنی کا اسواسطی کہ جب دروازہ

فتح یخرج ما فی داخله متتابعا ویدخل ما فی خارجه متوالیا ویؤید هذا التاویل ما جاء فی روایة اخری فتحت
کہلتا ہی تو جو اوسکی اندر ہی فورًا نکل آتا ہی اور جو باہر ہوتا ہی وہ فورًا داخل ہوجاتا ہی اور اس تاویل کی تائید وہ ہی جو ایک اور روایت میں آیا ہی کہلجاتی ہیں

ابواب الرحمة وفتح ابواب الجنة کنایة عن حصول ما یؤدی الی دخولها من انواع العبادات وتغلیق
دروازی رحمت کی اور جنت کی دروازوں کا کہلنا اشارہ ہی اون امور کی حاصل ہونیکا جو جنت کی اندر پہنچاویں یعنی ہر قسم کی عبادتیں اور بند ہونا

ابواب جهنم کنایة عن انتفاء ما یؤدی الی دخولها من انواع السیأت لان الصائم یتنزه عن الکبائر
دوزخ کی دروازوں کا اشارہ ہی دور ہونی اون امور کا جو دوزخ میں داخل کردیتی ہیں یعنی ہر قسم کی گناہ اسواسطی کہ روزہ دار ایسی کبائر گناہوں سی بچتا ہی

التی من جملتها الاصرار علی الصغائر فیغفر له ببرکة الصوم سائر الذنوب کما جاء فی الحدیث الصلوات الخمس
جنکی اندر اصرار کرنی صغیرہ گناہوں کی بہی داخل ہی سو روزہ کی برکت سی اوسکی تمام گناہ معاف ہوجاتی ہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہی کہ پانچوں نمازیں

والجمعة الی الجمعة ورمضان الی رمضان مکفرات لما بینهن ان اجتنبت الکبائر وتصفید الشیاطین
اور جمعہ اگلی جمعہ تک اور رمضان اگلی رمضان تک بیچ کی گناہوں کو مٹا دیتی ہیں اگر کبیرہ گناہوں سی پرہیز کی جا اور قید ہونا شیاطین کا

یحتمل ان یکون المراد به ما هو الظاهر من کون الشیاطین مقیدة تعظیما للشهر وعلامة ذلک ان اکثر المنهمکین
احتمال ہی کہ اس سی مراد وہ ہی معنی ظاہری ہوں کہ شیاطین واسطی تعظیم اس مہینی کی قید ہوجاتی ہیں اسکی نشانی یہہ ہی کہ اکثر لوگ گناہوں میں کہپی ہوئی

فی الطغیان یجتنبون المعاصی ولا یزداد بعد حرصهم علیها ویشرعون فی اقامة الصلوة بعد ما کانوا
گناہوں اور بدی سی بچنی لگتی ہیں باوجودیکہ گناہوں کی بڑی حریص ہوتی ہیں اور نماز پڑہنی شروع کردیتی ہیں باوجودیکہ نمازمیں

یتهاونون بها ویقبلون علی استماع النصیحة وتلاوة القرآن واما ما یری من بعض الفسقة انهم لا یمتنعون
کمال سستی کرتی تہی اور وعظ نصیحت سنی پر اور قرآن کی تلاوت پر متوجہ ہوجاتی ہیں اور یہہ جو فاسق معلوم ہوتی ہیں کہ اپنی فسق سی ذرہ باز

عن فسقهم بل ان ترکوا نوعا منه یاتون نوعا اخر فذلک من اثر ما بقی فی نفوسهم الخبیثة من تسویلات
نہیں آتی بلکہ اگر ایک قسم ترک کرتی ہیں تو دوسری قسم کرنی شروع کردیتی ہیں سو یہہ اثر اوس خباثت کا ہی جو اونکی دلوں میں وسوسہ شیطانی باقی ہیں

الشیاطین وقال بعض العلماء لفظ الشیاطین وان کان عاما الا ان المراد به رؤساؤهم یؤیده ما جاء فی بعض
اور بعضی علماء کہتی ہیں لفظ شیاطین کا اگرچہ عام ہی پر مراد اس سی شیطانوں کی گروگہنٹال ہیں اسکی تائید ہی جو اس حدیث کی بعضی

طرق هذا الحدیث وسلسلت مردة الشیاطین فیقع الفساد بتسویلات غیرهم من شیاطین الانس والجن
روایت میں واقع ہوا ہی کہ اور قید ہوجاتی ہیں سرکش شیطان پہر فساد اوروں کی وسوسی جو شیاطین جن اور انسان کی ہیں واقع ہوتا ہی

وقيل هو مجاز عن امتناع نفوس الصائمين عن قبول وساوسهم وذلك لان رمضان اذا دخل يستغل الناس بالصوم

اور کہتے ہیں کہ یہ مجاز ہے منع روزہ داروں کی دل شیطانی وسوسے قبول کرنے سے باز رہتی ہیں اسواسطے کہ جب رمضان آتا ہے تو آدمی روزہ میں مشغول ہو جاتے ہیں

فتنكسر قوتهم الحيوانية التي هي مبدأ الشهوة والغضب المتداعيين الى انواع الفسوق والفجور وتنبعث فيهم

سو انکی قوت حیوانی ضعیف ہو جاتی ہے جو باعث شہوت اور غصہ کی ہو کر ہر قسم کی فسق اور فجور کی طرف بلاتی ہے اور انکی قوت عقلی

العقلية داعية الى الطاعات ناهية عن المنكرات فيجعلهم مقبلين على وظائف العبادات معرضين عن

مستعد ہو کر طاعات کی طرف بلاتی ہے اور منکرات سے منع کرتی ہے پھر انکو روز مرہ کی مقرری عبادات پر متوجہ اور ہر قسم کی منکرات سے

اصناف المنكرات فيصيرون كانهم فتحت لهم ابواب الجنان وغلقت عليهم ابواب النيران ولم يبق

بیزار کردیتی ہے پھر وہ ایسے ہو جاتے ہیں کہ گویا انکے لیے بہشت کی دروازے کھل گئے اور دوزخ کی دروازے انپر بند ہو گئے اور

عليهم للشيطان سلطان وروى عن ابي هريرة انه عليه السلام قال اذا كان اول ليلة من شهر رمضان

انپر شیطانوں کا اصلا تسلط باقی نہ رہا اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے

صفدت الشياطين ومردة الجن وغلقت ابواب جهنم فلم يفتح منها باب وفتحت ابواب الجنة فلم

تو شیاطین اور سرکش جن قید ہو جاتے ہیں اور دوزخ کی دروازے بند ہو کر کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا اور دروازے بہشت کی کھل جاتے ہیں سو

يغلق منها باب فينادي مناد يا باغي الخير اقبل ويا باغي الشر اقصر ولله فيه عتقاء من النار وذلك

ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں رہتا منادی پکارتا ہے کہ ای طالب خیر کی آگے آؤ اور ای طالب شر کی بس کر اور رمضان میں اللہ کی آزاد کیے ہوئے آگ سے ہوتے ہیں اور یہ

في كل ليلة ومعنى هذا الحديث علم من تأويل الحديث السابق لكن هنا زيادة لا بد من بيان معنى تلك

ہر شب میں ہوتی ہے اور اس حدیث کی معنی پہلی حدیث کی تاویل سے معلوم ہو گئی لیکن یہاں کچھ لفظ زیادہ ہیں انکی معنوں کا بیان کرنا بھی ضرور رہا ہے

الزيادة وهو ان منادي ينادي في ليالي رمضان ويقول يا طالب الخير تعال اطلب الثواب فانك تعطى

وہ یہ ہے کہ منادی رمضان کی راتوں میں پکارتا ہے اور کہتا ہے کہ ای خیر کی طالب آؤ ثواب لے یہ ایسا وقت شریف ہے

ثوابا كثيرا بعمل قليل لشرف الوقت ويا طالب الشر اترك الشر فان عذاب المعصية فيه اكثر وتب الى الله تعالى

کہ تھوڑے سے کام پر بہت سی ثواب عطا ہو گا اور ای شر کی طالب بدی سی باز آ کیونکہ رمضان میں معصیت کا عذاب بڑا سخت ہے اور اللہ تعالی کی طرف

فانه تعالى يعتق كثيرا من عبادة الصائمين من النار ويغفر ذنوبهم الماضية لحرمة الشهر كما جاء في

رجوع کر کیونکہ اللہ تعالی بہت سے روزہ دار آگ سے آزاد کرتا ہے اور انکی پچھلی گناہ اس مہینے کی برکت سے معاف کرتا ہے چنانچہ ایک اور حدیث میں آیا کہ

حديث آخر من صام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه يعني ان من صامه مصدقا

جسنے رمضان کی روزہ واسطے ایمان اور ثواب کی رکھے تو اسکی تمام پچھلی گناہ معاف ہوئے مراد یہ ہے کہ جسنے رمضان کی روزہ اوسکی حقیقت

بحقيته وفرضيته وطالبا لرضاء الله تعالى وثوابه لا خوفا من الناس واستحياء منهم يغفر له ذنوبه

اور فرضیت تصدیق کر کر اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کو رکھے نہ کسی شخص کی خوف سے اور نہ کسیکی حیا لاج سے تو اوسکی تمام پچھلی گناہ

المتقدمة وذلك النداء يكون في كل ليلة من ليالي رمضان وروى عن ابي امامة الباهلي انه عليه السلام

معاف ہو نگی اور یہ ندا رمضان کی راتوں میں سے ہر ہر رات کو ہوتی ہے اور ابو امامہ باہلی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

قال من صام يوما في سبيل الله جعل الله بينه وبين النار خندقا كما بين السماء والارض وفي حديث آخر

جسنے ایک روز واسطے خدا کی روزہ رکھا تو اللہ تعالی دوزخ اور اوس شخص کی بیچ میں ایسی چوڑی خندق کر دیگا جیسی بیچ آسمان اور زمین کا اور ایک اور حدیث میں

رواه ابو سعيد الخدري انه عليه السلام قال من صام يوما في سبيل الله بعد الله تعالى وجهه من النار

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے ایک دن کا واسطے اللہ کی رکھا تو اللہ اوسکی چہرہ کو آگ سے ستر برس کی راہ پر دور کریگا

سبعین

سبعین خریفا یعنی ان من صام یوما فی سبیل الله ورضائه ینجیه الله تعالی من النار عبر عن النجیة
مراد یہ ہی کہ جسنی ایک دن کا روزہ واسطی اسکی اوسکی رضامندی کی لئی رکہا اوسکو اسہ تعالی آگ سی نجات بخشیگا دوری کو بطور تمثیل کی

بطریق التمثیل لیکون ابلغ لان من کان بعیدا عن شئ بهذا المقدار لا یصل الیه البتة والمراد بالخریف
بیان فرمایا تاکہ ابلغ ہووی اسواسطی کہ جو شخص ایک چیز سی اسقدر دور مسافت پر ہو تو وہ چیز اوس تک ہرگز نہیں پہنچیگی اور خریف سی مراد

السنة ذکر الجزء واریدا الکل وانما عبر عنها به دون غیره من الفصول لکونه وقت بلوغ الثمار وحصول
سال ہی جزو کو ذکر کیا اور کل مراد لیا اور فصول وغیرہ کو چھوڑ کر خریف کی ساتہہ اسواسطی سال کیا کہ اس وقت میں پہل پکتی ہیں اور عیش

سعة العیش روی عن ابی هریرة انه علیه السلام قال کل ابن ادم یضاعف الحسنة بعشر امثالها الی
فراخ ہوتا ہی اور ابوہریرہ سی روایت ہی کہ رسول اسہ صلی اسہ علیہ وسلم نی فرمایا تمام بنی آدم کی حسنات دس گونہ بڑہتی ہیں اور دس سی

سبعمائة ضعف قال الله تعالی الا الصوم فانه لی وانا اجزی به یدع شهوته وطعامه وشرابه من اجلی
سات سو گونہ تک اسہ تعالی فرماتا ہی روزہ کی سوا کیونکہ روزہ میری واسطی ہی میں ہی اوسکا بدلہ ہوں کیونکہ اپنی شہوت کہانا پینا میری لئی ترک کرتا ہی

یعنی ان کل طاعة وخیرا اذا لم یکن ریاء ونفاقا فاقل ما یعطی لصاحبه من الاجر عشرة لقوله تعالی من
مراد یہ ہی کہ ہریک عبادت اور خیر اگر بدون ریا اور نفاق کی ہو تو کم سی کم اوسکا اجر عاملکو دس گونہ عطا ہوگا اس آیت کی سند سی جو

جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وقد یزاد الی سبعمائة واکثر لقوله تعالی مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ
لاوی بہلائی اوسکی واسطی ہی اوس سی دس گونہ اور کبہی سات سو تک یا زیادہ تک نوبت بڑہ جاتی ہی اس سند سی مثال اونکی جو خرچ کرتی ہیں اپنی مال

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ
اسہ کی راہ میں جیسی ایک دانہ اوس سی اوگیں سات خوشہ ہر خوشہ میں سو سو دانی اور اسہ بڑہاتا ہی جسکی واسطی چاہی

واما الصوم فثوابه بغیر حساب لانه لا یتادی الا بالصبر وقد قال الله تعالی اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ
اور روزہ کی ثواب کا تو کچہہ حساب ہی نہیں کیونکہ روزہ بدون صبر کی پورا نہیں ہوتا اور اسہ تعالی فرماتا ہی صبر کرنیوالوں کو ملتا ہی اونکا اجر

بِغَیْرِ حِسَابٍ ثم الصبر وان کان یوجد فی غیر الصوم من العبادات لکن وجوده فیه لیس کوجوده فی غیره
بی گنت پہر صبر اگرچہ سوا روزہ کی اور عبادات میں بہی ہوتا ہی لیکن صبر روزہ کا ایسا نہیں ہی جو اور عبادات میں ہوتا ہی

لانه ثلثة انواع صبر علی طاعة الله تعالی وصبر علی محارم الله تعالی وصبر علی الالام والشدائد کلها
کیونکہ صبر تین طرح پر ہی ایک تو صبر اسہ تعالی کی طاعت پر دوسرا صبر اسہ تعالی کی محارم پر تیسرا صبر تکالیف اور سختیوں پر اور روزہ میں

یوجد فی الصوم اذ فیه صبر علی ما وجب علی الصائم من الطاعات وصبر عما حرم علیه من الشهوات
تینوں قسم کا صبر موجود ہی اسواسطی کہ روزی میں صبر ہی اوس طاعات پر جو روزہ دار پر واجب ہیں اور اون شہوات پر صبر ہی جو اوسپر حرام ہیں

وصبر علی ما یصیبه من الم الجوع وحرارة العطش وضعف البدن لان الصائم تعرض بدنه النحول والنقصان
اور اوس الم پر صبر ہی جو بہوک لگتی ہی اور پیاس کی گرمی ہوتی ہی اور بدن ناتوان ہوتا ہی کیونکہ روزہ دار کا بدن دبلا اور کم زور ہوجاتا ہی

والمفضی الی الهلاك طلبا لرضاء الله تعالی اشیر الیه حیث قیل یدع شهوته وطعامه وشرابه من اجلی
اور واسطی طلبگاری مرضی الہی کی ہلاکت میں پڑتا ہی اسی کی طرف اشارہ ہی جو ذکر ہی کہ اپنی شہوت اور کہانا پینا میری خاطر چھوڑ دیتا ہی

وایضا ان الصائم بسبب منع نفسه عن الاکل والشرب والجماع یصیر متخلقا باخلاق الله تعالی لکونه تعالی
اور سبب یہی ہی کہ روزہ دار اپنی جان کو کہانی اور پینی اور جماع سی روک کر خوگیر صفات الہی کا ہوجاتا ہی کیونکہ اسہ تعالی

منزها عن هذه الاشیاء فلما کان فی الصوم هذه المعانی خصه الله تعالی بذاته وتولی جزاءه بنفسه
ان سب امور سی پاک وصاف ہی اور چونکہ روزہ میں یہہ خوبیاں ہوتی ہیں تو اسہ تعالی نی روزہ کو اپنی ذات پاک سی خاص کیا اور روزہ کی ثواب کا اپنی ذات

ولم يكله الى غيره فاعطى الصائم من عنده اجرا لبره حد ولا عد وقيل ان الصوم سر بينه وبين العبد
ذمہ دار ہوا کسی دوسرے پر حوالہ نہ کیا پس روزہ دار کو اپنی درگاہ سے ایسا اجر عطا کیا کہ جسکی کچھ انتہا و شمار نہیں اور بعضے یہ کہتے ہیں کہ روزہ ایک راز ہے اللہ اور بندے کی
يفعله خالصا لوجهه وطالبا لرضائه لا يطلع عليه غيره لكونه نية وامساكا حتى قيل ان الحفظة
بیچ میں کہ اوسکو خالص واسطے اللہ کی رضامندی کی ادا کرتا ہے اوسکی سوا کسیکو معلوم نہیں ہوتا کیونکہ روزہ نام نیت اور امساک کا ہے یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ
لا تطلع عليه ولا تكتبه بخلاف سائر الطاعات فانها مما اطلع عليه غيره تعالى فلما كان هو العالم به دون
کرام کاتبین کو بھی معلوم نہیں ہوتا نہ وہ اوسکو لکھتے ہیں بخلاف اور عبادات کی کیونکہ اور عبادات کو اور بھی سوا اللہ تعالی کی جان جاتے ہیں پس چونکہ روزہ کی خبر
غيره خصه بذاته وتولى جزاءه بنفسه ولم يكله الى غيره كانه تعالى قال الصوم لي ولا يطلع عليه
سوا اللہ تعالی کی اور کو نہیں ہوتی تو اوسکو اللہ تعالی نے اپنی ذات سے خاص کر کر آپ ہی اوسکی ثواب کا ذمہ دار ہوا اور پر حوالہ نکیا گویا اللہ تعالی نے یہ ارشاد فرمایا روزہ
غيري وانا اتولى الجزاء عليه ولا اكله الى غيره والكريم اذا اخبر انه يتولى الجزاء بنفسه يقتضي ان يكون
تو میں ہی اوسکی ثواب کا ذمہ دار ہوں اور پر حوالہ نہیں کرتا اور سخی جب یہ کہے کہ میں آپ اوسکی عوض کا ذمہ دار ہوں تو لازم ہے کہ وہ
ذلك الجزاء في غاية العظمة ونهاية الكثرة بحيث لا يكون له احصاء ولا حساب وروي عن ابي هريرة انه
عوض نہایت عظیم اور نہایت کثیر ہو ایسا کہ نہ گنتی میں آوی اور نہ حساب میں اور ابوہریرہ سے روایت ہے
قال للصائم فرحتان فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه يعني ان الصائم له سروران مرتين على [illegible]
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ دار کو دو خوشیاں ہوتی ہیں ایک خوشی روزہ کھولتے ہوئی اور ایک خوشی خدا کی دیدار کی وقت مراد یہ ہے کہ روزہ دار کو دو
مرة من الفرح وهو السرور واما سروره عند لقاء ربه فيما يجده من ثواب الصوم مدخرا عند الله تعالى
فرح سے مشتق ہوئی اور سرور کو کہتے ہیں اور سرور پروردگار کی ملاقات پر اسکا یہ ہے کہ ثواب روزہ کا دفعۃً جمع کیا ہوا اللہ تعالی کے پاس پاویگا
فان من ترك طعامه وشرابه وشهوته لله تعالى يعوضه الله تعالى خيرا من ذلك كما قال الله تعالى
اس لئے کہ جس نے اپنا کھانا پینا اور شہوت خدا کی واسطے چھوڑی تو خدا تعالی اوسکا عوض اوس سے بہتر عطا کریگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے
وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا وقال النبي عليه السلام لرجل
اور جو آگے بھیجو گے اپنے واسطے کوئی نیکی اوسکو پاؤگے اللہ کے پاس بہتر اور ثواب میں زیادہ اور فرمایا نبی علیہ السلام نے ایک شخص کو
انك لن تدع شيئا اتقاء الله الا اتاك الله خيرا منه وروي ان الصائمين يوضع لهم يوم القيمة مائدة
تو ہرگز نہیں ترک کریگا کوئی گناہ خدا کی خوف سے مگر عطا کریگا تجکو اللہ تعالی بہتر اوس سے اور روایت ہے کہ روزہ داروں کی واسطے قیامت کی دن دسترخوان
تحت العرش يأكلون عليها والناس في الحساب فيقول الناس ما هؤلاء يأكلون ونحن في الحساب فيقال انهم كانوا
عرش کی تلے بچھا جاویگا اوسپر بیٹھے کھا دینگے اور اور لوگ ابھی حساب میں مبتلا ہونگے وہ لوگ دیکھکے یہ کہیں گے یہ کون لوگ ہیں کہ کھا رہے ہیں اور ہم حساب میں ہیں
يصومون وانتم تفطرون وفي الصحيحين انه عليه السلام قال ان في الجنة بابا يقال له الريان لا يدخل منه
روزے رکھتے تھے اور تم روزہ خور تھے اور صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی ایک دروازہ کا نام ریان ہے اوس دروازہ سے
الا الصائمون والمراد بالصائمين هم الذين يكثرون الصوم فانهم تحملوا تعب العطش جوزوا بابا فيه الري والامان
صرف روزہ دار ہی داخل ہونگے اور روزہ دار سے مراد وہ لوگ ہیں جو روزے بہت رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے جو بھوک پیاس کی شدت اوٹھائی تو ایسی جزا دی کہ سیرابی اور پیاس سے امن ہوئی
من العطش قبل تمكنهم من الجنة واما سروره عند افطاره فيما يتناوله من الطعام والشراب والجماع لان النفس
کہ جس سے تار گی و پیاس کا کھٹکا جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہی اور افطار کی وقت سرور اسلئے ہوتا ہے کہ کھانا پینا جماع سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ آدمی کا جی
مجبولة على الميل الى ما يلائمها من المطعم والمشرب والمنكح فاذا منعت من ذلك في وقت من الاوقات ثم اذن
بطور عادت کی اپنی مناسبات کھانے پینے جماع وغیرہ کی طرف متوجہ رہتا ہے جب اوسکو ان باتوں کی کسی وقت میں روک ہو کر پھر دوسری وقت میں

لها في وقت آخر يفرح بذلك طبعاً خصوصاً عند اشتداد الحاجة إليه لتأثير الجوع والعطش فإن تقاضي
ویوی خودبخود خوش ہوا ہی حاصل کرے اوسکو اور سب حاجت ہووی کیونکہ بھوک کی ہوتی ہی پیاس کا زور ہوتا ہی دلکو

النفس حاجتها يسر بها ما روي عن ابن عمر أنه عليه السلام كان إذا أفطر يقول ذهب الظمأ وابتلت
ہی حاجت کا معاملہ ہوتا ہی ابن عمر کی روایت سی یہ معلوم ہوتا ہی کہ نبی علیہ السلام افطار کی وقت فرمایا کرتے ہی پیاس بجھ گئی ورگیں تازہ ہوگئیں

العروق وثبت الأجر إن شاء الله تعالى فإن الله تعالى وإن حرم على الصائم في نهار صيامه أن يتناول هذه
و ثواب ثابت ہوگیا ان شاء اللہ تعالی کیونکہ اللہ تعالی نی گرچہ روزہ دار پر روزہ کی دن میں یہ حرام کردیا ہی کہ ان شہوت کو عمل میں لاوی

الشهوات لكن أذن له أن يتناولها في الليل بل أحب منه تعجيل الفطر في أول الليل وتأخير السحور إلى آخر الليل
لیکن اوسکو اجازت ہی کہ رات کی وقت عمل میں لاوی بلکہ رات کی ابتدا میں جلدی افطار کرنا اور سحر تاخیر کرکے آخر شب میں کھانا مستحب کی

لما روي عن أبي ذر أنه عليه السلام قال لا تزال أمتي بخير ما أخروا السحور وعجلوا الفطر وروي أن الله تعالى
ابوذر کی روایت سی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا میری امت ہمیشہ بھلائی پر رہی گی جبتک سحر کھانی میں تاخیر اور افطار کرنی میں جلدی کرے اور روایت ہی کہ اللہ تعالی

وملائكته يصلون على المتسحرين وأن أحب عباده إليه أعجلهم فطراً والحاصل أن الصائم يترك شهواته
اور اسکی فرشتی سحر کھانی والوں پر رحمت بھیجتی ہیں اور سب سی محبوب بندی اللہ کی وہ ہیں جو جلدی افطار کرتی ہیں حاصل یہ ہی کہ روزہ دار دن میں شہوت

بالنهار تقرباً إلى الله تعالى وطاعة له ويتناولها في الليل تقرباً إلى الله تعالى وطاعة له ولا يتركها إلا بأمره ولا يعود
اللہ کی وقت اللہ تعالی کی طاعت اور قرب کی لیے ترک کرتا ہی اور رات کی وقت انہی شہوت کو واسطی قرب اور طاعت کی عمل میں لاتا ہی سو اللہ تعالی کی حکم سی

إليها إلا بأمره فهو مطيع في الحالين فإن المؤمن الصائم لما علم أن رضى مولاه في ترك شهواته قدم رضى مولاه على هواه فصار لذته في ترك شهوته لله تعالى
ترک کرتا ہی اور اسی کی حکم سی اختیار کرتا ہی پس وہ دونو حال میں اللہ تعالی کا فرمانبردار رہی کیونکہ مومن روزہ دار نی جب دیکھا کہ خوشنودی میری صاحب کی شہوات

أعظم من لذته في تناولها بل يكون كراهة تناولها عنده في خلوته أشد من كراهة ألم الضرب لعلمه
ترک کرنی میں ہی تو خوشنودی اپنی صاحب کی ہی ہوا ہوس پر مقدم رکھی تو اوسکو واسطی خدا کی شہوت ترک کرنی میں زیادہ لذت ہی بہ نسبت لذت شہوت برتنی کی بلکہ اوسکو

بكراهة مولاه لفطره فيكون لذته فيما يرضي مولاه وإن كان مخالفاً لهواه ويكون ألمه فيما يكرهه مولاه وإن كان
کہ روزہ کھانا میری صاحب کو ناپسند ہی پھر اوسکو لذت اس بات میں ہوگی جسمیں اوسکا صاحب خوش ہو اگرچہ وہ بات اوسکی خواہش کی برخلاف ہو اور اوسکو رنج و تکلیف اوس

موافقاً لهواه وإذا كان هذا فيما حرم لعارض الصوم من الطعام والشراب والجماع فينبغي أن يتأكد ذلك فيما
بات میں ہوگی جسکو اوسکا مولی ناپسند کری اگرچہ وہ بات اوسکی مطلب کی ہو جب مومن کا یہ حال اون محرمات میں ہی جو روزہ کی سبب سی ممنوع ہیں جیسی کھانا پینا اور جماع

حرم على الإطلاق كالزنا وشرب الخمر وأخذ أموال الناس بغير حق وكسر أعراضهم فإن كل ذلك مما يسخط
تو لایق ہی کہ یہ حالت زیادہ تر ہووی اون مورمیں جو مطلقاً حرام ہیں جیسی زنا اور شراب خوری اور کسیکا مال ناحق لینا اور کسی کی بی آبروی کرنی کیونکہ یہ تمام اعمال ایسی ہیں کہ

الله تعالى في كل حين ومكان وإذا كان إيمان المرء كاملاً يكره ذلك كله أشد من كراهته لألم الضرب ثم إن
اللہ تعالی اوسسی ہر وقت اور ہر جگہ بیزار ہوتا ہی جب آدمی کا ایمان کامل ہوتا ہی تو ان سبکو چوٹ کھانی کی تکلیف سی زیادہ برا جانتا ہی پھر

المؤمن في حال صومه لما علم أن له رباً يطلع عليه في خلوته وقد حرم عليه أن يتناول شهواته التي جبل
مومن روزہ دار جب یہ جانتا ہی کہ میرا رب میری حال سی خلوت میں بھی خبردار ہی اور میری اوپر تمام شہوتوں کا عمل کرنا جنکی طرف دل کو رغبت ہی

على الميل إليها أطاع ربه وامتثل أمره واجتنب نهيه خوفاً من عقابه ورغبة في ثوابه ولهذا كان نومه
حرام کردیا ہی تو اپنی رب کی فرمانبرداری کرتا ہی اور اوسکی عذاب کی خوف سی اور ثواب کی رغبت سی حکم پر عمل کرتا ہی اور یہی سبب ہی کہ اسکی لیے روزہ دار کا سونا بھی

عبادة كما جاء في الحديث نوم الصائم عبادة قال أبو العالية الصائم في العبادة ما لم يغتب وإن كان نائماً
عبادت ہوتا ہی جیسا کہ حدیث میں آیا ہی کہ روزہ دار کا سونا بھی عبادت ہی ابو العالیہ کہتا ہی روزہ دار جب تک کسیکی غیبت نکری عبادت میں ہی اگرچہ سوتا ہی

علی فراشه فعلی هذا یکون فی لیله ونهاره علی عبادة وروی عن ابی هریرة انه علیه السلام قال لخلوف

سوتا ہو اس قول کی موافق روزہ دار رات دن عبادت ہی میں ہوتا ہی اور ابوہریرہ کی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البتہ

فم الصائم اطیب عند الله تعالی من ریح المسك یعنی ان الخلوف وهو بضم الخاء رائحة حاصلة فی

روزہ دار کی منہ کی بو اللہ تعالی کی نزدیک مشک کی خوشبو سی پسندیدہ تر ہی مراد یہ ہی کہ خلوف خا کی پیش سی اوس بو کو کہتی ہیں جو

فم الصائم من تصاعد الابخرة لخلو المعدة من الطعام والشراب وان کانت عند الناس مستکرهة

روزہ دار کی منہ میں معدہ میں سی بخارات چڑھ کر پیدا ہو جاتی ہی جب معدہ کہانی پینی سی خالی ہوتا ہی اگرچہ وہ بو آدمیوں کو ناپسند ہو

لکنها عند الله احب من ریح المسك حیث کانت ناشئة عن طاعة الله تعالی فلذلك ذهب الشافعی الی

پر اللہ تعالی کو مشک کی خوشبو سی زیادہ تر پسند ہی کیونکہ اللہ تعالی کی عبادت سی پیدا ہوئی ہی اسی واسطی امام شافعی کی مذہب میں

استحباب استدامتها وکراهة ازالتها بالسواك بخلاف الخلوف الذی یحدث من غیر الصوم حیث یلزم

اوس بو کا باقی رکھنا مستحب ہی اور مسواک سی اوسکا دور کرنا مکروہ ہی برخلاف اوس بو کی جو فاقہ میں بدون روزہ کی پیدا ہو جاوی اسواسطی کہ اوسکا

ازالته بالسواك فان من عبد الله تعالی واطاعه وطلب رضاه فنشأ من ذلك العمل اثار مستکرهة للنفوس

دور کرنا مسواک سی لازم ہوتا ہی بیشک جو شخص اللہ تعالی کی عبادت کری اور اطاعت بجالاوی اور اوسکی رضامندی طلب کری اسمین اگرچہ اثار آدمیوں کی خلاف طبع

فتلك الاثار غیر مستکرهة عند الله تعالی بل هی محبوبة طیبة عنده ویجعلها فی الاخرة اطیب من

ناپسند پیدا ہو جاویں تو وہ آثار اللہ تعالی کو ناپسند نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ تعالی کی ان محبوب اور پاکیزہ ہیں اور اللہ تعالی اون اثار کو آخرت میں مشک کی زیادہ تر

ریح المسك فان الصوم لکونه سرا بین العبد وربه فی الدنیا یظهره الله تعالی فی الاخرة ویکون علانیة

پاکیزہ کردیگا کیونکہ روزہ جو درمیان بندہ اور پروردگار کی دنیا میں بھید تہا تو اللہ تعالی آخرت میں ظاہر کریگا پھر سب پر ظاہر ہو جائیگا اور

ویشتهر اهل الصیام بذلك بین الناس لما روی عن انس مرفوعا ان الصائمین یخرجون من قبورهم یعرفون بریح

روزہ دار اس سی تمام خلقت میں مشہور ہو جاوینگے چنانچہ انس سی مرفوعا روایت ہی کہ روزہ دار جب اپنی قبروں میں سی اوٹھیں گی تو منہ کی خوشبو سی پہچانی جاوینگی

افواههم فان ریحا فواههم اطیب من ریح المسك والحاصل انه علیه السلام لما اراد ان یبین فضل الصیام

کیونکہ اونکی منہ کی بو مشک سی زیادہ تر خوشبو ہوگی خلاصہ یہ ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی جو ارادہ کیا کہ روزہ کی فضیلت

ودرجة الصائم شبه ما یستکره منه فی الطباع البشریة من الرائحة بالطیب ما رام ویطلب ویستنشق من

اور روزہ دار کا مرتبہ بیان فرماویں تو جو چیز آدمیوں کی طبیعت کو ناپسند ہی یعنی منہ کی بدبو اوسکو اوس پاکیزہ تر خوشبو سی تشبیہ دی جو مقصود اور مطلوب ہوتی ہی اور

الروائح والمقصود من هذا التشبیه الثناء علی الصائم وتطییب قلبه لئلا یمتنع عن المواظبة علی الصوم

سونگہی جاتی ہی اور غرض اس تشبیہ کا روزہ دار کی ثنا اور اوسکا دل خوش کرنا ہی تا کہ روزہ کی مداومت سی جس سی منہ میں بو پیدا ہوتی ہی بیٹھ نہ رہی

الجالب للخلوف وحیث فضل ما یستکره منه علی اطیب ما یستلذ من جنس الطیب لیقاس علیه ما فوقه من الاثار

اور جب ایک ناپسند چیز کو پاکیزہ تر خوشبو پر فضیلت ہوئی جس سی لذت حاصل ہوتی ہی تو اب عمدہ اثار کو اوس پر قیاس کرلیں باوجود دیکہ افطار کی وقت

مع ان له عند الافطار دعوة مستجابة کما جاء فی الحدیث ان للصائم عند افطاره دعوة مستجابة

روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہی چنانچہ حدیث میں آیا ہی کہ افطار کی وقت روزہ دار کی دعا مقبول ہی

لکن بشرط ان یکون افطاره علی حلال فان من صام عما احله الله تعالی وافطر علی ما حرمه الله تعالی لا یستجاب

پر اس شرط سی کہ افطار حلال چیز سی ہو کیونکہ جو شخص حلال چیزوں سی بند ہو کر روزہ رکہی اور حرام چیز سی افطار کری تو اوسکی دعا قبول نہیں ہوتی

دعاؤه ولا یقبل صومه لما روی عن ابی هریرة انه علیه السلام قال من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله

اور نہ روزہ قبول ہوتا ہی اسواسطی کہ ابوہریرہ سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جو شخص جھوٹھ بولنا اور اوسپر عمل کرنا ترک نہ کری تو اللہ

حاجة في ان يدع طعامه وشرابه يعني ان من لم يترك الكذب والعمل بمقتضاه لا يقبل الله تعالى

کیا پروا ہی اسکی کہ وہ اپنا کہانا اور پینا ترک کردی مراد یہہ ہی جو شخص جہوٹ بولنا اور باطل اعمال کرنا نہ چہوڑیگا تو اللہ تعالی اوسکا روزہ قبول نہیں کرتا

صومه ولا ينظر اليه لانه امسك عما يباح له في غير حال الصوم ولم يمسك عما لا يحل له في جميع الاحوال

اور نہ اوسکی طرف توجہ کری اسلئی کہ جو چیزیں اوسکو بےدن روزہ کی مباح تہیں ان سی تو باز رہا اور جو چیزیں اوسکو ہمیشہ کو حرام تہیں اون سی باز نہ آیا

لان المقصود من الصوم ليس نفس الجوع والعطش فقط بل المقصود منه ما يتبعه من كسرة الشهوة

کیونکہ روزہ سی مقصود صرف بہوک پیاس نہیں ہی بلکہ روزہ سی مقصود وہ ہی جو اوسکی بعد حاصل ہوتی ہیں شہوت کا توڑنا نفس امارہ کا مغلوب

وقهر النفس الامارة بالسوء فاذا لم يحصل شيء من ذلك فاي فائدة في ترك الطعام والشراب فعلى هذا

کرنا جب ان میں سی کچہہ بہی حاصل نہوا تو پہر کہانا پینا ترک کرنی سی کیا فائدہ ہی اس تقریر کی موافق

يكون نفي الحاجة عبارة عن عدم القبول من قبيل نفي السبب وارادة المسبب وفي حديث اخر انه عم

حاجت کی نفی سی مقبول نہونا روزہ کا مراد ہی جیسی سبب کی نفی کرکر مسبب کی نفی مراد لیتی ہیں اور ایک اور حدیث میں ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی

قال الصيام جنة فاذا كان يوم صوم احدكم فلا يرفث ولا يصخب فان سابه احد او قاتله فليقل

فرمایا روزہ ڈہال ہی جب کوئی تم میں سی کسی روز روزہ دار ہو تو فحش نہ بکی اور نہ چلاوی پہر اگر اوسکو کوئی گالی دی یا لڑائی کری تو لازم ہی کہ کہدی

اني امرؤ صائم يعني ان الصوم جنة وهي بضم الجيم الترس وانما جعل الصوم ترسا لان الصائم يستتر به

میں تو روزہ دار ہوں مراد یہہ ہی کہ روزہ جنہ ہی اور جنہ جیم کی پیش سی ڈہال کو کہتی ہیں اور روزہ کو اسلئی ڈہال ٹہرایا ہی کہ روزہ دار کو بسبب کثرت ثواب کی

عن النار لكثرة ثوابه ويتحفظ به عن المعاصي ووسوسة الشيطان لانه يطبق مجاري الدم التي هي

آگ سی بچا لیتا ہی اور روزہ دار روزہ کی سبب گناہوں اور شیطانی وسوسہ سی بچ جاتا ہی اسواسطی کہ مسامات خون کی جو شیطان کا رستہ ہوتا ہی

مجاري الشيطان فان الشيطان يجري من ابن ادم مجرى الدم فتنكسر الشهوة ويسكن الغضب لكن ينبغي

بند ہو جاتی ہیں کیونکہ شیطان ابن آدم کی اندر خون کی مثال پہرتا ہی اسواسطی شہوت ضعیف ہوجاتی ہی اور غصہ بجہہ جاتا ہی لیکن

ان يعلم ان الجنة كما لا يكمل الانتفاع بها الا اذا كانت محكمة من غير اختلال كذا الصوم لا يتحقق به

سمجہنی کی بات ہی کہ ڈہال سی جیسی کچہہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا جبتک وہ پوری اور مضبوط اور بی خلل نہو ایسی ہی روزہ سی اوٹ حاصل نہیں ہوسکتی

التستر الا على حسب كونه محفوظا عن الخطاء والخلل فان وجد فيه شيء من الخلل ينتقص بقدره

جبتک کہ وہ خطا اور خلل سی صاف محفوظ نہو اگر اوسمیں کچہہ خلل ہوگا تو اوتنا ہی ثواب عمل کا کم ہو جاویگا

ثواب العمل ولهذا قال النبي عليه السلام في هذا الحديث فاذا كان يوم صوم احدكم فلا يرفث ولا يصخب

اسیلئی نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں یہہ فرمایا ہی اگر تم میں کوئی کسی روز روزہ دار ہو تو فحش نہ بکی اور نہ چلاوی

والرفث الفحش من القول وما يضاهيه من التصريح مما يجب ان يكنى عنه عن الفاظ الجماع والصخب بالخاء

اور رفث کی معنی بیہودہ باتیں گالی گلوز وغیرہ اور جو اوسکی مانند ہو یعنی جماع کی لفظوں میں سی صاف کہنا اوس لفظ کا جو استعارہ کیا جاوی اور صخب خاء

المعجمة الصياح والخصومة والمعنى ان الصائم عند الخصومة يجب عليه ان لا يتكلم بالفحش ولا يرفع

نقطہ دار سی چیخنا چلانا اور جہگڑا کرنا اور مراد یہہ ہی کہ روزہ دار کو لازم ہی کہ تکرار کی وقت کلام بیہودہ فحش نہ بکی اور نہ بیہودہ پکار کر بولی

صوته بالهذيان بل يلزمه ان يكون ممسكا عن جميع المناهي لا من الطعام والشراب فقط فان شتمه

بلکہ اوسکو لازم ہی کہ تمام مناہی سی بند رہی نہ صرف کہانی اور پینی سی پہر اگر کوئی اوسکو گالی دی

احد فليقل بلسانه صيانة لصيامه ويسمع شانئه اني صائم وليجعل هذا القول جوابا له وقيل يقول

تو چاہی کہ واسطی حفاظت روزہ کی اپنی زبان سی گالی دینی والی کو سنادی کہ میں روزہ دار ہوں اور اوسکی گالی کا یہی جواب سمجہی اور بعضی کہتی ہیں

ذلك بغلبه بان يتفكر في كونه صائما اليرتدع نفسه عن سئ القول ويقوى على كظم الغيظ ولا يكافيه

تو یعنی دلیل عقل کی اسطور کہ خیال کری کہ مین روزہ دار ہون تاکہ اوسکا نفس سخن بیہودہ سی باز رہی اور غصہ کو پی جاوی اور گالی کی مکافات نہ کری

على شتمه لئلا يحبط ثواب صومه ويكون من الذين قال النبي عليه السلام فيهم كم من صائم ليس من صيامه

تاکہ روزہ کا ثواب سوخت نہو جاوی پھر اونلوگون مین ہوجاویگا جنکی حق مین نبی علیہ السلام نی فرمایا ہی بہت لوگ ایسی روزہ دار ہین کہ اونکو روزہ مین کیا

الا الظما وكم من قائم ليس من قيامه الا السهر فان التقرب الى الله تعالى بترك المباحات لا يتم الا بعد التقرب

صرف پیاس ہی ہی بہت رات کی ایسی نمازی ہین کہ اونکو رات کی نماز سی بیداری کی سوا کچھ نہین کیونکہ خدا کی قربت مباحات کی ترک سی پوری نہین ہوتی

اليه بترك المحرمات فان من امتثل امره تعالى في ترك الطعام والشراب في نهار صيامه فليمتثل امره فيما

جبتک محرمات کو چھوڑکر قربت نہ حاصل کری کیونکہ جو شخص روزہ کی دن کھانا پینا چھوڑکر خدا کا حکم بجالایا تو اوسکو چاہئی کہ محرمات مین بھی

يحرم عليه في كل وقت ولا يحل له بحال من الاحوال فمن تعجل فيما حرم عليه قبل وفاته يعاقب في الاخرة

جو اوسپر دایمی حرام ہین اور کسی حالت مین حلال نہین ہین اوسکا حکم مانی سو جو کوئی جلدی کرکر محرمات کو نہ چھوڑیگا تو آخرت مین بہ عقاب ہوگا کہ اوس شی سی

بحرمانه وفواته وشاهد هذا قوله عليه السلام من شرب الخمر في الدنيا لم يشربها في الاخرة ومن لبس

محروم رہیگا اس دعوی کا شاہد یہہ حدیث ہی جس نی دنیا مین شراب پی آخرت مین نہین پیویگا اور جس نی دنیا مین

الحرير في الدنيا لم يلبسه في الاخرة فاتقوا الله يا عباد الله في اقامة حدود الله اذ كثير من الناس في هذا

حریر پہنا آخرت مین نہین پہنیگا سواے بندگان الہی اللہ سی ڈرو اوسکی حدود کو قایم رکھو کیونکہ اکثر بنی آدم اس زمانہ مین

الزمان يمشي على العوائد الشايعة بين الانام لا على ما يقتضيه الايمان المجلس السابع والعشرون

اوس راہ ورسم پر چلتی ہین جو خلقت مین مشہور اور مستعمل ہین اوسپر نہین جسکی حوا ایمان کی لاتی ہی ستائیسوین مجلس مین

في بيان كيفية النية يستدعيه الاسلام قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من

بیان نیت کی کیفیت کا مطابق اسلام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جسنی

صام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه ومن قام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ما

رمضان کی روزی واسطی ایمان اور ثواب کی رکھی اوسکی خطائین معاف ہونگی گذری ہوئین اور جسنی رمضان مین واسطی ایمان اور ثواب کی شب بیداری کی اوسکی خطائین

تقدم من ذنبه هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة وقد ذكر فيه نوعان من العبادة اختص

گذری ہوئین معاف ہونگی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اس حدیث مین دو قسم کی عبادت کا ذکر ہی کہ

كل منهما بشهر رمضان احدهما صيام النهار والاخر قيام الليالي فلا بد من معرفتهما اما الصوم فهو في

دونو کو ماہ رمضان سی خصوصیت ہی ایک دن کی روزی اور دوسری راتون کا جاگنا اب ان دونو کی معرفت ضروری ہی پس صوم لغت مین

اللغة الامساك مطلقا وفي الشرع الامساك عن المفطرات المعهودة التي هي الاكل والشرب والجماع من

مطلق امساک یعنی روک کو کہتی ہین اور شرع مین کہتی ہین امساک کو مفطرات مقرری سی یعنی کہانی اور پینی اور جماع سی

الصبح الى غروب الشمس مع النية وهو ثلاثة اقسام فرض وواجب ونفل اما الفرض فصوم رمضان اداء وقضاء

فجر سے لیکر آفتاب کی ڈوبنی تک نیت کی ساتھہ اور روزہ کی تین قسم ہین فرض اور واجب اور نفل جسمین فرض تو رمضان کی روزی ہین ادا ہوں یا قضا

وصوم الكفارة واما الواجب فالنذر معينا كان او مطلقا واما النفل فما عداها ومن شرع فيه قصدا

اور روزہ کفارہ کی اور واجب نذر کی ہوتی ہین نذر معین ہو یا مطلق ہو اور نفل ان دونو کی سواء اور جسنی قصداً روزہ رکھلیا

يلزمه اتمامه وان افسده فعليه قضاؤه ولا يجوز افطاره بلا عذر لانه ابطال العمل وقد قال الله تعالى

تو اوسکا پورا کرنا لازم ہوجاتا ہی اگر توڑیگا تو اوسپر قضا لازم آویگی اور اوسکا افطار کرنا بلا عذر جائز نہین ہی اسواسطی کہ یہہ عمل کا باطل کرنا ہی اور اللہ تعالی فرماتا ہی

ولا تبطلوا اعمالکم والضیافة عذر فی حق الضیف والمضیف ومن ظن ان علیه صوما فشرع فیه

اور باطل کرو تم اپنی اعمال کو اور مہمانی بھی مہمان اور مہماندار کی حق میں ایک عذر ہوتا ہی اور جسنی یہ خیال کیا کہ میری ذمہ پر روزہ ہی پھر اس خیال کی

ثم علم عدمه فاکل لا یلزمه شیٔ لانه ظان والمظنون لا یقضی لان القضاء منوط بالالتزام او بالالزام

روزہ رکہا پہر معلوم ہوا کہ نہیں ہی پس کہا لیا اوسپر کچہہ نہیں آتا اسواسطی کہ اسکو یقین نہیں تہا اور شبہ کی بدلی قضا نہیں آتی اسواسطی کہ قضا یا تو لازم کرنیسی آتی ہی یا لازم کردینی سی

ولم یوجد واحد منهما واشترط لفرضیة صوم رمضان الاسلام والعقل والبلوغ ولفرضیة ادائه

سو ان دونوں میں سی کچہہ نہیں ہی اور رمضان کی روزوں کی فرض ہونی کی شرط اسلام یعنی کافر نہیں اور عقل یعنی دیوانہ نہیں اور بلوغ یعنی بچہ نہیں اور ادا کی

الصحة والاقامة فان المریض والمسافر یجوز لهما الافطار ثم القضاء لکن صوم المسافر افضل ولصحة

شرط صحت یعنی بیمار نہو اور اقامت یعنی مسافر نہو کیونکہ بیمار اور مسافر کی لئی جایز ہی کہ افطار کریں پہر قضا کریں لیکن مسافر کو روزہ رکہنا افضل ہی اور واسطی صحت

ادائه الطهارة عن الحیض والنفاس لا الطهارة عن الجنابة اذ یجوز صوم من اصبح جنبا او نام واحتلم

ادا کی شرط ہی پاک ہونا حیض اور نفاس سی فقط جنابت سی پاک ہونا شرط نہیں ہی اسواسطی کہ اگر جنابت میں صبح ہوجاوی یا دن کو سوگیا اور احتلام ہوگیا

واما الحائض والنفساء فلا یجوز صومهما بل یلزمهما الافطار ثم القضاء لکن الحائض تفطر سرا لا جهرا وکذا کل

تو روزہ جایز ہی اور حیض اور نفاس والی عورت کا روزہ جایز نہیں ہی بلکہ انکو چاہئی کہ افطار کرکر قضا کریں لیکن حیض والی عورت چھپی ہوئی افطار کری نہ ظاہر کرکی اور یہی

من ابیح له الافطار لانه اذا اکل ولم یکن العذر ظاهرا یکون متهما عند الناس بالفسق الذی هو اکل رمضان

جس جس کو افطار کرنا مباح ہی اسواسطی کہ اگر کوئی شخص کہا وی اور اوسکا عذر ظاہر نہو تو اور لوگوں کی نزدیک فسق میں بدنام ہوگا یعنی رمضان میں دن کو کہانا

والاحتراز عن موضع التهم واجب لما روی انه علیه السلام قال من کان یؤمن بالله والیوم الاخر فلا یقفن

اور تہمت کی جگہ سی پرہیز کرنا واجب ہی اسواسطی کہ روایت ہی کہ پیغمبر صلی الله علیه وسلم نی فرمایا جو شخص الله پر اور قیامت کی دن پر ایمان لاوی تو تہمت کی

مواقف التهم وقد ذکر فی البزازیة ان من اکل فی شهر رمضان شهرة عیانا متعمدا یؤمر بقتله لان صنعه

مقام پر ہرگز نہ کہڑا ہو اور بزازیہ میں مذکور ہی کہ جو شخص ماہ رمضان میں تمام مہینی برملا قصدا کہایا کری تو اوسکو قتل کریں اسواسطی کہ اوسکا یہ عمل

دلیل الاستحلاله ویصح اداؤه بنیة من اللیل الی الضحوة الکبری وبنیة مطلقة وبنیة النفل وبنیة واجب اخر

دلیل حلال سمجہنی کی ہی اور رمضان کی روزہ کا رات سی چاشت کی وقت تک نیت کرکر ادا کرنا صحیح ہی اور مطلق نیت سی اور نفل کی نیت سی اور دوسری واجب کی

ثم عندنا لا بد من النیة لکل یوم والافضل التبییت وهو النیة من اللیل لیقع اول جزء من الصوم مع النیة

نیت سی بہی صحیح ہی پہر ہمارے نزدیک ہر دن کی لئی علیحدہ نیت ضرور ہی اور تبییت افضل ہی یعنی رات سی نیت کرنی تاکہ پہلا جزو روزہ کا بہی نیت سی واقع ہو

والنیة ان یعرف بقلبه انه یصوم ولا عبرة بالنیة المتقدمة علی الغروب وانما الاعتبار للنیة المتأخرة

اور نیت یہہ ہی کہ دلمیں قصد کری کہ میں روزہ رکہونگا اور اوس نیت کا اعتبار نہیں ہی جو غروب آفتاب سی پہلی ہو اعتبار وہی نیت کا ہی جو آفتاب کی ڈوبنی سی

عن الغروب حتی لو نوی قبل ان تغیب الشمس ان یکون صائما غدا ثم غفل الی الزوال من الغد لا یجوز صومه

پیچہی ہو یہان تک کہ اگر آفتاب کی ڈوبنی سی پہلی یہہ نیت کی کہ میں کل روزہ رکہونگا پہر اگلی دن دوپہر تک بہول گیا تو اوسکا روزہ جایز نہیں ہی

ولو نوی بعد غروب الشمس یجوز والنذر المطلق لا یصح الا بالنیة من اللیل واما النذر المعین والنفل فکل

اور اگر آفتاب کی ڈوبنی کی بعد یہہ نیت کی تو روزہ جایز ہی اور نذر مطلق رات سی نیت کئی بغیر جایز نہیں ہی۔ اور نذر معین اور نفل دونو

منهما کاداء صوم رمضان یجوز بالنیة من اللیل الی الضحوة الکبری لکن النیة من اللیل افضل کما مر

مانند ادا روزہ رمضان کی رات سی لیکر دوپہر سی پہلی پہلی نیت کرنی سی جایز ہو جاتی ہیں پر رات سی نیت کرنی افضل ہی چنانچہ گذر چکا ہی

فکل صوم لا یتأدی الا بالنیة من اللیل اذا نواه مع طلوع الفجر یجوز لان الواجب قران النیة بالصوم لا تقدیمها

پہر جو روزہ بدون رات کی نیت کی ادا نہیں ہوتا اگر صبح صادق کی ساتہہ ہی نیت کرلی تو بہی جایز ہو جاتا ہی اسواسطی کہ نیت کا روزہ کی ساتہہ ہونا واجب ہی نیت کا روزہ سی

علیه ولو نوی بعد طلوع الفجر عن القضاء لا یقع عن القضاء بل یکون تطوعا حتی لو افطر یلزمه القضاء
پہلی ہو ضرور نہیں ہی اور اگر بعد طلوع صبح صادق کی قضا کی نیت کری تو قضا کا روزہ نہیں ہوتا بلکہ نفل ہو جاتا ہی اگر اب افطار کر لیگا تو اسکی قضا آویگی

واذا وجب علی احد قضاء یومین من رمضان واحد واراد ان یقضیهما ینبغی له ان ینوی اول یوم
اور اگر کسی شخص پر ایک رمضان کی دو روزی ذمہ پر ہوں اور وہ شخص انکو قضا کرنا چاہی تو اسکو چاہی کہ پہلی نیت پہلی دن کی کری جو اوسپر اس رمضان سی

وجب علیه من هذا الرمضان وان لم یعین الاول یجوز وکذا لو کانا من رمضانین ینبغی له ان ینوی
واجب ہوا ہی اور اگر اول روز کو نہیں معین کریگا تو بہی جایز ہی اور اگر دو روزی دو رمضان کی ہوں تو اوسکو چاہی کہ اول نیت

قضاء یوم الرمضان الاول وان لم یعین اختلفوا فیه والمختار انه یجوز ومن افطر عمدا فی یوم من رمضان
قضا پہلی رمضان کی روزہ کی کری اور اگر اول معین نکری تو اسمیں اختلاف ہی اس اختلاف میں سی مختار یہہ ہی کہ جایز ہی اور جسنی عمدا رمضان کا ایک روزہ

حتی یجب علیه الکفارة وهو فقیر وصام احدی وستین یوما عن القضاء والکفارة ولم یعین
کہا لیا یہاں تک کہ اوسپر کفارہ واجب ہو گیا اور مفلس تہا اور اوسنی اکسٹہ روزی بابت قضا اور کفارہ کی رکہی اور قضا کا روزہ کوئی سا معین نکیا

یوم القضاء یجوز ویصیر کانه نوی القضاء فی الیوم الاول وستین یوما بعده عن الکفارة وتقدیم
تو جایز ہو جاتی ہیں اور یوں ہو جاتا ہی گویا اوسنی پہلی دن قضا کا روزہ رکہا اور پہر بعد اوسکی ساٹہہ روزی کفارہ کی رکہی اور کفارہ کا مقدم کرنا

الکفارة علی القضاء هل یجوز ام لا قال القاضی الامام یجوز والکفارة انما یجب بافساد اداء رمضان
قضا پر آیا جایز ہی یا نہیں قاضی امام کہتی ہیں جایز ہی اور کفارہ اداء رمضان کی فاسد کرنی سی واجب ہوتا ہی

لا بافساد قضائه ولا بافساد اداء غیره او قضائه وهی اعتاق رقبة وان عجز عنه فصیام شهرین
قضا کی فاسد کرنی سی یا اوسکی ادا کی فاسد کرنی سی یا قضا کی فاسد کرنی سی نہیں ہوتا اور کفارہ یہہ ہی اول غلام آزاد کرنا اگر یہہ نہو سکی تو دو مہینی کی

متتابعین وان عجز عنه فاطعام ستین مسکینا بان یعطی لکل واحد منهم نصف صاع من
پی در پی لی تحل اور اگر یہہ بہی نہو سکی تو ساٹہہ مسکینوں کو کہانا دینا اسطور کہ ہر ہر کو اوسمیں سی آدہا آدہا صاع

بر او صاعا من شعیر اذا تقرر هذا فلا بد من معرفة ما یفسد الصوم وما لا یفسده وما یوجب الکفارة
گیہوں کا یا پورا پورا صاع جو کا دیوی جب یہہ بیان ہو چکا تو جان لینا چاہی کہ روزہ کیونکر فاسد ہو جاتا ہی اور کیونکر فاسد نہیں ہوتا اور کس صورت میں کفارہ واجب

وما لا یوجبها فاعلم ان من جامع او جومع فی احد السبیلین فی نهار رمضان عمدا یلزمه القضاء والکفارة
ہو جاتا ہی اور کس صورت میں واجب نہیں ہوتا واضح ہو کہ جسنی جماع کیا یا جماع کیا گیا دونوں میں سی کسی رستہ میں رمضان میں دن کو قصدا تو اوسپر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں

ولا یشترط الانزال فی الجانبین اذا توارت الحشفة وکذا لو اکل او شرب غذاء او دواء عمدا یلزمه القضاء
دونوں کی حقمین انزال کا ہونا شرط نہیں ہی اگر سر ذکر غائب ہو جاوی اور ایسی ہی اگر کہاوی یا پیوی غذا یا دوا قصدا تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں

والکفارة اما لو اکل او شرب او جامع ناسیا لا یفسد صومه سواء کان فرضا او نفلا ولو ظن ان صومه
ہاں اگر کہاوی یا پیوی یا جماع کری بہول کر تو روزہ فاسد نہیں ہوتا برابر ہی کہ روزہ فرض ہو یا نفل اور اگر اسنی یہہ گمان کیا کہ روزہ

فسد فاکل عمدا فی رمضان یلزمه القضاء دون الکفارة وکذا لو افطر مخطئا بان کان ذاکر الصوم
جاتا رہا پہر اسنی قصدا رمضان میں کہا لیا تو اب قضا لازم ہوگی کفارہ نہیں آتا اور ایسی ہی اگر خطا سی بی اختیار افطار ہو گیا اسطور کہ روزہ تو یاد تہا

فتمضمض فوصل الماء فی جوفه یفسد صومه ویلزمه القضاء دون الکفارة ولو ابتلع البزاق الذی
پہ غرارہ کرتی ہوئی پانی حلق میں اتر گیا تو روزہ جاتا رہیگا اور قضا لازم آویگی کفارہ نہیں آتا اور اگر تہوک جو اوسکی منہہ میں

اجتمع فی فیه لا یفسد صومه بل یکره وکذا لو ابتلع المخاط الذی ینزل من راسه الی الفم لا یفسد صومه
جمع ہو رہا تہا نگل گیا تو روزہ نہیں جاتا پر مکروہ ہی اور ایسی ہی اگر بلغم کو جو سر کی طرف سی منہہ میں آتا ہی نگل جاوی تو روزہ نہیں جاتا

وكذا لو بقي في فيه بعد المضمضة بلل وابتلعه بالبزاق لا يفسد صومه لتعذر الاحتراز عنه وكذا اذا اخرج
اور ایسے ہی اگر منہہ کے اندر کلی کے بعد تراوٹ پانی کی باقی رہی اور اوسکو ہمراہ تہوک کے نگل گیا تو روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ اس سے بچا نہیں جاتا اور ایسے ہی اگر
الدم من بين اسنانه ودخل في حلقه وابتلعه ان كانت الغلبة للبزاق ولم يجد طعمه لا يفسد
اوسکی دانتوں میں سے خون نکل کر حلق میں چلا گیا اور وہ شخص اوسکو نگل گیا اگر تہوک زیادہ تہا کہ مزہ خون کا نہ معلوم ہوا تو روزہ فاسد نہیں ہے
وان كانت الغلبة للدم يفسد صومه ويلزمه القضاء دون الكفارة وكذا لو استويا يفسد صومه
اور اگر خون زیادہ ہے تو روزہ جاتا رہتا ہے اور قضا لازم آتی ہے کفارہ نہیں آتا اور ایسے ہی اگر تہوک اور خون دونو برابر ہوں تو
احتياطا ولو كان بين اسنانه شيء فابتلعه لا يفسد صومه ان كان قليلا لانه تبع للريق وان كان
احتیاط کی لئے روزہ جاتا رہتا ہے اور اگر اوسکی دانتوں میں کوئی چیز رہگئی تہی اوسکو نگل گیا تو روزہ نہیں جاتا اگر وہ چیز تہوڑی ہے اسلئے کہ تہوک میں شامل ہے اور اگر کچہہ
كثيرا يفسد صومه ويلزمه القضاء دون الكفارة وقدر الحمصة فما فوقها كثير وما دونها قليل و
زیادہ ہے تو روزہ جاتا رہتا ہے اور قضا لازم آتی ہے کفارہ نہیں آتا اور چنے کی برابر اور اس سے زیادہ بہت میں داخل ہے اور اس سے کمتر تہوڑا کہلاتا ہے اور
الدمع وعرق الوجه اذا دخل فمه وابتلعه ان كان قليلا كالقطرة والقطرتين لا يفسد صومه وان كا
اور آنسو اور چہرہ کا پسینہ اگر منہہ میں چلا جاوے اور یہہ نگل جاوے اگر وہ تہوڑا ہے ایک یا دو قطرہ تو روزہ نہیں جاتا اور اگر بہت ہو
كثيرا حتى وجد ملوحته في جميع فمه يفسد صومه ويلزمه القضاء دون الكفارة وكذا لو ادخل الابريسم
یہان تک کہ اوسکی نمکینی تمام منہہ میں ہوگئی تو روزہ جاتا رہتا ہے اور قضا لازم ہوتی ہے کفارہ نہیں آتا اور ایسے ہی اگر ابریشم رنگین منہہ میں چلا گیا
المصبوغ في فيه فخرج لون الصبغ واختلط بالريق وابتلعه يفسد صومه ويلزمه القضاء دون الكفارة
اور اوسکا رنگ اوترکر تہوک میں مل گیا اور اوسکو نگل گیا تو روزہ جاتا رہتا ہے اور قضا لازم آتی ہے کفارہ نہیں آتا
وكذا لو ابتلع شيئا مما لا يتغذى به ولا يتداوى به عادة كالتراب والحجر ونحوهما يفسد صومه ويلزمه
اور ایسے ہی اگر ایسی چیز نگل گیا جو عادت کی موافق نہ غذا ہوتی ہے اور نہ دوا جیسی مٹی اور کنکر اور مانند اسکی تو روزہ جاتا رہتا ہے اور قضا لازم
القضاء دون الكفارة وذكر في القنية نقلا عن الفقيه ابي جعفر ان من افطر في رمضان مرة بعد
آتی ہے کفارہ نہیں آتا اور قنیہ میں فقیہ ابو جعفر سے نقل کر کر ذکر کرتا ہے کہ جو شخص رمضان میں باربار
اخرى بتراب او مدر لاجل المعصية فعليه الكفارة زجرا له وكتب غيره نعم والفتوى على ذلك وبه اخذ
مٹی یا کنکر سے روزہ توڑ ڈالے گناہ کی راہ سے تو اوسپر دہمکی کی راہ سے کفارہ ہے اور اوروں نے لکہا ہے کہ ہاں اور اسیپر فتوی ہے اور تمام ملک کی
ائمة الامصار وذكر فيها ايضا ان المحترف المحتاج اذا علم انه لو اشتغل بحرفته يلحقه ضرر مبيح للفطر
علماء کا یہہ ہی مذہب ہے اور اسی میں یہہ بہی مذکور ہے کہ کار یگر محتاج اگر یہہ جانے کہ اپنا پیشہ عمل کرنے سے ایسی ماندگی ہو جاوے گی جس سے افطار کرنا مباح ہے
يحرم عليه الفطر قبل ان يمرض وذكر فيها ايضا ان الخباز لا يجوز له ان يخبز خبزا يوصله الى ضعف
تو اوسپر ماندگی سے پہلے افطار کرنا حرام ہے اور یہہ بہی مذکور ہے کہ بہٹیارہ کو جایز نہیں ہے کہ اتنی روٹیاں پکاوے جس سے ضعف ہوکر
مبيح للفطر بل يخبز نصف النهار ويستريح في النصف وذكر فيها ايضا ان من اتعب نفسه في عمل حتى
افطار مباح ہوجاوے بلکہ آدہے دن روٹی پکاوے اور آدہے دن آرام کرے اور اسمیں یہہ بہی مذکور ہے جسنے اپنی جان پر کام کرنے میں اتنی محنت لی
اجهده العطش فافطر يلزمه الكفارة لانه ليس بمسافر ولا مريض بخلاف الامة فانها اذا اصابها ضعف
کہ اوسکو شدت کی پیاس لگ آئی اور افطار کر ڈالا تو اوسپر کفارہ لازم ہے کیونکہ یہہ شخص نہ مسافر ہے اور نہ بیمار ہے بخلاف لونڈی کے کیونکہ لونڈی اگر سولی کا
من عمل السيد من الطبخ والخبز وغسل الثياب وغيرها وخافت على نفسها وافطرت كان عليها القضاء دون
کاروبار کرتی کرتی تہک جاوے سالن روٹی پکاکر اور کپڑے دہوکر اور اور کار بار میں اور اپنی جان پر خوف کر کے روزہ افطار کردے تو اوسپر قضا آوےگی

الكفارة وكذا الزوجة اذا افطرت لذلك كان عليها القضاء دون الكفارة اذ يجب عليها ديانة ان تفعل
کفارہ نہیں آتا اور ایسی ہی بی بی کو روزہ افطار کر دی ایسی ہی کام بابی میں تو اوسپر قضا لازم ہی کفارہ نہیں آتا اسواسطی کہ از روی دیانت بی بی پر واجب ہی
كل خدمة في داخل البيت من الطبخ والخبز وغسل الثياب وغيرها حتى لو لم تفعل شيئا منها تكون اثمة
کہ جو کام کار گہر کی اندر ہوتی ہین پکانا روٹی پکانا کپڑی دہونی اور سوا اسکی جہاڑو وغیرہ کیا کری یہاں تک کہ اگر بی بی کچھ بہی کام نکری تو گنہگار ہوگی
وان لم تجبر عليها وكذا الرقيق او الخادم الذي ذهب بسكر النهر او لكريه او لاصلاح المربض وعليه
اگرچہ اوسپر جبر نہیں ہو سکتا ایسی ہی غلام یا خادم جو واسطی بند کرنی پانی نہر کی یا واسطی کہودنی نہر کی یا واسطی درستی فصیل شہر کی جاوی اور
موكل من جانب السلطان واشتد الحر وخاف على نفسه الهلاك فانه لو افطر كان عليه القضاء دون
سلطان کی طرف سی اوسپر نگہبان ہو اور حرارت کی شدت سی جان پر ہلاکت کا خوف ہو تو اگر یہ شخص افطار کریگا تو اوسپر قضا لازم ہی
الكفارة ومن اكل عمدا حتى لزمته الكفارة ثم مرض يسقط عنه الكفارة وكذا المرأة اذا افطرت عمدا
کفارہ نہیں ہی اور جسنی قصدًا روزہ توڑ دیا ایسا کہ اوسپر کفارہ لازم آیا پہر اوسی روز بیمار ہوگیا تو اوسپر سی کفارہ ساقط ہو جاتا ہی ایسی ہی اگر عورت قصدًا
حتى لزمتها الكفارة ثم حاضت يسقط عنها الكفارة لان الكفارة تسقط لعروض الحيض او المرض ومن
روزہ توڑ ڈالی ایسا کہ اوسپر کفارہ لازم ہو جاوی پہر اوسی دن حائضہ ہوگئی تو اوسکی ذمہ سی کفارہ جاتا رہتا ہی اسلیٔ کہ کفارہ حیض یا بیماری کی عارضہ سی ساقط
افطر في اول النهار عمدا حتى لزمته الكفارة ثم سافر باختياره لا تسقط عنه الكفارة وكذا لو اكره
ہو جاتا ہی اور جس شخص نی اول روز روزہ افطار کیا ایسا کہ اوسپر کفارہ لازم ہوا پہر اوسنی اپنی اختیار سی سفر کیا تو اوسپر سی کفارہ ساقط نہیں ہوگا اور ایسی ہی اگر
على السفر لا تسقط عنه الكفارة في ظاهر الرواية ومن سافر في نهار رمضان لا يحل له ان يفطر في ذلك
بادشاہ نی زبردستی سفر پر روانہ کیا تو ظاہر روایت میں کفارہ ساقط ہوگا اور جس نی رمضان میں دن کو سفر کیا تو اوس روز اوسکو افطار کرنا حلال نہیں ہی
اليوم لان الوجوب قد ثبت عليه فلا يسقط بفعل باشره باختياره ولو افطر كان عليه القضاء لا الكفارة
اسواسطی کہ وجوب اوسپر ثابت ہو چکا ہی تو اب وہ وجوب ایسی کام سی جو اپنی اختیار سی کرتا ہی ساقط نہیں ہوگا اور اگر افطار کر دیگا تو اوسپر قضا لازم ہی
ولو لم يفطر حتى تذكر شيئا نسيه في منزله فرجع الى منزله فاكل شيئا ثم خرج من منزله كان
کفارہ نہیں ہوگا اور اگر ابہی افطار نہیں کیا تہا جو اوسکو کوئی چیز گہر میں بہولی ہوئی یاد آئی یہ سمجہکر گہر میں آیا اب کچھہ کہا لیا پہر گہر سی روانہ ہوا تو اوسپر قضا
والكفارة لكونه مقيما عند الاكل حيث رفض سفره بالعود الى منزله واذا علم المسافر انه يدخل في
اور کفارہ دونو لازم ہین کیونکہ کہاتی وقت مقیم تہا اسواسطی کہ سفر گہر مین آنی سی قطع ہوگیا تہا اور اگر مسافر کو معلوم ہو کہ آج اپنی شہر میں جا پہنچونگا
يومه مصره يكره له الفطر لاجتماع حكم الاقامة والسفر في هذا اليوم فيترجح جهة الاقامة
تو اوسکو افطار کرنا مکروہ ہی اسواسطی کہ اوس روز حکم سفر اور اقامت کا جمع ہوگیا ہی تو اب اقامت کی جانب غالب ہوگی اور جسکو
غلبه القيء وقاء سواء كان ملء الفم او دونه لا يفسد صومه سواء كان فرضا او نفلا لقوله عليه السلام
خود بخود قی ہوگئی برابر ہی کہ منہ بہر ہو یا کمتر ہو تو روزہ نہیں جاتا برابر ہی کہ فرض ہو یا نفل ہو واسطی ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
من قاء لا قضاء عليه وان تقيأ فان كان ملء الفم يفسد صومه لقوله عليه السلام من تقيأ فعليه القضاء
جسنی قی کی تو قضا نہیں ہی اور اگر آپ سی قی کی تو اگر منہ بہر ہوگی تو روزہ جاتا رہیگا واسطی فرمود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جس نی آپسی قی کی تو اوسپر
وان لم يكن ملء الفم يفسد صومه ايضا عند محمد لظاهر الحديث ولا يفسد عند ابي يوسف وينبغي
اور اگر قی منہ بہر نہو تو امام محمد کی نزدیک روزہ جاتا رہیگا واسطی ظاہر معنی حدیث کی اور امام ابو یوسف کی نزدیک روزہ نہیں جاتا اور روزہ دار
ان لا يبالغ في الاستنجاء ولا يتنفس ولا يقوم من مقامه حتى ينشف ذلك الموضع بخرقة لئلا
کو استنجا کرتی ہوئی مبالغہ نکری کہل کر نہ بیٹہی نہ اوپر کو دم بہری اور اپنی جگہ سی جبتک موضع استنجا کو کپڑی سی نہ پونچہی کہڑا نہ ہو تاکہ پانی اندر

الماء الى باطنه فيفسد صومه فان من بالغ في الاستنجاء حتى يبلغ موضع الحقنة يفسد صومه
نہ چلا جاوے پھر روزہ جاتا رہیگا کیونکہ جو استنجا میں مبالغہ کرے یہاں تک کہ حقنہ کی جگہ پہنچ جاوے تو روزہ جاتا رہیگا

لكن لا يلزم الكفارة هذا حكم الصوم

المجلس الثامن والعشرون في بيان كيفية التراويح وفضيلتها

پر کفارہ نہیں آتا یہہ ہیں روزہ کی احکام اٹھائیسویں مجلس تراویح کی کیفیت اور فضیلت کی بیان میں

واما القيام في ليالي رمضان فالمراد به احياء لياليه واحياء بعض من كل ليلة
اور قایم رہنا رمضان کی راتوں میں اس سے تمام تمام راتوں کو جاگنا یا ہر ایک رات میں سے تھوڑا تھوڑا جاگنا

باداء التراويح فانه عليه السلام كان يرغب الناس في قيام رمضان من غير ان يامرهم فيه بعزيمة
واسطے ادا تراویح کی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو واسطے قیام رمضان کی رغبت دلاتے تھے لیکن حکم عزیمت کا نہیں فرماتے تھے

فيقول من قام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه يعني ان من قام الى الصلوة في
یوں ارشاد کرتے جو شخص رمضان میں واسطے ایمان اور ثواب کی جاگتا رہی تو اوسکی تمام گناہ گذری ہوئی معاف ہو گئی مراد یہہ ہی جو شخص رمضان کی راتوں میں

ليالي رمضان تصديقا بحقيته وسنيته وطلبا لرضاء الله تعالى وثوابه لا خوفا من مذمة الناس
اوسکو حق اور مسنون سمجھکر واسطے رضامندی اللہ تعالی کی اور ثواب کی نماز پڑھتا ہی کچہ خوف لوگوں کی برا کہنی کا

واستحياء منه يغفر له ذنوبه المتقدمة وهذان الشرطان لا ينفك عنهما عمل سواء كان فرضا او
اور لوگوں کی شرم سی تو اوسکی تمام پہلی گناہ معاف ہو گئی اور یہہ دونو شرطیں تمام اعمال میں معتبر ہیں کوئی عمل خالی نہیں برابر ہی کہ فرض ہوئے

نفلا اذ هما شرطان لقبول كل عمل والله تعالى لا يقبل عملا الا بهما وبعدهما شرط آخر لا بد منه وهو ان
نفل ہو اسواسطے کہ ہر عمل کی مقبول ہونی کی یہہ ہی شرطیں ہیں اور اللہ تعالی کوئی عمل بدون ان شرطوں کی قبول نہیں کرتا اور بعد اونکی ایک اور بہی شرط ضروری ہی یعنی

يكون العمل موافقا للسنة لان العمل متى كان على خلاف السنة لا يقبله الله تعالى والسنة فيها الجماعة
عمل سنت کی مطابق ہو اسواسطے کہ عمل اگر سنت کی برخلاف ہوگا تو اوسکو اللہ تعالی قبول نہیں فرماتا اور تراویح مسجد میں جماعت سی

في المسجد لكن على طريق الكفاية حتى لو تركها اهل مسجد اساءوا وكانوا تاركين للسنة ولو اقامها
ادا کرنی مسنون ہی لیکن بطور فرض کفایہ کی ہی یہاں تک کہ اگر کسی مسجد والی تمام جماعت ترک کریں تو سب گنہگار اور تارک سنت ہونگی اور اگر بعضوں نی

البعض في المسجد بالجماعة وتخلف البعض وصلاها في بيته فالمتخلف يكون تاركا للفضيلة ولا يكون
مسجد میں جماعت سی ادا کی اور بعض جو نہ شامل ہوئی اپنی گہر میں پڑہ لیں سو جو جماعت میں شامل نہوا وہ فضیلت سی محروم رہا گنہگار

مسيئا ولا تاركا للسنة لان بعض الصحابة قد روي عنهم التخلف وعن ابي يوسف ان من قدر
اور سنت کا تارک نہیں ہوگا اسلئے کہ بعضی اصحاب سے روایت ہی کہ جماعت میں شریک نہیں ہوتی تھی اور ابو یوسف سی روایت ہی کہ جو شخص

على ادائها بالجماعة في بيته مع مراعاة السنة فالصلوة في بيته افضل والصحيح ان للجماعة
تراویح کو جماعت سی اپنی گہر میں ادا کر سکتا ہی سنت کی رعایت کر کر تو اوسکو گہر میں پڑہنا افضل ہی اور صحیح یہہ ہی کہ گہر کی اندر

في بيته فضيلة وللجماعة في المسجد فضيلة اخرى فهو حاز احدى الفضيلتين وترك الفضيلة
جماعت کرنی میں ایک فضیلت ہی اور مسجد میں جماعت کرنی میں اور ہی فضیلت ہی سو اوسنی دونو فضیلت میں سی ایک حاصل کی اور فضیلت زائدہ

الزائدة لترك الجماعة في المسجد وقال صاحب الخلاصة وهكذا الجواب في المكتوبات واما نفس التراويح
اسلئی کہ مسجد کی جماعت ترک کی اور خلاصہ والا کہتا ہی یہہ ہی جواب فرایض میں ہی اور لیکن صرف تراویح

فهو سنة مؤكدة على الاعيان للرجال والنساء توارثها الخلف عن السلف من لدن تاريخ رسول الله عم
ہر ہر مرد اور عورت پر سنت موکدہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد سی آج تک پچہلی پہلوں سی سنتی چلی آئی ہیں

الى يومنا هذا فلا ينبغي تركها والدليل على هذا ما روى ان النبي عليه السلام اتخذ في المسجد حجرة

سو تراویح کا ترک کرنا سزاوار نہیں اور دلیل اسکی یہہ روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی مسجد میں حصیر یعنی بوریہ کا حجرہ بنایا تہا

من حصير ليصلي فيها السنن وكان يخرج من الحجرة ويصلي التراويح للناس بالجماعة فعل هكذا ثلث

تاکہ اوسکی اندر سنتین پڑہا کرین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں سی باہر آکر تراویح لوگون کی ساتہ جماعت سی پڑہا کرتی تہی تین رات تک ایسا ہی

ليال فلما كانت الليلة الرابعة اجتمع ناس كثير حتى عجز المسجد من اهله فلما رأى رغبة الناس دخل الحجرة

اتفاق ہوا جب چوتہی رات آئی تو خلقت بہت جمع ہوگئی کہ مسجد میں تنگی سی جگہہ نملی جب آپنی یہہ شوق دیکہا تو فرض پڑہتی ہی حجرہ میں تشریف لیگئی

بعد ما صلى الفريضة ولم يخرج اليهم فازالوا ينتظرون خروجه وظنوا انه نام فجعل بعضهم يتنحنح ليخرج اليهم

پہر باہر نآئی اور یہہ لوگ تشریف لانی کی منتظر بیٹہی رہی آخر یہہ خیال کیا کہ آپ سوگئی پہر کسینی تو کہنا نسا شروع کیا تاکہ جاگ کر باہر تشریف لاوین

وبعضهم يقول الصلوة فخرج اليهم فقال ما زال بكم الذي رأيت من صنيعكم حتى خشيت ان يكتب

اور کوئی کہتا تہا نماز تیار ہی پہر آپ باہر تشریف لائی فرمانی لگی کہ مین تمہارا یہہ شوق ہمیشہ دیکہتا ہون یہان تک کہ مجہکو یہہ خوف ہوا کہ تم پر فرض ہوجاوی

عليكم ولو كتب عليكم ما قمتم به فصلوا ايها الناس في بيوتكم فان افضل صلوة المرء في بيته الا

اور اگر تم پر فرض ہوجاویگی تو ادا نکروگی سو تم ای صاحبو اپنی اپنی گہرمین پڑہ لو کیونکہ آدمی کی نماز سوا فرایض کی گہر مین افضل ہوتی ہی

الصلوة المكتوبة فتوفي رسول الله عليه السلام والامر على ذلك ثم كان الامر على ذلك في خلافة

پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی وفات کی اور حال یہہ ہی رہا پہر حضرت ابوبکر کی خلافت میں بہی حال یون ہی رہا

ابي بكر وصدرا من خلافة عمر ثم ان عمر في ايام خلافته رأى الناس يصلون التراويح في المسجد

اور ابتداء خلافت میں حضرت عمر کی پہر حضرت عمر نی اپنی ایام خلافت میں لوگون کو دیکہا کہ تراویح مسجد میں الگ الگ پڑہتی ہین

منفردين فامرهم ان يصلوها جماعة وامر ابي بن كعب وتميم الداري ليصليانها بالناس امامة فصلياها

تو اونکو یہہ حکم کیا کہ جماعت سی پڑہا کرو اور ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم کیا کہ امام ہوکر اور لوگون کو نماز پڑہاوین سو اون دونونی

بالجماعة والصحابة متوافرون منهم عثمان وعلي وابن مسعود والعباس وابنه وطلحة والزبير ومعاذ

جماعت کرائی اور اصحاب اوسوقت بہت موجود تہی یعنی عثمان اور علی اور ابن مسعود اور عباس اور عبداللہ بن عباس اور طلحہ اور زبیر اور معاذ

وغيرهم من المهاجرين والانصار وما رد عليه واحد منهم بل ساعدوه ووافقوه وامروه بذلك

اور سوا اونکی اور بہت مہاجر اور انصار موجود تہی سواہین سی کسینی کچہہ اعتراض نکیا بلکہ اونکی مددگار اور شریک ہوئی اور اسکی صلاح دی

وواظبوا عليها حتى ان عليا اثنى عليه ودعا له بالخير وقال نور الله مضجع عمر كما نور مساجدنا

اور آپ پڑہتی رہی یہان تک کہ حضرت علی نی عمر کی تعریف کی اور نیک دعا دی اور دعا مین فرمایا اللہ عمر کی گور روشن کری جیسی اونہی ہماری مسجدین روشن کرین

وقد قال النبي عليه السلام عليكم بسنتي وسنة خلفاء الراشدين من بعدي وهي عشرون ركعة

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا میری سنت اپنی ذمہ پر لازم کرلو اور میری بعد خلفاء راشدین کی سنت اور تراویح بیس رکعت ہین

يسمى كل اربع ركعات منها ترويحة مجازا لما في آخرها من الترويحة التي هي اسم للجلسة وانما سمي بها

ہر چار رکعت کا نام مجازا ترویحہ ہی کیونکہ اوسکی آخر مین ترویحہ ہوتا ہی یعنی آرام کی نشست ہوجاتی ہین ترویحہ نام جلسہ کا ہی اور جلسہ کو ترویحہ

لان الصحابة كانوا يستريحون بين كل اربع ركعات من اجل طول قيامهم في الصلوة ولكل ترويحة تسليمتان

اسوسطی کہتی ہین کہ صحابہ ہر چار رکعت کی بعد بیٹہہ کر آرام کیا کرتی تہی کیونکہ نمازمین قیام بہت طویل دراز کرتی تہی اور ہر ہر ترویحہ مین دو دو سلام ہین

فتكون التسليمات عشرا والترويحات خمسا والامام والجماعة يأتون بالثناء في كل تكبيرة الافتتاح بعد

اس لئی سلام دس ہوئی اور ترویحہ پانچ ہوئی اور امام اور مقتدی تکبیر تحریمہ کی بعد سبحانک اللہم آخر تک پڑہا کرین اور ہر دو ترویحہ کی

بین کل الترویحتین قدر ترویحة واحدة وکذا بین الخامسة والوتر لانه المتوارث من زمن الصحابة
بیچمین بقدر ایک ترویحہ کی بیٹھی رہا کرے اور ایسی ہی پانچوین ترویحہ اور وتروں کی بیچمین کیونکہ صحابہ کی وقت سی آج تک یہہ ہی چلا آتا ہی
الی یومنا هذا وهم فی الانتظار یخیرون ان شاءوا سبحوا وان شاءوا هللوا وان شاءوا سکتوا ای
اور مصلیوں کو استراحت کی وقت مین اختیار ہی چاہین سبحان اللہ پڑھین اور چاہین لا الہ الا اللہ پڑھین اور چاہین چپکی بیٹھی رہین
ذلك فعلوا فهو حسن لقوله علیه السلام المنتظر للصلوة کانه فی الصلوة واهل مکة کانوا یطوفون
جو کرین سو ہی بہتر ہی واسطی قول علیہ السلام کی نماز کا منتظر گویا نماز مین ہی اور مکہ والی ہر دو ترویحہ کی
بالبیت بین کل ترویحتین اسبوعا ویصلون رکعتین للطواف واهل المدینة کانوا یصلون
بیچمین بیت اللہ کا طواف سات سات بار کرتی تہی اور دو رکعت طواف کی پڑہتی تہی اور مدینہ والی اوس وقت مین
فی ذلك اربع رکعات ثم الافضل فیها استیعاب اکثر اللیل بالصلوة والاستراحة ویستحب
چار رکعت پڑھا کرتی تہی پہر افضل تراویح مین یہہ ہی کہ آدہی سی زیادہ رات استراحت اور نماز مین صرف کری اور نماز کی تاخیر
تاخیرها الی انتهاء ثلث اللیل ثم الاصح ان وقتها بعد العشاء الی اخر اللیل قبل الوتر وبعده لانها
تہائی رات کی تمامی تک مستحب ہی پہر صحیح یہہ ہی کہ وقت تراویح کا عشاء کی بعد ہی آخر رات تک وتر سی پہلی اور پیچہی کیونکہ تراویح
نوافل سنة بعد العشاء وهل یحتاج فی کل شفع ان ینوی التراویح قال بعضهم یحتاج لان کل شفع
نوافل بعد عشا کی سنت ہین اور آیا یہہ حاجت ہی کہ تراویح کی ہر ہر شفع مین جدا جدا نیت کری بعضی کہتی ہین ہان حاجت ہی کیونکہ ہر ہر شفع
صلوة علیحدة والاصح انه لا یحتاج لان الکل بمنزلة صلوة واحدة فان فاتت لا تقضی اصلا
جداگانہ نماز ہی اور صحیح یہہ ہی کہ حاجت نہین ہی اسواسطی کہ سب کی سب گویا ایک نماز ہی اگر فوت ہو جاوین تو اصلا قضا نہین ہی
لا بالجماعة ولا بدونها لان القضاء من خواص الفرض ومن صلی العشاء وحده فله ان یصلی
نہ جماعت سی اور نہ بدون جماعت کی اسواسطی کہ قضا کرنا خاصہ فرض ہی کا ہی اور جسنی عشا کی نماز علیحدہ پڑہی ہی تو اوسکو جایز ہی کہ تراویح
التراویح بالامام ولو ترکوا الجماعة فی الفرض لم یصلوا التراویح بالجماعة ومن لم یصل التراویح بالامام
جماعت سی پڑھ لی اور اگر سب نی فرض کی جماعت ترک کی تو پہر تراویح کی لئی جماعت نکرین اور جس نی تراویح جماعت سی نہین پڑہین
یجوز له ان یصلی الوتر به ولو اقاموا التراویح بامامین فصلی کل امام تسلیمة قال بعضهم یجوز
تو اوسکو جایز ہی کہ وتر جماعت سی پڑہی اور اگر تراویح مین باری باری دو امام کی پہر ہر ہر امام نی ایک ایک سلام پڑہایا تو بعضی کہتی ہین کہ جایز ہی
والصحیح انه لا یستحب والمستحب ان یصلی کل امام ترویحة فاذا جاز اقامة التراویح بامامین
اور صحیح یہہ ہی کہ مستحب نہین مستحب یہہ ہی کہ ہر ہر امام ایک ایک ترویحہ پڑہی اور جب کہ تراویح کا پڑہنا دو اماموں کی ساتہہ
علی هذا الوجه یجوز ان یصلی احدهما الفرض والاخر التراویح ویکره للامام فی هذا الزمان التطویل
اس طور پہ جایز ہوا تو جایز ہی کہ ایک امام فرض پڑہاوی اور دوسرا امام تراویح اور امام کو اس زمانہ مین قراءت کو
الزائد عن حد اقل السنة فی القراءة والاذکار علی وجه یحصل للجماعة ملل لان ذلك سبب للتنفیر
ادنی حد سنت سی زیادہ دراز کرنا اور ذکر اس طور پر کرنا جس سی جماعت کو ملال پیدا ہو مکروہ ہی کیونکہ اسمین لوگ جماعت سی بہاگین گی
عن الجماعة والتنفیر عن الجماعة مکروه ولکن لا ینبغی له ان ینقص عن قدر اقل السنة فی القراءة و
اور جماعت سی بہگانا مکروہ ہی لیکن یہہ بہی نہ چاہی کہ سنت کی ادنی مقدار سی قراءت اور
التسبیحات لملالهم لانهم غیر معذورین فیه وادنی ما یحصل به السنة فی تسبیحات الرکوع والسجود
تسبیحات مین اونکی ملالت کی خوف سی کوتاہی کری کیونکہ اونکو اسمین کچہہ عذر نہین ہی اور کم سی کم جسمین سنت تسبیحات رکوع اور سجود کی حاصل ہوجاوی

ثلث لقوله علیه السلام اذا رکع احدکم فلیقل ثلث مرات سبحان ربی العظیم وذلك ادناه و
تین بار ہین واسطی ارشاد علیہ السلام کی جسوقت رکوع کری کوئی تمہارا تو چاہئی کہ سبحان ربی العظیم تین بار کہی اور یہہ ادنی عدد ہی اور
اذا سجد فلیقل سبحان ربی الاعلی ثلث مرات وذلك ادناه والمراد به ادنی ما یحصل به السنة
جب سجدہ کری تو چاہی کہ سبحان ربی الاعلی تین بار کہی اور یہہ ادنی عدد ہی اور مراد اس سی ادنی مرتبہ ہی جسمین سنت حاصل ہوجاوی
ولذلك یکره النقص عن الثلث وکذا یکره للامام التعجیل علی وجه یعجز الجماعة عن اکمال اقل
اسی لئی تین بار سی کم کہنا مکروہ ہی اور ایسی ہی امام کو اتنی جلدی مکروہ ہی کہ جماعت کی لوگ کم سی کم عدد مسنون کی پورا کرنی سی رکوع
السنة فی تسبیحات الرکوع والسجود وعن اکمال قراءة التشهد بل یزید الامام علی التشهد ویاتی
اور سجود کی تسبیحات مین اور قرارت تشہد کی پورا کرنی سی عاجز ہوجاوین بلکہ امام تشہد پر کچہہ زیادہ کری اور
بالصلوة علی النبی علیه السلام ان علم انها لا تثقل علی الجماعة وان علم انها تثقل علیهم لا یاتی بها
نبی علیہ السلام پر درود پڑہی اگر جانی کہ جماعت کی لوگون پر اتنی دیر دشوار نہین ہی اور اگر یہہ جانی کہ یہہ اونپر دشوار ہی تو نہ پڑہی
بل یترکها لکن لا جمیعها بل یقتصر فیها علی قوله اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد لانها وان کانت
ترک کردی لیکن تمامہ ترک نکری بلکہ اسمین اختصار کرکر اسقدر پڑہی اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد اسواسطی کہ درود اگرچہ
سنة عندنا الا انها فرض عند الشافعی وبهذا القدر یاتی القولان ویکره للمقتدی ان یقعد
ہماری مذہب مین سنت ہی پر شافعی کی نزدیک فرض ہی اور اسی کلمات مین دونو قول ادا ہوجاتی ہین اور مقتدی کو مکروہ ہی کہ تراویح کی وقت بیٹہا رہی
فی التراویح حتی اذا اراد الامام ان یرکع یقوم ویقتدی لان فیه اظهار التکاسل فی الصلوة والتشبه
یہان تک کہ جب امام رکوع مین جاوی تو کہڑا ہوکر نیت کرلی کیونکہ اسمین نماز کی سستی ظاہر ہوتی ہی اور منافقون سی
بالمنافقین الذین قال الله تعالی فیهم وَاِذَا قَامُوْا اِلَی الصَّلٰوةِ قَامُوْا کُسَالٰی یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وکذا اذا
مشابہت آتی ہی جنکی حق مین اللہ تعالی فرماتا ہی اور جب کہڑی ہون نماز کو تو کہڑی ہون جی ہاری دکہانی کو لوگون کی ایسی ہی اگر
غلب النوم یکره له ان یصلی بالنوم بل ینبغی له ان ینصرف وینام ولا یصلی حتی یستیقظ لان
نیند غالب ہوجاوی تو مکروہ ہی کہ اونگہتا ہوا نماز پڑہی بلکہ اوسکو یون چاہی کہ جاکر سو رہی اور نماز نہ پڑہی جبتک ہوشیار نہو کیونکہ
فی الصلوة مع النوم تهاونا وغفلة وترك التدبر ثم انه ان نام فی القعدة کلها فانه اذا انتبه یفرض
اونگہتی ہوئی نماز پڑہنی مین اہانت اور غفلت اور ترک تدبیر ہی پہر اگر مصلی تمام قعدہ مین سوتا رہا تو جب ہوشیار ہو اوسپر فرض ہی
علیه ان یقعد قدر التشهد وان لم یقعد تفسد صلوته لان ما حصل من افعال الصلوة حالة
کہ تشہد کی مقدار بیٹہا رہی اور اگر اتنی قدر قعود نہین کریگا تو اوسکی نماز فاسد ہوجائیگی اسواسطی کہ جتنی ارکان نماز کی نیند کی حالت مین
النوم لا تعتبر لصدورها بلا اختیار فیکون وجودها کعدمها وهذه المسئلة یکثر وقوعها لا سیما
ہوئی ہین اونکا کچہہ اعتبار نہین ہی کیونکہ بی اختیار عمل مین آئی ہین تو اونکا ہونا نہونا برابر ہی اور یہہ مسئلہ اکثر واقع ہوتا ہی خاص کر
فی لیالی الصیف والناس عنها غافلون ثم اختلف المشائخ فی مقدار القراءة فقال بعضهم یقرأ
گرمی کی راتون مین اور لوگ اس مسئلہ سی غافل ہین پہر مشائخ مین اختلاف ہی مقدار قرارت مین سو بعضی یہہ کہتی ہین
فی کل شفع مقدار ما یقرأ فی المغرب یعنی انه یقرأ من قصار المفصل وهی من سورة لم یکن الذین کفروا
کہ ہر شفع مین اتنا پڑہی جتنا مغرب کی نماز مین پڑہتی ہین مراد یہہ ہی کہ قصار مفصل مین سی اور وہ سورہ لم یکن سی
الی اخر القرآن لان التطوع اخف من المکتوبة فیعتبر باخف المکتوبات وهی المغرب وهذا القول
آخر قرآن تک ہی اسواسطی کہ نفل فرایض کی نسبت خفیف ہوتی ہین سو اب فرایض مین سی خفیف کا اعتبار ہوگا سو وہی مغرب ہی اور یہہ قول

ليس

ليس بصحيح لان بهذا القدر لا يحصل الختم والختم فيها مرة واحدة سنة ولا يترك لكسل الجماعة
صحيح نہین ہی اس لیی کہ اتنی قرارت سی ختم قرآن نہین ہوسکتا اور ایک دفعہ ختم کرنا مسنون ہی جماعت والون کی کسالت کی مارے ترک کرنا

حتى لو قرء الامام بعض القرآن في سائر الصلوات لئلا يمل الجماعة من طول القراءة في التراويح يكون
یہان تک کہ اگر امام نی کچھ کچھ قرآن تمام نمازون مین اسلئی پڑہا کہ جماعت والی تراویح کی اندر طول قرارت سی ملول ہون

له ثواب الصلوة ولا يكون لهم ثواب الختم وقيل الافضل في زماننا ان يقرء الامام على حسب
تو اونکو نماز کا ثواب ہوگا ختم کا ثواب نہین ہوگا اور کہتی ہین کہ ہماری زمانہ مین یہہ افضل ہی کہ امام جماعت کی

حال الجماعة من الرغبة والنفرة فيقرء قدر ما لا يوجب التنفير عن الجماعة لان تكثير الجماعة
حال کی موافق رغبت اور نفرت کی لحاظ سی پڑہا کری سو اسقدر پڑہی جسمین جماعت سی نفرت نکرین اسواسطی کہ جماعت کا زیادہ ہونا

افضل من تطويل القراءة لكن لا يقتصر بعد الفاتحة على اية قصيرة او ايتين قصيرتين
تطویل قرارت سی بہتر ہی پہر بہی بعد فاتحہ کی ایک یا دو آیتون چہوٹی چہوٹی پر اقتصار نکری

لان قراءة ثلث ايات او اية طويلة مع الفاتحة واجبة وذكر في التجنيس ان بعض الناس اعتادوا
اسواسطی کہ تین آیت چہوٹی یا ایک آیت دراز ہمراہ فاتحہ کی پڑہنی واجب ہی اور تجنیس مین مذکور ہی کہ بعضی لوگونکی عادت ہی

قراءة سورة الفيل الى اخر القرآن مرتين وهو حسن في هذا الزمان اذ روى عن بعض المشائخ
کہ سورۂ فیل سی آخر قرآن تک دوبار پڑہتی ہین اس زمانہ مین یہہ بہت خوب ہی اسواسطی کہ بعضی مشایخ سی روایت ہی

على ما ذكر في فتاوى قاضيخان ان لم يكن عارفا باهل زمانه فهو جاهل لان اكثر الناس في هذا الزمان
چنانچہ فتاوی قاضیخان مین مذکور ہی کہ جو شخص اپنی عہد کی لوگون کا حال نہ پہچانی تو وہ جاہل ہی اسلئی کہ اس زمانہ کی اکثر لوگون کی

طبايعهم جامدة صعبة الانقياد ان يروا سبيل الرشد لا يتخذوه سبيلا وان يروا سبيل الغي يتخذوه
طبعتین ایسی بستہ ہین کہ مطیع ہونا دشوار ہی اگر دیکہین راہ ہدایت کی تو وہ نہ ٹہراوین راہ اور اگر دیکہین راہ الٹی ٹہراوین اسکو

سبيلا فانهم قد جعلوا التراويح عادة لا عبادة يتقرب بها الى الله تعالى على ما شرطه رسول الله عم
راہ سو ان لوگون نی تراویح کو عادت کرلی ہی عبادت نہین جانتی جسمین قرب الہی ہو جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی

فيها من القراءة وغيرها فيتخذون صلوتها خلف امام لا يتم الركوع والسجود والقومة والجلسة
تراویح مین قرارت وغیرہ کی شرطکی ہی سو ایسی امام کی پیچہی نماز شروع کرتی ہین جو نہ رکوع پورا کری اور نہ سجدہ پورا کری اور نہ قومہ اور نہ جلسہ

ولا يرتل القرآن كما امر الله به بل هو من غاية السرعة يقع في اللحن الجلي بترك بعض حروف الكلمة او
اور نہ جیسی حکم الہی سی قرآن ترتیل کی ساتہ پڑہی بلکہ وہ جلدی کا مارا صاف راگنی مین پڑہنی لگتا ہی بعضی کلمات کی حرف یا حرکات رہ جاتی ہین

حركاتها وقد ذكر في البزازية ان اللحن حرام بلا خلاف وذكر في الفتاوى ان الامام اذا كان لحانا لا باس
اور بزازیہ مین مذکور ہی کہ راگنی مین قرآن کا پڑہنا بالاتفاق حرام ہی اور فتاوی مین مذکور ہی کہ امام اگر راگنی مین پڑہتا ہو تو اگر کوئی شخص

للرجل ان يترك مسجده ويتحول الى مسجد اخر فانه لا ياثم بذلك لانه قصد الصلوة خلف تقي
اوس مسجد کو چہوڑکر اور مسجد مین جانی لگی تو کچہہ مضائقہ نہین اس سی گنہگار نہین ہوتا اسواسطی کہ یہہ شخص پرہیزگار کی پیچہی پڑہا چاہتا ہی

وقد قال النبي عليه السلام من صلى خلف عالم تقي فكانما صلى خلف نبي من الانبياء وفيه اشارة
اور نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ جسنی نماز عالم پرہیزگار کی پیچہی پڑہی تو گویا نبیون مین سی کسی نبی کی پیچہی پڑہی اسمین یہہ اشارہ ہی

الى انه لو ترك مسجده بلا عذر يكون اثما فكيف يكون حال الذين يتركون مسجدهم بلا عذر ويسرعون
کہ اگر کوئی بلا عذر اپنی مسجد مین جانا چہوڑدی تو گنہگار ہوتا ہی اب اونکا کیا حال ہوگا جو اپنی مسجد کو بلا عذر چہوڑدیتی ہین اور جلدی سی

الى مسجد يكون فيه انواع من الانغام والالحان ويطلبون اماما لا يتم الركوع والسجود ولا يرتل القرآن
ایسی مسجد میں جاتی ہیں جہاں طرح طرح کی [illegible] اور رنگ ہوتی ہیں اور ایسا امام تلاش کرتی ہیں جو نہ رکوع تمام کری اور نہ سجدہ پورا کری اور نہ قرآن کو ترتیل سی پڑہی

بل ربما ينكرون على من يتم الركوع والسجود ويرتل القرآن وينفرون عنه ويكونون من الذين اتخذوا
بلکہ بعضی وقت ایسی امام پر اعتراض کرتی ہیں جو رکوع اور سجدہ پورا کری اور قرآن کو اچھی طرح پڑہی اور اس سی نفرت کرتی ہیں پہر وہ ان لوگوں میں ہیں جنہوں نی اپنی

دينهم لعبا ولهوا وغرتهم الحيوة الدنيا وهم عن الآخرة غافلون فان من صلى التراويح بترك القومة
دین کو ہنسی کہیل ٹہرایا اور فریب کہایا دنیا کی زندگی کا اور وہ آخرت سی غافل ہیں بیشک جس نی تراویح اسی طور پر پڑہی کہ قومہ ترک کیا

والجلسة والطمانينة المقدرة بمقدار تسبيحة فهو يكون عاصيا مستحقا للعذاب بالنار لان هذه
اور نہ جلسہ کیا اور نہ اوس میں کہ ایک تسبیح کی برابر طمانیت کی تو گنہگار ہوتا ہی اور مستحق آگ کی عذاب کا کیونکہ یہہ

الاشياء فرض عند ابي يوسف والشافعي حتى تبطل الصلوة بتركها وواجب عند ابي حنيفة ومحمد في
سب چیزیں امام ابو یوسف اور شافعی کی نزدیک فرض ہیں انکی ترک سی نماز باطل ہوجاتی ہی اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد کی نزدیک ایک روایت میں

رواية حتى يجب اعادة الصلوة بتركها وفي رواية اخرى سنة وعلى هذه الرواية يكون تاركها مستحقا
واجب ہیں یہاں تک کہ انکی ترک سی اعادہ نماز کا واجب ہی اور ایک اور روایت میں سنت ہیں اور اس روایت کی موافق انکا تارک عتاب کا مستحق ہوتا ہی

للعتاب وحرمان الشفاعة فيكون من الذين ضل سعيهم في الحيوة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون
اور شفاعت سی محروم پہر ان لوگوں میں ہی جنکی دوڑ بہک رہی ہی دنیا کی زندگانی میں اور وہ سمجہتی ہیں کہ خوب بناتی ہیں

صنعا وبدا لهم من الله ما لم يكونوا يحتسبون وهذا هو الخسران المبين والغبن العظيم ثم
کام اور ان لوگوں میں سی کہ نظر آیا اونکو اللہ کی طرف سی جو خیال نہ رکہتی تہی اور یہہ صاف ٹوٹا اور بڑا ہی خسارہ ہی پہر

ان ههنا نكتة لا بد من التنبيه عليها حتى يستيقظ من كان فيه انصاف ويصل الى الحق وهي ان التراويح عشرون
یہاں ایک نکتہ ہی اوسکا بیان بہی ضروری ہی تاکہ جسمیں انصاف اور حق کی طرف رغبت ہی بیدار ہو سو وہ نکتہ یہہ ہی کہ تراویح میں بیس رکعتیں ہیں

ركعة وفي كل ركعة قومة وجلسة وطمانينتهما وفي ترك كل منهما ذنب فلو تركت طمانينة احدهما يكون
اور ہر ہر رکعت میں ایک قومہ اور ایک جلسہ ہی اور دونوں میں اطمینان اور دونوں میں سی ہر ایک کا ترک کرنا گناہ ہی پس اگر ایک کی طمانیت ترک ہوئی

عدد الذنوب عشرين ولو تركت طمانينتهما يصير عدد الذنوب اربعين ولو تركت انفسهما ايضا يصير
تو گنتی میں بیس گناہ ہوئی اور اگر دونو کی طمانیت ترک ہوئی تو گنتی میں چالیس گناہ ہوئی اور اگر وہ دونو خود ہی ترک ہوئی تو

مجموع الذنوب ثمانين واذا ضم اليه معصية الاظهار يصير مجموعها مائة وستين ذنبا واذا ضم
تمام گناہ اسی ہوجاوینگی اور اگر اسکی ساتہ معصیت ظاہر کرنی کی ملالیں تو تمام گناہ ایک سو ساٹہ ہوجاوینگی اور اگر اسکی ساتہ

اليه عدم الاعادة الواجبة يصير المجموع مائة وثمانين ذنبا مع ان ترك هذه المذكورات يكون سببا
اعادہ نکرنا جو واجب تہا ملایا جاوی تو سب ملکر ایک سو اسی گناہ ہوجاوینگی باوجودیکہ ان مذکورات کی ترک کرنی سی جو جو ذکر انتقالات کی اندر

لاتيان الاذكار المشروعة في الانتقالات بعد تمام الانتقال وفي اتيان الاذكار المشروعة في الانتقالات
مشروع ہیں وہ سب ذکر بعد تمامی انتقالات کی ہوجاتی ہیں اور جو ذکر انتقالات کی اندر مشروع ہیں اونکو

بعد تمام الانتقال كراهتان تركها عن موضعها وتحصيلها في غير موضعها فيقع في كل ركعة اربع مكروهات
بعد تمامی انتقال کی لانی میں دو کراہتیں ہیں ایک تو اپنی مقام سی ٹلادینا اور غیر جگہ رکہدینا اب ہر ہر رکعت میں چار چار مکروہ ہونگی

فيلزم منه ترك اربع سنن فان من ترك القومة او الطمانينة فيها يقع سمع الله لمن حمده والتكبير حين الانحطاط
اور اس سی ترک کرنا چار سنتوں کا لازم آتا ہی کیونکہ جس نی قومہ یا قومہ کی اندر طمانیت کو ترک کیا تو سمع اللہ لمن حمدہ اور اللہ اکبر جہکتی ہوئی کہیں اور آویگا

بل يقع التكبير بعد السجدة والسنة ان يقع سمع الله لمن حمده حين رفع الراس من الركوع والتكبير حين الانخفاض ولكن

بلکہ اللہ اکبر بعد سجدہ کی کہنی میں آویگا اور طریق مسنون یہہ ہی کہ سمع اللہ لمن حمدہ رکوع سی سر اوٹھاتی ہوئی کہی اور اللہ اکبر سجدہ کی طرف جھکتی ہوئی کہی اور ایسی ہی

اذا ترك الجلسة او الطمانينة فيها يقع بعض التكبير الاول حين الانخفاض بل يقع بعض التكبير الثاني بعد السجود والسنة ان

اگر جلسہ کو ترک کرے یا جلسہ میں طمانیت کو ترک کرے تو کچھ لفظ پہلی تکبیر کا جھکتی ہوئی کہنی میں آویگی بلکہ کچھ لفظ دوسری تکبیر کی سجدہ کی بعد کہنی میں آویگی اور طریق مسنون یہی

التكبير الاول حين الرفع والثاني حين الانخفاض فيصير عدد المكروهات في جميع الركعات ثمانين فيلزم منه ترك ثمانين سنة فاذا ضم

کہ پہلی تکبیر سجدہ سی اوٹھتی ہوئی کہی اور دوسری تکبیر جھکتی ہوئی سو اب مکروہات کی گنتی تمام رکعتوں میں اسی ہو جاوینگی اور اس سی اسی سنتیں چھوٹ جاتی ہیں اور جب ان کو آمن

الى ذلك اظهار كل منهما فان اظهار المكروه مكروه ايضا يصير المجموع مائة وستين مكروها ومائة وستين ترك سنة وهل يعد من العقلاء

اظہار میں شامل کریں کیونکہ مکروہات کا ظاہر کرنا بھی مکروہ ہی تو تمام مکروہات بھی ایک سو ساٹھ ہو جاوینگی اور ایک سو ساٹھ سنتیں ترک ہونگی پہر کیا یہ شخص عاقل گنا جاویگا

يفعل في كل ليلة من ليالي رمضان في اداء التراويح ما يتم فيها ثمانين نقصا ومائة وستين مكروها ومائة وستين ترك سنة فان في ترك كل

جو رمضان کی راتوں میں سی ہر رات کو صرف تراویح کی ادا کرتی ہوئی ایک سو اسی نقصان کری اور ایک سو ساٹھ مکروہ کری اور ایک سو ساٹھ سنت ترک کری کیونکہ ہر سنت کی ترک

سنة عتابا وحرمان الشفاعة فهل يرضى العاقل ان يجعل نفسه محروما من شفاعة رسول رب

کرنیمیں عتاب ہوتا ہی اور شفاعت سی محرومی پہر مرد عاقل کب پسند کرتا ہی کہ اپنی تئین رسول رب العالمین کی شفاعت سی محروم کری

العالمين التي يرجوها ويطلبها كل الخلائق حتى الانبياء والاولياء والصالحين نسال الله تعالى ان لا

جسکی تمام خلق امید اور تلاش رکہتی ہی یہاں تک کہ انبیا اور اولیاء اور صلحاء ہم اسسی چاہتی ہیں کہ ہمکو

يجعلنا من المحرومين

محروم نکری

المجلس التاسع والعشرون في بيان فضيلة تاخير السحور وتعجيل الافطار

انتیسویں مجلس بیچ بیان سحر کہانی میں تاخیر اور افطار میں تعجیل کی فضیلت کہ

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تسحروا فان في السحور بركة هذا الحديث من صحاح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا سحر کہایا کرو کیونکہ سحر میں برکت ہی. یہہ حدیث مصابیح کی صحیح

المصابيح رواه انس والمحفوظ فيه عند اصحاب الحديث فتح السين في السحور وهو اسم لما يوكل في وقت

حدیثوں میں ہی انس کی روایت کی اور اس حدیث میں محدثین کی نزدیک سحور کی لفظ میں سین کا زبر محفوظ ہی اور طعام کا نام ہی جو سحر کی وقت کہاتی ہیں

السحر الذي هو اخر الليل اى سدسها الاخير فيحتاج الى مضاف محذوف تقديره ان في اكل السحور بركة

اور سحر آخر شب یعنی چھٹا حصہ پچھلا سو اس کلام میں ایک مضاف محذوف ہی واقع میں یوں ہی کہ سحور کہانی میں برکت ہی

لان البركة ليست فيما يوكل من الطعام بل في استعمال السنة ويجوز فيه ضم السين فعلى هذا يكون مصدرا

کیونکہ برکت طعام میں جو کہایا جاتا ہی نہیں ہی بلکہ سنت کی استعمال میں ہی اور اس لفظ میں سین کا پیش بھی جایز ہی اسکی موافق سحور صیغہ مصدر کا ہی

فلا يحتاج الى تقدير المضاف والمعنى ان في الاكل وقت السحر بركة والمراد بالبركة ههنا زيادة القوة على

اب مضاف پیدا کرنی کی کچھ حاجت نہیں اور معنی یہہ ہیں کہ سحر کی وقت کہانا کہانی میں برکت ہی اور یہاں برکت سی مراد زیادتی قوت روزہ رکہنی کی ہی

اداء الصوم بدليل قوله عليه السلام استعينوا بقائلة النهار على قيام الليل وباكل السحور على صيام

اس دلیل سی کہ حدیث میں آیا ہی دن کی سونی سی نماز کی لئی رات کی جاگنی پہ مدد لیا اور سحر کہانی سی دن کی روزہ پر

النهار ويجوز ان يراد بها زيادة الثواب في الآخرة وقوله عليه السلام تسحروا امر واقل مرتبة الاستحباب

اور یہہ بھی جایز ہی کہ برکت سی مراد آخرت میں زیادتی ثواب کی ہو اور حدیث کا لفظ تسحروا امر کا صیغہ ہی اور کم سی کم مرتبہ اسمیں استحباب کا ہی

فيكون السحر وهو الاكل في وقت السحر مستحبا وقد روى عن عمرو بن العاص انه عليه السلام قال فصل ما بين

اب سحر یعنی سحر کی وقت طعام کہانا مستحب ہوگا اور روایت ہی عمرو بن عاص سی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا کہ ہماری روزہ میں

صیامنا وصیام اهل الکتاب اکلة السحر الاکلة بالضمة اللقمة والمعنی ان اللقمة التی تؤکل فی وقت
اور اہل کتاب کی روزہ میں فرق سحر کہانی کا ہی اور اکلہ ہمزہ کی پیش سی لقمہ کو کہتی ہین اور معنی حدیث کی یہہ ہین وہ لقمہ جو سحر کی وقت کہایا جاتا ہی
السحر هو الفارق بین صیامنا وصیام اهل الکتاب لان الله تعالی اباح لنا فی لیلة الصیام ما حرم علیهم
یہہ ہی فرق ہی ہماری روزی مین اور اہل کتاب کی روزہ مین کیونکہ اللہ تعالی نی ہماری لئی رمضان کی راتون مین مباح کر دیا ہی جو جو انپر حرام کر دیا تہا
فان بنی اسرائیل قبل تغیر دینهم وتبدل شریعتهم کانوا لیلة صیامهم اذا ناموا کان الطعام والشراب
کیونکہ بنی اسرائیل اپنی دین کی تغیر اور اپنی شریعت کی تبدل سی پہلی اگر روزون کی راتون مین سو جاتی تو انپر کہانا پینا
والجماع حراما علیهم کما کان الحکم کذلک فی ابتداء الاسلام ثم نسخ ذلک الحکم ورخص لنا فی هذه الاشیاء
جماع سب حرام ہو جاتا تہا چنانچہ ابتداء اسلام مین بہی یہہ ہی حکم تہا پہر یہہ حکم منسوخ ہوگیا اور جب تک صبح صادق نہو ان اشیا کی ہمکو اجازت ہوگئی
مالم یطلع الفجر وکان سبب ذلک امران احدهما ما روی عن عمر رض انه جامع امرأته بعد النوم ثم ندم علی
اور اسکا سبب دو چیز ہوئین ایک تو یہہ جو عمر رضی اللہ عنہ سی روایت ہی کہ انہون نی اپنی بی بی سی سونی کی بعد جماع کیا پہر اس حرکت سی نادم ہو کر
ما فعل واتی النبی علیه السلام واعتذر الیه فنزل قوله أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ وصارت
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئی اور عذر کیا پہر یہہ آیت نازل ہوئی حلال ہوا تمکو روزی کی رات مین بی پردہ ہونا اپنی عورتون سی اور اونکی لغزش
زلته رحمة فی حق جمیع الامة والثانی ما روی عن قیس بن حرمة انه صام ولم یجد وقت الافطار شیئا
تمام امت کی حق میں رحمت ہوگئی اور دوسری [illegible] روزہ رکہا پہر افطار کی وقت کچہہ ایسا نہ ملا جس سی روزہ افطار
یفطر به فذهبت امرأته فی طلب شیء فغلب علیه النوم فنام وجاءت امرأته بطعام بعد ما کان الطعام
کرہ پہر اونکی بی بی کچہہ کہانی کی تلاش مین گئی اس عرصہ مین انپر نیند کا غلبہ جو ہوا تو سو گئی اور اونکی بی بی کہانا اوسوقت لائی کہ
علیه حراما فانتبه بعد ما مضی وقت الاکل ولم یأکل شیئا فلما کان نصف النهار من الغد غشی علیه
اونپر حرام ہو چکا تہا پہر ایسی وقت جاگی کہ کہانی کا وقت گذر چکا تہا سو اسی طرح کچہہ نہ کہایا جب اگلی دن کا دوپہر ہوا تو اونکو غش آگیا
فقال له النبی علیه السلام ما لک فقص علیه القصة فنزل قوله تعالی وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ
نبی علیہ السلام نی پوچہا تیرا کیا حال ہی اونہون نی تمام قصہ بیان کیا پہر یہہ آیت اوتری اور کہاؤ اور پیؤ جبتک کہ صاف نظر آوی تمکو دہاری
الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ فانه تعالی لما احل لنا فی لیلة الصیام هذه الاشیاء بعد النوم رغب النبی
سفید جدی دہاری سیاہ سی فجر کی پس اللہ تعالی نی جب یہہ چیزین رمضان کی راتون مین سونی کی بعد حلال کر دین تو نبی علیہ السلام کو
فی اکل السحور قال تسحروا فان فی السحور برکة وبین انه فصل بین صیامنا وصیام اهل الکتاب وهذا
سحور کی کہانی مین رغبت ہوئی فرمایا سحر کہایا کرو کیونکہ سحور مین برکت ہی اور بیان کیا کہ ہماری روزہ مین اور اہل کتاب کی روزہ مین سحر کا فرق ہی اور اسی لئی
کان مستحبا ومن کان غیر محتاج الیه یستحب له ان یأکل شیئا یسیرا ولو تمرة او تینة او شربة
مستحب ہوگئی اور جسکو سحر کہانی کی حاجت نہو تو اوسکو بہی مستحب ہی کہ کچہہ تہوڑا سا کہا لیا کری اگرچہ ایک چہوارہ ہو یا ایک انجیر یا ایک گہونٹ پانی
عملا بسنة رسول الله صلی الله علیه وسلم واغتناما لبرکة السحور ویستحب تاخیره ایضا لما روی
تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل ہو اور سحور کی برکت غنیمت ہو اور تاخیر سحور کی مستحب ہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی
قال ثلث من اخلاق المرسلین تعجیل الافطار وتاخیر السحور والسواک فان قیل کیف یکون
فرمایا کہ تین امر مرسلین کی عادات مین سی ہین افطار مین تعجیل اور سحور مین تاخیر اور مسواک اگر کوئی کہی تاخیر سحور مرسلین کی
من اخلاق المرسلین وهو مخصوص باهل ملتنا فالجواب ان المراد به الاکلة الثانیة فانها کانت
عادات مین سی کیونکر ہو سکتی ہی حال یہہ ہی کہ سحور صرف اسی امت کی واسطی ہی تو جواب یہہ ہی کہ سحور سی مراد دوبارہ کہانا ہی کیونکہ یہہ اونکی حق مین

مجری السحور فی حقہم وفی حدیث اخر انہ علیہ السلام قال لا یزال امتی بخیر ما اخروا السحور وعجلوا
مقام سحور کی تہا اور ایک اور حدیث میں ہی کہ آپ نی فرمایا کہ میری امت ہمیشہ بھلائی پر رہیگی جبتک سحر مین تاخیر اور افطار مین
الفطر لکن ینبغی ان لا یؤخر علی وجہ یقع الشک فی طلوع الفجر فان من شک فی طلوع الفجر فالافضل لہ
جلدی کرتی رہینگی لیکن لائق یہہ ہی کہ اتنی تاخیر نکری کہ صبح صادق کی ہونی مین شک پیدا ہوجاوی کیونکہ جسکو صبح صادق مین شک ہو تو اوسکو یہی افضل ہی
ان یترک الاکل تحرزا عن الوقوع فی المحرم ولو اکل فصومہ تام لان الاصل بقاء اللیل ولا یخرج بالشک وروی
کہ نکہاوی ایسا نہو کہ حرام مین واقع ہوجاوی اور اگر اس حال مین کہا لیا تو روزہ پورا ہی اسوسطی کہ اصل تو رات کا باقی رہنا ہی شک سی خارج نہین ہوتا اور مروی ہی
عن ابی حنیفة انہ لو کان فی موضع یتبین لہ الفجر لا یلتفت الی الشک ولو کان فی موضع لا یتبین فیہ
اور ابو حنیفہ سی روایت ہی کہ سحر کہانیوالا اگر ایسی مقام مین ہی تو فجر منکشف ہوجاتی ہی تو شک کا کچہہ اعتبار نہین اور اگر ایسی مقام مین ہی جہان فجر ظاہر
الفجر او کانت اللیلة مقمرة او متغیمة او کان ببصرہ علة تکون مسیئا فی الاکل مع الشک لقولہ علیہ السلام
نہین ہوتی یا وہ رات چاندنی ہو یا کہٹا ہو یا سحر کہانیوالی کی آنکہ مین علت ہو تو اب حالت شک مین کہانا اچہا نہین واسطی ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
دع ما یریبک الی ما لا یریبک وان کان اکبر رأیہ انہ اکل والفجر طالع فالاحتیاط فیہ ان یقضی ذلک
چہوڑ دو اوسکو جسمین شک ہی طرف اوسکی جسمین تجہکو شک نہین اور اگر اسکی رای مین احتمال غالب یہہ ہو کہ کہانا کہاتی ہوئی صبح صادق ہوگئی تو احتیاط اسمین یہہ ہی
الیوم عملا بغالب الرای لان اکبر الرای کالیقین فیما یبنی علی الاحتیاط وعلی ظاہر الروایة لا قضاء علیہ
غالب احتمال پر عمل کرنی کو اسوسطی کہ احتمال غالب یقین کی مانند ہوتا ہی جہان احتیاط کرنی ہوتی ہی اور ظاہر روایت پر اوسپر قضا نہین ہی
لان الیقین لا یزول الا بمثلہ والاصل بقاء اللیل ولو ظہر ان الفجر قد کان طالعا یلزمہ القضاء
اسواسطی کہ یقین بدون یقین کی نہین جاتا اور اصل یہہ ہی کہ رات باقی ہو اور اگر یہہ معلوم ہوجاوی کہ فجر بیشک ہوگئی تہی تو اوسپر قضا لازم ہی
ولا کفارة علیہ لانہ بنی الامر علی الاصل الذی ہو بقاء اللیل ہذا کلہ حکم التسحر واما الافطار
اور کفارہ نہین ہی اسواسطی کہ بنا اوسنی اصل پر کی کہ رات باقی تہی یہہ سب احکام سحر کی تہی اور رہا افطار
فیستحب تعجیلہ قبل طلوع النجوم لما روی عن سہل بن سعد انہ علیہ السلام قال لا یزال الناس
سو اوسکی تعجیل مستحب ہی ایسا کہ ستاری نکلنی نہ پاوین اسواسطی کہ سہل بن سعد سی روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ہمیشہ خلقت
بخیر ما عجلوا الفطر یعنی ان الناس ما داموا یحفظون ہذہ الخصلة یکونون علی خیر واذا ترکوہا
بہلائی پر رہیگی جبتک افطار مین تعجیل کرینگی مراد یہہ ہی کہ خلقت جبتک اس طریقہ کو نگہ رکہینگی تو بہلائی پر رہینگی اور جب اسکو چہوڑینگی تو
ینقص خیرہم فان السنة ان یعجل الصائم الافطار قبل الصلوة اذا تحقق غروب الشمس لان اہل الکتاب
اونکی بہلائی مین نقصان آویگا کیونکہ طریق مسنون یہہ ہی کہ روزہ دار افطار مین جلدی کری نماز سی پہلی جبکہ آفتاب کا ڈوبنا معلوم ہوجکی اسوسطی کہ اہل کتاب
کانوا یؤخرون الافطار الی اشتباک النجوم ثم صار فی ملتنا شعارا لاہل البدعة وسمة لہم وندب
افطار مین اتنی دیر کیا کرتی تہی کہ ستاری خوب روشن ہوجاوین پہر یہہ ہی ہماری امت مین بدعتیون کی عادت ہوگئی اور طریق ٹہر گیا اور افطار مین تعجیل
تعجیلہ مخالفة لہم وقد روی عن ابی ہریرة انہ علیہ السلام قال قال اللہ تعالی احب عبادی الی اعجلہم
اونکی مخالفت کی لئی مستحب ہی اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی مجکو محبوب تر وہ بندی ہین جو افطار مین
فطرا فان من کان اکثر تعجیلا فی الافطار فہو احب الی اللہ تعالی لکونہ متمسکا بشریعة نبیہ ومعرضا
جلدی کرتی ہین سو جو شخص افطار مین جلدی کریگا وہ ہی اللہ تعالی کا زیادہ محبوب ہوگا کیونکہ اوسکی نبی کی شریعت کو خوب پکڑا اور شریعت کی مخالفت
عما یخالفہا مع انہ اذا افطر قبل الصلوة یؤدی الصلوة عن حضور القلب وطمانینة النفس فمن کان
بی توجہ کی اور نیز یہہ ہی کہ اگر نماز سی پہلی افطار کریگا تو پہر نماز خوب دلکی حضور اور طبیعت کی قرار سی ادا ہوگی پہر ایسا شخص

بهذه الصفة فهو احب الی الله تعالی ممن لم یکن کذلك وینبغی ان یفطر علی تمر او ما یقوم مقامه
یہ نسبت ایسی شخص کی جو ایسا نہو اور لایق ہی کہ چہوارے سی افطار کری یا جو شیرینی مین اوسکی قایم
اللہ تعالی کا محبوب کیونکر نہین ہوگا

فی الحلاوة کالتین والزبیب وان لم یجده فعلی ماء لما روی عن انس انه علیه السلام کان یفطر قبل
مقام ہو جیسی انجیر یا مویز اور اگر نہ میسر آوی تو پانی اسواسطی کہ انس سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نماز سی پہلی

الصلوٰة علی رطیبات وان لم یکن فتمیرات فان لم یکن حسا حسوات من الماء وقال علیه السلام اذا
تازہ چہوارے سی افطار کرتی اگر نہوتا تو خشک چہوارے اگر یہہ بہی نہوتا تو کئی گہونٹ پانی اور فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نی جب

افطر احدکم فلیفطر علی تمر فانه برکة فان لم یجد فلیفطر علی ماء فانه طهور ویدعوا عند الافطار
کوئی افطار کری تو تمر سی افطار کری کیونکہ یہہ برکت ہی اگر نہ پاوی تو پانی سی افطار کری کیونکہ نہایت پاک ہی اور افطار کی وقت

باهم مهماته فانه من مظان الاجابة کما جاء فی الحدیث ان للصائم عند افطاره دعوة مستجابة
اپنی بڑی سی بڑی مطلب کی دعا مانگی کیونکہ اوسوقت ظن قبولیت کا ہی چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ روزہ دار کی لئی افطار کی وقت دعا مقبول ہی

وروی عن ابن عباس انه علیه السلام کان اذا افطر قال اللهم لك صمت وبك امنت وعلی رزقك
اور عبد اللہ بن عباس سی روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم افطار کرتی ہوئی یہہ فرماتی اللهم لك صمت الی آخر الٰہی تیری واسطی مین نی روزہ رکہا اور تیری اوپر ایمان لایا

افطرت ووقت الافطار ما روی عن عمر بن الخطاب انه علیه السلام قال اذا اقبل اللیل من ههنا
مین نی روزہ کہولا اور وقت افطار کا وہ ہی وقت ہی جو عمر بن الخطاب کی روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جب یہاں سی رات سامنی آوی

وادبر النهار من ههنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم فانه علیه السلام اتی باسم الاشارة ههنا فی
اور یہاں سی دن چلا جاوی اور آفتاب ڈوب جاوی تو روزہ دار نی افطار کری اس حدیث مین دونو جگہہ لفظ ہہنا اسم اشارہ کا بیان فرمایا ہی

الموضعین واشار بالاول الی جانب المشرق لان ظلمة اللیل تظهر اولا من ذلك الجانب واللیل عبارة
اول مقام مین اشارہ مشرق کی طرف ہی سواسطی کہ رات کی تاریکی پہلی اوسہی طرف سی ظاہر ہوتی ہی اور رات اوس ہی

عن ظهور ظلمة اللیل من جانب المشرق واشار بالثانی الی جانب المغرب لان ضوء النهار الحاصل
تاریکی کا نام ہی جو مشرق کی طرف سی پیدا ہوتی ہی اور دوسری مقام مین مغرب کی طرف اشارہ فرمایا اسلئی کہ دن کی روشنی جو

من الشمس یذهب الی ذلك الجانب والنهار عبارة عن بقاء الشمس واذا غربت یذهب النهار وعلی
آفتاب سی ہوتی ہی اوسہی طرف کو جاتی ہی اور آفتاب کی باقی رہنی کو دن کہتی ہین جب آفتاب ڈوب جاتا ہی تو دن جاتا رہتا ہی

هذا یکون غروب الشمس معلوما من قوله وادبر النهار لان الادبار بمعنی الذهاب ولا حاجة الی قوله
اس حال کی موافق آفتاب کا چہپ جانا تو لفظ ادبر النهار سی معلوم ہوچکا تہا اسواسطی کہ ادبار چلی جانی کو کہتی ہین اب اس لفظ کی

وغربت الشمس لکن اتی به لبیان کمال الغروب حتی لا یظن ان بغروب بعض الشمس یجوز الافطار
وغربت الشمس کیا حاجت تہی لیکن پہر بہی یہہ لفظ واسطی بیان کمال غروب کی فرمایا کوئی یہہ خیال نکری کہ آفتاب کی آدہی تہائی ڈوبنی پر بہی افطار جایز ہی

والمعنی ان غروب الشمس اذا تم وکمل فقد دخل الصائم فی وقت الافطار فیجوز له الافطار بل یستحب
مراد یہہ ہی کہ آفتاب کا غروب جب خوب پورا ہوچکی تو روزہ دار کو وقت افطار کا آگیا پہر اوسکو افطار جایز ہی بلکہ تعجیل مستحب ہی

تعجیله لکن فی یوم الغیم لا یستحب تعجیله ولا یفطر حتی یغلب علی ظنه غروب الشمس وان اذن
لیکن ابر کی دن تعجیل مستحب نہین ہی اور افطار ہرگز نہ کری جبتک کہ اسکی گمان غالب مین آفتاب غروب نہولی اگرچہ مغرب کی

للمغرب وان شك فی غروب الشمس لا یحل له الافطار لان الاصل بقاء النهار ولو افطر فعلیه القضاء
اذان ہوچکی اور اگر آفتاب کی غروب مین شک ہو تو افطار حلال نہین ہی اسواسطی کہ اصل دن کا باقی رہنا ہی اور اگر افطار کریگا تو اوسپر قضا ہی

کاتبہ

لاسیما اذا افطر واکبر رایه انه افطر قبل الغروب یجب علیه القضاء عملا بالاصل الذی هو بقاء
خاص ایسی وقت کہ افطار کری اور اوسکی رای مین احتمال غالب ہو کہ غروب سی پہلی افطار کیا تو اوسپر قضا واجب ہی تا کہ اصل پہ ہو جاوی کہ وہ دن کا
النهار بخلاف ما تقدم فی اکل السحور لان الاصل فیه بقاء اللیل ولو تبین ان الشمس لم تغرب ینبغی ان
باقی رہنا ہی بخلاف گذشتہ کی جو سحور کی حال مین گذرا کیونکہ وہان اصل رات کا باقی رہنا ہی اور اگر ظاہر ہو جاوی کہ آفتاب نہین چھپا تو لایق ہی کہ
یجب الکفارة نظرا الی الاصل الذی هو بقاء النهار وکل من افطر خطأ او بنی علی ظن یفسد صومه
بلحاظ اوس اصل کی جو دنکا باقی رہنا ہی کفارہ واجب ہو وی اور جسنی روزہ چوک کر یا گمان سی افطار کیا تو روزہ فاسد ہو جاتا ہی
ویلزمه امساك بقیة یومه ویجب علیه القضاء ولا یجب علیه الکفارة ولا یاثم اما فساد صومه
اور باقی دن ہر امساک لازم ہوتا ہی اور قضا اوسپر واجب ہی اور اوسپر کفارہ نہین آتا اور نہ گنہگار ہوتا ہی روزہ تو اسلئی فاسد
فلانتفاء رکنه بغلط یمکن الاحتراز عنه واما لزوم امساك بقیة یومه فلقضاء حق الوقت بالقدر
کہ غلطی سی اوسکا رکن فوت ہوا جس سی احتراز ہو سکتا تہا اور امساک باقی دن کا اسلئی لازم ہی کہ وقت کا حق جتنا ہو سکی ادا کرنا چاہیی
الممکن ولنفی التهمة عن نفسه لانه اذا اکل ولا عذر به یصیر متهما عند الناس بالفسق والتحرز
اور تا کہ ذمہ پر تہمت نہ رہی اسلئی کہ اگر بلا عذر کہاوی پیویگا تو خلقت کی نزدیک فسق کی تہمت لگی گی اور تہمت کی جگہ سی
عن مواضع التهم واجب لقوله علیه السلام من کان یؤمن بالله والیوم الاخر فلا یقفن مواقف التهم
بچنی رہنا واجب ہی واسطی ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو شخص اللہ پر اور قیامت کی دن پر ایمان لایا ہو تو تہمت کی جگہ ہرگز نہ کہڑا ہو
واما وجوب القضاء فلانه حق مضمون بالمثل شرعا فاذا فات یجب قضاؤه واما عدم وجوب الکفارة
اور قضا اسواسطی واجب ہی کہ روزہ ایک حق ہی شرع مین اوسکا بدلہ لیا چاہیی اگر وہ فوت ہوا تو قضا واجب ہی اور کفارہ اسواسطی واجب نہین ہی
فلکون الجنایة قاصرة غیر کاملة لعدم القصد واذا لم یوجد القصد ینتفی الاثم ایضا لما روی عن
کہ خطا کسر ہی پوری نہین کیونکہ بلا قصد صادر ہو گئی ہی اور جب قصد نہین ہوتا تو گناہ بہی نہین ہوتا اسواسطی کہ روایت ہی
عمر انه کان جالسا مع اصحابه فی رحبة مسجد الکوفة عند غروب الشمس فی رمضان فاتی بکاس
عمر سی کہ وہ اپنی یارون کی ہمراہ مسجد کوفہ کی صحن مین رمضان مین شام کی وقت بیٹہی تہی سو کوئی شخص
من اللبن فشرب هو واصحابه فامر المؤذن ان یؤذن فلما صعد المؤذن المئذنة رای الشمس فقال
پیالہ دودہ کا لایا پہر عمر نی اور اونکی اصحاب نی پیا پہر مؤذن کو اذان کا حکم دیا جب مؤذن مئذنہ پر چڑہا تو دیکہتا کیا ہی کہ آفتاب موجود ہی بولا
الشمس یا امیر المؤمنین فقال له عمر بعثناك داعیا لا راعیا ما تجانفنا لاثم نقضی یوما مکان
یا امیر المؤمنین آفتاب ہی عمر نی جواب دیا تجہکو اذان پڑہنی کو بہیجا ہی یا آفتاب دیکہنی کو ہمنی گناہ کی طرف رغبت نہین کی ایکدن اسکی بدلی
فقضاء یوم علینا یسیر فان هذا الحدیث یدل علی لزوم القضاء وعدم لزوم الکفارة والاثم
قضا کر دینگی ہمپر ایکدن کی قضا آسان ہی بیشک اس حدیث سی معلوم ہوتا ہی کہ قضا لازم ہی کفارہ اور گناہ کچہ نہین ہی
لان قوله ما تجانفنا لاثم معناه لم نمل الی الاثم وما تعمدنا فی ذلك ارتکاب المعصیة وکذا کل من
اسواسطی کہ اونکا قول ما تجانفنا لاثم اسکی معنی یہہ ہین کہ ہمنی گناہ کی رغبت نہین کی اور ہمنی اس افطار مین عزم معصیت کا نہین کیا اور ایسی ہی جو شخص
کان اهلا للصوم فی اثناء النهار ولم یکن فی اوله کذلك یلزم امساك بقیة یومه کما اذا اسلم الکافر
آخر روز مین روزہ کا اہل ہو اور اول روز مین روزہ کا اہل نہو تو اوسکو امساک باقی دن کا لازم ہی جیسی کہ آخر روز مین کافر مسلمان
وبلغ الصبی وافاق المجنون وقدم المسافر وبرئ المریض وطهرت الحائض والنفساء فان کل واحد منهم
یا بچہ بالغ یا دیوانہ ہوشیار یا مسافر مقیم یا بیمار چنگا یا حیض نفاس والی عورت پاک ہو جاوی تو ہر ایک کو اونمین سی

يلزمه امساك بقية يومه تشبها بالصائمين والاصل في هذا ان من كان في اثناء النهار على صفة
باقی روز کا امساک روزہ داروں کی طرح لازم ہی اور قاعدہ اسمیں یہ ہی کہ جو شخص درمیانہ روز ایسے حال پر ہو

لو كان عليها في اوله يلزمه الصوم فعليه الامساك ومن لم يكن كذلك لا يجب عليه الامساك
کہ اگر روز میں ویسا ہوتا تو اوسپر روزہ واجب ہوتا تو ایسی شخص پر امساک لازم ہی اور جو ایسا نہو تو اوسپر امساک واجب نہیں ہی

كمن كان مريضا او مسافرا او حائضا او نفساء فان الامساك لا يجب عليهم لتحقق المانع عنه وهو قيام
جیسی کوئی بیمار ہو یا مسافر ہو یا عورت حیض یا نفاس والی ہو ان لوگوں پر امساک واجب نہیں ہی اسواسطی کہ روزہ کا مانع موجود ہی یعنی

هذه الاعذار فيهم فانها كما تمنع عن الصوم تمنع عن التشبه اما في الحائض والنفساء فلان الصوم عليهما
اونمیں یہہ عذرات باقی ہیں ان لوگوں پر جیسی روزہ نہیں ہی ایسا ہی روزہ داروں کی مشابہت بھی نہیں حائضہ اور نفاس والی عورت کو تو اسلئی کہ انپر روزہ

حرام والتشبه بالحرام حرام واما المريض والمسافر فلان الرخصة في حقهما باعتبار الحرج ولو الزمناهما
حرام ہی اور حرام کی ساتھ مشابہت بھی حرام ہی اور مریض اور مسافر کو اسلئی کہ انکی حقمیں باعتبار حرج کی اجازت ہی اور اگر ان پر مشابہت کو لازم کریں

التشبه عاد الحرج ثم الحائض تاكل سرا لا جهرا وكذا اكل من ابيح له الافطار ياكل سرا لا جهرا الا ان يكون
تو وہی حرج کا حرج موجود ہی پھر حائضہ عورت پوشیدہ کہاوی ظاہر نکہاوی اور ایسی ہی جس جس کو افطار کرنا مباح ہی پوشیدہ کہاوی ظاہر نکہاوی ہان جسکا

العذر ظاهرا كالمرض والسفر والنفاس لانه اذا اكل ولم يكن العذر ظاهرا يصير عند الناس متهما بالفسق
عذر ظاہر معلوم ہو وہ ظاہر کہاوی جیسی بیماری اور سفر اور نفاس اسواسطی کہ اگر یہہ کہاویگا اور عذر ظاہر نہیں ہوگا تو خلقت کی نزدیک فسق کی تہمت

الذي هو اكل رمضان والاحتراز عن مواضع التهم واجب كما مر ثم ينبغي ان يعلم ان المريض نوعان نوع
لگی کی یعنی رمضان میں دن کو کہاتا ہی اور تہمت کی جگہ سی احتراز کرنا واجب ہی چنانچہ گزر چکا پھر جاننی کی بات ہی کہ بیمار دو طرح کا ہوتا ہی ایک تو ایسا

لا يضره الصوم بل ينفعه ونوع يضره الصوم وهذا هو الذي يبيح الافطار لان الرخصة لا تتعلق بنفس
جسکو روزہ ضرر نہیں کرتا بلکہ فائدہ کرتا ہی اور ایک ایسا کہ روزہ ضرر کرتا ہی ایسی بیمار کو روزہ افطار کرنا مباح ہی اسواسطی کہ اجازت افطار کی مطلق نفس

المرض بل بوجود المشقة فلابد من معرفته وطريق معرفته قد يكون باجتهاد المريض بان يعلم بنفسه
مرض سی نہیں ہی بلکہ مشقت کا ہونا چاہی اب مشقت کو سمجھنا چاہئی اور طریقہ اوسکی پہچان کا بعضی دفعہ بیمار کی سمجھ پر ہی کہ وہ اپنی آپ تجربہ سی

بالتجربة انه ان صام يزداد المه ووجعه بالصوم وقد يكون باخبار طبيب حاذق مسلم عدل
جان لی کہ اگر میں روزہ رکہونگا تو روزہ رکھنی سی بیمار کہہ اور مرض بڑہ جاویگا اور بعضی دفعہ طبیب کی کہنی پر موقوف ہی لیکن طبیب دانا مسلمان عادل ہو

لا فاسق لان خبر الفاسق في الديانات مردود غير مقبول بخلاف السفر فان الرخصة يتعلق بنفسه
فاسق نہو اسواسطی کہ فاسق کی خبر دیانات میں مقبول نہیں ہی مردود ہی بخلاف سفر کی کیونکہ سفر میں اجازت صرف سفر ہی سی متعلق ہی

لانه لا يخلو عن المشقة فاقيم مقامها وادير الحكم عليه المجلس الثلثون في بيان غائلة من افطر
کیونکہ سفر مشقت سی کبھی خالی نہیں ہوتا سو سفر کو قایم مقام مشقت کی ٹہراکر حکم لگادیا تیسویں مجلس سزا کی بیان میں اوس شخص کی جو ایک دن رمضان کی

يوما من رمضان فيما يجب فيه الكفارة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من افطر
روزہ توڑ دی جسمیں کفارہ واجب ہوتا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جسنی رمضان کا ایک روزہ

يوما من رمضان من غير رخصة ولا مرض لم يقض عنه صوم الدهر كله هذا الحديث من حسان
بی اجازت شرعی اور بدون بیماری کی توڑ ڈالا تو اوسکا عوض تمام عمر کی روزی نہیں ہو سکتی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں

المصابيح رواه ابو هريرة وهو وارد على طريق الانذار والتخويف بما يلحقه من الاثم ويفوته من الاجر
ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اور یہہ حدیث بر سبیل ڈرانی اور خوف دلانی کی وارد ہوئی ہی کہ روزہ توڑنی میں کتنا گناہ ہی اور کتنا ثواب جاتا ہی

فانه لا يجد فضيلة الصوم المفروض بصوم الدهر كله نافلة وليس معناه انه لو صام الدهر كله بنية قضاء
کیونکہ فضیلت فرض روزہ کی ساری عمر کی نفل روزوں سے نہیں حاصل ہوتی اور یہہ مراد نہیں ہی کہ اگر تمام عمر رمضان کی ایک روزہ کی بدلہ

يوم من رمضان لا يسقط قضاء ذلك فان الاجماع على انه يجزيه قضاء يوم مكانه اما مع الكفارة
قضاء کی نیت سے روزے رکہا کری تو اوسکی ذمہ سے قضاء اوسدن کی ساقط نہیں ہوتی کیونکہ سبکا اتفاق ہوچکا ہی کہ اوسکی بدلہ ایک دن کی قضا کافی ہی یا تو مع

ان كان افطاره بما يوجب الكفارة بما هو غذاء او دواء وبغير الكفارة ان كان افطاره بما لا يوجب الكفارة
کفارہ کی اگر روزہ افطار ایسی چیز سے کیا جسمین کفارہ واجب ہوتا ہی جیسی غذا اور دوا یا بغیر کفارہ کی اگر ایسی چیز سے افطار کیا جسمین کفارہ واجب نہیں ہوتا

مما ليس غذاء ولا دواء من المفسدات للصوم فعلى هذا فالدخان الذى ظهر فى هذا الزمان من قبل الكفرة
جیسی نہ غذا ہو اور نہ دوا روزہ فاسد کرنیوالی چیزونمین سی اس بیان پر دہوان یعنی حقہ جو اس زمانہ مین کفار کی طرف سی

العدوة لاهل الايمان وابتلى به كافة الانام من الخواص والعوام هل يفسد الصوم ام لا فالجواب فيه ان قول
جو اہل ایمان کی دشمن ہین پیدا ہوا ہی اور اسمین تمام خلقت خاص وعام مبتلا ہو رہی ہین آیا روزہ فاسد کرتا ہی یا نہین سو اسکا جواب یہہ ہی کہ

الفقهاء فى عامة الكتب وان كان نصا على ان مطلق الدخان اذا دخل الحلق لا يفسد الصوم لكنهم قالوا فى تعليله
فقہا کا صریح قول عام کتابون مین اگرچہ یہہ ہی کہ مطلق دہوان اگر حلق مین داخل ہوجاوی تو روزہ نہین ٹوٹتا لیکن اوسکی علت یہہ بیان کی ہی

لانه لا يمكن الاحتراز عنه فان الصائم لا يجد بدا من فتح فمه عند التكلم فيدخل الدخان حلقه والقياس
کہ روزہ اوسطی فاسد نہیں ہوتا کہ دہوئین سی بچاؤ نہیں ہوسکتا کیونکہ روزہ دار کو اسکا کیا علاج کہ بات کرنی مین منہ کہولی اور دہوان حلق مین چلا جاوی اور قیاس

ان يفسد صومه لوصول المفطر الى جوفه بفعله وكونه مما لا يتغذى لا ينافى الفساد كالتراب والحصاة وهذا
مین یہہ آتا ہی کہ روزہ جاتا رہی اسوسطی کہ مفطر پیٹ مین اوسکی اختیار سی گیا اور غذا نہونا فساد کی منافی نہین ہی جیسی مٹی اور کنکری سی روزہ فاسد ہوجاتا ہی اور یہہ

التعليل يقتضى ان يكون ذلك الدخان مفسد الصوم لانه يصل الى جوفه بفعله ويدل عليه ما قال قاضيخان
تعلیل چاہتی ہی کہ حقہ کا دہوان روزہ توڑ نیوالا ہو کیونکہ یہہ دہوان اختیار سی پیٹ مین جاتا ہی اور قول قاضی خان کا فتاوی مین اسی پر دلالت کرتا ہی

فى فتاواه وان صب الماء فى اذنه اختلفوا فيه والصحيح انه هو الفساد لانه وصل الى جوفه بفعله فانظر
اور اگر اوسکی کان مین پانی ڈالین تو اسمین اختلاف ہی صحیح یہہ ہی کہ روزہ جاتا رہتا ہی اسواسطی کہ اوسکی اختیار سی اندر جاتا ہی اب دیکہو تو

كيف اعتبر الوصول الى جوفه بفعله فى فساد صومه فانه لو اغتسل فدخل الماء فى اذنه لا يفسد صومه فعلم
اختیار سی اندر جانی کا روزہ ٹوٹنی مین کیسی اعتبار کیا ہی کیونکہ اگر نہاتی ہوئی پانی کان مین چلا جاوی تو روزہ نہین ٹوٹتا اس سی معلوم ہوا

من هذا ان لفعله دخلا فى فساد صومه بل لو نظر الى ما ادعاه مستعملوه من انه دواء يلزم ان يجب الكفارة
کہ روزہ ٹوٹنی مین اختیار کو دخل ہی بلکہ اگر حقہ نوشونکی دعوی کو خیال کرو کہ حقہ دوا ہی تو لازم آتا ہی کہ کفارہ بہی واجب ہو

لان الاصل فى وجوبها وصول الغذاء او الدواء الى الجوف من المسلك المعتاد فى نهار رمضان على وجه التعمد
اسواسطی کہ قاعدہ کفارہ واجب ہونیکا یہہ ہی کہ غذا یا دوا اندر کیطرف عادت کی راہ سی رمضان مین دن کو قصدًا داخل ہو

وهذا المعنى على تقدير صدق دعواهم يكون موجودا فيه ثم انه فى غير حال الصوم حل استعماله ام لا قد كثر
اور یہہ امر اگر اونکا دعوی سچا ہی تو حقہ مین موجود ہی پہر یہہ بات کہ حقہ خالی دنون مین بے روزہ آیا پینا حلال ہی یا نہین تو

فيه الاقاويل والحق الذى عليه التعويل ان الفعل الاختيارى الصادر عن المكلف ان لم يترتب عليه فائدة
اسمین بہت گفتگو ہی اور حق بات جسپر اعتماد ہی یہہ ہی کہ اختیاری کام جو مکلف کی قصد سی صادر ہو تو اگر اوسمین کوئی فائدہ دین کا

دينية او دنيوية فهو دائر بين العبث واللعب واللهو ولم يفرق بين هذه الثلثة فى كتب اللغة ولا بد من الفرق
یا دنیا کا نہو تو وہ کام یا عبث یا لعب اور لہو ہوتا ہی اور لغت کی کتابون کی اندر انمین کچہہ فرق نہین لکہا اور فرق ضرور چاہئی

فائدہ

فائدہ

لعطف بعضها على بعض في القرآن وهو على ما ذكره بعض الفحول وكان حقيقا بالقبول ان العبث الفعل الذي
اسواسطی کہ قرآن میں ایک کو ایک پر عطف کیا ہے اور وہ فرق موافق بیان بعضی علماء کی جو لائق قبول کرنے کی ہے یہہ ہے کہ عبث وہ کام ہوتا ہے
ليس فيه لذة ولا فائدة واما الذي فيه لذة بلا فائدة فهو لعب ومثله اللهو الا ان فيه زيادة حظ النفس
جسمیں نہ کچھ لذت اور نہ کوئی فائدہ اور جس کام میں لذت ہو پر بیفائدہ وہ لعب ہوتا ہے اور ایسی ہی لہو ہے پر لہو میں حظ نفس زیادہ ہوتا ہے
بحيث يشتغل به عما يهمها والكل حرام لانها لم تذكر في القرآن الا على طريق الذم فلما علم حرمة اللعب واللهو
اسقدر کہ اوسکی شغل میں اوسکی ضرورت کو بھول جاتا ہے اور یہہ سب حرام ہیں اسواسطی کہ قرآن میں جہاں انکا ذکر ہے سو ہجو کی طور پر ہے جب لعب اور لہو
والعبث علم حرمة استعمال تلك الدخان لدخوله اما في اللعب او اللهو او في العبث بل هو بالعبث انسب
و عبث کی حرمت معلوم ہوئی تو حرمت حقہ پینی کی بھی معلوم ہوئی کیونکہ حقہ یا تو لعب ہوگا یا لہو ہوگا یا عبث ہوگا بلکہ حقہ کو عبث سی زیادہ مناسبت ہے
لخلوه عن اللذة التي في اللعب واللهو اللهم الا ان يستلذه نفوس بعض المستعملين له بتسويل شيطاني فيدخل
کیونکہ لذت سی خالی ہے جو لعب اور لہو میں معتبر ہے ہان شاید بعضی حقہ نوشوں کو شیطانی آراستگی سی لذت حاصل ہوگی سو وہ اب
في اللعب او اللهو لكن لا يكون فيه شيء من الفائدة اصلا لا من الفائدة الدينية وهو ظاهر ولا من الفائدة
لعب اور لہو میں داخل ہوگا لیکن حقہ میں کوئی فائدہ ہرگز نہیں ہے نہ تو دین کا یہہ تو ظاہر ہے اور نہ کوئی فائدہ
الدنيوية لانه لا يصلح لشيء من الغذاء او الدواء اصلا بل هو مضر لاطباق الاطباء على ان مطلق الدخان
دنیا کا کیونکہ اسمیں ہرگز اشکال غذا کا ہے نہ دوا کا بلکہ وہ ضرر رساں ہے کیونکہ تمام طبیب اسپر متفق ہیں کہ مطلق دہوان
مضر قال ابن سينا لولا الدخان والقتام لعاش ابن آدم الف عام وقال جالينوس اجتنبوا ثلثة وعليكم باربعة
ضرر کرتا ہے شیخ ابن سینا کہتا ہے اگر دہوان اور غبار نہ ہوتا تو ابن آدم ہزار برس جیا کرتا اور جالینوس کہتا ہے تین چیزوں سے بچنا چاہیے اور چار چیز کا استعمال چاہیے
ولا حاجة لكم الى الطبيب اجتنبوا الدخان والغبار والنتن وعليكم بالدسم والحلوى والطيب والحمام
پھر طبیب کی کچھ حاجت نہیں بچتے رہو دہوئیں اور غبار اور بدبوی اور استعمال کیا کرو چکنائی اور مٹھائی اور خوشبو اور حمام
وذكر في القانون ان جميع اصناف الدخان تجفف بجوهره الارضي وفيه نارية يسيرة قال بعض الفضلاء
اور قانون میں مذکور ہے کہ دہوئیں کی تمام قسمیں باعتبار اپنی جوہر ارضی کی مجفف ہیں اور اسمیں کچھ ناریت ہوتی ہے بعضی فاضل کہتی ہیں
فاذا كان مجففا يكون مجففا للرطوبات البدنية فيؤدي الى حصول امراض كثيرة فلا يجوز استعماله لوجوب
جب دہوان مجفف ہوا تو بدن کی رطوبت کو خشک کریگا پھر اس سی بہت سی بیماریاں پیدا ہونگی تو اسکا برتنا جایز نہیں ہے اسواسطی کہ
صيانة النفس عن لحوق الضرر وقد ذكر في نصاب الاحتساب ان استعمال المضر حرام فان قيل بعض الاطباء
ضرر سی جان کا بچانا واجب ہے اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہے کہ مضر کا استعمال کرنا حرام ہے اگر کوئی اعتراض کری کہ بعضی دفعہ
قد يعالجون بعض الامراض ببعض اصناف الدخان ويشاهد نفعه فكيف يصح المنع عن استعمال جميع اصنافه
طبیب بعضی بیماریوں کا علاج بعضی قسم کی دہوئیں سی کرتی ہیں پھر اوسکا فائدہ ظاہر معلوم ہوتا ہے تمام قسم کی دہوئوں سی ممانعت کرنی کیونکر صحیح ہے
فالجواب انهم يعالجون به لحظة يسيرة لا على الدوام حتى يحصل ما ذكر من التجفيف فان قيل ما ذكر من التجفيف
تو جواب یہہ ہے کہ طبیب دہوئیں سی تھوڑی دیر کی واسطی علاج کرتی ہیں ہمیشہ کی واسطی نہیں کرتی تاکہ خشکی پیدا ہو پھر اگر کوئی یہہ اعتراض کری کہ خشکی جو
لا يضر في البلغمي لكثرة رطوباته وانتفاعه بتجفيفها فما وجه المنع فالجواب ان حد الانتفاع به مجهول فلا بد
کسی کو بلغمی مزاج کو ضرر نہیں کرتی کیونکہ بلغمی میں رطوبت بہت ہوتی ہیں اور خشکی سی بلغمی کو فائدہ ہوتا ہے پھر ممانعت کیونکر ہے تو جواب یہہ ہے کہ دہوئیں سی فائدہ لینی کی حد معلوم
في معرفة ذلك من طبيب حاذق عارف بالامزجة والقدر الذي ينتفع به والا فالاقدام عليه غير جائز
نہیں ہے سو اسکے دریافت کرنے کو حاذق طبیب چاہیے کہ مزاجوں سی واقف ہو اور اوس مقدار کو جسمیں نفع ہوتا ہو اور نہیں تو عمل کرنا ہرگز جایز نہیں ہے

اصلا

اصلا لوقوع التردد بين السلامة وعدمها فان العدول ممن كانوا استعملوه قد اختلفوا فيه فمنهم
اور اسکی کہ سلامتی اور عدم سلامتی میں شک ہی کیونکہ منصف عادل حقہ نوشوں کو اسمین اختلاف ہی بعضی اونمین سی

من يقول بضرره ومنهم من يقول بعدم ضرره ومنهم من يشك فيه لكن الفريق الاغلب الذي جانب الحق
ضرر کی قائل ہیں اور بعضی کہتی ہین ضرر نہیں ہی اور بعضوں کو ضرر میں شک ہی لیکن اکثر اشخاص کہ حق بات اونکی طرف

اليه اقرب يقول انه في ابتدائه يجد قوة في الجسم وحدة في البصر وهضما في الطعام ونشاطا في الاعضاء
قریب تر معلوم ہوتی ہی یہہ کہتی ہین کہ حقہ پہلی تو جسم مین قوت پیدا کرتا ہی اور نگاہ مین تیزی اور کہانی کا ہضم اور اعضا مین سرور

فاذا حصلت المداومة يورث غشاوة في البصر وثقلا في الاعضاء وامساكا في الهاضمة وضعفا في البدن
پہر جب مداومت ہوجاتی ہی تو بینائی پہ پردہ کرتا ہی اور اعضا مین گرانی اور ہضم مین امساک اور بدن مین سستی

وذلك لانه كما قال الاطباء مجفف مع نوع حرارة فيفعل في ابتدائه ما ذكره اولا وفي انتهائه ما ذكره ثانيا على انه
اور یہہ اسلئی کہ جیسا طبیب کہتی ہین کہ دہوان خشکی کرتا ہی کچہ حرارت سی سو ابتدا مین وہ ہی اثر کرتا ہی جو پہلی بیان کیا اور آخر کو وہ کرتا ہی جو پہر بیان کیا علاوہ

لو تحقق نفعه فبعد النفع يمنع من استعماله لانه حينئذ يكون دواء ولا يجوز استعمال الدواء بعد زوال المرض لانه اذا
کہ اگر فائدہ ثابت بہی ہو تو بعد فائدہ کی استعمال کی ممانعت اسلئی ہی کہ حقہ اب دوا ہوا اور دوا کا استعمال بیماری جاتی کی بعد جائز نہین ہی کیونکہ دوا

لم يجد مرضا يزيله يأخذ من البدن فيؤدي الى الضرر وما يؤدي الى الضرر يمنع من استعماله وان كان فيه
اگر بیماری کو نہین پاتی کہ جسکو دفع کری تو پہر بدن مین اثر کرتی ہی پہر اوس سی ضرر ہوتا ہی اور جس چیز مین ضرر ہوتا ہو اوسکا استعمال کرنا منع ہی اگرچہ اوسمین

نفع الا ترى ان الخمر المحرمة بالنص قد اخبر القرآن بنفعها كما قال الله تعالى يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ
فائدہ بہی ہو کیا معلوم نہین کہ شراب جو صریح آیت سی حرام ہی قرآن مین اوسکی فائدہ کی خبر مذکور ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی تجہسی پوچہتی ہین حکم شراب اور جوئی کا

قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ لكن جانب النفع اذا قابله جانب الضرر يحمي جانب الضرر حتى قال الفقهاء
تو کہہ اسمین گناہ بڑا ہی اور فائدی بہی ہین لوگون کو لیکن نفع کی جانب سی اگر ضرر کی جانب مقابل ہوجاتی ہی تو ضرر کی جانب ملحوظ ہوتی ہی یہان تک فقہا کہتی ہین

لو كان في شيء وجوه شتى توجب الحل والجواز ووجه واحد يوجب الحرمة وعدم الجواز يرجح جانب الحرمة
اگر ایک چیز مین کئی وجوہ ہون جس سی حلت اور جواز لازم آتا ہو اور ایک جہ ایسی ہو جس سی حرمت اور عدم جواز لازم آتا ہو تو اس واسطی احتیاط کی

احتياطا فان قيل ان المستعملين له يدعون انهم يجدون عقيب استعماله خفة في البدن فكيف يصح القول
حرمت کی جانب کو غالب کہینگی اگر کوئی اعتراض کری کہ حقہ نوش دعوی کرتی ہین کہ حقہ پینی کی بعد بدن مین خفت پیدا ہوتی ہی پہر کیونکر کہتی ہو

بعدم النفع فيه فالجواب على ما ذكره بعض المتناولين لتجربة نفعه وضرره ان المستعملين له يحصل لهم
کہ اسمین فائدہ نہین ہی پس جواب موافق بیان بعضی حقہ نوشون کی جنہون نی اوسکی نفع ضرر کا تجربہ کیا ہی یہہ ہی کہ حقہ نوشونکو حقہ پیتی ہوئی

حال استعماله الم شديد فعند فراغهم عنه ينجون من ذلك الالم ويحصل لهم راحة فيظن هؤلاء المساكين
ایک سخت الم ہوتا ہی جب وہ پی چکتی ہین تو تب اوس الم سی نجات ہوتی ہی اور ایک طرح کی راحت ملتی ہی سو یہہ بیچاری یہہ جانتی ہین

ان تلك الراحة حصلت من استعماله ولا يدرون انها انما حصلت من خلاصهم عن استعماله ثم ان
کہ یہہ راحت حقہ پینی سی حاصل ہوئی ہی یہہ نہین سمجہتی کہ یہہ راحت حقہ موقوف کرنی سی ہوئی ہی پہر

لنا في معرفة حرمة الاشياء واباحتها وجها حسنا يرجع الى الاصول وهو ان الحق في الاشياء قبل البعثة
ہماری پاس واسطی دریافت اشیا کی حرمت اور اباحت کی ایک خوب وجہ ہی اصول سی متعلق ہی وہ یہہ ہی کہ حق یوں ہی کہ بعثت سی پہلی

ان لا يكون فيها حكم وبعد البعثة اختلف العلماء فيها على ثلثة اقوال الاول انها متصفة بالحرمة الا
اشیا مین کوئی حکم حلت اور حرمت کا نہین تہا اور بعثت کی بعد علما کی تین قول اختلافی ہین اول یہہ کہ تمام اشیاء حرام مگر

ما دل دليل الشرع على اباحته والثاني انها متصفة بالاباحة الا ما دل دليل الشرع على حرمته والثالث
جسکو دلیل شرعی نے مباح کر دیا اور دوسرا قول تمام اشیاء مباح مگر جسکو دلیل شرعی نے حرام کر دیا اور تیسرا قول

وهو الصحيح ان يكون فيها التفصيل وهو ان المضار متصفة بالحرمة بمعنى ان الاصل فيها الحرمة وان المنافع
جو صحیح ہے کہ اشیاء میں تفصیل ہے کہ تمام اشیاء ضرر رساں تو حرام یعنی اصل اونمیں حرمت ہے اور اشیاء نفع مند

متصفة بالاباحة لقوله تعالى هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فانه تعالى ذكره في معرض الامتنان
مباح ہیں واسطے اس آیت کی وہی ہے جسنے بنایا تمہاری واسطے جو کچھ زمین میں ہے سب کیونکہ اللہ تعالی نے یہہ آیت منت دہی کی جگہ پر نازل فرمائی ہے

ولا يكون الامتنان الا بالمنافع المباحة فكانه قيل هو الذي خلق لاجل نفعكم جميع ما في الارض من المنافع لتنتفعوا
اور منت دہی بدون منفعت مباح کی نہیں ہوسکتی گویا یہہ مطلب ہوا کہ اللہ تعالی وہ ہے جسنے تمہاری فائدہ کی واسطے تمام منفعت کی چیزیں جو زمین میں ہیں پیدا

بها وعلى هذا القول الثالث الصحيح يخرج حكم هذا الدخان ايضا فانه لو كان نافعا لكان الاصل فيه الاباحة
تاکہ اوس سے منفعت لو اسی تیسری قول سے جو صحیح ہے حقہ کا حکم بھی نکلتا ہے بیشک حقہ اگر مفید ہوتا تو البتہ اصل میں مباح ہوتا

لكن قد ثبت باخبار الحذاق من الاطباء انه مضر ولو في الآجل فيكون الاصل فيه الحرمة بل لو وقع فيه الشك
لیکن حاذق طبیبوں کی خبر دینے سے ثابت ہوچکا ہے کہ حقہ مضر ہوتا ہے اگرچہ انجام میں پھر اصل حقہ میں حرمت ہے بلکہ اگر ضرر کرنے میں شک ہوتا

لغلب جانب الحرمة كما هو القاعدة الشرعية فانه عليه السلام قال الحلال بين والحرام بين وبينهما مشتبهات
تو بھی حرمت کی جانب غالب ہوتی چنانچہ یہی قاعدہ شرعی ہے کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے ان دونوں کی بیچ میں شبہات ہیں

لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع
جسکو اکثر آدمی نہیں جانتے پھر جو شخص شبہات سے بچتا رہا تو اوسنے اپنا دین اور آبرو بچا لی اور جو شبہات میں پھنس گیا تو حرام میں واقع ہوا

في الحرام كالراعي يرعى حول الحمى يوشك ان يقع فيه واختلف العلماء في حكم هذه الشبهات فذهب بعضهم
جیسے چوپایہ بیڑ کا گرد چرتا چرتا بیڑ کی اندر گھس جاتا ہے اور علماء نے اختلاف کیا ہے ان مشتبہات کی حکم میں بعضے تو

الى حرمتها لانه عليه السلام قد اخبر في هذا الحديث بان من ترك ما اشتبه عليه حكمه ولم ينكشف
اوسکی حرمت کی قائل ہوئے ہیں اسواسطے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فرمایا ہے جس شخص نے ترک کیا ایسی چیز کو جسکا حکم اوسکو معلوم نہوا اور اوسکا حال

امره يكون دينه سالما مما يفسده او ينقصه ونفسه ناجيا مما يعيبه ويلام عليه ومن لم يتركه بل فعله يقع
کھلا ہو تو اوسکا دین مفسدت اور نقصان سے بچا اور اوسکی جان عیب سے اور ملامت سے بچی اور جس نے ترک نکیا بلکہ عمل میں لایا

في الحرام وهذا الدخان مما اشتبه عليه حكمه ولم ينكشف حقيقة امره فمن تركه ولم يستعمله يكون دينه
تو حرام میں پھنسا اور حقہ کا بھی حکم صاف معلوم نہیں ہے اور اوسکا حال کھلا ہوا نہیں ہے پھر جسنے اوسکو ترک کیا نہ پیا تو اوسکا دین

سالما من الفساد والنقصان ناجيا من العيب واللوم بين الانام ومن لم يتركه بل استعمله يقع في الحرام وذهب
فساد اور نقصان سے بچا ہوا ہے خلقت کی طرف سے نہ اوسکو کچھ عیب ہے نہ ملامت اور جسنے ترک نکیا بلکہ پیا حرام میں پھنسا اور

بعضهم الى كراهتها لما جاء في حديث آخر انه عليه السلام قال الامور ثلثة امر تبين لك رشده فاتبعه وامر تبين
بعضے علماء مشتبہات کی کراہت کی قائل ہوئے ہیں اسواسطے کہ اور حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا تین چیزیں ہیں ایک وہ جسکی خوبی تجھکو معلوم ہوگئی اوسکی پیروی کر

لك غيه فاجتنبه وامر اختلف فيه فدع ما يريبك الى ما لا يريبك ولا شك ان امر الدخان مما اراب واوقع في الاضطرا
عیب تجھکو معلوم ہوگیا تو اوس سے پرہیز کر ایک وہ ہے جسمیں اختلاف ہے سو اب چھوڑ مشکوک کو طرف غیر مشکوک کی اور بیشک نہیں کہ حقہ کا حال ایسا ہی ہے جسمیں شک اور اضطراب ڈالتی ہے

واقل مراتبه الكراهة ولا يظن انه ينتهي الى درجة الاباحة بتعلل كثير ممن يتعاطاه انه نافع لكل داء والم
اوسکا مرتبہ کم سے کم کراہت کا ہے یہہ خیال میں نہیں آتا کہ اباحت کی درجہ کو پہنچ جاوے اگر حقہ نوشوں کی علت بیان کرنی سے کہ حقہ ہر مرض کی اور

رجدوا فی استعماله دواء لامراضهم لان ذلک من تلبیس ابلیس علیهم وتزیینه لهم حتی یتولد من تکاثفه فی
ہمنی اوسکو ہی کر اپنی بیماریونسی شفا پائی اسواسطی کہ اونپر یہہ شیطانی دہوکہا اور ابلیس کی آراستگی دی ہوئی ہی تاکہ دہوان جمتی جمتی آخر کو

عاقبة امره داء لا دواء فان تکراره یسود ما یقابله فیتولد منه الحرارة فیکون فی عاقبة امره داء لا دواء ثم یلزم
ایسی بیماری پیدا ہو جسکی کچہہ دوا نہین ہی کیونکہ حقہ کا بار بار پینا سامنی کی جگہ کو سیاہ کر دیتا ہی پہر اوس سی گرمی پیدا ہوتی ہی پہر آخر کو ایسا مرض ہو جاتا ہی

علی دعوٰهم ان یکون الناس کلهم مرضی وان یکون مرضهم فی جمیع الفصول الاربعة من نوع واحد وان یکون
جسکی دوا نہین ہی پہر انکی دعوی کی موافق یہہ لازم آتا ہی کہ تمام آدمی بیمار ہون اور اونکی بیماری تمام سال چارون فصلون مین ایک ہی قسم کی ہو اور

معالجتهم فیها بشیٔ واحد علی کیفیة واحدة وبطلانه غیر خفی علی احد من العقلاء ثم فیه اضاعة المال
اونکا علاج بہی ایک ہی دوا سی ایک ہی طریقہ پر ہو اور اسکا بطلان ہر ایک عاقل پر ظاہر ہی پہر اسمین مال کا تلف کرنا ہی

لانه یشتری بثمن غال فیدخل فی الاسراف المحرم مع نتن ریحه واذیته بشامة الذین لا یستعملونه وقد
کیونکہ مہنگی دام سی خریدتا ہی اب اسراف مین جو حرام ہی داخل ہوا اور اوسمین بدبو کہ اون لوگون کی دماغ کو جو نہین پیتا ہین بہت تکلیف دیتی ہی اور

روی انه علیه السلام قال کل موذٍ فی النار وقال الکناسی الرائحة المنتنة تحرق الخیاشیم وتصل الی الدماغ
روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ایذا دینی والی سب دوزخی ہین اور کناسی کہتا ہی بدبو ناک کی نتہنون کو جلا دیتی ہی اور دماغ مین جاکر

وتؤذی الانسان ولذلک قال النبی صلی الله علیه وسلم من اکل من هذه الشجرة فلا یقرب مسجدنا یؤذینا بریحه والمراد من هذه
آدمی کو ایذا دیتی ہی اسی واسطی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جس نی اس درخت مین سی کہایا ہو تو ہماری مسجد کی پاس نہ آوی کہ ہمکو اوسکی بو سی ایذا ہوگی اور درخت

الشجرة کل ما له رائحة کریهة یتاذی منها الانسان بدلیل تعلیله علیه السلام والمعنی ان من اکل شیئا ما له
علت بیان فرمانی سی ثابت ہی کہ مراد اس درخت سی وہ ہی جسمین ایسی بدبو موجود ہو کہ اوس سی انسان کو تکلیف ہو اور مراد یہہ ہی کہ جو شخص ایسی چیز کہا وی

رائحة کریهة یتاذی منها الانسان فلا یقربن مسجدنا لانه یؤذینا برائحة الکریهة وقد ثبت فی صحیح مسلم
جسمین بدبو ہو کہ انسان کو اوس سی ایذا ہوتی ہو تو ہماری مسجد کی پاس نہ آوی اسلیے کہ ہمکو بدبو سی ایذا دیگا اور صحیح مسلم مین ثابت ہو چکا ہی

انه علیه السلام کان اذا وجد من رجل فی المسجد ریح البصل او الثوم امر به فاخرج الی البقیع ولهذا قال الفقهاء
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی شخص مین مسجد کی اندر بوی پیاز یا لہسن کی پاتی تو بقیع کی طرف نکلوا دیتی اسی واسطی فقہا کہتی ہین

کل من وجد فیه رائحة کریهة یتاذی بها الانسان یلزم اخراجه من المسجد ولو بجره من یده ورجله دون
جسمین ایسی بدبو آتی ہو کہ اوس سی انسان کو تکلیف ہووی تو اوسکا مسجد سی نکالدینا لازم ہی اگرچہ ہاتہہ سی اور پانو سی کہینچکر

لحیته وشعر راسه فعلی هذا یلزم اخراج کثیر من الائمة والمؤذنین من المسجد فی هذا الزمان لوجود رائحة
داڑہی اور سر کی بال پکڑ کر نہین اس روایت کی موافق اس زمانہ مین اکثر اماموں اور مؤذنون کا مسجد مین سی نکالدینا لازم آتا ہی کیونکہ اونمین یہہ

الکریهة فیهم بسبب مداومتهم علی استعمال الدخان الکریهة الرائحة بل هم قد یستعملونه فی داخل المسجد الجامع
بدبو موجود ہوتی ہی کیونکہ ہمیشہ حقہ بودار پیتی جاتی ہین بلکہ بعضی دفعہ جامع مسجد کی اندر پیتی ہین

فیکون الکراهة فی حقهم اشد واکثر وقد کتب بعض المالکیة فی الدیار الحجازیة جوابا عن سوال یتعلق بالدخان
انکی حق مین کراہت بہت سخت اور بدتر ہی اور بعضی علما مالکی مذہب نی ملک حجاز مین ایک سوال کا جو حقہ کی باب مین تہا یہہ جواب لکہا ہی

وهو ان استعمال الدخان حرام کاصله لان اصله الخشبة والنار لکونه اجزاء من الخشب ممزوجة باجزاء
کہ دہوئین کو استعمال کرنا حرام ہی جیسی اوسکی اصل اسواسطی کہ اوسکی اصل لکڑی ہی اور آگ کیونکہ دہوان لکڑی کا جز ہوتا ہی کچہہ آگ ملی ہوئی سو دہوان

من النار فهو من حیث اجزائه الناریة التی فیه یحرم استعماله لقوله تعالی ان الذین یاکلون اموال الیتمی
اسلیے کہ اوسمین کچہہ آگ ہوتی ہی استعمال کرنا حرام ہی واسطی قول اللہ تعالی کی جو لوگ کہاتی ہین مال یتیمون کی

ظلما إنما يأكلون في بطونهم نارا فيدل النص على حرمة النار فيحرم الدخان الحاصل منها وأيضا إنه تعالى جعله

ناحق وہ یہی کہاتے ہیں اپنے پیٹ میں آگ یہہ آیت آگ کی حرمت پر دلالت کرتی ہے سو دہواں بھی جو اس کا پیدا ہوتا ہے حرام ہے اور یہہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے

مما يعذب به حيث قال في حق قوم يونس النبي عليه السلام لما آمنوا كشفنا عنهم عذاب الخزي في الحيوة الدنيا

دہوئیں کو عذاب کی چیزوں میں مقرر کیا ہے چنانچہ قوم یونس کے حق میں فرماتا ہے جب یقین لائے کہول دیا ہم نے اونپر سے ذلت کا عذاب دنیا کی زندگی میں

والعذاب المكشوف عنهم كان دخانا وقال في آية أخرى فارتقب يوم تأتي السماء بدخان مبين يغشى الناس

سو عذاب جو اونسے موقوف ہوا تھا دہواں ہی تھا اور ایک اور آیت میں فرماتا ہے سو تو راہ دیکہہ جس دن کہ لاوے آسمان دہواں صریح جو گہیر لے لوگوں کو

هذا عذاب أليم والمراد بالدخان المذكور في هذه الآية معناه الحقيقي على قول وعلى هذا القول يكون النظم

یہہ ہے دکہہ کی مار اور مراد دہواں سے اس آیت میں ایک قول کی موافق حقیقی معنی ہیں اور اس قول کی موافق آیت کی عبارت سے

الكريم صريحا في كون الدخان عذابا أليما وما به التعذيب يحرم استعماله فإن الفقهاء قد اتفقوا على وجوب

صاف معلوم ہوتا ہے کہ دہواں دردناک عذاب ہے اور جس چیز سے عذاب واقع ہوتا ہو اوسکا استعمال حرام ہے کیونکہ تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ

الفرار من محل العذاب كبطن محسر فإنه على لفظ اسم الفاعل من التحسير اسم واد أهلك الله تعالى فيه

جس جگہ کسی قوم کو عذاب ہوا ہو اوس جگہ سے بہاگنا واجب ہے جیسے بطن محسر کیونکہ اسم فاعل کی وزن پر تحسیر سے ہے نام ایک وادی کا ہے جہاں اللہ تعالی نے

أصحاب الفيل وإذا وجب الفرار من محل العذاب وجب الفرار مما به العذاب أولى ثم إن المستعمل له يرى أنه

اصحاب فیل کو ہلاک کیا تہا پہر جب عذاب کی جگہ سے بہاگنا واجب ہو تو عذاب کی چیز سے بہاگنا بہت ضروری ہے پہر حقہ پینے والا دیکہتا ہے

أنه يخرج من حلوقهم وأنوفهم وفيه تشبه بأهل النار والذين يهلكون في آخر الزمان من الأشرار كما جاء في الحديث

کہ دہواں اونکی حلق میں سے اور ناک میں سے نکلتا ہے اور اس حال میں دوزخیوں کی موافق اور ونکی برابر ہیں جو آخر زمانہ میں شریر لوگ ہلاک ہونگے چنانچہ حدیث میں آیا ہے

أنه يكون في آخر الزمان دخان يملأ الأرض يقيم على الناس أربعين يوما أما المؤمن فيصيبه كهيئة الزكام وأما

کہ آخر زمانہ میں ایسا دہواں پیدا ہوگا کہ تمام روی زمین کو ڈہانک لیگا لوگوں پر چالیس دن تک قایم رہیگا پہر مومن کو تو ایسا ہوگا جیسے زکام ہوتا ہے اور

الكافر فيخرج من منخريه وأذنيه وعينيه حتى يصير رأس أحدهم كالرأس الحنيذ أي المشوي فلا ينبغي للمؤمن

کافر کی دونو نتہنوں میں سے اور دونو کانوں میں سے اور دونو آنکہوں میں سے دہواں نکلیگا ایسا کہ ہر ایک کا سر ایسا ہو جائیگا جیسے سر بہنا ہوا یعنی بہنا ہوا سو لایق نہیں ایمان والوں کو

أن يتشبه بأهل العذاب ولا أن يستعمل ما هو من نوع العذاب ولا ما هو من ملابسات أهل العذاب وذكره جميع

یہہ نہیں چاہیے کہ عذاب والوں کا سا حال بنالیں اور نہ یہہ چاہیے کہ عذاب کی چیزوں کو استعمال کریں اور نہ عذاب والوں کی سی صورت بناویں اور تمام علمانے

من العلماء التختم بالحديد والنحاس لما ثبت في الحديث أنهما حلية أهل النار وصح على ما ذكره الهلالي في مختصر الإحياء

لوہے اور تانبے کی انگوٹہی پہننی کو مکروہ کہا ہے کیونکہ حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ لوہا اور تانبا دوزخیوں کا زیور ہے اور ہلالی کی مختصر الاحیا میں

أنه عليه السلام كان يكره الطعام السخن ويقول إن الله تعالى لم يطعمنا نارا فهذا الدخان أولى بالكراهة لأنه مختلط

صحیح ہوا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم گرم کہانی کو مکروہ جانتے اور فرماتے کہ اللہ تعالی نے ہمکو آگ کہانی کو نہیں دی سو اب یہہ دہواں کراہت میں زیادہ تر ہے اس لیے کہ اسمیں

بأجزاء نارية كما مر فلو لم يكن في استعماله إلا تسويد الأسنان والأبدان وكراهة الرائحة والإنسان لكفى زاجرا للعاقل عن

اجزا ناری ملی ہوئی ہیں چنانچہ گذر چکا ہے پہر اگر حقہ پینے میں سوائے سیاہی دانتوں اور جسم اور بدبو اور نقص کی کچہہ نہ ہوتا تو بہی عاقل کی واسطے اس سے روکنے کو کافی تہا

استعماله فكيف إلا واستعماله تشبه بالكفار الذين اخترعوه وأظهروه في بلاد الإسلام توصلا إلى إضرار أهل

بلکہ اگر اسکی پینے میں کچہہ نہ ہوتا سوای واسطے دینی طریق کفار کی جنہوں نے اسکو نکال کر بلاد اسلام میں پہیلایا ہے اہل اسلام کی ضرر رسانی کی لیئے

الإسلام لكان باعثا للعاقل على اجتنابه ومانعا عن ارتكابه لكن أكثر أهل الزمان طبائعهم جامدة صعبة

تو یہی عاقل کی لیئے باعث اجتناب کا تہا اور اوسکی اختیار کرنے سے مانع آتا لیکن اس زمانہ کی لوگوں کی طبیعتیں ایسی بگڑی ہوئی ہیں کہ جو مطیع نہیں ہوتیں

الانقیاد مائلة دائما الی مالا یعنیهم ان نصحوا لم یقبلوا وان علموا لم یتعلموا وان فهموا لم یتفهموا

ہمیشہ بیفائدہ امور کی طرف جھکی رہتی ہیں اگر نصیحت کرو تو نہیں مانتی اگر سکھاؤ تو نہیں سیکھتی اگر سمجھاؤ تو نہیں سمجھتی

وان فهموا ترکوا ما فهموا وهم من الذین ان یروا سبیل الرشد لا یتخذوه سبیلا وان یروا سبیل الغی

اور اگر سمجھیں تو سمجھ کر ترک کریں اور وہ ایسی لوگ ہیں کہ اگر دیکھیں راہ سنوار کی تو نہ ٹہراویں راہ اور اگر دیکھیں راہ اولٹی

یتخذوه سبیلا نسئل الله تعالی ان یوفقنا سبیل الرشد ویبعدنا عن سبیل الغی المجلس الحادی والثلثون

اوسکو ٹہراویں راہ ہم اللہ تعالی سی سوال کرتی ہیں کہ ہمکو نیک رستہ کی توفیق دی اور ہمکو کجی کی راہ سی دور رکھی اکتیسویں مجلس

فی بیان سنة الاعتکاف وطلب لیلة القدر فیه وفضیلته قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

بیان میں سنت ہونی اعتکاف کی اور لیلة القدر کی تلاش اور اوسکی فضیلت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا

انی اعتکفت العشر الاول بطلب هذه اللیلة ثم اعتکفت العشر الاوسط ثم اتیت فقیل لی انها فی العشر

میں نی رمضان کی پہلی دہہ میں لیلة القدر کی تلاش میں اعتکاف کیا پہر بعد اوسکی بیچ کی دہہ میں اعتکاف کیا پہر میں تیار ہوا آیا تو مجہسی کہا کہ لیلة القدر کو پچہلی عشرہ

الاواخر فمن کان اعتکف معی فلیعتکف فی العشر الاواخر فقد اریت هذه اللیلة ثم انسیتها هذا الحدیث من صحاح

میں تلاش کر جسنی میری ساتہ اعتکاف کیا ہو تو وہ پچہلی عشرہ میں پہر اعتکاف کری میں نی لیلة القدر کو بیشک دیکہا پہر میری تئیں بہلا دی یہہ حدیث مصابیح کی

المصابیح رواه ابو سعید الخدری واصله علی ما فی الصحیحین انه علیه السلام اعتکف العشر الاول من

صحیح حدیثوں میں ہی ابو سعید خدری کی روایت سی اور اصل اس حدیث کی جیسی کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ہی یوں ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی رمضان کی پہلی عشرہ میں

رمضان ثم اعتکف العشر الاوسط فی قبة ترکیة ثم اطلع راسه فقال انی اعتکفت العشر الاول لطلب

اعتکاف کیا پہر بیچ کی دہہ میں ترکی خیمہ کی اندر اعتکاف کیا پہر سر مبارک باہر نکال کر فرمایا کہ میں نی پہلی دہہ میں اس شب کی تلاش میں اعتکاف کیا

هذه اللیلة الی اخر الحدیث وفیه دلیل علی ان المقصود من شرعیة الاعتکاف طلب لیلة القدر فانها

آخر حدیث تک اور اسمیں یہہ دلیل ہی کہ مقصود اعتکاف کی مشروع ہونی کی شب قدر کی تلاش ہی کیونکہ یہہ شب موافق مضمون نص

لکونها خیرا من الف شهر بالنص یلزم احیاءها باشرف الاعمال اذ فیه تفریغ القلب عن امور الدنیا وتسلیم

کی ہزار مہینوں سی بہتر ہی تو اس شب میں نیک اعمال کی شغل میں جاگتی رہنا لازم ہی کیونکہ اسمیں امور دنیا سی دل کا خالی رکہنا اور

النفس الی المولی والتحصن بحصن حصین وملازمة بیت رب العالمین فیکون کمن احتاج الی عظیم

مولی کو جان کا حوالہ کرنا اور پناہ لینی قلعہ مضبوط سی اور ملازمت پروردگار عالم کی گہر کی ہی پہر یہہ ایسا ہی جیسی کوئی ایک تو اگر محتاج ہو کر اوسکی

فلازمه حتی قضی مآربه فان قیل اذا کان شرعیة الاعتکاف لطلب لیلة القدر فلم لم یختص باللیل قلنا

دروازی پر پیال تک پڑا رہی کہ اوسکا مطلب پورا کردی اگر کوئی اعتراض کری جب مشروعیت اعتکاف کی واسطی تلاش لیلة القدر کی ہی تو پہر اعتکاف رات ہی کا مخصوص کیوں

ان الشافعی قد نص علی کون الاجتهاد فی یومها کالاجتهاد فی لیلتها فی الاستحباب ذکره النووی فی الاذکار

کہ امام شافعی نی صاف کہا ہی کہ سعی دن کی قدر ایسی ہی مستحب ہی جیسی رات کی مستحب ہی یہہ نووی نی اذکار میں بیان کیا ہی

وهذا الحدیث یقتضیه ایضا لانه علیه السلام اعتکف العشر الاول من رمضان لطلب تلك اللیلة

اور اس حدیث سی بہی یہہ ہی لازم آتا ہی اسلیے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی رمضان کی پہلی عشرہ میں لیلة القدر کی تلاش کی لئی اعتکاف کیا

ثم اعتکف العشر الاوسط فلما اتی ات من الملئکة فقال انها فی العشر الاواخر لا فی العشر الاول ولا فی

پہر بیچ کی عشرہ میں اعتکاف کیا پہر جب اوسکو پورا کر چکی تو ایک فرستہ نی آکر کہا کہ لیلة القدر پچہلی عشرہ میں ہی نہ تو پہلی عشرہ میں ہی اور نہ

العشر الاوسط فعزم علیه السلام علی الاعتکاف فی العشر الاواخر وحث علی اعتکافها فانه علیه السلام کان

بیچ کی عشرہ میں تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نی پچہلی عشرہ میں اعتکاف کا عزم کیا اور لوگوں کو رغبت دی سو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی یتوفاه الله تعالی ثم اعتکف ازواجه من بعده قال الزهری
رمضان کی پچھلی دس دنوں میں ہمیشہ اعتکاف کرتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اونکو وفات دی پھر اونکی بعد ازواج مطہرات کرتی رہیں زہری کہتا ہی
عجبا من الناس کیف یترکون الاعتکاف ورسول الله صلی الله علیه السلام کان یفعل الشیء ویترکه ولم یترک الاعتکاف
لوگوں سی تعجب آتا ہی کہ اعتکاف کیسا چھوڑ رکھا ہی اور حال یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام کرتی ہی اور چھوڑ بھی دیتی اور اعتکاف
حتی قبض ثم الاعتکاف فی اللغة الاقامة علی الشیء وحبس النفس علیه وفی الشریعة الاقامة فی المسجد واللبث
امیر دم تک نہیں چھوڑا پھر اعتکاف کی معنی لغت میں ایک شی پر قایم رہنا اور اوس شی پر نفس کو روکنا اور شریعت میں نیت کی ساتھ مسجد میں دیر تک
فیه مع النیة اما اللبث فرکنه واما المسجد والنیة فشرطه والمعنی اللغوی موجود فیه مع زیادة وصف
رہنا درنگ کرنی یعنی ٹھیری رہنا تو اعتکاف کا رکن ہی اور مسجد و نیت اعتکاف کی شرطیں ہیں اور لغوی معنی بھی شرعی معنوں میں زیادتی وصف کی ساتھ
وهو سنة مؤکدة فی العشر الاخیر من رمضان لانه علیه السلام واظب علیه بعد ما قدم المدینة الی
پائی جاتی ہیں اور اعتکاف سنت مؤکدہ ہی رمضان کی پچھلی دس دنوں میں اسواسطی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جبسی مدینہ میں تشریف لائی تو اعتکاف ہمیشہ کرتی رہی
ان توفاه الله تعالی فان قیل المواظبة من غیر ترك دلیل الوجوب فلم لم یجب الاعتکاف فالجواب انه علیه السلام
یہاں تک کہ اللہ نی اونکو وفات دی اگر کوئی اعتراض کری ہمیشگی ایک عمل کی بدون ترک کی وجوب کی دلیل ہوتی ہی پھر اعتکاف واجب کیوں نہیں ہوا تو جواب یہ ہی
کان فی حق الواجب بعد المواظبة علیه ینکر علی تارکه ولم ینکر علی من ترك الاعتکاف فعلم انه لیس بواجب
کہ نبی علیہ السلام عمل واجب کی باب میں بعد مواظبت کی اوس عمل کی تارک کو برا جانتی تھی اور اعتکاف کی تارک پر کبھی انکار نہیں کیا اس سی معلوم ہوا کہ اعتکاف
بل هو سنة مؤکدة علی طریق الکفایة فی العشر الاخیر من رمضان وفی غیره من الازمنة نفل وانما یجب
واجب نہیں کا بلکہ سنت مؤکدہ رمضان کی پچھلی عشرہ میں بطور کفایہ کی ہی اور رمضان کی پچھلی عشرہ کی سوا اور وقتوں میں نفل ہی اور واجب تب ہوتا ہی
بالنذر والتعلیق بالشرط واما ما کان بالشروع فهو تطوع ثم ان اقل الواجب یوم حتی لو نذر اعتکاف یوم
کہ نذر مانو یا کسی شرط سی متعلق کرو لیکن جو اعتکاف شروع کرنی سی لازم ہوتا ہی سو وہ تطوع ہی پھر کم سی کم مدت اعتکاف واجب کی ایکدن ہی یہاں تک کہ اگر اعتکاف
یدخل المسجد قبل طلوع الفجر ولا یخرج الا بعد غروب الشمس فان قطعه قبل ذلك او افسده یقضیه
ایکدن کا نذر مانا تو مسجد میں صبح صادق سی پہلی داخل ہو اور بعد غروب آفتاب کی مسجد سی نکلی سو اگر غروب آفتاب سی پہلی اعتکاف کو قطع کیا یا فاسد کر دیا تو اوسکو
ولو نذر اعتکاف یومین او اکثر یدخل المسجد فی ابتداء شروعه قبل غروب الشمس
اور اگر دو دن یا کئی دن کی اعتکاف کی نذر کری تو اعتکاف شروع کریکو مسجد میں غروب آفتاب سی پہلی داخل ہو
ولا یخرج عند تمامه الا بعد غروبها ولو مات قبل ان یعتکف یلزمه ان یوصی بان یطعم
اور پورا ہونی کی بعد مسجد سی بعد غروب آفتاب کی نکلی اور اگر اعتکاف کرنی سی پہلی مر جاوی تو لازم ہی کہ وصیت کر دی
عنه لکل یوم نصف صاع من الحنطة ولا یصح ما وجب من الاعتکاف الا بالصوم
کہ ہر ہر دن کی بدلے آدھ آدھ صاع گیہوں کا مساکین کو دیدیں اور اعتکاف واجب بدون روزہ کی ادا نہیں ہوتا
حتی لو نذر اعتکاف یوم قد اکل فیه لا یصح نذره ولا یلزمه شیء وکذا
یہاں تک کہ اگر کسی نی ایکدن کا اعتکاف نذر مانا کہ اوسمیں کھا چکا تھا تو اوسکی نذر صحیح نہیں ہی اور اوسکی ذمہ کچھ لازم نہیں ہی اور ایسی ہی
لو نذر اعتکاف لیلة لا یصح لان اللیل لیس محلا للصوم واما النفل فالصوم
اگر رات کی اعتکاف کی نذر کی تو صحیح نہیں ہی اسلئی کہ رات کو روزہ نہیں ہوتا اور اعتکاف نفلی میں ظاہر روایت کی موافق روزہ
لیس شرطا فیه فی ظاهر الروایة وهو قولهما ایضا فعلی هذه الروایة لیس لاقله تقدیر حتی ان من
شرط نہیں ہی اور صاحبین کا بھی یہی قول ہی اب اس روایت کی موافق کم سی کم مدت اعتکاف کی مقرر نہیں ہی یہاں تک کہ جو شخص

دخل

دخل المسجد ونوی الاعتکاف الی ان یخرج یکون معتکفا مادام فیہ ویحصل لہ ثواب المعتکفین فاذا خرج
مسجد میں آوی اور نکلنی تک کی وقت میں اعتکاف کی نیت کری تو معتکف ہوجاویگا جبتک مسجد میں رہیگا اور اوسکو اعتکاف والون کا سا ثواب ملیگا اور جب
منہ ینتھی اعتکافہ وروی الحسن عن ابی حنیفۃ ان الصوم شرط الصحۃ فعلی ہذہ الروایۃ اقلہ یوم ثم الاعتکاف
مسجد سی نکلیگا تو اوسکا اعتکاف پورا ہوجاویگا اور حسن امام ابوحنیفہ سی روایت کرتا ہی کہ روزہ صحت اعتکاف کی شرط ہی اس روایت کی موافق کم سی کم مدت ایک دن
لا یصح الا فی مسجد الجماعۃ لہ امام ومؤذن یصلی فیہ الصلوات الخمس بالجماعۃ لانہ عبادۃ انتظار الصلوۃ
سوا مسجد جماعت کی جسکا امام اور مؤذن معین ہو اور اوسمین پانچون نمازین جماعت سی ہوتی ہون درست نہین ہوتا اسواسطی کہ نماز کی انتظاری عبادت ہی
فیختص بمکان یصلی فیہ ذلک والمرأۃ تعتکف فی مسجد بیتہا ای فی موضع صلوتہا فی بیتہا ولا یخرج منہ
سو اوسہی جگہ ہونا چاہئی جہان وہ نمازین ہوتی ہون اور عورت اپنی گہر کی مسجد مین اعتکاف کری یعنی جس جگہ اپنی گہر مین نماز پڑہتی ہی پہر اوس جگہ سی
اذا اعتکفت فیہ ولیس لہا ان تعتکف فی غیر موضع صلوتہا فی بیتہا وان لم یکن فی بیتہا موضع الصلوۃ
اگر اعتکاف کیا تو نہ ٹلی اور عورت کو جایز نہین ہی کہ اپنی گہر مین سوا نماز کی جگہ کی اور کہین اعتکاف کری اور اگر اوسکی گہر مین نماز کی جگہ کوئی معین نہو
لا یجوز لہا الاعتکاف فیہ ولا یخرج المعتکف من المسجد الا لحاجۃ شرعیۃ کالجمعۃ او طبیعیۃ کالبول و
تو اوسکو گہر مین اعتکاف کرنا جایز نہین ہی اور معتکف مسجد سی بدون حاجت شرعی کی باہر نہ نکلی جیسی نماز جمعہ یا بدون حاجت طبیعی کی جیسی پیشاب اور
الغائط واذا خرج لبول او غائط لا یمکث فی منزلہ بعد الفراغ من الطہور ویخرج الی الجمعۃ حین زوال الشمس
پاخانہ اور اگر واسطی پیشاب یا پاخانہ کی مسجد سی باہر آیا تو طہارت سی فارغ ہوکر گہر مین دیر نہ لگاوی اور نماز جمعہ کی واسطی آفتاب ڈہلنی کی وقت روانہ ہو
ان کان معتکفا قریبا من الجامع بحیث لو انتظر زوال الشمس لا یفوتہ الخطبۃ وان کان تفوتہ الخطبۃ
اگر مسجد جامع سی نزدیک معتکف ہوا ایسا کہ اگر آفتاب ڈہلنی کا انتظار کری تو خطبہ فوت ہوجاوی اور اگر جانی کہ خطبہ ہوچکیگا
لا ینتظر زوال الشمس بل یخرج فی وقت یمکنہ ان یاتی الجامع ویصلی اربع رکعات قبل الاذان الذی بین یدی
تو آفتاب ڈہلنی کا انتظار نکری بلکہ ایسی وقت روانہ ہوکر مسجد جامع مین جاکر چار رکعتین نماز کی اوس اذان سی پہلی پڑہ لی جو منبر کی سامنی ہوتی ہی
المنبر وفی روایۃ ست رکعات رکعتان تحیۃ المسجد واربع سنۃ وبعد الجمعۃ یمکث بقدر ما یصلی اربع
اور ایک روایت مین ہی کہ چہ رکعتین پڑہ لی دو رکعت تحیۃ المسجد کی اور چار سنتین اور بعد نماز جمعہ کی اتنا ٹہری کہ چار رکعتین
رکعات او ست رکعات علی حسب اختلاف الاخبار الواردۃ فی النافلۃ بعد الجمعۃ ولا یمکث اکثر من ذلک
یا چہ رکعتین پڑہ لی موافق اختلاف حدیثون کی کہ جمعہ کی بعد کی نفلون مین وارد ہوئی ہین اور اسقدر سی زیادہ دیر نہ لگاوی
وان مکث لا یضرہ ولو یوما ولیلۃ لکن لا یستحب لہ ذلک ولا یخرج لعیادۃ المریض ولا لصلوۃ الجنازۃ ولا
اور اگر دیر لگاویگا تو کچہ نقصان نہین ہی اگرچہ ایک دن رات تک لیکن یہ خلاف مستحب ہی اور بیمار پرسی کی واسطی نہ جاوی اور نہ واسطی نماز جنازہ کی جاوی اور نہ
لاداء الشہادۃ وہذا کلہ قول ابی حنیفۃ لان الخروج من المسجد بلا عذر ولو ساعۃ یفسد الاعتکاف عندہ
گواہی دینی جاوی یہہ تمام قول امام ابوحنیفہ کا ہی اسواسطی کہ مسجد مین سی بلا عذر نکلنا اگرچہ ایک ساعت کی لئی ہو اونکی نزدیک اعتکاف کو فاسد کردیتا ہی
وہو الاقیس لان الخروج ینافی اللبث وما ینافی الشیء یستوی فیہ القلیل والکثیر کالاکل فی الصوم والحدث
اور یہہی قابل قیاس کی ہی اسواسطی کہ باہر نکلنا اندر ٹہرنی کی خلاف ہی اور جو شی کسی شی کی خلاف ہوتی ہی اسمین تہوڑا بہت سب برابر ہی جیسی روزہ مین کہانا
فی الطہارۃ وکذا اذا خرج ساعۃ بعذر المرض یبطل لان الخروج بعذر المرض من حیث انہ لا یغلب وقوعہ لم یکن
اور وضو مین حدث اور ایسی ہی اگر ایک ساعت کی واسطی بیماری کی عذر سی نکلی تو اعتکاف باطل ہوجاتا ہی اسواسطی کہ بیماری کی عذر سی نکلنا باین اعتبار کہ نادر الوقوع ہی
مستثنی عن الایجاب فصار کانہ خرج من غیر عذر الا انہ لا یاثم بالخروج بعذر المرض وکذا اذا خرج بغیر عذر
کبہی کبہی ہوتی ہی ایجاب سی مستثنی نہین ہوئی سو اب گویا بلا عذر باہر نکل آیا ہان اتنا ہی کہ بیماری کی عذر سی نکلنی مین گنہگار نہین ہوتا اور ایسی ہی اگر بلا عذر

يعتكف العشر الاواخر من رمضان حتى يتوفاه الله تعالى ثم اعتكف ازواجه من بعده قال الزهري
رمضان کی پچھلی عشرہ میں ہمیشہ اعتکاف کرتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالی نی اونکو وفات دی پہر اونکی بعد ازواج مطہرات کرتی رہیں زہری کہتا ہی
عجبا من الناس كيف يتركون الاعتكاف ورسول الله عليه السلام كان يفعل الشئ ويتركه ولم يترك الاعتكاف
لوگونسی تعجب آتا ہی کہ اعتکاف کیسا چھوڑ رکہا ہی اور حال یہہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام کرتی ہی اور چھوڑ بہی دیتی اور اعتکاف
حتى قبض ثم الاعتكاف في اللغة الاقامة على الشئ وحبس النفس عليه وفي الشريعة الاقامة في المسجد واللبث
اخیر دم تک نہیں چھوڑا پہر اعتکاف کی معنی لغت میں ایکسی شی پر قایم رہنا اور اوس شی پر نفس کو روکنا اور شریعت میں نیت کی ساتھ مسجد میں دیر تک ٹہری
فيه مع النية اما اللبث فركنه واما المسجد والنية فشرطه والمعنى اللغوي موجود فيه مع زيادة وصف
رہنا ور نیکسکری یعنی ٹہری رہنا تو اعتکاف کا رکن ہی اور مسجد اور نیت اعتکاف کی شرط ہیں اور لغوی معنی بہی شرعی معنوں میں زیادتی وصف کی ساتھ
وهو سنة مؤكدة في العشر الاخير من رمضان لانه عليه السلام واظب عليه بعد ما قدم المدينة الى
پائی جاتی ہیں اور اعتکاف سنت مؤکدہ ہی رمضان کی پچھلی عشرہ میں اسواسطی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جبسی مدینہ شریف میں تشریف لائی تو اعتکاف ہمیشہ کرتی رہی
ان توفاه الله تعالى فان قيل المواظبة من غير ترك دليل الوجوب فلم لم يجب الاعتكاف فالجواب انه عليه السلام
یہاں تک کہ اللہ نی اونکو وفات دی اگر کوئی اعتراض کری ہمیشگی ایک عمل کی بدون ترک کی وجوب کی دلیل ہوتی ہی پہر اعتکاف واجب کیوں نہیں ہوا تو جواب یہہ
كان في حق الواجب بعد المواظبة عليه ينكر على تاركه ولم ينكر على من ترك الاعتكاف فعلم انه ليس بواجب
کہ نبی علیہ السلام عمل واجب کی باب میں بعد مواظبت کی اوس عمل کی تارک کو برا جانتی تہی اور اعتکاف کی تارک پر کبہی انکار نہیں کیا اس سی معلوم ہوا کہ اعتکاف
بل هو سنة مؤكدة على طريق الكفاية في العشر الاخير من رمضان وفي غيره من الازمنة نفل وانما يجب
واجب نہیں ہی بلکہ سنت مؤکدہ رمضان کی پچھلی عشرہ میں بطور کفایہ کی ہی اور رمضان کی پچھلی عشرہ کی سوا اور وقتوں میں نفل ہی اور واجب تب ہوتا ہی
بالنذر والتعليق بالشرط واما ما كان بالشروع فهو تطوع ثم ان اقل الواجب يوم حتى لو نذر اعتكاف يوم
کہ نذر مانو یا کسی شرط سی متعلق کرو لیکن جو اعتکاف شروع کرنی سی لازم ہوتا ہی سو وہ تطوع ہی پہر کم سی کم مدت اعتکاف واجب کی ایکدن ہی یہاں تک کہ اگر اعتکاف
يدخل المسجد قبل طلوع الفجر ولا تخرج الا بعد غروب الشمس فان قطعه قبل ذلك او افسده يقضيه
ایکدن کا نذر مانا تو مسجد میں صبح صادق سی پہلی داخل ہو اور بعد غروب آفتاب کی مسجد سی نکلی سو اگر غروب آفتاب سی پہلی اعتکاف کو قطع کیا یا فاسد کرے تو ادا کری
ولو نذر اعتكاف يومين او اكثر يدخل المسجد في ابتداء شروعه قبل غروب الشمس
اور اگر دو دن یا کئی دن کی اعتکاف کی نذر کری تو اعتکاف شروع کرنیکو مسجد میں غروب آفتاب سی پہلی داخل ہو
ولا يخرج عند تمامه الا بعد غروبها ولو مات قبل ان يعتكف يلزمه ان يوصي بان يطعم
اور پورا ہونی کی بعد مسجد سی بعد غروب آفتاب کی نکلی اور اگر اعتکاف کرنی سی پہلی مر جاوی تو لازم ہی کہ وصیت کر دی
عنه لكل يوم نصف صاع من الحنطة ولا يصح ما وجب من الاعتكاف الا بالصوم
کہ ہر ہر دن کی بدلے آدہ آدہا صاع گیہوں کا مساکین کو دیدیں اور اعتکاف واجب بدون روزہ کی ادا نہیں ہوتا
حتى لو نذر اعتكاف يوم قد اكل فيه لا يصح نذره ولا يلزمه شئ وكذا
یہاں تک کہ اگر کسی نی ایکدن کا اعتکاف نذر مانا کہ اوسمیں کہا چکا تہا تو اوسکی نذر صحیح نہیں ہی اور اوسکی ذمہ کچہہ لازم نہیں ہوا اور ایسی ہی
لو نذر اعتكاف ليلة لا يصح لان الليل ليس محلا للصوم واما النفل فالصوم
اگر رات کی اعتکاف کی نذر کی تو صحیح نہیں ہی اسلئی کہ رات کو روزہ نہیں ہوتا اور اعتکاف نفلی میں ظاہر روایت کی موافق روزہ
ليس شرطا فيه في ظاهر الرواية وهو قولهما ايضا فعلى هذه الرواية ليس لاقله تقدير حتى ان من
شرط نہیں ہی اور صاحبین کا بہی یہی قول ہی اب اس روایت کی موافق کم سی کم مدت اعتکاف کی مقرر نہیں ہی یہاں تک کہ جو شخص

دخل المسجد ونوی الاعتکاف الی ان یخرج یکون معتکفا مادام فیه و
مسجد میں آوی اور نکلنی تک کی وقت میں اعتکاف کی نیت کری تو معتکف ہوجاویگا جبتک
منه ینتهی اعتکافه وروی الحسن عن ابی حنیفة ان الصوم شرط الصحة
مسجد سی نکلیگا تو اوسکا اعتکاف پورا ہوجاویگا اور حسن امام ابو حنیفہ سی روایت کرتا ہی کہ روزہ صحت اعتکاف
لا یصح الا فی مسجد الجماعة له امام ومؤذن یصلی فیه الصلوات الخمس بالجماعة الا
سوا مسجد جماعت کی جسکا امام اور مؤذن معین ہو اور اوسمیں پانچوں نمازیں جماعت سی ہوتی ہوں درست نہیں ہوتا اسو ... کہ نماز کی انتظار کی
یختص بمکان یصلی فیه ذلك والمرأة تعتکف فی مسجد بیتها ای فی موضع صلوتها فی بیتها ولا یخرج منه
سوا اوسی جگہ ہونا چاہیے جہاں وہ نمازیں ہوتی ہوں اور عورت اپنی گھر کی مسجد میں اعتکاف کری یعنی جس جگہ اپنی گھر میں نماز پڑھتی ہی پھر اوس جگہ سی
اذا اعتکفت فیه ولیس لها ان تعتکف فی غیر موضع صلوتها فی بیتها وان لم یکن فی بیتها موضع الصلوة
اگر اعتکاف کیا تو نہ نکلی اور عورت کو جایز نہیں ہی کہ اپنی گھر میں سوا نماز کی جگہ کی اور کہیں اعتکاف کری اور اگر اوسکی گھر میں نماز کی جگہ کوئی معین نہو
لا یجوز لها الاعتکاف فیه ولا یخرج المعتکف من المسجد الا لحاجة شرعیة کالجمعة او طبیعیة کالبول و
تو اوسکو گھر میں اعتکاف کرنا جایز نہیں ہی اور معتکف مسجد سی بدوں حاجت شرعی کی باہر نہ نکلی جیسی نماز جمعہ یا بدوں حاجت طبیعی کی جیسی پیشاب اور
الغائط واذا خرج لبول او غائط لا یمکث فی منزله بعد الفراغ من الطهور ویخرج الی الجمعة حین زوال الشمس
پاخانہ اور اگر واسطی پیشاب یا پاخانہ کی مسجد سی باہر آیا تو طہارت سی فارغ ہوکر گھر میں دیر نہ لگاوی اور نماز جمعہ کی واسطی آفتاب ڈھلنی کی وقت
ان کان معتکفا قریبا من الجامع بحیث لو انتظر زوال الشمس لا یفوته الخطبة وان کان تفوته الخطبة
اگر مسجد جامع کی نزدیک معتکف ہوا ایسا کہ اگر آفتاب ڈھلنی کا انتظار کری تو خطبہ نہ فوت ہوجاوی اور اگر جانی کہ خطبہ ہو چکیگا
لا ینتظر زوال الشمس بل یخرج فی وقت یمکنه ان یاتی الجامع ویصلی اربع رکعات قبل الاذان الذی بین یدی
تو آفتاب ڈھلنی کا انتظار نکری بلکہ ایسی وقت روانہ ہوکر مسجد جامع میں جاکر چار رکعتیں نماز کی اوس اذان سی پہلی پڑھ لی جو منبر کی سامنی ہوتی ہی
المنبر وفی روایة ست رکعات رکعتان تحیة المسجد واربع سنة وبعد الجمعة یمکث بقدر ما یصلی اربع
اور ایک روایت میں ہی کہ چھ رکعتیں پڑھ لی دو رکعت تحیة المسجد کی اور چار سنتیں اور بعد نماز جمعہ کی اتنا ٹھہری کہ چار رکعتیں
رکعات او ست رکعات علی حسب اختلاف الاخبار الواردة فی النافلة بعد الجمعة ولا یمکث اکثر من ذلك
یا چھ رکعتیں پڑھ لی موافق اختلاف حدیثوں کی کہ جمعہ کی بعد کی نفلوں میں وارد ہوئی ہیں اور اسقدر سی زیادہ دیر نہ لگاوی
وان مکث لا یضره ولو یوما ولیلة لکن لا یستحب له ذلك ولا یخرج لعیادة المریض ولا لصلوة الجنازة ولا
اور اگر دیر لگاویگا تو کچھ نقصان نہیں ہی اگرچہ ایک دن رات تک لیکن یہہ خلاف مستحب ہی اور بیمار پرسی کی واسطی نہ جاوی اور نہ واسطی نماز جنازہ کی جاوی اور نہ
لاداء الشهادة وهذا کله قول ابی حنیفة لان الخروج من المسجد بلا عذر ولو ساعة یفسد الاعتکاف عنده
گواہی دینی جاوی یہہ تمام قول امام ابو حنیفہ کا ہی اسواسطی کہ مسجد میں سی بلا عذر نکلنا اگرچہ ایک ساعت کی لئی ہو اونکی نزدیک اعتکاف کو فاسد کردیتا ہی
وهو الاقیس لان الخروج ینافی اللبث وما ینافی فی الشئ یستوی فیه القلیل والکثیر کالاکل فی الصوم والحدث
اور یہہ ہی قابل قیاس کی ہی اسواسطی کہ باہر نکلنا اندر ٹھہرنی کی خلاف ہی اور جو شی کسی شی کی خلاف ہوتی ہی اسمیں تھوڑا بہت سب برابر ہی جیسی روزہ میں کھانا
فی الطهارة وکذا اذا خرج ساعة بعذر المرض یبطل لان الخروج بعذر المرض من حیث انه لا یغلب وقوعه لم یکن
اور وضو میں حدث اور ایسی ہی اگر ایک ساعت کی واسطی بیماری کی عذر سی نکلی تو اعتکاف باطل ہوجاتا ہی اسواسطی کہ بیماری کی عذر سی نکلنا باین اعتبار کہ نادر الوقوع ہی
مستثنی عن الایجاب فصار کانه خرج من غیر عذر الا انه لا یاثم بالخروج بعذر المرض وکذا اذا خرج بغیره
کبھی کبھی ہوتی ہی ایجاب سی مستثنی نہیں ہوا ہی سواب گویا بلا عذر باہر نکل آیا ہاں اتنا ہی کہ بیماری کی عذر سی نکلنی میں گنہگار نہیں ہوتا اور ایسی ہی اگر بلا عذر

یعنی یبطل اعتکافه وکذا اذا انهدم المسجد وانتقل الی مسجد اٰخر او اخرجه السلطان کرها او اخرجه
رمضان والی آدمی تو اعتکاف اسمیں ٹوٹتا ہی ویسی ہی اگر مسجد ڈھہ جاوی اور معتکف دوسری مسجد میں چلا جاوی یا اسکو حاکم زبردستی نکال دی یا قرض خواہ نکالدی

الغریم او خرج هو وحده الغریم ساعة یبطل اعتکافه وقالا لا یفسد ما لم یخرج اکثر من نصف یوم وهو
یا وہ آپ نکلی اور قرض خواہ ایک ساعت بھی روکی تو اعتکاف باطل ہو جاتا ہی اور صاحبین کہتی ہیں اعتکاف باطل نہیں ہوتا جبتک آدمی دن سی زیادہ نکلا

اوسع للناس اذ لا بد لهم من الخروج لاقامة حوائجهم فلو لم یبح القلیل منه لوقعوا فی الحرج ولا حرج فی الکثیر
اس قول میں لوگوں کو بہت گنجایش ہی کیونکہ واسطی اپنی کاروبار ضروری کی نکلنا پڑتا ہی پس اگر تھوڑی مدت مباح نہو دی تو البتہ حرج ہووی گا اور اس زیادت یعنی آدھی

الذی هو اکثر من نصف یوم ویجوز للمعتکف ان یاکل ویشرب وینام ویبیع ویشتری فی المسجد من غیر
دن سی زیادہ میں کچھ حرج نہیں ہی اور معتکف کو جایز ہی کہ مسجد کی اندر کھاوی اور پیوی اور سووی اور بیچی اور خرید کا بغیر کا اسباب مسجد میں

احضار السلعة فیه قال بعض العلماء المراد به ما لا بد منه کالطعام ونحوه واما اذا اراد ان یتخذه متجرا
بعضی علما کہتی ہیں کہ اس سی مراد ضروری کام ہیں جیسی کھانا وغیرہ اور اگر معتکف چاہی کہ مسجد کو دکان تجارت کی بنالے

یکره له ذلک قال الزیلعی وهذا صحیح لانه منقطع الی الله تعالی فلا ینبغی له ان یشتغل فیه باموا
تو یہ مکروہ ہی زیلعی کہتا ہی کہ یہ قول صحیح ہی کیونکہ خدا کی واسطی الگ ہو بیٹھا ہی تو اب اچھا نہیں ہی کہ مسجد میں امور دنیا میں مشغول ہو

الدنیا ویکره له الصمت والمراد صمت یعتقده عبادة وهو منهی عنه لکونه شریعة منسوخة ویلازم
اور معتکف کو مکروہ ہی چپکی رہنا اور مراد چپکی رہنا عبادت سمجھ کر اور یہ ممنوع ہی اسواسطی کہ یہ طریق منسوخ ہی قرآن کی تلاوت

قراءة القرآن والحدیث وعلم الدین وسیر النبی وقصص الانبیاء وحکایات الصالحین وکتابة امور الدین و
کی جاوی اور حدیث اور علم دین فقہ وغیرہ اور تاریخ نبی اور احوال انبیا کی اور حکایات صالحین کی پڑھا کری امور دینی لکھا کری اور رہی

اما التکلم بما لیس بخیر فانه مکروه لغیر المعتکف فی غیر المسجد فما ظنک للمعتکف فی المسجد ویحرم علیه
گفتگو بیجا بیہودہ تو بدوں اعتکاف کی مسجد کی باہر بھی مکروہ ہی پھر معتکف کی واسطی مسجد کی اندر تجھکو کیا خیال ہی اور معتکف پر

الوطی بقوله تعالی وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ وکذا دواعیه کاللمس والقبلة ویبطل الاعتکاف
وطی حرام ہی موافق اس آیت کی اور مت لگو اونسی جب اعتکاف بیٹھی ہو مسجدوں میں اور ایسی ہی وطی کی سامان جیسی چھونا اور بوسہ لینا اور وطی سی مطلقا اعتکاف

بالوطی مطلقا وبالدواعی ان انزل والا فلا ولو اراد ایجاب الاعتکاف علی نفسه ینبغی ان یذکر بلسانه ولا
باطل ہو جاتا ہی اور وطی کی سامان سی اگر انزال ہو گیا تو باطل ہو جاتا ہی اور نہیں تو نہیں باطل ہوتا اور اگر کسی نی اپنی اوپر اعتکاف واجب کرنیکا ارادہ کیا تو چاہی کہ زبان سی کہی

یکتفی بنیة القلب لان النذر عمل اللسان فلا یکون الا به بخلاف النیة فانها عمل القلب ولو اعتکف رجل
صرف دل کی نیت پر اکتفا نہ کری اسواسطی کہ نذر کرنا زبان کا کام ہی سو زبان ہی سی پورا ہوتا ہی بخلاف نیت کی کیونکہ یہ دل ہی کا کام ہی اور اگر کسی شخص نی

من غیر ان یوجبه علی نفسه ثم خرج لا شیء علیه فی ظاهر الروایة المجلس الثانی والثلثون فی بیان
بلا وجوب اعتکاف شروع کیا پھر اعتکاف سی خارج ہوا تو ظاہر روایت میں اوسپر کچھ نہیں آتا بتیسویں مجلس

صدقة الفطر واحکام العیدین وبیان البدع فیه فرض رسول الله صلی الله علیه وسلم
صدقة الفطر کی بیان اور دونوں عیدوں کی احکام میں اور بیان عید کی بدعتوں کا رسول الله صلی الله علیه وسلم نی زکوة فطر کو

زکوة الفطر طهرة للصائم من اللهو واللغو والرفث وطعمة للمساکین هذا الحدیث من حسان المصابیح
فرض کر دی ہی روزہ دار کی طہارت کی واسطی لہو اور لغو اور رفث سی اور واسطی روزی مساکین کی یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سی ہی

رواه ابن عباس وهو یدل علی وجوب صدقة الفطر لان الفرض فی اللغة بمعنی التقدیر وفی الشرع بمعنی
ابن عباس کی روایت سی اس حدیث سی صدقہ فطر کا واجب معلوم ہوتا ہی اسواسطی کہ لغت میں معنی فرض کی اندازہ کرنیکی ہیں اور شرع میں ایجاب کی

یوجب

الایجاب ولفظ الشارع اذا دار بین المعنی الشرعی والمعنی اللغوی یتعین حمله علی المعنی الشرعی ما امکن لان
معنی ہین اور شارع کی کلام اگر درمیان معنون شرعی اور معنون لغوی کی دایر ہوتی ہی تو وہ معنی جہان تک ہو سکی شرعی معنون پر حمل کی جاتی ہین اسواسطی
الغالب من حال النبی علیه السلام تعریف الاحکام دون اللغات فعلی هذا یکون المعنی ان وجوب صدقة الفطر
کہ اکثر اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم احکام شرعی کو بیان فرماتی تھی لغات نہین بیان کرتی تھی اس تقریر کی موافق معنی حدیث کی یہہ ہوئی کہ صدقہ فطر کا
علی الانسان لفائدتین احدهما کونها کفارة لخطایاه وتطهیرا له مما صدر عنه فی حال الصوم من اللهو واللغو
انسان پر دو فائدہ کی واسطی واجب ہوا ہی ایک تو کفارہ ہی اوسکی خطاؤن کا اور اوسکی پاکیزگی ہی اوس چیز سی جو روزہ کی حالت مین ہوا ہو لہو اور لغو
الذی لیس فی واحد منهما فائدة دینیة او دنیویة ومن الرفث الذی هو الکلام القبیح وما یضاهیه من الفاظ الجماع
جنمین کوئی فائدہ نہین ہی نہ تو فائدہ دین کا اور نہ فائدہ دنیا کا اور طہارت ہی رفث سی یعنی کلام بد اور جو اوسکی مانند ہی الفاظ جماع کی
لان الحسنات یذهبن السیئات والثانیة کونها قوتا للمساکین حتی یکون الفقیر فی هذا الیوم کالغنی فی
البتہ نیکیان دور کرتی ہین برائیون کو اور دوسرا فائدہ مساکین کی روزی ہی یہان تک کہ فقیر اوس روز قوت حاصل کر کر غنی کی مانند ہو جاتا ہی
وجدانه القوة وعدم الاحتیاج الی السوال لانه علیه السلام قال اغنوهم عن المسئلة فی مثل هذا الیوم واشار
اور حاجت سوال کی نہین رہتی اسواسطی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا انکو سوال کرنی سی آج کی روز غنی کر دو اور یہہ اشارہ ہو
الی ان هذا الیوم انما یکون عید للفقراء اذا استغنوا فیه عن السوال بوصول صدقة الاغنیاء الیهم
کہ یہہ دن فقیرون کی حق مین عید جب ہی کہ تو انگرون سی صدقہ لیکر سوال کرنی کی حاجت نہ رہی
لان الاغنیاء مکلفون بانفاق المال فی سبیل الخیر وسر ذلک التکلیف ان المال محبوب الخلق وهم مامورون
اسواسطی کہ تو انگرون کو حکم ہی کہ راہ خیر مین مال خرچ کرین اس حکم مین بھید یہہ ہی کہ مال تمام خلقت کو محبوب ہوتا ہی اور انکو محبت الٰہی کا حکم ہی
بحب الله تعالی وقد ادعوا ذلک بنفس الایمان لان قولهم لا اله الا الله معناه انا قد علمنا واعتقدنا ان
اور وہ بھی صرف ایمان کی راہ سی محبت کا دعوی کرتی ہین اسلئی کہ انکا قول لا الہ الا اللہ اسکی یہہ معنی ہین ہمنی جان لیا اور اعتقاد کیا کہ
لا معبود ولا محبوب الا الله فالتزمنا عبادته ومحبته ولا نعبد ولا نحب الا ایاه فجعل بذل المال معیارا
نہ کوئی معبود ہی اور نہ کوئی محبوب ہی سوا اللہ کی سو ہمنی اوسکی عبادت اور محبت اپنی ذمہ پر لی نہ ہم اوسکی سوای کسیکی عبادت کرین نہ کسیکو محبوب رکھین سو مال کا خرچ کرنا
لحبهم ومصدقا لصدقهم من حیث ان جمیع المحبوبات تبذل فی سبیل المحبوب الذی غلب حبه فی قلبه
اونکی محبت کا نشان مقرر ہوا ہی اور اونکی سچی دعوی کی تصدیق ہی اس لحاظ سی کہ تمام محبوب چیزین ایسی محبوب کی واسطی کہ اوسکی محبت دل مین زیادہ تر ہو خرچ کر دیکی جاتی ہین
فمن بذل فهو من الذین صدقوا ما عهدوا الله علیه ومن لم یبذل یکون من الذین یقولون بافواههم
سو جسنی مال خرچ کیا وہ اون لوگون مین ہی کہ اللہ سی جو عہد کیا تہا وہ سچ کر دیکہایا اور جسنی مال نہ خرچ کیا وہ اون لوگون مین ہی جو زبانی وہ باتین بناتی ہین
ما لیس فی قلوبهم بل ممن اتبع هواه وجعله الها لنفسه حتی کانه یعبده فان من یعمل بهوی نفسه لا
جو اونکی دلین نہین ہین بلکہ اونہین ہین جو اپنی ہوا کی تابع ہین اور ہوا کو اپنا معبود بنایا ہی گویا اوسی کی عبادت کرتا ہی کیونکہ جو ہوای نفسانی پر عمل کرتا ہی
یهوی نفسه شیئا الا یرتکبه ویخالف مولاه ولهذا قال النبی علیه السلام ابغض اله عبد فی الارض عند
تو پہر اوسکا نفس جو تمنا کرتا ہی سو ہی کرتا ہی اور مولی کی مخالفت کرتا ہی اسی واسطی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا بدتر معبود کہ زمین کی اوپر پوجا گیا ہی
الله تعالی هو الهوی فعلی هذا یجب علی المکلف فی هذا العید عدة الاشیاء الاول ترک المعاصی فان المعصیة
خدا کی نزدیک ہوا ہوس ہی اسکی موافق مکلف پر اس عید مین کئی چیزین واجب ہین اول معاصی کا ترک کرنا کیونکہ معصیة کا ترک کرنا
وان کان ترکها لازما وواجبا فی جمیع الازمنة الا ان ترکها فی بعض الازمان الزم واوجب لقوله تعالی ان عدة
اگرچہ ہمیشہ ہر وقت مین لازم اور واجب ہی لیکن بعضی وقت اور بہی زیادہ تر لازم اور واجب ہوتا ہی اس دلیل سی مہینون کی گنتی

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ

اسکی پاس بارہ مہینی ہین اسکی حکم مین جسدن پیداکئی آسمان وزمین اونمین چار ہین ادب کی یہہ ہی سیدہا

الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ يعني ان عدة الشهور القمرية التي عليها يدور كثير من الاحكام الشرعية

دین سو ادنمین ظلم نکرو اپنی اوپر یعنی گنتی قمری مہینون کی جس سی بہت سی احکام شرعی موافق حکم الٰہی کی متعلق ہورہی ہین

في حكمه تعالى اثنا عشر شهرا مثبتا في اللوح المحفوظ منذ خلق السموت والارض من تلك الشهور الاثنى عشر

وہ تمام بارہ مہینی ہین لوح محفوظ مین ثابت جب سی اللہ تعالی نی آسمان وزمین کو پیدا کیا ہی ان بارہ مہینون مین سی

اربعة حرم وهي ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب وكون هذه الشهور الاربعة المعينة حرما هو الدين

چار معزز ہین یعنی ذیقعد خالی اور ذالحج بقرعید اور محرم دہ اور رجب مریم روزہ اور یہہ چارون معین مہینی جو معزز اور حرم ٹہری ہین یہہ طریق

المستقيم دين ابرهيم واسمعيل عليهما السلام فلا تظلموا فيهن انفسكم بهتك حرمتها وارتكاب المعاصي

راست دین ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کا ہی سو تم لوگ ان مہینون کی حرمت توڑکر اور اسکی اندر عمل بد کرکر اپنی جان پر ظلم مت اتارو

فيها فان العمل الصالح كما انه اعظم اجرا فيهن كذلك المعصية فيهن اعظم وزرا من المعصية في غيرهن

کیونکہ نیک کار جیسی ان مہینون کی اندر ثواب مین زیادہ ہوتا ہی ایسی ہی گناہ ان مہینون کی اندر سزا مین بہ نسبت اور مہینون کی سخت ہوتا ہی

وكذا المعصية في شهر رمضان ويوم الجمعة ويوم عرفة ولياليها وليلة القدر وايام العيدين ولياليهما

اور ایسی ہی گناہ ماہ رمضان مین اور جمعہ کا دن اور عرفہ کی روز اور انکی راتون مین اور شب قدر مین اور دونو عید کی دن اور انکی راتون

اكثر وزرا لانه تعالى فضل هذه الازمنة بما خصها من العبادات التي تفعل فيها وجعل ثواب العبادات ونزول

سزا مین زیادہ ہی اسواسطی کہ اللہ تعالی نی ان اوقات کو یہہ فضیلت بخشی ہی کہ ان وقتون مین خاص خاص عبادتین مقرر فرمائین جو انمین عمل مین آتی ہین اور ثواب عبادات کا

الرحمة ووصول المغفرة فيها اكثر من غيرها رحمة لهذه الامة فمن لم يعرف هذه النعمة التي كانت عليه فيها

اور رحمت کا نازل کرنا اور مغفرت کا دینا ان وقتون مین بہ نسبت اور وقت کی واسطی رحمت اس امت کی زیادہ مقرر فرمایا ہی پہر جو شخص اس نعمت کی قدر نہ سمجہی جو اسکو ان اوقات مین

بل هتك حرمتها بارتكاب انواع الذنوب فيها فقد استحق ان يكون عذابه اشد وعقابه اعظم فعلى

حاصل ہی بلکہ ان مہینون کی حرمت طرح طرح کی گناہ عمل کرکر خراب کری توبیشک وہ شخص سخت تر عذاب کا مستحق ہی اور اوسکا عذاب زیادہ تر ہی سو

المؤمن ان يعرف ما انعم عليه ويعظم ما عظمه الله تعالى حتى يكون عند الله عظيما وتعظيم هذه الاوقات

مؤمن کو لازم ہی کہ جو اوسکو اللہ نی انعام دیا ہی اوسکو پہچانی اور جسکو اللہ نی عظمت دی ہی اوسکی تعظیم کری تاکہ اللہ کی نزدیک اوسکو بہی عظمت ملی اور ان اوقات کی تعظیم

انما يكون بزيادة الاعمال الصلحت فيها فمن عجز عنها فاقل حاله في التعظيم ان يحترز عما يحرم عليه ويكره له

یہی ہی کہ ان وقتون مین صالح اعمال زیادہ تر کیا کری جس سی یہہ نہو سکی تو پہر کم سی کم تعظیم اسکی حق مین یہہ ہی کہ محرمات اور مکروہات سی کنارہ کری سو تمام بدعات

فيترك البدع والمنكرات وما لا ينبغي له فيها من المنهيات وكثير من الناس في بعض هذه الازمان فقد

اور منکرات اور جو جو بیہودہ کام اسکو ان اوقات مین لائق نہین ہین سب ترک کری اور اس زمانہ کی اکثر لوگون نی ان امور کی برخلاف اختیار کرلیا ہی

اخذ واضد هذا المعنى حيث كانوا يشتغلون في ايام العيدين ولياليهما الى اللهو واللعب وغيرهما من انواع

چنانچہ ایام عیدین مین رات ہو یا دن لہو ولعب وغیرہ طرح طرح کی بیجا امور مین

السيات بعضهم بالمباشرة وبعضهم بالمشاهدة مع ان للسيئة الواحدة عشر اشياء من الضرر على ما

چالاکی اور چستی کرتی ہین بعضی تو اپنی ہاتہ سی کرتی ہین اور بعضی تماشا دیکہتی ہین اور حال یہہ ہی کہ ایک گناہ مین موافق بیان

ذكره الفقيه ابو الليث في تنبيه الغافلين الاول اسخاطه خالقه بمخالفة امره والثاني تفريح ابليس الذي

فقیہ ابو اللیث کی تنبیہ الغافلین مین دس ضرر پیدا ہوتی ہین اول آزردگی اپنی خالق کی حکم کی نافرمانی کرنی سی دوسری ابلیس کا خوش کرنا ۔

هو عدوه وعدو الله تعالى والثالث بُعده من الجنة والرابع قربه من جهنم والخامس جفاء من

جو اسکا بھی اوخدا کا دشمن ہی — تیسری جنت سی دوری — چوتھی دوزخ سی نزدیکی — پانچویں اپنی جان پر ظلم کرنا

هو احب اليه وهو نفسه والسادس تنجيس نفسه التي جعلها الله تعالى طاهرة والسابع ايذاء الحفظة

جسکو سب سی زیادہ محبوب رکھتا ہی — چھٹی اپنی جان کا ناپاک کرنا جسکو اللہ تعالی نی پاک پیدا کیا ہی — ساتویں کرام کاتبین کو ایذا دینی

الذين لا يؤذونه والثامن احزان النبي عليه السلام في قبره والتاسع اشهاد الارض والليل والنهار على نفسه

جو اسکو نہیں ستاتی — آٹھویں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف کی اندر غمگین کرنا — نویں — زمین اور رات دن کو اپنی برائی پر گواہ کرنا

والعاشر خيانته لجميع الخلائق لان المطر يقل بالذنب فاذا كان حال من فعل سيئة واحدة هذا فماذا

دسویں تمام عالم کی بدخواہی — اسواسطی کہ گناہوں کی شامت سی مینہ برسنا بند ہوجاتا ہی جب ایک گناہ میں یہہ حال ہو تو پھر دیکھو

يكون حال من يفعل فنونا من السيئات لا سيما في هذه الايام المباركات مع ان الخطباء ينادون على

اوس شخص کا جو طرح طرح کی گناہ کرتا ہی کیا حال ہوگا — خاص کر ان مبارک دنوں میں — باوجودیکہ وعاظ نصیحت کرنیوالی منبروں پر پکار پکار کر

المنابر ويقولون ليس العيد لمن لبس الجديد انما العيد لمن امن الوعيد ليس العيد لمن تبخر بالعود انما

کہی جاتی ہیں کہ عید اوسکی لئی نہیں ہی جو نئی کپڑی پہن لی — عید اوسی کی ہی جو وعید سی پناہ میں رہی — عید اوسکی لئی نہیں ہی جو خوشبو میں بسی

العيد للتائب الذي لا يعود ليس العيد لمن تزين بزينة الدنيا انما العيد لمن تزود بزاد التقوى ليس العيد

عید اوسی کی ہی کہ توبہ کرکر پھر نہ پھری — عید اوسکی نہیں ہی جو دنیا کی زینت سی آرائش کری — عید اوسی کی ہی جو توشہ تقوی سی آسایش کری — عید اوسکی نہیں ہی

لمن ركب المطايا انما العيد لمن ترك الخطايا ليس العيد لمن بسط البساط انما العيد لمن جاوز الصراط وقال

جو اونٹنیوں پر سوار ہو — عید اوسی کی ہی جو خطا سی بیزار ہو — عید اوسکی نہیں ہی جو فرش فروش بچھاوی — عید اوسی کی ہی جو صراط پر سی سلامت گذر جاوی اور

النبي عليه السلام استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر وروي انه عليه السلام

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکی ہیں کہ ملاہی کا سننا تو معصیت ہی اور اوسکی عادت کرنا فسق ہی اور اوس سی مزہ لینا کفر ہی اور روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نی

ادخل اصبعيه في اذنيه عند سماعه وهم يسمعون امثال تلك الكلمات ولا يلتفتون اليها بل يدعون

ملاہی کی آواز سنکر کانوں میں اونگلیاں دیلیں تھیں اب یہہ لوگ ایسی ایسی کلمات سنتی ہیں اور اوس بات کی طرف توجہ نہیں کرتی بلکہ لیتی اسلام کا دعوی

الاسلام ومحبة الله ورسوله ومع هذا يخالفونهما في الاوامر والنواهي فيكون الحال مشكلا والحكام

رکھتی ہیں اور اللہ اور رسول کی محبت جتلاتی ہیں اور تمام امر اور نہی میں اللہ رسول کی مخالفت کی جاتی ہیں — اب کیا مشکل کی بات ہی کہ حاکم وقت

شاهدون امثال تلك المنهيات ولا يمنعون شيئا منها بل يساعدون فيها فمن كان باكيا فليبك على

ان تمام منہیات کو دیکھتی ہیں — اور اسمیں سی ایک منع نہیں کرتی — بلکہ اوسمیں اور مدد دیتی ہیں — ابجو کوئی روئی تو چاہئی کہ اسلام کی

الاسلام وغربته اذ قد عاد الاسلام غريبا كما بدأ غريبا نعم ان هذه الايام ايام فرح وسرور لكن ينبغي ان

غربت پر روئی — کیونکہ اسلام اب ویسا ہی غریب ہوگیا جیسی غریب شروع ہوا تھا ہاں یہہ دن فرح اور سرور کی ہیں — پر یوں چاہئی

يكون اظهار الفرح والسرور فيها بما كان مباحا او مستحبا كالاغتسال والتطيب ولبس احسن الثياب

کہ خوشی اور سرور ایسی اسباب سامان سی ظاہر کری جو مباح یا مستحب ہووی جیسی نہانا — اور خوشبو لگانی — اور اچھی اچھی مباح کپڑی پہنی

المباحة التي تكون جديدة او غسيلة على ما سبق لا بما كان حراما كلبس الحرير والخوض في الباطل لان العيد

کہ وہ نئی ہوں — یا دھوئی ہوئی ہوں — چنانچہ آگی آتا ہی — حرام سامان سی نہ کری جیسی حریر کا پہننا اور باطل باتوں میں گھسنا کیونکہ عید کو

انما سمي عيدا لانه تعالى يعود به على المؤمنين بالمغفرة والاحسان فيجب عليهم ان يجتنبوا المعصية والطغيان

اسی لئی عید کہتی ہیں کہ اللہ تعالی مؤمنوں پر دوبارہ مغفرت اور احسان کرتا ہی پھر اون پر بھی واجب ہی کہ معصیت اور سرکشی سی کنارہ کریں

حتى يكونوا من اهل السعادة والرضوان لا من اهل الشقاوة والخذلان وقد حكى عن بعض العارفين انه

تاکہ سعادت مند اور لایق رضا مندی کی ہوں بدبخت اور ٹوٹی والوں میں ہوں اور بعضی عارفوں سی حکایت کرتی ہیں کہ وہ

مر يوم العيد بقوم يلعبون ويضحكون فقال ان كان قد تقبل من هؤلاء لزمهم ان يشكروا وليس هذا

عید کی دن ایک قوم پر پہنچی کہ کھیل رہی تہی اور ہنستی تہی فرمایا اگر ان لوگوں کی عید مقبول ہوئی ہی تو انکو لازم ہی کہ شکر کریں اور یہہ شکر گذار لوگوں کی

فعل الشاكرين وان كان لم تقبل منهم لزمهم ان يخافوا وليس هذا فعل الخائفين ثم ينبغي ان يعلم ان بعض

کام نہیں ہیں اور اگر مقبول نہیں ہوئی تو لازم ہی کہ خدا کا خوف کریں اور یہہ ڈرنیوالوں کی کام نہیں ہیں پہر سمجھنی کی بات ہی کہ بعضی لوگ

الناس قد زعموا ان ضرب الدف والغناء يوم العيد جائز لما روى عن عائشة ان ابا بكر دخل عليها يوم

کہتی ہیں کہ دف دائرہ بجانا اور گانا عید کی دن جائز ہی اسلئی کہ روایت ہی حضرت عائشہ رضی سی کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اونکی یہاں عید کی

العيد وعندها جاريتان تغنيان بالدف ورسول الله عليه السلام متغش بثوبه فزجرهما ابو بكر فكشف النبي عم

دن آئی اسوقت اونکی پاس دو لڑکیاں گاتی تہیں اور دف بجاتی تہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑہی ہوئی تہی اون لڑکیوں کو ابو بکر نی منع کیا تو نبی صلی اللہ علیہ

وجهه فقال دعهما يا ابا بكر فان لكل قوم عيدا فهذا عيدنا فان هذا الحديث وان كان يدل على اعم

وسلم نی منہہ کہولکر فرمایا ابو بکر جانی دی کیونکہ ہر قوم کی عید ہوتی ہی آج ہماری عید ہی اسلئی یہہ حدیث اگرچہ اونکی قول پر جو جائز بتاتی ہیں دلالت کرتی ہی

لكن ليس كما زعموا اذ قد ذكر في نصاب الاحتساب ان هذا الحديث متروك غير معمول به لقوله تعالى ومن الناس

پر یوں نہیں ہی جو وہ کہتی ہیں کیونکہ نصاب الاحتساب میں مذکور ہی کہ یہہ حدیث متروک ہی اس حدیث پر عمل نہیں ہی واسطی اس آیت کی ایک لوگ ہیں

من يشتري لهو الحديث فان المراد من لهو الحديث على ما ذكر في معالم التنزيل عن ابن مسعود وابن عباس

کہ خریدار ہیں کہیل کی باتوں کی کیونکہ مراد لہو الحدیث سی جو آیت میں ہی موافق بیان معالم التنزیل کی ابن مسعود اور ابن عباس

وعكرمة وسعيد بن جبير الغناء وما في معناه من المعازف والمزامير والمراد من اشتراه اختياره والمعنى ان بعضا

اور عکرمہ اور سعید بن جبیر سی غنا ہی اور جو اسکی مثل ہی گانا اور مزمار بجانا اور اشترا سی مراد ہی پسند کرنا یعنی بعضی ایسی لوگ ہیں

من الناس يختار الغناء وما في معناه من المعازف والمزامير ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزوا

جو غنا کو پسند کرتی ہیں اور اوسکی مثل کو سرود اور مزمار تا بہکا دیں اللہ کی راہ سی بن سمجہی اور ٹہراویں اوسکو ہنسی

اولئك لهم عذاب مهين فدلت الاية على تحريم الغناء وما في معناه من الملاهي ويدل على هذا ايضا ان عائشة

وہ جو ہیں اونکو ذلت کی مار ہی یہہ آیت غناء کی حرمت پر دلالت کرتی ہی اور جو اوسکی مثل لہو کی چیزیں ہیں اور حرمت اس سی بہی معلوم ہوتی ہی کہ

بعد بلوغها لم ينقل عنها الا ذم الغناء والمعازف والثاني مما يجب على المكلف في هذا العيد صدقة الفطر

حضرت عائشہ رضی سی بالغ ہوکر غنا اور معازف کی سوای برائی کی کچہہ منقول نہیں ہی اور دوسری جو اس عید میں انسان مکلف پر واجب ہی صدقۃ الفطر ہی

فانها تجب على كل مسلم حر غني والغنى الذي هو شرط لوجوبها ان يملك نصابا او ما يكون قيمته نصابا فاضلا

صدقۃ الفطر ہر ہر مسلم آزاد توانگر پر واجب ہی اور مقدور جو واسطی وجوب صدقہ فطر کی چاہئی اتنی ہی ہی کہ نصاب کا مالک ہو یا ایسی شئی کا مالک کہ اوسکی قیمت نصاب کی

عن حاجته الاصلية ولا يعتبر فيه وصف النماء فمن كانت له دار لا يسكنها فيؤجرها او لا يؤاجرها تعتبر قيمتها

برابر ہو حاجت اصلی سی زیادہ ہو اور نامی ہونا یعنی بڑہنی والی چیز ہونا کچہہ ضرور نہیں یہہ زکوۃ میں معتبر ہی سو جسکی پاس ایک گہر ہو کہ جسمیں نہیں رہتا ہو کرایہ دیتا ہو

في الغنى وكذا اذا سكنها وفضل عن سكناه شيء يعتبر قيمة الفاضل في الغنى لان ما كان من حاجته الاصلية

اوسکی قیمت معتبر ہوگی اور ایسی ہی اگر اوسمیں رہتا ہو اور رہنی سی کوئی طبقہ فاضل ہو تو اوس فاضل کی قیمت اس غنا میں معتبر ہوگی کیونکہ جتنا اوسکی حاجت میں ہی

لا بد ان يكون مشغولا بها لا بما سيحتاج اليه اذ ما من مال الا وقد يقع الحاجة اليه في وقت من الاوقات حتى

چاہئی کہ اب اوسکی برتاؤ میں ہو وہ نہیں ہی جسکی آگی کو حاجت پیدا ہوگی اسواسطی کہ جو مال ہوتا ہی سو اوسکی حاجت کبہی نہ کبہی آہی لگتی ہی یہاں تک

لوكان في دار بكراء فاشترى قطعة ارض بمائتي درهم وبنى فيها دار اليسكنها فهو غني بها لانها فاضلة

سو اگر کرایہ کی گھر مین رہتا ہو اور ایک اور قطعہ زمین کا دوسو روپیہ کو مول لیکر رہنی کی لئی گھر بنایا تو اب اس گھر کی ملکیت سی غنی ہو دیگا اسلئی کہ یہ گھر اسوقت اوسکی حاجت سی

عن حاجته الحالية وانما يحتاج اليها في المستقبل ومن كان له دار فيها بيتان صيفي وشتوي

فاضل ہی اگر حاجت ہوگی تو زمانہ آیندہ مین ہوگی اور جسکی مکان مین دو مقام ہوں گرمی کا اور جاڑی کا

لا يكون بها غنيا ولو كان فيها ثلثة بيوت يعتبر قيمة الثالث في الغنى وصاحب الثياب لا يكون

تو اس سی غنی نہین ہوتا اور اگر اوس مکان مین تین مقام ہوں تو تیسری مقام کی قیمت غنا کی لئی شمار کی جائیگی اور کپڑوں کا مالک

غنيا بثلث دستجات احدها للبذلة والثانية للمهنة والثالثة للجمع والاعياد وكذا بالفراشين

تین جوڑی کپڑی سی غنی نہین ہوتا ایک روزمرہ کی پہننی کا اور دوسرا کار کرنی کی وقت کا تیسرا جمعہ اور عید کی دنون کا اور ایسی ہی دو بچھونوں سی غنی نہین

وما زاد على الدستجات الثلث من الثياب وعلى الفراشين يعتبر قيمته في الغنى والغازي بفرسين

اور جسقدر تین جوڑہ اور دو بچھونوں سی زیادہ ہوگا تو غنی ہونی مین اوسکی قیمت حساب مین لیجاوی گی اور غازی کا مجاہد دو گھوڑوں سی

لا يكون غنيا وان كان له ثلثة افراس يعتبر قيمة احدها في الغنى وما زاد على الواحد من الدواب

غنی نہین ہوتا اور اگر تین گھوڑی ہونگی تو ایک گھوڑی کی قیمت غنی ہونی مین حساب کیجاوی گی اور جسقدر ایک چوپایہ سی زیادہ ہوگا

لغير الغازي فرسا كان او حمار الدهقان او غيره او الخادم الواحد يعتبر قيمته في الغنى وكذا كتب

سوای غازی کی اور شخص کی پاس گھوڑا ہو یا گدہا رئیس گانوکی لئی یا اور کسیکی یا ایک خادم سی زیادہ تو غنی ہونی کی لئی اون سبکی قیمت حساب مین لیجاویگی اور ایسی ہی

التفسير والحديث والفقه لاهله ما زاد على نسخة واحدة من رواية واحدة يعتبر قيمته في الغنى

تفسیر حدیث فقہ کی کتابیں علماء کی لئی جو ایک ایک نسخہ سی زیادہ ہونگی تو ایک روایت مین غنی ہونیکی لئی قیمت اوسکی حساب کیجاویگی

وكذا ما زاد على الواحد من المصاحف لمن يحسن القراءة يعتبر قيمته في الغنى والزراع بثورين والة الحراثين

اور ایسی ہی جو ایک قرآن سی زیادہ قاری کی پاس ہو تو غنا کی باب مین اوسکی قیمت معتبر ہی اور کسان دو بیلوں سی اور کھیتی کی اوجہر ال اوہی سا

لا يكون غنيا و كان له ثلثة ثيران يعتبر قيمة احدها في الغنى والبقرة الواحدة يعتبر قيمته في الغنى

غنی نہین ہوتا اور اگر تین بیل ہونگی تو ایک کی قیمت غنا مین معتبر ہوگی اور ایک ہی بیل ہو تو غنا مین اوسکی قیمت لیجاویگی

والخباز اذا كان له حنطة او ملح يعتبر قيمتها في الغنى وكذا القصار اذا كان له اشنان او صابون يعتبر

اور نان پز کی پاس اگر گیہوں اور نمک ہو تو اوسکی قیمت واسطی غنا کی معتبر ہوگی اور ایسی ہی دہوبی اگر اوسکی پاس اشنان یا صابون ہوگا تو غنا کی لئی

قيمته في الغنى ومن كان له قوت سنة يساوي نصابا ففيه كلام والظاهر انه لا يعد من الغنى ذكره قاضيخان

قیمت اوسکی لیجاویگی اور جسکی پاس ایکسال کا کہانا جسکی قیمت نصاب کی برابر ہو تو اسمین اختلاف ہی اور ظاہر یہ ہی کہ وہ غنی نہین شمار کیا جاتا یہ قول قاضیخان کی

في فتاواه والمرأة اذا كانت لها جواهر ولآلي تلبسها في الاعياد وتتزين بها للزوج يعتبر قيمتها في الغنى وكذا

اپنی فتاوی مین ذکر کیا ہی اور جس عورت کی پاس جواہر اور موتی ہوں کہ عید کی روز پہنتی ہو اور خاوند کی لئی اونسی سنگار کرتی ہو تو غنا کی بابت اسکی قیمت معتبر ہوگی اور

ان كانت لها دار تسكن فيها مع زوجها يعتبر قيمتها في الغنى ان قدر الزوج على الاسكان ويتعلق بهذا النصاب

ایسی ہی اگر عورت کی ملک مین گھر ہو جسمین خاوند کی ساتھ رہتی ہی تو اس گھر کی قیمت غنا مین معتبر ہوگی پر اس شرط پر کہ اوسکا خاوند گھر دینی کا مقدور رکھتا ہو اور اسی نصاب کی

حرمة اخذ الزكوة ووجوب صدقة الفطر والاضحية لان الغنى على ثلث مراتب غني يحرم عليه السوال

زکوۃ لینی حرام ہوتی ہی اور صدقہ فطر اور قربانی واجب ہوجاتی ہین کیونکہ غنی تین قسم پر ہوتی ہین ایک ایسا غنی ہوتا ہی جسکو سوال کرنا

واخذ الصدقة ويجب عليه صدقة الفطر والاضحية والزكوة وهو من يملك نصابا كاملا ناميا وغني

اور صدقہ لینا حرام ہوتا ہی اور اوسپر صدقہ فطر اور قربانی اور زکوۃ واجب ہوتی ہی ایسا غنی وہ ہی جسکی ملک مین پورا نصاب کامل نامی بڑہتا ہوا ہو اور ایک غنی

يحرم عليه السؤال واخذ الصدقة ويجب عليه صدقة الفطر والاضحية دون الزكوة وهو من
ہے جسکو سوال کرنا اور صدقہ لینا حرام ہوتا ہے اور صدقہ فطر اور قربانی واجب ہوتی ہے اور زکوۃ واجب نہیں ہوتی وہ ایسا شخص ہے
يملك ما قيمته نصاب من غير ان يكون فيه نماء وغني يحرم عليه السؤال لا اخذ الصدقة ولا يجب
جسکے پاس ایسی چیز ہو جسکی قیمت نصاب کی برابر ہو پر وہ چیز نامی نہو اور ایک ایسا غنی ہوتا ہے جسکو سوال کرنا حرام اور صدقہ لینا جائز اور
عليه شئ مما ذكر من صدقة الفطر والاضحية والزكوة وهو من يملك قوت يومه وما يستر عورته ثم
اوسپر جو ہوا اوپر مذکور ہوا کچھ واجب نہیں ہوتا نہ تو صدقہ فطر اور نہ قربانی اور نہ زکوۃ وہ ایسا شخص ہوتا ہے جسکے پاس ایک دن کا کھانا ہو اور بدن ڈھکنے کو کپڑا ہو
الواجب عند نا نصف صاع من بر او صاع من تمر او شعير والصاع ما يسع فيه الف واربعون درهما
پھر ہمارے نزدیک گیہوں کا آدھا صاع واجب ہوتا ہے اور پورا صاع چھوہارے اور جو کا اور صاع وہ ہوتا ہے جسمیں ایک ہزار چالیس درہم آجاوین
وهو صاع عمر وكان قد فقد واخرجه الحجاج ولذلك سمي حجاجيا والظاهر انه كان صاع رسول الله صلى الله عليه وسلم
یہ صاع حضرت عمرؓ کا ہی جو گم ہو گیا تھا حجاج نے نکالا اسی لئے صاع حجاجی کہلاتا ہی اور ظاہر یوں ہے کہ یہ صاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا
اذ كان عمر لا يخالفه في شئ هذا اذا اعطى صدقة الفطر بالصاع ولو اعطاها بالوزن يجوز ايضا
سلئے کہ حضرت عمرؓ کسی بات میں اصلا مخالفت نہیں کرتے تھے یہ صاع جب ہے کہ صدقہ فطر صاع سے ماپ کر ادا کرے اور اگر صدقہ فطر تول کر دے تو بھی جائز ہی
لان تقدير الصاع لما كان بالوزن جاز الاعطاء بالوزن والزبيب عند ابي حنيفة كالبر وعندهما كالشعير
اسلئے کہ مدار کار صاع کا جب وزن سے جائز ہوا تو ادا کرنا بھی وزن سے جائز ہے اور مویز امام ابو حنیفہ کے نزدیک گیہوں میں داخل ہے یعنی آدھا صاع دینا چاہئے اور
وذكر في الجامع الصغير ان دقيق البر وسويقه كالبر الا ان العلماء قالوا الاولى ان يراعى فيهما القدر والقيمة
اور جامع صغیر میں مذکور ہے کہ گیہوں کا آٹا اور گیہوں کا ستو گیہوں کی مثال ہے یعنی آدھا صاع دینا چاہئے پر سب علما کہتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ آٹے اور ستو میں احتیاطا
احتياطا لضعف الآثار الواردة فيهما والمعتبر في الخبز القيمة ولا يراعى فيه القدر اذ لم يرد فيه اثر والاصل
دونوں کا لحاظ کیا جاوے کیونکہ جو آثار انکے باب میں آئی ہیں سب ضعیف ہیں اور روٹی میں قیمت ہی کا اعتبار ہے اسمیں اندازہ کی رعایت نہیں ہی اسلئے کہ اسمیں کوئی اثر نہیں آیا اور اصل
في هذا الباب ان ما هو منصوص عليه لا يعتبر فيه القيمة وانما يعتبر فيه القدر حتى لو ادى مكان نصف
صدقہ فطر میں وہ ہے جو منصوص ہے یعنی جسکا صاف ذکر ہے اوسمیں قیمت کا اصلا اعتبار نہیں ہے اوسمیں صرف اندازہ ہی کا لحاظ ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے گیہوں کے آدھے
صاع من بر نصف صاع من تمر لا يجوز وان كان قيمة التمر اكثر من قيمة البر واما ما ليس بمنصوص عليه فانه
صاع کی جگہ آدھا صاع چھوہارا ادا کردیا تو جائز نہیں ہے اگرچہ چھوہاروں کی قیمت گیہوں سے بہت زیادہ ہے اور جو اناج صاف مذکور نہیں ہیں تو وہ
يلحق بالمنصوص عليه باعتبار القيمة لا بالقدر وعن ابي يوسف ان الدقيق اولى من البر لكونه اقرب الى
اوسمیں جسکا ذکر آیا ہے قیمت کر کر ملا دیے ہیں اندازہ کی رو سے نہیں ملائے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ آٹا گیہوں سے بہتر ہے کیونکہ کھانے میں جلد آسکتا ہے
المقصود والدراهم اولى من الكل لكونها ادفع للحاجة فعلى المكلف الغني ان يؤدي ما ذكر من القدر او القيمة
اور نقدی سب سے بہتر ہے کیونکہ نقدی سے سب حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور مکلف غنی پر لازم ہے کہ فطرہ باعتبار اندازہ یا قیمت کے
عن نفسه وعن ولده الصغير ذكرا كان او انثى ان لم يكن للصغير مال حتى لو كان للصغير مال يؤدي
اپنی طرف سے اور اپنی اولاد نابالغ کی طرف سے لڑکا ہو یا لڑکی جس صورت میں نابالغ کی ملک میں مال نہو ادا کرے یہاں تک کہ اگر صغیر نابالغ کے پاس مال ہو تو ادا کرے
عنه ابوه او وصيه من ماله ولا يجب عليه صدقة ولده الكبير وان كان في عياله ولا صدقة زوجته
ہے باپ اوسکی یا وصی اوسکے مال میں سے ادا کردے اور اولاد بالغ کی طرف سے صدقہ فطر باپ پر واجب نہیں ہوتا اگرچہ اوسکی عیال میں داخل ہی اور نہ صدقہ جورو کا واجب ہی
ولو ادى عنهما بغير امرهما يجوز استحسانا لانه ماذون فيه عادة ويعطي عن مملوكه للخدمة ولو مدبرا
اور اگر اونکی طرف سے اونکی بے کہے ادا کردے تو استحسانا جائز ہی کیونکہ عادت کی موافق اسمیں اجازت ہوتی ہی اور اپنے غلام کی طرف سے بھی ادا کرے جو خدمت کیواسطے

او ام ولد او كافرا ولا يعطي عن عبده للتجارة وعن مملوكه الآبق فان عاد مملوكه عن الاباق بعد ما مضى
یا ام ولد ہو یا کافر ہو اور سوداگری کی غلام کی طرف سی دینا لازم نہیں ہی اور نہ بھاگی ہوئی غلام کی طرف سی پھر اگر غلام بھاگا ہوا اسی وقت حاضر ہو کہ روز فطر کا گذر گیا

يوم الفطر حتى ان من مات من مماليكه واولاده قبله لا يجب صدقته وكذا لو ولد له ولد او ملك عبدا
یہاں تک کہ اگر کوئی غلاموں میں سی یا اولادوں میں سی صبح صادق سی پہلی مر جاوی تو اوسکا صدقہ واجب نہیں رہتا اور ایسی ہی اگر بعد صبح صادق کی بچہ پیدا

بعده لا يجب عليه صدقته ولو ولد له او ملك عبدا قبله كان عليه صدقته وكذا لو صار غنيا قبله
یا کسی غلام کا مالک ہو گیا تو صدقہ واجب نہیں ہوتا اور اگر صبح صادق سی پہلی بچہ پیدا ہوا یا غلام کا مالک ہوا تو اوسکا صدقہ واجب ہوگا اور ایسی ہی اگر پہلی غنی ہو گیا

وبعده لا والمستحب اداءها قبل صلوة العيد ولا تسقط بتاخيرها وان افتقر وطال المدة لانها
تو واجب ہی اور بعد ہوا تو نہیں اور صدقہ عید کی نماز سی پہلی ادا کرنا مستحب ہی اور دیر کرنی سی ساقط نہیں ہوتا اگرچہ فقیر ہو جاوی اور اسپر مدت دراز گذر جاوی

متعلقة بالذمة دون المال ويجوز تقديمها عن وقت وجوبها بلا تفصيل فيه بين مدة ومدة في الصحيح
کیونکہ صدقہ فطر ذمہ پر لازم ہوتا ہی کچھ مال پر نہیں ہی اور صدقہ فطر وقت وجوب سی پہلی دیدینا صحیح مذہب میں جائز ہی کچھ مدت کم زیادہ کا فرق نہیں ہی

ويجب دفع فطرة كل شخص الى فقير واحد حتى لو فرقت الى فقيرين لا يجوز لان المنصوص عليه الاغناء
اور ایک شخص کا فطرہ ایک ہی فقیر کو دینا واجب ہی یعنی گیہوں کی آدھی صاع سی کم نہ دی اگر دو فقیروں کو پاو پاو صاع تقسیم کردیگا تو جائز نہیں ہی اسوسطی کہ حدیث کا نص

لقوله عليه السلام اغنوهم عن المسئلة في مثل هذا اليوم ولا يستغني بما دون ذلك وقيل يجوز دفعها
تو غنی کردینا ہی اس حدیث میں کہ ان فقیروں کو سوال کرنی سی آج کی دن غنی کردو اور اس سی کم میں غنی نہیں ہوتا اور بعضی کہتی ہیں ایک فطرہ

الى فقيرين لكن الاول اولى ويجوز دفع ما وجب على جماعة الى فقير لكن الاولى ان يكون الدفع بدفعات
دو فقیروں کو بھی دینا جائز ہی پر اول مذہب بہتر ہی اور کئی شخصوں کا فطرہ ایک فقیر کو دینا جائز ہی پر اولی یہ ہی کہ کئی بار ایک ایک فطرہ علیحدہ کر کر دی

لا دفعة واحدة لان نصف الصاع من ادنى المقادير يمنع النقصان لا الزيادة فاذا وقع التفريق في
ایک دفعہ ہی نہ دیوی اسوسطی کہ آدھ صاع کم سی کم مقدار ہی سو کمتی سی روکتا ہی زیادت سی نہیں منع کرتا سو جب دینی میں علیحدہ علیحدہ کردیا

الدفع يكون الفقير في الدفعة الثانية في حكم مسكين اخر ولا يجوز دفعها الى اصوله وفروعه ومماليكه
تو گویا وہی فقیر دوسری دفعہ میں نیا اور مسکین ہی اور صدقہ فطر کا دینا اپنی اصل یعنی ماں باپ وغیرہ کو اور اپنی فرع کو یعنی بیٹا بیٹی کو اور اپنی غلاموں وغیرہ کو

وغيرهم ممن لا يجوز دفع الزكوة اليهم ويجوز صرفها الى فقراء اهل الذمة لكن يكره بخلاف الزكوة حيث لا يجوز
دینا جائز نہیں ہی جن جن کو زکوۃ کا دینا جائز نہیں ہی اور صدقہ فطر ذمی فقیروں کو دینا جائز ہی پر مکروہ برخلاف زکوۃ کی کیونکہ زکوۃ کا دینا

دفع الزكوة اليهم الثالث ما يجب على المكلف في هذا العيد الصلوة وقبل الصلوة يستحب للرجل السواك
ذمیوں کو ہرگز جائز نہیں ہی تیسری اس عید میں جو مکلف پر واجب ہی نماز ہی اور نماز سی پہلی مرد کو مستحب ہی مسواک کرنی

والاغتسال والتطيب ولبس احسن الثياب المباحة بان يكون جديدا او غسيلا لا حريرا فانه حرام
اور نہانا اور خوشبو لگانی اور اچھی کپڑی پہنی جو مباح ہوں یعنی نئی ہوں یا دھوئی ہوئی ہوں حریر نہو کیونکہ حریر

على الرجال حتى الصبيان لكن لا اثم على من البسهم والافطار بالحلو واداء صدقة الفطر وصلوة الغداة
مردوں پر بچوں تک حرام ہی پر گناہ اونپر ہی جو اونکو پہنادیں فقط اور میٹھا کھانا اور صدقہ فطر ادا کرنا اور نماز اشراق کی

في مسجد حيه والتبكير وهو سرعة الانتباه والابتكار وهو المسارعة الى المصلى والتوجه اليه ماشيا
محلہ کی مسجد میں اور تبکیر یعنی جلد تیار ہونا اور ابتکار کی معنی یہاں عیدگاہ کی طرف جلد روانہ ہونا اور پیادہ پا جانا

والرجوع من طريق اخر ثم الخروج الى الجبانة سنة وان وسعهم الجامع لكن يستخلف الامام من
اور دوسری رستہ سی آنا پھر جنگل میں جانا مسنون ہی اگرچہ مسجد جامع میں تمام نمازی آسکتی ہوں لیکن امام کسیکو اپنا خلیفہ کردی

كان عليه صدقتها مضى وقت وجوبها طلوع الفجر من يوم الفطر

يصلي في المصر بالضعفاء والمرضى بناء على ان صلوة العيد في الموضعين جائزة بالاتفاق بخلاف
جو شہر کی اندر نا تو انوں اور بیماروں کو نماز پڑہا دے کیونکہ عید کی نماز ایک شہر میں دو جگہ بالاتفاق جائز ہے بخلاف

الجمعة فانها جامعة للجماعات والتفرق ينافيه ويستحب التكبير في طريق المصلى لكن عند ابي حنيفة لا يجهر
جمعہ کی جو دو جگہ جائز نہیں ہے کیونکہ جمعہ جماعت کو جمع کر دیتا ہے اور تفرقہ اسکی خلاف ہے اور عیدگاہ کی رستہ میں تکبیر پڑہتے ہوئے جانا مستحب ہے لیکن امام اکبر کے

في هذا العيد وعندهما يجهر به وهو رواية عنه ايضا وعن ابي جعفر انه قال لا ينبغي ان يمنع
عید الفطر میں آہستہ آہستہ پڑہے اور صاحبین کی نزدیک پکار کر سہی اور ابو حنیفہ سے روایت ہے اور ابو جعفر سے روایت ہے کہ عام کو تکبیر سے منع کرنا

العامة عن ذلك لقلة رغبتهم في الخيرات فعلى هذا كان الاولى بهم ان يكبروا لكن لا على هيئة
اچھا نہیں ہے کیونکہ خیرات کی طرف میل ہی انکو بوجہ کمتر ہے اس روایت کی موافق یہ ہی بہتر ہے کہ تکبیر پڑہا کریں پر سبکو ملکر

الاجتماع والاتفاق في الصوت ومراعات الانغام فان ذلك كله حرام بل يكبر كل واحد بنفسه واذا
اور ایک آواز بنا کر راگنی کی تال سم پر نہیں چاہیے کیونکہ یہ تمام طریقے حرام ہیں بلکہ ہر ایک جدا جدا تکبیر پڑہے اور جب

بلغ المصلى قطع التكبير وروي عن ابي موسى الرضا انه يكبر في كل عشر خطوات مرة حتى بلغ الجبانة
عیدگاہ میں جا پہنچے تو تکبیر موقوف کرے اور ابو موسی رضا سے روایت ہے کہ دس دس قدم کی فاصلہ پر ایک بار تکبیر پڑہتی ہوئی عیدگاہ تک پہنچ جاتی تہی

ولو توجه الرستاقي الى المصلى ميلا من فرسخ ونحوه يبدأ بالتكبير اذا طلع الفجر ثم اذا دخل وقت الصلوة
اور اگر کوئی گرد نواح کا رہنی والا رات کو عیدگاہ میں کوس بہر یا کم زیادہ فاصلہ سے آجاوے تو صبح صادق ہوتی ہی تکبیر پڑہنی شروع کرے پہر جب نماز کا وقت

وخرج وقت الكراهة بارتفاع الشمس يصلي الامام بالناس ركعتين بلا اذان ولا اقامة يكبر اولا للافتتاح
آجاوے اور وقت مکروہ آفتاب بلند ہونی سے گذر جاوے تو امام لوگوں کی ساتھ دو رکعت بدون اذان اور تکبیر کی پڑہے پہلی تکبیر تحریمہ کہی

ثم يضع يديه تحت سرته ثم يثني ثم يكبر ثلث تكبيرات يفصل بين كل تكبيرة بقدر ثلث تسبيحات
پہر دونو ہاتہ ناف کی نیچی باندہ لے پہر سبحانک اللہم پڑہے پہر تین دفعہ تکبیر کہی ہر ہر تکبیر کی بیچ میں بقدر تین تسبیح کی فرق رکہے

لانها تقام بجمع عظيم والموالاة يشتبه على من كان بعيدا ويرفع يديه عند كل واحدة من تلك
اسواسطے کہ بڑے انبوہ میں اتفاق ہوتا ہے پے در پے بے فاصلہ کہنے میں دور کی آدمیوں کو شاید سنائی نہ دے اور اپنی دونو ہاتہ ہر ہر تکبیر کی ساتہ

التكبيرات الثلث ويرسلهما في اثنائهن ثم يضعهما تحت سرته بعد الثالثة ويتعوذ ويسمي ثم يقرأ
تینوں دفعہ کان تک اٹہاوے اور بیچ میں دونو ہاتہ چہوڑ رکہے پہر بعد تین بار کے ناف کی تلے دستور کی موافق باندہ لے اور اعوذ باللہ آخر تک پڑہے اور بسم اللہ پڑہ کر

الفاتحة وسورة ثم يكبر ويركع فاذا قام الى الركعة الثانية يبدأ بالقراءة ثم يكبر بعدها ثلثا يفصل
سورہ فاتحہ اور ایک اور کوئی سورۃ پڑہے پہر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرے پہر جب دوسری رکعت کی واسطے کہڑا ہو تو قرات قرآن کی شروع کرے پہر بعد قرات کی تین تکبیر کہے

بينهن بقدر ما ذكرنا ويرفع يديه ويرسلهما عند كل تكبيرة وليس هنا وضع ثم يكبر ويركع فيكون في
انکی بیچ میں بہی اسیقدر فاصلہ کہے جو اوپر ذکر کیا ہے اور دونو ہاتہ اٹہاوے اور ہر تکبیر پر چہوڑ رکہے اس وقت میں ہاتہ کا باندہنا ثابت نہیں ہے پہر تکبیر کہکر رکوع کرے

الركعتين تسعا ثلث منها اصليات تكبيرة الافتتاح وتكبيرتان للركوع وستة منها زوائد ثلث في الركعة
اب تکبیریں دونو رکعت کی نو ہوگئیں تین تو انہیں سے اصلی ہیں یعنی تکبیر تحریمہ اور دو تکبیریں دونو رکوع کی اور انہیں سے چہ تکبیریں زائد ہیں تین پہلی رکعت میں

الاولى قبل القراءة وثلث في الركعة الثانية بعد القراءة ولو نسي التكبير في الركعة الاولى حتى قرأ بعض
قرات سے پہلی اور تین دوسری رکعت میں قرات کی پیچہے اور اگر پہلی رکعت میں تکبیر کہنی بہول گیا اتنا کہ تہوڑی سی

الفاتحة او كلها ثم تذكر يكبر ويعيد الفاتحة وان تذكر بعد قراءة الفاتحة والسورة يكبر ولا يعيد القراءة
یا ساری سورہ فاتحہ پڑہ لی پہر تسیاد آئی تو اب تکبیر کہہ کر فاتحہ کو دوبارہ پڑہے اور فاتحہ اور دوسری سورۃ پڑہ کر یاد آئی تو صرف تکبیر ہی کہے قرات کو دوبارہ

لانها تمت وبعد التمام لا یقبل النقض بالاعادة بخلاف الاول والثانی فانها لم تتم فیهما فصار کانه لم یشرع
اسواسطی کہ قرارت پوری ہوگئی اور پوری ہونی کی بعد ہٹانی سی نقض نہیں ہوسکتا برخلاف پہلی صورت اور دوسری صورت کی کیونکہ قرارت دونو صورت مین پوری نہیں
فیها فیعیدها رعایة للترتیب ثم یخطب بعد الصلوة خطبتین یبدأ فیهما بالتکبیر ویفصل بینهما
شروع نہین کی سو قرارت کو ترتیب کی واسطی ہٹادی پہر امام نماز کی بعد دو خطبہ پڑہی دونو خطبہ تکبیر سی شروع کری اور دونو خطبون مین اتنی دیر
بجلسة خفیفة مقدارها ان یستقر کل عضو منه فی موضعه ویسن فیهما ما یسن فی خطبة الجمعة
جلسہ خفیف کری کہ جوڑ توڑ بدن کی اپنی اپنی جگہ درست ہوجاوین اور اس خطبہ مین وہ ہی امر مسنون ہی جو جمعہ کی خطبہ مین مسنون ہی
ویکره فیهما ما یکره فیها وفی هذه العید یعلم فیها احکام صدقة الفطر ومن لم یدرک صلوة العید مع الامام
اور وہ ہی امر مکروہ ہی جو جمعہ کی خطبہ مین مکروہ ہی اور اس عید یعنی عید الفطر مین خطبہ کی اندر فطرہ کی احکام لوگون کو سناوی اور جسکو عید کی نماز امام کی ساتہ
لا یقضیها ومن ادرک الامام فی الرکوع کبر للافتتاح قائما لان تکبیرة الافتتاح شرع فی القیام المحض ثم
اتہ نہ آوی تو اوسپر قضا نہیں ہی اور جسنی امام کو رکوع مین پایا تو اول حالت قیام مین تکبیر تحریمہ کہی اسواسطی کہ تکبیر تحریمہ صرف حالت قیام ہی مین جایز ہی
للعیدان ظن انه یدرک الامام فی الرکوع لان المحل الاصلی لتکبیرات العید القیام المحض وان خاف فوت
پہر عید کی تکبیرین کہی اگر یہ معلوم ہو کہ تکبیرین عید کی کہہ کر بہی رکوع مین امام کی ساتہ شامل ہوجاویگا اسلیے کہ اصلی جگہ عید کی تکبیرون کی صرف قیام ہی ہی اور اگر خوف
الرکوع مع الامام یکبر للرکوع ویرکع ثم یکبر تکبیرات العید فی الرکوع لانها واجبة والاشتغال بها اولی
کہ تکبیرین کہنی مین امام کی ساتہ رکوع اتہ نہیں آویگا تو بعد تکبیر تحریمہ کی تکبیر رکوع کی کہہ کر رکوع مین چلا جاوی پہر رکوع مین جاکر تکبیرین عید کی اداکری اسلیے کہ عید کی
ویترک تسبیحات الرکوع لکونها سنة ولا یرفع یدیه فی الرکوع لان الرفع سنة ووضع الکف علی الرکبة سنة
اور تسبیحات رکوع کی ترک کردی اسواسطی کہ سنت ہین اور رکوع مین رفع یدین بہی موقوف رکہی اسواسطی کہ رفع یدین سنت ہی اور ہاتہون کا گہٹنون پر رکہنا بہی سنت
ایضا ولا وجه لاشتغال سنة فیه ترک سنة اخری واذا رفع الامام راسه فیسقط عنه ما بقی من التکبیرات
ہی اسکی کوئی وجہ نہین کہ ایک سنت کو اپنی موقع سی چہوڑ کر دوسری سنت اداکری اور جب امام کہڑا ہوجاوی تو پہر اوسکی ذمہ سی جو تکبیر عید کی رہ گئی ہو ساقط ہوجاتی
فلا یتمها فی الرکوع ولا فی القومة بل یبادر فی متابعة الامام لانها فرض فلا یترک للواجب ولو ادرک الامام
اب اون تکبیرون کو نہ تو رکوع مین پوری کری اور نہ قومہ مین بلکہ امام کی متابعت کی لئی جلد رکوع سی کہڑا ہوجاوی کیونکہ متابعت فرض ہی واجب کی واسطی ترک نہین ہوسکتی اور اگر
فی القومة لا یکبر فیها لانه یقضی تلک الرکعة مع التکبیرات ومن فاتته رکعة اذا قام الی قضاء ما سبق یبدأ
امام کو قومہ مین پایا تو تو تکبیر عید کی نہ کہی کیونکہ اس رکعت کو مع تکبیرات قضا کریگا اور جسکی ایک رکعت فوت ہوجاوی تو جب فائتہ کو قضا کرنی کو کہڑا ہو تو اول قرارت
القراءة ثم یکبر بعدها تکبیرات العید ویرکع ولو ادرک الامام فی التشهد وبعد السلام فی سجدة السهو فانه یقوم
شروع کری پہر بعد قرارت کی تکبیرین عید کی اداکری پہر رکوع مین جاوی اور اگر امام کو التحیات مین پایا یا سلام کی بعد سہو کی سجدہ مین پایا تو اب یہہ کہڑا ہوکر
یصلی باتیان التکبیر فی محلها ویستحب تاخیر الصلوة فی هذا العید وتعجیلها فی عید الاضحی وفی
نماز پڑہی اور تکبیرین عید کی اپنی جگہ کانی سر کہی اور اس عید کی نماز مین کچہہ تاخیر کرنی مستحب ہی اور عید اضحی مین شتابی کرنی مستحب ہی اور
القنیة تقدم صلوة العید علی صلوة الجنازة اذا اجتمعا وصلوة الجنازة علی الخطبة وفی البزازیة اذا اجتمع
قنیہ مین ہی کہ جنازہ اور عید کی نماز اگر جمع ہوجاوین تو عید کی نماز پہلی پڑہین پہر جنازہ کی پڑہین پہر خطبہ عید کا پڑہین اور بزازیہ مین ہی اگر عید
عید والکسوف یقدم العید لانه واجب کما یقدم علی الجنازة لکون وجوبه عینا ووجوب الجنازة کفایة
نماز کسوف جمع ہوجاوین تو عید کی نماز پہلی پڑہین کیونکہ عید کی نماز واجب ہی چنانچہ جنازہ کی نماز پر مقدم ہی اسواسطی کہ عید کی نماز واجب عینی ہی اور جنازہ کی نماز
یکره التنفل فی المصلی قبل صلوة العید وبعدها للامام وغیره وان غم هلال الفطر وشهدوا بعد الزوال
جب کفایہ ہی اور عیدگاہ مین جاکر عید کی نماز سی پہلی نفلین پڑہنی مکروہ ہین اور بعد نماز عید کی امام وغیرہ خواص کو مکروہ ہین اور اگر تیسوین کو چاند چہپ جاوی اور گواہ آکر

عند الامام برؤية الهلال فانه يصلي بالناس صلوة العيد من الغد لان هذا تاخير بعذر وقد روي
امام کی پاس چاند کی گواہی دیں تو امام عید کی نماز لوگوں کو اگلے دن یعنی دوسری تاریخ پڑھا دی کیونکہ یہ تاخیر عذر سے ہوئی اور یہ روایت ہی
ان قوما شهدوا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الزوال برؤية الهلال فامر النبي عليه السلام
کہ ایک قوم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اگر دوپہر ڈھلے چاند کی گواہی دی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا
بالخروج الى المصلى من الغد واما التاخير بغير عذر فلا يجوز وان حدث عذر يمنع من الصلوة بعد
کہ کل یعنی دوسری تاریخ عیدگاہ میں چلیں اور بے عذر تاخیر کرنی جائز نہیں ہے اور اگر ایسا عذر پیش آوے کہ جس میں اگلے دن بھی نماز نہو سکی
الغد لا يصلي بعده لان الاصل فيها ان لا يصلي في اليوم الثاني ايضا لكون يوم الفطر واحدا لكن قد ورد
تو پھر نماز نہیں ہے کیونکہ اصل اسمیں یہی ہے کہ اگلے روز بھی نماز نہ پڑھیں کیونکہ یوم فطر ایک ہی ہے لیکن حدیث شریف میں
الحديث بالتاخير الى اليوم الثاني عند العذر فبقي ما وراءه على قضية القياس ثم ينبغي ان يعلم
اگلے دن تک تاخیر عذر کی حالت میں آگئی ہے سو اوسکے بعد قیاس کے مطابق ممنوع ہے پھر سمجھنے کی بات ہے
ان رؤية الهلال وان كان سببا لوجوب الصوم والفطر لقوله عليه السلام صوموا لرؤيته وافطروا
کہ چاند کے دیکھنے سے اگرچہ روزہ رکھنا ہے اور روزہ افطار کرنا ہے واجب ہو جاتا ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے روزہ رکھو چاند دیکھ کر اور افطار
لرؤيته لكن العمل به لا يلزم الا بعد قضاء القاضي ولهذا يلزم المراجعة اليه ثم انه اذا كان في السماء
کرو چاند دیکھ کر پر عمل اس حدیث کے موافق بدون حکم قاضی کے نہیں ہوتا اسیواسطے قاضی کے پاس مراجعت کرنی چاہیے پھر اگر آسمان میں کچھ
علة سواء كان غيما او دخانا او بخارا او غبارا او نحو ذلك لا يقبل في هلال الفطر الا شهادة رجلين
رکاوٹ ہو برابر ہے کہ ابر ہو یا دھواں ہو یا بخار ہو یا گرد وغبار ہو یا مانند اسکے تو ہلال فطر میں گواہی مقبول نہیں ہوگی بدون دو مردوں
او رجل وامرأتين وكما يشترط فيه العدد يشترط الحرية والعدالة ولفظ الشهادة لتعلق حق العباد به لانهم
یا ایک مرد اور دو عورتوں کی اور جیسے یہہ عدد شرط ہے ایسے ہی یہہ شرط ہے کہ گواہ آزاد عادل ہوں اور لفظ شہادت کا ہو کیونکہ اس سے حق العباد متعلق ہیں
ينتفعون به فيثبت بما يثبت به سائر حقوقهم بخلاف هلال رمضان فانه المتعلق به حق الشرع وهو
اسلئے کہ اونکا اسمیں نفع ہے سو عید کا چاند اسی طور پر ثابت ہوگا جسطور اونکے تمام حقوق ثابت ہوتے ہیں برخلاف چاند رمضان کی کیونکہ اس چاند سے صرف حق شرع کا تعلق ہے
الصوم فيكتفى فيه بخبر الواحد العدل حرا كان او عبدا ذكرا كان او انثى واما اذا لم يكن في السماء علة فلا يقبل
یعنی روزہ سو اسمیں ایک شخص عادل کی خبر ہی کافی ہے آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت ہاں اگر آسمان صاف ہو کچھ روک نہو تو اب
شهادة الواحد في هلال رمضان ولا شهادة الاثنين في هلال الفطر وانما تقبل شهادة جمع كثير يقع العلم بخبرهم
گواہی ایک شخص کی رمضان کی چاند میں اور گواہی دو شخصوں کی عید الفطر کی چاند میں مقبول نہیں ہوگی اب گواہی بہت لوگوں کی مقبول ہوگی جنکی خبر سے یقین آجاوے
واختلفوا في مقدار ذلك فقيل لا بد من اهل محلة وقيل لا بد من خمسين رجلا وعن محمد لا بد ان يتواتر
اور اس انبوہ کی مقدار میں اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں ایک محلہ والے چاہییں اور بعضے کہتے ہیں پچاس مرد چاہییں اور امام محمد سے روایت ہے کہ ہر طرف سے
الخبر من كل جانب والصحيح انه مفوض الى راي الحاكم لان المراد بالعلم الحاصل بخبرهم العلم الشرعي الموجب
خبر کا پے در پے آنا چاہیے اور صحیح مذہب یہہ ہے کہ حاکم کی رای پر حوالہ ہے اسواسطے کہ جو علم اونکی خبر سے حاصل ہوتا ہے تو اوس سے علم شرعی مراد ہے جس سے عمل
للعمل وهو غلبة الظن لا العلم بمعنى اليقين ومن راى هلال الفطر وحده وشهد عند القاضي ولم يقبل
کرنا واجب ہو جاوے یعنی ظن غالب ہو جاوے علم یقین کے درجہ کا مراد نہیں ہے اور اگر کسی نے عید کا چاند اکیلے نے دیکھا اور قاضی کے روبرو حاکر گواہی دی پر اوسکی گواہی
شهادته فانه يصوم ولا يفطر وان افطر يقضي ولا كفارة عليه ولو راى الامام هلال الفطر وحده لا يفطر
مقبول نہوئی تو اسکو چاہیے کہ روزہ رکھے افطار نکرے اور اگر افطار کیا تو قضا کرے اور اوسپر کفارہ نہیں ہے اور اگر اکیلے امام نے عید کا چاند دیکھا تو افطار نکرے

ولا يخرج لصلوة العيد ومن رأى هلال الفطر وقت العصر فظن انقضاء مدة الصوم وافطر قال في المحيط اختلفوا

اور عید کی نماز کو بھی نکالے اور اگر کسی نے عید کا چاند عصر کے وقت دیکھ کر یہ خیال کیا کہ مدت روزوں کی تمام ہوئی سو اوس نے افطار کر لیا محیط میں لکھا ہے

في وجوب الكفارة والاكثر على الوجوب ولو ان اهل بلدة راوا هلال رمضان فصاموا تسعة وعشرين

کہ بابت وجوب کفارہ کی خلاف ہے کہ اکثر کفارہ کو واجب جانتے ہیں اور اگر کسی شہر والوں نے رمضان کا چاند دیکھ کر انتیس دن روزہ رکھا ہے

يوما فشهد جماعة عند القاضي في اليوم التاسع والعشرين ان اهل بلدة كذا راوا هلال رمضان في

کہ ایک گروہ نے قاضی کے پاس انتیسویں تاریخ آکر گواہی دی کہ فلانی شہر والوں نے رمضان کا چاند فلانی شب میں یعنی ایک دن پہلی

ليلة كذا قبلكم بيوم فصاموا وهذا اليوم يوم الثلثين من رمضان واهل هذه البلدة لم يروا الهلال

دیکھ کر روزے رکھے ہیں اور آج رمضان کی تیسویں تاریخ ہی فقط اور حال یہ ہے کہ اس شہر والوں کو اوس شب میں چاند نہیں نظر آتا تھا

في تلك الليلة والسماء مصحية لا يسلح لهم الفطر غدا ولا ترك التراويح لان هذه الجماعة لم يشهدوا بالرؤية

باوجودیکہ آسمان صاف تھا تو اب ان لوگوں کو اگلی دن افطار کرنا مباح نہیں اور نہ تراویح ترک کرنی کیونکہ اس گروہ نے چاند دیکھنے کی گواہی دی ہے

ولا على شهادة غيرهم وانما حكوا رؤية غيرهم واما لو كان شهدوا عند القاضي ان قاضي بلدة كذا

اور نہ دوسروں کی گواہی پر گواہی دی ہے صرف دوسروں کی رویت کا حال بیان کیا ہے ہاں اگر قاضی کی سامنے یہ گواہی دی کہ فلانی شہر کی قاضی کی سامنے

شهد عنده شاهدان برؤية الهلال في ليلة كذا وقضى ذلك القاضي بشهادتهما جاز لهذا القاضي ان

دو گواہوں نے فلانی شب میں چاند دیکھنے کی گواہی دی ہے اور اوس قاضی نے ان گواہی کی موافق حکم جاری کیا تو اب اس قاضی کو بھی جائز ہے کہ ان کی گواہی کی موافق

يقضي بشهادتهم لان قضاء القاضي الاول حجة فيجوز العمل به يسرنا الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه

حکم کر دیتا اوسواسطے کہ پہلی قاضی کا حکم حجت ہے اوس پر عمل کرنا جائز ہے حق تعالی ہم پر آسان کرے اعمال اپنی موافق رضا کی اپنی لطف اور

وكرمه امين يا معين

المجلس الثالث والثلثون في بيان فضيلة صوم شوال

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

کرم سے قبول کر یا مددگار — تینتیسویں مجلس میں بیان ماہ شوال کی فضیلت کا — فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه

جس نے رمضان کی روزے رکھے پھر اوسکی پیچھے چھ روزے شوال کی رکھے تو ایسا ہے جیسے تمام سال کی روزے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے ابو ہریرہ اور

ابو هريرة وابو ايوب الانصاري وانما كان ذلك كصيام الدهر لان الحسنة تضاعف بعشر امثالها

ابو ایوب انصاری کی روایت سے اور یہ روزے مانند روزوں سال کی اس لیے ہیں کہ حساب دس گونہ زیادہ ہوتی ہیں

فمن صام رمضان يصير كانه صام عشرة اشهر ثم اذا صام بعده ستة ايام من شوال يصير

پھر جس نے رمضان کی روزے رکھے تو گویا دس مہینے کی روزے رکھے پھر اگر بعد اوسکی شوال میں چھ روزے رکھے تو

كانه صام شهرين فيكون المجموع كانه اثنى عشر شهرا فان قيل يفهم من هذا الكلام ان المراد من الدهر

گویا دو مہینے کی روزے رکھے پھر سب ملکر گویا بارہ مہینے کی روزے کا ہوئی اگر اعتراض کریں کہ اس کلام سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دہر سے مراد

السنة لكن استعمال الدهر بمعنى السنة غير متعارف في كلامهم بل هو عند اهل اللغة يطلق على الابد

ایک سال ہی مگر دہر کا استعمال سال کی معنوں میں عرب کی کلام میں پایا نہیں جاتا بلکہ دہر کی لفظ کو لغت والی زمانہ ابدی پر بولتی ہیں

وقد اتفق ابو حنيفة وصاحباه على ان الدهر المعرف باللام يكون للعمر والظاهر ان يحمل على مدة العمر

اور امام ابو حنیفہ اور صاحبین اس بات پر متفق ہیں کہ دہر کا لفظ الف لام کی ساتھ یعنی الدہر تمام عمر کی معنوں میں ہی تو اب ظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ تمام عمر کی

ولا وجه لحمله على السنة فالجواب ان الحمل على السنة هو الحمل على مدة العمر لان المكلف لا بد له ان يصوم

معنی لیں ایک سال کی معنوں کی کوئی وجہ نہیں ہی تو جواب یہ ہی کہ سال کی معنی لینی سے ہی مدت عمر کی معنی ہیں اوسواسطے کہ مکلف آدمی کو ضرور ہی کہ رمضان کی روزے

رمضان ثم اذا اعتاد ان يصوم بعده ستة ايام من شوال يكون كمن صام مدة عمره فان قيل

رکہی پہر جب یہہ عادت ہوئی کہ بعد اوسکی شوال مین چہہ روزی رکہا کری تو ایسا ہی کہ اپنی تمام عمر روزی رکہی اگر کوئی اعتراض کری

من صام شهرا كاملا اي شهر كان ثم صام بعده ستة ايام يكون كصيام سنة بمقتضى قوله تعالى

جب کوئی کسی ایک پوری مہینی کی روزی رکہی پہر اوسکی بعد چہہ روزی اور رکہی تو یہہ بہی برابر ایک سال کی ہوئگی موافق مضمون اس آیت کی

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا فما وجه تخصيص رمضان وشوال بالذكر فالجواب ان شهر

جو کوئی لاویگی اوسکو ہی اوس سی دس گونہ پہر خاص رمضان اور شوال کی ذکر کرنی کی کیا وجہ ہی تو جواب یہہ ہی کہ رمضان کا

رمضان متعين للصوم وشهر شوال لوقوعه عقيبه كان صيامه كصيامه في الفضل وملحقا به في الشرع

مہینہ روزون کی لئی متعین چلا آتا ہی اور شوال کا مہینا چونکہ اوسکی بعد اوس سی متصل ہی تو شوال کی روزی بہی فضیلت مین رمضان کی مانند ہین اور شرع

حتى قيل صيام ستة ايام من شوال يلتحق بصيام رمضان ويكون لمن صامها مع رمضان كصيام

اوسکی ساتہہ ملی ہوئی ہین یہان تک کہتی ہین چہہ روزی عید کی چاند کی رمضان کی روزون مین داخل ہین اور جو کوئی شوال کی چہہ روزی ہمراہ رمضان کی ادا کری اوسکو ایسا

الدهر فرضا فلذلك خص ايامهما بالذكر من بين سائر الشهور ثم الافضل ان يكون صومها بعد يوم الفطر

ہی گویا تمام سال کی فرض روزی ادا کی اس لئی خاص ان دونو مہینون کا تمام مہینون مین سی ذکر کیا پہر افضل یہہ ہی کہ روزی شوال مین بعد عید الفطر کی

متوالية وحكي عن بعض العلماء كراهة صومها متصلا به حذرا عن التشبيه باهل الكتاب في زيادتهم

پی در پی ہون اور بعضی علماء سی مذکور ہی کہ متصل روزی کا مکروہ ہین تا کہ اہل کتاب کی مشابہت سی بچی اس بات مین کہ اونہون نی فرض پر بڑہائی پر

على الفرض لكن لا كراهة فيه في المختار لان الكراهة انما تكون فيما لا يؤمن ان يعد ذلك من رمضان

لیکن مختار مذہب مین کچہہ کراہت نہین ہی کیونکہ کراہت تب ہی کہ یہہ خوف ہو کہ یہہ روزی رمضان مین شمار کی جاویگی

ويكون تشبيها بالنصارى في زيادتهم على الفرض وقد زال هذا المعنى لانتفاء الاتصال بفصل يوم

اور مشابہت نصاری کی فرض پر بڑہا لینی مین ہو جاویگی اور یہہ بات کہان رہی جب کہ عید کا روزہ بیچ مین آجانی سی اتصال جاتا رہا

الفطر مع ان كلامهم يشير الى ان الكراهة في حق العوام لا في حق اهل العلم وروي عن ابي حنيفة انه

باوجودیکہ فقہاء کی کلام مین یہہ اشارہ ہی کہ عوام کی حق مین مکروہ ہی اہل علم کی حق مین مکروہ نہین ہی اور روایت ہی ابو حنیفہ سی کہ

كرهه متتابعا ومتفرقا والمتاخرون من علماء مذهبه لم يروا به باسا لكنهم اختلفوا في ان الافضل

مکروہ جانتی تہی پی در پی کو اور جدا جدا کو اور متاخر علماء حنفی مذہب اسمین کچہہ باک نہین جانتی پر اسمین اختلاف کرتی ہین کہ آیا افضل پی در پی ہین

التتابع او التفرق فان فرقها او اخرها عن اوائل الشهر يحصل له فضيلة الاتباع ويكون ابعد من شبهة

یا جدا جدا اگر جدا جدا رکہی یا اول ماہ سی گذر کر آخر مہینی مین رکہی تو اوسکو فضیلت اتباع کی ملجاتی ہی اور اختلاف کی شبہہ سی بہی الگ رہتا ہی

الاختلاف واما ما قيل هذا شيء وضعه الجهال وكل حديث يروى فيه فهو موضوع فلا ينبغي ان يسمع هذا

اور یہہ جو کہتی ہین کہ یہہ بات جاہلون کی گہرت ہی اور جو جو حدیث اس باب مین مروی ہی وہ سب موضوع ہین تو یہہ طعن سننی کی لائق

الطعن لان هذا الحديث ثابت في صحيح مسلم وكل حديث ثبت في احدى الصحيحين لا يسمع طعن الوضع

نہین ہی کیونکہ یہہ حدیث صحیح مسلم مین موجود ہی اور جو حدیث صحیح مسلم یا صحیح بخاری مین موجود ہو اوسمین عیب وضعی ہونیکا مسموع نہ

ثم ينبغي ان يعلم ان بعض الناس كانوا لا يرون يمنا في التزوج في شوال ويتطيرون به وهذا من امر الجاهلية

پہر سمجہنی کی بات ہی کہ بعضی آدمی شوال مین نکاح کرنیکو مبارک نہین جانتی اسمین بد فالی لیتی ہین سو یہہ بات جاہلیت کی ہی

فانهم كانوا يتشاءمون بشوال من النكاح فيه وسبب ذلك على ما قيل ان طاعونا وقع في شوال في سنة

جاہلیت والی شوال مین نکاح کرنیکو نحس جانتی تہی اسکا سبب یہہ کہتی ہین کہ ایک سال مین ماہ شوال کی اندر وباء طاعون پیدا ہوئی تہی

من السنين ومات فيه كثير من العرايس فتشام به اهل الجاهلية وقد ورد فی الشرع بابطاله
اوسمین بہت سی دلہنین مرگئی تہین سواہل جاہلیت نی اسکو نحس ٹہرالیا اور شرع مین اسکا بطلان ظاہر موجود ہی
كما روی عن عائشة انها قالت تزوجنی رسول الله صلی الله وسلم فی شوال وبنی بی فی شوال فای
چنانچہ عائشہ سی روایت ہی کہ وہ کہتی ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی مجہسی ماہ شوال مین نکاح کیا اور ماہ شوال مین مجہسی مجامعت کی پہر کونسی
نساء رسول الله صلی الله عليه وسلم كان احظی عنده منی قال النووی انها قصدت بهذا رد ما كان عليه
بی بی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجہ سی زیادہ بہرہ مند تہی نووی کہتا ہی کہ عائشہ کا مقصود اس بیان سی رد کرنا اعتقاد
اهل الجاهلية من تطير التزوج فی شوال فانهم كانوا يتشاءمون بشهر شوال فی النكاح فيه خاصة كما كانوا يتشاءمون
اہل جاہلیت کا ہی یعنی ماہ شوال مین نکاح کرنیکی بدشگونی کیونکہ اہل جاہلیت ماہ شوال مین صرف نکاح کرنیکو نحس جانتی تہی جیسی ماہ صفر کو
بشهر صفر مطلقا ويقولون انه شهر مشئوم وكثير من الناس فی هذا الزمان يوافقونهم ويتشاءمون
مطلق سب باب مین منحوس جانتی تہی اور کہتی تہی کہ یہ مہینہ منحوس ہی اور بہت لوگ اس زمانہ مین ہی اونکی ساتہی بنکر ماہ صفر کو نحوس سمجہتی ہین
بشهر صفر ويمتنعون فيه عن السفر والتزوج وغيرهما فان تخصيص الشوم بزمان دون زمان كشهر شوال
اور اس مہینی مین سفر اور نکاح وغیرہ نہین کرتی بیشک خصوصیت نحوست کی کہ کسی وقت ہو اور کسی وقت نہو جیسی ماہ شوال
وغيره غير صحيح فان الزمان كله من خلق الله تعالی ويقع فيه افعال العباد فكل زمان شغله العبد بطاعة
وغیرہ مین صحیح نہین ہی کیونکہ تمام زمانہ اللہ تعالی کا پیدا کیا ہوا ہی جسمین تمام عباد اللہ کاربار کرتی ہین سو جس زمانہ کو آدمی عبادت مین صرف کری
فهو زمان مبارك عليه وكل زمان شغله العبد بمعصية فهو زمان مشئوم عليه والشوم واليمن
وہ زمانہ اوسپر مبارک ہی اور جس زمانہ کو آدمی معصیت مین صرف کری وہ زمانہ اوسکی حق مین نحس ہی اور نحس اور مبارک
فی الحقيقة هو المعصية والطاعة كما قال عدی بن حاتم يمن المرء وشومه بين لحييه يعنی لسانه
حقیقت مین معصیت اور طاعت ہی چنانچہ عدی ابن حاتم کہتا ہی آدمی کی برکت اور نحوست دونوں جبڑوں مین ہی اور زبان ہی
وقال ابن مسعود ان كان الشوم فی الشیء ففيما بين اللحيين يعنی اللسان وما شیء احوج الی طول السجن
اور ابن مسعود کہتی ہین اگر کسی چیز مین نحوست ہوا کرتی تو اسمین ہوتی جو دونوں کلون مین ہی یعنی زبان اور کوئی چیز سوا زبان کی ایسی نہین جو قید کی زیادہ محتاج
من اللسان وروی عن عائشة انه عليه السلام قال الشوم سوء الخلق فلا شوم فی الحقيقة الا المعاصی و
ہو اور حضرت عائشہ سی روایت ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا نحوست بدخلقی ہوتی ہی سو اب حقیقت مین نحوست سوای معاصی اور
الذنوب فانه تسخط الله تعالی فانه تعالی اذا سخط علی عبد يكون ذلك شقيا فی الدنيا والاخرة واذا
گناہون کی کوئی چیز نہین ہی کیونکہ گناہ سی اللہ تعالی بیزار ہوتا ہی اور اللہ تعالی اگر کسی بندہ سی بیزار ہو تو وہ بندہ دنیا اور آخرت مین بدبخت ہی اور اگر
رضی عن عبد يكون ذلك العبد سعيدا فی الدنيا والاخرة وبعض الصالحين قد شكی اليه عن
کسی بندہ سی راضی ہو تو وہ بندہ دنیا اور آخرت مین نیکبخت ہی اور بعض صلحاء کی پاس عام مصیبت کی جسمین
بلاء وقع الناس فيه فقال ما اری ما انتم فيه من البلاء الا بشوم الذنوب فعلی هذا يكون
تمام خلق گرفتار تہی شکایت کی جواب دیا جس بلا مین تم گرفتار ہو مجہکو سوا نحوست گناہونکی معلوم نہین ہوتی اس حکایت کی موافق
المعاصی مشوما علی نفسه وعلی غيره فانه لا يؤمن ان ينزل عليه عذاب فيعم الناس
نافرمان بندہ آپ اپنی جان پر اور سب پر منحوس ہی کیا بعید ہی کہ اوسپر عذاب نازل ہو پہر سبکو پکڑلی
خصوصا من لم ينكر عمله فالبعد عنه لازم وكذلك الاماكن التی يفعل فيها المعاصی
خاص اون لوگون کو جو اوسکی عمل سی انکار نہین کرتی سو اوس سی دور رہنا لازم ہی ایسی ہی اون مکانون سی جہان معاصی عمل مین آتی ہین

يلزم البعد عنها والهرب منها خشية نزول العذاب على من كان فيها كما قال النبي صلى الله عليه وسلم لاصحابه
دور رہنا اور بہاگنا چاہیئے اس خوف کی مارے کہ مبادا جو جو اوس مکان میں ہیں سب پر عذاب نازل ہو چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی یاروں کو

حين مروا على ديار ثمود بالحجر لا تدخلوا اماكن هؤلاء المعتدين الا ان تكونوا باكين خشية ان يصيبكم ما اصابهم
منع فرمایا جب وہ حجر میں دیار قوم ثمود پر گذری کہ ان لوگوں حد سی بڑہی ہوونکی مکانوں میں داخل ہونا مگر روتی ہوئی اس خوف کی مارے کہ مبادا تمپر بہی وہ عذاب

فان هجران اهل العصيان من جملة الهجرة المامور بها التي سبب لمغفرة الذنوب والخطايا الا ترى ان الذي
جو اونپر آیا تہا آجاوی بیشک اہل عصیان سی ملاپ ترک کرنا ہجرت میں داخل ہی جسکا حکم ہی اور باعث بخشش ذنوب اور خطا کا ہی کیا تجکو معلوم نہیں کہ جسنی

قتل مائة نفس من بني اسرائيل سئل عالما من علمائهم هل له توبة فقال له العالم نعم وامره ان ينتقل من
سو آدمی بنی اسرائیل کی قتل کرکر اپنی عالموں میں سی ایک سی پوچہا کیا میری توبہ ہی عالم نی اوسکو جواب دیا ہاں اور اوسکو بتایا کہ مفسد

قرية الفساد الى قرية الصلاح فادركه الموت بينهما واختصم فيه ملئكة الرحمة وملئكة العذاب فاوحى
گاؤں میں سی صالح گاؤں میں چلا جا پہر وہ دونوں گاؤں کی بیچ میں جاتا ہوا مرگیا اب رحمت اور عذاب کی فرشتوں میں جہگڑا ہوا کہ دونوں میں سی اسکو کون لے

الله اليهم ان قيسوا بينهما والى ايهما كان اقرب فالحقوه بها فوجدوه الى القرية الصالحة اقرب برمية الحجر
اور اللہ تعالی نی اونکو وحی بہیجی کہ پیمایش کرکر دیکہو جدہر نزدیک ہو اودہر ملا دو پہر اوسکو صالح گاؤں کی طرف اتنا نزدیک پایا جتنا ڈہیلا پہینکتی ہیں

فنجا برحمة الله تعالى ومغفرته
سو اللہ کی رحمت اور مغفرت سی اوسکو ملا دیا

المجلس الرابع والثلثون في بيان فضيلة العشر الاول من ذي الحجة

چوتیسویں مجلس ماہ ذی الحجہ کی پہلی عشرہ کی فضیلت کی بیان میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من ايام العمل الصالح فيهن احب الى الله تعالى من هذه الايام
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا کوئی دن ایسی نہیں ہیں جنمیں عبادت اللہ تعالی کو محبوب تر ہو بہ نسبت ان دنوں کی

هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابن عباس والمراد من هذه الايام العشر الاول من ذي الحجة بدليل قوله عم
یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابن عباس کی روایت سی اور مراد ہی ان ایام سی ذی الحجہ کا پہلا دہا ہی اسواسطی کہ اور حدیث میں ارشاد ہی

في حديث اخر ما من ايام احب الى الله تعالى ان يتعبد له فيها من عشر ذي الحجة يعدل صيام كل يوم منها
کوئی دن نہیں ہیں کہ اللہ تعالی کو اپنی عبادت اونمیں محبوب تر ہو بہ نسبت عشرہ ذی الحجہ کی کہ اسمیں سی ہر روز کا روزہ برس دن کی روزوں کی برابر

بصيام سنة وقيام كل ليلة منها بقيام ليلة القدر وانما كان العمل الصالح في هذه الايام افضل لانها ايام
اور ہر شب کا قیام قیام لیلۃ القدر کی برابر ہوتا ہی اور ان دنوں میں عمل صالح اسلئی افضل ہی کہ یہ دن بیت اللہ

زيارة بيت الله تعالى والمسجد الحرام والبلد الحرام والوقت اذا كان افضل يكون العمل الصالح فيه افضل
اور مسجد حرام اور مکہ کی زیارت کی ہیں اور وقت جب افضل ہوتا ہی تو اسمیں عمل صالح بہی افضل ہوتا ہی

وروى عن ابي الدرداء انه قال عليكم بصوم ايام العشر واكثار الدعاء والاستغفار والصدقة فيها فاني
اور ابو دردا سی روایت ہی کہ کہتی تہی اپنی اوپر روزی ان دس دن کی اور بہت دعا اور استغفار اور خیرات لازم کرلو کیونکہ میں نی

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم الويل لمن حرم خير ايام العشر وعليكم بصوم اليوم التاسع خاصة فان فيه
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی سنا ہی افسوس ہی اوس شخص پر جو ان دس دن کی خوبی سی محروم رہا اور اپنی اوپر خاص کر نویں تاریخ کا روزہ لازم کرلو کیونکہ اسمیں

من الخيرات اكثر من ان يحصيها العادون وروى انه عليه السلام قال يوم عرفة احتسب على الله تعالى ان يكفر السنة
اسقدر خوبی ہی کہ شمار کرنیوالوں کی اندازہ سی بڑہی ہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا میں ایسا گمان کرتا ہوں کہ عرفہ کا دن ایک سال گذشتہ

التي قبلها والسنة التي بعدها يعني ان من صام يوم عرفة ارجو من الله تعالى ان يغفر ذنوبه الصغائر
اور ایک سال آیندہ کا کفارہ ہو جاوی مراد یہ ہی کہ جسنی نویں تاریخ ذی حجہ کو روزہ رکہا تو امید ہی اللہ تعالی سی کہ اوسکی تمام صغیرہ گناہ

الواقعة في السنة الماضية ويكون في حفظ الله تعالى وكنفه من اقتران الذنوب في السنة الآتية قال قاضيخان

جو سال گذشتہ میں ہوئی ہیں معاف ہو جاویں اور سال آئندہ میں اللہ تعالی کی حفاظت میں رہے کہ گناہ اس سے تمام سال میں نہ ہونے پاویں قاضیخان

في فتاواه ولا بأس بصوم يوم عرفة سواء كان في الحضر او السفر اذا كان يقوى عليه ويكره صوم عرفة بعرفات وكذا

نے فتاوی میں کہا ہے عرفہ کے دن کے روزہ میں کچھ مضائقہ نہیں ہے برابر ہے مقیم ہو یا مسافر ہو اگر روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہے اور عرفات میں عرفہ کے دن کا روزہ مکروہ ہے اور

يوم التروية لانه يعجز عن اداء افعال الحج واذا اراد العبد ان ينال الثواب والفضائل التي ذكرها النبي عليه السلام

ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کا روزہ بھی کیونکہ روزہ سے افعال حج کی ادا کرنے سے تھک رہے گا اگر آدمی یہ آرزو کرے کہ وہ ثواب اور فضیلت جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمائی ہے حاصل کرے

ينبغي له ان يعرف حرمة الوقت ويشرفه ويحفظ فمه ولسانه عن الكذب والغيبة وقبيح الكلام وجوارحه عن الخطايا

تو اس کو چاہیے کہ وقت کی عزت اور شرافت کا لحاظ رکھے اور منہ اور زبان کو جھوٹ اور غیبت اور بیہودہ کلام سے بند رکھے اور اپنے اعضا آنکھ ہاتھ وغیرہ کو خطا سے بچاوے

والآثام وقلبه عن العجب والكبر وعداوة الانام هذا ما نبه النبي عليه السلام من العبادة في يوم عرفة واما الاجتماع

اور اپنے دل کو غرور اور تکبر اور خلقت کی دشمنی سے نگاہ رکھے عرفہ کے دن میں یہ عبادات ہیں جو حضرت علیہ السلام نے فرمائی ہیں اور اس دن میں جمع ہو کر

في ذلك اليوم في الجامع او في مكان خارج المصر تشبيها بالواقفين فليس بشيء لان الوقوف عبادة مخصوصة بعرفات

مسجد جامع میں یا جنگل میں کسی مکان کی اندر اسوجہ کہ عرفات والوں کی مشابہت کی لئے جمع ہونا کچھ اصل نہیں ہے اسواسطے کہ وقوف عبادت مخصوصہ عرفات ہی

ولا يكون عبادة في غيرها كسائر المناسك حتى ان احدا لو طاف حول المسجد سوى الكعبة يخشى عليه الكفر وروي عن

سوا اور کسی جگہ عبادت نہیں ہو سکتی جیسے حج کے اور احکام یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کسی مسجد کے گرد طواف کرے سوای کعبہ کے تو کفر کا خوف ہے اور ام سلمہ سے

ام سلمة انه عليه السلام قال اذا دخل العشر واراد ان يضحي فلا يمس من شعره وبشره شيئا وفي رواية من رأى هلال

روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا جب عشرہ ذی الحجہ کا شروع ہو اور قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو اپنے بال اور بدن کو کچھ نہ چھوئے اور ایک روایت میں یوں ہے جس نے چاند ذی الحجہ کا دیکھا

ذي الحجة واراد ان يضحي فلا يأخذ من شعره واظفاره قال في شرح السنة اختلف العلماء في العمل بظاهر هذا الحديث

اور قربانی کرنے کا ارادہ ہوا تو بال اور ناخن نہ تراشے شرح السنہ میں مذکور ہے علما اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرنے میں اختلاف کرتے ہیں

فذهب قوم الى ان من يريد التضحية لا يجوز له بعد دخول العشر ان يأخذ من شعره وظفره ما لم يذبح وقالوا النهي

سو ایک گروہ کا یہ مذہب ہے کہ جو شخص قربانی کا ارادہ کرے تو اسکو ماہ ذی الحجہ شروع ہونے کے بعد قربانی ذبح کرنے تک اپنے بال یا ناخن تراشنے جایز نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ ممانعت

فيه للتحريم وكان ابو حنيفة ومالك والشافعي يرون ذلك على الندب والاستحباب قال في شرح المنية يندب لمن

اس میں حرمت کی ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی اسکو مندوب اور مستحب سمجھتے تھے منیہ کی شرح میں کہا ہے قربانی کا ارادہ ہو اس کو مستحب ہے

اراد ان يضحي تأخير تقليم الاظفار وحلق الرأس الى ان يضحي ولا يجب فان استلزم التاخير الكراهة لا يؤخر وهو ما

کہ قربانی ذبح کرنے تک ناخن تراشنے اور سر منڈانے میں تاخیر کرے اور واجب نہیں ہے اور اگر تاخیر کرنے میں کراہت لازم آتی ہو تو تاخیر نہ کرے اور کراہت تب ہے

زاد على الاربعين اذ قد ذكر في القنية ان الافضل للعبد ان يقلم اظفاره ويقص شاربه ويحلق عانته وينظف بدنه

کہ چالیس دن سے زیادہ ہو جاوے اسلیے کہ قنیہ میں مذکور ہے کہ آدمی کو افضل یہ ہے کہ ہر ہفتہ میں ناخن تراشے اور لبیں کترا دے اور زیر ناف مونڈے اور نہا دھو کر بدن کو

بالاغتسال في كل اسبوع وان لم يفعل ففي كل خمسة عشر يوما ولا عذر في تركه وراء الاربعين فالاسبوع هو الافضل

پاک صاف کرے سو اگر ہر ہفتہ میں نہ ہو سکے تو ہر پندرہ دن کی بعد اور چالیس دن کی بعد دیر کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے پس ہفتہ تو افضل مدت ہے

والخمسة عشر الاوسط والاربعون الابعد ولا عذر له فيما وراء الاربعين ويستحق الوعيد ثم ان النهي ليس للتشبيه

اور پندرہ دن درمیانہ ہے اور چالیس دن انتہا کی مدت ہے پھر چالیس دن کی بعد کوئی عذر نہیں ہے اور وعید کا مستحق ہے پھر یہ ممانعت بال مونڈانے کی اس لیے نہیں ہے

بالحجاج المحرمين كما ذهب اليه بعض العلماء اذ لو كان للتشبيه لنهى عن سائر محظورات الاحرام ولم يختص بالاخذ من اجزاء

کہ حج کے احرام والوں کی مشابہت ہو جاوے جیسے بعض علما کا یہ مذہب ہے کیونکہ اگر ممانعت مشابہت کی لیے ہوتی تو محرم کی تمام ممنوعات میں منع جاری ہوتی جیسے خوشبو لگانا ریشمی کپڑا وغیرہ

البدن بل سنة المشي على ما ذكره البزازي ان المضحي يجعل ضحيته بدنة لتفتدى بها نفسه من عذاب

يوم القيمة ويزداد بها قربة الى الله تعالى ويكفر بما اكتسب من السيئات وما اتى به في حقوق الله تعالى من

التقصيرات ويزكي نفسه مستوجبة لاعظم العقوبات وهو القتل فانه احجم عن الاقدام عليه لانه لم يؤذن

له فيه فجعل قربانه فداء لنفسه فصار كل جزء من قربانه فداء لكل جزء من بدنه فعمت بركة القربان

جميع اجزاء البدن فلم يحل من شعره ولم يحرم من بشره فلما كانت هذه الفضيلة ملحقة بالاجزاء المتصلة

بالمضحي دون المنفصلة عنه رأى النبي عليه السلام ان لا يمس شيئا من شعره وبشرته لئلا يفقد من ذلك

شيء عند نزول الرحمة وفيضان النور الالهي فيتم له الفضائل ويترفع عنه النقائص فعلى هذا ينبغي

للناس ان يطلبوا هلال ذي الحجة ويعدوا ايامه ليعلموا وقت ذبح الاضحية ويستعدوا لها لكن ثبوت

رؤية الهلال لما توقف على حكم القاضي لزم المراجعة اليه ثم انه اذا كان في السماء علة سواء كان غيما

او دخانا او غبارا او غير ذلك لا يقبل الا شهادة رجلين او رجل وامرأتين في ظاهر الرواية وهو الاصح

لتعلق حق العباد به بالتوسعة بلحوم الاضاحي ويثبت بما يثبت به سائر حقوقهم وكما يشترط فيه العدد

يشترط الحرية والعدالة ولفظ الشهادة وان لم يكن في السماء علة لا يقبل الا شهادة جمع كثير يقع العلم بخبرهم

واختلفوا في مقدار ذلك فقيل لا بد من اهل محلة وقيل لا بد من خمسين رجلا وعن محمد لا بد ان يتواتر الخبر

من كل جانب والصحيح انه مفوض الى رأي الحاكم لان المراد بالعلم الحاصل بخبرهم العلم الشرعي الموجب للعمل وهو غالب

الظن لا العلم بمعنى التيقن ولو وقع الشك ان هذا اليوم كان من عاشر ذي الحجة او تاسع ذي الحجة فالاحوط

ان يضحي في الغد بعد الزوال ولا يؤخر الذبح بعده الى يوم الثالث لاحتمال ان يقع في غير وقته وان اخر كان

المستحب ان یتصدق بجمیع لحمه ولا یاکل منه المجلس الخامس والثلثون فی بیان فضیلة

تو بہتر اور مستحب ہی کہ گوشت سارا صدقہ کر ڈالے اور آپ اوس میں سی کچھ نہ کھاوے پینتیسویں مجلس بیچ بیان فضیلت قربانی ذبح کرنیکا

هراقة دم القربان فی ایام النحر ونوعه وکیفیته قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما عمل

ایام نحر میں اور اوسکی اقسام اور کیفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عمل ابن آدم کا

ابن ادم من عمل یوم النحر احب الی الله تعالی من هراقة الدم وانه لیاتی یوم القیمة بقرونها واشعارها واظلافها

یوم نحر میں ایسا نہیں ہی کہ اللہ تعالی کو محبوب تر ہو بجز ریختہ کرنی خون کی اور وہ قربانی قیامت کی روز صحیح سالم مع سینگوں اور بالوں اور کھروں کی موجود ہوگی

وان الدم لیقع من الله تعالی بمکان قبل ان یقع علی الارض فطیبوا بها نفسا هذا الحدیث من حسان المصابیح

اور البتہ وہ خون اس سی پہلی کہ زمین پر گری اللہ تعالی کی ان قبول ہو جاتا ہی سو اس سی بدل خوش رہو یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی

رواه ام المؤمنین عائشة رض ومعناه ان افضل العبادات یوم النحر اراقة دم القربان وانه لیاتی یوم القیمة

حضرت ام المؤمنین عائشہ کی روایت سی اسکی یہہ معنی ہیں کہ عمدہ سی عمدہ عبادات یوم نحر میں قربانی کا ذبح کرنا ہی اور وہ قربانی البتہ قیامت کی دن

کما کان فی الدنیا من غیر ان ینقص منه شیء لیکون لکل عضو منه اجر ویصیر مرکبه علی الصراط وکل وقت یختص

جیسی دنیا میں تھی بعینہ موجود ہوگی کچھ اسمیں سی کم نہوگا تاکہ اوسکی ہر ہر عضو کی بدلے اجر حاصل ہو اور پلصراط پر سواری ہو جاوی اور ہر ہر وقت میں ایک ایک

بعبادة وهذا الیوم اختص بعبادة فعلها ابرهیم النبی علیه السلام ولو کان شیء افضل منه لما فدی به اسمعیل النبی ع

عبادت ہوتی ہی اور اس دن میں خاص وہ عبادت ہی جسکو ابراہیم نبی علیہ السلام نے کی تھی اور اگر اس سی کوئی اور عبادت افضل ہوتی تو حضرت اسماعیل نبی علیہ السلام کو کیوں فدیہ دیتی

ولهذا قال صاحب الخلاصة شراء الاضحیة بعشرة وذبحها افضل من التصدق بالف لان القربة التی تحصل

اسیلئے صاحب خلاصہ کہتا ہی قربانی دس درہم کو خرید کر ذبح کرنا ہزار درہم خیرات کرنی سی بہتر ہی کیونکہ جو ثواب خون بہانی سی حاصل ہوتا ہی

بلراقة الدم لا تحصل بالصدقة لکن ینبغی ان یعلم ان اراقة الدم فی هذا الیوم وان کانت افضل العبادات

وہ صدقہ دینی سی نہیں حاصل ہوتا لیکن سمجھنا چاہئی کہ خون کا بہانا اس دن میں اگرچہ سب عبادات سی افضل ہی

الا ان قوله تعالی لن ینال الله لحومها ولا دماؤها ولکن یناله التقوی منکم یشیر الی ان المعتبر لیس مجرد اراقة

پر اس آیت میں اللہ کو نہیں پہنچتی اوسکی گوشت نہ لہو لیکن اوسکو پہنچتا ہی تمہاری دل کا ادب یہہ اشارہ ہی کہ صرف خون کا بہانا

الدم واطعام اللحوم بل المعتبر تحصیل التقوی التی هی شرط لقبول الطاعات کلها کما قال الله تعالی انما یتقبل الله

اور گوشت کا کھلانا معتبر نہیں ہی بلکہ اصل معتبر تقوی ہی جو تمام عبادات کی قبول ہونی کی شرط ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اللہ قبول کرتا ہی

من المتقین والتقوی لا تحصل الا بالاجتناب عن جمیع المنهیات والاتیان بجمیع المامورات واذا لم یحصل ذلک لا یغنی

ادب والوں سی اور تقوی جبھی حاصل ہوتا ہی کہ تمام منہیات سی بچی اور تمام ماموات کو بجا لاوی اور اگر یہہ بات نہیں ہی

عنهم اراقة الدم والتصدق باللحم وان کثر منهم ذلک فعلی هذا یجب علی المکلف فی هذا العید عدة اشیاء الاول

تو خون بہانا اور گوشت کا خیرات کرنا کچھ کام نہ آویگا گو کتنا ہی بہت کیا کرو سو اس بیان کی موافق اس عید میں مکلف پر کئی چیزیں واجب ہیں اول

ترک المعاصی فان المعصیة وان کانت قبیحة فی جمیع الازمنة الا انها فی بعض الازمان یکون اکثر قبحا واکثر جرما

معاصی کا ترک کرنا کیونکہ گناہ کرنا اگرچہ ہر وقت میں بد ہی پر بعضی وقت زیادہ تر بد اور سخت تر جرم ہوتا ہی

لشرف الزمان فیکون ترکها الزم واوجب لقوله تعالی ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فی کتب الله یوم

واسطی شرف اوس وقت کی اوس وقت میں گناہ کا ترک کرنا بہت لازم اور واجب تر ہی اس دلیل سی مہینوں کی گنتی اللہ کی پاس بارہ مہینی ہیں اللہ کی حکم میں جس دن

خلق السموت والارض منها اربعة حرم ذلک الدین القیم فلا تظلموا فیهن انفسکم یعنی ان عدد الشهور القمریة

پیدا کئی آسمان و زمین اونمیں چار ہیں ادب کی یہی ہی سیدھا دین سو اونمیں ظلم نہ کرو اپنی اوپر یعنی قمری مہینوں کی گنتی

التي عليها يدور كثير من الاحكام الشرعية في حكمه تعالى اثنا عشر مثبتا في اللوح المحفوظ منذ خلق السموت

جن پر اکثر شرعی احکام کا مدار ہی حکم الٰہی میں بارہ مہینے ہیں لوح محفوظ میں ثابت جسدن سے اللہ تعالیٰ نے آسمان

والارض من تلك الشهور الاثنى عشر اربعة حرم هي ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب وكون هذه الا

اور زمین پیدا کئی ان بارہ میں سی چار اداب اور عزت کی ہین ذیقعد اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب یعنی قال بقرعبید اور محرم روزہ اور ان

الاربعة المعينة حرما هو الدين المستقيم دين ابرهيم النبي عليه السلام فلا تظلموا فيهن انفسكم بهتك

معین کا ادب عزت والا ہونا یہ ہی دین درست دین ابراہیم علیہ السلام کا سو ہین تم اپنی جانوں پر ان اوقات کی حرمت کہو کر

حرمها وارتكاب المعاصي فيها فان العمل الصالح كما انه اعظم اجرا فيهن كذلك المعصية فيهن اعظم من

اور انہیں معاصی اختیار کرکر ظلم مت اوتارو کیونکہ نیک عمل کا ان مہینوں میں جیسی ثواب زیادہ ہوتا ہی ایسی ہی معصیت ان مہینوں میں

المعصية في غيرهن وكذلك المعصية في شهر رمضان ويوم الجمعة ويوم عرفة ولياليها وليلة القدر

اور وقت کی معصیت سی بدتر ہی اور ایسی ہی معصیت ماہ رمضان میں اور جمعہ کی دن اور عرفہ کی روز اور انکی راتوں میں اور شب قدر میں

وايام العيدين ولياليها اكثر وزرا لانه تعالى فضل هذه الازمنة بما خصها من العبادات التي تفعل

اور دونو عید کی دن اور انکی راتوں میں سراسر زیادہ بری اسلئی کہ اللہ تعالیٰ نی ان اوقات کو خاص خاص عبادات سی جو ان اوقات میں عمل کی جاتی ہین فضیلت دی ہی

فيها وجعل ثواب العبادات ونزول الرحمة وصول المغفرة فيها اكثر من غيرها رحمة لهذه الامة

اور عبادات کا ثواب اور رحمت کا نازل فرمانا اور مغفرت کرنی ان اوقات میں بہ نسبت اور اوقات کی مقرر فرمایا ہی صرف اسلئی رحمت کی

المرحومة فمن لم يعرف النعمة التي كانت عليه فيها بل هتك حرمتها بارتكاب انواع الذنوب فيها فقد

مرحومہ پر پس جو شخص اس نعمت کی قدر جو اس وقت میں اسپر مبذول ہوتی ہی کالی بلکہ اس وقت کی حرمت اوٹھا کر کئی طرح طرح کی گناہ عمل کرکر تو بیشک

استحق ان يكون عذابه اشد وعقابه اعظم فعلى المسلم ان يعرف النعمة التي كانت عليه ويعظم ما

یہ شخص سزاوار ہی کہ اسکو سخت عذاب اور بڑا ہی عقاب ہو سو مسلمان کو لازم ہی کہ اس نعمت کی قدر جو اسپر مبذول ہی سمجھی اور جسکو اللہ نی

عظمه الله حتى يكون عند الله تعالى عظيما وتعظيم هذه الازمنة انما يكون بزيادة الاعمال الصالحات

عظمت دی ہی اوسکی تعظیم کری تا کہ اللہ کی نزدیک عزت پاوی اور تعظیم ان اوقات کی یہ ہی صالح اعمال کی کثرت سی ہوتی ہی

فيها فمن عجز عن ذلك فاقل احواله في التعظيم ان يجتنب عما يحرم عليه ويكره له فيترك البدع والمنكرات

پھر جو شخص اعمال صالح سی عاجز ہو تو کم سی کم اوسکی تعظیم یہ ہی کہ ان اوقات میں تمام محرمات اور مکروہات سی کنارہ کری پھر تمام بدعات اور منکرات

وما لا ينبغي له فيها من المنهيات وكثير من الناس في بعض هذه الازمنة قد ارتكبوا ضد هذا المعنى حيث

اور جو جو بیہودہ کار اور ممنوع ہین ترک کری اور بعضی لوگ کسی کسی ان اوقات میں اسکی خلاف کر بیٹھتی ہیں چنانچہ تمام

كانوا يسارعون في ايام العيدين ولياليهما الى اللهو واللعب وغيرها من انواع السيات بعضهم بالمباشرة وبعضهم

عیدین میں شب و روز لہو ولعب وغیرہ اقسام منہیات میں مصروف رہتی ہین بعضی خود عمل کرتی ہین اور بعضی

بالمشاهدة مع ان للسيئة الواحدة عشرة من الضرر على ما ذكره الفقيه ابو الليث في تنبيه الغافلين الاول اسخاط

تماشا دیکھتی ہین باوجودیکہ ایک گناہ میں موافق بیان فقیہ ابو الیث کی کتاب تنبیہ الغافلین میں دس ضرر مقرر ہین اول اپنی خالق کو

خالقه عليه بمخالفة امره والثاني تفريح ابليس الذي هو عدوه وعدو الله تعالى والثالث بعده من الجنة والر

اپنی اوپر اوسکی حکم کی مخالفت کرکر آزردہ کرنا دوسری ابلیس کا خوش کرنا کہ وہ اسکا اور اللہ کا بھی دشمن ہی تیسری جنت سی دوری چوتھی

قربه من جهنم والخامس جفاء من هو احب اليه وهو نفسه والسادس تنجيس نفسه التي قد خلقها الله تعالى

دوزخ سی نزدیکی پانچویں اپنی جان پر جفا کرنا جو سب سی زیادہ محبوب ہی چھٹی اپنی جان کو ناپاک کرنا جسکو اللہ تعالیٰ نی پاکیزہ پیدا کیا ہی

طاهرة والسابع ایذاء الحفظة الذین لا یوذونه والثامن احزان النبی علیه السلام فی قبره والتاسع اشهاده الارض
ساتویں کرام کاتبین کو ستانا اور وہ اسکو نہیں ستاتی آٹھویں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف کی اندر غمناک کرنا نویں زمین
واللیل والنهار علی نفسه والعاشر خیانة لجمیع الخلائق لان المطر یقل بالذنب فاذا کان حال من فعل سیئة واحدة
اور رات اور دن کو اپنی گناہ پر گواہ مقرر کرنا دسویں تمام خلق اللہ کی بدخواہی کیونکہ گناہوں کی شامت سی مینہ کم برستا ہی یہہ حال اوسکا ہی جسنی ایک گناہ کیا
هذا فما ذا یکون حال من یفعل فنونا من السیئات سیما فی هذه الایام المبارکة مع ان الخطباء ینادون علی المنابر
اب قیاس کیا چاہیے اوسکا حال جو قسم قسم کی گناہ کرتا ہی خاص ایسی مبارک ایام میں کیا ہوگا باوجودیکہ نصیحت گر منبروں پر پکار پکار کہتی ہیں
ویقولون لیس العید لمن لبس الجدید انما العید لمن امن الوعید لیس العید لمن تبخر بالعود انما العید للتائب الذی
کہ عید اوسکی لئی نہیں ہی جو نئی کپڑی پہن لی عید اوسی کی ہی جو وعید سی محفوظ رہی عید اوسکی نہیں جو خوشبو میں بس جاوی عید اوسی کی ہی جو توبہ کرکر
لا یعود لیس العید لمن تزین بزینة الدنیا انما العید لمن تزود بزاد التقوی لیس العید لمن رکب المطایا انما العید لمن
پہر نہ پہری عید اوسکی نہیں ہی جو دنیا کی زیب و زینت کری عید اوسی کی ہی جو تقوی کا توشہ پیدا کری عید اوسکی نہیں جو اونٹنی پر سوار ہو عید اوسی کی ہی
ترک الخطایا لیس العید لمن جلس علی البساط انما العید لمن جاز الصراط وقال النبی علیه السلام استماع الملاهی معصیة
جو خطا سی باز رہی عید اوسکی نہیں جو فرش پر بیٹھی عید اوسی کی ہی جو صراط پر کو سلامت گذر جاوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ہی ملاہی سننا تو معصیت ہی
والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر وروی انه علیه السلام ادخل اصبعیه فی اذنیه عند سماعه وهم یسمعون
اور اوسکی پر بیٹھنا پیشہ کرنا فسق ہی اور اوس سی مزا اوٹہانا کفر ہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی سماع کی آواز سی اپنی دونوں کانوں میں اونگلیاں دے لی تہیں اور یہہ لوگ ایسی ایسی
امثال تلک الکلمات ولا یلتفتون الیها بل یدعون الاسلام ومحبة الله تعالی ورسوله ومع هذا یخالفونهما
کلمات سنتی ہیں اور ادہر اصلا توجہ نہیں کرتی بلکہ اسلام کا اور خدا اور رسول کی محبت کا دعوی کرتی ہیں اور پہر بہی اوامر اور نواہی میں
فی الاوامر والنواهی فیکون الحال مشکلا والحکام یشاهدون امثال تلک المنهیات ولا یمنعون شیئا منها بل
خدا رسول کی مخالفت کی جاتی ہیں اب کیا مشکل کی بات ہی کہ حاکم وقت بہی ایسی ایسی حرکات ممنوعہ کو دیکہتی ہیں اور ذرہ منع نہیں کرتی بلکہ
یساعدون فیها فمن کان باکیا فلیبک علی الاسلام وغربته اذ قد عاد الاسلام غریبا کما بدأ غریبا نعم ان هذا
اسمیں امداد کرتی ہیں اب جو روری تو چاہیے کہ اسلام اور اوسکی غربت پر روری کیونکہ اب اسلام غریب ہوگیا ہی جیسی کہ شروع ہوا تہا ہاں یہہ دن
الایام ایام فرح وسرور لکن ینبغی ان یکون الفرح والسرور فیها بما کان مستحبا او مباحا کالاغتسال والتطیب
خوشیاں کرنی کی دن ہیں پر یوں چاہیے کہ خوشیاں ایسی وقت میں یا مستحب ہوں یا مباح جیسی نہانا خوشبو لگانی
ولبس احسن الثیاب التی تکون جدیدة او غسیلة لا بما کان حراما او مکروها کلبس الحریر والخوض فی الباطل
اچہی کپڑی کا بدلنی یعنی نئی ہوں یا دہوئی ہوئی ہوں حرام یا مکروہ نہوں جیسی حریر کا پہنا اور باطل امور میں کہسنا
لان العید انما سمی عیدا لان الله تعالی یعود فیه علی المؤمنین بالمغفرة والاحسان فیجب علیهم ان یجتنبوا المعصیة
کیونکہ عید کو اسی لئی عید کہتی ہیں کہ اللہ تعالی مؤمنین پر دوبارہ مغفرت اور احسان فرماتا ہی سو مؤمنین پر واجب ہی کہ معصیت اور سرکشی سی
والطغیان حتی یکونوا من اهل السعادة والرضوان لا من اهل الشقاوة والخذلان ثم ینبغی ان یعلم ان بعض الناس
اجتناب کریں تاکہ سعادتمند اور اہل رضوان ہو جاویں بدبخت نہوں اور نہ اوٹہاویں پہر سمجہنی کی بات ہی کہ بعضی لوگ کہتی ہیں
قد زعموا ان ضرب الدف والغناء به فی یوم العید جائز لما روی عن عائشة ان ابا بکر دخل علیها یوم العید وعندها
کہ دف کا بجانا اور گانا عید کی روز جائز ہی کیونکہ عائشہ سی روایت ہی کہ ابوبکر عید کی روز اونکی ہاں آئی اونکی پاس
جاریتان تغنیان بالدف ورسول الله صلی الله علیه وسلم متغش بثوبه فزجرهما ابو بکر فکشف النبی علیه السلام وجهه
دو لڑکیاں دف لی گاتی بجاتی تہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑہی ہوئی تہی سو لونڈیوں کو ابوبکر نی ڈانٹا پہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی منہ کہول کر

وفي اذ ذكرنا انا نكروا ان لكل قوم عيدا وهذا عيدنا في هذا الحديث وان كان يدل على جواز ضرب الدف لكن

فرمایا ابوبکر چھوڑ دو ان کو کہ ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے [illegible]

الا بعد ذكر في نصاب الاحتساب ان هذا الحديث متروك غير معمول به لقوله تعالى وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ

نصاب الاحتساب میں ذکر ہے کہ یہ حدیث متروک ہے اس پر عمل نہیں [illegible] اور بعض لوگ [illegible]

الحديث وان المراد من لهو الحديث على ما ذكر في معالم التنزيل عن ابن مسعود وابن عباس وعكرمة وسعيد بن

کیونکہ [illegible] معالم التنزیل میں ابن مسعود اور ابن عباس اور عکرمہ اور سعید بن جبیر سے [illegible]

جبير الغناء وما في معناه من المعازف والمزامير والمراد من اشتراه اختياره والمعنى ان بعض من الناس يختار

[illegible] اور معنی اس کے یہ ہیں کہ بعض لوگ

الغناء وما في معناه من المعازف والمزامير لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ

[illegible]

ودلت الاية على تحريم الغناء وما في معناه من الملاهي ويدل على هذا ايضا ان عائشة بعد موته لم يفعل مثلها الا

[illegible]

ذم الغناء والمعازف والثاني مما يجب على المكلف في هذه العشر الاضحية فانها تجب على مسلم حر مقيم موسر

[illegible]

والمستدر بان يملك نصابا ولو لم يكن فيه نصابا فاضلا عن حاجته الاصلية ولا يعتبر فيه وصف النماء

[illegible]

كان له دار لا يسكنها يؤجرها او لا يؤجرها يعتبر قيمتها في الغنى وكذا اذا سكنها وفضل عن سكناه شيء يعتبر قيمة الفاضل

[illegible]

في الغنى لان ما كان من حاجته الاصلية لا بد ان يكون مشغولا بها لانها تحصل له دفعا من [illegible]

[illegible]

اليه في وقت من الاوقات حتى لو كان في دار [illegible] فاشترى قطعة ارض بمائتي درهم [illegible]

[illegible]

لانها فاضلة عن حاجته الحالية وقد يحتاج اليها فيما يستحق ومن كان له دار فيها بستان [illegible]

[illegible]

غنيا ان كان فيه [illegible] قيمته لمالك في الغنى وصاحب البيت لا يكون غنيا [illegible]

[illegible]

احدها للدليه والناسة للهيئة والثالثة للجمعة والاعياد وكذا بالفرس [illegible]

[illegible]

من البياض وعلى الفراش يعتبر قيمته في الغنى والعارية [illegible] وان كان له ثلاثة [illegible]

[illegible]

قيمة احدها في الغنى [illegible] على الواحد من الدروب لغير العاري [illegible] للدهقان [illegible] وعلى الحدم

[illegible]

الواحد يعتبر قيمته في الغنى وكذا كتب التفسير والحديث لاهله ما زاد على نسخة واحدة من ... وحده

يعتبر قيمته في الغنى وكذا ما زاد على الواحد من المصحف لحسن القراءة يعتبر قيمته في الغنى والزارع لا تكون

عنده ثوران دالة الحرث ... يعتبر قيمته ... في الغنى والبقرة الواحدة تعتبر قيمتها في

الغنى ومن كان له ثوب سنة يساوي نصابا نفقة ... لا يعد من الغنى ذكره في صحاح فتاواه

والمرأة ان كانت لها جواهر ولآلي تلبسها للاعياد وتتزين للزوج يعتبر قيمتها في الغنى وكذا اذا كان لها دار تسكن فيها

مع زوجها يعتبر قيمتها في الغنى اذا كان الزوج قادرا على الاسكان ومعنى هذا النصاب حرمة اخذ الزكوة ووجوب

صدقة الفطر والاضحية لان الغنى على ثلث مراتب غنى يحرم عليه السؤال ويحل له الصدقة ويجب عليه

صدقة الفطر والاضحية والزكوة وهو من يملك نصابا كاملا ناميا وغنى يحرم عليه السؤال واخذ الصدقة

ويجب عليه صدقة الفطر والاضحية دون الزكوة وهو من ملك ما قيمته نصاب من غير ان يكون ناميا

وغنى يحرم عليه السؤال لا اخذ الصدقة ولا يجب عليه شيء مما ذكر من صدقة الفطر والاضحية والزكوة

وهو من ملك قوت يومه وما يستر عورته ثم المعتبر في الفقر والغنى [illegible] جاء يوم النحر لا مال له

ثم استفاد قدر النصاب قبل مضي ايام النحر ولا دين عليه يجب عليه الاضحية وان جاء يوم النحر وهو غني فهلك

ماله او نقص عن النصاب قبل مضي ايام النحر لا يجب عليه الاضحية ومن كان له على الناس دين مؤجل ولم يكن

في يده ايام الاضحية ما يشتري به الاضحية لا يجب عليه الاضحية وكذا لو كان له دين على مفلس مقر لا يجب

عليه الاضحية ما لم يصل اليه الدين وكذا لو كان له دين على مقر مليء وليس في يده ما يمكنه شرى الاضحية لا يلزمه

ان يستقرض ويضحي ولا قيمتها اذا وصل اليه الدين لكن يلزمه ان يستقرض [illegible] الاضحية اذا غلب على ظنه انه

يعطيه ولو كان له مال كثير غائب في يد شريكه او مضاربه ومعه ما يشتري به الاضحية من الحجرين
دیدیگا اور اگر بہت سا مال اسکا غائب ہو شریک یا مضارب کی قبضہ میں اور اسکے پاس سونا یا چاندی اتنی ہی کہ قربانی خرید کرلی
او متاع البيت يلزمه الاضحية واول وقتها بعد طلوع الفجر من يوم النحر لكن يشترط تقديم صلوة
یا گہر کا اسباب ہی تو ایسی حال میں قربانی واجب ہی اور اول وقت قربانیکا دسویں تاریخ جسکو یوم نحر کہتی ہیں بعد طلوع فجر کی ہی لیکن شہر کی رہنی والوں کی حق میں
العيد عليها في حق اهل الامصار حتى لا يجوز الذبح لمن كان في المصر الا بعد فراغ الامام من الصلوة ولو
عید کا دوگانہ پہلی ہی یہاں تک کہ شہر میں رہنی والی کو قربانی ذبح کرنی جایز نہیں ہی جبتک امام دوگانہ سی فارغ ہولی اور اگر امام کی نماز سی پہلی ذبح کردی تو درست نہیں
ضحى قبل صلوة الامام لا يصح ولو خرج الامام بطائفة الى الجبانة وامر رجلا ان يصلي بالضعفاء في
یعنی قربانی اسکی ذمہ رہتی ہی اور اگر امام مع گروہ جماعت کی عیدگاہ کی طرف روانہ ہوا اور کسی شخص کو نایب کیا کہ ناتوانوں کو شہر میں نماز پڑہاویگا
المصر وضحى البعض بعد ما صلى احد الفريقين يجوز استحسانا وان كانت بلدة لا يصلى فيها صلوة
اور بعضی جلد باز نی قربانی ذبح کردی بعد فراغت ایک فریق امام یا نایب کی تو استحساناً جایز ہی اور اگر ایسا شہر ہی کہ اسمیں عید کی نماز نہیں ہوتی
العيد لعدم الامام او لغلبة اهل الفتنة يجوز التضحية في اليوم الاول بعد الزوال وفي اليوم الثاني و
باعث اسکی کہ امام نہیں ہی یا اہل فتنہ کی غلبہ سی تو قربانی پہلی دن یعنی دسویں تاریخ دوپہر ڈہلی جایز ہی اور گیارہویں اور
الثالث يجوز قبل الزوال وبعده وقال بعضهم في ذلك المكان يجوز التضحية في اي وقت كان لوقوع اليأس
بارہویں میں دوپہر ڈہلنی سی پہلی بہی اور بعد دوپہر کی بہی جایز ہی اور بعضی کہتی ہیں کہ ایسی جگہہ قربانی ہر وقت کردی جایز ہی کیونکہ نماز کی توقع ٹوٹ گئی ہی
عن الصلوة وان اخر الامام الصلوة يوم العيد ينبغي للناس ان يؤخروا التضحية الى وقت الزوال ولو اخر
اور اگر امام عید کی روز نماز میں دیر لگادی تو لوگوں کو بہی چاہئی کہ قربانی میں دوپہر ڈہلی تک تاخیر کریں اور اگر امام نماز کی لئی
الامام الى الصلوة في الغد او بعد الغد وقد ضحى بعض الناس قبل ان يصلي الامام يجوز لانه فات وقت الصلوة
اگلی دن یا اگلی سی اگلی دن روانہ ہوا اور بعضی لوگوں نی امام کی نماز سی پہلی قربانی ذبح کردی تو جایز ہی اسلیئی کہ مسنون وقت نماز کا
على وجه السنة ثم المعتبر مكان المذبوح لا مكان المالك حتى لو كانت الاضحية في المصر وصاحبها في السواد
تو جاتا رہا پہر جاننا چاہئی کہ ذبح میں قربانی کی مکان کا اعتبار ہی مالک کی مکان کا اعتبار نہیں ہی یہاں تک کہ اگر قربانی شہر میں ہو اور اسکا مالک شہر سی دور ہو
فامر رجلا بالذبح فذبح الوكيل قبل الصلوة لا يجوز ولو كانت الاضحية في السواد وصاحبها في المصر وامر
پہر اسکی مالک نی کسی شخص کو کہدیا کہ میری قربانی ذبح کردینا اور اس شخص نی نماز سی پہلی ذبح کردی تو جایز نہوگی اور اگر قربانی شہر سی دور ہو اور مالک شہر میں ہو اور
اهله بالذبح فذبح الاهل قبل الصلوة يجوز وكذا لو كان رجل في مصر واهله في مصر اخر وكتب اليهم ان يضحوا
اپنی اہل کو کہدیا کہ ذبح کردینا اور اسکی اہل نی نماز سی پہلی ذبح کردی تو جایز ہی اور ایسی ہی اگر ایک شخص ایک شہر میں ہو اور اسکی اہل اور شہر میں ہوں اور اس شخص نی اہل کو لکہا
يلزمهم ان يذبحوا عنه بعد صلوة الامام في البلد الذي هم فيه اعتبار المكان الذبيحة ومن اراد ان يتعجل
تو لوگوں کی ذمہ پر لازم ہی کہ اسکی طرف سی وہاں کی امام کی نماز کی بعد جسمیں وہ آپ بستی ہیں ذبح کریں کیونکہ اعتبار قربانی کی مکان کا ہی اور جسنی جلدی سی گوشت کہانا چاہا
له اللحم واخرج اضحيته من المصر فذبحها قبل الصلوة قالوا ان اخرجها مقدار ما يباح للمسافر قصر الصلوة
اور قربانی کو شہر سی باہر لیجا کر نماز سی پہلی ذبح کرلی تو علماء کہتی ہیں اگر اسی قربانی کو اتنی دور لیجا کر ذبح کی جس مسافت پر مسافر کو قصر نماز
فيه يجوز والا فلا هذا كله في حق اهل الامصار واما اهل السواد والقرى فيجوز لهم الذبح بعد الفجر الثاني من
تو جایز ہی اور نہیں تو جایز نہیں ہی یہ سب بیان شہر والوں کا تہا اور گرد نواح اور گاؤں کی لوگوں کو دسویں تاریخ ذیحجہ کی صبح صادق کی بعد
اليوم العاشر من ذي الحجة واما اهل البوادي وهم لا يذبحون الا بعد صلوة اقرب الائمة اليهم واخر وقتها
ذبح کرنا جایز ہی اور جنگل کی رہنی والی بدوں قراعت نماز اپنی سی نزدیک امام کی ذبح نہ کریں اور آخر وقت قربانی کا

فی حق الکل قبیل غروب الشمس من الیوم الثالث من ایام النحر وافضل اوقات التضحیة الیوم الاول وادونها
سب کی حق میں آفتاب ڈوبنے تک یعنی یہانتک تیسری دن ایام نحر کا یعنی بارھویں کی اخیر سحر تک ہی اور قربانی کا افضل وقت پہلا روز ہی یعنی دسویں تاریخ اور کمتر وقت
الیوم الاخر ویکره الذبح لیلا وان جاز لاحتمال الغلط فی ظلمة اللیل ولو وقع الشک ان هذا الیوم کان من
سب سی پچھلا دن اور رات کو ذبح کرنا مکروہ ہی اگرچہ جایز ہی شاید کہ رات کی اندہیری میں ٹہیک جگہ ذبح نہو اگر یہہ شبہ آپڑی کہ آج دیکھی کی
عاشر ذی الحجة او تاسع ذی الحجة فالاحوط ان یضحی فی الغد بعد الزوال قال قاضیخان فی فتاوٰیه فی کتاب
دسویں تاریخ ہی یا ذیحجہ کی نوین ہی تو اب احتیاط یوں ہی کہ اگلی دن دو پہر ڈہلی ذبح کری قاضیخان اپنی فتاوی کی کتاب الصوم میں کہتا ہی
الصوم شهر رمضان اذا جاء یوم الخمیس ویوم عرفة جاء یوم الخمیس ایضا کان ذلک الیوم یوم عرفة لا
کہ ماہ رمضان کا چاند اگر جمعرات کی دن ہووی پہر عرفہ ہی جمعرات کی روز کا آپڑی تو وہ روز بیشک عرفہ کا ہی یوم النحر یعنی دسوین تاریخ
یوم النحر حتی لا یجوز التضحیة فی هذا الیوم اعتمادا علی قول علی رض یوم نحرکم یوم صومکم لان ذلک محتمل
نہیں ہی اوسدن قربانی ذبح کرنا جایز نہیں ہی کیونکہ قول حضرت علی کا اسمین معتمد ہی دسوین ذیحجہ کی پہلی رمضان کا ہتی اسلوسطی احتیاط کرنا چاہی
یحتمل انه اراد به ذلک العام دون الابد ثم الاضحیة انما یجوز من اربعة اصناف من الحیوان الابل والبقر
کہ اس قول میں یہہ بہی احتمال ہی کہ آپنی اوسہی سال کا حال ارشاد کیا ہو ہمیشہ کی لیی قاعدہ نفرمایا ہو پہر قربانی چار قسم کی حیوان کی جایز ہی اونٹ اور گای
والغنم والمعز ذکورها واناثها الا ان الانثی من الابل والبقر افضل والذکر من الغنم والمعز افضل ثم المعتبر من
اور بکری اور دنبہ نر اور مادہ دونوں برابر ہی مگر گای کا مادہ افضل ہی اور اونٹنی اور بکری اور دنبہ سی نر افضل ہی پہر معتبر
هذه الاصناف الاربعة الثنی وهو من الغنم والمعز ما تمت له سنة وطعن فی الثانیة ومن البقر ما تمت له سنتان
ان چاروں قسم میں ثنیہ ہی یعنی نوجوان اور نوجوان بکری اور دنبہ میں وہ ہی جسکو ایک سال پورا ہوکر دوسرا سال شروع ہوا ہو اور گای میں وہ ہی جسکو دو برس
وطعن فی الثالثة ومن الابل ما تمت له خمس سنین وطعن فی السادسة ولا یجوز ما دون ذلک من هذه الاصناف
پوری ہوکر تیسرا سال شروع ہوا ہو اور اونٹ میں وہ ہی جسکو پانچ برس پوری ہوکر چہٹا شروع ہوا ہو اور اس عمر سی چہوٹا ان قسمون میں سی کوئی جایز نہیں ہی
الا الجذع من الضأن اذا کان عظیما بحیث لو اختلط بالثنیات لم یتمیز من بعید وهو ما کان له البتة وانی
مگر جذع مینڈہی کا اگر کلان جسم ہو ایسا کہ اگر ایک برس کی عمر والوں میں ملا دی تو دور سی پہچانا نجاوی اور جذع وہ ہوتا ہی کہ جسکی چکی ظاہر ہو اور
علیه ستة اشهر وشیء من الشهر السابع وذکر فی الخلاصة ان التضحیة بالدیک والدجاجة فی ایام النحر ممن
چہہ مہینی پوری ہوکر کچہہ دن ساتوین مہینہ کی گذری ہوں اور خلاصہ میں مذکور ہی کہ مرغ اور مرغی کی ایام نحر میں قربانی کرنی جسکو
لا اضحیة علیه بعساره تشبها بالمضحین مکروه لانه من رسوم المجوس ولو اشتری فقیر شاة الاضحیة
افلاس کی سبب سی قربانی واجب نہیں ہی قربانی کرنیوالوں کی مشابہت حاصل کرنیکو مکروہ ہی اسلوسطی کہ یہہ مجوسیوں کی رسم ہی اور اگر کسی فقیر نی قربانی کی واسطی بکری مولی لی
ولم یضح حتی مضت ایام النحر کان علیه ان یتصدق بتلک الشاة حیة او بقیمتها ولو انه ذبحها بعد ایام
پہر ذبح نکی یہانتک کہ ایام نحر نکل گئی اب اوسپر لازم ہی کہ وہ بکری جیتی خیرات کردی یا اوسکی قیمت دیدی اور اگر بعد ایام نحر کی ذبح کرکر
النحر وتصدق بلحمها یجوز لکن ان کان قیمتها حیة اکثر یلزمه ان یتصدق بالفضل فان اکل منها یغرم
گوشت خیرات کردیا تو بہی جایز ہی لیکن اگر جیتی کی قیمت گوشت سی زیادہ ہو تو جتنی بڑہتی قیمت ہی خیرات کری اور اگر اوسمیں سی آپ کہالی
قیمته وان لم یفعل شیئا من ذلک حتی جاء یوم النحر من القابل فضحی بها عن العام الاول لا یجوز لان کون اراقة
تو اوسکی قیمت ادا کری اور اگر اوسنی ان امور میں سی کچہہ بہی نکیا یہانتک کہ اگلی سال کا یوم نحر آگیا اب اوسنی پہلی سال کی قضا کی نیت سی ذبح کی تو جایز نہیں ہی
الدم قربة عرف اداء لا قضاء ویجوز الابل والبقر من احد الی سبعة اذا اراد کلهم القربة اتفقت جهة القربة او
خون بہانا عبادت ہی تو ادا یعنی اپنی وقت پر عبادت ہی بطور قضا نہیں ہی اور اونٹ اور گای ایک سی لیکر سات آدمیوں تک جایز ہی اگر ان سبکا ارادہ قربت کا ہو لیکن ایک طرح کی ہو یا

اختلفت كالاضحية والقران والمتعة والعقيقة والتقدير بالسبعة يمنع الزيادة لا النقصان حتى يجوز
کئی طرح کی ہو جیسی قربانی اور قران اور متعہ اور عقیقہ اور سات تک کی حد ماننی سی زیادہ کی ممانعت ہوگی نہ کمی کی ممانعت نہیں یہ یہاں
عن ستة وخمسة واربعة وثلثة واثنين ان لم يكن لاحدهم اقل من السبع كما اذا مات رجل وترك ابنا وامرأة
تک چھ یا پانچ یا چار یا تین یا دو آدمیوں کی طرف سی جایز ہے گر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سی کم نہو جیسی کہ شخص مرا اور بیٹا اور بیوی
وبقرة وضحيا بها لا يجوز وكذا لو اشترى ثلثة نفر ودفع احدهم اربعة دنانير والآخر ثلثة دنانير والثالث
اور ایک گائی ترکہ میں چھوڑی دونوں نی وہ گائی قربانی کی تو جایز نہیں اور ایسی ہی اگر تین آدمیوں نی ملکر گائی خریدی ایک نی چار دینار دئی اور دوسری نی تین دینار اور تیسری نی
دينارا واشتروا بقرة على ان يكون البقرة بينهم بقدر اموالهم وضحوا بها لا يجوز ولو اشترك سبعة في بقرة
ایک دینار دیا پھر گائی مول لی اس طور پر کہ دیناروں کی حساب پر شرکت ہی اور ذبح کی تو قربانی جایز نہیں ہی اور اگر سات آدمی ایک گائی میں شریک ہوں
ونوى بعض الشركاء التطوع وبعضهم الاضحية لهذه السنة وبعضهم قضاء عن السنة الماضية تجوز
اور کسی نی نیت نفل کی کی اور کسی نی اسی سال کی قربانی کی نیت کی اور کسی نی پچھلی سال کی قضا کی نیت کی تو سب جایز ہی
الكل لكن يكون تطوعا عمن نوى القضاء عن السنة الماضية ولا يقع عن قضائه بل يلزمه ان يتصدق
لیکن جسنی پچھلی سال کی قربانی سی قضا کی نیت کی تھی اوسکی نفل ہو جائیگی اوسکی قضا اوس سی ساقط نہوگی بلکہ اوسکو لازم ہی کہ قیمت درمیانہ
بقيمة شاة وسط لما مضى ولو مات احد السبعة وقال ورثته اذبحوها عنه وعنكم يجوز استحسانا
بکری کی عوض سال گذشتہ کی خیرات کردی اور اگر ساتوں شریک میں سی ایک مرگیا اور اوسکی وارثوں نی کہا کہ اوسکی طرف سی اور اپنی طرف سی ذبح کرلو تو استحسانا جایز ہی
ولو اشترك سبعة وضحوا ببقرة واقتسموا اللحم وزنا يجوز ولو اقتسموه جزافا لا يجوز الا ان يضم الى اللحم شئ
اور اگر سات آدمیوں نی ملکر گائی قربانی کی اور گوشت تول کر بانٹا تو جایز ہی اور اگر انکل سی بانٹا تو جایز نہیں ہی ہاں اگر گوشت کی ساتھ کچھ کچھ
من الاكارع او الجلد سواء كان في كل جانب شئ من اللحم وشئ من الاكارع او كان في كل جانب شئ من اللحم و
پائے یا چمڑا ملالیں تو جایز ہی برابری کہ ہر حصہ پر کچھ گوشت اور کچھ پائے یا ہر حصہ پر کچھ گوشت اور
شئ من الجلد او كان في جانب لحم واكارع وفي آخر لحم وجلد وانما يجوز جزافا لصرف الجنس الى خلاف الجنس ولو
کچھ چمڑا یا ایک حصہ پر گوشت اور پائے اور دوسری حصہ پر گوشت اور چمڑا اس صورت میں انکل کی تقسیم اسلئی جایز ہی کہ ہر جنس کا خلاف جنس کی
لم يضموا الى اللحم شيئا وحلل كل واحد منهم لصاحبه الفضل لا يجوز لان تحليل الفضل هبة وهبة المشاع
گوشت کی ساتھ کچھ نہ ملایا یا چمڑی کی تقسیم کرکی ہر ایک نی دوسری کو کمی بیشی کی اجازت دی کر حلال کردی تو جایز نہیں اسلئی کہ زیادتی کا حلال کرنا ہبہ ہوتا ہی اور مشاع
فيما يحتمل القسمة لا يجوز وان اقتسموا اللحم وزنا وتصدقوا بالجلد على فقير او وهبوا الغني يجوز ولو جعلوا
تقسیم ہونیوالی چیز میں جایز نہیں ہی اور اگر گوشت تول کر بانٹ لیا اور چمڑا سب نی ملکر ایک فقیر کو دیدیا یا کسی غنی کو بخشدیا تو جایز ہی اور اگر
اللحم والشحم سبعة اسهم وقسموه بينهم جزافا يجوز ويجوز الخصي والجماء التي لا قرن لها والثولاء اي المجنونة
گوشت اور چربی کی سات حصہ بناکر آپس میں انکل سی تقسیم کرلیا تو جایز ہی اور بدھیا اور منڈا جسکی سینگ پیدایشی نہوں اور باولی جایز ہی
ولا يجوز العمياء التي ليس لها عينان ولا العوراء التي ليس لها عين واحد ولا العجفاء التي لا مخ في عظمها
اور اندھی جسکی دونو آنکھیں نہوں اور کانے جسکی ایک آنکھ ہو اور ایسی دبلی جسکی ہڈی کی اندر مغز نہ ہو
ولا العرجاء التي تمشي بثلث قوائم ويجافي الرابعة عن الارض وان كانت تضع الرابعة على الارض وضعا
اور لنگڑی جو تین پاؤں پر چلتی ہو اور چوتھی پاؤں کو زمین پر نہ ٹکاتی ہو جایز نہیں ہی اور اگر چوتھا پاؤں بھی زمین پر ہولی سی رکھکر
خفيفا وتستعين بها الا انها تتمايل عند المشي يجوز ولا يجوز ما ذهب اكثر من ثلث اذنها او اليتها او عينها
مدد لیتی ہی پر اتنا ہی کہ چلتی وقت جھکتی ہی تو جایز ہی اور جسکا تہائی سی زیادہ کان یا چکی یا آنکھ جاتی رہی ہو تو جایز نہیں

وطریق معرفۃ ذھاب الثلث من العین ان یشد عینھا المعیوبۃ بعد کونھا جائعۃ فیقرب الیھا العلف
اور طریقہ دریافت تہائی آنکھ جانی کا یہ ہے کہ اول پہوٹی ہوئی آنکھ بند کرکر بعد شدت بہوک کی حالت میں اوسکو گہاس دکہاویں

فینظر من ای مکان تری العلف ثم یشد عینھا الصحیحۃ ویقرب الیھا العلف فینظر من ای مکان تری العلف
پہر خیال رکہیں کتنی دور سی گہاس دیکہہ لیتی ہے پہر اچہی آنکہہ بند کرکر گہاس دکہاویں اب یہ خیال کریں کہ کتنی دور سی گہاس دیکہہ لیتی ہے

ثم ینظر تفاوت ما بین المکانین فان کان نصفا فالذاھب نصف وان کان ثلثا فالذاھب ثلث وھکذا
اب دونو مکان میں فرق دیکہیں کتنا ہی اگر آدہوں آدہ کا فرق ہی تو آدہی آنکہہ بہین ہی اور اگر تہائی ہی تو تہائی آنکہہ بہین ہی اور ایسی ہی حساب پر

وشق الاذن والکی لا یمنع جواز الاضحیۃ وکذا کسر القرن الا اذا بلغ المخ ولو ذھب عینھا او کسرت رجلھا فی
اور چری ہوئی کان اور داغدار ہونی سی قربانی منع نہیں ہوتی اور ایسی ہی سینگ ٹوٹنی سی الا اگر مغز تک جا پہنچی تو جائز نہیں اور اگر ذبح کرنیکو لئی بچہاڑتی ہوئی آنکہہ

معالجۃ الذبح فانہ ان لم یرسلھا یجوز وان ارسلھا وضحی بھا فی وقت آخر فی ذلک الیوم او فی یوم آخر
اگر اوسکو نہ چہوڑا اوسیوقت ذبح کردیا تو جائز ہی اور اگر اوسوقت چہوڑدیا اور اوروقت اسی دن میں یا ایام نحر کی روز اور دن میں

من ایام النحر اختلفوا فیہ وعن ابی یوسف انہ یجوز وبہ اخذ الزعفرانی ولو ولدت الاضحیۃ کان
ذبح کیا تو اسمیں اختلاف ہی امام ابو یوسف کی نزدیک جائز ہی اور یہی مذہب زعفرانی کا ہی اور اگر قربانی بیا بڑی تو

علیہ ان یذبح الولد ایضا وان لم یذبحہ حتی مضت ایام النحر فعلیہ ان یتصدق بہ حیا والافضل ان
لازم ہی کہ بچہ کو بہی ذبح کردی اور اگر بچہ کو ذبح نکیا اور ایام نحر گذر گئی تو لازم ہی کہ وہ بچہ جیتا خیرات کردی اور افضل یہہ ہی

یذبح اضحیتہ بیدہ ان قدر لانہ عبادۃ فالاولی ان یفعلھا بنفسہ وان لم یقدر یامر غیرہ ولا یامر
کہ اپنی قربانی اگر ہوسکی تو اپنی ہاتہہ سی ذبح کری کیونکہ ذبح کرنا عبادت ہی تو اولی یہہ ہی کہ اپنی ذات سی ادا کری اور اگر نہیں ہوسکتا تو اور کو کہدی اور

الکتابی لانہ قربۃ وھو لیس من اھلھا ولو امرہ فذبح یجوز لانہ من اھل الذکوۃ والقربۃ یحصل باقامتہ و
کتابی شخص کو نکہی اسواسطی کہ عبادت ہی اور وہ اس کام کا نہیں ہی اور اگر کتابی سی کہدیا اور اوسنی ذبح کردی تو جائز ہی اسلئی کہ ذبیحہ کتابی کا درست ہی اور عبادت

نیتہ لکن یکرہ ویستحب احداد شفرتہ قبل الاضجاع ویکرہ بعدہ لما روی انہ علیہ السلام مر علی رجل
ہوجائیگی پر مکروہ ہی اور چہری کا تیز کرنا پچہاڑنی سی پہلی مستحب ہی اور بعد پچہاڑنی کی مکروہ ہی اسواسطی کہ روایت ہی کہ پیغمبر علیہ السلام ایک شخص کی پاس جا پہنچی

اضجع شاتہ وھو یحد شفرتہ وھی تلحظ الیہ ببصرھا فقال اترید ان تمیتھا موتات ھلا احددت
کہ وہ بکری پچہاڑکر چہری تیز کرتا تہا اور بکری اپنی آنکہوں سی اودہر دیکہتی تہی سو آپ نی فرمایا تو چاہتا ہی کہ اسکو کئی موت سی ماری پچہاڑنی سی پہلی چہری تیز

شفرتک قبل ان تضجعھا ویکرہ جرھا برجلھا الی المذبح وترک التوجہ الی القبلۃ ویکرہ النخع وھو الذبح
کیوں نکرلی اور قربانی کو ٹانگ پکڑکر مذبح تک کہینچتی ہوئی لی جانا اور قبلہ کی طرف منہہ نکرنا مکروہ ہی اور نخع بہی مکروہ ہی یعنی ایسا سخت ذبح کرنا

الشدید حتی یبلغ النخاع ویکرہ السلخ قبل ان یسکن عن الاضطراب ویستحب ان یحضر الانسان اضحیتہ
کہ نخاع تک نوبت جا پہنچی اور چمڑا چہیلنا ٹہنڈی ہونی سی پہلی مکروہ ہی اور مستحب ہی کہ آدمی اپنی قربانی کی ذبح ہوتی ہوئی

عند الذبح ولو وضع صاحب الشاۃ یدہ مع ید القصاب فی المذبح حتی یکون ذا الجامع القصاب قال الشیخ الامام
پاس حاضر ہی اور اگر قربانی کی مالک نی بہی اپنا ہاتہہ قصائی کی ساتہہ چہری پر رکہہ لیا تاکہ قصائی کی ہمراہ ذبح میں شریک ہوجاوی تو شیخ امام محمد

محمد بن الفضل تجب علی کل واحد منھما التسمیۃ حتی لو ترک احدھما لا یحل المذبوح لان شرط حلۃ التسمیۃ علیہ
بن الفضل کہتی ہیں کہ اون دونو پر تکبیر ذبح کی کہنی واجب ہی یہاں تک کہ اگر دونوں میں سی کوئی ایک تکبیر ترک کریگا تو مذبوح مردار ہوگا اسلئی کہ شرط حلال ہونی کی

لقولہ تعالی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ فالذابح اذا ترکھا عمدا یکون الذبیحۃ میتۃ لا یحل اکلھا ولو
موافق اس آیت کی اور نہ کہاؤ جسپر نام نہ لیا اللہ کا پہر ذبح کرنیوالا اگر تکبیر عمدا ترک کریگا تو ذبیحہ مردار ہی اوسکا کہانا حلال نہیں ہی اور اگر

ذكر مع اسم الله تعالى غيره ان كان بالعطف مثل ان يقول بسم الله ومحمد رسول الله يحرم وان كان بغير
اللہ کے نام کی ساتھ اور کچھ بھی کہدیا اگر عطف کی ساتھ کہا اسطرح کہا کہ بسم اللہ و محمد رسول اللہ تو ذبیحہ مردار ہی اور اگر بغیر

العطف لا يحرم بل يكره ويكره ايضا ان يدعو بشئ بعد التسمية قبل الذبح مثل ان يقول بسم الله اللهم ۱
عطف کی کہا تو حرام نہیں ہی لیکن مکروہ ہی اور یہہ مکروہ ہی کہ تسمیہ کی بعد ذبح سی پہلی کچھہ اور بات زبان پر لاوی مثلا یوں کہی کہ بسم اللہ الٰہی

تقبل مني او من فلان واما بعد الذبح فلا باس به لما روي انه عليه السلام قال بعد الذبح اللهم تقبل هذه
مجھسی اور فلانی سی قبول کر لی پھر ذبح کری اور ذبح کی بعد اسکا کچھہ مضائقہ نہیں کیونکہ روایت ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی بعد ذبح کی فرمایا الٰہی یہہ قربانی قبول کر لی

عن امة محمد ممن شهد لك بالوحدانية ولي بالبلاغ وما تداولته الالسن عند الذبح بسم الله والله اكبر
محمد کی تمام امت کی طرف سی جو تیری وحدانیت کی اور میری تبلیغ کی گواہی دیتی ہیں اور ذبح کرتی ہوئی جو زبانوں پر جاری ہی بسم اللہ واللہ اکبر

لكن ذكر في القنية ان المستحب ان يقول بسم الله الله اكبر بدون الواو ومع الواو يكره ولو ذبح رجل ضحية
قنیہ میں مذکور ہی کہ مستحب یہہ ہی کہ بسم اللہ اللہ اکبر بدون واو کی کہی اور واو کی ساتھ مکروہ ہی اور اگر کسی شخص نی غیر کی قربانی

غيره بغير اذنه يجوز استحسانا ولو كان بين الاثنين شاتان فذبحهما عن نسكهما يجوز ويأكل من لحمها
بی اجازت ذبح کر دی تو استحسانا جایز ہی اور اگر دو آدمیوں میں دو بکریاں مشترک ہوں پھر دونوں کی ملا تعیں اپنی اپنی طرف سی ذبح کر دیں تو جایز ہی اور اسکا

ويوكل غيره من الاغنياء والفقراء ويهب لمن يشاء ولا يعطي اجر الجزار منها وندب التصدق بثلثها وندب تركه
اور اور کو کھلا دی غنی ہو یا فقیر اور جسکو چاہی عطا کری اور مزدوری میں قصائی کو اوسمیں سی نہ دی اور تہائی کا خیرات کر دینا مستحب ہی اور

التصدق ايضا لذي عيال توسعة عليهم ويجوز الانتفاع بجلدها بان يتخذ منه جرابا او غربالا او بساطا او
صاحب عیال کسواسطی خیرات نکرنا بھی مستحب ہی تاکہ عیال پر فراغت ہو جاوی اور اوسکی چمڑی سی فائدہ اوٹھانا جایز ہی کہ بھلا یا توبرہ یا ڈول یا بچھونا

غيرها وله ان يبدله بما ينتفع به مع بقاء عينه كالخف ونحوه لا بما ينتفع به الا باستهلاك عينه كالخل
وغیرہ بنالی اور اوسکو جایز ہی کہ اوسکی بدلہ میں ایسی چیز لیلی جس سی نفع ہووی پر ذات باقی رہی جیسی موزہ اور ویسا اوسکی ایسی چیز بدلہ میں نہ لیوی جسی بدون ہلاک ذات کی فائدہ

ونحوه ولا باس ببيعه بالدراهم ليتصدق بها على الفقراء وليس له ان يبيعه بالدراهم لينفقها على نفسه وعياله
وغیرہ اور اسکا ڈر نہیں کہ چمڑہ بیچ کر فقیروں کو خیرات دیدی اور یہہ جایز نہیں کہ چمڑا درہموں کی بیچ کر اپنی اوپر یا اپنی عیال پر خرچ کری۔

وان فعل ذلك يتصدق بثمنه ولو اراد ان يبيع لحمها ليتصدق بثمنه ليس له في اللحم الا الاكل والاطعام و
اور اگر ایسا کیا تو اوسکا ثمن خیرات کر دی اور اگر چاہی کہ گوشت بیچ کر اوسکا ثمن خیرات کر دی تو اوسکو گوشت میں اسیقدر تصرف ہی کہ کہالی اور کسیکو دیدی

ليس على الرجل ان يضحي عن ولده الصغير في ظاهر الرواية وان كان للصغير مال قال بعض مشائخنا يضحي عنه
اور ظاہر روایت میں کسیکا یہہ ذمہ نہیں ہی کہ نابالغ اولاد کی طرف سی قربانی کری اگرچہ نابالغ اولاد مالدار ہو ہمارے بعضی علما صدقہ فطر پر قیاس کر کہتی ہیں

ابوه او وصيه من مال الصغير عند ابي حنيفة قياسا على صدقة الفطر وقال الامام السرخسي زعم بعض المشائخ
کہ بچہ کا باپ یا وصی صغیر کی مال میں سی امام ابوحنیفہ کی نزدیک قربانی کری اور امام سرخسی کہتی ہیں کہ بعضی مشایخ یہہ کہتی ہیں

ان على الاب والوصي ان يضحي من مال الصغير عند ابي حنيفة على قياس صدقة الفطر والاصح انه ليس له
کہ باپ یا وصی کا ذمہ ہی کہ صغیر کی مال میں سی امام ابوحنیفہ کی نزدیک قربانی کری جیسی صدقہ فطر کا حال ہی اور صحیح مذہب یہہ ہی کہ اوسکو

ان يفعل ذلك وان فعل اخذا بقول بعض المشائخ لا يتصدق بشئ منه بل ياكل منه الصغير وما بقي يبدل
قربانی کرنیکا اختیار نہیں ہی اور اگر موافق قول بعضی مشایخ کی قربانی کر دی تو اوسمیں سی کچھ خیرات نکری بلکہ اوسمیں سی وہی صغیر کہاوی اور بچی کی بدلہ میں

بما ينتفع به الصغير مع بقاء عينه كالثوب ونحوه لا بما لا ينتفع به الصغير الا باستهلاك عينه كالخبز
صغیر کی واسطی ایسی چیز لیدی کہ جسکی ذات باقی رہی جیسی کپڑا وغیرہ ایسی چیز نہ لیدی جسی صغیر کو بدون ہلاک ذات کی فائدہ حاصل ہو جیسی روٹی

ونحوه وذلك لان الواجب اراقة الدم واما التصدق فتبرع ومال الصبي لا يحتمل التبرع وانما جاز التبديل بما سا

وغیرہ اسلئے کہ واجب تو صرف ذبح کرنا ہے اور خیرات کرنا سو وہ احسان ہے اور صغیر کا مال قابل احسان کے نہیں ہے اور بدل اسلئے جائز ہے کہ چمڑہ کو اس چیز سے تبدیل کرنا درست ہے

على الجلد فان الجلد يجوز ان ينتفع به وان يبدل بما ينتفع به مع بقاء عينه لان البدل حينئذ يكون في حكم المبدل فيكون

کیونکہ چمڑہ سے فائدہ لینا بھی جائز ہے اور بدلنا بنفع رساں چیز کا بھی جائز ہے پر اسکی ذات باقی رہے کیونکہ بدل تغییر اوس اصل بدل کے حکم میں ہے ایسا ہے

كالانتفاع بعينه فلما كان الحكم في الجلد هذا قاسوا عليه اللحم اذا كان للصبي ضرورة والثالث مما يجب على المكلف

گویا اصل ہی سے نفع پایا چمڑہ کا جو یہ حکم تھا اسی پر گوشت کو قیاس کرلیا ہے اگر صغیر کو کچھ ضرورت ہو اور تیسری شی جو مکلف پر

وهذا العيد تكبير التشريق فانه عند ابي حنيفة يجب على الاحرار المقيمين في الامصار عقيب كل فريضة اديت

اس عید میں واجب ہے وہ تکبیرات تشریق ہیں سو یہ تکبیریں امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان آزادوں شہر میں موجود ہونیوالوں پر یعنی جو مسافر نہوں پیچھے ہر فرض نماز کی جو

بجماعة فلا يجب على اهل القرى ولا على المسافر ولا على العبد ولا على المنفرد ولا على المرأة الا اذا اقتدى هؤلاء بمن يجب

جماعت سے ادا ہو واجب ہیں گانو کے رہنے والوں پر واجب نہیں اور نہ مسافر پر اور نہ غلام پر اور نہ منفرد پر جو اکیلا نماز پڑھے اور نہ عورت پر ہاں اگر یہ لوگ کسی ایسے

عليه التكبير فح يكبرون معه تبعا له الا ان المرأة لا ترفع صوتها لان صوتها عورة وغيرها يجهرون به لان

شخص کے مقتدی ہو جاویں جس پر واجب ہیں تو اب اوسکے ساتھ تکبیر کہیں امام کی تبعیت میں مگر عورت پکار کر نہ کہے اوسکی آواز کا بھی چھپانا چاہئے اور اوروں کو

السنة فيه الجهر ولا مانع ولا يجب عقيب صلوة العيد ولا عقيب الوتر ولا عقيب السنن والنوافل لان تلك الصلوات ليست بفرائض ويجب

کہ سنت آواز کا بلند کرنا ہے اور کوئی مانع بھی نہیں اور عید کی نماز کے پیچھے بھی واجب نہیں ہیں اور نہ پیچھے وتر کی اور نہ پیچھے نفلوں کی کیونکہ یہ سب نمازیں فرض نہیں ہیں اور

عقيب صلوة الجمعة لانها فريضة وعندهما يجب على كل من يصلي المكتوبة ولو كان قرويا او مسافرا او عبدا او منفردا

جمعہ کی پیچھے بھی واجب ہیں کیونکہ جمعہ کی نماز فرض ہے اور صاحبین کے نزدیک ہر شخص پر جو نماز فرض ادا کرے واجب ہیں اگرچہ گانو میں ہو یا مسافر ہو یا غلام ہو یا اکیلا ہو یا

او امرأة وابتداؤه من فجر يوم عرفة الى عصر يوم النحر عند ابي حنيفة فيكون التكبير عقيب ثمان صلوات

عورت ہو اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک شروع تکبیر نویں تاریخ کی فجر سے ہے دسوین کی عصر تک سو تمام تکبیریں آٹھ نمازوں کے بعد ہوئیں

وعندهما الى عصر آخر ايام التشريق وهو الثالث عشر من ذي الحجة فيكون التكبير عقيب ثلثة وعشرين

اور صاحبین کے نزدیک آخر ایام تشریق کی عصر تک واجب ہیں یعنی ذی الحجہ کی تیرہوین تاریخ تک تکبیریں تیئیس نمازوں کے بعد ہوئیں

صلوة والعمل في هذا الزمان على قولهما احتياطا في باب العبادات وكيفيته ان يقول مرة واحدة بعد السلام

اس زمانہ میں واسطے احتیاط کے باب عبادات میں صاحبین کے قول پر عمل ہے اور اوسکی کیفیت یہ ہے کہ ایک دفعہ سلام کے بعد

قبل الكلام الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد واصله ان ابرهيم النبي عليه السلام

بولنے سے پہلے کہے اور اصل اوسکی یہ ہے کہ ابراہیم نبی علیہ السلام نے

لما اضجع ولده اسمعيل النبي عليه السلام للذبح امر الله تعالى جبريل عليه السلام ان يذهب بالفداء فلما جاء

جب اسماعیل نبی علیہ السلام کو واسطے ذبح کرنے کے لٹایا تو اللہ تعالی نے جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ فدیہ لیجا جب جبریل علیہ السلام

جبريل عليه السلام بالقربان خاف ان يعجل ابرهيم عليه السلام فقال الله اكبر الله اكبر فلما سمع ابرهيم النبي عليه

قربانی لیکر آئے تو خوف کیا ایسا ہو کہ ابراہیم علیہ السلام ذبح میں جلدی کر بیٹھیں تو جبریل نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا جب ابراہیم علیہ السلام نے

صوت جبريل عليه السلام وقع في قلبه انه يأتيه بالبشارة فهلل وذكر الله تعالى بالوحدانية والكبرياء فقال

جبریل کی آواز سنی تو اونکے دل میں یہ خیال آیا کہ جبریل کوئی خوشخبری لاتے ہیں سو انہوں نے لا اله الا الله پڑھا اور اللہ کو وحدانیت اور بڑائی سے یاد کیا ہے

لا اله الا الله والله اكبر فلما سمع اسمعيل النبي عليه السلام كلاميهما تفطن بالفداء فحمد الله تعالى وشكره فقال

کلمات کہے لا اله الا الله والله اكبر جب اسماعیل علیہ السلام نے دونوں کی کلام سنی تو سمجھ گئے کہ فدیہ آیا سو اللہ تعالی کی حمد کی اور شکر کالائے اور کہا

الله اكبر ولله الحمد فصار ذلك منهم ميراثا لنا في هذه الايام وان نسي الامام التكبير وقام وذهب فان لم يخرج

اللہ اکبر وللہ الحمد سے پس یہ تکبیر انکی میراث ہمارے واسطے آج تک چلی آتی ہے اور اگر امام تکبیر کہنی بھول کر کھڑا ہو کر روانہ ہو تو جب تک مسجد سے باہر نہیں گیا

من المسجد يعود ويكبر وان خرج لا يعود ولا يكبر بل يكبر القوم وحدهم ومن ترك صلوة في هذه الايام وقضاها

تو ہٹ کر تکبیر کہے اور اگر مسجد سے باہر ہو گیا تو نہ ہٹے اور نہ تکبیر کہے بلکہ مقتدی تنہا کہلیں اور اگر کوئی شخص ان دنوں میں نماز ترک کر کے پھر انہیں دنوں میں

فيها يكبر ولو تركها في غيرها وقضاها فيها او تركها فيها وقضاها في غيرها لا يكبر ولكن لو تركها فيها وقضاها فيها في

تو تکبیر کہے اور اگر کبھی کی نماز رہی ہوئی ان دنوں میں قضا کرے یا ان دنوں کی نماز رہی ہوئی اور دنوں میں قضا کرے تو تکبیر نہ کہے اور ایسی ہی اگر ان دنوں کی نماز رہی ہوئی اگلی سال کی

عام اخر لا يكبر ومن احدث عمدا يسقط عنه التكبير ومن سبقه الحدث يكبر بلا وضوء ولو اجتمع سجود

ایام تشریق میں قضا کرے تو تکبیر نہ کہے اور جسنے قصداً وضو توڑ دیا تو تکبیر اوس سے نہیں رہتی اور جسکا وضو بے اختیار ٹوٹ گیا تو وہ بے وضو تکبیر کہے اور اگر سجدہ سہو کا

السهو والتكبير والتلبية يبدأ بسجود السهو لانه يؤدى في تحريمة الصلوة ثم بالتكبير لانه يؤدى بعد الصلوة

اور تکبیر تشریق اور تلبیہ جمع ہو جاویں تو پہلی سجدہ سہو کا ادا کرے کیونکہ سجدہ سہو نماز کی اندر ادا ہوتا ہے پھر تکبیر کہے کیونکہ تکبیر نماز کی بعد متصل ادا ہوتی ہے

متصلا بها ثم بالتلبية لانها يؤدى خارج الصلوة من كل وجه ولو قدم التكبير يسجد لانه لا ينافي الصلوة ولو

پھر تلبیہ کہے کیونکہ تلبیہ بہر صورت نماز سے باہر ادا ہوتا ہے اور اگر اسنے تکبیر پہلی ادا کر دی تو سجدہ کر لے کیونکہ تکبیر نماز کی منافی نہیں ہے اور اگر

قدم التلبية يسقط التكبير والسجود لانها كلام فينقطع الوصل والمسبوق يكبر عقيب قضاء مافاته لا مع الامام

تلبیہ مقدم کیا تو تکبیر اور سجدہ دونو ساقط ہو جاتی ہیں کیونکہ تلبیہ کلام ہے نماز تمام ہو جاتی ہے وصل کو قطع کر دیتا ہے اور مسبوق اپنی نماز جو فوت کی ہوئی پوری کر کر تکبیر کہے امام کے ساتھ نہیں

فانه وان كان يتابع الامام في سجود السهو الا انه لا يتابعه في التكبير والمتطوع اذا اقتدى بالمفترض في ايام

کیونکہ مسبوق اگرچہ سجدہ سہو میں امام کا تابع ہے پر تکبیر میں امام کا تابع نہیں ہے اور نفلیں پڑھنے والا اگر تکبیر کی دنوں میں فرض پڑھنے والی کا مقتدی ہو جاوے

التكبير يكبر معه تبعا له والرابع ما يجب على المكلف في هذا العيد الصلوة وقبل الصلوة يستحب للرجل السواك

تو امام کا تابع ہو کر تکبیر کہے چوتھی چیز اس عید میں مکلف پر واجب ہے وہ نماز دوگانہ ہے اور نماز سے پہلی مرد کو مستحب ہے مسواک کرے

والاغتسال والتطيب ولبس احسن الثياب المباحة بان يكون جديدا او غسيلا لا حريرا فانه حرام على الرجال

نہانا خوشبو لگانی اچھی کپڑے مباح پہنے نئی ہوں یا دہوئی ہوئی ہوں حریر نہو کیونکہ حریر مردوں کو

حتى الصبيان الا ان الاثم على من البسهم وصلوة الغداة في مسجد حيه والتبكير وهو سرعة الانتباه والابتكار

بچوں تک حرام ہے یہ گناہ اوسکو ہوتا ہے جو بچوں کو حریر پہنادے اور اشراق کی نماز محلہ کی مسجد میں اور تبکیر یعنی صبح دم جلد تیار ہو جانا اور سعی اسکا کی

وهو المسارعة الى المصلى والتوجه اليه ماشيا والرجوع من طريق اخر بعد الخروج الى المصلى سنة وان وسعهم

جلدی سے عیدگاہ کی طرف متوجہ ہو کر پیادہ پا جانا اور دوسری رستہ سے پھر کر آنا پھر عیدگاہ میں جانا مسنون ہے اگرچہ جامع مسجد میں

الجامع لكن الامام يستخلف من يصلي في المصر بالضعفاء والمرضى بناء على ان صلوة العيد في الموضعين جائزة

اتنی گنجائش ہو لیکن امام کسیکو اپنا خلیفہ کر دے جو شہر کی اندر ناتوانوں اور بیماروں کو نماز پڑھا دے اسلئے کہ عید کی نماز دو جگہ بالاتفاق جائز ہے

بالاتفاق بخلاف الجمعة فانها جامعة للجماعات والتفرق ينافيه ويستحب في هذا العيد تاخير الاكل حتى

برخلاف جمعہ کی کیونکہ جمعہ جماعات کو جمع کرتا ہے اور تفریق اسکی منافی ہے اور اس عید میں کھانے میں اتنی تاخیر کرنی کہ عید کی نماز پڑھ لیں

يصلي صلوة العيد قيل هذا في حق من يضحي لياكل من اضحيته اولا لان السنة ان ياكل من كبدها اولا واما

مستحب ہے بعضی کہتی ہیں یہ تاخیر قربانی کرنیوالی کی لئے ہے تاکہ پہلی اپنی قربانی میں سے کھاوے کیونکہ مسنون ہے کہ پہلی قربانی کی کلیجی کھاوے اور لوگوں کی

في حق غيره فلا والاول اصح لما روى ان الصحابة كانوا يمنعون صبيانهم عن الاكل واطفالهم عن الرضاع الى ان يصلى

حق میں نہیں ہے اور اول روایت صحیح ہے کیونکہ روایت ہے کہ صحابہ اپنی بچوں کو کھانے سے منع کیا کرتی تھی اور چھوٹے بچوں کو نماز ادا کرنے تک دودھ پینے سے روکتی

ویستحب فی هذا العید ایضا التکبیر جهرا فی طریق المصلی بالاتفاق لا علی هیئة الاجتماع والاتفاق فی الصوت

اور اس عید میں بہہ بہی بالاتفاق مستحب ہی کہ عیدگاہ کی رستہ میں تکبیر بلند آواز سی کہتا جاوی پر سبکو ملکر اور ایک آواز بنا کر راگنی کی

ومراعاة الانغام فان ذلك کله حرام بل یکبر کل احد بنفسه واذا بلغ الی المصلی یقطع التکبیر وروی عن ابی

تال ہم پہ نہیں چاہی کیونکہ یہہ سب حرام ہی ملکہ ہر ایک جدا جدا تکبیر پڑہی اور جب عیدگاہ میں جا پہنچی تو تکبیر موقوف کری اور ابو موسی

موسی الرضا انه کان یکبر فی کل عشر خطوات مرة حتی یبلغ الجبانة ولو توجه الرستاقی الی المصلی لبلا

رضا سی روایت ہی کہ وہ دس دس قدم کی فاصلہ پر ایکبار تکبیر پڑہتی ہوئی عیدگاہ تک چلی جاتی تہی اور اگر کوئی گرد نواح کا رہنی والا رات کو

من فرسخ ونحوه یبدأ بالتکبیر اذا طلع الفجر ثم اذا دخل وقت الصلوة وخرج وقت الکراهة بارتفاع الشمس

کوس بہر کی فاصلہ سی عیدگاہ میں آجاویگا تو صبح ہوتی ہی تکبیر پڑہنی شروع کری پہر جب نماز کا وقت آجاوی اور آفتاب بلند ہونی سی وقت مکروہ گذر جاوی

یصلی الامام بالناس رکعتین بلا اذان ولا اقامة یکبر اولا للافتتاح ثم یضع یدیه تحت سرته ویثنی ثم یکبر

تو امام لوگوں کی ساتہہ دو رکعت بدون اذان اور اقامت کی پڑہی پہلی تکبیر تحریمہ کہی پہر دونوں ہاتہہ ناف کی نیچی باندہ لی پہر سبحانک اللہم پڑہی پہر تین بار

ثلث تکبیرات یفصل بین کل تکبیرتین بقدر ثلث تسبیحات لانه مقام بجمع عظیم بالمولاة یشتبه علی من کان

تکبیر کہی ہر تکبیر کی بیچمیں بقدر تین تسبیح کی فرق رکہی اسواسطی کہ بڑی انبوہ میں اتفاق ہوتا ہی پی درپی بلا فاصلہ کہنی میں دور کی آدمیوں کو شاید معلوم نہ

بعیدا ویرفع یدیه عند کل واحدة من تلك التکبیرات الثلث ویرسلهما فی اثنائهن ثم یضعهما تحت سرته

ہوی اور اپنی دونوں ہاتہہ ہر ہر تکبیر کی ساتہہ تینوں دفعہ کان تک اوٹہاوی اور بیچمیں دونوں ہاتہہ چہوڑ رکہی پہر دونوں ہاتہہ بعد تین بار کی ناف کی نیچی

بعد الثالثة ویتعوذ ویسمی ثم یقرأ الفاتحة وسورة ثم یکبر ویرکع واذا قام الی الرکعة الثانیة یبدأ بالقراءة ثم

اور اعوذ باللہ پڑہی اور بسم اللہ پڑہ کر سورہ فاتحہ اور ایک اور کوئی سورۃ پڑہی پہر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کری پہر جب دوسری رکعت کی واسطی کہڑا ہو تو قرارت قرآن کی شروع کری پہر

یکبر بعدها ثلثا یفصل بینهن بقدر ما ذکرنا انفا ویرفع یدیه ویرسلهما عند کل تکبیرة ولیس هناك وضع ثم

بعد قرارت کی تین بار تکبیر کہی اور انکی بیچمیں اوسیقدر فاصلہ رکہی جو ابہی ذکر کیا ہی اور دونوں ہاتہہ اوٹہاوی اور ہر تکبیر پر چہوڑ رکہی اسوقت ہاتہہ کا باندہنا ثابت نہیں ہی پہر

یکبر ویرکع فیکون تکبیرات الرکعتین تسعا ثلث منها اصلیات تکبیرة الافتتاح والتکبیرتان للرکوع وست

تکبیر کہہ کر رکوع کری اب تکبیریں دونوں رکعت کی نو ہوگئیں تین تو ان میں سی اصلی ہیں یعنی تکبیر تحریمہ اور دونوں تکبیریں دونوں رکوع کی اور چہہ تکبیریں زاید ہیں

زوائد ثلث فی الرکعة الاولی قبل القراءة وثلث فی الرکعة الثانیة بعد القراءة ولو نسیت التکبیر فی الرکعة

تین پہلی رکعت میں قرارت سی پہلی اور تین دوسری رکعت میں قرارت کی پیچہی اور اگر پہلی رکعت میں تکبیر کہنی بہول گیا اتنا کہ

الاولی حتی قرأ بعض الفاتحة او کلها ثم یکبر ویعید الفاتحة وان تذکر بعد قراءة الفاتحة والسورة

تہوڑی سی یا تمام سورہ فاتحہ پڑہ لی تو اب تکبیر کہہ کر سورہ فاتحہ کو دوبارہ پڑہی اور سورہ فاتحہ اور دوسری سورۃ پڑہ کر یاد آوی تو صرف تکبیر کہی

یکبر ولا یعید القراءة لانها تمت وبعد التمام لا تقبل النقض بالاعادة بخلاف الوجه الاول والثانی فانها لم تتم

قرارت کو نہ دہراوی اسواسطی کہ قرارت پوری ہوگئی اور پوری ہونی کی بعد دہرانی سی نقض نہیں ہوسکتا برخلاف پہلی صورت اور دوسری صورت کی کیونکہ قرارت

فیها فصار کانه لم یشرع فیها فیعیدها رعایة للترتیب ثم یخطب بعد الصلوة خطبتین یبدأ فیهما بالتکبیر یفصل

سو یہہ ایسا ہی گویا قرارت ابہی شروع نہیں ہوئی اب واسطی رعایت ترتیب کی قرارت کو دہراوی پہر امام نماز کی بعد دو خطبہ پڑہی دونوں خطبہ تکبیر سی شروع کری اور دونوں

بینهما بجلسة خفیفة مقدارها ان یستقر کل عضو منه فی موضعه والخطبة فی العیدین سنة ویسن

خطبوں میں اتنی دیر جلسہ خفیف کری کہ تمام جوڑ اور بدن کا اپنی اپنی جگہ درست ہوجاوین اور خطبہ دونوں عیدوں میں سنت ہی اور اس خطبہ میں

فیها ما یسن فی خطبة الجمعة ویکره فیها ما یکره فیها ویعلم فی هذا العید احکام الاضحیة وتکبیر التشریق ومن

وہی امر مسنون ہی جو جمعہ کی خطبہ میں مسنون ہی اور اسمیں وہی امر مکروہ ہی جو جمعہ کی خطبہ میں مکروہ ہی اس عید میں احکام اور مسائل قربانی اور تکبیرات تشریق کی

لا یدرک صلوۃ العید مع الامام لا یقضیها ومن ادرک الامام فی الرکوع یکبر للافتتاح قائما لان تکبیرۃ الافتتاح
عید کی نماز امام کی ساتھ اسنے نہ پائی تو اسپر قضا نہیں ہی اور جسنے امام کو رکوع میں پایا تو اول کھڑی ہوئی تکبیر تحریمہ کہی اسواسطی کہ تکبیر تحریمہ
شرعت فی القیام المحض ثم للعید ان ظن انه یدرک الامام فی الرکوع لان المحل الاصلی لتکبیرات العید القیام
صرف حالت قیام میں جایز ہی پھر عید کی تکبیریں کہی اگر یہہ معلوم ہوتا ہو کہ تکبیریں عید کی کہکر امام کو رکوع میں جا لونگا اسلی کہ اصلی جگہ عید کی تکبیروں کی صرف
المحض وان خاف فوت الرکوع یکبر للرکوع ویرکع ثم یکبر تکبیرات العید فی الرکوع لانها واجبة والاشتغال
قیام ہی ہی اور اگر یہہ خوف ہو کہ تکبیریں کہنی میں رکوع امام کی ساتھ فوت ہوگا تو بعد تکبیر تحریمہ کی تکبیر رکوع کی کہکر رکوع میں چلا جاوی پھر رکوع میں تکبیریں عید کی اور کہ
بها اولی ویترک تسبیحات الرکوع لکونها سنة ولا یرفع یدیه فی الرکوع لان الرفع سنة ووضع الکف علی الرکبة
اولی ہی اور تسبیحات رکوع کی ترک کردی اسواسطی کہ سنت ہیں اور رکوع میں رفع یدین بہی موقوف رکہی اسواسطی کہ رفع یدین سنت ہی اور ہاتہوں کا گھٹنوں پر رکھنا بہی
سنة ایضا ولا وجه لاتیان سنة فیه ترک سنة اخری واذا رفع الامام راسه یسقط ما بقی من التکبیرات
سنت ہی اسکی کوئی وجہ نہیں کہ ایک سنت کو اوسی موقع سی چہوڑ کر دوسری سنت ادا کری اور جب امام رکوع سی سر اوٹہاوی تو پہر اوسکی ذمہ سی جو تکبیر عید کی باقی ہو ساقط
فلا یتمها فی الرکوع ولا فی القومة بل یسارع فی متابعة الامام لانها فرض فلا یترک للواجب ولو ادرک الامام
ایسی تکبیر کو نہ رکوع میں پوری کری اور نہ قومہ میں کہ امام کی متابعت میں جلد رکوع سی کھڑا ہو جاوی کیونکہ متابعت فرض ہی سو واجب کی واسطی ترک نہیں ہوگی اور اگر امام کو
فی القومة لا یکبر فیها لانه یقضی تلک الرکعة مع التکبیرات ومن فاتته رکعة واحدة اذا قام الی قضاء
قومہ میں پایا تو قومہ میں تکبیر عید کی نہ کہی کیونکہ رکعت مع تکبیرات قضا کرنی ذمہ ہی اور جسکی ایک رکعت فوت ہو جاوی تو جب فائت کو قضا کرنی کھڑا ہو
ماسبق یبدأ بالقراءة ثم یکبر بعدها تکبیرات العید ویرکع ولو ادرک الامام فی التشهد او بعد السلام فی
تو اول قرات شروع کری پہر بعد قرات کی تکبیریں عید کی ادا کری پہر رکوع کری اور اگر امام کو التحیات میں پایا یا سلام کی بعد
سجود السهو فانه یقوم ویصلی ویاتی بالتکبیرات فی محلها ویستحب تعجیل الصلوۃ فی هذا العید وتاخیرها
سہو کی سجدہ میں پایا تو اب یہہ کھڑا ہو کر نماز بدستور پڑہی اور تکبیریں عید کی اپنی ٹھکانی سر کہی اور اس عید میں نماز کی تعجیل اور عید الفطر میں تاخیر مستحب ہی
فی عید الفطر وفی القنیة تقدم صلوۃ العید علی صلوۃ الجنازۃ اذا اجتمعتا وصلوۃ الجنازۃ علی الخطبة
اور قنیہ میں ہی کہ عید کی نماز جنازہ کی نماز سی پہلی ادا کریں اگر دونو جمع ہو جاویں اور نماز جنازہ خطبہ سی پہلی ادا کریں
وفی البزازیة ان اجتمع العید والکسوف یقدم العید لانه واجب کما تقدم علی الجنازۃ لکون وجوبه
اور بزازیہ میں ہی اگر نماز عید اور نماز کسوف جمع ہو جاویں تو عید کی نماز پہلی پڑہیں کیونکہ واجب ہی جیسی نماز جنازہ پر مقدم ہی اسواسطی کہ عید کی نماز واجب
عینا ووجوب الجنازۃ کفایة ویکرہ التنفل فی المصلی قبل صلوۃ العید وبعدها للامام وغیرہ وان قام
عینی ہی اور جنازہ کی نماز واجب کفایہ ہی اور عیدگاہ میں جاکر عید کی نماز سی پہلی نفلیں پڑہنی مکروہ ہیں اور بعد نماز عید کی امام وغیرہ خواص کو مکروہ ہی اور اگر
فی هذا العید عذر یمنع من صلوۃ العید تصلی من الغد وبعد الغد ولا تصلی بعد ذلک لانها موقتة
اس عید میں کوئی عذر عید کی نماز سی روک دی تو اگلی دن گیارہویں کو پڑہیں اور اوس سی اگلی دن بارہویں کو پہر بارہویں کی بعد نہ پڑہیں کیونکہ اسکا وقت
بوقت الاضحیة فتجوز ما دام وقتها باقیا ولا تجوز بعد خروج وقتها ثم العذر ههنا لیس لنفی الجواز بل لنفی الکراهة
وہی اضحیہ کا وقت ہی سو جب تک ہی جایز ہی کہ قربانی کا وقت باقی ہو پہر قربانی کا وقت نکلی پیچہی جایز نہیں پہر اس عید میں عذر کا ہونا واسطی نفی جواز کی نہیں ہی بلکہ واسطی
حتی لو کان تاخیرها الی الغد وبعد الغد بغیر عذر یجوز الصلوۃ لکن یلزم الاساءۃ بخلاف الفطر فان العذر
یہاں تک کہ اگر تاخیر اگلی دن تک اور اگلی سی اگلی دن تک بی عذر ہو تو بہی جایز ہی لیکن برائی لازم آتی ہی برخلاف عید الفطر کی کیونکہ اوسمیں عذر
فیه لنفی الجواز حتی لو کان تاخیرها الی الغد بغیر عذر لا یصح یسرنا الله تعالی اعمالا موافقا لرضائه بلطفه
واسطی نفی جواز کی ہی یہاں تک کہ اگر اس نماز میں تاخیر اگلی دن تک بی عذر ہو تو صحیح نہیں ہی آسان کری ہمکو اعمال موافق اپنی رضا کی اپنی لطف اور

کرم

وکرمہ المجلس السادس والثلثون فی بیان فضیلۃ شہر اللہ المحرم وصوم یوم عاشوراء

اور کرم سے چھتیسویں مجلس ماہ الٰہی محرم اور صوم عاشورا کے روزہ کی فضیلت میں

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصیام بعد رمضان شہر اللہ المحرم ہذا الحدیث من صحاح المصابیح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل روزے بعد ماہ رمضان کے ماہ الٰہی محرم کے ہیں یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں کی

رواہ ابو ہریرۃ واضاف الشہر الی اللہ تعالی لتعظیم شان الشہر والمضاف محذوف وتقدیرہ ان افضل الصیام بعد صیام رمضان صیام

ابو ہریرہ کی روایت سے اور شہر کی اضافت اللہ کی طرف واسطے تعظیم اس مہینے کی ہے اور مضاف محذوف ہے اصل میں عبارت یوں ہے افضل روزے بعد روزوں رمضان کے

شہر اللہ المحرم وہو صریح فی ان افضل ما تطوع بہ من الصیام بعد رمضان شہر اللہ المحرم لکن یحتمل ان یراد بہ انہ افضل

روزے ماہ الٰہی محرم کے ہیں اس عبارت سے صاف یہ معلوم ہوا کہ افضل نفل روزے بعد رمضان کے محرم کے ہیں لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ افضل

شہر تطوع بصیامہ کاملا بعد رمضان واما التطوع ببعض الشہر فقد یکون غیرہ افضل منہ کصیام یوم عرفۃ او عشر

مہینا جسکے پورے روزے رکھے جاویں بعد رمضان کے محرم ہے اور نفل روزے کا تھوڑا تھوڑا بعضے مہینے کا محرم سے افضل ہوتا ہے جیسے روزہ روز عرفہ کا یا دس روز

ذی الحجۃ او ستۃ شوال ونحو ذلک ویشہد لہذا ما روی عن علی ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول

ذی الحجہ کے یا چھ روزے شوال کے اور مانند اسکی اور اسکی سند وہ روایت علی سے ہے کہ ایک شخص نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا یا رسول اللہ

اخبرنی بشہر اصومہ بعد رمضان فقال لہ النبی علیہ السلام ان کنت صائما شہرا بعد رمضان فصم المحرم فانہ

خبر دیجئے مجھ کو کسی مہینہ میں روزے رکھوں آپ نے فرمایا اگر تو تمام مہینے کے روزے بعد رمضان کے رکھا چاہتا ہے تو محرم میں رکھ کیونکہ

شہر اللہ وفیہ یوم تاب اللہ فیہ علی قوم ویتوب علی اخرین لکن قد کان النبی علیہ السلام یصوم شہر شعبان

مہینا اللہ کا ہے اور اس مہینے میں ایک ایسا دن ہے کہ اللہ تعالی نے ایک قوم کی خطا معاف کی اور دوسروں کی خطا معاف کریگا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان میں روزے رکھتے تھے

ولم ینقل عنہ انہ کان یصوم المحرم وانما کان یصوم منہ یوم عاشوراء وقولہ علیہ السلام فی حدیث ابن عباس

اور یہ کسی نے بیان نہیں کیا کہ محرم میں روزے رکھتے تھے محرم میں صرف یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور آپ کا ارشاد ابن عباس کی حدیث میں

ان بقیت الی قابل لاصومن التاسع یدل علی انہ علیہ السلام کان لا یصوم التاسع لکن روی انہ علیہ السلام امر

محرم میں اگلی سال تک جیتا رہا تو البتہ نویں تاریخ روزہ رکھونگا اس سے یہ ثابت ہوا کہ نویں تاریخ میں روزہ نہیں رکھتے تھے لیکن روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو فرمایا

رجلا ان یصوم الاشہر الحرم وافضل صیام الاشہر الحرم صیام شہر اللہ المحرم وافضل شہر اللہ المحرم عشرۃ الاول

کہ اشہر حرم میں روزے رکھے اور اشہر حرم میں افضل روزے ماہ الٰہی محرم کے ہیں اور ماہ الٰہی محرم میں سے افضل پہلے دس دن ہیں

فلما کان ہذا الشہر من بین الشہور مضافا الی اللہ تعالی ناسب ان یختص بعمل مضاف الی اللہ تعالی وہو الصوم

اور جب مہینا تمام مہینوں میں سے جو اللہ کی طرف مضاف ہے تو مناسب یوں ہے کہ اس مہینہ میں عمل بھی ایسا ہو جو اللہ کی طرف مضاف ہو سو وہ عمل روزہ ہے

فان الصوم سر بین العبد وربہ یفعلہ خالصا لوجہہ طالبا لرضائہ ولا یطلع علیہ غیرہ لکونہ نیۃ وامساکا

کیونکہ روزہ بندے میں اور اسکے رب میں بھید ہوتا ہے کہ صرف واسطے خدا کے اسکی رضامندی کی نیت رکھتا ہے اور سوا اللہ تعالی کے کوئی اس سے خبر نہیں ہوتا کیونکہ روزہ نیت اور

حتی قیل ان الحفظۃ لا یطلع علیہ ولا تکتبہ بخلاف سائر العبادات فانہا مما یطلع غیرہ تعالی فلکونہ ہو العالم بہ

یہاں تک کہتے ہیں کہ کراماً کاتبین کو خبر نہیں ہوتی اور نہ وہ لکھتے ہیں برخلاف تمام اور عبادات کی کہ وہ سوائے اللہ تعالی اوروں کو بھی معلوم ہوتی ہیں اور اس لئے کہ روزہ کا اللہ تعالی

دون غیرہ خصہ بذاتہ وتولی جزاءہ بنفسہ ولم یکلہ الی غیرہ کما روی عن ابی ہریرۃ انہ علیہ السلام قال کل عمل ابن

اور کو نہیں ہوتا تو اللہ تعالی نے اسکو اپنی ذات سے خاص کیا اور روزہ دار کو ثواب بذات خود دیگا اور پر حوالہ نہ کیا چنانچہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن آدم کے

آدم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالہا الی سبعمائۃ ضعف قال اللہ تعالی الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ

ہر ایک عمل کا ثواب دس گونہ بڑھتا ہے سات سو گونہ تک اللہ تعالی فرماتا ہے سوا روزہ کے کہ روزہ میرے لئے ہی ہے میں ہی اسکی جزا دونگا

يدع شهوته وطعامه وشرابه من اجلي والمعنى ان كل طاعة وخير اذا لم يكن رياء فاقل ما يعطى لصاحبه من الاجر

میری لیے اپنی شہوت کہانا پینا سب چہوڑ دیتا ہی یعنی ہر طاعت اور نیک عمل جسمین ریا ہو تو کم سی کم ساید کو اوسکا ثواب دس گونہ ہی

عشرة لقوله تعالى من جاء بالحسنة فله عشر امثالها وقد يزداد الى سبعمائة واكثر لقوله تعالى مثل الذين

واسطی فرمانی اللہ تعالی کی جو کوئی لایا نیکی اوسکو ہی اوسکی دس برابر اور کبہی سات سو گونہ اور اس سی زیادہ ہوجاتا ہی واسطی قول اللہ تعالی کی شال جو

ينفقون اموالهم في سبيل الله كمثل حبة انبتت سبع سنابل في كل سنبلة مائة حبة والله يضاعف

خرچ کرتی ہیں اپنی مال اللہ کی راہ میں جیسی ایک دانہ اوگیں سات بالیں ہر بال میں سو سو دانہ اور اللہ بڑہاتا ہی

لمن يشاء واما الصوم فثوابه بغير حساب لانه لا يتاتى الا بالصبر وقد قال الله تعالى انما يوفى الصابرون اجرهم

جسکی واسطی چاہی اور روزہ کا ثواب بی حساب ہی کیونکہ بدون صبر کی ادا نہیں ہوسکتا اور اللہ تعالی فرماتا ہی صبر کرنیوالوں ہی کو ملتا ہی اونکا نیگ

بغير حساب ثم الصبر وان كان يوجد في غير الصوم من العبادات لكن وجوده في غيره ليس كوجوده فيه لانه ثلثة

آن گنت پہر صبر اگرچہ سوا روزہ کی تمام عبادات میں بہی ہوتا ہی پر صبر اور عبادات میں اتنا نہیں ہوتا جتنا روزہ میں ہوتا ہی

انواع صبر على طاعة الله تعالى وصبر عن محارم الله تعالى وصبر على الالام والشدائد وكلها يوجد في الصوم اذ

قسم پر ہوتا ہی صبر طاعت الہی پر اور صبر اللہ تعالی کی محرمات سی اور صبر رنج اور سختیوں پر اور یہہ تینوں صبر روزہ میں موجود ہوتا ہیں

فيه صبر على ما وجب على الصائم من الطاعات وصبر عما حرم عليه من الشهوات وصبر عما يصيبه من الم الجوع

کیونکہ روزہ میں طاعت پر صبر ہی جو روزہ دار پر واجب ہوتی ہی اور شہوت سی صبر ہی جو روزہ دار پر حرام ہوگئی ہیں اور بہوک کی تکلیف پر

وحرارة العطش وضعف البدن فانه يعرض بدنه النحول والنقصان الذي يفضي الى الهلاك طلبا لرضائه ثم

اور پیاس کی گرمی پر صبر ہی اور بدن کی سستی پر کیونکہ روزہ دار کی بدن میں لاغری اور نقصان ایسا آجاتا ہی کہ جسمیں ہلاک ہوجاوی یہہ سب اللہ تعالی کی رضامندی کی واسطی

اشير اليه حيث قيل يدع شهوته وطعامه وشرابه لاجلي بخلاف سائر الطاعات ثم انه بسبب منع نفسه عن

اسی طرف اشارہ ہی یہہ جو کہا ہی کہ روزہ دار اپنی شہوت کہانا پینا میری لیے چہوڑ دیتا ہی برخلاف اور طاعات کی پہر روزہ دار اپنی نفس کو کہانی

الاكل والشرب والجماع يصير متخلقا باخلاق الله تعالى لكونه منزها عن هذه الاشياء فلما كان في الصوم

پینی اور جماع سی بند کرکر گویا صفات الہی پیدا کرلیتا ہی کیونکہ اللہ تعالی ہی ان تمام صفات سی پاک وصاف ہی پہر یہہ اوصاف جو روزہ میں ہوئی

هذه المعاني خصه الله تعالى بذاته وتولى جزاءه بنفسه ولم يكله الى غيره والكريم اذا اخبر انه يتولى الجزاء

اسی طرح سی اللہ تعالی نی روزہ دار کو اپنی ذات پاک سی خاص کیا اور ذمہ دار اوسکی ثواب کا آپ ہوا اور دوسری کی حوالہ نہیں کیا اور ذات کریم جو یہہ خبر دی کہ میں آپ اوسکی بدلہ کا

بنفسه يقتضي ان يكون ذلك الجزاء في غاية العظمة ونهاية الكثرة بحيث لا يكون له حد ولا عد وقد روي

ذمہ دار ہوں تو چاہی کہ وہ عوض بہت ہی بڑا اور اوسکی کثرت سی ہو کہ اوسکی نہ کچھ حد ہو اور نہ کچھ شمار اور

عن ابي امامة الباهلي انه عليه السلام قال من صام يوما في سبيل الله جعل الله بينه وبين النار خندقا كما بين السماء

ابو امامہ باہلی سی روایت ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا جسنی ایک روز روزہ واسطی اللہ کی رکہا تو اللہ تعالی درمیان اوسکی اور دوزخ کی ایک خندق اس قدر چوڑی

والارض وفي حديث اخر رواه ابو سعيد الخدري انه عليه السلام قال من صام يوما في سبيل الله بعد الله وجهه

جیسی آسمان زمین کی بیچ اور ایک اور حدیث میں جسکو ابوسعید خدری نی روایت کیا ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا جسنی ایک روز واسطی اللہ کی روزہ رکہا تو اللہ تعالی اوسکا منہہ

عن النار سبعين خريفا ومعنى الحديث ان من صام يوما لوجهه ورضائه ينجيه الله تعالى من النار عبر عن التنجية

دوزخ سی ستر خریف دور رکہیگا اور معنی حدیث کی یہہ ہیں کہ جسنی ایک روز صرف واسطی رضامندی الہی کی روزہ رکہا تو اللہ تعالی اوسکو دوزخ سی بچاویگا نجات کو

بطريق التمثيل ليكون ابلغ لان من كان بعيدا عن شيء بهذا المقدار لا يصل اليه البتة والمراد بالخريف السنة

بطور تمثیل واسطی مبالغہ کی اس عبارت میں بیان کیا اسواسطی کہ جو شخص کسی شی سی اتنی دور ہوجاوی تو وہ اوس تک ہرگز نہ پہنچیگی اور خریف سی مراد سال ہی

ذی

ذكر الجزء واريد الكل وانما عبر به عنها دون غيره من الفصول لكونه وقت بلوغ الثمار وسعة العيش وروى عن

مرکا ذکر کرکی کل مراد لیا ہی اور جریف خاص کرکی مذکور اور فصلوں کی سو سطی آیا کہ یہہ وقت میووں کی پکنی اور عیش کی فراخی کا ہی اور ابوہریرہ

ابی هريرة انه عليه السلام قال للصائم فرحتان فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه ومعنى هذا الحديث

سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا روزہ دار کو دو خوشیاں ہوتی ہیں ایک خوشی روزہ افطار کرنی ہوئی اور ایک خوشی رب کی ملاقات کی وقت اور اس حدیث کی معنی

ان للصائم سرورا مرتين على ان الفرحة مرة من الفرح وهو السرور واما سروره عند لقاء ربه فيما يجده من ثواب الصوم

کہ روزہ دار کو دوبار سرور ہوتا ہی اسواسطی کہ فرحۃ کا لفظ مرۃ کی واسطی فرح سی مشتق ہوا ہی اور فرح کی معنی سرور کی ہیں اب سرور روزہ دار کا رب کی ملاقات کی وقت

مدخرا عند الله تعالى فان من ترك لله تعالى طعامه وشرابه وشهوته تعوضه الله تعالى خيرا من ذلك كما قال الله تعالى

اللہ تعالی کی پاس ذخیرہ کیا ہوا پاویگا کیونکہ جو شخص اللہ کی واسطی اپنا کھانا اپنا شہوت ترک کریگا تو اللہ تعالی اسکو عوض اس سی بہتر عطا فرماویگا جیسا کہ اللہ تعالی

وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا وقال النبي عليه السلام لرجل انك

اور جو آگی بھیجوگی اپنی واسطی کوئی نیکی اسکو پاؤگی اللہ کی پاس بہتر اور ثواب میں زیادہ اور نبی علیہ السلام نی کسی شخص سی فرمایا

لن تدع شيئا اتقاء الله تعالى الا اتاك الله خيرا منه وروى ان الصائمين يوضع لهم يوم القيمة مائدة تحت العرش

تو جب کسی شیکو خدا کی خوف کا مارا ترک کریگا سب ہی اللہ تعالی تجھکو اس سی بہتر عنایت کریگا اور روایت ہی کہ روزہ داروں کی واسطی قیامت کی روز عرش کی

ياكلون عليها والناس فى الحساب فيقول الناس هؤلاء ياكلون ونحن فى الحساب فيقال لهم انهم كانوا يصومون وانتم تفطرون

اور بیٹھی کہاوینگی باقی لوگ ابہی حساب میں ہونگی سو وہ لوگ کہینگی یہہ کون لوگ ہیں کہ بیٹھی کہاتی ہیں اور ہم حساب میں گرفتار ہیں سو جواب ملیگا یہہ لوگ روزہ رکھتی تھی اور تم روزہ

وفى الصحيحين انه عليه السلام قال ان فى الجنة بابا يقال له الريان لا يدخل منه الا الصائمون والمراد بالصائمين

اور صحیح بخاری اور مسلم میں ہی کہ پیغمبر علیہ السلام نی فرمایا کہ جنت کا ایک دروازہ ہی اسکو ریان کہتی ہیں اوسمیں سی صرف روزہ دار داخل ہونگی اور مراد روزہ داروں سی

هم الذين يكثرون الصوم فانهم لما تحملوا تعب العطش خصوا بباب فيه الرى والامان من العطش قبل تمكنهم من الجنة

وہ لوگ ہیں جو اکثر روزہ رکھتی ہیں کیونکہ ان لوگوں نی جو پیاس کی سختی اوٹھائی تو انکی لئی ایسا دروازہ خاص کیا گیا جسمیں جنت میں جانی سی پہلی سیرابی اور پیاس سی امان ہو

واما سروره عند افطاره فيما يتناوله من الطعام والشراب لان النفس مجبولة على الميل الى ما يلائمها من المطعم والمشرب

اور روزہ دار کو جو افطار کی وقت خوشی ہوتی ہی کہ کہانا پینا کہاتا ہی سو اسواسطی کہ نفس کی عادت ہی کہ اپنی لائق کہانی پینی اور

والمنكح فاذا منعت من ذلك فى وقت من الاوقات ثم اذن لها فى وقت اخر تفرح بذلك طبعا خصوصا عند اشتداد

نکاح کی طرف متوجہ ہوتا ہی نفس کو اگر کسی وقت ممانعت ہووی پہر اسکو دوسری وقت میں اجازت ہو جاوی تو طبعی طور پر خوش ہوتا ہی خاص ایسی وقت کہ بھوک اور

الحاجة اليه لتاثير الجوع والعطش فيها وتقاضيها باخذ حاجتها يشعر بهذا ما روى عن ابن عمر انه عليه السلام

اور پیاس کی بہایت حاجتمند ہو اور اپنی حاجت کا تقاضا لگ رہا ہو ابن عمر کی روایت سی یہہ مضمون ثابت ہوتا ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

كان اذا افطر يقول ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء الله تعالى مع ان له عند افطاره دعوة

افطار کی وقت یہہ فرمایا کرتی تہی کہ گئی پیاس اور تر ہوگئیں رگیں اور ثابت ہوگیا ثواب ان شاء اللہ تعالی یہہ بھی ہی کہ افطار کی وقت دعا

مستجابة كما جاء فى الحديث ان للصائم عند افطاره دعوة مستجابة بل يكون نومه عبادة قال ابو العالية

مقبول ہوتی ہی جیسا کہ حدیث میں آیا ہی کہ روزہ دار کی لئی افطار کی وقت دعا مقبول ہوتی ہی بلکہ اوسکی خواب بھی عبادت ہی ابو العالیہ کہتا ہی

الصائم فى العبادة ما لم يغتب وان كان نائما على فراشه فعلى هذا يكون فى ليله ونهاره على العبادة ثم فى صوم المحرم

کہ روزہ دار ہر وقت عبادت میں ہی جبتک غیبت نکری اگرچہ اپنی بستر پر سوتا رہی اس قول کی موافق روزہ دار سب رات روز عبادت میں ہی پہر ماہ محرم کی روزہ میں

معنى اخر وهو ان الاشهر الحرم لما كانت افضل الشهور بعد رمضان وكان صوم كلها مندوبا لامر النبى عليه السلام

ایک اور بات ہی یعنی اشہر الحرم چونکہ بعد رمضان کی تمام مہینوں میں افضل ہیں اور ان سب مہینوں کی روزی مستحب ہیں موافق ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

به وكان بعضها ختام السنة الهلالية وبعضها مفتاحها لزم ان يكون من صام ذي الحجة سوى ايام المحرم فيها

ہوا اور بعض سے بعضا یعنا قمری سال کی تمامی ہے اور بعضا یعنا قمری سال کا ابتدا ہے تو لازم ہے کہ جسنے ذی الحجہ میں سوا چار دن کے جنمیں روزہ حرام ہیں

الصيام وصام المحرم فقد ختم السنة بالطاعة وافتتحها بالطاعة فيرجى ان يكتب سنة كلها طاعة وعبادة بمن الله تعالى

روزے رکھے پھر محرم کے روزے رکھے تو اوسنے سال عبادت ہی میں تمام کیا اور عبادت ہی میں شروع کیا اب امید ہے کہ سارا سال کا سال عبادت اور طاعت میں لکھا جاوے اپنے

عمله بلطفه وكرمه

المجلس السابع والثلثون في بيان فضيلة يوم عاشوراء وبيان ما يفعل فيه

عمل ان یعنی لطف وکرم سے سارا کی سینتیسویں مجلس یوم عاشوراء کی فضیلت میں واس روز کیا کیا عمل میں آوی

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صيام يوم عاشوراء احتسب على الله تعالى ان يكفر السنة التي قبلها هذا الحديث من

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوم عاشوراء کی روزے کا ثواب ہے کہ اللہ تعالی ایک سال گذشتہ کا کفارہ کردی یہہ حدیث مصابیح کی

صحاح المصابيح رواه ابو قتادة ومعناه ان من صام يوم عاشوراء ارجو من الله تعالى ان يغفر ذنوبه التي وقعت في

صحیح حدیثوں میں ہی ابو قتادہ کی روایت سے اور معنی اس حدیث کی یہہ ہیں جسنے یوم عاشوراء میں روزہ رکھا تو میں اللہ تعالی سے امید کرتا ہوں کہ اسکی گناہ جو کہ

السنة الماضية والمراد من الذنوب الصغائر لان الكبيرة لا يكفرها الا التوبة وفي حديث اخر رواه ابو هريرة انه عم

سال گذشتہ میں ہوئی ہوں معاف کردے اور گناہ ہو نسی مراد صغیرہ گناہ ہیں اسواسطے کہ گناہ کبیرہ بدون توبہ کی معاف نہیں ہوتی اور ایک اور حدیث میں ابو ہریرہ کی روایت کی

قال افضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم يعني ان افضل الصيام بعد رمضان صيام شهر الله المحرم وهذه

کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل روزی بعد ماہ رمضان کی ماہ الہی محرم کی ہیں مراد یہہ ہی کہ افضل روزی بعد رمضان کی روزی ماہ الہی محرم کی ہیں اور یہہ حدیث

ان كان ظاهرا في فضيلة صيام شهر الله المحرم بعد صيام رمضان لكن قيل المراد به صيام يوم عاشوراء وانما كان صيام

اگرچہ بظاہر تمام ماہ الہی محرم کی روزوں کی فضیلت میں ہی بعد روزوں ماہ رمضان کی لیکن کہتی ہیں کہ مراد اس سی روزہ یوم عاشوراء کا ہی اور اس دن کا روزہ

ذلك اليوم افضل لكونه فرضا في اوائل الاسلام ثم نسخت فرضيته بوجوب صوم رمضان والعبادة التي نسخت

اسلئے افضل ہی کہ اوائل اسلام میں فرض تہا پھر جب رمضان کی روزی فرض ہوئی تو اسکی فرضیت منسوخ ہوگئی اور جس عبادت کی فرضیت منسوخ

فرضيتها افضل من العبادة التي لم تكن فرضا اصلا فان قيل قد ذكر في الاصول ان الجواز يزول بنسخ الوجوب فكيف

ہو جاتی ہی تو وہ ایسی عبادت سی جو کبہی فرض نہ ہوئی ہو افضل ہوتی ہی اگر کوئی کہی کہ اصول میں مذکور ہی کہ وجوب کی نسخ سی جواز بہی زائل ہو جاتا ہی پہر

يكون الصيام فيه افضل فالجواب ان ذلك اليوم لما نسخ وجوب الصيام فيه صار كسائر الايام في جواز الصيام فيه

یہہ روزی افضل کیونکر ہو سکتی ہیں سو جواب یہہ ہی کہ اس دن کی اندر وجوب صیام جب منسوخ ہوا تو وہ روزہ ہی کی واسطے ایسا ہو گیا جیسی اور سارے دن ہیں

فيكون افضل قال ابن عباس ما رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يتحرى صيام يوم فضله على غيره الا هذا

سو افضل ہی ہوگا ابن عباس کہتی ہیں میں نی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکہا کہ تلاش کرتی ہوں روزہ کسی روز کا جسکو اوپر فضیلت دی ہو سوا اس

اليوم يعني عاشوراء فانه عليه الصلوة والسلام كان يبالغ في تفضيل صومه ما لم يبالغ في تفضيل صوم غيره وقال ابن

دن یعنی یوم عاشوراء کی کیونکہ حضرت علیہ السلام یوم عاشوراء کی فضیلت میں جتنا مبالغہ فرماتی تہی اور روزی کی فضیلت میں نہیں فرماتی تہی اور ابن

عباس ايضا حين صام رسول الله عليه السلام يوم عاشوراء وامر بصيامه قالوا يا رسول الله انه يوم يعظمه اليهود والنصارى

عباس یہہ بہی کہتی تہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی یوم عاشوراء کا روزہ رکہا اور صحابہ کو اس روزہ کا ارشاد کیا تو عرض کیا یا رسول اللہ یہہ دن ہی کہ اسکی یہود و نصاری

فقال النبي عليه السلام ان بقيت الى قابل لاصومن التاسع فيتما اراد ان يضم اليه يوما اخر ليكون هديه مخالفا

سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا اگر میں اگلی سال تک جیتا رہا تو البتہ نویں تاریخ کا بہی روزہ رکہونگا یعنی ساتہ عاشوراء کی ایک اور دن کی ملانی کا ارادہ کیا تا کہ

لهدي اهل الكتاب فلما مات العام القابل الا توفي رسول الله عليه السلام فعلم من هذه الاخبار ان يوم عاشوراء

طریق ان کا طریق سی الگ رہی سو وہ سال آنی نہ پایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اب ان حدیثوں سی معلوم ہوا کہ یوم عاشوراء

يوم مبارك يستحب للمؤمن أن يصومه لكن المستحب أن يصوم معه التاسع أو الحادي عشر مخالفة لليهود والنصارى
دن مبارک ہے مومن کو چاہیے کہ اس دن روزہ رکھا کرے پر مستحب یہ ہے کہ اوسکے ساتھ یہود و نصاریٰ کی مخالفت کے لیے نویں تاریخ یا گیارھویں تاریخ کا بھی روزہ رکھے
ويتصدق على الفقراء بما قدر وأما الصلوة في هذا اليوم لأداء الصوم على ما وقع في بعض الكتب بمقدار ذكر في الرسالة
اور اپنی مقدور کے موافق فقیروں کو خیرات دے اور اس روز کی نماز قضا روزوں کی ادا کے لیے جو بعض کتابوں میں آئی ہے تو جو رسالے میں مذکور ہے
فإنها لا تقبل لأن خصمه إن كان تائبا فهو لا يؤاخذ بما عليه يوم القيمة فما الفائدة وإن كان لم يعف يأخذ من
کہ اس نماز کا کچھ فائدہ نہیں ہے اسواسطے کہ مدعی اگر معاف کر چکا ہے تو وہ قیامت کی دن کچھ مواخذہ نہ کریگا پھر اس کا کیا فائدہ ہوا اور اگر معاف نہیں کیا
حسناته يوم القيمة إن كان له حسنات وإن لم يكن له حسنات يؤخذ من سيئات خصمه ويحمل عليه ثم يطرح
تو قیامت کی دن اوسکی حسنات لیلیگا اگر اوسکی پاس حسنات ہونگی اور اگر اوسکی پاس حسنات نہ ہونگی تو اوس مدعی کی گناہ لیکر اوسکی سر پر رکھدینگے پھر آگ میں پھینک دینگے
في النار كما جاء في حديث رواه أبو هريرة أنه عليه السلام قال أتدرون من المفلس قالوا المفلس فينا من لا درهم له
چنانچہ حدیث میں ابوہریرہ کی روایت سے آیا ہے کہ حضرت علیہ السلام نے پوچھا تم جانتے ہو مفلس کون ہوتا ہے عرض کیا ہم میں مفلس وہ ہے جسکے پاس نہ درہم ہو
ولا متاع قال المفلس من أمتي من يأتي يوم القيمة بصلوة وزكوة وصيام ويأتي قد شتم هذا وقذف هذا وضرب
اور نہ کچھ اسباب ہو فرمایا مفلس میری امت میں وہ ہے جو قیامت کی دن روزہ نماز اور زکوۃ لیکر آویگا اور اسنے کسی کو گالی دی تھی اور اسکو تہمت لگائی تھی اور اسکو مارا تھا
هذا وأكل مال هذا فيعطى هذا من حسناته وهذا من حسناته فإن فنيت حسناته قبل أن يقضي ما عليه
اور اسکا مال کھا لیا تھا پھر اوسکی کچھ حسنات اسکو دی جاوینگی اور کچھ حسنات اسکو دی جاوینگی پھر اگر اوسکی حسنات اس سے پہلے کہ حقوق ادا ہوں ختم ہو چکیں تو انکی گناہ لیکر
أخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح في النار وفي حديث آخر رواه أبو هريرة أيضا أنه عليه السلام قال من
اسکی اوپر رکھکر آگ میں ڈالا جاویگا اور ایک اور حدیث میں بھی ابوہریرہ کی روایت سے ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکی
كانت عنده مظلمة لأخيه من عرض أو مال فليتحلل منه اليوم قبل أن يؤخذ منه يوم لا دينار فيه ولا درهم إن
ذمہ کوئی حق کسی شخص کا ہو آبرو کا یا مال کا تو آج اوس سے معاف کرالے اس سے پہلے کہ وہ اس روز مواخذہ کرے کہ وہاں نہ دینار ہوگا اور نہ درہم اگر
كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته وإن لم يكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه وفي
اسکی پاس عمل صالح ہوگا تو اوس حق کی موافق لیلیا جاویگا اور اگر حسنات کچھ نہوں گی تو اوس مدعی کی گناہ اسکی ذمہ رکھی جاوینگی کہتی ہیں
بعد دانق وهو سدس درهم سبعمائة صلوة مقبولة أدت بجماعة فيعطى للخصم وأما خلط الحوائج في هذا اليوم فقد
کہ ایک دانق کی بدلے کہ چھٹا حصہ درہم کا ہوتا ہے سات سو نماز مقبول جو جماعت سے ادا کیں لیکر مدعی کو دیدینگی اور کھچڑا پکانا یعنی کئی جنس ملا کر اس
ذكر في القنية أنه لم يرد فيه أثر قوي لكن لا بأس به بل يثاب عليه وكان الاكتحال فيه سنة لكن لما صار علامة
سو قنیہ میں مذکور ہے کہ اس بات میں کوئی روایت قوی وارد نہیں ہے پر اسکا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ کچھ اسپر ثواب ہوتا ہے اور سرمہ لگانا اس دن میں سنت تھا لیکن جب یہ نشانی
لمبغضي أهل البيت وجب تركه وكره فعله حتى قيل لبعض السلف اكتحل من غير ذلك يوم عاشوراء فقال إنه
دشمنان اہل بیت کی مقرر ہی ہو تو اسکا ترک واجب ہے اور اسکا کرنا مکروہ ہے یہاں تک کہ کسی اہل سلف سے پوچھا گیا سرمہ لگانا بغیر بعض اہل بیت کی روز عاشورا میں سنت ہے
سنة المحسنين وأما اتخاذه مأتما لأجل قتل الحسين بن علي رض كما يفعله الروافض فهو من عمل الذين ضل سعيهم
یہ سنت روافض کی ہے اور اس دن میں ماتم کرنا واسطی شہادت امام حسین بن علی کی جیسی رافضی کرتی ہیں سو یہ ان لوگوں کا عمل ہے جنکی جاتی رہی کمائی
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا لأنه لم يأمر الله ولا رسوله باتخاذ أيام مصائب الأنبياء وموتهم
دنیا کی زندگی میں اور وہ سمجھتے ہیں کہ خوب بناتے ہیں کام اسواسطے کہ اللہ نے امر کیا اور نہ اوسکی رسول نے کہ انبیاء علیہم السلام کی ایام مصیبت اور ایام موت کو
مأتما فكيف بمن دونهم والقاص الذي يذكر للناس قصة القتل يوم عاشوراء ويخرق ثوبه ويكشف رأسه ويأمرهم
ماتم کیا کرو پھر جو انبیاء سے کمتر ہیں اونکا تو ماتم کہاں اور قصہ خواں جو لوگوں کی سامنے قصہ شہادت کا یوم عاشورا میں سناتے ہیں اور اپنی کپڑے پھاڑتے ہیں اور سر ننگے ہیں

القيام والتسبيح تأسفا على المصيبة يجب على ولاة الدين ان يمنعوهم والمستمعون لا ...
برگز ... کی حالت میں مصیبت پر کلمات بیہودہ بکتے ہیں دین کے حاکموں پر واجب ہے کہ انکو منع کریں اور سننے والے بھی ...

قال الامام الغزالي وغيره يحرم على الواعظ وغيره رواية مقتل حسين وحكاية ما جرى بين الصحابة
امام غزالی وغیرہ فرماتے ہیں کہ واعظوں پر حرام ہے بیان کرنا امام حسین کی شہادت کا اور بیان کرنا ان حالات کا جو صحابہ میں

من التشاجر والتخاصم فانه مهيج على بغض الصحابة والطعن فيهم وهم اعلام الدين تلقى ائمة الدين
جھگڑا اور خصومت واقع ہوئی ہیں کیونکہ ایسی کہانی سے صحابہ کا بغض پیدا ہوتا ہے اور ان پر طعنہ ہوتی کیونکہ وہ نشان دین کے ہیں کہ دین کے پیشواؤں نے

من الائمة فالطاعن فيه طاعن في نفسه ودينه وقال الشافعي وغيره من السلف تلك
ان بزرگوں سے سیکھا سو جو انکی عیب جوئی کرے وہ اپنے نفس اور دین کو عیب لگاتا ہے اور امام شافعی اور سوا انکے اور بزرگ سلف کے کہتے ہیں کہ اس طرح اللہ تعالی نے

ايدينا فلنطهر عنها السنتنا وقد روى عن عبد الله بن مغفل انه عليه السلام قال الله في اصحابي لا تتخذ
تو چاہیے کہ ہم اپنی زبانوں کو بھی پاک رکھیں اور عبد اللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا سے ڈرو

من بعدي ومن احبهم فبحبي احبهم ومن ابغضهم فببغضي ابغضهم ومن اذاهم فقد اذاني ومن اذاني
نشانہ مت بناؤ اور جو شخص انکو محبوب رکھیگا سو میری محبت سے محبوب رکھیگا اور جو انکو دشمن رکھیگا سو میری دشمنی سے دشمن رکھیگا اور جس نے انکو ستایا تو مجھکو

الله تعالى ومن اذى الله تعالى يوشك ان ياخذه وفي حديث اخر رواه ابو سعيد الخدري انه عليه السلام
ستایا اور جس نے اللہ کو ستایا تو قریب ہے کہ اللہ اسکو پکڑے اور ایک حدیث میں آیا ہے ابو سعید خدری کی روایت سے کہ آپ نے فرمایا میرے یاروں کو

اصحابي فلو ان احدكم لو انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصيفه فعلى هذا يجب على المؤمن
کہ اگر تم میں سے کوئی احد کے برابر سونا خرچ کرے تو صحابہ میں سے کسی کے مد کے برابر نہ ہوگا اور نہ آدھے مد کے برابر اس موافق اس حدیث کے مومن پر

بالخير وكف اللسان عن الطعن فيهم اذ بسبب قتل عثمان وقتل حسين جرت فتن كبيرة واكاذ...
یاد کرنا اور ان پر طعن کرنے سے زبان بند رکھنا واجب ہے کیونکہ بسبب شہادت عثمان اور شہادت امام حسین کے بڑی بڑی فتنے کھڑی ہوگئی اور بہت جھوٹی باتیں

واهواء وبدع وقع فيها طوائف من المتقدمين والمتاخرين وصارت الاكاذيب والاهواء والبدع لا تزال
اور بہت سے باطل اور بدعتیں پیدا ہوگئیں جس میں بہتیرے متقدم اور بہتیرے متاخر مبتلا ہوگئے اور جھوٹے قصے اور باطل مذہب اور بدعتیں ہمیشہ

حدثت امور يطول شرحها فمن جملتها ما ابتدعه كثير من الناس يوم عاشوراء لجعلهم ماتما يظهرون فيه
کہ ایسی امور پیدا ہوگئی ہیں جنکا بیان دراز ہے چنانچہ ان میں کی ایک یہ بدعت ہے جو بہت لوگوں نے یوم عاشورا کو ماتم ٹھہرا رکھا ہے اور اس روز نوحہ کرتے ہیں

الجزع وتعذيب النفوس وسب من مات من اولياء الله تعالى والكذب على اهل البيت وغير ذلك من المنكرات
اور رونا پیٹنا اور تکلیف اٹھانی اور اولیاء اللہ کو جو مر چکے ہیں برا کہنا اور اہل بیت پر جھوٹ بولنا اور سوا اسکے بہت منکرات جو ممنوع

بكتاب الله تعالى وسنة رسوله واتفاق المسلمين فان الحسين قد اكرمه الله تعالى بالشهادة في ذلك اليوم وهو واخوه
کتاب اللہ اور سنت رسول کی ممنوع اور باتفاق مسلمانوں کی ناجائز ہیں بیشک حضرت امام حسین کو اس روز اللہ تعالی نے شہادت سے مشرف فرمایا وہ اور ان کے بھائی

شبان اهل الجنة وقتلهما وان كانت مصيبة عظيمة الا انه تعالى شرع للمسلمين عند المصيبة
جوانان جنت کے ہیں اور انکا قتل اگرچہ بڑی مصیبت ہے پر اللہ تعالی نے مسلمانوں کے لئے مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا

بقوله تعالى وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ
اور خوشی سنا بات سہنے والوں کو کہ جب انکو پہنچی کچھ مصیبت کہیں ہم اللہ کا مال ہیں اور ہمکو اسکی طرف پھر جانا ایسے لوگ وہی ہیں ان پر شاباشیں

وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ وروي عن سعيد بن جبير انه قال لم يعط الاسترجاع لامة من الامم الا لهذه الامة ولو
اور مہربانی اور وہی ہیں راہ پر اور سعید بن جبیر کی روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ استرجاع تمام امتوں میں سے سوا اس امت کے کسیکو عطا نہیں

يعقوب النبي الا ترى انه قال في مقام الاسترجاع يا اسفى وفي الصحيح انه عليه السلام قال ما من مسلم يصاب مصيبة
وحضرت یعقوب علیہ السلام کو عطا ہوتا کیا تو نہیں جانتا کہ حضرت یعقوب نے مقام استرجاع میں یا اسفی کہا اور صحیح مسلم میں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے کوئی
فيقول انا لله وانا اليه راجعون اللهم اجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها الا اجره الله في مصيبته واخلف له خيرا منها وقد روى
مسلمان کہ پہنچے اسکو کوئی مصیبت پھر کہے ہم اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف پھرنے والے ہیں اے اللہ مجھکو میری مصیبت کا اجر دے اور اسکے بدلے بہتر دے مگر اللہ تعالی اسکی مصیبت کا اجر دیتا ہے اور اسکو اس سے بہتر بدلہ دیتا ہے اور
الامام احمد وابن ماجه عن فاطمة بنت الحسين عن ابيها الحسين انه عليه السلام قال ما من مسلم يصاب بمصيبة فيذكرها وان
امام احمد اور ابن ماجہ نے فاطمہ بنت حسین سے روایت کی ہے وہ اپنے باپ حسین سے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا نہیں کوئی مسلمان کہ پہنچے اسکو مصیبت پھر یاد کرے اسکو اگرچہ مدت
قدم عهدها فيحدث لها الاسترجاع الا كتب الله له من الاجر مثلها يوم اصيب وهذا الحديث رواه عن النبي عليه السلام
دراز کی یاد گزر گئی ہو پھر انا لله وانا اليه راجعون پڑھے تو اللہ تعالی اسکو ویسا ہی اجر لکھتا ہے جیسا مصیبت کے دن ملا تھا اور یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
الحسين وبنته فاطمة التي شهدت مصرعه وقد ثبت في علم الله سابقا ان المصيبة بالحسين تذكر مع تقادم
امام حسین نے روایت کی ہے اور اسی ان کی بیٹی فاطمہ نے جو ان کی مقتل میں ہمراہ موجود تھیں روایت کی ہے اور علم الہی میں یہ بات مقرر تھی کہ مصیبت حسین کی بعد مدت کے یاد کی
العهد فكان من محاسن الاسلام ان يروى هذه السنة كلما ذكرت المصيبة بان يسترجع لها فيكون للانسان
سو یہ اسلام کی خوبیوں میں سے ہے کہ یہ طریقہ جاری ہوا کہ جب وہ مصیبت یاد آوے تو اسکی بابت انا لله الخ پڑھا جاوے تو انسان کو ثواب ہو
من الاجر الذي كان لمن استرجع يوم اصيب المسلمون بها واما من يفعل من تقادم العهد بها ما نهى عنه النبي عن حدثان
ویسا ہی اجر ملے جیسا اسکو ملا تھا جس نے انا لله پڑھا تھا جب کہ مصیبت مسلمانوں پر آئی تھی سو جو شخص کہ مدت کے بعد وہ کام کرتا ہے جس سے پیغمبر علیہ السلام نے منع کیا ہے
العهد بها بمصيبته اشد من لطم الخدود وشق الجيوب ودعوى بدعوى الجاهلية فكيف ذا اللطم الى ذلك ظلم المؤمنين
عہد میں سو اسکی بڑی مذمت ہے سخت ہی جیسے منہ پیٹنا اور گریبان پھاڑنا اور جاہلیت کی عہد کی طرح پکارنا سو کیا حال ہوگا اگر اسکے ساتھ اور زیادہ کریں مومنین کا ظلم
ولعنهم وسبهم واعانة اهل الشقاق والالحاد على ما يقصدونه للدين من الفساد وغير ذلك مما لا يحصيه الا الله تعالى
اور مومنین کو لعنت کریں اور برا کہیں اور اہل نفاق اور ملحدوں کی مدد کریں جس فساد کا قصد کرتے ہیں دین میں اور سوا اسکے اور منکرات جنکو اللہ تعالی ہی خوب جانتا ہے
والواجب على كل مسلم ان يجتنب عن هذه المواضع التي يفعل فيها امثال هذه المعاصي والمحرمات والانكار على مرتكبيها
سو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ایسے مقام میں جہاں ایسے معاصی اور محرمات عمل میں آتے ہوں جانے سے بچے اور انکار کرے
بقدر الاستطاعة يسر الله تعالى الاجتناب عنها

المجلس الثامن والثلثون في بيان عدم سراية المرض وعدم جواز الطيرة

بقدر طاقت کے اس عمل والوں کو منع کرے اللہ تعالی ہم لوگوں کو معاصی سے بچنا آسان کرے
اڑتیسویں مجلس بیچ بیان
شگون نہ لینے کی

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا عدوى ولا صفر ولا غول هذا الحديث
بیماری کی دوسری میں اور بد جانور ہونے شگون کی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
نہ بیماری کا لگنا ہے اور نہ صفر کی نحوست اور نہ غول کی یہ حدیث
من صحاح المصابيح رواه جابر والمراد بالعدوى سراية العلة من صاحبها الى من يقاربه من الاصحاء واختلف العلماء ان المنفي
مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے جابر کی روایت سے اور عدوی سے بیماری کا بیمار سے پاس والے تندرست میں سرایت کرنا مراد ہے سو علماء کو اختلاف ہوا کہ منفی اس
هل هو نفس السراية او اضافتها الى العلة وذهب بعضهم الى ان المنفي نفس السراية فانه عليه السلام اراد نفيها وابطالها
میں سرایت ہے یا سرایت بیماری کی طرف منسوب کرنا سو بعضوں کا یہ مذہب ہے کہ منفی نفس سرایت ہے کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے سرایت کی نفی کی اور باطل کیا
لتعلقها وجودا وعدما فلتعلقها وجودا فلان كثيرا ما يقارب الشخص من هو مجذوم واجرب ولا يتعدى اليه وربما كثيرا
وجود و عدم میں ان کا علاقہ ہونے سے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کسی جذامی یا خارشتی کے پاس ہوتا ہے اور اسکو بیماری نہیں لگتی
اليه فيما روى عن جابر انه عليه السلام اخذ بيد مجذوم فوضعها معه في القصعة واما تعلقها عدما فلان كثيرا ما
جابر کی حدیث میں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے ایک مجذوم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ پیالہ میں رکھ دیا۔ اور عدم میں علاقہ ہونا یہ ہے کہ اکثر اوقات

يعرض هذه الامراض مما لا احتمال فيه للسراية كما اشير اليه فيما روي عن ابي هريرة ان اعرابيا قال للنبي عليه السلام

یہ بیماریاں ایسی جگہ پیدا ہو جاتی ہیں جہاں اصلا احتمال سرایت کا نہیں جیسا کہ ابی ہریرہ کی روایت میں اسی پر اشارہ ہے کہ ایک اعرابی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا

ما بال الابل تكون في الرمل كانها الظباء فيخالطها البعير الاجرب فيجربها فقال النبي عليه السلام فمن اعدى الاول فانه عليه السلام اشار بهذا

کیا حال ہے اونٹ کا کہ ریت میں ہوتے ہیں جیسے ہرن پھر ان سے خارشتی اونٹ مل جاتا ہے اوسکو بھی خارشتی کر دیتا ہے تو پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا پہلی اونٹ کو کسی نے خارشتی کر دیا پیغمبر علیہ السلام نے

القول الى ان الجرب في البعير الاول ان حصل من بعير اخر اجرب يلزم التسلسل الى ما لا نهاية له وهو محال وان لم

فرمایا کہ اگر پہلی اونٹ میں یہ خارش دوسری خارشتی اونٹ سے ہوئی ہے تو تسلسل لازم آویگا جو کہیں جا کر نہ ٹوٹے یہ تو محال ہے اور اگر

يحصل عنه بل بسبب اخر فالذي اوصله الى البعير الاول هو الذي يوصل الى غيره من الاصحاء وهو الله الخالق

دوسری خارشتی اونٹ سے نہیں ہوئی بلکہ کسی اور سبب سے ہوئی تو پھر جس نے پہلی اونٹ میں پیدا کر دی ہے وہی پہلی چنگی اچھی بچی اونٹوں میں پیدا کر سکتا ہے وہ اللہ ہر شی کا پیدا کرنے

لكل شيء القادر على كل شيء وذهب بعضهم الى ان المنفي ليس نفس السراية لما روي انه عليه السلام قال لا يورد ممرض

اور تمام اشیاء پر قدرت رکھنے والا ہے اور بعضوں کا یہ مذہب ہے کہ نفی میں سرایت نہیں ہے کیونکہ روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا بیمار اونٹوں والا اپنی اونٹ اچھی بچی

على مصح والممرض صاحب الابل المريضة والمصح صاحب الابل الصحيحة والمراد النهي عن ايراد الابل المريضة على الصحيحة

اونٹوں میں نہ ملا دے اور ممرض کہتے ہیں بیمار اونٹوں والے کو اور مصح کہتے ہیں بھلی چنگی اونٹوں والے کو اور مقصود بیمار اونٹوں کو اچھی بچی اونٹوں میں ملانے سے منع کرنا ہے

وفي حديث اخر انه عليه السلام قال فر من المجذوم فرارك من الاسد فعلم من هذين الحديثين ان المنفي ليس نفس

اور ایک اور حدیث میں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا بھاگ مجذوم سے جیسے تو شیر سے بھاگتا ہے پس ان دو حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نفی عین سرایت نہیں ہے

السراية بل المنفي اضافتها الى العلة وهذا القول الثاني اولى لما فيه من التوفيق بين الاحاديث الواردة فيه مع ما فيه

بلکہ نفی سرایت بسبب بیماری کی ہے اور یہ دوسرا مذہب اولی ہے کیونکہ اسمیں تمام حدیثیں جو اس باب میں وارد ہیں موافق ہو جاتی ہیں

من صيانة الاصول الطبية عن التعطيل بخلاف القول الاول فانه يفضي الى تعطيلها ولم يرد الشرع بتعطيلها بل ورد

اور طبی قاعدے بھی بیکار ہونے سے بچ جاتی ہیں برخلاف پہلی مذہب کی کہ اسمیں قاعدے طبی بیکار ہوتی جاتی ہیں اور شرع کی طرف سے بیکار نہیں ٹھہرایا بلکہ

باثباتها واعتبارها على وجه لا يناقض اصول التوحيد فانه عليه السلام اراد ابطال ما كان اهل الجاهلية يعتقدونه

قواعد طبی کو ایسی طرح پر ثابت کر کر اعتبار کیا ہے کہ اصول توحید کی برخلاف نہو سو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض اہل جاہلیت کی عقاید کا باطل کرنا ہے وہ یوں جانتے تھے

من ان العلة تسري بطبعها فقال لا عدوى وبين بقوله هذا ان الامر ليس كما زعموا بل العلة تحصل بقضاء الله تعالى

کہ بیماری خود بخود اثر کر جاتی ہے سو آپ نے فرمایا کہ عدوی نہیں ہے اور تشریح کر دی کہ یوں نہیں ہے جیسے اہل جاہلیت کہتے ہیں بلکہ بیماری حکم الہی سے اور اوسکی تقدیر سے ہوتی ہے

وقدره لكن قد يكون المداناة من الاسباب المقدرة لحصول العلة بالنسبة الى بعض الاشخاص ولذلك نهى النبي

پر کبھی نزدیک ہونا بیمار کا بیماری کا سبب ہو جاتا ہے بعض شخصوں میں سبب تقدیری ہو جاتا ہے اور اسی لئے نبی علیہ السلام نے

عن ايراد ممرض على مصح وامر بالفرار عن المجذوم فان ذلك من باب الاجتناب عن الاسباب التي خلقها الله تعالى و

بیمار اونٹوں کو اچھی اونٹوں میں ملانے سے منع کر دیا اور مجذوم سے دور رہنے کو امر فرمایا کیونکہ اسمیں اون اسباب سے حذر کرنا ہے کہ اللہ تعالی نے پیدا کر کر سبب بلا کا مقرر کیا ہے اور

جعلها اسبابا للبلايا والعبد مامور بالاجتناب عن اسباب البلايا اذا كان في عافية منها فانه كما يؤمر بعدم

بندہ کو حکم ہے کہ بلا کی اسباب سے جب کہ وہ بندہ اوس بلا سے امن میں ہے بچا کرے جیسے کہ یہ حکم ہے

القاء نفسه في الماء او في النار وبعدم دخوله تحت الهدم ونحوه مما هو من اسباب الهلاك كذلك يؤمر

کہ ڈوب کر نہ مرو یا آگ میں مت جلو یا گرتی ہوئی مکان تلی مت کھڑے ہو اور ایسی اور امر جو موت کا سبب ہوسکے ایسی ہی یہ حکم ہے

بالاجتناب عن مقاربة الاجرب والمجذوم ونحوهما مما هو من العلل المتعدية باذن الله تعالى فان هذه الاسباب

کہ خارشتی اور مجذوم سے اور مانند اسکی اور بیماری سے جو اللہ تعالی کی حکم سے دوسری میں اثر کر جاتی ہیں الگ ہو کیونکہ یہ امور

اسباب المرض والتلف والله تعالى يخلق المسببات عندها لا بها فانه تعالى هو خالق الاسباب والمسببات لا خالق

اور ہلاک کی اسباب ہیں اور اللہ تعالی اسی وقت پر مرض کو جو مسبب ہی پیدا کر دیتا ہی کچھ اسکی سبب سی نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالی ہی اسباب اور مسبب دونو کا خالق ہی

سواه لكن الاسباب نوعان النوع الاول اسباب الخير فان النعم لا تضاف الى الاسباب بل انما تضاف الى مسببها و

اوسکی سوا کوئی خالق نہیں ہی لیکن اسباب دو قسم پر ہیں پہلا قسم تو اسباب خیر کی ہیں سو نعم کو اسباب سی کچھ علاقہ نہیں ہی بلکہ نعم صرف مسبب اور مقدر کی عنایت ہی

مقدرها فما ظهر منها ينبغي ان يفرح بها ويبشر عند ظهورها ولا يسكن اليها بل الى خالقها ومسببها كما قال الله تعالى

سو جو ظاہری چیزیں آدی تو لائق ہی کہ اوس سی خوش ہو اور وقت بشارت حاصل کری اور اوسکی طرف متوجہ نہ ہی بلکہ خالق اور مسبب کی طرف متوجہ ہو چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی

في امداد المؤمنين بالملئكة وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ واكثر الناس

جب فرشتوں سی مومنین کی امداد کی اور یہ تو دی اسنی خوشخبری اور تا چین پکڑیں دل تمہاری اور مدد نہیں مگر اللہ سی اور اس زمانہ کی اکثر لوگ

في هذا الزمان يركنون بقلوبهم الى الاسباب وينسون مسببها فمن اضاف شيئا من النعم الى غير الله تعالى ان كان مع

اسباب کی طرف تو دل سی متوجہ ہوتی ہیں اور اصل مسبب کو بھول جاتی ہیں سو جو شخص نعم کو سوا اللہ کی اور جہت سی سمجھی اگر یہ بھی

اعتقاده انه ليس من الله تعالى فهو شرك حقيقي وان كان مع اعتقاده انه من الله تعالى فهو نوع من شرك خفي والنوع

اعتقاد ہی کہ اللہ تعالی کی طرف سی نہیں ہی تو حقیقی شرک ہی اور اگر اسباب کو لحاظ کرتا ہی یہ اعتقاد رکھ کر کہ اللہ تعالی کی طرف سی ہی تو یہ ایک قسم شرک خفی کا ہی اور دوسری

الثاني اسباب الشر فان المصائب لا تضاف الا الى الذنوب كما قال الله تعالى وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ

قسم اسباب شر سو مصائب صرف گناہوں ہی سی علاقہ رکھتی ہیں چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور جو پہنچی تم کو کوئی سختی سو بدلا اوسکا جو کمایا تمہارے ہاتھوں نی

وما ظهر منها ينبغي ان يتقى عنها بقدر ما ورد به الشرع مثل اتقاء مقاربة الاجرب والمجذوم والقدوم على مكان الطاعون

اور جو اسباب یا مصائب ظاہر ہوں تو اوس سی اتنا پرہیز کرنا چاہی کہ جتنا شرع نی اجازت دی ہی جیسی خارشتی اور مجذوم کی ہمنشینی سی اور وبا کی مکان میں داخل ہونی سی

واما ما خفي منها فلا يشرع اتقاؤها واجتنابها لان ذلك من الطيرة المنهي عنها التي من اعمال الشرك والكفر كما حكاها

اور جو اسباب یا مصائب پوشیدہ ہیں تو اوس سی پرہیز کرنا شرع میں نہیں آیا کیونکہ یہ بدشگونی میں داخل ہی جو نہایت ممنوع اور شرک اور کفر کا عمل ہی چنانچہ

الله تعالى عنهم في مواضع من كتابه فانهم كانوا يتطيرون ويتشاءمون بالرسل واتباعهم وسبب تشاؤمهم بهم

اللہ تعالی اسکو اپنی کتاب میں کئی جگہ بیان فرماتا ہی کیونکہ وہ لوگ رسل علیہم السلام اور اونکی اصحاب سی بدشگونی کر کر نحوست سمجھا کرتی تھی اور سبب منحوس سمجھنی کا یہ تھا

ان الرسل لما دعوهم الى دين غير ما الفوه استغربوه واستقبحوه ونفرت عنه طباعهم اذ من عادة العوام ان

کہ رسل علیہم السلام نی جب اون لوگوں کو نئی دین کی دعوت کی تو وہ لوگ عجیب سمجھ کر قبیح سمجھی اور اونکی طبیعتیں نفرت کرنی لگیں کیونکہ عوام کی یہ عادت ہی

يتيمنوا بكل ما يوافق هواهم وان كان جالبا لكل شر ووبال وان يتشاءموا بكل ما يخالف هواهم وان كان جالبا لكل خير

کہ اپنی ہوس کی موافق آرزو کیا کرتی ہیں اگرچہ اوسمیں سراسر بدی اور وبال ہو اور جو اونکی مرضی کی مخالف ہو اوسکو نحس جانتی ہیں اگرچہ اوسمیں سراسر خیر اور برکت ہو

ونوال وقد ثبت انه عليه السلام قال لا طيرة وفي حديث اخر انه عليه السلام قال الطيرة من الشرك والبحث عن

اور ثابت ہو چکا ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا بدشگونی بالکل نہیں ہی اور ایک اور حدیث میں ہی کہ آپ نی فرمایا بدشگونی شرک ہی اور گفتگو کرنی

اسباب الستر بالرمل والنظر في النجوم وضرب الحصى والشعير وغير ذلك هو الطيرة المنهي عنها والباحثون عنها لا

غیب کی باتوں میں جو سیدا رمل کی اور ستاروں کی تاثیر دیکھ کر اور کنکر پھینکی اور جو کی دانہ وغیرہ سی یہ بھی طیرہ ہی جسکی ممانعت ہوئی ہی اور اوسمیں گفتگو کرنیوالی

يشتغلون لما يدفع البلاء من الطاعات بل يشتغلون بلزوم البيت وعدم الحركة وهذا لا يمنع نزول القضاء والقدر

وہ کام نہیں کرتی جس سی بلا دفع ہو یعنی عبادات بلکہ گھر میں گھس کر بیٹھ رہتی ہیں اور چلنا پھرنا موقوف کر دیتی ہیں اس سی قضا اور قدر بند نہیں ہوتی

ومنهم من يشتغل بالمعاصي وهذا مما يقوي وقوع البلاء ونفوذه والذي جاءت به الشريعة هو ترك البحث عن

اور بعضی لوگ گناہوں میں مشغول ہو جاتی ہیں یہ ایسا کام ہی جسمیں خواہ مخواہ بلا آوی اور اثر کری جو صحیح واسطی دفع بلا کی شرع میں آیا ہی وہ یہ ہی کہ اسمیں کچھ گفتگو

ذلك والاعراض عنه والاشتغال بما يدفع البلاء من الدعاء والذكر والصدقة والتوكل على الله تعالى والايمان
اور اسے اوپر توجہ کرے اور وہ شغل اختیار کرے جس سے دفع ہو یعنی دعا اور یاد الٰہی اور خیرات اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ اور قضا

بقضائه وقدره فانه عليه السلام عند ظهور اسباب العقوبات السماوية المخوفة كالكسوف والخسوف كان يامر
و قدر کو تسلیم کرے کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ظاہر ہونے سامان خوفناک عذاب آسمانی کے جیسے سورج گہن اور چاند گہن اور لوگوں کو حکم کرتے

يشتغل باعمال البر من الصلوة والدعاء حتى ينكشف ذلك عن الناس وهذا كله مما يدل على ان اسباب العذاب اذا
لوگ نیک اعمال میں مصروف ہوں جیسے نماز نفل اور دعا یہاں تک کہ وہ سامان لوگوں پر سے دور ہو جاتا ان تمام روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب عذاب کے سامان

ظهرت فالمشروع الاشتغال بما يرجى ان يدفع به العذاب المخوف من اعمال البر والتقوى فان هذه الاشياء
ظاہر ہوں تو موافق شرع کی ایسی عبادت میں مشغول ہو جس میں امید ہے کہ عذاب خوفناک موقوف ہو جاوے یعنی اعمال نیک اور پرہیزگاری بیشک یہ تمام اشیاء

كلها من اعظم ما يستدفع به البلاء فانه تعالى يخلق اسبابا للعذاب واسبابا للرحمة اما اسباب العذاب فيخوف
بلا کی دفع کرنے میں بڑی ہی تاثیر رکھتی ہیں بیشک اللہ تعالیٰ سامان عذاب کا اور رحمت کا دونوں پیدا کرتا ہے عذاب کی سامان سے تو اللہ تعالیٰ اپنی بندوں کو ڈراتا ہے

الله تعالى بها عباده ليتوبوا اليه ويتضرعوا اليه كالريح الشديدة فان الريح من روح الله تعالى تاتي بالرحمة
تاکہ اسکی طرف رجوع لاویں اور خوار ہو کر رو دیں جیسے تند ہوا بیان بیشک ہوا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کبھی رحمت لاتی ہے

وتاتي بالعذاب وعند اشتدادها امر النبي عليه السلام ان يسئل الله تعالى خيرها وخير ما ارسلت به ويستعيذ
اور کبھی عذاب اور تندی کی وقت نبی علیہ السلام کا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خیر کی دعا کریں اور جو اس سے آوے اسکی خیر مانگیں اور اسکی

به تعالى من شرها وشر ما ارسلت به فانه عليه السلام قد كان اذا رأى ريحا او غيما تغير وجهه واقبل وادبر فاذا
شر سے اللہ کی جو وہ لاتی ہے پناہ مانگیں پس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب آندھی یا ابر دیکھتے تو چہرہ کی حالت بدل جاتی اور کبھی آتے اور کبھی جاتے پھر

امطرت سرى عنه ويقول قد عذب قوم بالريح ورأى قوم السحاب فقالوا هذا عارض ممطرنا فنزل منه العذاب واما اسباب
مینہ برس جاتا تو خوش ہو جاتے اور فرماتے کہ ایک قوم کو عذاب آندھی کا ہوا تھا اور ایک قوم ابر کو دیکھ کر کہنے لگی یہ ابر ہم پر برسے گا سو اوس میں سے عذاب نازل ہوا اور رحمت کی

الرحمة فيرجي الله تعالى بها عباده كالريح الطيبة والمطر المعتاد عند الحاجة اليه ولهذا يقال عند نزوله اللهم
سامان سے اللہ تعالیٰ اپنی بندوں کو امیدوار کرتا ہے جیسے ہوا نرم ٹھنڈی اور مینہ عادت کی موافق حاجت کی وقت اور اسی واسطے مینہ برستے وقت کہا کرتے ہیں کہ

سقي رحمة لا سقي عذاب واما من اتقى عن اسباب الضرر بعد ظهورها بالاسباب المنهي عنها فلا ينفعه بل
پلانا رحمت کا نہ پلانا عذاب کا اور جو شخص اسباب ضرر سے بعد ظاہر ہونے کی طور ممنوع کی بچنا چاہے تو اوسکو کچھ فائدہ نہیں بلکہ

كثيرا ما يقع فيما يخاف منها واما قوله عليه السلام ولا صفر فقد اختلف في تفسيره والقول الاشبه ان المراد به شهر
اکثر اوس بات خوفناک میں آپھنستا ہے اور یہ ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ صفر نہیں ہے سو اسکی تفصیل میں اختلاف ہے ظاہر حق یوں معلوم ہوتا ہے کہ مراد ماہ صفر ہے

صفر فان اهل الجاهلية كانوا يتشاءمون به ويقولون انه شهر مشئوم فابطل النبي عليه السلام ذلك وكثير من الناس
کیونکہ ایام جاہلیت میں اسکو منحوس جانتے تھے اور یوں کہا کرتے تھے کہ صفر ماہ منحوس ہے سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو باطل کر دیا اور بہتیرے لوگ

في هذا الزمان يتشاءمون به وربما يمتنعون فيه من السفر والتزوج وغيرهما والتشاؤم به من جنس الطيرة المنهي عنها
اب بھی اسکو منحوس جانتے ہیں اور بعضے لوگ اس مہینہ میں سفر نہیں کرتے اور نہ بیاہ کرتے ہیں اور نہ اور کوئی کام اسکی نحوست ماننی بھی بدشگونی کی قسم ہے جسکی ممانعت ہو گئی ہے

التشاؤم بيوم من الايام فان تخصيص الشؤم بزمان دون زمان كشهر صفر وغيره غير صحيح لان الزمان عبارة عن مدة
نحوست کسی اور دن کی تمام ایام میں سے بدشگونی ہے کیونکہ نحوست کی خصوصیت کسی وقت کی جیسے ماہ صفر وغیرہ کی جائز نہیں ہے اس واسطے کہ زمانہ تو ایک مدت دراز کا نام ہے

ممتدة يعرف مقدارها بحركة الافلاك والكواكب وهو في ذاته امر واحد متشابه الاجزاء لا يحصل الا بخلق الله تعالى
جسکی اندازہ فلک کی حرکت اور ستاروں سے معلوم ہوتا ہے اور وہ اپنی ذات میں ایک مسلسل چیز ہے اسکی سب اجزا ایک سے ہیں صرف حق تعالیٰ کی پیدا کی ہے

ويقع فيه افعال العباد فلا يكون فيه يمن ولا شوم الا باعتبار افعال العباد فكل زمان شغله العبد بالطاعة فهو

دی کی اور افعال عباد ہوتی ہیں سو دہمیں نہ برکت نہ نحوست ہاں باعتبار افعال بندوں کی کی سو جس زمانہ کو بندہ اپنی عبادت میں مشغول رکھا تو وہ

زمان مبارك عليه وكل زمان شغله العبد بالمعصية فهو زمان مشؤوم عليه فاليمن والشوم في الحقيقة هو الطاعة

زمانہ پس پر مبارک ہی اور جس زمانہ کو انسان اپنی گناہوں میں لگاتا تو وہ زمانہ اس پر منحوس ہی حقیقت میں مبارک و منحوس عبادت

والمعصية كما قال عدي بن حاتم يمن المرء وشومه بين لحييه يعني لسانه وقال ابن مسعود ان كان الشوم في شيء

اور معصیت ہوتی ہی جیسا کہ عدی بن حاتم کہتا ہی آدمی کی برکت و نحوست دونو جبڑوں میں ہی مراد یہی زبان ہی ابن مسعود کہتی ہیں کہ اگر نحوست کسی شی میں ہو تو

فهو في اللحيين يعني اللسان وقال ايضا ما شيء احوج الى طول السجن من اللسان وروي عن عائشة انه عليه السلام

وہ دونو جبڑوں میں یعنی زبان میں ہوتی اور یہ بھی کہا زبان سی زیادہ کوئی شی قید کی حاجت مند نہیں اور حضرت عائشہ سی روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے

قال الشوم سوء الخلق فعلى هذا لا الشوم الا المعاصي والذنوب فانها تسخط الله تعالى فانه اذا سخط على عبد يكون ذلك

فرمایا نحوست بدخلقی ہی اس روایت کی موافق بجز معاصی اور ذنوب کی نحوست کچھ نہیں کیونکہ ان سی ہی اللہ تعالی بیزار ہوتا ہی جس بندہ سی اللہ بیزار ہو تو وہ بندہ

العبد شقيا في الدنيا والآخرة واذا رضي عن عبد يكون ذلك العبد سعيدا في الدنيا والآخرة وبعض الصالحين قد شكى اليه

دنیا اور آخرت میں بدبخت ہی اور جس بندہ سی اللہ تعالی راضی ہو وہی بندہ دنیا و آخرت میں نیک بخت ہی کسی صالح مرد کی سامنی کسی نی مصیبت کا شکوہ

شخص بلاء وقع الناس فيه فقال ما ارى ما انتم فيه من البلاء الا بشوم الذنوب فالعاصي مشؤوم على نفسه وعلى غيره اذ لا

کیا جس میں تمام خلق مبتلا تھی سو اونہوں نی کہا مجھکو معلوم نہیں ہوتی بجز نحوست ذنوب کی پس گنہگار اپنی حق میں بھی اور غیر کی حق میں بھی منحوس ہوتا ہی

يؤمن ان ينزل عليه العذاب فيعم الناس خصوصا من لم ينكر عمله والبعد عنه لازم وكذلك الاماكن التي تفعل فيها المعاصي

کہ اگر اوس پر عذاب نازل ہووی پھر سب خلق پر پھیل جاوی توکیونکر بچ سکی بالخصوص جو اوسکی عمل کو برا نہ جانی اوس سی دور رہنا ضروری ہی اور ایسی ہی اون مکانات

يلزم البعد عنها والهرب منها خشية نزول العذاب على من يوجد فيها كما روي انه عليه السلام حين مر على ديار ثمود بالحجر

سی بھی دور رہنا چاہیے اس خوف سی کہ مبادا جو وہاں موجود ہو اوس پر عذاب نازل ہو جاوی چنانچہ روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام حجر میں دیار ثمود پر پہنچی

قال لاصحابه لا تدخلوا اماكن هؤلاء المعذبين الا ان تكونوا باكين خشية ان يصيبكم ما اصابهم فان هجران اهل

تو اپنی اصحاب سی فرمایا اس قوم عذاب کی ماری ہوؤں کی مکانات میں سوا اس حالت کہ روتی ہوئی اس خوف سی مبادا جو عذاب اونپر آیا تھا تم پر بھی آ جاوی نہ جاؤ کیونکہ اہل

العصيان واماكنهم من جملة الهجرة المأمور بها قال العدوي عند التحقيق في مخالطة من ترتكب المعاصي يحسنها ويزينها

عصیان اور اونکی مکانات کا چھوڑنا بھی ہجرت ماموربہا میں داخل ہی عدوی کہتا ہی کہ تحقیق میں اس شخص کی ملاپ میں جو معاصی میں مبتلا ہو اور معاصی کو خوبی کی ساتھ

ويدعو اليها من شياطين الانس الذين هم اضر من شياطين الجن فان شياطين الجن يستعاذ منه بالله تعالى فيصرف

لوگوں کو دکھاتا ہی یعنی آدمی کی صورت کا شیطان کہ وہ جنی شیطانوں سی زیادہ تر ضرر کرتا ہی کیونکہ جنی شیاطین تو اللہ تعالی کی پناہ میں آنی سی دور ہو جاتی ہیں

واما شياطين الانس فلا يبرح حتى يوقعك في المعصية وقد جاء في الحديث انه عليه السلام قال يحشر المرء على دين خليله

اور آدمی کی صورت کی شیاطین کبھی نہیں جاتی جب تک تجھکو معصیت میں گرفتار کر نہ چھوڑیں اور حدیث میں آیا ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا کہ آدمی اپنی ہی دوستوں کی دین پر حشر کیا جاویگا

فلينظر احدكم من يخالل وفي الحديث الآخر انه عليه السلام قال لا تصحب الا مؤمنا ولا يأكل طعامك الا تقي واما الغول فالمهم

اسی تمکو خیال کرنا چاہیے کس سی دوستی کرتی ہو اور ایک اور حدیث میں ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا کہ مومن کی سوا کسیکا ہمنشین مت ہو اور سوا پرہیزگار کی کسی کو کھانا مت کھلا اور غول

فهو من زعمات الجاهلية فانهم كانوا يقولون انه نوع من الجن يتراءى للناس في الفلوات باشكال مختلفة ويضلهم

جاہلیت کی اقوال میں اہل جاہلیت کہا کرتی تھی کہ غول ایک قسم جن کی ہی آدمیوں کو جنگل میں طرح طرح کی شکلیں بنا کر دکھایا کرتی ہیں اور رستہ سی بہکا کر

عن الطريق ويهلكهم وقوله عليه السلام لا غول يحتمل ان يكون المراد منه نفي وجوده كما هو ظاهر من لفظه لان المتبادر

ہلاک کر دیتی ہیں اور پیغمبر علیہ السلام کا کہنا غول نہیں ہی سو اس میں یہ بھی احتمال ہی کہ اس سی مراد نفی اوسکی وجود کی ہو جیسا کہ لفظوں سی یہ ہی ظاہر ہی کیونکہ

رحمت دیگر

من نفی الشیٔ نفی وجوده لکن قال بعض العلماء لیس المراد به نفی وجوده بل المراد به نفی ما کان یعتقده اهل الجاهلیة

کسی شی کی نفی سی یہہ ہی معلوم ہوتا ہی کہ وہ چیز موجود نہیں ہی لیکن بعضی علما یہہ کہتی ہیں کہ نفی اوسکی وجود کی مراد نہیں ہی بلکہ اہل جاہلیت کی ان معتقدات کی نفی مراد ہی

من التشکل باشکال مختلفة والاضلال عن الطریق والاهلاک فیکون المعنی انه لا یستطیع ان یضل احدا عن الطریق

کہ وہ طرح طرح کی شکل بناتی ہیں اور رستہ سی بہکاتی ہیں اور ہلاک کردیتی ہیں اس حدیث کی یہہ معنی ہوئی کہ غول کسیکو رستی سی نہیں بہکا سکتی

ولا ان یفعل شیئا مما ذکروهذا الوجه اولی الوجهین لورود اخبار تدل علی وجوده من جملتها ما روی انه علیه السلام

اور نہ کچہ اور ان مذکورات میں سی کر سکتی ہیں یہہ معنی دونوں معنی میں اولی ہیں کیونکہ ایسی حدیثیں بہی آئی ہیں جو غول کی وجود پر دلالت کرتی ہیں اونہیں سی ایک یہہ روایت ہی کہ حضور علیہ السلام

قال اذا تغولت الغیلان فبادروا بالاذان فانه علیه السلام بیّن ان شرها یدفع بذکر الله تعالی فعلی المؤمن ان یشتغل

فرمایا جس وقت غولیں شرارت کریں تو جلدی اذان کہو سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نی بیان کردیا کہ انکی شرارت ذکر الٰہی سی دفع ہو جاتی ہی سو مؤمن کو لازم ہی کہ اللہ تعالی کی عبادت میں مشغول

بطاعة الله تعالی ویتوکل علیه ویترک کل ما شاع بین الانام مما کان مخالفا لدین الاسلام ونهی عنه النبی علیه السلام

اور اوسی پر بہروسا کری اور جو خلقت میں خلاف شرع پہیل رہا ہی سب ترک کری یعنی جو دین کی مخالف ہو اور نبی علیہ السلام نی منع فرمایا ہو

یسرنا الله تعالی عملا موافقا لرضائه بلطفه وکرمه

الٰہی ہمیر آسان کر عمل اپنی رضا کی موافق اپنی لطف اور کرم سی

المجلس التاسع والثلثون فی ذم الطیرة والفال المذموم ومدح الفال المسنون وانواعه

انتالیسویں مجلس شگون بد اور فال بد کی برائی میں اور مسنون فال کی مدح اور اوسکی اقسام میں

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا طیرة وخیرها الفال قالوا وما الفال یا رسول الله قال الکلمة الصالحة یسمعها احدکم هذا الحدیث من صحاح المصابیح

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی طیرہ کی کچہ اصل نہیں ہی اوس میں سی بہتر فال ہی پوچہا یا رسول اللہ فال کیا ہوتی ہی فرمایا اچہی بات جو کوئی سن لی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی

رواه ابو هریرة ومعناه ان الطیرة لا یجوز العمل بها لعدم الخیر فیها وانما الخیر فی الفال الذی هو الکلمة الصالحة

ابو ہریرہ کی روایت سی اسکی یہہ معنی ہیں کہ شگونی پر عمل کرنا جایز نہیں ہی کیونکہ اسمیں خیر نہیں ہوتی خیر صرف فال ہی میں ہی جو کہ نیک بات ہوتی ہی جو

یسمعها احدکم ولیس معناه ان فی الطیرة خیرا والفال خیر منها اذ لا خیر فی الطیرة اصلا وهی مصدر بمعنی

کوئی سن پاوی اور یہہ معنی نہیں ہیں کہ بد شگونی میں خیر ہی پر فال اوس سی بہتر ہی اسوسطی کہ بد شگونی میں اصلا خیر نہیں ہی اور طیرہ مصدر ہی

التطیر ماخوذة من الطیر لان العرب فی الجاهلیة کانوا یتبرکون بسنوحها ای بمرورها من میاسرک الی میامنک

تطیر کی معنوں میں طیر سی مشتق ہوا ہی اسلئی کہ عرب کی لوگ جاہلیت میں سنوح کو مبارک جانتی تہی یعنی جو کہ بائیں ہاتہ کی طرف سی داہنی طرف چلا جاوی

ویتشاءمون ببروحها ای بمرورها من میامنک الی میاسرک اذ کان من عادتهم اذا خرجوا لحاجة فان راوا الطیر

اور بروح کو منحوس سمجہتی تہی یعنی جو کہ داہنی ہاتہ کی طرف سی بائیں طرف چلا جاوی کیونکہ عرب کی یہہ عادت تہی جب کسی کار کو نکلتی پہر اگر کسی پرندہ

او الوحش یمر بیمینه یتبرکون به ویذهبون فی حاجتهم وان راوا الطیر او الوحش یمر بیسرة یتشاءمون به ویرجعون

یا وحشی کو دیکہا کہ داہنی طرف کو گیا تو اوسی مبارک جان کر اپنی کار کو چلی جاتی اور اگر دیکہتی کہ پرندہ یا وحشی جانور بائیں طرف کو گیا تو منحوس جانکر راہ میں سی اپنی گہر ہٹ آتی

الی بیوتهم وربما کانوا ینفرون الطیور والوحوش فینظرون انها ان اخذت ذات الیمین یتبرکون به ویمضون فی سفرهم

اور بعضی دفعہ پرندہ کو اوڑا کر اور وحشی کو بدکا کر دیکہتی کہ کدہر کو جاتا ہی اگر وہ داہنی طرف کو گیا تو مبارک جان کر سفر کار بار کو چلی جاتی

وحاجتهم وان اخذت ذات الشمال یتشاءمون بها ویرجعون عن سفرهم وحاجتهم والحاصل انهم کانوا یتبرکون

اور اگر اوسنی بائیں طرف لی تو اوسکو منحوس سمجہکر اپنی سفر سی اور کار ہی کی ہٹ آتی حاصل یہہ ہی کہ سوانح کو

بالسوانح ویتشاءمون بالبوارح والسانح ما یمر من الطیر او الوحش بین یدیک من جهة یسارک الی یمینک والعرب

نیک برکت کہا جاتی اور بوارح کو منحوس سمجہتی سانح وہ پرندہ جانور یا وحشی ہوتا ہی جو سامنی سی بائیں طرف سی داہنی طرف کو چلا جاوی عرب کی لوگ

كانوا يتيمنون به لامكان رميه وصيده من غير الانحراف والبارح ما يمر من الطير او الوحش من جهة يمينك

اسکو مبارک جانتے تھے کیونکہ اوسکو تیر مارنا اور شکار کرنا بدون گردش کی سہل ہوتا ہی و بارح وہ پرندہ جانور یا وحشی ہوتا ہی کہ داہنی طرف سے

الی یسارک والعرب کانوا یتشاءمون به لعدم امکان رمیه وصیده من غیر الانحراف فنفی النبی علیه السلام ذلك

بائیں طرف چلا جاوے عرب کے لوگ اوسکو منحوس جانتے ہیں کیونکہ اسکا تیر مارنا اور شکار کرنا بدون گردش کے ممکن نہیں ہوتا سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو منع کیا

وابطل واخبر انه لیس له تاثیر بنفع ولا ضر فهذا معنی قوله لا طیرة فان الطیرة علی ما مر مصدر بمعنی التطیر واصل

اور مٹا دیا اور خبر سنا دی کہ اسمیں نہ کچھ نیک تاثیر یا بد ہی اور نہ کچھ ضرر ہی سو معنی حدیث لا طیرة کے یہی ہیں کیونکہ طیرہ جیسا کہ گذر چکا ہی مصدر تطیر کا معنون میں ہی اور اصل میں

التطیر التفاؤل بالطیر ثم استعمل فی کل ما یتفاءل به ویعد شوما سواء کان طیرا او غیره وقد روی انه علیه السلام

تطیر طیر سے فال لینے کو کہتی ہیں پھر اسکی استعمال ہر ایک میں جو منحوس ہو گئی ہر بری کہ طیر سے ہو یا سوا اسکی اور کچھ ہو اور روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

قال الطیرة من الشرک یعنی انها من اعمال اهل الشرک والکفر کما حکاه الله تعالی عنهم فی مواضع من کتابه فانهم کانوا

فرمایا مشرکوں کا شرک ہی مراد یہ ہی کہ طیرہ مشرکین اور کفار کے اعمال میں سے ہی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اونکی حال کو اپنی کتاب میں حکایت کی ہی کیونکہ وہ کفار

یتشاءمون بالرسل واتباعهم وسبب تشاؤمهم بهم ان الرسل لما دعوهم الی دین غیر ما الفوه استغربوه واستنجحوه

رسولوں اور اونکی ساتھیوں کو منحوس جانتے تھی اور اونکی منحوس سمجھنے کا سبب یہ تھا کہ رسل جو اونکو ایسا دین خلاف طبع سکھاتے تھی تو اوسکو عجیب و غریب جانتی تھی

ونفرت عنهم طباعهم او من عادة الجهلة ان یتیمنوا بکل ما یوافق هواهم وان کان حاملا لکل شر ووبال ویتشاءموا

اور اونکی کفار کو بالطبع نفرت تھی کیونکہ جاہلوں کی عادت ہی کہ جو اونکی دل لگتی بات مرضی کی موافق ہو اوسکو مبارک سمجھیں اگرچہ اوسمیں تمام خرابیاں موجود ہوں اور جو بات

بما یخالف هواهم وان کان جاذبا لکل خیر ونوال ومن عادتهم ایضا التشاؤم ببعض الایام والشهر کشهر صفر فان کثیرا

کہ مرضی کی خلاف ہو تو اوسکو منحوس سمجھیں اگرچہ اوسمیں ہر طرح کی خیر اور خوبی حاصل ہو اور اونکی یہ بھی عادت ہی کہ بعضی تاریخوں اور بعضی مہینوں کو منحوس جانتے ہیں جیسی صفر کا مہینا بہت

من الناس فی هذا الزمان یتشاءمون به وربما یمتنعون فیه من السفر والتزوج ونحوهما والتشاؤم به من جنس الطیرة

لوگ اس زمانہ کی بھی اوسکو منحوس گنتی ہیں اکثر اوقات اس مہینہ میں سفر اور بیاہ وغیرہ نہیں کرتی سو یہ شگون بھی ایسی ہی ممنوع ہی جیسی طیرہ

المنهی عنها فان تخصیص الشوم بزمان دون زمان غیر صحیح لان الزمان عبارة عن مدة ممتدة یعرف مقدارها

کیونکہ نحوست کی خصوصیت بعضی بعضی وقت سے ہرگز نہیں ہو سکتی اسلئے کہ زمانہ ایک مدت متصل دراز کو کہتی ہیں جسکی مقدار افلاک

بحرکة الافلاک والنجوم وهو فی ذاته امر واحد متشابه الاجزاء یحصل بخلق الله تعالی ویقع فیه افعال العباد فلا یکون

اور ستاروں کی حرکت سے معلوم ہوتی ہی اور زمانہ اصل میں ایک چیز اوسکی ایک طرح کی اجزا ہیں خدا کی پیدایش سے موجود ہی بندوں کی افعال اوسمیں واقع ہوتی ہیں

فیه یمن ولا شوم الا باعتبار افعال العباد فکل زمان شغله العبد بالعبادة فهو زمان مبارك علیه وکل زمان

سو اوسمیں نہ کچھ برکت ہی نہ کوئی نحوست مگر باعتبار کردار بندوں کی سو جس وقت کو بندہ نے عبادت میں صرف کیا وہ زمانہ اوسکی حق میں مبارک ہی اور جو وقت

شغله العبد بالمعصیة فهو زمان مشوم علیه وفی الحقیقة الیمن هو الطاعة والشوم هو المعصیة کما قال عدی

معصیت میں صرف ہوا وہ زمانہ اوسکی حق میں منحوس ہی اور حقیقت میں برکت عبادت میں ہی اور نحوست گناہ میں چنانچہ عدی

بن حاتم یمن المرء وشومه بین لحییه یعنی لسانه وقال ابن مسعود ان کان الشوم فی شیء ففیما بین اللحیین یعنی

بن حاتم کہتی ہیں کہ انسان کی برکت اور نحوست دونو جبڑوں میں ہی یعنی زبان میں ہی اور ابن مسعود کہتی ہیں اگر کسی چیز میں نحوست ہو تو اوسمیں ہی جو دونو جبڑوں میں ہی

اللسان وروی عن عائشة رض انه علیه السلام قال الشوم سوء الخلق فعلی هذا لیس الشوم الا المعاصی

یعنی زبان میں اور حضرت عائشہ سے روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نحوست بدخلقی ہی سو اس حدیث کی موافق منحوس صرف معاصی اور ذنوب ہوتی ہیں

والذنوب فانها تسخط الله تعالی فانه تعالی اذا سخط علی عبد یکون ذلك العبد

جو کہ خدا تعالیٰ کو غصہ دلاتی ہیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر غضبناک ہوا تو وہ شخص

شقيا في الدنيا والاخرة واذا رضي عن عبد يكون ذلك العبد سعيدا في الدنيا والاخرة وبعض الصالحين
دنیا اور آخرت مین شقی بدبخت ہوا اور جب بندہ سی اللہ تعالی راضی ہوا تو وہ شخص دنیا اور آخرت مین نیک بخت ہوا کسی نیکبخت کی پاس

قد شكى اليه عن بلاء وقع فيه الناس فقال ما ارى ما انتم فيه من البلاء الا بشوم الذنوب والمعاصي فالعاصي مشوم
لوگون نی ایک بلا مین مبتلا ہوکر شکایت کی اونہون نی جواب دیا کہ مجکو یہہ ہی معلوم ہوتا ہی کہ نہین یہہ بلا صرف گناہ اور معاصی کی نحوست سی نازل ہوئی ہی گنہگار

على نفسه وعلى غيره اذ لا يؤمن ان ينزل عليه العذاب فيعم الناس خصوصا من لم ينكر عمله فالبعد عنه لازم و
اوسپر اور غیرون پر بہی ہوتی ہی اسواسطی کہ کہان پناہ ہی کہ اوس گنہگار پر عذاب نازل ہو پہر سب خلق پر پہیل جاوی خاص اون لوگون پر جو اوسکی عمل کو برا نہین جانتی

كذا الاماكن التي يفعل فيها المعاصي يلزم البعد عنها والهرب منها خشية نزول العذاب على من يوجد فيها فان
ایسی ہی اون مکانات سی الگ رہنا ضرور ہی جہان معاصی عمل مین آتی ہون اس ڈرسی کہ مبادا عذاب اون سب پر نازل ہو جو وہان موجود ہون کیونکہ

هجران اهل العصيان واماكنهم من جملة الهجرة المامور بها ومن عادتهم ايضا البحث عن اسباب الشر بالرمل وضرب
ترک کرنا نافرمانون کا اور اونکی مکانات کا ہجرت مین داخل ہی جسکا حکم ہی اور اونکی عادت مین یہہ بہی ہی کہ بوسیلۂ رمل اور

الحصى والشعير والنظر في النجوم وغير ذلك كله من قبيل الطيرة المنهي عنها ومن قبيل الاستقسام بالازلام
کنکریون اور دانہ جو کی اور ستارون مین نظر کرکی اور سوا اسکی غیب کی حالات مین بحث کرتی ہین یہہ تمام بدشگونی مین داخل ہی جسکی ممانعت ہوئی ہی اور استقسام بالازلام

ومعنى الاستقسام طلب معرفة ما قسم مما لم يقسم والازلام القداح التي كان اهل الجاهلية يكتبون عليها الامر
اور معنی استقسام کی یہہ ہین کہ طلب کرنا علم شدنی اور ناشدنی کا اور ازلام تیرون کو کہتی ہین جن پر اہل جاہلیت امر اور نہی یعنی ہان یا نہین لکہتی تہی

والنهي يكتبون على بعضها افعل او امرني ربي وعلى بعضها لا تفعل او نهاني ربي ويضعونها في وعاء فاذا اراد احدهم امرا
بعضی پر افعل یعنی کر یا امرنی ربی یعنی اسکا حکم آیا ہی لکہتی تہی اور بعضی پر لاتفعل یعنی مت کر یا نہانی ربی یعنی اللہ کا حکم نہین لکہتی پہر اونکو ایک باسن مین رکہتی پہر جب کوئی

ادخل يده في ذلك الوعاء واخرج قدحا فان خرج ما فيه الامر مضى لما قصده وان خرج ما فيه النهي كف عما قصده وقال
تو اوس برتن مین ہاتہ ڈالکر ایک تیر نکال لیتا اگر ایسا تیر نکلا جسمین حکم تہا تو وہ اپنی کار کو چلا جاتا اور اگر ایسا تیر نکلتا کہ جسمین ممانعت تہی تو اپنا کار موقوف کرتا اور

سعيد بن جبير كان لاهل الجاهلية حصيات قدام اصنامهم اذا اراد احدهم امرا من السفر وغيره استقسم بها اي
سعید بن جبیر کہتی ہین کہ اہل جاہلیت بتون کی سامنی کنکر رکہتی تہی جب کوئی سفر وغیرہ کا ارادہ کرتا تو استقسام کرتا یعنی علم شدنی اور ناشدنی کا حاصل کرتا کہ یہہ کار کرون

طلب بها علم ما قسم له من الاقدام والاحجام وقال ابو اسحق الزجاج وغيره الاستقسام بالازلام حرام لانه دخول في
یا نہ کرون اور ابو اسحاق زجاج وغیرہ کہتی ہین استقسام بالازلام حرام ہی اسلئی کہ یہہ علم الہی مین

علمه تعالى وهو غيب عنا ويدخل فيه ما يفعل في زماننا ويسمونه فال القران وفال دانيال ونحوهما فانها ليست من
مداخلت ہوتی ہی حالانکہ وہ ہمسی پوشیدہ ہی اور اسی مین داخل ہی جو اس زمانہ مین کرتی ہین اور اوسکا نام قرآن کی فال اور دانیال کی فال اور مانند اسکی کہہ چہوڑا ہی کیونکہ یہہ

الفال المحمود في الشرع بل هي من قبيل الاستقسام بالازلام فلا يجوز استعمالها ولا اعتقادها حقا لان فيها الخبر عن
طریقہ وہ فال نہین ہی جو شرع مین محمود ہو بلکہ یہہ بہی استقسام بالازلام کی جنس سی ہی سو اسکا عمل کرنا اور حق اعتقاد کرنا جایز نہین ہی کیونکہ اسمین غیب کی خبر

الغيب والتطير بالقران العظيم وانما الفال المحمود في الشرع التيمن والتبرك بالكلمة الموافقة للمراد كالراشد والنجيح على ما
اور قرآن کی ساتہہ تطیر ہی اور فال جو شرع مین محمود ہی وہ یہہ ہی کہ یمن اور برکت کسی کلمہ سی لینی جو مراد کی موافق ہو جیسی راشد یعنی راہ پانیوالا اور نجیح

روي عن انس انه عليه السلام كان يعجبه اذا خرج لحاجة ان يسمع يا راشد يا نجيح وفي حديث اخر انه عليه السلام
چنانچہ انس کی روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش آتا تہا کسی کار کو جاتی ہوئی کہ سن پاوین یا راشد یا یا نجیح اور ایک اور حدیث مین ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

كان يتفاول ولا يتطير وفي حديث اخر انه عليه السلام كان يحب الفال ويكره الطيرة قال العلماء انما كان النبي عليه الصلوة والسلام
فال لیا کرتی تہی اور تطیر نہین کیا کرتی تہی اور ایک حدیث مین ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فال کو محبوب رکہتی تہی اور تطیر کو مکروہ جانتی تہی علماء کہتی ہین کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

يجب التفاؤل ويكره الطيرة لان الطيرة فيها الحكم على الغيب وسوء الظن بالله تعالى وتوقع البلاء واما الفال فليس فيه الحكم
فال کو محبوب اور تطیر کو مکروہ گنجانتی تہی کہ تطیر مین غیب کی خبر اور اللہ تعالی کی جناب مین بدگمانی اور توقع بلاکی ہوتی ہی رہی فال سو اوسمین غیب کی
على الغيب بل فيه مجرد طلب الخير وحسن الظن بالله تعالى ورجاء حصول المراد فان الانسان عند ظهور سبب اذا رجى
خبر نہین ہوتی بلکہ اوسمین فقط خیر کی طلب اور اللہ تعالی کی جناب مین نیک گمانی اور امیدواری حصول مراد کی ہی بیشک انسان بروقت ظاہر ہونے سبب قوی یا ضعیف کی اگر اسکی امید
امل من الله تعالى خيرا ونعمة عند سبب قوي وضعيف فهو خير له واذا قطع رجاءه وامله من الله تعالى فهو شر له لقوله تعالى
خیر کی اور آرزو نعمت کی کری تو اوسکی حق مین بہتر ہی اور اگر اللہ تعالی سی اپنی امید منقطع کری تو اوسکی حق مین بری ہی کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی
إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ وقد ذكر في نصاب الاحتساب ان الرجل اذا خرج الى السفر فصاح العقعق
ناامید نہین ہوتا اسکی فیض سی مگر قوم منکر اور نصاب الاحتساب مین مذکور ہی کہ آدمی جب سفر کی لئی روانہ ہو اور کوا بولی پڑی
ورجع من سفره يكفر عند بعض المشائخ وذكر في المحيط ان الهامة اذا صاحت فقال رجل يموت المريض يكفر القائل
اور یہہ شخص سفر موقوف رکہی تو بعضی مشایخ کی نزدیک کافر ہوجاتا ہی اور محیط مین مذکور ہی کہ جغد کی آواز پر اگر کوئی شخص کہی بیمار مرجاویگا تو وہ شخص
عند بعض المشائخ ومثال التفاؤل ان يكون له حاجة فيسمع من يقول يا واجد فيقع في قلبه رجاء الوجدان او يكون
بعضی مشایخ کی نزدیک کافر ہوجاتا ہی اور فال کی یہہ مثال ہی کہ کسی شخص کو کچہہ مطلب پیش آوی وہ یہہ سن لی کہ کوئی کہتا ہی یا واجد یعنی ای پانیوالی پہر اسکی دل مین توقع اوس مطلب
له مرض فيسمع من يقول يا سالم فيقع في قلبه رجاء السلامة والفرق بين الفال والطيرة مع كون كل واحد منهما
شخص کو بیمار ہوا اور سنی کہ کوئی کہتا ہی یا سالم یعنی ای سلامت رہنی والی اب اوسکی دل مین امید سلامتی کی پیدا ہو اور فرق فال اور طیرہ مین باوجودیکہ دونون مین
استدلالا بالعلامة على عاقبة الامر ومآله ان الكلمة الحسنة التي تجري على لسان الانسان لدلالتها على المعنى الموافق
کار کی انجام اور مآل پر نشانیوں سی استدلال کرتی ہین یہہ ہی کہ نیک کلمہ جو انسان کی زبان پر گذرتا ہی اسلئی کہ مراد کی موافق معنون پر دلالت کرتا ہی تو اوس کا مراد پر
للمراد يمكن الاستدلال بها على المراد بخلاف طيران الطير وحركات البهائم واصواتها فانها لعدم دلالتها على معنى لا يمكن
استدلال کرنا ہوسکتا ہی یہہ بات جانور کی پرواز مین اور حیوان کی حرکات اور آوازون مین نہین ہی وہ کسی معنی پر دلالت نہین کرتی تو اوس سی
الاستدلال بها على شيء وان كان اهل الجاهلية جعلوا العبرة فيها تارة بحركاتها وتارة باصواتها وتارة بالوانها وتارة
کسی بات پر استدلال نہین ہوسکتا اگرچہ اہل جاہلیت نی اوسمین کئی اعتبار ٹہرائی ہین کبہی اونکی حرکات سی اور کبہی آوازون سی اور کبہی رنگون سی اور کبہی
باسمائها يتشاؤمون ببعضها ويتيمنون ببعضها فانهم كانوا يتشاؤمون بالعقاب على العقوبة وبالغراب على الغربة ويتيمنون بالهدهد على الهدى وكذلك كانوا
ناموں سی اور بعضی کو منحوس لیتی ہین اور بعضی کو برکت سمجہتی ہین اہل جاہلیت عقاب سی عقوبت یعنی عذاب کی نحوست لیتی تہی اور غراب کا غربت یعنی مسافری کی اور ہدہد سی ہدایت کی برکت لیتی تہی اور
بالسانح ويتشاؤمون بالبارح السانح ما مر من الطير او الوحش من جهة يسارك الى جهة يمينك والعرب كانوا يتيمنون به لامكان رميه وصيده
اور بارح سی نحوست لیتی تہی اور سانح وہ پرندہ یا وحشی ہی کہ بائین طرف سی داہنی طرف کو چلا جاوی عرب کی لوگ ایسی جانور کو مبارک سمجہتی تہی کیونکہ اوسکی تیر مارنا اور شکار کرنا
من غير انحراف والبارح ما مر من الطير او الوحش من جهة يمينك الى جهة يسارك والعرب كانوا يتشاؤمون لعدم
بدون گردش کی ممکن ہی اور بارح وہ پرندہ یا وحشی ہوتا ہی جو داہنی طرف سی بائین طرف چلا جاوی عرب کی لوگ اسکو نحس جانتی تہی
امكان رميه وصيده من غير الانحراف اذ كان من عادتهم انهم اذا خرجوا للحاجة ورأوا الطير او الوحش يمر بيمينه
کیونکہ اسکو تیر مارنا یا شکار کرنا بدون گردش کی نہین ہوسکتا قدیم عرب کی یہہ عادت تہی کہ جب کسی کام کی لئی باہر نکلتی اور کسی پرندہ یا وحشی کو دیکہتی کہ داہنی طرف کو
يتبركون به ويذهبون في حاجتهم وان رأوا الطير او الوحش يمر بيسرة يتشاءمون به ويرجعون الى بيوتهم وربما كانوا
چلا گیا تو اوسکو مبارک جان کر اپنی کام کو چلی جاتی اور اگر کسی پرندہ یا وحشی کو دیکہتی کہ بائین طرف چلا گیا تو اوسکو منحوس جان کر اپنی گہر میں آتی اور بعضی وقت
ينفرون الطيور والوحوش فينظرون انها ان اخذت ذات اليمين يتبركون بها ويذهبون في حاجتهم وان اخذت ذات الشمال
پرندہ کو اوڑا کر اور وحشی کو بہکا کر دیکہتی رہتی کہ اگر وہ داہنی طرف کو چلا گیا تو اوسکو مبارک سمجہکر اپنی کار وبار کو چلی جاتی اور اگر بائین طرف کو چلا گیا

يتشاؤمون بها ويرجعون عن حاجتهم فنهى النبي عليه الصلوة والسلام عن ذلك بقوله اقروا الطير على وكناتها

تو منحوس جانکر کار وبار سی رکی ہوتی تھی سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی اس عادت سی روکدیا فرمایا جانور کو گھونسلی میں بیٹھا رہنی دو

وروى عن معاوية بن حكم انه قلت يا رسول الله كنا نتطير قال ذلك شئ يجده احدكم في نفسه فلا يصدنكم

اور معاویہ بن حکم سی روایت ہی کہتا ہی کہ میں نی عرض کیا یا رسول اللہ ہم تطیر کیا کرتی تھی آپ نی فرمایا یہہ تمہاری دل کی وہمی اعتقاد ہین سو اسکی لئی کار وبار بند کرو

يعني ان ذلك شئ يجده في النفوس من قبل الظنون التي تقربكم بحكم البشرية من غير ان يكون له تاثير في شئ

مراد یہہ ہی کہ یہہ ایسی بات جو دلوں میں آتی ہی تو وہمی بشریت کی جہت سی پیدا ہوتا ہی صرف ہی تاثیر اسمین نہ سمجھو

من النفع والضر فلا يصدنكم عما تتوجهون اليه من مقاصدكم وقد جاء في حديث اخرانه عليه السلام قال

نفع و کوئی ضرر سو یہہ وہم تمکو کار بار مقصود کی آمد رفت سی نہ روک دی اور ایک اور حدیث میں آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

من ردته الطيرة عن حاجة فقد اشرك قيل وما كفارته يا رسول الله فقال ان يقول اللهم لا طير الا طيرك

جسکو کار بار سی بدشگونی روک رکہی وہ مشرک ہی کسی نی پوچھا یا رسول اللہ اسکا کفارہ کیا ہی آپ نی فرمایا یہہ کہنا چاہئی اللہم الی آخرہ یعنی کوئی فال بری

ولا خير الا خيرك ولا اله غيرك ثم يمضي الى حاجته يعني ان كل ما يصيب الانسان من الخير والشر والنفع والضر

دل کی اور کسو کی خیر سوای تیری خیر کی اور نہیں کوئی معبود سوا تیری پہر اپنی کام کو چلا جاوی مراد یہہ ہی کہ انسان کو جو بہلائی اور برائی اور نفع اور ضرر

واليمن والشوم لا يصيبه الا بقضائك وتقديرك وحكمك ومشيتك وفي حديث اخر رواه ابن مسعود انه عليه السلام قال

اور برکت اور نحوست پیش آتی ہی مدد ول سری قضا اور تقدیر اور تیری حکم اور مرضی کی نہیں ہی اور ایک اور حدیث میں ابن مسعود کی روایت سی ہی کہ نبی علیہ السلام

الطيرة شرك الطيرة شرك قال ثلثا وما منا الا ولكن الله تعالى يذهبه بالتوكل وقيل قول وما منا الا ليس من كلام النبي

نی فرمایا شگون شرک ہی تین بار فرمایا اور کوئی ایسا نہیں جو دل میں خیال نہ لاوی لیکن اللہ تعالی اسکو توکل کی برکت سی دفع کردیتا ہی اور کہتی ہیں کہ اتنا کلام وما منا الا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

بل هو من كلام ابن مسعود وفيه حذف اختصار ومعناه ليس منا الا من يقع في قلبه عند ذلك شئ من ذلك على ما جرت

بلکہ یہہ کلام ابن مسعود کا کلام ہی اسمین ہی واسطی اختصار کی حذف سوا ہی اسکی یہہ معنی ہیں کہ آدمی ایسی جو ہی سو اسکی دل میں اوس وقت کچہہ نہ کچہہ اس قسم کا خیال آتا ہی

به العادة لكن لا يستقر فيه بل يحسن اعتقاده بان لا مؤثر الا الله فيساله الخير ويستعيذ به من الشر ويمضي على

چنانچہ یہی عادت جاری ہی سو وہ خیال جم نہیں جاتا بلکہ اسکا اعتقاد درست ہوتا ہی کہ سوای اللہ تعالی کی کوئی موثر نہیں سو اسی سی بہلائی طلب کرتا ہی اور برائی سی پناہ مانگتا ہی

مقصوده متوكلا عليه يسر الله تعالى علما موافقا لرضائه بلطفه وفضله وكرمه المجلس الاربعون في

اور اسپر بہروسا کرکی اپنی مقصود کی طرف چلا جاتا ہی اللہ تعالی اپنی لطف اور فضل اور کرم سی ایسا عمل آسان کری جو اسکی مرضی کی موافق ہی چالیسویں مجلس بیچ

بيان استحسان التاني في عمل الدنيا دون الاخرة

بیان خوبی درنگ کی دنیا کی کار بار میں سوای اعمال آخرت کی

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التؤدة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا درنگ

في كل شئ الا في عمل الاخرة هذا الحديث من حسان المصابيح رواه مصعب بن سعد عن ابيه ومعناه ان

ہر شی میں اچہی مگر آخرت کی عمل میں یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی مصعب بن سعد اپنی باپ سی روایت کرتا ہی اور اسکی معنی یہہ ہیں کہ

التاني مستحسن في جميع الامور الا في عمل الاخرة فان التاني فيه غير مستحسن اذ لا شك في كونه خيرا فلا خير في تاخيره

درنگ و تامل تمام امور میں بہتر ہی سوای اعمال آخرت کی سو اسمین درنگ اور تامل خوب نہیں ہی اسلئی کہ اسکی خوبی میں شک نہیں ہی سو اسکی تاخیر میں خوبی نہیں

بل المستحسن فيه المسارعة اليه بقوله تعالى وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ

بلکہ اسمین جلدی خوب ہوتی ہی اس آیت سی اور دوڑو بخشش پر اپنی رب کی اور جنت پر جسکا پہیلاو ہی آسمان اور زمین طیار ہو گئی ہی

لِلْمُتَّقِينَ واما امور الدنيا فلا يعلم انها خير فيعمل بها او شر فيحترز عنها فلذلك شرعت المسارعة فيها فان هذا علم

واسطی پرہیزگاروں کی اور رہی دنیا کی کار وبار سو یہہ معلوم نہیں ہوتا کہ نیک ہی کیا چاہئی یا برا ہی اس سی بچا چاہئی سو اسکی اوسمین جلدی شروع ہوئی بہاگ گیا

بسبب

يستحب له ان يشاور فيه لما روي انه عليه السلام كان يشاور اصحابه في جميع الامور حتى حوائج بيته وروي
تو مستحب ہی کہ اوسمیں مشورہ کرلی باعتبار اس روایت کی کہ نبی علیہ السلام اپنی اصحاب سی تمام کاموں میں مشورہ کیا کرتی یہاں تک کہ گہر کی کاموں میں اور نقل ہی
عن علي انه قال ما هلك امرء عن المشاورة وقيل لو شاور آدم عليه السلام الملائكة في اكله من الشجرة المنهية لما وقع فيما
روایت ہی کہ آپ نی فرمایا مشورہ کرنی سی کوئی ہلاک نہیں ہوا اور کہتی ہیں کہ اگر آدم علیہ السلام فرشتوں سی مشورہ کرلیتی گیہوں کہانی میں تو اوس مصیبت میں آتی
وقع وقيل افراد الانسان ثلثة اقسام رجل ونصف رجل ولا شيء فالرجل من له رأي صائب ويشاور ونصف الرجل
جو آئی اور کہتی ہیں کہ بنی آدم تین قسم کی ہیں پورا مرد اور آدہا مرد اور نکما سو پورا مرد وہ ہی جو خود دانا ہو پہر مشورہ کری اور آدہا مرد وہ ہی
من له رأي صائب لكن لا يشاور او يشاور لكن ليس له رأي صائب ولا شيء من ليس له رأي صائب ولا يشاور فباجتماع
جو دانا تو ہو پر مشورہ نکری یا مشورہ تو کری پر خود دانا نہو اور نکما وہ ہی جو نہ خود دانا ہو اور نہ مشورہ کری پس دو نوبات کی
الامرين الرجل تام وباتصاف احدهما نصف وبانتفائهما لا شيء والاحاديث الصحيحة الواردة في المشاورة كثيرة
جمع ہونی سی مرد پورا ہوتا ہی اور ایک بات سی آدہا ہوتا ہی اور جب دونوں بات کم ہوں تو نکما ہی اور صحیح حدیثیں جو مشورہ کی باب میں آئی ہیں بہت ہیں اور اوسکی
ويغني عن جميعها وشاورهم في الامر فانه عليه السلام مع كونه اكمل الخلق ولم يكن احد افطن منه امر
دلیل یہہ آیت کافی ہی اور مشورہ لی اونسی سو نبی علیہ السلام کو باوجود کہ سب سی زیادہ کامل اور اونکی برابر کوئی فہمیدہ نہ تہی حضرت مشورہ کرنی کا حکم ہی
بالمشاورة في هذه الآية فما الظن لغيره لكن من يريد المشاورة لامر يستحب له ان يشاور فيه جماعة من اهل
اس آیت میں پہر اوروں پر تیرا کیا خیال ہی لیکن جو شخص کسی کام میں مشورہ کا ارادہ کری تو اوسکو مستحب ہی کہ مشورہ ایک جماعت اہل بصیرت دانا سی کری
البصيرة يكون اقلهم عشرة ويعلم من حالهم النصيحة والشفقة ويثق بدينهم وصدقهم وورعهم وعلمهم
کم سی کم دس تو ہوں اور اونکی حال عادت سی خیر خواہی اور شفقت معلوم ہوتی ہو اور اونکی دین اور راستی اور پرہیزگاری اور علم پر اعتماد ہو
ويعرفهم مقصوده من ذلك الامر ويبين لهم ما فيه من المصلحة والمفسدة ان علم شيئا من ذلك وان
اور اوس کام میں سی اپنا مقصود اونکو جتلا دی اور جو جو اوسمیں خوبی اور برائی ہو اگر کچہ جانتا ہو تو سب اونکی سامنی بیان کردی اور اگر
لم يجد منهم الا واحدا يشاور ذلك الواحد عشر مرات وان لم يجد واحدا يرجع الى امرأته والى امرأة اخرى يجوز
سوا ایک شخص کی کہ جس سی مشورہ کری کوئی نملی تو اوسی ایک شخص سی دس مرتبہ مشورہ کرلی اور اگر ایک بہی میسر نہو تو اپنی بی بی سی رجوع کری یا کسی اور عورت سی
مكالمته ويشاورها وبعد المشاورة يخالفها او في مخالفتها خير وبركة وقد روي انه عليه السلام قال
جس سی بات چیت کرنی جایز ہو اور بعد مشورہ کی اوسکا خلاف کری اوسکی خلاف میں خیر اور برکت ہوتی ہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا
شاوروهن وخالفوهن وحكي ان واحدا من اهل الشام شاور امرأته في ايام فتنة يزيد ان يطرح نفسه من
کہ عورتوں سی مشورہ کرو اور خلاف کرو اور حکایت ہی کہ اہل شام میں سی کسی اپنی بی بی سی جس وقت یزید کا فتنہ برپا تہا یہہ مشورہ کیا کہ میں چہت پر سی نیچی گر پڑوں
السطح فقالت لا تطرح فخالفها وطرح نفسه من السطح فانكسر رجله فلما اصبح جاء اعوان يزيد ليرسلوه
سو بی بی کہا مت گرنا پر وہ شخص اوسکی خلاف کرکر چہت پر سی نیچی گر پڑا اور اوسکی ٹانگ ٹوٹ گئی جب صبح ہوئی تو یزید کی نوکر چاکر آئی تاکہ اوسکو
الى محاربة الحسين فلما راوا حاله تركوه فنجى من شقاوة الدنيا والآخرة ببركة عمله بالحديث لان من اكره
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مقابلہ پر روانہ کریں جب اوسکا یہہ حال دیکہا تو معاف کیا سو وہ شخص دنیا اور دین کی بدبختی سی بچ گیا اس برکت سی کہ حدیث پر عمل کیا تہا کیونکہ جس پر
بقتل او قطع عضو على قتل مسلم لا يجوز له ان يقتله بل يلزمه ان يصبر حتى يقتل فان قتله يكون آثما اذ
قتل کی یا قطع اعضا کی زبردستی کیجاوی واسطی قتل مسلم کی تو اوسکو جایز نہیں کہ مسلم کو قتل کری بلکہ اوسکو یہہ لازم ہی کہ صبر کری اور اپنی جان دی اور اگر اوس مسلم کو قتل کریگا تو گنہگار ہوگا کیونکہ
لا يستباح قتل مسلم بضرورة ما ثم يجب على المستشار بذل الوسع وعمل الفكر في النصيحة وترك الخيانة في
کسی ضرورت میں بہی قتل مسلم کا مباح نہیں ہی پس مشورہ دینی والی پر واجب ہی تا مقدور کوشش کرکر خیر خواہی کا فکر کری اور مشورہ میں ہرگز خیانت نکری

للمشاورة لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال المستشار مؤتمن وفي حديث اخر انه عليه السلام

قال لا يؤمن احدكم حتى يحبّ لاخيه ما يحبّ لنفسه وفي حديث اخر قال من اشار الى اخيه بامر يعلم ان

الرشد في غيره فقد خانه فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان من استشار اخاه المسلم في امر فقال المستشار

ان المصلحة في فعله وهو يعلم او يظن ان المصلحة في عدم فعله فقد خانه واذا اشار وظهر كونه مصلحة

يلزمه ان يقبل ذلك المستشار لكن بعد ان يستخير الله تعالى في ذلك بالاستخارة التي رواه البخاري في صحيحه

عن جابر انه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا الاستخارة في الامور كلها كما يعلمنا السورة من القران فيقول

اذا همّ احدكم بالامر فليركع ركعتين من غير الفريضة ثم ليقل اللّهمّ اني استخيرك بعلمك واستقدرك بقدرتك و

اسالك من فضلك العظيم فانك تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغيوب اللّهمّ ان كنت

تعلم ان هذا الامر خير لي في ديني ومعاشي وعاقبة امري وعاجله واجله فاقدره لي ويسره لي ثم

بارك لي فيه وان كنت تعلم ان هذا الامر شر لي في ديني ومعاشي وعاقبة امري وعاجله واجله فاصرفه

عني واصرفني عنه واقدر لي الخير حيث كان ثم ارضني به قال العلماء يستحب الاستخارة بالصلوة

والدعاء المذكور في جميع الامور كما صرح به في الحديث المذكور ويكون الصلوة ركعتين من النافلة والظاهر انها

تحصل بركعتين من السنن الرواتب وتحية المسجد وغيرها من النوافل ولو تعذرت الصلوة يستخير بالدعاء المذكور

واذا استخار يستخير سبع مرات ثم يمضي بعدها لما ينشرح له صدره لما روي عن انس انه عليه السلام قال له

يا انس اذا هممت بامر فاستخر ربك فيه سبع مرات ثم انظر الى الذي سبق الى قلبك فانه الخير فيه هكذا ينبغي ان يفعل

عباد الله المؤمنين اذا عزم امر من امور الدين والدنيا فيكون الاستخارة في امور الدين كالحج والجهاد ومسائل

الخیرات علی تعیین الوقت لا علی نفس الفعل وفی امور الدنیا علی نفس الفعل واما الجهلة والفسقة الذین
خیرات واسطے شتابی وقت کی ہوتا ہے اسی فعل کی بابت نہیں ہوتا اور امور دنیاوی میں صرف فعل پر ہوتا ہے یعنی کریں یا نکریں اور وقت کا ٹہرانا نہیں ہے اور جاہل و فاسق
ضلوا عن طریق الحق وخرجوا عن سواء السبیل اذا عزم احدهم علی امر یذهب الی صاحب الرمل والحصی والشعیر
جو راہ حق سے بہکے ہیں اور سیدھی راہ سے خارج ہیں جب وہ کسی کام کا عزم کرتے ہیں تو رمال اور کنکریوں والے اور جو والے
والباقلاء فیلعبون بعقله ویزداد بسؤالهم جهلا وخسارة بصدقهم فیما یقولون له ویعطیهم علی ذلك اجرة
اور باقلا والے پاس جاتا ہے سو وہ لوگ اوسکو بنالاسا دیتے ہیں اور اوسی پوچھنے کر اور بھی جہل اور خسارت زیادہ ہو جاتی ہے کیونکہ اونکی قول کی تصدیق کرتا ہے اور اوسپر اونکو مزدوری دیتا
ولا یعلم ذلك المسکین انه بذلك ینهدم دینه ودنیاه لما ذکر فی شرح العقائد ان تصدیق الکاهن بما یخبره
اور بیچارہ کو یہ خبر نہیں کہ اس سے دین اور دنیا سب تباہ ہوئی اسلئے کہ شرح عقاید میں مذکور ہے کہ سبب کی خبروں میں کاہن کو سچا سمجھنا کفر ہے
عن الغیب کفر لقوله علیه السلام من اتی کاهنا فصدقه بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد والکاهن هو المخبر
کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اوسکی قول کو سچا مانا بیشک کافر ہوا اون آیات سے جو محمد پر نازل ہوئی ہیں اور کاہن وہ ہی ہوتا ہے جو غیب کی
عن الغیب سواء کان بالرمل او الحصی او الشعیر او غیر ذلك فذلك کله حرام لکونه من قبیل الطیرة المنهی عنها ومن قبیل
خبر دیتا ہے برابر ہے کہ رمل سے ہو یا کنکریوں سے یا جو سے یا سوا اسکی اور سے یہ سب حرام ہے کیونکہ یہ طیرہ کی طرح کا ہے جسکی نہی ہو گئی ہے اور
الاستقسام بالازلام والطیرة مصدر بمعنی التطیر واصل التطیر التفاؤل بالطیر ثم استعمل فی کل ما یتفاول به ویعد
استقسام بالازلام کی مانند ہے اور طیرہ مصدر ہے تطیر کی معنوں میں اصل میں تطیر کی معنی ہیں طیر سے فال لینی پھر ہر ایک فال میں جو منحوس ہوتی ہو مستعمل ہو گیا
شؤما سواء کان طیرا او غیره وقد روی انه علیه السلام قال الطیرة شرك یعنی انها من اعمال الشرك کما حکاها
برابر ہے کہ طیر ہو یا کچھ اور ہو اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا طیرہ شرک ہے مراد یہ ہے کہ طیرہ شرک کی اعمال میں داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالی
الله تعالی عنهم فی مواضع من کتابه فانهم کانوا یتشاءمون بالانبیاء واتباعهم وسبب تشاؤمهم بهم ان الانبیاء
اونکی طرف سے اپنی کتاب میں کئی جگہ حکایت کرتا ہے وہ لوگ انبیاء علیہم السلام اور اونکی اتباع کو منحوس سمجھتے تھے اور سبب منحوس سمجھنے کا یہ تھا کہ انبیا جو اونکو
لما دعوا الی دین غیر مألوف لهم استغربوه واستقبحوه ونفرت عنه طباعهم اذ من عادة الجهلة والفسقة
سیا دین سکہاتے تھے تو اوسکو غریب دیکھ کر قبیح جانتے تھے اور اونکی طبیعت اوس سے نفرت کرتی تھی کیونکہ جاہلوں اور فاسقوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جو اونکی خواہش کی
ان یتیمنوا بکل ما یوافق هواهم وان کان جالبا لکل شر ووبال وان یتشاءموا بکل ما یخالف هواهم وان کان
موافق ہو اوسکو مبارک جانتے ہیں اگرچہ سراسر بد اور وبال ہو اور جو اونکی خواہش کی خلاف ہو اوسکو منحوس سمجھتے ہیں اگرچہ
جاذبا لکل خیر ونوال والاستقسام طلب معرفة ما قسم مما لم یقسم والازلام القداح التی کان اهل الجاهلیة
سراسر خیر برکت ہو اور استقسام کی معنی طلب کاری معلوم کرنے مقسوم کی غیر مقسوم میں سے اور ازلام قمار کی تیر ہوتے ہیں جن پر جاہلیت کی لوگ
یکتبون علیها الامر والنهی او یکتبون علی بعضها افعل او امرنی ربی وعلی بعضها لا تفعل او نهانی ربی ویضعونها فی وعاء
امر اور نہی لکھ دیتے تھے اور کسی پر افعل یعنی کر یا امرنی ربی یعنی یہ حکم رب کا ہے اور کسی پر لا تفعل یعنی مت کر یا نہانی ربی یعنی حکم رب کا نہیں لکھدیتے تھے
فاذا اراد احدهم امرا ادخل یده فی ذلك الوعاء واخرج قدحا فان خرج ما فیه الامر مضی لما قصد وان خرج ما فیه
اور لکھ اونکو ایک ترکش میں رکھدیتے تھے پھر جب کوئی کچھ کام کرنیکو ہوتا تو اوس برتن میں ہاتھ ڈالکر ایک تیر نکالتا اگر ایسا تیر نکلا جسپر اجازت تھی تو اپنا کار شروع کرتا اور اگر ایسا نکلا
النهی کف عما قصده وقال سعید بن جبیر کان لاهل الجاهلیة حصیات قدام اصنامهم اذا اراد احدهم امرا من السفر
جسمیں ممانعت تھی تو اوس کار سے رہ جاتا اور سعید بن جبیر کہتے ہیں اہل جاہلیت بتوں کی سامنے کنکریں رکھا کرتے تھے جب کوئی شخص سفر وغیرہ کسی کار کا ارادہ کرتا
وغیره استقسم بها ای طلب بها علم ما قسم له من الاقدام والاحجام وقال ابو اسحق الزجاج وغیره الاستقسام
تو استقسام کرتا یعنی اوس سے اپنی قسمت کا حال معلوم کرتا یعنی اوس کام کی کرنے اور نکرنے میں ہدایت کرتا اور ابو اسحاق زجاج وغیرہ کہتے ہیں کہ ازلام سے

بالازلام حرام لانه دخول في علمه تعالى وهو غيب عنا ويدخل فيه ما يفعل في زماننا ويسمونه فال دانيال ونحوها
خیر اور شر دریافت کرنا حرام ہے کیونکہ علم الٰہی میں مداخلت ہوتی ہے اور وہ ہمسے پوشیدہ ہے اور اسی میں داخل ہے جو اب ہمارے زمانہ میں کرتے ہیں اور اوسکا نام فال دانیال رکھے جیسے اور ہے

فانها ليست من الفال المحمود في الشرع بل هي من قبيل الاستقسام بالازلام فلا يجوز استعمالها ولا اعتقادها
اور اوسکی مانند تو ایسی فال شرع میں محمود نہیں ہے بلکہ یہ ایسی ہی ہے جیسے تیروں سے قسمت کا دریافت کرنا سو اسکا استعمال جائز ہے اور نہ اسکی حقیقت کا اعتقاد

حقا لان فيها الخبر عن الغيب والتطير بالقران العظيم وانما الفال المحمود في الشرع التيمن والتبرك بالكلمة
کیونکہ اسمیں غیب کی خبر سناتے ہیں اور قرآن عظیم سے تطیر کرتے ہیں شرع میں فال محمود وہ ہے جو خیر اور برکت کسی کلمہ سے لیوے کہ مراد کی موافق ہو

الموافقة للمراد كالراشد والنجيح على ما روى عن انس انه عليه السلام كان يعجبه اذا خرج لحاجة ان يسمع يا راشد
جیسے راشد اور نجیح موافق روایت انس کی کہ نبی علیہ السلام کو پسند آتا تھا جب کسی کار کو تشریف لیجاتے سننا یا راشد یا نجیح کا

يا نجيح وفي حديث اخر انه عليه السلام كان يتفاءل ولا يتطير وفي حديث اخر انه عليه السلام كان يحب الفال
اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام فال لیا کرتے تھے اور تطیر نہیں کرتے تھے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام فال کو محبوب رکھتے تھے

ويكره الطيرة قال العلماء انما كان النبي عليه السلام يحب التفاؤل ويكره الطيرة لان الطيرة فيها الحكم على الغيب
اور تطیر کو مکروہ علماء کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام اسلئے فال کو محبوب اور طیرہ کو مکروہ جانتے تھے کہ طیرہ میں غیب پر حکم ہوتا ہے

وسوء الظن بالله وتوقع البلاء واما الفال فليس فيه الحكم على الغيب بل فيه مجرد طلب الخير وحسن الظن بالله تعالى
اور اللہ کی نسبت بدگمانی اور مصیبت کی توقع ہوتی ہے اور فال میں غیب پر حکم نہیں ہوتا بلکہ فال میں صرف خیر کی طلب اور اللہ تعالیٰ کی نسبت گمان نیک

ورجاء حصول المراد فان الانسان عند ظهور سبب اذا رجى وامل من الله تعالى خيرا ونعمة فهو خير له واذا
اور مراد حاصل ہونی کی آرزو ہوتی ہے پس انسان کسی سبب سے اگر اللہ تعالیٰ سے خیر اور نعمت کی آرزو کرے اور امیدوار ہو تو یہ اسکی حق میں بہتر ہے اور اگر

قطع رجاءه وامله من الله تعالى فهو شر له لقوله تعالى وَلَا يَاْيْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ وقد
اللہ تعالیٰ سے اپنی امید قطع کی اور نا امید ہوا تو یہ برا ہے دلیل اس آیت کی نا امید نہیں ہوتا اللہ کی فیض سے مگر قوم منکر اور

ذكر في نصاب الاحتساب ان الرجل اذا خرج الى سفر فصاح العقعق ورجع من سفره يكفر عند بعض المشائخ وذكر
نصاب الاحتساب میں مذکور ہے کہ کوئی شخص اگر سفر کی لئے روانہ ہوا اسمیں ناگاہ کوا بول پڑا اور اوسی سفر سے موقوف کیا تو بعض مشایخ کی نزدیک کافر ہو جاتا ہے اور

في المحيط ان الهامة اذا صاحت فقال رجل يموت المريض يكفر القائل عند بعض المشائخ ومثال التفاؤل ان
محیط میں مذکور ہے کہ چغد یا بوم کی بولی پر اگر کوئی کہے بیمار مر جاویگا تو یہ کہنے والا بعض مشایخ کی نزدیک کافر ہو جاتا ہے اور فال کی یہ مثال ہے

يكون له حاجة فيسمع من يقول يا واجد فيقع في قلبه رجاء الوجدان او يكون له مرض فيسمع من يقول
کسیکو کچھ کار درپیش ہو تو وہ اتفاقاً یہ سنے کہ کوئی کہتا ہے یا واجد اسی اوسکی دلمیں توقع اسلوبی کار کی پیدا ہو جاوے یا کوئی بیمار ہو وہ یہ سنے کوئی کہتا ہے

يا سالم فيقع في قلبه رجاء السلامة والفرق بين الفال والطيرة مع كون كل واحد منهما استدلالا بالعلامة
یا سالم اب اوسکی دلمیں توقع صحت سلامتی کی پیدا ہو جاوے اور فرق فال اور طیرہ میں باوجودیکہ دونوں میں علامت اور نشانی سے

على عاقبة الامر وماله ان الكلمة الحسنة التي تجري على لسان الانسان لدلالتها على المعنى الموافق للمراد يمكن
انجام اور مآل کار پر استدلال کرتے ہیں یہ ہے کہ نیک کلمہ جو انسان کی زبان پر آجاتا ہے چونکہ وہ مراد کی موافق معنوں پر دلالت کرتا ہے تو اوس سے مراد پر

الاستدلال بها على المراد بخلاف طيران الطير وحركات البهائم واصواتها فانها لعدم دلالتها على معنى لا يمكن
استدلال ہو سکتا ہے برخلاف جانور کی پرواز اور چارپایوں کی حرکات اور آوازوں کی کیونکہ اسمیں کسی طرح کی دلالت نہیں ہے تو اس سے کسی شے پر

الاستدلال بها على شيء وان كان اهل الجاهلية جعلوا العبرة فيها تارة بحركاتها وتارة باصواتها وتارة بالوانها
استدلال نہیں ہو سکتا اگرچہ اہل جاہلیت نے اسمیں سے معنی مقرر کر رکھے ہیں کبھی حرکات سے کبھی آوازوں سے کبھی رنگوں سے

وتارة باسمائها ويتشاءمون ببعضها ويتيمنون ببعضها فانهم كانوا يتشاءمون بالغراب على الغربة وبالعقاب
کبھی ناموں سے اور بعضوں کو منحوس جانتے ہیں اور بعضوں کو مبارک سمجھتے ہیں جاہلیت والے عرب سے غربت کی نحوست مانتے تھے اور عقاب سے

على العقوبة ويتيمنون بالهدهد على الهدى وكذلك كانوا يتبركون بالسانح ويتشاءمون بالبارح والسانح
عقوبت کی نحوست سمجھتے تھے اور ہدہد سے ہدایت کی برکت کے قائل تھے اور ایسے ہی سانح کو مبارک وبارح کو منحوس جانتے تھے اور سانح

ما يمر من الطير والوحش من جهة يسارك الى جهة يمينك والعرب كانوا يتيمنون به لامكان رميه
وہ پرندہ جانور یا وحشی ہوتا ہے جو سامنے بائیں طرف سے داہنی طرف کو چلا جاوے اور عرب اسکو بہت مبارک مانتے تھے کیونکہ اسکا شکار

وصيده من غير انحراف والبارح ما يمر من الطير والوحش من جهة يمينك الى جهة يسارك والعرب كانوا يتشاءمون
تیر سے بغیر گردش کی ہو سکتا ہے اور بارح وہ جانور اور وحشی ہوتا ہے جو تیری داہنی طرف سے بائیں طرف کو چلا جاوے اور عرب ایسے کو منحوس شمار کرتے تھے

به لعدم امكان رميه وصيده من غير انحراف اذ كان من عادتهم انهم كانوا اذا خرجوا لحاجة ورأوا الطير
کیونکہ اسکا شکار تیر سے بدون گردش کی ممکن نہیں ہے کیونکہ انکی یہ عادت تھی کہ جب کسی کام کو نکلتے اور دیکھتے کہ پرندہ

او الوحش يمر بيمينه يتبركون به ويذهبون في حاجتهم وان رأوا الطير او الوحش يمر بيسيره يتشاءمون به ويرجعون
یا چرند داہنی طرف کو جاتا ہے تو اسکو مبارک جانتے اور اپنے کام کو چلے جاتے اور اگر دیکھتے کہ پرندہ یا وحشی بائیں طرف کو جاتا ہے تو اسکو منحوس جانتے اور لوٹ آتے

الى بيوتهم وربما كانوا ينفرون الطيور والوحوش فينظرون انها اى جهة اخذت ذات اليمين فيتبركون بها ويذهبون في
گھر کو لوٹ آتے اور بعضی دفعہ جانوروں کو اڑا کر اور چار پاؤں کو بدکا کر دیکھتے کہ وہ اگر داہنی طرف کو چلا تو اسکو مبارک سمجھ کر اپنے کاروں کو نکلتے

حاجتهم وان اخذت ذات الشمال يتشاءمون بها ويرجعون عن حاجتهم فنهى النبي عليه السلام عن ذلك بقوله
اور اگر وہ بائیں طرف کو روانہ ہوا تو منحوس مانکر اپنے کام سے لوٹ آتے سو نبی علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا

اقروا الطير على وكناتها وروى عن معاوية بن حكم انه قال قلت يا رسول الله كنا نتطير قال ذلك شئ يجده احدكم
کہ جانوروں کو گھر میں بیٹھا رہنے دو اور معاویہ بن حکم سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم تطیر کیا کرتے تھے تب آپ نے فرمایا یہ ایک بات ہے جو تمہاری

في نفسه فلا يصدنكم يعني ان ذلك شئ يوجد في النفوس من قبل الظنون التي تقربكم بحكم البشرية من غير
دل میں پیدا ہوتی ہے سو یہ تمکو کام سے نہ روکے مراد یہ ہے کہ یہ وہمی بات ہے دل میں پیدا ہوتی ہے جیسی خیالات بشریت کی جہت سے آجاتی ہیں کسی بات میں

ان يكون له تأثير في شئ من النفع والضرر فلا يصدنكم عما تتوجهون اليه من مقاصدكم وقد جاء في حديث
نفع ضرر کی اسمیں اصلا تاثیر نہیں ہے سو اس خیال کی مارے اپنی مقصود کی توجہ سے بند ہونا نہ چاہیئے اور ایک اور حدیث میں آیا ہے

آخر انه عليه السلام قال من ردته الطيرة عن حاجته فقد اشرك فقيل ما كفارته يا رسول الله قال يقول اللهم
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص طیرہ کو مانکر اپنی کار سے باز رہے سو وہ مشرک ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اسکا کفارہ کیا ہے فرمایا یہ دعا پڑھے

لا طير الا طيرك ولا خير الا خيرك ولا اله غيرك ثم يمضي الى حاجته يعني ان كل ما يصيب الانسان من الخير و
نہیں کوئی طیر مگر تیری طیر اور نہیں کچھ خیر سوائے تیری خیر کے اور نہیں کوئی معبود سوائے تیرے پھر پڑھ کر اپنے کام کو چلا جاوے مراد یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ پیش آتا ہے خیر اور

الشر والنفع والضرر واليمن والشوم لا يصيبه الا بقضائك وتقديرك وحكمك ومشيئتك وفي حديث
شر اور نفع اور نقصان اور برکت اور نحوست وہ بدون تیری قضا اور تیری تقدیر اور تیرے حکم اور تیری مرضی کے نہیں اور ایک اور حدیث

آخر رواه ابن مسعود انه عليه السلام قال الطيرة شرك الطيرة شرك قاله ثلثا وما منا الا ولكن الله
میں ابن مسعود کی روایت سے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا طیرہ شرک ہے طیرہ شرک ہے اسکو تین بار فرمایا اور ہم میں کوئی ایسا نہیں جو خیال نکرے پر اللہ تعالی

يذهبه بالتوكل وقيل قوله وما منا الا ليس من كلام النبي صلى الله عليه وسلم بل هو من كلام ابن مسعود رضي
اسکو توکل سے دفع کرتا ہے کہتے ہیں کہ یہ لفظ وما منا الا حدیث میں کا نہیں ہے بلکہ یہ کلام ابن مسعود کا ہے

حذف واختصار ومعناه لیس منا الا من یقع فی قلبه عند ذلک شیٔ من ذلک علی ما جرت به العادة
کچہ محذوف اور مختصر ہی اسکی یہہ معنی ہین کہ ہم مین ایسا کوئی نہین کہ اوسوقت اوسکی دلمین کچہ وہم وخطرہ نہ آ دی کیونکہ یہہ بہی عادت پڑی ہوئی ہی
لکن لا یستقر فیه بل یحسن اعتقاده بان لا موثر الا الله فیسأله الخیر ویستعین به من الشر ویمضی
پہر وہ دلمین نہین ٹہرتا بلکہ اعتقاد درست ہوجاتا ہی کہ سوائی اللہ تعالی کی کوئی کچہ اثر نہین کرتا ہم وہ بندہ خدا سی خیر مانگتا ہی اور برائی سی پناہ
علی مقصوده متوکلا علیه یسرنا الله تعالی عملا موافقا لرضائه بلطفه وکرمه وفضله المجلس
اور خدا پر بہروسا کرکی اپنی کام لگتا ہی الہی عمل اپنی مرضی کی موافق اپنی لطف وکرم اور فضل سی ہمپر آسان کردی
الحادی والاربعون فی سبب نزول البلیات وسبب دفعها من التوبة والدعوات
اکتالیسوین مجلس مین نزول بلا کی اسباب کا اور اوسکی دفع کی اسباب کا بیان جو توبہ اور استغفار کی اور دعا
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا فعلت امتی خمس عشرة خصلة حل بها البلاء وهذا الحدیث
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جب میری امت پندرہ عادتین اختیار کرلیگی تو اونپر بلا نازل ہوگی یہہ حدیث
من صحاح المصابیح رواه علی بن ابی طالب وعد هذه الخصال وقال اذا اتخذ الفیٔ دولا والامانة مغنما
مصابیح کی صحیح حدیثون میں سی ہی علی بن ابی طالب کی روایت سی اور وہ عادتین گن دین اور فرمایا جب فیٔ یعنی غنیمت کو دولت سمجہ لیں اور امانت کو لوٹ
والزکوٰة مغرما واطاع الرجل امراته وعق امه وبر صدیقه وجفا اباه وظهر الاصوات فی المسجد وساد
اور زکوٰۃ کو ڈنڈہ اور مرد جورو کا فرمان بردار ہو جاوی اور ماں سی سرکشی کری اور دوست سی احسان کری اور باپ پر جفا کری اور مسجدون مین پکارکر بولین اور قوم کا سردار
القبیلة فاسقهم وکان زعیم القوم ارذلهم واکرم الرجل مخافة شره وظهرت المغنیات والمعازف و
اونہین مین سی بدکار ہو اور رئیس قوم کا اونہین کا ذلیل تر ہو اور مرد کی عزت اوسکی بدی کی خوف سی کریں اور گانی والیان اور باجی ظاہر ہوجاوین اور تال طنبورہ وغیرہ
شرب الخمر ولبس الحریر ولعن آخر هذه الامة اولها فعند ذلک یکون الناس مستحقین لنزول البلاء علیهم فعلم
اور شراب پینی لگیں اور حریر پہنا شروع کریں اور پچہلی امت پہلی امت پر لعنت کرنی لگی تو اب یہہ لوگ سزاوار ہونگی کہ اونپر بلا نازل ہودی
هذا ما توجه علی قوم من البلاء فلیس ذلک البلاء الا بسبب ذنوبهم کما قال الله تعالی وما اصابکم من مصیبة
اس حدیث کی موافق جو جو بلا ومصیبت کسی قوم پر آتی ہی سو صرف وبال اونکی گناہوں کا ہی چنانچہ اللہ تعالی فرمایا ہی اور جب بڑی تمپر کوئی سختی
فبما کسبت ایدیکم وفی آیة اخری له تعالی قال وما کنا مهلکی القری الا واهلها ظالمون فیلزمهم ان یترکوا اصر
سو بدلا اوسکا جو کمائی تمہاری ہاتہوں نی اور ایک آیت میں ہی کہ اللہ تعالی نی فرمایا اور ہم نہین کہپانے والی بستیوں کو مگر جبکہ وہاں کی لوگ گنہگار ہوں اب اونکو لازم ہی کہ جو گناہ اختیار کری
ارتکبوه من الاوزار ویشتغلوا بالتوبة والاستغفار لیرفع عنهم ما توجه علیهم من البلاء لما روی عن عبد الله
ہیں وہ سب ترک کریں اور توبہ اور استغفار میں مشغول ہوں تاکہ اونکی سر سی وہ بلا جو اونپر متوجہ ہوئی ہی دفع ہوجاوی اسلئی کہ عبد اللہ
بن عمر انه علیه السلام قال من لزم الاستغفار جعل الله له من کل ضیق مخرجا ومن کل هم فرجا ورزقه من حیث لا
بن عمر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ جو شخص استغفار کو اپنا خاصہ بنالی تو اللہ اوسکی واسطی ہر تنگی سی چہٹکارا اور ہر غم سی کشایش پیدا کردیگا اور اوسکو رزق دیگا
یحتسب بل یلزمهم ان یقوموا الی الصلوة فی الاوقات الاسحار التی هی اوقات استجابة الدعاء لما روی انه علیه السلام
جہان سی گمان نہو بلکہ اونکو یہہ لازم ہی کہ ہر صبح اوٹہکر نماز پڑہا کریں کہ وہ وقت دعا کی قبولیت کا ہی اس لئی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام کو
کان اذا احزنه امر فزع الی الصلوة ثم اشتغل بالدعاء لما روی عن عبد الله بن عمر انه علیه السلام قال الدعاء ینفع
اگر کسی کار سی غم پیش آتا تو نماز شروع کردیتی پہر دعا میں مشغول ہوتی اسلئی کہ عبد اللہ بن عمر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ دعا بچاتی ہی
مما نزل ومما لم ینزل فعلیکم عباد الله تعالی بالدعاء فانه علیه السلام بین فی هذا الحدیث ان الدعاء یرفع
اوس بلا سی جو نازل ہوچکی اور جو ابہی نازل نہین ہوئی سو تم اللہ کی بندو اپنی اوپر دعا لازم کرلو کیونکہ اس حدیث میں بیان ہوچکا کہ دعا اوس بلا کو دفع کرتی ہی

البلاء النازل ویدفع البلاء الذی فی صدد النزول فلازموا یا عباد الله بالدعاء فلا تترکوه فان البلاء ینزل فیلقاه
جو نازل ہو چکی اور اوس بلا کو رفع کرتی ہی جو نازل ہونی کو ہی سو ای بندو اللہ کی ہمیشہ دعا کرتی رہو دعا کو ہرگز نچھوڑو کیونکہ بلا جب نازل ہوتی ہی تو آگی
الدعاء فیعتلجان الی یوم القیمة کما جاء فی الحدیث ان الدعاء والبلاء یلتقیان بین السماء والارض فیعتلجان الی یوم
دعا ملتی ہی پھر قیامت تک دونوں لڑائی جاتی ہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہی کہ دعا اور بلا زمین اور آسمان کی وسط میں ملتی ہیں پھر قیامت تک وہ دونو لڑی جاتی ہیں
القیمة وفی حدیث اخر رواه سلمان الفارسی انه صلعم قال لا یرد القضاء الا الدعاء فان القضاء وان کان لا مرد له ولکن
اور ایک اور حدیث میں سلمان فارسی کی روایت سی آیا ہی کہ قضا کو سوا دعا کی کوئی نہیں رد کر سکتی بیشک قضا کا اگرچہ کوئی ہٹانے والا نہیں ہی پر یہ بھی
من جملة القضاء رد البلاء بالدعاء فکل بلاء قدر ان یندفع بالدعاء یکون الدعاء سببا لرد ذلک البلاء کالترس الذی
حکم قضا کا ہی کہ دعا سی بلا رد ہو جاتی ہی پھر جو بلا بالفرض دعا سی دفع ہو سکتی ہی تو دعا اوس بلا کی رد ہونیکا سبب ہی جیسی ڈھال کہ
یکون سببا لرد السهم فکما ان الترس یدفع السهم کذلک الدعاء یدفع البلاء وکذا الصدقة تدفع البلاء لما روی عن
واسطی رک جانی تیر کی سبب ہوتی ہی پھر جیسی ڈھال تیر کو روک دیتی ہی اسیطرح دعا بلا کو دفع کر دیتی ہی اور ایسی ہی خیرات کرنا بلا کو دفع کرتا ہی اسواسطی کہ
علی انه علیه السلام قال باکروا بالصدقة فان البلاء لا یتخطاها وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال لکل یوم نحس
علی رضی اللہ عنہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا صبح ہوتی ہی صدقہ دو کیونکہ بلا اوس سی آگی قدم نہیں بڑہاتی اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ہر دن میں نحوست ہوتی ہی
فادفعوا نحس ذلک الیوم بالصدقة فان الصدقة تمنع وقوع البلاء بعد انعقاد اسبابه وکذا التسبیح یمنع وقوع البلاء
سو نحوست اوس دن کی صدقہ سی دور کرو بیشک صدقہ آئی بلا کو بعد تیار ہو جانی اسباب کی روک دیتا ہی اور ایسی ہی تسبیح بلا کو بند کر دیتی ہی
لما روی عن کعب انه قال سبحان الله یمنع العذاب ویدل علیه قوله تعالی فی حق یونس النبی علیه السلام فلولا
اسلئی کہ کعب سی روایت ہی کہ فرمایا سبحان اللہ عذاب کو روک دیتا ہی اور قول اللہ تعالی کا یونس نبی علیہ السلام کی حق میں یہی دلالت کرتا ہی پھر اگر نہ
انه کان من المسبحین للبث فی بطنه الی یوم یبعثون وکان تسبیحه ما حکاه الله تعالی بقوله فنادی فی الظلمت ان لا اله الا
ہوتا کہ وہ تسبیح کرتا پاک ذات کو تو رہتا اوسکی پیٹ میں جس دن تک مردی جیوین اور تسبیح یونس کی یہی ہی جسکو اللہ تعالی بیان فرماتا ہی کہ آیت میں پھر پکارا ان اندھیروں میں کہ کوئی حاکم نہیں
انت سبحنک انی کنت من الظلمین ثم انه تعالی عقیب ذلک قال فاستجبنا له ونجینه من الغم وکذلک
سوا تیری تو پاک عیب سی میں تھا گنہگاروں میں سی پھر اللہ تعالی نی اوسکی بعد یہہ فرمایا پھر سن لی ہمنی اوسکی پکار اور بچا دیا اوسکو گھٹنی سی اور یونہی ہم
ننجی المؤمنین وروی انه علیه السلام قال ما من مکروب یدعو بهذا الدعاء الا استجیب له وفی روایة اخری انه
بچا دیتی ہیں ایمان والوں کو اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو مصیبت زدہ یہہ پڑھ کر دعا مانگی تو قبول ہی ہوتی ہی اور ایک اور روایت میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی
قال الا اخبرکم بشیء اذا نزل باحدکم کرب او بلاء فدعا به فرج الله عنه قیل بلی یا رسول الله قال دعاء ذی النون
فرمایا کہ تمکو ایک دعا بتا دوں اگر کسی پر تم میں سی کچھ سختی یا بلا نازل ہو وی پھر اوسکی وسیلہ سی دعا مانگی تو اوسکو اللہ دفع کرے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ آپ نی فرمایا وہ دعا ذی النون
لا اله الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین وذکر عن بعض الصالحین ان من اعظم الاشیاء الدافعة للبلاء کثرة
کی ہی نہیں کوئی حاکم سوا تیری تو پاک عیب سی میں تھا گنہگاروں میں سی اور بعض صلحا ذکر کرتی ہیں کہ تمام اشیاء میں سی بلا کی بڑی دفع کرنیوالی درود کی کثرت ہی
الصلوة علی النبی علیه السلام فان کثرة الصلوة علی النبی علیه السلام من الوسائل للامن من المخوفات والفوز باعلی الدرجات یدل علی ذلک حدیث ابی
نبی علیہ الصلوة والسلام پر بیشک درود کی کثرت نبی علیہ السلام پر واسطی امن کی خوفناک چیزوں سی اور واسطی ترقی بلند درجوں کی ایک بڑا وسیلہ ہی اس مطلب پر حدیث ابی
بن کعب ان رجلا التزم ان یجعل صلوته کلها للنبی علیه السلام فقال له النبی علیه السلام اذا تکفی همک ویغفر ذنوبک والحاصل ان البلاء
بن کعب کی دلالت کرتی ہی کہ ایک شخص نی عہد کیا تھا کہ اپنی تمام وظیفی صرف نبی علیہ السلام پر درود میں صرف کرونگا سو نبی علیہ السلام نی اوسکو فرمایا اب تیری اندوہ کو کافی ہی اور تیری گناہ معاف ہونگی حاصل
اذا توجه فالمشروع الاشتغال بالتوبة والاستغفار وبما یرجی ان یدفع به البلاء من اعمال البر والتقوی لقوله تعالی
کہ جب کوئی بلا سامنی آوی تو مشروع یہہ ہی کہ توبہ اور استغفار میں مشغول ہو اور ان اعمال میں جن سی توقع ہی کہ بلا دفع ہو جاوی گی یعنی اعمال نیک اور پرہیزگاری کی واسطی ارشاد الہی کی

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ فانه تعالی بین فی هذه الآیة ان من یتق الله تم
اور جو کوئی ڈرتا ہی اللہ سی وہ کر دیگا اوسکی گذارا اور روزی دیگا اوسکو جہاں سی اوسکو نہ خیال ہو اب اللہ تعالی نی اس آیت میں بیان فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالی سی ڈرتا رہیگا

فی کل ما یاتی ویذر یجعل الله تعالی له مخرجا ومخلصا من غموم الدنیا والآخرة وروی انه علیه السلام قال
ہر کار کی کرنی نہ کرنی میں تو اللہ تعالی اوسکو گذر کی راہ اور رستگاری دنیا اور آخرت کی غموں سی دیگا اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

انی لاعلم آیة لو اخذ الناس بها لکفتهم ومن یتق الله فما زال یقرأها ویعیدها وروی ان عوف بن مالک الاشجعی اسر
مجھکو البتہ ایسی آیت معلوم ہی اگر خلقت اوسکو اپنا وسیلہ کرلین تو اونکو کافی ہی ومن یتق اللہ پہر دیر تک اوسکو بار بار پڑھتی رہی اور روایت ہی کہ عوف بن مالک اشجعی کا بیٹا

المشرکون ابنا له یقال له سالم فاتی النبی علیه السلام فقال اسر ابنی یا رسول الله وشکی الیه الفاقة فقال له النبی علیه السلام
سالم نام مشرکون نی گرفتار کر لیا سو آدمی نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میرا بیٹا پکڑا گیا اور فاقہ کی شکایت کی سو نبی علیہ السلام نی اوسکو فرمایا

اتق الله واکثر لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم ففعل فبینا هو فی بیته اذ قرع ابنه الباب ومعه مائة من الابل
خدا سی ڈرتا رہ اور لا حول ولا قوۃ آخر تک کثرت سی پڑھا کر سو اوسی ہی کیا ایکدن وہ اپنی گہر میں تہا کہ ناگاہ اوسکی بیٹی نی دروازہ کہٹکہٹایا اور اوسکی ساتہ سو اونٹ تہی

غفل عنها العدو فاستاقها وعلم من هذا کله ان کل خیر وطاعة من اعظم ما یستدفع به البلاء واما الاشتغال
کہ دشمن اونسی غافل ہو گیا تہا تب اونکو ہنکا لایا تہا سو اس تمام حال سی صاف معلوم ہوا کہ تمام خیر اور طاعت بلا کی بڑی دفع کرنیوالی ہیں اور لگنا ہول

بالمعاصی والمناهی فلا یمنع نزول البلاء بل یقوی وقوعه لما روی انه علیه السلام قال لا یصیب العبد نکبة فما فوقها
اور معصیات میں معروف ہونی سی آنی بلا ہرگز نہیں تہمتی بلکہ بلا کا آنا اور بڑہ جاتا ہی اسواسطی نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ جو درد انسان کو حاصل ہوتا یا بہت یا

وما دونها الا بذنب وما یعفو الله عنه اکثر ثم قرأ قوله تعالی وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ
تہوڑا مرول گناہ کی سبب ہوتا اور جو اللہ تعالی معاف کر دیتا ہی وہ بہت ہی پہر آپ نی یہ آیت پڑہی اور جو پڑی تمکو کوئی سختی سو بدلہ اوسکا جو کمایا تمہاری ہاتہوں نی اور معاف کرتا

كَثِيرٍ فانه علیه السلام بین فی هذا الحدیث ان العبد لا یصیبه مشقة فی الدنیا الا بسبب ذنب صدر عنه وتکون تلک المصیبة
بہت پس نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں بیان فرمایا کہ انسان کو دنیا میں کوئی مشقت بدون گناہ کی پیش نہیں آتی جو وہ انسان کر بیٹہتا ہی اور وہ مصیبت

التی تلحقه فی الدنیا کفارة لذنبه والذی یعفو الله تعالی عنه من الذنوب من غیر ان یجازیه فی الدنیا ولا فی الآخرة اکثر
جو اوسکو دنیا میں پیش آتی ہی اوسکی گناہ کا عوض ہوتا ہی اور وہ گناہ جو اللہ تعالی اونسی درگذر فرماتا ہی بدول سزا کی نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں اوس سی زیادہ

من ذلک وقال علی کرم الله وجهه للمؤمن عند الله خمس نقمات اولها المرض ثم المصائب وان کانت ذنوبه اکثر من ذلک یعذب فی قبره ثم
تر ہیں اور علی کرم اللہ وجہہ کہتی ہیں مؤمن کی واسطی اللہ کی ہاں پانچ قسم کی عقوبت ہی پہلی تو بیماری پہر مصیبتیں پہر اگر اوسکی گناہ اون سی بہی زیادہ ہیں تو گور میں عذاب دیا جاویگا پہر

اکثر من ذلک یحبس علی الصراط فان کانت اکثر من ذلک یعذب فی جهنم علی قدر ذنوبه ثم یخرج منها بالتوحید ان کا
زیادہ ہیں تو صراط پر روکا جاویگا پہر اگر اس سی بہی زیادہ ہیں تو بقدر گناہوں کی دوزخ میں عذاب دیا جاویگا پہر اوسمیں سی توحید کی برکت سی نکلیگا اگر

توحیده صحیحا وان لم یکن توحیده صحیحا لا یخرج منها بل یبقی فیها ابدا الآباد لان الناس فی الآخرة ینقسم الی عدة
اوسکی توحید صحیح اور درست ہوگی اور اگر اوسکی توحید صحیح نہیں ہی تو دوزخ سی نہیں نکلیگا بلکہ ہمیشہ کو اوسی میں رہیگا اسواسطی کہ آدمیوں کی آخرت میں کئی قسمیں ہونگی

اقسام القسم الاول قسم الفائزین وهم الذین قال الله تعالی فیهم فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا اُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ
پہلی قسم تو قسم کامیاب ہونگی وہی وہ لوگ ہیں جنکی حق میں اللہ تعالی فرماتا ہی سو کسی جیکو معلوم نہیں جو چہپا دہرا ہی اونکی واسطی جو ٹہنڈک ہی آنکہوں کی

جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ وقال النبی علیه السلام اخبارا عن الله تعالی انی اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت
بدلہ اوسکا جو کرتی تہی اور نبی علیہ السلام اللہ تعالی کی طرف سی خبر دیتی ہیں میں اپنی نیک کار بندوں کی واسطی تیار کی ہی وہ راحت کہ نہ کسی آنکہ نی دیکہی

ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر والقسم الثانی قسم الهالکین وهم الذین کذبوا بالحق ولم یصدقوا به فان
اور نہ کسی کان نی سنی اور نہ گذری کسی بشر کی دل پر اور دوسری قسم تباہ کاروں کی قسم ہی وہی وہ لوگ ہیں جنہوں نی حق کی تکذیب کی اور اوسکو سچا نہ جانا سو

سعادة الآخرة لا تكون إلا في القرب من الله تعالى والنظر إلى وجهه الكريم وذلك لا يحصل إلا بالمعرفة التي يعبر عنها

آخرت کی سعادت نہیں ہوتی مگر قرب الٰہی میں اور وجہ کریم کی دیکھنے میں اور یہ بات نہیں حاصل ہوتی مگر معرفت سے جسکو

بالإيمان والتصديق وهم لما كذبوا بالحق ولم يصدقوا به كانوا بعيدا عنه كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ وكل محجوب

تعبیر کیا جاتا ہے ایمان اور تصدیق سے اور ان لوگوں نے حق کی تکذیب کی اور اسکو سچا نہ مانا تو وہ اس سے دور ہوگئے وہ بیشک اس دن اپنے رب سے روکے جاوینگے اور جو شخص کہ

عن ربه يكون هالكا محترقا بنار الفراق وبنار جهنم أبد الآباد والقسم الثالث قسم المعذبين وهم الذين يحملون أصل

اپنے رب سے روکا جاوے وہ ہلاک ہوا فراق اور دوزخ کی آگ میں ہمیشہ کو جلتا رہیگا اور تیسری قسم عذاب کی لوگ ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنمیں اصل ایمان تو موجود ہے

الإيمان لكنهم قصروا في العمل بمقتضاه فإن رأس الإيمان هو التوحيد والتوحيد نفي الشرك باعتقاد العبد أن الله تعالى

مگر انہوں نے ایمان کے مطابق عمل میں قصور کیا کیونکہ اصل ایمان کی توحید ہے اور توحید دور کرنا شرک کا ہے جب آدمی یہ اعتقاد کرے کہ اللہ تعالیٰ

واحد في ذاته وصفاته وأفعاله فما ظهر شيء في العالم إلا بعلمه وإرادته وخلقه ولا يستحق العبادة إلا هو

ایک ہی ہے ذات و صفات اور افعال میں اور کوئی چیز عالم کی بے اسکے علم و ارادہ اور پیدا کرنے کے نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی سوا اسکے سزاوار عبادت کا ہے

تعالى فهذا كل من يقول لا إله إلا الله يصير كأنه يقول إني أعتقد أن الله تعالى واحد في ذاته وصفاته وأفعاله

سو یہی ہے اعتقاد کی موحد کی جو شخص لا الہ الا اللہ کہے کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ کی تو ایسا ہے گویا کہ یوں کہتا ہے کہ میں اعتقاد رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے ذات اور صفات اور افعال میں

ولا ظهر في العالم شيء إلا بعلمه وإرادته وخلقه ولا يستحق العبادة إلا هو وأني التزمت عبادته ولا أعبد إلا إياه

اور عالم میں کوئی چیز بغیر اسکے علم اور ارادہ اور پیدا کرنے کے نہیں ہوسکتی اور کوئی سزاوار عبادت کا نہیں سوا اسکے اور میں نے اسکی عبادت اپنے اوپر لازم کی اور سوا اسکے کسی

وبعد هذا الاعتراف كل من اتبع هواه فقد اتخذ إلهه هواه فهو موحد بلسانه فقط والتوحيد لا يكمل إلا بالاستقامة

کی عبادت نہ کرونگا اور بعد اس اقرار کی جو شخص اپنی خواہش کا تابع ہوا تو گویا اپنی خواہش کو معبود بنایا سو وہ شخص صرف زبانی موحد ہے اور توحید جب تک قائم نہ ہو کامل نہیں ہوتی

عليه ومن لم يستقم عليه ولو في أمر يسير بل اتبع هواه ولو في فعل قليل يكون خارجا عن سواء السبيل وذلك قادح

اور جو شخص توحید پر قائم نہ رہا اگرچہ تھوڑی بات میں بلکہ اپنی خواہش کا تابع ہوا اگرچہ تھوڑے کام میں تو وہ سیدھی راہ سے الگ ہے اور یہی کمال توحید میں

في كمال التوحيد ولعدم خلوه عن ذلك قال الله تعالى وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا فيكون الورود على النار لكل أحد

نقصان آتا ہے اور چونکہ اس سے کوئی انسان خالی نہیں ہے تو اسی سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور کوئی نہیں تم میں جو نہ پہنچیگا وہاں پس دوزخ پر گذر ہر ایک کا یقیناً ہوگا

متيقنا وأما السالك فمن يجوزها وفي أي وقت يخرج منها وقد جاء في بعض الأخبار ما يدل على أن آخر من يخرج بعد

لیکن وہاں سے کون پار ہوگا اور کس وقت اس میں سے باہر آویگا اور بعض احادیث کی مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے آخر سات ہزار برس کی

سبعة آلاف سنة وبعضهم يجوز عنها كبرق خاطف ولا يحرقه لهيبها نرجو الله تعالى أن يجعلنا منهم بلطفه

نکلیگا اور بعضی اس پر سے چمکتی بجلی کی طرح جھپٹ جاویگی اور اسکی لپٹ سے نہ جلیگی ہمکو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی لطف اور فضل

وفضله وكرمه

المجلس الثاني والأربعون في بيان دفع الدعاء البلاء حين نزول البلاء

اور کرم سے ہمکو انہی گروہ میں داخل کرے. بیالیسویں مجلس اس بیان میں کہ دعا اترتی بلا کو اور اترنے کے بعد بلا کو دفع کرتی ہے

وبعد النزول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الدعاء ينفع مما نزل ومما لم ينزل فعليكم عباد الله بالدعاء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک دعا نفع کرتی ہے اس بلا کو جو اتر چکی اور جو ابھی اتری نہیں سو اے بندگان خدا اپنے اوپر دعا کو لازم کرلو

هذا الحديث من حسان المصابيح رواه عبد الله بن عمر ومعناه أن الدعاء يدفع البلاء النازل ويدفع البلاء الذي

یہ حدیث مصابیح کی حسان حدیثوں میں سے ہے عبد اللہ بن عمر کی روایت سے اسکی معنی یہ ہیں کہ دعا آئی ہوئی بلا کو دفع کرتی ہے اور اس بلا کو بھی

كان في صدد النزول فداوموا يا عباد الله بالدعاء ولا تتركوه فإن البلاء ينزل فيلقاه الدعاء فيعتلجان إلى يوم القيامة

جو اترنے والی ہے دفع کرتی ہے سو تم اے بندگان خدا ہمیشہ دعا کیا کرو اور اسکو چھوڑا مت کرو بیشک بلا آتی ہے اور دعا اس سے ملتی ہے پھر قیامت تک دونوں لڑتی رہتی ہیں

كما جاء في الحديث ان الدعاء والبلاء يلتقيان بين السماء والارض فيعتلجان الى يوم القيمة وقد روى عن سلمان الفارسي
چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ دعا اور بلا آسمان اور زمین کے بیچ میں ملتی ہیں پھر قیامت تک لڑی جاتی ہیں اور سلمان فارسی سے روایت ہے

انه عليه السلام قال لا يرد القضاء الا الدعاء فان القضاء وان كان مما لا مرد له لكن من جملة القضاء رد البلاء
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قضا کو دعا کے سوا کوئی نہیں روکتا کیونکہ قضا کا اگرچہ کوئی ہٹانے والا نہیں پر یہ بھی حکم قضا کا ہے کہ دعا سے رد ہو جاوے

بالدعاء فكل بلاء قدر ان يندفع بالدعاء يكون الدعاء سببا لرد ذلك البلاء كالترس الذي يكون سببا لرد السهم فكما
پھر جو بلا یا لکھی دعا سے دفع ہو جاوے تو دعا اسکے وقع ہونے اوس بلا کی سبب ہو گی مانند ڈھال کی جیسے ڈھال

ان الترس يدفع السهم كذلك الدعاء يدفع البلاء وقد روى عن ابن مسعود انه عليه السلام قال سلوا الله من فضله
وتیر کی لگنے کا سبب ہے تیر کو روک دیتی ہے ایسی ہی دعا بلا کو دفع کردیتی ہے اور ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اسی سے اسکا فضل مانگا کرو

فان الله يحب ان يسأل يعني ان الله تعالى كريم قادر على قضاء الحوائج يحب ان يطلب منه قضاء الحوائج فاطلبوا
کیونکہ اللہ تعالی سوال کرنیکو محبوب رکھتا ہے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی کریم ہے اور حاجات روا کرنے پر قادر ہے یہ محبوب رکھتا ہے کہ مجھ سے حاجات طلب کریں سو اسی سے ایمان والو

منه قضاء حوائجكم ايها المؤمنون وفي حديث آخر رواه ابو هريرة انه عليه السلام قال من لم يسأل الله يغضب عليه
اوس سے اپنی حاجتیں طلب کرو اور ایک حدیث میں ہے ابو ہریرہ کی روایت سے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اللہ سے سوال نہیں کرتا تو اسپر غصہ کرتا ہے

لان من لم يطلب منه تعالى حاجة يكون في صورة الاستغناء عنه تعالى ولا يجوز للعبد ان لا يعرض حاجة على الله تعالى
اسلئے کہ جو اللہ تعالی سے حاجت طلب نہیں کرتا تو وہ ظاہر میں اللہ تعالی سے بے پرواہ ہوتا ہے اور بندہ کو یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالی سے کوئی حاجت پیش نہ کرے بلکہ چاہیے کہ پیش کرے

ليكون هذا اعترافا بعبوديته وفقره وعجزه واحتياجه الى الله تعالى في قضاء حوائجه فان احب العباد الى الله تعالى
تاکہ یہ ہی اپنی عبودیت کا اور فقر کا اور عجز کا اور اللہ تعالی کی طرف حاجتمندی کا تمام حاجات کی روا کرنے میں اقرار ہو جاوے کیونکہ محبوب تر بندہ اللہ تعالی کا

من يسأله وابغض العباد اليه من يستغني عنه واحب العباد الى الناس من يستغني عنهم ولا يسألهم شيئا وابغض
وہی ہے جو اوس سے مانگتا رہے اور بدتر بندہ اللہ کا وہ ہے جو اوس سے بے پروائی کرے اور محبوب یعنی پسندیدہ آدمی انسے وہ ہوتا ہے جو لوگوں سے بے پروا ہے اور اونسے کچھ نہ مانگے اور ناکارہ

العباد اليهم من يسألهم وقد روى عن ابي هريرة انه عليه السلام قال ليس شيء اكرم على الله تعالى من الدعاء يعني ان اكرم
آدمی انسے وہی ہے جو اونسے سوال کیا کرے اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کوئی شی اللہ تعالی پر دعا سے زیادہ تر مکرم نہیں مراد یہ ہے کہ

العبادات على الله تعالى الدعاء بل جاء في حديث آخر انه عليه السلام قال الدعاء هو العبادة ثم قرأ قوله تعالى ادعوني
کہ عبادات میں بڑی معزز اللہ تعالی پر دعا ہے بلکہ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا دعا ہی عبادت ہے پھر آیت پڑھی کہ مجھکو پکارو

استجب لكم فانه عليه السلام لما حكم في هذا الحديث ان الدعاء هو العبادة استدل عليه بالآية لان في الآية
کہ میں قبول کرونگا تمہاری پکار سو نبی علیہ السلام نے جب اس حدیث میں یہ ارشاد کیا کہ دعا ہی عبادت ہے تو اوس پر اس آیت سے استدلال کیا اسلئے کہ آیت میں دعا کرنیکا

امر بالدعاء وامتثال الامر عبادة يحصل للداعي في مقابلتها ثواب وان لم يحصل مراده لكن ظاهر عبارته عليه السلام
امر ہوا ہے اور فرمانبرداری امر کی عبادت ہوتی ہے اسکے مقابلہ میں دعا کرنیوالے کو ثواب ملتا ہے اگرچہ اوسکا مطلب نہ ملے لیکن حدیث کی ظاہر عبارت سے یہ

يدل على ان لا عبادة الا الدعاء وليس كذلك بل معنى الحديث ان الدعاء معظم العبادة لان في الدعاء اظهار العجز
معلوم ہوتا ہے کہ سوای دعا کے اور کچھ عبادت ہی نہیں اور واقع میں یوں نہیں ہے بلکہ حدیث کی معنی یہ ہیں کہ دعا عمدہ عبادت ہے اسلئے کہ دعا میں عجز کا اظہار اور فقر کا قرار

بالفقر والاقبال على الله تعالى والرجاء منه والاعراض عما سواه وهذه الاشياء عين العبادة ويقرب من هذا المعنى
اور اللہ تعالی کی طرف توجہ اور اوسی سے امیدواری اور ما سوا سے بیزاری ہوتی ہے اور یہ سب باتیں عبادت کی ہیں اور اسی مضمون سے ملتا ہوا ہے

ما روى عن انس انه عليه السلام قال الدعاء مخ العبادة فان مخ الشيء خالصه وروى عن ابي هريرة انه عليه السلام
جو انس روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا دعا عبادت کا مغز ہے کیونکہ مغز ہر شی میں سے خالص ہوتا ہے اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

قال من سره ان يستجيب الله دعاءه عند الشدائد فليكثر الدعاء عند الرخاء فعلى هذا ينبغي للعبد ان يواظب على
فرمایا جسکو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالی اوسکی دعا سختی مصیبت میں قبول کرے تو چاہیے کہ عیش اور آسانی میں خوب دعا کیا کرے اس بات کی بموجب بندہ کو لائق ہے کہ ہمیشہ
الدعاء ويكثره في حالة النعمة والرخاء لينال النجاح في حال الضيق والبلاء فان من يداوم على الدعاء في الرخاء يصير
اور نعمت اور عیش کی حالت میں زیادہ تر دعا کیا کرے تا کہ تنگی اور بلا کی وقت مخلصی حاصل ہو بیشک جو شخص عیش میں دعا کی مداومت کریگا تو وہ
من حزب الله تعالى ومن عادة العظماء ان ينصروا حزبهم عند الشدائد ثم انه اذا دعى ينبغي له ان يكون موقنا
اللہ والوں میں داخل ہوجاویگا اور عظماء کی عادت ہی کہ سختی میں اپنی دوستوں کی مدد کرتی ہیں پھر جب بندہ دعا مانگے تو اسکو لائق ہی کہ قبولیت کا یقین کرے اسواسطے
بالاجابة لانه تعالى وعد بالاجابة قال ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ وروى عن ابي هريرة رضي الله عنه انه عليه السلام قال ادعوا الله وانتم
کہ اللہ تعالی قبول کرنی کا وعدہ کرچکا ہی فرمایا مجکو پکارو کہ میں سنوں تمہاری پکار اور ابوہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا اللہ تعالی سی قبولیت کا یقین کرکے
موقنون بالاجابة فان الداعي اذا لم يكن موقنا بالاجابة لا يكون مستحقا في الرجاء فلا يكون رجاؤه صادقا فلا دعاؤه
دعا مانگو اسلیے کہ دعا مانگنے والا اگر قبولیت کا یقین نہیں کرتا تو مستحق امیدوار کا نہیں ہوتا پھر اوسکی امید صادق نہیں ہوتی اور نہ اوسکی دعا
خالصا لان الرجاء هو الباعث على الطلب فاذا لم يتحقق الرجاء لا تحقق الطلب فان قيل كيف يمكن الداعي ان يكون موقنا
خالص ہوتی ہی اسواسطے کہ امید دعا کی طلب کی باعث ہوتی ہی پھر جب امید دار کا ہی نہیں تو طلب بھی نہیں ہوگی اگر کوئی یہ اعتراض کرے کیونکر ہوسکتا ہی کہ دعا مانگنے والا بہی
باجابة دعائه مع وقوع التخلف في الاجابة حيث نرى ان بعض الدعاء يستجاب وبعضه لا يستجاب فالجواب الداعي
دعا کی قبولیت کا یقین کرلے باوجودیکہ قبولیت میں خلاف بھی واقع ہوتا ہی اسلیے کہ یہ دیکھا ہی کہ کوئی دعا تو قبول ہوجاتی ہی اور کوئی دعا قبول نہیں ہوتی تو اسکا یہ جواب ہی کہ دعا
لا يكون محروما عن الاجابة البتة فان الاجابة المطلقة حاصلة له حيث ورد الوعد الصدق لكن امرها الى الله تعالى
مانگنے والا ہرگز قبولیت سی محروم نہیں رہتا مطلق اجابت اوسکی لیے بیشک حاصل ہوتی ہی اسواسطے کہ سچا وعدہ ہوچکا ہی لیکن اوسکا حال قبضہ الہی میں ہی
ان يجعلها ما شاء في اي وقت شاء فان ما سال الداعي ان كان حصوله مقدرا في الحال يحصل في الحال وان كان
اوسکو جو چاہی جسوقت چاہی کردی کیونکہ سوال دعا مانگنے والی کا اگر تقدیر میں ابہی ہونا لکہا ہی تو فورا ہوجاتا ہی اور اگر اوس سوال کا ہونا
حصوله مقدرا في وقت آخر يحصل في ذلك وان لم يكن مقدرا يدفع عنه من البلاء مثل ما ساله عوضا عما سال او
دوسری وقت پر منحصر ہی تو اوسوقت ہوویگا اور اگر مقدر ہی نہیں ہوا تو دوسری کوئی بلا اوسکی بدلہ میں سوال کی برابر دفع ہوجاتی ہی یا اوسکو آخرت میں اوس سوال کی بدلی
يحصل له في الآخرة من الثواب عوض ما سال لان الدعاء عبادة والعبادة لا يكون فاعلها محروما من الثواب وقد
ثواب ملیگا اسلیے کہ دعا تو عبادت ہی اور عبادت کرنیوالا یعنی عابد تو کبھی محروم نہیں ہوتا
روى عن يزيد الرقاشي انه قال اذا كان يوم القيامة عرض الله تعالى للعبد دعوات دعى بها في الدنيا ولم يستجب له فيقول
اور یزید رقاشی سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالی بندہ کو اوسکی دعائیں دنیا میں مانگی ہوئی جو قبول نہیں ہوئی تہی دکھا دیگا فرماویگا
عبدي دعوتني يوم كذا وكذا فامسكت عليك دعائك فجعلت دعائك يوما ادخرت لك من الثواب فلا يزال العبد
ای بندہ تونی مجھسی فلانی فلانی دن یہ دعا مانگی تہی سو میں نی تیری لیے وہ دعائیں جمع کر رکھی ہیں اب تو ہی دعا کا عوض یہ لے لی جو میں نے تیری لیے ثواب جمع کر رکھا ہی پہر
يعطى من الثواب حتى يتمنى انه تعالى لم يقض له حاجة قط فاذا كان كذلك يلزم الداعي ان يكون موقنا في اجابة ما
اوسکو ثواب ملی جائیگا آخر کو یہ آرزو کریگا کہ کاشکی اللہ تعالی میری کوئی حاجت کبہی نہ روا کرتا جب دعا کا یہ حال ہی تو دعا مانگنے والے کو لازم ہی کہ بعینہ دعا کی قبولیت کا یقین کرے
ادعى به او بعوضه اما في الدنيا او في الآخرة لما روى انه عليه السلام قال ما من مسلم يدعو بدعوة ليس فيها اثم ولا
یا اوسکی بدلہ کا یا دنیا میں یا آخرت میں کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا نہیں کوئی مسلم جو ایسی دعائیں مانگی جسمیں نہ کچھ گناہ ہو ور نہ
قطيعة رحم الا اعطاه الله بها احدى ثلث اما ان يعجل له دعوته واما ان يؤخرها في الآخرة واما ان يصرف عنه من السوء
قطع رحم مگر عطا فرماویگا اوسکو اللہ تعالی ایک بات تین میں سی یا تو اوسکی دعا بعینہ جلد ہوگی یا اوسکو پہیر پر رکھیگا آخرت میں اور یا اوس سی کوئی مصیبت اوسکی برابر دفع کریگا

مثلها او يعطى اجرا او يكفر عنه من ذنوبه بقدر ما دعاه وفي حديث اخر انه عليه السلام قال ما من مسلم
اور دوسری عبارت میں یوں ہی دعا کی برابر گناہ معاف ہو جاوینگے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں کوئی مسلم

يدعو بدعاء الا اعطاه الله ما سال او كف عنه من السوء مثله ما لم يدع باثم او قطيعة رحم والدعاء بالاثم مثل
جو کچھ دعا مانگے مگر اسکو اللہ تعالی جو طلب کرے عطا فرماتا ہے یا اس سے کوئی مصیبت دفع فرماتا ہے جب تک گناہ کی یا قطع رحم کی دعا نہ کرے گناہ کی دعا تو ایسی ہے

ان يقول اللهم ارزقني شرب الخمر او قتل انسان او وطي غلام او غير ذلك مما يحرم عليه فعله والدعاء بقطيعة الرحم
کہ شخص کہے اے اللہ مجھکو شراب کا یا قتل انسان کا یا وطی غلام کی میسر کر یا اور کچھ سوا اسکے جسکا عمل اسپر حرام ہے اور دعا قطع رحم کی مثل

مثل ان يقول اللهم باعد بيني وبين ابي وامي واخي او غير ذلك فان الدعاء بهذين الوجهين لا يقبل ثم انه اذا اراد
ایسا کہے اے اللہ دور رکھ مجھکو میرے باپ کو اور ماں کو اور بھائی کو یا اور سوا اسکے بیشک ان دونوں طرح کی دعا قبول نہیں ہوتی پھر یہ شخص جب دعا مانگنے کا قصد

ان يدعو ينبغي له ان يتوب اولا عن خطاياه والاثام ويرد المظالم وحقوق الانام ثم يتوضأ ويستقبل القبلة ويجثو على
تو لائق ہے کہ پہلے اپنے گناہوں اور معصیت سے توبہ کرے اور رد ظلم اور خلقت کی حقوق ادا کرے پھر وضو کرکے قبلہ کی طرف متوجہ ہوکر دو زانو بیٹھے

ركبتيه ثم يرفع يديه ويدعو بالخضوع والخشوع ويسأله ما دعاه ثلثا لما روي عن ابن مسعود انه عليه السلام
پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر عاجزی اور فروتنی سے دعا مانگے اور جو کچھ تین بار سوال کرے اس واسطے کہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام

كان اذا دعا دعا ثلثا واذا سال سال ثلثا ويختار في الدعاء الجوامع والمراد بالجوامع ما كان لفظه قليلا ومعناه كثيرا
جب دعا مانگتے تو تین بار مانگتے اور جب سوال کرتے تین بار سوال کرتے اور جامع عبارت جوامع کو پسند فرماتے اور مراد جوامع سے وہ عبارت ہے جسمیں لفظ تھوڑے ہوں

قد جمع بين خير الدنيا والاخرة كما في قوله تعالى ربنا اتنا في الدنيا حسنة وفي الاخرة حسنة وقنا عذاب النار ويجتنب
اور معانی بہت ہوں جسمیں تمام خوبی دنیا اور آخرت کی آجاوے چنانچہ اس آیت میں ہے اے رب ہمارے دے ہمکو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچا ہمکو دوزخ کے عذاب سے اور دعا میں

الاعتداء وهو التجاوز عن الحد المشروع والاولى ان لا يتجاوز الدعوات المأثورة كيلا يعتدي في دعائه فيسأل ما لا يليق به
تعدی سے بچے اور تعدی یہ ہے کہ شرع کی حد سے باہر ہو جاوے اور اولی یہ ہے کہ دعوات ماثورہ سے جو حدیثوں میں ہیں تجاوز نہ کرے تاکہ دعا کی اندر تعدی نہ ہو

اذ ليس كل احد يحسن الدعاء وقيل ان العلماء كانوا لا يزيدون في الدعاء على سبع كلمات ويشهد لهذا اخر سورة البقرة فانه تعالى
اس واسطے کہ ہر ایک شخص اچھی دعا نہیں جان سکتا اور کہتے ہیں کہ اگلے علماء دعا کی اندر سات کلمات سے زیادہ نہیں بڑھاتے تھے اور اسکا گواہ آخر سورہ بقرہ کا ہے سو اللہ تعالی نے

لم يخبر في موضع من ادعية عباده اكثر من ذلك حيث بين فيه انهم قالوا ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطانا ربنا
کسی مقام میں بندوں کی دعاؤں میں اس سے زیادہ نہیں فرمایا جہاں بیان فرمایا ہے کہ انہوں نے کہا اے رب ہمارے نہ پکڑ ہمکو اگر ہم بھولیں یا چوکیں اے رب ہمارے

ولا تحمل علينا اصرا كما حملته على الذين من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفر لنا وارحمنا
اور نہ رکھ ہمپر بوجھ جیسا رکھا تھا ہم سے اگلوں پر اے رب ہمارے اور نہ اٹھوا ہم سے جسکی طاقت نہیں ہمکو اور درگذر کر ہم سے اور بخش ہمکو اور رحم کر ہمپر

انت مولنا فانصرنا على القوم الكفرين يسرنا الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه المجلس الثالث والاربعون
تو ہمارا صاحب ہے تو مدد کر ہماری قوم کافر پر ہمپر آسان کرے اللہ تعالی عمل اپنی رضا کی موافق اپنے لطف سے تینتالیسویں مجلس میں

في بيان مسنونية الصلوة عند ظهور الاية المخوفة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا
بیان نماز مسنون ہونیکا وقت ظاہر ہونے نشانی خوفناک کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا جب تم کوئی

رايتم اية فاسجدوا هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابن عباس والمراد بالاية العلامة التي يخوف الله تعالى
خوف کی نشانی دیکھو تو نماز پڑھو یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے ابن عباس کی روایت ہے اور مراد آیت سے وہ علامت ہے جس سے اللہ تعالی اپنے بندوں کو

بها عباده والمراد بالسجود الصلوة كانه عليه السلام قال يا ايها الناس اذا رايتم علامة من العلامات التي يخوف الله تعالى
ڈراتا ہے اور سجود سے مراد نماز ہے گویا نبی علیہ السلام نے فرمایا اے لوگو جب تم کوئی سی علامت دیکھو علامات میں سے جس سے اللہ تعالی اپنے بندوں کو ڈراتا ہے

بها عباده فتقوموا الى الصلوة نعلى هذا اذا ظهر علامة من العلامات المخوفة كالكسوف والخسوف والزلازل والصواعق
اپنی بندوں کو ڈراتا ہی تو تم نمازمیں مصروف ہوجاؤ اس مضمون کی موافق جب کوئی علامت خوفناک پیدا ہووی جیسی سورج گہن اور چاند گہن اور بھونچال اور بجلی کا گرنا

والامطار الدائمة والريح الشديدة والظلمة الهائلة بالنهار والضوء الهائل بالليل وعموم الامراض والخوف الغالب
اور متصل بارش اور سخت اندھیان اور دن مین اندھیرا ہولناک ورات کو روشنی ہولناک ہو وبائی بیماریان اور دشمن کا قوی

من العدو ونحو ذلك من الاهوال والافزاع ينبغي للناس ان يقوموا الى الصلوة ويصلون ان شاؤا ركعتين
خوف اور ما نند اسکی اور ہول اور خوف تو لوگون کو یہ چاہی کہ نماز مین مشغول ہوجاوین اور چاہین تو دو رکعت پڑھین

وان شاؤا اربعا لان كل ذلك من الايات المخوفة التي يخوف الله تعالى به عباده كما قال تعالى وما نرسل
اور چاہین چار رکعت پڑھین کیونکہ یہ تمام نشان خوفناک ہین جن سی اللہ تعالی اپنی بندون کو ڈراتا ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور نشانیان جو ہم

بالايات الا تخويفا وقد روى انه عليه السلام قال اذا رايتم شيئا من هذه الافزاع فافزعوا الى الصلوة فانه
بھیجتی ہین سو ڈرانی کو اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب تم انمین سی کوئی شی خوفناک کی دیکھو تو نماز پڑھنی لگو اسلئی کہ

عليه السلام كان اذا حزنه امر فزع الى الصلوة وعند ظهور علامة من علامات العقوبات كان يامر
نبی علیہ السلام کو جب کسی باب مین حزن پیدا ہوتا تو نماز شروع کردیتی اور ہر وقت پیدا ہونی کسی نشان کی عذاب کی نشانیون مین سی نماز پڑھنی

بالصلوة والدعاء والاستغفار ويشتغل بها حتى ينكشف ذلك عن الناس لانه تعالى قد يرسل علامة من علامات
اور دعا مانگنی اور توبہ کرنیکا امر فرماتی اور آپ بھی انمین مشغول رہتی یہان تک کہ لوگون کی سر پر سی وہ نشان ٹل جاتا اسوسطی کہ اللہ تعالی بعضی نشان عذاب مین سی

العذاب يخوف بها عباده ليتوبوا اليه ويتضرعوا اليه وعلم من هذا كله ان علامة من علامات العذاب اذا
کوئی نشانی پیدا کرتا ہی اور اپنی بندون کو اوس سی ڈراتا ہی تاکہ اوسکی طرف رجوع کرکر گڑگڑاویں اس تمام بیان سی معلوم ہوا کہ علامات عذاب مین سی جب کوئی علامت پیدا ہوئی

ظهرت فالمشروع الاشتغال بالتوبة والاستغفار وبما يرجى ان يرفع به العذاب المخوف من اعمال البر والتقوى
تو توبہ اور استغفار مین اور اون اعمال مین مشغول ہونا مشروع ہی جسمین توقع عذاب ہولناک کی دفع ہونیکی ہو یعنی اعمال نیک اور پرہیزگاری

فان كل ذلك من اعظم ما يستدفع به البلاء واما الاشتغال بالمعاصي والملاهي فلا يستعز زوال البلاء بل
بیشک یہ تمام واسطی دفع کرنی بلا کی بڑا ہی علاج ہی اور مشغول معاصی اور لہو لعب کا سو اس سی بلا نہین ٹلتی بلکہ بلا کی

يقوى وقوعه كما يدل عليه قوله تعالى وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم وقد روى ان بعض
تندی اور زور پکڑتی ہی چنانچہ اس آیت سی ثابت ہی اور جو پڑی تمپر کوئی مصیبت سو بدلہ اوسکا جو کمایا تمہاری ہاتھون نی اور روایت ہی کہ ایک

الصالحين قد شكى اليه عن بلاء وقع فيه الناس فقال ما ارى ما انتم فيه من البلاء الا بشوم المعاصي فالعاصي
صالح مرد کی پاس عام بلا کی شکایت گذری جسمین تمام خلقت مبتلا تھی سو اوس صالح مرد نی فرمایا مین اس بلا کو بجز نحوست تمہاری گناہون کی نہین جانتا پس گناہگار آدمی

مشوم على نفسه وعلى غيره اذ لا يؤمن ان ينزل عليه العذاب فيعم الناس خصوصا من لم ينكر عمله لان النهي
منحوس ہوتا ہی اپنی جان پر اور غیرون پر اسلئی کہ یہ بچاؤ کہان ہی کہ اوسپر عذاب نازل ہوکر سب خلقت پر پھیل جاوی خاص اون لوگون پر جو اوسکی عمل کو ناپسند نہین کرتی

عن المنكر واجب فاذا تركه الناس يكون جميعهم مستحقين للعذاب كما روى عن جرير بن عبد الله رضي الله عنه انه عليه السلام
اسوسطی کہ بری بات کی ممانعت واجب ہی جب اس وجوب کو لوگون نی ترک کیا تو سب ہی سزاوار عذاب کی ہونگی چنانچہ جریر بن عبد اللہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی

قال ما من رجل يكون في قوم يعمل فيهم بالمعاصي وهم يقدرون على ان يغيروا عليه ولا يغيرون الا اصابهم
فرمایا نہین کوئی شخص کہ ایک قوم مین رہکر معاصی کیا کری اور حال یہہ ہی کہ اونکو یہ قدرت ہی کہ منع کردین پہ منع نہین کرتی مگر اون سب پر

منه بعقاب قبل ان يموتوا وفي حديث اخر انه عليه السلام قال ان الله تعالى لا يعذب العامة بذنوب الخاصة
جیتی جی عذاب آویگا اور ایک اور حدیث مین ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا بیشک اللہ تعالی بعض بعض کی گناہون سی تمام خلقت کو عذاب نہین کرتا

حتى يروا المنكر بين اظهرهم وهم قادرون على ان ينكروه فلا ينكرونه فاذا فعلوا ذلك عذب الله العامة

جبتک وہ خلقت امر بد کو اپنی سامنی دیکہیں اور وہ یہہ قدرت رکہتی ہیں کہ منع کریں پہر منع نکریں جب وہ ایسا کرتی ہیں تو پہر اللہ تعالی عوام

والخاصة فان المنكر اذا ظهر بين الناس يجب على كل من يراه ان يغيروه فان لم يغيروا فكلهم عاص بعضهم

وخواص سبکو عذاب کرتا ہی اسلئی کہ کار بد جب سب کی سامنی ہونی لگی تو جو دیکہی سب پر واجب ہی کہ منع کری اگر منع نکرینگی تو پہر سب کی سب گنہگار ہیں

بفعله وبعضهم برضاه وقد جعل الله تعالى بحكمه وحكمته الراضي بمنزلة العاصي ولهذا قال الله تعالى وَاتَّقُوا

بعضی تو عمل کرکر اور بعضی پسند کرکر اور اللہ تعالی نی اپنی حکم اور حکمت سی پسند کرنیوالیکو برابر گنہگار کی ٹہرایا ہی اسی لئی اللہ تعالی نی فرمایا ہی اور بچتی رہو

فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً قال ابن عباس رض في تفسير هذه الاية قد امر الله المؤمنين ان لا يقروا

اور فسادی کہ نہ پڑیگا تم میں سی ظالموں پہ جنکر ابن عباس اس آیت کی تفسیر میں کہتی ہیں بیشک اللہ تعالی مؤمنوں کو امر کرتا ہی کہ امر منکر کو

منكرا بين اظهرهم فيعمهم العذاب فانظر ايها العاقل ان عاقر الناقة كان واحدا من قوم صالح النبي عليه السلام

اپنی سامنی نہ ہونی دیں پہر سب پر عذاب آویگا سوای عقلمند دیکہہ تو حضرت صالح پیغمبر علیہ السلام کی اونٹنی کا کاٹنیوالا تمام قوم میں سی ایک ہی تہا

كما اخبر الله به حيث قال فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى فَعَقَرَ فتبعه ثمانية فكانوا تسعة كما بينه الله حيث قال

چنانچہ اللہ تعالی اسکی خبر اس آیت میں دیتا ہی پہر پکاری اپنی رفیق کو پہر اسنی چلایا اور کاٹا پہر اوسکی ساتہہ آٹہہ آدمی ہوگئی تو وہ کل نو ہوگئی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی

وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ فانزل الله تعالى العذاب على قوم صالح النبي عليه السلام

اور تہی اوس شہر میں نو شخص خرابی کرتی ملک میں اور سنوار نکرتی پہر اللہ تعالی نی حضرت صالح نبی علیہ السلام کی قوم پر عذاب بہیجکر

واهلكهم وشمل الاصاغر والبهائم من العذاب شمل الاكابر حين لم ينهوا عاقر الناقة عن عقرها وكذلك سائر الامم

ہلاک کیا اور بچوں اور جانوروں پر وہی عذاب آیا جو بڑوں پر آیا تہا جب اونہوں نی اونٹنی کی قاتل کو قتل سی منع نکیا اور ایسی ہی تمام امتیں معذب

المهلك شمل العذاب صغارهم وكبارهم ونساءهم وحيواناتهم ولهذا كان الله تعالى يامر الانبياء عليهم السلام ان يخرجوا

کہ اونکی بچوں اور بڑوں اور عورتوں اور جانوروں پر عذاب آ گیا اور اسی لئی اللہ تعالی انبیا علیہم السلام کو امر فرماتا تہا کہ مسلمانوں کو ساتہہ لیکر

مع المؤمنين من بين قومهم قبل نزول العذاب مع كون القدرة صالحة لانجائهم وان قعدوا في اماكنهم لكن لا تبديل

اپنی قوم میں سی عذاب کی آنی سی پہلی باہر چلی جاویں باوجودیکہ اونکی بچا لینی کی قدرت ہی اگرچہ وہ اپنی مکانوں میں بیٹہی رہیں پر عادات الہی میں تبدیل نہیں ہوتی

لسنة الله تعالى وقد كان من قاعدة العذاب انه اذا نزل بقوم يعم المستحق وغيرهم ثم يبعثون على نياتهم كما جاء

اور قاعدہ عذاب کا یوں ہی جاری تہا کہ جب کسی قوم پر نازل ہوتا تو مستحق وغیرہ سب پر عام پڑتا تہا پہر اپنی اپنی نیت پر اوٹہینگی چنانچہ

في الصحيحين عن عبد الله بن عمر رض انه عليه السلام قال اذا انزل الله بقوم عذابا اصاب من كان فيهم ثم بعثوا

صحیح بخاری اور مسلم میں عبد اللہ بن عمر رض کی روایت سی آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب اللہ تعالی کسی قوم پر عذاب بہیجتا ہی تو جو لوگ ہیں ہوتی ہیں

على نياتهم وروى عن مالك بن دينار رح انه قرا هذه الاية وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ

سب پہ آتا ہی پہر اپنی اپنی نیتوں پر اوٹہائی جاتی ہیں اور مالک بن دینار سی روایت ہی کہ اونہوں نی یہہ آیت پڑہی اور تہی اوس شہر میں نو شخص خرابی کرتی ملک میں

وَلَا يُصْلِحُونَ قال فكم اليوم في كل محلة وكل جماعة من يفسد في الارض ولا يصلح مع انه تعالى قال فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ

اور اصلاح نکرتی فرمایا آج ہر ہر محلہ اور ہر ہر جماعت میں کتنی ہیں جو ملک میں خرابی کرتی ہیں اور اصلاح نہیں کرتی باوجودیکہ اللہ تعالی فرماتا ہی سو ڈرتی

عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وقد روى عن ام سلمة رض انها قالت سمعت رسول الله صلى

رہیں جو لوگ خلاف کرتی ہیں اوسکی حکم کا کہ پڑی اونپر کچہہ خرابی یا پہنچی اونکو دکہہ کی مار اور ام سلمہ رض سی روایت ہی کہ وہ کہتی ہیں کہ میں نی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

الله عليه وسلم يقول اذا ظهرت المعاصي في امتي عمهم الله بعذاب من عنده فقلت يا رسول الله اما فيهم

وسلم سی سنا کہ فرماتی تہی جب میری امت میں معاصی ظاہر ہونی لگی تو اللہ تعالی کی پاس سی سب پر عذاب آویگا میں نی عرض کیا یا رسول اللہ کیا اوس امت میں

اناس صالحون قال بلى قلت كيف يصنع اولئك قال يصيبهم ما اصاب الناس ثم يصيرون الى

خلق نیکوکار نہو گی فرمایا ہان مینی عرض کیا اونکا کیا حال ہوگا فرمایا اونپر وہ ہی مصیبت ہوگی جو سب لوگون پر پڑیگا انجام اونکا خدا کی مغفرت

مغفرة الله ورضوانه فالظاهر من هذا الحديث ان المؤمن اذا انكر بقدر استطاعته ولم يغير

اور رضامندی ہے ہی اب اس حدیث سی یہہ ظاہر ہوتا ہی کہ مرد مومن اگر تا بمقدور بیزار ہو اور منکر کو سد نکری

المنكر يعمه العقاب في الدنيا دون الآخرة ويدل عليه ايضا ما روى عن عائشة رض انها قالت يا رسول الله

تو اوسکو عذاب دنیا مین عام ہوگا آخرت مین نہوگا اور یہہ ہی مضمون عائشہ رض کی روایت سی ثابت ہوتا ہی کہ مینی عرض کیا یا رسول اللہ

ان الله تعالى اذا انزل سطوته باهل الارض وفيهم صالحون فيهلكون بهلاكهم فقال يا عائشة ان

اللہ تعالی جب اپنا قہر زمین کی باشندون پر اوتارتا ہی تو اون مین نیکوکار بہی ہوتی ہین کیا وہ بہی اونکی ساتہہ ہلاک ہوتی ہین فرمایا یا عائشہ

الله تعالى اذا انزل سطوته باهل نقمة وفيهم صالحون فيصيبون معهم ثم يبعثون على نياتهم والمرء

اللہ تعالی جب اپنا قہر عذاب والون پر نازل کرتا ہی اور اون مین صلحا بہی ہوتی ہین تو وہ بہی اونکی ساتہہ مصیبت مین آجاتی ہین پہر اپنی اپنی نیتون پر اوٹھتی ہین اور آدمی

لا يسمى صالحا الا اذا انكر بمقدار وسعه واما من داهن ولم ينكر مع استطاعته فانه يصير من الفاسقين

صالح جب ہی ہوتا ہی کہ اپنی مقدور تک برائی سی بیزار رہی اور جسنی سستی کی اور باوجود طاقت کی بند نکیا تو وہ فاسقون مین داخل ہوتا ہی

لا من الصالحين وقد ضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم للمداهن في حدود الله والواقع فيها مثلا

صلحا مین نہین رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی ایک مثال بیان فرمائی ہی حدود الہی مین سستی کرنیوالی کی اور جو حدود الہی مین مبتلا ہی

فقال عليه السلام مثل المداهن في حدود الله تعالى والواقع فيها مثل قوم استهموا سفينة فصار بعضهم

سو فرمایا مثال حدود الہی مین سستی کرنیوالی کی اور جو حدود مین مبتلا ہی ایسی ہی گویا ایک قوم نی کشتی حصہ وار لی پہر کوئی تو

في اسفلها وجاء بعضهم في اعلاها فكان الذي في اسفلها يمر بالماء على الذين في اعلاها فتأذوا به فاخذ فاسا

نیچی کی درجہ مین آیا اور کوئی اوپر کی درجہ مین آیا اور جو کہ نیچی کی درجہ مین تہا وہ اوپر والون کی پاس پانی لینی آتا جاتا اونکو اس سی ایذا ہوئی اب اوسنی کلہاڑا لیکر

فجعل ينقر السفينة فاتوه فقالوا ما لك فقال تاذيتم بي ولا بد من الماء فان اخذوا على يديه انجوه ونجوا انفسهم

کشتی مین چہید کرنا شروع کیا اونہون نی اوسکی پاس آکر پوچہا تو کیا کرتا ہی کہا تمکو مجہسی ایذا ہوتی ہی اور مجکو پانی کی ضرورت ہی اب اگر اونہون نی اوسکا ہاتہہ پکڑ لیا تو اوسکو بچا لیا اور اپنی

وان تركوه اهلكوه واهلكوا انفسهم فانه عليه السلام قد ادرج في تمثيله هذا جملة من الفوائد منها ان الدين

جان بہی بچائی اور اگر اوسکو چہوڑ دیا تو اوسکو مارا اور آپ بہی مری بیشک نبی علیہ السلام نی اس تمثیل مین بہت فائدی درج کئی ہین ایک یہہ ہی کہ دین

كالسفينة فان السفينة كما تكون سبب النجاة في الدنيا كذلك الدين يكون سبب النجاة في الآخرة ومنها ان

مثل جہاز کی ہی سو جہاز جیسی دنیا مین ڈوبنی سی بچاتا ہی ایسی ہی دین آخرت مین بچاتا ہی اور ایک یہہ ہی

سكوت اهل السفينة عمن يريد ان ينقر كما يكون سبب هلاكهم في الدنيا كذلك سكوت المسلمين عن الفاسق

کہ کشتی والون کا چپ رہنا اوسکی حال سی جو کشتی مین چہید کیا چاہتا ہی جیسی دنیا مین اونکی ہلاکت کا سبب ہی ایسی ہی چپ رہنا مسلمانون کا فاسق کی حال سی

وعدم الانكار عليه يكون سبب هلاكهم في الدنيا والآخرة ومنها ان قول الناقر انما انقر فيما يختص لي كما لا ينجي

اور اوسپر انکار نکرنا دنیا اور آخرت مین اونکی ہلاکت کا سبب ہی اور ایک یہہ ہی کہ سوراخ کرنیوالی کا یہہ کہنا کہ مین تو اپنی حصہ مین چہید کرتا ہون جیسی

من كان في السفينة من الهلاك كذلك لا ينجي المؤمنين من الاثم والعقوبة قول الجاني انما اجني على ديني كاعملي

اورون کو جو کشتی مین ہین ہلاکت سی نہین بچاتا ایسی ہی اور مومنین کو گنہگار کا یہہ کہنا گناہ اور عقوبت سی نہین بچاتا کہ مین اپنی دین پر گناہ کرتا ہون تمہاری دین پر نہین

دينكم عليكم انفسكم ما تريدون مني لي عملي ولكم عملكم كل شاة تعلق بعرقوبها ونحو هذه الكلمات التي تجري

تم اپنی سنبہالو تمہین مجہسی کیا غرض میری لئی میرا کیا تمہاری لئی تمہارا کیا ہر ایک بکری اپنی پانوسی بندہتی ہی اور ایسی ایسی اور باتین جو عوام

على ألسنة العوام الذين لا يعلمون ان شوم فعله وسوء عاقبته فساده يشمل الجميع ومنها ان قيام اهل السفينة
کی زبان پر گزرتی ہیں جو یہ نہیں جانتے کہ نحوست اوسکی عمل کی اور انجام برا اوسکی فساد کا سب پر آتا ہی اور ایک یہہ ہی کہ اہل سفینہ کا کھڑا ہونا

ومنع من يريد خرقها كما يكون سبب النجاة جميع اهل السفينة من الغرق كذلك قيام اهل الدين ومنع المنكر
کشتی توڑنیوالی کو منع کرنا جیسا تمام اہل سفینہ کو ڈوبنی سی بچاتا ہی ایسی ہی دینداروں کا مستعد ہوکر کھڑا ہونا اور منکر سی روکنا

يكون سبب النجاة جميع المسلمين من الاثم والعقوبة ومنها ان خرق السفينة كما لا يقدم عليه الا من هو احمق
گناہ اور عقوبت سی تمام مسلمانوں کی نجات کا سبب ہوتا ہی اور ایک یہہ ہی کہ کشتی کا توڑنا جیسی وہ ہی شخص اختیار کرتا ہی جو ایسا احمق ہو

يستحسن ما هو قبيح فى الحقيقة ولا يعلم هلاكه كذلك لا يقدم على المعصية الا من يستحسنها ولا يعلم ما فيها
کہ اچھا بد امور کو نیک سمجھی اور ڈوبنی سی واقف نہو ایسی ہی معصیت کو وہ ہی شخص اختیار کرتا ہی جو اوسکو نیک سمجھی اور یہہ نجانی کہ اسمیں

من عظيم الاثم واليم العقاب اذ لو علم يقينا انه بمعصيته يفعل فى دينه من الضرر ما يفعله خارق السفينة لما
کتنا بڑا گناہ اور کیسا سخت عذاب ہی کیونکہ اگر یقینا یہہ جانتا کہ معصیت میری دین کو ایسا نقصان کرتی ہی جیسی کشتی کا توڑنیوالا کرتا ہی تو معصیت کو کبھی

اقدم عليها ابدا ومنها ان واحدا من اهل السفينة اذا انكر على الذى يريد خرقها واعترض عليه واحد منهم
اختیار نکرتا اور ایک یہہ ہی کہ کوئی اہل سفینہ میں سی جب اوس کشتی توڑنیوالی کو تنبیہ کری اب اگر کوئی اور شخص اونمیں سی اسپر یہہ اعتراض کری کہ تجھی کیا کام

فان ذلك المعترض كما ينسب الى الحمق وقلة العقل وعدم العلم بعاقبة هذا الفعل من جهة كون المانع من
تو بیشک یہہ اعتراض کرنیوالا جیسی احمق اور بیوقوف اور اس حرکت کی انجام سی نادان کہلاویگا اوسکی روکنی والا

الخرق ساعيا فى نجاة المعترض وغيره من الهلاك كذلك من يعترض على من يغير المنكر لا يعترض عليه الا
کشتی کی توڑنی سی معترض وغیرہ کو ہلاک ہونی سی بچاتا ہی ایسی ہی جو شخص اوسپر اعتراض کری جو منکرات سی منع کرتا ہی تو وہ اعتراض

من عظيم حمقه وقلة عقله وعدم علمه بعاقبة المعصية وشومها فان من يغير المنكر يكون قائما باسقاط الفرض
بڑی حماقت اور بیوقوفی اور معصیت کی انجام اور نحوست کی نادانی سی ہی بیشک جو شخص منکرات کو روکتا ہی تو وہ اسلئی اداکرنی فرض کی

المتوجه على المعترض وغيره وساعيا فى نجاتهم من الاثم وخلاصهم من العقوبة ومنها ان اهل السفينة اذا سكتوا
جو معترض وغیرہ پر آتی کوشش کرتا ہی اور اونکو خطاسی بچانی اور عقاب سی چھوڑانی میں سعی کرتا ہی اور ایک یہہ ہی کہ کشتی والی اگر توڑنیوالی سی

عمن يريد خرقها ولم يمنعوه فانهم كما يكونون سواء فى الهلاك معه ولا يميز الخارق من غيره ولا الصالح من الطالح كذلك
چشم پوشی کرینگی اور اوسکو منع نکرینگی تو یہہ سب جس حال میں ہونگی اوسکی ساتھ ڈوبنی میں برابر ہونگی اور یہہ نہ معلوم ہوگا اونمیں توڑنیوالا کونسا ہی اور نیک کون اور برا

اهل الاسلام اذا سكتوا عن تغيير المنكر يعمهم العذاب ولا يميز بين مرتكبه الاثم وغيره ولا بين الصالح منهم وغيرها
ہی اور بدکار کونسا ایسی ہی اہل اسلام جب منکرات کی روکنی میں چشم پوشی کرینگی تو سب پر عذاب آویگا یہہ پہچان ہوگی منکر کا عمل کرنیوالا کونسا ہی اور صاف کونسا ہی اور

ولذلك قال النبى عليه السلام لا تزال لا اله الا الله بنفع من قالها وترد عنهم العذاب والنقمة ما لم يستخفوا بحقها
پہچانیگا اور بدکار کی اسی واسطی ہی علیہ السلام نی فرمایا کلمہ لا اله الا الله جو اسی پڑھنیگا ہمیشہ فائدہ دیتا رہیگا اور اوسپر سی عذاب اور قہر کو ہٹاتا رہیگا جبتک اوسکی حق کو خفیف

قالوا يا رسول الله وما الاستخفاف بحقها قال يظهر العمل بمعاصى الله تعالى فلا ينكر ولا يغير فانه عليه الصلوة والسلام
عرض کیا یا رسول اللہ اوسکا حق کیونکر ضعیف ہوتا ہی فرمایا جب اعمال بد ظاہر ہونی لگیں پہر نہ کوئی اوسکو ناپسند کری اور نہ کوئی بند کری بیشک نبی علیہ السلام نی

اخبر فى هذا الحديث ان ترك الانكار والتغيير يكون استخفافا بكلمة التوحيد فلا يرد العذاب عن الناطقين بها
اس حدیث میں ارشاد فرمایا کہ انکار اور تغیر کی ترک کرنی میں کلمہ توحید کی خفت ہوتی ہی سو کلمہ پڑھنی والوں پر سی عذاب کو دفع نہیں کریگا

لكن ينبغى ان يعلم ان الفعل الذى يجب انكاره يشترط ان يكون منكرا سواء كان من الصغائر او من الكبائر ان وجوب
پر یہہ بہی یاد رکہنا چاہیئی کہ جس کام سی انکار کرنا واجب ہی تو اسمیں شرط یہہ ہی کہ وہ مذموم ہو پہر برابر ہی صغیرہ ہو یا کبیرہ اسواسطی کہ وجوب

الانكار لا يختص بالكبائر بل يعم الصغائر ايضا ولا يشترط في كونه منكرا ان يكون معصية فان من راى صبيا او
انکار کچھ کبایر ہی سی خاص نہیں ہی بلکہ صغایر سی بھی چاہیئی اور منکر ہونی میں یہہ شرط نہیں ہی کہ معصیت ہو اگرچہ کیونکہ جو شخص نابالغ لڑکی یا
مجنونا يشرب الخمر فعليه ان يريق خمره ويمنعه من الشرب وكذا لو راى واحدا منهما يفعل شيئا من المنكرات
باولی کو شراب پیتا دیکھی تو اوسکو لازم ہی کہ شراب کہ پھینکدی اور پینی سی منع کردی اور ایسی ہی اگر کسیکو اونمین سی کوئی اور منکر عمل کرتی ہوئی دیکھی
يجب عليه ان يمنعه وليس هذا الفعل لكون فعلهما معصية اذ لا يسمى فعلهما معصية بل لكونه منكرا ومما
تو اوسکو واجب ہی کہ منع کری اور یہہ ممانعت اسلئی نہیں ہی کہ وہ اوسکی حق میں معصیت ہی اسوسطی کہ نابالغ اور باولی کی اعمال معصیت نہیں ہوتی بلکہ اسلئی کہ منکر ہی اور
ينبغي ان يعلم ايضا ان تغيير المنكر لا يختص بالحاكم ولا يتوقف على اذنهم بل يجب على كل احد بحسب استطاعته
یہہ بھی یاد رکھنی کی بات ہی کہ منہیات سی روکنا صرف حاکموں سی خصوصیت نہیں رکھتا اور نہ اونکی اجازت پر موقوف ہی بلکہ ہر ایک پر اوسکی طاقت کی موافق واجب ہی
وان لم يكن ماذونا من جهتهم سواء كان رجلا او امراة او حرا او عبدا كما عليه الاجماع لما روي عن ابي سعيد الخدري رض
اگرچہ حاکموں کی طرف سی مامور نہ ہو برابر ہی کہ مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام جیسا کہ اسپر امت کا اجماع ہوا اسوسطی کہ ابو سعید خدری سی روایت ہی
انه عليه السلام قال من راى منكم منكرا فليغيره بيده وان لم يستطع فبلسانه وان لم يستطع فبقلبه
کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو کوئی تم میں سی منکر کو دیکھی تو چاہیئی کہ ہاتھ سی روک دی اور اگر یہ طاقت نہو تو زبانی روکی اور اگر یہہ بھی طاقت نہو تو دل سی بیزار رہی
وذلك اضعف الايمان فقوله عليه السلام فليغيره امر ايجاب بالاجماع وقوله من راى منكم عام يشمل الوجوب
اور یہہ ادنی ایمان ہی پس ارشاد علیہ السلام کا چاہیئی کہ روک دی بالاجماع امر ایجاب کی لئی ہی اور آپ کا قول جو کوئی تم میں سی دیکھی عام ہی تمام امت پر واجب ہوتا ہی
جميع الامة لكن قوله تعالى وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ يدل على
پر یہہ آیت اور چاہیئی کہ رہی تم میں ایک جماعت بلاتی نیک کام پر اور حکم کرتی پسند بات کو اور منع کرتی ناپسند کو یہہ دلالت کرتی ہی کہ
انه فرض كفاية وفرض الكفاية اهم من فرض العين والاشتغال به افضل من الاشتغال بفرض العين لان
فرض کفایہ ہی اور فرض کفایہ کا اہتمام فرض عین سی زیادہ ہوتا ہی اور فرض کفایہ میں مشغول رہنا فرض عین کی شغل سی افضل ہوتا ہی اسواسطی
من يترك فرض العين يختص هو بالاثم ومن يفعله يختص هو باسقاط الفرض عن نفسه واما فرض الكفاية
کہ جو شخص فرض عین کو ترک کریگا تو وہی ایک گنہگار ہوگا اور جو شخص فرض عین کو ادا کریگا تو وہ صرف اپنی ذمہ کا فرض ادا کریگا اور فرض کفایہ
فلو ترك باثم الجميع ولو فعل يسقط الاثم عن الجميع ففاعله ساع في صيانة جميع الامة عن الاثم ولا شك ان من قام
اگر ترک کریگا تو تمام امت گنہگار ہوگی اور اگر فرض کفایہ ادا کریگا تو تمام امت گناہ سی بچیگی پس فرض کفایہ کا ادا کرنیوالا تمام امت کو گناہ سی بچانی میں سعی کرتا ہی اور بیشک جو شخص
مقام جميع المسلمين في اقامة مهم من مهمات الدين يكون افضل ولذلك قال النبي عليه السلام من امر بالمعروف
ضروری امر دینی کی قایم کرنی میں تمام مسلمانوں کا قایم مقام ہو دی وہ بہت بہتر ہی اسی واسطی نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص نیک کام سکھاوی اور
ونهى عن المنكر فهو خليفة الله تعالى في ارضه وخليفة كتابه ورسوله وانما كان كذلك لان الانبياء ما بعثوا
بد کار سی روکی پس وہ زمین میں اللہ تعالی کا اور اوسکی کتاب اور رسول کا خلیفہ ہی اور یہہ خلافت اسلئی ہی کہ انبیاء علیہم السلام اسی واسطی مبعوث ہوئی ہیں
الا للامر بالمعروف والنهي عن المنكر وذلك وظيفتهم التي جاءوا لها فمن تبعهم فيها وامر ونهى يكون نائبا عنهم في هذا
کہ نیک کام سکھاویں اور بد کار سی روکیں اور یہہ ہی اونکا وظیفہ ہی جو لائی ہیں پس اس باب میں جو اونکا پیرو ہو کر نیک کام سکھاوی اور برے کام سی روکی وہ ہی
الامر العظيم وتلي منزلته منزلتهم في هذا الخطب الجسيم سواء كان حاكما او ماذونا من جهته او غير ماذون ثم من
اس امر عظیم میں اونکا نائب ہوویگا اور اسکا رتبہ اس کار معظم میں اونکی رتبہ تک پہنچ جاویگا برابر ہی کہ وہ حاکم ہو یا حاکم کی طرف سی متعین ہو یا غیر متعین ہو پھر جو شخص
كان حاكما او ماذونا من جهته يتعين عليه ذلك ويكون له من اقامة الحدود والتعزير ما ليس لغيره من المسلمين
حاکم ہو یا حاکم کی طرف سی متعین ہو تو اوسکا یہہ ذمہ ہی اور اوسکو بسبب انتظام حدود اور تعزیر کی اتنا ثواب ہوگا جو اور کسی مسلم کو نہوگا

واذا اهمل فعلى كل مسلم ان يامر بالمعروف وينهى عن المنكر بقدر طاقته ثم ان كان الوالي راضيا به بهار ان لم
اور جب وہ سستی کرے تو ہر ایک مسلمان کو لازم ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حتی الامکان اپنی مقدور کے موافق کیا کرے پھر اگر حاکم اس پر خوش ہو تو کیا بات ہے اور اگر
يكن راضيا بل كان ساخطا فسلطه منكر يجب الانكار عليه لان العلماء قد فهموا من العمومات الواردة في الامر
راضی نہ ہو بلکہ ناخوش ہو تو اوس کی ناخوشی بھی منکر ہے اس سے بھی اوس کا منع کرنا چاہیے اس واسطے کہ علما نے اون عمومات سے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وارد ہیں
بالمعروف والنهي عن المنكر دخول الامراء والسلاطين تحت تلك العمومات فكيف يحتاج الى اذنهم في الانكار عليهم
یہ بات سمجھی ہے کہ امرا اور سلاطین ان عمومات کے تحت داخل ہیں پھر اونکی اجازت اونکی غلطی کی تردید کرنے میں کیا حاجت ہے اور سلف کی عادت ہے
وقد كان من عادات السلف الانكار على الامراء والسلاطين كما روى ان المامون بن هارون الرشيد بلغه ان رجلا
منع کرنا امراء اور سلاطین کا مقرر تھا چنانچہ روایت ہے کہ مامون بن ہارون رشید کی یہ بات سنا کہ ایک شخص
يمشي في الناس ويامرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر ولم يكن مامورا بذلك من عنده فامر ان يدخل عليه فلما قام بين
لوگوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا پھرتا ہے اور مامون کی طرف سے اوسکو یہ حکم نہ تھا تو مامون نے اوسکو طلب کیا جب وہ سامنے آکر کھڑا ہوا
يديه قال بلغني انك رايت نفسك اهلا للامر بالمعروف والنهي عن المنكر وكان المامون جالسا على كرسيه ينظر
تو مامون نے کہا میں سنا ہے کہ تو اپنے تئیں لائق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سمجھتا ہے اور مامون کرسی پر بیٹھا ہوا کتاب کا مطالعہ کرتا تھا
في كتاب يعقل فوقع منه الكتاب فصار تحت قدمه من حيث لا يشعر فقال له الرجل ارفع قدمك عن اسماء الله ثم
سو بیٹھا ہوا کتاب اوس کے ہاتھ سے گر کر پاؤں کی تلے آگئی ایسا کہ مطلق اوسکو خبر نہ ہوئی تو اوس شخص نے کہا اللہ کے نام پر سے پاؤں اوٹھالے پھر
قل ما شئت ولم يفهم المامون مراده فقال ماذا تقول حتى اعاده ثلثا ولم يفهم فقال هل ترفع ام تاذن لي حتى ارفع
جو چاہے سو کہہ مامون اوسکی مراد کو نہ سمجھا کہا تو کیا کہتا ہے آخر اوس شخص نے تین بار یہ کہا پر وہ نہ سمجھا پھر اوس شخص نے کہا کہ تو اوٹھاتا ہے یا مجھے اجازت دیتا ہے کہ میں
فقال دعت فلما توجه الرجل الى الرفع نظر المامون فراى الكتاب تحت قدمه واخذه وقبله ثم عاد وقال لم تامر بالمعروف
اوٹھا دوں مامون نے کہا میں اجازت دی جب وہ شخص اوٹھانے کو جھکا تو مامون نے دیکھا کہ کتاب پاؤں تلے آگئی ہے سو اوٹھا کر چوم لی پھر وہی بات کہی کہ تو کیوں امر بالمعروف
وتنهى عن المنكر وقد جعل الله ذلك الينا ونحن من الذين قال الله تعالى فيهم ﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ
اور نہی عن المنکر کرتا ہے یہ کام تو اللہ تعالیٰ نے ہمکو دیا ہے اور ہم لوگ ہیں جنکی حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ کہ اگر ہم اونکو مقدور دیں ملک میں کھڑی کریں نماز
وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ فقال رجل صدقت يا امير كما وصفت نفسك من السلطان والتمكن
اور دیں زکوۃ اور حکم کریں بھلے کام کا اور منع کریں بری سے تب اوس شخص نے کہا امیر المومنین تو سچا ہے جیسا اپنا وصف بیان کرتا ہے صاحب سلطنت اور صاحب مکنت ہر
غير انا اعوانك واولياءك فيه لا ينكر ذلك الا من لا يعرف كتاب الله تعالى وسنة رسوله اما الكتاب فقوله تعالى
ہم تمہاری اس باب میں مددگار اور ساتھی ہیں اس امر کو وہی انکار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اوسکی رسول کی حدیث کو نہیں جانتا قرآن میں یہ آیت ہے
﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ واما السنة فقوله عليه السلام
ایمان والے مرد اور عورتیں ایک دوسری کی مددگار ہیں سکھاتی ہیں نیک بات اور منع کرتی ہیں بری سے اور حدیث میں علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے
المؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا وهذا كتاب الله وسنة رسوله فان انقدت لهما شكرت لمن اعانك بجرمهما
مسلمان مثل عمارت کی ایک دوسری سے گتھی ہوئی ہیں یہ ہے کتاب اللہ کی اور حدیث اللہ کی رسول کی پس اگر تو ان دونو کا مطیع ہے تو اپنی مددگار کا شکر گذار ہو
وان لم تنقد لهما لزمك منهما فان الذي اليه امرك وبيده عزك قد شرط ان لا يضيع اجر من احسن عملا فقل الآن ما
اور اگر تو ان دونوں کا مطیع نہیں ہے تو ان دونوں کا وبال تیری سر ہے بیشک جسکی طرف تیرا مآل ہے اور جسکی ہاتھ میں تیری عزت ہے اوسنے شرط کی ہے کہ نیکوکار کا اجر ضائع نہیں کرتا اب جو
شئت فتعجب المامون من كلامه وسر به وقال مثلك يليق ان يامر بالمعروف وينهى عن المنكر وامض على ما كنت عليه
چاہے سو کہہ پھر مامون کو اوسکی کلام سے تعجب آیا اور اوس سے خوش ہو کر کہا تجھ سا شخص کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لائق ہے جا اپنا اوسی کام کئی جا

فاستمر الرجل علی ذلک وقد جری کثیر من ذلک الجماعة من السلف وقالوا لیس من مقتضی رحمة اهل المعاصی ترک
سو وہ شخص اوسی حال پر رہا اور ایسی بہت لوگ سلف میں گذری ہیں وہ یہہ کہتی ہیں گنہگاروں پر رحمت کا مقتضی یہہ نہیں کہ اونکو منع نکری
الانکار علیہم وعدم التعرض لهم بل من کمال الرحمة لهم الانکار علیہم وردهم الی منهج القویم والصراط المستقیم فان المؤمن
اور اونکی حال سی متعرض نہو بلکہ اونکی حال پر بڑی رحمت یہی ہی کہ اونکو منع کرتا رہی اور اونکو روک کر شاہ راہ استوار اور طریق راست پر لادی کیونکہ ایمان والا
اذا سمع باسیر من اساری المسلمین فی ارض العدو یرحمه ویبذل ماله ونفسه فی تخلیصه فکیف لا یجتهد فی تخلیص
جب سنتا ہی کہ کوئی شخص مسلمان دشمن کی ملک میں قید ہو گیا ہی تو اوسپر رحمت کرتا ہی اور اپنا مال اور جان اوسکی چھڑانی میں لگاتا ہی پھر اپنی بھائی مسلمان کی چھڑانی اور بچانی میں
اخیه المسلم وانقاذه اذا راه اسیر نفسه وشیطانه وهما اعدی عدوه فان اعرض عنه وترک اسیرهما
کیونکر سعی نکریگا جب اوسکو نفس اور شیطان کا قیدی دیکھتا ہی اور یہہ دونو سب سی بڑی دشمن ہیں اب جو اس سی بی پروائی کری اور مسلم کو نفس اور شیطان کی قید میں
فذلک من جهله فان المؤمن بانقاذ اسیر من ید عدوه الاصغر یکون ثوابه ما ذکره الله تعالی فی کتابه بقوله
قید رہنی دی یہہ اوسکی جہالت ہی کیونکہ مؤمن کو چھوٹی سی دشمن کی ہاتھ سی قیدی کی چھڑانی میں تو یہہ ثواب ہوتا ہی جسکا اللہ تعالی اپنی کتاب میں یہہ ذکر کرتا ہی
وَمَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا فما ظنک بمن انقذ اسیر المعاصی من ید عدوه الاکبر وقد اقام العلماء
اور جسنی جلائی ایک جان تو گویا جلایا سب لوگوں کو پھر تیرا خیال کیا ہی اوسکی حق میں جو معاصی کی قیدی کو بڑی دشمن کی ہاتھ سی خلاصی دی اور بیشک علمانی
الامر بالمعروف والنهی عن المنکر مقام جهاد لان منع المسلمین من المعاصی التی تفضی الی دخول النار افضل
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو قایم مقام جہاد کا ٹھرایا ہی اسواسطی کہ مسلمانوں کا معاصی ہی روکنا جو دوزخ میں کھینچ لیجاتی ہیں کفار کی قتال سی
من قتال الکفار فکما لا یجوز فی الجهاد ان یفر واحد من اثنین کذلک فی الامر بالمعروف والنهی عن المنکر من رای
بہت بہتر ہی اب جیسی جہاد میں یہہ جایز نہیں کہ ایک شخص دو کی مقابلہ سی بھاگ جاوی ایسی ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں جو کوئی دو شخصوں کو
رجلین علی منکر لا یجوز له ان یترکهما علی منکر بل یجب علیه ان یامر وینهی وان کانوا اکثر وخاف علی نفسه
گنہگار منکر پر دیکھی تو اوسکو جایز نہیں کہ اونکو منکر پہ متوجہ رہنی دی بلکہ اوسکو واجب ہی کہ مواخذہ کری اور اگر زیادہ ہوں اور یہہ اپنی جان کا خوف کری
فهو فی سعة من ترکهم لکن الانکار اولی وافضل اذ قد قیل من قدر علی انکار المعاصی مع الخوف علی نفسه کان
تو اوسکو گنجایش ہی کہ چپ ہو رہی پر منع کرنا تو بھی اولیٰ اور افضل ہی اسواسطی کہ کہتی ہیں جسکو معاصی کی بند کرنیکی طاقت ہو پر جان کا خوف ہو
انکارها مندوبا الیه ومحثوثا علیه لان المخاطرة بالنفوس فی اعزاز الدین مامور بها کما فی قتل الکفار والبغاة
اوسکی مانعت کی محبوب ہی اور نہایت مرغوب کیونکہ واسطی عزت دین کی جان کو خطرہ میں ڈالنا بھی فرمان برداری ہی جیسی کفار اور باغیوں کی قتل میں
وقد روی ان رجلا سال النبی علیه السلام ای الجهاد افضل فقال کلمة حق عند سلطان جائر فانه علیه السلام
اور روایت ہی کہ کسی شخص نی نبی علیہ السلام سی پوچھا کونسا جہاد افضل ہی فرمایا حق بات زبردست حاکم کی سامنی بیشک نبی علیہ السلام نی
جعل کلمة حق عند سلطان جائر افضل الجهاد لان قائلها یجود بنفسه لاعلاء کلمة الحق ونصرة الدین مع کف
حق بات کو زبردست حاکم کی سامنی جہاد سی افضل ٹھرایا اسواسطی کہ حق بیان کرنیوالا واسطی بلندی کلمہ حق اور امداد دین کی اپنی جان تک درگذر نہیں کرتا باوجود یکہ اوسکا ہاتھ
یده عنه بخلاف من یلاقی عدوه فی القتال فانه یبسط یده الیه ویرجوا ان یغلبه ویقتله فلا یکون بذله
رکی ہی برخلاف اوسکی جو صف جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرتا ہی کیونکہ یہہ تو دشمن پر ہاتھ چلاتا ہی اور امید کرتا ہی کہ غالب ہوکر اوسکو مار ڈالی سو اس حالت میں
نفسه مع رجاء سلامتها کمن یبذلها مع یاسه من سلامتها لکن ینبغی ان یراعی فیه التدریج فیبدأ فی الانکا
ان کا آگی کر دینا باوجود امید سلامتی کی اوسکی برابر نہیں ہی جو باوجود خوف سلامتی کی جان آگی کر دیتا ہی لیکن لایق یوں ہی کہ اس باب میں آہستگی اور سہولت کی رعایت رکھی پہلی
ر بالاسهل والارفق فانه یبدا اولا بالوعظ والنصیحة والتخویف بالله تعالی وینظر الی العاصی بنظر الرحمة
انکار بطور سہل نرمی کی ساتھہ شروع کری پہلی وعظ اور نصیحت کو شروع کری اور اللہ تعالی سی ڈراوی اور عاصی کی حق میں رحمت کی نظر کری

ويرى اقدامه على المعصية مصيبة على نفسه لكون المسلمين كنفس واحدة فان امرته بالمعروف ونهيته عن المنكر
فهو على شفير جهنم واياك ان تدفعه فترمى به في قعر جهنم اذ قد يتعلق بك فتقع معه فيها وخذ ذلك امره
بالملاطفة والعفو اول مرة فلعله يتعدى عليك بالاذى باليد واللسان فتكون قد ندبته شرا على شر بنهيه
بعد اهلاك نفسك واما اذا لم يرجع بالوعظ والنصيحة وعلم منه الاصرار على المعصية فلا بأس ان يغلظ له
الكلام ويسب من غير فحش مثل ان تقول يا فاسق يا جاهل يا احمق يا ظالم نفسه يا من لا يخاف الله تعالى
ونحو هذا الكلام ويتحرى فيه الصدق فان مثل هذا الكلام صدق في الحقيقة اذ كل من يرتكب المنكر فاسق وهو
احمق لان الاحمق من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله تعالى كما ورد في الحديث وليحترز من استرسال الغضب
وخروج الكلام الى ما لا يجوز مما هو كذب صريح وفحش قبيح ومن لم يتمكن من ازالة المنكر لا يضرب مرتكبه
فليضرب بيده ورجله ونحو ذلك فاذا اندفع المنكر يجب ان يكف ولم يجد مثل ما يفعل كثير من الناس من الاسترسال
في الضرب بعد زوال المنكر فان ذلك ليس الا للحاكم ومن لم يستطع ان يغير المنكر بيده ولا بلسانه يكره له تركه
ان يذكر مساوي اخيه المسلم لاحد سوى اهل القوة يقدر على منعه لانه اذا لم يطع الله تعالى بازالة المنكر ولا
بغيبة المسلم

المجلس الرابع والاربعون في بيان صلوة الكسوف والخسوف في ظهور الامور المخوفة

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الشمس والقمر آيتان من آيات الله تعالى لا ينخسفان بموت احد
ولا لحيوته فاذا رأيتم ذلك فاذكروا الله تعالى هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه عبد الله بن عباس
وسبب وروده على ما جاء في حديث آخر رواه ابو مسعود الانصاري ان الشمس انكسفت يوم مات ابراهيم ابن رسول
الله صلى الله عليه وسلم فقال الناس انكسفت لموته فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الشمس والقمر آيتان من آيات الله

لاینکسفان لموت احد ولا لحیوته فاذا رایتم شیئا من هذه الافزاع فافزعوا الی الصلوة فانه علیه
کسی کی موت اور حیات پر نہیں گہتی جب تم کچہ ایسی ہول اور خوف دیکہو تو نماز پڑہنی شروع کرو پس نبی علیہ السلام نے

السلام قد امر فی هذا الحدیث بالصلوة عند ظهور شیء من هذه الاهوال التی من جملتها کسوف الشمس
اس حدیث مین بروقت ظاہر ہونے ایسی ایسی اہوال کی جنمین سورج گہن بہی داخل ہی نماز کا حکم فرمایا

وعلم من هذا ان المراد من الامر بذکر الله تعالی فی الحدیث السابق الامر بالصلوة فانه علیه السلام
اور اس سے یہہ معلوم ہوا کہ مراد یاد الہی سے جو پہلی حدیث مین مذکور ہی نماز کا حکم ہی کیونکہ نبی علیہ السلام نے

قد صلاها بالجماعة وکان القیاس ان تکون صلوة الکسوف واجبة کما ذهب الیه بعض العلماء
صلوۃ کسوف جماعت سے پڑہی ہی اور قیاس بہی چاہتا ہی کہ صلوۃ کسوف واجب ہو چنانچہ بعضے علما کا یہی مذہب ہی

واختاره صاحب الاسرار لکون الامر للوجوب لکن الجمهور قالوا انها سنة لانها لیست من شعائر
اور صاحب اسرار نے بہی اختیار کیا ہی اسواسطے کہ امر وجوب کے لئے ہوتا ہی پر جمہور علما سنت کہتے ہین کیونکہ یہہ نماز اسلام کی نشانیون مین سے نہین ہی

الاسلام وانما توجد بعروض الکسوف الا انه علیه السلام لما صلاها بالجماعة کانت سنة مشروعة
یہہ جب ہی ہوتی ہی کہ عارضہ گہن کا ہو مگر ان نبی علیہ السلام نے جو یہہ نماز جماعت سے پڑہی ہی تو سنت ہی جماعت سے بلا کراہت

بالجماعة من غیر کراهة وحملوا الامر علی الندب فعلی هذا ینبغی لامام الجمعة اذا انکسفت الشمس ان یصلی
درست ہی اور علمانے اس امر کو استحباب کے لئے رکہا اس بیان کے موافق امام جمعہ کو لازم ہی کہ جب سورج گہن ہو وے تو ہمراہ لوگون کے

بالناس فی الجامع او فی المصلی رکعتین کل رکعة برکوع واحد کهیئة النافلة بلا اذان ولا اقامة ولا
مسجد جامع مین یا عیدگاہ مین دو رکعت پڑہے ہر یک رکعت مین ایک ایک رکوع کرے جیسے نفلین ہوتی ہین نہ اذان پڑہے اور نہ تکبیر کہے اور نہ

خطبة ویقرأ فیهما ما شاء من القرآن ویخفی القراءة عند ابی حنیفة وعندهما یجهر والافضل تطویل
خطبہ اور اون دونو رکعت مین جتنا چاہے قرآن پڑہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک قرارت چپکے سے پڑہے اور صاحبین کے نزدیک پکار کر پڑہے اور دو رکعت مین

القراءة فیهما لان فیه متابعة النبی علیه السلام اذ قد ثبت ان قیامه علیه السلام کان فی الرکعة الاولی
تطویل قرارت افضل ہی اسلئے کہ اسمین نبی علیہ السلام کی متابعت ہی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ نبی علیہ السلام کا قیام پہلی رکعت مین

بقدر قراءة سورة البقرة وفی الثانیة بقدر سورة ال عمران ویجوز تخفیفها لان السنة استیعاب
بقدر قرارت سورہ بقرہ کے تہا اور دوسری رکعت مین بقدر قرارت سورہ آل عمران کے تہا اور اسمین تخفیف بہی جایز ہی اسلئے کہ مسنون نماز

الوقت بالصلوة والدعاء لما روی عن مغیرة بن شعبة انه علیه السلام قال ان الشمس والقمر آیتان
اور دعا مین وقت کا پورا کر دینا ہی اسواسطے کہ مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالی کی نشانیون مین سے

من آیات الله تعالی لا ینکسفان لموت احد ولا لحیوته فاذا رایتموها فادعوا الله تعالی وصلوا حتی
دو نشانیان ہین نہ کسی کی موت پر گہتی ہین اور نہ کسی کی حیات پر جب تم اونکو دیکہو تو اللہ تعالی سے دعا مانگو اور اتنی نماز پڑہو

تنجلی الشمس وهذا الحدیث یفید استیعاب الوقت بالصلوة والدعاء فان خفف احدهما یطول الآخر
کہ سورج صاف ہو جاوے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ نماز اور دعا مین وقت کا پورا کرنا چاہیے اگر ایک رکعت چہوٹی کر دے تو دوسری کو بڑہا دے

وبعد الصلوة یدعو حتی تنجلی الشمس لان السنة فی الادعیة تاخیرها عن الصلوة ثم هو فی الدعاء
اور نماز کے بعد اتنی دعا مانگے کہ سورج صاف ہو جاوے اسواسطے کہ طریق مسنون دعاؤن مین دعا نماز کے پیچہے ہی پہر امام کو دعا مانگنے مین

مخیر ان شاء دعا جالسا مستقبل القبلة وان شاء دعا قائما مستقبل الناس بوجهه او مستقبل القبلة
اختیار ہی چاہے بیٹہ کر رو بقبلہ دعا مانگے اور چاہے کہڑا ہو کر لوگون کی طرف منہ کر کر یا رو بقبلہ ہو کر دعا مانگے

والناس قاعدون مستقبلوا القبلة علی کل حال وان لم یوجد امام الجمعة یصلی الناس فرادی ان شاؤ

اور لوگ بہر حال روبقبلہ بیٹھے رہیں اور اگر امام جمعہ موجود نہو تو سب لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑہیں چاہیں دو رکعت

رکعتین وان شاؤ اربعا لان هذه الصلوٰة تطوع والاصل فی التطوعات ذلک وکذا فی خسوف القمر

اور چاہیں چار رکعت کیونکہ یہ نماز نفل ہی اور نوافل میں یہی قاعدہ ہی اور ایسی ہی چاند گہن میں

یصلی الناس فرادی ولیس فیه جماعة لتعذر الاجتماع باللیل وربما یکون سببا للفتنة بل یصلی کل واحد

تمام لوگ جدا جدا نماز پڑہیں چاند گہن کی نماز میں جماعت نہیں ہی اسلئی کہ رات کی وقت آدمیوں کا جمع ہونا دشوار ہی اور کبھی وقت آئین فساد کا سبب ہی

بنفسه وکذلک فی انتثار الکواکب والضوء الهائل باللیل والظلمة الهائلة بالنهار والریاح الشدیدة الدائمة

بلکہ ہر ایک اپنی اپنی نماز پڑہ لی اور ایسی ہی ستارہ ٹوٹنی میں اور خوفناک روشنی میں رات کو پیدا ہوجاوی اور خوفناک اندہیرے میں جو دن کو ہووی اور تند آندہی میں

والصواعق والزلازل وعموم الامراض والخوف الغالب من العدو ونحو ذلک من الافزاع و

اور متصل بارش میں اور بجلی گرنے میں اور بہونچال میں اور وبائی بیماریوں اور دشمن کی سخت خوف میں اور سوا اسکی اور ہر ہولناک امور اور

الاهوال یصلی کل واحد بنفسه لعموم قوله علیه السلام فاذا رایتم شیئا من هذه الافزاع فافزعوا

خوفناک اوقات میں ہر ایک اپنی اپنی نماز پڑہ لی واسطی عموم ارشاد نبی علیہ السلام کی جب تم دیکہو ایسا خوفناک امر تو ڈر کر نماز شروع کرو

الی الصلوٰة فان کل ذلک من الایات المخوفة التی یخوف الله تعالی بها عباده کما قال الله تعالی وما نرسل بالایات

کیونکہ یہ سب نشانیاں خوف کی ہیں جس سی اللہ تعالی اپنی بندوں کو ڈراتا ہی جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور نشانیاں جو ہم بہیجتی ہیں

الا تخویفا وجاء فی الحدیث انه علیه السلام قال هذه الایات التی یرسل الله تعالی بها لا تکون لموت

سو ڈرانی کو اور حدیث میں آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا یہہ وہ نشانیاں ہیں جو اللہ تعالی پیدا کرتا ہی یہہ کسیکی موت

احد ولا لحیوته ولکن یخوف بها عباده فاذا رایتم شیئا من ذلک فافزعوا الی ذکر الله تعالی ودعائه

یا کسیکی حیات پر نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالی اپنی بندوں کو ڈراتا ہی جب تم ان میں سی کوئی بات دیکہو تو ڈر کر خدا کی یاد اور دعا اور استغفار کرو

واستغفاره وفی حدیث اخر انه علیه الصلوٰة والسلام قال ان الشمس والقمر ایتان من ایات الله تعالی

اور ایک اور حدیث میں کہ نبی علیہ الصلوٰة والسلام نی فرمایا بیشک سورج اور چاند اللہ تعالی کی نشانیوں میں سی دو نشانیاں ہیں

لا یخسفان لموت احد ولا لحیوته فاذا رایتم ذلک فادعوا الله وکبروا وصلوا وتصدقوا فان کل خیر

کسیکی موت اور کسیکی حیات سی نہیں گہنتی جب تم یہہ حال دیکہو تو اللہ سی دعا مانگو اور بڑائی اسکی یاد کرو اور نماز پڑہو اور خیرات کرو کیونکہ ہر طرح کی خیرات

فی مثل هذه الاهوال والافزاع مامور به لکون الخیرات دافعة للبلیات وروی عن ابن عمر انه علیه السلام

ایسی خوف اور ہول کی وقت موافق حکم کی ہی اسلئی کہ خیرات بلیات کو دفع کرتی ہی اور ابن عمر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام

کان اذا سمع صوت الرعد والصواعق یقول اللهم لا تقتلنا بغضبک ولا تهلکنا بعذابک وعافنا قبل ذلک

جب گرج اور بجلی کی آواز سنتی تو کہتی الہی ہمکو اپنی غضب سی مت قتل کر اور اپنی عذاب سی مت ہلاک کر اور ہمکو اس سی پہلی معاف کر

وروی عن عائشة انه علیه السلام کان اذا ابصر سحابا ترک عمله واستقبله وقال اللهم انی اعوذ بک من

اور عائشہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام جب ابر دیکہتی تو کام چہوڑ کر اوسکی طرف متوجہ ہوتی اور یہہ کہتی الہی میں تیری پناہ لیتا ہوں

شر ما فیه فان کشفه الله تعالی حمد الله تعالی وان مطر قال اللهم سقیا نافعا وروی عن عائشة ایضا

برائی سی جو اس میں ہی پہر اگر اللہ تعالی اوسکو کہول دیتا تو اللہ کی حمد کرتی اور اگر برستا تو یہہ کہتی الہی بارش فائدہ مند اور حضرت عائشہ سی یہہ بہی روایت ہی

انه علیه السلام کان اذا عصفت الریح قال اللهم انی اسئلک خیرها وخیر ما فیها وخیر ما ارسلت به و

کہ جب تند ہوا چلتی تو نبی علیہ السلام کہتی الہی میں تجہسی اسکی بہلائی مانگتا ہوں اور اوسکی بہلائی جو اوسکی اندر ہی اور اوسکی بہلائی جو اسکی ساتہ

بك من شرها وشر ما فيها وشر ما ارسلت بها وروى عن ابن عباس ان رجلا لعن الريح عند النبي عليه السلام
اور اوسکی برائی سی تیری پناہ لیتا ہوں اور اوسکی برائی سی جو اسکی اندر ہی اور اوسکی برائی سی جو اوسکی ساتھ تونی بھیجا ہی اور ابن عباس سی روایت ہی کہ ایک شخص نی نبی علیہ السلام کی
فقال له النبي عليه السلام لا تلعن الريح فانها مامورة وانه من لعن شيئا ليس له باهل رجعت اللعنة عليه
سامنی ہوا پر لعنت کی تب نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ لعنت مت کر ہیہ تو ماموری اور حال یہہ ہی کہ جو شخص کسی شئی پر لعنت کری کہ وہ قابل لعنت کی نہو تو وہ لعنت اوسی پر پہرتی ہی
وروى عن ابي هريرة انه قال الريح من روح الله تاتي بالرحمة والعذاب فلا تسبوها واسئلوا الله خيرها
اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ہوا ایک حکم الٰہی ہی کبہی رحمت لاتی ہی اور کبہی عذاب سو اسکو برا نکہو اور خدا تعالی سی اسکی بہلائی مانگو
وعوذوا من شرها يعني ان الريح من الاشياء التي تجيء من عند الله تعالى كالمطر والبرودة والحرارة وغير
اور اسکی شر سی خدا کی پناہ لو مراد یہہ ہی کہ ہوا وہ شئی ہی جو خدا کی طرف سی آتی ہی جیسی مینہہ اور سردی اور گرمی اور سوای
ذلك تجيء تارة للرحمة وتارة للعذاب فاذا كان مجيئها بامر الله تعالى فلا يجوز سبها بحصول ضرر منها
اسکی کبہی رحمت کی واسطی اور کبہی عذاب کی واسطی جب اسکا آنا خدا تعالی کی حکم سی ہوا تو اسکو برا کہنا جائز نہیں اگرچہ اوس سی ضرر حاصل ہو
بل سبيل العباد فيما يتوهم منها الالتجاء الى الله والاعتصام بحبله والاستعاذة به من شرها ومن شر
بلکہ بندہ کو جب اسمین کچہہ وہم پیدا ہو تو لازم ہی اللہ تعالی کی طرف التجا کرنا اور اوسکی رسی کو مضبوط پکڑنا اور اوسکی شر سی اور جو اوسکی اندر ہی اوسکی شر سی
ما فيها كما روى عن ابي بن كعب انه عليه السلام قال لا تسبوا الريح فاذا رايتم ما تكرهون فقولوا اللهم
پناہ لینی چنانچہ ابی بن کعب سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ہوا کو برا مت کہو جب تمکو کچہہ مکروہ معلوم ہو تو یہہ کہا کرو الٰہی
انا نسألك خير هذه الريح وخير ما فيها وخير ما امرت به ونعوذ بك من هذه الريح وشر ما فيها وشر
ہم تجہسی اس ہوا کی خوبی مانگتی ہین اور خوبی اوسکی جو اوسکی اندر ہی اور خوبی اوسکی جو تونی اوسکو حکم دیا اور اس ہوا سی تیری پناہ لیتی ہین اور برائی سی جو اسکی اندر ہی اور برائی
ما امرت به وكذا من نزل منزلا يستعيذ بالله تعالى لما روى انه عليه السلام قال من نزل منزلا فقال
جو تونی اوسکو حکم دیا اور ایسا ہی جو کوئی کسی مکان مین داخل ہو اللہ سی پناہ لی اسواسطی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص مکان کی اندر جا کر یہہ پڑہی
اعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق لم يضره شيء حتى يرتحل منه منزلا وروى عن ابن عباس انه عليه السلام
کہ پناہ لیتا ہوں بوسیلہ اللہ تعالی کی کلمات پوری کی مخلوق کی برائی سی تو اوسکو کوئی ضرر نہیں ہوتا جبتک کہ وہاں سی دوسرا مکان نہ لی اور ابن عباس سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام
كان يقول عند الكرب لا اله الا الله العظيم الحليم لا اله الا الله رب العرش العظيم لا اله الا الله رب
سختی کی وقت فرمایا کرتی تہی نہین کوئی معبود سوا اللہ عظیم بردبار کی نہین کوئی معبود سوای اللہ رب عرش بزرگ کی نہین کوئی معبود سوای اللہ پروردگار
السموات السبع ورب الارض ورب العرش الكريم وفهم من هذا الحديث ان ذكر الله تعالى واوصافه العظام
ساتون آسمان کی اور پروردگار زمین اور پروردگار عرش بزرگ کی اس حدیث سی معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کا اور اوسکی بزرگ اوصاف کا یاد کرنا
سبب لزوال النقم وقد روى انه عليه السلام قال الا اخبركم بشيء اذا نزل بكم كرب او بلاء فدعا به فرج الله عنه
عقوبت کو دور کرتا ہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا سنو مین تمکو ایسی دعا بتاؤں کہ جب تمپر کوئی سختی یا بلا آوی یہہ دعا پڑہو تو اللہ تعالی دور کری
قيل بلى يا رسول الله قال دعاء ذي النون لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَ
کسی نی کہا کہ ارشاد کیجئی عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا دعا یونس کی ہی لا الٰہ کی کوئی حاکم نہیں سوای تیری تو بی عیب ہی مین تہا گنہگار ظالم پہر سن لی ہمنی اوسکی پکار اور
نَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ ۚ وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ وروى انه عليه السلام قال ما من مكروب يدعو بهذا الدعاء
بچا دیا اوس گہٹنی سی اور یون ہی ہم بچا دیتی ہین ایمان والون کو اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا نہین کوئی مصیبت والا کہ یہہ دعا پڑہی
الا استجيب له يسر نا الله تعالى دعوة مستجابة بلطفه وكرمه

مگر قبول ہی ہوگی الٰہی ہمپر دعا مستجاب اپنی لطف اور کرم سی سہل کیجیو

المجلس الخامس والاربعون

پینتالیسوین مجلس مین

في بيان مسنونية صلوة الاستسقاء عند امساك المطر قال رسول الله صلى الله

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
بیان مسنون ہونے نماز استسقا کا بروقت خشکی بارش کی

عليه وسلم ليست السنة بان لا تمطروا ولكن السنة ان تمطروا ولا تنبت الارض شيئا هذا الحديث من صحاح

فرمایا کال اس سے نہیں پڑتا کہ مینہ نہ برسے بلکہ کال اس سے پڑتا ہے کہ مینہ تو برسے پر زمین سے کچھ پیدا نہ ہو یہ حدیث مصابیح کی

المصابيح رواها ابو هريرة ومعناه ان القحط ليس بان لا ينزل عليكم المطر بل القحط ان ينزل عليكم المطر

صحیح حدیثوں میں ہے ابو ہریرہ کی روایت سے اور اسکے معنی یہ ہیں کہ کال یوں نہیں ہوتا کہ تم پر مینہ نہ برسے بلکہ کال یوں پڑتا ہے کہ تم پر مینہ تو برسے

لكن لا ينبت من الارض شيء او ينبت ولكن يهلك ولا يدخل في ايديكم شيء فان وقوع الشدة بعد توقع

پر زمین میں سے کچھ نہ پیدا ہو یا اوگے تو سہی پر ایسا تباہ ہو جاوے کہ تمہارے ہاتھ کچھ نہ آوے بیشک سختی کا آنا بعد امید فراخی

السعة وحصول اسبابها اقطع مما كان اليأس حاصلا من اول الامر وليس هذا نهي عن الاستمطار و

اور حاصل ہونے اسباب فراخی کے بہت ناگوار ہوتا ہے بہ نسبت ناامیدی کے جو پہلے ہی سے حاصل ہو اور یہ ممانعت نہیں ہے کہ مینہ نہ مانگو اور

الاستسقاء بل هو نهي عن اعتقاد حصول الرزق بالمطر وعدم حصوله بعدم المطر فاللازم على العبد ان

استسقا کی دعا نہ کرو بلکہ اس اعتقاد کی ممانعت ہے کہ رزق کا ملنا مینہ پر موقوف ہے اور رزق نہ ملنا مینہ نہ برسنے پر ہے اب بندہ کو لازم یہ ہے

يسلم نفسه الى مولاه ويعتقد ان الخير له في جميع ما يجيء اليه من مولاه وان كان مخالف المراده وهواه فعلى

کہ اپنی جان اپنے صاحب کے حوالہ کردے اور یہ جانے کہ جو کچھ مجھ پر گذرتا ہے مولا کی طرف سے وہی سب سے بہتر اور خیر ہے اگرچہ مراد اور خواہش کے موافق نہو اب اس شرط کے

هذا ينبغي للعبد ان يستمطر ويستسقي ويعلم ان الرزق من الله تعالى فان الاستمطار والاستسقاء سنة

موافق آدمی کو چاہیے کہ مینہ کی دعا مانگے اور استسقا کی دعا کرے اور یہ سمجھے کہ رزق اللہ کا دیا ملتا ہے اسلیے کہ مینہ مانگنے اور استسقا کی دعا کرنی مسنون ہے

لورود الاخبار والآثار الكثيرة فيه فيستحب للحاكم ان يأمر الناس اولا بصيام ثلثة ايام ثم يخرج بهم في اليوم

کیونکہ اس باب میں خبریں اور آثار بہت وارد ہیں سو حاکم کو مستحب ہے کہ پہلے تمام لوگوں سے تین دن کے روزے رکھوا دے پھر چوتھے روز سبکو جنگل میں لیجاوے

الرابع الى الصحراء قيل ينبغي لهم ان يخرجوا ثلثة ايام متواليات لانها مدة ضربت لارباب الاعذار ولم ينقل

کہتے ہیں کہ بہتر یوں ہے کہ تین روز برابر پے درپے استسقا کے لیے جاویں اسواسطے کہ عذر والوں کے لیے یہی مدت مقرر ہے اس سے زیادہ

اكثر من ذلك ويخرجون مشاة في ثياب البذلة التي تلبس كل يوم لا بثياب الزينة كالعيد بل يخرجون

مدت منقول نہیں ہے اور پیادہ پا پہنے پرانے میلے کچیلے کپڑے جو روز مرہ پہنتے ہوں پہن کر جاویں عزت کے کپڑے عید کے دن کے سے پہن کر نہ جاویں

متذللين متواضعين خاشعين لله تعالى ناكسين رءوسهم ويقدمون الصدقة في كل يوم قبل خروجهم

بلکہ اس حالت سے انکسار کرتے ہوئے خدا کا خوف مانتے ہوئے سر جھکائے ہوئے جاویں اور ہر روز عیدگاہ کی طرف چلنے سے پہلے خیرات کیا کریں

الى المصلى فان كل خير في مثل هذه الاوقات مأمور به لكون الخيرات دافعة للعقوبات ويردون المظالم

کیونکہ ایسے ایسے وقتوں میں خیرات کرنیکا حکم ہے اسواسطے کہ خیرات کرنا عقوبات کو دفع کرتا ہے اور حق حقوق لوگوں کے ادا کریں

ويجددون التوبة فان ذلك هو السبب القريب في الاجابة اروي عن كعب الاحبار انه قال اصاب

اور از سر نو خطاؤں سے توبہ کریں کیونکہ بڑا سبب دعا کی جلد قبولیت کا یہی ہے اسلیے کہ کعب احبار سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت موسی نبی

الناس قحط شديد على عهد موسى النبي عليه السلام فخرج موسى النبي عليه السلام ببني اسرائيل الى الاستسقاء

علیہ السلام کے عہد میں لوگوں پر بڑا ہی سخت کال پڑا پس موسی علیہ السلام استسقا کے واسطے بنی اسرائیل کو لیکر

ثلثة ايام فلم يسقوا فاوحى الله تعالى الى موسى النبي عليه السلام اني لا استجيب لكم وفيكم نمام فقال موسى

تین دن تک برابر گئے پر مینہ نہ برسا پھر اللہ تعالی نے موسی نبی کو وحی بھیجی کہ میں تمہاری دعا اسلیے قبول نہیں کرتا کہ تم میں ایک چغل خور ہے پس بولے

نبی

النبي عليه السلام يا رب من هو حتى نخرجه من بيننا فاوحى الله تعالى يموسى انى انهكم عن النميمة فاكون

یا الٰہی وہ کون ہی تاکہ ہم اوسکو اپنی مین سی نکال دین پہر اللہ تعالیٰ نی یہ وحی بہیجی ای موسیٰ مین تمکو چغل خوری سی منع کرتا ہون پہر مین خود

نماما فقال موسى النبي عليه السلام لبني اسرائيل توبوا باجمعكم من النميمة فتابوا فارسل الله تعالى عليهم

چغل خوری کرنی لگون پہر موسیٰ علیہ السلام نی بنی اسرائیل سی فرمایا تم سب نمیمہ سی توبہ کرو سو انہون نی توبہ کی پہر اللہ تعالیٰ نی اونپر

الغيث وروى عن سفيان انه قال بلغني ان بني اسرائيل قحطوا سبع سنين حتى اكلوا الجيف والاطفال

مینہ برسایا اور سفیان سی روایت ہی کہ وہ کہتی ہین مین نی سنا ہی کہ بنی اسرائیل پر سات برس کا قحط پڑا یہان تک کہ مردار اور بچون کو کہا گئی

وكانوا يخرجون الى الجبال ويتضرعون الى الله تعالى فاوحى الله الى انبيائهم انى لا اجيب لكم داعيا ولا ارحم

اور وہ پہاڑون مین جاکر نہایت انکسار سی دعا کیا کرتی پہر اللہ تعالیٰ نی اونکی نبیون پر وحی بہیجی مین تمہارا کا دعا قبول کرون اور نہ

لكم باكيا حتى تردوا المظالم الى اهلها ففعلوا فمطروا وروى ان عيسى النبي عليه السلام خرج مع قومه

تمہاری رونی پر رحم کرون جبتک کہ تم حقداروں کی حقوق ادا کرو سو انہون نی حق ادا کئی تو پہر مینہ برسا اور روایت ہی کہ عیسیٰ نبی علیہ السلام اپنی قوم کو لیکر

ليستسقي فلما ضجروا قال لهم عيسى النبي عليه السلام من اصاب منكم ذنب فليرجع فرجعوا كلهم

دعا استسقا کی لئی باہر گئی جب مینہ نہ برسا تو اونسی عیسیٰ علیہ السلام نی کہا تم مین سی جو گنہگار ہو وہ ہٹ جاوی تب سب کی سب ہٹ گئی

ولم يبق معه الا رجل واحد فقال له عيسى النبي عليه السلام امالك ذنب فقال والله لا اعلم لي ذنب

اونکی ساتہ سوای ایک شخص کی کوئی باقی نہ رہا پہر عیسیٰ علیہ السلام نی اوس سی پوچھا تو نی کوئی گناہ نہین کیا کہا اللہ کی قسم مجکو اپنا کوئی گناہ معلوم نہین

غير اني كنت ذات يوم اصلي فمرت بي امراة فنظرت اليها بعيني هذه فلما جاوزت ادخلت اصبعي

سوای اسکی کہ مین ایک دن نماز پڑھتا تہا میری پاس کو ایک عورت آگئی سو مینی اوسکی طرف اس آنکہ سی دیکہا جب وہ چلی گئی تو مین نی اپنی اونگلی آنکہ

في عيني فانتزعتها فاتبعت المراة بها فقال له عيسى عليه السلام فادع حتى اؤمن على دعائك فدعا

مین ڈال کر آنکہ نکال لی اور اوس عورت کی پیچھی پہینک دی پہر اوس سی عیسیٰ علیہ السلام نی کہا تو دعا مانگ اور مین تیری دعا پر آمین کہون پہر اوسنی دعا کی

فتجللت السماء سحابا فسقوا وروى عن عطاء السلمي انه قال منعنا الغيث فخرجنا نستسقي

پہر ترت آسمان مین گہٹا گہر گئی اور مینہ برسا اور عطاء سلمی سی روایت ہی کہتا ہی کہ ہمپر مینہ برسنا بند ہو گیا سو ہم استسقا کی واسطی نکلی

فاذا نحن بسعدون المجنون في المقابر فنظر الي فقال يا عطاء هذا يوم النشور او بعث من في القبور

اتفاقاً گورستان مین سعدون دیوانہ مل گیا میری طرف دیکہ کر کہنی لگا ای عطا یہہ دن نشر کا ہی یا قبرون سی مردون کی اوٹہنی کا

فقلت لا لكنا منعنا الغيث فخرجنا نستسقي فقال يا عطاء بقلوب سماوية او بقلوب

مین نی کہا نہین تو یہ ہم پر سی مینہ برسنا بند ہو گیا اسلئی استسقا کی واسطی باہر آئی ہین پہر کہا ای عطا آسمانی دل لیکر آئی ہو یا زمینی دل

ارضية فقلت بل بقلوب سماوية فقال هيهات يا عطاء قل للمبهرجين لا يبهرجوا فان الناقد

مینی کہا نہین بلکہ آسمانی دل لیکر آئی ہین پہر کہا افسوس ہی ای عطا کہوٹی شخصون سی کہدی کہوٹ نہ بنین کیونکہ پرکہنی والا

بصير ثم نظر الى السماء فقال الهي وسيدي لا تهلك بلادك بذنوب عبادك ولكن بالمكنون

بینا ہی پہر آسمان کی طرف دیکہ کر کہا الٰہی وسیدی اپنی شہرون کو گنہگار بندون کی بدلی مین ہلاک مت کر لیکن اپنی پوشیدہ

من اسمائك وما وارت الحجب من الائك اسقنا ماء غدقا تحيي به البلاد وتروي به العباد يا من هو على

نامون کی برکت سی اور جو کہ تیری نعمتین پس پردہ ہین ہمکو پانی بہت پلا جسمین تمام شہر زندہ اور بندی سیراب ہو جاوین ای وہ

كل شئ قدير قال العطاء فما استتم الكلام حتى رعدت السماء وابرقت وجاءت بمطر كافواه القرب

ہر شی پر قدرت رکہتا ہی عطا بیان کرتا ہی کہ اوسنی ابہی کلام پورا نہین کی تہی کہ آسمان گرجا اور بجلی چمکی اور مینہ برسنی لگا جیسی مشک منہ کہل جاتا ہی

وروي عن ابن المبارك انه قال قدمت المدينة في عام شديد القحط فخرج الناس يستسقون وخرجت

اور ابن مبارک سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں مدینہ میں ایسے سال میں آیا کہ بڑا سخت کال پڑ رہا تھا سو تمام لوگ واسطے دعاء استسقا کی نکلے اور میں بھی

معهم اذ اقبل غلام اسود عليه قطعتا خيش قد اتزر باحدهما والقى الاخرى على عاتقه فجلس الى جنبي فسمعته

انکے ساتھ چلا ناگاہ ایک حبشی لڑکا موٹی کملی کی چیتھڑے لگی ہوئی کہ ایک کا اوس نے تہبند کر رکھا تھا اور دوسرا اپنی مونڈھی پر ڈال رکھا تھا آکر میرے پاس بیٹھ گیا اس میں

يقول الهي اخلقت الوجوه عند كثرة الذنوب ومساوي الاعمال وقد حبست عنا غيث السماء

کہ وہ کہتا تھا الٰہی گناہوں کی کثرت اور اعمال کی برائی سے چہری بگڑ گئی اور مینہ آسمان سے برسنا موقوف ہوا

لتؤدب بذلك عبادك فاسئلك يا حليما ذا اناة يا من لا يعرف عباده عنه الا الجميل ان تسقيهم

تاکہ تیرے بندے ادب پذیر ہوں سو میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اے حلیم صاحب وقار والے جس کے بندے سوائے [illegible] کے کچھ نہیں جانتے تو ان کو سیراب

الساعة فلم يزل يقول الساعة الساعة حتى اكتست السماء بالغمام واقبل المطر من كل مكان

کر دے پس وہ یہی کہے جاتا تھا ابھی ابھی یہاں تک کہ آسمان میں گھٹا گھر گئی اور ہر طرف سے مینہ برسنا شروع ہوا

فعلى هذا ينبغي للحاكم ان يستسقي بصلحاء الناس وضعفائهم وفقرائهم ولاجل الدواب الهائمة

اس حال کی موافق حاکم کو لازم ہے کہ استسقا کی دعا صلحاء اور ضعیفوں اور فقیروں سے واسطے پیاسے چوپاؤں

والانعام السائمة والاطفال المعجلة لما روي انه عليه السلام قال لولا صبيان رضع وبهائم رتع

اور چرنے والے مویشی اور [illegible] بچوں کی واسطے کرے اس واسطے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر دودھ پیتے بچے اور چرتے ہوئے جانور

وعباد ركع لصب عليكم العذاب صبا ويقول في دعائه كما قال النبي عليه السلام اللهم اسق عبادك

اور عبادت کرنے والے بندے نہ ہوتے تو تم پر عذاب ٹوٹ پڑتا اور دعا اسی طرح کرے جیسے کہ نبی علیہ السلام نے کی ہے الٰہی پانی دے بندوں کو

وبهائمك وانشر رحمتك واحي بلدك الميت ويستقبل القبلة بالدعاء قائما والناس قاعدون

اور اپنے چوپایوں کو پانی پلا اور اپنی رحمت پھیلا اور اپنے مردہ شہر کو زندہ کر اور رو بقبلہ کھڑا ہو کر دعا مانگے اور باقی لوگ رو بقبلہ بیٹھے رہیں

مستقبلين القبلة لما روي انه عليه السلام استقبل القبلة ودعا فاذا دعى يوقن بالاجابة

اس واسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے رو بقبلہ ہو کر دعا کی ہے اور جب دعا مانگے تو قبولیت کا یقین کرے

ويصدق رجاءه لما روي انه عليه السلام قال ادعوا الله وانتم موقنون بالاجابة وقد قال الله

اور اپنی امید کو سچی جانے اس واسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ سے قبولیت کا یقین کر کے دعا مانگو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ وقال في اية اخرى وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ

مجھکو پکارو کہ میں قبول کروں تمہاری پکار کو اور ایک اور آیت میں فرمایا ہے اور جب تجھسے پوچھیں بندے میرے مجھکو تو میں نزدیک ہوں پہنچتا ہوں پکارنے والے کی پکار کو

الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ويجتهد في الدعاء سرا ويقول اللهم انك امرتنا بدعائك ووعدتنا اجابتك

جس وقت مجھکو پکارتا ہے اور دعا میں خوب مبالغہ کرے پوشیدہ اور کہے الٰہی تو نے ہمکو اپنی دعا کرنے کا حکم کیا اور قبولیت کا وعدہ کیا

فقد دعوناك كما امرتنا فاجبنا كما وعدتنا اللهم فامنن علينا بمغفرة ما قارفنا واجابتك في سقيانا

سو ہم نے تیرے حکم کے موافق دعا مانگی اب تو اپنے وعدہ کے موافق قبول کر الٰہی ہمارے گناہوں کی بخشش کر اور اپنی قبولیت سے پانی برسا کر

وسعة رزقنا ويستحب للناس اذا كان فيهم رجل مشهود بالصلاح ان يستسقوا به ويقولوا

اور فراخی رزق کی دے کر ہم پر مست کر اور لوگوں کو مستحب ہے کہ اگر کوئی شخص ان میں نیک بخت مشہور ہو تو اس سے استسقا کی دعا کرائیں اور یوں کہیں

اللهم انا نستسقي ونستشفع اليك بعبدك فلان اذ روي في صحيح البخاري ان عمر بن الخطاب كان

الٰہی ہم تجھ سے مینہ مانگتے ہیں اور تیری جناب میں تیرے فلانے بندے سے شفاعت کراتے ہیں اس لئے کہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ عمر بن الخطاب

اذا قحطوا یستسقی بالعباس ویقول اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا محمد علیہ السلام فتسقینا وانا
جب قحط پڑتا تو حضرت عباس کی وسیلہ سی دعا استسقا کرتی اور کہتی تہی ہم تیری سامہنی ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ کیا کرتی تہی سو تو مینہ برساتا تہا اب ہم
نتوسل الیک بعم نبینا محمد علیہ السلام فاسقنا فیسقون ولیس فی الاستسقاء عند ابی حنیفۃ رح
تیری سامہنی اپنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا کو وسیلہ کرتی ہیں سو ہمکو پانی دی پس مینہ برساتا اور استسقا میں امام ابو حنیفہ کی نزدیک کوئی
صلوٰۃ مسنونۃ بالجماعۃ فان صلی الناس وحدانا جاز وانما الاستسقاء عندہ دعاء واستغفار
مسنون جماعت کی نماز نہیں ہی اگر لوگ جدا جدا نماز پڑہ لین تو جائز ہی امام کی نزدیک استسقا صرف دعا اور استغفار ہی
لقولہ تعالی فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ
اس دلیل سی تو میں کہا کہ گناہ بخشواؤ اپنی رب سی مقرر وہ ہی بخشنی والا چہوڑ دی آسمان کی تم پر دہاریں اور بڑہتی دی تمکو مال اور
وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا فھذہ الاٰیۃ وان کانت حکایۃ لمقال نوح النبی علیہ السلام لقومہ
بیٹوں سی اور بنا دی تمکو باغ اور بنا دی تمکو نہرین پس یہہ آیت گرچہ نوح نبی علیہ السلام کی قول کی حکایت ہی جو اپنی قوم کو فرمایا تہا
لکن یصح الاستدلال بہ لان شریعۃ من قبلنا شریعۃ لنا اذا قصہا اللہ تعالی فی کتابہ ولم ینکرھا ولم یرد
مگر آیت سی استدلال صحیح ہی اس لئی کہ ہم سی پہلی شریعتین ہی ہماری لئی شریعت ہین جب اونکو اللہ تعالی اپنی کتاب مین بیان فرماوی اور اونکا انکار نکری اور نہ
فیہا النسخ کما فی ھذہ الاٰیۃ فانہ تعالی بین فیہا ان الاستغفار سبب لارسال السماء وھو المطر اذ روی ان
اونکا نسخ وارد ہو جیسی اس آیت میں ہی پس اللہ تعالی نی اس آیت میں بیان فرمایا کہ استغفار کی سبب سی مینہ برستا ہی اسواسطی کہ روایت ہی
نوح النبی علیہ السلام کذبہ قومہ بعد تکریر الدعوۃ دھرا طویلا فحبس اللہ تعالی عنہم المطر واعقم
کہ نوح نبی علیہ السلام کو اونکی قوم نی بعد تکرار دعوت کی مدت دراز تک تکذیب کی سو اللہ تعالی نی چالیس برس تک اور بعضی کہتی ہیں
ارحام نسائہم اربعین سنۃ وقیل سبعین سنۃ فوعدہم نوح النبی علیہ السلام انہم ان استغفروا من
ستر برس تک اونپر مینہ برسانا بند کیا اور عورتون کو بانجہ کر دیا پہر نوح نبی علیہ السلام نی اونسی وعدہ کیا کہ اگر وہ اپنی گناہون سی توبہ کرین تو
ذنبہم یرزقہم اللہ تعالی الخصب ویرفع عنہم ما کانوا فیہ فعلم منہ ان المسنون فی الاستسقاء الدعاء والاستغفار
اللہ تعالی تازگی اور رزق کی فراخی دی اور جس مصیبت میں مبتلا ہیں وہ دور کر دی اس سی معلوم ہوا کہ استسقا میں دعا و استغفار ہی مسنون ہی
وروی عن انس ان رجلا دخل المسجد یوم الجمعۃ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخطب فقال یا رسول
اور انس سی روایت ہی کہ ایک شخص جمعہ کی دن مسجد مین آیا اور اوسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑہتی تہی اوسنی عرض کیا یا رسول اللہ
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھلک المواشی وخشینا الھلاک علی انفسنا فادع اللہ تعالی ان یسقینا فرفع رسول
صلی اللہ علیہ وسلم مواشی تو مر گئی اب ہمکو اپنی جانون کا خوف ہی سو تم اللہ تعالی سی دعا کرو کہ ہمکو پانی عنایت کری پہر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدیہ قال اللھم اسقنا غیثا مغیثا مریئا غدقا مغدقا عاجلا غیر اجل قال الراوی
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی دونو ہاتہ اوٹہا کر دعا کی الہی ہمپر مینہ برسا اچہا مینہ تازہ کرنیوالا بہت فائدہ مند جلد ہی دیر نہو راوی کہتا ہی
فما کان فی السماء قزعۃ فارتفع السحاب من ھھنا وھھنا حتی صار کامثال ما مطرت سبعا من الجمعۃ الی الجمعۃ
کہ آسمان مین کچہہ ابر نہ تہا پہر ادہر ادہر سی ابر نمودار ہونی لگا یہان تک کہ گہٹا گہر گئی پہر سات دن تک اور جمعہ سی اگلی جمعہ تک برستی گیا
ودخل ذلک الرجل المسجد فی الجمعۃ القابلۃ ورسول اللہ علیہ السلام یخطب والسماء تسکب فقال یا رسول
پہر وہی شخص اگلی جمعہ کو مسجد مین آیا اوسوقت بہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرماتی تہی اور مینہ برستا تہا عرض کیا یا رسول
اللہ تہدم البنیان وانقطعت السبل فادع اللہ تعالی ان یمسکہ فتبسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ گہر گر گئی اور رستی بند ہو گئی سو دعا کرو کہ اللہ تعالی مینہ کہول دی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی

بملالة بني ادم ثم رفع يديه فقال اللهم حوالينا ولا علينا اللهم على الاكام والظراب وبطون الاودية ومنابت

بنی آدم کی ملالت سے تبسم کیا پھر دونوں ہاتھ اوٹھا کر بعد دعا کی الٰہی ہماری گرد نواح پر ہم پر نہیں الٰہی ٹیلوں اور زمین کی پشتوں پر اور پہاڑوں پر اور نالوں کی اندر اور جہاں

الشجر قال الراوي فما كان في السماء خرقا فانجابت السحاب عن المدينة حتى صارت حولها كالاكليل فالراوي

درخت پیدا ہوتی ہوں راوی کہتا ہی آسمان میں کہیں ذرہ کھلا ہوا نہ تھا سو مدینہ کی اوپر سے ابر کھل گیا یہاں تک کہ اوسکی گرد تاج کی مثال ہو گیا پس راوی نی اس خبر میں

لم يذكر في هذا الخبر غير الدعاء فعلم منه ان الصلوة في الاستسقاء غير مسنونة وقد ثبت ان عمر

سوا دعا کی اور کچھ بیان نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ استسقاء میں نماز مسنون نہیں ہی اور بیشک ثابت ہوا ہی کہ عمر رضی اللہ عنہ نی

استسقى ولم يصل ولو كانت الصلوة سنة لما تركها لانه كان اشد الناس اتباعا السنة رسول الله عليه السلام

استسقاء کی دعا کی اور نماز نہیں پڑھی اگر نماز مسنون ہوتی تو عمر رضی اللہ عنہ ہرگز نہ چھوڑتی اس لئے کہ عمر کی برابر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع کوئی نہیں تھا

صلى فيه ركعتين كصلوة العيد فذلك انما يدل على الجواز وليس الكلام فيه بل الكلام في كونها سنة والسنة

استسقاء میں دو رکعت عید کی سی نماز پڑھی سو اس سے جواز معلوم ہوتا ہی اور اسمیں کلام نہیں ہی بلکہ کلام مسنون ہونی میں ہی اور سنت ہونا ایسے حکایات سے

لا تثبت بمثله بل انما تثبت بالمواظبة ولم يوجد المواظبة لانه عليه السلام فعلها مرة وتركها اخرى ولم يكن

ثابت نہیں ہوتا سنت ہونا مواظبت سے ثابت ہوتا ہی اور مواظبت نہیں پائی جاتی اس لئے کہ نبی علیہ السلام نی کبھی اسکو کیا اور کبھی ترک کیا اور عمل کرنا

فعله اكبر من تركه حتى يكون مواظبة وقالا يصلي الامام بالناس ركعتين كصلوة العيد بلا اذان ولا اقامة

ترک کرنی سے زیادہ نہیں تھا جسکو مواظبت کہہ سکیں اور صاحبین کہتی ہیں کہ امام لوگوں کو ہمراہ لیکر عید کی طرح دو رکعت بدون اذان اور تکبیر کی پڑھی

مع التكبيرات الزوائد والجهر بالقراءة ثم يخطب خطبتين يفصل بينهما بجلسة خفيفة ويكون الاستغفار

اور تکبیرات زوائد ادا کری اور قراءت پکار کر پڑھی پھر دو خطبہ پڑھا دونوں کی بیچ میں ہلکا سا جلسہ کری اور استغفار دونو خطبوں کا عمدہ مضمون ہو

معظم الخطبتين فاذا فرغ من الخطبة يستقبل القبلة ويحول رداءه في هذه الساعة تفاؤلا بتحويل الحال

جب خطبہ پڑھ چکی تو رو بقبلہ ہو کر اب چادر کو واسطی تفاؤل بدل جانی حالت کی اولٹی

فيجعل ما على اليمين على الشمال وما على الشمال على اليمين ثم يدعو ويقول في دعائه اللهم اسق عبادك وبهائمك

پس داہنی طرف کا پلہ بائیں طرف کری اور بائیں طرف کا پلہ داہنی طرف کری پھر دعا مانگی اور دعا کی اندر یہ مضمون ادا کری الٰہی اپنی بندوں اور اپنی حیوانات کو پانی دی

وانشر رحمتك واحي بلادك الميت اللهم انك امرتنا بدعائك ووعدتنا اجابتك فقد دعوناك كما امرتنا

اور اپنی رحمت کو وسیع کر اور اپنی مردہ شہر زندہ کر الٰہی تو نی ہمکو دعا کرنیکا حکم دیا اور قبول کرنیکا وعدہ فرمایا سو ہم تو بیشک تیری حکم کی موافق دعا مانگ چکی

فاجبنا كما وعدتنا اللهم فامنن علينا بمغفرة ما فرطنا واجابتك في سقيانا وسعة رزقنا اللهم لا تهلك بلادك بذنوب

اب تو اپنی وعدہ کی موافق قبول کر الٰہی ہماری زیادتیاں بخش کر اور اپنی قبولیت سے ہمکو پانی دیکر اور رزق کی فراخی کر کر ہم پر منت کر الٰہی گنہگار بندوں کی مد ابھی شہروں کو

عبادك ولكن برحمتك الشاملة ونعمتك الكاملة اسقنا ماء غدقا يحيي به البلاد وتروى به العباد انك

ولیکن اپنی رحمت شامل اور نعمت کامل سے ہمکو اتنا بہت پانی دی جس سے شہر زندہ اور تمام بندی سیراب ہو جاویں تو بیشک

على كل شيء قدير ربنا اتنا في الدنيا حسنة وفي الاخرة حسنة وقنا عذاب النار المجلس السادس

ہر شی پر قادر ہی ای رب ہماری ہمکو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی دی اور ہمکو دوزخ کی عذاب سے بچا چھیالیسویں

والاربعون في بيان وجوب تعليم الفرائض والقران ولحن الخفي والجلي

مجلس میں بیان وجوب تعلیم فرائض کا اور قرآن کا اور لحن پوشیدہ اور ظاہر کا

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تعلموا الفرائض والقران فاني مقبوض هذا الحديث من حسان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا سیکھو فرائض اور قرآن کو کیونکہ میں قبض ہونیوالا ہوں یہ حدیث مصابیح کی

المصابیح

المصابیح رواہ ابوهریرة وفیه تحریض للامة علی تعلم النوعین من العلم لانهما لاینلقفان التلقف بمعنی
حسن حدیثون میں ہی ابوہریرہ کی روایت سے اور اسمیں امت کی لئے دو علم سیکھنے دونوں قسم علم کی ترغیب ہی کیونکہ یہ دونوں ایسے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ارسے
الاخذ الامنه علیه السلام فانه علیه السلام اذا قبض لا یحصل للناس منهما شئ بعده الاما تعلموا منه
نہیں حاصل ہوتی تلقف کا معنی لینے کی ہیں کیونکہ نبی علیہ السلام نے جب وفات کی تو پیچھے بعد ان کی لوگوں کو دونوں میں سے کوئی علم نہیں حاصل ہو سکتا مگر وہی جو سیکھ چکے
وهما الفرائض والقرآن اما الفرائض فقد ذهب بعض الناس الی ان المراد بها قسمة المواریث ولا دلیل له
اور وہ دو نو علم فرائض اور قرآن ہی جیسے فرائض سے مراد تو بعضی لوگ وراثت کا تقسیم کرنا بتاتے ہیں اور موجود ذکر توریشتی کی اس خصوصیت کی دلیل نہیں معلوم ہوتی
فی هذا التخصیص علی ماذکره التوربشتی بل الصحیح ان المراد بها الفرائض التی فرضها الله تعالی علی عباده
بلکہ صحیح یہہ ہی کہ مراد اس سے وہ امور ضروری ہیں جو اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر فرض کردئے ہیں
واما القرآن علی ما ذکر فی الاصول فهو ما کان منقولا بالتواتر کالقراءة السبع المعروفة التی اختارها الائمة
اور رہا قرآن علم اصول کی مسئلوں کی موافق وہ ہی جو تواتر سے منقول ہی جیسی ساتوں قراتیں مشہور جسکو قرات کے ساتوں اماموں نے اختیار کر رکھا ہی
السبعة من القراء لاماکان منقولا بلاتواتر فانه لیس بقرآن بل من القراءة الشاذة سواء نقلت بطریق الشهرة
وہ نہیں ہی جو بلا تواتر منقول ہی سو یہہ قرآن کی احکام میں داخل نہیں ہی بلکہ وہ قرارت شاذہ ہی برابر ہی کہ بطریق شہرت منقول ہو
او بطریق الاحاد والنقل بالتواتر شرط فی کون المنقول قرآنا سواء کان فی جوهر اللفظ او فی هیئته والمراد من
یا بطریق آحاد اور نقل بالتواتر منقول کی لئے قرآن ہونے میں شرط ہی برابر ہی کہ جوہر لفظ میں ہو یا اوسکی صورت میں اور جوہر لفظ سے یہہ مراد ہی
جوهر اللفظ ان یختلف خطوط المصاحف فی القراءات السبع نحو مالک یوم الدین وملک یوم الدین والمراد من
کہ خطوط مصاحف کی قرارت سبعہ میں بدل جاوین جیسی مالک یوم الدین اور ملک یوم الدین اور مراد لفظ کی
هیئة اللفظ ان لایختلف خطوط المصاحف فی القراءة السبع کالتفخیم والامالة ونحوها فاذا کان
ہیئت سے یہہ ہی کہ مصاحف کی خطوط قرارت سبعہ میں نہ بدلیں جیسی امالہ نہ کرنا اور امالہ کرنا اور مانند اسکی اور جب
النقل بالتواتر شرطا فی کون المنقول قرآنا ظهر ان الشاذ سواء نقل بطریق الشهرة او بطریق الاحاد لایکون له
نقل بالتواتر منقول کی قرآن ٹہرنے میں شرط ہوئی تو ظاہر ہوا کہ قرارت شاذ برابر ہی کہ نقل بطریق مشہور ہو یا بطریق احاد ہو اسکو
حکم القرآن حتی لایجوز قراءته فی الصلوة والحاصل ان المشهورین من ائمة القراء هم السبعة المذکورون فی
حکم قرآن کا نہیں ہوگا یہاں تک کہ اوسکو نماز کی اندر پڑھنا جایز نہیں خلاصہ یہہ ہی کہ قرارت کی مشہور امام وہی ساتوں ہیں جو
التیسیر والشاطبی وهم عاصم وحمزة والکسائی هذه الثلثة من الکوفة وابن کثیر من مکة ونافع من المدینة
تیسیر اور شاطبی میں مذکور ہیں اور وہ یہہ ہیں عاصم اور حمزہ اور کسائی یہہ تینوں تو کوفہ کی ہیں اور ابن کثیر مکہ کا اور نافع مدینہ کا
وابو عمرو من البصرة وابن عامر من الشام وقد ثبت شیوخ ثلثة آخرون وهم یعقوب بن اسحق ویزید بن
اور ابو عمرو بصرہ کا اور ابن عامر شام کا اور تین شیخ اور بھی ثابت ہیں وہ یہہ ہیں یعقوب بن اسحاق اور یزید بن
القعقاع وخلف بن هشام والصحیح ان احکام القرآن من جواز الصلوة وغیره جاریة فی هذه الثلثة ایضا
قعقاع اور خلف بن ہشام اور صحیح یہہ ہی کہ احکام قرآن کی یعنی نماز کا جایز ہونا اور سوا اسکی ان تینوں میں بھی
کالسبعة واما ماوراءها من القراءة الشاذة مشهورا کان او غیر مشهور فلا خلاف فی عدم جواز قراءته فی
مثل ساتوں کی جاری ہیں اور جو سوا انکی اور شاذ قراتیں مشہور ہوں یا غیر مشہور اسمیں خلاف نہیں ہی کہ وہ نماز میں پڑھنی جایز نہیں ہیں
الصلوة وانما الخلاف فی فسادها قال الاصفهانی مالم یتواتر من القراءات الشاذة فحکمها فی الصلوة حکم کلام البشر
اور خلاف یہی ہی کہ نماز کی فاسد کرتی ہیں یا نہیں اصفہانی کہتا ہی کہ قرارت شاذہ جسکی متواتر نہو تو اوسکا حکم نماز کی اندر حکم آدمی کی کلام کا سا ہی

واذا لم یکن الشاذ فیه حکم القرآن ولم تجز قراءته فی الصلوٰة فما ظنك بالقراءة التی لیست من القراءة المتواترة

اور جب قرارت شاذہ میں حکم قرآن کا نہیں ہی اور اوسکا نماز میں پڑھنا جائز نہیں تو پھر تیرا کیا خیال ہی اوس قرأت میں جو نہ قرارت متواترہ سی ہی

ولا من القراءة الشاذة بل هی لحن محض هل یکون له حکم القرآن وهل یجوز قراءته فی الصلوٰة التی هی فرض علی الناس

اور نہ قرارت شاذہ سی بلکہ وہ صرف ترنم ہی تو کیا اوسکو حکم قرآن کا ہو سکتا ہی اور کیا اوسکا پڑھنا نماز میں جائز ہوگا جو کہ لوگوں کی ذمہ پر

بعد الایمان واحد ارکانها قراءة القرآن الذی انزل بافصح اللغات فلا بد ان یقرأ بافصح اللغات ولا یتحقق ذلك

بعد ایمان کی فرض ہی اور اوسکی ارکان میں سی قرارت قرآن کی ہی جو بڑی فصیح زبان میں نازل ہوا ہی اب ضروری کہ اوسکو فصیح زبان سی پڑھیں اور فصاحت

الا بالتجوید فعلی هذا یکون العمل بالتجوید فرضا لازما لانه تعالی انزل القرآن بالتجوید حیث قال ورتله ترتیلا

بدون تجوید کی نہیں ہوتی پس بیان کی موافق تجوید فرض لازم ہوئی اس لئی کہ اللہ تعالی نی قرآن کو تجوید کی ساتھ اوتارا ہی جیسی کہ کہتا ہی اور پڑھ سنا ہمی اوسکو ٹھہر ٹھہر کر

وقال الترتیل تجوید الحروف ومعرفة الوقوف ولیس المراد بالتجوید قراءة تمضیغ اللسان وتقصیر الفم وتعویج الفك

سو علی نی فرمایا ترتیل حروف کی تجوید ہی اور وقفوں کا معلوم کرنا اور تجوید سی مراد ایسی قرارت نہیں ہی کہ زبان کو چباوی اور منہہ کو دباوی اور جبڑی کو ٹیڑھا کری

وتردید الصوت اذ هی قراءة تنفر عنها الطباع ولا تقبلها القلوب والاسماع بل هو قراءة سهلة لطیفة لا مضغ

اور آواز کو گردش دی اسوسطی کہ ایسی قرارت سی طبیعتوں کو نفرت آتی ہی اور دل اور کان قبول نہیں کرتی ہیں بلکہ تجوید ایسی قرارت سہل لطیف ہی نہ اوس میں زبان کا

فیها ولا تعسف ولا تکلف واذا کان التجوید فرضا یکون ما ینافیه حراما لان القرآن انما کان معجزا بفصاحة

چبانا ہی اور نہ بی زائی آواز کی ہی اور نہ کچھ تکلف ہی جب تجوید فرض ہوئی تو اوسکی برخلاف حرام ہوا اسلئی کہ قرآن تو اپنی فصاحت الفاظ اور بلاغت معنی کی سبب سی

لفظه وبلاغة معناه فقراءته بالتجوید قراءة له بالفصاحة واذا لم یقرأ بالفصاحة یکون لحنا واللحن

سو اوسکا تجوید ہی کی ساتھ پڑھنا صحیح ہی اور جب فصاحت کی ساتھ نہ پڑھا تو پھر لحن ہو جاتا ہی اور لحن

فی لغة العرب یجیء علی معان والمراد به ههنا الخطاء والمیل عن الصواب وهو جلی وخفی اما الجلی فهو خطاء یطرأ

لغت عرب میں کئی معنوں میں آتا ہی اور لحن سی مراد یہاں خطا اور راہ صواب سی الگ ہو جانا ہی اور لحن ایک جلی ہی اور ایک خفی لحن جلی جو الفاظ پر آتا ہی

الالفاظ ویخل بالمعنی فی بعض المواضع فیفسد الصلوٰة وهذا اللحن یشترك فی معرفته علماء القراءة وغیرهم

تو صرف خطا ہی اور بعضی جگہ معنی بگاڑ دیتا ہی پھر نماز بھی فاسد ہو جاتی ہی یہ لحن سب علماء کو معلوم ہوتا ہی یعنی علماء قرارت اور اور علماء سب پہچانتی ہیں

اذ هو قد یکون بتغییر الحرکات والسکنات الاعرابیة والبنائیة وقد یکون بنقص حرف وزیادته وابداله الی حرف

اسواسطی کہ یہہ لحن کبھی تو حرکات اور سکنات اعرابی اور بنائی کی بدلنی سی ہوتا ہی اور کبھی حرف کی کم و بیشی اور ایک حرف سی دوسرا حرف بدلنی سی ہوتا ہی

اخر واما الخفی فهو خلل یطرأ الالفاظ لکن لا یخل بالمعنی ولا یفسد الصلوٰة بل یخل بالفصاحة ویورث الاثم

اور لحن خفی سو وہ الفاظ کو بگاڑتا ہی پر معنی نہیں بگاڑتا اور نماز نہیں جاتی بلکہ فصاحت میں خلل اور قباحت پیدا کرتا ہی

ولذا حرم فی القرآن کما ذکر فی البزازیة ان اللحن فیه حرام بلا خلاف اذ قال الله تعالی قرآنا عربیا غیر ذی عوج

اسی لئی قرآن کی اندر حرام ہی چنانچہ بزازیہ میں مذکور ہی کہ قرآن میں لحن بلا خلاف حرام ہی اسواسطی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی قرآن ہی عربی زبان کا جس میں کجی نہیں

وهذا اللحن یختص بمعرفة علماء القراءة اذ هو انما یکون بتکریر الراءات وتطنین النونات وتغلیظ اللامات وتشدید

اس لحن کو صرف علماء قرارت ہی پہچانتی ہیں اسلئی کہ یہہ لحن یہی ہی حرف را کی بڑھانی سی اور نون کی گنگناٹ سی اور لام کی پر کرنی سی اور غنہ کو اکثر

الغنة وغیر ذلك من ترك الادغام فی محل الادغام وترك الاخفاء فی محل الاخفاء وترك الاظهار فی محل الاظهار وترك الاقلاب

بیجا کرنی سی ہوتا ہی اور سوا اسکی جیسی ادغام کی جگہہ ترک ادغام اور اخفا کی جگہ ترک اخفا اور اظہار کی مقام پر ترک اظہار اور ترک کرنا بدلی کا

فی محل الاقلاب وترك التفخیم فی محل التفخیم وترك الترقیق فی محل الترقیق فان ذلك کله وان لم یخل بالمعنی

جگہ بدلی کی اور ترک کرنا پُر کرنیکو جگہ پر کرنیکی اور ترک کرنا باریک کرنیکا جگہ باریک کرنیکی بیشک یہ تمام باتیں گرچہ معنی نہیں بگاڑتی

ع والمراد بالترتیل التجوید لان علماء استدلوا علی فرضیته بقوله تعالی ورتل القرآن ترتیلا

بل انما يخل باللفظ لفساد رونقه وذهاب حسنه لكن يخل بالفصاحة ولا قائل من اهل الايمان
بلکہ وہ بگڑ جاتا ہے کیونکہ لفظ کی رونق اور حسن جاتا رہتا ہے پر فصاحت میں خلل پڑتا ہے اور اہل ایمان میں سے کوئی قائل نہیں ہے

بعدم فصاحة القران ولذلك حرمت هذه التغييرات كلها في الصلوة وغيرها بيان ذلك ان القران
کہ قرآن فصیح نہیں ہے اور اسی لئے ایسی ایسی تمام تغیرات نماز کے اندر اور سوا نماز کے حرام ہیں اسکا بیان یہ ہے

انما انزل بافصح اللغات التي هي لغة العرب العرباء وهي لغة قريش وهذيل وهوازن وطي وثقيف واليمن وبنو تميم
کہ قرآن افصح لغات میں نازل ہوا ہے جو خالص عربوں کی بولی ہے اور وہ بولی قریش اور ہذیل اور ہوازن اور طی اور ثقیف اور یمن اور بنو تمیم کی

فلابد ان يراعى فيه قواعد لغتهم من اخراج الحروف من مخارجها ومحافظة صفاتها من ترقيق المرقق وتفخيم
اسے ضروری ہے کہ انکی بولی کی قاعدہ کی رعایت کی جاوے یعنی حروف کو انکے مخرج سے نکالنا اور نگہبانی انکی صفات کی نرمی کی جگہ نرمی پر کی جگہ

المفخم ومد الممدود وقصر المقصور وادغام المدغم واظهار المظهر واخفاء المخفي وغير ذلك مما هو لازم في كلامهم
پر مد کی جگہ مد قصر کی جگہ قصر ادغام کی جگہ ادغام اظہار کی جگہ اظہار اخفا کی جگہ اخفا اور سوا اسکے جو جو انکی کلام میں ضروری ہے

الذي هو سليقة لهم لا يحسنون غيره فالقاري اذا لم يراع ذلك يصير كانه قرء القران بغير لغة العرب فهو
جو انکا طریقہ ہے کہ سوائے اسکے پسند نہیں کرتے پس قاری اگر ان تمام امور کی رعایت نہ کرے تو اوسنے قرآن کو گویا سوائے عربی کی اور زبان میں پڑھا تو وہ

ان كان قاريا صورة لكنه ليس بقاري حقيقة بل هو هازئ وعدم قراءته اولى من قراءته لانه بهذه القراءة
اگر صرف صورت میں قاری ہے پر وہ حقیقت میں قاری نہیں بلکہ وہ ٹھٹھا کرنے والا ہے ایسی قراءت سے نہ پڑھنا اس کا بہتر ہے اصلی کہ ایسی قراءت سے

يصير من الذين ضل سعيهم في الحيوة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا ولهذا قال الامام ابن الجزري
ان لوگوں میں داخل ہو جاتا ہے جنکی دوڑ بہکی ہے دنیا کی زندگی میں اور وہ سمجھتے ہیں کہ خوب سنوارتے ہیں کام اسی لئے امام ابن الجزری

في كتابه المسمى بالنشر لا شك ان الامة كما هم متعبدون بتصحيح الفاظه واقامة حروفه على الصفة المتلقية
اپنی کتاب میں جس کا نام نشر ہے کہتے ہیں بیشک امت کو جیسے کہ قرآن کی فہم معانی کا حکم ہے ویسے ہی حروف کی درستی کا حکم ہے اس طور پر جو قراءت کے

من ائمة القراءة المتصلة بالحضرة النبوية الافصحية العربية التي لا تجوز مخالفتها ولا العدول عنها الى
اماموں سے منقول اور حضرت سے جو فصیح عربیت کی وضع متصل ہوئی ہے جسکی مخالفت جائز نہیں اور اسکو چھوڑ کر اور وضع اختیار کرنی

غيرها والناس في ذلك بين محسن ماجور ومسيئ اثم ومعذور فمن قدر على تصحيح كلام الله تعالى باللفظ
اور اس باب میں لوگ کئی وضع کے ہیں بعضی محسن قابل ثواب کے اور بعضی ناکارہ گنہگار اور بعضی معذور لاچار سو جس سے ہو سکتا ہے کہ کلام اللہ کو صحت الفاظ

الصحيح العربي الفصيح وعدل عنه الى اللفظ الفاسد العجمي القبيح فانه مقصر بلا شك واثم بلا ريب و
اور فصاحت عربی کی وضع پر درست کر سکتا ہو پھر اس وضع کو چھوڑ کر لفظ فاسد عجمی قبیح اختیار کرے تو بیشک قصور وار اور بے شبہ گنہگار ہے اور

اما من كان لا يطاوعه لسانه او لا يجد من يهديه الى الصواب فان الله تعالى قال لا يكلف الله نفسا الا
جس شخص کی زبان قابو میں نہیں ہے یا کوئی تجوید سکھانے والا نہیں ملتا تو اللہ تعالی خود فرماتا ہے اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر

وسعها لكن يجب عليه ان يجتهد جهده لعل الله يحدث بعد ذلك امرا وقد ذكر في فتاوى قاضيخان ان
جو اسکی گنجائش ہے لیکن ایسے شخص کو واجب ہے کہ خوب محنت کی جاوے شاید کہ اللہ تعالی بعد اسکے درستی عنایت کرے اور فتاوی قاضیخان میں مذکور ہے

الرجل اذا كان لا يحسن بعض الحروف ينبغي له ان يجتهد ولا يعذر في ذلك وان كان لا ينطلق لسانه في
کہ ایسا شخص کہ بعضی حرفوں کو ٹھیک طور نہیں پڑھ سکتا ہے تو اوسکو لازم ہے کہ خوب محنت کرے نہیں وہ معذور نہیں ہے اور اگر اوسکی زبان بعضی حروف نہیں بول سکتی

تلك الحروف ان وجد اية ليس فيها تلك الحروف وقرأها في صلوته يجوز عند الكل وان قرأ الاية التي فيها
تو اگر کسی آیت پاوے جسمیں وہ حروف نہیں ہیں اور وہی آیت اپنی نماز میں پڑھے تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر ایسی آیت پڑھی جسمیں وہ حروف

تلك الحروف تجوز صلوته لكن لا يؤم غيره وكذا اذا كان الرجل لا يقف موضع الوقف او كان يتنحنح عند القراءة

موجود ہیں تو اوسکی نماز تو جائز ہے پر اور کی امامت نکرے اور ایسے ہی جو شخص وقف کی جگہ وقف نکرے یا قرارت میں کھنکھارا کرے

لا يؤم غيره **المجلس السابع والاربعون فی جواز التغنی فی القرآن وما لا يجوز فيه**

تو اور کی امامت نکرے سینتالیسویں مجلس قرآن میں تغنی وغیرہ جائز ہونی اور نہ جائز ہونی میں

وغيره قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس منا من لم يتغن بالقرآن هذا الحديث من صحاح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن میں تغنی نکرے یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں

المصابيح رواه سعد بن ابی وقاص والمراد بالتغنی المذكور فيه ليس هو المشهور المعروف بوجوه الاول

میں سے ہے سعد بن ابی وقاص کی روایت سے اور تغنی سے مراد جو اس حدیث میں مذکور ہے وہ تغنی مشہور و معروف نہیں ہے کئی وجہ سے پہلی وجہ یہہ ہے

ان اول الحديث وهو قوله عليه السلام ليس منا يمنع عنه لكون معناه ليس من اهل ملتنا ومن يتبعنا

کہ اول حدیث قول علیہ السلام کا لیس منا اس مراد سے روکتا ہے اسواسطے کہ اسکے معنی یہہ ہیں کہ ہمارے دین میں اور ہمارے فرمان برداروں میں نہیں ہے

فی امرنا وهو من قبيل الوعيد ولا خلاف بين الامة ان قارئ القرآن من غير التغنی يثاب فما جور فكيف يستحق

اور یہ ایک وعید ہے اور تمام امت میں کسیکو خلاف نہیں ہے کہ بغیر تغنی قرآن پڑھنے والا ثواب دیا جاتا ہے اور ماجور ہے پھر وہ کیونکر سزاوار

الوعيد والثانی ان الفقهاء صرحوا بكون قراءة القرآن بالتغنی معصية ويكون التالی والسامع اثمان

وعید کا ہوا دوسری وجہ یہہ ہے کہ فقہاء نے صاف کہا ہے کہ تغنی کی ساتھ قرآن کا پڑھنا گناہ ہے اور پڑھنے والا اور سننے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔

بل يكون المستحل كافرا وذلك لان التغنی حرام فی جميع الاديان وكذا اللحن حرام بالاجماع قال البزازی

بلکہ اوسکو حلال سمجھنے والا کافر ہوتا ہے اور یہہ اسلئے کہ تغنی تمام دینوں میں حرام ہے اور ایسے ہی لحن بالاتفاق حرام ہے بزازی کہتا ہے

اللحن حرام بلا خلاف وذكر ابو البركات فی شرح النافع ان التغنی حرام فی جميع الاديان وحكى عن ظهير الدين

لحن بالاتفاق بلا خلاف حرام ہے اور ابو البرکات نے نافع کی شرح میں یہہ ذکر کیا ہے کہ تغنی تمام دینوں میں حرام ہے اور ظہیر الدین مرغینانی سے

المرغينانی ان من قال لمقرئ زماننا عند قراءته حسنت يكفر ووجه كون التحسين كفرا ان قراءة هذا

حکایت کرتے ہیں کہ جسنے ہماری وقت کی قاری کو قرارت پڑھتے ہوئے کہا احسنت واہ کیا خوب کافر ہو جاتا ہے اور اچھا کہنا کفر اسلئے ہے کہ قرارت اس

الزمان فلما يخلو قراءتهم فی المجالس والمحافل عن التغنی والتغنی للناس لما كان حراما بالاجماع كان قطعيا

زمانے کی قاریوں کی مجلسوں اور محفلوں میں تغنی سے خالی نہیں ہے اور تغنی لوگوں کی حق میں جو بالاتفاق حرام ہے تو قطعی ہوئی

ولذلك سماه صاحب الذخيرة كبيرة وكذا صاحب الهداية حيث قال فيها ولا يقبل شهادة من يغنی للناس

اور اسیلئے صاحب ذخیرہ اسکو کبیرہ نام لیتا ہے اور ایسے ہی صاحب ہدایہ جس جگہ تغنی کی باب میں کہا ہے کہ اوسکی گواہی مقبول نہیں جو لوگوں کی لئے تغنی کرے

لانه يجمعهم علی ارتكاب كبيرة فدل كلامه هذا علی ان استماع التغنی كبيرة فاذا كان استماع التغنی كبيرة

اسواسطے کہ اونکو گناہ کبیرہ پر جمع کرتا ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تغنی کا سننا گناہ کبیرہ ہے پس جب تغنی کا سننا گناہ کبیرہ ہوا

فكون التغنی كبيرة اولی فالمغنی مرتكب لهذه الكبيرة فتحسينه تحليل للحرام القطعی وهو كفر فظهر من هذا

تو تغنی بطریق اولی کبیرہ ہوگی پس مغنی اس کبیرہ کو اختیار کرتا ہے اب اوسکا اچھا کہنا حرام قطعی کو حلال کرنا ہے یہہ کفر ہے اب اس سے معلوم ہوا

ان من يحضر الجمعة والجماعة فی هذا الزمان قلما ينجو عن ارتكاب كبيرة لان كثيرا من الخطباء والقراء

کہ جو شخص جمعہ اور جماعت میں آتے ہیں اس زمانہ میں ارتکاب کبیرہ سے بہت کم خالی ہوتے ہیں اسلئے کہ اکثر خطیب اور قاریوں کی خطبے

قلما يخلو خطبتهم وقراءتهم عن التغنی بل هم ياخذون فی الخطبة والقرآن ماخذهم فی الشعر والغزل

اور قرارت تغنی سے بہت کم خالی ہیں بلکہ وہ خطبہ اور قرآن میں شعر اور غزل کا رویہ برتتے ہیں

حتى لا يكاد يفهم ما يقولون وما يقرءون من كثرة النغمات والتقطيعات وكذا حال المؤذنين في التصلية والترضية

یہاں تک کہ لمبا الاپنا کثرت نغمات اور تقطیعات سے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہتے ہیں اور کیا پڑھتے ہیں اور ایسے ہی صلی اللہ علیہ وسلم اور رضی اللہ عنہ

والتأمين وتكبيرات الانتقالات والسامعون الحاضرون مرتكبون لهذه الكبيرة وربما يستحسنه بعضهم

اور آمین کہنے میں اور تکبیرات انتقالات میں مؤذنوں کا حال ہے اور سننے والے جو موجود ہوتے ہیں یہ کبیرہ اختیار کرتے ہیں اور بعضے وقت کوئی کوئی اچھا بھی کہنے لگتا ہے

بل هو الأكثر في أكثرهم لغلبة الهوى وعدم مبالاتهم في أمر الدين فيلزم أن يكفروا على ما حكي عن ظهير الدين المرغيناني

بلکہ اکثر اشخاص میں اکثر یہ ہی ہوتا ہے کیونکہ ہوائے نفسانی کا غلبہ اور امر دین میں بے پروائی حد سے ہوگئی ہے سو لازم یہ آتا ہے کہ موافق حکایت ظہیر الدین مرغینانی کی

وكذا من يحضر التراويح في ليالي رمضان لاستماع تسبيحات المؤذنين في الجوامع والمساجد فإن أسماء الله

کافر ہو جاویں اور ایسے ہی جو تراویح میں ماہ رمضان کی راتوں کو جوامع اور مساجد میں مؤذنوں کی تسبیحات سننے کی واسطے جمع ہوتے ہیں کیونکہ خدا کے

الواقعة فيها مثل يا حنان يا منان يا ذا الجود والإحسان ونحو سبحان ذي الملك والملكوت سبحان ذي

نام ان میں جو تسبیحات کی اندر آتے ہیں جیسے یا حنان یا منان یا ذا الجود والاحسان اور جیسے سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی

العزة والجبروت وغير ذلك من الأسماء الحسنى والصفات العليا بكثرة الابتداء والألحان يغيرونها ويحرفونها و

العزت والجبروت اور ما سوا اسکی اسماء حسنی اور صفات علیا انہیں کثرت سے نغمی اور الحان کر کر اسقدر تبدیل اور تغیر اور تحریف اور اخفا کر دیتے ہیں

يخفونها إلى مرتبة لا يمكن تمييزها وتشخيصها مثل قولهم سوبحان المالكي الحانان سوبحان المالوكي الماانان

کہ ممکن نہیں کہ ذرہ تمیز اور تعیین ہو سکے چنانچہ سبحان الملک الحنان کو یوں پڑھتے ہیں سوبحان المالیکی الحانان سوبحان المالیکی المانان

بإشباع المد في ضمة السين وفتحة النون والميم وفي كسرة اللام والكاف وغير ذلك وكذا ألحان الصوفية مثل

سین کی ضمہ میں اور نون اور میم کی فتحہ میں اور لام اور کاف کی کسرہ میں خوب مد کھینچ کر اور سوا اسکی اور ایسا ہی صوفیوں کا الحان ہے جیسی

قولهم عقب الطعام بزعم الشكر الحمد ولله الشكر ولبيله بمد الدال والراء واللام ونحوها فينبغي للمسلم أن يحترز

کہانا کھاکر شکر کی خیال پر کہا کرتے ہیں الحمد ولیلہ والشکر ولیلہ دال اور را اور لام کو خوب کھینچکر اور مانند اسکی سو مسلم کو لائق ہے کہ ایسی مجالس میں

عن حضورها وسماعها ويطلب مسجدا خاليا عنها فإن صورتها عبادة وحقيقتها معصية وكبيرة فلعله

نہ جاوے اور ایسی کلمات نہ سنے اور مسجد جو ان مفاسد سے خالی ہو تلاش کرے اسواسطے کہ یہ ظاہر میں تو عبادت ہے اور حقیقت میں معصیت کبھو ہی ایسا ہو

يستحسنها فيهدم دينه وهو لا يشعر والحال أن الجهل لا يكون عذرا ولا يظن أحد أن المراد بالتغني للناس قراءة

کہ اسکو اچھا کہنے لگے سو اسکا دین بھی برباد ہو جاوے اور حال یہ ہے کہ نادانی کوئی عذر نہیں ہے اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ تغنی لوگوں کی سامنے یہ ہے

الأبيات والأشعار بالأصوات الموزونة دون قراءة القرآن والأذكار فإنه ظن فاسد بل هو يعم التغني بالقرآن

کہ بیتیں اور شعر آواز موزوں بنا کر سنا دے قرآن اور ذکر میں تغنی نہیں ہوتی یہ خیال فاسد ہے بلکہ تغنی قرآن وغیرہ سب میں ہوتی ہے

وغيره لأن الفقهاء صرحوا بكون قراءة القرآن بالألحان معصية ويكون التالي والسامع آثمين قال البزازي

اسلئے کہ فقہاء نے صاف کہا ہے کہ قرآن کو الحان سے پڑھنا گناہ ہے اور پڑھنے والا اور سننے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں بزازی کہتا ہے

القرآن بالألحان معصية والتالي والسامع آثمان والوجه الثالث من تلك الوجوه المذكورة أن الحديث الذي

قرآن الحان سے پڑھنا گناہ ہے اور پڑھنے والا اور سننے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں اور تیسری وجہ وجوہات مذکورہ میں سے یہ ہے کہ یہ حدیث مذکور

يكون معارضا لما أخرجه الترمذي عن حذيفة أنه عليه السلام قال اقرؤوا القرآن بلحون العرب وأصواتها وإياكم

اس حدیث سے معارض ہے جو ترمذی نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن کو عرب کی لہجہ اور آواز پر پڑھا کرو اور فاسقوں کی

ولحون أهل الفسق ولحون أهل الكتابين فإنه سيجيء بعدي قوم يرجعون القرآن في ترجيع الغناء والرهبانية والنوح

لحن سے اور یہود اور نصاری کی لحن سے بچو البتہ قریب ہے میرے بعد ایک قوم ہوگی کہ قرآن میں مانند ترجیع غنا اور رہبانیت اور نوحہ گری کی ترجیع کریں گی

ولا یجاوز حناجرهم مفتونة قلوبهم وقلوب من یعجبهم شانهم ذکر هذا الحدیث الامام الجعبری
اور قرآن اونکی گلونسی نیچے نہ اوتریگا اونکی دل اور اونکی دل جو اونکی وضع پسند کرتی ہین فتنہ مین ہین اس حدیث کو امام جعبری نی

فی شرح الشاطبی وهو اصل عظیم فی هذا الباب الذی هو جواز التغنی بالقران وعدم جوازه وعلیه
شاطبیہ کی شرح مین ذکر کیا ہی اس باب مین یہہ بڑی اصل ہی یعنی قرآن مین تغنی جایز ہونی کی اور نہ جایز ہونی کی اور

یتفرع مسائل هذا الباب ومن لم یقف علی هذا الاصل یغلط کثیرا اذ جعل بعضهم التغنی حراما
اس باب کی مسائل اسی پر مبنی ہین اور جو شخص اس اصل سی واقف نہین ہی بہت غلطی کرتا ہی اسواسطی کہ بعضی تغنی کو جمیع

فی جمیع الادیان فیلزم اکفار مستحله وبعضهم اجازه فی الشریعة المحمدیة وکذا اللحن فتحیر
ادیان مین حرام کہتی ہین اب لازم آتا ہی کہ حلال سمجھنی والا کافر ہووی اور بعضون نی شریعت محمدیہ مین جایز رکہا ہی اور ایسی ہی لحن کا حال ہی

الناظر الی هذه الاقوال فلابد من معرفة معنی التغنی واللحن وما هو المراد منهما عند القائلین
سو جو کہ ان اقوال کو دیکہتا ہی حیران ہوتا ہی اب تغنی اور لحن کی معنون کا سمجہنا ضرور ہی اور جو ان دونون سی مراد ہی اونکی جو جواز کی قائل ہین

بالجواز والقائلین بعدم الجواز حتی یتخلص من ورطة التحیر والهلاک اما التغنی فهو اما من الغنی بالکسر
اور اونکی جو ناجایز بتاتی ہین تاکہ وہ حیرانی اور ہلاکت کی بہنور سی خلاص ہووی اب تغنی یا تو مشتق ہی غنی سی جو غین کی زیر سی ہی

والقصر او من الغناء بالکسر والمد فان کان من الاول فهو بمعنی الاستغناء وان کان من الثانی فهو
بدون مد کی اور یا غنا سی مشتق ہی عین کی زیر اور مد سی پہر اگر تغنی اول سی مشتق ہی تو اوسکی معنی استغنا یعنی بی نیازی کی ہین اور اگر دوسری سی مشتق ہی تو

بمعنی الترنم والترجیع والتطریب ای الغناء هو الصوت الموزون الرقیق الحزین والتغنی والترنم والترجیع
اوسکی معنی سرود اور آواز کا بلند اور پست کرنا اور رجہانا اسواسطی کہ غنا یہہ ہی آواز موزون بنی ہوی نرم دلین چبہتی ہوی کو کہتی ہین اور تغنی اور ترنم اور ترجیع

والتطریب استعمال ذلک الصوت الموزون وتردیده فی الحلق بادخاله داخل الحلق مرة واخراجه
اور تطریب اوس آواز موزون کا برتنا اور استعمال کرنا اور اوسکا حلق مین پہرانا کہ ایک بار حلق کی اندر لیجانا اور پہر اوسکا باہر لانا

اخری علی الطریقة المستفادة من الموسیقی وهذا هو المشهور المعروف المراد بالتغنی المحرم فی جمیع
اوس طرز پر جو گویی کرتی ہین اور یہہ ہی مشہور معروف تغنی سی مراد ہی جو کہ تمام دینون مین حرام ہی

الادیان سواء اقترن بالقران او بالاذان او بالخطبة او بالاذکار او بالاشعار او لم یقترن بشیء منها
برابر ہی کہ قرآن مین جاری ہو یا اذان مین یا خطبہ مین یا ذکرون مین یا شعرون مین یا نہین سی کسی مین بہی نہو

ولذلک لما بین صاحب مجمع الفتاوی ان استماع صوت الملاهی کالضرب بالقصب وغیر ذلک
اور یہی لئی جو کہ صاحب مجمع الفتاوی نی بیان کیا کہ بیک ملاہی کی آواز کا سننا جیسی ڈنکی وغیرہ سی بجانا

هی حرام ومعصیة لقوله استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها من الکفر ومن سمع
یہہ سب حرام اور معصیت ہی واسطی ارشاد نبی علیہ السلام کی کہ سننا ملاہی کا معصیت ہی اور اوسکو ہمیشہ کرنا فسق ہی اور اوس سی مزہ اوٹہانا کفر ہی اور جسکی کان مین

بغتة فلا اثم علیه لکن یجب ان یجتهد کل الجهد حتی لا یسمع لما روی انه علیه السلام ادخل اصبعیه
ناگاہ آواز آگئی تو اوسپر گناہ نہین لیکن واجب ہی کہ تمام تر کوشش کری کہ وہ آواز کان مین نہ آوی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی آواز سنکر اپنی کانون مین

فی اذنیه عند سماعه قال دلت المسئلة علی ان مجرد الغناء والاستماع الیه معصیة وان لم یقترن
اونگلیان دیلین تہین کہا ہی کہ اس مسئلہ سی معلوم ہوتا ہی کہ مطلق غنا اور اوسکا سننا معصیت ہی اگرچہ کسی شی مین

بشیء من القران وغیره ووجه الدلالة ان الحاصل من الملاهی مجرد الصوت الموزون لا غیر فیکون مجرد
قرآن وغیرہ سی جاری نہو اور وجہ دلالت کی یہہ ہی کہ حاصل ملاہی سی نری آواز موزون ہوتی ہی اور کچہہ نہین ہوتا واسطے صرف

رفع الصوت الموزون وخفضه وترديده في الحلق من غير اقتران بشيء من القرآن وغيره كما يفعله المتغنون معصية

آواز موزون کا بلند کرنا اور پست کرنا اور حلق کی اندر پھیرانا بدون اسکی کہ قرآن وغیرہ میں جاری ہو جیسی کہ خوشخوان پڑھتی ہیں سب گناہ ہی،

ولكن اذا اقترن بالقرآن او الاذان او الخطبة او غيرها من الاذكار بل هو اسوء واشنع لانه خلط المعصية بالعبادة

اور ایسی ہی جب قرآن اور اذان اور خطبہ اور اور اذکار میں جاری ہو بلکہ یہہ بدتر اور شنیع تر ہی اسلئی کہ معصیت کو عبادت میں ملا دیا

وتلعب بالدين وان اعتقد هذا الصنيع الشنيع عبادة فهو معصية اخرى اشد استقباحا من الاولى واما اللحن

اور دین میں کھیل شروع کیا اور اگر اعتقاد کرتا ہی کہ یہہ عمل بد عبادت ہی تو یہہ الگ بڑا ہی گناہ پہلی گناہ سی سخت تر ہی اور رہا لحن

فهو على ما فهم من كلام صدر الشريعة في باب الاذان انه قد يكون بتحريف الكلمات بان ينقص حرفا من

سو وہ موافق اوس مضمون کی جو صدر الشریعۃ کی کلام سی باب اذان میں معلوم ہوتا ہی یہہ ہی کہ لحن کبھی کلمات کی تغیر سی ہوتا ہی اسطور کہ کوئی حرف اوسکی حرفون

حروفها سواء كان حرف مد او غيره او بان يزيد فيها حرفا من حروف المد او غيرها وقد يكون بتغيير صفات

میں سی کم کر دی برابر ہی کہ حرف مد ہو یا کوئی اور ہو یا اسطور ہوتا ہی کہ اوسمیں کوئی حرف حرف مد وغیرہ میں سی بڑھا دے اور کبھی حرفون کی صفات کی بدلنی سی

حروفها بان ينقص شيئا من كيفيات الحروف او يزيد كالحركات والسكنات والمدات وغير ذلك من الادغام والاخفاء

ہوتا ہی اسطور کہ کچھ کیفیات حروف کی کم کر دی یا زیادہ کر دی جیسی حرکات اور سکنات اور مدات اور سوا اسکی ادغام اور مخفی کرنا

واشباع الحركات وتوفير الغنات ونحوها مما يطول تعدادها على ما ذكر في كتب التجويد وقد يستعمل اللحن بمعنى التغني

اور حرکت کا بڑھانا اور غنہ کا پورا کرنا اور مانند اسکی جسکی گنتی بہت ہی چنانچہ کتب تجوید میں مذکور ہی اور کبھی لحن کو تغنی کی معنون میں لیتی ہیں

وقد يطلق كل من هذه الالفاظ ويراد به مجرد حسن الصوت من غير تغيير لفظ فعلى هذا متى قيل يجوز قراءة القرآن

اور کبھی ان تمام لفظون سی نری خوش آوازی بدون تغیر لفظ کی مراد ہوتی ہی پس اس اختلاف کی موافق جب کوئی یوں کہی کہ قرآن کا

بالالحان يراد به حسن الصوت ولحون العرب كما في قوله عم اقرؤا القرآن بلحون العرب والمراد بلحون العرب اصواتهم الطبيعية التي

پڑھنا الحان سی جائز ہی تو خوش آوازی اور عرب کا لہجہ مراد ہوگا چنانچہ اس حدیث میں ہی قرآن کو عرب کی لہجہ پر پڑھو اور مراد عرب کی لہجہ سی عربون کی اصل طبعی

هي مد الممدود وقصر المقصور وترقيق المرقق وتفخيم المفخم وادغام المدغم واظهار المظهر واخفاء المخفي وغير ذلك مما هو لازم في

آوازیں ہیں یعنی دراز کرنا ممدود کا اور قصر کرنا مقصور کا اور ہلکا کرنا ہلکی کا اور بھر کرنا بھری کا اور ادغام کرنا قابل ادغام کا اور ظاہر کرنا قابل اظہار کا اور مخفی کرنا قابل اخفا کا اور سوا اسکی جو جو عربون

كلامهم الذي هو سليقة لهم لا يحسنون غيره ومتى قيل قراءة القرآن بالالحان حرام يراد به لحون اهل الفسق كما في قوله عم اياكم ولحون

کی کلام میں لازم ہیں جو اونکا اصل طریقہ ہی کہ اوسکی خلاف کو اچھا نہیں سمجھتی اور جب کوئی یہہ کہی کہ قرآن کا پڑھنا الحان سی حرام ہی تو اب لحن فاسقون کی مراد ہیں جیسی اس حدیث میں ہی

اهل الفسق والمراد بلحون اهل الفسق الانغام المستفادة من الموسيقي اذ من يفعلها يكون من اهل الفسق لارتكابه كبيرة

فاسقون کی لحن سی بچتی رہو اور فاسقون کی لحن سی وہ نغمات مراد ہیں جو گویون کی طرز پر ہوتی ہیں اسلئی کہ جو شخص یہہ نغمی کرتا ہی وہ فاسق ہی کیونکہ کبیرہ اختیار کر رہا ہی

الا ترى ان ابا حنيفة وغيره من المشائخ يبيحون قراءة القرآن بالالحان على ما ذكر في بعض الفتاوى وعلى تقدير كون المراد بها الانغام

دیکھتا نہیں کہ امام ابو حنیفہ وغیرہ مشائخ الحان سی قرآن کا پڑھنا مباح کہتی ہیں چنانچہ بعضی فتاوون میں مذکور ہی اور جس صورت میں کہ مراد اس سی وہ نغمات ہوں

المستفادة من الموسيقي كيف يبيحونها مع صريح النهي عنها بقوله عليه السلام اياكم ولحون اهل الفسق وعلى تقدير كون المراد بها حسن

جو علم موسیقی کی طرز پر ہوتی ہیں تو کیونکر مباح کہہ سکتی باوجودیکہ اس حدیث میں صاف منع فرمایا ہی فاسقون کی لحن سی بچتی رہو اور اگر مراد اوس سی خوش آوازی

الصوت ولحون العرب كيف لا يبيحونها وقد امر بها النبي بقوله اقرؤا القرآن بلحون العرب وقد يقع الغلط على افهام بعض الناس فيظنون المراد بحسن الصوت المطلوب

اور لہجہ عرب کا ہو تو کیونکر منع کر سکتی باوجودیکہ نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں ارشاد کیا ہی قرآن کو عرب کی لہجہ پر پڑھا کرو اور ہمیشہ بعضی لوگون کی سمجھ پر غلطی پڑتی ہی وہ یہہ

في قراءة القرآن والخطبة والاذان هي التغني المعروف المشهور بينهم هيهات هيهات لما يزعمون كلا انهم عن هذا المعنى لمعزولون ثم انهم لا يكتفون بما ارتكبوا

سمجھتی ہیں کہ قرآن کا پڑھنا اور خطبہ اور اذان میں درکار ہی وہ یہی تغنی مشہور و معروف ہی افسوس افسوس اونکی سمجھ پر حق تو یہہ ہی کہ وہ ان معنوں سی بہت دور ہیں پھر یہہ بھی نہیں کہ جو اختیار کر رکھا ہی

بل یقعون فی طعن السلف الصالحین وینسبون الیهم الفعل المحرم فی جمیع الادیان حیث یعتقدون ان الغناء
بلکہ علماء سلف کو طعن دیتے ہیں اور ان کی طرف ایسے فعل کی جو تمام مذہبوں میں حرام ہے تہمت لیتے ہیں اس واسطے کہ یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ بیشک یہ غنا

الذی یفعلونه الیوم هذا الذی کان السلف یفعلونه ومعاذ الله ان یظن بهم هذا ومن وقع له ذلك یتعین
کہ جواب عمل میں آتی ہے یہ وہی غنا ہے جو سلف بزرگ استعمال کرتے تھے خدا کی پناہ اون کی طرف ایسی گمان سے اور جس کی خیال میں یہ وہم گذرا

علیه ان یتوب عنه ویرجع الی الله تعالی والا فهو من الهالکین الا تری ان حسن الصوت فی الاذان مندوب
تو اسکو چاہیے کہ اس عقیدہ سے توبہ کرے اور خدا کی طرف رجوع کرے نہیں تو وہ ہلاک ہوا دیکھتا نہیں کہ حسن صوت اذان میں مستحب

ومطلوب مع ان التغنی فیه حرام ومکروه منصوص کراهته فی عامة الکتب من المتون والشروح والفتاوی
اور مقصود ہے باوجودیکہ تغنی اذان میں حرام اور مکروہ ہے اوسکی کراہت صاف صاف تمام متون اور شرحوں اور فتاووں میں

مع ضرب من التاکید والتهدید وقد صدر الانکار علی فاعله عن النبی علیه السلام وعن الصحابة والتابعین وغیرهم
بتاکید اور تہدید مذکور ہے اور بیشک برائی تغنی کرنیوالی کی نبی علیہ السلام سے اور صحابہ اور تابعین وغیرہ

من السلف والخلف اذ روی عن ابن عباس رض انه علیه السلام کان له مؤذن یطرب ونهاه عن ذلك وروی ان
اگلی اور پچھلوں سے ثابت ہوتی ہے اس واسطے کہ ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کے ہاں ایک موذن مطرب تھا اوس موذن کو اس سے باز رکھا اور روایت ہے

رجلا قال لابن عمر انی احبك فی الله فقال له ابن عمر انی ابغضك فی الله لانك تغنی فی اذانك فظهر من
کہ ایک شخص نے ابن عمر سے کہا میں تمکو اللہ کے واسطے محبوب رکھتا ہوں پس ابن عمر نے جواب دیا میں تجھکو خدا کے واسطے برا جانتا ہوں اسلیے کہ تو اذان میں تغنی کرتا ہے

هذه الوجوه کلها ان المراد بالتغنی فی الحدیث المذکور سابقا لیس ما هو المعروف والمشهور بل المراد به الاعلان
اب ان تمام وجوہات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تغنی سے جو پہلی حدیث میں آیا ہے وہ یہ تغنی معروف و مشہور مراد نہیں ہے بلکہ تغنی سے قرآن کا ظاہر پڑھنا

بالقرآن والافصاح به کانه علیه السلام جعل الجهر به تبعا للاقرار بتوحید الله تعالی ونبوة انبیاءه فی کونه
اور فصیح زبان سے ہم ہنا مراد ہے گویا نبی علیہ السلام نے قرآن بلند آواز سے پڑھنے کو مثل اقرار کے ٹھہرا دیا ہے وہ یعنی توحید اللہ تعالی کی اور انبیاء کی نبوت کی اس سبب میں

من شعائر الاسلام کالاعلام بالشهادتین فی صحة الایمان او المراد به الاستغناء بالقرآن عن الاشعار و
کہ نشان اسلام کا ہے جیسے دونوں کلمے شہادت کا ظاہر کرنا واسطے درستی ایمان کی نشان ہے یا تغنی سے مراد نسبت قرآن کی شعروں سے اور

احادیث الناس فقد ورد التغنی بهذا المعنی وان کان یجیء تفعل بمعنی یستفعل قلیلا لکن قلة الاستعمال لا یمنع
بیہاں کی قصے کہانیوں سے بے نیاز ہونا بیشک تغنی کی یہ بھی معنی میں اگرچہ وزن تفعل کا استفعل کی معنوں میں کمتر آتا ہے لیکن قلت استعمال سے احتمال

الارادة والمراد به التحویل او الترتیل فانه زین للقرآن لا سیما مع حسن الصوت فان التغنی بمعنی حسن
ارادہ کا منع وقوف ہوتا اور مراد اس کا تحویل یا ترتیل ہے کیونکہ اس سے قرآن کو زینت ہوتی ہے خاص کر خوش آوازی سے تو بیشک تغنی بمعنی خوش آوازی

الصوت مندوب علی ما ذکر فی التاتارخانیة ان التغنی بالقرآن ان لم یغیر الکلمة عن وضعها بل یحسنه تحسین
مستحب ہے چنانچہ تاتارخانیہ میں یہ مذکور ہے کہ تغنی قرآن میں اگر کلمات کو اپنی وضع سے نہ بدل دے بلکہ اوسکو آراستہ کر دے

الصوت وتزیین القراءة فذلك مستحب عندنا فی الصلوة وخارجها وان کان یغیر الکلمة عن وضعها یوجب
اور قرأت کو زینت دے تو یہ تغنی ہماری نزدیک نماز میں اور نماز سے باہر بھی مستحب ہے اور اگر تغنی کلمات کو اپنی وضع سے بدل ڈالے تو نماز کو

فساد الصلوة لان ذلك منهی عنه وقال التوربشتی القراءة علی الوجه الذی یهیج الوجد فی قلوب السامعین
بگاڑتی ہے اس لیے کہ یہ تغنی ممنوع ہے اور توربشتی کہتا ہے کہ اس وضع کی قرأت جو سننے والوں کی دلوں میں شور محبت بھڑکا دے

ویورث الحزن ویجلب الدموع مستحبة ما لم یخرجه التغنی عن التجوید ولم یصرفه عن مراعات النظم فی الکلمات
اور اندوہ پیدا کرے اور آنسو بہا دے مستحب ہے جبتک کہ تغنی تجوید سے نہ نکال دے اور اوس نظم سے جو کلمات اور حروف میں رعایت کی جاتی ہے دور نہ کر دے

والحرمة فاذا انتهی الی ذلك عاد الاستحباب کراهة اذا تقرر هذا ینبغی ان یعلم ان الفقهاء لما صرحوا بکون التغنی
پھر اگر اس نوبت کو پہنچی تو مستحب نہیں مکروہ ہی جب یہہ معلوم ہو چکا تو یہہ بات بھی لایق سمجھنے کی ہی کہ فقہا رحمہم اللہ تغنی کو

فی القرآن حراما وشددوا فیه مع ظاهر بعض الاحادیث الذی توهم جوازه فیه فکونه حراما فی غیر القرآن من الاذان
قرآن میں صاف حرام کہہ چکی اور اسباب میں تشدد کر چکی باوجودیکہ بعض احادیث کی ظاہر معنون سی جواز کا وہم پڑتا ہی پھر ایسی تغنی سواء قرآن کی اذان

والخطبة والاذکار وغیرها مع عدم ورود شیء مما یوهم جوازه فیها اصلا من ظواهر الاحادیث واقوال العلماء اولی
اور خطبہ اور اذکار وغیرہ میں باوجودیکہ ہرگز کوئی ایسی روایت بھی نہیں جس سی جواز تغنی کا اذان وغیرہ میں وہم پڑتا ہی نہ کوئی ظاہر حدیث نہ قول کسی عالم کا اطریق اولی حرام ہی

لانه بقی علی الخطر الاصلی المستفاد من قولهم التغنی حرام فی جمیع الادیان المجلس الثامن والاربعون
اسواسطی کہ وہ خطر اصلی پر باقی ہی جو ادنکی اس قول سی مفہوم ہوتا ہی کہ تغنی تمام دینون میں حرام ہی اٹھتالیسوین مجلس میں

فی بیان فضیلة المؤذن وبیان سبب وضع الاذان قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یسمع
بیان مؤذن کی فضیلت کا اور بیان سبب اذان کی مقرر ہونیکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا نہیں سنیگا

مدی صوت المؤذن جن ولا انس ولا شیء الا شهد له یوم القیمة هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه ابو سعید
انتہا آواز مؤذن کی جن اور نہ انسان اور نہ کوئی اور شی مگر واسطی مؤذن کی قیامت کی روز گواہی دیگا یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون میں ہی ابو سعید خدری کی روایت

الخدری وفیه حث علی استفراغ الجهد فی رفع الصوت بالاذان لیکثر شهوده من الجن والانس وغیرهما من
سی اور اسمین یہہ ترغیب ہی کہ جہان تک ہو سکی تمام قوت اذان میں آواز بلند کری تاکہ گواہ جن و انس و غیرہ حیوانات

الحیوانات والجمادات یوم القیمة فان المؤذن کلما جعل صوته اجهر یکون شهوده یوم القیمة اکثر وانما
اور جمادات قیامت کی روز زیادہ ہو جاوین کیونکہ مؤذن جتنی آواز بلند کریگا ویتنی ہی اوسکی گواہ قیامت کی دن زیادہ ہونگی اور نہیں سنیگا

قال لا یسمع صوته لان مدی الصوت غایته وغایة الصوت تکون اخفی لا محالة فاذا شهد له من بعد عنه
آواز اوسکی اس لئی فرمایا کہ مدی صوت انتہا آواز کا ہوتا ہی اور انتہا آواز کا بالضرور بہت خفی ہو جاتا ہی پھر جب اوسکی گواہی وہ چیزین دیوین جو اوس کی دور کی

ووصل الیه همس صوته فاولی ان یشهد له من قرب منه وسمع مناد صوته والمراد من شهادة الشهود الی
اور اوسکی کمسک بات ہی سنی ہو تو جو پاس کی چیزین ہین اور اوسکی آواز سنتی ہین بطریق اولی گواہی دیگی اور اوسکی حق میں قیامت کی دن گواہون کی گواہی سی مراد یہہ ہی کہ اوس روز اوسکی

یوم القیمة اشهاده فی ذلك الیوم فیما بین اهل المحشر بالفضل وعلو الدرجة فانه تعالی کما یهین قوما
بزرگی اور بلند مرتبہ کی گواہی ہوگی بیشک اللہ تعالی جیسی کسی قوم کو قیامت کی دن اوسکی حق میں گواہ ہون کی بری گواہی سنکر ذلیل کرتا ہی تاکہ سب کی سامنی خوار و ذلیل

یوم القیمة بشهادة الشهود علیهم تحقیقا لفضوحهم علی رءوس الاشهاد وتسوید الوجوههم فکذلك یکرم
اور کالا منہہ ہو دی سو ایسا ہی بعضی قوم کو

قوما فی ذلك الیوم بشهادة الشهود لهم تکمیلا لسرورهم تطییبا لقلوبهم ثم انهم بکثرة شهادة الشهود لهم یزید
اوس روز گواہون کی گواہی سی اونکی خوشی پوری اور دل خوش کریگی لئی عزت کرتا ہی پھر اوس قوم کی فرح اور سرور بسبب بہت اچھی گواہون کی بڑہتی جاتی ہی

سرورهم وفرحهم فان قیل الاذان ذکر والاصل فی الاذکار الاخفاء لقوله تعالی واذکر ربك فی نفسك تضرعا
پھر اگر کوئی یہہ کہی کہ اذان تو ذکر ہی اور تمام ذکرون میں اصل اخفا ہی یعنی چپکی سی بدلیل اس آیت کی اور یاد کرتا رہ اپنی رب کو دل میں گڑگڑاتا

وخیفة ودون الجهر من القول ولقوله علیه السلام للذی رفع صوته بالذکر لن تدعوا اصم ولا غائبا
اور ڈرتا اور پکارنی سی کم آواز بولنی میں اور اسلئی کہ نبی علیہ السلام نی اوس شخص کو جو پکار کر ذکر کرتا تھا فرمایا تو ہرگز نہیں پکارتا بہری کو اور غائب کو

فما وجه الجهر فیه فالجواب ان الاذان وان کان ذکرا وکان الاصل فی الاذکار الاخفاء الا ان فیه معنی زاید
پھر اذان میں پکارنی کی کیا وجہ ہی تو جواب یہہ ہی کہ اذان اگرچہ ذکر ہی اور اصل بھی ذکرون میں اخفا ہی پر اذان میں ایک اور بات بڑھتی ہی

یوجب الجهر علی خلاف الاصل وهو کونه اعلاما لاوقات الصلوة وهذا المعنی الزائد اوجب فیه حکما عارضا علی
جس سے پکار کر کہنا اصل کی برخلاف ہوگیا اور وہ بات ہے کہ نماز کی وقتوں کی خبر دیتی ہیں اس سے یہ جو بات نئی اوسمیں ایک حکم عارضی اصل سے الگ واجب کر دیا ہے
الاصل وهو الجهر لانه لا یصلح ان یکون اعلاما الا بصفة الجهر بیانه ان الاذان وان کان ذکرا یوجب الاخفاء
یعنی پکار کر کہنا اسواسطے کہ اذان بدون پکار کر کہنے کی اعلام نہیں ہوسکتا اسکا بیان یہہ ہے کہ اذان اگرچہ ذکر ہے جسمیں اخفا واجب ہے
الا ان الاخفاء ممتنع فیه لمانع قوی هو کونه اعلاما لان الاعلام لا یمکن حصوله الا بصفة الجهر ووجود
پر جیسکہ اسمیں اخفا ایک قوی مانع کی سبب سے ممنوع ہے وہ مانع یہہ ہے کہ وہ اعلام ہے اسواسطے کہ اعلام بدون پکار کر کہنے کی حاصل ہونا ممکن نہیں ہے اور ایک
علة توجب حکما علی وجه لا یمتنع وجود علة اخری توجب حکما اخر مخالفا للاول بل اسمه ایضا یدل علی
علت سے اوسکا حکم اس طور پہ واجب ہوتا ہے کہ اوس سے دوسری ایسی علت کا پیدا ہونا ممنوع نہیں ہوتا جس سے دوسرا حکم اول کی برخلاف واجب ہوجاوے بلکہ اوسکا نام ہی یعنی دال ہے
وجوب الجهر فیه لانه فی اللغة الاعلام مطلقا وفی الشریعة اعلام مخصوص علی وجه مخصوص بالفاظ
کرتا ہے کہ اسمیں جہر واجب ہے اسلئے کہ اذان کی معنی مطلق اعلام کی ہیں در شرع میں خاص اعلام کو کہتے ہیں بطور خاص الفاظ مخصوصہ سے
مخصوصة وقد سبق ان الاعلام یمتنع حصوله بدون الجهر بل سببه ایضا یدل علی لزوم الجهر فیه وهو انه
وما دیر گذر چکا ہے کہ اعلام بدون جہر کی ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ اذان کی پکار کا سبب ہی دلالت کرتا ہے کہ اسمیں جہر لازم ہے وہ سبب یہہ ہے
علیه السلام لما قدم المدینة وبنی المسجد شاور اصحابه فیما یجعل علامة لمعرفة وقت الصلوة وحضور الجماعة
کہ نبی علیہ السلام جب مدینہ میں تشریف لائے اور مسجد بنائی تو صحابہ سے مشورہ کیا کہ اوقات نماز کی پہچان اور جماعت میں آنے کی لئے کیا علامت مقرر کریں
فذکر له ضرب الناقوس فقال هو من شعائر النصاری فذکر له النفخ فی القرن فقال هو من شعائر الیهود فذکر
کسی نے ناقوس کا بجانا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا وہ طریقہ نصاری کا ہے پھر صور پھونکنے کا ذکر کیا سو آپ نے فرمایا یہہ یہود کا طریق ہے پھر کسی نے
له ایقاد النار فقال هو من شعائر المجوس فتفرقوا من غیر ان یتفقوا علی شیء وکان فیهم عبد الله بن زید الانصاری
آگ جلانی کا ذکر کیا پھر آپ نے فرمایا یہہ طریقہ مجوسیوں کا ہے پھر یہہ ہی اختلاف رہا کسی ایک بات پر متفق نہوئے اور اوس مجمع میں عبد اللہ بن زید انصاری بھی تہے
فاهتم هما شدیدا لهم رسول الله علیه السلام فلم یاکل الطعام تلك اللیلة فبات مهتما فلما اصبح اتی رسول
سو اونکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑا سخت فکر لگا کہ اوسی اوس رات کو کھانا نہ کہایا اسی فکر میں سوگیا جب صبح ہوئی تو رسول اللہ
الله صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله انی کنت بین النوم والیقظة اذ رایت نازلا من السماء علیه
صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ میں کچھ سوتا کچھ جاگتا تہا ناگاہ مجھکو ایک شخص آسمان سے اوترتا نظر آیا
بردان اخضران فقام علی جرم حائط واستقبل القبلة وقال الله اکبر الله اکبر الی تمام کلمات الاذان فقال
دو چادر سبز اوڑھی ہوئی پھر وہ گہر کی دیوار پہ رو بقبلہ کھڑا ہوکر کہنے لگا اللہ اکبر اللہ اکبر اذان کی آخر عبارت تک جس سے رسول
رسول الله صلی الله علیه وسلم هذه الرؤیا حق فالق ما رایته علی بلال فانه امد منك صوتا فالقیه
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہہ خواب حق ہے سو جو تونے دیکھا ہے بلال کو سکہادے کیونکہ بلال تجھسے بلند آواز ہے سو یہی اوسکو سکہادی
علیه فقام علی ارفع سطح فاذن فسمعه عمر بن الخطاب وکان فی بیته فخرج یجر رداءه حتی اتی رسول الله
پھر بلال نے ایک اونچی جگہ پہ کھڑے ہوکر اذان پڑھی پس وہ اذان عمر بن الخطاب نے اپنی گہر میں سنی سو چادر کھینچتی ہوئی گہر سے نکل کر رسول اللہ
صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله والذی بعثك بالحق لقد رایت مثل ما قال فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس آکر عرض کیا یا رسول اللہ قسم ہے اوس اللہ کی جسنے تمکو برحق بھیجا ہے میں نے بھی یہی دیکھا ہے جیسے بلال کہتا ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فلله الحمد وروی انه رای فی المنام تلك اللیلة احد عشر رجلا من الصحابة ما رواه عبد الله بن زید فلما
فرمایا اللہ الحمد اور روایت ہے کہ اوس رات کو گیارہ مرد صحابیوں نے خواب میں یہہ ہی دیکھا تہا جو عبد اللہ بن زید نے روایت کی سو جب

ثبت شرعية الاذان بهذه الرؤية التي شهد بحقيتها النبي عليه السلام كان من شعائر الاسلام حتى لو
اذان کا مشروع ہونا اس خواب سے ثابت ہو چکا جسکی حقیقت میں نبی علیہ السلام نے گواہی دی تو اذان شعائر اسلام کا مقرر ہوئی یہاں تک کہ اگر
اصر على تركه اهل مصر او اهل قرية او اهل محلة اجبرهم الامام على الاتيان به وان لم
کسی شہر یا گانو والے یا اہل محلہ نے اذان سراسر چھوڑ دی تو امام وقت انہیں زور و جبر سے دلوادے اور اگر
يفعلوا قاتلهم لانه لما كان من اعلام الدين كان الاصرار على تركه استخفافا بالدين فيلزم القتال وقد
نہ دیں تو ان پر جہاد کرے اسواسطے کہ جب اذان اعلام دین سے ہوئی تو اسکا سراسر ترک کردینا دین کو خفیف سمجھنا ہے تو ان پر جہاد کرنا لازم ہوا اور
روى عن انس انه عليه السلام كان اذا طلع الفجر وكان يسمع الاذان فان سمع الاذان امسك والا اغار
انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کا سفر جہاد میں یہہ دستور تھا جب صبح ہوتی تو اذان کی طرف کان لگاتے اگر اذان کی آواز سنتے تو رک جاتے اور نہیں تو غارت کرتے
يعني انه عليه السلام اذا اراد ان يغير الكفار كان من عادته ان يسير بالليل فاذا وصل الى بلدة لا يعرف
مراد یہہ ہے کہ نبی علیہ السلام کفار پر غارت گری کا ارادہ کرتے تو یہہ عادت تھی کہ رات کو روانہ ہوتے جب کسی ایسے شہر پہ پہنچتے کہ اسکا حال معلوم نہ ہوتا
حالها ينتظر الصبح ويستمع الاذان ليعلم ان تلك البلدة بلدة المسلمين او بلدة الكفار فان سمع الاذان امسك
تو صبح تک منتظر رہتے اور اذان کی طرف کان لگاتے تاکہ یہہ امر معلوم ہو جاوے کہ یہہ شہر مسلمانوں کا ہے یا شہر کفار کا ہے پھر اگر اذان سن پاتے تو غارت گری سے
عن الاغارة وتركها وان لم يسمع الاذان اغار فهذا الحديث دل على كون الاذان من اعلام الدين ومن هذا
باز رہتے اور اس شہر کو چھوڑ دیتے اور اگر اذان نہ سنتے تو غارت کرتے پس یہہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ اذان اعلام دین سے ہے اور اسکے وجود سے
يفهم منه كونه واجبا لكن عند عامة المشائخ وهو الصحيح انه سنة مؤكدة وكذا الاقامة سنة مؤكدة للصلوات
ایسے ہی معلوم ہوتا ہے کہ اذان واجب ہے پر عام مشائخ کے نزدیک اذان سنت مؤکدہ ہے یہی صحیح ہے اور ایسے ہی تکبیر پانچوں نماز کے واسطے سنت مؤکدہ ہے
الخمس اذا صليت بالجماعة اداء وقضاء وللجمعة لانها فرض لا للواجبات كصلوة الوتر والعيدين ولا للسنن
اگرچہ جماعت سے ہوں وقت پر ادا ہوں یا قضا اور جمعہ کے لئے بھی اسواسطے کہ جمعہ فرض ہے اور واجبات کے واسطے نہیں ہے جیسے نماز وتر اور دونو عید اور نہ سنتوں کے واسطے
كالتراويح ولا للنوافل كصلوة الكسوف والاستسقاء اذا صليت بالجماعة كل واحد من تلك الصلوات ويزيد المؤذن
جیسے تراویح اور نہ نفلوں کے واسطے جیسے نماز سورج گہن اور استسقاء کی اگرچہ یہہ سب نمازیں باجماعت پڑھیں اور مؤذن فجر کی اذان میں
بعد فلاح الاذان في الفجر قوله الصلوة خير من النوم مرتين لما روى ان بلالا جاء الى النبي صلى الله عليه وسلم
بعد حی علی الفلاح کے الصلوة خیر من النوم دو بار زیادہ کہے اسواسطے کہ روایت ہے کہ بلال نبی علیہ السلام کے پاس آیا
فوجده نائما فقال الصلوة خير من النوم فقال النبي عليه السلام ما احسن هذا اجعله في اذانك وانما خص
تو آپکو سوتے پایا پس بلال نے کہا الصلوة خیر من النوم پس نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا خوب بات ہے اسکو تو اپنی اذان میں داخل کرلے اور خصوصیت
الفجر به لانه وقت نوم وغفلة فاحتيج الى زيادة الاعلام والاقامة مثل الاذان الا انه يزيد بعد فلاحها قوله
فجر کی اسلئے ہے کہ نیند اور غفلت کا وقت ہوتا ہے سو اسی وقت تنبیہ کی حاجت زیادہ تھی اور تکبیر مانند اذان کی ہے پر اتنا فرق ہے کہ تکبیر میں بعد حی علی الفلاح کے اتنا لفظ
قد قامت الصلوة مرتين ويترسل في الاذان ويحدر في الاقامة لما روى انه عليه السلام قال لبلال اذا اذنت
قد قامت الصلوة یعنی قائم ہوئی نماز دو بار کہے اور اذان میں ٹھہر ٹھہر کر کہے اور تکبیر میں شتاب شتاب کہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے بلال کو فرمایا جب تو اذان پڑھے
فترسل واذا اقمت فاحدر والترسيل ان يفصل بين كلمات الاذان بسكتة والحدر ان يوصل بين كلمات
تو ٹھہر ٹھہر کر اور جب تو تکبیر کہے تو جلدی کر اور ترسیل یہہ ہے کہ اذان کے کلمات میں ایک ایک سکتہ کا فرق کرتا جاوے اور حدر یہہ ہے کہ تکبیر کے کلمات کو جلد جلد ملاتا جاوے
الاقامة بسرعة ويترك الاعراب فيهما لما روى عن ابراهيم النخعي انه قال شيئان مجزومان كانوا لا يعربونهما الاذان
اور اعراب یعنی حرکات کو دونوں میں ترک کرے اسواسطے کہ ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ کہا دو چیزیں جزم کی ہیں پہلے لوگ انکو اعراب نہیں دیتے تھے اذان

والاقامة قال الزیلعی یعنی علی الوقف لکن فی الاذان حقیقة وفی الاقامة ینوی الوقف قاله المطرزی وعوام الناس

اور تکبیر / یعنی کہتا ہے زیلعی یعنی وقف پر / لیکن اذان میں / وقف حقیقی ہے / اور تکبیر میں وقف کی نیت کرے یہ کہا مطرزی نے / اور عوام لوگ یوں

یقولون الله اکبر بضم الراء الاولی وکان ابو العباس المبرد یفتحها ینقل فتحة همزة اسم الله تعالی الیها

کہتے ہیں / الله اکبر / الله اکبر پہلی راء کی پیش سے / اور ابو العباس مبرد / اوس راء پر زبر پڑھتا ہے الله کی الف کا زبر نقل کر کر اوس راء کو دیتا ہے

لالتقاء الساکنین کما یفتح المیم فی قوله تعالی الم الله لا اله الا هو مع ان الاصل فی الحروف المقطعة الاسکان ویرتب

واسطے جمع ہونے دو ساکن کے جیسے میم اس آیت میں مفتوح ہو جاتا ہے باوجودیکہ اصل حروف مقطعات میں سکون ہے / اور اوسکے کلمات کو ویسے ہی مرتب کہے

کلماتهما کما شرع حتی لو قدم بعضا واخر بعضا فالافضل الاعادة مراعاة للترتیب ولا یتکلم فیهما ویستقبل بهما

جیسے مشروع ہوئی ہیں یہاں تک کہ اگر کسیکو آگے / اور کسیکو پیچھے کیا تو دوبارہ بہتر ہے رعایت ترتیب کی / اور دونو کو پڑھتے ہوئے بیچ میں نہ بولے اور دونو کو روبقبلہ

القبلة ویلتفت فی الاذان مع ثبات قدمیه فی مکانه یمینا عند قوله حی علی الصلوة وشمالا عند قوله حی

پڑھے / اور اذان میں دونو پاؤں ثابت ہوتے اپنی جگہ میں / حی علی الصلوٰۃ کہتے ہوئے دہنی طرف منہ پھیرے / حی علی الفلاح کہتے ہوئے بائیں طرف

علی الفلاح لان طرفی الاذان مناجاة ووسطه مناداة ففی المناجاة یستقبل القبلة لان احسن احوال

اسواسطے کہ اذان کی اول اور آخر میں مناجات ہے اور وسکے بیچ میں منادات یعنی لوگوں کو پکارنا ہے سو مناجات میں روبقبلہ رہے اسواسطے کہ بہتر حال

الذاکرین استقبال القبلة وفی المناداة یلتفت الی من ینادیهم لانه خاطبهم فیتوجه الیهم واذا کان فی

یاد الٰہی کرنیوالوں کا روبقبلہ رہنا ہے / اور پکارنے کے وقت اوس طرف منہ پھیرے جنکو پکارتا ہے اسلئے کہ اونہیں کو خطاب ہے سو اونہی کیطرف منہ پھیرے اور اگر موذن

المنارة ولم یحصل تمام الفائدة بتحویل وجهه مع ثبات قدمیه فی مکانه یستدیر فیها ویجعل اصبعیه فی اذنیه

منارہ کے اندر ہووے اور منہ پھیرانے سے دونو پاؤں اپنی جگہ پر رہتے ہوئے پورا فائدہ نہ ہو / تو اوسکے اندر گردش کرے / اور اپنی دونو انگلیاں اپنے کانوں میں کرلے

لما روی انه علیه السلام قال لبلال اجعل اصبعیك فی اذنیك فانه ارفع لصوتك وان لم یجعل اصبعیه

اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے بلال کو فرمایا اپنی دونو کانوں میں انگلیاں دے لے / اس سے تیری آواز بلند ہووے گی / اور اگر دونو انگلیاں کانوں میں نہ دے

فی اذنیه بل جعل یدیه علی اذنیه فحسن لما روی ان ابا محذورة ضم اصابعه

بلکہ دونو ہاتھ کانوں پر رکھ لے / تو بھی بہتر ہے / اسواسطے کہ روایت ہے کہ ابو محذورہ نے اپنی چاروں انگلیاں ملا کر

الاربع ووضعها علی اذنیه وعن ابی حنیفة انه قال ان جعل احدی یدیه علی اذنه فحسن ولا یؤذن للصلوة

کانوں پر رکھ لیں تھیں / اور ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ فرمایا اگر کوئی ایک ہاتھ اپنے کان پر رکھ لے / تو بھی اچھا ہے / اور کسی نماز کی واسطے

قبل دخول وقتها ویعید فی الوقت ان اذن قبله لان الاذان للاعلام بدخول الوقت فالاذان قبله یکون تجهیلا

وقت آنے سے پہلے اذان نہ کہے اور وقت ہونے کے بعد دوہرائے جو اگر اذان پہلے کہدی ہو اسواسطے کہ اذان وقت کے آنے کی خبر دینے کے واسطے ہے پس اذان وقت سے پہلے جتانا اور بہکانا ہے

لا اعلاما وعند ابی یوسف وهو قول الشافعی یجوز للفجر فی النصف الاخیر من اللیل لتوارث اهل الحرمین اهل مکة

اعلام نہیں ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول شافعی کا ہے فجر کی لئے آدھی رات گذرنے کے بعد اذان جائز ہے بسبب عمل درآمد / اہل حرمین اہل مکہ اور

اهل المدینة والحجة علی الکل قوله علیه السلام لبلال لا تؤذن حتی یستبین لك الفجر هکذا ومد یده عرضا و

اہل مدینہ کی / اور سب کی دلیل یہ حدیث ہے جو آپ نے بلال سے فرمایا اذان مت دیا کر جب تک تجھکو فجر اسطور پر ظاہر نہ ہووے پھر اپنا ہاتھ عرض میں کھینچا اور

لظهور التوانی فی الامور الدینیة استحسن المتاخرون التثویب بین الاذان والاقامة فی الصلوات کلها سوی المغرب

امور دینیہ میں سستی ظاہر ہو گئی ہے تو متاخرین علماء نے / تثویب کو درمیان اذان اور تکبیر کی مغرب کے سوا تمام نمازوں میں پسند کیا ہے

وهو العود الی الاعلام بعد الاعلام بحسب ما تعارفه کل قوم لانه مبالغة فی الاعلام فلا یحصل ذلك الا بما تعارفه

اور تثویب دوبارہ آگاہ کرنا ایک دفعہ آگاہ کرکے موافق متعارف ہر ایک قوم کی / اسواسطے کہ تثویب اعلام میں مبالغہ ہوتا ہے سو بغیر متعارف قوم کی نہیں ہو سکتا

وابو یوسف خص منه من له زیادة اشتغال بامور المسلمین کالامیر والقاضی والمفتی لاعلامهم لانهم لا یعرفون وقت

امام ابو یوسف نے مستثنیٰ کیا ہے اس شخص کو جسکو مشغولی رہتا ہو مسلمانوں کے کاموں میں جیسے امیر حاکم قاضی اور مفتی کہ انکو وقت

الحضور ولو حضروا کلما سمعوا الاذان ولم یحضر الجماعة یحتاجون الی انتظار فیتعطل مصالح المسلمین ویسن

حضور معلوم نہیں ہوتا اور اگر جب اذان سنی ہر گاہ چلے آیا کریں اور جماعت جمع ہو تو انتظار کرنا پڑیگا سو مسلمانوں کے کام معطل ہونگے اور مؤذن کو چاہئے

للمؤذن ان یفصل بین الاذان والاقامة ویکره وصلهما لان المقصود من الاذان اعلام الناس بدخول

کہ اذان اور اقامت کے بیچ میں کچھ فصل کرے اور دونوں کا متصل کرنا مکروہ ہے اسلئے کہ غرض اذان سے لوگوں کو آگاہ کرنا ہے کہ وقت نماز کا آگیا ہے

وقت الصلوة لیتهیؤا لها بالطهارة فیحضروا المسجد لاقامتها وبالوصل ینتفی هذا المقصود وطریق الفصل

تاکہ وہ نماز کی تیاری کریں وضو وغسل کرکے مسجد میں نماز کے لئے آئیں اور دونوں کے ملا دینے میں یہ غرض فوت ہوتی ہے اور طریق فاصلہ کا یہ ہے

ان الصلوة ان کانت مما یتطوع قبلها یفصل بینهما بصلوة سنة کانت او غیرها لما روی عن عبد الله

کہ اگر نماز ایسی ہے کہ اس سے پہلے نفلیں پڑھی جاتی ہیں تو انکے بیچ میں نماز پڑھی جائے خواہ سنت ہو خواہ دیگر اسیواسطے کہ روایت ہے عبد اللہ

بن مغفل انه علیه السلام قال بین کل اذانین صلوة بین کل اذانین صلوة ثم قال فی الثالثة لمن شاء والمراد

بن مغفل ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہر وقت درمیان دو اذانوں کی نماز ہے پھر تیسری دفعہ میں فرمایا جو شخص پڑھنا چاہے اور مراد

بالاذانین الاذان والاقامة علی طریق التغلیب والمراد بالصلوة التطوع سواء کان سنة او غیرها من النوافل

دونوں سے اذان اور تکبیر ہے بطور تغلیب کے اور نماز سے مراد نماز نفل ہے برابر ہے خواہ سنت ہو یا اور کوئی نفل

لا الفرض بدلیل تخییره علیه السلام فی المرة الثالثة بقوله لمن شاء وهو حث علی التنفل بین الاذان

نہ فرض اسی دلیل سے کہ نبی علیہ السلام نے تیسری بار میں اختیار دیا اس لفظ سے لمن شاء اور یہ ترغیب ہے اذان اور تکبیر کے بیچ میں نفل پڑھنے کی

والاقامة لان الدعاء لا یرد بینهما علی ما روی عن انس انه علیه السلام قال لا یرد الدعاء بین الاذان والاقامة

اسلئے کہ دعا اذان اور تکبیر کے بیچ کی رد نہیں ہوتی موافق روایت انس کی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ دعا درمیان اذان اور تکبیر کی رد نہیں ہے

فاذا کان الدعاء غیر مردود بینهما یکون العبادة بینهما افضل وان لم یتنفل بینهما بصلوة یفصل

جب اذان اور تکبیر کی بیچ میں دعا رد نہیں ہوتی تو عبادت انکی بیچ میں افضل ہے اور اگر انکی بیچ میں نماز نہ پڑھے تو دیر تک ٹھیرے تو اتنی دیر تک

بینهما بجلسة مقدارها ما یتمکن فیه قراءة عشر آیات او مقدار ما یصلی اربع رکعات لحصول المقصود

بیٹھا رہے کہ جتنی دیر میں دس آیتیں پڑھ سکے یا اتنی دیر تک جسمیں چار رکعت نماز پڑھ سکے کیونکہ اسمیں مقصود پورا ہوتا ہے

وان کانت الصلوة مما لا یتطوع قبلها کصلوة المغرب فعند ابی حنیفة یفصل بینهما قائما بسکتة

اور اگر وہ نماز ایسی ہے جسمیں اس سے پہلے نفلیں نہیں ہیں جیسی مغرب کی نماز سو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اذان اور تکبیر میں اتنی دیر جپکا کھڑا رہے

مقدار ما یتمکن فیه من قراءة ثلث آیات قصار او آیة طویلة وفی روایة عنه مقدار ما یخطو ثلث

جسمیں تین آیتیں چھوٹی یا ایک آیت طویل پڑھ سکے اور ایک روایت میں امام سے اسی دیر جسمیں تین قدم چل سکے

خطوات ثم یقیم لان التعجیل مامور به والتاخیر مکروه فیکتفی بادنی الفصل لیکون اقرب الی التعجیل

پھر تکبیر کہے اسواسطے کہ تعجیل کا حکم ہے اور دیر لگانی مکروہ ہے سو ادنی فاصلہ کفایت کرتا ہے تاکہ تعجیل سے قریب رہے

وعندهما یفصل بینهما بجلسة خفیفة لان الفصل مکروه ولا یحصل الفصل بالسکتة لوجودها

اور صاحبین کے نزدیک اذان اور تکبیر میں تھوڑی سی نشست کا فاصلہ کرے اسلئے کہ ملا دینا مکروہ ہے اور سکتہ کا کچھ فاصلہ نہیں ہے کیونکہ سکتہ تو

بین کلمات الاذان فیجلس مقدار ما یجلس الخطیب فی الخطبتین وتقضی الفائتة باذان واقامة لانها

اذان کے کلمات میں بھی موجود ہے سو اتنی دیر بیٹھے جتنی دیر خطیب دونوں خطبوں میں بیٹھتا ہے اور نماز فائتہ کی قضا کی جائے اذان اور اقامت سے کیونکہ

من سنن الصلوٰة لا من سنن الوقت وان كانت الفائتة واحدة تقضى بهما ليكون القضاء على
کیونکہ یہ دونوں نماز کی سنتیں ہیں کچھ وقت کی سنتیں نہیں ہیں پھر اگر نماز فائتہ ایک ہی ہو تو اذان اور تکبیر دونوں چاہییں تاکہ قضا ادا کی وضع پر

سنن الاداء وقد روى انه عليه السلام قضى صلوٰة الفجر غداة ليلة التعريس مع الجماعة باذان واقامة
ہو جاوے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے لیلة التعریس کی صبح کو فجر کی نماز جماعت کے ساتھ اذان اور تکبیر سے قضا کی

وان كانت متعددة واراد قضاءها متوالية يؤذن ويقيم للاولى منها ويكون مخيرا فى الباقى ان شاء
اور اگر وہ نمازیں کئی ہوں اور ایک دفعہ ہی ان کی قضا کرنا چاہے تو پہلی نماز کی اذان اور تکبیر دونوں کہے اور باقی نمازوں میں مختار ہی جاوے

اذن واقام ليكون القضاء على حسب الاداء وان شاء اقتصر على الاقامة لما روى انه عليه السلام شغله
اذان اور تکبیر دونوں کہے تاکہ قضا ادا کی صورت پر ہو جاوے اور اگر چاہے اقامت ہی پر اکتفا کرے اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کو مشرکوں نے

المشركون يوم الخندق عن اربع صلوٰت سوى الفجر فقضى الاولى مع الجماعة باذان واقامة وما سواها باقامة
جنگ خندق میں سوا نماز فجر کی چار نمازوں کی فرصت نہ دی سو آپ نے پہلی نماز مع الجماعت اذان اور تکبیر سے قضا کی اور باقی نمازیں تکبیر ہی سے

فقط واهل السفر فى المفازة يصلون بهما ويكره لهم تركهما لانهما من سنن الجماعة والسفر لا يسقط الجماعة ولا يسقط
اور مسافر جنگل میں اذان اور تکبیر دونوں سے نماز پڑھا کریں اور ان کو دونوں کا ترک کرنا مکروہ ہے اسلئے کہ اذان اور تکبیر متعلق سے جماعت ہیں اور سفر سے

ما هو من سننها ولو اكتفوا بالاقامة وتركوا الاذان لا يكره لان الاذان للاعلام بدخول الوقت لحضر الغائبين
نہیں ساقط ہوتی اور وہ جو جماعت سے متعلق ہے اور اگر مسافر صرف تکبیر پر اکتفا کریں اور اذان ترک کریں تو مکروہ نہیں اسلئے کہ اذان وقت کی اطلاع کی غرض سے کی جاتی ہے کہ جو

والذين هم فى اشغالهم متفرقون والرفقة حاضرون وفى محل نزولهم مجتمعون ولا حاجة الى جمعهم احضارا
غائب ہیں اور جو اپنے کاروبار میں جا بجا لگے ہوتے ہیں وہ سب حاضر ہوں اور رفیق سفر کے حاضر رہتے ہیں اور اپنی فرودگاہ میں جمع ہوتے ہیں تو ان کے جمع کرنے کی حاجت نہیں

واما الاقامة فهى للاعلام بالشروع فى الصلوٰة وهم اليه محتاجون ويكره اداء المكتوبة مع الجماعة فى
رہی تکبیر سو اس خبر کے واسطے ہے کہ نماز شروع ہوگئی اور ان کو اسکی حاجت ہوتی ہے اور فرضوں کا جماعت سے مسجد میں ادا کرنا

المسجد بغير اذان واقامة ولا يكره فى البيوت والكروم وضياع القرية لان ما كان فى المصر والقرية من الاذان
بدون اذان اور تکبیر کے مکروہ ہے اور گھروں کے اندر اور باغوں میں اور باہر متصل قریہ میں مکروہ نہیں ہے اسلئے کہ شہر اور قریہ کی اذان اور تکبیر انکو کافی ہے

والاقامة يكفيهم والمقيم فى المصر اذا صلى فى بيته وحده ينبغى له ان يصلى باذان واقامة ليكون الاداء
اور مقیم شہر کے اندر اگر تنہا اپنے گھر میں نماز پڑھے تو بہتر اسکو یہ ہے کہ اذان اور تکبیر کہہ لے تاکہ نماز جماعت کی وضع پر ادا ہو جاوے

على هيئة الجماعة وان تركهما معا لا يكره ان وجد فى مسجد محلته لانه وان كان مصليا بغير اذان واقامة
اور اگر اس نے دونوں کو ترک کیا تو مکروہ نہیں ہے جس صورت میں کہ محلہ کی مسجد میں ہو چکی ہوں سو اسلئے کہ یہ مصلی اگرچہ حقیقت میں بدون اذان اور تکبیر

حقيقة لكنه مصل بهما حكما لان المؤذن فى المحلة نائب عن اهل المحلة فى الاذان والاقامة لنصبهم اياه
کی نماز پڑھنے والا ہے وہ حکماً اذان اور تکبیر سے پڑھتا ہے کیونکہ محلہ کا مؤذن اذان اور تکبیر میں اہل محلہ کا نائب ہوتا ہے کیونکہ اہل محلہ نے اسکو اسی لئے مقرر کیا ہے

لذلك فيكون اذانه واقامته كاذان الكل واقامتهم ولهذا حين اراد ابن مسعود ان يصلى فى بيته بعلقمة
تو اسکے اذان اور تکبیر ایسی ہیں جیسے سب کی اذان اور تکبیر اسی واسطے جب ابن مسعود نے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کا ارادہ کیا ساتھ علقمہ

والاسود فقيل له الا تؤذن وتقيم قال اذان الحى يكفينا واما المسافر اذا صلى فى المفازة وحده بغير اذان
و اسود کے تو لوگوں نے کہا اذان اور تکبیر کیوں نہیں کہتے تو ابن مسعود نے جواب دیا محلہ کی اذان ہماری کافی ہے اور مسافر اگر جنگل میں اکیلا بدون اذان کے

واقامة يكره له ذلك لكونه مصليا بغير اذان واقامة حقيقة وحكما لان المكان الذى هو فيه ليس فيه
تکبیر کی نماز پڑھے تو اسکو مکروہ ہے اسواسطے کہ وہ حقیقتہً اور حکماً بدون اذان اور تکبیر کی نماز پڑھتا ہے اسلئے کہ اس جگہ جہاں وہ ہے مرگز کوئی اور نہیں کہ

احد

احد يؤذن ويقيم لتلك الصلوة اصلا والمصلي في المسجد ان صلى جماعة يصلي باذان واقامة ويكره له

جس کی بابت نماز کی لئے اذان اور اقامت کہی ہو اور مصلی مسجد میں اگر جماعت سے نماز پڑھتا ہے تو اذان اور تکبیر کہکر نماز پڑھے اور دونوں کو

ترك كل منهما وان صلى منفردا فحكمه حكم المصلي في بيته واما القرى فان كان فيها مسجد وكان في ذلك

دونوں کا ترک کرنا مکروہ ہے اور اگر تنہا نماز پڑھتا ہے تو اسکا حال ایسا ہے جیسے کہ گھر میں نماز پڑھتا ہے اور گاؤں اگر ان میں مسجد ہے اور اس مسجد میں

المسجد اذان واقامة فحكم من يصلي فيه او في بيته كما مر وان لم يكن فيها مسجد كذلك فحكم المصلي فيها

اذان اور تکبیر بھی ہوتی ہے تو اسکا حال ویسا ہی ہے جو مسجد میں نماز پڑھے یا اپنے گھر میں جیسا کہ گذر چکا اور اگر ان میں ایسی مسجد نہیں ہے تو اسکا حال ایسا ہے

حكم المسافر ثم ينبغي ان يعلم ان السنة في الاذان ان يكون بلا لحن ولا تغن لان المقصود منه دعوة الخلق

جیسے حال مسافر کا پھر سمجھنا چاہیے کہ طریق مسنون اذان میں یوں ہے کہ بدوں لحن اور تغنی کے ہو اسلئے کہ غرض اذان سے خلق کو بلانا ہے

الى الصلوة باعلام دخول وقتها فلا بد ان يكون على وجه يفهم السامع الفاظه حتى يظهر فائدة معنى قوله

بیچ نماز کے خبر کر کے کہ وقت ہو گیا ہے پس ضرور ہے کہ اس وضع پر ہو کہ الفاظ کا سننے والا سمجھ لے تاکہ اس قول کی معنوں کا فائدہ ظاہر ہووے کہ

حي على الصلوة حي على الفلاح فان معناهما اسرعوا الى الصلوة اسرعوا الى ما فيه نجاتكم من النار وفوزكم في الجنة

حی علی الصلوة حی علی الفلاح کیونکہ ان کی معنی یہ ہیں جلد آؤ واسطے نماز کے جلد آؤ طرف اس چیز کے جس میں آگ سے تمہاری نجات ہے اور جنت میں جیت کو رہنا ہے

لكن قد غيرت هذه السنة في هذا الزمان في اكثر البلدان لان اهلها يؤذنون بانواع النغمات والالحان بحيث

لیکن اس طریق مسنون کو اس زمانہ میں اکثر شہروں میں بدل ڈالا ہے کیونکہ اکثر شہری اذان ایسی ایسی نغمات اور الحان سے پڑھتے ہیں کہ

لا يفهم ما يقولون من الفاظ الاذان ولا يسمع منهم الا اصوات ترفع وتنخفض كصوت المزمار وهي على ما ذكر في المدخل

یہ نہیں سمجھ میں آتا کہ الفاظ اذان میں سے کیا کہتے ہیں اور کچھ سنا نہیں جاتا سوائے آواز کے کہ کبھی بلند ہوتی ہے اور کبھی پست جیسے آواز مزمار کی اور یہ طرز موافق بیان مدخل کے

بدعة قبيحة احدثها بعض الامراء في مدرسة بناها ثم سرى ذلك منها الى غيرها ثم انهم لحرصهم على التغني لم يكتفوا

بدعت قبیحہ ہے اسکو بعضے امیروں نے اپنے مدرسہ میں جاری کیا ہے پھر یہ بدعت اور جگہ میں پھیل گئی پھر بوجہ اپنی تغنی کی حرص کے اذان کے الفاظ پر بس نہ کیا

بكلمات الاذان بل زادوا عليها بعض الكلمات من الصلوة والتسليم على النبي عليه السلام فان الصلوة والتسليم

بلکہ اذان پر زیادہ کیا بعضے اور کلمات درود اور تسلیم نبی علیہ السلام کی بڑھا دی بیشک درود اور تسلیم کا

وان كان مشروعا بنص الكتاب والسنة وكان من اكبر العبادات واجلها لكن اتخاذها عادة في الاذان على المنارة

مشروع ہونا اگرچہ صاف کتاب اور حدیث سے ثابت ہے اور بڑی اور بہتر عبادت میں سے ہے پر اسکا اذان کی اندر منارہ کی اوپر عادت کرنا

لم يكن مشروعا اذ لم يفعلها احد من الصحابة والتابعين ولا غيرهم من ائمة الدين وليس لاحد ان يضع العبادات

مشروع نہیں ہے اسواسطے کہ اسکو کسی نے نہیں کیا نہ صحابہ نے اور نہ تابعین نے اور نہ کسی اور پیشوایان دین نے اور کسیکو یہ اختیار نہیں ہے کہ عبادات کو اور جگہ میں رکھے

الا في مواضعها التي وضعها فيها الشرع ومضى عليها السلف الا ترى ان قراءة القرآن مع كونها من اعظم العبادات

سوا ان مواضع کی جہاں انکو شرع نے وضع کیا ہے اور بزرگ متقدم اسکو کرتے چلے آئے ہیں کیا نظر نہیں آتا کہ تلاوت قرآن کی باوجودیکہ عمدہ ترین عبادات ہے

لا يجوز للمكلف ان يقرأها في الركوع ولا في السجود ولا في القعدة لان كلا منها ليس محلا للتلاوة ثم انظر الى هذه

مکلف کو جائز نہیں کہ رکوع میں قرآن پڑھا کرے اور نہ سجدہ میں اور نہ قعدہ میں اسواسطے کہ یہ تینوں مقام تلاوت کی محل نہیں ہیں پھر اس بدعت کو دیکھو تو

البدعة التي احدثوها في الاذان من النغمات والالحان كيف تعدت الى محرم اخر وهو انهم جعلوها في الصلوة

جو ان لوگوں نے اذان کی اندر نغمات اور الحان پیدا کی ہیں ایک اور حرام کی طرف کیسی بڑھ گئی ہے وہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے نغمات کو نماز کی اندر تکبیرات انتقالات میں

حال التبليغ في الانتقالات وتكلموا في الصلوة على طريق النغم فيبطل صلوتهم فاذا بطلت صلوتهم يسري

داخل کیا ہے اور یہ طرز نماز کی اندر گویا عمدہ کلام ہے سو انکی نماز باطل ہو جاتی ہے اور جب انکی نماز باطل ہوئی تو اس سے یہ فساد

ذلك الفساد الی من یقتدی الامام بتسمیعهم التکبیر فی الافتتاح والانتقالات لان الماموم لا یجوز له الاقتداء
اوسنی اور مقتدیوں میں آیا جو انکی تکبیر تحریمہ اور تکبیر انتقالات سنکر اقتدا کرتی ہیں اسواسطی کہ مقتدی کا اقتدا مدول کسی ایک کی
الا باحد اربعة اشیاء فان لم یوجد لا یوجد الاقتداء فی تلك الصلوة اولها وهو اعلاها ان یری افعال
چار چیزوں میں سی صحیح نہیں ہی سو اگر ان میں سی کوئی ہو گی تو اوس نماز میں اقتدا ہی ہوگا اول سب سی افضل یہہ ہی کہ مقتدی امام کی افعال کو دیکہتا ہو
الامام فان تعذر فسماع اقواله فان تعذر فرؤية افعال الماموم فان تعذر فسماع اقواله فهؤلاء لبطلان
پہر اگر یہہ میسر ہو تو اوسکی آواز سنتا ہو پہر اگر یہہ بہی دشوار ہو تو افعال اور مقتدیوں کی دیکہتا ہو پہر اگر یہہ بہی ہو تو مقتدی کی آواز سنتا ہو سو یہہ لوگ جو انکی
صلاتهم بالنغمات والالحان لا یکونوا من المامومین وانتقال الماموم من رکن الی رکن بسماع اصواتهم من غیر
نماز سب نغمات اور الحان کی باطل ہو گئی ہی تو مقتدی نہیں ہیں اور انتقال کرنا مقتدی کا ایک رکن سی دوسری رکن پر انکی آواز سنکر بدون
رؤية افعال الامام وسماع اقواله لا یصح صلوته وههنا مفسدة اخری وهی ان الامام اذا کبر للصلوة ودخل
دیکہنا افعال اور سنی اقوال امام کی اوسکی نماز کو فاسد کرتا ہی اور یہاں ایک اور مفسدہ ہی وہ یہہ ہی کہ امام جب تکبیر کہہ کر نماز میں داخل ہو جاتا ہی
فیها یکررون حلفه قبل ان یدخلوا فی الصلوة لیسمع الناس تکبیرهم ویدخلوا فی الصلوة فمن احرم من الناس بتکبیرهم
تو امام کی پیچہی تکبیر کہہ دیتی ہیں اس سی پہلی کہ آپ نماز میں داخل ہوں تاکہ اور لوگ اونکی تکبیر سنکر نماز میں داخل ہو جاویں پہر جو کوئی انکی تکبیر سنکر بدون
من غیر سماع تکبیر الامام یدخل فی صلوته خلل من هذه الوجه ایضا لما تقدم ان الاقتداء لا یصح الا باحد
سنی امام کی تکبیر کی تکبیر تحریمہ کہیگا اوسکی نماز میں یہہ بہی خلل داخل ہیگا اسواسطی کہ اوپر گذر چکا ہی کہ اقتدا بدون ایک کی
اربعة اشیاء وهذا لیس بواحدة منها یسر نا الله تعالی العمل بالسنة والاجتناب عن البدعة المجلس
چار چیزوں میں سی صحیح نہیں ہوتا اور یہہ اون چاروں میں سی کچہہ بہی نہیں ہی آپہی پہر آسان کر سنت پر عمل کرنا اور بدعت سی اجتناب کرنا انچاسویں مجلس

التاسع والاربعون فی بیان فضیلة الجمعة وفی تفضیل یومها علی سائر الایام

میں بیان جمعہ کی فضیلت کا اور جمعہ کی روز کی تفضیل تمام ایام پر

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خیر یوم طلعت علیه الشمس یوم الجمعة فیه خُلق ادم وفیه اُدخل
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا بہت اچہا دن جسپر آفتاب چمکا ہی جمعہ کا دن ہی اسی میں آدم پیدا ہوا اور اسی دن میں
الجنة وفیه اُخرج منها ولا تقوم الساعة الا فی یوم الجمعة هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه ابو هریرة
جنت میں داخل ہوا اور اوسی روز میں جنت سی نکلا اور قیامت نہیں ہو گی سوا دن جمعہ کی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی
وقد بیّن فیه ان یوم الجمعة خیر الایام اذ فیه خلق ادم النبی علیه السلام وفیه ادخل الجنة وفیه اخرج
بیشک اسمیں یہہ بیان فرمایا کہ جمعہ کا دن سب دنوں سی بہتر ہی اسواسطی کہ اسی میں آدم نبی علیہ السلام پیدا ہوئی اور اسی میں جنت میں داخل ہوئی اور اسی میں جنت سی نکلی
منها فان قیل دخول ادم النبی علیه السلام الجنة خیر وحسن لکن خروجه منها کیف یکون خیرا وحسنا
پہر اگر کوئی کہی آدم نبی علیہ السلام کا جنت میں داخل ہونا تو بہتر ہی اور نیک ہی ہی پر اونکا جنت میں سی نکلنا کیا اچہا اور خوب ہی
فالجواب ان خروجه منها المتضمنة للفوائد الکثیرة والمصالح یکون خیرا وحسنا لانه بواسطة خروجه
تو جواب یہہ ہی کہ اونکا جنت میں سی نکلنا جسمیں بہت سی فائدی اور خوبیاں ہوں تو اونہیں بہت خوب اور بہتر ہی اسواسطی کہ وہ جنت میں سی نکلی
منها حصل منه علیه السلام اولاد کثیرة وتناسلوا وبعث الله تعالی من نسله علی ذریته الانبیاء وانزل فیهم
تو اونسی بہت سی اولاد پیدا ہوئی اور آگی کو نسل چلی اور اللہ تعالی اونکی نسل ہی میں سی اونکی اولاد پر نبی بہیجی اور ان میں اتاریں
الکتب وجعل منهم الاخیار والابرار وظهر منهم عبادات مرضیة وطاعات مرعیة وهذا کله خیر کثیر
اور اونمیں سی صلحاء اور ابرار پیدا کئی اور اونسی عبادات پسندیدہ اور طاعات مرغوب عمل میں آئیں یہہ تمام خیر ہی خیر ہی

بالنسبة

بالنسبة الی خروجه من الجنة فعلی هذا یکون یوم الجمعة خیر الایام وقد عظم الله تعالی به دین الاسلام
جو بہشت کی نکلنی سی ہوئی ہیں اس بیان کی موافق جمعہ کا دن سب دنوں میں بہتر ہی اور بیشک اللہ تعالی اس دن کی دین اسلام کو عظمت دی

وخصه بالمسلمین من بین الانام لما روی عن ابی هریرة انه علیه الصلوة والسلام قال هذا یومهم الذی
اور تمام خلق میں سی مسلمانوں کی لئی خاص کیا کیونکہ ابوہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نی فرمایا یہہ وہ دن ہی

فرض علیهم واختلفوا فیه فهدانا الله له والناس لنا تبع الیهود غدا والنصاری بعد غد یعنی انه تعالی
جو اللہ تعالی نی اونپر فرض کیا تھا اور اونہوں نی اسمیں اختلاف کیا سو اللہ تعالی نی اسکی ہمکو ہدایت کی اور اور لوگ ہمارے پیرو ہیں یہود تو اگلی دن اور نصاریٰ اوس سی اگلی دن مراد یہہ کہ

امر عباده ان یجتمعوا فی یوم الجمعة ویعظموه بالطاعة ولم یعینه لهم بل امرهم ان یعینوه باجتهادهم
اللہ تعالی نی اپنی بندوں کو یہہ امر فرمایا کہ جمعہ کی دن جمع ہوا کریں اور طاعت سی اوسکی تعظیم کریں اور دن نہیں مقرر کر دیا تھا بلکہ یوں حکم تھا کہ آپ اپنی اٹکل سی معین کریں

فاختلفوا فیه فقالت الیهود هو یوم السبت لانه تعالی فرغ فی هذا الیوم من خلق المخلوقات ونحن نفرغ
سو اونہوں نی اسمیں اختلاف کیا یہود تو کہنی لگی وہ شنبہ کا روز ہی اسواسطی کہ اللہ تعالی شنبہ کی روز تمام مخلوقات کو پیدا کر چکا ہم بھی

فیه من الاشغال الدنیویة ونشتغل بالعبادة وقالت النصاری هو یوم الاحد لانه تعالی ابتدأ فی
اس روز میں دنیا کی کاروبار چھوڑکر عبادت میں مشغول رہینگے اور نصاری کہنی لگی وہ یکشنبہ کا دن ہی اسواسطی کہ اللہ تعالی نی اس دن میں

هذا الیوم بخلق المخلوقات فهو اولی بالتعظیم فهدی الله تعالی هذه الامة ووفقهم باصابة حتی
مخلوقات کا پیدا کرنا شروع کیا تھا تو اسہی دن کی تعظیم اولی ہی آخر اللہ تعالی نی اس امت کو ہدایت کیا اور توفیق صواب کی دی یہاں تک

عینوه وقالوا ان الله تعالی اوجد فی سائر الایام ما ینتفع به الانسان وفی یوم الجمعة اوجد نفس الانسان
کہ جمعہ مقرر کر لیا اس دلیل سی کہ اللہ تعالی نی تمام ایام میں تو وہ چیزیں پیدا کیں جسمیں انسان کی منفعت ہی اور جمعہ کی دن میں انسان کی ذات کو پیدا کیا

والشکر علی نعمة الوجود اهم واقدم وقد بین الله تعالی کیفیة الشکر فی هذا الیوم فقال اذا نودی للصلوٰة
اور شکرگزاری نعمت وجود کی بہت ضرور اور بہت مقدم ہی اور اللہ تعالی نی اس دن میں شکر کی کیفیت یوں بیان کی فرمایا جب اذان ہو

مِن یَّومِ الجُمُعَةِ فَاسعَوا اِلٰی ذِکرِ اللّٰهِ وَذَرُوا البَیعَ فانه تعالی امر اولا بالسعی الی الجمعة ثم امر بترک الاشتغال
دن جمعہ کی تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑدو بیچنا سو اللہ تعالی نی اول دوڑنی کی طرف جمعہ کی امر فرمایا پھر واسطی ترک شغل کاروبار

بالامور الدنیویة الصارفة عن السعی الی الجمعة وقد روی عن عبد الله بن عمر انه علیه السلام
دنیا کی جو جمعہ کی طرف جانی سی روکنی ہوں امر کیا اور عبداللہ بن عمر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

قال لینتهین اقوام عن ترکهم الجمعة او لیختمن الله علی قلوبهم ثم لیکونن من الغفلین فانه علیه السلام
البتہ باز آوینگی لوگ جمعہ ترک کرنی سی یا بیشک اللہ تعالی اونکی دلوں پر مہر لگا دیگا پھر وہ سراسر غافل ہو جاوینگی سب نبی علیہ السلام نی

بین فی هذا الحدیث ان احد الامرین کائن لا محالة اما الانتهاء عن ترکهم الجمعة او ختم الله علی قلوبهم
اس حدیث میں بیان فرمایا کہ دو باتوں میں سی ایک بالضرور ہونیوالی ہی یا باز آنا جمعہ ترک کرنی سی یا اونکی دلوں پر اللہ کا مہر لگانا

ثم لیکونن من الغفلین لان العبد اذا ترک امرا من اوامر الله تعالی مرة یحصل فی قلبه نکتة سوداء
پھر ہو جاوینگی وہ غفلت والی اسواسطی کہ آدمی جب کوئی حکم اللہ کی حکموں میں سی ایک بار ترک کرتا ہی تو اوسکی دل میں ایک داغ سیاہ پیدا ہو جاتا ہی

واذا ترک مرة اخری یحصل فی قلبه نکتة سوداء اخری ثم کذلک حتی یسود قلبه فاذا اسود قلبه یغلب
اور جب آدمی دوبارہ ترک کیا تو اوسمیں دوسرا داغ سیاہ پڑجاتا ہی پھر اسی طور آخر سارا دل سیاہ ہو جاتا ہی پھر جب دل تمام سیاہ ہو گیا

علیه الغفلة وینسی الموت وکونه من اهل القبور وینهمک فی الفسوق والفجور فان تاب وانتهی عن ترک
تو اوسپر غفلت چھا جاتی ہی اور موت کو بھول جاتا ہی اور گور میں جانا یاد نہیں رہتا اور فسق و فجور میں کھپ رہتا ہی پھر اگر اوسنی توبہ کی اور فرمان ترک کرنی سی باز آیا

ما امر به تزول تلك النكتة عن قلبه نكتة نكتة فیعرض عن ارتكاب المنهیات ویشتغل باداء المامورات
تو وہ داغ اوسکے دل پرسے ایک ایک دور ہونے لگتا ہی پھر گناہ کرنے سے پرہیز کرتا ہی اور ادائے ماموراتمیں مشغول ہوتا ہی

التی من جملتها صلوة الجمعة فانها فرض ثبت فرضیتها بالكتاب والسنة واجماع الامة اما الكتاب
جنمیں جمعہ کی نماز بھی داخل ہی بیشک یہہ فرض ہی اسکی فرضیت قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہی قرآن تو

فقوله تعالی یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ فانه تعالی
یہہ آیت ہی ای ایمان والو جب اذان ہو نماز کی دن جمعہ کی تو دوڑو اللہ کی یاد کو بیشک اللہ تعالی نی

امر فی هذه الایة بالسعی الی ذكر الله تعالی والامر للوجوب والمراد بذكر الله تعالی الخطبة وهی شرط لجواز
اس آیت میں یہہ امر کیا کہ طرف ذکر الہی کی چلے جاؤ اور امر واسطے وجوب کی ہوتا ہی اور ذکر الہی سے مراد خطبہ ہی اور خطبہ نماز جمعہ کی لئے

صلوة الجمعة فاذا كان السعی الی الخطبة التی هی شرط لجواز صلوة الجمعة واجبا فیكون السعی الی ما هو
صحت کی شرط ہی پھر جب سعی خطبہ کی لئے جو نماز جمعہ کی صحت کی واسطے شرط ہی واجب ہوئی تو سعی واسطے مقصود اصلی کی

المقصود الاصلی وهو صلوة اولی واحری ثم انه تعالی لتاكید هذا الجواز امر بترك البیع المباح فقال
کہ وہ نماز جمعہ ہی بطریق اولی واجب ہوگی پھر اللہ تعالی نی واسطے تاکید اس جواز کی واسطے ترک بیع مباح کی امر کیا فرمایا

وذروا البیع لان ذلك لا یكون الا لامر واجب واما السنة فقوله علیه الصلوة والسلام اعلموا ان الله تعالی
اور ترک کرو بیع کو اسواسطے کہ ایسا حکم بدون امر واجب کی نہیں ہوسکتا اور حدیث یہہ ہی قول علیہ الصلوة والسلام کا جان لو کہ اللہ تعالی نی

كتب علیكم الجمعة فی یومی هذا فی شهری هذا فی مقامی هذا فمن تركها تهاونا بها واستخفافا
تم پر جمعہ فرض کیا ہی آج اس مہینہ میں اس مقام میں پھر جسنی اسکو ترک کیا حقیر جانکر اور اوسکا حق ہلکا سمجھکر

بحقها وله امام جائر او عادل الا فلا جمع الله شمله الا فلا صلوة له الا فلا زكوة له الا فلا صوم له الا
اور حال یہہ ہی کہ اوسکا امام ہی جائر یا عادل ہو خبردار جمع نہ کرے اللہ اوسکی پریشانی خبردار نہیں ہی اوسکی نماز خبردار نہیں ہی اوسکی زکوة خبردار نہیں ہی اوسکا روزہ مگر

ان یتوب فمن تاب تاب الله علیه واما الاجماع فلان الامة قد اجتمعت من لدن رسول الله صلی الله علیه وسلم
اگر توبہ کرلی پھر جسنی توبہ کی اللہ تعالی اوسکی توبہ قبول کرتا ہی اور اجماع امت یہہ ہی کہ تمام امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد سی

الی یومنا هذا علی فرضیتها ولم یختلفوا فیها وانما اختلفوا فی اصل الفرض هل هو الظهر ام الجمعة وایا ما
آج تک جمعہ کی فرضیت پر متفق ہی کسیکو اسمیں اختلاف نہیں ہی اور اختلاف ہی تو اصل فرض میں ہی کہ آیا ظہر ہی یا جمعہ ہی اور بہر صورت

كان یسقط الفرض باداء احدهما ولها شروط زائدة علی شروط سائر الصلوات وهی اثنا عشر شرطا ستة منها
دونوں میں سے ہر ایک کی ادا کرنے سے فرض ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہی اور اوسکی لئے شرطیں تمام نمازوں کی شرطوں سے زیادہ ہیں اور وہ بارہ شرطیں ہیں چھ اونمیں کی

فی المصلی وهی شروط لوجوب صلوة الجمعة لا لادائها ولا لصحتها الاول الذكورة فلا تجب علی المراة والثانی
مصلی میں ہیں یہہ شرطیں تو نماز جمعہ کی وجوب کی ہیں یہہ شرطیں ادا اور صحت کی نہیں ہیں پہلی مصلی کا مرد ہونا سو عورت پر واجب نہیں ہی دوسری

الاقامة فلا تجب علی المسافر وكل من وجد یوم الجمعة خارج المصر فهو فی حكم المسافر والثالث الحریة
مقیم ہونا پس مسافر پر واجب نہیں ہی اور جسکو جمعہ کا دن مصر سے باہر ہوجاوی پس وہ مسافر کی حکم میں ہی تیسری ازادی

فلا تجب علی العبد اتفاقا واختلف فی المكاتب والماذون والعبد الذی حضر باب الجامع لحفظ دابة مولاه
سو غلام پر کسیکی نزدیک واجب نہیں ہی اور مکاتب اور ماذون کی باب میں اور اوس غلام کی حق میں جو جامع مسجد کی دروازہ پر میاں کا گھوڑا پکڑی کھڑا ہو

والرابع الصحة فلا تجب علی المریض اذا خاف زیادة المرض او بطوء البرء بالذهاب الیها ومثله الشیخ الكبیر
چوتھی صحیح وسالم ہونا سو بیمار پر واجب نہیں اگر جمعہ میں جانے سے بیماری بڑہیگا یا دیر میں اچھا ہونیکا خوف ہو اور ایسی ہی پیر فرتوت

ضعیف

الضعيف عن السعي والخامس سلامة العينين فلا تجب على الاعمى عند ابي حنيفة وعندهما تجب ان وجد

علی میں ناتواں پانچویں دونوں آنکھوں والا ہونا پس اندھے پر ابو حنیفہ کی نزدیک واجب نہیں اور صاحبین کی نزدیک واجب ہے اگر

قائدا والسادس سلامة الرجلين فلا تجب على المقعد وان وجد من يحمله الى الجمعة والممرض كالمريض على الاصح

لیجانیوالا میسر آوے چھٹی دونوں پاؤں کی سلامتی پس لنگڑے پر واجب نہیں اگرچہ ایسا شخص میسر آوے کہ جو اسکو جمعہ میں لیجاوے اور بیمار دار اصح قول کے موافق بیمار کی

ان بقي المريض ضائعا والتمريض من جملة الاعذار المبيحة للتخلف عن الجمعة وكذا الخوف من ظالم ونحوه و

اگر مریض ضائع ہو جاوے اور بیمار داری ان عذروں میں سے ہے جس سے جمعہ میں نہ جانا مباح ہو جاتا ہے ایسی ہی ظالم وغیرہ کا خوف و

المطر والثلج والوحل ونحوها فهؤلاء الذين لم يستكملوا الشرائط لا تجب عليهم الجمعة لكنهم لو حضروها

بارش اور اولے اور کیچڑ وغیرہ پس یہ لوگ جنہیں یہ شرطیں پوری نہیں ہیں ان پر جمعہ واجب نہیں ہے لیکن یہ لوگ اگر جمعہ میں چلے جاویں

وصلوها يجزيهم عن فرض الوقت وستة منها في غير المصلي وهي شروط لادائها وصحتها الاول

اور پڑھ لیں تو وقتی فرض انکے سر سے ساقط ہو جاتا ہے اور چھ شرطیں سوائے مصلی کے ہیں اور یہ شرطیں ادا کی اور صحت کی ہیں پہلی

المصر فلا يجوز ادائها في المفازة والقرى لكن ان صليت في القرية وكنت فيها يلزمك ان تحضرها ونعمل بقول

شہر کا ہونا پس جمعہ کا ادا کرنا جنگل اور گاؤں میں جائز نہیں ہے لیکن اگر گاؤں کے اندر جمعہ پڑھی گئی اور تو وہاں موجود ہو تو تجھکو جمعہ میں جانا اور علمائے کی

علمائنا واياك وما يسبق الى القلوب انكاره وان كان عندك عذر فليس كل سامع تكشف له ان تسمعه عذرا و

بات پر عمل کرنا لازم ہے بچنا اس بات سے جسمیں لوگوں کی دلوں میں شبہ انکار کا پیدا ہو اگرچہ تجھکو عذر حاصل ہو کیونکہ ہر ایک سامع منکر ایسا نہیں ہے کہ تو اسکو اپنا عذر سنا سکی

وجاء في الحديث انه عليه السلام قال من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يقعد مواقع التهم واختلفوا

اور مروی حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہے وہ تہمت کی جگہ پر نہ بیٹھا کرے اور مصر کی

في تفسير المصر والصحيح انه الموضع الذي يكون فيه بيوت وسكك واسواق وامير وقاض ينفذ الاحكام

تعریف میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ مصر ایسا موضع ہے جسمیں گھر اور کوچے اور بازار ہیں اور حاکم اور قاضی جو احکام جاری

ويقيم الحدود وليس من شرط ادائها المسجد الجامع لجواز ادائها في فناء المصر وهو ما اتصل به معدا لمصالحه

اور حدود قائم کرے اور شرط ادا میں مسجد جامع کا ہونا داخل نہیں ہے اسواسطے کہ فناء مصر میں بھی جمعہ جائز ہے اور فناء وہ ہے جو متصل مصر کی درست مصالح کی

كركض الخيل وجمع العسكر ودفن الموتى وصلوة الجنازة ونحوها وتجوز للخليفة وامير الحجاج اقامتها في

واسطے جیسے گھوڑوں کا دوڑانا اور لشکر کا جمع کرنا اور مردوں کا دابنا اور جنازہ کی نماز پڑھنی اور مانند اسکی اور خلیفہ اور امیر حاج کو جمعہ قائم کرنا منی میں موسم کی

الموسم لانها تكون مصرا في ايام الموسم لاجتماع شرائط المصر فيها من الامير والقاضي والابنية والاسواق

دنوں میں جائز ہے اسلئے کہ منی موسم کی دنوں میں مصر کے حکم ہو جاتی ہے اسواسطے کہ تمام شرطیں مصر کی اوسمیں جمع ہو جاتی ہیں امیر قاضی اور مکانات اور بازار

الا انها لا تبقى مصرا بعد انقضاء الموسم وبقاؤها مصرا ليس بشرط ولا يجوز اقامتها بعرفات لانها ليست

ہاں اتنا ہے کہ موسم کی گذرنے کی بعد مصر باقی نہیں رہتی اور باقی رہنا مصر کا کچھ شرط نہیں ہے اور عرفات میں جمعہ قائم کرنا جائز نہیں اسواسطے کہ عرفات نہ تو

بمصر ولا من فنائه بل هو فضاء ومفازة وفي ظاهر الرواية عن ابي حنيفة لا يجوز اقامتها في المصر الا في موضع

مصر ہے اور نہ فناء مصر بلکہ وہ ایک میدان اور جنگل ہے اور ظاہر روایت میں امام ابو حنیفہ سے ہے کہ جمعہ قائم کرنا مصر میں سوا ایک مسجد کی

واحد فان اديت في موضعين او اكثر فالجمعة للاولين تحريمة وقيل فراغا وقيل فيهما جميعا وان لم يعلم

جائز نہیں ہے اگر دو جگہ یا زیادہ جگہ پڑھا جاوے تو جمعہ اونکا ہے جنہوں نے پہلے تحریمہ باندھی اور بعضے کہتے ہیں جو پہلے پڑھ چکے اور بعضے کہتے ہیں دونوں میں اور اگر یہ

ايهما الاول تبطل صلوة الكل وفي رواية عنه وهو قول محمد يجوز اقامتها في مواضع متعددة وفي رواية

معلوم ہو کہ اول کون ہے تو سب کی نماز باطل ہے اور ایک روایت میں ابو حنیفہ سے اور یہی قول امام محمد کا ہے کہ قائم کرنا جمعہ کا کئی جگہ جائز ہے اور ابو یوسف کی روایت

ابی یوسف لا یجوز اقامتها فی موضعین الا اذا کان بینهما نهر عظیم کدجلة فی بغداد وفی روایة عنه لا یجوز
میں قایم کرنا جمعہ کا دو جگہ جایز نہیں مگر ایسی دو جگہ کہ اونکی بیچ میں بڑی نہر حائل ہو جیسی بغداد میں دجلہ اور ایک روایت میں ابو یوسف سی
اقامتها اذا کان علیه جسر حتی روی عنه انه کان یامر یوم الجمعة برفع الجسر وقت الصلوة لیکون
قایم کرنا جمعہ کا یعنی دو جگہ جایز نہیں اگر اوس نہر پر پل ہو یہاں تک کہ روایت ہی کہ امام ابو یوسف جمعہ کی دن نماز کی وقت پل اوٹھوا دیتی تھی تاکہ وہ جگہ
کمصرین وفی کل موضع وقع الاشتباه فی صحة الجمعة لتعددها او لوقوع الشک فی المصر اذا اقامها اهله ینبغی لهم
مانند دو شہروں کی ہو جاوی اور جس جگہ صحت جمعہ میں بسبب تعدد کی یا بسبب مصر کی مشکوک ہونی کی یہ شبہہ پڑی کہ ادا ہوا یا نہیں تو چاہیے وہاں کی لوگ جمعہ پڑہکر
ان یصلوا بعدها فرادی اربع رکعات قائلا کل واحد منهم نویت ان اصلی اخر ظهر ادرکت وقته ولم اصله
تو اوسکو سنرا وار ہی کہ بعد اوسکی چار رکعت اور الگ الگ پڑہیں ہر ایک ہی نیت کی وقت یہہ کہی نیت کرتا ہوں کہ ادا کروں پچھلی ظہر جسکا میں نی وقت پایا پر اب تک
بعد واصل هذا علی ما ذکر فی القنیة ان اهل مرو لما ابتلوا باقامة الجمعتین فیها مع اختلاف العلماء فی
نہیں اور اسکی اصل موافق بیان قنیہ کی یہہ ہی کہ مرو کی لوگ جب مبتلا ہوئی دو جگہ جمعہ پڑہنی لگی باوجودیکہ علماء میں دو جمعہ کی جواز میں اختلاف تہا
جوازهما امرهم ائمتهم باداء کل واحد منهم اربع رکعات بهذه النیة حتما احتیاطا لان الجمعة التی صلاها
تو اونکو اونکی پیشواؤں نی فتوی دیا کہ ہر ایک احتیاط کی واسطی چار چار رکعت اس نیت سی ضرور پڑہا کری کیونکہ یہہ جمعہ جو اوسنی ادا کیا
ان لم تجز یخرج عن عهدة فرض الوقت بیقین وان جازت فان کان علیها ظهر فائت یسقط عنه ذلک
اگر جایز نہیں ہوا تو فرض وقتی کی ذمہ سی یقینا پاک ہو جاویگا اور اگر جمعہ جایز ہو گیا تو پہر اگر اوسکی ذمہ کوئی ظہر فائتہ ہوگی تو اب وہ فائتہ ادا ہو جاویگی
الفائت وان لم یکن علیه ظهر فائت تکون تلک الاربع نفلا فلاحتمال کونها نفلا لابد ان یقرأ فی الاخریین
اور اگر اوسکی ذمہ ظہر فائتہ نہیں ہی تو یہہ چاروں رکعت نفل ہو جاوینگی سو اس احتمال کی لئی کہ شاید نفل ہوں ضرور ہی کہ پچھلی دونوں رکعت میں
بعد الفاتحة سورة لانها ان وقعت فرضا فقراءة السورة لا تضر وان وقعت نفلا فقراءة السورة واجبة والثانی
بعد سورۂ فاتحہ کی کوئی سورۃ پڑہی اسواسطی کہ اگر وہ فرض ہوئیں تو سورۃ کی پڑہنی میں کچہہ نقصان نہیں ہی اور اگر وہ رکعتیں نفل ہوئیں تو سورۃ کا پڑہنا واجب ہی اور دوسری
من الشروط التی فی غیر المصلی السلطان او نائبه والمتغلب الذی لا منشور له من السلطان یجوز له اقامة
شرط جو غیر مصلی میں ہو سلطان کا یا اوسکی نائب کا ہونا اور جو متغلب کہ سند سلطانی نہیں رکہتا اوسکو قایم کرنا جمعہ کا جایز ہی
الجمعة اذا کان سیرته فی رعیته سیرة الامراء وکان یحکم بینهم بحکم الولایة اذ بذلک یثبت السلطنة
اگر اوسکا معاملہ رعیت سی بطور امراء کی ہو اور رعیت پر حکومت حاکموں کی طور پر کرتا ہو اسواسطی کہ اس سی سلطنت ثابت ہو جاتی ہی
فیتحقق الشرط وللمامور بالجمعة ان یستخلف وان لم یؤذن له فی الاستخلاف ولا فرق فی ذلک بین وجود
پہر شرط موجود ہو جاتی ہی اور جو شخص جمعہ کی لئی مامور ہیں جیسی قاضی وغیرہ اختیار رکہتی ہیں کہ اپنا خلیفہ کر دیں اگرچہ اونکو خلیفہ کرنی کی اجازت نہو اور اس میں کچہ فرق
العذر وعدم وجوده ولا بین الخطبة والصلوة والاذان فی الخطبة اذان فی الصلوة وبالعکس ولیس
نہیں خواہ کچہہ عذر ہو یا عذر نہو اور نہ کچہہ فرق خطبہ کا ہی اور نماز کا اور خطبہ کی اذان بعینہ نماز کی اذان ہی اور بالعکس اور
للقاضی ان یصلی الجمعة بالناس اذا لم یؤمر بها وکذا صاحب الشرطة لیس له ان یصلیها بهم فان مات
قاضی کو اختیار نہیں کہ لوگوں کو جمعہ پڑہا دی اگر اوسکو سلطان کا حکم نہیں ہی اور ایسا ہی محتسب کو جایز نہیں کہ لوگوں کو جمعہ پڑہا دی اور اگر حاکم شہر مر
والی المصر فقبل اتیان وال اخر لو صلی بهم خلیفة او القاضی او صاحب الشرط یجوز لان امر العامة فوض
تو دوسری حاکم کی مقرر ہونی سی پہلی اگر لوگوں کو خلیفہ یعنی نائب یا قاضی یا محتسب جمعہ پڑہا دی تو جایز ہی اسلئی کہ انتظام عوام کا اونکو سپرد ہی
الیهم وان لم یکن احد من هؤلاء فاجتمع الناس علی احد فصلی بهم یجوز ومع وجود احد منهم لا یجوز
اور اگر اونمیں سی کوئی موجود نہو اور لوگوں نی جمع ہو کر ایک کو امام کر لیا اور اوسنی جمعہ پڑہا دیا تو بہی جایز ہی اور اگر اونمیں سی کوئی موجود ہو تو نہ ہوگی

الا باذنه ولو شرع المامور بها فيها ثم حضر آخر كانه مضى عليها ولو حضر قبل شروعه لا يصح شروعه

بدون اوسکی اذن کی جائز نہیں اور اگر قاضی وغیرہ حکم جمعہ پڑھانیکی اجازت ... شروع کر چکا سو پھر جسکی حکم ... دوسرا مقرر ہو کر آ گیا ... درست نہیں ... شروع کر لی ہی

والثالث من تلك الشروط الوقت وهو وقت الظهر فلا يجوز قبل الزوال ولا بعد دخول وقت العصر ولو

بیان آگیا تو شروع کرنا صحیح نہیں اور تیسری شرطوں میں سی وقت کا ہونا اور وہ وقت ظہر کا ہی سو دوپہر ڈھلنے سی پہلی جائز نہیں اور نہ بعد آجانے وقت عصر کی اور اگر

خرج الوقت وهو فيها يستأنف الظهر ولا يبنيه عليها لاختلافهما كمية وشروطا والرابع من تلك

جاتا رہی کا اندر وقت ہو چکا تو از سر نو ظہر کو پڑھی اور اسیکو بڑھا کر ظہر نہ کرلی کیونکہ جمعہ اور ظہر مقدار اور شرطوں میں مختلف ہیں اور چوتھی شرط اول

الشروط الخطبة ولها شرط وركن وواجب وسنة اما شرطها فكونها في الوقت حتى لو خطب

شرطوں میں سی خطبہ ہی اور خطبہ کی ہی شرط اور رکن اور واجب اور سنت ہیں خطبہ کی شرط تو یہ ہی کہ وقت کی اندر ہووی یہاں تک کہ اگر پیش از وقت

قبله لا تصح وكونها بحضرة الجماعة حتى لو خطب وحده ثم حضر الجماعة لا تصح وكونها جهرا

خطبہ پڑھیگا تو صحیح نہیں اور جماعت کی سامنی چاہی یہاں تک کہ اگر خطبہ تنہا پڑھیگا اور پھر جماعت جمع ہوگی تو صحیح نہیں ہی اور اسکا پکار کر پڑھنا چاہیی

بحيث يسمعها من يكون عنده اذا لم يكن مانع واما ركنها فمطلق ذكر الله تعالى بنيتها حتى لو قال

کہ جو اوسکی پاس موجود ہوں سب سنلیں اگر کچھ مانع نہو اور خطبہ کا رکن مطلق ذکر اللہ تعالی کا خطبہ کی نیت سی ہی یہاں تک کہ اگر خطیب نی

الحمد لله او سبحان الله او لا اله الا الله على قصد الخطبة يجزئ عند ابي حنيفة اما لو قال لعطاس

الحمد للہ یا سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ خطبہ کی نیت سی کہا تو امام ابو حنیفہ کی نزدیک کافی ہی اس اگر چھینک کر

او تعجب فلا يجزئ وعندهما لا بد من ذكر طويل يسمى خطبة وهو مقدار ثلث آيات وقيل مقدار التشهد

یا تعجب سی کہیگا تو کافی نہیں ہی اور صاحبین کی نزدیک اتنا ذکر دراز ضروری ہی جسکو خطبہ کہ سکیں اور وہ تین آیتوں کی برابر ہو اور کوئی کہتا ہی کہ تشہد کی برابر ہو

من قوله التحيات لله الى قوله عبده ورسوله لان الخطبة واجبة بالاجماع والتحميدة الواحدة

لفظ التحیات للہ سی عبدہ ورسولہ تک اسواسطی کہ خطبہ متفق علیہ واجب ہی اور الحمد للہ ایکبار

والتسبيحة الواحدة والتهليلة الواحدة لا تسمى خطبة واما واجبها فالطهارة والقيام وستر

اور سبحان اللہ ایک بار اور لا الہ الا اللہ ایک بار خطبہ نہیں کہلاتا اور خطبہ کی واجبات باوضو ہونا اور کھڑی رہنا اور عورت کا

العورة واما سننها فكونها خطبتين بجلسة بينهما يشتمل كل منهما على الحمد والتشهد والصلوة على

ڈھانپنا اور خطبہ کی سنت دو خطبوں کا ہونا بیچ میں ایک جلسہ کی فرق سی اور دونوں میں حمد اور تشہد اور درود

النبي صلى الله عليه وسلم والاولى على تلاوة آية والوعظ والثانية على الدعاء للمؤمنين والمؤمنات

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو اور پہلی خطبہ میں تلاوت آیت کی اور پند ہو اور دوسری میں مسلمان مرد اور عورتوں کی حق میں

بدل الوعظ والخامس من تلك الشروط الجماعة واقلهم ثلثة سوى الامام ويشترط كونهم رجالا عاقلين

بدلہ پند کی دعا ہو پانچویں شرط اول شرطوں میں سی جماعت ہی کم سی کم تین آدمی سوا امام کی ہوں بشرطیکہ تینوں مرد عاقل بالغ ہوں

بالغين فلا ينعقد بالنساء والصبيان والمجانين ولا يشترط كونهم احرارا او مقيمين فتنعقد بالعبيد

پس جماعت نری عورتوں اور بچوں اور دیوانوں سی نہیں ہوگی اور یہ شرط نہیں ہی کہ آزاد یا مقیم ہوں پس جماعت نری غلاموں

والمسافرين ويشترط بقاؤهم الى السجدة الاولى عند ابي حنيفة فلو نفروا قبلها او نقصوا عن ثلثة

اور مسافروں سی ہو جاویگی اور امام ابو حنیفہ کی نزدیک یہ شرط ہی کہ پہلی سجدہ تک سب موجود رہیں پس اگر پہلی سجدہ سی پہلی بھاگ گئی یا تین سی کم رہ گئی

يستقبل الظهر وعندهما لو نفروا بعد التحريمة يتم الجمعة والسادس من تلك الشروط الاذن العام

تو ظہر ادا کری اور صاحبین کی نزدیک اگر بعد تکبیر تحریمہ کی چلی جاویں تو جمعہ پورا کرلی اور چھٹی شرط اول شرطوں میں سی اذن عام ہی

فعلى هذا يكون جواز التخطي مشروطا بشرطين احدهما ان لا يؤذي احدا والثاني ان لا يكون الامام

پس روایت کی موافق تخطی جایز ہونے کی لئی دو شرطین ہین ایک تو یہہ کہ کسیکو ایذا ہو اور دوسری یہہ کہ امام خطبہ سے پہنچا ہو

في الخطبة يسرنا الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه وكرمه

الٰہی ہمکو آسان کر موافق اپنی رضا کی عمل کرنا اپنی لطف اور کرم سے

المجلس الخمسون في بيان المصافحة وبيان كيفيتها وفوائدها وبدعيتها

پچاسویں مجلس مصافحہ کی بیان مین اور اوسکی کیفیت اور طریق اور فائدے اور اوسکا بدعت ہونا کی محل

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من مسلمين يلتقيان فتصافحان الا غفر لهما قبل ان يتفرقا وفي رواية اذا التقى المسلمان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ نی فرمایا نہین کوئی دو مسلمان کہ ملین اور مصافحہ کرین مگر دونو وہان سی ہلنی سے پہلی بخشی جاینگی اور ایک روایت میں ہی جب دو مسلمان ملین

فتصافحان وحمد الله واستغفر الله غفر لهما هذا الحديث من حسان المصابيح رواه البراء بن عازب

اور مصافحہ کرین اور اللہ تعالی کی حمد کرین اور اللہ تعالی سی مغفرت مانگین تو اللہ اون دونوں کو بخش دیگا یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی براء بن عازب کی روایت سی

والفاء فيه لفظ خاص للتعقيب موجبه تعقيب التصافح الالتقاء والتصافح على ما ذكر في صحاح الجوهري

اور فا اسمیں لفظ خاص تعقیب کی واسطی ہی جس سی مصافحہ ملاقات سی پیچھی واجب ہوتا ہی اور تصافح موافق مضمون صحاح جوہری کی مصافحہ

المصافحة فيثبت شرعية المصافحة عند لقاء المسلم لاخيه وتكون من تمام التحية بينهما لما

سو مصافحہ کا شروع ہونا بوقت ملاقات ایک مسلم کی بھائی مسلمان سی ثابت ہوتا ہی اور اون دونوں میں سلام کی تمامی ہی اسواسطی کہ

روى عن ابي امامة انه عليه الصلوة والسلام قال تمام تحياتكم بينكم المصافحة وهذا الحديث ايضا

ابو امامہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نی فرمایا تمامی تمہاری آپسکی سلاموں کی مصافحہ ہی یہہ حدیث بہی دلالت کرتی ہی

يدل على كون شرعية المصافحة عند الملاقاة لانه عليه السلام جعلها من تمام التحيات والتحيات

کہ مصافحہ ملاقات کی وقت مشروع ہی اسواسطی کہ نبی علیہ السلام نی مصافحہ کو تمامی تحیات کا ٹہرایا اور تحیات

جمع التحية وهي السلام والسلام انما يكون عند الملاقات وكذا ما هو من تمامه فينبغي ان توضع

جمع تحیہ کی ہی سلام کو کہتی ہیں اور سلام سوا وقت ملاقات کی نہیں ہوتا اور ایسی ہی جو چیز سلام کی تمامی ہی اسے سزاوار یہہ ہی کہ

حيث وضعها الشرع ويراعى سنتها والسنة فيها ان تكون بكلتا اليدين واما في غير حال الملاقات

مصافحہ اوسی جگہ ہوا کری جہاں اوسکو شرع نی قایم کیا ہی اور اوسکی طریقہ مسنون کی رعایت ہو اور مسنون اسطور پر ہی کہ دونو ہاتھ سی ہو اور بدون وقت ملاقات کی

مثل كونها عقيب صلوة الجمعة والعيدين كما هو العادة في زماننا فالحديث ساكت عنه فبقي

جیسی بعد نماز جمعہ اور عیدین کی جو اس زمانے مین عادت جاری ہی سو حدیث سی ثابت نہین ہی پس رہا

بلا دليل وقد تقرر في موضعه ان ما لا دليل عليه فهو مردود ولا يجوز التقليد فيه بل يرده ما روى عن

بلا دلیل ہی اور اپنی جگہہ میں یہہ ثابت ہی کہ جس امر کی کچھ دلیل نہین ہوتی تو وہ مردود ہوتا ہی اوسمین تقلید جایز نہیں بلکہ یہہ عایشہ رضی کی روایت سی رد ہوتا ہی

عائشة انه عليه السلام قال من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد اي مردود فان الاقتداء

کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی کچھ نیا پیدا کیا ہماری امر دین میں جو دین میں سی نہین ہی سو وہ سب رد ہی یعنی مردود ہی کیونکہ پیروی

لا يكون الا بالنبي عليه السلام اذ قال الله تعالى وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا

سوا نبی علیہ السلام کی کسیکی نہیں ہی اسواسطی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور جو دی تمکو رسول سو لیلو اور جس سی منع کری سو چھوڑ دو

وقال في آية اخرى فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم

اور ایک اور آیت میں فرمایا سو ڈرتی رہین جو لوگ خلاف کرتے ہین اوسکی حکم کا کہ پڑی اونپر کچھ خرابی یا پہنچی اونکو دکھ کی مار

على ان الفقهاء من الحنفية والشافعية والمالكية صرحوا بكراهتها وكونها بدعة قال في الملتقط يكره المصافحة
علاوہ یہ ہی کہ فقہاء حنفی اور شافعی اور مالکی مذہبوں نے اس مصافحہ کو صاف مکروہ کہا ہی اور بدعت بتاتا ہی ملتقط میں کہتا ہی مصافحہ ہر حال
بعد الصلوة بكل حال لان الصحابة ما صافحوا بعد الصلوة ولانها من سنن الروافض وقال ابن حجر من الشافعية ما
بعد نماز کی مکروہ ہی اسواسطے کہ صحابہ رضی نے بعد نماز کی مصافحہ نہیں کیا اور اسلئے کہ یہہ طریقہ رافضیوں کا ہی اور ابن حجر شافعی مذہب کہتا ہی یہہ
يفعله الناس من المصافحة عقيب الصلوات الخمس بدعة مكروهة لا اصل لها في الشريعة المحمدية بيّنة فاعلها اولا
جو لوگ پنجگانہ نمازوں کی پیچھی مصافحہ کیا کرتی ہیں بدعت مکروہ ہی شریعت محمدی میں اسکی کچھ اصل نہیں مصافحہ کرنیوالی کو پہلی جتلانا چاہئی
بانها بدعة مكروهة وبعزّر ثانيا ان فعلها وقال ابن الحاج من المالكية في المدخل ينبغي ان يمنع الامام ما احدثوه
کہ یہہ بدعت مکروہ ہی اور اگر ترک نکریں تو پہر تعزیر دینی چاہئی اور ابن الحاج مالکی مذہب مدخل میں کہتا ہی امام کو لازم ہی کہ مصافحہ سی جو بعد نماز صبح کی
من المصافحة بعد صلوة الصبح وبعد صلوة الجمعة وبعد صلوة العصر بل زاد بعضهم فعل ذلك بعد الصلوات الخمس
اور بعد نماز جمعہ کی اور بعد نماز عصر کی نیا نکال کر شروع کیا ہی منع کر دی بلکہ بعضی بڑہا کر پنجگانہ نماز کی بعد کرنی لگی ہیں
وذلك كله من البدع وموضع المصافحة في الشرع انما هو عند لقاء المسلم لاخيه لا في ادبار الصلوات فحيث وضعها الشرع
یہہ تمام بدعت ہی اور شرع میں مقام مصافحہ کا صرف وقت ملاقات مسلم کا ہی بہائی مسلمان سی نمازوں کی بعد نہیں ہی پہر جسجگہہ شرع نی مقرر کیا ہی
نضعها وينهى عنها ويزجر فاعلها لما اتى من خلاف السنة وهذا التصريح منهم يشعر بالاجماع فلا يجوز المخالفة بل يلزم الاتباع
وہی جگہہ قایم رکہنا چاہئی اور مصافحہ سی منع کرنا چاہئی اور مصافحہ کرنیوالی کو زجر کرنا چاہئی جبکہ خلاف سنت کرنی لگی اور اونکی اس تصریح سی اجماع معلوم ہوتا ہی سو مخالفت جایز نہیں ہی بلکہ اتباع
لقوله تعالى وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ
لازم ہی واسطے قول اللہ تعالی کی اور جو کوئی مخالفت کری رسول کی جب کہل چکی اوسپر راہ کی بات اور چلی خلاف سب مسلمانوں کی راہ سی سو ہم اوسکو حوالہ کرینگی جو اوسنی پکڑی اور ڈالینگی
وَسَاءَتْ مَصِيرًا وما ذكره النووي في الاذكار وان كان مشعرا باباحة المصافحة بعد صلوة الصبح او العصر الا انه يفصح عن
دوزخ میں اور بہت بری جگہہ پہنچا اور وہ جو نووی نی اذکار میں ذکر کیا ہی اگرچہ اوس سی اباحت مصافحہ کی بعد نماز صبح اور عصر کی معلوم ہوتی ہی پر اوس سی مصافحہ کا
عدم مشروعيتها لانه بعد بيان كون المصافحة سنة ومستحبة عند الملاقاة قال واما ما اعتاده الناس من المصافحة
غیر مشروع ہونا نکلتا ہی اسلئی کہ مصافحہ کو وقت ملاقات کی سنت اور مستحب بیان کر کر پہر یہہ کہتا ہی اور وہ جو لوگوں نی بعد نماز صبح اور
بعد صلوة الصبح والعصر فلا اصل له في الشرع على هذا الوجه لكن لا باس به فانظر كيف اعترف بان لا اصل له في الشرع وبعد
عصر کی مصافحہ کی عادت کر لی ہی سو شرع میں اس طور پر اسکی کچھ اصل نہیں ہی لیکن اسکا کچھ مضائقہ نہیں اب دیکہہ تو کیسی اقرار کیا کہ شرع میں اسکی کچھ اصل نہیں ہی
هذه الاعتراف لا يفيده ما ذكر بعده من قوله ولكن لا باس به الى اخر ما قال ولو لم يصرح الفقهاء بكراهتها بل كانت مباحة
پہر اس اقرار کی بعد کیا فائدہ کرتا ہی آگی جا کر یہہ کہنا پر اسکا کچھ مضائقہ نہیں ہی آخر تک جو کہا ہی اور اگر فقہاء اس مصافحہ کو صاف مکروہ نکہتی بلکہ فی نفسہ مباح
في نفسها لحكمنا في هذا الزمان بكراهتها اذ واظب عليها الناس واعتقدوها سنة لازمة بحيث لا يجيزون تركها حتى وصل
ہوتا تو بہی ہم اس زمانہ میں کراہت کا حکم کرتی اسلئی کہ لوگ اسپر جم گئی ہیں اور ایسی سنت لازمہ جانتی ہیں کہ اسکا ترک کرنا جایز نہیں رکہتی یہان تک کہ ہمکو
الينا من بعض من اشتهر بالعلم انه قال هي من شعائر الاسلام فكيف يتركها من كان من اهل الايمان فانظروا يا اهل الانصاف
یہہ خبر پہنچی ہی ایک شخص سی جو صاحب علم مشہور ہی کہ وہ کہتا ہی یہہ مصافحہ اسلام کی نشانیوں میں سی ہی جو ایمان والا ہی اسکو کیونکر چہوڑ سکتا ہی اب ای انصاف والو دیکہو تو
اذا كان اعتقاد الخواص هكذا فاعتقاد العوام ماذا يكون وكل مباح ادى الى هذا فهو مكروه حتى افتى بعض الفقهاء حين
جب خواص کا یہہ اعتقاد ہو تو عوام کا اعتقاد کیا ہوگا اور جو امر مباح اس نوبت کو پہنچ جاوی ہر وہ بہی مکروہ ہی یہان تک کہ بعضی فقہاء نی جب
شاع صوم ايام البيض في زمانه بكراهيته لئلا يؤدي الى اعتقاد الواجب مع ان صوم ايام البيض مستحب ورد فيه اخبار
اوسکی زمانہ میں ایام بیض کی روزوں کا دستور ہو گیا تو فتوی دیا ہی کہ مکروہ ہیں تاکہ ہوتی ہوتی واجب نہ سمجہہ لیں باوجودیکہ روزی ایام بیض کی مستحب ہیں اسمیں حدیثیں

كثيرة فالملك بالمباح والملك بالمكروه وليس هذا إلا الفتنة التي قال فيها عبد الله بن مسعود كيف أنتم إذا أتتكم فتنة

آتی ہیں۔ تیز اگر یہ حال ہو مباح میں اور کیا گمان ہے مکروہ میں اور یہ وہ ہی فتنہ ہے جس میں عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسا فتنہ آوے گا

يهرم فيها الكبير ويربو فيها الصغير تجري على الناس بدعة يتخذونها سنة إذا غيرت قيل غيرت السنة أو هذا منكر

جس میں بڈھا ہو اور صغیر جوان ہو جاویگا لوگوں میں ایسی بدعت پھیل جاوے گی کہ اسکو سنت سمجھ لیں گی اگر تغیر دی جاوی تو کہیں سنت بدل ڈالی یا کہیں یہ برا ہے

قال ابن القيم في إغاثته هذا يدل على أن العمل إذا جرى على خلاف السنة فلا اعتبار به ولا التفات إليه وقد جرى العمل على

ابن القیم اپنی کتاب اغاثہ میں کہتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل جب خلاف سنت ہونے لگتا ہے تو اسکا کچھ اعتبار نہیں اور اسکی طرف کچھ التفات ہی اور بیشک عمل

خلاف السنة منذ زمن طويل وإذن لا بد لك أن تكون شديد التوقي من محدثات الأمور وإن اتفق عليه الجمهور

خلاف سنت مدت دراز سے جاری ہو رہا ہے سو اب تجھکو ضرور ہے کہ محدثات یعنی نئی نئی باتوں سے بہت ہی ڈرتا رہے اگرچہ اوسپر جمہور متفق ہوگئی ہوں

فلا يغرنك إطباقهم على ما أحدث بعد الصحابة بل ينبغي لك أن تكون حريصا على التفتيش عن أحوالهم وأعمالهم فإن أعلم

سو تجھکو انکا اتفاق نئی امور پر جو بعد صحابہ کی ہوگئی ہیں فریب نہ دیوے بلکہ تجھکو یہ لائق ہے کہ حرص تمام اونکی احوال اور اعمال کو ڈھونڈتا رہے کیونکہ تمام

الناس وأقربهم إلى الله تعالى أشبههم بهم وأعرفهم بطريقهم لأنهم أخذوا الدين وهم أصول في نقل الشريعة عن صاحب الشرع

لوگوں میں بڑا عالم اور مقرب بحضرت اللہ تعالی کا وہ ہی ہے جو صحابہ سے بہت مشابہ ہو اور انکی طریقے سے خوب واقف ہو کیونکہ دین اون ہی سے حاصل ہوا ہی اور نقل شریعت میں

ينبغي لك أن لا تكترث بمخالفتك لأهل عصرك في موافقتك لأهل عصر النبي عليه الصلاة والسلام وقد جاء في الحديث

وہ ہی اصل ہیں سو تجھکو لائق ہے کہ اسکی کچھ پروا نہ کرے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موافقت میں ہی زمانہ کی لوگوں سی مخالفت ہو گا اسواسطے کہ حدیث میں آیا ہی

إذا اختلف الناس فعليكم بالسواد الأعظم قال عبد الرحمن بن إسمعيل المعروف بأبي شامة وحيث جاء الأمر بلزوم الجماعة

جب لوگوں میں اختلاف پڑ جاوی تو بڑے گروہ کی ساتھ رہو عبد الرحمن بن اسماعیل جو ابو شامہ مشہور ہیں کہتے ہیں جسجگہ لزوم جماعت کا حکم ہی

فالمراد به لزوم الحق واتباعه وإن كان المتمسك به قليلا والمخالف له كثيرا لأن الحق ما كان عليه الجماعة الأولى وهم الصحابة

تو مراد یہ ہی کہ حق کا اتباع لازم کرو اگرچہ ساتھ حق کی تھوڑے لوگ ہوں اور مخالف حق کی بہت ہوں اسواسطے کہ حق وہ ہی ہی جسپر پہلی جماعت یعنی صحابہ رضی تھی

ولا عبرة إلى كثرة أهل الباطل بعدهم وقد قال الفضيل بن عياض ما معناه الزم طرق الهدى ولا يضرك قلة السالكين وإياك

اور اونکی بعد اہل باطل کی کثرت کا کچھ اعتبار نہیں ہی اور فضیل بن عیاض نے کہا ہی جسکی یہ معنی ہیں ہدایت کی راہ پر رہ اور اوسکی سالکین کی کمی تجھکو کچھ ضرر نہ کریگی اور

وطرق الضلالة ولا تغتر بكثرة الهالكين وقال ابن مسعود أنتم في زمان خيركم فيه المتسارع في الأمور وسيأتي زمان

گمراہی کی راہ سی بچتا رہ اور ہالکین کی کثرت سی دھوکا مت کھا اور ابن مسعود کہتے ہیں تم ایسی زمانہ میں ہو کہ تم میں بہتر وہ ہی جو کاموں میں جلدی کریگا اور ایک زمانہ قریب

بعدكم خيرهم فيه المتثبت المتوقف لكثرة الشبهات قال الإمام الغزالي لقد صدق لأن من لم يتثبت في هذا الزمان ووافق الجماهير

تمہارے پیچھے آتا ہی جس میں بہتر وہ ہوگا جو ثابت رہی اور توقف کری بسبب کثرت شبہات کی امام غزالی کہتے ہیں یہ قول سچا ہی اسواسطے کہ جو شخص اس زمانہ میں ثابت نہ رہیگا

فيما هم فيه وخاض فيما خاضوا فيه هلك كما هلكوا فإن أصل الدين وعمدته وقوامه ليس بكثرة العبادة والتلاوة والمجاهدة

اور جس میں مشغول ہو رہی ہیں اوس میں مشغول ہو اور انکی ساتھ بحث کرنی لگی تو ہلاک ہو جاویگا جیسے وہ ہلاک ہوئی ہیں کیونکہ دین کی اصل اسکی جڑ اور ستون عبادت کی کثرت اور تلاوت کی زیادتی

بالجوع وغيره وإنما هو بالاحتراز من الآفات والعاهات التي تأتي عليه من البدع والمحدثات التي تؤدي إلى تبديله وتغييره فإنها

بھوک وغیرہ مشقت سی نہیں ہی بلکہ یہ ہی ہے کہ دین کو ان آفات اور صدمات سی بچاوی کہ دین پر بدعتیں و نئی نئی طرح آتی ہیں جن سی دین میں تبدل و تغیر

لكثرتها وشيوعها صارت كلها من شعائر الدين أو من الأمور المفروضة علينا فيا ليت كنا نستر عليها ونعتذر عنها ولو كان

پیدا ہوتا ہے کیونکہ یہ بدعات بسبب کثرت کی ایسی پھیل گئی ہیں کہ دین کی نشان ہیں یا ہماری اوپر فرض ہیں سو کاش کہ ہم ان بدعات کو چھپاتے ہی اور عذر کرتی

كذلك لرجي من التوبة والاستغفار ولكنا أخذناها طاعة وعبادة وجعلنا أهلها متقين في ذلك أناس من سنى إذ

اسواسطے کہ اگر ایسا ہوتا تو توبہ اور استغفار کی امید رہتی پر ہمنی تو ان بدعات کو طاعت و عبادت مان لیا اور ان کے اہل کو متقی سمجھ لیا ...

عمل أو غلط من بعض من تقدمنا وجعلناه قدوة في ديننا فإذا جاء أحد وأنكر علينا ما ارتكبنا من تلك الأمور
جنکی سہو ہوا یا ادنہی غفلت کی یا غلطی کی اور ہمنی اونکو اپنی دین کا پیشوا ٹھہرا لیا ہی پھر اگر کوئی آکر ہمکو اوس بدعت سی جو ہمنی اختیار کر رکھی ہی منع کری اور روکی
فإن كان له توقير في قلوبنا نقول له هذا جائز ذهب إلى جوازه فلان ونذكر بعض من تقدمنا ممن سهى أو عمل أو
تو وہ شخص اگر ایسا ہی کہ اوسکی عزت ہمارے دلمیں ہی تو ہم اوسکا یہ جواب دینگی کہ صاحب یہہ تو جائز ہی فلانا اسکا قائل ہی اور ذکر کرینگی اون بزرگوں کا جنسی سہو یا غفلت یا
غلط وإن كان ممن لا توقير له في قلوبنا نسمعه ما من الكلمات المنكرة ما لا يطيقه ولا نخطر بباله كل ذلك بسبب جهل المركب
غلطی ہوئی کا نام بیان کر دینگی اور اگر وہ مانع ایسا ہی کہ ہمارے دلمیں اوسکی کچھ عزت نہیں تو ہم اوسی ایسی باتیں کہینگی کہ اوسکو برداشت نہ ہوگا اور اوسکی دلمیں گذرا نہوگا یہ سب تمام جہل
فينا لأنا لو رأينا أنفسنا على ما هي عليه من الجهل لقبلنا كلام من أرشدنا إلى الحق وما اقتدينا بمن سهى أو غلط حجة في ديننا
مرکب ہونی کی وجہ سی ہی کیونکہ اگر ہم اپنی نفس کی اپنی جہالت کا خیال کرتی تو حق کا جواب دینیوالی کا راستہ بتاتا ہی مان لیتی اور جن سہو اور غفلت یا غلطی کرنیوالوں کو اپنی دین کی حجت
إذ لا يجوز أن يقلد الإنسان في دينه إلا من هو صاحب الشريعة أو من شهد له صاحب الشريعة بالخير لا من شهد له بالكذب
مقام کرتی سو اسواسطی کہ انسان کو اپنی دین میں صرف صاحب شریعت کی یا جنکی حق میں صاحب شریعت نی بھلائی کی گواہی دی ہی پیروی چاہئی جنکی پیروی نہیں کی
ونهى عن الاعتماد له بقوله عليه السلام خير القرون قرني الذين بعثت فيهم ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يفشو الكذب
جنکی حق میں صاحب شریعت نی کذب کی گواہی دی ہی کہ آنحضرت نی اوسپر اعتماد کرنی سی منع کیا ہی سب سی بہتر لوگ میری عہد کی ہیں جن میں مبعوث ہوا ہوں پھر وہ لوگ جو اونسی متصل ہیں پھر
فلا تعتمدوا قولهم وأفعالهم إلا من أتى بعدهم بقول في بدعة إنها مستحبة ثم يأتي على ذلك بدليل جازم على أصولهم
سو بھروسہ نکرو اونکی کہنی پر کیونکہ جو کوئی اونکی بعد ہوا یا ہی بدعت کو مستحب کہتا ہی سو اوسپر ایک دلیل اونکی اصول کی مخالف قائم کرتا ہی
فذلك غير مقبول منه لأن التقليد والاقتداء بالغير بمجرد حسن الظن إنما يجوز لمن كان مجتهدا عدلا كاملا كان مقلدا
سو اسکو قبول نکرنا چاہئی اسواسطی کہ غیر کی تقلید و پیروی صرف حسن ظن سی اوسی کی جائز ہی جو مجتہد اور عادل ہو جسکی نہیں کی جو مجتہد مقلد ہو
لكن لما انقطع الاجتهاد منذ زمان طويل انحصر طريق معرفة المجتهد في نقل كتاب معتبر مقبول بين العلماء وأخبار
لیکن مدت دراز ہوئی کہ اجتہاد منقطع ہو گیا طریقہ مجتہد کی معرفت کا صرف یہہ ہی کہ کسی کتاب معتبر مقبول جو علماء کی بیچ میں ہو
عدل موثوق به في علمه وعمله فلا يجوز العمل بكل كتاب ظهر في هذا الزمان كتب جمعها ضعفاء الرجال ولا بقول كل عالم
اور ایسی عادل کی خبر سی جسکی علم اور عمل کا اعتبار ہو سو ہر کتاب پر عمل کرنا جائز نہیں سو اسطی کہ اس زمانہ میں ایسی کتابیں بہت مشہور ہو رہی ہیں جنکو ضعیف لوگوں نی جمع کیا
أدرك الفسق في الناس بعد القرون الثلاثة والمستور في حكم الفاسق فلا بد من العدالة المرجحة لجانب الصدق حتى يجب
اور نہ ہر عالم کی قول پر عمل جائز ہی اسواسطی کہ لوگوں میں بعد قرون ثلثہ کی فسق غالب ہو گیا ہی اور شخص مستور فاسق کی حکم میں ہوتا ہی سو ایسی عدالت کا ہونا ضرور ہی جس سی جانب صدق کا
نقل قوله في الديانات يسر الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه وكرمه

المجلس الحادي والخمسون في بيان

غلبہ ہووی تاکہ اوسکا قول دیانات میں معتبر ہووی اللہ تعالی ہمیں عمل موافق اپنی رضا کی اپنی لطف اور کرم سی نصیب کری مجلس اکیاونواں بیان میں

فرضية الصلوة بالكتاب والسنة واجماع الامة والوعيد في حق تاركها

قال رسول الله
فرضیت نماز کی کتاب اور حدیث اور اجماع امت سی اور وعید تارک الصلوۃ کی حق میں رسول اللہ
صلى الله عليه وسلم بين العبد والكفر ترك الصلوة هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه جابر بن عبد الله ومعناه
صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا فرق درمیان بندہ اور کفر کی نماز چھوڑنی کا ہی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سی ہی جابر بن عبد اللہ کی روایت سی اسکی یہہ معنی
ان بين العبد بين أن يصل الى الكفر ان يترك الصلوة وعلم من هذا ان الصلوة اهم اركان الاسلام واقوى الذرائع في
ہیں کہ فرق درمیان بندہ کی اور اسمیں کہ وہ کافر ہو جاوی یہہ ہی کہ نماز کو ترک کر دی اس سی معلوم ہوا کہ نماز بڑا ضروری رکن اسلام کا اور بڑا قوی ذریعہ
دخول دار السلام وهي فريضة على كل مسلم عاقل بالغ سواء كان رجلا او امرأة لا على كافر ولا على مجنون ولا على صبي لا
جنت میں جانی کا ہی اور وہ نماز ہر ایک مسلمان صاحب عقل جوان پر فرض ہی برابر ہی کہ مرد ہو یا عورت کافر پر نہیں اور نہ دیوانہ پر اور نہ بچی پر لیکن

ان الصبی اذا بلغ سبع سنین یؤمر بها واذا بلغ عشر سنین ولم یصلها یضرب علیها لما روی انه علیه السلام قال
بچہ جب سات برس کا ہو جاوے کہ تو نماز پڑھنی سکھاویں اور جب دس برس کا ہو کر نماز نہ پڑھے تو مار کر پڑھانا چاہیے اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا
مروا اولادکم بالصلوٰة وهم ابناء سبع سنین واضربوهم علیها وهم ابناء عشر سنین فانهم وان لم یکن الصلوٰة فرضا
کہا کرو اپنی اولاد کو واسطے نماز کے جب سات برس کی ہوں اور ان کو مار کر نماز پڑھاؤ جب وہ دس برس کی ہوں کیونکہ اس عمر میں اگرچہ ان پر نماز فرض نہیں ہے
علیهم الا انهم عند بلوغهم عشر سنین یستحقون بترکها عقوبة الشرع فی الدنیا لیعتادوها ویستانسوا بها فی صغرهم
پر جب وہ دس برس کی ہوں تو نماز چھوڑنے پر دنیا میں سزا اور شرعی سزا کی ہیں تاکہ نماز کی خوگر ہو جاویں اور لڑکپن میں اس سے دل لگاویں
حتی لا یترکوها فی کبرهم وقد ثبت فرضیتها بالکتاب والسنة واجماع الامة اما الکتاب فقوله ان الصلوٰة کانت علی
تاکہ بڑے جوان ہو کر ترک نکریں اور بیشک فرضیت نماز کی قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قرآن تو یہ آیت ہے یہ نماز ہے مسلمانوں پر
المؤمنین کتابا موقوتا ای فرضا موقتا فدل النص علی ان الصلوٰة فرض موقت محدود باوقات لا یجوز اخراجها عن
وقت باندھا حکم یعنی فرض وقت بندھا ہوا سو یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ نماز فرض وقت بندھی ہوئی حد مقرر کی ہوئی وقتوں کی ہے بلا عذر وقت کے
بلا عذر لما روی انه علیه السلام قال من ترک الصلوٰة حتی مضی وقتها ثم قضی عذب فی النار حقبا والحقب ثمانون سنة
ہرگز جائز نہیں اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے نماز نہ پڑھی اتنی کہ اسکا وقت نکل گیا پھر قضا کی تو دوزخ میں ایک حقبہ عذاب کیا جاویگا اور حقبہ اسی برس کا
والسنة ثلثمائة وستون یوما کل یوم کان مقداره الف سنة والعذر الشرعی المبیح لتاخیر الصلوٰة عن وقتها ستة
اور برس تین سو ساٹھ دن کا ہر دن کی مقدار ہزار برس کی اور عذر شرعی جس سے نماز کی وقت کا ٹلانا مباح ہوتا ہے چھ
اشیاء احدها النسیان والثانی النوم والثالث الاغماء والرابع الجنون والخامس الحیض والسادس النفاس وفیما عدا هذه الاعذار
چیزیں ہیں ایک تو بھول جانا دوسری سو جانا تیسری بیہوش ہو جانا چوتھی دیوانگی پانچویں حیض چھٹی نفاس اور سوای ان عذرات
المذکورة لا یجوز تاخیرها عن وقتها حتی ذکر فی الذخیرة ان امرأة اذا خرج راس ولدها وخافت وقت الصلوٰة تتوضأ
مذکورہ کی نماز میں وقت سے دیر کرنی جائز نہیں ہے یہاں تک کہ ذخیرہ میں یہہ مذکور ہے کہ حاملہ عورت اگر جنتی ہوئی سر بچہ کا نکل چکا ہو اور وقت نماز کا وقت گذرنے کا ڈر ہو
ان قدرت والا تیمم وتجعل راس ولدها فی قدر او حفرة وتصلی قاعدة برکوع وسجود فان لم تستطعهما تومی ایماء یعنی
تو وضو کرے اگر کر سکے نہیں تو تیمم کرے اور اوس بچہ کا سر ہنڈیا میں یا گڑھے میں رکھدے اور نماز بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے ادا کرے اور اگر یہہ نہ ہو سکے تو اشارہ سے مراد یہہ ہے
انها تصلی بحسب طاقتها ولا تترک الصلوٰة لان الصلوٰة لا تسقط عنها ما لم تصر نفساء وذلک بخروج اکثر الولد وکذا من
کہ اوس وقت میں عورت اپنی قدرت کی موافق نماز ادا کرے اور نماز کو نہ چھوڑے اسلئے کہ نماز اوس کی ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی جب تک وہ صاحب نفاس نہیں ہوتی اور نفاس جب ہوتا ہے
من هو غرق فی البحر علی لوح وخاف خروج وقت الصلوٰة یدخل اعضاء الوضوء فی الماء بنیة الوضوء ثم یصلی بالایماء ولا یترک
جو دریا کے اندر تختہ پر بیٹھا رہ جاوے اور نماز کا وقت جانے لگے تو اعضاء وضو کو وضو کی نیت سے پانی میں داخل کرے پھر اشارہ سے نماز پڑھلے اور نماز کو ترک
الصلوٰة وکذا من شلت یداه ولم یکن معه احد یوضیه او تیممه یمسح وجهه وذراعیه علی الحائط بنیة التیمم
نکرے اور ایسے جسکے دونوں ہاتھ سن رہ جاویں اور اوسکے ساتھ کوئی ایسا نہو جو وضو یا تیمم کراوے تو اپنا منہ اور ہاتھ کہنیوں تک تیمم کی نیت سے دیوار پر مل لے
ویصلی ولا یجوز له ترک الصلوٰة ولا تاخیرها عن وقتها فانظر ایها العاقل وتامل فی هذه المسائل التی بینها الفقهاء هل
اور نماز پڑھ لے اور اوسکو نماز کا ترک کرنا جائز نہیں اور نہ دیر کرنا وقت سے جائز ہے اب دیکھ تو اے عاقل اور سوچ تو ان مسائل میں جو فقہا نے بیان کئے ہیں کیا
تجد فیها عذرا غیر العجز التام لتاخیر الصلوٰة عن وقتها فضلا عن ترکها والحاصل ان المکلف لا وسعة له فی ترک الصلوٰة
تجھکو تاخیر نماز کا بھی وقت سے سوا عجز تمام کی کوئی عذر ملتا ہے چہ جای کہ ترک کرنا نماز کا حاصل یہہ ہے مکلف کو نماز ترک کرنے کی اور نہ وقت سے
ولا فی تاخیرها عن وقتها مع امکان ادائها فی وقتها بای وجه کان هذا بیان کونها فرضا موقتا واما کونها خمسا فقوله تعالی
تاخیر کرنی کی باوجود طاقت ادا کی ہرگز گنجایش نہیں ہے کوئی ہی عذر ہو اگرچہ یہہ تو استدلال فرض موقت ہونے کا ہے اور پنجگانہ ہونا سو اس آیت سے

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وهذه الاية قاطعة الدلالة على كون الصلوات المفروضات خمسا
خبرداری ہو نمازوں سی اور بیچ والی نماز سی اور یہہ آیت قطعی دلیل ہی اسکی کہ نماز مفروضہ پانچ ہیں
لانه تعالى فرض جمعا من الصلوة التي معها وسطى واقل جمع صحيح معه وسطى هو الاربع لا الثلث فكان الامر
اسواسطی کہ اللہ تعالی نی نمازکا ایسا مجموعہ فرض کیا ہی جسکی ساتھہ نماز بیچ والی ہو اور کم سی کم جمع سالم جسکی ساتھہ درمیانہ ہو چار ہیں تین نہیں ہیں سو امر
بمحافظة الصلوة التي معها وسطى امرا بالصلوات الخمس ضرورة وقد قال الله تعالى فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ
واسطی محافظت نمازوں کی جسکی ساتھہ درمیانہ بھی ہو درحقیقت امر ہی پانچ نماز کا بالضرور اور بیشک اللہ تعالی فرماتا ہی سو پاک اللہ کی یاد ہی جب شام کرو
وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ والمراد من الامر بالتسبيح في هذه
اور جب صبح کرو اور اسیکی خوبی ہی آسمان اور زمین میں اور پچھلے وقت اور جب دوپہر ہو اور مراد تسبیح سی جو ان
الاوقات الامر بالصلوة فيها على طريق ذكر الجزء وارادة الكل كانه قيل صلوا لله في هذه الاوقات وروي عن
اوقات میں حکم ہوا ہی ان اوقات کی نمازیں ہیں جیسی جزء کو ذکر کر کی کل مراد لیتی ہیں گویا یہہ امر ہوا خدا کی نماز ان اوقات میں ادا کرو اور ابن عباس رض
ابن عباس رض انه قيل له هل تجد ذكر الصلوات الخمس في القران قال نعم وتلا هذه الاية فالمراد بقوله تعالى
سی روایت ہی کہ اونسی کسینی پوچھا تمکو معلوم ہی ذکر پانچوں نمازکا قرآن میں جواب دیا ہاں اور یہہ آیت پڑھی سو مراد آیت میں
حِيْنَ تُمْسُوْنَ صلوة المغرب والعشاء وبقوله حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ صلوة الفجر وبقوله عَشِيًّا صلوة العصر وبقوله
حین تمسون سی نماز مغرب اور عشا کی ہی اور حین تصبحون سی نماز فجر کی اور عشیا سی نماز عصر کی ہی اور
حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ صلوة الظهر واما السنة فقوله عليه السلام ان الله تعالى فرض على كل مسلم ومسلمة في كل يوم
حین تظہرون سی نماز ظہر کی ہی اور حدیث میں پنجگانہ ہونا نمازکا اس سی ثابت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا بیشک اللہ تعالی نی ہر روز اور
وليلة خمس صلوات وهذا الحديث من جملة الاحاديث المشهورة التي تثبت بها الاحكام واما اجماع الامة فقد
پانچ نمازیں فرض کیں ہیں اور یہہ حدیث احادیث مشہورہ میں سی ہی جس سی احکام فقہی ثابت ہوا کرتی ہیں اور اجماع سی یوں ثابت ہی کہ
اجتمع الامة من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم الى يومنا هذا على فرضية الصلوات الخمس فاذا ثبت
تمام امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد سی آج کی دن تک پنجگانہ نماز کی فرضیت پر بلا خلاف متفق ہی جب فرضیت
فرضيتها بهذه الادلة القطعية لا يجوز تركها وقد وردت وعيدات شديدة وتهديدات غليظة لتاركها من جملتها
نماز کی ان دلایل قطعیہ سی ثابت ہوچکی تو اب اوسکا ترک جایز نہیں ہی اور بیشک وعید سخت اور دھمکیاں غلیظ بی نمازکی حق میں آئی ہیں ایک یہہ
ما روي انه عليه السلام قال من ترك الصلوة متعمدا فقد كفر جهارا وفي حديث اخر انه عليه الصلوة والسلام قال
روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جس شخص نی نماز قصدا ترک کی تو وہ ظاہر کافر ہی اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا
لا تتركوا الصلوة متعمدا فمن تركها فقد خرج من الملة وفي حديث اخر انه عليه السلام قال الصلوة عماد الدين فمن
قصدا نماز نہ چھوڑو سو جسنی نماز ترک کی تو وہ دین سی باہر ہوا اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا نماز دین کا ستون ہی جس نی
اقامها فقد اقام الدين ومن تركها فقد هدم الدين فلورود امثال هذه الوعيدات اختلف العلماء في كفر تاركها
نماز قایم رکھی تو دین کو قایم رکھا اور جس نی نماز کو ترک کیا تو دین کو گرا دیا ایسی ایسی وعید جو وارد ہوئی ہیں اسیلئی علما میں اختلاف ہی قصدا بی نمازکی تکفیر
عمدا فذهب جماعة من الصحابة ومن بعدهم الى الكفر اما الصحابة فمنهم عمر وعبد الله بن مسعود وعبد الله
میں سو ایک جماعت صحابہ رض سی اور اونکی بعد کی لوگ کفر کی قایل ہوئی ہیں صحابہ میں سی یہہ قایل ہیں عمر اور عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ
بن عباس ومعاذ بن جبل وجابر بن عبد الله وابو الدرداء وابو هريرة وعبد الرحمن بن عوف واما غير الصحابة فمنهم
بن عباس اور معاذ بن جبل اور جابر بن عبد اللہ اور ابو الدرداء اور ابو ہریرہ اور عبد الرحمن بن عوف اور سوائی صحابہ کی یہہ ہیں

احمد بن حنبل واسحق بن راهویه وعبد الله بن المبارک والنخعی والحکم بن عتبة وابو ایوب السختیانی وابو داود
احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور عبد اللہ بن المبارک اور نخعی اور حکم بن عتبہ اور ابو ایوب سختیانی اور ابو داود

الطیالسی وابو بکر بن ابی شیبة وغیرهم وذهب آخرون الی انه لا یکفر وحملوا الاحادیث التی تدل علی کفر تارکها
طیالسی اور ابو بکر بن ابی شیبہ اور سوا انکے اور اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ کافر نہیں ہوتا اور ان احادیث کی جو بے نماز کی کفر پر دلالت کرتی ہیں یہ تاویل

علی ترکها جاحدا او علی الزجر والوعید بمعنی ان المؤمن لا یترکها ومن ادلتهم علی عدم کفره قوله علیه الصلوة والسلام
کرتے ہیں کہ معاذ انکار کر کے ترک کرے یا زجر اور وعید پر حمل کرتے ہیں یعنی مومن شخص نماز نہیں ترک کرتا اور انکی دلیلوں میں سے ایک دلیل بے نماز کے کافر نہونے پر یہ قول ہے حضرت کا

خمس صلوات افترضهن الله تعالی من احسن وضوءهن وصلاهن لوقتهن واتم رکوعهن وسجودهن وخشوعهن
کہ یہ پانچ نمازیں اللہ تعالی نے فرض کی ہیں جس نے اچھی طرح وضو کیا اور وقت پر ادا کیں اور رکوع اور سجود پورے پورے کئے اور خوب انکسار کیا

کان له علی الله عهد ان یغفر له ومن لم یفعل فلیس له علی الله عهد ان شاء غفر له وان شاء عذبه فقوله
تو دیکھا یہ ذمہ ہے اللہ پر کہ اسکو بخشیگا اور جس نے یہ نکیا تو اسکا اللہ پر کچھ ذمہ نہیں چاہے اسکو بخش دے اور چاہے عذاب کرے سو یہ قول

علیه السلام ان شاء غفر له دلیل علی عدم کفره للاجماع علی ان الکافر لا مغفرة له وقد قال الله تعالی ان الله لا
حضرت کا اگر چاہے بخش دے کافر نہونے کی دلیل ہے کیونکہ سب متفق ہیں کہ کافر کی مغفرت نہیں ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے اللہ نہیں

یَغفِرُ اَن یُّشرَکَ بِهٖ وَیَغفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَن یَّشَآءُ وایضا قد اختلف الفقهاء فی حد تارکها عمدا بلا عذر فقال حماد
بخشتا ... اور سوا اسکے جسکو چاہے بخشتا ہے اور یہ بھی ہے کہ فقہا نے اختلاف کیا ہے بے نماز کی سزا میں جو عمدًا بلا عذر ترک کرے سو حماد

بن زید ومکحول والشافعی ومالک واحمد بن حنبل تارکها عمدا بلا عذر یقتل الا انه عند احمد یقتل کفرا وعند غیره
بن زید اور مکحول اور شافعی اور مالک اور احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ بے نماز عمدًا بلا عذر کو قتل کریں اس فرق سے کہ احمد کے نزدیک کافر سمجھ کر قتل کریں اور اوروں کے

من هؤلاء یقتل حدا لا کفرا وحملوا الاحادیث الدالة علی کفر تارکها علی استحقاق جزاء الکفر ولیس للکفر فی الدنیا
نزدیک حد میں قتل کریں کفر کی سبب سے نہیں اور ان احادیث کو جو بے نماز کے کفر پر دلالت کرتی ہیں حمل کیا ہے اس معنوں پر کہ وہ مستحق کفر کی سزا کا ہے

جزاء غیر القتل وعند ابی حنیفة لا یکفر ولا یقتل بل یحبس ابدا وقیل یضرب ضربا شدیدا حتی یسیل منه الدم مبالغة
میں سوا قتل کی اور کچھ نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک کافر نہیں ہوتا اور نہ اسکو قتل کریں بلکہ دائم حبس کیا جاوے اور کوئی کہتا ہے اسکو اتنا ماریں کہ خون بہنے لگے تاکہ خوب

فی الزجر وقیل یضرب ضربا حتی یصلی او یموت وقیل یعزر باخذ المال لو رای الحاکم فیه مصلحة لا طمعا اذ قیل وکیفیته
زجر ہووے اور کوئی کہتا ہے اسکو مار کھاویں آخر یا نماز پڑھے یا مر جاوے اور بعضے کہتے ہیں مال کا ڈنڈ ڈالیں اگر حاکم کو اسمیں مصلحت معلوم ہو کچھ طمع کی راہ سے نہیں اسی طرح کیفیت

انه یاخذه فیمسکه حتی یتوب فاذا تاب یرد علیه کما فی اموال البغاة وان ایس من توبته یصرفه الی ...
اسکی یہ بیان کرتے ہیں کہ اسکا مال لیکر دھر رکھیں یہاں تک کہ وہ توبہ کرے تو وہ مال پھیر دیں جیسے باغیوں کا مال پھیر دیتے ہیں اور اگر توبہ کی امید منقطع ہو تو مناسب جگہ خرچ

یجب علی المؤمن ان یحافظ علی اداء الصلوات الخمس فیصلیها کما امر باحسان وضوئها ورعایة وقتها واتمام رکوعها
اس بیان کی موافق مومن پر واجب ہے کہ پانچوں نماز کی محافظت رکھے ہر اونکو اسیطرح ادا کرے جیسے حکم فرمایا اچھی طرح وضو کرے اور وقتوں کی رعایت رکھے رکوع

وسجودها وخشوعها وان غفل عن شیء منها فلیجتهد فی سننه ونوافله ولا یتساهل فیها حتی یکمل بها فرض
اور سجود پوری پوری کرے ساتھ فروتنی کے اور اگر اسمیں سے کسی امر کی غفلت ہو جاوے تو چاہیئے کہ اسکی سنن اور نوافل میں خوب کوشش کرے سستی نکرے تاکہ اوسکی فرض

لما روی انه علیه السلام قال اول ما یحاسب به العبد یوم القیمة صلوته فان وجدت تامة کتبت
اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا پہلی چیز کہ بندے سے قیامت کے دن حساب لیا جاویگا تو نماز ہے اور اگر وہ پوری نکلی تو پوری لکھی جاویگی

وان نقص منها شیء قال الله تعالی انظروا هل لعبدی من تطوع فان کان له تطوع یکمل له ما ضیع من فرض
اور اگر اوسمیں کچھ نقصان نکلا تو اللہ فرماویگا دیکھو تو اس بندے کی نفلیں بھی ہیں پھر اگر اوسکی نفلیں ہونگی تو اوسکی فرض میں جو نقصان تھا

من تطوعه يعنى ان من صلى صلوته المفروضة ووقع فيها نقصان يكمل ذلك النقصان بالتطوع ان كان تطوعه ولكن من
نفلوں سے پورا ہو جائیگا مراد یہہ ہے کہ جسنے فرض نماز پڑھی اور اوس میں کچھہ نقصان ہوگیا تو وہ نقصان نفلوں سے عوض ہوکر کامل ہوجاویگا اگر نفلیں ہونگی پہ چال تو یہہ ہے جو
لا يحسن الفرض كيف يحسن النفل بل هو في النقصان اشد لخفة النفل عند الناس وعدم مبالاتهم له كما نشاهد كثيرا ممن يظن
شخص فرضوں کو درست نہیں کرتا وہ نفلوں کو کب درست کریگا بلکہ وہ زیادہ تر خراب ہونگی کیونکہ نفلیں لوگوں کی نظروں میں بہت خفیف ہوتی ہیں اونکی کچھہ پروا نہیں کرتے دیکھتے ہیں اکثر
به العلم انه في نفله بل في فرضه يترك تعديل الاركان وينقر نقر الديك فكيف العوام الذين هم كالهوام لا يعلمون الدين ولا الاسلام
پڑھے لکھے ہیں کہ وہ نفلوں تک بلکہ فرضوں میں ارکان کی تعدیل نہیں کرتے اور مرغ کی سی ٹھونگیں مارتے ہیں اب عوام کا جو جانور کی مثال ہیں نہ دین کو جانتے ہیں نہ اسلام کو کیا حال ہوگا
فان تعديل الاركان عند ابي يوسف والشافعي فرض يبطل الصلوة بتركه وعند ابي حنيفة ومحمد واجب في رواية الكرخي
بیشک تعدیل ارکان کی ابو یوسف اور شافعی کی نزدیک فرض ہے تعدیل ترک کرنی سی نماز باطل ہوجاتی ہے اور امام ابو حنیفہ اور محمد کی نزدیک واجب ہے اور امام کرخی کی
لا يبطل الصلوة بتركه بل ان ترك سهوا يلزم سجدة السهو وان ترك عمدا يلزم الاثم ويجب الاعادة كما هو الحكم في كل صلوة
روایت میں ہے کہ تعدیل ترک کرنی سی نماز باطل نہیں ہوتی بلکہ اگر سہوا ترک کیا تو سجدہ سہو کا لازم آتا ہے اور اگر عمدا ترک کیا تو گنہگار ہوتا ہے اور اعادہ واجب ہے جیسا حکم تمام نمازوں
اديت مع الكراهة التحريمية وسنة في رواية الجرجاني فعلى هذه الرواية لا يلزم سجدة السهو بتركه سهوا ولا يجب الاعادة
کا ہے جو مکروہ تحریمی ہوجاتی ہیں اور تعدیل جرجانی کی روایت میں سنت ہے پس اس روایت کی موافق سجدہ سہو کا لازم آتا ہے سہوا چھوڑنے سے اور نہ اعادہ لازم آتا ہے
بتركه عمدا بل يستحب مع استحقاق العتاب وحرمان الشفاعة فاذا كان كذلك فمن يصلي النوافل بغير تعديل الاركان
عمدا ترک سے بلکہ مستحب ہے لیکن سزاوار عتاب اور محرومی شفاعت کا ہے پس جب حال یہہ ہے تو جو شخص نفلیں بدون تعدیل ارکان کی پڑھتا ہے
فعلى رواية الوجوب يكون عاصيا مستحقا للعذاب بالنار ويجب عليه اعادتها وان لم يعدها يكون معصية اخرى مثل
تو موافق روایت وجوب اعادہ کی گنہگار مستحق عذاب دوزخ کا ہے اور اوسپر اعادہ واجب ہوتا ہے اور اگر اعادہ نکریگا تو یہہ دوسرا گناہ ہوویگا جیسا
الاولى ولو تنزلنا الى السنة يكون مستحقا للعتاب وحرمان الشفاعة فاذا كان الحال هذا فكيف يكمل امثال هذه
پہلا ہوا ہے اور اگر ہم مانا کہ تعدیل سنت ہے تو بھی مستحق عتاب اور محرومی شفاعت کا ہے پھر جب نفلوں کا یہہ حال ہے تو ایسی نفلیں فرضوں کی نقصان کو کیا پورا
النوافل ما نقص من الفرض هيهات هيهات بل لو لم يصل تلك النوافل لم يكن مستحقا للعذاب ولا للعتاب ولا الحرمان
کرینگی ای ای مگر اگر ایسی نفلیں نہ پڑھتا تو نہ مستحق عذاب کا ہوتا اور نہ عتاب کا اور نہ شفاعت سی
الشفاعة وقد روي انه عليه الصلوة والسلام راى رجلا يصلي وهو لا يتم ركوعه وينقر في سجوده فقال لو مات هذا
محروم ہوتا اور روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وہ رکوع پورا نکرتا تھا اور سجدہ میں ٹھونگ سی مارتا تھا سو آپ نے فرمایا اگر یہہ شخص
على حالته هذا مات على غير ملة محمد وقد اغتر بعض الغافلين بكلمة الجواز الواقع في كتب الائمة لمن ترك القومة والجلسة
اس حالت میں مرجاتا تو برخلاف ملت محمدی کی مرتا اور بعضی غافل لوگ بہول رہے ہیں جواز کی لفظ پر جو ائمہ کی کتابوں میں واقع ہوا ہے اوسکی حق میں جو قومہ اور جلسہ
والطمانينة فيهما ولم يعرفوا ما ذكر في اصول الفقه من ان الجواز في العبادات بمعنى سقوط فرضية القضاء لا انه يحل ولا
اور اونکی بیچ میں طمانینت کو ترک کرے اور یہہ نہیں خبر کہ اصول الفقہ میں کیا مذکور ہے یعنی عبادات میں جواز سے یہہ مقصود ہے کہ فرضیت قضا کی ذمہ سے ساقط ہوجاتی ہے یہہ مراد نہیں ہے
يحصل الاثم كيف وقد صرحوا بكراهة ترك القومة والجلسة والطمانينة فيهما وقال القرطبي في تذكرته نقلا عن شيخه
گناہ نہیں ہوتا بھلا یہہ کب ہوسکتا ہے حالانکہ صاف کہہ رکھا ہے کہ قومہ اور جلسہ اور اونکی بیچ کی طمانینت ترک کرنی مکروہ ہے اور قرطبی تذکرہ میں اپنی استاد سے نقل کرتا ہے
لا اعتبار بقول من قال الواجب من اركان الصلوة اقل ما يطلق عليه الاسم لان من اقتصر على ذلك يصدق عليه ان
کہ کوئی کہے اس قول کا کچھہ اعتبار نہیں ہے کہ ارکان نماز میں کم سے کم اتنا واجب ہے کہ اوسکو رکن کہہ سکیں فقط اسواسطے کہ جو نمازی اتنی ہی پر اکتفا کریگا تو اوسکو کہہ سکتی ہیں کہ
ينقر في الصلوة ويدخل في الذم المرتب على ذلك بقوله عليه السلام تلك صلوة المنافق يجلس يرقب الشمس حتى اذا كانت بين
نماز میں ٹھونگیں مارتا ہے اور اوس گناہ میں جو اس فعل پر اس حدیث میں ثابت ہوا ہے داخل ہوگا یہہ نماز منافق کی ہے کہ بیٹھا ہوا آفتاب کا منتظر رہتا ہے یہانتک کہ جب وہ

في الشيطان قائم فيقرا واذا كانت الصلوة بهذه الصفة يدخل صاحبها تحت قوله تعالى فخلف من بعدهم خلف
شیطان کی سینگوں میں جا پہنچا ودنیا پر شروع نماز کی جب نماز کا یہ حال ہی تو نمازی اس آیت کی مصداق میں داخل ہی پہر اونکی جگہ ناخلف آئی جنہوں نے

اضاعوا الصلوة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيا وان جماعة من العلماء قالوا ليس المراد باضاعة الصلوة تركها
کھو دی نماز اور پیچھے پڑی مزوں کی سو آگے ملیگی گمراہی بیشک بہت سی علما کا یہ قول ہی کہ نماز ضائع کرنی سی یہ مراد نہیں ہی کہ نماز ترک کرے

بل المراد ان لا يقيم حدودها بعدم رعاية وقتها وطهارتها وعدم اتمام ركوعها وسجودها ونحوها وقد روي عن ابن مسعود
بلکہ یہ مراد ہی کہ نماز کی حدود کو قایم نرکہی یعنی رعایت وقت اور طہارت کی نکری اور رکوع اور سجود وغیرہ کو پورا پورا نکری اور ابن مسعود انصاری سی

الانصاري انه عليه السلام قال لا تجزي صلوة لا يقيم الرجل فيها صلبه في الركوع والسجود والاخبار في هذا المعنى كثيرة
روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا وہ نماز کافی نہیں ہی جسمیں نمازی رکوع اور سجود میں کمر سیدھی نہ کری اور اس باب میں ایسی بہت حدیثیں آئی ہیں

وهي تبين المراد من قوله تعالى واضاعوا الصلوة فان من لم يحافظ على اوقات الصلوة وطهارتها وركوعها وسجودها
کہ وہ اس آیت سی واضاعوا الصلوة معنی مراد کی تفسیر کرتی ہیں کیونکہ جو شخص نماز کی اوقات اور وضو اور رکوع اور سجود کی محافظت نہیں

لا يحافظ عليها ومن لم يحافظ فقد ضيعها فهو لما سواه اضيع وقد روي انه عليه السلام قال اذا احسن الرجل الصلوة
کرتا تو وہ نماز کی محافظت نہیں کرتا محافظت نکی تو بیشک نماز کو ضائع کیا سو وہ اور کو بدرجہ اولی ضائع کرنیوالا ہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ جب آدمی اچھی طرح نماز پڑہتا ہی حسن حدود کی

فاتم ركوعها وسجودها قالت الصلوة حفظك الله كما حفظتني وان اساء الصلوة فلم يتم ركوعها وسجودها
اوسکا رکوع اور سجود پورا کرتا ہی تو نماز یہہ دعا دیتی ہی خدا تیری حفاظت کری جیسی تو نی میری حفاظت کی پہر نماز مقبول ہوتی ہی اور اگر نماز بری طرح پڑہی رکوع اور سجود پورا نکیا

قالت الصلوة ضيعك الله كما ضيعتني ثم تلف كما يلف الثوب الخلق فيضرب بها وجهه وروي عن ابي هريرة انه عليه السلام
تو نماز کہتی ہی کہ خدا تجھکو ضائع کری جیسا تو نی مجھکو ضائع کیا پہر اوس کو پرانی کپڑی کی طرح لپیٹ کر اوسکی منہ پر مارتی ہیں اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی

قال ان الرجل ليصلي ستين سنة ولا تقبل له صلوة لعله يتم الركوع ولا يتم السجود او يتم السجود ولا يتم الركوع ثم انا
کہ بعضا آدمی ساٹھ برس تک نماز پڑہتا جاتا ہی اور اوسکی نماز ایک بہی مقبول نہیں ہوتی اسلیے کہ کبہی رکوع پورا کرتا ہی تو سجدہ پورا نہیں کرتا یا سجدہ پورا کرتا ہی تو رکوع نہ

ان يعرف صلوته مقبولة ام لا فلينظر الى قوله تعالى ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر فانه ان كان يصلي الصلوة
معلوم کیا چاہی کہ اوسکی نمازیں مقبول ہیں یا نہیں تو اس آیت میں غور کری بیشک نماز روکتی ہی بیحیائی سی اور بری بات سی کیونکہ یہہ شخص اگرچہ پنجگانہ نماز پڑہتا ہی

الخمس ثم لم يكن بعد ذلك حسن حال مع ربه بل يقع منه بعض من الفواحش والمنكرات فليعلم ان صلوته غير
اور پہر بہی اوسکا حال رب کی ساتھ درست نہیں ہی مگر اوس سی کچہ کچہ فواحش اور منکرات عمل میں آتی ہیں تو جاننا چاہیی کہ اوسکی نمازیں

مقبولة بل هي وبال عليه وبعدة من الله تعالى كما قال ابن مسعود وابن عباس من لم تامره صلوته بالمعروف ولم
مقبول نہیں ہیں بلکہ وہ نمازیں اوسپر وبال ہیں اور خدا سی دور کرتی ہیں جیسا کہ ابن مسعود اور ابن عباس کہتی ہیں کہ جسکو نماز امر بالمعروف پر شوق نہ دی اور منکرات سی

عن المنكر لم يزدد بصلوته من الله الا بعدا وقال الحسن وقتادة من لم تنهه صلوته عن الفحشاء والمنكر فصلوته
منع نکری وہ نماز اللہ سی سوا دوری کی کچہ نہ بڑہا دی گی اور حسن اور قتادہ کہتی ہیں جسکو نماز فحش اور منکر سی منع نکری تو وہ نماز اوسپر وبال کا

عليه وان من يصلي الصلوات برعاية شرائطها واركانها وواجباتها وسننها وادابها يعصمه الله تعالى عن الفحشاء والمنكر
بیشک جو شخص تمام نمازیں شرائط اور ارکان اور واجبات اور سنن اور ادب کی رعایت کر کی پڑہی گا تو اللہ اوسکو فحش اور منکرات سی محفوظ

كما روي عن انس انه قال كان فتى من الانصار يصلي الصلوات الخمس مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم لم يدع شيئا
رکہی گا چنانچہ انس سی روایت ہی کہ ایک جوان انصاری پنجگانہ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ ادا کرتا تھا پہر بہی جو فحش ہو جاتا

من الفواحش الا ركبه فوصف ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال عليه السلام ان صلوته تنهاه فلم يلبث
سو کر گذرتا تھا پہر کسی نی یہ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی بیان کیا آپ نی فرمایا بیشک اوسکی نماز کسی دن اوسکو روکدیگی پہر کچہ دن نگذری

حتى تاب وحسن حاله اللهم حول حالنا الى حسن المآل المجلس الثاني والخمسون في بيان فرضية
کہ اوسنی توبہ کی اور اوسکا حال سنور گیا الٰہی ہمارا احوال نیک انجام کا بدل دے مجلس باونویں بیان فرضیت نماز

الصلوٰة المفروضة واركانها تفصيلا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من امرء مسلم يحضره
مفروضہ کا اور اوسکی ارکان کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کوئی شخص مسلمان جو آوے اوسپر وقت

صلوٰة مكتوبة فيحسن وضوءها وخشوعها وركوعها الا كانت كفارة لما قبلها من الذنوب ما لم يأت
نماز مفروضہ کا پہر وہ اوسکی وضو اور خشوع اور رکوع کو خوب پورا کرے مگر وہ پہلی گناہوں کا بدلہ ہو جاویگی جب تک

كبيرة وذلك الدهر كله هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه عثمان بن عفان وقد بين فيه ان من يصلي الصلوٰة
کبیرہ گناہ نکیا ہوگا اور یہہ کفارہ ہمیشہ کو ہی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی عثمان بن عفان کی روایت سی اس حدیث میں یہہ بیان کیا کہ جو کوئی

المفروضة عند دخول وقتها باحسان وضوءها وخشوعها وركوعها وسائر اركانها تكون كفارة لذنوبه
فرض نماز میں اول وقت پر اچھی طرح وضو کر کی اور اوسکا خشوع اور رکوع اور تمام ارکان پوری پوری کر کی ادا کریگا تو وہ نماز گذشتہ گناہ کا

الماضية ما لم يعمل بكبيرة وذلك التكفير يكون في جميع الزمان وانما اكتفى بذكر الركوع دون سائر الاركان لان
کفارہ ہو جاویگی جب تک کبیرہ گناہ نکیا ہو اور یہہ کفارہ ہمیشہ کو تمام زمانہ میں ہوتا رہیگا اور اکتفی صرف رکوع کی ذکر پر بدون ذکر تمام اور ارکان کی اسلئی ہی

الشارع اذا امر باحسان ركن واحد من اركان الصلوٰة يفهم منه احسان سائر اركانها فانها وان وقعت
کہ شارع نی جسوقت درستی کسی ایک رکن کی نماز کی تمام ارکان میں سے امر کیا تو اوسی تمام ارکان کی درستی سمجھی جاتی ہی کیونکہ تمام ارکان اگرچہ قرآن میں

في كتاب الله تعالى متفرقة حيث تثبت فرضية تكبيرة الافتتاح بقوله تعالى في سورة المدثر وربك فكبر
متفرق جگہہ مذکور ہیں اسواسطی کہ فرضیت تکبیر تحریمہ کی سورہ مدثر کی اس آیت سی ثابت ہی اور اپنی رب کی بڑائی بول

وفرضية القيام بقوله تعالى في سورة البقرة وقوموا لله قانتين وفرضية القراءة بقوله تعالى في سورة المزمل فاقرءوا ما تيسر
اور فرضیت قیام کی سورۂ بقرہ میں اس آیت سی اور کہڑی رہو اللہ کی آگی ادب سی اور فرضیت قرأت کی سورۂ مزمل میں اس آیت سی سو پڑہو جتنا

من القرآن وفرضية الركوع والسجود بقوله تعالى في سورة الحج يا ايها الذين آمنوا اركعوا واسجدوا لكن علم الترتيب
آسان ہو قرآن سی اور فرضیت رکوع اور سجود کی سورۂ حج میں اس آیت سی اے ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو پر ترتیب ارکان کی

بتعليم النبي عليه الصلوٰة والسلام تارة بفعله وتارة بقوله على ما بينه العلماء في كتبهم فعلى هذا ينبغي للمؤمن ان
نبی علیہ السلام کی تعلیم سی معلوم ہوئی کبھی فعل سی اور کبھی ارشاد کرنی سی چنانچہ اسکو علما نی اپنی اپنی کتابوں میں بیان کیا ہی اب اس بیان کی موافق مومن کو

يداوم عليها في اوقاتها باتمام جميع فرائضها وهو ست الاولى تكبيرة الافتتاح ولا دخول في الصلوٰة الا بها وهي ان
چاہی کہ نماز کو ہمیشہ وقت پر تمام فرائض پوری کر کر ادا کرتا رہی اور فرائض چھہ ہیں اول تکبیر تحریمہ جسکو تکبیر افتتاح بہی کہتی ہیں اور بدون اسکی نماز شروع نہیں ہوتی اور وہ

يقول من يريد الدخول في الصلوٰة الله اكبر بلا ادخال مد في همزة الله وهمزة اكبر وبائه اذ لو حصل المد في
اس طور پر ہی کہ جو شخص نماز شروع کرے تو کہی اللہ اکبر اللہ کی ہمزہ پر اور اکبر کی ہمزہ پر اور با پر مد نکرے اسواسطی کہ اگر دونو ہمزہ میں سی

احدى الهمزتين لا يصير داخلا في الصلوٰة بل تفسد لو وقع في اثنائها ولو تعمده يكفر لانه يصير استفهاما مقتضا
کسی پر مد واقع ہوگا تو نماز میں داخل نہوگا بلکہ نماز فاسد ہو جاویگی اگر مد نماز میں بیچکی تکبیروں میں آجاویگا اور اگر قصداً مد کہینچیگا تو کافر ہوگا اسواسطی کہ اوسکی

للشك في كبرياء الله وقال محمد بن مقاتل ان كان لا يميز بين المد وعدمه يكون داخلا في الصلوٰة ولا تفسد لو وقع
شک ہی ہوتا ہی اللہ کی بڑائی میں اور محمد بن مقاتل کہتا ہی اگر وہ شخص مد اور بی مد میں کچھہ تمیز نہیں کرتا تو نماز میں داخل ہو جاتا ہی اور نماز بہی فاسد نہیں ہوتی اگر مد

في اثنائها والاستفهام يحتمل ان يكون للتقرير والاول اصح لان مثل هذا الجهل لا يصلح ان يكون عذرا والتقرير المستفاد
نماز میں بیچ کی تکبیروں میں آجاوی اور استفہام میں یہہ احتمال ہی کہ واسطی تقریر کی ہو اور روایت اول صحیح تر ہی اسلئی کہ ایسی جہالت قابل عذر کی نہیں ہی اور استفہام جو تقریر کی

من الاستفهام معناه حمل المخاطب على الاقرار بما تعرف ولا انسان لا تصلى ان يحمل نفسه على الاقرار بان الله تعالى
تو دریں ہی سے مراد ہی کہ مخاطب کو اپنی معلوم کا مقر کر دی ۔ اور انسان اس حکم کا نہیں ہی کہ ہی آپ کو اس اقرار پر آمادہ کری کہ اللہ
اكبر ولو وقع المد في باء اكبر بان يقول اكبار بزيادة الالف الممال بين الباء والراء لا يصير داخلا في الصلوة وتفسد
تعالیٰ بڑا ہی اور اگر مد اکبر کی با پر واقع ہو یعنی لفظ اکبار با اور راء کی بیچ میں الف بڑھا کر کہی تو نماز میں داخل نہیں ہوگا اور نماز فاسد ہو جاتی ہی
لو وقع في اثنائها قيل انه اسم من اسماء الشيطان وقيل لانه جمع كبر بفتحتين وهو الطبل وقيل يصير داخلا في
اگر درمیان نماز میں بیچ تکبیروں کی ہو جاوی تو اس لئے کہ کہتے ہیں کہ یہ نام شیطان کی ناموں میں سے ہی اور کوئی کہتا ہی اس لئے کہ اکبار جمع کبر کی ہی دو حرکتوں سے طبل کو کہتے ہیں اور بعضی کہتی
الصلوة ولا تفسد لو وقع في اثنائها لانه اشباع والاول اصح لان الاشباع انما يكون في الاخر لا الوسط ومحل التكبير
نماز میں داخل ہو جاتا ہی اور نماز فاسد نہیں ہوتی اگر درمیان نماز کی بیچ آجاوی اس لئے کہ یہ اشباع ہی اور پہلا قول صحیح تر ہی اس لئے کہ اشباع آخر میں ہوتا ہی بیچ میں نہیں ہوتا اور موقع تکبیر
القيام المحض حتى لو ادرك الامام في الركوع وكبر حال الانحطاط لا يصير داخلا في الصلوة لان شرط الدخول بها وقوع
صرف قیام ہی یہاں تک کہ اگر امام کو رکوع میں پایا اور جھکتی ہوئی تکبیر کہتا ہوا رکوع میں شامل ہو گیا تو نماز میں داخل نہیں ہوتا اس لئے کہ نماز میں داخل ہونی کی شرط
التكبير في محض القيام ولو قال في القيام الله وفي الركوع اكبر لا يصير داخلا فيها ايضا والثاني من فرائض الصلوة القيام
یہ کہ تکبیر خالص قیام میں واقع ہو اور اگر قیام میں اللہ کہا اور رکوع میں اکبر تو بھی نماز میں داخل نہیں ہوتا اور دوسرا فرض نماز کا قیام ہی
وهو ركن في الفرض والواجب دون النفل ومطلق عن التقدير نظرا الى الدليل وهو قوله تعالى وَقُومُوا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ حتى لو كبر
اور قیام فرض اور واجب میں رکن ہی نفل میں نہیں اور اسکی مقدار باعتبار دلیل کی کچھ معین نہیں ہی دلیل یہ ہی درکھڑی رہو واسطے اللہ کی آگی ادب سے یہاں تک کہ اگر تکبیر
قائما ولم يقف يصير مؤديا فرضي التكبير والقيام جميعا ولا يلزمه الوقوف بعده قائما لان قدر ما وجد من القيام يكفي
ہوئی کہی اور پھر توقف نہ کیا تو فرض تکبیر اور قیام دونوں ادا کر چکا اسپر بعد اسکی توقف کرنا قیام میں کچھ ضرور نہیں ہی اسلئے کہ جسقدر اس سے قیام عمل میں آیا سو کافی ہی
ويظهر نفعه في الامي والاخرس ومدرك الامام في الركوع الا ان المتعارف في حق القاري تقديره في الاوليين بالقرأة
اور اسکا فائدہ ناخواندہ اور گونگے میں اور جو شخص کہ امام کو رکوع میں پاوی ظاہر ہوتا ہی اتنا ہی کہ قاری کی حق میں مقدار قیام کی پہلی دو رکعت میں برابر قرأت کی ٹھہری ہی
وفي الاخريين قول المعتمدين ان شاء قرأ وان شاء سبح وان شاء سكت يشير الى عدم التقدير فيهما
پچھلی دو رکعت میں معتمدین کا یہ قول ہی چاہی کچھ قرآن پڑھی چاہی سبحان اللہ کہی اور چاہی چپکا رہی اشارہ ہی کہ ان دونوں میں بھی اندازہ قیام کا
ايضا لكن ذكر في القنية انه مقدر بمقدار ثلث تسبيحات سواء سبح او سكت هذا كله عند القدرة على القيام فان
مقرر نہیں ہی لیکن قنیہ میں یوں مذکور ہی کہ قیام کم سے کم برابر تین تسبیح کی ہی برابر ہی کہ تسبیح کہی یا چپ رہی یہ تمام جب ہی کہ قیام پر قادر ہو کیونکہ
المريض اذا قدر على القيام لو صلى قاعدا لا يجوز ولو قدر على بعض قيامه دون كله يلزمه ذلك حتى لو قدر على التكبير
بیمار اگر باوجود طاقت قیام کی بیٹھ کر نماز پڑھ لی تو جائز نہیں ہی اور اگر کچھ تھوڑا کھڑی ہونی کی طاقت ہو پوری قیام کی ہو تو تو اتنا ہی اسپر لازم ہی یہاں تک کہ اگر تمام
يكبر قائما ثم يقعد واما المريض الذي عجز عن القيام حقيقة بحيث لو قام لسقط او خاف زيادة مرضه او بطوء برئه
دیکر تکبیر کہی کی طاقت ہو تو تکبیر کھڑا ہو کر کہی پھر بیٹھ جاوی اور وہ بیمار جو حقیقت میں قیام سے عاجز ہو ایسا کہ اگر کھڑا ہووی تو گر پڑی یا خوف مرض کی بڑھنی کا یا دیر تک رکنا
او كان يجد المًا شديدا وان استطاع القعود يقعد كما يقعد في التشهد وهو قول زفر وعليه الفتوى بانه المعهود في
یا سخت تکلیف ہوتی ہو سو اگر بیٹھنی کی طاقت ہو تو بیٹھ جاوی جیسی تشہد میں بیٹھتی ہیں یہی قول زفر کا ہی اور اسی پر فتویٰ ہی کہ نماز میں یہ طور بیٹھنا معہود
الصلوة وفي رواية محمد عن ابي حنيفة يقعد كما شاء من التربع وغيره وقيل يقعد بعد التشهد كما يستند وفي التشهد
اور امام محمد کی روایت میں ابو حنیفہ سی یہ ہی کہ بیٹھ جاوی جیسی چاہی مربع وغیرہ سی اور بعضی کہتی ہیں کہ سوا تشہد کی جس طرح چاہی بیٹھا رہی اور تشہد میں
كسائر الصلوات والظاهر هو الاول عند الاستطاعة وعند عدم الاستطاعة يقعد بحسب قدرته ويصلي قاعدا
موافق تمام نمازوں کی بیٹھی اور طاقت ہوتی ہوئی ظاہر اول روایت ہی اور جب طاقت نہ ہو تو پھر جیسی بن آوی اور نماز بیٹھ کر پڑھا کرے

ولو

بركوع وسجود لأن الطاعة بحسب الطاقة لقوله تعالى لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وإن لم يستطع الركوع والسجود
رکوع کری اور سجدہ کری اسلئے کہ طاعت طاقت کی موافق ہی اس دلیل سی خدا تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر جو اسکی گنجایش ہی اور اگر رکوع اور سجدہ کی طاقت نہیں

يومي برأسه قاعدا ويجعل سجوده أخفض من ركوعه ليتحقق الفرق بينهما ولا يرفع إليه شيء ليسجد عليه ولو رفع إليه
تو بیٹھا ہوا سر سے اشارہ کری اور سجدہ کو رکوع کی نسبت زیادہ پست کری تاکہ دونوں میں فرق ہو جاوی اور یہ نہیں چاہیے کہ کوئی چیز اونچی کردیں تاکہ اوسپر سجدہ کری اسلئے کہ اگر

فسجد عليه إن كان خفض رأسه صح ويكون صلاته بالإيماء وإلا فلا وإن لم يستطع القعود يستلقي على ظهره و
اوسپر سجدہ کیا پھر اگر اوسنی سر کو نیچا کیا ہی تو درست ہی اوسکی نماز اشارہ سی ہوگئی اور نہیں تو نہیں ہوئی اور اگر طاقت بیٹھنی کی نہیں تو چت لٹایا جاوی اور

يجعل رجليه نحو القبلة ويومي برأسه للركوع والسجود ولكن ينبغي أن يوضع تحت رأسه وسادة ليمكنه الإيماء بالرأس
اسکی پاوں قبلہ کی طرف کر دیں اور وہ رکوع اور سجود کی لئی سر سی اشارہ کری پر یہ چاہیے کہ اسکی سر تلی تکیہ رکھ دیں تاکہ اوس سی سر کا اشارہ ہو سکی

لأن حقيقة الاستلقاء يمنع الإيماء للصحيح فكيف للمريض وإن لم يستطع الإيماء بالرأس لا يومي بعينيه ولا بحاجبه
اسلئی کہ حقیقت میں چت پڑی ہوئی اچھی بھی سی بھی اشارہ نہیں ہو سکتا پھر بیمار سی تو کہاں اور اگر سر سی اشارہ کرنی کی بھی طاقت نہیں تو آنکھ کا اشارہ یا ابرو کا

ولا بقلبه بل كان يعقل الصلوٰة في تلك الحالة تؤخر عنه إلى زمان القدرة ولا يسقط هو الصحيح على ما ذكر في الهداية لأنه
یا دل کا اشارہ نکری بلکہ اگر نماز کی سمجھ باقی ہی اوس حالت میں تو قدرت کی وقت تک ملتوی رکھی جاوی گی اور نماز ساقط نہیں ہی موافق بیان ہدایہ کی یہی صحیح ہی

يفهم مضمون الخطاب وإن كان لا يعقلها أكثر من يوم وليلة تسقطان لم يفق في المدة وإن أفاق وكان للإفاقة وقت
کہ مضمون حکم کا سمجھتا ہی اور اگر ایک رات دن سی زیادہ غفلت میں رہا تو نماز ساقط ہو جاتی ہی اگر اس مدت کی اندر افاقہ نہوا اور اگر افاقہ ہوا اور کسی ایک وقت

معلوم مثل أن يفيق عند الصبح قليلا ثم يعود الإغماء فهو إفاقة معتبرة في بطلان حكم ما قبلها من الإغماء وإن لم يكن
معین پر جیسی مثلا صبح کی وقت کچھ افاقہ ہوکر پھر بیہوش ہو جاتا ہی تو ایسا افاقہ ہی واسطی باطل کرنی حکم پہلی بیہوشی کی معتبر ہی اور اگر افاقہ کسی وقت معین پر

للإفاقة وقت معلوم بل يفيق بغتة ثم يعود الإغماء فلا اعتبار بهذه الإفاقة ومن كان في السفينة الجارية إذا
نہیں ہوتا بلکہ ناگاہ کبھی افاقہ ہوکر پھر بیہوش ہو جاتا ہی تو ایسی افاقہ کا اعتبار نہیں ہی اور جو شخص چلتی کشتی میں سو اگر

صلى الفرض قاعدا بركوع وسجود مع القدرة على القيام لا يجوز عندهما لأن القيام ركن فلا يسقط إلا بعذر محقق وعند
فرض نماز بیٹھ کر رکوع اور سجود کی ساتھ باوجود طاقت قیام کی پڑھلی تو صاحبین کی نزدیک جائز نہیں ہی اسلئی کہ قیام نماز کا رکن ہی سو بسبب عذر واقعی کی ساقط

أبي حنيفة يجوز لأن دوران الرأس فيها غالب كالمحقق لكن الأفضل القيام وأما في المربوطة في الشط فلا يجوز
اور امام ابو حنیفہ کی نزدیک جائز ہی اسلئی کہ اسمیں دوران سر اکثر ہوتا ہی اور اکثری بات مثل امر ثابت کی ہی لیکن افضل قیام ہی ہی اور جو کشتی کنارہ پر بندھی ہوئی ہو اوسمیں

بالإجماع والثالثة من فرائض الصلوٰة القراءة وهي فرض في جميع ركعات النفل والوتر والفرض من ذوات الركعتين وليست
بالاجماع جائز نہیں اور تیسرا فرض نماز کی فرائض میں سی قراءت ہی اور قراءت تمام رکعات نفل اور وتر میں اور فرض دوگانہ میں فرض ہی اور اول

بفرض في جميع ركعات الفرض من ذوات الأربع والثلاث بل في الركعتين من غير تعيين وإنما عينت في الأوليين لقوله عليه الصلوٰة
فرض کی تمام رکعات میں فرض نہیں ہی جو چار رکعت یا تین رکعت کی ہیں بلکہ دو دو رکعت میں بلا تعیین فرض ہی اور پہلی دو رکعت میں اسلئی معین ہوگئی کہ نبی علیہ الصلوٰة

والسلام القراءة في الأوليين قراءة في الأخريين وأدنى ما يجزي منها عند أبي حنيفة آية وإن كانت من الفاتحة أو كانت
والسلام نی فرمایا پہلی دو رکعت میں قراءت گویا پچھلی دو رکعت میں بھی ہی اور کم سی کم قراءت جو کافی ہی تو ابو حنیفہ کی نزدیک ایک آیت ہی اگرچہ سورہ فاتحہ کی ہو یا

قصيرة مركبة من كلمتين كقوله تعالى ثُمَّ نَظَرَ أو من كلمات كقوله تعالى فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ والمكتفي بها مسيء لأن قراءة
چھوٹی دو کلمہ سی مرکب ہو جیسی یہ آیت ثم نظر یا کئی کلمات سی جیسی یہ آیت فقتل کیف قدر لیکن اسیقدر پر اکتفا کرنا اچھا نہیں اسلئی کہ

الفاتحة وضم سورة أو ثلاث آيات إليها واجب ففي الاكتفاء بها ترك الواجب وأما لو كانت كلمة واحدة كمُدْهَامَّتَانِ أو حرفا كـ ق
الحمد کا پڑھنا اور کسی ورسوة کا یا تین آیت کا اوسکی ساتھ ملانا واجب ہی اور اوسپر اکتفا کرنی میں ترک واجب ہوتا ہی اور جو آیت ایک کلمہ کی ہی جیسی مدہامتان یا ایک حرف کی

أكثر من ذلك ففيه اختلاف والأصح أنه لا يجوز عنده ولو قرأ نصف آية طويلة كآية الكرسي وآية المداينة
جیسے اس سے زیادہ میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ ابوحنیفہ کے نزدیک جائز نہیں اور اگر بڑی آیت میں سے جیسے آیۃ الکرسی اور آیۃ مداینہ

في ركعة ونصفها في ركعة أخرى اختلفوا فيه قال بعضهم لا يجوز لأنه لم يقرأ آية تامة في كل ركعة وقال عامتهم
آدھی ایک رکعت میں پڑھی اور آدھی دوسری رکعت میں تو اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ جائز نہیں اس واسطے کہ اس نے ہر رکعت میں پوری آیت نہیں پڑھی اور علماء کی تعداد

يجوز لأن بعض هذه الآيات يزيد على ثلاث آيات قصار أو تعدلها فلا تكون أدنى من آية وعندهما أدنى ما يجزئ
کہتی ہیں جائز ہے اس واسطے کہ ان آیتوں کا ٹکڑا چھوٹی تین آیتوں سے بڑھتی ہے یا برابر ہے ہر صورت ایک سے کم نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک کم سے کم قرأت جس سے نماز

منها ثلاث آيات قصار أو آية طويلة تقوم مقامها لأن القرآن معجز وأدنى ما يقع به الإعجاز سورة لقوله تعالى
تین آیتیں چھوٹی یا ایک آیت بڑی ان کے برابر ہو اس واسطے کہ قرآن معجز ہے اور کم سے کم جس میں اعجاز واقع ہو وہ سورۃ ہے واسطے قول اللہ تعالیٰ کے

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وأقل السورة سورة الكوثر وهي ثلاث آيات ومن كان أميا ولم يطاوعه لسانه على تعلم
لاؤ کوئی سورۃ ایسی اور سورۃ قرآن میں سب سے چھوٹی سورۃ کوثر ہے اسکی تین آیتیں ہیں اور جو شخص امی ہو کہ اس کی زبان قرآن سیکھنے میں قادر نہ ہو

القرآن إن كان يجتهد آناء الليل وأطراف النهار تجوز صلاته وإن ترك الاجتهاد لا تجوز صلاته فعلى هذا
اگر وہ رات دن قرآن پر محنت کرتا ہے تو اس کی نماز جائز ہے اور جو وہ محنت چھوڑ دیگا نماز جائز نہ ہوگی اس روایت کی مطابق

كل من كان في دار الإسلام وترك التعلم وبقي أميا واعتاد أن يصلي صلاة الأمي لا تجوز صلاته لأن الأمي إنما تجوز
جو شخص دار الاسلام میں ہو کر قرآن نہ سیکھا اور امی رہ جاوے اور امیوں کیسی نماز کی عادت کر لی تو اس کی نماز جائز نہیں ہے اس واسطے کہ امی کی نماز جب ہی جائز ہے

صلاته إذا بلغ أو زال جنونه أو أسلم وهجم الوقت ولم يتمكن من التعلم وأما إذا تمكن من التعلم ولم يتقيد به
کہ جب وہ بالغ ہوا یا جنون سے ہوش میں آوے یا مسلمان ہوا اور تنگ وقت نماز کا آجاوے اور فرصت قرآن سیکھنے کی نہ ملے اور جس صورت میں سیکھنے کی فرصت ہو اور محنت نہ کی

فلا تجوز صلاته والرابع من فرائض الصلوة الركوع وهو طأطأة الرأس مع انحناء الظهر فمن طأطأ رأسه مع
تو اس کی نماز جائز نہیں اور چوتھا فرض نماز کے فرضوں میں سے رکوع ہے اور وہ سر جھکانا کمر جھکا کر پھر جس نے سر کو جھکایا

انحناء الظهر قليلا إن كان إلى الركوع أقرب يجوز وإن كان إلى القيام أقرب لا أو يوجد طأطأة رأسه مع
اور کچھ تھوڑی کمر جھکی اگر وہ رکوع کی طرف قریب ہے تو جائز ہے اور اگر قیام سے قریب ہے اس طور کہ سر جھکایا کچھ مونڈھوں کی میلان سے

الميلان في منكبيه ولا يوجد انحناء ظهره لا يجوز لأنه لا يعد راكعا ومن كان أحدب وبلغت حدوبته
پھر کمر کبڑی نہیں ہوئی تو جائز نہیں ہے اسلئے کہ اس کو کوئی رکوع کرنے والا نہیں کہتا اور جو شخص کبڑا ہووے اور اس کا کوب رکوع کی

حد الركوع يخفض رأسه في الركوع تحقيق الانتقال من القيام إلى الركوع والخامسة من فرائض الصلوة
نوبت کو جا پہنچی تو وہ رکوع میں سر کو جھکا دے تا کہ قیام سے رکوع کی طرف انتقال پایا جاوے پانچواں نماز کی فرائض میں سے

السجدة وهي وضع الجبهة على الأرض أو ما يتصل بها والكمال فيها وضع الجبهة والأنف واليدين والركبتين
سجدہ ہے اور وہ رکھنا پیشانی کا زمین پر یا جو چیز کہ زمین سے متصل ہو اور کامل سجدہ میں رکھنا پیشانی کا اور ناک کا اور دونوں ہاتھوں کا اور دونوں گھٹنوں کا

وأطراف القدمين لقوله عليه السلام أمرت أن أسجد على سبعة أعظم على الجبهة واليدين والركبتين وأطراف
اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کا واسطے قول علیہ السلام کے مجھ کو حکم ہے کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کروں پیشانی پر اور دونوں ہاتھوں پر اور دونوں گھٹنوں پر اور دونوں

القدمين والأنف داخل في الجبهة لكونهما عظما واحدا ولو وضع جبهته دون أنفه يجوز لكن يكره إن كان من
پاؤں کی انگلیوں پر اور ناک پیشانی میں داخل ہے اسلئے کہ دونوں ہڈی ایک ہی ہے اور اگر پیشانی رکھدی اور ناک نہ رکھی تو جائز ہے مگر مکروہ اگر بے عذر ہے

غير عذر وكذلك لو وضع أنفه دون جبهته يجوز عند أبي حنيفة لكن يكره إن كان من غير عذر وعندهما
اور ایسے ہی اگر ناک رکھدی اور پیشانی نہ رکھی تو ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے پر مکروہ اگر بے عذر ہے اور صاحبین کے نزدیک

لا یجوز الا ان یکون فی جبهته عذر یمنع السجود بها ووضع الیدین والرکبتین لیس بفرض بل هو سنة واما وضع
جایز نہیں مگر اوس صورت مین کہ اوسکی پیشانی مین ایسا عذر ہو کہ سجدہ نکر سکی اور دونو ہاتہہ اور دونو گہٹنون کا رکہنا فرض نہین ہی بلکہ سنت ہی اور رہا دونو
القدمین فقد ذکر القدوری والکرخی والخصاف انه فرض حتی لو سجد ولم یضع قدمیه او احدهما علی الارض بل
قدم کا رکہنا سو قدوری اور کرخی اور خصاف کہتی ہین کہ فرض ہی یہان تک کہ اگر سجدہ کیا اور دونو پانو یا ایک پانو زمین پر نہ رکہا بلکہ
رفعهما عن الارض لا یجوز سجوده ولو وضع احدهما یجوز ولکن یکره وذکر التمرتاشی ان وضع الیدین والقدمین
دونو زمین سی اوٹہالئی تو اوسکا سجدہ جایز نہین ہی اور اگر ایک پانو ہی لگا دیا تو جایز ہی پر مکروہ اور تمرتاشی کہتا ہی کہ رکہنا دونو ہاتہون اور دونو پانو کا
سواء فی عدم الفرضیة وقال اکمل الدین فی شرح الهدایة انه الحق وذکر فی شرح المنیة انه بعید عن الحق والمراد بوضع
عدم فرضیت مین برابر ہی اور اکمل الدین شرح ہدایہ مین کہتا ہی کہ حق یہہ ہی ہی اور شرح منیہ مین یون مذکور ہی کہ یہہ حق سی بعید ہی اور مراد دونو پانو کی
القدمین علی ما ذکر فی الخلاصة وضع اصابعهما والمراد بوضع الاصابع توجیهها نحو القبلة لیکون الاعتماد علیها
رکہنی سی موافق اوس بیان کی جو خلاصہ مین ہی دونو پانو کی اونگلیون کا رکہنا ہی اور اونگلیون کی لگانی سی اونکا قبلہ کی طرف متوجہ کرنا مراد ہی تاکہ اونہی پر زور پڑی
حتی لو وضع ظهر القدمین ولم یوجه اصابعهما او اصابع احدهما نحو القبلة لا یصح سجوده وهذا مما یجب حفظه
یہان تک کہ اگر دونو پانو کی پشت رکہدی اور دونو پانو کی یا ایک پانو کی ہی اونگلیان قبلہ کی طرف متوجہ نکری تو سجدہ درست نہین ہی اور اسکا لحاظ واجب ہی
واکثر الناس عنه غافلون ولو کان موضع السجود ارفع من موضع القدمین مقدار نصف ذراع یجوز وان کان اکثر منه
اور اکثر لوگ اس سی غافل ہین اور اگر سجدہ کی جگہ پانو کی جگہہ سی آدہ ہاتہہ اونچی ہو تو سجدہ جایز ہی اور اگر اس سی زیادہ بلند ہو
لا یجوز ولو سجد علی کور عمامة ان کان کورها متصلا بالجبهة ولم یکن غلیظا بحیث یوجد حجم الارض یجوز لکن یکره
تو جایز نہین ہی اور اگر پگڑی کی پیچ پر سجدہ کیا تو اگر وہ پیچ پیشانی سی متصل ہی اور موٹا نہین ہی ایسا کہ زمین کی سختی معلوم ہوتی ہی تو جایز ہی پر مکروہ
ولو لم یکن متصلا بالجبهة بل کان فوق الجبهة او کان غلیظا لا یوجد حجم الارض لا یجوز وکذلک لا یجوز السجدة علی
اور اگر پیشانی سی متصل نہین ہی بلکہ پیشانی سی اوپر ہو یا ایسا موٹا ہو کہ سختی زمین کی معلوم نہین ہوتی تو جایز نہین ہی اور ایسی ہی سجدہ
کل شیء لا یوجد فیه حجم الارض کالقطن المحلوج والثلج والدخن ونحو ذلک لعدم استقرار الجبهة علی الارض او ما
ایسی شی پر جایز نہین ہی جسمین سختی زمین کی معلوم نہو وی جیسی دہنی ہوئی روئی اور برف اور چینا وغیرہ اسواسطی کہ پیشانی زمین پر یا جو
یتصل بها ولو سجد علی فاضل ثوبه او بسط خرقة علی الارض وسجد علیها فلا کلام فی الجواز وانما الکلام فی الکراهة
قایم مقام زمین کی ہی نہین ٹہرتی اور اگر کسیتی کپڑی پہ سجدہ کیا یا زمین پر کپڑی بچہا کر اوسپر سجدہ کیا تو اوسکی جواز مین کوئی تکرار نہین ہی اور اگر تکرار ہی تو کراہت مین
والصحیح عدم الکراهة لما روی عن ابی حنیفة انه صلی فی المسجد الحرام وسجد علی خرقة فقال له رجل لا یجوز هذا
اور صحیح یہہ ہی کہ مکروہ نہین ہی اسلئی کہ ابو حنیفہ سی روایت ہی کہ اونہون نی کعبہ مین نماز پڑہی اور سجدہ خرقہ پر کیا کسی شخص نی کہا یہہ جایز نہین ہی
فقال له الامام من این انت فقال من خوارزم فقال جاء التکبیر من وراء یعنی انکم تتعلمون منا ثم تعلموننا اهل
امام نی پوچہا تو کہان کا رہنی والا ہی اوسنی کہا خوارزم کا پہر امام نی کہا پیچہی تکبیر ہوئی یعنی مقتدی تکبیر کہنی لگی مراد یہہ ہی کہ تم ہم سی سیکہہ کر پہر ہمکو سکہاتی ہو کیونکہ
تصلون علی البردی فی دیارکم قال نعم فقال تجوزون الصلوة علی الحشیش ولا تجوزونها علی الخرقة والسادس من
اپنی ملک مین بردی گہاس پر نماز پڑہتی ہو کہا ہان پہر امام نی کہا تم گہاس پر نماز جایز رکہتی ہو اور خرقہ پر جایز نہین رکہتی اور چہٹا فرض
فرائض الصلوة القعدة الاخیرة سواء تقدمها قعدة اخری او لم تتقدم کما فی الثنائیة وقدر الفرض فیها مقدار
نماز کی فرایض مین سی قعدہ اخیرہ ہی برابر ہی کہ اوس سی پہلی ہی قعدہ ہو جیسی رباعی نماز مین یا نہو جیسی ثنائی نماز مین اور اسمین مقدار فرض کی اتنی ہی
ما یتمکن فیه من قراءة التشهد الی قوله عبده ورسوله لقوله علیه الصلوة والسلام لابن مسعود حین علمه
جسمین عبدہ ورسولہ تک تشہد پڑہ لی اسواسطی کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نی ابن مسعود سی

التشهد اذا قلت هذا او فعلت هذا فقد تمت صلوتك فانه عليه الصلوة والسلام علق التمام بالفعل قرأ او لم

تشہد کی بابت فرمایا جب تو یہ پڑھ چکا یا یہ کر چکا تو نماز تیری ختم ہو گی کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمامی نماز کو عمل پر موقوف کیا تشہد پڑھے یا

يقرأ لان معنى قوله اذا قلت هذا اي قرأت التشهد وانت قاعد ولم يشرع قراءة التشهد الا في القعود ومعنى قوله

نہ پڑھے اسواسطے کہ معنی اذا قلت ہذا کی یہ ہیں پڑھا تو نے تشہد کو بیٹھ کر اسلئے کہ تشہد کا پڑھنا مگر قعود کی میں مشروع نہیں ہے اور معنی

او فعلت هذا اي قعدت ولم تقرأ شيئا فصار التخيير في القول لا الفعل لان الفعل ثابت في الحالين والمعلق بالشرط

او فعلت ہذا کی یہ ہیں کہ تو بیٹھ گیا اور پڑھا کچھ نہیں پس اب اختیار قول میں ہے عمل میں نہیں ہے اسواسطے کہ عمل دونوں حالوں میں ثابت ہے اور جو امر شرط پر موقوف

لا يوجد قبل وجود الشرط ووجه اخر ان الصلوة متناهية والتناهي لا يكون الا بالتمام والتمام لا يكون الا بالاتمام

وہ شرط سے پہلے موجود نہیں ہوتا دوسری وجہ یہ ہے کہ نماز متناہی ہے اور تناہی بدون تمامی کے نہیں ہوتی اور تمامی تمام کئے بدون نہیں ہوتی

والاتمام لا يعلم ما لم يبينه الشارع فقعدته به فيكون فرضا فان قيل الفرضية لا تثبت بخبر الواحد فما وجه ثبوتها

اور تمام کرنا بدون شارع کی معلوم نہیں ہوتا سو شارع نے قعدہ بتادیا سو فرض ہوگیا اگر کوئی کہے فرضیت خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتی پھر یہاں

به هٰهنا فالجواب عدم ثبوتها به ليس على الاطلاق بل اذا ثبت به ابتداء واما اذا لم يثبت به ابتداء بل بين به ان

کیونکر ہے سو جواب یہ ہے کہ عدم ثبوت فرضیت کا خبر واحد سے مطلق نہیں ہے کہ فرضیت کبھی نہیں ثابت ہوتی بلکہ جب خبر واحد سے ابتداءً ثابت کریں اور جو صورت ابتداءً

ما به ان نفس الصلوة ثابتة بالكتاب وتمامها منها فيلزم كون تمامها ثابتا به ايضا وهذا الخبر بين كيفية

اسکی تفصیل یہ ہے کہ عین نماز تو قرآن سے ثابت ہے اور تمامی نماز کی اسی میں داخل ہے پس تمام کا بھی ثبوت قرآن سے لازم آیا اور اس خبر نے کیفیت اتمام کی بیان کردی

فيكون فرضا ويظهر ثمرة كونها فرضا في مسائل الاولى من تلك المسائل ان من صلى الظهر او نحوها خمسا

سو فرض ہوا اور قعدہ کی فرضیت کا فائدہ کئی مسائل میں ظاہر ہوتا ہے اول ان مسائل میں سے یہ ہے کہ جس نے ظہر کی نماز میں پانچ رکعت پڑھیں اور پانچویں

الخامسة بالسجدة ولم يقعد على رأس الرابعة تبطل فرضية صلوته وتتحول نفلا عند ابي حنيفة وابي يوسف

کرلیا اور چوتھی رکعت پر قعدہ نہ کیا تو اسکی نماز فرضیت باطل ہوکر امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک نفل ہوجاتی ہے

وعند محمد تبطل فرضيتها وتخرج من كونها صلوة وكذا لو لم يقعد على ثالثة المغرب او ثانية الفجر والثانية من

امام محمد کے نزدیک فرضیت باطل ہوکر نماز ہی نہ رہی اور ایسے ہی اگر نماز مغرب میں تیسری رکعت پر یا فجر کی دوسری رکعت پر قعدہ نہ کرے اور دوسرا ان مسا

تلك المسائل ان المسافر اذا اقتدى بمقيم في فائتة غير ثنائية لا يصح اقتداؤه لان القعدة الاولى فرض في حق المسافر

میں سے یہ ہے کہ مسافر اگر مقیم کا مقتدی ہو قضا نمازیں تو اسکا اقتدا صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ پہلا قعدہ مسافر کے حق میں فرض ہے نہ

دون المقيم فيكون اقتداؤه به من قبيل اقتداء المفترض بالمتنفل وهو غير جائز عندنا وانما يجوز اقتداؤه به في

مقیم کے حق میں فرض نہیں اب اسکا اقتدا ایسا ہوگیا جیسے فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کا مقتدی ہو جاوے اور یہ ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے

لان صلوته يصير اربعا باقتدائه به في الوقت لا بعده والثالثة من تلك المسائل ان المصلي بعد القعود قدر

اسلئے کہ مسافر کی نماز اس سبب اقتدا کی وقت میں رباعی ہو جاتی ہے وقت کے بعد نہیں ہوتی تیسرا ان مسائل میں سے یہ ہے کہ مصلی کو بعد قعدہ بقدر تشہد کے

في اخر الصلوة لو تذكر سجدة التلاوة وسجدها ارتفع القعدة حتى لو لم يقعد قدر التشهد بعد ما سجد

آخر نماز میں اگر سجدہ تلاوت کا یاد آیا اور اس نے وہ سجدہ کیا تو وہ قعدہ باطل ہوگیا یہاں تک کہ اگر بعد سجدہ تلاوت کی بقدر تشہد قعدہ نہ کریگا

تفسد صلوته لفوات ما هو فرض منها وهو القعدة الاخيرة والرابعة من تلك المسائل ان المصلي اذا نام في

تو اسکی نماز بسبب فوت ہونے ایک رکن نماز یعنی قعدہ اخیرہ کی فاسد ہو جاوے گی اور چوتھا ان مسائل میں سے یہ ہے کہ اگر مصلی تمام قعدہ اخیر میں سوتا رہا

الاخيرة كلها فبعد انتباهه يفرض عليه ان يقعد قدر التشهد وان لم يقعد تفسد صلوته لان ما حصل من

تو جب وہ جاگے اس پر فرض ہے کہ بقدر تشہد کی قعدہ کرے اگر نہیں کریگا تو نماز فاسد ہو جاویگی اسواسطے کہ جو

الافعال في الصلوٰة حالة النوم لا تعتبر لصدورها من غير اختيار فكون وجودها كعدمها وهذه المسئلة يكثر
افعال نماز میں سوتی ہوئی اوسکی میں اونکا اعتبار نہیں ہی کیونکہ وہ بلا اختیار ہوتی ہیں اونکا ہونا نہ ہونا برابر ہی اور یہہ مسئلہ اکثر واقع ہوتا ہی خاص کر

وقوعها لاسيما في التراويح وخصوصا في ليالي الصيف لكن الناس عنها غافلون يسر الله تعالى عملا موافقا لرضائه
تراویح میں اور وہ بھی علی الخصوص جو گرمیوں کی شب میں ہوتی ہیں لیکن لوگ اس سی غافل ہیں الٰہی ہمیں آسان کر عمل اپنی رضامندی کی موافق

بلطفه وكرمه

المجلس الثالث والخمسون في بيان فضيلة الصلوٰة الخمس وكونها

اپنی لطف اور کرم سی — ترپن مجلس — پنجگانہ نماز کی فضیلت میں اور نماز کا

كفارة للذنوب قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ارأيتم لو ان نهرا بباب احدكم يغتسل فيه كل يوم
کفارہ ہونا واسطی گناہوں کی — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا — بتاؤ تو اگر تم میں سی کسیکی دروازہ آگی نہر بہتی ہو وہ ہر روز اوسمیں

خمسا هل يبقى من درنه شئ قالوا لا قال فذلك مثل الصلوٰت الخمس يمحو الله بهن الخطايا هذا الحديث من
پانچ دفعہ نہایا کری — کیا اوسپر کچھ میل باقی رہیگا عرض کیا نہیں آپ نی فرمایا پس یہہ مثل پنجگانہ نمازوں کی ہی اللہ تعالیٰ ان نمازوں سی خطایا کو مٹا دیتا ہی یہہ حدیث

صحاح المصابيح رواه ابو هريرة وقد بين فيه ان من صلى الصلوٰت الخمس يغفر الله تعالى ذنوبه ببركات تلك الصلوٰة
مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اور اسمیں بیان ہی جو کہ پنجگانہ نماز پڑھتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اوسکی تمام گناہ ان نمازوں کی برکت سی بخشدیتا ہی

فلا بد للمؤمن ان يداوم عليها في اوقاتها باتمام ركوعها وسجودها وسائر ما يفعل فيها فانه تعالى وان امر
سو مؤمن کو لازم ہی کہ نمازوں کو وقتوں پر رکوع اور سجود کو اور تمام ارکان کو جو نماز کی اندر ہیں پورا پورا کرکر مداومت رکھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نی اپنی کتاب میں اگرچہ نماز کا

بها في مواضع من كتابه لكن ذكر اركانها فيها متفرقة حيث بين فرضية تكبيرة الافتتاح بقوله تعالى في سورة المدثر
کئی جگہ امر فرمایا پر اوسکی ارکان کو متفرق ذکر کیا ہی چنانچہ تکبیر تحریمہ کی فرضیت سورہ مدثر کی اس آیت میں

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وفرضية القيام بقوله تعالى في سورة البقرة وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ وفرضية القراءة بقوله تعالى في
اور اپنی رب کی بڑائی بول اور قیام کی فرضیت سورۂ بقرہ کی اس آیت میں — اور کھڑی رہو اللہ کی آگی ادب سی اور قراءت کی فرضیت سورۂ

سورة المزمل فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وفرضية الركوع والسجود بقوله تعالى في سورة الحج يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
مزمل کی اس آیت میں پس پڑھو جتنا آسان ہو قرآن سی اور رکوع اور سجود کی فرضیت سورۂ حج کی اس آیت میں ہی — ای ایمان والو

ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وانما عرف الترتيب بتعليم النبي عليه السلام تارة بفعله وتارة بقوله على ما بينه العلماء
رکوع کرو اور سجدہ کرو — اور ترتیب — صرف نبی علیہ السلام کی تعلیم سی معلوم ہوئی ہی کبھی تو آپ کی کرنی سی اور کبھی آپ کی بتانی سی چنانچہ علماء نی

في كتبهم وقالوا من يريد الدخول في الصلوٰة يكبر ويقول الله اكبر من غير ادخال المد في همزة الله وهمزة اكبر
اپنی کتابوں میں بیان کیا ہی اور علماء کہتی ہیں جو شخص نماز شروع کیا چاہی تکبیر اس طور کہی اللہ اکبر — اللہ کی ہمزہ پر اور اکبر کی — ہمزہ اور بار پر مد نہ کھینچی

وبائه اذ لو حصل المد في احدى الهمزتين لا يصير شارعا في الصلوٰة بل لو وقع في اثنائها تفسد صلوٰته ولو تعمده
اسواسطی کہ اگر دونوں ہمزوں میں سی کسی پر مد پیدا ہوگا تو نماز شروع ہوگی — بلکہ اگر مد نماز کی بیچ کسی تکبیر پر آجاویگا تو نماز فاسد ہوجاویگی اور اگر جان

يكفر لانه يصير استفهاما ومقتضاه الشك في كبرياء الله تعالى وقيل ان كان لا يميز بين المد وغيره يكون شارعا
کر کافر ہوجاویگا اسواسطی کہ کلام استفہامی ہوجاویگی اور اسکا مصول اللہ تعالیٰ کی بڑائی میں شک — پیدا کریگا اور کوئی کہتا ہی اگر اوسکو مد اور بے مد میں تمیز نہیں ہی تو نماز شروع ہوجاتی

في الصلوٰة ولا تفسد لو وقع في اثنائها والاستفهام يحتمل ان يكون للتقرير لكن الاول اصح لان مثل هذا الجهل لا يصح
اور فاسد نہیں ہوتی اگرچہ بیچ میں آجاوی — اور استفہام میں احتمال ہی کہ تقریر کی واسطی ہو — لیکن روایت اول اصح ہی اسواسطی کہ ایسی جہالت کا عذر ہونا صحیح

ان يكون عذرا والتقرير المستفاد من الاستفهام معناه حمل المخاطب على الاقرار بما يعرفه والانسان لا يصلح ان يحمل
کی اور تقریر جو استفہام سی حاصل ہوتی ہی اوس سی یہہ مراد ہی کہ مخاطب کو اپنی معلوم کی اقرار پر برانگیختہ کری اور انسان میں یہہ صلاحیت نہیں کہ

بنفسه على الاقرار بأن الله تعالى اكبر ولو وقع المد في باء اكبار بزيادة الالف الممال بين الباء والراء

یہی ذات کو اس اقرار پر برانگیختہ کرنی کہ اللہ بڑا ہی اور اگر مد اکبر کی بار پر پہیدا ہوگا کہ وہ اکبار کہدی الف کو مالہ کر کر درمیان باء اور راء کی بڑا کر

لا يصير شارعا في الصلوٰة ايضا ولو وقع في اثنائها تفسد اذ قيل انه اسم من اسماء الشيطٰن وقيل انه

تو بھی نماز شروع نہوگی اور اگر بیچ میں آجاویگا تو نماز فاسد ہوجاتیگی اسلئے کہ کہتے ہیں کہ یہ نام شیطان کی ناموں میں سے ہی اور کوئی کہتا ہی کہ یہ جمع ہی

بفتحتين وهو الطبل وقيل يصير شارعا في الصلوٰة ولا تفسد لو وقع في اثنائها لانه اشباع والاول اصح لان

دوسری نقارہ کو کہتی ہیں اور بعضی کہتی ہیں نماز شروع ہوجاتی ہی اور فاسد نہیں ہوتی اگرچہ بیچ میں آجاوی اسلئے کہ یہ اشباع ہی اور پہلا اصح

الاشباع انما يكون في الآخر لا في الوسط ومحل التكبير القيام المحض حتى لو ادرك الامام في الركوع وكبر حال الانحناء

اسلئے کہ اشباع آخر کلمہ میں ہوتا ہی بیچ میں نہیں ہوتا اور تکبیر کہنی کا محل خالص قیام ہی یہاں تک کہ اگر امام کو رکوع میں پایا اور جھکتی ہوئی اللہ اکبر کہتا ہے

لا يصير شارعا في الصلوٰة لان شرط الشروع فيها وقوع التكبير في محض القيام ولو قال في القيام الله وفي الركوع

تو نماز شروع ہوگی اسواسطی کہ شرط نماز شروع ہونی کی یہی ہی کہ تکبیر خالص قیام میں واقع ہو اور اگر کھڑی ہوئی اللہ کہا اور رکوع میں اکبر کہا

اكبر لا يصير شارعا ايضا ورفع اليدين عند التكبير سنة حتى لو ترك رفعهما دائما من غير عذر ياثم ولا ياثم

تو بھی نماز شروع نہوگی اور تکبیر کی وقت دونو ہاتھ اوٹھانی سنت ہیں یہاں تک کہ اگر ہاتھ اوٹھانی ملا عذر ہمیشہ کو چھوڑدی تو گنہگار ہوگا اور گناہی گا ہی

ان تركه احيانا فعلى هذا ينبغي لمن يريد الشروع في الصلوٰة ان يرفع يديه حتى يحاذي بابهاميه شحمتي

ترک کری تو گنہگار نہیں ہوتا اس بیان کی موافق لایق ہی کہ جو نماز شروع کری اپنی دونو ہاتھ اتنی اوٹھاوی کہ دونو انگوٹھی کانوں کی لو کی برابر ہوجاویں

اذنيه ولا يضم اصابعه ولا يفرجها بل تركها على حالها قال قاضيخان ويمس بطن ابهاميه شحمتي اذنيه

اور انگلیاں کو آپسمیں ملاوی اور نہ کشادہ کری بلکہ اپنی حال پر چھوڑدی قاضیخان کہتا ہی کہ سری انگوٹھوں کی کانوں کی لو سی لگادی

ويجعل بطن كفيه نحو القبلة اكمالا للاقبال عليها وقال بعضهم يجعل بطن كل كف الى الكف الاخرى ثم يكبر و

اور ہتھیلیاں دونو ہاتھ کی قبلہ کی طرف رکھی تاکہ مواجہ قبلہ کا خوب پورا ہو اور بعضی کہتی ہیں کہ ہتھیلی ہر ایک ہاتھ کی دوسری ہتھیلی کی طرف رکھی پھر اللہ اکبر کہی اور یہ

الاصح لان في فعله معنى النفي وفي قوله الله اكبر معنى الاثبات وهو بفعله الذي هو رفع اليدين ينفي الكبر

صحیح ہی اسواسطی کہ اسکی عمل میں معنی نفی کی ہیں اور اس قول میں اللہ اکبر معنی اثبات کی ہیں سو مصلی اپنی عمل سی یعنی ہاتھ اوٹھانی سی غیر اللہ سی بڑائی کی نفی کرتا

عن غيره تعالى وبقوله اكبر يثبته له تعالى والنفي مقدم على الاثبات كما في كلمة التوحيد ولو كبر ولم يرفع يديه

اور اللہ اکبر کہہ کر اللہ کی واسطی بڑائی ثابت کرتا ہی اور نفی اثبات پر مقدم ہوتی ہی چنانچہ کلمۂ توحید میں اور اگر اللہ اکبر کہا اور ہاتھ نہ اوٹھائی

حتى فرغ من التكبير لا يرفعهما لفوات محله وان ذكره في اثناء التكبير يرفعهما لعدم فوات محله وان لم يمكنه رفعهما

اتنی کہ تکبیر کہہ چکا تو پھر نہ اوٹھاوی اسواسطی کہ اسکا محل ہوچکا اور اگر اثنا میں تکبیر کہنی ہوئی یاد آگیا تو اوٹھالی اسواسطی کہ اسکی محل باقی ہی اور اگر موضع مسنون تک اوٹھا

الى الموضع المسنون يرفعهما قدر ما يمكنه وان امكنه رفع احدهما دون الاخرى يرفعها وحدها لما روي انه

تو جہاں تک ہوسکی اوٹھاوی اور اگر ایک ہاتھ اوٹھا سکتا ہی دوسرا نہیں اوٹھا سکتا تو ایک ہی کو اوٹھاوی اسلئے کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام

قال اذا امرتكم بامر فأتوا منه ما استطعتم وان لم يمكنه رفعهما الا بالزيادة على المسنون يرفعهما لانه يأتي

جب میں تمکو کوئی کام کہوں تو اسکو اپنی مقدور بھر بجالاؤ اور اگر اوس سی دونو ہاتھ نہیں اوٹھ سکتی مگر زیادہ کی مقدار مسنون پر تو بھی اوٹھاوی اسواسطی کہ سنت

ولا يستطيع ان يمتنع عن الزيادة والمرأة ترفعهما الى منكبيها هو الصحيح لكونه استر لها واذا فرغ من

کرتا ہی اور یہ طاقت نہیں کہ زیادت سی رک رہی اور عورت اپنی دونو ہاتھ مونڈھوں تک اوٹھاوی یہی صحیح ہی اسواسطی کہ عورت کی واسطی یہی حال پردہ ہے

بطن كفه اليمنى على ظاهر كفه اليسرى ويحلق بالخنصر والابهام على الرسغ تحت سرته وهذا الوضع سنة في

پھر داہنی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر چھوٹی انگلی اور انگوٹھی کا سی پہنچی پر ناف سی نیچی حلقہ باندھ لی اور یہ ہی وضع مسنون ہی حس حس

قيام

قیام فیه ذکر مسنون واما الذی لیس کذلك فالسنة فیه الارسال کما فی قومة الرکوع وتکبیرات العیدین و
قیام میں کہ ذکر مسنون ہوتا ہے اور جو قیام ایسا نہیں ہے سو اوس میں ہاتھ چھوڑ دینا مسنون ہے جیسے کہ رکوع کے بعد قومہ میں اور عیدین کی تکبیرات میں اور
المرأة تضعهما علی صدرها لانه استر لها ثم یقول سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالی جدك ولا اله
عورت دونوں ہاتھ اپنی سینہ پر رکھے کیونکہ یہہ ہی پردہ پوش ہے پھر یہہ پڑھے پاکی یاد کرتا ہوں تیری یا الٰہی اور تیری حمد کرتا ہوں بابرکت ہے تیرا نام اور برتر ہے تیری بزرگی اور نہیں کوئی
غیرك ولا یقول وجل ثناءك لانه لم یذکر فی الاحادیث المشهورة وذکر فی الکافی انه لو سکت عنه لا یؤمر به
سوا تیرے اور نہ کہے جل ثناءک اسواسطے کہ احادیث مشہورہ میں وارد نہیں ہوا اور کافی میں یہہ مذکور ہے کہ اس کلمہ کو ترک کرے تو امر نہ کریں
ولو اتی به لا یمنع عنه ثم یقول اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ وهو تبع للقراءة دون الثناء عند ابی حنیفة ومحمد
اور اگر کہے تو منع بھی نہ کریں پھر یہہ پڑھے پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان راندہ سے اور یہہ عبارت ہمراہ قرأت کی ہے ثنا کی مانند نہیں ہے نزدیک ابوحنیفہ اور محمد
حتی یاتی به المسبوق دون المؤتم ثم یقول بسم الله الرحمن الرحیم وهو سنة فی اول کل رکعة فی روایة ابی یوسف
یہاں تک کہ مسبوق تو پڑھے مؤتم نہ پڑھے پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے اور بسم اللہ ہر رکعت کی اول میں مسنون ہے ابو یوسف کی روایت میں
ثم یقرء الفاتحة ویقول فی اٰخرها اٰمین ثم یضم الیها سورة او ثلث اٰیات من ای سورة شاء فان قرأ معها اٰیة قصیرة
اور حنیفہ سے اور اوسکو مقتدی نہ پڑھے پھر سورۂ فاتحہ پڑھے اور اوسکی آخر میں آمین کہے پھر اوسکی ساتھ کوئی سورہ ضم کرے یا تین آیتیں جس سورت میں سے چاہے پس اگر سورۂ فاتحہ کی ساتھ
او اٰیتین قصیرتین لا یخرج عن الکراهة التحریمیة لترکه الواجب لان الواجب فی الرکعتین الاولیین بعد قراءة
ایک چھوٹی یا دو آیتیں چھوٹی پڑھے تو کراہت تحریمی سے خالی نہیں ہے اسلئے کہ واجب ترک کیا اسواسطے کہ واجب دونوں پہلی رکعت میں بعد پڑھنے
الفاتحة ان یضم الیها سورة او ثلث اٰیات قصار او اٰیة طویلة تعدل ثلث اٰیات قصار فهذا یخرج عن الکراهة
سورۂ فاتحہ کی یہہ ہے کہ اوسکی ساتھ کوئی سورہ یا تین آیتیں چھوٹی یا ایک آیت اتنی بڑی جو چھوٹی تین آیت کے برابر ہو ملادے سو اتنی مقدار میں کراہت تحریمی سے تو
التحریمیة لکن لا یدخل فی حد السنة بل یدخل فی الکراهة التنزیهیة لانه لا یخلو اما ان یکون فی السفر او الحضر
بچ جاتا ہے پر حد مسنون پر نہیں پہنچتا بلکہ کراہت تنزیہی میں آجاتا ہے اسلئے کہ اس حال سے خالی نہیں کہ وہ مسافر ہوگا یا مقیم
فان کان فی السفر ففی حال الضرورة من خوف او عجلة یقرء بفاتحة الکتاب وای سورة شاء او مقدار سورة
اگر مسافر ہے تو ضرورت کے وقت خوف سے یا شتابی سے سورۂ فاتحہ پڑھے اور ایک اور سورۃ جونسی چاہے یا برابر کسی سورۃ کی
من ای محل تیسر وفی حال الاختیار وعدم الضرورة یقرأ فی صلوٰة الفجر مع الفاتحة سورة البروج ونحوها وفی الظهر
جس جگہہ سے آسان ہو اور اختیار کے وقت جب ضرورت نہو تو فجر کی نماز میں بعد سورۂ فاتحہ کے سورۂ بروج اور اسکی مانند اور ظہر میں بھی
کذلك وفی العصر والعشاء دون ذلك وفی المغرب یقرأ بالقصار جدا کالعصر والکوثر وان کان فی الحضر وخاف
ایسی ہی اور عصر اور عشاء میں اس سے کچھ کم اور مغرب میں بہت چھوٹی سورتیں جیسی سورۂ عصر اور کوثر پڑھے اور اگر مقیم ہے اور وقت کی
فوت الوقت یقرأ قدر ما لا یفوته الصلوٰة وان لم یخف فوت الوقت یقرأ فی صلوٰة الفجر فی الرکعتین اربعین اٰیة
فوت ہونے کا خوف ہو تو اتنا پڑھے کہ اوسکی نماز فوت نہو جاوے اور اگر وقت کی جانے کا خوف نہیں تو فجر کی نماز کی دونوں رکعت میں چالیس آیتیں پڑھے
وهو ادنی السنة او ستین اٰیة وهو اوسطها او مائة وهو اعلاها لما روی انه علیه الصلوٰة والسلام کان یقرأ
اور یہہ ادنی درجہ سنت کا ہے یا ساٹھ آیتیں اور یہہ بیچکا درجہ سنت کا ہے یا سو آیتیں اور یہہ اعلی درجہ سنت کا ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
فی صلوٰة الفجر اربعین اٰیة او ستین اٰیة او مائة اٰیة واحیانا کان یقرأ والصّٰفّٰت واحیانا کان یقرء سورة
فجر کی نماز میں چالیس آیتیں یا ساٹھ آیتیں یا سو آیتیں پڑھا کرتی تھے اور بعضی دفعہ سورۂ والصافات اور بعضی دفعہ سورۂ ق پڑھتے
ق وقد کان ابن عمر قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یامرنا بالتخفیف ویؤمنا بالصافات فعلم من هذا ان
اور ثابت ہو چکا ہے کہ ابن عمر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو قرأت میں تخفیف کی لئے فرماتی اور امامت کی وقت والصافات پڑھتے تو اس سے معلوم ہوا

قراءة الصافات من باب التخفيف فاذا فرغ من القراءة يكبر للركوع مع الانحطاط فلو لم يكبر حال الانحطاط

کو صافات کا پڑھنا تخفیف میں داخل ہی پھر جب مصلی قراءت سی فارغ ہو چکا تو رکوع کی لئی جھکتی ہوئی تکبیر کہی اور جھکتی ہوئی تکبیر رہ گئی

لا يكبر في الركوع لفوات محله وقد ذكر في المنية ان في اتيان اذكار المشروعة في الانتقالات بعد تمام الانتقال

تو رکوع میں جا کر تکبیر نہ کہی اس واسطی کہ اوسکا محل فوت ہو گیا اور منیہ میں مذکور ہی کہ جو اذکار انتقالات کی اندر مشروع ہیں انکو بعد انتقالات کی ادا کرنی میں

كراهتين تركها عن موضعها وتحصيلها في غير موضعها وبعد التكبير يضع يديه على ركبتيه مع تفريجها

دو کراہت ہیں ایک تو انکو اپنی جگہ سی ٹال دینا اور دوسری غیر جگہ ادا کرنا اور تکبیر کی بعد دونو ہاتھ دونو گھٹنوں پر اونگلیاں کشادہ کر کی رکھی

ولا يندب تفريج الاصابع الا في هذه الحالة ويبسط ظهره بحيث لو وضع على ظهره قدح مملو بالماء لاستقر

اور اونگلیوں کا کشادہ کرنا سوا اس جگہ کی کہیں مستحب نہیں ہی اور کمر کو ایسی ہموار کردی کہ اگر اوسکی پیٹھ پر پیالہ پانی کا بھرا ہوا رکھدیں تو ٹھیرا رکھا رہی

ويسوي رأسه بظهره ولا يرفعه كالحية ولا ينكسه كالخنزير ويقول في ركوعه سبحان ربي العظيم ثلث

اور سر کو کمر کی برابر کردی نہ اونچا کری سانپ کی مانند اور نہ نیچا جھکا دی سور کی مثال اور رکوع کی اندر سبحان ربی العظیم تین بار کہی

مرات وذلك ادنى كمال السنة ويكره ان ينقص منها وان زاد عليها فهو افضل ان كان منفردا وكان

اور یہ کمال سنت کا ادنی درجہ ہی اس سی کم کرنا مکروہ ہی اور اگر تین بار سی زیادہ کہی تو افضل ہی اگر منفرد یعنی تنہا پڑھتا ہو اور

اتمامه على وتر ثم يرفع راسه قائلا سمع الله لمن حمده واذا استوى قائما يقول في القيام ربنا لك الحمد

عدد طاق پر پورا کری پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا سر اوٹھا دی اور جب سیدھا کھڑا ہو جاوی تو قیام میں ربنا لک الحمد کہی

ان كان منفردا ثم يكبر للسجود مع الانحطاط وان لم يكبر حال الانحطاط لا يكبر في السجدة لفوات محله ثم

اگر مصلی منفرد ہو پھر سجدہ کی لئی جھکتا ہوا تکبیر کہی اور اگر اتفاقا جھکتی وقت تکبیر رہ گئی تو سجدہ میں جا کر نہ کہی اس واسطی کہ اوسکا محل ہو لیا پھر

يضع يديه على الارض مع ضم اصابعه ولا يندب ضم الاصابع الا في هذه الحالة ثم يضع وجهه بين كفيه

اپنے دونو ہاتھ اونگلیاں ملا کر زمین پر رکھی اور اونگلیوں کا ملانا سوا اس محل کی کہیں مستحب نہیں ہی پھر اپنی پیشانی دونو ہاتھوں کی بیچ میں

بحيث يكون ابهاماه حذاء اذنيه ويبدي ضبعيه الا في الازدحام ويجافي بطنه عن فخذيه ويوجه اصابع

اسطور پر رکھی کہ اوسکی دونو انگوٹھی کانوں کی برابر رہیں اور دونو پہلو کو ظاہر کر دی اگر انبوہ نہو اور اپنی پیٹ کو دونو رانوں سی الگ رکھی اور پاؤں کی اونگلیاں

رجليه نحو القبلة ويقول في سجوده سبحان ربي الاعلى ثلث مرات وذلك ادنى كمال السنة حتى يكره

قبلہ کی طرف رکھی اور سجدہ کی اندر سبحان ربی الاعلی تین مرتبہ کہی اور یہ کمال سنت کا ادنی درجہ ہی یہاں تک کہ اس سی کم کرنا مکروہ ہی

ان ينقص منها وان زاد عليها فهو افضل ان كان منفردا وكان اتمامه على وتر والمرأة في السجود كالرجل الا انها

اور اگر اس سی زیادہ کہی تو افضل ہی اگر مصلی منفرد ہو اور اتمام اسکا عدد طاق پر ہو اور عورت سجدہ کرنی میں مثل مرد کی ہی پر اتنا فرق ہی

لا تبدي ضبعيها ولا تجافي بطنها عن فخذيها بل تلزق بطنها بفخذيها لكونه استر لها وتمام السجدة يكون

کہ عورت اپنی پہلو کو ظاہر نہ کری اور نہ پیٹ کو رانوں سی جدا رکھی بلکہ اپنی پیٹ کو رانوں سی ملا رکھی کیونکہ یہ زیادہ پردہ پوش ہی اور پورا ہونا سجدہ کا

بوضع الجبهة والانف ويكره باحدهما وكذا يكره السجود على كور عمامته ان كان كورها متصلا بالجبهة

پیشانی اور ناک دونو کی ٹکانی پر ہی ایک پر مکروہ ہی اور ایسا ہی سجدہ پگڑی کی پیچ پر مکروہ ہی اگر پیچ پگڑی کا پیشانی پر آیا ہوا ہو

ولم يكن غليظا بحيث يوجد حجم الارض ولو لم يكن متصلا بجبهته بل كان فوق الجبهة او كان غليظا بحيث لا يوجد

اور موٹا نہو ایسا کہ زمین کی سختی محسوس ہوتی ہو اور اگر وہ پیچ پیشانی پر نہو بلکہ پیشانی سی اوپر ہو یا اتنا موٹا ہو کہ زمین کی

فيه حجم الارض لا يجوز وكذا لا يجوز السجود على كل شئ لا يوجد فيه حجم الارض كالقطن المحلوج والثلج والدخن

سختی اسمیں معلوم نہوتی ہو تو سجدہ جایز نہیں ہی اور ایسی ہی سجدہ ایسی ہر شی پر جایز نہیں ہی جسمیں سختی زمین کی محسوس نہو جیسی دھنی ہوئی روئی اور برف اور جینا

ونحو ذلك لعدم استقرار الجبهة على الارض وما يتصل بها ووضع اليدين والركبتين على الارض في السجدة ليس

درست نہ ہوگی کیونکہ پیشانی زمین پر یا جو زمین کی شل ہو نہیں ٹھہرتی اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنوں کا زمین پر رکھنا سجدہ میں فرض نہیں

بفرض بل هو سنة واما وضع القدمين فقد ذكر القدوري والكرخي والخصاف انه فرض حتى لو سجد ولم يضع قدميه

ہے بلکہ سنت ہے اور دونوں پاؤں کا رکھنا سو قدوری اور کرخی اور خصاف کہتے ہیں کہ فرض ہے یہاں تک کہ اگر سجدہ تو کیا اور دونوں پاؤں

او احدهما على الارض بل رفعهما عن الارض لا يجوز ولو وضع احدهما يجوز لكن يكره وذكر التمرتاشي ان وضع اليدين

یا ایک پاؤں زمین پر نہ لگایا بلکہ دونوں کو زمین سے اوٹھا لیا تو جائز نہیں ہے اور اگر ایک پاؤں ہی لگائے رکھا تو جائز ہے مگر مکروہ اور تمرتاشی کہتا ہے رکھنا دونوں ہاتھ کا

والقدمين سواء في عدم الفرضية وقال اكمل الدين في شرح الهداية هو الحق وذكر في شرح المنية انه بعيد عن الحق

اور دونوں پاؤں کا فرض نہ ہونے میں برابر ہیں اور اکمل الدین شرح ہدایہ میں کہتا ہے یہی حق ہے اور شرح منیہ میں یوں مذکور ہے کہ یہ حق سے بعید ہے

والمراد بوضع القدمين على ما ذكر في الخلاصة وضع اصابعهما والمراد بوضع الاصابع توجيهها نحو القبلة ليكون الاعتماد

اور دونوں پاؤں رکھنے سے موافق بیان خلاصہ کے پاؤں کی انگلیوں کا لگانا مراد ہے اور مراد انگلیوں کے رکھنے سے انگلیوں کا متوجہ رکھنا قبلہ کی طرف ہے تاکہ اون پر سہارا رہے

عليها حتى لو وضع ظهر القدمين ولم يوجه اصابعهما او احدهما نحو القبلة لا يصح سجوده وهذا مما يجب حفظه

یہاں تک کہ اگر پشت دونوں پاؤں کی زمین پر رکھی اور انگلیاں دونوں پاؤں کی یا ایک پاؤں کی قبلہ کی طرف نہ رکھیں تو اوسکا سجدہ صحیح نہیں ہے اسکا لحاظ واجب ہے

واكثر الناس عنه غافلون ثم يرفع رأسه مكبرا ويقعد ويضع يديه على فخذيه فاذا اطمأن جالسا وسكن

اور اکثر لوگ اس امر سے غفلت کرتے ہیں پھر تکبیر کہتے ہوئے سر اوٹھا کر بیٹھ جاوے اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے جب بیٹھے ہوئے مطمئن ہو جاوے اور حرکت اعضا کی

اضطراب اعضائه بان مكث مقدار تسبيحة يكبر ويسجد سجدة ثانية كالسجدة الاولى واختلفوا في مقدار

باقی رہے اس طور کہ بمقدار ایک تسبیح کے رہا گذر جاوے تو تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ پہلے سجدہ کی طرح کرے اور اس میں اختلاف ہے

الرفع من السجدة الاولى للسجدة الثانية والاصح على ما ذكر في الهداية انه ان كان الى السجدة اقرب لا يجوز لانه لا يعد

کہ پہلے سجدہ سے دوسرے سجدہ کے واسطے کس قدر اٹھے اور اصح روایت موافق بیان ہدایہ کے یہ ہے کہ اگر سجدہ سے قریب ہے تو سجدہ ثانی جائز نہیں ہے اسلیے کہ جالس

جالسا فلا يتحقق السجدة الثانية بل يصير كانه سجد سجدة واحدة وان كان الى الجلوس اقرب يجوز لانه يعد

میں شمار کیا جاتا سو سجدہ دوسرا ثابت نہیں ہوا بلکہ ایسا ہے گویا ایک ہی سجدہ کیا ہے اور اگر جلوس سے قریب ہے تو جائز ہے اسلیے کہ اب بیٹھا ہوا

جالسا فتتحقق السجدة الثانية وقيل اذا رفع رأسه مقدار ما تمر الريح بين جبهته والارض يجوز لكن الاقتصار عليه

شمار کیا جاتا ہے سو دوسرا سجدہ ثابت ہو جاتا ہے اور کوئی کہتا ہے اگر مصلی نے سر اس قدر اوٹھایا کہ ہوا اوسکی پیشانی اور زمین کی بیچ میں کو گذر جاوے تو جائز ہے مگر اسی پر کفایت کر لینا

يكره اشد الكراهة لمخالفته ما واظب النبي عليه الصلوة والسلام مدة حيوته واذا فرغ من السجدة الثانية يكبر

سخت مکروہ ہے اسواسطے کہ یہ ایسے امر کی مخالفت ہے جسکو نبی علیہ الصلوۃ والسلام زندگی بھر کرتے رہے اور جب دوسرے سجدہ سے فارغ ہو چکے تو تکبیر کہے

ويقوم مستويا ولا يعتمد بيديه على الارض من غير عذر بل يعتمد على ركبتيه ويفعل في الركعة الثانية كما فعل في

اور سیدھا کھڑا ہو جاوے اور بدون عذر کے اپنے ہاتھوں کا زمین پر سہارا نہ دے بلکہ اپنے گھٹنوں پر سہارا کر کر کھڑا ہو جاوے اور دوسری رکعت میں وہی عمل کرے جو اول

الركعة الاولى الا انه لا يستفتح ولا يتعوذ ولا يرفع يديه فاذا اتمها ورفع رأسه من سجدتها الثانية يفترش رجله اليسرى

رکعت میں کر چکا ہے اتنا فرق ہے کہ تکبیر تحریمہ نہ کہے اور اعوذ اور ثنا نہ پڑھے اور نہ ہاتھ اوٹھاوے جب دوسری رکعت پوری کر چکے اور اوسکی دوسری سجدہ سے اوٹھے تو بایاں پاؤں بچھا کر

ويجلس عليها وينصب رجله اليمنى ويوجه اصابعه نحو القبلة ويضع يديه على فخذيه ويبسط اصابعه ويوجهها

اوسپر بیٹھ جاوے اور داہنا پاؤں کھڑا رکھے اور اسکی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھے اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھدے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو پھیلا کر قبلہ کی طرف کردے

نحو القبلة لان السنة توجيه الاعضاء الى القبلة ما استطاع والمرأة تتورك بان تخرج رجليها من جانب الايمن

اسلیے کہ تمام اعضا کا قبلہ کی طرف جہاں تک ہو سکے متوجہ کرنا طریق مسنون ہے اور عورت سرین کے بل بیٹھے کہ دونوں پاؤں داہنی طرف کو نکال کر

ويجلس على اليتها اليسرى لانه استر لها ثم يتشهد ويقول التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها

النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان

محمدا عبده ورسوله ثم ان كان ما يصلي فرضا زائدا على الركعتين لا يزيد على هذا القدر من التشهد

في القعدة الاولى بل يكبر ويقوم الى الركعة الثالثة بلا اعتماد بيديه على الارض ان لم يكن له عذر ثم

انه في ما بعد الاوليين متخير ان شاء قرء الفاتحة فقط وهو افضل لكون قراءتها فيما بعد الاوليين

سنة في ظاهر الرواية حتى لو تركها او ضم اليها سورة سهوا لا يلزمه سجود السهو وان شاء سبح ثلث

مرات وان شاء سكت مقدارها الا انه ان سكت عمدا يكون مسيئا لترك السنة وان لم يكن ما يصليه

فرضا بان كان نفلا او سنة مؤكدة مثل سنة الظهر والجمعة لا يكون مخيرا بين هذه الثلثة بل تتعين عليه

قراءة الفاتحة مع ضم سورة اليها لكون القراءة فرضا في جميع ركعات النفل والسنة ثم انه في النفل يزيد على

التشهد بان يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم في القعدة الاولى ويأتي بالثناء والتعوذ اذا قام الى الثالثة لكون

كل شفع صلوة على حدة واما سنة الظهر والجمعة فلا يكون كل منهما صلوة على حدة لا يأتي فيهما بالثناء والتعوذ

اذا قام الى الثالثة ولا يزيد على التشهد في القعدة الاولى حتى ذكر في القنية انه لو صلى على النبي صلى الله عليه وسلم

في القعدة الاولى من سنة الظهر ففي وجوب سجود السهو قولان ثم انه يقعد في القعدة الاخيرة كما يقعد في

الاولى ويتشهد وبعد التشهد يصلي على النبي عليه الصلوة والسلام فيقول اللهم صل على محمد وعلى ال محمد كما

على ابراهيم وعلى ال ابراهيم انك حميد مجيد ثم يستغفر لنفسه ولوالديه ان كانا مؤمنين ولجميع المؤمنين

ويقول اللهم اغفرلي ولوالدي ولجميع المؤمنين والمؤمنات يوم يقوم الحساب ويدعو بالدعوات المأثورة

النبی علیه الصلوة والسلام ومایشبه الفاظ القران مثل ان یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاٰخرة
مروی ہین اور جوکہ قرآن کی الفاظ سی ملتی ہون جیسی یہہ دعا ای رب ہمارے دی ہمکو دنیا مین خوبی اور آخرت مین
حسنة وقنا عذاب النار ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت
خوبی اور بچا ہمکو دوزخکی عذاب سی ای رب ہماری دل نہ پہیر جب ہمکو ہدایت دی چکا اور دی ہمکو اپنی ان سی مہربانی توہی سب دینی والا
الوهاب ونحو ذلك فانه اذا قصد بها الدعاء لا القراءة تکون الفاظ مشبهة بالفاظ القران ولایکون
اور مانند اسکی کیونکہ مصلی اگر ان آیات کو دعا کی نیت سی پڑہیگا اور قرات کا ارادہ نہو تو یہہ الفاظ مشابہ قرآن کی ہونگی قرآن نہونگی
قراٰنا حتی یجوز الدعاء بها مع الجنابة والحیض ولایدعو بمایشبه کلام الناس وهو مالایستحیل طلبه منهم
یہان تک کہ ان الفاظ سی جنابت اور حیض مین دعا مانگنی درست ہی اور ایسی دعا نہ مانگی جو آدمیون کی گفتگو سی ملتی ہو یعنی جسکا طلب کرنا دوسری سی محال نہو
مثل ان یقول اللهم اعطنی مالا اللهم ارزقنی جاریة اللهم زوجنی امراة فانه اذا دعی بها تکون صلوته ناقصة
جیسی یہہ کہنی لگی الٰہی مجکو مال دی الٰہی مجکو لونڈی دی الٰہی عورت سی میرا بیاہ کردی پس مصلی اگر ایسی دعا مانگیگا تو اوسکی نماز ناقص ہوگی
لخروجه منها بدون السلام الذی هو واجب فاذا فرغ من الادعیة التی بعد التشهد یسلم اولا عن یمینه وثانیا عن
اسلئی کہ نماز سی بدون سلام کی جوکہ واجب تہا باہر آیا پہر جب اون دعاؤن سی جو تشہد کی بعد ہین فارغ ہوا تو سلام پہیری پہلی داہنی طرف اور دوسری بار
یساره ویقول فی کل واحد منهما السلام علیکم ورحمة الله ولایقول فی واحد منهما وبرکته فانه من عادة الجهال
بائین طرف اور ہریک مین یہہ کہی السلام علیکم ورحمة الله اور برکاته دونون مین سی کسی مین نہ کہی کیونکہ یہہ جاہلون کی عادت ہی
ولو سلم عن یساره اولا یسلم عن یمینه مالم یتکلم ولایعید السلام عن یساره ولو سلم تلقاء وجهه یسلم عن یساره
اور اگر بائین طرف پہلی سلام پہیردیا تو داہنی طرف بولنی سی پہلی سلام پہیری اور بائین طرف دوبارہ نہ پہیری اور اگر سلام سامنی چہرہ کی کیا تو فقط بائین طرف پہیری
وهو مروی عن علی کما ذکره الزیلعی فی شرح الکنز وینوی المنفرد فی خطاب علیکم جمیع من معه من الملئکة ولا
یہہ روایت حضرت علی سی ہی زیلعی نی شرح کنز میں مذکور کیا ہی اور منفرد مصلی علیکم کی خطاب مین اپنی ساتہ کی تمام فرشتون کی نیت کری اور
ینوی عددا محصورا فیهم لاختلاف الاخبار فی عددهم فقیل مع کل مؤمن خمسة من الملئکة وقیل ستون
کسی عدد معین کی نیت نہ کری اسلئی کہ فرشتون کی عدد مین مختلف خبرین آئی ہین کوئی کہتا ہی ہر مؤمن کی ساتہ پانچ فرشتی ہین کوئی کہتا ہی ساٹہہ ہین
وقیل مائة وستون وقیل اثنان وقیل غیر ذلك واصح الاقاویل انهم خمسة واحد عن یمینه یکتب الحسنات
اور کوئی کہتا ہی ایک سو ساٹہ ہین کوئی کہتا ہی دو ہین کوئی کچہ اور کہتا ہی سب مین صحیح قول یہہ ہی کہ پانچ ہین ایک داہنی طرف جو حسنات لکہتا ہی
وواحد عن یساره یکتب السیئات وواحد امامه یلقنه الخیرات وواحد وراءه یرفع عنه المکاره وواحد عند
اور ایک بائین طرف جو برائیان لکہتا ہی ایک سامنی جو خیرات کی تلقین کرتا ہی اور ایک پیچہی جو ایذا کو دور کرتا ہی اور ایک
ناصیته یکتب مایصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم ویبلغه ومما ینبغی للمصلی بطریق الادب ان یکون نظره فی حال
پیشانی کی پاس جو درود کو لکہتا ہی اور نبی علیه السلام کی روبرو پہنچاتا ہی اور مصلی کو بطریق آداب کی لایق یہہ ہی کہ قیام کی حالت مین اپنی نگاہ
قیامه الی موضع سجوده وفی رکوعه الی ظهر قدمیه وفی حال سجوده الی ارنبة انفه وفی حالة قعوده الی حجره وهو
سجدہ کی جگہہ پر رکہی اور رکوع کی حالت مین پاؤن کی پشت پر اور سجدہ کی اندر ناک کی پہنسپر اور حالت قعود مین اپنی گود پر جہان
مایکون علی مجمع فخذیه من ثوبه وعند التسلیمة الاولی الی منکبه الایمن وعند التسلیمة الثانیة الی منکبه
دونون زانو کی جوڑ پر کپڑا رہتا ہی اور پہلا سلام پہیرتی ہوئی داہنی مونڈہی پر اور دوسرا سلام پہیرتی ہوئی بائین مونڈہی پر
الایسر لان المقصود الخشوع وترك التکلف وذلك کله مقتضی الخشوع لان المصلی اذا ترك التکلف یقع بصره فی هذه
اسلئی کہ غرض انکسار ہی اور تکلف کا ترک کرنا اور یہہ تمام باتین انکسار کی ہین اسواسطی کہ مصلی جب تکلف کو دور کرتا ہی تو اوسکی نگاہ اسی ہی جگہہ

المواضع سواء قصد او لم یقصد ومما ینبغی له ایضا ان یکون ما بین قدمیه فی حال القیام قدر اربع اصابع مضمومة
پڑتی ہو برابر ہی قصد کرے یا نہ کرے اور مصلی کو یہ بھی چاہیے کہ دونوں پاؤں کے بیچ میں قیام کی وقت برابر چار ملی ہوئی انگلیوں کی فرق رکھے

ویکره له التمایل علی یمناه مرة وعلی یسراه اخری لانه من العبث المنافی للخشوع یسر نا الله عمل الخاشعین
اور مکروہ ہے کہ کبھی داہنے پاؤں پر جھکے اور کبھی بائیں پر اس سبب کہ یہہ سب عبث انکسار کی ضد ہے آسان کرے عمل خاشعین کا

المجلس الرابع والخمسون فی بیان فضیلة الجماعة وذکر الوعید فی ترکها قال رسول الله

مجلس چون جماعت کی فضیلت میں اور جماعت ترک کرنے کی وعید میں رسول اللہ

صلی الله علیه وسلم صلوة الجماعة تفضل صلوة الفذ بسبع وعشرین درجة هذا الحدیث من صحاح
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کی نماز منفرد کی نماز پر ستائیس درجہ بڑھتی ہے یہہ حدیث مصابیح کی

المصابیح رواه ابن عمر ومعناه ان الصلوة مع الجماعة تزید فی الثواب علی صلوة المنفرد بسبع وعشرین درجة
صحیح حدیثوں میں ہے ابن عمر کی روایت ہے اسکی یہہ معنی ہیں کہ جماعت کی نماز ثواب میں منفرد کی نماز پر ستائیس درجہ زیادہ ہوتی ہے

فعلی هذا ینبغی للمؤمن ان یداوم علی اداء الصلوات الخمس بالجماعة لینال الثواب الموعود فان الجماعة فیها
اس روایت کی موافق مومن کو لازم ہے کہ ہمیشہ پانچوں نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کیا کرے تاکہ ثواب وعدہ کیا ہوا پاوے کیونکہ نمازوں میں جماعت

سنة مؤکدة غایة التاکد فی قوة الواجب حتی لو ترکها اهل بلدة یجب قتالهم بالسلاح لکونها من شعایر
سنت مؤکدہ بہت تاکید ہے قریب واجب کی ہے یہاں تک کہ اگر کسی شہر کے لوگ جماعت چھوڑ دیں تو انکو ہتیاروں سے قتل کرنا واجب ہے اس لیے کہ جماعت اسلام کی

الاسلام وخصائصه التی لم تکن فی سائر الادیان وان ترکها بعض منهم بغیر عذر یجب تعزیره ولا تقبل
نشانی اور ایسی خاص عبادت ہے کہ تمام دینوں میں نہیں ہے اور اگر جماعت کو کوئی شخص بے عذر ترک کردے تو اسکو تعزیر دینی واجب ہے اور اسکی گواہی

شهادته ویاثم الجیران بالسکوت عنه والمطر والطین والبرد الشدید والظلمة الشدیدة عذر وتکرار الفقه
معتبر نہیں اور اسکے ہمسایہ گنہگار ہوتے ہیں اگر چپ کر رہیں اور مینہ اور کیچڑ کی کثرت اور جاڑے کی شدت اور اندھیری کی زیادتی عذر ہے

ومطالعة کتبه لیس بعذر وقیل عذر ان لم یکن عن تکاسل وقلة مبالاة بها ولم یواظب علی ترکها واختلف العلماء
اور فقہ کی کتابوں کا مطالعہ عذر نہیں ہے اور کوئی کہتا ہے عذر ہے اگر سستی کی ماری اور جماعت کی بے پروائی سے نہو اور ترک جماعت کی عادت نکرلی اور علما

فی اقامتها فی البیت والاصح ان اقامتها کاقامتها فی المسجد الا فی الفضیلة ومن فاتته فی مسجده لا یجب علیه الطلب
اقامت جماعت کی گھر میں اختلاف کرتے ہیں اصح مذہب یہہ ہے کہ گھر کی اندر جماعت تو ویسی ہی ہے جیسی مسجد میں پر اتنی فضیلت نہیں ہے اور جسکو جماعت اوسکی مسجد میں نہ ملیگی تو اسپر واجب نہیں

فی مسجد آخر بل ان جاء الی مسجد آخر وصلی مع الجماعة فهو حسن وان صلی فی مسجده فهو حسن وان دخل منزله
دوسری مسجد میں تلاش کرنی سو اگر اور مسجد میں گیا اور جماعت کی نماز پڑھی تو بہتر ہے اور اگر اپنی مسجد میں پڑھ لی تو بھی بہتر ہے اور اگر اپنے گھر میں جاکر

وصلی فیه باهله جماعة فهو حسن واولی الناس بالامامة اعلمهم باحکام الصلوة وان تساووا فی العلم فاقرءهم
اہل کے ساتھ جماعت سے پڑھی تو بہتر ہے اور امامت کی سب سے اولی وہ شخص ہے جو نماز کے مسائل زیادہ جانتا ہو اور اگر علم مسائل میں سب برابر ہوں تو اچھا پڑھنے والا

وان تساووا فی العلم والقراءة فاورعهم وان تساووا فی هذه الاوصاف الثلثة فاکبرهم سنا وان تساووا فی هذه الاربعة
اور اگر علم اور قرات میں برابر ہوں تو بڑا پرہیزگار اور اگر ان تینوں اوصاف میں برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو اور اگر ان چاروں اوصاف میں برابر

فاحسنهم خلقا وان تساووا فی هذه الخمسة فاحسنهم وجها وان تساووا فی هذه الستة فاشرفهم نسبا وان
تو جسکا خلق نیک ہو اور اگر ان پانچوں میں برابر ہوں تو جو خوبصورت ہو اور اگر ان چھوں وصف میں برابر ہوں تو جو نسب میں شریف ہو اور اگر

تساووا فی هذه السبعة فانظفهم ثوبا وان تساووا فی هذه الصفات کلها یقرع او یکون الخیار الی الجماعة ویکره تقدیم
ان ساتوں وصف میں برابر ہوں تو جسکی پوشاک اچھی ہو اور اگر ان تمام اوصاف میں برابر ہوں تو قرعہ ڈالیں یا جماعت والوں کو اختیار ہے اور امام کو

الفاسق کراهة تحریم لانه لایهتم لامر دینه مع ان تقدیمه للامامة تعظیم له وقد وجب اهانته شرعًا وکذا
مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وہ اپنے دین کا اہتمام نہیں کرتا باوجودیکہ اوسکا آگے بڑھانا امامت کے لیے اسمیں اوسکی تعظیم ہوتی ہے اور شرع میں اوسکی اہانت واجب ہے
یکرہ تقدیم المبتدع وهذا اذا لم یؤد بدعته الی حد الکفر واما اذا ادت الیه فلا کلام فی عدم جواز تقدیمه
بدعتی کا امام کرنا مکروہ ہے یہہ جبتک ہے کہ اوسکی بدعت حد کفر تک نہ پہنچی ہو اور اگر کفر تک پہنچی تو پھر اوسکی امامت کے ناجائز ہونے میں کچھ کلام نہیں ہے
ومن دخل المسجد ورای ان الجماعة قد قامت فانه یقوم بانقص الجانبین من الصف حتی یصیر الامام بحذاء وسط
اور جو شخص مسجد میں آیا دیکھا کہ جماعت کھڑی ہو گئی تو پھر یہہ شخص صف میں اودھر جا کھڑا ہو جدھر آدمی کم ہوں تاکہ امام صف کی بیچ میں ہو جاوے
الصف فان استویا یقوم فی الجانب الایمن والقیام فی الصف الاول افضل من الثانی وفی الثانی افضل من الثالث
اور اگر دونوں جانب برابر ہوں تو دہنی طرف جا کھڑا ہو اور پہلی صف میں کھڑا ہونا دوسری صف سے افضل ہے اور دوسری میں تیسری صف سے
هکذا الی اخر الصفوف لما روی فی الاخبار ان الله تعالی اذا انزل الرحمة علی الجماعة ینزلها اولا علی الامام ثم یتجاوز عنه
اسی طرح آخر صفوف تک اسواسطے کہ حدیثوں میں روایت ہے کہ اللہ تعالی جب جماعت پر رحمت نازل کرتا ہے تو پہلی امام پر پھر اوس سے بڑھ کر اوس
الی من یحاذیه فی الصف الاول ثم الی المیامن ثم الی المیاسر ثم الی الصف الثانی وروی انه علیه الصلوة والسلام قال یکتب
جو اوسکی سیدھ پر پہلی صف میں ہے پھر اوسکی دہنی طرف پھر بائیں طرف پھر دوسری صف پر اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اوسکی واسطی
للذی خلف الامام بحذائه مائة صلوة وللذی فی الجانب الایمن خمس وسبعون وللذی فی الجانب الایسر خمسون وللذی
جو امام کی پیچھے سیدھ پر ہوتا ہے سو نمازیں لکھی جاتی ہیں اور اوسکی لیے جو دہنی طرف ہوتا ہے پچھتر نمازیں اور اوسکی لیے جو بائیں طرف ہے پچاس نمازیں اور اوسکی لیے
فی سائر الصفوف خمس وعشرون ومن دخل المسجد ورای ان الصف الاول قد تکامل فانه لایزاحم فیه لانه ایذاء والقیام
جو اور تمام صفوں میں ہے پچیس نمازیں اور جو شخص مسجد میں آیا دیکھا کہ پہلی صف پوری ہو چکی تو یہہ شخص اوس میں نہ گھسے کیونکہ ایذا رسانی ہے اور
فی الصف الثانی خیر من الایذاء وان وجد فی الصف الاول فرجة دون الثانی یخرق الثانی اذ لاحرمة لهم لتقصیرهم وترکهم
دوسری صف میں کھڑا ہونا ایذا دینے سے بہتر ہے اور اگر پہلی صف میں جگہ باقی پاوے اور دوسری میں نہیں تو دوسری کو چیر کر چلا جاوے اسواسطے کہ اب اونکی کچھ عزت نہیں
الاتمام حیث لم یسدوا الصف الاول فان السنة اتمام الصف الاول ثم الذی یلیه فما کان من نقص فلیکن فی الصف
اونہوں نے تقصیر کی اور پورا کرنا چھوڑ دیا کہ صف اول کو پوری نہ کی کیونکہ طریق مسنون یہہ ہے کہ پہلی صف اول کو پوری بھرلیں پھر اوسکی پاس کی پھر اگر کچھ نقصان رہے تو سب سے پچھلی
الاخیر لما روی انه علیه السلام قال اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیه فما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر وروی
صف میں ہو اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا پوری کرو اگلی صف کو پھر اوسکی پاس کی کو پھر اگر نقصان باقی رہے تو چاہیے پچھلی صف میں ہو اور
عن عائشة انه علیه الصلوة والسلام قال لایزال قوم یتاخرون عن الصف الاول حتی یؤخرهم الله فی النار یعنی ان
روایت ہے عائشہ رضی سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نے فرمایا ہمیشہ آدمی صف اول سے پیچھے ہٹتی جاتی ہیں یہاں تک کہ اونکو ہٹا کر اللہ آگ میں ڈالدیتا ہے مراد یہہ ہے
التاخر عن الصف الاول تاخر عن الخیر والثواب فمن تاخر عن الخیر والثواب یتاخر عن رحمة الله تعالی وعن دخول
کہ صف اول سے ہٹ رہنا خیر اور ثواب سے ہٹ رہنا ہے پھر جو شخص خیر اور ثواب سے ہٹ رہا وہ رحمت الٰہی اور دخول جنت سے
الجنة فیلزم دخوله فی النار الا ان یغفر الله تعالی له والسنة ایضا تسویة الصفوف والتراص فیها والمقاربة بینها
ہٹ رہا اب اوسکا دوزخ میں داخل ہونا لازم آیا مگر یہ کہ اللہ اوسکو بخش دے اور صفوں کا سیدھا کرنا اور استوار کرنا اور قریب ملکر کھڑا ہونا طریق مسنون ہے
لما روی عن انس انه علیه الصلوة والسلام قال سووا صفوفکم فان تسویة الصفوف من تمام الصلوة وفی روایة
اسواسطے کہ انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا برابر کرو اپنی صفوں کو بیشک صفوں کا سیدھا کرنا تمامی نماز سے ہے اور ایک روایت میں
من اقامة الصلوة وعن النعمان بن بشیر انه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یسوی صفوفنا حتی کانما یسوی
نماز کی درستی میں سے ہے اور نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ کہتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو سیدھا کیا کرتے تھے یہاں تک کہ جیسی

القداح فرأى رجلا بادياً صدره من الصف فقال عباد الله لتسوّنّ صفوفكم او ليخالفن الله بين وجوهكم قيل المراد

تیر سیدھا کرتے ہیں پھر ایک شخص کو دیکھا کہ سینہ صف سے باہر نکلا ہوا تھا فرمایا اے بندگان الٰہی اپنی صفیں سیدھی کرو نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے بگاڑ دیگا بعض کہتے

بالوجوه القلوب بدليل قوله عليه السلام في حديث آخر ولا تختلفوا فتختلف قلوبكم فان اختلاف القلوب يفضي

ہیں دلوں سے مراد دل ہیں اس دلیل سے کہ ایک اور حدیث میں آیا ہے آگے پیچھے سو پھر تمہارے دل مختلف ہو جاوینگے بیشک دلوں کی اختلاف سے

الى اختلاف الوجوه بالاعراض بعضهم عن بعض لان تقدم الخارج عن الصف تفوق على الداخل فيه وتأخر الخارج عنه

چہرے مختلف ہو جاتے ہیں کیونکہ ہر ایک دوسرے سے منہ پھیرتا ہے اسواسطے کہ صف سے آگے بڑھنے والا صف کی برابر والے سے باہر ہو جاتا ہے اور پیچھے کو ہٹنے والا

ايذاء لمن خلفه وكلاهما سبب للبغض والعداوة فكانه عليه الصلوة والسلام قال ان لم تتفقوا في الظاهر عند قيام

پیچھے والے کو ایذا دیتا ہے اور یہ دونوں باتیں باعث بغض اور عداوت کی ہیں پس گویا سے علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ ارشاد کیا اگر تم ظاہر میں ہر وقت قایم ہونے

الصلوة بالجماعة ولم تطيعوا امر الله تعالى ورسوله فيها نقع بينكم العداوة والبغضاء وروي عن انس انه عليه

جماعت نماز کی اتفاق نہ کرو گے اور اللہ اور رسول کے حکم کی اطاعت نہ کرو گے تو تمہارے بیچ میں عداوت اور دشمنی پیدا ہو جاویگی اور انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ

السلام قال رصّوا صفوفكم وقاربوا بينها وحاذوا بالاعناق فوالذي نفسي بيده اني لارى الشيطان يدخل في خلل

السلام نے فرمایا اپنی صفیں برابر کرو اور مل کر کھڑے ہو اور گردنیں برابر رکھو قسم ہے اوسکی جسکے قبضہ میں میری جان ہے میں بیشک شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ صف کی دراڑوں میں

كانها الحذف والحذف بفتحة الحاء المهملة والذال المعجمة غنم سود صغار من غنم الحجاز فكان الشيطان يصير مدخله

گویا سیاہ بکری کا بچہ ہے اور حذف حاء بے نقطہ اور ذال بالنقطہ کی زبر سے سیاہ بکریاں چھوٹی چھوٹی حجاز کی بکریوں میں سے گویا شیطان سے ملا کرتا ہے کہ صف کی

في خلل الصف ويتوسوس على المصلين ويقطع عليهم صلوتهم ومن اتى الجماعة يكره له القيام خلف الصف وحده متى

جھاڑ میں گھس کر نمازیوں کی دل پریشان اور اونکی نماز خراب کر دی اور جو شخص جماعت میں ملے تو اوسکو صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونا مکروہ ہے جسکے صف میں

في الصف فرجة وان لم يوجد في الصف فرجة ينتظر الى الركوع فان جاء واحد يقوم احدهما في جنب الآخر بحذاء الامام

جگہ ملی اور اگر صف میں جگہ نہ ملی تو رکوع تک منتظر کھڑا رہے اگر کوئی اور آگیا تو دونوں برابر امام کی سیدھ پر کھڑے ہو جاویں

ولا يجذب واحداً من الصف الى نفسه فيقف في جنبه لكن الاولى في زماننا القيام وحده بحذاء الامام

اور بس لو صف میں سے ایک کو اپنی پاس کھینچ کر اوسکی برابر کھڑا ہو جاوے پر اس زمانہ میں اولی یہ ہے کہ تنہا امام کی سیدھ پر کھڑا ہو جاوے کیونکہ لوگوں پر

على الناس فلو جرّ احدا تفسد الصلوة ومن يصلي مع واحد يقيمه عن يمينه ولا يجوز للمقتدي ان يتقدم

اگر کسیکو پیچھے کھینچیگا تو وہ نماز فاسد کر دیگا اور جو شخص ایک کی ساتھ نماز پڑھے تو اوسکو اپنی داہنی طرف کھڑا کرے اور مقتدی کو جایز نہیں ہے کہ امام سے آگے بڑھے

والمعتبر موضع القدم حتى لو كان المقتدي اطول من امامه بحيث يقع سجوده قدام الامام لكن قدمه غير

اور اسمیں اعتبار قدم کی جگہ کا ہے یہاں تک کہ اگر مقتدی امام سے اتنا لمبا ہووے کہ اوسکا سجدہ امام سے آگے واقع ہوتا ہو پر اوسکا قدم امام کی قدم سے آگے نہ ہو

على قدم الامام يجوز والمعتبر في القدم العقب حتى لو كان عقب المقتدي غير متقدم على عقب الامام لكن قدمه

تو جایز ہے اور قدم میں ایڑی کا اعتبار ہے یہاں تک کہ اگر مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے بڑھی ہوئی نہ ہووے پر قدم مقتدی کا

اطول من قدم الامام بحيث يقع اصابعه قدام اصابع الامام يجوز وعن محمد يجعل المقتدي الواحد

امام کی قدم سے ایسا دراز ہو کہ اوسکی انگلیاں امام کی انگلیوں سے بڑھ جاتی ہیں تو جایز ہے اور امام محمد سے روایت ہے کہ اکیلا مقتدی اپنی انگلیاں

عند عقب الامام ومن يصلي مع الاثنين يتقدم عليهما وعن ابي يوسف انه يتوسطهما فلو قام الواحد خلفه

امام کی ایڑی کی پاس رکھے اور جو شخص دو مقتدیوں کی ساتھ نماز پڑھے تو وہ سے آگے بڑھ کر کھڑا ہو اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دونوں کی بیچ میں کھڑا ہو پس اگر ایک مقتدی کو

يساره يكره ولو توسط الاثنين لا يكره ولو يتوسط الاكثر يكره ومن دخل المسجد ووجد الامام في الجهر بالقراءة

بائیں طرف تو مکروہ ہے اور امام دو کی بیچ میں کھڑا ہو تو مکروہ نہیں ہے اور اگر دو سے زیادہ کی بیچ میں کھڑا ہو تو مکروہ ہے اور جو شخص مسجد میں آکر امام کو قراءت جہری پڑھتے

به ولا يأتي بالثناء بل يتبع وينصت وإن وجده في الركوع يكبر للافتتاح قائماً ثم يركع لكن إن وقع ركوعه مع رفع الإمام

وسے ایک تسبیح سے پڑھی سکے چپ رہ کر سنا کرے اور اگر امام کو رکوع میں پاوے تو تکبیر تحریمہ کھڑے ہوکر کہہ کر رکوع میں جھکے پھر رکوع اگر امام کی سر اوٹھانے ہوئے واقع ہوگا

رأسه لا يكون مدركاً لتلك الركعة بل يكون مسبوقاً لأن إدراك الركعة إنما يتحقق إذا وجد المشاركة مع الإمام

تو اسکو وہ رکعت حاصل ہوگی بلکہ اعتبار سے رکعت کی مسبوق ہوگا اس واسطے کہ رکعت کا حاصل ہونا جب ہی ہوتا ہے کہ امام کی ساتھ سارے رکوع میں

في الركوع كله أو في مقدار تسبيحة ولم توجد وإن كبّر حال كونه إلى الركوع أقرب لا يصير شارعاً في الصلاة لأن الشرط وقوع

یا مقدار ایک تسبیح کے شریک ہووے اور یہ نہ پایا گیا اور اگر تکبیر تحریمہ اس حال میں کہی کہ رکوع کے نزدیک تھا تو نماز میں شروع کرنے والا نہ ہوگا اس واسطے کہ شرط

تكبيرة الافتتاح في محض القيام ولم يوجد ومن أتى المسجد ووجد الإمام في السجدة أو القعدة يلزم أن يكبر للافتتاح

یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ خالص قیام میں ہووے سو نہیں اور جو شخص مسجد میں آیا دیکھا کہ امام سجدہ میں ہے یا قعدہ میں ہے تو لازم ہے کہ تکبیر تحریمہ قیام خالص میں کہہ کر

قائماً ثم يبادر إلى متابعة الإمام في السجدة أو القعدة وإن لم يكن تلك السجدة وتلك القعدة محسوبة من صلاته

پھر جلدی کرے واسطے متابعت امام کی سجدہ میں یا قعدہ میں اگرچہ نہ ہووے وہ سجدہ اور وہ قعدہ اسکی نماز میں محسوب ہوگا

لكن يلزمه أن يكبر للافتتاح قائماً ثم يبادر إلى متابعة الإمام في السجدة والقعدة وكثير من الناس لا يفعلون كذلك

پر اسکو لازم ہے کہ تکبیر تحریمہ قیام میں کہہ کر جلدی سے سجدہ میں اور قعدہ میں امام کی متابعت کرے اور اکثر لوگ ایسا نہیں کرتے

بل يجيء أحدهم المسجد ويجد الإمام في السجدة أو في القعدة فيقف منتظراً إياه حتى يرجع من السجدة أو القعدة ويعود

بلکہ ایسا شخص مسجد میں آکر امام کو سجدہ یا قعدہ میں پاتا ہے تو اس دیر امام کا منتظر کھڑا رہتا ہے کہ سجدہ یا قعدہ سے فارغ ہوکر کھڑا ہو

إلى القيام فمن يقتدي به ممن يفعل كذلك فإنه يضيع على نفسه أجراً كبيراً وثواباً كثيراً فاللازم له أن يكبر للافتتاح

پھر جسکا اقتدا کرتا ہے سو جو شخص ایسا کرتا ہے تو ضائع کرتا ہے ثواب اور اجر عظیم کھوتا ہے اوسکو لازم ہے کہ کھڑے ہوکر تکبیر تحریمہ کہہ کر

قائماً ثم يسارع إلى متابعة الإمام في أي حال كان لما روي عن أبي هريرة أنه عليه السلام قال إذا جئتم إلى الصلاة

جلدی سے امام کی متابعت کرے امام کسی ہی حال میں ہو اس واسطے کہ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم نماز کی طرف آؤ

ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شيئاً وروي عن ابن مسعود أنه قال في المسبوق المذكور لعله لا يرفع رأسه حتى يغفر

اور ہم سجدہ میں ہوں تم بھی سجدہ کرو اور اوسکو کچھ شمار نہ کرو اور ابن مسعود سے روایت ہے کہ ایسے مسبوق کی حق میں کہتے تھے شاید کہ اپنا سر اوٹھاوے گا کہ اللہ اسکو بخش

له ويكره للمقتدي أن يسارع إلى الركوع والسجود قبل الإمام وأن يرفع رأسه من الركوع والسجود قبل الإمام لما روي عن

دے مقتدی کو مکروہ ہے کہ امام سے پہلے رکوع اور سجدہ میں جلدی جاوے اور امام سے پہلے رکوع اور سجدہ میں سے سر اٹھالے اس واسطے کہ ابوہریرہ سے

أبي هريرة أنه عليه الصلاة والسلام قال إنما جعل الإمام ليؤتم به فلا تختلفوا عليه فإذا ركع فاركعوا وإذا قال سمع الله لمن حمده

روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا امام اسی واسطے مقرر ہوا ہے کہ اوسکی اطاعت کریں سو اوسکی خلاف نہ کرو جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ

فقولوا ربنا لك الحمد وإذا سجد فاسجدوا وفي حديث آخر أنه عليه الصلاة والسلام قال أما يخشى أحدكم إذا رفع رأسه

تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اگر کوئی تم میں سے امام سے پہلے رکوع اور سجدہ میں سے

من الركوع والسجود قبل الإمام أن يجعل الله رأسه رأس حمار ويجعل صورته صورة حمار ففي هذين الحديثين وعيد شديد

سر اوٹھاتا ہے تو اس سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالی اوسکا سر گدہے کا سا بنا دے اور اوسکی صورت گدہے کی سی بدل دے اور ان دو حدیثوں میں موافق بیان کرمانی کی

على ما ذكره الكرماني لأن المسخ عقوبة لا تشبه سائر العقوبات فلذلك ضرب بها المثل ليتقي هذا الصنيع ويحذر ومن

بڑا سخت وعید ہے اس لئے کہ صورت کا بدل دینا تمام عقوبات سے بڑھ کر ہے سو اسی لئے اسکو ضرب المثل کیا تاکہ اس کردار سے بچیں اور ڈریں اور جو شخص

دخل المسجد ووجد القوم قد شرعوا في الصلاة يكره له أن يدخل في خلال الصف ويصلي السنة مخالطاً للصف فينالهم

مسجد میں آکر دیکھے کہ جماعت قوم کی شروع ہوگئی ہے تو اسکو مکروہ ہے کہ صف کے اندر گھس کر صف میں ملی ہوئی سنتیں پڑھنے لگے

في القيام والقعود والركوع والسجود بل السنة ان يصلي السنة في بيته وهو افضل او في خارج المسجد او خلف اسطوانة
اسی قیام اور قعود اور رکوع اور سجود میں اونکی مخالفت کی حالانکہ طریق مسنون یہ ہی کہ سنتیں اپنے گہر میں پڑہے سو یہ بہتر ہی یا مسجد سے باہر پڑہے یا

او ما اشبه ذلك في كونه حائلا لان الاتيان بها خلف الصف من غير حائل مكروه وفي خلال الصف اشد كراهة ويكره
اسکی مانند کسی اور چیز کی روک میں پڑہے اسلئے کہ ستون کا پڑہنا صف کے پیچہے بدون حایل ستون کسی چیز کی مکروہ ہی اور صف کے اندر مکروہ تحریمی ہی اور امام کو مکروہ ہی

للامام ان يثقل على القوم بالتطويل الزائد عن حد اقل السنة في القراءة والاذكار على وجه يحصل الملل للقوم لان
کہ قوم پر قرأت اور اذکار میں کم درجہ مسنون سے زیادہ دراز کرنا اسطرح کہ قوم کو ملالت آئی کیونکہ اسوجہ سے اس صورت میں جماعت سے نفرت کرنے لگیں گے

ذلك سبب للتنفير عن الجماعة والتنفير عن الجماعة يؤدي الى حرمان الثواب الزائد على صلوة الفرد بسبع وعشرين درجة و
اور جماعت سے نفرت کرنے میں اور اس ثواب سے محروم ہوجاوینگے جو اکیلے کی نماز پر ستائیس درجہ زیادہ ہوتا ہی اور

يكون مكروها لكن لا ينبغي ان ينقص عن قدر اقل السنة في القراءة والتسبيحات اللهم الا انهم بعذر فيترك سنة القراءة
مکروہ ہوویگا لیکن یہ نہیں چاہیے کہ قرأت اور تسبیحات میں کم درجہ مسنون سے گھٹا دے یا الٰہی ساتہ اسواسطے کہ انکو ایسی کوئی عذر نہیں ہو تو کمی

في صلوة الفجر الركعتين ادناها بعد الفاتحة اربعون اية واوسطها ستون اية واعلاها مائة اية لما روي انه
نماز صبح دونوں رکعت کی اندر قرأت مسنون کے ادنی درجہ بعد سورہ فاتحہ کی چالیس آیتیں اور بیچکا درجہ ساٹہ آیتیں اور اعلی درجہ سو آیتیں ہیں سو اسطے کہ روایت ہی کہ حضرت

كان يقرأ في صلوة الصبح بعد الفاتحة بقدر اربعين اية او ستين اية او مائة اية واحيانا كان يقرأ سورة ق واحيانا
صبح کی نماز میں بعد سورہ فاتحہ کی تخمینا چالیس آیتیں یا ساٹہ میں یا سو میں پڑہا کرتی ہی اور بعضی دفعہ سورہ ق پڑہتے ہی اور کبھی

كان يقرأ سورة الروم وقد ثبت على ما ذكر في سفر السعادة ان ابن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمرنا بالتخفيف
سورۂ روم پڑہتی تہی اور ثابت ہوچکاہی جیساکہ سفر السعادت میں مذکور ہی کہ ابن عمر کہتے ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو تخفیف کی امر فرمایا کرتے ہی

ويؤمنا بالصّٰفّٰت ويعلم من هذا ان قراءة والصّٰفّٰت من باب التخفيف الذي امر به النبي صلى الله عليه وسلم وادنى
اور آپ امامت میں والصافات پڑہتی اس سے معلوم ہوا کہ والصافات کا پڑہنا تخفیف میں داخل ہی جسکی نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہی اور رکوع

ما يحصل به السنة في تسبيحات الركوع والسجود ثلث لما روي انه عليه الصلوة والسلام قال اذا ركع احدكم فليقل
اور سجود کی تسبیحات میں ادنی درجہ سنت کا تین بار ہی اسواسطے کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام فرماتی ہی جب کوئی رکوع کرے

ثلث مرات سبحان ربي العظيم وذلك ادناه واذا سجد فليقل سبحان ربي الاعلى ثلث مرات وذلك ادناه والمراد ادنى ما
تو تین بار سبحان ربی العظیم کہے اور یہ ادنی مرتبہ ہی اور جب سجدہ کرے تو تین بار سبحان ربی الاعلی کہے اور یہ ادنی مرتبہ ہی اور مراد یہ ہی کہ ادنی درجہ

يحصل به السنة ولذلك يكره النقص عن الثلث وان زاد على الثلث فهو افضل لان الثلث اذا كان الادنى فلا شك
جس میں سنت ادا ہوجاوے اور اسیلئے تین بار سے کم کہنا مکروہ ہی اور اگر تین بار سے زیادہ کہے تو افضل ہی اسلئے کہ تین مرتبہ جب ادنی درجہ ٹہرا تو بیشک

ان الزيادة على الادنى تكون افضل لكن الامام لا يزيد على الثلث الا برضى الجماعة فان اراد برضاهم فالسنة ان يختم
ادنی مرتبہ پر زیادہ کرنا افضل ہوویگا پر امام تین بار سے زیادہ بدون مرضی جماعت کی نہ پڑہے اور جب انکی مرضی سے زیادہ پڑہے تو پہر مسنون یہ ہی کہ ختم

على وتر وهو اما خمس او سبع لان الثلث لما كان الادنى وكان المستحب الايتار ناسب ان يكون الاوسط خمسا والاكمل
کرے اور وہ یا تو پانچ ہی یا سات اسلئے کہ تین مرتبہ جب ادنی ٹہرا اور ایتار بہرحال مستحب ہی تو مناسب ہوا کہ بیچکا درجہ پانچ دفعہ ہو اور کامل مرتبہ

سبعا ويكره للامام ان يعجلهم عن اكمال اقل السنة في تسبيحات الركوع والسجود وقراءة التشهد لكن لو رفع الامام راسه
سات دفعہ اور امام کو مکروہ ہی کہ جلدی کرکر قوم کو ادنی مرتبہ سنت کا رکوع اور سجود کی تسبیحات میں اور تشہد کی پڑہنے میں پورا نکرنے دے لیکن اگر امام رکوع اور سجود میں سے

من الركوع والسجود قبل ان يسبح المقتدي ثلثا فانه يتابع واما لو قام الامام من القعدة الاولى الى الركعة الثالثة قبل ان
اسی کے پہلی سر اوٹہاوے کہ مقتدی تین بار تسبیح کہے تو مقتدی متابعت کرے اور اگر امام قعدہ اولی سے تیسرے رکعت کی لئے اس سے پہلی کہڑا ہوجاوے کہ

يتم المقتدي التشهد فانه يتمه ثم يقوم وان قام قبل ان يتمه يجوز وكذا لو سلم الامام في القعدة الاخيرة قبل ان

کہ مقتدی تشہد پورا کرلی تو اب مقتدی تشہد پورا کری پہر کہڑا ہو اور اگر پورا کرنی سی پہلی کہڑا ہو جاوی تو بہی جایز ہی اور ایسی ہی اگر امام قعدہ اخیرہ مین اس سی پہلی

يتم المقتدي التشهد فانه يتمه ثم يسلم وان سلم قبل ان يتمه يجوز ولو سلم الامام قبل اتيان المقتدي بالصلوة

سلام پہیر دی کہ مقتدی تشہد پورا کری تو اب مقتدی تشہد پورا کری پہر سلام پہیری اور اگر تشہد پورا کرنی سی پہلی سلام پہیر دی تو بہی جایز ہی اور اگر امام نی سلام اس سی پہلی پہیرا

والدعاء يتابعه لانها سنة بخلاف التشهد فانه واجب المجلس الخامس والخمسون في بيان صلوة

اور دعا پڑہی تو اب امام کی متابعت کری اسواسطی کہ یہہ سنت ہی برخلاف تشہد کی کہ یہہ واجب ہی مجلس پچپن نماز جنازہ

الجنازة وكيفيتها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء هذا الحديث من حسان

اور اوسکی کیفیت کی بیان مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جب تم مردہ پر نماز پڑہو تو اوسکی لئی خالص دعا کرو یہہ حدیث مصابیح کی حسن

المصابيح رواه ابو هريرة وقد ذكر فيه الصلوة على الميت مع اخلاص الدعاء له فيها فلا بد من معرفتها وهي فرض كفاية لقوله تعالى

حدیثوں مین سی ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اور بیشک اسمین نماز جنازہ کا ذکر ہی کہ اوسمین مردہ کی واسطی خالص دعا ہو سو اوسکی معرفت ضرور ہی اور وہ دلیل اس آیت کی فرض

وصل عليهم ان صلوتك سكن لهم فانه تعالى امر بها في هذه الاية فتكون فرضا وانما كانت فرضيتها على الكفاية

نماز پڑہ اون پر بیشک تیری نماز اونکی لئی آسودگی ہی کیونکہ اللہ تعالی نی اوس نماز کا اس آیت میں امر فرمایا تو فرض ہوگئی اور اوسکی فرضیت علی الکفایہ اس لئی ہی

لان في ايجابها على الجميع استحالة او حرجا فاكتفى بالبعض ولو كان واحدا لكن الاصل ان تكون بالجماعات والقصد

کہ تمام خلق پر واجب کرنی مین تو بہت دشواری اور حرج ہی لاچار بعض پر اکتفا کیا گیا اگرچہ ایک ہی شخص ہو پر افضل یہہ ہی کہ نماز جنازہ جماعت سی ہو اور جتنی

لكثرتهم لما روي عن ابن عباس انه عليه الصلوة والسلام قال ما من رجل يموت فيقوم على جنازته اربعون رجلا

زیادہ ہوں سو بہتر اسواسطی کہ ابن عباس کی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص مر جاوی پہر اوسکی جنازہ پر چالیس مرد مؤمن جو

لا يشركون بالله شيئا الا شفعهم الله فيه وفي حديث اخر رواية ام المؤمنين عائشة انه عليه الصلوة والسلام

شریک نہیں کرتی ہیں کہڑی ہوں پہر اللہ اونکی شفاعت اوسکی حق میں مان لیتا ہی اور ایک اور حدیث میں ام المؤمنین عائشہ کی روایت سی ہی کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نی

قال ما من ميت يصلي عليه امة من المسلمين يبلغون مائة كلهم يشفعون له الا شفعهم الله فيه وسبب

فرمایا جو مردہ کہ اوسپر ایک جماعت مسلمانوں کی جو سو تک پہنچ جاوی نماز پڑہی وہ سب اوسکی شفاعت کریں تو اونکی شفاعت اوسکی حق میں اللہ قبول کرتا ہی اور وجوب

وجوبها الميت لاضافتها اليه اذ يقال صلوة الجنازة وشرط صحتها شرائط الصلوة واسلام الميت وطهارته

نماز کا میت کی لئی اسواسطی ہی کہ میت کی طرف منسوب ہی کیونکہ صلوة الجنازہ کہلاتی ہی اور اسکی صحت کی لئی نماز کی سی شرطیں ہیں اور مردہ کا مسلمان اور پاک

وكونه امام المصلي وركنها القيام عند عدم العذر واربع تكبيرات والدعاء الا ان الامام يتحمله عن المسبوق

نمازیوں کی سامنی ہونا اور اس نماز کا رکن قیام ہی اگر کوئی عذر نہو اور چار تکبیریں اور دعا اتنا ہی کہ امام مسبوق کی طرف سی کافی ہو جاتا ہی

انه اذا خشي ان ترفع الجنازة يترك الدعاء ويكتفي بالتكبيرات ولو ترك واحدة من هذه التكبيرات لا يجوز

جب یہہ خوف ہو کہ جنازہ اوٹہالینگی تو دعا موقوف رکہی اور تکبیرات ہی پر اکتفا کری اور اگر کوئی ان چاروں تکبیرات میں سی ایک کو بہی ترک کر دیگا تو اوسکی نماز

صلوته لكون كل تكبيرة منها قائمة مقام ركعة ولهذا قيل اربع كاربع الظهر ومحل الدعاء ينبغي ان يكون بعد

نہ ہوگی اسواسطی کہ اسمین ہر ایک تکبیر قایم مقام ایک ایک رکعت کی ہی اور اسیلئی کہا کرتی ہیں یہہ چاروں جیسی ظہر کی چاروں اور دعا کا محل مناسب یہہ ہی کہ تین تکبیروں

ثلث تكبيرات لكون البداية بالثناء على الله تعالى ثم بالصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم سنة الدعاء وارجى

بعد ہو اسواسطی کہ اول اللہ تعالی کی ثنا پہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود دعا کا طریقہ اور شاید ہو سا

للقبول فيلزم ان يكون بعد التكبيرة الاولى الثناء على الله تعالى كما في سائر الصلوات وبعد التكبيرة الثانية الصلوة

ہونیکا ہی اس لئی لازم یہہ ہی کہ پہلی تکبیر کی بعد اللہ کی ثنا ہووی چنانچہ تمام نمازوں میں ہوتی ہی اور دوسری تکبیر کی بعد نبی صلی اللہ علیہ پر

على النبي صلى الله عليه وسلم كما في التشهد وبعد التكبيرة الثالثة الدعاء لنفسه وللميت ولسائر المؤمنين

درود ہو وی جیسی تشہد کی بعد پڑھتی ہیں اور تیسری تکبیر کی بعد دعا اپنی حق میں اور مردہ کی لئی اور تمام مؤمنین کی واسطی

وبعد التكبيرة الرابعة التسليم وليس بعدها دعاء سوى السلام لأنه أوان التحلل وذلك بالسلام وينوي

اور چوتھی تکبیر کی بعد سلام اور اسکی بعد سوا سلام کی کوئی دعا نہیں ہی اسلئی کہ اب وقت نماز سی فارغ ہونیکا ہی سو یہی فقط سلام سی فارغ ہوتی ہیں اور

به الميت مع القوم وصفة الدعاء أن يقول اللهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا

سلام میں قوم سمیت مردہ کی نیت کری اور دعا یہہ پڑہی الٰہی بخشدی ہماری جیتی کو اور مردہ کو اور ہماری حاضر اور غائب کو اور چھوٹی اور بڑی کو

وذكرنا وأنثانا اللهم من أحييته منا فأحيه على الإسلام ومن توفيته منا فتوفه على الإيمان وخص هذا

اور مرد اور عورت کو الٰہی ہم میں سی جسکو تو زندہ رکھی تو اوسکو اسلام پر زندہ رکھیو اور ہم میں سی جسکو تو موت دیوی تو اوسکو ایمان پر موت دی اور اس مردہ کو

الميت بالروح والراحة والرضوان اللهم إن كان محسنا فزد في إحسانه وإن كان مسيئا فتجاوز عنه

ساتہہ آرام اور راحت اور پسندیدگی کی خاص کر الٰہی اگر یہہ نیکوکار ہی تو اسکی بھلائی زیادہ کردی اور اگر گنہگار ہی تو اسکو معاف کر

ولقه الأمن والبشرى والكرامة والزلفى برحمتك يا أرحم الراحمين ونحو ذلك من الأدعية إذ ليس له دعاء

اور اسکو امن اور بشارت اور بزرگی اور قربت دی رحمت سی عنایت کر ای سب سی زیادہ مہربان اور سوا اس دعا کی اور بھی دعائیں جائز ہیں اسلئی کہ اسکی کوئی

معين وإن كان الميت صبيا أو مجنونا لا يستغفر لهما إذ لا ذنب لهما بل يقول بعد قوله ومن توفيته منا

معین نہیں ہی اور اگر وہ میت بچہ ہو یا دیوانہ ہو تو اسکی لئی آمرزش کی دعا نہیں چاہئی اسوسطی کہ انکی حق میں کوئی گناہ نہیں ہی بلکہ اس قول کی بعد من توفیتہ منا

فتوفه على الإيمان اللهم اجعله لنا فرطا اللهم اجعله لنا أجرا وذخرا اللهم اجعله لنا شافعا ومشفعا برحمتك

فتوفہ علی الایمان یہہ دعا پڑہی الٰہی اسکو ہماری لئی میر منزل بنادی الٰہی ہماری لئی محنت کا پہل اور سامان بنادی الٰہی اسکو ہماری لئی سفارشی اور سفارش قبول کیا

يا أرحم الراحمين ومن جاء بعد ما كبر الإمام للافتتاح لا يكبر بل يمكث حتى يكبر الإمام الثانية فيكبر معه ويكون

رحمت سی ای سب سی زیادہ مہربان اور جو شخص ایسی وقت آوی کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا ہو تو وہ ابھی تکبیر شروع نہ کری بلکہ اتنی ٹہرا رہی کہ امام دوسری تکبیر کہی پس امام کی ساتہہ تکبیر کہی

هذا التكبير في حقه تكبيرة الافتتاح فيصير مسبوقا بتكبيرة فإذا سلم الإمام يقضيها قبل أن ترفع الجنازة

یہہ تکبیر اسکی حق میں بجائی تکبیر تحریمہ کی ہوگی سو یہہ شخص بلحاظ اس تکبیر کی مسبوق ہوگا جب امام سلام پہیری تو اوسکو جنازہ کی اوٹہنی سی پہلی قضا کرلی اور

إن جاء بعد ما كبر الإمام تكبيرتين لا يكبر حتى يكبر الإمام الثالثة فيكبر معه فيصير مسبوقا بتكبيرتين فإذا

اگر ایسی وقت آیا کہ امام دو تکبیر کہہ چکا ہی تو بہی اتنی تکبیر نہ کہی کہ امام تیسری تکبیر کہی اب اوسکی ساتہہ تکبیر کہی اب دو تکبیروں کا مسبوق ہو دیگا پہر جب امام سلام پہیری

الإمام يقضيهما قبل أن ترفع الجنازة وإن جاء بعد ما كبر الإمام ثلاثا لا يكبر حتى يكبر الإمام الرابعة فيكبر معه

تو دونو تکبیریں جنازہ کی اوٹہنی سی پہلی قضا کرلی اور اگر ایسی وقت آیا کہ امام تین تکبیر سی فارغ ہو چکا تو بہی تکبیر نہ کہی جب تک امام چوتھی تکبیر کہی اب اوسکی ساتہہ تکبیر کہی پس

مسبوقا بثلاث تكبيرات فإذا سلم الإمام يقضيهن متوالية بلا دعاء قبل أن ترفع الجنازة إذ لو رفعت قبل

تین تکبیروں کا مسبوق ہوگا پہر جب امام سلام پہیری تو تکبیریں پی در پی بغیر دعا کی جنازہ کی اوٹہنی سی پہلی قضا کرلی اسوسطی کہ اگر جنازہ تکبیریں پوری ہونی کی پہلی

تمامهن بطل صلاته وإن جاء بعد تكبير الإمام الرابعة فقد فاتته صلوٰة الجنازة بخلاف من كان حاضر

اوٹہالیں گی تو اوسکی نماز باطل ہو جاویگی اور اگر ایسی وقت آیا کہ امام چوتھی تکبیر کہہ چکا تو اوسکی لئی جنازہ کی نماز فوت ہوئی برخلاف اوسکی جو حاضر صف میں

ا بالصف ولم يكبر مع الإمام لغفلته أو لكونه مشغولا بالنية فإنه يكبر ولا ينتظر تكبير الإمام لأنه

کہڑا ہو پر امام کی ساتہہ بسبب غفلت کی یا نیت کی مشغولی سی تکبیر نہ کہی پایا سو یہہ شخص تکبیر کہی امام کی تکبیر کہی کا منتظر نہ رہی کیونکہ یہہ شخص

بمنزلة المدرك لتلك التكبيرة إذ لا يمكنه أن يكبر معه إلا بحرج وإن لم يكبر الأولى حتى يكبر الإمام الثانية

گویا اس تکبیر کا مدرک ہی اسواسطی کہ یہہ امام کی ساتہہ بدون حرج کی تکبیر نہیں کہہ سکتا اور اگر اسنی تکبیر اولیٰ نہ کہی اتنی کہ امام نی دوسری تکبیر کہدی

بکبر

يكبر مع الامام ولا يكبر للاولى حتى يسلم الامام لانه لو كبر للاولى يكون قضاء والمسبوق لا يشتغل بقضاء ما قد سبق

تو اب امام کی شامل تکبیر کہی اور تکبیر اولی نہ کہی جبتک کہ امام سلام پھیری اسلئی کہ اگر اب تکبیر اولی کہیگا تو قضا ہو دیگی اور مسبوق کو گزشتہ کی قضا بن امام کی فراغت سی

قبل فراغ الامام وان لم يكبر حتى يكبر الامام اربعا يكبر هو للافتتاح قبل ان يسلم الامام واذا سلم الامام يكبر ثلاثا

پہلی کر نا چاہئی　اور اگر تکبیر اولی نہ کہی یہاں تک کہ امام نے چاروں پوری کردیں تو اب یہ شخص امام کی سلام سی پہلی تکبیر افتتاح کہی اور جب امام سلام پھیری تو تینوں تکبیرین

متتابعا بلا دعاء قبل ان ترفع الجنازة وان كبر مع الامام التكبيرة الاولى ولم يكبر الثانية والثالثة يكبرهما ثم يكبر

بے درپے بدون دعا کی جنازہ کی اوٹھنی سی پہلی کہدی اور اگر امام کی ساتھ تکبیر اولی تو کہی دوسری اور تیسری تکبیر نہ کہی تو پہلی یہہ دونو تکبیرین کہی پھر امام کی ساتھ

مع الامام الرابعة وقال ابو يوسف من جاء بعد ما كبر الامام تكبيرة الافتتاح يكبر كما جاء ولا ينتظر التكبيرة الثانية

چوتھی تکبیر کہی　اور امام ابو یوسف کہتی ہین جو شخص ایسی وقت آیا کہ امام تکبیر کہہ چکا تو آتی ہی تکبیر کہہ کر شامل ہوجاوی دوسری تکبیر کا منتظر نہ ہو

قال ابرهيم الحلبي في شرح المنية وبقوله ناخذ وان جاء بعد ما كبر الامام الرابعة يكبر للافتتاح قبل ان يسلم

ابراہیم حلبی منیہ کی شرح مین کہتا ہی　اور ہم نی انکا ہی قول لیا ہی اور اگر ایسی وقت آیا کہ امام چوتھی تکبیر کہہ چکا تو امام کی سلام سی پہلی تکبیر افتتاح کہی

الامام واذا سلم يقضي ثلث تكبيرات عنده قال ابرهيم الحلبي وعليه الفتوى ومن دفن قبل ان يصلي عليه يصلى

اور جب امام سلام پھیری تو تینوں تکبیرین قضا کری امام ابو یوسف کی نزدیک ابراہیم حلبی کہتا ہی اور اسی پر فتوی ہی اور جو مردہ نماز جنازہ سی پہلی دفن ہوگیا ہو تو اوسکی

على قبره ما لم يتفسخ اقامة للواجب بقدر الامكان والمعتبر في معرفة عدم تفسخه اكبر الراي على الصحيح لانه

قبر پر نماز پڑہین جبتک کہ پہٹا نہو تا کہ بقدر امکان واجب ادا ہوجاوی　اور پہٹنی اور نہ پہٹنی کی باب مین صحیح مذہب پر غالب رای معتبر ہی　اسلئی کہ یہہ حالت

يختلف باختلاف الازمان من الحر والبرد وباختلاف حال الميت من السمن والهزال واولى الناس بالامامة في الصلوة

باعتبار اختلاف زمانہ　گرمی اور جاڑی کی اور باعتبار اختلاف حال مردہ کی　موٹا پا　اور دبلا پن مین یکسان نہین ہوتی اور نماز جنازہ کی امامت کی

عليه السلطان ان حضر ثم القاضي ثم امام الحي ثم الولي على ترتيب العصبات في الارث فان سبب العصوبة فيه

سلطان ہی اگر بروقت موجود ہو پھر قاضی　پھر امام قوم کا　پھر ولی ترتیب عصبات وراثت کی اعتبار سی　بیشک سبب عصوبت کا ارث مین

اولا البنوة ثم الابوة ثم الاخوة ثم العمومة واذا انتهى الحق اليه يجوز له ان ياذن لغيره ان يصلي عليه وليس لغيره

اول بنوت ہی پھر ابوت　پھر اخوت　پھر عمومت　اور جب امامت کسیکا حق ٹہرچکی تو اوسکو اختیار ہی کہ امامت کی لئی اور کسیکو اجازت دیدی اور دوسرے کو

ان يصلي بغير اذنه وان صلى غيره بغير اذنه فله ان يعيد ان شاء وبعد ما صلى عليه هو او من كان مقدما عليه من

یہہ اختیار نہین ہی کہ اوسکی بی اجازت نماز پڑہا دی اور اگر غیر شخص نی بی اجازت نماز پڑہا دی تو ولی　کو اختیار ہی اگر چاہی تو آپ پھر پڑہ لی اور اگر ولی یا جو ولی کی

السلطان او غيره لا يصلي عليه غيره اذ بصلوة من هو اولى يتادى حق الميت ويسقط فرض صلوة الجنازة فلو صلى عليه غيره

سلطان وغیرہ نماز پڑہ چکا ہو تو اب کسیکو اختیار اعادہ کا باقی نہین ہی اسواسطی کہ سبکی نماز پڑہنی ایسی کی جو واسطی اوا حق میت کی اولی ہی فرضیت نماز جنازہ کی ادا ہوچکی اب جو

بعده يكون نفلا والتنفل بها غير مشروع وهذا من صلى عليه مرة قبل اذن الولي لا يصلي عليه مرة اخرى مع الولي ولو

کوئی اور کوئی نماز پڑہیگا تو نفل ہوگی اور نفل نماز جنازہ کی شرع سی ثابت نہین ہی اور اسی لئی جو شخص ایک بار بدون اجازت ولی کی نماز جنازہ پڑہ چکا ہو تو دوسری دفعہ ولی کی

اوصى بان يصلي عليه فلان فالوصية باطلة وليس له ان يصلي عليه الا برضى وليه وان لم يكن له ولي فالجيران اولى

اور اگر مردہ نی وصیت کی ہو کہ میری نماز جنازہ فلانا شخص پڑہاوی تو یہہ وصیت باطل ہی اوس فلانی کو بدون رضامندی ولی کی اختیار نہین ہی اور اگر میت کا کوئی ولی نہین ہی تو ہمسایہ اولی

ويقوم الامام بحذاء صدر الميت ذكرا كان الميت او انثى لان الصدر اشرف الاعضاء في البدن لكونه مع القلب الذي

اور امام میت کی سینہ کی مقابل کہڑا ہو مردہ مرد ہو یا عورت　اسلئی کہ　سینہ　بدن مین　سب اعضا سی اشرف ہی اسواسطی کہ سینہ مین دل ہی

فيه نور الايمان فيكون القيام بازائه اشارة الى ان الشفاعة له انما يكون لاجل ايمانه ليعفو ربه عن عصيانه

جسمین ایمان کا نور ہوتا ہی اب اوسکی مقابل کہڑی ہونی مین یہہ اشارہ ہی کہ شفاعت اس مردہ کی اس ایمان کی واسطی ہی تاکہ اوسکی خطاؤن سی پروردگار درگذر کری

ولو وضعوا رأس الميت متايلي يسار الامام يجوز لكن لو تعمدوه يكونون مسيئين ويستحب ان يصفوا ثلثة صفوف

اور اگر قوم نے میت کا سر امام کی بائیں ہاتھ کی متصل کردیا تو جایز ہے پر اگر ایسا قصدا کیا تو سب خطاوار ہیں اور مستحب ہے کہ تین صفیں بناویں

حتى لو كانوا سبعة يتقدم احدهم للامامة ويقف ثلثة وراءه واثنان وراءهم وواحد وراءهما وافضل

یہانتک کہ اگر ہمراہی لوگ سات ہوں تو ایک شخص امامت کے لئے آگے بڑھے اور تین آدمی اوسکے پیچھے کھڑے ہوں اور دو انکے پیچھے اور ایک ان دو کے پیچھے اور

الصفوف في صلوة الجنازة اخرها وفي سائر الصلوات اولها ولو حضر الميت صبيحة يوم الجمعة يكره تاخيره الى

نماز جنازہ کی تمام صفوں میں افضل پچھلی صف ہوتی ہے اور اور تمام نمازوں میں اول صف افضل ہے اور اگر جنازہ جمعہ کے دن صبح کی وقت تیار ہوگیا تو پھر جمعہ کی وقت تک تاخیر

وقت الجمعة ليصلي عليه جمع عظيم بعد الجمعة ولا يجوز الصلوة عليه عند طلوع الشمس وعند استوائها

تاکہ اوسپر جمعہ کی بعد انبوہ کثیر نماز پڑھے مکروہ ہے اور نماز جنازہ طلوع آفتاب کے وقت اور زوال کے وقت

وعند غروبها ان حضر قبل هذه الاوقات وان حضر فيها يجوز من غير كراهة لانها ادى كما وجبت لان

اور غروب کی وقت جائز نہیں ہے اگر جنازہ ان اوقات سے پہلے موجود ہو چکا ہو اور اگر انہی اوقات میں آیا ہو تو بلا کراہت جائز ہے اسلئے کہ جیسی واجب ہوئی ویسے ادا بھی ہوئی

الوجوب بالحضور وهو افضل والتاخير مكروه لقوله عليه السلام لا تؤخرن وذكر منها الجنازة ولو حضر بعد

کیونکہ جنازہ کی موجود ہونے سے نماز واجب ہوتی ہے یہ افضل ہے اور تاخیر مکروہ ہے واسطے ارشاد نبی علیہ السلام کی دیر کر نکرنا اور انمیں جنازہ کو ذکر فرمایا اور اگر جنازہ بعد

غروب الشمس بدأ بالمغرب ثم بصلوة الجنازة ثم بسنة المغرب وقيل يقدم سنة المغرب ايضا ويكره الصلوة على

غروب آفتاب کی موجود ہو تو پہلے مغرب کے فرض پڑھیں پھر جنازہ کی نماز پڑھیں پھر مغرب کی سنتیں پڑھیں اور کوئی کہتا ہے مغرب کی سنتیں بھی پہلے پڑھیں اور جنازہ کی نماز مسجد میں

الجنازة في المسجد ان كانت الجنازة فيه وان كانت الجنازة والامام وبعض القوم خارج المسجد والباقي فيه

مکروہ ہے اگر جنازہ مسجد کے اندر ہو اور اگر جنازہ اور امام اور کچھ لوگ مسجد سے باہر ہوں اور باقی مسجد میں ہوں

لا يكره ولو كان الامام على غير طهارة والقوم على طهارة تعاد الصلوة لعدم صحتها واما لو كان الامام على طهارة

تو مکروہ نہیں ہے اور اگر امام بے وضو ہو اور تمام قوم باوضو ہو تو نماز دوبارہ پڑھیں اسلئے کہ وہ نماز صحیح نہیں ہوئی اور اگر امام باوضو ہو

والقوم على غير طهارة فلا تعاد لان صلوة الامام صحيحة وبها يتم حق الميت ويسقط فرض صلوة الجنازة لعدم

اور قوم تمام بے وضو ہوں تو اعادہ نہیں ہے اسلئے کہ امام کی نماز صحیح ہوگئی ہے اور اسمیں میت کا حق ادا ہوگیا اور فرضیت نماز جنازہ کی ذمہ سے ساقط ہوگئی

كون الجماعة شرطا فيها وان لم يوجد من يصلي عليه من الرجال وصلت عليه النساء وحدهن جماعة يجوز

کیونکہ اس نماز میں جماعت شرط نہیں ہے اور اگر مردوں میں سے کوئی نماز پڑھنے والا میسر نہوا اور نری عورتوں نے جماعت کر کر نماز پڑھی تو جائز ہے

وان امت المرأة الرجال فيها لا تعاد لان صلوة الرجال وان كانت فاسدة لكن صلوتها صحيحة وبها يتم حق الميت

اور اگر عورت نے نماز جنازہ میں مردوں کی امامت کی تو اعادہ نہیں ہے اسواسطے کہ مردوں کی نماز اگرچہ فاسد ہوئی پر اوس عورت کی نماز تو صحیح ہوئی اور اسمیں میت کا حق ادا ہوگیا

ويتادى فرض صلوة الجنازة فلا تعاد لان تكرارها غير مشروع عندنا ومن ولد وظهر منه عند ولادته

اور نماز جنازہ کی فرضیت ادا ہوگئے پھر اعادہ نہوگا اسلئے کہ اسکا تکرار شرع میں ہماری نزدیک ثابت نہیں ہے اور جو بچہ پیدا ہووے اور پیدا ہوتے ہوئے

ما يدل على حيوته من رفع صوت او تحريك عضو يسمى ويغسل ويصلى عليه وان لم يظهر منه عند ولادته

کوئی نشان زندگی کا معلوم ہووے جیسے رونیکی آواز یا کسی عضو کا ہلانا تو اوسکا نام مقرر کرینگے اور نہلاوینگے اور نماز جنازہ پڑھینگے اور اگر پیدا ہوتے ہوئے

ما يدل على حيوته لا يصلى عليه واختلف في تسميته وغسله والمختار انه يسمى ويغسل ويدرج في خرقة

کوئی نشان زندگی کا ظاہر نہوا تو اوسپر نماز جنازہ نہ پڑھینگے اور اوسکی نام معین کرنے میں اور نہلانے میں اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ نام رکھیں اور نہلا دیں اور کپڑے میں لپیٹ کر

ويدفن تكريما لبني ادم ولو سبي صبي ومات ان لم يسب معه احد ابويه يصلى عليه لكونه تبعا للسابي

واسطے تعظیم بنی آدم کی دفن کر دیں اور اگر لوٹ میں بچہ پکڑا آوے اور مر جاوے تو اگر اوسکے ساتھ اوسکا ماں باپ کوئی نہیں پکڑا آیا تو اوسپر نماز پڑھیں کیونکہ اب وہ گرفتار کرنیوالے کا

والدار وان سبي مع احد ابويه لا يصلي عليه لكونه كافرا تبعا لمن سبي معه من احد ابويه الا ان يقر هو بالاسلام وهو

بالک کافر ہی ہے، اور اگر وہ کسی ماں یا باپ کے ساتھ گرفتار ہوا ہی تو نماز نہ پڑھیں کیونکہ وہ ماں باپ میں سے کسی کے ساتھ گرفتار ہوا ہے اوسکی تبعیت میں کافر ہے ہاں اگر وہ بچہ اسلام کا اقرار کرے اور وہ سمجھ

يعقل صفته المذكورة في قوله عليه الصلوة والسلام لجبريل عليه السلام حين ساله عن الايمان ان تؤمن بالله وملئكته وكتبه و

اسلام کی صفت جو اس حدیث میں مذکور ہے جانتا ہو کہ نبی علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام سے جب وے نبی علیہ السلام سے صفت ایمان کی پوچھی تو فرمایا کہ یقین کرے تو اللہ کا اور اوسکے فرشتوں کا اور اوسکی

رسله واليوم الآخر وبالقدر خيره وشره او يسلم من سبي معه من احد ابويه فحينئذ يصلي عليه اذ قد جاء فيه الخبر ان الولد

رسولوں کا اور قیامت کے دن کا اور نیک و بد کی اندازہ کرنیکا یا اوسکا ماں یا باپ جسکے ساتھ وہ گرفتار ہوا ہی مسلمان ہو جاوے تو اوسپر نماز پڑھیں اسلئے کہ اوس باب میں حدیث ہی کہ بچہ

يتبع خير الابوين دينا وان مات في دار الاسلام بعد موت ابيه فيها لا يصلي عليه لتقرب التبعية بموت ابيه ومن مات في السفينة

ماں باپ میں سے با عتبار دین کے اچھے کا تابع ہوتا ہی اور اگر وہ بچہ دار الاسلام میں بعد مرنے اپنے باپ کے دار الاسلام میں مر جاوے تو اوسپر نماز نہ پڑھیں کیونکہ باپ کی موت سے اوسکی تبعیت قرب ہے اور جو شخص جہاز میں مر جاوے

ولم يكن في قربها ارض يغسل ويكفن ويصلي عليه ويلقى في البحر ومن قتل في حد او قصاص يغسل ويصلي عليه لما روي ان ماعزا

اور کوئی زمین قریب جہاز کے نہو تو غسل دیکر اور کفنا کر اور نماز پڑھکر دریا میں ڈالدیں اور جو شخص حد یا قصاص میں مارا جاوے تو اوسکو نہلا دیں اور اوسپر نماز پڑھیں کیونکہ روایت ہی کہ ماعز کو

لما رجم جاء عمه الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله قتل ماعز كما يقتل الكلاب فماذا تامرني اصنع به فقال النبي عليه الصلوة

جب رجم کیا تو اوسکے چچا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر پوچھا کہا یا رسول اللہ ماعز کتی کی موت مارا گیا اب جو حکم ہو سو کروں پس نبی علیہ الصلوۃ

والسلام لا تقل هذا لانه تاب توبة لو قسمت على اهل الارض لوسعتهم اذهب واغسله وكفنه وصل عليه ومن يقتل من

والسلام نے فرمایا یہ مت کہہ کیونکہ اوسنے توبہ ایسی توبہ کی ہی اگر تمام روی زمین کی باشندوں پر تقسیم ہو تو سب کو کافی ہو جا اوسکو نہلا دے کفن دی اور نماز پڑھ اور جو شخص

البغاة وقطاع الطريق لا يغسل ولا يصلي عليه لما روي ان عليا رضي الله عنه لم يغسل البغاة ولم يصل عليهم فقيل له اهم

باغیوں میں سے یا رہزنوں میں سے مارا جاوے تو نہ غسل دیں اور نہ اوسپر نماز پڑھیں کیونکہ روایت ہی کہ علی رضی اللہ عنہ نے نہ باغیوں کو غسل دیا اور نہ نماز پڑھی پھر کسی نے اونسے پوچھا کیا

كفار فقال لا بل هم بغوا علينا اشار الى انه انما ترك غسلهم والصلوة عليهم لبغيهم ليكون عقوبة لهم وزجرا لغيرهم قيل هذا

یہ لوگ کافر ہیں جواب دیا نہیں بلکہ یہ ہم پر باغی ہیں تو یہ اشارہ ہی کہ انکا غسل اور نماز بغاوت کے لئے ترک ہوا ہی تاکہ انکو سزا ہو اور اوروں کو خوف ہو کوئی کہتا ہے کہ

في حق من يقتل في حال المحاربة قبل ان تضع الحرب اوزارها الا لمن يقتل بعد ثبوت يد الامام عليه فانه يغسل ويصلي عليه قال

یہ سزا اوس باغی کے حق میں ہی جو عین جنگ میں لڑائی موقوف ہونے سے پہلے مارا جاوے اور اوسکی سزا نہیں ہی جو بعد قابض ہونے امام کے مارا جاوے ایسی کو غسل بھی دیں اور نماز بھی پڑھیں زیلعی

الزيلعي هذا التفصيل حسن اخذ به الكبار من المشائخ ومشائخنا جعلوا حكم المقتولين بالعصبية حكم اهل البغي وكذلك حكم

کہتا ہی یہ فرق خوب ہی اسکو بڑے بڑے مشائخ نے اختیار کیا ہے اور ہمارے مشائخ نے عصبیت کے مقتولوں کو ف باغیوں میں داخل کیا ہی اور ایسی جو شخص

الواقفين الناظرين اليهم اذا اصابهم حجر او سهم وماتوا في تلك الحالة لا يصلي عليهم وان ماتوا بعد تفرقهم يصلي عليهم ومن يقتل

کھڑے ہو کر باغیوں کا تماشا دیکھے اگر اوسکو پتھر یا تیر جا لگے اور اسی حالت میں مر جاوے تو اوسپر بھی نماز نہ پڑھیں اور اگر بعد چلی جانیکے مرے تو اوسپر نماز پڑھیں اور جو شخص اپنے

نفسه عمدا يصلي عليه عند ابي حنيفة ومحمد وهو الاصح لانه وان كان باغيا على نفسه الا انه غير ساع في الارض بالفساد

تئیں عمداً قتل کرے طرفین کی نزدیک اوسپر نماز پڑھیں اور یہی اصح ہی اسواسطے کہ اگرچہ یہ شخص اپنی جان پر باغی ہے پر اوسنے ملک میں کچھ فساد نہیں پھیلایا

بل هو فاسق كسائر فساق المسلمين ومن يقتله السبع او يحترق بالنار او يتردى من الجبل او يموت تحت هدم يغسل ويصلى عليه

بلکہ فاسق ہی جیسے اور مسلمان فاسق ہوتے ہیں اور جسکو درندہ پھاڑ ڈالے یا آگ میں جل جاوے یا پہاڑ پر سے گر کر ہلاک ہووے یا مکان تلے دب مرے تو اوسکو نہلاویں اور نماز پڑھیں

ومن يقتله اهل الحرب واهل البغي او قطاع الطريق ولم يكن جنبا لا يغسل لكونه شهيدا بل يصلي عليه ويدفن بدمه وثيابه الخ

اور جسکو حربی لوگ یا باغی یا رہزن مار ڈالیں اور وہ جنب نہو تو اوسکو غسل نہ دیں اسلئے کہ وہ شہید ہے بلکہ اوسکو نماز پڑھکر خون آلودہ اپنے کپڑوں میں دفن کریں

تنزع عنه الا ما ليس من جنس الكفن كالفرو والحشو والخف والقلنسوة فان كان ما عليه من الثياب ناقصا عن كفن السنة يزاد عليه

مگر اوتار لیں اوسکی جو کفن کی قسم کا نہو جیسے پوستین اور روئی دار کپڑا اور موزہ اور ٹوپی اور اگر اوسکے بدن کی کپڑے مقدار کفن مسنون سے کم ہوں تو زیادہ کردیں

ف [illegible]

وان كان زائدا ينقص منه مراعاة للسنة ولا يصلى الا على عضو الا اذا كان في حكم الكل بان يوجد اكثر الميت او

اور اگر بڑہتی ہون تو واسطی رعایت سنت کی کم کردین اور مقتول کی عضو پر نماز نہین پڑہتے جب ہی کہ وہ عضو کل کی حکم مین ہو اسطور کہ آدمی کی زیادہ ہو

نصفه مع راسه بخلاف ما لو وجد نصفه او نصفه مشقوقا بالطول فانه لا يغسل ولا يصلى عليه والمصلوب

مع میت آدہا ہو بخلاف اوس مقتول کی جسکا فقط سر ہی بانہہ آدمی یا آدہا طول کی جانب سی چرا ہوا ہو ایسیکی نہ غسل ہی اور نہ نماز اور سولی دیا ہوا

يترك على خشبته ثلثة ايام عقوبة له وزجر الغيره ثم اذا تم له ثلثة ايام يخلى بينه وبين اهله ليدفنوه ولو

تین دن تک سولی پر لٹکا رہی اوسکی یہی سزا ہی اور اورون کی لئی خوف پہر جب تین دن پوری ہو جاوین تو اوسکی وارثون کو اجازت دین تاکہ اوسکو دفن کرین اور اگر

مات كافر ولم يكن له ولي من الكفار وله قريب مسلم يغسله القريب المسلم ويدفنه لما روي ان عليا لما مات ابوه

کوئی کافر مر جاوی اور اوسکا کوئی کافر وارث نہو اور اوسکا سگا مسلمان ہو تو وہ ہی مسلمان اوسکو غسل دیکر دب دی کیونکہ روایت ہی کہ علی جب اونکا باپ مر گیا

جاء الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله ان عمك الضال قد مات فقال له النبي صلى الله عليه وسلم

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس آئی عرض کیا یا رسول اللہ آپکا چچا گمراہ مر گیا آپ نی فرمایا

اذهب فاغسله وكفنه وواره لكن لا يغسل كغسل المسلم بل يصب عليه الماء ويغسل غسل الثوب النجس من

جا اوسکو نہلا اور کفنا کر داب دی پر اوسکو مسلمانون کی طرح نہ نہلا دین بلکہ اوسپر پانی بہا دین جیسی گندہ کپڑی کو دہوتی ہین

غير وضوء ولا بداية من التيامن ويلف في خرقة من غير مراعاة سنة الكفن ويحفر حفرة من غير لحد ويلقى فيها

نہ تو وضو کرائین اور نہ داہنی طرف سی شروع کرین پہر کپڑی مین لپیٹین کفن مین کچہ رعایت سنت کی نہ کرین اور گڑہا بدون لحد کی کہود کر ڈالین

ولا يوضع ويجوز دفعه الى اهل دينه وان كان له ولي من الكفار لا ينبغي للمسلم ان يتولى امره بل يخلى بينه وبينهم

اور مردہ کی طرح نہ اوتارین اور جایز ہی کہ اوسکا لاشہ اوسکی ملت والون کو حوالہ کردین اور اگر کفار مین سی کوئی اوسکا وارث ہو تو اب مسلمان کو نہین چاہئی کہ اوسکی کاروبار کا ذمہ دار ہو

ليصنعوا به ما يصنعون بموتاهم هذا اذا لم يكن كفره بالارتداد واما اذا كان كفره بالارتداد فلا يدفع الى اهل

تاکہ جیسا وہ اپنی مردون کو کرتی ہون سو اوسکو کرین یہہ جب ہی کہ اوسکا کفر ارتداد کا نہو اور اگر وہ مرتد ہو کر کافر ہوا ہی تو اوسکی ملت والون کو جنکی دین مین

الدين الذي انتقل اليه بل يلقى في حفرة كالكلب بلا غسل ولا كفن يسرنا الله تعالى النجاة من زوال الايمان بلطفه وكرمه

ملگیا ہی نہ دیوین بلکہ کتی کی مثال بی غسل اور بی کفن گڑہی مین ڈالدین الٰہی ہمکو زوال ایمان سی بچا اپنی لطف وکرم سی آسان کر

المجلس السادس والخمسون في بيان قوله عليه السلام من كان اخر كلامه

مجلس چہپن اس حدیث کی بیان مین جسکا آخر کلام

لا اله الا الله دخل الجنة

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان اخر كلامه لا اله الا الله

لا الٰہ الا اللہ ہی وہ جنتی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جسکا پچہلا بول لا الٰہ الا اللہ ہو

دخل الجنة هذا الحديث من حسان المصابيح رواه معاذ بن جبل ومعناه ان كل من كان اخر كلامه عند الموت

وہ جنتی ہی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین ہی معاذ بن جبل کی روایت سی اور معنی یہہ ہین کہ جسکا آخر کلام مرتی وقت کلمہ توحید ہو

كلمة التوحيد يدخل الجنة اما قبل ان يعذب بعفو ذنوبه او بعد ان يعذب بقدر ذنوبه فعلى هذا كل من

وہ جنت مین داخل ہوگا یا تو بی عذاب اگر خطائین معاف ہوئین یا گناہون کی برابر عذاب بہگت کر اس بیان کی موافق

يئس من حياته ينبغي له ان يكثر الاستغفار ويتوب عن ذنوبه ويستحضر في ذهنه ان هذا اخر اوقاته

جسکو توقع زیست کی نہ رہی تو اوسکو چاہئی کہ استغفار بہت کیا کری اور اپنی گناہون سی توبہ کری اور اپنی دلمین یہی خیال رکہی کہ دنیا مین سی میرا یہی وقت آخر ہی

من الدنيا ويجتهد ان يختمها بخير ويسارع في قضاء دينه لئلا يبقى في قبره مرتهنا بدينه كما اخبر به النبي عليه الصلوة والسلام

اور یہہ ہمت کری کہ اوسوقت کو خیر پر تمام کری اور جلدی سی اپنا قرض اوتار دی تاکہ قبر کی اندر قرض مین الجہا نہ پڑا رہی چنانچہ حدیث مین آیا ہی

وقال نفس المؤمن معلقة بدينه حتى يقضى عنه ويبادر في اداء سائر الحقوق الى اهلها من رد المظالم والودائع والعواري

فرمایا مؤمن کی جان قرض مین الجھی رہتی ہی جبتک قرض ہو ادا نہی ہووی اور جلدی سی تمام حقداروں کی حق ادا کردی ناحق لیا ہوا پھیردی اور امانتیں اور مانگی ہوئی چیزین

واستحلال اهله من زوجته ووالديه واولاده وغلمانه وجيرانه واصدقائه وكل من كان معه معاملة اومصاحبة

اور اپنی اہل سی یعنی اپنی بیوی اور ماں باپ اور اولاد اور غلاموں اور ہمسایوں اور دوستوں سی اور جسکی ساتھہ کچھہ معاملہ ہوتا ہو یا ہمنشینی ہو حق معاف کرالی

ويوصي بما لا يتمكن من ادائه في الحال حتى لو كان عليه حق من حقوق الله تعالى كالصلوة والزكوة والصوم والحج

اور جو حق کہ بالفعل ادا نہیں ہوسکتا اوسکی وصیت کردی یہاں تک کہ اگر اوسکی ذمہ حقوق اللہ ہوں جیسی نماز اور زکوة اور روزی اور حج وغیرہ

وغيرها يجب عليه ان يوصي لهذه الحقوق بثلث ماله ان احتيج اليه وان لم يكن عليه حق من هذه الحقوق لا

تو اسپر واجب ہی کہ واسطی ادا ان حقوق کی تہائی مال مین سی وصیت کردی اگر مال کی حاجت ہووی اور اگر اوسکی ذمہ ایسی حقوق نہیں ہین تو اوسپر کوئی

يجب عليه الوصية بل ينبغي له ان ينظر الى حال الورثة فانهم ان كانوا صغارا فالافضل له ترك الوصية وكذلك

کوئی وصیت واجب نہیں ہی مگر اوسکو یہہ چاہئی کہ وارثوں کی حال کو لحاظ کری کیونکہ اگر وارث بچی ہیں تو افضل یہہ ہی کہ وصیت نکری اور ایسی ہی

لوكانوا كبارا وهم فقراء ولا يستغنون بحصتهم من التركة كان ترك الوصية افضل له وان كانوا اغنياء او يستغنون

اگر بالغ ہوں لیکن ایسی محتاج کہ ترکہ مین سی اپنا اپنا حصہ لیکر بھی غنی نہو دیں تو بھی وصیت نکری افضل ہی اور اگر غنی ہوں یا ترکہ میں سی

بحصتهم من التركة فالافضل له ان يوصي باقل من الثلث فيما هو طاعة لامعصية فيه فيبدأ بمن ليس بوارث من اهل قرابته

اپنا اپنا حصہ لیکر غنی ہوجاوین تو اوسکو افضل یہہ ہی کہ تہائی مال مین کم کی ایسی وصیت کری جو طاعت ہو اوسمیں کوئی معصیت نہو پہلی قرابتیوں میں سی ایسی کہ شروع کری

ان كانوا فقراء وان لم يكونوا فقراء بل كانوا اغنياء فبالجيران وقدر الاستغناء عند ابي حنيفة على ما ذكر في قضايا الخلاصة والبزازية ان يبقى

اگر وہ محتاج ہوں اور اگر محتاج نہوں بلکہ غنی ہوں تو ہمسایوں سی شروع کری اور مقدار استغنا کی امام ابو حنیفہ کی نزدیک موافق اوسکی جو خلاصہ اور بزازیہ کی وصایا مین مذکور ہی

لكل وارث بعد الوصية اربعة الاف وعن الفضلي عشرة الاف وبعد الوصية ينبغي له ان يحسن

کہ وصیت ادا کرکر چار ہزار ہر ایک وارث کی لئی بچ رہیں اور فضلی سی یہہ روایت ہی کہ دس ہزار بچی رہیں اور وصیت کرلی کی بعد چاہئی کہ اپنا گمان

ظنه بالله تعالى بانه يرحمه ويغفر ذنوبه ويستحضر في ذهنه انه حقير في مخلوقاته تعالى

حق تعالی سی درست کری کہ مجھہ پر اللہ رحمت ہی کریگا اور میری گناہ معاف ہی کریگا اور اپنی دلمیں یہہ خیال کری کہ اوسکی مخلوقات مین سب سی کمینہ ہوں

وانه تعالى غني عن عذابه وطاعته وينبغي له ان يكون مشغولا بقراءة ايات من القران العظيم في الرجاء

اور اللہ تعالی کو میری عذاب اور طاعت کی کچھہ پرواہ نہیں ہی اور چاہئی کہ قرآن شریف کی وہ آیات جنمین رجا اور امیدواری ہی پڑہی

او يقرأها غيره عنده وهو يسمع وكذلك يستقرئ احاديث الرجاء او يقرأ غيرها عنده و

یا اسکی پاس اور لوگ پڑہیں یہہ سنتا رہی اور ایسی ہی رجا کی حدیثیں پڑہی یا اور لوگ اسکی پاس پڑہین اور

هو يسمع وحكايات الصالحين واثارهم عند الموت وينبغي له ان يحافظ على الصلوات الخمس و

یہہ سنتا رہی اور صلحاء کی قصی اور اونکی مرتی دم کی حالات سنی اور اوسکو چاہئی کہ پنجگانہ نماز کی اور

غيرها من وظائف الدين بقدر طاقته فانه اذا عجز عن القيام في الصلوة يصلي

سوای اوسکی اور وظائف دین کی طاقت کی موافق محافظت کیا کری بیشک اگر وہ نماز مین قیام سی تنگ رہی

قاعدا بركوع وسجود وان لم يقدر على الركوع والسجود يصلي بالايماء قاعدا ويجعل سجوده

تو بیٹھکر رکوع اور سجود کی ساتھہ پڑہی اور اگر رکوع اور سجود کی قدرت نہو تو بیٹھکر اشارہ سی پڑہی اور سجدہ کو بہ نسبت رکوع کی

اخفض من ركوعه ليحصل الفرق بينهما وان لم يقدر على القعود يصلي بالايماء

پست کری تاکہ دونوں میں فرق رہی اور اگر بیٹھنی کی قدرت نہو تو کروٹ پر پڑا ہوا اشارہ سی پڑہی

مضطجعا او مستلقيا لان الطاعة بحسب الطاقة لقوله تعالى لا يكلف الله نفسا الا وسعها ويجتنب النجاسة ما استطاع

یا پت لیٹکر یا ٹیکر کہ طاعت بقدر طاقت ہوتی ہی اسواسطے کہ اللہ تعالی کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر جو اسکی گنجایش ہے اور گندگی سی بچا رہے جہانتک ہو سکی

حتى اذا عجز عن استعمال الماء يصلي بالتيمم واذا كان على بدنه او ثوبه او موضع صلاته نجاسة وعجز عن ازالتها يصلي معها

یہان تک کہ پانی استعمال نکر سکے تو تیمم سی نماز پڑہی اور اگر اوسکی بدن پر یا کپڑی پر یا نماز کی جگہہ پر گندگی ہو اور پاک نکر سکے تو ویسی ہی نماز پڑہی

ولا يترك الصلوة ولا يؤخرها عن وقتها ما دام عقله ثابتا خوفا من حضور اجل بغتة وقد حصل منه التقصير في اتيان

نماز کو بالکل قضا نکری اور نہ وقت سی تاخیر کری جب تک کہ اوسکی عقل قایم ہو کیونکہ یہہ خوف ہی کہ ناگاہ موت ایسی وقت نا جاوی کہ بقدر طاقت

ما وجب عليه بقدر استطاعته وليحذر من التساهل في ذلك اذ من اقبح القبائح ان يكون اخر عهده من الدنيا التي

واجبات کی ادا کرنی سی قاصر ہو اور اسوقت مین سستی سی حذر کری کیونکہ یہہ بڑی قباحت ہی کہ دنیا مین جو

هي مزرعة الاخرة التفريط فيما وجب عليه او ندب اليه وليجتهد في ختم عمره باكمل الحالات ويوصي اهله واصحابه

آخرت کا کہیت ہی اسکی آخری وقت مین واجبات و مستحبات کی ادا کی کوتاہی پائی جاوی اور چاہیئے کہ اپنی عمر کو اچہی سی اچہی حالت پر تمام کری اور اپنی اہل اور اصحاب کو

بالصبر والاحتمال على ما يصدر منه في مرضه ويوصيهم بالصبر وترك البكاء عليه ويقول لهم قد صح انه عليه الصلوة

اون حرکات پر جو اوس سی بیماری مین واقع ہون صبر و تحمل کی وصیت کری اور وصیت کری کہ صبر کرنا رونا پیٹنا نہین اور اسطور پند کری کہ صحیح روایت ہی کہ نبی علیہ السلام

والسلام قال الميت يعذب ببكاء اهله عليه فاياكم يا احبائي والسعي في اسباب عذابي ويوصيهم ايضا باجتناب

نے فرمایا ہی میت کو اوسکی اہل کی رونی سی عذاب ہوتا ہی سو اے میری عزیزو میری عذاب مین سعی کرنی سی بچیو اور یہہ وصیت کری کہ ماتم مین

ما جرت به العادة من البدع في الجنائز ويؤكد عليهم ذلك وينبغي له ان يقول في وقت بعد وقت متى رأيتم مني تقصيرا

جو جو بدعات رسم ہو رہی ہین ہرگز نکرنی چاہیین اور خوب تاکید کردی اور چاہیئے کہ دم بدم یہہ کہتا رہی جب تمکو میری کوئی قصور

في شيء فنبهوني عليه برفق فاني معرض للغفلة والكسل والاهمال واذا قصرت فنشطوني وعاونوني على اهبة سفري

معلوم ہو تو مجہکو نرمی سی جتا دیا کرو کیونکہ مین اب غفلت اور کاہلی اور سستی مین مبتلا ہون اور جب مجہسی کوئی قصور ہو تو مجکو جگاؤ اور اس سفر کی سامان پر میری مدد کرو

هذا فاذا احضر الموت يوجه نحو القبلة على شقه الايمن قال الزيلعي والمختار في زماننا ان يلقى على قفاه وقدماه

پہر جب دم نکلنے لگے تو داہنے کروٹ پر اوسکا مونہہ قبلہ کی طرف پہیر دیں زیلعی کہتا ہی مختار اس زمانہ مین یہہ ہی کہ چت لٹا کر اوسکے پانو

الى القبلة ويرفع راسه قليلا ليكون وجهه الى القبلة دون السماء وانما اختير ذلك وان كان الاول سنة لكونه

قبلہ کی طرف کر کر کچہہ تہوڑا سا اوسکا سر اوبہار دین تاکہ اوسکا منہہ قبلہ کیطرف ہو جاوی آسمان کی طرف نرہی یہہ اسلئی مختار ٹہیرا ہے اگرچہ صورت اول مسنون ہی کہ

ايسر لخروج الروح ويلقن الشهادة لانه موضع يتعرض الشيطان فيه لافساد اعتقاده فيحتاج الى مذكر ومنبه على

واسطی نزع روح کی آسان ہی اور کلمہ شہادت تلقین کرین کیونکہ اس وقت شیطان اوسکا اعتقاد خراب کرنیکو لپٹا رہتا ہے سو اب توحید یاد دلانی والی کے

التوحيد وكيفية التلقين ان يذكر عنده كلمة التوحيد ولا يؤمر بها مخافة ان يتضجر ويردها لكون الحال صعبا

حاجت ہی اور تلقین کا طریقہ یہہ ہے کہ اوسکو سنا کر کلمہ توحید پڑہین اوسکو نہ کہین کہ کلمہ پڑہ یہہ خوف ہی کہ دل تنگ ہو کر رد کردی کیونکہ اوسپر سخت

عليه واذا قالها مرة لا تعاد عليه الا ان يتكلم بكلام اخر فحينئذ يلقن مرة اخرى حتى يكون اخر كلامه كلمة التوحيد

وقت ہی اور جب وہ ایک بار بہی پڑہ لی تو پہر اوسپر اعادہ نکرین ہان اگر اوسکی بعد اور بات بولی ہو تو اب دوبارہ تلقین کرین تاکہ اوسکے آخر کلام کلمہ توحید ہو

واما التلقين بعد الموت فقد اختلفوا فيه فقيل يلقن لظاهر ما روى عن ابي سعيد الخدري انه عليه الصلوة والسلام

اور بعد موت کی جو تلقین کرتی ہین اوسمین اختلاف ہی کوئی کہتا ہی تلقین کرنا چاہئی باعتبار ظاہر مضمون ایک ابو سعید خدری کے کہ نبی علیہ السلام نے

قال لقنوا موتاكم لا اله الا الله وقيل لا يلقن لعدم الفائدة فيه بعد الموت لانه ان مات مؤمنا لا يحتاج الى التلقين

فرمایا اپنی موتا کو لا الہ الا اللہ تلقین کیا کرو اور کوئی کہتا ہی تلقین نکرین کیونکہ بعد موت کے اس مین کچہہ فائدہ نہین اسلئے کہ اگر وہ ایمان سی مرا تو اب تلقین کی کیا حاجت ہے

ان مات كافرا لا يفيده التلقين وما ذكر من الحديث فالجواب عنه ان المراد بالموتى هم الذين حضرهم الموت وقربوا

اور اگر کافر مرا ہی تو اوسکو تلقین سے کیا فائدہ اور یہہ حدیث جو مذکور ہوئی تو اوسکا جواب یہہ ہی کہ موتی سے مراد وہ آدمی ہین جو نزع کی حالت مین ہین اور کوئی

من الموت ولا ينهى عنه واذا مات يغمض عيناه ويشد لحياه بعصابة عريضة من فوق راسه لان فيه تحسين اذ لو ترك على

اوسکو منع نہ کرے اور جب مر جاوے تو دونون آنکھیں اوسکی بند کر دیں اور دونو جبڑے چوڑی پٹی سے سر پر باندہ دیں کیونکہ اسمین خوبصورتی ہے اگر اسی حالت پر

حاله يبقى فظيع المنظر ولا يؤمن من دخول الهوام في جوفه والماء عند غسله ويمد اطرافه ويوضع على بطنه حديد

چھوڑ دیں تو بہت برا معلوم ہوگا اور اوسکے پیٹ مین کیڑے وغیرہ اور نہلاتی ہوئی پانی بہر جاوے اور اوسکے ہاتہہ پاؤں سیدہے کر دین اور پیٹ پر لوہا رکہہ دین

لئلا ينتفخ ويقول مغمضه بسم الله وعلى ملة رسول الله اللهم يسر عليه امره وسهل عليه ما بعده واسعده بلقائك واجعل

تاکہ پہول نہ جاوے اور آنکھیں بند کرنیوالا یہہ پڑہے بسم الله وعلى ملة رسول الله اے الله آسان کر اوسپر اسکا حال اور سہل کر اسکا ما بعد اور نیک بخت کر اوسکو اپنی دیدار سے اور کر دے

ما خرج اليه خيرا مما خرج عنه ويكره قراءة القران عنده حتى يغسل ثم ان غسله شريعة قديمة لما روى ان ادم النبي عليه

جس منزل کی طرف جاتا ہے اوس منزل سے بہتر جہان سے نکلتا ہے اور اوسکے پاس قرآن پڑہنا مکروہ ہے جبتک نہلا نہ چکین پہر نہلانا قدیمی طریقہ ہے اسواسطے کہ روایت ہے کہ آدم نبی

الصلوة والسلام لما قبض نزل جبريل عليه السلام بالملائكة وغسلوه وقالوا لولده هذا سنة موتاكم والمراد بالسنة المذكورة

علیہ السلام جب موئی تو جبریل علیہ السلام فرشتون کو لیکر آیا اور اونکو نہلا کر اونکی بیٹی سے کہا یہہ تمہاری موتا کی سنت ہے اور سنت سے اسجگہہ

ههنا الطريقة لان غسله واجب عملا بكلمة على في قوله عليه الصلوة والسلام للمسلم على المسلم ستة حقوق ومن

طریقہ مراد ہی نہین تو میت کا غسل واجب ہے بلحاظ حرف علی کے جو اس حدیث مین واقع ہوا ہے مسلمان کی حقوق مسلمان پر چھہ مین اونمین سے

جملتها ان يغسله بعد موته لكن اذا قام به البعض سقط عن الباقين لحصول المقصود فاذا اريد غسله يوضع على سرير

ایک یہی کہ اوسکو مرنی کی پیچھی نہلاوی پر اس مین جب کوئی لگ گیا تو باقی کی ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ مقصود جو تہا سو ہو چکا پہر جب اوسکے نہلانی کا ارادہ کرین تو تختہ پر

لينصب عنه الماء ويجمر سريره وترا تعظيما للميت وازالة للرائحة الكريهة عنه وكيفية التجمير ان يدار المجمر حول السرير

لٹا دین تاکہ اوسپر سے پانی بہہ جاوے اور اوس تختہ کو طاق یعنی تین بار یا پانچ بار خوشبو دہونی دین اسمین میت کی تعظیم ہے اور بدبو دور ہو جاتی ہے اور دہونی کا یہہ طریقہ ہی کہ مجمر کو دہونی کے ساتھہ

بالبخور مرة او ثلثا او خمسا قال الزيلعي ولا يزاد عليها ويخلع ثيابه ويستر عورته لان سترها واجب والنظر اليها حرام لقوله عم

تختہ کی گرد ایک بار یا تین بار یا پانچ بار گردش دین زیلعی کہتا ہی اس سی زیادہ نہ کرین پہر اوسکی کپڑی اوتار دینا اور عورت ڈہانپ دین کیونکہ ستر عورت واجب ہے اوسکا دیکہنا حرام ہے اسواسطے کہ

لا تنظر الى فخذ حي وميت ويوضأ بلا مضمضة ولا استنشاق لان الوضوء سنة الغسل لكن في الميت يترك المضمضة

نبی کو فرمایا کہ نہ زندہ اور مردہ کی ران پر نگاہ مت کرنا پہر وضو کرا دین بدون کلی اور ناک کے پانی کے اسواسطے کہ وضو غسل مین مسنون ہے لیکن میت کے غسل مین کلی

والاستنشاق لتعذر اخراج الماء منه فيبدأ بغسل وجهه لا بغسل يديه ولا يؤخر غسل قدميه واختلف في استنجاءه و

اور ناک کا پانی ترک ہے اسلیے کہ پہر پانی کا نکالنا دشوار ہی پہہ پہلے منہ دہوین پہلے ہاتہہ نہ دہوین اور پاؤں کا دہونا پیچہے نہ رکہین اور میت کے استنجا اور

مسح راسه والصحيح انه يستنجي ويمسح راسه لكن الغاسل لا يمس عورته لان مس العورة حرام بل

سر کی مسح مین اختلاف ہے صحیح یہہ ہے کہ استنجا اور سر کا مسح بہی کرین پر نہلانی والا اوسکی عورت کو نہ چہوی اسلیے کہ عورت کا چہونا حرام ہے بلکہ

يلف خرقة على يده ويغسل المخرج حتى يطهر ثم يفاض عليه الماء مغلي بسدر او حرض وان لم يوجد ماء

اپنی ہاتہہ پر کپڑا لپیٹ کر مخرج کو اتنا دہو دی کہ پاک ہو جاوی پہر اوسپر بیری کی پتو کا یا اشنان کا جوش دیا ہوا پانی بہا دین اور اگر ایسا پانی نہ ملے

كذلك يغسل بالماء القراح وهو الخالص لان المقصود الذي هو الطهارة يحصل به واما اذا وجد فالترتيب

تو خالص پانی سے نہلا دین کیونکہ اصل مقصود یعنی طہارت اس مین سے بہی حاصل ہے ہان اگر میسر آوی تو پہر ترتیب موافق

على ما ذكر في مبسوط شيخ الاسلام وهو مروي عن ابن مسعود رض ان يبدأ بالماء القراح حتى يبتل ما على

بیان شیخ الاسلام کے جو مبسوط مین ہی اور وہ روایت ہی ابن مسعود سے یون ہے کہ اول غسل خالص پانی سی تاکہ جو کچھہ بدن پر

البدن من الدرن والنجاسة ثم بماء السدر او الحرض لیزول ما علی البدن لکونه ابلغ فی التنظیف ثم بماء فیه

میل کچیل نجاست ہی سو بہگ کر بہول جاوی پہر بیری یا اشنان کی جوش دی ہوئی پانی سی تاکہ جو بدن پر ہی سو چھوٹ جاوی کیونکہ اسمین نظافت خوب ہوتی ہی پہر کافور

کافور ان وجد تطییبا لبدن المیت ثم یغسل راسه ولحیته بالخطمی لانه ابلغ فی استخراج الوسخ لکونه مثل الصابون فی تنظیف

ملی ہوئی پانی سی اگر میسر ہو تاکہ میت کا بدن خوشبو ہو جاوی پہر اوسکا سر اور ڈاڑہی گل خیرو سی دہو دین کیونکہ اسمین میل خوب چہوٹتا ہی اسلی کہ خطمی صابون کی مانند صاف کرتا ہی

وان لم یوجد فبالصابون ثم یضجع علی یساره ویغسل حتی یصل الماء الی مایلی التخت منه ولا یکب علی وجهه لیغسل ظهره

اور اگر یہ خطمی نہو تو صرف صابون سی پہر بائیں کروٹ پر لٹاکر اتنا نہلا دین کہ پانی نیچے کی طرف تخت تک بہہ جاوی اور پیٹہ دہونی کی لئی منہ کی بل اوندہا نہ کر دین

ثم یجلسه الغاسل ویسنده الیه ویمسح بطنه برفق وان خرج منه شیء یغسله ولا یعید غسله ولا وضوءه لان غسله

پہر اوسکو بٹہلا دیوی اپنی سہارا سی بیٹہا کر نرم نرم پیٹ کو ملدی اور اگر پیٹ میں سی کچہ نکلی تو دہو دی اسکی غسل کا اعادہ نہی اور نہ وضو کا اسواسطی کہ اوسکا غسل

عرف بالنص وهو قوله علیه الصلوة والسلام للمسلم علی المسلم ستة حقوق وذکر منها غسله بعد موته وقد حصل مرة فلا یتکرر

جو نص سی اسحدیث مین ثابت ہوا ہی واسطی مسلمان کی مسلمان پر چہہ حق ہین اونہین غسل میت کو بہی ذکر فرمایا سو وہ ایکبار ہو لیا پہر اعادہ نہین

ثم ینشف بثوب لئلا یبتل اکفانه ویجعل علی راسه ولحیته الحنوط وهو عطر مرکب من اشیاء طیبة ولا باس بسائر انواع الطیب

پہر کپڑی سی پونچہ دین تاکہ کفن تر نہو جاوی اور اوسکی سر اور ڈاڑہی پر اگرچہ خوشبو مرکب لگاوین حنوط خوشبو ہی کئی خوشبو چیزون سی مرکب ہوتی ہی اور سب قسم کی خوشبو لگانی

غیر الزعفران والورس فانهما یکرهان فی حق الرجال دون النساء ویجعل الکافور علی مساجده وهی جبهته وانفه ویداه

سوا زعفران اور ورس کی کچہ ڈر نہین ہی یہہ دونو مردون کی حق مین مکروہ ہین عورتون کی لئی مکروہ نہین اور سجدہ پر کافور لگاوین اور مساجد اوسکی پیشانی ہی اور ناک اور دونو ہاتہ

ورکبتاه وقدماه لانه کان یسجد بهذه الاعضاء فکانت اولی بزیادة الکرامة ولا یسرح شعره ولحیته ولا یقص ظفره

اور دونو گہٹنی اور دونو قدم اسلی کہ ان اعضا پر سجدہ کرتا تہا اسواسطی زیادتی تعظیم کی یہہ ہی اعضا لائق ترہین اور بالون مین اور ڈاڑہی مین کنگہی نہ کرین اور نہ ناخن ترشین

وشعره لان هذه الاشیاء انما تفعل للزینة وقد استغنی عنها وما روی انه علیه الصلوة والسلام قال اصنعوا بموتاکم

اور نہ بال کترین کیونکہ یہہ سامان زینت کی ہین سو اسکی کچہ حاجت نہین رہی اور یہہ جو روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا سنگار کیا کرو اپنی موتا کا

کما تصنعون بعروسکم محمول علی التطییب والتطهیر لا علی التنقیص وازالة الجزء لکن ذلک غیر مسنون فی المیت وروی

جیسی سنگار کرتی ہو اپنی دلہنون کو سو محمول ہی خوشبو اور طہارت پر ناقص کرنی پر اور جز کی دور کرنی پر نہین کیونکہ یہہ امور میت کی حق مین غیر مسنون ہین اور

عن ابی حنیفة وابی یوسف ان الظفر ان کان منکسرا فلا باس باخذه ومن مات ولم یوجد ماء لیغسل یتیمم ویصلی علیه ثم

ابو حنیفہ اور ابو یوسف سی روایت ہی کہ ناخن اگر ٹوٹا ہو تو اوسکی کترنیکا کچہ مضائقہ نہین اور اگر کوئی شخص مر جاوی اور پانی غسل کو نہ ہاتہ آئی تو اوسکو تیمم کرا دین اور نماز پڑہ لین پہر

ان وجد ماء یغسل وتعاد صلوته وقیل لا تعاد وان جری الماء علی المیت او اصابه مطر عن ابی یوسف انه لا ینوب عن الغسل

اگر پانی مل جاوی تو نہلا دین اور نماز دوبارہ پڑہین اور کوئی کہتا ہی کہ پہر نہ پڑہین اور اگر میت پر خود بخود پانی بہہ گیا یا مینہہ مین بہیگ گیا تو ابو یوسف سی روایت ہی کہ قائم مقام غسل کی

لانا امرنا بالغسل وجریان الماء واصابة المطر لیس بغسل والغریق یغسل ثلاثا فی قول ابی یوسف وعند محمد فی روایة ان

ہوتا کیونکہ ہمکو حکم غسل دینی کا ہی اور پانی کا بہنا اور مینہہ مین بہیگنا کچہ غسل نہین ہی اور ڈوبی ہوئی کو ابو یوسف کی قول پر تین بار غسل دین اور محمد کی قول کی موافق ایک روایت

نوی الغسل عند الاخراج من الماء یغسل مرتین وان لم ینو یغسل ثلاثا وفی روایة عنه یغسل مرة واحدة وغاسل المیت

پانی مین سی نکالتی ہوئی غسل کی نیت کی ہو تو پہر دو بار نہلا دین اور اگر نیت غسل کی نہین کی تو تین بار نہلا دین اور ایک روایت مین اونسی کہ ایکہی دفعہ نہلا دین اور میت کا نہلانیوالا

ینبغی ان یکون علی طهارة وان یکون اقرب الناس الیه وان لم یوجد فاهل الورع والصلاح واذا تم غسله یکفن وکل واحد

چاہئی کہ با وضو رہو اور میت کا سب سی زیادہ تر قریب ہو اور اگر ایسا شخص موجود نہو تو کوئی خدا ترس اور پرہیزگار ہو اور جب نہلا چکین تو کفن پہنا دین اور ہر ایک

من الرجل والمرأة کفن السنة وکفن الکفایة وکفن الضرورة فی حقهما ما یوجد وکفن السنة للرجل قمیص وازار ولفافة

کی لئی عورت ہو یا مرد ایک تو کفن سنت ہی اور ایک کفن کفایت ہی اور ضرورت کا دونو کی لئی وہ ہی جو میسر آجاوی اور کفن سنت مرد کا قمیص یعنی کفنی اور تہبند اور چادر

فالقمیص من المنکبین الی القدمین بلا دخریص ولا جیب ولا کمین وکل واحد من الازار واللفافۃ من الفرق الی

پس قمیص دونو مونڈھیوں سی پاؤوں تک بے کلی اور گریبان اور آستینوں کے اور دونوں تہبند اور پوٹ کی چادر سر سے

القدم فاذا ارید تکفینہ یبسط اللفافۃ اولا ثم الازار ثم القمیص ثم یوضع المیت فیہ ویقمص ثم یعطف

پاؤں تک ہیں جب کفن پہناویں تو پہلے پوٹ کی چادر بچھاویں پھر اوسکی اوپر تہبند پھر اوسکے اوپر قمیص پھر اوسکے اوپر میت کو لٹا کر قمیص پہنا دیں پھر تہبند

الازار من جھۃ الیسار ثم من جھۃ الیمین ثم اللفافۃ کذلک وان خیف انتشار الکفن یعقد صیانۃ عن

پہلے بائیں طرف سی لپیٹیں پھر داہنی طرف سی پھر پوٹ کی چادر اسی طور پر اور اگر کفن کے اوڑنے کا خوف ہو تو گرہ لگا دیں مبادا

الکشف وکفن الکفایۃ لہ ازار ولفافۃ ویکرہ اقل من ذلک الا عند الضرورۃ وکفن السنۃ للمراۃ درع وخمار

کھل جاوے اور کفن کفایت مرد کے واسطے تہبند اور پوٹ ہے اور اتنی کم مکروہ ہے مگر لاچاری کو اور کفن سنت عورت کی لئے پیراہن اور اوڑھنی

وازار ولفافۃ وخرقۃ تربط علی ثدییھا فانھا تلبس الدرع اولا ثم یجعل شعرھا ضفیرتین علی صدرھا فوق الدرع

اور تہبند اور پوٹ کی چادر اور دامنی جس میں اوسکی پستان چھپا دیں پس عورت کو پہلے پیراہن پہنا دیں پھر اوسکی بالوں کی دو لٹیں کر کر پیراہن کی اوپر دونو طرف سینہ

ثم یوضع الخمار علی راسھا منشورۃ کالمقنعۃ فوق ذلک ثم یعطف الازار واللفافۃ کما ذکر فی حق الرجال ثم تربط الخرقۃ

پر اور اوڑھنی اوسکے سر پر مقنع کی طور پر ڈال دیں اوپر پھیلا کر اور پھر ازار اور لفافہ کو اوسی طور پر جو مردونکی حق میں مذکور ہوا لپیٹیں پھر اوسکے سینہ

فوق الاکفان وعرضھا ما بین الثدی الی السرۃ وکفن الکفایۃ لھا ازار ولفافۃ وخمار ویکرہ اقل من ذلک الا عند

سب کفنوں کی اوپر لپیٹ دیں اوسکا عرض پستان سی ناف تک چاہیے اور کفن کفایت عورت کا تہبند اور پوٹ کی چادر اور اوڑھنی اس سی کمتر مکروہ ہے مگر

الضرورۃ ویجمر الاکفان قبل ان یدرج فیھا المیت وترا ولا یزاد علی خمس علی ما ذکرہ الزیلعی وقال المرغینانی علی ما ذکر

لاچاری کو اور کفنوں کو میت کی داخل کرنے سی پہلے خوشبو کی دھونی دیں طاق اور پانچ بارسی زیادہ موافق بیان زیلعی کی نہیں اور مرغینانی موافق اوسکے جو منیہ کے

فی شرح المنیۃ ان کان فی المال کثرۃ وفی الورثۃ قلۃ تکفن السنۃ اولی والا فکفن الکفایۃ اولی مع جواز کفن

شرح میں مذکور ہی کہتا ہی اگر ترکہ بہت ہو اور وارث کم ہوں تو کفن سنت اولی ہی اور نہیں تو کفن کفایت اولی ہے اگرچہ کفن سنت تو بھی

السنۃ والمراھق فی الکفن بمنزلۃ البالغ والطفل الذی لم یبلغ حد الشھوۃ فالاحسن ان یکفن فیما یکفن البالغ وان

جائز ہی اور مراہق کفن کی باب میں بجای بالغ کی ہی اور وہ لڑکا جو ابھی حد شہوت کو نہیں پہونچا تو بہتر ہے کہ اوسکو کفن بالغ کا دیویں اور اگر

کفن فی ثوب واحد یجوز وبعد تکفینہ یصلی علیہ والصلوۃ علیہ فرض کفایۃ ان اداھا البعض ولو رجلا واحدا

اوسکو ایک ہی کپڑے کا کفن دیویں تو بھی جائز ہی اور کفنا کر اوسپر نماز پڑھیں اور نماز جنازہ فرض کفایہ ہی اگر کوئی بھی ادا کر دے اگرچہ ایک ہی مرد یا

او امراۃ واحدۃ تسقط عن الباقین والا یاثم الکل واذا حمل علی سریرہ فالسنۃ ان یحملہ اربعۃ نفر من جوانبہ الاربعۃ

ایک ہی عورت ہو تو سب کے ذمہ سی ساقط ہو جاتی ہی اور نہیں تو سب گنہگار ہوتی ہیں اور جب اوسکو جنازہ پر اوٹھا لیں تو مسنون یہ ہے کہ چار آدمی چاروں طرف سی اوٹھا دیں

اذ فیہ تخفیف للحاملین وصیانۃ للمیت عن السقوط والانقلاب وتکثیر الجماعۃ حتی لو لم یتبعہ احد یکون ھؤلاء

کیونکہ اس میں اوٹھانے والوں کو تخفیف ہی اور میت کی گرنے سی اور اولٹ پلٹ سی حفاظت ہی اور جماعت کثیر ہو جاتی ہے یہانتک کے اگر اور کوئی ساتھ نہ چلے تو یہی

جماعۃ ویسرعون بہ فی المشی بلا خبب وعند کثرۃ الناس یتناوبون فی حملہ یستحب لکل من یحملہ ان یحملہ من کل جانب

جماعت ہے اور چلنے میں جلدی کریں دوڑیں نہیں اور کثرت انبوہ میں اگر باری باری اوسکو لے چلیں تو ہر ایک کو چاروں طرف سی

عشر خطوات لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من حمل جنازۃ اربعین خطوۃ کفرت عنہ اربعین کبیرۃ وکیفیۃ حملہ

دس دس قدم لے چلنا مستحب ہے واسطے ارشاد نبی علیہ السلام کی جو کوئی جنازہ چالیس قدم لے چلتا ہے تو اوسکے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہو جاتی ہیں اور لے چلنے کی کیفیت

ان یبتدی بالمقدم الایمن ویضعہ علی عاتقہ الایمن ثم بالمؤخر الایمن ویضعہ علی عاتقہ الایمن ثم بالمقدم الایسر

یہی کہ پہلی اگلی داہنی جانب اوٹھا کر اپنی داہنے مونڈھے پر رکھی پھر پچھلے داہنے جانب اپنی داہنی مونڈھی پر رکھی پھر اگلی بائیں جانب اپنی

ويضعه على عاتقه الايسر ثم بالمؤخر الايسر ويضعه على عاتقه الايسر فالافضل لبقية الناس مشيهم خلفه لانه ابلغ

بائیں مونڈہی پر رکہی پہر پچھلی بائیں جانب اپنی بائیں مونڈہی پر رکہی اور باقی لوگوں کو یہہ افضل ہی کہ جنازہ کی پیچھے پیچھے چلیں کیونکہ نصیحت ہر

فی الاتعاظ واذا بلغوا قبره يكره لهم الجلوس قبل وضعه على الارض ولا يكره بعد وضعه هذا فی حق من يمشی مع الجنازة

کی لئی بہت خوب ہی اور جب قبر کی پاس پہنچیں تو انکو مکروہ ہی کہ جنازہ زمین پر اوتارنے سے پہلے بیٹھ جاویں اور جب زمین پر اوتار لیں تو مکروہ نہیں یہہ انکی حق میں ہی جو جنازہ کی ساتھہ آئے

واما الذهب قوم الى المصلى وجلسوا ينتظرونها تجیء بها فالصحيح انهم لا يقومون قبل الوضع وكذا من كان قاعدا على

اور اگر ایک قوم آگی جا کر نمازگاہ میں ہوسکی منتظر بیٹھے ہوں پہر اوس جنازہ کو ان لیکر آویں تو صحیح یہہ ہے کہ یہہ قوم جنازہ زمین پر رکہی سے پہلے کہڑی نہ ہو اور ایسی ہی جو شخص رستہ پر بیٹھا ہو

الطريق فمرت به الجنازة الا اذا اراد ان يتبعها وما ورد فی الاحاديث من القيام لها منسوخ ولا ينبغی لمن يتبعها

اور وہاں کو جنازہ آجاوی ہاں اگر جنازہ کی ساتھہ جانیکا ارادہ کری تو کہڑا ہوجاوے اور جو حدیثوں میں جنازہ کی لئی کہڑا ہونا آیا ہی سو منسوخ ہی اور ساتھہ جانیوالوں کو نہیں چاہئے

ان يرجع قبل ان يصلى عليها وبعد ان يصلى عليها قالوا لا يرجع الا باذن اهلها وذكر فی المحيط ان الرقيق يسعه الرجوع

کہ نماز جنازہ سی پہلی پہر کر چلی آویں اور بعد نماز کے بہی کہتی ہیں کہ بدون اجازت ولی جنازہ کے نہ آویں اور محیط میں کہا ہے کہ غلام کو مضائقہ نہیں کہ بلا اجازت

بغير اذنهم وهو الاوجه والاولى على ما ذكر فی شرح المنية ويحفر القبر واختلف فی مقدار عمقه فقيل قدر نصف القامة

ولی میت کی چلا جاوی اور موافق مذکور شرح منیہ کی یہہی ٹہیک راہ ہی اور قبر کہودیں اور اوسکے گہراو میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہی بقدر نیم قدآدم

وقيل الى الصدر وان زادوا الى القامة فهو افضل واحسن ثم الافضل فيه اللحد وهو ان يحفر فی جانب القبلة منه

اور کوئی کہتا ہی سینہ تک اور اگر برابر قدآدم گہری کریں تو افضل اور احسن ہے پہر اوس میں اگر لحد یعنی بغلی بناویں تو بہت افضل ہے لحد یہہ ہوتا ہی کہ قبر کی اندر قبلہ کی طرف گڑہا

حفيرة ويوضع الميت فيها وان كانت الارض رخوة فلا باس بالشق وهو ان يحفر فی وسط الارض حفيرة كالنهر ويبنی جانباها

کہود کر اوسکی اندر مردہ کو رکہدیں اور اگر زمین بہس بہسی نکر ور ہو تو شق کا کچھ مضائقہ نہیں شق یہہ ہی کہ قبر کی بیچوں بیچ نہر کی وضع پر گڑہا کہودیں اور اوسکی دونو پہلو

باللبن ويوضع الميت فيها وتسقف باللبن ولا يمس السقف الميت والسنة ان يوضع الميت فی قبره من جانب القبلة

بھی اینٹ سی چن کر اوسکی اندر مردہ کو رکہیں اور کچی اینٹ سی چہت پاٹیں اور چہت میت سی دور رہے اور طریق مسنون یہہ ہے کہ میت کو قبر میں قبلہ کی طرف سی اوتاریں

ولا تعيين فی عدد الواضعين بل المعتبر حصول الكفاية وترا كانوا او شفعا ويقول جميعهم عند الوضع بسم الله و

اور اوتارنی والونکی گنتی مقرر نہیں ہی بلکہ یہہ ہی معتبر ہی کہ جسقدر کفایت کریں طاق ہوں یا جفت اور اوتارتی وقت سب یہہ پڑہیں بسم اللہ و

على ملة رسول الله ويوجه الى القبلة ولا يلقى على ظهره وتحل العقدة لانها كانت لخوف انتشار الكفن وقد حصل

علی ملۃ رسول اللہ اور میت کا منہہ قبلہ کی طرف پہیر دیں چت نہ پڑا دیں اور گرہ کہول دیں کیونکہ گرہ تو اسلئی تہی کہ کفن نکہل جاوی سو اب

الامن منه ويسوى اللبن والقصب على اللحد ويكره الاجر والخشب لانهما لاحكام البناء والقبر موضع البلاء والفناء وذو

امن ہو گیا اور لحد پر کچی اینٹ یا بانس بچہا دیں اور پکی اینٹ اور لکڑیاں مکروہ ہیں کیونکہ یہہ دونو چنائی کی مضبوطی کے واسطے ہیں اور قبر کہنگی اور فنا کی جگہہ ہے اور

الرحم المحرم اولى بوضع المراة فان لم يكن فاهل الصلاح من الاجانب ويسجى قبرها بثوب حال الوضع حتى يجعل اللبن

عورت کو اوتارنی کی لئی محرم شخص اولی ہی اگر موجود ہو تو اجنبی پرہیزگار اور عورت کی قبر پر اوتارتی ہوئی جب تک لحد کو چہاب نہ لیں کپڑہ بہی

ونحوه على اللحد لان مبنى حالهن على الستر ولا يسجى قبر الرجل لان مبنى حالهم على الكشف ثم يهال عليه التراب ويسنم القبر

پردہ کو رہیں اسلئی کہ عورتوں کی حال ہی کا سب پردہ ہے اور مرد کی قبر پر پردہ نہیں چاہئے اسلئی کہ مردوں کے حال میں کہلا ہونا مناسب ہے پہر اوس پر مٹی ڈالدیں اور قبر کو بالشت بہر اونچی

قدر شبر ولا يسطح ولا يزاد على التراب الذی خرج عن القبر ولا باس برش الماء عليه كيلا ينتشر التراب بالريح ويكره ان يبنى

اونٹ کی پشت بناویں اور چوکہونٹی نکریں اور نہ اوپر مٹی سوا قبر کی کہدی ہوئی کی ملاویں اور اوسپر پانی چہڑکنی کا کچھہ مضائقہ نہیں تاکہ مٹی ہوا سے اوڑ نہ جاوے اور مکروہ ہے کہ اوسپر مکان

عليه بيت او قبة او نحو ذلك وكذا يكره وطؤه والجلوس عليه والنوم لديه والصلوة اليه لما روى عن مرثد الغنوی

یا گنبج وغیرہ بناویں اور ایسی ہی پامال کرنا اوسپر بیٹہنا اور اوسکے پاس سونا اور اوسکی طرف کو نماز پڑہنی مکروہ ہے کیونکہ مرثد غنوی سے

انه علیه الصلوة والسلام قال لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیها ویکره الذبح عنده لما روی عن انس انه علیه الصلوة
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قبر پر مت بیٹھو اور نہ اسکے طرف کو نماز پڑھو اور قبر کے پاس ذبح کرنا مکروہ ہے کیونکہ انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام
والسلام قال لا عقر فی الاسلام وهو الذی کان یعقر عند القبر بقرة او شاة ویکره اتخاذ الضیافة من اهل المیت لکن
فرمایا کہ اسلام میں عقر نہیں ہے اور عقر وہ گائے یا بکری ہے جو قبر پر یا کر ذبح کرتی تھی اور میت کی اہل سے مہمانی کا لینا مکروہ ہے لکن
یستحب لجیران المیت واقربائه الاباعد تهیئة الطعام لهم والحاحهم فی الاکل لما روی عن ابن مسعود انه علیه
میت کی ہمسایوں اور دور کی ناتہ داروں کو کھانا تیار کرنا اہل مصیبت کیواسطے اور انکو بہت کھلانا مستحب ہے جو نکہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام
لما جاءه نعی جعفر بن ابی طالب قال اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد اتاهم ما یشغلهم ویستحب التعزیة لما روی عن ابن مسعود
جب خبر مرگ جعفر بن ابی طالب کی سنے تو فرمایا واسطے عیال جعفر کے کھانا تیار کرو کہ انکو ایسے خبر آئی ہے جس میں مشغول ہیں اور تعزیت مستحب ہے اسلئے کہ ابن مسعود سے روایت ہے
انه علیه الصلوة والسلام قال من عزی مصابا فله مثل اجره وکیفیة التعزیة ان یقال لمن مات له قریب اعظم الله
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے مصیبت زدہ کی تعزیت کی تو اسکو ویسا ہی اجر ہے اور کیفیت تعزیت کی یہ ہے کہ اس سے جسکا قریب گیا ہو کہے خدا تیرا اجر عظیم
اجرك واحسن عزاك وغفر لمیتك ان کان المیت مکلفا والا لا یقول وغفر لمیتك ومن مات ولم یدفن ایاما بان وضع
عنایت کرے اور تیری عزا نیک کرے اور تیری میت کو بخشے یہ جبکہ اگر میت مکلف ہو اور نہیں تو یہ نہ کہے تیری میت کو بخشے اور جو شخص مرجاوے اور چند روز مدفون نہ ہو مثلاً کہ
فی التابوت لیحمل من مصر الی مصر اخر فما لم یدفن لا یسئل لان السوال لا یکون الا فیما یستقر فیه المیت حتی لو اکله
تابوت میں رکھا ہو تاکہ ایک شہر سے دوسرے شہر میں لیجاویں سو جب تک دفن نہ ہو گا سوال منکر نکیر کا بھی نہ ہو گا اسواسطے کہ سوال انہی ہوتا ہے جہاں میت قرار پکڑے یہاں تک کہ اگر اسکو
السبع یکون السوال فی بطنه وهو لکل ذی روح من بنی ادم حتی الرضیع فانه یسئل فیلهمه الله الجواب وهل للانبیاء
درندہ کھا جاوے تو سوال اسکے پیٹ میں ہو گا اور یہ سوال بنی آدم میں سے ہر ایک ذی روح سے ہوتا ہے یہاں تک کہ دودھ پیتے بچہ سے بھی کیونکہ اس سے سوال ہو گا سو اللہ تعالیٰ اسکو جواب سکھلا دیتا ہے اور آیا انبیاء کو بھی
فی القبر سؤال قد ذکر فی الظهیریة ان الزاهد الصفار قال لیس فی هذا نص ولا خبر ودلیل نفی ذلک عنهم ارزقنا
قبر میں سوال ہوتا ہی سو ظہیریہ میں مذکور ہے کہ زاہد صفار کہتا ہے کہ اس باب میں نہ کوئی نص ہی اور نہ کوئی خبر اور اسکے نفی کی دلیل ظاہر ہے الٰہی ہم کو
الله تعالی حسن الخاتمة عند الممات

المجلس السابع والخمسون فی بیان جواز زیارة القبور وعدم جوازها

مرنے کے وقت خاتمہ بالخیر آسان کر

ستاونویں مجلس زیارت قبور کے جواز اور عدم جواز کے بیان میں

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه بریدة
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمکو قبروں پر جانے سے منع کیا تھا سو اب قبروں کی زیارت کیا کرو یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے بریدہ کی روایت سے
وفیه تصریح بوقوع النهی فی اوائل الاسلام عن زیارة القبور لکونها مبدأ عبادة الاصنام وکان ابتداء ذلك
اور اسمیں تصریح ہے کہ اول اسلام میں زیارت قبور سے ممانعت ہوئی تھی اسلئے کہ یہ ہی سبب بت پرستی کا ہے کہ پہلی پہل یہ سخت مرض
الداء العضال فی قوم نوح النبی علیه السلام کما اخبر الله تعالی فی کتابه ﴿قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن
نوح نبی علیہ السلام کے امت میں پیدا ہوا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں خبر دیتا ہے کہا نوح نے اے رب میرے انہوں نے میرا کہا نہ مانا اور مانا ایسے کا
لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ۝ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ۝ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ
جسکو اسکی مال اور اولاد نے اور بڑا ٹوٹا دیا اور داؤ کیا ہی بڑا داؤ اور بولے نہ چھوڑیو اپنے ٹھاکروں کو اور نہ چھوڑیو ود کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث
وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾ قال ابن عباس وغیره من السلف کان هؤلاء قوما صالحین فی قوم نوح النبی علیه السلام فلما ماتوا عکف
اور یعوق اور نسر کو ابن عباس وغیرہ سلف کہتے ہیں کہ یہ لوگ نوح نبی علیہ السلام کی امت میں صلحا تھے جب یہ مر گئے تو
الناس علی قبورهم ثم صوروا تماثیلهم ثم طال علیهم الامد فعبدوهم فلما کان منشأ عبادة الاصنام من جهة القبور
لوگوں نے انکی قبروں پر بیٹھ رہنا اختیار کیا پھر انکی صورتوں کی تصویریں بنا لیں پھر جب ایک مدت گذر گئی پوجنے لگے تو جبکہ منشا بت پرستی کا قبروں سے پیدا ہوا ہے

نهى النبي عليه الصلوة والسلام اصحابه في اوائل الاسلام عن زيارة القبور سدًّا للذريعة الشرك لكونهم حديث العهد

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے یاروں کو اوائل اسلام میں زیارت قبور سے منع کر دیا تاکہ شرک کا وسیلہ بند ہو جاوے کیونکہ وہ کفر چھوڑ کر نئے تھے

بالكفر ثم لما تمكن التوحيد في قلوبهم اذن لهم في زيارتها وعلمهم كيفيتها تارة بفعله وتارة بقوله وذلك في الاحاديث

ہوئے اور جب توحید ان کے دلوں میں جم گئی تو ان کو زیارت قبور کی اجازت دی اور اس کی کیفیت سکھائی کبھی کر کے کبھی کہکر اور یہ مضمون بہت حدیثوں

الكثيرة بعضها في الاذن وبعضها في التعليم وفي ضمنها بيان الفائدة اما التي في الاذن فمنها ما روي عن ابي سعيد

میں ہے بعضی درباب اذن ہیں اور بعضی درباب تعلیم اور ان کے ضمن میں فوائد کا بیان ہے پھر جو کہ درباب اذن ہیں ان میں سے ایک یہ ہے ابو سعید سے روایت

انه عليه الصلوة والسلام قال اني كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فان فيها عبرة ومنها ما روي عن علي بن

کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو تم زیارت کیا کرو کیونکہ اس میں عبرت ہے اور ایک یہ ہے علی ابن

ابي طالب انه عليه الصلوة والسلام قال اني كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانها تذكركم الآخرة ومنها ما روي

ابی طالب سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو تم زیارت کیا کرو کیونکہ تمکو آخرت یاد دلاتی ہے اور ایک یہ ہے

عن ابن مسعود انه عليه الصلوة والسلام قال كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانها تزهد في الدنيا ومنها

ابن مسعود کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو تم زیارت کیا کرو کیونکہ یہ دنیا چھڑاتی ہے اور ایک یہ ہے

ما روي عن ابي هريرة انه عليه الصلوة والسلام قال زوروا القبور فانها تذكر الموت ومنها ما روي عن بريدة انه عليه السلام

ابی ہریرہ کی روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ موت یاد دلاتی ہے اور ایک یہ ہے بریدہ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

قال كنت نهيتكم عن زيارة القبور فمن اراد ان يزور فليزر ولا تقولوا هجرا واما التي في التعليم فمنها ما روي عن بريدة

میں نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو جس کا ارادہ ہو کہ زیارت کرے تو زیارت کرے اور بیہودہ بات نہ کہو اور وہ حدیثیں جو تعلیم میں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے بریدہ کی روایت ہے

انه عليه الصلوة والسلام كان يعلمهم اذا خرجوا الى المقابر ان يقولوا السلام عليكم يا اهل الديار من المؤمنين والمسلمين

کہ نبی علیہ السلام سکھاتے تھے جب کوئی مقابر پر جاتا کہ کہو السلام علیکم اے اہل قبور مومنین اور مسلمین

وانا ان شاء الله بكم لاحقون انتم لنا سلف ونحن لكم تبع نسئل الله لنا ولكم العافية ومنها ما روي عن ام المؤمنين

اور ہم انشاءاللہ تمہارے پاس آتے ہیں تم ہمارے پیشوا ہو اور ہم تمہارے پیچھے ہیں اللہ سے مانگتے ہیں اپنی اور تمہاری عافیت اور ایک یہ ہے ام المومنین

عائشة انها قالت لرسول الله صلى الله عليه وسلم كيف اقول يا رسول الله في زيارة القبور قال قولي السلام على

عائشہ کی روایت ہے کہا انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ میں زیارت قبور میں کیا کہا کروں آپ نے فرمایا کہہ سلام

اهل الديار من المؤمنين والمسلمين ويرحم الله المستقدمين منا ومنكم والمستاخرين وانا ان شاء الله بكم لاحقون ومنها

اہل دیار پر مومنین و مسلمین پر سے اور اللہ رحمت کرے اگلوں پر ہم میں اور تم میں سے اور پچھلوں پر اور ہم انشاءاللہ تمہارے پاس آتے ہیں اور ایک یہ ہے

ما روي عن ابي هريرة انه عليه الصلوة والسلام خرج الى المقبرة فقال السلام عليكم دار قوم مؤمنين وانا ان شاء الله

ابوہریرہ کی روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مقبرہ کو تشریف لے گئے سو آپ نے فرمایا سلام تم پر اے دار قوم مومنین اور ہم انشاءاللہ

عن قريب بكم لاحقون ومنها ما روي عن ابن عباس انه عليه الصلوة والسلام مر بقبور المدينة فاقبل عليهم فقال

تم سے جلد ملنے والے ہیں اور ایک یہ ہے ابن عباس کی روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ کے مقابر پر گذرے سو ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا

السلام عليكم يا اهل القبور يغفر الله لنا ولكم انتم سلفنا ونحن بالاثر فانه عليه الصلوة والسلام بيّن في هذه الاحاديث

سلام تم پر اے اہل قبور بخشے اللہ ہمکو اور تمکو تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمہارے پیچھے ہیں پس بے شک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان حدیثوں میں

فائدة زيارة القبور وهي احسان الزائر الى نفسه والى اهل القبور اما احسانه الى نفسه فتذكر الموت والآخرة والزهد

زیارت قبور کا فائدہ بیان فرمایا اور وہ زیارت کرنیوالے کی اپنی جان اور اہل قبور کے حق میں بھلائی ہے اپنی جان میں یہ بھلائی ہے کہ موت کو اور آخرت کو یاد کرنا اور دنیا سے بے رغبتی

في الدنيا بالايقاظ والاعتبار واما احسانه الى اهل القبور فالسلام عليهم والدعاء لهم بالرحمة والمغفرة وسؤال النجاة
دنیا کی اور پند پذیری اور عبرت اور اہل قبور کی حق میں بھلائی یہہ ہی اونپر سلام بھیجنا اور اونکی لئی رحمت اور مغفرت کی دعا کرنا اور نجات کا سوال کرنا
قال عامة العلماء هذا في حق الرجال واما النساء فلا يحل لهن ان يخرجن الى المقابر لما روي عن ابي هريرة انه عليه الصلوة
عام علماء کہتی ہیں یہہ مردونکی حق میں ہی اور یہی عورتین سو اونکو حلال نہیں کہ مقابر میں جایا کریں کسلئی کہ ابو ہریرہ سی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے
لعن زوارات القبور وذكر في نصاب الاحتساب ان القاضي سئل عن جواز خروج المراة الى المقابر فقال لا تسئل
قبرون میں جانے والی عورتوں پر لعنت کی ہی اور نصاب الاحتساب میں ذکر ہی کہ قاضی سے کسی نے پوچھا کہ کیا عورتوں کو مقابر میں جانا جائز ہے قاضی نے جواب دیا کہ مت
عن الجواز في مثل هذا وانما تسئله عن مقدار ما يلحقها من اللعن فانها لما نوت الخروج كانت في لعنة الله تعالى
جواز کو کیا پوچھتا ہی یہہ پوچھ کہ عورتوں پر کتنی لعنت برستی ہے بیشک جب عورت جانے کی نیت کرتی ہی تو اللہ تعالی کے اور اوسکے
وملئكته واذا خرجت لحقتها الشياطين واذا اتت القبر يلعنها روح الميت واذا رجعت تكون في لعنة الله تعالى
فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہی اور جب چلتی ہی تو شیاطین اوسکی ساتھ ہو جاتے ہیں اور جب قبر پر جا پہنچتی ہی تو میت کی روح لعنت کرتی ہے اور جب وہاں سی پلٹتی ہی تو خدا اور فرشتوں کی لعنت میں
وملئكته حتى تعود الى منزلها وقد روي في الخبر ايما امراة خرجت الى مقبرة يلعنها ملئكة السموت السبع والارضين
رہتی ہی جب تک اپنی گہر میں آوی اور روایت ہی حدیث میں جو عورت مقبرہ کو جاتی ہے تو اوس پر ساتون آسمان اور ساتون زمین کی فرشتے لعنت
السبع وايما امراة دعت للميت بخير ولم تخرج من بيتها يعطيها الله تعالى ثواب حجة وعمرة وروي عن سلمان وابي هريرة
کرتی ہیں اور جو عورت میت کی لئی گہر میں بیٹھی ہوئی دعا خیر کرتی ہے اوسکو اللہ تعالی ثواب ایک حج اور عمرہ کا دیتا ہے اور سلمان اور ابو ہریرہ سی منقول ہے
انه عليه الصلوة والسلام ذات يوم خرج من المسجد فوقف على باب داره فاتت بنته فاطمة رض فقال لها من
نبی علیہ الصلوۃ والسلام ایک دن مسجد سے باہر آکر اپنی گہر کے دروازہ پر ٹہر گئے اس میں حضرت کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا آگئیں آپ نی پوچھا کہاں سے
اين جئت فقالت خرجت الى منزل فلانة التي ماتت فقال هل ذهبت قبرها فقالت معاذ الله ان افعل شيئا بعد
آئی ہی عرض کیا فلانی عورت کی گہر گئے تہے وہ جو مر گئی ہے فرمایا کیا اوسکے قبر پر گئی تہی عرض کیا خدا پناہ میں رکہی مجھ سے کہ میں ایسا کام کرون بعد
ما سمعت منك فقال لو ذهبت قبرها لم تريحي رائحة الجنة فعلى هذا كل من يريد ان يزور القبور من الرجال
اوسکی کہ میں سن چکی ہون آپ سے جو سنا آپ نی فرمایا اگر تو قبر پر جاتی تو جنت کے خوشبو نسونگہتی اس بیان کی مطابق جو شخص زیارت قبور کا ارادہ کریگا
ينبغي ان لا يكون حظه من زيارته لها الطواف عليها كالبهائم بل ينبغي له اذا جاءها ان يسلم على اهلها ويخاطبهم
تو اوسکو چاہئے کہ اپنا حصہ زیارت قبور میں سی بہائم کی طرح قبر کا طواف ہی نہ ٹہیراوے بلکہ یہہ چاہئی کہ جب قبر پر آوی تو مقبور پر سلام بہیجی اور حاضرون کی طرح
خطاب الحاضرين ويسال لهم الرحمة والمغفرة والعافية كما تقدم في الاحاديث ثم يعتبر بمن كان تحت التراب وانقطع
خطاب کری اور اونکی لئی خدا سی رحمت اور مغفرت اور عافیت مانگی چنانچہ اوپر احادیث میں آچکا ہی پہر اوسکی حال سی جو مٹی تلی دب کر اہل و احباب سے
عن الاهل والاحباب وانه حين دخل القبر وابتلي بالسؤال هل اصاب في الجواب وكان قبره روضة من رياض الجنة
جدا ہو گیا ہے عبرت پکڑی کہ یہہ جب قبر میں داخل ہو کر سوال جواب میں گرفتار ہوا آیا اچھا جواب پایا کہ اوسکی قبر بہشت کی باغ کا ایک چمن ہو گئی
او اخطا في الجواب وكان قبره حفرة من حفر النار ثم يجعل نفسه كانه مات ودخل القبر وذهب عنه ماله واهله و
یا جواب میں چوک گیا کہ اوسکی قبر ایک گڑہا دوزخ کی گڑہوں میں سی ہو گئی پہر اپنی ذات کو یہہ تصور کری کہ گویا میں مر گیا اور قبر میں داخل ہوا اور تمام مال اور اہل اور
ولده ومعارفه وبقي وحيدا فريدا وهو الان يسئل فماذا يجيب وماذا يكون حاله ويكون مشغولا بهذا الاعتبار ما دام
اولاد اور دوست چھوٹ گئی اور میں اکیلا تنہا رہ گیا اور اب مجھسے سوال ہو رہا ہی اب کیا جواب دون اور میرا کیا حال ہوگا اسی عبرت میں مشغول رہی جب تک
هناك ويتملق بمولاه في الخلاص من هذه الامور الخطيرة العظيمة ويلجا اليه واما قراءة القران هناك فجوزها بعض
وہان ہی اور اپنی مولا سی ان امور نہایت خوفناک کی رستگاری کی واسطی علاقہ پیدا کری اور اوسی کی طرف التجا کری اور قبر پر قران پڑہنا بعض علماء جائز بتاتی ہیں

العالمين ولا احد من الصحابة والتابعين وسائر ائمة الدين بل قد انكر الصحابة ما هو دون ذلك بكثير كما روي عن
عالمین نے کیا اور نہ کسی نے صحابہ اور تابعین میں سے اور نہ کسی نے تمام ائمہ دین میں سے بلکہ صحابہ نے اکثر اس سے کمتر باتوں میں انکار کیا ہے چنانچہ
المعرور بن سويد ان عمر صلى صلوة الصبح في طريق مكة ثم رأى الناس يذهبون مذهبا فقال اين يذهب هؤلاء
معرور بن سوید سے روایت ہے کہ عمر نے صبح کی نماز مکہ کی رستہ میں پڑھی پھر لوگوں کو دیکھا کہ ایک طرف کو جاتے ہیں پوچھا یہ لوگ کہاں جاتے ہیں
فقيل مسجد صلى فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم فهم يصلون فيه فقال انما هلك من كان قبلكم بمثل
کسی نے جواب دیا اوس مسجد میں جہاں رسول اللہ صلعم نے نماز پڑھی تھی سو یہ لوگ بھی وہاں نماز پڑھیں گے پس فرمایا پہلی امتیں ایسی ہی باتوں سے ہلاک ہوئے
هذا كانوا يتبعون آثار انبيائهم ويتخذونها كنائس وبيعا فمن ادركته الصلوة في هذه المساجد فليصلها فيها ومن
ہیں کہ اپنی اپنی انبیا کی آثار پر لگے رہتے تھے اور انہی کو کنیسہ یعنی عبادتگاہ بنا لیتے تھے پس جسکو وقت نماز کا ان مسجدوں میں ہو جاوے اوسی جا پڑھے کہ یہاں نماز پڑھنے کا حکم
لا فليمض ولا يتعمدها وكذلك لما بلغه ان الناس ينتابون الشجرة التي بويع تحتها النبي عليه الصلوة والسلام ارسل اليها فقطعها
وقت نہو تو چلا جاوے اور خواہ مخواہ ارادہ نہ کرے اور ایسے ہی جب عمر نے سنا کہ لوگ باری باری اوس درخت پر جاتے ہیں جسکے تلے نبی علیہ السلام نے بیعت لی تھی آدمی بھیجکر اوسکو کٹوا ڈالا
فاذا كان عمر فعل هذا بالشجرة التي بايع الصحابة تحتها رسول الله صلى الله عليه وسلم وذكرها الله تعالى في القرآن حيث
پس جب عمر نے اوس درخت کا یہ حال کیا ہو جسکے تلے صحابہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیعت کی تھی اور اللہ تعالی نے اوسکا ذکر قرآن میں کیا ہے جہاں
قال لقد رضي الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة فماذا يكون حكمه فيما عداها ولقد جرد السلف الصالح
کہا ہے البتہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب بیعت کرنے لگے تجھسے اوس درخت کے نیچے اب اور کی تو کیا اصل ہے اور بیشک سلف صالح نے توحید کو خوب
التوحيد وحموا جانبه حتى كانت الحجرة النبوية منفصلة عن المسجد الى زمن الوليد
صاف کیا ہے اور توحید کی جانب کو حمایت کے ہے یہانتک کہ صحابہ اور تابعین اسواسطے کہ حجرہ نبوی علیہ السلام مسجد سے الگ تھا ولید بن عبد الملک کے عہد تک
بن عبد الملك لا يدخل فيها احد لا للصلوة ولا للدعاء ولا لشيء آخر مما هو من جنس العبادة بل كانوا يفعلون جميع
کوئی اوس حجرہ میں نہیں گھستا تھا نہ تو واسطے نماز کے اور نہ واسطے دعا کی اور نہ کسی اور کام کو جو عبادت کی جنس کا ہو بلکہ وہ لوگ یہ تمام عبادت
ذلك في المسجد وكان احدهم اذا سلم على النبي عليه السلام واراد الدعاء استقبل القبلة وجعل ظهره الى جدار القبر
مسجد میں کیا کرتے تھے اور ہر ایک کا یہ حال تھا کہ جب نبی علیہ السلام پر درود پڑھکر دعا مانگتا تو قبلہ کیطرف متوجہ ہوتا اور اپنی پشت قبر شریف کی دیوار کے طرف کرتا
ثم دعا وهذا مما لا نزاع فيه بين العلماء وانما نزاعهم في وقت السلام عليه قال ابو حنيفة يستقبل القبلة عند السلام
تو دعا مانگتا اور یہ تو وہ مقدمہ ہے کہ اس میں علما کو کچھ بحث نہیں ہے بحث اس میں ہے کہ درود پڑھتے ہوئے کیا کرے امام ابو حنیفہ کہتے ہیں بروقت درود کے بھی قبلہ کیطرف منہ کرے
ايضا ولا يستقبل القبر وقال غيره لا يستقبل القبر عند الدعاء بل قالوا انه يستقبل القبلة وقت الدعاء ولا يستقبل
چاہئے اور قبر کی طرف توجہ نہیں چاہیے اور اور کہتے ہیں دعا میں استقبال قبر کا نکرے بلکہ کہتے ہیں دعا میں قبلہ کیطرف متوجہ ہونا چاہیے اور قبر کی طرف
القبر حتى لا يكون الدعاء عند القبر فان الدعاء عبادة كما ثبت بالحديث المرفوع ان الدعاء هو العبادة والسلف الصالح
منہ کرکر کھڑا ہو تاکہ دعا قبر کی طرف نہ واقع ہو کیونکہ دعا عبادت ہوتی ہے چنانچہ حدیث مرفوع سے ثابت ہے کہ دعا عبادت ہی ہے اور سلف صالح
من الصحابة والتابعين جعلوا العبادة خالصة لله تعالى ولم يفعلوا عند القبور شيئا منها الا ما اذن فيه النبي عليه
یعنی صحابہ اور تابعین نے عبادت کو خاص واسطے اللہ کا ٹھہرا لیا ہے اور انہوں نے عبادتوں میں سے قبروں پر جاکر کچھ نہیں کیا مگر وہی جسکی نبی علیہ السلام
الصلوة والسلام من السلام على اصحابها وسؤال الرحمة والمغفرة والعافية من الله لهم وسبب ذلك ان الميت قد انقطع
نے اجازت دی ہے یعنی اہل قبور پر سلام اور اللہ سے اونکی لئے رحمت اور مغفرت اور آرام مانگنا اور سبب اسکا یہ ہے کہ میت کے اعمال تو منقطع
عمله وهو يحتاج الى من يدعو له ويشفع لاجله ولهذا شرع في الصلوة عليه من الدعاء له وجوبا او ندبا ما لم يشرع
ہوگئے ہیں اور وسکو یہ حاجت ہے کہ کوئی اوسکے لئے دعا مانگے اور شفاعت کرے اور اسی لئے میت کے واسطے وہ دعا وجوبا یا ندبا ثابت ہیں کہ اوس قسم کے

مثل من الدعاء للحي فانا لما كنا اذا قمنا الى جنازة ندعو له ونشفع لاجله فبعد الدفن اولى ان ندعو له ونشفع لانه

اور مردہ کی واسطے جائز نہیں سو ہم لوگ جب اوسکے جنازہ پر کھڑے ہو کر اوسکے واسطے دعا مانگتے ہیں اور اوسکی شفاعت کرتے ہیں تو دفن کے بعد بطریق اولی دعا مانگیں اور شفاعت

في قبره بعد الدفن اشد احتياجا الى الدعاء له منه على نعشه لانه حينئذ معرض للسؤال وغيره على ما روي عن عثمان

قبر کے اندر بعد دفن کے دعا کا بہت ہی محتاج ہے کہ اپنا نعش پر نہیں تھا کیونکہ اب اوسکو سوال وغیرہ درپیش ہے جیسے روایت ہے عثمان

بن عفان انه عليه الصلوة والسلام كان اذا فرغ من دفن الميت وقف عليه وقال استغفروا لاخيكم واسالوا له

بن عفان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفنا کر فارغ ہوتے تو اوسی جگہ توقف کر کر فرماتے مغفرت مانگو اپنی بھائی کیلئے اور دعا کرو

التثبيت فانه الان يسأل وروي عن سفيان الثوري انه قال اذا سئل الميت من ربك يتراءى له الشيطان في صورة

کہ وہ ثابت رہی کیونکہ اب اوس سے سوال ہوگا اور سفیان ثوری سے روایت ہے کہ وہ کہتا تھا جب میت سے سوال ہوتا ہے تیرا رب کون ہے تو اوسکو شیطان صورت بنا کر

ويشير الى نفسه اني انا ربك قال الترمذي هذه فتنة عظيمة ولذلك كان النبي عليه الصلوة والسلام يدعو بالثبات

نظر آتا اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تیرا رب میں ہوں ترمذی کہتا ہے یہ بڑا فتنہ ہے اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ثبات کی دعا مانگا کرتی تھی کہ

اللهم ثبت عند المسئلة منطقه وافتح ابواب السماء لروحه وكان يستحبون اذا وضع الميت في اللحد ان يقال اللهم

الٰہی سوال کی وقت اوسکی بات کو ثابت رکھیو اور اوسکی روح پر آسمان کی دروازہ کھولدی اور سب نیک جانتی تھی کہ میت کو لحد کی اندر رکھ کر یہ دعا کہیں الٰہی

اعذه من الشيطان الرجيم فهذه سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم في اهل القبور بضعا وعشرين سنة

اوسکو شیطان راندہ سے بچا پس یہی طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل قبور کی حق میں کئی اوپر بیس سال رہا

وهذه سنة الخلفاء الراشدين وطريقة جميع الصحابة والتابعين فبدل اهل البدع والضلال قولا غير الذي قيل

اور یہی طریق خلفاء راشدین اور طریقہ تمام صحابہ اور تابعین کا ہی پھر گمراہ بدعتیوں نے وہ بات جو اون سے کہی گئی تھی بدل ڈالی

لهم فانهم قصدوا بالزيارة التي شرعها رسول الله صلى الله عليه وسلم احسانا الى الميت والى الزائر سؤالهم بالميت و

انکی مراد زیارت سے جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت اور زائر کی حق میں نیک سمجھ کر جاری کیا تھا یہ ہے کہ میت سے سوال

الاستعانة به وليس هذا الا الفتنة التي قال فيها عبد الله بن مسعود كيف اذا لبستكم فتنة يهرم فيها الكبير

اور استعانت کرنا اور یہ وہی فتنہ ہی جسمیں عبد اللہ بن مسعود نے کہا ہے کیا حال ہوگا جب تمکو فتنہ ڈہانپ لیگا جسمیں بڑا بڈہا ہو جاوے

وينشأ فيها الصغير تجري على الناس يتخذونها سنة اذا غيرت قيل غيرت السنة قال ابن القيم في اغاثته هذا يدل

اور بچہ جوان ہو جاوے لوگوں پر جو گذرے گا اوسکو سنت ٹہرا لینگے اگر اوسکو بدلیں تو یہ کہیں سنت بدل ڈالی ابن قیم اغاثہ میں کہتا ہے اس سے

على ان العمل اذا جرى على خلاف السنة فلا اعتبار ولا التفات اليه وقد جرى العمل على خلاف السنة منذ زمن طويل

اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ جب عمل طریق سنت کے خلاف ہونے لگی تو اوسکا کچھ اعتبار نہیں اور نہ اوسپر کچھ توجہ ہے اور مدت دراز سے عمل برخلاف سنت جاری ہے

فاذن لابد ان تكون شديد التوقي من محدثات الامور وان اتفق عليه الجمهور فلا يغرنك اطباقهم على ما احدث

سو اب خواہ مخواہ محدثات امور یعنی بدعات سے بہت ہی بچا چاہیے اگرچہ اوس پر جمہور متفق ہوں اور انکی اتفاق پر جو بدعات پر ہو

بعد الصحابة بل ينبغي لك ان تكون حريصا على التفتيش عن احوالهم واعمالهم فان اعلم الناس واقربهم الى الله اشبههم

بعد صحابہ کی پیدا ہوئی ہیں مغرور نہ ہو بلکہ تجھکو لائق ہی کہ اونکی احوال اور اعمال کی خوب تفتیش کرتا رہے کیونکہ سب میں بڑا عالم اور اللہ تعالیٰ کا بڑا مقرب وہی ہی جو اونکی

واعلمهم بطريقتهم اذ منهم اخذ الدين وهم اصول في نقل الشريعة من صاحب الشرع فلا يهولك ان لا تكترث بمخالفتك

خوب مشابہ ہو اور انکی طریقہ سے خوب واقف ہو اسواسطے کہ دین اونہی سے حاصل ہوا ہی اور وہی صاحب شرع سے شریعت نقل کرنے میں اصل ہیں سو تجھکو لازم ہی کہ اپنی اہل عصر کی مخالفت کا

لاهل عصرك في موافقتك لاهل عصر النبي عليه السلام اذ قد جاء في الحديث اذا اختلف الناس فعليكم بالسواد الاعظم

صحابہ کی موافقت میں کچھ فکر نہ کریں کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمیوں میں دو راہ ہو جاویں تو بڑی انبوہ کو لو

قال

عبد الرحمن بن إسمعيل المعروف بأبي شامة حيث جاء الأمر بلزوم الجماعة فالمراد به لزوم الحق واتباعه وإن كان
عبد الرحمن بن اسمعیل جو ابو شامہ مشہور ہیں کہتا ہے جس جگہ لزوم جماعت کا حکم ہے تو مراد اس سے لزوم حق کی جانب کا اور حق کا تابع ہی اگرچہ
المتمسك به قليلا والمخالف له كثيرا لأن الحق ما كان عليه الجماعة الأولى وهم الصحابة ولا عبرة إلى كثرة الباطل
اوسکے والے تھوڑے ہوں اور اوسکے مخالف بہت ہوں یاد رہے حق وہ ہی ہے جس پر جماعت اول رہی ہے یعنی صحابہ اور اونکے بعد جو باطل بہت پھیل گیا اسکا
بعدهم وقد قال الفضيل بن عياض ما معناه الزم طرق الهدى ولا يضرك قلة السالكين وإياك وطرق الضلالة
اعتبار نہیں اور فضیل بن عیاض نے ایسی بات کہی ہے کہ معنی اوسکی یہ ہیں راہ ہدایت پر لگا رہ اوسکی چلنے والوں کی کمی تجھکو کچھہ مضر نہ ہوگا اور گمراہی کی رستوں سے بچا رہ
ولا تغتر بكثرة الهالكين وقال ابن مسعود أنتم في زمان خيركم فيه المتسارع في الأمور وسيأتي زمان بعدكم
ہلاک ہونیوالوں کی کثرت سے دہوکہ مت کہا اور ابن مسعود کہتا ہے تم ایسے زمانہ میں ہو جسمیں بہتر وہ شخص ہے جو عمل میں جلدی کرے اور تمہارے بعد ایسا زمانہ آتا ہے
خيركم فيه المتثبت المتوقف لكثرة الشبهات قال الإمام الغزالي لقد صدق لأن من لم يتثبت في هذا الزمان بل
بہتر وہ شخص ہوگا جو ثابت رہے اور توقف کرے اس لیے کثرت شبہات کے امام غزالی کہتے ہیں کہ ٹھیک کہا ہے کیونکہ جو شخص اس زمانہ میں ثابت نہ رہے بلکہ
وافق الجماهير فيما هم فيه وخاض فيما خاضوا فيه يهلك كما هلكوا فإن أصل الدين وعمدته وقوامه ليس بكثرة
جمہور کا ساتھہ دے جو وہ کر رہے ہیں اور انکی انکرات میں غور کرنے لگے وہ ہلاک ہو جائیگا جیسے وہ ہلاک ہوئے کیونکہ دین کی اصل اور عمدگی اور استواری
العبادة والتلاوة والمجاهدة بالجوع وغيره وإنما هو باحترازه من الآفات والعاهات التي يأتي عليه من البدع و
عبادت اور تلاوت کی کثرت سے اور بھوکہ پیاسے رہ کر مجاہدہ کرنے سے نہیں ہے دین کی استواری صرف ان آفات اور صدمات کے بچنے سے ہے جو اوس پر بدعتوں اور
المحدثات التي تؤدي إلى تبدله وتغيره كما تبدل وتغير أديان الرسل عليهم السلام من قبل بسبب ذلك فعلى هذا
نئی باتوں کی طرف سے ہیں جسمیں دین تمام بدل جاتا ہے جیسے پہلی رسل علیہم السلام کی دین انہی سبب سے بدل گئے ہیں اس بنا پر حق
على المؤمن أن لا يغتر ويستدل بقوة تصميمه على شيء وكثرة عبادته أنه على الحق فإن تصميمه عليه وعدم رجوعه عنه
مومن کو چاہیئے کہ فریب میں آکر اپنی قوت تصمیم سے کسی شی پر اور اپنی کثرت عبادت سے یہ استدلال نکرے کہ وہ حق ہے کیونکہ اوسکا تصمیم کسی شے پر اور اوس سے رجوع نکرنا
وتبشيره بالمنامات لا يدل على كونه على الحق فيه لأن جزمه وتصميمه عليه ليس من حيث كونه حقا بل من حيث
اور خوابوں میں اوسکی بشارت ہونا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ اس بات میں حق پر ہے کیونکہ اوسکا جزم اور تصمیم اوس پر اس لیے نہیں ہے کہ وہ حق ہی بلکہ اس حیثیت سے ہے
أنه نشأ في قوم يدينون به وللنشأة والمخالطة أثر عظيم في تصميم شيء حقا كان أو باطلا ألا ترى أن مثل هذا
کہ وہ ایسی قوم میں پیدا ہوا ہے کہ وہ اوس امر کو دین جانتے ہیں اور نشو و نما اور ربط ضبط کو اثر عظیم ہے کسی شے کی تصمیم میں حق ہو یا باطل کیا تو نہیں دیکھتا کہ ایسی ہی
التصميم يوجد عامة في ذوي الجهل المركب كاليهود والنصارى ومن في معناهم وإن كان كذلك فالواجب على كل
تصمیم تمام عام لوگ جہل مرکب میں جیسے یہود اور نصاری اور جو انکی مثال ہیں پائی جاتی ہیں جب یہ حال ہے تو ہر مسلم پر لازم ہے
مسلم في هذا الزمان أن يحترز عن الاغترار والميل إلى شيء من البدع والمحدثات ويصون دينه من العوائد التي
کہ ایسے زمانہ میں بدعات اور محدثات کی رغبت سے بچا رہے اور اپنے دین کو عادات سے جن سے
تأنس بها وتربى عليها فإنها سم قاتل قل من سلم من آفاتها وظهر له الحق معها ألا ترى أن قريشا لأجل العوائد التي اعتادتها
انس ہوگیا ہے اور اسی میں پرورش پائی ہے بچا دے کیونکہ یہ زہر قاتل ہے اس سے کم بچتے ہیں اور اس حال میں حق کم ظاہر ہوتا ہے کیا دیکھتا نہیں کہ قریش نے انہیں عادات کے سبب جنکی عادی
نفسهم أنكروا على النبي صلى الله عليه وسلم ما جاء به من الهدى والبيان وكان ذلك سبب كفرهم وطغيانهم ولذلك
ہوگئے تھے نبی علیہ الصلوۃ والسلام اور اونکی ہدایت اور بیان کو نہ مانا اور یہی سبب ہے کافر ہوگئے اور سرکشی کی اور اسی لیے
قال ابن مسعود يقول إياكم وما يحدث من البدع فإن الدين لا يذهب مرة من القلوب بل الشيطان يحدث لكم
ابن مسعود کہا کرتے تھے نئی بدعات سے بچو کیونکہ دین ایکبارگی دلوں میں سے نہیں جاویگا بلکہ شیطان تمہارے لیے نئی نئی بدعتیں نکالتا جاویگا

ما يلحق بذهب الايمان من قلوبكم نسئل الله تعالى ان يرينا الحق حقا ويرزقنا اتباعه ويرينا الباطل باطلا و
آخر ہوتے ہوتے تمہارے دلوں میں سے ایمان نکل جاویگا ہم خدا سے چاہتے ہیں کہ ہم پر حق کو حق ظاہر کر دے اور اوسکا اتباع نصیب کرے اور ہم پر باطل کو
يرزقنا اجتنابه **المجلس الثامن والخمسون في بيان ذكر الموت ولزوم الاستعداد له** قال رسول
باطل ظاہر کر دے اور اوس سے اجتناب نصیب کرے اٹھاونویں مجلس موت کی یادگاری اور اوسکی تیاری کے لزوم میں رسول اللہ
الله صلى الله عليه وسلم اكثروا ذكر هاذم اللذات الموت هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابو هريرة
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت کیا کرو یادگاری توڑنے والی لذت کی یعنی موت کی یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے ابو ہریرہ کی روایت
ومعناه ان الموت يكسر كل لذة فاكثروا ذكره حتى تستعدوا له فان قوله عليه الصلوة والسلام اكثروا ذكر
سے اسکی معنے یہ ہیں کہ موت ہر لذت کو توڑ دیتی ہے سو اسکو ہر وقت یاد رکھو تاکہ اوسکی سامان میں لگو کیونکہ قول علیہ السلام کا کہ اکثروا ذکر کرو
هاذم اللذات كلام وجيز مختصر لكن جمع فيها جميع المواعظ فان من ذكر الموت حقيقة نغص عليه لذته الحاضرة
لذات توڑنی والیکا کلام نہایت مختصر ہے پر اسمیں تمام مواعظ بھر دئے ہیں کیونکہ جو شخص حقیقت میں موت کو یاد رکھیگا تو اوسپر لذت حال
ومنعه من تمنيها في المستقبل وزهده فيما كان يؤمل منها لكن النفوس الراكدة والقلوب الغافلة تحتاج الى تكثير
کم ہو جاویگی اور اوسکو آیندہ کی آرزو سے بند کریگی اور جو اوسمیں پکاتا ہوگا اسسے چھوڑا دیگی پر نفوس بستہ اور غافل دلونکو بہت سے
اللفظ وتطويل الوعظ والا ففي قوله عليه الصلوة والسلام اكثروا ذكر هاذم اللذات الموت مع قوله تعالى كل نفس ذائقة
لفظ درکار اور وعظ طویل ہو نہیں تو حدیث کے اس جملہ میں کہ یاد کرو یادگاری لذات توڑنی والیکے جو موت ہے ہمراہ اس آیت کے
الموت ما يكفي السامع له والناظر فيه لان ذكر الموت يورث استشعار الانزعاج عن هذه الدار الفانية والتوجه في كل
ہر جان چکھنی والی ہے موت کو اسقدر حصول ہے کہ سمجھنے والے اور اسکو غور کرنے والے کو کافی ہے اسلئے کہ موت کی یادگاری اس دار فانی سے اٹھ جانے اور
لحظة الى الدار الباقية اذ قد قال العلماء الموت ليس بعدم محض وفناء صرف وانما هو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقته
ہر لحظہ دار باقی کیطرف متوجہ رہنے کی عقل پیدا ہوتی ہے سو اسواسطے کہ علما کہتے ہیں کہ موت نرا عدم اور صرف فنا ہی نہیں ہی بلکہ موت کیا ہی
عنه وتبدل من حال الى حال وانتقال من دار الى دار وهو من اعظم المصائب وقد سماه الله تعالى مصيبة حيث قال
تعلق روح کا بدن سے چھوٹ جانا اور روح کا بدن سے جدا ہونا اور ایک حال کا دوسری حال پر بدل جانا اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلا جانا اور موت بڑی
فاصابتكم مصيبة الموت فالموت هو المصيبة العظمى واعظم منه الغفلة عنه والاعراض عن ذكره وقلة التفكر فيه مع
بڑی مصیبت ہے اور اللہ تعالی نے بھی اسکا نام مصیبت رکھا ہے جہاں فرمایا پھر آوے تم پر مصیبت موت کی پس موت ہی بڑی مصیبت ہے اور اس سے بڑھ کر موت سے غفلت
ان فيه وحده لعبرة لمن اعتبر وقد قال القرطبي في تذكرته ان الامة اجمعت على ان الموت ليس له سن معلوم ولا زمن
اور ذکر اوسکا اور اوس میں فکر کا نہ کرنا ہے حالانکہ صرف موت میں عبرت لینے والیکو بڑی عبرت ہے اور قرطبی نے تذکرہ میں کہا ہے کہ تمام امت اس بات پر اتفاق رکھتی ہے کہ موت کا کوئی سال معین اور
معلوم ولا مرض معلوم وانما كان كذلك ليكون المرء على اهبة منه مستعدا له لكن من غلب عليه حب الدنيا والانهماك
زمانہ معلوم نہیں اور کوئی مرض مقرر اور یہ اسلئے ہی تاکہ آدمی ہر دم اوس سے ڈرتا اور سامان کرتا رہے لیکن جسپر دنیا کی محبت غالب ہے اور وہ دنیا کی لذتوں میں
في لذاتها فلا محالة يغفل عن ذكره ولا يذكره بل اذا ذكر عنده يكرهه وينفر عنه طبعه لان غلبة حب الدنيا والعلقة
کھپ رہی ہے بیشک اوسکی یاد سے غافل ہے کبھی یاد نہیں کرتا بلکہ اوسکی پاس اگر موت کا ذکر آتا ہے تو ستاتا ہے اور اوسکی طبیعت کو نفرت ہوتی ہے کیونکہ اوسکی دنیا کی
وترسخ علائقها فيه يمنع عن التفكر في الموت الذي هو سبب مفارقتها ولا يحب ذكره وان ذكره يذكره للتأسف على الدنيا
محبت کا غلبہ اور دنیا کی مضبوط علاقے موت کی فکر سے روک دیتے ہیں جو کہ سبب دنیا کی مفارقت کا ہے اور اوسکا ذکر اچھا نہیں لگتا اور اگر موت کو یاد بھی کرتا ہے تو دنیا کی تاسف
ويشتغل بمذمته ويزيده ذكره بعدا من الله تعالى اذ قد ورد في الحديث من كره لقاء الله تعالى كره الله لقاءه ومع هذا
موت کی برائیاں کرتا ہے اور موت کا ایسا ذکر اللہ تعالی سے اور بھی دور کر دیتا ہے اسواسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالی کی ملاقات کو مکروہ جانیگا اللہ تعالی بھی اوسکی ملاقات کو مکروہ جانیگا

تذكره للموت خير له لان تذكر الموت ينقص عليه نعيمه ويكدر عليه صفوة لذته فما يكدر على الانسان لذته وينقص
گرو کہنا ہی تیسرا ہی موت کا یاد کرنا بہتر ہی اسلئی کہ موت کو یاد رکھنی سی دنیا کا عیش ناقص اور تمام لذت مکدر ہو جاتی ہی اور جو چیز انسان کی لذت کو مکدر اور شہوت کو ناقص
عليه شهوته فهو من اسباب سعادته ولذا قال النبي عليه الصلوة والسلام اكثروا ذكر هاذم اللذات لان الانسان لا ينفك
کرے وہ ہی اسباب سعادت میں سی ہی اسیلئے نبی علیہ السلام نی فرمایا ہی بہت یاد کرو توڑنی والی لذت کو اسلئے کہ انسان دو حالت سے خالی
عن حالتين اما في ضيق ومحنة او في سعة ونعمة فان كان في ضيق ومحنة فذكر الموت يسهل عليه ما هو فيه بانه
نہیں ہوتا یا تنگی اور محنت میں یا فراخی اور نعمت میں پس اگر شخص تنگی اور محنت میں ہی تو موت کا یاد کرنا اسپر تنگی اور محنت کو آسان کرتا ہی
يزول ولا يدوم والموت اصعب منه وان كان في سعة ونعمة فذكر الموت يمنعه عن الاغترار بها والسكون اليها كما
کہ یہ سب فنا ہونیوالا ہی ہمیشہ کو نہیں ہے اور موت اوس سے سخت ہی اور اگر فراخی اور نعمت میں ہے تو موت کا یاد کرنا اوسکو دنیا کی فریفتگی سی اور رکنی لگاؤ سی باز رکھتا ہی چنانچہ
روى انه عليه الصلوة والسلام قال كفى بالموت واعظا وقال اللفاف من اكثر ذكر الموت اكرم بثلثة اشياء تعجيل
روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا موت نصیحت کرنیکو کفایت کرتی ہی لفاف کہتا ہی جو شخص موت کو بہت یاد رکھیگا تو اوسکو تین باتین حاصل ہونگی جلدی
التوبة وقناعة القلب ونشاط العبادة ومن نسي الموت عوقب بثلثة اشياء تسويف التوبة والحرص على الدنيا
توبہ اور دل میں قناعت اور عبادت میں سرور اور جو موت کو بھولا رہیگا تو وہ تین باتوں میں مبتلا رہیگا توبہ کی تاخیر دنیا کا لالچ
والتكاسل في العبادة وقالت ام المؤمنين عائشة رض يا رسول الله هل يحشر مع الشهداء احد قال نعم من يذكر الموت
عبادت میں سستی ام المومنین عائشہ رض نے پوچھا یا رسول اللہ کوئی شہدا کے ساتھ بھی اوٹھیگا فرمایا ہان جو ہر روز
في اليوم والليلة عشرين مرة وسبب النيل الى هذه الفضيلة ان ذكر الموت يوجب التجافي عن الدنيا والاستعداد
رات دن میں موت کو بیس دفعہ یاد کرلی اور سبب حصول اس درجہ کا یہ ہے کہ موت کی یادگاری دنیا سی الگ کر دیتی ہی اور آخرت کے سامان میں لگاتی ہے
للاخرة والغفلة عنه تدعو الى الانهماك في شهوات الدنيا ولذاتها ونسيان الاخرة وقد قال النبي عليه الصلوة و
اور موت کی غفلت دنیا کی شہوات اور لذات میں ڈبو دیتی ہے اور آخرت کو بھلا دیتی ہے اور بیشک نبی علیہ السلام نے
السلام لابن عمر كن في الدنيا كانك غريب او عابر سبيل فكانه عليه الصلوة والسلام قال له انك مسافر ومسافر الى
ابن عمر کو فرمایا دنیا میں ایسا رہ جیسی مسافر یا رستہ چلتا پس گویا نبی علیہ السلام نے اوس سے یہ کہا تو مسافر ہی اور جلد آخرت کا
الاخرة فلا تتخذ الدنيا وطنا ولا تميل الى حظوظها وحطامها واغتنم صحتك واصرفها في طاعة الله تعالى و
سفر کرتا ہی سو دنیا کو وطن مت بنا اور دنیا کی لذت اور مال اسباب پر رغبت مت کر اور اپنی صحت کو غنیمت سمجھکر اللہ تعالی کی طاعت میں صرف کر
اجتهد ان تقدم في حياتك ما تقر به عينك يوم الجزاء وذلك انما يحصل بذكر الموت فلذلك كان ذكر الموت
اور کوشش کر کی اپنی زندگی میں پہلے ایسی اعمال کرلے جسمین قیامت کی دن تیری آنکھ ٹھنڈی رہے اور یہ بات بدون یادگاری موت کی حاصل نہیں ہوتی اسلئے موت کا یاد کرنا
افضل وانفع وغفلة الناس عنه لقلة فكرهم فيه وعدم ذكرهم له ومن يذكره لا يذكره بقلب فارغ بل بقلب
بہت افضل اور نافع ہی اور لوگوں کی غفلت صرف کوتاہی فکر اور موت کو یاد نکرنی سی ہے اور جو یاد کرتا ہی تو صفائی دل سی یاد نہیں کرتا بلکہ دل میں
مشغول باشغال الدنيا فلا ينفع ذكره في قلبه مع ان الواجب على العبد ان يفرغ قلبه عن كل شئ الا عن ذكر الموت
دنیا کی خیالات بھری ہوتی ہین ہوئے ولیکن موت کا ایسا یاد کرنا فائدہ نہیں کرتا باوجودیکہ انسان پر واجب یہی ہے کہ اپنی دلکو سب خیالات سی سوائی ذکر موت کے
الذي هو بين يديه فانه اذا ذكره بقلب فارغ يوشك ان يؤثر فيه وعند ذلك يقل فرحه وسروره بالدنيا وينكسر قلبه
جو سامنی کھڑی ہی خالی کر دی بیشک انسان اگر فارغ دل ہوکر موت کو یاد کریگا تو اوسمین تاثیر جلد معلوم ہوگی اور اب دنیا کی فرحت اور سرور گھٹتی ہوتا جائیگا اور دل ٹوٹ جاویگا
فان من كان اسير النفس مصرا على الذنوب يجب عليه ان يجتهد في اصلاح نفسه بمداواة قلبه فان مداوات
پس جو شخص نفس کا مقید گناہوں پر قائم ہوا ہی اوسکو واجب ہے کہ اپنی دل کی علاج کی واسطی اصلاح نفس کے مشقت اختیار کری کیونکہ دلوں کی دوا کرنے واجب ہے

القلوب واجبة لاسيما اذا كان قاسية فعلاجها باربعة اشياء اذ قد قال العلماء اذا كانت القلوب قاسية
کیونکہ دلوں کی درستی واجب ہے خاص ایسی حالت میں کہ وہ سخت ہو جاویں پھر اوسکا علاج چار چیزیں ہیں علماء کہتے ہیں کہ جب دل سخت ہو جاویں تو ایسے

فعلى اصحابها ان يلتزموا باربعة الاول حضور مجالس العلم التي يكون فيها دعوة الخلق من الدنيا الى الاخرة ومن
لوگوں کو چاہئے کہ چار چیزوں کو لازم کریں اول علم کی ایسی مجلسوں میں حاضر ہوا کریں خلق کی رہنمائی دنیا سے آخرت کے طرف اور

المعصية الى الطاعة فان ذلك مما تلين القلوب ويخشع فيها والثاني ذكر الموت الذي هو هادم اللذات ومفرق
معصیت سے طاعت کی طرف ہوتی ہو کیونکہ اس سے دلوں میں نرمی اور خشوع پیدا ہوتا ہے اور دوسرے موت کا یاد رکھنا جو کہ لذتوں کو توڑنے ہی اور

الجماعات وموتم للبنين والبنات والثالث مشاهدة المحتضرين فان النظر الى المحتضر ومشاهدة سكراته ونزعاته
جماعات کو پراگندہ کرتی ہی اور بیٹا بیٹی کو چھوڑا دیتی ہی اور تیسرے مرتے ہوؤں کا حالت نزع میں دیکھنا کیونکہ مشاہدہ سکرات کا اور دیکھنا اوسکے ہچکیوں اور نزع کا

وتامل صورته بعد موته يقطع عن النفوس لذاتها وعن القلوب مسراتها ويمنع الاجفان من النوم والابدان
اور غور کرنا اوسکی صورت کا بعد موت کے نفوس کو لذات سی اور قلوب کو مسرت سی اور پلکوں کو نیند سے اور بدن کو

من الراحة ويبعث على الطاعات فهذه ثلثة امور ينبغي لمن كان قاسي القلب واسر النفس مصرا على الذنوب
آرام سی الگ کر دیتا ہی اور طاعات پر ابھارتا ہی سو یہ تین طریقے ہیں چاہئے کہ سخت دل آدمی نفس کا مغلوب گناہوں پر لگا ہوا ان سی

ان يستعين بها على دوائه فان انتفع بها فذاك وان عظم عليه رين القلوب واستحكمت دواعي الذنوب
اپنے دل کا علاج کرے پھر اگر نفع ہوا تو بس اور کیا چاہئے اور اگر دل کے میل جم گئی اور اسباب گناہوں کی مضبوط ہو گئے

فزيارة القبور يؤثر في ذلك ما لم يؤثر الاول والثاني ولذلك قال النبي عليه الصلوة والسلام زوروا القبور
تو پھر اسی قسم کی زیارت ایسا اثر کرتی ہے جو کہ اول اور ثانی اثر نہیں کرتا اور اسی لئے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا قبروں کی زیارت کیا کرو

فانها تذكر الموت والاخرة وتزهد في الدنيا فان الاول سماع بالاذن والثاني اخبار القلب بما اليه المصير
کیونکہ اس سے موت اور آخرت یاد آتی ہی اور دنیا چھوٹتی ہے کیونکہ اول طریقہ کانوں سی سننا ہی اور دوسرا طریقہ دل سی انجام کی سمجھ کا ہی اور

فی مشاهدة من احتضر وزيارة من قبره معاينة ولذلك كانا ابلغ من الاول والثاني وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم
سسکتی کو دیکھنے میں اور قبر کے زیارت میں انجام کا معائنہ ہوتا ہی اور اسی لئے یہ دو اول اور ثانی سی بہت نافع ہیں چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ليس الخبر كالمعائنة لكن الاعتبار والاتعاظ بحال المحتضر غير ممكن في كل وقت من الاوقات ولا يتفق ان يريد لاج
سنا ہوا دیکھی ہوئی کی برابر نہیں ہوتا پر عبرت اور پند پذیری سسکتے کی حال سی ہر وقت میسر ہونا ممکن نہیں ہے اور جو اپنی اصلاح

قلبه في ساعة من الساعات واما زيارة القبور فوجودها اسرع والانتفاع بها اوسع لكن ينبغي لمن يقصد زيارة
کیا چاہی تو گھڑی گھڑی اوسکو نہیں ملتا ہی زیارت قبور کی تو اسکا تیار جلد ہو سکتا ہی اور نفع اسکی بہت ہے پر لائق یوں ہی کہ قبور کی زیارت کرنے

القبور ان يحترز من الزيارة البدعية التي يقصدها اكثر الناس في هذا الزمان وهي زيارة قبور بعض المتبركين
تو زیارت بدعت سی پرہیز رکھی جو کہ اس زمانہ میں اکثر لوگوں کو مقصود ہی جیسے متبرک لوگوں کی قبر پر جاکر

لاجل الصلوة عندها والطواف بها وتقبيلها واستلامها وتعفير الخدود عليها واخذ ترابها ودعاء اصحابها
نماز پڑھنا اور قبروں پر طواف کرنا اور چومنا اور بوسہ دینا اور اوس پر گال رکھنا اور وہاں کی مٹی لینا اور مردوں سی دعا مانگنی

والاستغاثة بهم وسوالهم النصر والرزق والولد والعافية وقضاء الديون وتفريج الكربات واغاثة اللهفان وغير
اور ان سے بھروسہ کرنا اور ان سی امداد اور رزق اور اولاد اور آرام اور قرضوں کا ادا اور مصیبتوں کی کشائش اور ناتوانوں کی مدد مانگنے اور

ذلك من الحاجات ما التي كان عباد الاوثان يسئلونها من اوثانهم اذ ليس شئ منها مشروعا باتفاق علماء المسلمين
سوا اسکی اور حاجتیں جو بت پرست لوگ بتوں سی مانگا کرتے ہیں اسواسطی کہ ان میں سے کوئی بات بھی تمام علماء اہل اسلام کی نزدیک جائز نہیں ہے

اذ لم يفعله رسول رب العلمين ولا احد من الصحابة والتابعين وسائر ائمة الدين بل يتادب بادابها ويكون حاضر

کیونکہ آنحضرت رسول رب العالمین نے نہیں کیا اور نہ کسی صحابہ اور تابعین سے اور نہ کسی ائمہ دین سے بلکہ طریقہ زیارت قبور کی سیکھ کر حضور دل سے

القلب في اتيانها ولا يكون حظه منها الطواف عليها فقط لانه حالة تشاركه فيها البهائم بل يقصد بزيارته وجه الله

ادا کرے ایسا نہ ہو کہ زیارت قبور میں اسکا حصہ صرف طواف ہی ہو کیونکہ یہ بات تو چوپایوں میں بھی ہے بلکہ زیارت میں صرف مقصود واسطے خدا تعالی کا ہو

واصلاح نفسه ودواء قلبه ويجتنب المشي على المقابر والجلوس عليها ويخلع نعليه ان دخلها كما جاء في الحديث

اور درستی اپنی حال کی اور علاج اپنی دل کا اور قبروں کی اوپر پیر نہ رکھے اور نہ اوپر بیٹھے اور قبروں میں جائے جوتی اتار لے چنانچہ حدیث میں آیا ہے

ويسلم على اهلها ويخاطبهم خطاب الحاضرين ويقول السلام عليكم دار قوم مؤمنين فانه عليه الصلوة والسلام

اور مردوں پر سلام بھیجے اور ان سے مخاطب ہو کر کلام کرے یہ کہے کہ سلام تم پر اے دار قوم مومنین کے کیونکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام

كان يقول كذلك واذا وصل الى ميت ينبغي له ان ياتيه من تلقاء وجهه ويسلم عليه ايضا لكن اذا اراد ان يدعو

یہ ہی کہا کرتے تھے اور جب کسی مردہ کی پاس جاوے تو چاہیے کہ اسکی منہ کی سامنے ہی جاوے اور اوسپر بھی سلام علیک کرے لیکن اگر دعا مانگنی کا قصد کرے

يدعو قائما مستقبل القبلة وكذلك الكلام في زيارة النبي عليه الصلوة والسلام ثم يعتبر بمن كان تحت التراب

تو رو بقبلہ کھڑا ہو کر مانگے اور ایسی ہی گفتگو ہے نبی علیہ السلام کے زیارت میں پھر اوسکی حال سے جو مٹی تلے دب گیا

وانقطع عن الاهل والاحباب بعد ان قاد الاصحاب والعشائر وجمع الاموال والذخائر وجاءه الموت في وقت لم يحتسبه

اور اہل عیال اور یاروں سے جدا ہو گیا عبرت پکڑے ایک دن تھا کہ یاروں اور کنبے میں بڑا تھا اور مال اور ذخیرہ جمع کیا تھا اور اسکو ایسی وقت موت آ گئی جو گمان نہ تھا

وفي حال لم يرتقبه فانه حين دخل القبر وابتلى بالسؤال هل اصاب في الجواب وكان قبره روضة من رياض الجنة

اور ایسی حال میں جو توقع نہ کرتا تھا پھر جب قبر میں گیا اور سوال میں مبتلا ہوا تو خدا جانے جواب میں پورا اترا اور اسکی قبر بہشت کا چمن ہو گئی ہے

او اخطأ في الجواب وكان قبره حفرة من حفر النيران ثم يجعل نفسه كانه مات ودخل القبر وذهب عنه اهله وولده

یا جواب میں پورا نہ اترا اور اسکی قبر ایک گڑھا دوزخ کا ہو گیا ہو پھر اپنی آپ کو تصور کرے گویا مر گیا اور گور میں داخل ہوا اور اہل اور اولاد

ومعارفه وبقي وحيدا فريدا وهو الآن يسأل فماذا يجيب وماذا يكون حاله ثم يتأمل حال من مضى من اخوانه واقرانه

اور جان پہچان جدا ہو گئی اکیلا تن تنہا رہ گیا اب جیسے سوال ہو رہا ہے اب کیا جواب دے اور میرا کیا انجام ہوگا پھر اپنی گذشتہ بھائی بندوں اور ہمسروں کی حال میں تامل کرے

الذين ملؤا الآفاق وجمعوا الاموال كيف انقطعت آمالهم ولم تغن عنهم اموالهم وغير التراب محاسن وجوههم وافترقت في

جو کہ بڑی بڑی امیدیں رکھتے تھے اور خوب مال جمع کیا تھا کیونکر اونکی امیدیں ٹوٹ گئیں اور مال اونکا کچھ فائدہ نہ دیا اور مٹی نے اونکی اچھی اچھی چہری بگاڑ دیئے اور

القبور اجزاؤهم وارملت بعدهم نساؤهم وشمل اليتيم اولادهم واقتسم غيرهم اموالهم وليعلم ان ميله الى الدنيا كميلهم

گور میں اونکی اجزاء بکھر گئے اور اونکی جورو بیوہ ہو گئیں اور اونکی اولاد میں یتیمی پھیل گئی اور اونکا مال اوروں نے بانٹ لیا اور یوں یقین کرے کہ جیسی رغبت دنیا میں تھی

وغفلته كغفلتهم وانه لا شك صائر الى مصيرهم وليتحقق ان حاله كحالهم وان الموت الفظيع والهلاك السريع بين يديه

اور جیسی غفلت اون کیسی غفلت میں بیشک اسی جگہ جاوے گا جہاں وہ گئی ہیں اور میرا حال ہے اونکا سا حال ہونے والا ہے اور موت ناگوار اور ہلاک سریع سامنے موجود ہے

وعند هذه التذكر والاعتبار يلين قلبه ويخشع جوارحه ويزول عنه جميع الاعتناء الدنيوية ويقبل على الاعمال الاخروية

اسطرح کی یاد اور اعتبار سے البتہ دل نرم ہو جاویگا اور ہاتھ پاؤں کانپ جاوینگے اور دنیا کی تمام رابطے جاتے رہینگے اور اعمال آخرت پر متوجہ ہووے گا

ويترك هواه ويتوجه الى طاعة مولاه ثم ينبغي له في كل حين وزمان ان يكثر ذكر اقرانه وامثاله الذين مضوا قبله فيتذكر

اور ہوا و ہوس ترک کر کر مولی کی طاعت اختیار کریگا پھر اسکو چاہیے کہ دم بدم اپنے اقران اور امثال کا جو کہ اس سے پہلے مر گئے ہیں ذکر کیا کرے

سرورهم ونشاطهم وعيشهم وعشرتهم وطول املهم واعتمادهم الى القوة والشباب وميلهم الى الضحك واللعب

اور اونکی سرور اور نشاط اور اونکی عیش اور عشرت اور بڑی بڑی امیدیں اور اونکا بھروسہ قوت اور جوانی کا اور رغبت ہنسی اور کھیل کی یاد کیا کرے

ثم يتأمل كيف كانت حالهم وخلت منهم مجالستهم وديارهم وانقطعت آثارهم وضاعت اموالهم ثم ينظر في نفسه فانه
پھر یہ سوچے کیسا اونکا حال تھا اور اونکی مجلسین اونکے گھر اونسے خالی ہو گئی اور اون کا نشان مٹ گیا اور اونکے مال تباہ ہو گئے پھر اپنی طرف خیال کرے کہ اونکا
سيكون عاقبة امره كعاقبة امرهم فيسعى في اصلاح نفسه باسقاط ما في ذمته من الفرائض والواجبات والاجتناب
انجام یہ ہی ہونے والا ہے جو اونکا ہوا پھر اپنے حال کو درست کرے جو جو اسکے ذمہ پر فرائض اور واجبات باقی ہیں ادا کرے
عن المحرمات والمكروهات والتوبة عن الذنوب والسيئات يسرنا الله التوبة والاستغفار اناء الليل واطراف النهار
اور حرام اور مکروہات سے بچے اور گناہوں اور بری کاموں سے توبہ کرے اللہ ہمکو رات کو اور صبح شام توبہ اور استغفار کی توفیق دے

المجلس التاسع والخمسون في بيان ماهية الطاعون وعدم التقدم عليه وعدم الفرار منه

اونسٹھون مجلس وبا کی حقیقت میں اور نہ اوسکے اندر جانا اور نہ وہان سے بھاگنا

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الطاعون رجز ارسل على طائفة من بني اسرائيل فاذا سمعتم به بارض فلا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طاعون یعنی وبا عذاب ہی جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر نازل ہوا تھا جب تم کسی سرزمین میں وبا سنو تو
تقدموا عليه واذا وقع وانتم فيه فلا تخرجوا منها فرارا منه هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه اسامة بن زيد
اوسمین نجاؤ اور جب وبا آجاوی اور تم وہان ہو تو اوسی وبا کی ڈر کی ماری مت نکلو یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سی ہی اسامہ بن زید کی روایت سے
والمراد بالطائفة المذكورة هم الذين امرهم الله تعالى ان يدخلوا الباب سجدا ويقولوا حطة فدخلوا الباب قائلين
اور مراد گروہ مذکور سی وہ قوم ہے جسکو اللہ تعالی کا حکم ہوا تھا کہ دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئی اور حطہ یعنی معاف کہتی ہوئی چلی جاؤ سو وہ لوگ دروازہ میں
حنطة فخالفوا امر الله تعالى فارسل الله تعالى عليهم الطاعون فمات منهم في ساعة واحدة اربعة وعشرون الفا من
حنطہ کہتی ہوئی داخل ہوئی اونہوں نی امر الہی کی جو خلاف کیا تو اللہ تعالی نی اون پر وبا بھیجی سو اون میں سی گھڑی بھر کی عرصہ میں چوبیس ہزار
شيوخهم وكبرائهم فدل الحديث على ان سبب ظهور الطاعون هو المخالفة لامر الله تعالى وقد وقع فيه النهي عن
بڑی بڑی آدمی مر گئی اب اس حدیث سی معلوم ہوا کہ سبب طاعون وبا پڑنیکا وہ امر الہی کی مخالفت ہے اور اس حدیث میں وہان یعنی وباکی جگہ میں جانی کی ممانعت
القدوم عليه وعن الفرار عنه فالنهي الاول لبيان لزوم الحذر عن التعرض للتلف اذ لا يجوز للعبد ان يلقي نفسه الى
اور وہان سی بھاگنی کی پہلی ممانعت ہی تو اس بیان کیلئی ہی کہ تلف میں پڑنی سی بچو اسلئے کہ بندہ کو جایز نہین ہے کہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالی
التهلكة لقوله تعالى وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ والنهي الثاني لبيان لزوم التوكل والرضاء بقضاء الله تعالى وقدره
اس آیت سی اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں اور دوسری ممانعت واسطے بیان لزوم توکل کی ہی اور تقدیر الہی پر رضا
ولبيان ان العذاب الواقع بسبب المعصية لا يدفعه الفرار وانما يدفعه التوبة والاستغفار واختلف في هذا النهي
اور اس بیان کی واسطے کہ جو عذاب بسبب گناہونکی نازل ہوتا ہی وہ بھاگنے سے نہیں دفع ہوتا اوسکو تو فقط توبہ اور استغفار ہی دفع کرتی ہی اور اس نہی میں اختلاف ہے
فقال القاضي تاج الدين السبكي مذهبنا هو الذي عليه الاكثرون ان النهي عن الفرار منه للتحريم وقال بعض العلماء
سو قاضی تاج الدین سبکی کہتا ہی ہمارا مذہب وہ ہی ہی جسپر اکثر علماء ہیں کہ وہان سی بھاگنی کی نہی تحریمی ہی اور بعض علماء کہتے ہیں
هو للتنزيه واتفقوا على جواز الخروج لشغل عرض غير الفرار لقوله عليه السلام في آخر الحديث ولا تخرجوا منها فرارا منه
کہ نہی تنزیہی ہی اور بالاتفاق کہتی ہیں کہ وہانسی چلا جانا واسطی کسی کام کی سوائی بھاگنی کی جایز ہی اس دلیل سی کہ نبی علیہ السلام آخر حدیث میں فرماتی ہیں
ويدل على التحريم ما روى عن ام المؤمنين عائشة رضي الله عنها انه عليه السلام قال الفار من الطاعون كالفار من الزحف واخرج
اور حرمت ام المؤمنین عائشہ کی روایت سی ثابت ہوتی ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ وبا سی بھاگنی والا ایسا ہی جیسے لڑائی سی بھاگنی والا اور
ابن خزيمة في صحيحه ان الفرار منه من الكبائر والله تعالى يعاقب عليه ان لم يعف واختلف العلماء في حكمة ذلك النهي
ابن خزیمہ نی اپنی صحیح میں نقل کیا ہی کہ وبا سی بھاگنا گناہ کبیرہ ہی اور اللہ تعالی اسپر عذاب کریگا اگر نہ معاف کیا اور علماء کو اس ممانعت کی حکمت میں اختلاف ہے

فقيل

نقيل هو تعبدي لا يعقل معناه لان الفرار من المهالك مامور به وقد وقع النهي عنه وفيه سر لا يعلمه الا الله تعالى
کوئی کہتا ہی اسمین بندگی ہی کچھ معنی سمجھ مین نہین آتی اسلئے کہ ہلاکت کے مقام سی بھاگ جانیکا حکم ہی اور اسمین ممانعت آئی ہی تو اسمین کوئی ایسی پوشیدہ بات ہے کہ اسکے سوا

وقيل هو معلل بان الطاعون اذا وقع في بلاد يعم من كان فيه بمداخلة سببه فلا يفيد الفرار منه بل ان كان اجله حضر
اور کوئی کہتا ہی اوسکی یہ علت ہے کہ وبا جب کسی ملک مین پڑتی ہی تو جو وہان ہوتا ہی سب پر پہیل جاتی ہی کیونکہ سبب داخل ہوتا ہی پہر اوسسے بہاگنی مین کچھ فائدہ نہین بلکہ اگر

فالطاعون سبب موته سواء اقام او رحل فلما تعين المفسدة ولا انفكاك عنها تعين الاقامة لما في الخروج من العبث
اوسکی موت آگئی ہی تو وبا ہی اوسکی موتکا سبب ہے ٹہرا رہے یا چلا جاوے پہر جب فساد صحیح ہو اور اوس سے نکلنا ممکن نہین ہے تو پہرا رہنا ہی متعین ہوا اسلئے کہ نکل جانے مین ایسی بیفائدہ حرکت

الذي لا يليق بالعقلاء مع ان فيه الفرار من حكم قدر الله تعالى وامر بالصبر عليه وجعل لمن يموت به اجر الشهيد بل
جو عقلاء کی حال سی مناسب نہین ہے باوجودیکہ اسمین تقدیر الہی سی بہاگنا ہی حالانکہ اوسپر صبر کرنے کا حکم ہی اور اوسمین مرنی والی کی واسطے اجر شہید کا مقرر ہے بلکہ

جعل للمقيم فيه صابرا اجر الشهيد ولو لم يمت بالطاعون والفرار من مثل هذا الاجر خسارة عظيمة مع انه لا يعلم
اسمین صبر سی قایم رہنی والی کی واسطے اجر شہید کا ہی اگرچہ وبا مین جیتا بچ رہی اور بہاگنا ایسے اجر سے بڑی ہی ٹوٹے کی بات ہی باوجودیکہ یہہ خبر نہین

ان الموت الذي فر منه هل يسلم منه ام لا وتقل ابو الحسن المدائني عن ابيه قال قلما فر احد من الطاعون فسلم قال
کہ جس موت سی بہاگتا ہون اسی سلامت بچونگا یا نہین اور ابو الحسن مدائنی اپنی باپ سے نقل کرتا ہی کہ وبا سے بہاگنے والا کم بچتا ہے

تاج الدين السبكي والذي حكاه مجرب وليس ببعيد ان يجعل الله الفرار منه سببا لقصر العمر وقد جاء في الكتاب الكريم
تاج الدین سبکی کہتا ہی یہہ بات آزمودہ ہی اور کیا بعید ہے کہ اللہ تعالی اس بہاگنی کی باعث سی اوسکی عمر کوتاہ کردی چنانچہ کتاب کریم مین یہہ مضمون حاصل ہوتا ہی

ما يوخذ منه ان الفرار من الجهاد سبب لقصر العمر وهو قوله تعالى قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ
کہ جہاد مین سی بہاگنا عمر کو کوتاہ کردیتا ہے اور وہ یہہ آیت ہی تو کہہ ہرگز نہ فایدہ دیویگا تمکو بہاگنا اگر بہاگو گی تم مرنے سے یا مارے جانے سے

وَإِذًا لَا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا وحكي ان والده استنبط ذلك من هذه الاية وقال اهل التفسير في قوله تعالى أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا
اور اب نہ پہل پاؤگے مگر تہوڑے دنون اور نقل کرتا ہی کہ میرے باپ نے یہہ مضمون اسی آیت سے نکالا ہی اور مفسرین اس آیت مین تو نے نہ دیکہی وہ لوگ جو نکلے

مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ان اهل قرية وقع فيهم فخرجوا منها هاربين فاماتهم الله تعالى ثم احياهم ليعتبروا ويعلموا
اپنے گہرون سی اور وہ ہزارون تہی موت کی ڈرسی یہہ کہتی ہین کہ ایک قریہ مین وبا پڑی سو وہ لوگ وہانسے بہاگی پہر اللہ تعالی نی انکو مارا پہر زندہ کیا تاکہ عبرت پذیر ہون اور جانلین

ان لا يفر من قضاء الله تعالى وقدره وقد ورد في الحديث انه وخز اعدائنا من الجن على ما روى عن ابي موسى الاشعري
کہ تقدیر الہی سی نہین بہاگا جاتا اور حدیث مین آیا ہی کہ وبا ہماری دشمنون جنات کی نیزہ زنی ہی موافق روایت ابو موسے اشعری کے

انه عليه السلام قال فناء امتي بالطعن والطاعون قيل يا رسول الله هذا الطعن قد عرفناه فما الطاعون قال وخز اعدائكم
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میری امت کی موت طعن اور طاعون سی ہی کسی نی عرض کیا یا رسول اللہ اس طعن کو تو ہم جانتی ہین یہہ طاعون کیا ہی فرمایا نیزہ زنی ہی تمہاری دشمنون

يعني الجن وفي كل منهما شهادة قال ابن القيم في كون الطاعون وخز اعدائنا من الجن حكمة بالغة وهي ان اعدائنا منهم
یعنے جن کی اور ان دونون مین شہادت ہی ابن القیم کہتا ہی کہ طاعون جو ہمارے دشمنون جنات کی نیزہ زنی ہی اسمین بڑی حکمت ہی وہ یہہ ہے کہ الجن سے شیاطین ہمارے دشمن ہین

شياطينهم واما اهل الطاعة منهم فهم اخواننا في الدين وقد امرنا الله تعالى معاداة اعدائنا من الجن والانس وان
اور جو انمین اہل طاعت ہین سو وہ ہمارے دینی بہائی ہین اور ہمکو حکم الہی ہے کہ اپنے دشمنون کی انسان ہون یا جن دشمنی کرین اور

نحاربهم طلبا لمرضاته وابى اكثر الناس الا مسالمتهم وموالاتهم فسلطهم الله تعالى عليهم عقوبة لهم لانهم لما استجابوا حين اخذوهم
واسطے طلب رضامندی اسکے لڑین اور اکثر لوگ اس حکم سی پہر کر اونکی محبت کے طلبگار ہوگئے سو اللہ تعالی نے انکو انپر عقوبت کی لئی غالب کردیا کیونکہ اونہون نے جب انکو

وامروهم بالفسق والفجور واطاعوهم في الفساد والشر اقتضت الحكمة الالهية ان يسلطوا عليهم بالطعن فيهم
فسق وفجور کیلئے بکڑا تو مان گئے اور فساد اور شرارت مین مطیع ہوگئی تو حکمت الہی نے چاہا کہ یہہ بہی اونپر غالب آکر اون مین طعن قایم کرین

كما يسلط عليهم اعداءهم من الانس حين افسدوا في الارض ونبذوا كتاب الله تعالى وراءهم فهذه المحاربة ملحمة من
جیسے کہ وہ پھر اونکے دشمن انسان غالب ہو جاتے ہیں جب وہ ملک میں فساد برپا کرتے ہیں اور کتاب اللہ کو پس پشت ڈالتے ہیں پس یہ محاربہ صف جنگ

الانس والطاعون ملحمة من الجن وكل منهما يسلط عليهم بتقدير العزيز الحكيم عقوبة لهم لمن يستحق العقوبة وشهادة
انسان کی ہی اور طاعون صف جنگ جنات کی ہی اور یہ دونوں ان پر اللہ عزیز حکمت والے کی تقدیر سے مسلط ہوتے ہیں عذاب مستحق عذاب کے اور واسطے شہادت مستحق

لمن هو اهل لها فهذه سنة الله تعالى في العقوبات التي يقع عامة فيكون طهر المتقين وعذاب الفاجرين وقد ثبت
شہادت کے مسلط ہوتے ہیں پس یہ ان عقوبات میں جو عام نازل ہوتی ہیں عادت الٰہی یہ ہی جاری ہے سو متقیوں کی واسطے طہارت اور بدکاروں کی لئے عذاب ہے اور حدیث

في الحديث ان سبب وقوع الطاعون ظهور الفاحشة واعلان المنكرات على ما روي عن ابن عمر انه عليه السلام قال لم تظهر
میں ثابت ہو چکا ہے کہ وبا پڑنیکا سبب ہے فاحشہ کا ظاہر ہونا اور منکرات کا برملا عمل میں آنا موافق روایت ابن عمر کے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نہیں ظاہر ہوا

الفاحشة في قوم قط حتى يعلنوها الا فشى فيهم الطاعون واخرج مالك عن ابن عباس موقوفا والطبراني مرفوعا ما فشا
کہ کسی قوم میں فاحشہ تو ایسا ظاہر ہو کر برملا ہونے لگی اور وبا نہ پڑی ہو اور مالک نے ابن عباس سے موقوفا اور طبرانی نے مرفوعا نقل کیا ہے نہیں ظاہر ہوا

الزنا في قوم قط الا كثر فيهم الموت قال ابن حجر الحكمة في ذلك ان حد الزنا في المحصن ازهاق الروح بصفة مخصوصة وهي
زنا کبھی کسی قوم میں مگر ان میں مرنے کی کثرت ہوئی ہے ابن حجر کہتا ہے حکمت اسمیں یہ ہے کہ زنا کی حد محصن کے حق میں جان کا نکالنا ہے بطور خاص یعنے

الرجم فاذا لم يقم فيه الحد يسلط عليهم الجن ليقتلوهم قال السيوطي ومن تتمة ذلك ان الزنا لما كان في غالب الاحوال
سنگسار کر کر پھر جب اسمیں یہ حد قائم نہ ہوئی تو جن ان پر تعینات ہوئے تاکہ اونکو قتل کریں سیوطی کہتا ہے اسکا تتمہ یہ ہے کہ زنا چونکہ اکثر اوقات

يقع سرا يسلط الله عليهم عدوا يقتلهم سرا من حيث لا يرونه وقاعدة العذاب انه اذا نزل بقوم يعم المستحق وغيره
پوشیدہ واقع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی ان پر ایسا دشمن تعینات کرتا ہے کہ پوشیدہ مار ڈالے ایسا کہ کسیکو معلوم نہ ہو اور عذاب کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی قوم پر نازل ہو تو سب پر ہوتا ہے

ثم يبعثون على نياتهم كما روي عن عبد الله بن عمر انه عليه السلام قال اذا انزل الله بقوم عذابا اصاب العذاب من كان فيهم
پھر وہ اپنی اپنی نیتوں کی موافق مبعوث ہوتے ہیں چنانچہ عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب بھیجتا ہے تو جو وہاں موجود ہوتا ہے سب کو پہنچتا ہے

ثم يبعثون على نياتهم قال العلماء انما يصيب العذاب جميع الناس لظهور المنكرات والاعلان بها لان انكارها وتغييرها
پھر وہ اپنی اپنی نیت پر مبعوث ہوتے ہیں علماء کہتے ہیں کہ تمام لوگوں کو عذاب اسلئے پہنچتا ہے کہ منکرات ظاہر اور برملا عمل میں آتی ہیں اور منکرات کا انکار کرنا اور بدلنا

يصير واجبا عليهم فمن رأى ولم ينكر صار كمن فعل في استحقاق العقوبة كما روي عن ابن عباس انه قيل يا رسول الله
اونپر واجب ہو جاتا ہے پھر جو دیکھے اور انکو منع نہ کرے تو وہ استحقاق عقوبت میں ایسا ہے گویا کہ عمل کرتا ہے چنانچہ روایت ہے ابن عباس سے کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ

اتهلك القرية وفيها الصالحون قال نعم قيل بم يا رسول الله قال بتهاونهم وسكوتهم عن معاصي الله تعالى ثم ان
کیا تمام گاؤں ہلاک ہو جاتا ہے اور اسمیں نیک ہوتے ہیں فرمایا ہاں عرض کیا کس خطا پر یا رسول اللہ فرمایا خدا کی نافرمانی کیے اونکی سستی اور چپ رہنے سے پھر بیشک وہ

الطاعون وان كان يقع عذابا لهم بسبب سكوتهم عن المنكرات عند ظهورها لكن الله جعله لهم كفارة وطهرة لهم
وبا اگرچہ اونکی لئے منکرات کی ظہور پر چپ رہنے کی سزا میں عذاب آتا ہے پر چونکہ اونکی لئے کفارہ اور طہارت ہے تو اونکی حق میں

رحمة كما روي عن ام المؤمنين عائشة رض انه عليه الصلوة والسلام قال اذا كثر ذنوب العبد ولم يكن له ما يكفرها ابتلاه
رحمت ہے چنانچہ ام المؤمنین عائشہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جب بندہ کی گناہ بہت ہو جاتے ہیں اور کفارہ نہیں ہوتا

الله تعالى بالحزن ليكفرها ويجوز ان يكون في حق من لم يقصر فيما وجب عليه من الامر بالمعروف والنهي عن المنكر لزيادة
تو اللہ تعالیٰ کفارہ کیواسطے اوسکو غم میں مبتلا کر دیتا ہے اور احتمال ہے کہ اوسکی حق میں جو تمام واجبات یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں قصور نہ کرے واسطے افزائش

حسناته كما جاء في الحديث ان الرجل لتكون له عند الله تعالى منزلة فما يبلغها بعمله فما يزال الله يبتليه بما يكرهه
حسنات کے ہو چنانچہ حدیث میں آیا ہے کوئی شخص تقدیر الٰہی میں ایک مرتبہ کی لائق ہوتا ہے اور اوسکو عمل کی برکت سے نہیں حاصل کر سکتا تو اللہ تعالیٰ اوسکو ہمیشہ گرفتار

حتى يبلغه اياه وقد ورد في الحديث ان الطاعون شهادة للمؤمنين ورحمة لهم ورجز على الكافرين وهو صريح في ان

آسودہ اوس مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے اور بیشک حدیث میں آیا ہے کہ وبا مومنین کے حق میں شہادت اور رحمت ہے اور کفار کے لئے عذاب ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ

كونه شهادة ورحمة خاصة بالمؤمنين واذا وقع في الكافر فانما هو عذاب عجل عليه في الدنيا وله في الآخرة اشد

وہ مرض مومن کے لئے شہادت اور رحمت ہے اور جب کافر پر پڑے تو وہ عذاب ہے کہ اوس پر جلد ہی سے دنیا میں آگیا اور آخرت میں اوسکے لئے

العذاب واما العاصي المرتكب الكبيرة من هذه الامة اذا كان مصرا عليها ولم يتب عنها فكون الطاعون شهادة

سخت عذاب ہے اور رہا گنہگار کبیرہ کرنیوالا اس امت میں سے اگر وہ کبائر پر اڑا ہوا ہے اور تائب نہیں ہوا تو وبا اوسکے حق میں شہادت ہونے میں

له محل نظر اذ يحتمل ان يقال انه لا ينال درجة الشهادة لشوم ما كان متلوثا به من الذنوب وقد قال الله تعالى

اسمیں تامل ہے اسواسطے کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے یہ شخص ان گناہوں کی وبال سے جن میں مبتلا تھا شہادت کا درجہ نہیں پا سکتا اور بیشک اللہ تعالی فرماتا ہے

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وايضا قد سبق ان الطاعون

کیا خیال رکھتے ہیں وہ جنہوں نے کمائی ہیں برائیاں کہ ہم کر دینگے اونکو برابر ان کی جو ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں نیک کام اور یہ بھی گذر چکا ہے کہ وبا

ينشأ عن ظهور الفاحشة ونفع عقوبة بسبب المعصية فكيف يكون شهادة ويحتمل ان يقال انه ينال درجة الشهادة لعموم الاخبار الواردة

فاحشہ کے ظاہر ہونے سے پیدا ہوتی ہے اور گناہ کے سبب سے عقوبت ہوتی ہے پھر شہادت کیونکر ہو سکتی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ کہئے کہ شہادت کا درجہ پا لیگا

فيها لاسيما الحديث الوارد عن انس انه عليه الصلوة والسلام قال الطاعون شهادة لكل مسلم فانه صريح في العموم والقياس

اسواسطے کہ حدیثوں میں حکم عام ہے خاص کر اوس حدیث میں جو انس روایت کرتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا وبا ہر مسلم کی لئے شہادت ہے اسلئے یہ مضمون صاف علی العموم ہے

على شهيد المعركة ان يحكم له بالشهادة ولو كان له ذنوب كثيرة لم يتب عنها الا التبعات الادميين للحديث الوارد

اور میدان جنگ کے شہید پر قیاس کر کر حکم شہادت کا کر سکتے ہیں اگرچہ سوا حقوق العباد کی اوسکے بہت سے گناہ ہوں توبہ نہ کی ہو اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ

ان الشهيد يغفر له كل ذنب الا الدين وسائر التبعات في معنى الدين ولا يلزم من حصول درجة الشهادة لمن اكتسب السيئات

شہید کے تمام گناہ بجز قرض کے بخشے جاتے ہیں اور تمام حقوق مثل قرض کے ہیں اور یہ لازم نہیں آتا کہ ایک شخص جو گناہ کرتا ہو شہادت کا درجہ پا کر

ان ساوى المؤمن الكامل في المنزلة لان درجات الشهداء متفاوتة نعم يستفاد من الحديث ان الشهادة لا تكفر

مومن کامل کے درجہ میں برابر ہو جاوے اسواسطے کہ شہیدوں کے درجے کئی طرح کے ہوتے ہیں البتہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہادت سے حقوق

التبعات لكن التبعات لا تمنع الشهادة اذ ليس للشهادة معنى الا انها اذا حصلت لشخص يثيبه الله تعالى ثوابا مخصوصا

نہیں معاف ہوتی ہیں لیکن حقوق مانع نہیں ہیں شہادت میں فرق نہیں آتا اسواسطے کہ شہادت کے یہی معنی ہیں کہ جب ملے کسی شخص کو تو اوسکو اللہ تعالی ایک خاص

ويغفر له ذنوبه غير التبعات ثم ان كان له اعمال صالحة فهي نفعه في موازنة ما عليه من التبعات وتبقى له درجة الشهادة

ثواب دیتا ہے اور اوسکے تمام گناہ سوائے حقوق کے معاف ہو جاتے ہیں پھر اگر اوسکے اعمال صالحہ ہیں تو وہ اون حقوق کی مقابلہ میں فائدہ کرینگے اور درجہ شہادت کا اوسکے لئے بچا رہیگا

وان لم يكن له اعمال صالحة فالشهادة تكفر اعماله السيئة غير التبعات وهو في حق التبعات يبقى في مشية الله تعالى

اور اگر کچھ اعمال صالحہ نہیں تو شہادت اوسکے گناہوں کو سوائے حقوق کی تو محو کر دیگی اور باقی حقوق اوسکے اللہ تعالی کی مشیت میں رہیگا

فانه تعالى اذا اراد ان لا يعذب به يرضي غريمه كما روي انه عليه الصلوة والسلام بينما هو جالس اذ ضحك حتى

بیشک اللہ تعالی اگر چاہے کہ اوس پر عذاب نہ ہو تو مدعی کو راضی کر دیگا جیسا کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام ایک وقت بیٹھے ہوئے ایسے ہنسے

بدت ثناياه فقيل له لم تضحك يا رسول الله قال رجلان من امتي جثيا بين يدي رب العزة فيقول احدهما يا رب خذ

کہ دندان مبارک پیش نظر آنے لگے پھر کسی نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کیوں ہنستے ہیں فرمایا میری امت کے دو شخص رب العزت کے سامنے آئے ایک کہتا ہے اے رب میرا حق

لي مظلمتي من هذا الاخ فيقول الله تعالى اعط اخاك مظلمته فيقول يا رب لم يبق من حسناتي شيء فيقول الله تعالى

اس بھائی سے دلا دے پھر اللہ تعالی فرماتا ہے اپنے بھائی کا حق ادا کر دے وہ جواب دیتا ہے کہ میری پاس تو کوئی بھلائی باقی نہیں اے رب پھر اللہ تعالی

للطالب يا تصم بأخيك لم يبق من حسناته شيء فيقول يا رب فليحمل عني أوزاري ففاضت عينا رسول الله
طالب سے کہیگا تو اپنے بھائی سے کیا مدد کریگا اوسکی نیکیوں میں سے کوئی حسنات نہیں رہا سو وہ کہیگا یارب پھر وہ میرا بوجھ میرے گناہ اوٹھالے پس دونوں آنکھیں رسول اللہ
صلى الله عليه وسلم وقال إن ذلك اليوم ليوم عظيم يحتاج الناس فيه أن يحمل عنهم أوزارهم ثم قال فيقول الله تعالى
صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈبڈبا گئیں اور فرمایا بیشک وہ دن بڑا سخت دن ہے اوس دن لوگوں کو اس بات کی حاجت ہوگی کہ اونکے گناہ اوروں پر پڑ جاویں پھر آپنے فرمایا پھر اللہ تعالی
للطالب حقه ارفع بصرك وانظر إلى الجنان فيرفع بصره فيرى مدائن من فضة وقصورا من ذهب مكللة باللؤلؤ فيقول
مدعی سے فرماویگا کہ اپنا سر اٹھا کر جنت کی طرف تو دیکھ پھر وہ آنکھ اوٹھا کر دیکھیگا بہت سے شہر چاندی کے اور محل سونے کے تمام موتی جڑے ہوئے پھر عرض کریگا
لمن هذا يا رب فيقول الله تعالى هذا لمن يعطي ثمنه فيقول فمن يملك ثمنه يا رب فيقول الله تعالى أنت تملكه فيقول
الٰہی یہ کسکی ہیں پھر اللہ تعالی فرماویگا جو کوئی انکی قیمت ادا کرے پھر عرض کریگا اسکی قیمت کسکی پاس ہے پھر اللہ تعالی فرماویگا اسکی قیمت تیری پاس ہے پھر عرض کریگا
ماذا يا رب فيقول الله تعالى بعفوك عن أخيك فيقول يا رب قد عفوت عنه فيقول الله تعالى خذ بيد أخيك وأدخله
کس چیز کی بدلہ پھر اللہ تعالی فرماویگا تیری اس بھائی کی معافی کی بدلہ پھر عرض کریگا الٰہی میں نے بیشک اوسکو معاف کیا پھر اللہ تعالی فرماویگا اپنی بھائی کا ہاتھ پکڑ اور جنت میں لیجا
الجنة ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فاتقوا الله وأصلحوا ذات بينكم فإن الله تعالى يصلح بين المؤمنين
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور آپسمیں ملاپ رکھو کیونکہ اللہ تعالی قیامت کے روز مومنوں میں
يوم القيامة قال القرطبي نقلا عن شيخه هذا لبعض الناس ممن أراد الله تعالى أن لا يعذبه وكذا ما روي عنه عليه الصلوة
ملاپ کردیگا قرطبی اپنی اوستاد سے نقل کرتا ہے یہہ حال کسی کسی کا ہے جسکو اللہ تعالی عذاب سے بچایا چاہے اور ایسی ہی وہ جو نبی علیہ الصلوۃ والسلام
والسلام أن مناديا ينادي يوم القيامة من تحت العرش يا أمة محمد أما ما كان لي قبلكم فقد وهبته لكم وبقيت التبعات
سے روایت ہے کہ ایک منادی قیامت کی دن عرش کے تلے سے آواز دیگا اے امت محمد کی جو میرا حق تمہاری ذمہ تھا میں نے تمکو بخشدیا اب حقوق عباد باقی ہیں
فتواهبوا وادخلوا الجنة برحمتي هذا أيضا لبعض الناس إذ لو كان في جميعهم لما دخل أحد النار وقد وردت أخبار صحيحة
سو ہر ایک دوسرے کو معاف کرکے میری رحمت سے جنت میں چلی جاو یہہ بھی کسی کسی کی واسطے ہے کیونکہ اگر سب کے لیے یہہ ہو تو کوئی بھی دوزخ میں نہ جاوے اور بیشک صحیح حدیثیں
نقلها ثقات ولا بد من الإيمان بها أن من كان من أهل الإيمان لا يبقى في النار بسبب العصيان بل يخرج منها ولو بعد حين
جو ثقات کی روایت سے آئی ہیں اور سب کو ایمان لانا ضرور ہے کہ کوئی ایمان والا گناہ ہونے کے سبب سے دوزخ میں ہمیشہ پڑا نہ رہیگا بلکہ دوزخ سے نکلیگا اگرچہ بعد زمانہ قلیل
وزمان والخروج منها لا يكون إلا بعد الدخول فيها عصمنا الله تعالى عن الدخول فيها

یا زمانہ دراز کی اور دوزخ سے باہر آنا بدون داخل ہوئے نہیں ہوسکتا اللہ ہمکو دوزخ میں جانے سے بچاوے

المجلس الستون في بيان فضيلة الصابر في موضع الطاعون وعدم جواز الدعاء لرفعه

ساٹھویں مجلس صابر کی فضیلت کا بیان موضع طاعون میں اور اوسکی رفع کے لیے دعا کا نہ جائز ہونا

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس من أحد يقع الطاعون فيمكث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کوئی نہیں کہ طاعون واقع ہو اور
في بلده صابرا محتسبا يعلم أنه لا يصيبه إلا ما كتب الله له إلا كان له مثل أجر الشهيد هذا الحديث من صحاح المصابيح
اوس شہر میں صبر کرکر ثواب کے لیے یہہ سمجھکر ٹھہرا رہے کہ مجھکو وہی پہنچیگا جو اللہ تعالی نے لکھ دیا ہے مگر اوسکی واسطے برابر اجر شہید کے ہوگا یہہ حدیث مصابیح کی صحیح ہے
روته أم المؤمنين عائشة رض قال ابن حجر مقتضى هذا الحديث أن أجر الشهيد يكون لمن لا يخرج من البلد الذي
ام المومنین عائشہ کی روایت سے ابن حجر کہتا ہے مقتضی اس حدیث کا یہہ ہے کہ شہید کا اجر اوسکو ہوتا ہے جو اوس شہر میں سے جہاں
وقع فيه الطاعون ويكون في حال إقامته قاصدا ثواب الله تعالى راجيا موعده عارفا بأن ما يقع له فهو بتقدير الله تعالى
طاعون واقع ہوا ہے چلا نجاوے اور وہاں ٹھہرا ہوا اللہ سے ثواب کا ارادہ کرے اور اوسکے وعدہ کا امیدوار رہے یہہ سمجھکر کہ مجھپر جو گذریگا سو تقدیر الٰہی سے ہے
وما يصرف عنه فهو بتقدير الله تعالى غير متضجر بوقوعه معتمدا على ربه في كل حال فمن اتصف بهذه الصفات زاد
اور جو ٹل جاویگا سو تقدیر الٰہی سے ہے اور اسکی واقع ہونے سے دل تنگ نہو اپنے رب پر ہر حال میں بھروسہ کرے جس شخص میں یہہ صفات موجود ہوں پھر وہ

ثم

بغير الطاعون فظاهر الحديث ان اجر الشهيد يحصل له ويؤيده رواية من مات في الطاعون فهو شهيد الحديث حيث لم يقيد بالطاعون
طاعون میں نہ مری تو یہ موافق ظاہر حدیث کے اسکو شہید کا ثواب ملتا ہے اور اسکی تائید یہ روایت کرتی ہے جو شخص طاعون کے زمانہ میں مر جاوے شہید ہے

ثم قال لو وجدت في شخص هذه الصفات ثم مات بعد انقضاء زمن الطاعون فظاهر الحديث انه يكون شهيدا و
پھر کہا جس شخص میں یہ صفتیں موجود ہوں پھر وہ بعد گذرنے موسم طاعون کے مرے تو ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہید ہے اور

نية المؤمن خير من عمله ثم قال ومما يستفاد من هذا الحديث ان الصابر في الطاعون المتصف بالصفات المذكورة
مومن کی نیت عمل سے بہتر ہوتی ہے پھر کہا اور اس حدیث سے یہ نکلتا ہے کہ طاعون میں صبر کرنے والا جو ان صفات مذکورہ سے موصوف ہو

يأمن فتنة القبر لانه نظير المرابط في سبيل الله تعالى وقد صح ذلك في المرابط كما في حديث مسلم وغيره ثم
قبر کے فتنہ سے محفوظ رہیگا اسلئے کہ گویا گھوڑا اللہ کی راہ میں جہاد میں تیار ہے اور یہ ثواب مرابط کے حق میں ثابت ہو چکا ہے چنانچہ حدیث مسلم وغیرہ میں موجود ہے

قال واما من لم يتصف بالصفات المذكورة تراه يشتد تضجره ويشتغل بوجوه من الحيل في دفعه بانواع الاشياء
اور جس شخص میں صفات مذکورہ موجود نہ ہوں تو دیکھو گے اسکا دل تنگ ہوتا ہے اور وبا دفع کرنے کو قسم قسم کی حیلے طرح طرح کی باتیں جو وبا کی دور کرنے والے

التي يقال انها تدفعه كالرقى والخواتم والتعويذات التي تعلق في الرؤس وتكتب على الابواب ويتشاءم بانواع الطيرة
مشہور ہیں کئے جاتے ہیں جیسے منتر اور نقش اور تعویذ جو گلے میں ڈالتے ہیں اور دروازوں پر لکھتے ہیں اور شگون لینا کئی قسم کی فال کے

التي نهى الشارع عنها ويحيل امره على الهوى والماء من غير نظر الى سببه الحقيقي الذي هو ظهور الفاحشة واعلان المنكرات
جو شرع میں ممنوع ہیں اور حوالہ کرتا ہے حال کا آب و ہوا پر اور حقیقی سبب کا کچھ لحاظ نہیں جو ظاہر ہونا فواحش کا اور برملا ہونا منکرات کا ہے

ويجتنب عن عيادة المرضى وحضور الجنائز التي ترقق القلوب وتستجلب الدمع وتورث الخشية والخشوع واكثرهم
اور بیماروں کی عیادت اور جنازہ پر جانا سے پرہیز کرتا ہے جس سے دل نرم ہوتے ہیں اور آنسو ٹپکتے ہیں اور خوف اور انکسار پیدا ہوتا ہے اور ایسے لوگ اکثر

يموتون في زمن الطاعون بالطاعون وغيره فتفوتهم درجة الشهادة بسبب عدم امتثالهم بالامر بالصبر عليه
طاعون کے موسم میں طاعون وغیرہ سے مر جاتے ہیں سو انکو درجہ شہادت کا نہیں ملتا کیونکہ موافق حکم کے طاعون پر صبر نہ کیا

عند وقوعه وقد يموت بعض منهم فيزعمون انه يقوم بعد موته ويخرج من قبره ليلا ويدور بيوت الناس و
اور ان میں کوئی مر جاتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ موت کے بعد پیدا ہوتا ہے اور رات کو قبر میں سے نکل کر لوگوں کے گھروں میں پھرتا ہے

يدعو بعض اصحابها ويموت من دعاه وبهذا الزعم ينبشون قبره ويذبحونه بل ربما يخرجونه ويحرقونه كما يفعله
اپنے یاروں میں کسی کسی کو پکارتا ہے پھر جسکو وہ پکارتا ہے وہ بھی مر جاتا ہے اسی گمان پر اسکی قبر اکھیڑ کر اسکو ذبح کر ڈالتے ہیں بلکہ بسا اوقات اسکو نکال کر جلا دیتے ہیں جیسا کہ ہند کے

كفار الهند مع كون هذه الافعال كلها مما ورد النهي عنها في الشرع المحمدي وانما يرتكبونها لنفرتهم عن الطاعون وكراهتهم
کفار یہی کرتے ہیں باوجودیکہ یہ تمام حرکات دین محمدی میں سراسر ممنوع ہیں اور یہ حرکات اسی لئے کرتے ہیں کہ طاعون سے گھبراتے ہیں اور اسکو برا سمجھتے ہیں

له وقد ثبت انه عليه السلام دعا به لامته وقال اللهم اجعل فناء امتي بالطعن والطاعون وبعضهم وان استشكل
اور بیشک ثابت ہو چکا ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی امت کے لئے اسکی دعا کی ہے فرمایا الٰہی میری امت کی موت طعن اور طاعون سے کیجیے اور بعضوں نے اگرچہ اس حدیث پر

هذا الحديث بان اكثر الامة يموتون بغيرهما لكن اجيب بانهما الغالب على فناء الامة وهو صحيح بلا شك اذا استقرئ
یہ اعتراض کیا ہے کہ امت اکثر دوسری بیماریوں سے مرتی ہے لیکن جواب یہ ہے کہ اکثر یہی دو چیزیں امت کے موت کے سبب ہوتی ہیں اور یہ بات بیشک صحیح ہے کیونکہ اگر تحقیق

الامر وجد العدد الذي مات في الطاعون اكثر من العدد الذي مات فيما بينه وبين الطاعون الذي قبله كيف اذا انضم
تلاش کرو تو البتہ گنتی طاعون کے مردوں کی ان مردوں سے زیادہ ہوگی جو درمیان میں اس طاعون کے اور پہلے طاعون کے مرے ہیں پھر کیا حال اگر مقتولین کو شامل

اليه القتل الحاصل في الجهاد وفي الفتن فان قيل كيف دعا على امته بالهلاك فالجواب ان المقصود من هذا الدعاء ليس
کریں جو جہاد یا فتنہ میں قتل ہوئے ہیں تو کیونکر نہ زیادہ ہونگے پھر اگر کوئی یہ کہے کہ اپنی امت کی ہلاکی کی کیوں دعا کی تو جواب یہ ہے کہ اس دعا سے ہلاک کا کوسنا مقصود نہیں

دعاء عليهم بالهلاك وان كان من لوازمه الهلاك بل المراد منه حصول الشهادة لهم بكل من الامرين لان الموت

کہ موت اوسکی لوازم سے ہی بلکہ مقصد بد دعا سے دونوں اسباب کے اونکے لئے شہادت مطلوب ہے کیونکہ موت تو اسبب سے ہوگی

امر لازم لاخلاص منه فكان محط الدعاء على جعل كل منهما سببا للموت الذي قدره الله تعالى ولا مفر منه حتى

کہ موت سے مخلص نہیں ہے بس مطلب دعا کا یہ ہے کہ طعن و طاعون ہی سے موت ہو کہ جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہے اور اوس سے کوئی بچاؤ نہیں ہے

يحصل بكل منهما الشهادة اما حصولها بالطعن الذي هو القتل الحاصل في الجهاد والفتن فظاهر واما حصولها

تاکہ ان دونوں سے شہادت ہو اگرچہ حصول شہادت طعن سے جو جہاد میں یا فتنہ میں مارے جاتے ہیں ظاہر ہے رہا حصول شہادت کا

بالطاعون فلما ثبت بالحديث انه وخز اعدائنا من الجن فيكون شهادة بلا ريب ولهذا كان الدعاء برفعه غير

طاعون سے سو اسلئے کہ حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ طاعون کو یا ہمارے دشمنوں جنات کا سبب ہے بس بیشک شہادت ہے اور اسی لئے اوسکے رفع کی دعا جائز نہیں ہے

مشروع قال المنبجي يكره لان معاذا امتنع منه واعتل بان الطاعون شهادة ورحمة ودعوة نبينا محمد عليه السلام

منبجی کہتا ہے کہ مکروہ ہے اسلئے کہ معاذ رض نے دعا نہ کی اور یہ حجت کی کہ طاعون شہادت اور رحمت ہے اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے

على ما روى عن عبد الله بن رافع ان ابا عبيدة بن الجراح لما اصيب في طاعون عمواس استخلف معاذا واشتد الامر

موافق روایت عبد اللہ بن رافع کے کہ ابو عبیدہ ابن جراح جب طاعون عمواس میں مبتلا ہوکر مر گئے تو معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب کیا اور اس شدید ہوئی

فقال الناس لمعاذ ادع الله برفع هذا الرجز فقال انه ليس برجز ولكنه دعوة نبيكم وموت صالحين قبلكم وشهادة

معاذ سے کہا کہ اللہ سے دعا مانگو کہ یہ عذاب دور ہو جاوے معاذ نے کہا یہ عذاب نہیں ہے بلکہ یہ تمہارے نبی کی دعا ہے اور اگلے صلحا کی موت اور شہادت ہے

يخص الله تعالى بها من يشاء منكم اللهم آت آل معاذ نصيبهم الاوفر من هذه الرحمة فهذا القول من معاذ صريح بان

تم میں سے جسکو چاہے اللہ عطا فرماوے اے اللہ معاذ کی آل کو بڑا حصہ اس رحمت میں سے عطا کر اور معاذ کی یہ تقریر صریح ہے کہ

الدعاء برفعه غير مشروع وقد صح ان معاذا اعلم الامة بالحلال والحرام وانه امام الفقهاء يوم القيامة فلو كان مشروعا

اسکے دور ہونے کی دعا جائز نہیں ہے اور تحقیق ہو چکا ہے کہ معاذ تمام امت میں حلال اور حرام کو خوب جانتا تہا اور قیامت کی روز تمام فقہا کا پیشوا ہوگا اگر دعا

لما احوجهم ان يشاوره بل كان يفعل من تلقاء نفسه بل لو كان مباحا لبادر بفعله عند سؤال الرعية عنه ما ظنوا

جائز ہوتی تو لوگوں کی کہنے کی کیا حاجت تہی بلکہ خود بخود دعا کرتا بلکہ گر دعا مباح ہوتی تو فورا کرتا جب لوگوں نے درخواست کیا تہا اس خیال سے کہ ہمارے حق میں

انه مصلحة لهم وقد صرح الحنابلة المسئلة وقال صاحب الفروع منهم لا يقنت له لانه لم يثبت القنوت في طاعون

بہتر ہے اور حنبلیوں نے اس مسئلہ کو صراحت سے بیان کیا ہے اور صاحب فروع ان میں سے کہتا ہے اسکی دعا نہ کریں اسلئے کہ طاعون عمواس میں دعا ثابت نہیں ہوئی

عمواس وغيره وابن البحر وان مال الى مشروعيته فرادى الا انه منع الاجتماع له وقال واما الاجتماع للدعاء برفعه كما في

اور ابن بحر اگرچہ پسند کرتا ہے کہ الگ الگ جائز ہے پر اجتماع کو وہ بہی منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جماعت کرنی دفع کی دعا کی لئے جیسے

الاستسقاء فبدعة حدثت بدمشق في الطاعون الكبير سنة تسع واربعين وسبعمائة ولم يفد شيئا بل ازداد الامر

نماز استسقا میں ہوتی ہے سو بدعت ہے دمشق میں جاری ہوئی تہی بڑے طاعون ۷۴۹ سات سو انچاس میں اور کچھ فائدہ بہی نہوا حال اوربہی

شدة ثم قال ولو انه كان مشروعا لم يخف على السلف ولا على فقهاء الامصار واتباعهم في الاعصار الماضية فلم يبلغنا

تباہ ہوگیا پہر کہا اور اگر دعا جائز ہوتی تو سلف پر پوشیدہ نرہتے اور نہ ملک کی فقہا پر اور نہ اونکی تلامذہ پر زمانہ گذشتہ میں سو اس باب میں ہمکو کوئی حدیث

في ذلك خبر ولا اثر عن المحدثين ولا فرع مسطور عن احد من الفقهاء وائمة الدين وقد تمسك قوم على مشروعيته بقول

اور نہ محدثین سے کوئی اثر اور نہ کوئی جزئی کسی فقیہ اور دین کی امام کی لکہی ہوئی ہے اور ایک قوم نے جواز دعا پر بعضے فقہاء کے

بعض الفقهاء ان القنوت في الصلوات كلها مشروع عند النوال وان الاجتماع والدعاء لعموم الامراض جائز وقالوا نصير

اس قول سے تمسک کیا ہے کہ دعا قنوت تمام نمازوں میں ہر وقت نزول حوادث کی مشروع ہے اور جماعت کرنی اور دعا مانگنی عموم امراض کی واسطے جائز ہے

بالمرض العام بمنزلة التصریح بالوباء الذی یشمل الطاعون وهو ایضا من اشد النوازل والجواب ان کلا من الوباء والنوازل
عموم امراض کا نام لینا بمنزلہ نام لینے وبا کی ہے جسمیں طاعون بھی داخل ہے اور یہہ بھی بڑا حادثہ ہے اور جواب یہہ ہے کہ تمام وبا اور حوادث
وان کان عاما یشمل الطاعون وغیره الا ان الطاعون اختص بکونه شهادة ورحمة ودعوة نبینا محمد علیه الصلوة والسلام بخلاف
اگرچہ عام ہیں کہ طاعون وغیرہ بھی انمیں داخل ہیں پر طاعون ہی خاص کر شہادت ہوتی ہے اور رحمت ہے اور ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا ہے برخلاف
الوباء والنوازل ولهذا شرع الدعاء برفعهما ولم یشرع برفع الطاعون ویؤید ذلك ورود النهی عن الفرار منه دون الوباء و
وبا اور حوادث کی اور اسیواسطی وبا اور نوازل کی رفع کی دعا جایز ہے اور طاعون کے رفع کی دعا جایز نہیں اور اسیکی تائید کرتی ہے طاعون سی بھاگنی کی نہی سوا وبا اور
سائر النوازل فانه قد وقع فی القرن الاول مرات متعددة والصحابة یومئذ متوافرون واکابرهم موجودون ولم ینقل عن
اور تمام حوادث کے کیونکہ طاعون قرن اول میں کئی بار نازل ہوا ہی اور صحابہ اوسوقت بہت اور بڑے بڑے موجود تھے اور کسی ایک سی بھی منقول نہیں ہے
واحد منهم انه فعل شیئا من ذلك او امر به والمراد من قول معاذ دعوة نبیکم حدیث اللهم اجعل فناء امتی بالطعن و
کہ کسی نے ان میں سے کچھہ بھی آپ کیا ہو یا کسیکو بتایا ہو اور معاذ کا قول دعوة نبیکم اس سے مراد یہہ حدیث ہی الٰہی کر دی نیستی میری امت کے طعن اور
الطاعون والمراد بالصالحین قبلکم وقد تکلم علیه الکلاباذی فقال یجوز ان یکون المراد بهم بنی اسرائیل فان الطاعون
طاعون سے اور صالحین سے جو قبل تمہارے مراد ہیں اونمیں کلاباذی گفتگو کرتا ہی اور اوسکی رای یہہ ہی کہ اون لوگوں سی بنی اسرائیل مراد ہو سکتی ہیں کیونکہ گو ان
وان کان قد وقع عذابا لهم بسبب سکوتهم عن المنکرات عند ظهورها الا انه قد جعل کفارة لهم وطهرة لما کان منهم
اگرچہ اونپر عذاب آیا تھا وقت ظہور اور برملا ہونے منکرات کے جو دم کہا رہے سے منع نکیا پر اونکی حق میں اونکی وہم کہا سے نہی کی گناہ کا کفارہ اور طہارت تھے
من السکوت کما کان قتل بعضهم بعضا کفارة لمن کان منهم عبد العجل فانهم تائبون صالحون مستسلمون وقد علم من
جیسی آپسمیں ایک دوسرے کے ہاتھ سے واسطے کفارہ گوسالہ پرستی کی قتل ہوئے کیونکہ یہہ سب تائب اور صلحی اور مطیع تھے اور اس سے معلوم ہوا
هذا ان الواجب علی کل مسلم ان یسعی فی اصلاح نفسه باسقاط ما فی ذمته من الفرائض والواجبات والاجتناب عن
کہ مسلم پر واجب یہہ ہی کہ اپنی ذات کی صفائی اور اصلاح میں کوشش کری اسطور کہ جو اوسکے ذمہ فرائض اور واجبات ہیں ادا کری
المحرمات والمکروهات والتوبة عن الذنوب والسیئات والمبادرة الی رد المظالم والتخلص من التبعات وهو مطلوب فی کل
اور محرمات اور مکروہات سی بچے اور گناہوں اور برائیوں سی توبہ کری اور جور اور جفا کی معافی اور حقوق سی رستگاری میں جلدی کری اور اسی سعی تو ہر وقت
وقت ویتأکد ذلك عند وقوع الوباء عموما ولمن وقع به الطاعون خصوصا لاسیما الوصیة من غیر ان یقع فیها حیف لقوله ع م
درکار ہی اور اسمیں وبا کی موسم میں عموما تاکید ہے اور جو طاعون میں مبتلا ہوا اوسکو زیادہ تر علی الخصوص وصیت میں کہ بلا قصور کہ ہو کات ہو وہ اسطی ارشاد نبی علیہ السلام کے
ما حق امرأ مسلم له شیء یوصی فیه یبیت لیلتین الا ووصیته مکتوبة عنده فان معناه اذا کان لامرء مسلم شیء یرید ان یوصی فیه
نہیں اچھا کرتا شخص مسلمان مالک کسی چیز کا قابل وصیت کی کہ دو شب بسر کرے مگر وصیت اوسکی لکھی ہوا اوسکی پاس اسکی یہہ معنی ہیں جب کسی مرد مسلمان پاس ایسی چیز ہو کہ اوسمیں وصیت کیا چاہے
فحقه لیس الا ان یکون وصیته مکتوبة عنده لانه لا یدری متی یوافیه منیه ویحول بینه وبین ما یریده وقید لیلتین
تو اوسکا حق نہیں ہے مگر اوسکی وصیت لکھی ہوئی اوسکی پاس ہو کیونکہ کیا جانتا ہی کہ اوسکی موت کب پہنچ جائے اور اوسکی ارادہ کو روک لے اور دو شب کی قید
غیر مقصود بل هو تنبیه علی انه لا ینبغی ان یمضی علیه زمان وان کان قلیلا الا ووصیته مکتوبة عنده لاسیما اذا کان علیه
کچھہ مقصود نہیں ہی بلکہ یہہ تاکید ہے کہ ایسا نہیں چاہئی کہ اوسپر کچھہ زمانہ گذری اگرچہ قلیل ہو مگر اوسکی وصیت لکھی ہو اوسکی پاس ہو خاص اسوقت کہ اوسکی
دین او ودیعة او غیر ذلك من الحقوق فح یلزمه الوصیة ویستحب تعجیلها لانه لا یأمن ان یشتد مرضه فیعتقل لسانه
قرض ہو یا امانت یا کوئی اور حق ہو پس ایسا وسپر وصیت ضروری ہی اور اسمیں جلدی اسلئے مستحب ہے کیا خبر ہی کہ مرض بڑھ کر زبان بند ہو جائے
فیموت بغیر وصیة فیکون اثما بترك ما وجب علیه ان کانت الوصیة واجبة علیه بان کان علیه حق من حقوق الله تعالی
پھر بے وصیت مرجاوے اب اپنی ذمہ کا واجب ترک کرنی سی گنہگار ہوویگا اگر اوسپر وصیت باین لحاظ واجب تھی کہ اوسکی ذمہ کوئی حق الله

وحقوق الناس وان لم یکن علیه من هذین الحقین بشیٔ لا یجب الوصیة بل یستحب فی محلها لمن کان له مال ولم یکن له
یا کوئی حق بندوں کا باقی ہو اور اگر اوسکے ذمہ ان دونوں میں سے کچھ نہیں ہے تو وصیت واجب نہیں ہوتی بلکہ مستحب ہے اور محل وصیت کا اسکے حق میں جسکے پاس مال تو ہو
وارث جمیع المال وان کان له وارث فثلث المال ویستوفیه فی الوصیة الواجبة ان احتیج الیه وینقص منه فی الوصیة
پر وارث نہیں تمام مال ہے اور اگر وارث ہی تو پھر تہائی مال وصیت واجب میں اگر حاجت پڑے تو پورا کردے اور وصیت مستحب میں تہائی سے کم
المستحبة وطریقها ان یذکرها بلسانه عند عدلین ویبین قدرها وجنسها وصفتها وان کتبها وقراها علیها واشهدهما
اور طریقہ وصیت کا یہ ہے کہ اپنی زبان سے دو عادل کی سامنے ذکر کرے اور اسکی مقدار اور جنس اور صفت بیان کرے اگر وصیت لکھ کر دونوں کو پڑھ سنا دے اور گواہ
علیها کان اولی لکن ینبغی له ان یحترز غایة الحذر ان یخص وارثا من ورثته بشیٔ علی وجه التملیك او الاقرار فیکون خاتم
گواہ کردے تو بہت بہتر ہے لیکن چاہیے کہ ایسا ہرگز نکرے کہ خاص ایک وارث کو کوئی چیز معین کر کے مالک یا اوسکی لیے اقرار کردے پھر اوسکی خاتمہ کا
شرالاخاتمة خیر لان الله تعالی تولی قسمة المواریث بنفسه واعطی کل ذی حق حقه وعینه له فی کتابه الذی انزل علی
برا انجام ہی اچھا نہیں اسلئے کہ اللہ تعالی نے بذات خود قسمت میراث کا ذمہ دار ہوا اور ہر ایک حقدار کی لیے اپنی کتاب میں جو اپنی رسول پر نازل کی ہی
رسوله وتوعد من عصاه وبدل حکمه بدخول النار والخلود فیها فقال فی اخر ایات المواریث ومن یعص الله ورسوله ویتعد
حصہ معین کر دیا ہی اور نافرمان کی حق میں جو اوسکی حکم کو تبدیل کرے دوزخ میں جانے کا اور ہمیشہ رہنے کا وعید فرمایا ہی چنانچہ میراث کی اخیر آیت میں ہی اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی اور رسول کی
حدوده یدخله نارا خالدا فیها وله عذاب مهین وقد روی عن ابی هریرة رضی الله عنه انه علیه الصلوة والسلام قال ان الرجل والمراة
اور بڑھے اوسکی حدوں سے اوسکو داخل کریگا آگ میں ہمیشہ رہیگا اوسمیں اور اوسکو ذلت کی مار ہے اور ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نے فرمایا بیشک بعضی مرد اور عورت
لیعمل بطاعة الله ستین سنة ثم یحضرهما الموت فیضاران فی الوصیة فتجب لهما النار ثم قرا ابو هریرة قوله تعالی من بعد وصیة
ساٹھ برس تک اللہ کی عبادت کرتی رہتی ہیں پھر جب اونکی موت آتی ہی تو وصیت میں بے اعتدالی کرتے ہیں آخر اونکی لیے دوزخ واجب ہو جاتا ہی پھر ابو ہریرہ نے یہ آیت پڑھی
یُوْصٰی بِهَآ اَوْ دَیْنٍ غَیْرَ مُضَآرٍّ الی اخر الایة یسرنا الله تعالی من الاعمال ما یوافق رضاه

المجلس الحادی والستون فی بیان فضیلة الصبر عند البلاء والمصائب وفضیلة الاسترجاع عندها

جو ہو چکے ہے یا قرض کی بعد ورثوں کا نقصان نکیا ہو آخر تک آیت الہی ہمیں اعمال وافق اپنی رضا کی آسان کر
اکسٹھویں مجلس صبر کی بزرگی میں بلیات اور مصائب پر اور بوقت انا للہ وانا الیہ راجعون کی پڑھنے کی فضیلت میں

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یزال البلاء بالمؤمن والمؤمنة فی نفسه وماله وولده حتی یلقی الله تعالی وما علیه من خطیئة هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه ابو
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ بلا مومن مرد اور عورت کی جان اور مال اور اولاد پر اوترتی رہتی ہی آخر ایسا صاف ہو کر مرتا ہی کہ اوسپر کوئی گناہ نہیں رہتا یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت
هریرة ومعناه ان البلاء لا یزال یلحق بالمؤمن فی نفسه وماله وولده حتی یموت ولا یبقی له ذنب بل یکون ذنوبه
اسکے معنی یہ ہیں کہ بلا ہمیشہ مومن کی جان اور مال اور اولاد پر آتی رہتی ہی آخر وہ مر جاتا ہی اور اوسکی ذمہ کوئی گناہ نہیں رہتا بلکہ اسکی تمام
کلها زائلة عنه بسبب ما اصابه من البلایا والمحن وقد روی عن ام المؤمنین عائشة انه علیه الصلوة والسلام
اسلئے محو ہو جاتی ہیں کہ بلا اور محنتیں اوٹھاتا ہے اور ام المؤمنین عائشہ رضی سے روایت ہی کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نے
قال اذا کثر ذنوب العبد ولم یکن له ما یکفرها ابتلاه الله تعالی بالحزن لیکفرها وروی عن ابی موسی الاشعری انه علیه
فرمایا جب کسی بندہ کی گناہ بہت ہو جاتی ہیں اور اونکا کچھ کفارہ نہیں ہوتا تو اللہ تعالی اوسکو غم میں مبتلا کر دیتا ہی تاکہ کفارہ ہو جاوے اور ابو موسی اشعری سی روایت
الصلوة والسلام قال لا یصیب العبد نکبة فما فوقها او دونها الا بذنب وما یعفو الله تعالی عنه اکثر وقرا قوله تعالی
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا بندہ پر کوئی گزند بہت یا تھوڑا بدون گناہ کی نہیں آتا اور اکثر اللہ معاف کر دیتا ہے سو بہت ہیں اور یہ آیت پڑھی
وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ یعنی ان ما اصابکم من مصیبة ای مصیبة کان
جو پڑی تم پر کوئی سختی سو بدلا اوسکا جو کمایا تمہاری ہاتھوں نے اور معاف کرتا ہی بہت یعنی تم پر جو مصیبت آتی ہی کیسی ہی ہووے

هي بسبب معاصيكم التي اكتسبتموها والله تعالى يعفو عن كثير من الذنوب فلا يعاقب عليها في الدنيا وقال علي للمؤمن
سو وہ تمہاری نافرمانی کی شامت سے ہے جو تم کرچکے ہو اور اللہ تعالیٰ بہتری گناہ معاف کردیتا ہے انکی سزا دنیا میں نہیں دیتا اور علی رض کہتے ہیں مومن کے لیے
عند الله تعالى خمس نقمات فاولها المرض ثم المصائب فان كان ذنوبه اكثر يعذب في قبره فان كانت اكثر من ذلك
اللہ تعالیٰ کے یہاں پانچ عقوبتیں ہیں پہلی بیماری پھر مصیبتیں پھر اگر اسکے گناہ بڑھتے ہوتے ہیں تو قبر میں عذاب ہوتا ہے پھر اگر اس سے بھی زیادہ ہوتے ہیں
يحبس على الصراط وان كانت اكثر من ذلك يعذب في جهنم على قدر ذنوبه ثم يخرج منها وهذا كله مختص بالمجرمين واما
تو صراط پر رکتا ہے اور اگر اس سے بھی بڑھتی ہوتی ہیں تو گناہوں کی موافق دوزخ میں عذاب ہوتا ہے پھر اوس میں سے نکلیگا یہ تمام حال گنہگاروں کا ہے اور
غير المجرمين من المؤمنين فانما يصيبهم المصائب في الدنيا ليرفع درجاتهم في العقبى كما جاء في الحديث ان الرجل لتكون
بے گناہ مومن اون پر مصایب دنیا ہی میں اسی لئے آتی ہے کہ اونکے درجات عقبے میں بلند کیا دیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ بعضے شخص کا ایک مرتبہ
له عند الله منزلة فما يبلغها بعمله فما يزال الله تعالى يبتليه بما يكرهه حتى يبلغه اياها والاحاديث في هذا المعنى
اللہ کے نزدیک مقرر ہوتا ہے سو وہ عمل کی برکت سے حاصل نہیں کر سکتا پس اللہ تعالیٰ اوسکو مکروہات میں مبتلا کرتا ہے کہ وہ مرتبہ پالیتا ہے اور اس مضمون میں حدیثیں
كثيرة لكن ينبغي ان يعلم ان الثواب الوارد لاهل البلاء في هذه الاحاديث وغيرها منوط بالصبر لا على نفس المصيبة
بہت ہیں لیکن سمجھنے کی بات ہے کہ ثواب اہل بلا کا جو ان حدیثوں میں اور اور جگہ آیا ہے اوسکا مدار صبر ہے مین مصیبت پر نہیں ہے
على ما روي عن سفيان الثوري انه قال انما الاجر على قدر الصبر والصبر خلق كسبي يتخلق به الانسان ويختص به ولا
موافق روایت سفیان ثوری کی وہ کہتا ہے کہ اجر برابر صبر کے ہوتا ہے اور صبر ایسی سیرت کسبی ہے جسکو صرف انسان ہی حاصل کر سکتا ہے انسان ہی سے خاص ہے
يتصور في الملئكة والبهائم وهو ثبات القلب على احكام القدر والشرع وحبس النفس عن الجزع واللسان عن الشكوى
فرشتے اور جانوروں میں نہیں ہو سکتا یعنی قضا و قدر اور شرع کی احکام پر دل کا قائم رکھنا اور نفس کو بیصبری سے اور زبان کو شکوہ شکایت سے
والجوارح عن فعل ما لا ينبغي قال الشيخ الامام عز الدين بن عبد السلام قد ظن بعض الناس ان المصاب ماجور على مصيبة
اور اعضا کو بیہودہ کاروبار سے باز رکھنا شیخ امام عز الدین بن عبد السلام کہتا ہے بعضے لوگوں کا یہ گمان ہے کہ شخص مصیبت زدہ مصیبت پر ماجور ہوتا ہے
وهذا خطاء لان المصائب ليس من كسبه اصلا لا مباشرة ولا تسببا وقد قال الله تعالى انما تجزون ما كنتم تعملون
اور یہ گمان غلط ہے اسلئے کہ مصیبت انسان کی اختیاری ہرگز نہیں ہے نہ باعتبار عمل کے اور نہ باعتبار سبب کے اور بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہی بدلہ پاؤگے جو کرتے تھے
فمن مات ولده وتلف ماله واصيب ببلاء في بدنه فهذه المصائب ليست من كسبه ولا من تسببه حتى يوجر
پس جسکا بیٹا مرجاوے اور مال لٹ جاوے اور بدن پر آفت آجاوے تو یہ مصیبتیں اوسکی اختیار سے نہیں ہیں اور نہ اسکے سبب پیدا کرنے سے تاکہ اسپر ثواب دیے
عليها بل ان صبر عليها يكون له اجر الصابرين وان رضي بها يكون له اجر الراضين لكن قد ورد في الحديث انما الصبر
بلکہ اگر اسپر صبر کریگا تو اسکو صابرین کا سا ثواب ملیگا اور اگر اسپر رضامند ہوا تو رضامندوں کا اجر ملیگا لیکن حدیث میں بیشک یہہ آیا ہے کہ صبر
عند الصدمة الاولى كما روي عن انس انه عليه السلام مر بامراة تبكي عند قبر فقال لها اتقي الله واصبري فقالت اليك
پہلے صدمہ پر ہوا کرتا ہے چنانچہ انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام ایک عورت کے پاس کہ قبر پر روتی تھی گئے آپ نے فرمایا اے عورت خدا سے ڈر اور صبر کر جواب دیا الگ رہ مجھ
عني فانك لم تصب بمصيبتي ولم تعرفه فقيل لها انه النبي عليه السلام فاتت النبي عليه السلام فقالت لم اعرفك يا رسول
ایسی مصیبت نہیں پڑی ہے اور اسکو اوسنے نہ پہچانا کسی نے کہدیا کہ یہہ نبی علیہ السلام ہیں پھر وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آئی اور عرض کیا میں نے تمکو یا رسول اللہ
الله فقال النبي عليه السلام انما الصبر عند الصدمة الاولى وانما قال كذلك اذ بعد ما مضى عليه زمان يحصل الصبر
پہچانا نہیں تھا پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا صبر پہلے صدمہ پر ہوتا ہے اور یہہ اسلئے فرمایا کہ جب اوسپر کچھ دیر گذر جاتی ہے تو ہر مصیبت زدہ کو خود بخود صبر آجاتا ہے
لكل مصاب شاء او ابى وقال ابن مبارك المصيبة واحدة فان جزع صاحبها صارت اثنتين احدهما المصيبة نفسها
چاہے یا نچاہے اور ابن المبارک کہتا ہے پہلے مصیبت ایک ہوتی ہے پھر اگر وہ بیصبری کرتا ہے تو دو مصیبتیں ہو جاتی ہیں ایک تو وہی مصیبت

والاخرى ذهاب اجرها وهو اعظم من المصيبة نفسها وان الجزع لا يرد ما فات ولا يرفع الحزن بل يبطل ثواب المصيبة

دوسرے ثواب کا فوت ہو جانا ... کیونکہ بے صبری گذشتہ بات کو نہیں پھیر لاتی اور نہ غم کو دور کرتی ہے بلکہ مصیبت کا ثواب باطل کرتی

لان من يجزع على المصيبة فهو انما يشكو ربه ويريد ان يرد قضاؤه وقد ورد في الحديث ان الميت ليعذب ببكاء

اسلئے کہ مصیبت پر بے صبری کرنیوالا ... شکایت کرتا ہے چاہتا ہے کہ قضا پھر جاوے اور حدیث میں آیا ہے ...

اهله عليه وذلك اذا كان على طريق النوح وكان الميت راضيا به قبل موته واما اذا لم يكن كذلك فلا باس بالبكاء

... اور اگر یہ دونوں امر نہوں تو ...

عليه رحمة له وشفقة عليه لما هو فيه من السؤال المحتوم والعقاب الموهوم فان النبي عليه السلام حين مات

... کیونکہ حضرت علیہ السلام ...

ابنه ابراهيم بكى فقال له عبد الرحمن بن عوف وانت تبكي يا رسول الله فقال النبي عليه السلام يا ابن عوف انها رحمة

بیٹا ابراہیم مر گیا تھا تو روتے تھے ... یارسول اللہ ... فرمایا اے ابن عوف ...

جعلها الله تعالى في قلوب عباده وانما يرحم الله من عباده الرحماء وفي حديث آخر انه عليه السلام قال القلب يحزن

... اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ...

والعين تدمع ولا نقول ما يسخط الرب في رواية ولا نقول الا ما يرضي ربنا وفي حديث آخر انه عليه السلام قال ان

... اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ...

الله لا يعذب بدمع العين ولا بحزن القلب ولكن يعذب بهذا واشار الى لسانه وفي حديث آخر انه عليه السلام

... اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت علیہ السلام نے ...

قال ليس منا من ضرب الخدود وشق الجيوب ودعى بدعوى الجاهلية والمراد بدعوى الجاهلية قولهم واويلاه واثبوراه واكاسياه وانا صراه

... اور جاہلیت ...

ونحو ذلك وروي انه عليه السلام قال الضرب على الفخذ عند المصيبة يحبط الاجر ولهذا ندبت التعزية وهي الحمل

... ثواب کو کھو دیتا ہے اور اسی لیے تعزیت مستحب ...

على العزاء وهو الصبر بوعد الاجر والدعاء للميت والمصاب بالمغفرة قال الزيلعي لا باس بتعزية اهل الميت وترغيبهم

... زیلعی کہتا ہے اہل میت کی تعزیت میں ...

في الصبر لقوله عليه السلام من عزى مصابا فله مثل اجره وكيفية التعزية ان يقال لمن اصابته المصيبة

... اور طریقہ تعزیت کا یہ ہے کہ مصیبت رسیدہ کو کہیں

عظم الله اجرك واحسن عزاءك وغفر لميتك وقال الفقيه ابو الليث ان العبد لا يدرك منزلة الاخيار الا بالصبر

... اور فقیہ ابو اللیث کہتا ہے کہ انسان کو درجہ اخیار کا نہیں ملتا ...

على الشدة والاذى وقد امر الله تعالى نبيه بالصبر فقال فاصبر كما صبر اولو العزم من الرسل والامر للنبي امر لامته

... اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے صبر کو فرماتا ہے ...

فيجب على من كان من الامة ان يقتدي بنبيه ويصبر على ما يصيبه من الالم ويعلم ان ما دفعه الله تعالى عنه

...

من البلاء اكثر مما اصابه ويحمد الله تعالى على ذلك وروي انه عليه السلام قال اذا مات ولد العبد يقول الله تعالى

...

الملٰئکۃ اقبضتم ولد عبدی فیقولون نعم فیقول اقبضتم ثمرۃ قلبہ فیقولون نعم فیقول ماذا قال عبدی
فرشتوں سے پوچھتا ہے کیا تمنے میرے بندہ کے بچہ کی جان نکال لی وہ عرض کرتے ہیں ہان پھر فرماتا ہے کیا تمنے لے لیا اوسکے دل کی ثمری کو وہ عرض کرتے ہیں ہان پھر پوچھتا ہے میرے بندے نے کیا کہا
حمدك واسترجع فیقول اللہ تعالیٰ ابنوا لعبدی بیتا فی الجنۃ وسموہ بیت الحمد وقد ذکر ان اھل الاعمال
پس وہ عرض کرتے ہیں تیری حمد کی اور انا للہ و انا الیہ راجعون کہا پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کے لئے جنت میں گھر بناؤ اور بیت الحمد نام رکھدو اور مذکور ہے کہ نماز
من الصلوۃ والزکوۃ والصوم والحج یؤتی بھم یوم القیٰمۃ فیوفی الیھم اجورھم بالمیزان ثم یؤتی باھل البلاء فلا ینصب
اور زکوۃ دینے والے اور روزہ دار اور حاجی جب قیامت کے دن حاضر کئے جاوینگے تو اونکا ثواب میزان سے تول کر پورا کیا جاویگا پھر مصیبت رسیدہ لوگ
لھم المیزان ولا ینشر لھم الدیوان بل یصب الاجر صبا فیود اھل العافیۃ لو ان جلودھم کانت قرضت فی الدنیا
لائے جاوینگے سو ان کے لئے نہ ترازو کھڑی ہوگی اور نہ کچھ دفتر موجود ہوگا بلکہ انکا اجر بے اندازہ بہایا جاویگا پھر عافیت والے آرزو کرینگے کاش کہ دنیا میں ہماری کھال قینچیوں سے کتری
بالمقاریض یرون ما یعطی لاھل البلاء من الثواب بغیر حساب فذلك قولہ تعالیٰ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر
جاتی کیونکہ دیکھینگے کہ اہل بلا کو کتنا بے حساب ثواب عطا ہوا ہے یہ قول اللہ تعالیٰ کا صبر والوں ہی کو ملتا ہے اونکا نیگ
حساب وھٰذا کان السلف الصالح یفرحون بالبلاء فی الدنیا لما تحققوا ان فی الصبر علیہ اجرا جزیلا لا نھایۃ فان
ان گنت اور اسی لئے متقدمین صلحاء دنیا میں بلا پر خوش ہوتے تھے کیونکہ اونکو یقین تھا کہ بلا پر صبر کرنے میں بڑا ہی ثواب جید ہے اگر کوئی
قیل ان کان المراد بالصبر علی البلاء الرضی بہ وعدم الکراھۃ فلا قدرۃ للادمی علیہ وان کان المراد بہ الفرح بوجودہ
اعتراض کرے کہ بلا پر صبر کرنے سے اگر یہ مراد ہے کہ بلا پر راضی ہو اور نا خوش نہ ہووے تو یہ آدمی کی اختیار میں نہیں ہے اور اگر اوس سے یہ مراد ہے کہ بلا پر خوش ہو
فھو ابعد من الاول فالجواب ان الشارع لم ینہ عن شیٔ لا یدخل تحت الوسع وانما نھی عن المکتسب کشق الجیوب وضرب
تو یہ اوس سے بھی بعید تر معلوم ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ شارع نے ایسی شی ہی کہیں منع نہیں جو اوسکی اختیار میں نہ ہو ما نعت اوسی کی ہے جسکو کر سکتا ہے جیسے گریبان چیرنا
الخدود والقول باللسان کالندب والنیاحۃ واما ما ذکر من فرح الصالحین بہ فذلك فرح شرعی مکتسب من قوۃ الایمان
گلے پیٹنے اور زبان سے بکنا جیسے چیخنا اور نوحہ کرنا اور وہ جو مذکور ہے یعنی بلا پر صلحا کی فرحت سو یہ فرح شرعی ہے ایمان اور یقین کے قوت سے
والیقین مثالہ مثال رجل قال لہ الملك کلما اضربك سوطا اعطیك مائۃ دینار فان ذلك الرجل کما یفرح بکثرۃ ضرب
حاصل ہوتی ہے اوسکی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص کو بادشاہ کہے میں تیری جب کوڑا ماروں تو ہر کوڑہ کی بدلہ سو اشرفی دونگا سو یہ شخص باوجود الم کی جیسا
الملك لہ مع وجود الم الضرب لما یرجوا من جزیل العطاء فکذلك الصالحون لما سمعوا قولہ تعالیٰ انما یوفی الصبرون اجرھم
بادشاہ کی کثرت ضرب سے خوش ہوتا ہے کیونکہ بڑی بخشش کا امیدوار ہے تو ایسی نے جب یہ آیت سنے صبر کرنے والوں ہی کو ملتا ہے اونکا نیگ
بغیر حساب وقولہ تعالیٰ وجزٰھم بما صبروا جنۃ وحریرا وتیقنوا بحصول جزیل الثواب ھان علیھم ما اصابھم فی
ان گنت اور بدلہ دیا اونکو اوسپر کہ وہ ٹھیرے رہے باغ اور پوشاک ریشمی اور یقین لائے بڑی ثواب ملنے کا تو اونپر دنیا میں جو
الدنیا من المصائب کما حکی عن بعض النساء الصالحات انھا عثرت یوما فانقطع ظفرھا فضحکت فقیل لھا اما تجدین
مصیبت گذری سب آسان ہوگئی چنانچہ کسی صالحہ عورت کا قصہ ہے کہ ایک روز پہسلکر گر پڑی تو اوسکا ناخن ٹوٹ گیا تو وہ ہنسنے لگی کسی نے کہا کیا تجکو
مرارۃ الوجع فقالت ان لذۃ الثواب الحاصل من اللہ تعالیٰ بالصبر والرضی ازالت عنی مرارۃ الوجع قال العلماء حقیقۃ الرضی
اسمیں دکھ نہیں ہوتا جواب دیا ثواب کی لذت نے جو اللہ تعالیٰ سے صبر اور رضا پر ملیگا دکھ کی تلخی کو میری اسی دور کردیا ہے علماء کہتے ہیں حقیقت رضا کی
ما علمنا اللہ تعالیٰ ان نقولہ عند المصیبۃ انا للہ وانا الیہ رٰجعون وھذا استرجاع باللسان فلا بد للعاقل عند اتیانہ
وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمکو تعلیم کی ہے کہ مصیبت کی وقت پر کہا کریں ہم اللہ کا مال ہیں اور اوسکی طرف پھر جاویں گے اور یہ تو استرجاع زبانی ہوا پھر عاقل کو لازم ہے کہ اسکو زبان سے کہتے ہوئے
بہ ان یتفکر فی ثواب المصیبۃ لیسھل علیہ المصیبۃ فان ثواب المصیبۃ اذا استقبلہ یوم القیٰمۃ یود لو ان جمیع اولادہ
مصیبت کی ثواب کا تصور کرے تاکہ اوسپر مصیبت آسان ہو جاوے بیشک مصیبت کا ثواب جب قیامت کے روز سامنے آویگا تو یہ آرزو کریگا کاش کہ میرے سارے اولاد

لا ثوابه ما فاته قبله في الدنيا لينال ثواب مصيبتهم وقد وعد الله تعالى في المصيبة ثوابا عظيما حيث قال ولنبلونكم
اور تمام جانے والے دنیا میں پیہ سامنے ہو جاتا کہ ہونکی مصیبت کا ثواب تھا اور بیشک اللہ تعالے نے مصیبت میں بڑی ثواب کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ کہا ہی اور البتہ ہم آزمایئنگے تمکو

بشيء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصبرين الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله و
کچھ ایک ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان سے مالوں کی اور جانوں کی اور میووں کی اور خوشی سنا ثابت رہنے والوں کو کہ جب انکو پہنچے کچھ مصیبت کہیں ہم اللہ کا مال ہیں اور

انا اليه رجعون اولئك عليهم صلوت من ربهم ورحمة واولئك هم المهتدون يعني ان كل من اصابه مصيبة في ماله او ولده
ہمکو اسیکی طرف پھر جانا ایسے لوگ اونہیں پر شاباشیں ہیں رب کی اور مہربانی اور وہی ہیں راہ پر مراد یہ ہی کہ جسکو کچھ مصیبت پہنچی مال میں یا اولاد میں

ونفسه او عرضه كالكلمة القبيحة التي يسمعها في حقه او الهم الذي يهمه او الغم الذي يغمه من ضيق معيشته او
یا جان میں یا آبرو میں جیسے عیب کی بات اپنی حق میں سن پاوی یا ایسا اندوہ پہنچے جو سوچ لگا دی یا غم پہنچے جسنے فکر میں ڈال رکھا ہو تنگی معیشت کا

قلة قوته او لعدم كسبه او عدم نبات ذرعه او غير ذلك فانه اذا صبر واحتسب ثواب مصيبته التي اصيب بها يعطيه
یا قلت روزی کا یا پیشہ نچلنے کا یا کھیتی ماری جانیکا یا کچھ اور سوا اسکے اسپر جو صبر کریگا اور مصیبت کی ثواب کا جو اسپر گذری امیدوار ہوگا تو اسکو

الله تعالى ما وعده في كتابه من الصلوة والرحمة والهداية لانه تعالى لا يخلف الميعاد وروى عن عكرمة انه عليه السلام
وہ ہی عطا کریگا جسکا وعدہ اسکی اپنی کتاب میں دیا ہی شاباش اور رحمت اور ہدایت کیونکہ اللہ تعالی وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اور عکرمہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام کا

طفي سراجه فقال انا لله وانا اليه رجعون فقيل له امصيبة هي يا رسول الله فقال نعم كل شئ يؤذي المؤمن فهو له
چراغ بجھ گیا تھا سو آپ نے فرمایا ہم اللہ کا مال ہیں اور ہمکو اسیکی طرف پھر جانا کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ مصیبت ہی پس فرمایا ہاں جس شے سی مومن کو ایذا ہو وہی اوسکی

مصيبة وفي حديث اخر انه عليه السلام قال اذا انقطع شسع احدكم فليسترجع فانها من المصائب وروى عن ام سلمة
مصیبت ہی اور ایک حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب کسیکی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جاوے تو انا للہ پڑھے کیونکہ یہ بھی مصیبت ہی اور ام سلمہ سی روایت ہے

انه عليه السلام قال ما من مسلم يصيبه مصيبة فيقول انا لله وانا اليه رجعون اللهم اجرني في مصيبتي واخلف
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس مسلم پر کچھ مصیبت گذری پھر وہ کہے ہم اللہ کا مال ہیں اور ہمکو اسی کی طرف پھر جانا الٰہی مجھکو میری مصیبت کا اجر دی اور مجھکو اسکے

خيرا منها الا اجره الله في مصيبته واخلف له خيرا منها وروى عن ابن عباس انه عليه السلام قال من استرجع عند المصيبة
بہتر عوض دی تو اللہ تعالے اوسکو اوسکی مصیبت کا اجر اور اس سے بہتر عوض دیگا اور ابن عباس سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسنے مصیبت پر انا للہ پڑھا

جبر الله مصيبته واحسن عقباه وجعل له خلفا صالحا يرضاه وروى عن الحسين انه عليه السلام قال ما من مسلم يصاب
تو اللہ تعالی اوسکی مصیبت کو رفع اور اوسکا انجام نیک کریگا اور اوسکا اچھا بدلا اوسکی پسند کا دیگا اور حسین علیہ السلام کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں کوئی مسلم کہ اوسپر

بمصيبة فيذكرها وان قدم عهدها فيحدث لها استرجاعا الا كتب الله له مثلها من الاجر يعني انه تعالى يعطيه من الاجر
مصیبت گذری پھر وہ اوسکو یاد کری اگرچہ مدت گذر گئی ہو پھر وہ از سرنو انا للہ پڑھے مگر اللہ تعالے اوسکی لیئے ویسا ہی اجر مقرر کریگا مراد یہ ہی کہ اللہ تعالی اوسکو اجر

مثل الاجر الذي اعطاه يوم اصيبها وروى عن سعيد بن جبير ان الاسترجاع لم يعط الامة من الامم الا لهذه الامة ولو اعطي
برابر اوس اجر کے جو مصیبت کے روز عطا کیا تھا عنایت کریگا اور سعید ابن جبیر کی روایت ہی کہ استرجاع سوا اس امت کی اور کسی امت کو عطا نہیں ہوا اگر کسیکو ملتا

لاحد لاعطي يعقوب النبي عليه السلام الا ترى انه حين اصابه لم يسترجع بل قال يا اسفى على يوسف وروى عن ابن عباس
تو البتہ یعقوب علیہ السلام کو ملتا کیا دیکھتا نہیں کہ یعقوب علیہ السلام مصیبت کے وقت انا للہ نہیں پڑھا بلکہ یہ کہا کہ ہائی افسوس یوسف پر اور ابن عباس سی روایت ہی

انه نعي اليه ابنة له وهو في السفر فاسترجع ثم نزل فصلى ركعتين ثم قال قد صنعنا ما امرنا الله تعالى فانه تعالى قال استعينوا
کہ اونکو سفر میں بیٹی کی مرنے کی خبر آئی تو انا للہ پڑھا پھر اوتر کر دو رکعت پڑھیں پھر کہا ہمکو اللہ کا حکم تھا سو کر چکے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی قوت پکڑو

بالصبر والصلوة فينبغي للمؤمن ان يفعل كذلك فانه عليه السلام كان اذا حزنه امر فزع الى الصلوة لكونها ام العبادات
ثابت رہنے سے اور نماز سے اب مومن کو لازم ہی کہ یہی کیا کری کیونکہ نبی علیہ السلام اگر کسی بات سے غمگین ہوتے تو نماز شروع کرتی اسلئے کہ نماز سب عبادات کی اصل

ومعراج المؤمنين ومناجات رب العالمين قال عليه السلام ان اعظم الجزاء مع عظم البلاء وان الله تعالى اذا
اور مومنین کے لئے معراج اور پروردگار سے سرگوشی ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا بیشک بڑا ثواب بڑی بلا پر ہوتا ہی اور بیشک اللہ تعالی جب
احب قوما ابتلاهم فمن رضي فله الرضى ومن سخط فله السخط يعني ان كثرة الثواب يحصل بحصول كثرة
کسی قوم کو محبوب کرتا ہی تو انپر بلا نازل کرتا ہے پھر جو اسپر راضی ہوا تو اوسکی لئے رضا مندی ہے اور جو بیزار ہوا تو اوسکے لئے بیزاری ہے مراد یہ ہے کہ ثواب کی کثرت بلا کی کثرت سے
البلاء فمن رضي به وصبر عليه يحصل له رضاء الله تعالى ومن كره البلاء وجزع ولم يرض بحكمه تعالى يحصل
حاصل ہوتی ہے پھر جو راضی ہوا اور اوسپر صبر کیا تو اوسکے لئے اللہ کی رضا مندی ہی اور جسنے بلا کو مکروہ جانا اور رونا دھلایا اور اللہ کے حکم پر راضی نہوا تو اوسکے لئے
له سخط الله وغضبه لكن ينبغي ان يعلم ان الرضى والسخط محلهما القلب وهما يتعلقان به لا باللسان فلهذا ترى
اللہ کی بیزاری اور غضب ہے لیکن جاننا چاہئے کہ رضا مندی اور بیزاری کا ٹھکانا دل ہے یہ دونوں دل سے علاقہ رکھتی ہیں زبان سے علاقہ نہیں رکھتی ہیں اسلئے
كثيرا من الناس يكون له انين من وجع او شدة المرض مع ان في قلبه الرضى والتسليم بالله تعالى فهذا كل من
اکثر لوگوں کو دیکھتے ہو کہ درد کی مارے یا بیماری کی شدت سے آہ اف تو کرتے ہیں حالانکہ اونکی دلمیں اللہ تعالی کی رضا اور تسلیم ہوتی ہی اس بیان کی موافق جس سے کہ آہ
يسمع منه انين لا يجوز ان يقال في حقه انه غير صابر وغير راض بحكم الله تعالى لانك لا يطلع احد على قلب احد
سنے میں آتی ہیں اسکو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ صبر نہیں کرتا اور اللہ کی حکم پر راضی نہیں ہی اسلئے کہ کسیکو کسیکے دل کی کیا خبر ہے
وروي عن عامر الرامي انه عليه السلام قال ان المؤمن اذا اصابه السقم ثم عافاه الله تعالى كان كفارة لما مضى من
اور عامر رامی سے روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ مومن اگر بیمار ہو جاتا ہی پھر اوسکو اللہ تعالی عافیت دیتا ہی تو گذشتہ گناہوں کا کفارہ
ذنوبه وموعظة له فيما يستقبل وان المنافق اذا مرض ثم اعفي كان كالبعير الذي عقله اهله ثم ارسلوه فلم يعلم
اور آیندہ کی واسطے پند ہی اور بیشک منافق اگر بیمار ہو کر صحت پاتا ہی تو ایسا ہی جیسے اونٹ کہ پہلے اوسکو مالکوں نے باندھ دیا پھر اوسکو چھوڑ دیا
لم عقلوه ولم ارسلوه فتعلم من هذا انه تعالى انما يبتلي عبده المؤمن لمحو سيئاته او لرفع درجاته التي لم يبلغها
تو اوسکو خبر نہیں ہوتی کیوں باندھا تھا اور کیوں چھوڑ دیا اب اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی اپنی مومن بندہ کو اسیلئے مبتلا کرتا ہی کہ اوسکی گناہ گھٹا دے یا وہ درجات کہ بغیر ان مصایب کے نہین
الا بانواع البلايا فانه تعالى يرسل عليه في الدنيا اشد البلاء ومحنها حمية له عن الافتتان بها وتزهيدا له عنها
پہنچ سکتا تھا بلند ہو جاویں سو اللہ تعالی اوسپر دنیا میں سختیاں اور محنتیں دنیا کی فتنہ سے بچالیتا ہے اور دنیا سے چھڑا دیتا ہی
لئلا يطمئن اليها ويألف بمحبتها فيقطعه ذلك عن منازل الآخرة لانه متى ابتلي يضعف سورة نفسه ويذهب
تاکہ دنیا پر اطمینان کرکر اوسکے الفت میں نہ پھنس جاوے پھر اوسکی نحوست سے اخروی مراتب سے محروم نہ رہ جاوے کیونکہ جب مبتلا ہوگا تو نفس کی تندی سست اور بشری
صفات بشريته وينقطع عنه مواد الهوى ولذة الدنيا فيتوجه في كل حال في السراء والضراء الى مولاه ويألف الاقبال عليه
عادات جاتی رہینگے اور ہوا و ہوس اور دنیا کی لذت اوسکی دل سے دور ہو کر پھر بہر حال راحت اور رنج میں اپنے مولی کے طرف متوجہ رہے گا اور اوسکی طرف لگا رہنے
ويستوطن بالصبر والرضى بين يديه الى ان يرفعه الى درجات الاحباب والاولياء وهذا معنى ما روى عن انس انه عليه السلام
الفت پکڑیگا اور صبر اور رضا کو اپنی سامنے قایم رکھیگا آخر اسکو مرتبہ دوستوں اور اولیا کا حاصل ہو جاویگا اور انس سے جو روایت ہے یہی معنی ہیں کہ نبی علیہ السلام
قال ان الله تعالى اذا اراد بعبد خيرا واراد ان يصافيه صب عليه البلاء صبا ومن جملة ما يصب عليه من البلاء
فرمایا کہ بیشک اللہ تعالی جب کسیکی خیر اور اوسکو پاک کیا چاہتا ہی تو اوسپر بہت بلا ڈالدیتا ہی اور بعضے بلائیں اس قسم کی ہیں کہ
انه تعالى يقيض له ويسلط عليه من بعض خلقه من يقصده بالاذى حتى لو اختفى في جحر ضب ونارة يقيض الله تعالى
کہ اللہ تعالی اپنی مخلوق میں سے ایسی کو اوسپر تعین کرکر غالب کر دیتا ہی کہ اوسکو ہر وقت ستاتا رہی یہان تک کہ اگر گوہ یا چوہی کی بل میں جا کر چھپی تو اللہ تعالی
له من يؤذيه كما روي عن علي انه عليه السلام قال لو كان المؤمن في جحر ضب ليقيض الله تعالى له فيه من يؤذيه وروي
اوسی جگہ ایذا رسان کو بھیجتا ہی چنانچہ علی رضی سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر مومن گوہ کی بل میں چھپا ہوتا ہی تو اوسمیں بھی ایذا دینے والا موجود ہوتا ہی اور ایسی ہے

مثله عن انس بلفظ لوان المؤمن كان في جحر فارة لقيض له فيه من يؤذيه والحكمة في ذلك ان البلاء يسبك صفات

انس سے بہ روایت ہی اگر مومن چوہی کی بھٹ میں ہو تو اوسمیں بھی اوسکا موذی جا موجود ہوتا ہی اور اسمین حکمت ہی کہ بلا صفات بشریہ کو پگہلا کر صاف کرتی ہی

العبد فكانه تعالى يسبك نفس عبده المؤمن بنار المحنة والبلاء ليصفيه من كدورات اخلاق شريه ليصلح للولاية

گویا اللہ تعالی اپنی مومن بندہ کی نفس کو محنت اور بلا کی آگ مین گلا کر صاف کرتا ہی تاکہ عادات بشریہ کی کدورت سی صاف ہوکر ولایت اور محبت کے لائق ہو جاوے

ومحبته

المجلس الثالث والستون في بيان تحقيق قوله عليه السلام اغتنم خمسا قبل خمس الحديث وما يتفرع عليه

باسٹھوین مجلس اس حدیث کے تحقیق مین کہ غنیمت جان پانچ کو پہلے پانچ سے اخیر حدیث تک اور جو اس سے متعلق ہے

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لرجل يعظه اغتنم خمسا قبل خمس شبابك قبل هرمك وصحتك قبل سقمك وغناك قبل فقرك وفراغك قبل شغلك وحياتك قبل موتك هذا الحديث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے پند دیتی ہوئی فرمایا غنیمت جان پانچ کو پہلے پانچ کی جوانی کو پہلے بڑہاپے سے اور صحت کو پہلے بیماری سی اور تونگری کو پہلے فقر سے اور فرصت کو پہلے دہندے کی اور زندگی کو پہلے موت سی یہہ حدیث

من حسان المصابيح رواه ميمون بن مهران فانه عليه السلام بين فيه ان الانسان في حال شبابه يقدر على

مصابیح کی حسن حدیثون میں سی ہے میمون بن مہران کی روایت سی کیونکہ نبی علیہ السلام نے اس حدیث مین یہہ فرمایا کہ آدمی اپنی جوانی مین وہ کام کر سکتا ہے

الاعمال التي لا يقدر عليها في حال هرمه فلا بد له ان يغتنم الفرصة ويشتغل بالطاعات في حال شبابه قبل

جو حالت پیری مین نہین کر سکتا سو اوسکو لازم ہی کہ فرصت کو غنیمت جانے اور عہد جوانی مین پیری سے پہلے عبادت مین مشغول رہی کیونکہ

في حال شبابه ان ترك العمل واتبع هواه وتعود بالمعصية لا يقدر على تركها في حال هرمه فينبغي له ان يترك

جوانی مین اگر عمل خیر ترک کرکر ہوا و ہوس مین پڑا اور معصیت کی عادت کر لے تو پہر کیا طاقت ہی کہ بڑہاپی مین چہوڑ دی تو لائق یہہ ہی کہ معاصی کو

المعاصي في حال شبابه ويعود نفسه باعمال الخير حتى يسهل عليه في حال هرمه وبين ايضا انه في حال صحته يقدر

جوانی مین ترک کری اور اعمال خیر کی عادت ڈالی تاکہ پیری مین جاکر آسانی رہی اور یہہ بہی بیان فرمایا کہ انسان اپنی صحت مین

على كسب الخيرات بماله وبدنه فينبغي له ان يغتنم صحته ويجتهد في كسب الخيرات بماله وبدنه لانه اذا مرض يضعف

مال اور بدن سی ثواب حاصل کر سکتا ہی پہر اوسکو لازم ہی کہ اپنی صحت کو غنیمت جانکر اپنے مال اور بدن سی کسب خیرات مین کوشش کری کیونکہ بیمار ہوکر بدن ناتوان ہوجاتا ہی

بدنه فلا يقدر على الطاعات ببدنه ويقصر يده عن ماله فيما زاد على الثلث فلا يقدر على التصرف في ماله الا في مقدار

پہر بدن مین طاعات کی طاقت کہان رہتی ہی اور ہاتھ بہی تہائی مال کی زیادہ سی تنگ ہو جاتا ہی پہر یہہ قدرت نہیں کہ تہائی مال سی زیادہ خرچ کرے

ثلثه وبين ايضا انه في حال غناه وفي حال فراغه يقدر على الطاعات بلا مانع فاذا بدل الغنى بالفقر والفراغ

اور یہہ بہی بیان فرمایا کہ آدمی تونگری اور فرصت مین بلا موانع طاعات کر سکتا ہی اور جب تونگری کی بدلہ فقر آیا اور فرصت کی جگہ

يظهر الموانع فلا يقدر على الطاعات بل يكون مشتغلا بامر المعاش فينبغي له ان يغتنم غناه وفراغه في تحصيل

تو پہر موانع پیدا ہوجاتے ہین پہر طاعات کی قوت کہان بلکہ اپنی معاش کی فکر مین لگا رہتا ہے سو لائق یہہ ہی کہ تونگری اور فرصت کو صالح اعمال کی لئی غنیمت سمجہے

الصالحات لان الغنى يعقبه الفقر والفراغ يعقبه الشغل وبين ايضا انه في حال حيوته يقدر على العمل فاذا

اسلئے کہ غنا کے پیچہے فقر اور فرصت کی پیچہے دہندا لگا ہوا ہے اور یہہ بہی بیان فرمایا کہ آدمی اپنی زندگی مین عمل کر سکتا ہی اور جب مرا

ينقطع عن العمل فينبغي له ان يغتنم حياته ولا يضيع عمره فيما لا يعنيه فان كل نفس من انفاس العمر جوهرة نفيسة

تو عمل تمام ہوئی پس لازم یہہ ہی کہ اپنی زندگی کو غنیمت جانکر نکمی باتون مین عمر نکہوئی کیونکہ عمر کا ایک ایک دم ایک نفیس بے بہا جوہر ہے

قيمة لها اذ يمكن ان يشتري بها كنز من كنوز الجنة التي لا يتناهى نعيمها ابد الاباد فاضاعة تلك الانفاس واشترا

اسلئے کہ اسکے بدلہ ایک خزانہ جنت کی خزانون مین سی ہاتہہ آسکتا ہی جسکی نعمتین کبہی تمام نہونگی پہر ایسی انفاس کو ضایع کرنا اور ایسی چیز کا خریدنا

مما يكون سببا هلاكه باتباع هواه غاية الخسران ونهاية الخذلان فان من يتبع هواه يفعل ما يضره او يهلكه
کہ ہوا و ہوس میں پھنسا کر ہلاک کر ڈالے بڑا ہی زیاں اور نہایت نقصان ہی سو جو شخص ہوا و ہوس میں پھنسا ہوا ہی تو وہ ہی کام کرتا ہی جس میں
حالا او مالا وهو لا يشعر او يشعر لكن لخفة عقله يرجح اللذة الحاضرة التي لا بقاء لها على العقوبات الاخروية
حال اور مآل کا ضرر اور تباہی ہو پھر وہ بے خبر ہو یا جانتا ہی پر بے وقوفی سے حال کی ناپائدار لذت کو اخروی عقوبات سے جنکی
التي لا نهاية لها ويظن لعمى بصيرته وتناهي حماقته انه ظفر بشيء من اللذائذ ولا يعلم ذلك لاحمقيته
کچھ انتہا نہیں ہے بہتر سمجھتا ہی اور اندھا ہو کر کمال بیوقوفی سے خیال کرتا ہی کہ کچھ عیش اوڑایا اور احمق یہ نہیں سمجھتا کہ دنیا سے
يخرج من الدنيا ويرى انه لم يظفر بشيء من اللذائذ اصلا لا من لذائذ الدنيا لانها عنه تزول ولا من لذائذ
ابھی نکلکر دیکھ لیگا کہ کچھ بھی عیش نکیا نہ تو دنیا کی عیش و لذت کیونکہ سب ہر جھکیگی اور نہ
الاخرة اذ ليس له اليها الوصول فيبقى في حسرة وندامة حين لا ينفعه الندم وقد روي انه عليه السلام قال
آخرت کی عیش کی لذت کیونکہ وہ کہاں ہاتھ آ سکتے ہیں پھر حسرت اور ندامت باقی ہوگی او سوقت ندامت سی کچھ فائدہ نہوگا اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا
ما من احد يموت الا ندم قالوا وما ندامته يا رسول الله قال ان كان محسنا ندم ان لا يكون ازداد وان كان
جب کوئی مرتا ہی سو نادم ہوتا ہی عرض کیا یا رسول اللہ ندامت کیوں ہوتی ہی فرمایا اگر نیکوکار رہتا ہی تو یہ ندامت ہوتی ہی کہ عمل زیادہ کیوں کئے اور اگر
مسيئا ندم ان لا يكون نزع فيا ايها العاقل لا تضيع عمرك في الغفلة واجتهد في تحصيل منفعة الاخرة قبل
بدکار رہتا ہی تو یہ ندامت کیوں نہ باز آیا سو دانا ہو کر اپنے عمر غفلت میں کیوں کھوتا ہے آخرت کی سامان حاصل کرنے میں کوشش اس سے پہلے کر
ان يجيء يوم لا تقدر على تحصيلها في ذلك اليوم فانك عن قريب تعاين ذلك اليوم فتندم على
کہ ایسا دن آ جاوے کہ اوس روز تو ہرگز حاصل نہ کر سکے بیشک تو اوس دن کو جلد دیکھ لیگا پھر تو گذشتہ عمر پر
ما فات من عمرك في غير طاعة ربك ولا ينفعك الندم فان العبد اذا كان في شغل من اشغال الدنيا و
بدون عبادت پروردگار کی نادم ہوگا اور ندامت سی کچھ فائدہ نہوگا کیونکہ آدمی جب تک دنیا کے کاروبار میں لگا رہتا ہے
كان شغله يمنعه من العمل واحال ذلك العمل على فراغه وقال اذا فرغت عملت فلا بد له من حالة من
اور وہ شغل اوسکو عمل نیک سی باز رکھتا ہی تو اوس عمل نیک کو فرصت کی وقت پر ٹال رکھتا ہی کہتا ہے فرصت ملیگی تو کر لونگا سو یہ صرف دو طریقے ہی
حالتين احدهما ايثار الدنيا على الاخرة وليس هذا من شان العاقل وقد قال الله تعالى بل تؤثرون
دو وجہ سی ایک تو دنیا کو آخرت پر پسند کرنا اور یہ عاقل کا کام نہیں ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہی بلکہ تم پسند
الحيوة الدنيا والاخرة خير وابقى والثاني تسويفه العمل الى وان فراغه فانه قد لا يجد مهلة بل يختطفه
رکھتے ہو دنیا کا جینا اور پچھلا گھر بہتر ہے اور رہنی والا اور دوسری وجہ عمل کو فرصت کی وقت پر ٹال رکھنا کیونکہ بعضے دفعہ مہلت نہیں ملتی بلکہ
الموت قبل فراغه او يزداد شغله لان اشغال الدنيا يستلزم بعضها بعضا فيبقى بلا زاد ليوم المعاد فالواجب
موت فرصت کی وقت سی پہلی آ پکڑتے ہی یا وہ دنیا کا دہندا بڑہتا چلا جاتا ہی کیونکہ دنیا کی کام کا سلسلہ ایک سی ایک لگا ہوا ہی پھر آخرت کے توشہ سی خالی رہ جاتا ہی
على العبد ان يبادر الى الاعمال الصالحات على اي حال كان قبل وصول الموت وحصول الفوت لقوله
سو آدمی پر یہ واجب ہے کہ جلدی سی اعمال صالح کو کسی حال میں ہو موت سی پہلی اور فوت سی پیشتر اختیار کرے اسکے
تعالى سارعوا الى مغفرة من ربكم وجنة عرضها السموات والارض اعدت للمتقين فان من تعلق قلبه
مطابق اور دوڑو بخشش پر اپنی رب کی اور جنت پر جسکا پھیلاو ہی آسمان اور زمین تیار ہوئی ہی واسطے پرہیزگاروں کی بیشک جسکا دل
بالدنيا واخذ منها القدر الزائد على حاجته من الطعام والشراب واللباس يكون مضرة عليه الا ان يستعين
دنیا پر لگا ہوا ہی اور دنیا میں سی کچھ مقدار حاجت سی بڑہ کر کہانا و پینا اور پوشاک حاصل کرتا ہی تو اوسکی حق میں مضر ہی ہاں اگر اوس سے طاعت الٰہی میں مدد لے

علی طاعة الله تعالی لان کل ما احبه الانسان وظفر به لا بد ان یفارقه فان کان احبه لغیر الله یعذب به

اسلئے کہ آدمی جس چیز کو محبت کی راہ سے پیدا کرتا ہی تو البتہ وہ اوس سے جدا ہو جائیگا پھر اگر اوسکی محبت واسطے غیر اللہ کی تھی تو اوسکی وجہ

بفواته ان یحصل له من الالم قدر ما تعلق به قلبه ولهذا قال بعض السلف من احب الدنیا فلیوطن نفسه علی

سے عذاب دیگا اور اتنا ہی الم پیدا ہوگا جسقدر اوس سے دل متعلق تھا اسی لئے بعض متقدمین کا قول ہی کہ جو شخص دنیا کی محبت کرے تو چاہیے کہ اپنی جان کو

تحمل المصائب فان محبها لا ینفک عن ثلث مصائبهم لازم وتعب دائم وحسرة لا تنقضی فلو لم یکن لمحبها

مصیبت کا خوگر بنالے کیونکہ دنیا کے محب تین مصیبت سے خالی نہیں ہوتے فکر دائمی اور رنج ہمیشہ کا اور ارمان بے انتہا اور اگر دنیا دار کو تو ہ کوئی

العذاب لعاجل لا هذا لکفی له مصیبة فکیف اذا حیل بینه وبین محبوباته ولذاته کلها بالموت وصار

عذاب سوا اسکے نہ ہو تو یہ مصیبت ہی اوسکی لئے کفایت کرتی ہی پھر تو کیا حال ہوگا جب موت اوسمیں اور اوسکی محبوبات اور لذات کی بیچ میں آ جاوے اور ایسی کے

معذبا بنفس ما کان متلذذا به علی قدر لذته التی شغلته عن سعیه فی طلب زاده لیوم معاده اذ لو کان

عذاب میں رہ جاوے جس سے مزے اوڑاتا تھا موافق اوس لذت کے جسکے مارے قیامت کی زاد راہ کی کچھ سعی کی اسلئے اگر کسی

لاحد الف محبوب ینزل به عند الموت فی وقت واحد الف مصیبة لانه کان یحب جمیعها وسلب

ہزار محبوب ہوں تو موت کے وقت ہی اوسپر ہزار مصیبت ایکبار گی پڑ جاتے ہیں اسلئے کہ اوسکو سب سے محبت تھی اور وہ سب

عنه فی لحظة واحدة کلها ویبقی حسرة وندامة بعد موته وهذا اول ما یلقاه عقیب موته من الالم فضلا

ایکدم میں پھر جاتی رہتی ہیں اور مرنے ہی حسرت اور ندامت میں رہ جاتا ہے اور یہ تو پہلا الم ہے جو مرتے ہی پیش آ وے سو

عما اعده الله تعالی للذین استحبوا الحیوة الدنیا ورضوا بها من عذاب الاخرة والحاصل ان من احب

اوسکو تو کیا کہئے جو اللہ نے اون کیلئے جو دنیا کو محبت سے آخرت کے عذاب پر پسند کرکے بیٹھی ہیں آخرت کا عذاب تیار کر رکھا ہی اور حاصل یہ ہے کہ جو شخص

شیئا سوی الله تعالی ولم یکن محبته له لله تعالی ولا لکونه معینا علی طاعة الله تعالی یحصل له به

سوا اللہ تعالی کے اور چیز کی محبت پیدا کرے اور وہ محبت نہ خدا کے واسطے ہو اور نہ طاعت الٰہی پر مددگار ہو تو اوسکے حق میں

الضرر سواء ظفر به او لم یظفر فانه ان لم یظفر به یعیش بغصته ولا یستریح من التعب وان ظفر به یکون

مضر ہی برابر ہے کہ وہ شی اوسکو حاصل ہو یا نہو کیونکہ اگر نہ حاصل ہوئی تو اوسکے غم میں لگا رہتا ہی رنج سے آرام نہیں پاتا اور اگر حاصل ہوئی تو وہ الم

ما حصل له من الالم قبل حصوله ومن الحسرة علیه بعد فواته اضعاف اضعاف ما حصل له من اللذة

کہ حصول سے پہلے دیکھا وہ کا وہ اور اوسکے فوت ہونے کے بعد چند در چند اوس لذت سے زیادہ دل کے حسرت

ولو نال العبد کل حظ من حظوظ الدنیا وکل لذة من لذاتها ومضی عمره علیها ولم یسع فی تحصیل

اور اگر آدمی کو دنیا کے تمام عیش اور آرام اور ساری لذتیں عمر بھر حاصل رہیں اور اوسنے آخرت کی سعادت میں

السعادة فی الاخرة یصیر عند الموت کانه لم یظفر بشیء من حظوظها ولذاتها وتتوخ تلک الحظوظ

کچھ سعی نکی تو وہ مرتے ہی ایسا ہوگا کہ دنیا میں کچھ بھی مزا اور آرام نہ پایا اور وہی عیش اور آرام

واللذة عذابا له ویصیر معذبا بنفس ما کان متنعما به من جهتین من جهة فوته مع شدة تعلق

اوسکے حق میں عذاب ہو جاویگی اور وہ اوسی عیش کی چیزیں دو وجہ سے عذاب کا سبب ہو جاوینگے ایک تو اونکا جاتا رہنا اور

قلبه به ومن جهة عدم حصول ما هو له انفع وادوم فالمحبوب الحاصل یفوت عنه والمحبوب الاعظم

دل اونمیں لگا ہوا ہوگا دوسرے حاصل نہونا جو اوسکے لئے ہمیشہ کو مفید ہوتا اور حاصل کا محبوب تو ہاتھ سے جاتا رہیگا اور محبوب اعظم

لا یحصل له وهذا اول ما یلحقه من العذاب قبل عذاب النار اذ قد قال العلماء لیس الموت العدم المحض

اوسکو میسر نہو گا اور یہ تو وہ عذاب ہی جو دوزخ کے عذاب سے پہلے اوسپر گذریگا اسواسطے کہ علما کہتے ہیں کہ موت عدم محض

ولا فناء صرف وانما هو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقته عنه وتبدل من حال الى حال وانتقال من
اور نری فنا ہی نہیں ہی بلکہ موت کیا ہی روح کا علاقہ بدن سی چھوٹ جانا اور بدن سی الگ ہونا اور ایک حال سی دوسرا حال بدل جانا اور ایک جگہ سی
دار الى دار وهو اعظم المصائب وقد سماه الله تعالى مصيبة حيث قال فاصابتكم مصيبة الموت
دوسری جگہ نقل کرنا اور یہہ بڑی مصیبت ہی اور بیشک اللہ تعالی نی موت کا نام مصیبت رکہا ہی چنانچہ فرمایا ہے پھر پہنچے تم پر مصیبت موت کی
فالموت هو المصيبة العظمى واعظم منه الغفلة عنه وعدم ذكره وقلة التفكر فيه وترك العمل له واتباع
سو موت ہی بڑی مصیبت ہی اور اوس سی بڑہکر غافل رہنا کہ نہ اوسکو یاد رکہی اور نہ اوسکا کچہہ فکر کری اور نہ اوسکی لئی کچہہ عمل کرے اور
الهوى فان اتباع الهوى سم من سموم الدين يفضي الى الهلاك يوم الدين مع ان المؤمن بنفس الايمان
ہوا و ہوس میں پڑا رہی بیشک ہوا و ہوس کی اطاعت دین کی حق میں ایسا زہر ہے کہ قیامت کی روز ہلاک کر والیگا باوجودیکہ مومن صرف بوسطہ ایمان
قد عاهد الله تعالى ان لا يعصيه وذلك لان الايمان قبول والتزام فمن يقول لا اله الا الله يصير كانه
اللہ تعالی سی یہہ عہد کر لیتا ہی کہ نافرمانی نکرونگا اور یہہ اسلئی کہ ایمان قبول اور مان لینے کو کہتے ہیں پھر جو شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے گویا وہ یہہ کہتا ہی
يقول اني علمت واعتقدت انه تعالى احد في ذاته وصفاته وافعاله ولا يظهر في العالم شئ الا
کہ میں نی یقین کیا اور اعتقاد لایا کہ اللہ تعالی اپنی ذات اور صفات اور افعال میں یگانہ ہی اور عالم میں کوئی شی اوسکی علم اور ارادہ اور
بعلمه وارادته وخلقه ولا يستحق العبادة الا هو واني التزمت عبادته ولا اعبد الا اياه فبعد هذه
پیدائش کی بدون ظاہر نہیں ہو سکتی اور کوئی سوا اوسکی مستحق بندگی کا نہیں اور میں نی اوسکی بندگی اپنی ذمہ لی اور اوسکی سوا کسیکی عبادت نکرونگا ایسے
المعاهدة يحرم عليه ان يعصيه في شئ من اوامره ونواهيه حتى اذا دعته نفسه الى نقض عهد مولاه
عہد کے بعد اوسکو نافرمانی کرنی حرام ہے کسی بات میں جو حکم یا ممانعت یہانتک کہ اگر اوسکی جی میں مولی کی عہد توڑنے کا خیال آوی
يلزمه ان يقول لها كما قال يوسف النبي عليه السلام لامراة العزيز حين دعته الى نفسها معاذ الله
تو اوسکو لازم ہے کہ جی میں یہہ کہی جیسے یوسف نبی علیہ السلام نے عزیز کی جورو سے کہا تہا جب اوسنی اپنی طرف طلب کیا خدا کی پناہ
انه ربي احسن مثواي انه لا يفلح الظالمون فانه من اشتد ميل نفسه الى ما يشتهيه وتركه مع قدرته عليه
وہ عزیز مالک ہے میرا اچھی طرح رکہا ہی مجہکو البتہ بہلا نہیں پاتی جو لوگ بے انصاف ہیں بیشک جسکا دل بہت شہوت پر ٹوٹ پڑی ہی اور شہوت کو قدرت ہوتی ہوئے
في موضع لا يطلع عليه الا الله تعالى يكون دليلا على صحة معاهدته مع ربه في ايمانه فان المؤمن اذا علم
ایسے مقام میں کہ سوا اللہ تعالی کی کوئی مطلع نہو سکے ترک کرے تو یہہ دلیل ہے کہ اسنے اپنی ایمانی عہد کو ربکے ساتہہ پورا کیا بیشک مومن جب یہہ سمجہتا ہے
ان رضى مولاه في ترك هواه يقدم رضى مولاه على هواه ويكون لذته وصفاه فيما يرضى مولاه وان كان مخالفا
کہ مولی کی خوشی ہوا و ہوس کے ترک میں ہی تو اپنی مولی کی خوشی اپنے خواہش پر مقدم رکہتا ہی اور اوسکی لذت اور صفا مولی کی رضامندی میں ہوتی ہی اگرچہ خواہش کے مخالف
هواه ويكون المه وجفاه فيما لا يرضى مولاه وان كان موافقا لهواه بل يكون لذته في ترك شهواته لله تعالى
اور اوسکا الم اور جفا مولی کی ناخوشی میں ہوتا ہی اگرچہ خواہش کے موافق ہو بلکہ اوسکو ترک شہوات میں لذت اس سی زیادہ ہوتی ہی کہ اس لذت کو
اعظم من لذته في تناولها بل يكون كراهته تناولها عنده في خلوته اشد من كراهته لالم الضرب و
حاصل کرے بلکہ اوسپر لذت کی بیزاری میں خلوت میں مار اور قید کے الم سے زیادہ ہوتے ہے -
الحبس الا ترى ان يوسف النبي عليه السلام حين قالت امراة العزيز في حقه وان لم يفعل ما آمره ليسجنن
کیا معلوم نہیں کہ یوسف نبی علیہ السلام کے لئے جب زلیخا عزیز کی بیوی نے یہہ کہا اور اگر نکریگا جو اوسکو میں کہتی ہوں البتہ قید پڑیگا
وليكونن من الصاغرين كيف قال رب السجن احب الي مما يدعونني اليه فان امراة العزيز لما كان قلبها
اور ہوگا بے عزت تو یوسف علیہ السلام نے کیسے یہہ ہی کہا ای رب مجہکو قید پسند ہی اسبات سی جسطرف مجہکو بلاتیاں ہیں کیونکہ زلیخا عزیز کی بیوی کا دل

خاليا عن الايمان مالت الى السوء والفحشاء مع كونها ذات زوج ويوسف النبي عليه السلام لما كان

چونکہ ایمان سے خالی تھا تو بدی اور فحش بات کی طرف جھکی باوجودیکہ شوہر والی تھی اور یوسف نبی علیہ السلام کے

قلبه غالبا بالايمان اعرض عما ارادت منه مع كونه شابا عزبا فان من يعمل بمقتضى الايمان يكون له

دل پر چونکہ ایمان غالب تھا تو اوسکا کہا نہ مانا باوجودیکہ جوان اور مجرد تھے بیشک جو شخص ایمان کے مطابق عمل کرتا ہے تو اوسکو

في الصبر عما يميل اليه نفسه اذا كان فيه سخط الله تعالى ويتقيد بمحاسبة نفسه ليكون الحساب عليه

نفس کی آرزو پر اگر اوسمیں غضب خدا کا ہوتا ہے تو صبر میسر آتا ہے اور اپنی ذات کے حساب میں لگا رہتا ہے تاکہ کل کو اوسپر حساب

اهون على وطريق المحاسبة ان ينظر في احواله هل لديه من حقوق الله تعالى وحقوق الناس شيء

آسان ہو جاوے اور طریق حساب لینے کا یہہ ہے کہ اپنی حال کو دیکھتا رہے کہ اوسپر کوئی حق اللہ تعالی یا حقوق عباد میں سے کچھ باقی ہے

ام لا فيتدارك ما فاته من فرائض الله تعالى فيقضيها ويرد المظالم حبة حبة ويستحل كل من تعرض له

یا نہیں پھر اگر فرائض الہی سے کچھ قضا ہوا ہو تو اوسکو ادا کرکے عوض کر دے اور دانہ دانہ دعوی کا چکا کر دیوی اور جسکو

بيده ولسانه ويطيب قلوبهم بالاحسان اليهم حتى اذا مات لا يبقى عليه فريضة ولا مظلمة و

ہاتھ یا زبان سے ستایا ہو تو معاف کرائے اور احسان کرکے او نکا دل خوش کر دے آخر جب مرے تو اوسپر کوئی فریضہ اور دعوی باقی نہو اور

يدخل الجنة بغير حساب لانه ان مات قبل رد المظالم يحيط به خصماؤه ويتشبثون فيه بمخالبهم فهذا

بے حساب کتاب بہشت میں چلا جاوے کیونکہ اگر حقوق ادا کئے بغیر مر گیا تو اوسکے مدعی گھیر کر کہینگے یہہ

يقول ضربتني وهذا يقول شتمتني وهذا يقول استسخر مني وهذا يقول اخذت مالي وهذا يقول وجدتني

کہیگا تو نے مجھکو مارا تھا وہ کہیگا مجھکو گالی دی تھی کوئی کہیگا مجھسے ٹھٹھا کیا تھا کوئی کہیگا میرا مال چھین لیا تھا کوئی کہیگا تو نے مجھکو

مظلوما وكنت قادرا على دفع الظلم فما دفعت عني الظلم وهذا يقول رأيتني على منكر فما نهيتني

مظلوم پایا اور تجھکو یہہ قدرت تھی کہ ظلم سے بچا دیتا سو تو نے مجھکو نہ بچایا اور کوئی کہیگا تو نے مجھکو گناہ میں مبتلا دیکھا اور مجھکو منع نکیا

عنه فبينما هو كذلك مبهوت متحير من كثرة الخصماء وقد ضعف عن مقاومتهم ومد عنق الرجاء الى

اب اسی حال میں مدعیوں کی کثرت سے حیران اور پریشان ہو کر اون کے جواب دینے اور مقابلہ سے تنگ ہو کر

المولى الغفار لعله ينجيه من ايديهم اذ يقرع سمعه نداء الجبار اليوم تجزى كل نفس بما كسبت لا ظلم

مولی غفار کی طرف امیدوار ہو رہیگا شاید کہ انکے ہاتھ سے بچالیوی ناگاہ اوسکے کان میں آواز آویگی کہ آج بدلا پاویگا ہر جی جیسا کمایا ظلم نہیں

اليوم فعند ذلك ينخلع قلبه ويوقن بهلاك نفسه فتفكر ايها الغافل ما انزل الله تعالى في كتابه

آج اب اوسکا دل چھوٹ جاویگا اور یقین کریگا کہ مرا اب سوچ تو او غافل اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں کیا نازل کیا ہے

حيث قال ولا تحسبن الله غافلا عما يعمل الظالمون ولا تتبع وسوسة الشيطان لانه عدو

جہاں فرمایا ہے اور مت خیال کر کہ اللہ بے خبر ہے ان کاموں سے جو کرتے ہیں ظالم اور شیطان کے وسوسہ کی پیروی مت کر کیونکہ شیطان آدمی کا

لبني ادم يريد اضلالهم ليجرهم مع نفسه الى النار فيجب على المؤمن ان يدفع وسوسته ويتخذه

دشمن ہے راہ سے بہکاتا ہے تاکہ اپنے ساتھ دوزخ میں کھینچ لیجاوے اب مومن پر واجب ہے کہ اوسکا خیال دور کرے اور اوسکو دشمن سمجھے

عدوا كما قال الله تعالى ان الشيطان لكم عدو فاتخذوه عدوا وذكر الفقيه ابو الليث في التنبيه

چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے تحقیق شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم سمجھ رکھو اوسکو دشمن اور فقیہ ابو اللیث نے تنبیہ میں کہا ہے

ان لك اربعة من الاعداء يجب عليك ان تجاهد مع كل واحد منهم احدهم الدنيا وهي غدارة مكارة

کہ تیرے چار دشمن ہیں اون میں سے ہر ایک کے ساتھ لڑنا ضرور ہے ایک تو دنیا کہ جو دغا کرنیوالی اور فریب باز ہے

فمن ذلك قال الله تعالى فلا تغرنكم الحيوة الدنيا والثاني نفسك وهي شر الاعداء لما روي عن ابن عباس رضي الله عنه عن النبي عليه السلام
اسی لئی الله تعالی فرماتا ہی سو تمکو بہکادی دنیا کا جینا اور دوسرا دشمن تیرا نفس ہی یہہ سب سی بدتر ہی موافق حدیث ابن عباس کی کہ نبی علیه السلام

قال اعدى عدوك نفسك التي بين جنبيك وقد اخبر الله تعالى انها بذاتها امارة بالسوء حيث قال ان
نی فرمایا سب سی بڑا دشمن تیرا نفس ہی جو تیری دونوں پہلو میں ہی اور بیشک الله تعالی خبر دیتا ہی کہ نفس خود بخود برائی کی بات سکھاتا ہی جہاں فرمایا ہی بیشک

النفس لامارة بالسوء والامر بالسوء دابها وعادتها لانها خلقت ظالمة جاهلة والعلم والعدل طارئ عليها
جی تو سکھاتا ہی برائی اور برائی کا حکم دینا اوسکا طریق اور عادت ہی اسلئی کہ اصل میں بیراه اور جاہل پیدا ہوئی اور علم اور عدل عارضی ہوتا ہی

وان لم يدركها رحمة الله تعالى وفضله تبقى على جهلها وظلمها وتكون من حزب الشيطان وتجر من اطاعها
اور اگر اوسپر الله کی رحمت اور فضل ہو وی تو جاہل کا جاہل اور ظالم کا ظالم رہی ہی اور شیطان کی جماعت میں ہوجاتا ہو اور اپنی فرمانبردار کو

الى العصيان ومخالفة الرحمن لانها تجري بطبعها في ميدان المخالفة والعبد بجهده يمنعها عن سوء المطالبة
گناہوں میں اور رحمان کی مخالفت پر لگا دیوی کیونکہ نفس بالطبع مخالفت کی میدان میں چلتا ہی اور آدمی اوسکو روک کر مواخذہ کی خوف سی منع کرتا ہی

فمن اطلق عنانها فهو شريكها في فسادها والثالث شيطان الجن فاستعذ بالله تعالى منه والرابع شيطان
پھر جسنی اوسکی باگ ڈھیلی چھوڑ دی تو فساد میں اوسکا شریک ہی اور تیسرا دشمن شیطان جنی ہی سو اوس سی خدا کی پناہ مانگ اور چوتھا دشمن

الانس فاحذره فانه اشد عليك من شيطان الجن لان شيطان الجن يكون اغواءه بالوسوسة واما شيطان
شیطان انسی ہی سو اوس سی بچتا رہ کیونکہ شیطان جنی سی بھی تیری لئی سخت تر ہی اسلئی کہ جنی شیطان کا تو اغوا صرف خیالات سی ہوتا ہی اور انسی شیطان

الانس فهو رفيقك السوء يكون اغواءه بالمعاينة والمواجهة لا يزال يطلب عليك وجها يزيلك عما كنت عليه
تیرا رفیق بد ہوتا ہی اسکا اغوا ظاہر کھلم کھلا آمنا سامنا ہوتا ہی ہر دم یہی تاک لگاتا ہی کہ کسیطرح مجھکو تیری وضع سی ڈگادی

كما قال بعض السلف انك تستعيذ بالله من الشيطن الرجيم فينصرف واما شيطان الانس فلا يبرح حتى يوقعك في
جیسا کہ بعضی متقدمین کا قول ہی کہ جب تو شیطان رجیم سی الله کی پناہ لیتا ہی تو وہ ٹل جاتا ہی اور انسی شیطان تجھی معصیت میں ڈالی بغیر کبھی نہیں ٹلتا

المعصية ولهذا قال النبي عليه السلام لا تصحب الا مؤمنا ولا يأكل طعامك الا تقي فانه عليه السلام حذر في هذا
اسی لئی نبی علیه السلام نی فرمایا سوای مؤمن کی کسیکی پاس مت بیٹھ اور تیرا کھانا سوائی پرہیزگار کی کوئی اور نہ کھائی پائی بیشک نبی علیه السلام نی اس حدیث میں

الحديث عن مصاحبة من ليس بتقي وعن مخالطته لان الصحبة والمخالطة توقع الالفة والمحبة في القلب فيلزم
بدکار کی ہمنشینی اور میل جول سی اسلئی ڈرایا ہی کہ ہمنشینی اور ملنی جلنی سی دل میں الفت اور محبت پیدا ہوجاتی ہی پھر ضرور ہی کہ موافق

ان يكون كما قال النبي عليه السلام يحشر المرء على دين خليله فلينظر احدكم من يخالل وقد قال الله تعالى الاخلاء
ارشاد نبی علیه السلام کی آدمی اپنی دوست کی دین پر اوٹھی اب ہر ایک کو غور کرنا چاہیی کیسی سی دوستی کرتا ہی اور الله تعالی فرماچکا ہی جتنی دوست ہیں

يومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقين فان كل واحد من الاخلاء غير المتقين يقول يوم القيمة يا ويلتي ليتني لم
اوسدن دشمن ہونگی مگر جو ہیں ڈروالی بیشک جو دوست پرہیزگار نہیں ہیں وہ قیامت کی روز یہہ کہینگی ای خرابی میری کہیں نہ

اتخذ فلانا خليلا ليت بيني وبينك بعد المشرقين فخليل الانسان ومحبه من يسعى في عمارة اخرته وان كان فيه
پکڑی ہوتی میں فلانی کی دوستی کسیطرح مجھہ میں اور تجہہ میں فرق ہو مشرق مغرب کا سو انسان کا دوست اور محب وہ ہی کہ آخرت کی سلامتی میں سعی کری اگرچہ اوسمیں

ضرر لدنياه وعدوه من يسعى في خسارة اخرته وان كان فيه نفع لدنياه فعلى هذا ينبغي للمؤمن ان لا يتخذ
دنیا کا ضرر ہو جاوی اور دشمن وہ ہی جو آخرت کو خراب کری اگرچہ اوسمیں دنیا کا فایده ہو اس بیان کی مطابق مؤمن کو لازم ہی کہ دوستی ایسی سی کری

خليلا الا من يثق بدينه وامانته ويعرف صلاحه وتقواه لان المرء يكون يوم القيمة مع من احب لما روي عنه عليه السلام
جسکی دین اور امانت پر اعتماد ہو اور اوسکی صلاحیت اور تقوی معلوم ہو اسلئی کہ آدمی قیامت کی روز محبوب کی ساتھ ہو ویگا اس روایت کی موافق

قال المرء مع من احب قال الحسن البصري لا يغرنكم ظاهر قوله عليه السلام المرء مع من احب فانكم لم تلحقوا
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا آدمی ساتھ محبوب کی ہوویگا حسن بصری کہتی ہیں اس حدیث کی ظاہر مضمون پر نہ بہولنا کہ آدمی ساتھ محبوب کی ہوویگا بیشک تم مدول نیکوں کی

الابرار الا باعمالكم فان اليهود والنصرى يحبون انبياءهم ولا يكونون معهم يوم القيمة وهذا القول منه
ابرار سی نہیں مل سکتی کیونکہ یہود اور نصاری اپنی انبیاء کو محبوب رکہتی ہیں اور قیامت کی دن اونکی ساتھ نہوینگی اور انکی اس بات میں یہہ

يشير الى ان مجرد المحبة من غير الموافقة في العمل لا ينفع فان تعظيم الانبياء والعلماء والصلحاء ومحبتهم انما
اشارہ ہی کہ نری محبت بدون موافقت اعمال کی مفید نہیں ہی کیونکہ انبیاء اور علماء اور صلحاء کی تعظیم اور محبت تو جب ہوتی ہی

يكون باتباعهم فيما دعوا اليه من العلم النافع والعمل الصالح واقتفاء اثارهم وسلوك طريقتهم لان من اتبعهم
کہ اونکی اطاعت کری جدہر وہ بلاتی ہیں یعنی طرف علم نافع اور عمل صالح کی اور اونکی پیروی کری اور اونکا سا طریق اختیار کری اسلئی کہ جو شخص

اقتفى اثارهم يكون سببا لكثرة اجورهم بمقتضى قوله عليه السلام من دعى الى هدى كان له من الاجر مثل اجور
اونکی اطاعت اور پیروی کریگا تو باعث اونکی زیادتی ثواب کا موافق ارشاد علیہ السلام کی جو شخص ہدایت کری تو اوسکو برابر ہدایت ہونی والونکی ثواب ہوویگا

من تبعه لا ينقص ذلك من اجورهم شيئا واما من لم يتبعهم ولم يقتف اثارهم بل خالفهم في العمل واشتغل بتقبيل
اور اوسکی ثواب میں سی کچہہ کم نہوویگا اور جسنی اطاعت نکی اور اونکی پیروی نکی بلکہ عمل میں تو اونسی مخالف اور اونکی ہاتہہ پاؤن چومتا

ايديهم وتقليب نعالهم والتملق بين ايديهم والقيام عند رؤيتهم فليس ذلك من التعظيم والمحبة لانه جعلهم
اور جوتیاں سیدہی کرتا اور سامنی خوشامد اور دیکہہ کی تعظیم کی لئی کہڑا ہوتا رہا تو یہہ کچہہ تعظیم اور محبت نہیں ہی کیونکہ اپنی ساتہہ

مع نفسه محروما من الاجر فاي تعظيم ومحبة في ذلك المجلس الثالث والستون في بيان محاسبة
اونکو بہی ثواب سی محروم رکہا پہر اسمیں کیا تعظیم اور محبت ہوئی ترسیٹھویں مجلس بندہ کی محاسبہ کی بیان میں

العبد يوم القيمة والمناقشة في الحساب قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تزول
قیامت کی دن اور حساب کی مناقشہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا نہیں ہلینگی دونو

قدما عبد يوم القيمة حتى يسئل عن اربع خصال عن عمره فيما افناه وعن جسده فيما ابلاه وعن
پاؤن کسی آدمی کی قیامت کی روز جب تک پوچہا جاوی چار چیز وںسی عمر کی کیونکر کہوئی اور بدن سی کیونکر پرانا کیا اور

ماله من اين اكتسبه وفيما انفقه وعن علمه ما عمل فيه هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابن
مال سی کہاںسی کمایا اور کہاں خرچ کیا اور علم سی اوسپر کیا عمل کیا یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی ابن مسعود کی

مسعود والعبد المذكور فيه وان كان عاما لكونه نكرة في سياق النفي لكنه مخصوص بقوله عليه السلام
روایت سی اور بندہ جو اس حدیث میں آیا ہی اگرچہ عام ہی کہ نکرہ بیچ نفی کی پڑا ہی پر یہاں خاص ہی بدلیل اس حدیث کی

يدخل الجنة من امتي سبعون الفا بغير حساب فعلى هذا يكون السؤال المذكور فيه لغير هؤلاء السبعين
میری امت میں سی ستر ہزار بی حساب جنت میں جاوینگی اس حدیث کی موافق یہہ چاروں سوال سوا ان ستر ہزار کی اوروں سی ہونگی

الفا فلا بد لكل من يؤمن بالله واليوم الاخر ان يعلم انه يسئل يوم القيمة ويناقش في الحساب ويطالب
اب ہر ایک کو جو اللہ اور قیامت کی دن پر ایمان لایا ہی ضرور ہی کہ جان رکہی کہ قیامت کی دن سوال ہوگا اور حساب میں جہگڑا پڑیگا اور ذرہ ذرہ

بمثاقيل الذر من الخطرات واللحظات وتحقق انه لا ينجيه من هذه الاخطار الا لزوم محاسبة النفس
سی خطرہ اور نگاہ کا مواخذہ ہوویگا اور ثابت ہی کہ ان خطرات سی بدون لازم کرنی حساب نفس کی نجات نہیں ہوسکتی

في تجارتها الاخروية ومطالبتها في انفاسها ولحظاتها وحركاتها وسكناتها فان من حاسب نفسه قبل ان
اوسکی تجارت کا حساب آخرت کی واسطی اور اوسکا مطالبہ حرکات اور سکنات میں دم دم اور گہڑی گہڑی کا بیشک جسنی حساب دنیا ہی میں پہلی اپنا حساب

يحاسب

يحاسب يخف عليه يوم القيمة حسابه ويحضر عند السؤال جوابه ويحسن منقلبه ومآبه ومن لم
دنیا میں اپنا محاسبہ کیا تو اوس پر قیامت کو حساب دینا سہل ہوویگا اور سوال ہوتے ہی جواب حاضر ہوجاویگا اور اوسکا آل اور انجام نیک ہوویگا اور جسنی حساب

يحاسبها ادام حسراته وطول في عرصات القيمة وقفاته وتعود الى الخزي والمقت سيأته فاذن
درست نکیا تو ہمیشہ کو ارمان رہیگا اور مدت دراز تک قیامت کی میدان میں کھڑا رہیگا اور اوسکی تمام گناہوں کا انجام رسوائی و ہلاکت ہی سو اب

لابد للمؤمن ان لا يغفل في تجارته لآخرته عن مراقبة نفسه في حركاتها وسكناتها ولحظاتها وخطراتها
مومن کو ضرور ہی کہ آخرت کی تجارت میں اپنی نفس کی نگہبانی سی غفلت نکری اوسکی حرکات اور سکنات اور لحظات اور خطرات کو دیکھتا رہی

لان هذه التجارة ربحها الفردوس الاعلى وبلوغ سدرة المنتهى مع النبيين والصديقين والشهداء فتدقيق
کیونکہ اس تجارت کا فائدہ فردوس اعلی اور مقام سدرة المنتہی انبیاء اور صدیقین اور شہداء کی ساتھ ہی سو اس تجارت کی

الحساب في هذه التجارة اهم من تدقيقه في تجارة الدنيا لان ربح تجارة الدنيا بالقياس الى النعيم المقيم في
حساب کی صفائی بہ نسبت دنیا کی تجارت کی بہت ضروری ہی اسلئے کہ دنیا کی تجارت کا فائدہ بہ نسبت دائمی نعمتوں اخروی کی کمتر ناپائدار ہی

العقبى قليلة سريعة الزوال ولا خير في خير لا يدوم بل شر لا يدوم خير من خير لا يدوم لان الشر الذي لا يدوم اذا
اور عیش ناپائدار میں کچھ بھلائی نہیں ہی بلکہ تکلیف ناپائدار عیش ناپائدار سی بہتر ہی اسلئے کہ تکلیف ناپائدار جب ہوچکی

زال بقي الفرح دائما والخير الذي لا يدوم اذا زال بقي الاسف دائما فعلى هذا ينبغي للمؤمن اذا اصبح وفرغ
تو پھر دائمی فرحت رہیگی اور عیش ناپائدار جب ہوچکا تو ہمیشہ کو افسوس باقی رہیگا پس اس حال کی موافق مومن کو لازم ہی کہ صبح ہوتی ہی

من فريضة الصبح ان يفرغ قلبه ساعة فيقول لنفسه يا نفس ليس لي بضاعة الا العمر فاذا فني
فرض نماز سی فارغ ہوکر ایک دم اپنی دل کو خالی کرکر اپنی نفس سی یہ کہی ای نفس میری پاس سوای عمر کی کوئی سرمایہ نہیں ہی جب یہ ہی ہوچکی تو

راس المال ويقع اليأس عن التجارة وطلب الربح وهذا اليوم يوم جديد قد امهلني الله تعالى فيه و
راس مال ہوچکا پھر تجارت اور حصول منفعت کی امید نہیں ہی اور آجکا دن نیا دن ہی کہ اللہ تعالی نی مجھکو مہلت عطا کی ہی اور

اخر في اجلي ولو كان توفاني لكنت اتمنى ان يرجعني الى الدنيا يوما واحدا حتى اعمل فيه صالحا فاحسب
اجل میں تاخیر کردی ہی اگر وفات دیدیتا تو میں آرزو کرتا رہتا کہ اکدن کی لیی مجھکو پھر دنیا میں بھیجدی تاکہ اوسدن نیک عمل کرلوں ای نفس تو یہ سمجھ لی

يا نفس انك توفيت ثم رددت الى الدنيا فاياك ثم اياك ان تضيع هذا اليوم فان كل ساعة من ساعات العمر بل
کہ مرکر پھر دنیا میں آیا ہی سو خبردار رہ پھر خبردار رہ یہ دن ضائع نہوجاوی بیشک عمر کی ایک ایک ساعت بلکہ عمر کا

كل نفس من انفاسه جوهرة نفيسة لا بدل لها يمكن ان تشتري بها كنز من كنوز الجنة لا يتناهى نعيمها ابد
ایک ایک دم ایسا جوہر نفیس بی نظیر ہی کہ اوسکی بدلی جنت کا ایک خزانہ مول لیسکتی ہی جسکی نعمتیں کبھی تمام نہوں گی سو ایسی انفاس کا

الآباد فانقضاء هذه الانفاس ضائعة او مصروفة الى المعاصي غاية الخسران ونهاية الخذلان فان عمر الانسان
بیکار کرنا یا معاصی میں لگا رہنا بڑا ہی خسارہ اور نہایت بی بختی ہی کیونکہ انسان کی زندگی

بهذا الاعمال الصالحة المقربة له الى الله تعالى والموجبة له جزيل الثواب في يوم الحساب وهذه هي
عمل صالحہ کی واسطی ہی جس سی اللہ تعالی کا قرب حاصل ہو اور قیامت کی دن بڑا ہی ثواب ملی اور یہ ہی

السعادة التي ينبغي للانسان ان يسعى في تحصيلها اذ ليس له منها الا ما سعى كما قال الله تعالى وان ليس
سعادت ہی جسکی لیی انسان کو ضرور سعی کرنی چاہیئی اسواسطی کہ انسان کو وہ ہی ملیگا جو آپ کرجاویگا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور یہ

للانسان الا ما سعى فكل جزء يفوت من العمر خاليا من عمل صالح يفوت من سعادة الآخرة بقدره ولهذا
کہ آدمی کو وہی ملتا ہی جو کمایا پھر عمر کا جو دم عمل صالح سی خالی کٹتا ہی اوتنی ہی سعادت اخروی گھٹتی ہی اور اسی لیی

عظمت مراعاة السلف لانفاسهم ولحظاتهم وبادروا الی اغتنام ساعاتهم واوقاتهم ولم یضیعوا اعمارهم فی
متقدمین اپنی انفاس اور لحظہ لحظہ کی بہت ہی خبرداری کرتی تہی اور ہردم اپنی ساعات اور اوقات کو غنیمت سمجھتی تہی اور اپنی عمر

البطالة والتقصیر قال الحسن البصری ادرکت قوما کانوا علی ساعاتهم اشفق منکم علی دنانیرکم ودراهمکم
بیکار اور تقصیر میں نہ کہوتی تہی حسن بصری کہتی ہیں میں ایک قوم کو دیکہا ہی کہ وہ اپنی ساعات کو اس سے زیادہ سنبہالتی تہی کہ تم اپنی اشرفی روپیہ کو سنبہالتی ہو

فان واحدا منکم کما لا یحب ان یخرج منه درهم واحد الا فیما یعود الیه نفعه وهم کذلک کانوا لا یحبون
کیونکہ جیسی تم میں سی کوئی خوش نہیں ہوتا کہ ویسا ایسی کام میں خرچ ہو جاوی کہ کچہہ فائدہ ہو وہ لوگ بہی ایسی ہی خوش نہوتی ہی کہ اونکی عمر میں سی ایک ساعت

ان یخرج من اعمارهم ساعة الا فیما یعود الیهم نفعه فان الیوم واللیلة اربع وعشرون ساعة وقد ورد
بیفائدہ گذر جاوی بیشک دن رات جو بیس ساعت کا ہوتا ہی اور حدیث میں آیا ہی چنانچہ امام غزالی احیاء میں بیان کرتی ہیں کہ

فی الخبر علی ما ذکره الامام الغزالی فی الاحیاء ان العبد یعرض علیه یوم القیمة لکل یوم ولیلة اربع عشرون
آدمی کو قیامت کی دن ہر ہر دن رات کی چوبیس چوبیس

خزانة مصفوفة فیفتح له منها خزانة فیراها مملوة نورا من حسناته التی عملها فی تلک الساعة فیناله
خزانی کی قطاریں پیش آویںگی پہر اوسکی لئی اونمیں سی ایک خزانہ کہولیںگی تو دیکہیگا کہ حسنات کی نور سی پر ہی جو جو اوس ساعت میں کیا تہا پہر اوسکو

من الفرح والسرور ما لو وزع علی اهل النار لادهشهم ذلک الفرح والسرور عن احساس الم النار ویفتح له
اتنا فرحت اور سرور حاصل ہوگا کہ اگر وہ دوزخیوں پر تقسیم کردیں تو اوسی خوشی سی دوزخ کی الم کا ادراک نہ کر سکیں پہر اوسکی لئی اور خزانہ کہلیگا

خزانة اخری فیراها سوداء مظلمة یفوح نتنها ویغشاه ظلمتها وهی الساعة التی عصی الله تعالی فیها
اوسکو سیاہ تاریک دیکہیگا کہ بدبو پہیل رہی ہی اور اندہیرا چہا رہا ہی یہہ وہ ساعت ہوگی جسمیں اللہ تعالی کی نافرمانی کی ہی

فیناله من الحزن والغم ما لو قسم علی اهل الجنة لنغص علیهم نعیمها ویفتح له خزانة اخری فیراها فارغة
پہر اوسکو اتنا غم اور ملال پیدا ہوگا کہ اگر جنتیوں پر تقسیم کردیں تو اونپر جنت کی تمام نعمتیں بی مزہ تلخ ہو جاویں پہر ایک اور خزانہ کہلیگا اوسکو خالی پاویگا

لیس فیها ما یسره وما یسوءه وهی الساعة التی نام فیها او اشتغل بشیء من مباحات الدنیا فیتحسر علی خلوها
نہ اوسمیں کچہہ خوشی ہی اور نہ کوئی غم یہہ وہ ساعت ہوگی جسمیں سو رہا یا دنیا کی کسی مباح چیز میں مشغول ہوگیا پہر اسکی خالی ہونی پر

ویناله من الالم ما ینال من قدر علی الربح الکثیر والملک الکبیر واهمله وتساهل فیه حتی فاته وهکذا یعرض
اتنا ارمان کر کر الم اوٹہاویگا جیسی کسیکو بڑی ہی فائدہ اور بڑا ملک ملتا اسکو نہ کرتا اسمیں سستی اور دیر کی کہ وہ ہاتہہ سی جاتا رہا اسیطرح خزانی

علیه خزائن اوقاته طول عمره فینبغی له ان یجتهد فی تعمیرها ولا یدعها فارغة عن الکنوز التی هی [10]
عمر کی ساعات کی پیش آتی جائینگی اب اوسکو سزاوار ہی کہ اوقات عمر کو آباد کری اور خزانوں سی خالی نچہوڑی جو کہ باعث اسکی سعادت اور ملک کا ہیں

سعادته وملکه ویسعی فی حفظ جوارحه السبعة التی هی العین والاذن واللسان والبطن والفرج [11]
اور ساتوں اعضاء کی حفاظت کری کہ وہ آنکہ ہی اور کان اور زبان اور پیٹ اور شرمگاہ اور ہاتہ

والرجل لانه ان فعل بواحد منها معصیة یکون کافر النعمة الله تعالی فی جمیع الاسباب التی لا بد له منها
اور پاؤں کیونکہ اگر کسی سی بہی گناہ کریگا تو اللہ کی نعمتوں کا تمام اسباب میں مشکر ہوگا جن جن اسباب کی عمل کرنیمیں ضرورت ہوتی ہی آنی

فی اقدامه علی العمل لان المراد من خلق الدنیا وما فیها ان یستعین الانسان علی الوصول الی طاعة الله تعالی
کہ مقصود دنیا اور دنیا کی سامان کی پیدائش سی یہی ہی کہ انسان اللہ تعالی کی طاعت پر مدد حاصل کری

ولا یمکن الوصول الی طاعة الله تعالی الا بدوام البدن ولا یبقی البدن الا بالغذاء ولا یحصل الغذاء [12]
اور طاعت الہی کا میسر ہونا بدون قیام بدن کی ممکن نہیں ہی اور بدن بدوں غذا کی قائم نہیں رہتا اور غذا بدوں باقی

والهواء ولا يتم ذلك الا بخلق الارض والسماء فمن استعمل شيئا من اعضائه في غير طاعة الله تعالى يكون كافرا
اور ہوا کی پیدا نہیں ہوتی اور یہ سب مدار ان پیدائش زمین آسمان کی ہو نہیں ہوتا پھر جسنی کوئی سا عضو سوای عبادت کی کسی کار میں لگائی رکھا تو وہ اللہ کی ان تمام

لنعمة الله تعالى في جميع ذلك فلابد من حفظ الجوارح لان حفظها هو راس المال والربح بعد ذلك فمن لم يكن له راس
نعمتوں کی منکر ہی اب حفاظت اعضا کی ضرور ہی کیونکہ انکی حفاظت بجای اصل مال کی ہی اور فائدہ اسکی بعد ہووےگا پھر جسکی پاس اصل مال ہی نہ

المال كيف يحصل له الربح وهذه الجوارح السبعة للهلاك والنجاة فمن يهلك يهلك باهمالها وعدم حفظها
تو وہ فائدہ کیونکر کر سکتا ہی اور ان ساتوں اعضا سی آدمی ہلاک ہوتا ہی اور نجات بھی پاتا ہی پس جو ہلاک ہوتا ہی تو انکی چھوڑ دینی اور حفاظت نکرنی سی

ومن ينجو ينجو بحفظها وعدم ارسالها فحفظها اساس كل خير واهمالها اساس كل شر ولجهنم سبعة ابواب
اور جو نجات پاتا ہی تو انکی حفاظت اور نہ چھوڑنی سی اب اعضا کی حفاظت تمام خوبی کی جڑ ہی اور چھوڑ دینا تمام بدی کی جڑ ہی اور دوزخ کی سات دروازی ہیں

وانما تتعين تلك الابواب لمن عصى الله تعالى بتلك الجوارح فيلزم حفظها عن معاصيها اما العين فيحفظها
اور وہ دروازی نافرمانوں کی واسطی ان اعضا کی نام سی مقرر ہیں تو تمام اعضا کا معاصی سی بچانا ضرور ہی پھر آنکھ کو حرام کی طرف نگاہ کرنی سی

عن النظر الى ما يحرم نظره بل عن كل فضول مستغن عنه لان الله تعالى يسئل العبد عن فضول النظر كما يسئله عن
بچاوی بلکہ ہر نا بیدکار سی کیونکہ اللہ تعالی بندہ سی فضول نگاہ کا بھی مواخذہ کریگا جیسی بیہودہ کلام سی مواخذہ کریگا

فضول الكلام فاذا حفظها عنه لا يقنع به بل يصرفها الى ما خلقت له من النظر الى عجائب صنع الله تعالى ليستدل
اور جب نگاہ کو گناہ سی محفوظ رکھا تو اسی پر بیٹھ نہ رہی بلکہ نظر کی نظر کا کام لی یعنی عجائب صنایع الٰہی کو دیکھ کر اوسکی

به على وجوده وقدمه ووحدانيته وقدرته وارادته وعلمه وحيوته والنظر في كتابه وسنة رسوله وسائر
وجود اور دوام اور وحدت اور قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات پر استدلال کری اور اوسکی کتاب اور اوسکی رسول کی سنت اور تمام

كتب الدين ليتعلم امور دينه ويتعظ وهكذا يفعل في كل عضو لا سيما فيما هو رئيس الاعضاء وهو القلب الذي يلزم
کتب دین کو دیکھی تاکہ امور دین سیکھی اور پند پذیر ہووی اور اسی طرح ہر ہر عضو کو کام میں لاوی خصوصا تمام اعضا کی رئیس کو یعنی دل جسکا

تطهيره من الاخلاق الذميمة وتزيينه بالاخلاق الحميدة وتكميله بالعلم المقرون بالعمل فان من تعلم مسئلة
عادات بد سی پاک رکھنا اور نیک سیرت سی آراستہ کرنا اور علم باعمل سی کامل بنانا ضرور ہی کیونکہ جو کوئی

من مسائل الدين ينبغي له ان يكون عاملا بها والا يسئل يوم القيمة عنها يدل عليه قوله عليه السلام وعن علمه ما
مسائل دین میں سی کوئی مسئلہ سیکھی تو چاہیئی کہ اوسپر عمل کری اور نہیں تو قیامت کی دن اسکا مواخذہ ہوویگا اس حدیث سی معلوم ہوتا ہی اور اوسکی علم سی پوچھیگی

عمل فيه فانه مخوف لانه عليه السلام لم يقل ما قال فيه فلينظر العبد فيما علم هل عمل به وكان من الصادقين الذين اثنى
کہ اوسپر کیا عمل کیا بیشک یہ خوف کی جگہ ہی اسلئی کہ نبی علیہ السلام نی یہ نہیں فرمایا کہ اوسمیں کیا بحث کی اب انسان کو غور کرنا چاہئی اپنی علم میں کیا اوسپر عمل کیا تاکہ صادقین

الله تعالى عليهم بقوله اولئك الذين صدقوا او خالف علمه بفعله ودخل في قوله عليه السلام اشد الناس عذابا
میں داخل ہو جنکی اللہ تعالی یہہ ثنا کرتا ہی یہ وہ قوم ہی جنہوں نی سچ مانا یا عمل اپنی علم کی برخلاف کرکی اس حدیث کی مصداق میں داخل ہوا سخت تر عذاب

يوم القيمة عالم لم ينفعه الله بعلمه وروى عن ابن مسعود انه قال ما منكم من احد الا سيخلو الله به كما يخلو احدكم
قیامت کی دن عالم کو ہی جسکی علم سی اللہ تعالی نی نفع ندیا اور ابن مسعود سی روایت ہی کہ کہتی تہی جو ہی تم میں سی سو اکیلا دیکھیگا اللہ کو جیسی دیکھتی ہو تم اکیلی

بالقمر ليلة البدر ثم يقول ما غرك بي يا ابن ادم ما عملت بما علمت يا ابن ادم ماذا اجبت المرسلين يا ابن ادم الم اكن رقيبا
چودھویں رات کی چاند کو پہر فرماویگا تو نی ای شخص میری حق میں کیا دہوکا کہایا ای شخص تو نی موافق علم کی عمل کیا ای شخص تو نی مرسلین کا کہنا کیا مانا ای شخص کیا میں تیری

على عينك وانت تنظر بها الى ما لا يحل لك الم اكن رقيبا على اذنك وهكذا على سائر الاعضاء فتفكر يا مسكين في عظم
آنکھ کا نگہبان نتہا اور تو آنکھ سی حرام کی طرف نظر کرتا تہا کیا میں تیری کان کا نگہبان نہیں تہا اسی طرح تمام اعضا پر اب اسوچ تو ای مسکین تیری کتنی بڑی خطا ہی

خيانتك اذا ذكرك الله تعالى ذنوبك شفاها اذ يقول لك يا عبدي اما استحييت مني فبارزتني بالقبيح
جب اللہ تعالی تیری خطاؤں کو منہ در منہ یاد دلاویگا جب فرماویگا ای شخص کیا تو نی مجھسی حیا نکی جلد نیکی خطا کر بیٹھا

واستحييت من خلقي واظهرت لهم الجميل اكنت اهون عليك من سائر عبادي استخففت بنظري
اور میری خلقت سی حیا کر کر اونکی سامنی اچھی نیکو کاری ظاہر کی کیا میں تیری نظروں میں تمام مخلوقات سی ہلکا تہا میری نگہبانی کو ہلکا سمجھکر بے پروائی کی

اليك ولم تكترث به واستعظمت نظر غيري فكيف يكون حالك وخجالتك اذا عدّ عليك
اور اوروں کی نظر کو بہت بڑا سمجھا اوسوقت تیرا کیا حال ہوگا اور کیسی شرمساری ہوگی جب تجپہ پر یاد دیکی

نعماءه ومعاصيك والاءه ومساويك فان انكرت شيئا يشهد عليك جوارحك فتفتضح على ملأ
نعمتیں اور تیری گناہ اور اوسکی خوبیاں اور تیری خطا شمار ہونگی پہر اگر تو انکار کریگا تو تیری اعضا ہاتہ پانو گواہی دینگی پہر تو تمام خلق اللہ کی سامنی

الخلائق بشهادة الاعضاء الا ان الله تعالى وعد المؤمن ان يستر عليه ذنبه ولا يطلع عليه غيره
اعضاء کی گواہی سی رسوا ہوویگا ہاں بیشک اللہ تعالی نی مومن سی وعدہ کیا ہی کہ اسکی خطا چہپا دی اور غیر کو اوسپر خبردار نکری

كما روى عن ابي هريرة رضي الله عنه عليه السلام قال يدني الله العبد منه يوم القيمة ويضع عليه كنفه
جیسی ابوہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا اللہ تعالی قیامت کی دن بندہ کو پاس بلاویگا اور اوسپر پردہ ڈالکر

ويستره من الخلائق كلها ويدفع اليه كتابه في ذلك الستر فيقول له اقرا كتابك فيمر بالحسنة فيبيض لها
تمام خلائق سی چہپا لیگا پہر اوس پردہ کی اندر اوسکو نامۂ اعمال دیکر فرماویگا اسکو پڑہ تو سہی پہر یہہ حسنات کو دیکہکر خوشی سی کہل جاویگا

وجهه ويمر بالسيئة فيسود بها وجهه فيقول الله له اتعرف يا عبدي فيقول نعم يا رب اعرف فيقول اني اعرف
اور گناہوں کو دیکہکر چہرہ سیاہ ہو جاویگا پہر اللہ تعالی فرماویگا کچہہ جانتا بہی ہی عرض کریگا ہاں ای پروردگار میں تو جانتا ہوں

بك منك قد غفرتها لك فلا يزال يمر بحسنة تقبل فيسجد وسيئة تغفر فيسجد فلا يرى الخلائق منه
پہر اللہ فرماویگا میں تجہسی زیادہ جانتا ہوں کہ تجہکو معاف کرچکا ہوں پہر یہی حال رہیگا کہ حسنات کو مقبول دیکہیگا پس سجدہ کریگا اور خطا کو معاف پاویگا پہر سجدہ کریگا خلقت کو

الا ذلك حتى ينادي الخلائق بعضها بعضا طوبى لهذا العبد الذي لم يعص قط ولا يدرون ما جرى بينه
اسکا یہی حال نظر آویگا یہانتک کہ آپسمیں ایکدوسری سی کہیگا یہہ شخص کیا خوش نصیب ہی اسنی گناہ کبہی نہیں کیا اور یہہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالی میں

وبين الله تعالى فيما وقفه عليه والاخبار بهذا المعنى كثيرة وذلك بفضل منه فانه يخاطبه خطاب
اور اوسمیں وہاں کہڑی کہڑی کیا معاملہ گذر گیا اور اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں اور یہہ اوسکا فضل ہی مفضل ہی کہ اوسکو نرمی سی مخاطب ہوکر فرماویگا

الملاطفة فيقول له هل تعرف عبدي فيقول اعرف يا ربي ويقول ممتنا عليه ومظهرا فضله لديه
ای شخص جانتا بہی ہی عرض کریگا پروردگار میں جانتا ہوں پہر منت رکہکر اور اوسپر اپنا فضل ظاہر کرکر فرماویگا

فاني سترتها عليك في الدنيا ولم افضحك بها وانا اغفرها لك اليوم قيل هذه ذنوب تاب عنها كما ذكر ابو
میںنی دنیا میں تیری پردہ پوشی کی اور عزت رکہلی آج بہی تجہکو معاف کرتا ہوں بعضی کہتی ہیں یہہ گناہ توبہ کی ہوئی ہونگی چنانچہ ابونعیم

نعيم عن الاوزاعي عن هلال بن سعد ان الله تعالى يغفر الذنوب لكن لا يمحوها عن الصحيفة حتى يوقفه عليها يوم
اوزاعی سی او وہ ہلال بن سعد کی روایت کرتا ہی کہ اللہ تعالی گناہ تو معاف کردیتا ہی پر نامۂ اعمال سی نہیں مٹاتا تاکہ قیامت کی روز اوس سی آگاہ کردی

القيمة وان تاب منها قال القرطبي في تذكرته نقلا عن شيخه ولا يعارض هذا ما في التنزيل والحديث من
اگرچہ توبہ کرچکا ہو قرطبی اپنی تذکرہ میں اپنی اوستاد سی نقل کرتا ہی اور یہہ روایت قرآن اور حدیث کی مضمون سی مخالف نہیں ہی

ان السيئات تبدل بالتوبة حسنات فلعل ذلك بعد ما يوقفه عليها ويدل على هذا ما روي عن ابن مسعود
یعنی خطائیں بعد توبہ کی حسنات ہو جاتی ہیں شاید کہ تبدیل آگاہ کرنیکی بعد ہوتی ہو اور ابن مسعود کی روایت سی ایسا ہی معلوم ہوتا ہی

انه قال ينظر الانسان يوم القيمة في كتابه فيرى في اوله المعاصي وفي آخرها حسنات فلما رجع الى اوله
وہ کہتی ہیں کہ انسان قیامت کی دن اپنی نامۂ اعمال میں نگاہ کریگا تو اول معاصی نظر آوینگی اور آخر میں حسنات پہر جب ابتدا نامہ پر پہریگا

رای كل حسنات وروی عن ابن عباس انه قال اذا تاب العبد تاب الله عليه وانسى الحفظة ما كانوا علموا من مساوي
تو کیا دیکھتا ہے کہ سراسر حسنات ہیں اور ابن عباس سے روایت ہے کہ کہتی ہیں جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ بہی اوسپر رحمت کرتا ہے اور کرام کاتبین کو بہلا دیتا ہے جو اوسکی برائی

عمله وانسى جوارحه ما عملت من الخطايا وانسى مقامه من الارض وانسى مقامه من السماء ليجيء يوم القيمة وليس
دیکہ چکی تہی اور اوسکی اعضا کو بہلا دیتا ہے جو جو خطا کی ہی اور زمین پر کا ٹہکانا اور آسمان کی بہی جگہ سے بہلا دیگا آخر قیامت کی دن ایسا

من المخلوقات شيء يشهد عليه بشيء من الذنوب كانت بينه وبين الله تعالى واما ما كان بينه وبين العباد فلا
آویگا کہ مخلوقات میں سے کوئی اوسکا گواہ کسی والا ہوگا معصیت کہی ہیں یہہ وہ گناہ ہیں جو صرف حقوق اللہ میں تہی وہ گناہ جو حقوق العباد میں سو ان میں ضرور ہی

بد فيها من القصاص بالحسنات لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال من كانت عنده مظلمة لاخيه من
حسنات میں سے بدلہ ہووی چنانچہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسکی ذمہ کوئی حق کسیکا ہو آبرو کا

عرض او مال فليتحلل منه اليوم قبل ان يؤخذ منه يوم لا دينار فيه ولا درهم ان كان له عمل صالح اخذ
یا مال کا تو لازم ہے کہ آج اوس روز کی مواخذہ سے پہلی کہ نہ دینار ہوگا اور نہ درہم معاف کرالے اگر اوسکی پاس عمل صالح ہونگے

منه بقدر مظلمته وان لم يكن له حسنات اخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه وروي عن ابي هريرة
تو بقدر حقوق کی لیلیگی اور اگر اوسکی پاس حسنات نہوئی تو مدعی کی گناہ لیکر اوسپر لادی جاویگی اور ابو ہریرہ سے بہی روایت ہے

ايضا انه عليه السلام قال اتدرون من المفلس قالوا المفلس فينا من لا درهم معه ولا متاع قال ان المفلس من
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جانتے ہو مفلس کون ہوتا ہے عرض کیا مفلس ہم میں وہ ہوتا ہے جسکی پاس نہ درہم ہو اور نہ کچھہ سامان فرمایا مفلس میری امت میں

امتي من ياتي يوم القيمة بصلوة وزكوة ويأتي وقد شتم هذا وقذف هذا وضرب هذا واكل مال هذا فيعطى
وہ ہوگا جو قیامت کی روز نماز اور زکوۃ لاویگا پہر کوئی آویگا کہ اوسکو برا کہا تہا اور اوسکو گالی دی ہی اور اوسکو مارا تہا اور اوسکا مال کہا گیا تہا

هذا من حسناته وهذا من حسناته فان فنيت حسناته قبل ان يقضي ما عليه اخذ من خطاياهم
پہر نیکیاں کچھہ اوسکو دی جاویگی اور کچھہ اوسکو پس اگر اوسکی حسنات اداء حقوق سی پہلی ہو چکیں تو اونکی گناہ لیکر اسکی ذمہ پڑینگی

فطرحت عليه ثم طرح في النار فاذا تقرر هذا يجب على كل مسلم المبادرة الى تدارك حاله فينظر هل عليه من
پہر اوسکو دوزخ میں پہینکدینگی جب یہہ ثابت ہوا تو ہر ایک مسلمان پر واجب ہے کہ جلد اپنی حال کا تدارک کری غور کری کہ میری ذمہ حق اللہ

حقوق الله تعالى وحقوق الناس شيء ام لا فيتدارك ما فاته من فرائض الله تعالى فيقضيها ويرد المظالم
یا حق العباد کچھہ ہی یا نہیں پہر اوسکا عوض کردی جو فرائض الٰہی میں سی فوت ہوا ہو ادا کردی اور تمام حقوق والوں کو واپس کری

حبة حبة ويستحل من تعرض له بيده ولسانه وسائر جوارحه ويطيب قلوبهم حتى يموت ولم يبق عليه
اور جسکو ہاتہ سی یا زبان سے یا اور اعضا سی ستایا ہو اوس سی معاف کرالے اور اونکا دل خوش رکہے آخر مری تو ایسا کہ اوسکی ذمہ پر کوئی

فريضة ولا مظلمة ويدخل الجنة بغير حساب لانه ان مات قبل رد المظالم يحيط به خصماءه ويتشبثون
فریضہ ہو اور نہ کوئی حق اور بہشت میں بی حساب چلا جاوی اسلئی کہ اگر حقوق ادا کرنی سی پہلی مرگیا تو مدعی گہیر کر ناحق سی لوچینگی

به فبه تعالهم فهذا يقول ضربتني وهذا يقول استخدمتني وهذا يقول شتمتني وهذا يقول استهزأت بي
ایک کہیگا مجہکو مارا تہا کوئی کہیگا مجہسے خدمت لی تہی یہہ کہیگا مجہکو گالی دی تہی وہ کہیگا مجہسے چہل کی تہی

وهذا يقول اغتبتني وهذا يقول اخذت مالي وهذا يقول بايعتني واخفيت عني عيب متاعك وهذا
کوئی کہیگا میری غیبت کی تہی کوئی کہیگا تو نی میرا مال چہینا تہا کوئی کہیگا تو نی میری ساتہہ مال بیچا اور اوسکا عیب چہپایا کوئی

يقول لكن بيني في سعر متاعه وهذا يقول وجدني مظلوما وكنت قادرا على دفع الظلم فما دفعت عني الظلم
کہیگا مال کی بہاؤ میں تونے مجہسی جہوٹ بولا اور کوئی کہیگا تونے مجہپر ظلم ہوتی دیکہا اور تو دفع کرسکتا تہا پہر تونی مجکو ظلم سی نہ بچایا

وهذا يقول رايتني على منكر فما نهيتني عنه فبينما هو كذلك مبهوت متحير من كثرة الخصماء اذ لم يبق في عمره
اور کوئی کہیگا مجہکو تونے گناہ میں مبتلا دیکہا پہر مجہکو منع نکیا پس وہ اوسی حالت میں مدعیوں کی کثرت سی حیران پریشان ہوگا اوسکی عمر میں کوئی باقی نرہیگا

احد ممن عامله بدرهم او جالسه في مجلس الا وقد استحق عليه مظلمة بغيبة او استهزاء او خيانة او نظر
تمام عمر میں جس سی کچہہ معاملہ کیا ہو درہم سی یا بیٹہا ہو مجلس میں مگر وہ مستحق ہوگا اوسپر کسی دعوی کا غیبت کا یا خوش طبعی کا یا خیانت کا

بعين حقارة وقد عجز عن مقاومتهم ومد عنق الرجاء الى المولى الغفار لعله يخلصه من ايديهم اذ يقرع
حقارت سی دیکہنی کا اور بیشک اونکی مقابلہ سی تہک رہیگا اور مولی غفار کی طرف امیدوار ہوکر سر اوٹہا دیگا کہ شاید وہی اونکی ہاتہہ سی بچادی کہ اسکی

سمعه نداء الجبار اليوم تجزى كل نفس بما كسبت لا ظلم اليوم فعند ذلك ينخلع قلبه ويوقن بهلاكه فتذكر
کان میں یہہ آواز آویگی آج بدلا دیگا ہر جی جیسا کمایا ظلم نہیں آج اسسنتی ہی دل چہوٹ جاویگا اور یقین کریگا کہ مرلیا سو ای غافل

ايها الغافل ما انذرك الله به في كتابه حيث قال ولا تحسبن الله غافلا عما يعمل الظالمون فما اشد فرحك
یاد کر جو اللہ تعالی نی اپنی کتاب میں ڈرایا ہی کہ فرمایا اور مت خیال کر کہ اللہ بی خبر ہی ان کاموں سی جو کرتی ہیں بی انصاف سو اب تو لوگون کی

اليوم بكسر اعراض الناس وتناول اموالهم وما اشد حسرتك في ذلك اليوم اذا وقفت على بساط العدل وشوفهت
آبرو بگاڑکر اور اونکا مال چہین کر کیسا خوش ہوتا ہی اور تجہکو اوس روز کسقدر حسرت ہوگی جب تو عدالت کی فرش پر کہڑا ہوگا اور سیاست کا

بخطاب السياسة وانت مفلس فقير عاجز لا تقدر ان ترد حقا او تظهر عذرا فعند ذلك تؤخذ من حسناتك
حکم سنیگا اور تو مفلس فقیر ہوگا طاقت نہوگی حق ادا کرنی کی یا عذر پیش لانی کی سو اوسوقت تیری حسنات تمام عمر بہر کی لیکر

التي صرفت فيها عمرك وتعطى الى خصمائك عوضا عن حقوقهم كما ورد في الاحاديث فانظر الى مصيبتك
حقوق کی بدلے میں تیری مدعیوں کو دیجاویگی چنانچہ حدیثوں میں آیا ہی سو اپنی مصیبت کو

في مثل ذلك اليوم اذ قلما يوجد لك حسنة سلمت من آفات الرياء ومكائد الشيطان وان سلمت حسنة
ایسی دن میں غور کر اسلئی کہ بہت کم ہوگا نیک عمل کہ ریا کی آفت اور شیطان کی مکر سی سلامت بچا ہو اور اگر مدت دراز میں

واحدة في مدة طويلة يبتدرها خصماؤك ويأخذونها وقد قيل لو كان ثواب سبعين نبيا وكان له خصم على [للرجل]
کوئی ایک آدہا بچا ہی تو مدعی مرت چہین جہپٹ لینگی اور کہتی ہین اگر کسی شخص کی پاس ثواب ستر نبیوں کی برابر ہووی اور اوسکا ایک ہی مدعی

بنصف دانق لا يدخل الجنة حتى يرضى خصمه وقيل يؤخذ بدانق فيسقط سبعمائة صلوة مقبولة فتعطى
نیم دانگ کا ہو بی رضامندی مدعی کی جنت میں نہیں جاسکتا اور کہتی ہین کہ ایک دانگ کی بدلے سات سو نمازون کا ثواب لیکر مدعی کو دیا جاویگا۔

للخصم ذكره القشيري في التحبير وقال الامام الغزالي في الاحياء ولعلك حاسبت نفسك وانت مواظب على قيام
یہہ بیان قشیری کا ہی تحبیر میں اور امام غزالی احیاء میں کہتی ہین اور کاشکی تو اپنی ذات کا حساب کیا کری اور رات کی قیام

الليل وصيام النهار لعلمت انه لا ينقضي عليك يوم الا ويجري على لسانك من غيبة المسلمين ما يستوفي جميع
اور دن کی صیام پر مداومت کرتا ہی تب تو بیشک معلوم کریگا کہ تجہپر کوئی دن ایسا نہین گذرتا کہ تیری زبان پر مسلمان کی غیبت نہ آتی ہو جو کہ تمام

حسناتك فكيف ببقية السيئات من اكل الحرام والشبهات والتقصير في العبادات وكيف الخلاص من المظالم
حسنات کو پورا کرلیتی ہی پہر باقی گناہوں سی کیونکر بچیگی کہ مال حرام یا مشتبہ کہایا ہو اور عبادت میں کوتاہی کی ہو اور حقوق سی کیونکر رستگاری ہوگی

يوم يقتص فيه للجماء من القرناء ويقول الكافر يا ليتني كنت ترابا فاتق الله ايها المسكين في مظالم العباد فان
جس روز سینگ والی سی بی سینگ جانور کا بدلا لیا جاویگا اور کہیگا کافر کسیطرح میں مٹی ہوتا سو اے مسکین حقوق العباد میں خدا کا خوف کر کیونکہ

ما كان بينك وبين الله تعالى خاصة فالمغفرة اليه اسرع واما ما كان عليك من حقوق العباد فلا بد من

جو کہ صرف حقوق الہی ہیں تو اوسکی مغفرت جلد ہو سکتی ہے اور جو تجھپر حقوق العباد ہیں تو اوسمیں مالکوں سے ضرور

استحلال اربابها فمن عسر عليه الاستحلال فعليه ان يكثر ما قدر عليه من الاعمال الصالحات ويستغفر

معاف کرانا چاہیے اور جسکو معاف کرانا دشوار ہو تو حسب طاقت اعمال صالح زیادہ اور اپنے مظلوم مؤمن کے لیے تمام اوقات

لمن ظلمه من المؤمنين والمؤمنات في عامة الاوقات فانه اذا فعل كذلك يرجى من فضل الله تعالى وكرمه

مغفرت کیا کرے بیشک اگر یہہ یہ کریگا تو الله کے فضل وکرم سے امید ہے

ان يرضي خصمه يوم القيمة لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام بينما هو جالس اذ ضحك حتى بدت

کہ قیامت کے دن اوسکے خصم کو راضی کر دے کیونکہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام ایکدفعہ بیٹھے ہوئے ناگاہ اتنا ہنسے کہ دندان مبارک

ثناياه فقيل له مم تضحك يا رسول الله فقال رجلان من امتي جثيا بين يدي رب العزة فيقول احدهما

ظاہر ہوگئے کسی نے پوچھا یا رسول الله آپ کیوں ہنستے ہیں فرمایا میری امت کے دو شخص رب العزت کے سامنے حاضر ہوئے پھر ایک کہنے لگا

يا رب خذ مظلمتي من هذا الاخ فيقول الله تعالى اعط اخاك مظلمته فيقول يا رب ما بقي من حسناتي

یا الہی میرا حق اس بھائی سے دلا دے الله تعالی نے فرمایا اپنے بھائی کا حق ادا کر دے عرض کیا الہی میرے پاس کوئی حسنہ باقی نہیں ہے

شيء فيقول الله تعالى ما تصنع باخيك لم يبق من حسناته شيء فيقول يا رب فليحمل عني من اوزاري

پھر الله تعالی نے فرمایا اب تو اپنے بھائی سے کیا معاملہ کریگا اسکے پاس تو کوئی حسنہ باقی نہیں ہے عرض کیا یہہ میری گناہ اوسپر رکھی جاویں

ففاضت عينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال ان ذلك اليوم ليوم يحتاج الناس فيه ان يحمل عنهم

پس رسول الله صلی الله علیہ وسلم رو پڑے پھر فرمایا وہ ایسا دن ہوگا کہ لوگوں کو یہہ حاجت ہوگی کہ ہماری گناہ اوروں پر پڑ جاویں

من اوزارهم ثم قال فيقول الله تعالى للطالب حقه ارفع بصرك الى الجنان فيرفع بصره فيرى ما اعجبه

پھر فرمایا پھر الله تعالی نے حق دار سے کہا دیکھ تو جنت کی طرف وہ آنکھ اوٹھاتا ہے کیا دیکھتا ہے کہ عجب طرح کی خیر اور نعمت

من الخير والنعمة فيقول لمن هذا يا رب فيقول الله تعالى هذا لمن يعطيني ثمنه فيقول ومن يملك ثمنه

جو دی ہے پوچھا الہی یہہ کسکا ہے الله فرماویگا یہ اوسکا جو اسکی قیمت ادا کرے عرض کیا الہی اسکی قیمت کون دے سکتا ہے

يا رب فيقول انت فيقول بماذا يا رب فيقول بعفوك عن اخيك فيقول قد عفوت عنه يا رب فيقول

الله فرماویگا تو دے سکتا ہے عرض کریگا الہی کاہے سے الله فرماویگا اپنے بھائی کو معاف کر دے عرض کیا الہی میں نے اوسکو معاف کیا پھر الله تعالی

الله تعالى خذ بيد اخيك وادخل الجنة ثم قال رسول الله عليه السلام فاتقوا الله واصلحوا ذات بينكم

کہیگا اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لیجا پھر رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا اب تم الله سے ڈرو اور آپسمیں صلح رکھو

فان الله تعالى يصلح بين المؤمنين يوم القيمة قال القرطبي في تذكرته نقلا عن شيخه هذا لبعض الناس

کہ الله تعالی قیامت کے دن مسلمانوں میں صلح کرادیگا قرطبی اپنے تذکرہ میں شیخ سے نقل کرتا ہے ایسے وہ لوگ ہیں

الذين اراد الله تعالى ان لا يعذبه بل اراد ان يعفو عنه ويغفر له ويرضي خصمه وكذلك ما روي عنه عليه السلام

جنکو الله تعالی کو عذاب کرنا منظور نہیں ہے بلکہ یہہ مرضی ہے کہ اونکو معاف کر کر بخشدے اور مدعی کو راضی کر دے اور ایسی ہی یہہ حدیث

ان مناديا ينادي من تحت العرش يوم القيمة يا امة محمد اما ما كان لي قبلكم فقد وهبته لكم وبقيت التبعات

کہ قیامت کے دن عرش کی تلے سے آواز دیگا اے امت محمد کی میرا حق جو تمہارے ذمہ باقی تہا سو میں نے معاف کیا اب حقوق عباد باقی ہیں

فتواهبوا وادخلوا الجنة برحمتي فانه ايضا لبعض الناس لا لكل احد اذ لو كان ذلك لكل احد لما دخل احد النار

سو معاف کر کر میری رحمت سے جنت میں چلے جاؤ یہہ بھی بعضے شخصوں کے لیے ہے ہر ایک کے لیے نہیں ہے کیونکہ اگر ہر ایک کے لیے ہوتا تو کوئی بھی دوزخ میں نہ جاتا

وقد وردت اخبار صحيحة نقلها ثقات ولا بد من الايمان بها ان من كان من اهل الايمان لا يبقى في النار
اور بیشک صحیح حدیثیں ثقات نی نقل کی ہیں اون پر ایمان لانا ضرور ہی کہ جو ایمان والا ہوگا ہرگز گناہوں کی شامت سی دوزخ میں ہمیشہ نہ رہیگا
بكسب الاوزار بل يخرج منها والخروج منها لا يكون الا بعد الدخول فيها قال القرطبي في تذكرته وقد ظن بعض
بلکہ دوزخ سی نکلیگا اور دوزخ میں سی نکلنا بدون داخل ہوئی نہیں ہو سکتا قرطبی اپنی تذکرہ میں کہتی ہیں بعضی علما یہہ گمان کرتی ہیں
العلماء ان الصيام يختص بعامله موفر له اجره ولا يؤخذ منه شيء لمظلمة ظلمها متمسكا بما قال الله تعالى
کہ روزہ صرف روزہ دار کی کام آئیگا اوسی کی ثواب کو پورا دیگا اسمیں سی کسیکی حق کی بدلہ میں کچھہ نہ لیا جاویگا اس دلیل سی کہ اسد تعالی نی
في الحديث القدسي الصوم لي وانا اجزي به لكن احاديث القصاص ترد هذا الظن فان الحقوق تؤخذ
حدیث قدسی میں فرمایا ہی کہ روزہ میری لئی ہی اور میں ہی اوسکی جزا دونگا لیکن بدلہ لینی کی حدیثیں اس گمان کو غلط کرتی ہین کیونکہ حقوق تمام
من جميع الاعمال صوما كان او غيره وقيل الصوم سر بين العبد وربه لا يطلع عليه احد سواه لكون نيته وترك
اعمال میں سی اداکی جاوینگی روزہ ہو یا کچھہ اور ہو اور کوئی کہتا ہی روزہ درمیان بندہ اور پروردگار کی بھید ہی اوسپر سوای اوسکی کوئی مطلع نہیں ہوتا کیونکہ روزہ
المفطرات مما لا يطلع عليه الملئكة الكتبة ولا علم لهم فيه فاذا لم يكن معلوما لاحد ولا مكتوبا في الصحيفة
نیت اونکا اور مفطرات سی بچنا در فرشتی کرام کاتبین وہی جانا کرتی ہین جسکا اونکو علم ہو پس جب روزہ کسیکو معلوم ہوا اور نہ اعمال نامہ میں مندرج ہوا
يستره الله تعالى ويخبئه حتى يكون له جنة من النار فانهم يطرحون عليه سيئاتهم فتذهب عنهم فلا
تو اسد تعالی اوسکو چھپا رکھتا ہی تاکہ اوسکی لئی دوزخ کی ڈھال ہو جاوی بیشک مدعی اسپر اپنی گناہ ڈالینگی سو اونسی اوتر جاوینگی پھر
تضرهم لزوالها عنهم ولا يضره ايضا لكون الصوم جنة له قال القاضي ابو بكر بن العربي في سراج المريدين
ضرر نکرینگی کیونکہ اونکی ذمہ سی موقوف ہو چکی اور اسکو بھی ضرر نکرینگی اسلئی کہ روزہ اسکی لئی ڈھال مقرر ہی قاضی ابو بکر بن عربی سراج المریدین میں کہتی ہین
هذا تاويل حسن ان شاء الله تعالى ولا تعارض والحمد لله

المجلس الرابع والستون في بيان لزوم محاسبة العبد نفسه قبل ان يحاسب وبما نوقش فيهلك

یہہ خوب تاویل ہی ان شاء اسد تعالی اسکی مقابلہ پر کچھہ نہیں ہی اور حمد اسد کی ہی چوسٹھوین مجلس اس بیان میں
کہ بندہ کو محاسبہ کرنا اپنی ذات کا پہلی حساب دینی سی ضرور ہی کہ مناقشہ میں ہلاک ہو

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس احد يحاسب يوم القيمة الا هلك هذا الحديث في صحاح المصابيح روته ام المؤمنين عائشة
رسول اسد صلی اسد علیہ وسلم نی فرمایا ہین کوئی جسی قیامت کی دن حساب ہلے ہووی مگر ہلاک ہوویگا یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ام المؤمنین عائشہ کی روایت
فانها رضي الله عنها قالت اوليس يقول الله تعالى فسوف يحاسب حسابا يسيرا فقال النبي عليه السلام فذلك العرض
سی عائشہ رضی اسد عنہا کہتی ہیں عرض کیا کہ اسد تعالی ایسا نہیں فرماتا تو اوسی حساب لیا جاویگا آسان حساب پس نبی علیہ السلام نی فرمایا یہہ پیشی ہی
ولكن من نوقش في الحساب يهلك والمناقشة في الحساب ان يستقصي فيه بحيث لا يترك قليل ولا كثير ولا
ولیکن جسکی حساب میں مناقشہ ہوا وہ ہلاک ہوا اور حساب میں مناقشہ یہہ ہوتا ہی کہ حساب پورا کیا جاوی کوئی بات تھوڑی سی بہت
صغير ولا كبير الا يسئل عنه واما العرض فهو ان يعرض على العبد عمله ولا يستقصى في حسابه والحديث يحتمل
چھوٹی سی بڑی باقی نرہی کہ اوس سی سوال نہو اور عرض اتنا ہی ہوتا ہی کہ بندہ کی سامنی اوسکی اعمال کردین اور پورا پورا حساب نہو اور اس حدیث کی دو معنی ہو سکتی ہین
معنيين احدهما ان يكون نفس المناقشة هلاكا لما فيها من التوبيخ وثانيهما ان تفضي الى الهلاك فاذا ثبت
ایک یہہ کہ عین مناقشہ ہی ہلاکت ہووی کیونکہ اوسمیں زجر و توبیخ ہوتی ہی اور دوسری یہہ کہ انجام کو ہلاکت پر پہنچادی جب یہہ امر ثابت ہوا
ان العبد يسئل يوم القيمة عن كل شيء حتى عن سمعه وبصره وفؤاده كما قال الله تعالى ان السمع والبصر
کہ آدمی سی قیامت کی دن ہر شی کا سوال ہوگا یہاں تک کہ کان اور آنکھہ اور دل سی چنانچہ اسد تعالی فرماتا ہی بیشک کان اور آنکھہ

والفؤاد كل اولئك كان عنه مسئولا فيجب عليه ان يحاسب نفسه قبل ان يناقش في الحساب لانه هو تاجر
اور دل سب سے پوچھی جاویگی آدمی پر واجب ہی کہ اپنی جانکر حساب کی مناقشہ سی پہلی رہتا ہی کیونکہ آدمی آخرت کی

في طريق الآخرة وبضاعته عمره وربحه صرف عمره في الطاعات والعبادات وخسرانه صرفه في المعاصي والسيئات ونفسه
رستہ کا سوداگر ہوتا ہی اور اسکا مال عمر ہی اور عمر کو طاعات اور عبادات میں صرف کرنا اوس تجارت کا فائدہ ہی اور عمر کا معاصی اور سیآت میں تلف کرنا

شريكه في هذه التجارة وهي وان كانت تصلح للخير والشر لكنها للمعاصي اقبل والى الشهوات اميل فلا بد له من مراقبتها ومحاسبتها
خسارہ ہی اور اس تجارت میں نفس اوسکا ساجھی ہی اور نفس میں اگرچہ صلاحیت نیکی بدی دونو کی ہی پر وہ معاصی کیطرف بہت متوجہ اور شہوتوں کی طرف بہت جھکتا ہی

لانه ان اهملها لحظة تسرع في الخيانة وان تمادى في الاهمال تمادى في الخيانة حتى يذهب رأس المال كله
سو آدمی کو لازم ہی کہ اوسکی حفاظت اور محاسبہ کرتا رہی کیونکہ اگر دم بھر بھی حفاظت نکریگا تو وہ جلد خیانت کریگا اور اگر مدت دراز تک چھوڑی رکھا تو بسبب خیانت کی جائیگا

واما من لم يهملها بل راقبها وحاسبها يتبين له الربح والخسران والزيادة والنقصان
آمدہ جملہ مال تمام ہو جائیگا اور جسکو مطلق العنان نہ چھوڑا بلکہ دیکھتا رہا اور حساب لیتا رہا تو اوسکو نفع نقصان اور گھٹنا بڑھنا معلوم ہوتا رہیگا

ودليل وجوب محاسبتها قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله ولتنظر نفس ما
اور محاسبہ کی وجوب ہونیکی دلیل یہہ آیت ہی کہ ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہئے دیکھ لے ہر جی کیا

قدمت لغد ففي هذه الآية اشارة الى لزوم محاسبة النفس على ما مضى من الاعمال فكأنه تعالى قال لينظر كل
بھیجا ہی کل کی واسطی سو اس آیت میں یہہ اشارہ ہی کہ گذری ہوی اعمال پر نفس کا محاسبہ لازم ہی گویا اللہ تعالی یہہ فرماتا ہی کہ ہر ایک تم میں سی نگاہ کرتا رہی

ما قدم ليوم القيمة من الاعمال اهي من الصالحات التي تنجيه ام من الطالحات التي تردية فان الحسنات يوم القيمة
کہ قیامت کی دن کی لیے کیا عمل کر رکھا ہی آیا وہ عمل نیک ہی جس سی نجات ہووی یا وہ عمل بد ہی کہ ہلاک کر ڈالی بیشک قیامت کی دن حساب

انما يخف على من يحاسب نفسه في الدنيا وانما يشق على من يهملها ولا يحاسبها فان من يحاسب نفسه في الرخاء
اوسہی شخص پر آسان ہووےگا جو اپنی نفس کا حساب دنیا میں لیتا رہتا ہی اور اوسپر دشوار ہوگا جسنی نفس کو چھوڑ رکھا ہی اور حساب نہیں لیتا کیونکہ جو شخص اپنی نفس کا حساب آرام کی وقت

قبل حساب الشدة يعود امره الى الرضاء والغبطة ومن يهملها ولا يحاسبها يعود امره الى الندامة والحسرة فان
سختی کی حساب سی پہلی لیتا ہی تو اوسکا انجام رضامندی اور آسودگی کیطرف ہی اور جو چھوڑی رکھتا ہی اور اوسکا حساب نہیں لیتا تو اوسکا انجام ندامت اور حسرت کی

الانسان اذا مات ينكشف له بالموت ما لم يكن له مكشوفا في حيوته كما ينكشف للمستيقظ ما لم يكن مكشوفا في نومه
طرف ہی بیشک انسان کو مرتی ہی موت کی وجہ سے ایسی معلوم ہوجاتی ہیں جو زندگی میں معلوم نہیں تہیں جیسی بیدار کو جاگتی ہی وہ معلوم ہونی لگتا ہی جو سوتی میں

والناس نيام فاذا ماتوا انتبهوا فينكشف له اولا ما ينفعه من حسناته وما يضره من سيئاته فلا ينظر الى سيئة الا
معلوم نہتا اور آدمی اسی سوی ہیں مرینگی تو جاگینگی پہر اوسکو پہلی حسنات نفع رسان اور بدیاں ضرر رسان معلوم ہونگی پہر بدیوں کی طرف کمال حسرت سی

يتحسر عليها تحسرا يختار ان يخوض غمرة النار للخلاص منها فانه ما دام في الدنيا كان يشغله شواغل الدنيا عن
دیکھ کر یہہ پسند کریگا کہ آگ کی دریا میں ڈوبوں کسطرح خلاصی ہو کیونکہ جبتک دنیا میں رہا تو دنیا کی کاروبار میں رکی خبر نہ لی

الاطلاع عليها فبالموت ينقطع الشواغل وينكشف له جميع اعماله عند انقطاع النفس قبل الدفن وتشتعل فيه
اب موت سی وہ کاروبار چہوٹی تو اوسپر تمام اعمال اوسکی منقطع ہوتی ہی دفن سی پہلی ظاہر ہونگی اور جدائی کی آگ دنیائی فانی کی لذتوں سی

نار الفرقة عما كان يطمئن اليه من لذائذ الدنيا الفانية وهذا نوع من العذاب يهجم عليه قبل الدفن وبعد
جس پر جی لگای تہا ایکبارگی ہر نفس اوٹھیگی اور یہہ بہی ایک طرح کا عذاب ہی جو دفن سی پہلی ہجوم کریگا اور دفن کی بعد

الدفن يرد روحه الى جسده لنوع آخر من العذاب ويكون حاله كحال من تنعم زمانا في دار ملك من الملوك
ایک اور طرح کی عذاب کی واسطی اوسکی بدن میں پہر جان ڈالی جاویگی اور اوسکا حال ایسا ہوگا جیسی کوئی تہوڑی دیر کو ایک بادشاہ کی گھر میں

عند غيبته اعتمادا على ان الملك يتساهل في امره او لا يدري ما يتعاطاه من قبيح افعاله فاخذه الملك بغتة

اوسکی پیچہی اس بہروسہ پر عیش اوڑانی لگا کہ بادشاہ اس باب مین درگذر کریگا یا یہہ نہین سمجہتا کہ کیا بد معاملہ کر رہا ہی پہر اوسکو بادشاہ نی ایک روز جا پکڑ

وعرض عليه جريدة قد دونت فيها جميع فواحشه وخياناته ذرة ذرة وخطوة خطوة والملك قاهر غيور

گرفتار کرکی اوسکی عمل کی فرد جس کی جسمین اوسکی تمام بدفعال اور چوریان ذرہ ذرہ اور قدم قدم کی لکہی ہوئی تہین اور بادشاہ بڑا زبردست اور صاحب غیرت ہی

على حرمه منتقم من الجناة على ملكه غير ملتفت الى من يتشفع اليه من العصاة عليه فتفكر في امر هذا الشخص

اپنی سلطنت مین خطاوار کا سزا دینی والا اور گنہگار سفارشی پر توجہ نہین کرتا اب خیال تو کر اس شخص کی حق مین کہ بادشاہ کی عذاب کرنی سی پہلی

ما يكون له حاله قبل وقوع عذاب الملك عليه من الخوف والخجالة والالم والندامة وهكذا يكون حال الميت

مدی خوف اور خجالت اور الم اور ندامت کی کیا کیا گذرتا ہوگا یہہ ہی حال میت کا ہو دنیا کی لذتون پر

المغتر بلذات الدنيا المطمئن اليها قبل نزول عذاب القبر عند موته واما من احترز عن شهوات الدنيا واشتغل

اطمینان سی بہولا ہوا تہا عذاب قبر سی پہلی موت کی وقت ہوگا اور جو شخص دنیا کی شہوات سی الگ اور طاعات مین مصروف رہتا ہا

بالطاعات ولم يكن له انس الا بذكر الله تعالى فيكون حاله كحال من كان محبوسا في مكان ضيق مظلم ففتح له

اور اوسکو سوا یاد الہی کی کوئی انس نہ تہا سو اوسکا حال ایسا ہوگا جیسی کوئی تنگ تاریک مکان مین قید ہو پہر اوسکی لئی ایک دروازہ کہل جاوی

باب فخرج منه الى بستان واسع لا يرى منتهاه وفيه انواع الاشجار والازهار والطيور والثمار والحياض

اوسمین سی ایک بڑی وسیع باغ مین چلا جاوی جسکی کچہہ اور نظر نہ آتی ہو اور اوسمین قسم قسم کی درخت اور پہول اور پرند اور میوی اور حوضین

والانهار فعلى هذا ينبغي للعاقل ان يقبل على نفسه ويقول لها يا نفس اما تعرفي ان بين يديك الجنة والنار

اور نہرین ہون اس صورت مین عاقل کو لازم ہی کہ متوجہ ہو کر نفس سی کہی ای نفس کیا تجہکو خبر نہین کہ تیری آگی بہشت ہی اور دوزخ

وانت ذاهب الى احدهما عن قريب فما لك لا تستعد للموت وهو اقرب اليك من كل قريب فانك ان تراه

اور تو ان مین سی ایک مین جلدی جانیوالا ہی پہر تجہکو کیا ہوا کہ موت کا سامان نہین کرتا اور وہ ہر نزدیک شی سی نزدیک تر ہی اور اگر تو اوسکو گنتا ہی

بعيدا لكن الله تعالى يراه قريبا اذ قال ان الموت الذي تفرون منه فانه ملاقيكم وعسى ان يختطفك

دور سمجہی پر اللہ کی علم مین بہت پاس ہی کیونکہ فرماتا ہی بیشک موت جس سی تم بہاگتی ہو سو وہ تمسی ملتی ہی اور شاید تجہکو آج آدبادی یا کل

اليوم او غدا فانه اذا جاء يجيء بغتة من غير تقديم رسول وليس لمجيئه سن معين ولا وقت معلوم لا في

سو یہہ جب آنیگی ناگاہ آنیگی سی کوئی ایلچی نہ آنیگا کیونکہ اوسکی آنی کا نہ کوئی سال مقرر ہی اور نہ کوئی وقت معلوم ہی اور نہ موسم گرمی کا

الصيف ولا في الشتاء ولا في الليل ولا في النهار ولا في الصبي ولا في الشاب بل كل نفس من انفاسك يمكن ان يجي

جاڑی کا اور نہ رات اور نہ دن اور نہ لڑکپن اور نہ جوانی بلکہ ہر وقت تیری اوقات مین سی ممکن ہی کہ ناگاہ

فيه فجأة ولو لم يجيء الموت فيه فجأة وهو يفضي الى الموت فما اعجب غفلتك عنه اما تتامل قوله تعالى اقترب للناس

موت آجاوی اور اگر موت ناگاہ نہ آوی تو مرض ناگاہ پیدا ہو جاوی وہ ہی موت تک لیجاوی اسمین تجہکو عجب غفلت ہی کیا تو اس آیت مین غور نہین کرتا نزدیک

حسابهم وهم في غفلة معرضون وما اعجب حالك انك تدعي الايمان بلسانك واثر النفاق ظاهر عليك فان

آگئی ہی لوگون کو حساب کا وقت اور وہ بیخبری مین ٹلی ہوئی ہین اور تیرا عجب حال ہی کہ زبانی تو ایمان کا دعوی کرتا ہی اور نفاق کا نشان تیری حال سی ظاہر ہی کیونکہ تیرا

سيدك ومولاك قد تكفل لك في امر الدنيا حيث قال وما من دابة في الارض الا على الله رزقها وانت تكذبه

سید اور مولی دنیا کی خرچ برچ کا ذمہ دار ہو چکا ہی کیونکہ فرماتا ہی اور کوئی نہین پاؤن چلنی والا زمین پر مگر اللہ پر ہی اوسکی روزی اور تو اوسکو

بافعالك وتتكالب عليه تكالب المدهوش المستهتر ووكل امر الآخرة الى سعيك حيث قال وان ليس للانسان

اپنی حرکات سی جہٹلاتا ہی اور اوسی پر دیوانہ بنا جاتا ہی جیسی مدہوش چہل بلہ اور اوسی آخرت کی معاملہ کو تیری سعی پر حوالہ کیا ہی کیونکہ فرماتا ہی اور یہہ کہ آدمی کو

فاسعى وانت تعرض عنها اعراض المغرور المستحقر وليس هذا من علامات الايمان فلو كان الايمان باللسان
جو کہا یا اور تو اسمیں سستی اور بے پروائی کرتا ہے جیسے مغرور حقارت کرنیوالا اس سے منہ پھیرتا ہے اور یہ بات ایمان کی علامت نہیں ہے پس اگر ایمان کا زبانی دعوی
يكفي فلماذا يكون المنافقون في الدرك الاسفل من النار فما اجرأتك على معصية الله تعالى ان كان مع اعتقادك
کفایت کرتا تو منافق لوگ دوزخ کی تہہ میں کیوں جاتے پس خدا تعالی کی معصیت پر تیری کیا ہی جرات ہے اگر تو یہ اعتقاد کرتا ہے
انه تعالى لا يراك فما اعظم كفرك وان كان مع علمك بانه تعالى يراك فما اشد وقاحتك وما اشد حماقتك
کہ اللہ تعالی تجھکو نہیں دیکھتا تو تیرا کتنا بڑا کفر ہے اور اگر تو یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالی دیکھتا ہے تو تیری کیا ہی بڑی قباحت ہے اور کیسی سخت حماقت ہے
فباي جسارة تتعرض لمقته وغضبه وشديد عقابه واليم عذابه افتظن انك تطيق عذابه وعقابه
پس تو کس دلیری پر خدا کی بغض اور غضب اور عقاب بد اور دردناک عذاب کی سامنے آتا ہے کیا تو یوں جانتا ہے کہ اوسکی عذاب اور عقاب کو
هيهات هيهات كانك لا تؤمن بيوم الحساب فان يهوديا لو اخبرك في الذ اطعمتك انه يضرك في مرضك
سہیگا افسوس افسوس تو تو گویا قیامت کی دن پر ایمان ہی نہیں لایا کیونکہ ایک یہودی اگر تجھی مرغوب سی مرغوب طعام کو کہدے کہ اس مرض میں یہ تجھکو نقصان
لصبرت عنه وتركته افكان قول الله تعالى في كتبه المنزلة وقول الانبياء المؤيدين بالمعجزة اقل عندك
دیگا تو البتہ اوس پر صبر کرے اور کہانا چہوڑ دے پس گویا اللہ تعالی کا فرمودہ منزل کتابوں میں اور انبیا کا ارشاد جنکو معجزہ سی تائید ہوئی ہے تیری نزدیک
تاثيرا من قول يهودي يخبرك عن ظن وتخمين مع نقصان عقل ودين بل لو اخبرك طفل من الاطفال بان
یہودی کی قول سی جو گمان اور اٹکل سی کہتا ہے تاثیر میں کمتر ہے باوجودیکہ نہ اوسکی عقل درست ہے اور نہ دین بلکہ اگر تجھی ایک بچہ یہ کہدی کہ
في ثوبك عقربا لرميت ثوبك في الحال من غير توقف ولا سؤال افكان قول الانبياء والعلماء اقل عندك من
تیری کپڑی میں بچھو ہے تو تو ترت بلا تامل اپنی کپڑی پہینکدی نہ سوچی نہ پوچھی اب انبیا اور علما کا قول تیری نزدیک بچہ کی قول سی کمتر ہے
قول صبي وصار نار جهنم واغلالها وافاعيها وعقاربها احقر عندك من عقرب لا تحس بالمه الا يوما
یا دوزخ کی آگ اور زنجیریں اور سانپ اور بچھو تیری نزدیک اسی بچھو سی جسکی لہر فقط ایک دن
او اقل منه فان كنت تعرف جميع ذلك وتؤمن به فما بالك تشتغل بالشهوات وتسوف العمل والموت بالمرصاد
یا کمتر ہوتی ہے کمتر ہیں اب اگر تو یہ تمام باتیں جانتا ہے اور یقین کرتا ہے پہر تجھکو کیا ہوا کہ شہوات میں مشغول رہتا ہے اور نیک عمل میں تاخیر کرتا ہے اور موت تیری
فلعله يختطفك من غير مهل فبماذا امنت من استعجاله فكم من مستقبل يوما لم يستكمله وكم من مؤمل غدا لم
داؤ میں ہے شاید کہ وہ تجھکو ابھی اچک لے پہر تجھکو اوسکی جلدی سے کیا بچاؤ ہے سو اکثر صبح کرنیوالے ان پورا نہیں کرنے پاتے اور اکثر اگلی دن کی امیدوار وہ
يبلغه وعلى تقدير انك وعدت بالامهال مائة سنة واخرت العمل الى آخرها فما ظنك ان من لم يطعم الدابة
ان نہیں پکڑ سکتی اور مانا کہ تجھکو سو برس کی عمر کا وعدہ دیا ہے اور تو آخر تک عمل میں تاخیر کرتا رہا اب تو کیا کہتا ہے کہ جو شخص اپنی ٹٹو کو کہانا دانہ
الا في حضيض العقبة هل تقدر على قطع العقبة بها وهل المانع عن المبادرة والباعث على التسويف غير
کبھی نہ دیوی سوا ہی دامن کوہ کی کیا وہ اتنی طاقت رکہتا ہی کہ اوس ٹٹو پر پہاڑ پر چڑہ جاوی اور ترت عمل کرنی سی باز رہنی کا اور آج کل کرتے رہنی کا اور کیا سبب ہی سوا تیری
عجزك عن مخالفة هواك في الحال لما فيه من التعب والمشقة وهل تجد يوما يأتيك ولا يعسر فيه مخالفة الهوى هذا يوم
کہ تو اپنی خواہش کی خلاف نہیں کر سکتا کیونکہ اسمیں دشواری اور مشقت ہوتی ہی کیا تجھکو کوئی ایسا دن معلوم ہی جسمیں ہوا و ہوس کی مخالفت دشوار نہو گی ایسا دن تو
لم يخلقه الله تعالى ولا يخلقه الا في الجنة والجنة محفوفة بالمكاره والمكاره لا تكون خفيفة على النفوس
اللہ تعالی نی کوئی نہیں پیدا کیا اور نہ پیدا کریگا سوائی جنت کی اور جنت کی چاروں طرف مکارہ ہیں اور مکارہ نفس کو کبھی خوش نہیں آتی
فهذا محال وجوده فان كنت لا تفهم هذه الامور الجلية وتركن الى التسويف فاي حماقة تزيد على هذه
یہ محال ہی ہرگز نہیں ہو سکتا پہر اگر تو ایسی ظاہر مقدمات کو نہیں سمجھتا اور عمل میں درنگ کئی جاتا ہی اب کونسی نادانی اس نادانی سی زیادہ ہو گی اور اگر

الحماقة وان كنت تعتمد على كرم الله تعالى وفضله فما بالك لا تعتمد على كرمه وفضله في امور دنياك اما

تجھکو اسکی کرم اور فضل پر بہروسہ ہی تو کیا وجہ ہی کہ دنیا کی کاروبار مین اسد تعالی کی کرم اور فضل پر بہروسا نہین کرتا ـ بہلا

تستعد للشتاء بقدر طول مدته فتجمع له القوت والحطب والكسوة وغيرها من اللوازم ولا تتكل على فضل الله و

کیا تو جاڑی کی لئی بقدر موسم کی تیاری نہین کرتا کہانا اور ایندہن اور پوشاک وغیرہ ضروریات جمع کرتا ہی اور اسد تعالی کی کرم اور فضل پر بہروسہ

كرمه حتى يدفع عنك برد الشتاء من غير جبة ونحوها فانه قادر على ذلك افتظن ان برد زمهرير جهنم

نہین کرتا تاکہ اسد تعالی یون ہی جاڑی کی سردی بغیر جبہ وغیرہ کی دفع کردی کیونکہ اسد تعالی کو یہہ بہی قدرت ہی کیا تجہکو یہہ خیال ہی کہ جہنم کی زمہریر کی جاڑی کی

اخف بردا واقل مدة من برد زمهرير الشتاء ام تظن انك تنجو منهما من غير سعي هيهات هيهات فان برد الشتاء

ٹہر سی ہلکی ہی اور تہوڑی دنون ہوگی یا تجھکو یہہ خیال ہی کہ دونون سی بی محنت بچ رہی گا کبہی نہین کبہی نہین بیشک جاڑی کی ٹہر

كما لا يندفع عنك الا بالجبة والحطب وسائر اللوازم كذا لا يندفع عنك حر نار جهنم وبرد زمهريرها الا بالتحصن

جیسی بدون جبہ اور ایندہن وغیرہ لوازم کی دفع نہین ہوتی ایسی ہی دوزخ کی گرمی اور زمہریر کی ٹہر ہرگز نہین جاتی بدون پناہ لینی

بحصن الطاعات والعبادات مع ترك المنكرات وانما كرم الله تعالى وفضله في ان يعرفك طريق التحصن لا في ان يدفع

طاعات اور عبادات کی منکرات کو چہوڑ کر اور اسد تعالی کا کرم اور فضل یہہ ہی کہ تجہکو طریقہ پناہ کا بتادیا یہہ نہین ہی کہ اوسکی تکلیف

عنك العذاب بدون التحصن فان كرم الله تعالى وفضله في دفع برد الشتاء عنك ان يخلق لك النار و

بدون پناہ کی دور کردی بیشک اسد تعالی کا کرم اور فضل جاڑا دفع کرنی کی بابت مین یہہ ہی کہ تیری لئی آگ پیدا کردی اور

يهديك طريق استخراجه من بين الحجر والحديد حتى تدفع عن نفسك برد الشتاء فكما ان شري الجبة والحطب

اوسکو چقماق سی نکالنی کا طریقہ ہدایت کردیا کہ اپنی جان سی خنکی جاڑی کی دفع کری پر جیسی جبہ اور ایندہن

وسائر اللوازم مما يستغني عنه خالقك ومولاك وانما تشتريه لنفسك اذ جعله سببا لاستراحتك كذلك

اور اور تمام لوازم کی تیری خالق اور مولی کو کچہہ پرواہ اور حاجتمندی نہین ہی صرف تو ہی اپنی جان کی فائدہ کو خرید لیتا ہی کیونکہ اسمین تیرا آرام ہی ایسی ہی

طاعتك ومجاهدتك مما يستغني عنها خالقك ومولاك وانما هي طريق نجاتك من عذاب اليم ووصولك

تیری طاعت اور عبادت کی تیری خالق اور مولی کو پروا نہین ہی عذاب الیم سی نجات کا یہہ ہی طریقہ ہی اور عیش دائمی کا وسیلہ

الى النعيم المقيم فمن احسن فلنفسه ومن اساء فعليها والله غني عن العلمين ولعلك تقول لا يمنعني

جسنی بہلائی کی تو اپنی جان کی لئی اور جسنی برا کیا تو اپنی نقصان کو اور اسد بی پرواہی عالمین کی اور شاید تو کہی گی کہ مجہکو راست کی

عن الاستقامة الا حرصي على لذة الشهوات وقلة صبري على الالام والمشقة فان كنت صادقا في ذلك

بجز حرص مزہ داری شہوت کی اور سوای بی صبری الم اور مشقت کی کوئی نہین روکتا اب اگر تو اسمین سچا ہی تو تیری کتنی بڑی

فما اشد حمقك وما اقبح عذرك فان شهوات الدنيا فانية سريعة الزوال غير خالية عن الكدورات في

نادانی ہی اور کیا برا عذر ہی کیونکہ دنیا کی شہوت تو فانی ہی ابہی ہو چکین گی اور کبہی کسی وقت مین کدورت سی خالی نہین ہین

حال من الاحوال فما بالك لا تطلب الدخول في الجنة للتنعم فيها بالشهوات الباقية الدائمة الصافية عن

اب تیرا کیا عجب حال ہی کہ جنت مین جانا طلب نہین کرتا تاکہ اوسمین عیش کماکری شہوات باقیہ دائمی ہر طرح کی کدورت سی ہمیشہ کو صاف

الكدورات في جميع الاحوال فان الاخرة خير وابقى فاستعد للاخرة على قدر بقائك فيها فان بضاعتك

کیونکہ آخرت بہتر اور رہنی والی ہی اب تو آخرت کا سامان جبتک کہ تو وہان رہی تیار کر بیشک تیرا سرمایہ

ايام عمرك وقد ضيعت اكثرها وما بقي منها الا ايام معدودة فلو اتجرت بما بقي ربحت وان ضيعت البقية

زندگی کی دن ہین سو تو اکثر کھو چکا ہی اوسمین سی چند روز باقی رہ گئی ہین پہر اوس بقیہ مین اگر تجارت کریگا تو فائدہ ہوگا اور اگر باقی کو بہی کہو دیا

واستمررت على عادتك القديم خسرت خسرانا مبينا فانتبه يا مسكين من نوم الغفلة فان الموت موعدك

اور اپنی قدیم عادت پر چلتا رہا تو خوب ظاہر ٹوٹا ہوویگا پس ای مسکین غفلت کی نیندسی آنکھیں کہول بیشک موت تیرا وعدہ ہی

والقبر بيتك والتراب فراشك والفزع الاكبر امامك وعسكر الموتى في خارج البلد ينتظرونك وكلهم

اور گور تیرا گہر ہی اور مٹی تیرا بچھونا ہی اور بڑا خوف تیری سامنی ہی اور مردون کا لشکر شہر سی باہر تیرا منتظر ہی وہ سب

الوا بالايمان المغلظة ان لا يرجعوا من مكانهم حتى ياخذوك ويضموك الى انفسهم اما تعلم انهم تمنوا

سخت سخت قسمیں کہا ای ہوی ہیں کہ جبتک تجھکو اپنی ساتھ ملا دینگی یا تجھی خبر نہیں کہ وہ ایک گہڑی کیواسطی دنیا میں آنیکی آرزو کرتی ہین

الرجعة الى الدنيا يوما ليشتغلوا فيه بتدارك ما فرط منهم وانت تضيع ايامك وتظن انهم دعوا الى الاخرة

تاکہ اپنی تقصیر کا عوض ادا کرین اور تو اپنی اوقات ضایع کرتا ہی تو یہہ خیال کرتا ہے کہ وہ تو آخرت میں بلائی گئی ہیں

وانت من الخالدين هيهات هيهات فانك في هدم عمرك منذ خرجت من بطن امك تبني على ظهر الارض

اور تو ہمیشہ یہاں رہیگا کبہی نہیں کبہی نہیں کیونکہ تو اپنی عمر جب سی ماں کی پیٹ سی پیدا ہوا ہی برباد کئی جاتا ہی زمین پر محل چنواتا ہی

قصرك وعن قريب يكون بطنها قبرك تفرح كل يوم بزيادة مالك ولا تحزن بنقصان عمرك تعرض عن الاخرة

اور عنقریب زمین کا گڑہا تیری قبر ہوگی ہر روز مال بڑہنی سی خوش ہوتا ہی اور عمر گہٹنی کا تجھکو کچھ غم نہیں ہی آخرت سی منہہ پہیرتا ہی

وهي مقبلة عليك وتقبل على الدنيا وهي معرضة عنك فما اعجب حالك انك مع كونك مرتكبا لانواع

اور وہ سامنی چلی آتی ہی اور تو دنیا پر متوجہ ہو رہا ہی اور وہ تجھسی الگ ہوتی جاتی ہی تیرا بہی عجب حال ہی باوجودیکہ سب قسم کی گناہ کئی جاتا ہی

الخطايا لا تجتهد في عمارة اخرتك بل تشتغل بعمارة دنياك كانك غير مرتحل عنها فاحذر يا مسكين

آخرت کی درستی میں ذرہ کوشش نہیں کی بلکہ دنیا کی درستی میں ایسا لگا ہوا ہی گویا کبہی نہیں مریگا سو ڈر اپنی جان برای مسکین

يوما الى الله تعالى على نفسه ان لا يترك فيه عبدا امره في الدنيا ونهاه فيها حتى يسئله عن عمله قليله و

تو سلسی کہ جاویگا تو خدا کی طرف کہ وہ اوس دن میں کسی قوم مکلف کو باقی نچہوڑیگا یہان تک کہ اوسکی تمام اعمال کی پرسش کریگا تہوڑا ہو

كثيره دقيقه وجليله خفيه وجليه فانظر ايها الغافل باي قلب تقف بين يديه وباي لسان تجيب

یا بہت ادنی ہو یا اعلی پوشیدہ ہو یا ظاہر سو دیکہہ تو ای غافل کیا منہہ لیکر سامنی کہڑا ہوگا اور کس زبان سی اوسکی سوال کا

عن سواله واعدد للسوال جوابا وللجواب صوابا واصرف بقية عمرك الى العمل الصالح في ايام قصار لايام

جواب دیگا سوال کا جواب تیار کرکہ جواب باصواب اور بچتی عمر چہوٹی چہوٹی دنوں میں بڑی بڑی دنوں کی

طوال في دار الفناء لدار البقاء فان قلت ان نفسي لا تطاوعني على المجاهدة والمواظبة على الطاعات فما سبيل

واسطی دار فنا میں دار بقا کی واسطی اچہی نیک کام مین صرف کر اگر تو یہہ کہی کہ میرا نفس مجاہدہ کو اور دائمی طاعات کو نہیں مانتا پہر اسکا

معالجتها فاعلم ان انفع اسباب علاجها على ما ذكره الامام الغزالي في الاحياء ان تختار صحبة عبد يجاهد

کیا علاج تو سمجہہ لی کہ اسکا بڑا مفید علاج تو موافق بیان امام غزالی کی احیاء العلوم مین یہہ ہی کہ تو صحبت ایسی شخص کی اختیار کری جو طاعت الہی مین مجاہدہ

في طاعة الله تعالى وتلاحظ احواله وتقتدي به لكن هذا العلاج متعذر في هذا الزمان لفقد من يجتهد

کرتا ہو اور اوسکی حالات کو ملاحظہ کرکر اوسکی پیروی کری پر یہہ علاج اس زمانہ میں دشوار ہی کیونکہ ایسا شخص

في العبادة اجتهاد الاولين فدعلاج انفع لك في هذا الزمان من سماع احوالهم ومطالعة اخبارهم وما كانوا

جو متقدمین کی وضع پر عبادت میں مجاہدہ کرتا ہو نہیں ملتا سو اب تیری لئی مفید علاج اس زمانہ میں اونکی حالات سننی کی برابر اور اخبار دریافت کرنی کی سوا کوئی نہیں ہی

فيه من الجهد الجهيد قد انقضى تعبهم وبقي ثوابهم ونعيمهم لا ينقطع ابد الاباد وما اشد حسرة من لا يقتدي

کہ وہ کیا کیا دشوار مجاہدہ کرتی تہی اور بیشک اونکی محنت تو ہو چکی اور ثواب اور عیش باقی رہ گیا جو کبہی تمام نہوگا اور کتنی بڑی حسرت اوٹہاویگا جو اونکی پیروی نہیں کرتا

يهم فيمنع نفسه اياها فلا تنل شهوات مكدرة يأتيه الموت ويحال بينه وبين ما يشتهيه فعليك ان تطالع

کہ اپنی نفس کو چند روز مکدر شہوت سی باز رکہی پہر اوسکو موت شہوت سی روک دیگی سو تجھکو چاہیے

احوال الصحابة والتابعين ومن بعدهم من المجاهدين وبالوقوف على احوالهم يستبين لك بعدك وبعد

اور تابعین اور اونکی بعد کی مجاہدین کی احوال کا مطالعہ پر ضروری اور انکا حال دیکہکر تجہہ پر یہہ کہل جاویگا کہ تو اور تیری زمانہ کی لوگ

اهل عصرك عن اهل الدين فان حدثتك نفسك وقالت انما يتيسر الخير في ذلك الزمان لكثرة الاعوان

دینداروں سی کتنا الگ ہیں پہر تیرا نفس اگر وسوسہ سی یہہ کہی کہ خیر اور عبادت اوسہی زمانہ مین ہوسکتی تہی کیونکہ اسباب بہت تہا

واما في هذا الزمان فان خالفت اهل عصرك يسخرون بك ويقولون انه مجنون فوافقهم فيما هم فيه فلا

اور اب یہہ زمانہ اب اگر تو اہل عصر کی خلاف کریگا تو وہ مسخرہ سا کر باؤلا کہدینگی سو اونکی موافق جو وہ کرتی ہیں کئی جا

يجري عليك الا ما يجري عليهم والبلية اذا عمت طابت فاياك ان تتدلى بحبل غرورها وتتخدع

جو اونکا حال سو تیرا حال مرگ انبوہ جشن ہوتا ہی سو تو بچتی رہنا اسکا حیلہ اور فریب اور مکر اور مزورس آجاوی

بتذويرها وقل لها ارأيت لو هجم سيل يغرق كل من صادفه وثبت اهل البلد على مكانهم ولم يأخذوا حذرهم

تو اوسکو یہہ جواب دی کہ اگر پانیکی ایسی رو چڑہ آوی کہ جو سامنی آوی سو ڈوبی اور ایک گانو والی اسی جگہہ پر ٹہری رہیں اور اپنا بچاؤ نکریں

ولانت تقدر على ان تفارقهم وتركب سفينة وتخلص بها من الغرق فهل يختلج في قلبك ان المصيبة

اور تجھکو اتنی قدرت ہووی کہ اونسی الگ ہوکر کشتی پر سوار ہوکر ڈوبی سی بچ جاوی اب یہی تیری دل میں یہہ خدشہ آوی گا کہ مرگ انبوہ جشن ہوتا ہی

اذا عمت طابت ام تترك موافقتهم وتستجهلهم في صنيعهم وتأخذ حذرك مما دهاك فاذا كنت لا تترك

یا اونکا ساتہ چہوڑکر اس حرکت سی اونکو نادان بتاویگا اور اوس روسی اپنا بچاؤ کریگا پہر اگر تو ڈوبی کا مارا اونکا ساتہہ چہوڑتا ہی

من الغرق بعد الغرق لا يتمادى الا ساعة من ليل او نهار فكيف لا تهرب من عذاب الابد وانت متعرض له وكا

اور حال یہہ ہی کہ ڈوبنی کی تکلیف مدت یا دل مین بجز ایک ساعت کی زیادہ نہین ہوتی پہر دائمی عذاب سی کیوں نہین بچتا اور تو ہر وقت اوسکی سامنی چلا آتا ہی

حال ومن اين تطيب المصيبة اذا عمت فان الكفار لم يهلكوا الا بموافقة اهل زمانهم حيث قالوا

اور مرگ انبوہ کہیں جشن ہوتا ہی بیشک کفار اہل زمانہ کی موافقت ہی سی ہلاک ہوئی ہین کیونکہ یہی کہتی تہی

انا وجدنا آباءنا على امة وانا على آثارهم مقتدون فاياك ثم اياك ان تنظر الى اهل عصرك ومن مضى

ہمنی اپنی باپ دادی ایک راہ پر پائی اور ہم اونہیں کی قدموں پر چلتی ہین سو بچنا پہر بچنا اہل زمانہ پر اور جو پہلی گذر گئی ہین نگاہ کرنا

قبلك فانك ان تطع اكثر من في الارض يضلوك عن سبيل الله نسأل الله ان يعصمنا من

بیشک اگر تو اکثر زمین کی باشندوں کی اطاعت کریگا تو اللہ کی راہ سی بہکا دیگی خدا سی دعا ہی کہ ہمکو گمراہی سی بچاوی

المجلس الخامس والستون في بيان حث الامة على التوبة ووجوبها على الفور

پینسٹہواں مجلس امت کو توبہ پر رغبت دلانی میں اور واجب ہونا توبہ کا فی الفور اور توبہ کی تحقیق

بالمعاني الثلثة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ايها الناس توبوا الى الله فاني اتوب اليه

باعتبار تینوں معانی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ای لوگو اللہ کیطرف توبہ کرو کیونکہ مین طرف اللہ کی

في اليوم مائة مرة هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه الاغر المزني وفيه حث الامة على التوبة لانه عليه

ہر روز سو بار توبہ کرتا ہوں یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی اغر مزنی کی روایت سی اور اسمیں امت کو توبہ پر ترغیب ہی اسلئی کہ نبی علیہ السلام

اذ كان يتوب في اليوم مائة مرة مع عظم شانه وكونه معصوما فكيف لا يشتغل بالتوبة ليلا ونهارا

ہر روز سو بار توبہ کرتی تہی باوجود اسی ترکت کی معصوم ہوکر پہر کیونکر رات دن توبہ کرتا ہے

من يدنس جريدة أعماله بالذنب مرة بعد أخرى لكن ينبغي أن يعلم أن التوبة لا تتحقق إلا بثلاثة أمور

اسکا نامۂ اعمال پے درپے گناہوں سے سیاہ ہوتا رہتا ہے لیکن سمجھنے کی بات ہے کہ توبہ بدون ان تین امور مرتبہ کے نہیں ہو سکتی ہے

مرتبة علم وحال وعمل فالعلم أول والحال ثان والعمل ثالث وذلك لأن العبد إذا عرف عظم ضرر الذنوب

علم اور حال اور عمل اول مرتبہ علم ہے دوسرا مرتبہ حال ہے تیسرا مرتبہ عمل ہے اور یہہ اسلئے کہ آدمی جب یہہ معلوم کرتا ہے کہ گناہ سے بڑا ہی

وكونها حجابا بينه وبين محبوبه في الآخرة يحصل من هذه المعرفة في قلبه تألم ويسمى تألمه هنا ندما

نقصان ہوتا ہے اور گناہ آخرت میں میرے اور محبوب کے بیچ میں مثال پردہ کے ہو جاویگا تو اس معرفت سے اوسکے دل میں الم پیدا ہوتا ہے اور اس الم کو ندامت کہتے ہیں

فالمعرفة علم والندم حال حصل من العلم فإذا غلب هذا الندم على القلب يحصل منه فيه قصد إلى فعل له

پس یہہ معرفت تو علم ہے اور یہہ ندامت حال ہے کہ اس معرفت سے پیدا ہوتا ہے پھر یہہ ندامت جب دل پر غالب ہو جاتی ہے تو دل میں ایسے کام کا ارادہ آتا ہے

تعلق بالحال والاستقبال والماضي أما تعلقه بالحال فبترك الذنوب وأما تعلقه بالاستقبال فبالعزم

جسکو زمانہ حال اور استقبال اور گذشتہ سے لگاؤ ہوتا ہے پھر زمانہ حال سے یہہ علاقہ ہوتا ہے کہ گناہ سے باز رہتا ہے اور استقبال سے یہہ علاقہ ہے کہ عزم کرتا ہے

على تركها إلى آخر العمر وأما تعلقه بالماضي فبتدارك ما فات بالجبر والقضاء إن كان قابلا للجبر والقضاء

کہ عمر بھر پھر گناہ نہ کریگا اور زمانہ ماضی سے یہہ علاقہ ہے کہ جو بات فوت ہو گئی ہے اوسکا عوض اور قضا کرے اگر قابل عوض اور قضا کے ہو

وهذا الفعل عمل حصل من الندم الحاصل من العلم والمراد من العلم ههنا الإيمان واليقين بأن الذنوب سموم

پس یہہ فعل عمل ہے کہ ندامت سے حاصل ہوا اور وہ ندامت علم سے پیدا ہوئی اور یہاں علم سے مراد ایمان اور یقین ہے کہ گناہ آخرت میں زہر قاتل ہوتے ہیں

مهلكة في الآخرة ونور هذا الإيمان إذا أشرق على القلب يثمر نار الندم لأنه يبصر بإشراق نور الإيمان عليه أنه

اور اس ایمان کا نور جب دل پر چمکتا ہے تو ندامت کی آگ بھڑک اوٹھتی ہے کیونکہ ایمان کی نور سے جو اوسپر چمکتا ہے ظاہر دیکھتا ہے کہ اپنے محبوب سے الگ رہ گیا

صار محجوبا عن محبوبه فيشتعل نار المحبة فيه فينبعث بتلك النار إرادة وقصد إلى الفعل المتعلق بما ذكر

اب محبت کی حرارت شعلہ زن ہوتی ہے اور اس حرارت کی زور سے اس فعل کا ارادہ پیدا ہوتا ہے جو اوقات مذکورہ حال اور استقبال اور ماضی سے

من الحال والاستقبال والماضي فالعلم والندم والقصد إلى الفعل المذكور ثلاثة معان يطلق اسم التوبة على مجموعها

متعلق ہے سو علم اور ندامت اور ارادہ فعل مذکور کا یہہ تین امور ہیں اس مجموعہ کو توبہ کہتے ہیں

وإذا تحققت هذه المعاني الثلاثة يتحقق التوبة وكثيرا ما يطلق اسم التوبة على الندم وحده ويجعل العلم كالمقدمة

جب یہہ تینوں امر موجود ہوتے ہیں تو توبہ بیشک ہوتی ہے اور اکثر اوقات توبہ صرف ندامت کو کہدیتے ہیں اور علم کو اوسکا مقدمہ ٹھہراتے ہیں

والفعل المذكور كالثمرة وبهذا الاعتبار قال النبي عليه السلام الندم توبة إذ لا يخلو الندم عن علم يوجبه ويثمره

اور فعل مذکور کو ثمرہ جانتے ہیں اور اسی اعتبار سے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے ندامت ہی توبہ ہے اسلئے کہ ندامت بدون علم کے کہ باعث اور موجد ہے اور

وعن عزم يتبعه ويتلوه فيكون الندم محفوفا بطرفيه أحدهما ثمرته والآخر مثمره ثم إن التوبة واجبة على جميع

بدون عزم کے کہ اوسکے پیچھے لازم ہونا ہے نہیں ہوتی سو اب ندامت دونو طرف سے گھری ہوتی ہے ایک طرف ثمرہ اور دوسری طرف باعث اور موجد ہوتا ہے پھر بیشک توبہ تمام

المؤمنين على الفور أما وجوبها على الجميع فلقوله تعالى وتوبوا إلى الله جميعا أيها المؤمنون ولقوله تعالى يا أيها الذين

مسلمانوں پر بالفعل فی الفور واجب ہے وجوب توسبکی اس آیت سے ثابت ہے اور توبہ کرو اللہ کی طرف سب ملکر اے ایمان والو اور اس آیت سے اے ایمان والو

آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحا وظاهر هاتين الآيتين يدل على أن التوبة واجبة على كل أحد من المؤمنين

توبہ کرو اللہ کی صاف دل کی توبہ اور ظاہر معنی ان دونوں آیتوں کی یہہ ہی دلالت کرتی ہیں کہ توبہ ہر ہر شخص مؤمن پر واجب ہے

لورود الأمر فيهما على العموم ونور البصيرة أيضا يرشد إلى ذلك لأن معنى التوبة الرجوع عما لا يرضاه الله تعالى

کہ امر ان دونو آیتوں میں سبکو عام ہے اور دل کی روشنی بھی یہہ ہی گواہی دیتی ہے اسواسطے کہ توبہ کے معنی اللہ تعالی کی نارضامندی سے

الى رياضة وذلك لا يتصور الا من العاقل والعقل لا يكمل الا بعد كمال الشهوة والغضب وسائر الصفات ال
رضامندی کی طرف رجوع کرنا اور یہ امر صرف عاقل ہی سے ہو سکتا ہے اور عقل کامل نہیں ہوتی بعد اس کے کامل ہونے قوی شہوانی و غضبی اور تمام اوصاف مذکورہ کی
التي هي وسائل الشيطان الى اغواء الانسان فان الشهوة من جنود الشيطان والعقل من جنود الملئكة ولم
جو گمراہ کرنے کے لئے انسان کی شیطان کی وسیلے ہیں کیونکہ شہوت شیطان کا لشکر ہے اور عقل فرشتوں کا لشکر ہے اور ایسا
في الوجود انسان الا وشهوته التي هي عدة الشيطان متقدمة على عقله الذي هو عدة الملئكة فيكون الرجوع
انسان کوئی نہیں ہے جس کی شہوت جو شیطانی سامان ہے عقل پر کہ فرشتوں کا سامان ہے مقدم نہ ہو سو اب امور سابقہ سے جو شہوات کی
عما سبق من مساعدة الشهوات ضروريا في كل انسان بعد البلوغ لان من بلغ كافرا جاهلا لدين الاسلام يجب
مددگاری میں باز رہنا ہر انسان کو بلوغت کی دلو میں ضروری ہے اسلئے کہ جو شخص حالت کفر میں اسلام سے ناواقف بالغ ہو گیا تو اوس پر
عليه التوبة عن كفره وجهله بتعلم ما يحصل به الاسلام ومن بلغ مسلما تبعا لابويه غافلا عن حقيقة الاسلام
تو اپنی کفر اور جہالت سے واجب ہے کہ وہ باتیں سیکھے جن سے اسلام حاصل ہووے اور جو شخص ماں باپ کی ساتھ حالت اسلام میں بالغ ہوا ہے جو اسلام کی حقیقت سے
يجب عليه التوبة عن غفلته بفهم معنى الاسلام اذ بعد البلوغ لا يفيده اسلام ابويه شيئا ما لم يسلم بنفسه
تو اوس پر تو بہ اس غفلت سے واجب ہے کہ اسلام کی معنی خوب سمجھے اسلئے کہ بالغ ہو کر ماں باپ کا اسلام اسکے حق میں کچھ مفید نہیں ہے جب تک خود مسلمان نہ ہووے
فاذا فهم معنى الاسلام بعد البلوغ يجب عليه الرجوع عن عادته والفه بالاسترسال في الشهوات والعادات وهو اشد
پھر جب بالغ ہو کر معنی اسلام کی سمجھ چکا تو اوس پر باز آنا اپنی عادات اور الفت سے کہ شہوات وغیرہ عادات میں ہے جاری ہو رہا ہے واجب ہے اور اس قسم کی توبہ
ابواب التوبة وفيه هلاك اكثر الخلق لعجزهم عنه لان الشهوة تكمل في الصبي قبل البلوغ وكمال العقل فيكون
سب قسموں کی نسبت دشوار ہے اسمیں اکثر خلقت عاجز ہو کر ہلاک ہو گئی ہے اسلئے کہ شہوت لڑکپن میں بلاغت اور کمال عقل سے پہلے مستحکم ہو جاتی ہے سو
جند الشيطان في الابتداء مستوليا على مملكة القلب ويقع للقلب انس والف بمقتضيات الشهوات والعادات
شیطانی لشکر پہلے ہی دل کی ولایت کو مغلوب کر لیتا ہے اور دل کی اندر شہوات اور عادات کی محبت اور الفت پیدا ہو کر غالب آجاتی ہے
ويغلب فيه ذلك ويعسر عليه النزوع عنه ثم يلوح العقل الذي هو من حزب الله تعالى وجنده فان كان
اور دیر حالت سے اوس کو نکلنا دشوار ہوتا ہے پھر عقل کہ اللہ تعالی کا جتھا اور لشکر ہے ظاہر ہوتی ہے پھر اگر وہ کامل
قويا ينتهض لاسعاد عباد الله تعالى من ايدي اعدائه شيئا فشيئا على التدريج فيكون اول شغله قمع
اور قوی ہے تو واسطے چھوڑانے بندگان خدا کی دشمنوں کی ہاتھ سے آہستہ آہستہ بتدریج تیار ہوتی ہے پھر شیطانی لشکر کا اوکھاڑنا شہوتوں کو توڑ کر
الشيطان بكسر الشهوات ومفارقة العادات ورد الطبع على سبيل القهر الى العبادات ولا معنى للتوبة الا هذا وان لم
اور عادات کو چھوڑانا اور طبیعت کو بزور ہٹا کر عبادات پر لگانا اوسکا اول شغل ہے اور توبہ کی معنی سوا اسکی اور کچھ نہیں ہیں اور اگر وہ عقل کامل
يكن قويا تسلم مملكة القلب للشيطان وينجز اللعين وعده حيث قال لئن اخرتن الى يوم القيامة لاحتنكن ذ
اور قوی نہ ہووی تو دل کی مملکت شیطان کی حوالہ کر دیتی ہے اور وہ ملعون اپنا وعدہ پورا کرتا ہے چنانچہ کہتا ہے اگر تو مجھکو ڈھیل دے قیامت کی دن تک تو اوسکی اولاد کو
الا قليلا والمعنى انك ان اخرتني حيا الى يوم القيامة لاقودنهم حيث ما شئت
مگر تھوڑے سے اور مراد یہ ہے کہ اگر تو مجھکو جیتا چھوڑیگا قیامت تک تو بیشک اونکو جدھر چاہونگا کھینچ لیجاؤنگا
ولاستولين عليهم استيلاء قويا الا قليلا منهم وهم المخلصون من عباد الله الصالحين
اور بیشک اون پر غالب رہونگا مگر اونمیں سے تھوڑوں پر کہ وہ مخلص بندے اللہ کی اور صلحاء ہیں
وهذا كقول اللعين لازينن لهم في الارض ولاغوينهم اجمعين وانما عرف اللعين حصول ذلك المطلب له مع انه
اور یہ ایسا ہے جیسا کہ وہ ملعون کہتا ہے البتہ میں اونکو بہاری دکھاؤنگا زمین میں اور راہ سے کھو دونگا سب کو اور اس لعین حصول اس مطلب کا باوجودیکہ غیب داں نہیں ہے؟

يعلم الغيب استدلالا بما رأى فيهم من كون مبدء الشر متعددا ومبدء الخير واحدا اذ في نفس الانسان قوة بهيمية
اس دلیل سے سمجھ گیا کہ اوسنے دیکھا کہ آدمیوں کی اندر بدی کی اسباب تو بہت ہیں اور بھلائی کا سبب ایک ہی ہے کیونکہ انسان کی ذات میں قوت بہیمیہ
شهوانية وقوة سبعية غضبية وقوة وهمية شيطانية وهذه الثلثة مستولية عليه من اول الخلقة داعية
شہوانی . اور قوت سبعی غضبی اور قوت وہمیہ شیطانی ہے اور تینوں قوتیں ابتداء پیدائش سے اسپر غالب ہیں بلاتی ہیں شر کی طرف
له الى الشر وبعد هذه الثلثة فيه قوة عقلية ملكية وهي وان كانت داعية الى الخير لكنها انما تكمل بعد استيلاء
متوجہ رکھتی ہیں اور ان تین قوتوں کی بعد جو ہیں قوت عقلی ملکی ہوتی ہے اور یہ اگرچہ آدمیکو خیر کی طرف بلاتی ہے پر یہ قوت جب کامل ہوتی ہے کہ
الثلثة الاول على القلب فلما رأى اللعين فيه ذلك علم ان ما يريده يمكن حصوله فعلى هذا يكون التوبة فرض عين
وہ پہلی تینوں قوتیں دل پر غالب ہوجاویں جب شیطان ملعون نے انسان میں یہہ قوتیں دیکھیں تو جان گیا کہ میرا ارادہ ہوسکتا ہے اس بیان کی موافق ہر ہر شخص پر توبہ
على كل شخص ولا يتصور ان يستغني عنها احد من افراد البشر واما وجوبها على الفور فلما في تاخيرها من الاصرار
فرض عین ہے اور معلوم نہیں ہوتا کہ افراد انسان میں سے کوئی بھی اسکا حاجتمند ہو اور رہا توبہ کا کرنا فی الحال واجب ہونا سو اسلئے کہ تاخیر کرنی میں اصرار
المحرم الذي يتضاعف الذنوب به اذ يلزم بتاخيرها لحظة ذنب آخر واجب التوبة حتى قالوا يلزم بتاخير التوبة
حرام لازم آتا ہے یعنی ہٹ کرنا کہ جس سے گناہ دوگنے ہوتے چلے جاتے ہیں کیونکہ توبہ سے ایکدم بہی تاخیر کرنی میں ایک اور گناہ واجب التوبہ پیدا ہوجاتا ہے
عن كبيرة زمانا واحدا كبيرتان الاولى وترك التوبة عنها وزمانين اربع كبائر الاوليان وترك التوبة عن كل منهما
اتنا کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کی توبہ سے ایکدم بہی تاخیر کرنی میں دو کبیرہ ہوجاتے ہیں ایک تو وہی پہلا اور دوسرا یہی توبہ نکرنی اور دو دم میں چار کبیرہ ہوجاتے ہیں دو تو وہی پہلے اور دو توبہ نکرنی
وثلثة ازمنة ثماني كبائر واربعة ازمنة ستة عشر كبيرة وخمسة ازمنة اثنان وثلثون كبيرة وهكذا
اور تین دم میں آٹھ کبیرہ ہوتی ہیں اور چار دم میں سولہ کبیرہ ہوتی ہیں اور پانچ دم میں بتیس کبیرہ ہوتی ہیں اسطرح گناہ بڑہتے جاوینگے
يتضاعف الذنوب بما زاد التاخير وقد ذكرنا سابقا ان العلم بكون الذنوب سموما مهلكة من نفس الايمان فاذا ثبت
جسقدر تاخیر ہوتی جاویگی اور اوپر مذکور ہوچکا ہے کہ گناہ کو زہر قاتل سمجھنا عین ایمان ہے جب یہہ ثابت ہوا
ان هذا العلم من نفس الايمان يلزم ان يكون الايمان باعثا على ترك الذنوب فمن لم يتركها فهو فاقد لهذا الجزء من الايمان
کہ یہہ علم عین ایمان ہے تو لازم آتا ہے کہ ایمان واسطے ترک ذنوب کی باعث ہوا کرے پہر جو شخص گناہ کو ترک نہیں کرتا تو اسمیں ایمان کا یہہ جزء نہیں ہے
ولهذا قال النبي عليه السلام لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن فانه عليه السلام ما اراد به نفي الايمان الذي هو العلم
اور اسیلئے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ زانی زنا نہیں کرتا کہ زنا کرتا ہو وہ مسلمان ہی ہو بیشک نبی علیہ السلام کی یہہ مراد نہیں ہے کہ وہ ایمان جو خدا کا جاننا
بالله وملئكته وكتبه ورسله فان ذلك الايمان لا ينافيه الزنى وسائر الذنوب بل اراد به نفي الايمان الذي هو العلم
اور اوسکی فرشتوں کا اور کتابوں اور انبیا کا ہی جاتا رہا کیونکہ زنا اس ایمان کا منافی نہیں ہے اور نہ اور تمام گناہ بلکہ اس سے یہہ مراد ہی کہ وہ ایمان جسمیں یہہ سمجھتا تہا
بكون الزنى مبعدا من الله تعالى وموجبا للمقت فعلى هذا لا يكون المصر على المعاصي كاملا في ايمانه بل يكون ناقصا فيه
کہ زنا خدا سے دور کردیتا ہے اور ہلاک کرڈالتا ہے باقی نہیں رہتا اس بیان کی موافق جو شخص معاصی پر جما ہوا ہے ایمان کامل نہیں رکہتا بلکہ ایمان اسکا ناقص ہوتا ہے
وذلك لان ترك الذنوب لا يتصور الا بالصبر والصبر لا يتيسر الا بالخوف والخوف لا يتحقق الا بالعلم بعظم ضرر الذنوب
اسلئے کہ ترک ذنوب بدون صبر کے خیال میں نہیں آتا اور صبر بدون خوف کے میسر نہیں ہوتا اور خوف پیدا نہیں ہوتا جبتک گناہوں کا بڑا ہی ضرر یقین نکرے
والعلم بعظم ضرر الذنوب لا يحصل الا بتصديق الله تعالى ورسوله فمن لم يترك الذنوب واصر عليها يصير كانه لم يصدق
اور گناہوں کی ضرر کا یقین بدون تصدیق خدا اور رسول کی نہیں ہوتا پہر جو شخص گناہوں کو نہیں چہوڑتا اور گناہوں پر جما ہی رہے تو گویا اوسنے خدا اور رسول کی تصدیق
الله تعالى ورسوله فيخاف عليه امر عظيم عند الموت اذ ربما يكون موته على الاصرار سببا لزوال ايمانه فيختم له بشر
نہیں کی تو اوسپر مرتی دم بڑا ہی خوف ہے اسلئے کہ ہوسکتا ہے کہ اوسکی موت اسی ہٹ پر ایمان کو ڈگادے پہر اوسکا انجام

الخاتمة ويبقى في جهنم ابد الاباد وان لم يختم له بسوء الخاتمة بل مات على الايمان يكون في مشية الله تعالى ان

خاتمہ بد پر ہوئی اور ہمیشہ کو دوزخ میں پڑا رہی اور اگر انجام خاتمہ بد پر نہوا اسکا ایمان پر مرا تو اسے تابع مرضی الہی کا ہی چاہی اوسکو دوزخ میں ڈالکر

شاء يدخله جهنم ويعذبه فيها بقدر ذنوبه ثم يخرجه منها ويدخله الجنة ولو بعد حين وان شاء يعفو عنه

بمقدار معاصی اوسکی عذاب دیکر پہر دوزخ میں سی نکال کر جنت میں داخل کری اگرچہ بعد عرصہ کی ہو اور چاہی اوسکو معاف کری

ويدخله الجنة بلا عذاب اذ لا يستحيل ان يشمله عموم العفو بسبب خفي حتى لا يطلع عليه احد غير الله تعالى

اور بلا عذاب جنت میں داخل کردی اسلئی کہ کیا محال ہی کہ اوسکی عنایت عام اوسپر بہی ہو جاوی کسی پوشیدہ سبب سی جسکو بجز الله تعالی کی کوئی نجانتا ہو

كما لا يستحيل ان يدخل احد حجرا لطلب كنز فاتفق ان يجده لكن من خرب بيته وضيع ماله وترك نفسه وعياله

جیسی ممکن ہی کہ کوئی احاطہ کی اندر خزانہ کی تلاش میں جاوی پہر اتفاقا خزانہ پا لیوی لیکن جسنی اپنا گہر خراب کردیا اور مال تلف کرکر اپنی جان کو اور اولاد کو

جياعا يزعم انه ينتظر من فضل الله تعالى ان يرزقه كنزا تحت الارض في بيته فانه كما يعد من الحمقى المغرورين وان

بہوکا مارا کہ کہی کہ میں الله کی اس فضل کا منتظر ہوں کہ میری گہر کی اندر زمین میں سی خزانہ عنایت کری سو یہہ شخص جیسی حمق ای دو فوف سمجہا جاویگا اگرچہ اوسکی خواہش

كان ما ينتظره غير مستحيل في قدرة الله تعالى وفضله كذلك من ينتظر المغفرة من فضل الله تعالى مع كونه مصرا

بلحاظ قدرت اور فضل الہی کی کچہ محال نہیں ہی ہو سکتی ہی ایسی ہی جو شخص بخشش کا امیدوار ہی الله تعالی کی فضل سی باوجودیکہ

على الذنوب غير سالك طريق المغفرة يعد من المعتوهين فبعض من هؤلاء الحمقى المغرورين يروج حماقته بكلام حسن

گناہوں پر جم رہا ہی اور بخشش کی راہ نہیں چلتا بیوقوف کہلاویگا پہر بعضی انہیں سی احمق بہولی اپنی حماقت کی ساتہہ اس خوبی سی کلام کرتی ہیں

ويقول ان الله كريم لا تضيق جنته عن مثلي ولا تضره معصيتي ثم ترى ذلك الاحمق يركب البحار ويختار مشاق الاسفار

الله تعالی بیشک کریم ہی اوسکی جنت مجہہ سوال سی تنگ نہیں ہو جاویگی اور میری معصیت سی اوسکا کیا ضرر ہی پہر تم اوس احمق کو دیکہتی ہو کہ دریا کا سفر کرتا ہی اور

في طلب الدرهم والدينار واذا قيل له ان الله تعالى كريم وخزائن دراهمه ودنانيره لا يقصر عن مثلك ولا يضره كسلك

واسطی طلب روپیہ اشرفی کی سفر کی مشقت کہینچتا ہی اور اگر یہ کہئی کہ الله تعالی بیشک کریم ہی اور اوسکی خزائن میں روپیہ اشرفی کی تجہہ سوال کی لئی کچہ کمی نہیں ہی اور تجارت میں تیرا

بترك التجارة فاجلس في بيتك عساه ان يرزقك من حيث لا تحتسب فانه يستحمق من يقول هكذا ويستهزء

سستی سی اوسکا کیا نقصان سو تو اپنی گہر میں بیٹہا رہی تجہکو دوری دیویگا جہانسی تیرا گمان نہو اب اس تقریر والی کو احمق بتاتا ہی اور ٹہٹہی کی راہ سی کہتا ہی

به ويقول ما هذا الهوس فان السماء لا تمطر ذهبا ولا فضة وانما يحصل ذلك بالكسب هكذا اجرت عادة

یہہ کیا واہیات ہی آسمان سی اشرفی روپیہ کبہی نہیں برستا یہہ تو بدون محنت کسی کو حاصل نہیں ہوتا اسیطرح الله کی عادت

الله تعالى وسنته ولا تبديل لسنة الله ولا يعلم هذا الاحمق ان رب الدنيا والاخرة واحد ولا تبديل

اور قاعدہ جاری ہی الله کی ان قاعدی نہیں بدلتی اب یہہ احمق نہیں سمجہتا کہ پروردگار دین دنیا کا تو ایک ہی سو اوسکی قاعدی دونو

لسنته فيهما جميعا وقد اخبر ان ليس للانسان الا ما سعى فكيف يعتقد بكونه كريما في الاخرة ولا يعتقد بكونه

جہانمیں نہیں بدلتی اور بیشک یہہ فرمایا ہی اور نہیں ہی واسطی انسان کی مگر جو کمایا اب کیونکر اوسکو آخرت کی لئی تو کریم جانتا ہی اور دنیا کی باب میں

كريما في الدنيا فان من يخاف من الهلاك في هذه الدنيا الفانية اذا كان يجب عليه الاحتراز عن السموم وما

کریم نہیں سمجہتا بیشک جو شخص اس دار فانی میں ہلاکت سی ڈرتا ہو جب اوسپر یہہ واجب ہی کہ زہر وغیرہ مضر اور مہلک اشیا سی

يضره من المهلكات في كل حال فالخائف من الهلاك الابدي اولى ان يجب عليه الاحتراز عن المعاصي التي هي سموم

ہر وقت احتراز کیا کری پس جو شخص ہلاک ابدی کا اندیشہ کرتا ہو اوسپر اولی تر واجب ہی کہ جملہ معاصی سی جو دین کی حق میں زہر ہیں احتراز کرتا رہی

الدين فان المخوف من هذه السموم فوات الاخرة الباقية التي ليست اضعاف اعمار الدنيا عشر عشيرها اذ

کیونکہ اس زہر سی خوف آخرت باقی کی فوت کا ہی جسکی برابر دنیا کی چند در چند عمر سوئیں حصہ کو نہیں پہنچتی کیونکہ

لیس لمدتہا غایۃ ولا نہایۃ وفیہا النعیم المقیم والملک العظیم وفی فواتہا نار الجحیم والعذاب الالیم المجلس السادس

اور جس کی مدت کا کچھ انتہا اور نہ کچھ انتہا اور انمیں عیش دائمی اور سلطنت بڑی اور اوسکے چھوٹ جانے میں دوزخ کی آگ ہی اور عذاب دردناک چھیاسٹھویں مجلس

والستون فی بیان قولہ علیہ السلام ان اللہ یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر قال رسول اللہ صلعم ان اللہ تعالی یقبل توبۃ العبد

اس حدیث کی بیان میں بیشک اللہ تعالی بندہ کی توبہ قبول کرتا ہی جبتک سانس نہ گلمیں نہ اٹکے یعنی نزع نہ ہو کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالی بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے

مالم یغرغر ھذا الحدیث من حسان المصابیح رواہ ابن عمر الغرغرۃ تردد الشیٔ فی الحلق وتستعمل فی تردد الروح

جبتک کہ جان گلمیں آوی یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی ابن عمر کی روایت کی اور اصل میں غرغرہ کسی چیز کا حلق میں آنا جانا اور حلق میں روح کی آمدورفت پر بولا جاتا

وھو المراد ھہنا والمعنی ان توبۃ المذنب مقبولۃ مالم یبلغ الروح الحلقوم اذ عند الغرغرۃ وبلوغ الروح الحلقوم

میں استعمال کیا جاتا ہی اور یہاں یہی مراد ہی اور معنی یہ ہیں کہ گنہگار کی توبہ مقبول ہوتی ہی جبتک روح گلمیں نہ آوی اسلئے کہ غرغرہ کی وقت جب روح حلق میں آتی ہی

یعائن ما یصیر الیہ من رحمۃ او ھوان ولا ینفعہ حینئذ توبۃ ولا ایمان کما قال اللہ تعالی فیما انزلہ من القرآن

تو اپنے انجام کو ظاہر دیکھتا ہی رحمت یا خواری اب اوسکو نہ توبہ کچھ فائدہ کری اور نہ ایمان چنانچہ اللہ تعالی قرآن مرسل میں فرماتا ہی

فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا وقال فی آیۃ اخری ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر

پھر نہ ہوا کہ کام آوی لوگوں کو یقین لانا اونکا جب دیکھ چکے ہمارا عذاب اور ایک دوسری آیت میں فرمایا اور اونکی توبہ نہیں جو کرتی جاتی ہیں برے کام اور جب سامنے آوی

احدہم الموت قال انی تبت الآن لان من شرط التوبۃ العزم علی ترک الذنب الذی تاب عنہ وعدم المعاودۃ

ایکے کسی کو موت کہنے لگا میں نے اب توبہ کی اسواسطے کہ توبہ میں عزم کرنا ترک گناہ کا جس سے توبہ کی ہی اور اوسکو کبھی عمل میں نہ لانا شرط ہی اور یہ عزم

علیہ وذلک انما یتحقق اذا تمکن التائب منہ وبقی اوان الاختیار فما لم یبلغ الروح الحلقوم لا ینقطع الرجاء فیصح

جبھی ہو سکتا ہی کہ تائب کو قدرت ہو اور اختیار کا وقت باقی ہو پھر جبتک روح حلق میں نہیں آتی تو امید منقطع نہیں ہوتی پس تائب کی

منہ الندم والعزم علی ترک الذنب فعلم من ھذا ان التوبۃ مبسوطۃ للعبد حتی یعائن قابض الارواح وذلک

ندامت اور عزم ترک گناہ کا سب صحیح ہی اس سی معلوم ہوتا ہی کہ بندہ کی لئی توبہ کا وقت فراخ ہی جبتک کہ قابض الارواح کو دیکھی اور یہ جب ہی

عند الغرغرۃ وبلوغ الروح الحلقوم فعلی ھذا یجب علی العبد ان یتوب عما کان علیہ من المعاصی قبل المعاینۃ

کہ دم ٹکنے لگی اور روح حلق میں تجاوز کری پس اس بیان کی موافق بندہ پر واجب ہی کہ اپنے تمام معاصی سی معاینہ اور غرغرہ سی پہلی توبہ کری

والغرغرۃ ولا ییاس من رحمۃ اللہ تعالی لانہ تعالی قال لا ییاس من روح اللہ الا القوم الکافرون وقال فی آیۃ اخری

اور اللہ تعالی کی رحمت سی ناامید نہو اسلئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی ناامید نہیں اللہ کی فیض سی مگر وہی لوگ جو منکر ہیں اور ایک اور آیت میں فرمایا

وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السیئات فینبغی للعاقل ان یتوب فی کل وقت ولا یکون مصرا علی

اور وہ ہی جو قبول کرتا ہی توبہ اپنے بندوں سی اور معاف کرتا ہی برائیاں سو عاقل کو لازم ہی کہ ہر وقت توبہ کیا کری اور گناہ پر نہ اڑجاوی

الذنب فان التائب من الذنب لا یکون مصرا وان عاد فی الیوم سبعین مرۃ وقد جاء فی الحدیث انہ علیہ السلام

کیونکہ گناہ سی توبہ کرنیوالا گناہ کا مصر نہیں ہوتا اگرچہ دن بھر میں پھر پھر کر ستر مرتبہ کری اور بیشک حدیث میں آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

قال من لزم من الاستغفار جعل اللہ لہ من کل ضیق مخرجا ومن کل ہم فرجا ورزقہ من حیث لا یحتسب وفی

کہ جو شخص استغفار کو لازم کرلی تو اللہ تعالی اوسکو ہر تنگی سی رستگاری دیتا ہی اور ہر غم سی کشادگی اور رزق دیتا ہی جہاں سی گمان نہو اور

حدیث آخر انہ علیہ السلام قال کل بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون وروی انہ علیہ السلام قال واللہ

ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمام بنی آدم خطاوار ہیں اور اچھے خطاوار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قسم ہی اللہ کی

انی لاستغفر اللہ واتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ وفی حدیث آخر انہ علیہ السلام قال یا ایہا الناس

کہ میں ہر روز استغفار اور توبہ ستر مرتبہ سی زیادہ کرتا ہوں اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ای لوگو

توبوا الى الله فاني اتوب اليه في اليوم مائة مرة فانظروا يا اهل الانصاف اذا كان النبي عليه السلام يستغفر و
اس کی آگے توبہ کرو بیشک میں اوسکی آگے ہر روز سو بار توبہ کرتا ہوں اب خیال تو کرو ای انصاف والو جب نبی علیہ السلام استغفار اور

يتوب وقد غفر الله له ما تقدم من ذنبه وما تاخر فالذي لم يظهر حاله اغفر له ام لا كيف لا يتوب الى الله تعالى
توبہ کرتے ہوں باوجودیکہ اللہ تعالی اونکی تمام گناہ بالعرض اگلی اور پچھلی سب معاف کر چکا ہی پھر جسکا حال کچھ معلوم نہیں کہ معاف ہوا ہی یا نہیں وہ اللہ کی سامنی

في كل وقت وكيف لا يجعل لسانه ابدا مشغولا بالاستغفار وقد روي عن ابن عباس انه عليه السلام قال هلك
ہر وقت کیونکر توبہ نکی جاوی اور کیونکر ہمیشہ اپنی زبان کو استغفار میں مشغول نرکھی اور بیشک روایت ہی ابن عباس سی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ہلاک ہو گئی

المسوفون والمسوف من يقول سوف اتوب وهو هالك لانه يبني الامر على البقاء الذي ليس مفوضا اليه فلعله لا يبقى
دیرنگ کرنیوالی اور مسوف وہ ہوتا ہی جو کہی اب توبہ کرونگا اور وہ ہلاک ہوا جاتا ہی اسلیئی کہ بقا پر بہروسہ رکہتا ہی جو کہ اسکی حوالہ نہیں ہی پہر شاید کہ جیتا نہ بچی

فان بقي فانه كما لا يقدر على ترك الذنب اليوم لا يقدر على تركه غدا لان عجزه عن الترك في الحال ليس الا
اور اگر بچا بہی تو جیسی اب گناہ نہیں چہوڑ سکتا آگی کو بہی نہ چہوڑ سکی کیونکہ بالفعل اسکا مانع ترک معصیت سی بجز غلبۂ شہوت کی کوئی نہیں

لغلبة الشهوة عليه والشهوة لا تفارقه غدا بل تتضاعف وتتاكد بالاعتياد فليست الشهوة التي اكدها
اور شہوت تو آگلی روز بہی ساتہ ہی بلکہ باعتبار عادت کی پہلی سی زیادہ اور مضبوط سو جس شہوت کو آدمی نی عادت کرکر

الانسان بالاعتياد كالتي لم يؤكدها وعن هذا هلك المسوفون فانهم يظنون ان بين المتماثلين فرقا ولا يدرون
قوت بخشی ہی وہ ایسی ضعیف نہیں ہوتی جسکی عادت نہیں کی اسی سبب سی دیرنگ کرنیوالی مارے گئی کیونکہ وہ یہ خیال کر رہی ہیں کہ دو متماثل میں فرق ہوتا ہی یہ نہیں سمجھتی کہ

ان الايام متشابهة في كون ترك الشهوة شاقا فيها وليس مثال المسوف الا مثال من يحتاج الى قلع شجرة فيراها
کل سب ایک سی ہیں ترک شہوت ہمیشہ دشوار ہی اور مسوف یعنی توبہ میں دیرنگانیوالی کی مثال ایسی ہی کہ کسیکو ضرورت درخت اوکہاڑنی کی لگی سواسکو دیکہا

قوية لا تنقطع الا بمشقة شديدة فيقول اؤخرها سنة ثم اعود اليها فاقلعها ومن المعلوم قطعا ان الشجر
تو مضبوط پایا کہ بی مشقت سخت کی نہیں اوکہڑ سکتا اب وہ کہی کہ ایک برس پہر اور کہڑا رہنی دوں پہر آکر اسکو اکہاڑوں گا اور یہ بات یقینی معلوم ہی کہ درخت

كلما بقيت في الارض ازداد رسوخها فلا حماقة في الدنيا اعظم من حماقته لانه عجز عن قلعها قبل ازدياد
جتنا زمین میں کہڑا رہی گا مضبوط اور تندرست ہوتا جاویگا اب دنیا میں اس سی بڑا احمق کوئی نہیں ہی کیونکہ اس سی ابہی تو اکہڑ نہیں سکتا کہ ابہی خوب نہیں ہوا

رسوخها ثم اخذ ينتظر القدرة على قلعها بعد ازدياد رسوخها اذا تحقق هذا فلا بد للمؤمن ان لا يفرغ من التوبة
پہر یہ ایسی قوت کا منتظر ہی کہ بعد خوب مضبوط ہونیکی اکہاڑ ڈالی جب یہ بات ثابت ہو چکی تو مؤمن کو ضرور ہی کہ توبہ سی کبہی کسیوقت فارغ نرہی

في وقت من الاوقات حتى ياتيه الموت وهو تائب فان التوبة فرض على جميع المؤمنين باتفاق المسلمين لقوله تعالى
یہانتک کہ اگر موت آوی تو یہ شخص تائب ہی ہو بیشک توبہ تمام مؤمنوں پر فرض ہی سب مسلمانوں کی اتفاق سی بدلیل اس آیت کی

وتوبوا الى الله جميعا ايها المؤمنون وقوله تعالى يا ايها الذين امنوا توبوا الى الله توبة نصوحا فانظر الى رحمة الله تعالى
اور توبہ کرو اللہ کی آگی سب ملکر ای ایمان والو اور بدلیل اس آیت کی ای ایمان والو توبہ کرو آگی اللہ کی صاف دلکی توبہ اب تو اللہ تعالی کی رحمت

ورافته على عباده كيف دعاهم الى التوبة وامرهم بها وسماهم مؤمنين بعد ما اذنبوا ثم بين ما لهم من الكرامة في التوبة فقال
اور مہربانی بندوں کی حال پر دیکہ تو کس طور اونکو توبہ تعلیم کی اور توبہ کا ارشاد کیا اور انکا نام گناہ کرنیکی بعد بہی مومن رکہا پہر توبہ سی جو انکو عزت ہوگی بیان کیا فرمایا

عسى ربكم ان يكفر عنكم سياتكم ويدخلكم جنت تجري من تحتها الانهر واخبر انه غفار للذنوب وقال و
شاید تمہارا رب اوتاری تمسی تمہاری برائیاں اور داخل کری تمکو باغوں میں جنکی نیچی بہتی ہیں نہریں اور جتا دیا کہ میں گناہ کا بڑا بخشنی والا ہوں اور فرمایا اور

الذين اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم ومن يغفر الذنوب الا الله ولم يصروا
وہ لوگ جب کر بیٹہیں کچہ کہلا گناہ یا برا کریں اپنی حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنی گناہوں کی اور کون ہی گناہ بخشتا سوا اللہ کی - اور نہ اڑیں

على ما فعلوا وهم يعلمون اولئك جزاؤهم مغفرة من ربهم وجنت تجري من تحتها الانهر خلدين فيها ونعم اجر

اپنے کئے پر جانتے ہوتے اونکی جزا ہی بخشش اونکی رب کی اور باغ جنکی نیچی بہتی نہریں رہا کرینگی اونمیں اور خوب مزدوری ہی

العملين ونص على انه يحبهم بعد التوبة فقال ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين واشار الى ان التوبة طهارة

کام کرنیوالون کی اور کہول کر فرما دیا کہ بعد توبہ کی اونکو محبوب رکہتا ہوں سو فرمایا اللہ کو خوش آتی ہیں توبہ کرنیوالی اور خوش آتی ہیں ستہرائی والی اور یہ اشارہ کیا کہ توبہ اونکو

لهم عن انجاس الاوزار فلابد للمؤمن من التوبة لكن لها اربعة شروط ان اختل شرط منها لا يتحقق التوبة الاول الندم

پاک کرتی ہی گناہوں کی نجاست سی اب مومن کو توبہ کرنی ضرور چاہیے لیکن توبہ کی واسطی چار شرطیں ہیں اگر اونمیں سی ایک بہی کم ہو ویگی تو توبہ ٹہیک نہو گی اول ندامت گذشتہ کی

بالقلب على ما فعل من الذنوب في الماضي فمعنى الندم تحزن وتوجع على ما فعل وتمنى كونه لم يفعل والثاني ترك

گناہ پر دل سی نادم ہونا اور ندامت سی مراد ہی اپنی کئی ہوئی پر غمگین اور دردمند ہونا اور آرزو کرنا کاش یہ نکرتا اور دوسری شرط معصیت کا

المعصية في الحال والثالث العزم على ان لا يعود الى مثلها في الاستقبال والرابع ان يكون ذلك خوفا من الله تعالى

فی الفور ترک کرنا تیسری شرط نیت کرنی کہ ایسا کام آیندہ کو پہر کبہی نکرونگا اور چوتہی شرط یہ ہی کہ اللہ تعالی کی خوف سی ہووی

لا لامر اخر فان من ندم على شرب الخمر وتركه لما فيه من الصداع وزوال العقل والخلل بالمال والعرض لا يكون تائبا

اور وجہ سی نہو بیشک جو شخص شراب پینی پر نادم ہو کر اسلیے چہوڑدیوی کہ اوسمیں درد سر ہوتا ہی اور بہکتا ہی اور مال خرچ ہوتا ہی اور آبرو بگڑتی ہی تو ایسا شخص موافق شرع کی

شرعا وكذلك من قال بلسانه استغفر الله وقلبه مصر على المعصية فاستغفاره ذلك يحتاج الى استغفار

تائب نہیں ہی اور ایسی ہی جو شخص زبان سی تو استغفر اللہ کہا کری اور اوسکا دل معصیت پر جما ہوا ہو تو ایسی توبہ سی بہی توبہ کرنی چاہیے جو ندامت کی ساتھ ہو

مقارن بالندم لما روي عن علي انه راى رجلا قد فرغ من صلاته وقال اللهم اني استغفرك واتوب اليك سريعا فقال

کیونکہ حضرت علی سی روایت ہی کہ اونہوں نی ایک شخص کو دیکہا کہ نماز سی سلام پہیرتی ہی جلدی سی کہنی لگا الہی میں تجہسی مغفرت مانگتا ہوں تیری آگی توبہ کرتا ہوں حضرت

علي يا هذا ان سرعة اللسان بالاستغفار توبة الكذابين فتوبتك تحتاج الى توبة وعن الحسن البصري انه قال

علی نی کہا ای شخص زبانی جلدی سی استغفار کرنی جہوٹوں کی توبہ ہوتی ہی تیری یہ توبہ قابل توبہ کی ہی اور حسن بصری کی روایت ہی کہ وہ کہتی تہی

استغفارنا يحتاج الى استغفار قال القرطبي هذا قوله في زمانه فكيف في زماننا هذا الذي يرى فيه الانسان مكبا

ہماری توبہ قابل توبہ کی ہی قرطبی کہتی ہیں حسن بصری کا یہ قول اونکی زمانہ میں ہی ہماری زمانہ کا تو کیا حال ہی جسمیں تمام انسان ظلم پر اوندہی پڑی ہوئی ہیں

على الظلم حريصا عليه لا يقلع عنه والسبحة في يده يزعم انه يستغفر منه وذلك استهزاء منه واستخفاف لما روي

ایسی حریص کہ ذرہ نہیں بچتی اور ہاتہ سی تسبیح ہلاتی ہیں یا یہ خیال کہ ہم توبہ کرتی ہیں اور یہ اسکی چہل بازی اور استخفاف ہی کیونکہ روایت ہی

انه عليه السلام قال المستغفر باللسان المصر على الذنب كالمستهزئ بربه وانما التوبة ان يستغفر بلسانه وينوي

کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا زبانی توبہ کرنیوالا دل سی گناہ پر اڑا ہوا گویا اپنی رب سی چہل کرتا ہی توبہ وہ ہی جو زبانی استغفار کرکر دل سی یہ نیت کری

بقلبه ان لا يعود الى الذنب اصلا فاذا فعل ذلك يغفر الله له ذنبه ان كان عظيما اذ ليس ذنب اعظم من الكفر

پہر ہرگز گناہ نکرونگی جب ایسا کرتا ہی تو اللہ اوسکی گناہ معاف کر دیتا ہی کتنا ہی بڑا ہو کیونکہ کفر سی بڑا کوئی گناہ نہیں ہی

وقد قال الله تعالى لنبيه في حق اهل الكفر قل للذين كفروا ان ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف فما ظنك فيما دونه من المعاصي

اور اللہ تعالی اپنی نبی سی کفار کی حق میں فرماتا ہی تو کہدی کافروں کو اگر باز آویں تو معاف ہو اونکو جو ہو چکا پہر تجہکو معاصی کی نسبت کفر سی کمتر میں کیا خیال ہی

وقد روي انه عليه السلام قال لو اخطا احدكم حتى ملا ما بين السماء والارض ثم تاب تاب الله عليه وفي حديث

اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا اگر کوئی تم میں سی اتنی خطائیں کری کہ آسمان اور زمین کا بیچ بہر جاوی پہر وہ توبہ کری تو اللہ اوسکی توبہ قبول کرتا ہی اور ایک اور حدیث

اخر انه عليه السلام قال ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب الله عليه يعني انه اذا اقر بكونه مذنبا ثم تاب في ندم

میں نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ آدمی جب اپنی گناہ کا اقرار کرکر توبہ کرتا ہی تو اللہ بہی اوسکی توبہ قبول کرتا ہی مراد یہ ہی کہ جب وہ اپنی خطاوار ہونیکا اقرار کری پہر توبہ کرکر

على ما فعل من الذنوب واكتسب من السيئات وعزم ان لا يعود الى مثله تقبل الله تعالى توبته ويتجاوز عن
کئی ہوئی گناہ او کمائی ہوئی برائیوں پر نادم ہو اور نیت کری کہ اس کام پھر نکرونگا تو اللہ تعالی اوسکی توبہ قبول کرتا ہی اور اوسکی گناہوں سی درگذر فرماتا ہی

سيئاته لكن ينبغي ان تعلم ان الذنوب على نوعين ذنب فيما بينك وبين الله تعالى وذنب فيما بينك وبين العباد
لیکن سمجھنی کی بات ہی کہ گناہ ہی دو قسم کی ہیں ایک گناہ تیری اور خدا کی بیچ میں یعنی حق اللہ ہی اور ایک گناہ تیری اور بندوں کی درمیان میں یعنی حق العباد

فالذنب الذي بينك وبين الله تعالى يكفي فيه الاستغفار باللسان والندم بالقلب والعزم على ان لا يعود
پھر جو گناہ صرف حق اللہ ہی تو اسمیں صرف زبان سی استغفار اور دل سی ندامت اور پھر نکرنی کی نیت کافی ہی

فاذا فعل ذلك لا يبرح من مكانه حتى يغفر له ذنبه الا ان يكون شيئا من الفرائض فان الشرع لا يكتفي فيه
جب یہ حال پایا تو اپنی جگہ سی نہیں ٹلنی پاتا کہ اوسکی گناہ معاف ہو جاتی ہیں ہاں اگر کوئی فرض ترک ہوا ہو کیونکہ شرع نی اسباب میں توبہ پر اکتفا نہیں کیا

بمجرد التوبة بل اضاف الى ذلك في البعض قضاء كالصلوة والصوم وغيرهما وفي البعض كفارة ايضا واما حقوق
بلکہ اوس توبہ کی ساتھ بعضی حکم قضا لگا رکھی ہی جیسی نماز اور روزہ وغیرہ اور بعضی حکم کفارہ بھی لگا رکھا ہی اور رہی حقوق

الآدميين فلا بد من ايصالها الى مستحقيها فان لم يوجدوا يلزم تصدقها عنهم بنية ان تكون وديعة
العباد سو انمیں بیچارہ حقوق کا مالکوں کی پاس صرف ہی پھر اگر وہ لوگ نملیں تو تب اونکی طرف سی اس نیت سی خیرات کر دی کہ اللہ تعالی کی پاس ودیعت

عند الله تعالى يوصلها الى اصحابها يوم القيمة فمن لم يجد السبيل لخروجه عما عليه من التبعات لاعساره
رہی قیامت کی روز مالکوں کی حوالہ کری پھر جسکو نادری مفلسی کی حقوق ادا کرنیکی کوئی راہ نملی تو اوسکو

فعليه ان يكثر من الاعمال الصالحات ويستغفر لمن ظلمه من المؤمنين والمؤمنات في اكثر الاوقات فانه اذا فعل
یہہ لازم ہی کہ اعمال صالحہ بہت کیا کری اور اپنی مؤمن مظلوموں کی حق میں اکثر اوقات استغفار کیا کری ممکن ہی جب یہہ عمل کریگا

ذلك يرجى من فضل الله تعالى ان يرضى خصماءه يوم القيمة قيل لبعض العلماء هل للتائب من علامة يعرف بها
تو اللہ تعالی کی فضل سی امید ہی کہ قیامت کی دن اسکی مدعیوں کو راضی کر دی کسی نی ایک عالم سی پوچھا آیا تائب کی واسطی کوئی ایسی علامت ہی جس سی معلوم ہو

قبول توبته قال نعم علامته اربعة اشياء الاول ان ينقطع عن اصحاب السوء والثاني ان يكون معرضا عن
کہ توبہ قبول ہوئی کہا ہاں اسکی چار علامتیں ہیں اول یہہ کہ بدکاروں سی بیزار ہو جائی اور دوسری یہہ کہ ہر گناہ سی نفرت کری

كل ذنب مقبلا على الطاعات والثالث ان يذهب من قلبه فرح الدنيا ويرى حزن الآخرة دائما في قلبه والرابع
اور طاعات کی طرف متوجہ ہووی اور تیسری یہہ کہ اوسکی دل میں دنیا کی فرحت نرہی اور آخرت کا فکر دل میں ہمیشہ لگا رہی اور چوتھی یہہ

ان يرى نفسه فارغا عما ضمن الله له من امر الرزق ويكون مشغولا بما امر به فاذا وجدت فيه هذه العلامات
کہ اپنی جان کو ایسی چیزوں کی فکر سی جسکا اللہ تعالی ذمہ دار ہو چکا ہی فارغ پاوی جیسی رزق اور احکام الہی کی بجا آوری میں مشغول رہی جب اوسمیں یہہ علامتیں موجود ہوتی ہیں

يكرمه الله تعالى باربع كرامات احدها ان يخرجه من الذنوب كانه لم يذنب قط والثاني ان يحبه والثالث ان
تو اوسکو اللہ تعالی چار کرامتیں عنایت کرتا ہی ایک یہہ کہ گناہوں سی ایسا صاف کر دیتا ہی گویا کبھی کوئی گناہ نہیں کیا اور دوسری یہہ کہ اوسکو دوست رکھتا ہی تیسری یہہ

يحفظه من الشيطان ولا يسلطه عليه والرابع ان يؤمنه من الخوف قبل ان يخرج من الدنيا لانه تعالى قال
کہ اوسکو شیطان سی محفوظ رکھتا ہی شیطان کو اوسپر تسلط نہیں دیتا چوتھی یہہ کہ خوف سی مامون رہتا ہی اس سی پہلی کہ دنیا میں سی روانہ ہو کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی

تتنزل عليهم الملئكة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التي كنتم توعدون ويجب له على الناس اربعة اشياء
اون پر اوترتی ہیں فرشتی کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کہاؤ اور خوشی سنو اوس بہشت کی جسکا تمکو وعدہ تہا اور اور لوگوں پر اوسکی چار حق واجب ہو جاتی ہیں

اولها ان يحبوه لانه تعالى قد احبه والثاني ان يدعوا له بالثبات على التوبة لان الثبات على التوبة اشد من
اول یہہ کہ اوس سی محبت کیا کریں کیونکہ اللہ تعالی اوس سی محبت کرتا ہی دوسری یہہ کہ اوسکی حق میں توبہ پر قایم رہنی کی دعا کیا کریں اسلئی کہ توبہ پر قایم رہنا

التوبة والثالث ان يجالسه ويذاكره ويعاونه والرابع ان لا يعيره بما سلف عن ذنوبه لانه تعالى قال حكاية

دوستو اور یہی تیسری یہ کہ اوسکی پاس بیٹھکر یاد آلہی اور امداد کیا کریں چوتھی یہ کہ جو گناہ ہو چکے ہیں اونکی طعنہ نہ دیا کریں اسلئی کہ اللہ تعالی حضرت یوسف

عن يوسف عليه السلام لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ قال الفقيه ابو الليث وذلك ان المؤمن ليس من شانه ان يقع في الذنب

علیہ السلام کی طرف سی حکایت کرتا ہی کچھ الزام نہیں تمپر آج فقیہ ابو اللیث کہتی ہیں یہ اسلئی ہی کہ مومن کی شان سی نہیں ہی کہ گناہ میں مبتلا ہووی

لا يتعمده كما يدل عليه قوله تعالى وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ فانه تعالى قد اخبر انه بغض على المؤمنين

اور عمداً کیا کری جیسا کہ اس آیت سی معلوم ہوتا ہی اور برا لگایا تمکو کفر اور گناہ اور بیحکمی کیونکہ اللہ تعالی نی خبردی ہی کہ ہمنی مومنوں پر معصیت کو ناپسند

المعصية فقد يقع المؤمن فيها اذا كان ايمانه حقيقيا لا ساهيا الا في حال الغفلة فاذا تاب عنها لا يجوز ان يعيره بها قال

کردیا ہی سو مومن گناہ میں نہیں پڑتا اگر اوسکا ایمان حقیقی ہو صرف سہوی نہو مگر غفلت میں پھر جب اوس گناہ سی توبہ کی تو جائز نہیں ہی کہ طعنہ دی کریں

رسول الله صلى الله عليه وسلم الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ہوشیار وہ ہی کہ اپنی جان کو ذلیل رکھی اور آخرت کی واسطی عمل کیا کری اور احمق وہ ہی کہ اپنی جان کو خواہش کی پیچھی لگادی اور اللہ سی آرزو کری

هذا الحديث من حسان المصابيح رواه شداد بن اوس ومعناه ان العاقل من غلب على نفسه وقهرها وحاسبها

یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی شداد بن اوس کی روایت سی اسکی یہ معنی ہیں کہ عاقل وہ ہی جو نفس پر غالب آکر اوسکو دبالی اور محاسبہ لیکر

ونظر فيما عملت لاخرتها فان وجدها عملت خيرا حمد الله تعالى ويسعى في الازدياد فيه وان وجدها عملت شرا اشتغل

دیکھی کہ آخرت کی لئی کیا عمل کیا ہی اگر جانی کہ نیک عمل کیا ہی تو خدا کا شکر کرکر اسمیں اور زیادہ کوشش کری اور اگر جانی کہ برا کام کیا ہی تو توبہ اور استغفار کرکر

بالتوبة والاستغفار واصلاح الحال بالتوجه الى الطاعات المنجية عن العقبات في العرصات والموصلة الى الدرجات

حال کو درست بناوی طاعات کی طرف متوجہ ہو جو قیامت کی عذاب سی نجات دی اور مرتبوں بعد بلند درجوں پر پہنچاوی

بعد الممات والعاجز من غلبت عليه نفسه وصار تابعا لها واعطاها ما ارادت من المحرمات والمنهيات

اور سر قوضہ ہی جسپر نفس غالب اگر اوسکو اپنا تابع کرلی اور جو چاہی سو محرمات اور منہیات میں سی اوسکو دیدی

وتمنى على الله ان يغفر له ويدخل الجنة من غير التوبة والاستغفار واصلاح الحال وهذا هو الغرور والغرور على

اور اللہ سی یہ تمنا کری کہ خدا بخشدی اور بلا توبہ اور بلا استغفار اور بلا درستی حال جنت میں داخل کردی اور یہی غرور کہلاتا ہی اور غرور جیسی

ما ذكره الامام الغزالي في الاحياء هو سكون النفس الى ما يوافق الهوى ويميل اليه الطبع عن شبهة وخدعة من

امام غزالی نی احیاء العلوم میں ذکر کیا ہی نفس کا اطمینان اور موافق ہوا وہوس کی طبع کا میلان بسبب شبہ اور شیطانی مکر کی ہی

الشيطان فمن اعتقد انه على خير اما في العاجل او في الاجل عن شبهة فاسدة فهو مغرور واكثر الناس يظنون في

سو جو شخص اپنی حالت کو یا فی الحال یا آخر کو شبہ فاسد کی راہ سی بہتر سمجھتا ہی پس وہ دہوکہ میں گرفتار ہی اور اکثر لوگ اپنی دلمیں اپنی حال کو

انفسهم خيرا مع كونهم مخطئين اثمين فهو اذن مغرورون وان اختلفت اصناف غرورهم وتفاوتت درجاتهم حتى

بہتر سمجھتی ہیں باوجودیکہ خطادار اور گنہگار ہوتی ہیں اب وہ دہوکہ میں ہیں اگرچہ حیات اور طریقی دہوکی کی مختلف اور اونکی درجی کم وزیادہ ہوں یہاں تک

كان غرور بعضهم اظهر واكثر من بعض فمنهم من غرتهم الحيوة الدنيا ومنهم من غرهم بالله الغرور اما الذين غرتهم

کہ ہر ایک کا دہوکہ ایک سی واضح اور بہت تر ہوتی ہو پھر بعضی کو دنیا کی دہوکہ میں ہیں اور بعضی اللہ کی ساتھ دہوکہ میں ہیں پھر جو شخص دنیا کی

الحيوة الدنيا فهم الذين قالوا النقد خير من النسيئة والدنيا نقد والاخرة نسيئة فاذن الدنيا خير فلا بد من ايثارها

زندگی کی دہوکہ میں ہیں سو وہی شخص ہیں جو کہتی ہیں نقد ادہار سی بہتر ہی اور دنیا تو نقد ہی اور آخرت ادہار ہی سو اب دنیا بہتر ہی پس دنیا کا اختیار کرنا ضروری

وهذا القياس فاسد يشبه قياس ابليس حيث قال في حق آدم النبي عليه السلام انا خير منه خلقتني من نار

اور یہہ استدلال فاسد ابلیس کا سا قیاس ہی کہ اوسنی آدم علیہ السلام کی حق میں کہا تہا میں اوس سی بہتر ہوں مجکو تونی بنایا آگ سی

وخلقته من طين والى هؤلاء الاشارة بقوله تعالى الذين اشتروا الحيوة الدنيا بالاخرة فلا يخفف عنهم العذاب
اور اوسکو بنایا خاک سے اور انہی طرف اشارہ ہے اس آیت میں جنہوں نے خرید کی دنیا کی زندگی آخرت دیکر سو نہ ہلکا ہوگا اونپر عذاب
ولاهم ينصرون وعلاج هذا الغرور اما التصديق بمجرد الايمان او التصديق بالبرهان اما التصديق بمجرد الايمان
اور نہ انکو مدد پہنچے گی اور اس دہوکہ کا علاج یا تصدیق نری ایمانی سے ہے یا تصدیق برہانی سے پہر کرنی تصدیق ایمان کی
فهو ان يصدق الايات الواقعة في القرآن من جملتها قوله تعالى ما عندكم ينفد وما عند الله باق وقوله تعالى
تو یہہ ہے کہ آیات کی جو کہ قرآن میں آئی ہیں تصدیق کرے جنمیں سے ایک یہہ آیت ہے جو تمہارے پاس ہے نبڑ جاوےگا اور جو اللہ پاس ہے سو رہتا ہے اور ایک یہہ آیت
والاخرة خير وابقى وقوله تعالى وما الحيوة الدنيا الا متاع الغرور فانه عليه السلام قد اخبر بذلك طوائف
اور پچھلا گہر بہتر ہے اور رہنے والا اور یہہ آیت اور دنیا کا جینا یہی ہے جنس دغا کی — بیشک نبی علیہ السلام نے بہت کفار کو اسکی خبر سنائی تہی
من الكفار فصدقوه وامنوا به ولم يطالبوه بالبرهان وهذا ايمان يخرج العامة من الغرور واما التصديق
پس اونہوں نے سچ مانا اور ویسیہی ایمان لائے اور کوئی برہان آپ سے طلب نکی یہہ ایسا ایمان ہے کہ عوام لوگ دہوکہ سے بچ جاتے ہیں اور تصدیق برہانی
بالبرهان فهو ان يعرف وجه فساد هذا القياس الذي نظمه ابليس في قلبه فان كل مغرور فلغروره سبب و
یہہ ہے کہ اس قیاس کی فساد کو معلوم کرے جو کہ ابلیس نے اپنی دلیل مرتب کیا تہا کیونکہ جو شخص دہوکہ میں آتا ہے تو اوسکا کوئی سبب ہوتا ہے اور
ذلك السبب هو دليله وكل دليل نوع قياس يقع في القلب ويورث السكون اليه وان كان صاحبه لا يشعر به
وہی سبب اوسکی دلیل ہوتی ہے اور ہر دلیل ایک طرح کا قیاس ہوتا ہے جو دل میں پیدا ہوکر دلکو تسکین دیتا ہے اگرچہ قیاس والے کو اسکی خبر ہو
ولا يقدر على نظمه بالفاظ العلماء فالقياس الذي نظمه الشيطان في قلب المغرور مركب من اصلين احدهما
اور نہ اتنی استعداد ہو کہ علماء کی طور پر عبارت مرتب کر لے پس وہ قیاس جو شیطان نے مغرور کی دل میں مرتب کیا تہا دو اصل سے مرکب ہے ایک تو یہہ
الدنيا نقد والاخرة نسيئة وهذا صحيح والثاني النقد خير من النسيئة وهذا محل التلبيس اذ ليس الامر كذلك مطلقا
کہ دنیا نقد ہے اور آخرت ادہار ہے یہہ تو صحیح ہے اور دوسرا یہہ کہ نقد بہتر ہوتا ہے ادہار سے یہہ جگہ دہوکہ کی ہے کیونکہ کلیہ یوں نہیں ہے
بل اذا كان النقد مثل النسيئة في المقدار والمقصود فهو خير منها واما اذا كان اقل من النسيئة فالنسيئة خير منه
بلکہ نقد اور ادہار دونو اگر مقدار اور مقصود میں برابر ہوں تو جب تو نقد بہتر ہے اور اگر نقد مقدار میں ادہار سے کمتر ہو تو پہر نقد سے ادہار بہتر ہوتا ہے
فان هذا المغرور يبذل في تجارته درهما نقدا لياخذ عشرة نسيئة ولا يقول النقد خير من النسيئة وكذا اذا
کیونکہ یہہ مغرور ہی اپنی تجارت میں ایک روپیہ نقد خرچ کرتا ہے تاکہ دس روپیہ ادہار یعنی انجام کو حاصل کرے اسے نہیں کہتا کہ نقد بہتر ہے ادہار سے اور ایسے ہی اگر
حذره الطبيب من الفواكه ولذائذ الاطعمة يترك ذلك في الحال خوفا من الم المرض في الاستقبال والتجار كلهم
طبیب میوے اور لذیذ کہانوں سے منع کر دے تو آیندہ کی خوف کا مارا فوراً چہوڑ دیتا ہے اور تمام تجارت پیشہ
يركبون البحار ويختارون مشاق الاسفار في الحال لاجل الربح والراحة واللذة في الاستقبال فاذا كانت العشرة في
دریا کا سفر اور سفر کی مشقتیں بالفعل گوارا کر لیتی ہیں آیندہ کی منفعت اور آرام اور لذت کی واسطے پہر جب آیندہ کی دس
الاستقبال خيرا من الواحد في الحال وكذا اذا كان الربح والراحة واللذة في الاستقبال خيرا من الالم والمشقة في
حال کی ایک سے اور ایسے ہی آیندہ کی منفعت اور راحت اور لذت حال کی الم اور مشقت سے بہتر ہوئی تو
الحال فقس لذة الدنيا وراحتها من حيث مدتها بالنسبة الى مدة الاخرة فان اقصى عمر الانسان مائة سنة
پس دنیا کی لذت اور راحت کو باعتبار دنیا کی مدت کی آخرت کی مدت کی نسبت قیاس کرلے کیونکہ انسان کی بڑی سے بڑی عمر سو برس کی ہوتی ہے
قلما يتجاوزها وهو ليس عشر عشير من جزء من الف جزء من مدة الاخرة فكانه ترك واحدا لياخذ الف الف
اس سے بہت کم بڑہتی پاتا ہے سو یہہ ستواں حصہ ہی نہیں ہے ہزارویں حصہ میں کا آخرت کی مدت میں سے گویا اسنے ایک کو دس لاکہ لینی کی واسطے ترک کیا

بل لياخذ فلا نهاية له هذا من حيث المدة واما من حيث النوع فلذات الدنيا مكدرة مشوبة بانواع الآلام
ملکہ نہایت کی نہیں یہہ فزایش تو باعتبار مدت کی ہی اورباعتبار خوبی قسم کی سو دنیا کی لذتیں طرح طرح کی الم سی مکدر اور سختیوں سی آلودہ ہیں
والشدائد ولذات الآخرة صافية غير مكدرة فاذن يظهر غلطه في قوله النقد خير من النسيئة وعند ذلك
اور آخرت کی لذتیں صاف اور مصفا اب اوسکی غلطی صاف ظاہر ہوتی ہی کہ نقد بہتر ہوتا ہی اودہار سی اور اسوقت
يرجع الشيطان الى قياس آخر وهو ان اليقين خير من الشك والدنيا يقين والآخرة شك فلا يترك اليقين وهذا
شیطان ایک اور قیاس منتظم کرتا ہی اور وہ یہہ ہی یقین بہتر ہوتا ہی شک سی اور دنیا تو یقینی ہی اور آخرت میں شک ہی سو یقین کو ترک نہیں کرسکتی اور یہہ
القياس اكثر فسادا من الاول لكون كل من اصليه باطلا لان كون اليقين خيرا ليس الا اذا كان مثله لا مطلقا
قیاس پہلی قیاس سی خراب تر ہی کیونکہ اسکی دونوں اصل غلط ہیں پہلی کہ یقین جب ہی بہتر ہوتا ہی کہ شک کی مثل ہو دی کچہہ کلیہ نہیں ہی
الا ترى ان التاجر في تعبه على يقين وفي حصول ربحه على شك وكذا المريض يشرب الدواء البشيع الكريه وهو في
کیا تو نہیں دیکہتا کہ سوداگر اپنی مشقت کو یقینی جانتا ہی اور فائدہ ہونی میں شک پر ہی اور ایسی ہی بیمار کڑوی بدمزہ دوا پیتا ہی تلخی دوا کی تو یقینی ہی
مرارة الدواء على يقين وفي حصول الشفاء على شك لكن يقول الم مرارة الدواء قليل بالنسبة الى الم امتداد المرض المؤدي
اور صحت ہونی میں شک ہی پر وہ یہہ کہتا ہی کہ الم کڑوی دوا کا نسبت الم زیادتی مرض کی کمتر ہی جس میں
الى الهلاك فمن كان على شك في امر الآخرة يجب عليه ان يقول الصبر في ايام قلائل وهو منتهى الامر قليل بالنسبة
مر ہی جاتی ہیں پہر جسکو آخرت کی باب میں شک ہو تو اوسپر یہہ تصور واجب ہی کہ صبر کرنا چند روز کا یعنی آخر حیات تک بہ نسبت
الى ما يقابله من امر الآخرة فان كان ما يقال فيه كذبا فما يفوتني الا التنعم ايام حياتي وقد كنت في العدم من الازل
اوسی مقابل یعنی آخرت کی کمتر ہی کیونکہ آخرت کا حال جو مشہور ہی اگر جہوٹ نکلا تو میرا اسوا عیش زندگانی کی کیا جاتا رہیگا اور ہمیشہ میں ازل سی
الى الآن واحسب اني بقيت في العدم ولم اتنعم وان كان ما يقال فيه صدقا ابقى في النار دهرا طويلا وهذا مما
اب تک نابود ہی تہا سو میں سمجہونگا معدوم ہی رہا عیش حاصل نہوا اور اگر یہہ مشہور سچہ ہوا تو میں زمانہ دراز تک آگ میں جلونگا اس مصیبت کی طاقت
لا يطاق به وكذلك قال علي لبعض الملحدين المنكرين للآخرة ان كان ما قلتم حقا تخلصتم وتخلصنا وان كان
ہرگز نہیں ہی ایسا ہی علی رضی اللہ عنہ نی ایک ملحد سی جو آخرت کا منکر تہا جواب میں یہہ فرمایا جو تو کہتا ہی اگر سچ ہوا تو تم بہی بچی اور ہم بہی بچی اور اگر
ما قلنا حقا تخلصنا وهلكتم وليس هذا القول منه على شك في الآخرة بل كلم الملحد على قدر عقله وبين له
ہمارا قول حق ہوا تو ہم بچی اور تم ہلاک ہوگئی اور یہہ قول علی کا آخرت میں کچہہ شک کی راہ سی نہ تہا بلکہ ملحد سی اوسکی عقل کی موافق کلام کیا اور اوسکو ظاہر کردیا
انه وان لم يكن متيقنا فهو مغرور واما الاصل الثاني الذي هو ان الآخرة شك فهو باطل ايضا لان ذلك يقين
کہ یا اسپہ اگر وہ یقین نہیں رکہتا تو وہ دہوکہ میں ہی اور اس قیاس کی دوسری اصل یعنی آخرت مشکوک ہی یہہ بہی باطل ہی اس لئی کہ مومن کی نزدیک
عند المؤمن وايمانه يدفع غرور الشيطان الا انه اذا ترك اوامر الله تعالى وضيع الاعمال الصالحة ولابس المعاصي
یقینی بات ہی اور اسکا ایمان شیطان کی فریب کو دفع کردیتا ہی پر اتنا ہی کہ اسنی جب احکام الٰہی کو ترک اور اعمال صالحہ کو ضایع کیا اور معاصی
والمنكرات يكون مشاركا للكفار في هذا الغرور لانه وان كان معترفا بكون الآخرة خيرا من الدنيا لكنه مال
اور منکرات میں مبتلا ہوا تو اس دہوکہ میں کفار کا شریک ہوگیا اسواسطی کہ اگرچہ آخرت کو دنیا سی بہتر جانتا ہی اور اقرار کرتا ہی پر دنیا کی طرف راغب ہوکر
الى الدنيا وآثرها على الآخرة واستحق ان يكون من اهل النار كالكفار الا ان امره يكون اخف لان اصل الايمان
دنیا کو آخرت پر پسند کرلیا ہی اور سزاوار ہی کہ کفار کی طرح ناری ہووی لیکن اسکا حال بہ نسبت کفار کی خفیف تر ہی کیونکہ اصل ایمان
ينجيه من العذاب الابدي ويخرجه من النار ولو بعد حين وهذا هو فائدة مجرد الايمان وحده واما
ابدی عذاب سی بچا کر دوزخ میں سی نکال دیگا اگرچہ کچہہ مدت کی بعد اتنا تو فائدہ نری ایمان کا ہی اور رہا

الفوز بالمقصود فلا یکفی له مجرد الایمان وحده بل لابد من ضم العمل الصالح الیه کما یدل علیه ایات القران
محصول کرنا مقصود کا　سو سہیں نرا ایمان کافی نہیں ہی　بلکہ اوسکی ساتھ عمل صالح بھی چاہئی　چنانچہ قرآن کی آیات سی معلوم ہوتا ہی
من جملتها قوله تعالی وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اهتدی وقوله تعالی ان رحمت الله قریب
دنیوں سی ایک یہہ آیت ہی　اور میری بخشش ہی اوسپر جو توبہ کری اور یقین لاوی اور کری بہلا کام پہر راہ پر رہی　اور یہہ آیت　بیشک مہر اللہ کی نزدیک ہی نیکی کرنیوالوں سی
وقوله تعالی والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصلحت فوعد المغفرة فی کتاب الله تعالی منوط
اور یہہ آیت　قسم زمانی کی مقرر انسان ٹوٹی میں ہی مگر جو یقین لائی　اور کئی بہلی کام　پس کتاب اللہ میں بخشش کا وعدہ　ایمان
بالایمان والعمل الصالح جمیعا لا بالایمان وحده فمن اقر بلسانه ان الاخرة خیر وابقی ثم ترك العمل واشتغل بالمعاصی
اور عمل صالح دونوں پر موقوف ہی　نری ایمان پر نہیں　پہر جسنی زبان سی یہہ اقرار کیا کہ آخرت بہتر اور رہنیوالی ہی پہر عمل خیر ترک کرکر معاصی میں مشغول ہوا
فهو من المغرورین بالدنیا والمسرورین بها والمحبین لها والکارهین للموت خیفة فوات لذاتها لا خیفة فوات لذات
تو وہ دنیا کی دہوکی میں آیا ہوا ہی دنیا پر خوش ہوتا ہی اور اوسکی محبت میں موت سی ڈرتا ہی مبادا دنیا کی لذت فوت ہو جاوی　یہہ خوف نہیں ہی کہ آخرت کی لذت
الاخرة وحصول عقابها فهؤلاء هم الذین غرتهم الحیوة الدنیا وهم عن الاخرة هم غفلون والذین غرهم بالله الغرور
فوت ہوکر عذاب ہووی گا　سو یہہ وہ لوگ ہیں جنکو دہوکہ دیا دنیا کی زندگی نی　اور وہ آخرت سی بی خبر ہیں　اور جنکو دہوکہ میں ڈالا اللہ کی نام سی دغاباز نی
فهم الذین یهملون الاعمال ویشتغلون بالمنکرات ویقولون ان الله کریم رحیم نرجو رحمته ومغفرته وهذا
وہ وہی لوگ ہیں جو اعمال میں سستی کرتی ہیں اور منکرات میں مشغول رہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اللہ کریم اور رحیم ہی اوسکی رحمت اور مغفرت کی امید ہی　یہہ
الکلام وان کان صحیحا فی نفسه مقبولا فی القلوب الا ان الشیطان لا یغوی الانسان الا بکلام مقبول الظاهر
بات اگرچہ حقیقت میں راست ہی　دل مانتی ہیں　پر انسان کو شیطان ایسی ہی بات سی بہکاتا ہی　جو ظاہر میں مقبول ہو
مردود الباطن ولولا حسن ظاهره لما انخدعت به القلوب لکن النبی علیه السلام کشف عن ذلك بقوله الکیس
اور باطن میں مردود　اور اگر ظاہر میں پسندیدہ نہووی تو اوسکی بات پر دل ہرگز فریب نکہاویں لیکن نبی علیہ السلام نی اسکو ظاہر کر دیا　یہہ فرمایا کہ ہوشیار
من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هویها وتمنی علی الله وهذا التمنی هو الغرور الذی غیر
وہ ہی کہ اپنی آپ کو حقیر سمجہی اور آخرت کی لئی عمل کری اور احمق وہ ہی کہ ہوا ہوس کی پیچہی لگا ہی اور اللہ پر آرزو ئیں کری　یہہ آرزو لگانی ہی دہوکا ہی جسکا شیطان نی بدلکر
الشیطان اسمه وسماه رجاء حتی خدع به کثیرا من الناس وقد شرح الله الرجاء بقوله الذین امنوا وهاجروا
رجا نام رکہا ہی یہاں تک کہ بہت لوگوں کو اس فریب میں لی لیا ہی　اور رجا کی شرح اللہ تعالی نی اس آیت میں آپ کر دی ہی　جو لوگ ایمان لائی اور ہجرت کی
وجاهدوا فی سبیل الله اولئك یرجون رحمت الله وقیل للحسن قوم یقولون نرجو الله ویضیعون العمل فقال
اور لڑی اللہ کی راہ میں　وہ امیدوار ہیں اللہ کی مہر کی　کسی نی حسن سی کہا ایک لوگ یہہ کہتی ہیں　اللہ سی ہمکو امید ہی اور عمل خیر ضایع کرتی ہیں حسن نی کہا
هیهات هیهات تلك امانیهم یترددون فیها من رجا شیئا طلبه ومن خاف شیئا هرب منه وکما لا ینبت فی الدنیا
افسوس افسوس یہہ آرزوئیں ہیں انکی فکر میں پڑ رہی ہیں　جو شخص کسیکی آرزو کرتا ہی تو اوسکو طلب کرتا ہی اور جو کسی بات سی ڈرتا ہی تو اوس سی بہاگتا ہی اور جیسی دنیا میں
زرع الا بالحراثة کذلك لا یحصل فی الاخرة اجر وثواب الا بالایمان والعمل وکما کان معتوها من رجا ولدا ولم ینکح
کہیتی بدون بوئی نہیں اگتی ایسی ہی آخرت میں اجر اور ثواب بدون ایمان اور عمل کی نہیں ملتا　اور جیسی نادان کہلاتا ہی جو شخص اولاد کی آرزو کری اور نکاح نکری
او نکح ولم یجامع او جامع ولم ینزل کذلك یکون معتوها من رجا رحمة الله تعالی ولم یؤمن او امن ولم یعمل
یا نکاح تو کری پر صحبت نکری یا جماع بھی کری پر منزل نہو ایسی ہی نادان کہلاتا ہی جو شخص رحمت الہی کی امید رکہی　اور ایمان نہ لاوی یا ایمان لاوی پر عمل صالح
الصالحات او عمل الصالحات ولم یترك السیئات وکما ان من نکح وجامع وانزل ینبغی له ان یرجو حصول الولد
نکری　یا اعمال صالح بھی کری　پر برائیاں نچہوڑی　اور جیسی جو شخص نکاح کری پہر جماع کری اور منزل ہووی تو اوسکو لایق ہی کہ اولاد کی آرزو کری

وان يخاف عدم حصوله كذلك ان من امن وعمل الصلحت وترك السيأت ينبغي له ان يرجو حصول
دربار رہوں کا بہت خوف کری اسی ہی جو شخص ایمان لایا اعمال نیک کی اور برائیاں چھوڑ دیں تو اوسکو لائق ہی کہ امید ثواب کا

الاجر والثواب وان يخاف عدم حصوله فلو اجب على المؤمن ان يتوب عن السيأت ويداوم على الطاعات
متوقع ہووے اور محرومی سی ڈرتا رہے پس مؤمن پر یہ واجب ہی کہ برائیوں سی توبہ کری اور ہمیشہ طاعات کرتا رہے

ثم يكون بين الخوف والرجاء ولا يقنط من رحمة الله تعالى ولا يأمن من عذاب الله تعالى فان المنهمك في المعاصي
پہر خوف و امید کا درمیان رہے اور اللہ کی رحمت سی نا امید اور عذاب الٰہی سی بیخوف نہو بیشک جو شخص گناہوں میں مبتلا ہی

قد يخطر له التوبة فيقول له الشيطن انى يقبل توبتك مع ارتكابك امثال تلك الذنوب فيجب عند
اوسکی دل پر کبھی توبہ کا خیال آتا ہی پر اوسکو شیطان بہکاتا ہی تیری توبہ کب قبول ہوتی ہی تو ایسی ایسی گناہوں میں گرفتار ہی پس ایسی حالت میں واجب ہے

ذلك قمع القنوط بالرجاء ويقول ان الله كريم رحيم يغفر ذنوب التائبين لانه تعالى قال واني لغفار لمن
کہ ناامیدی کو دفع کرکر امیدوار ہو جانا چاہیئے اور کہے کہ بیشک اللہ کریم اور رحیم ہی توبہ کرنیوالوں کی گناہ معاف کرتا ہی اسلئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی البتہ بخشنے والا ہوں جو

تاب ووعد قبول التوبة وقال وهو الذي يقبل التوبة عن عباده فان التوبة طاعة تكفر الذنوب كلها
توبہ کری اور توبہ قبول کرنیکا وعدہ کیا فرمایا اور وہ ہی ہی جو قبول کرتا ہی توبہ اپنی بندوں سی بیشک توبہ ایسی عبادت ہی کہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ سب کو اتار

صغيرها وكبيرها حتى الكفر بخلاف سائر الطاعات فانها لا تكفر الا الصغائر فمن توقع المغفرة مع التوبة فهو
دیتی ہی یہاں تک کہ کفر کو بخلاف تمام اور عبادات کی سوا اور عبادات صرف گناہ صغیرہ کو اوتار دیتی ہیں پہر جو شخص توبہ کرکر بخشش کا امیدوار ہو تو وہ

راج ومن توقع المغفرة مع الاصرار فهو مغرور وكل توقع يورث التوبة والتشمر على العبادة فهو رجاء وكل توقع
راجی ہی اور گناہ پر اڑا رہا بخشش کی توقع کری تو وہ مغرور ہی جس توقع میں توبہ اور عبادت کا عزم حاصل ہووے وہ ہی رجا ہی اور جس توقع میں

يوجب الفتور في العبادة والركون الى البطالة فهو غرور فان من خطر له ان يترك الذنوب ويشتغل بالعبادة
عبادت میں قصور اور بیہودگی کی طرف رغبت آوے وہی غرور ہی کیونکہ جسکی دل میں یہ خیال آوے کہ گناہوں سی نکلوں اور عبادت کروں

يقول الشيطان له مالك تؤذي نفسك وتعذبها ولك رب كريم غفور رحيم فيفتر بذلك عن التوبة والعبادة
تو شیطان اوسکو یہ وسوسہ دیتا ہی تجھکو کیا ہوا اپنی جان کو تکلیف اور عذاب دیتا ہی میرا پروردگار تو کریم اور غفور اور رحیم ہی سو اس فریب میں آکر توبہ اور عبادت سی مارہتا ہی

فهذا غرور وعند ذلك يجب على العبد ان يستعمل الخوف ويخوف نفسه بغضب الله تعالى وعظيم عقابه
سو یہ ہی غرور ہی ایسی حالت میں ضرور ہی کہ آدمی خوف کری اور اپنی نفس کو غضب الٰہی اور اوسکی بڑی عذاب سی ڈراوی اوسکو یہ سمجھاوی

ويقول لها ان الله تعالى كما كان غافر الذنوب وقابل التوبة فهو شديد العقاب ايضا وانه مع كونه كريما
کہ اللہ تعالی جیسی گناہ معاف اور توبہ قبول کرتا ہی پس وہ عذاب بھی بہت بڑا کرتا ہی اور کریم اور رحیم ہوکر

رحيما خلد الكفار في النار ابد الاباد مع ان كفرهم لا يضره بل يسلط العذاب والمحن والامراض والعلل والفقر
کفار کو دوزخ میں قدیم کی لئے ڈال رکہا ہی باوجودیکہ اونکی کفر سی اوسکا ضرر نہ تہا بلکہ دنیا کی اندر اپنی بندوں پر عذاب اور محنت اور دکہ اور بیماری اور فقیری

والجوع على عباده في الدنيا مع كونه كريما رحيما قادرا على ازالتها فمن كان سنته في عباده كذلك كيف يغتر به
اور بہوک کو تعینات کر دیتا ہی حال یہ کہ کریم اور رحیم ہی قدرت سب کلفتوں دور کر سکتا ہی پہر جسکا بندوں کی حق میں یہ طریقہ ہو تو آدمی کب فریب

العبد ولا يخافه وقد خوفه عقابه ورجاء اكثر الخلق في هذا الزمان هو سبب فتورهم عن العمل واقبالهم على الدنيا
ہو سکتا ہی کہ اوسکا خوف اور ہشیاری نہ کری اور وہ بیشک اپنی عقاب سی ڈرا چکا ہی اور اس زمانہ میں اکثر خلق کی رجا ہی کہ عمل میں سستی اور دنیا پر توجہ

واعراضهم عن طاعة الله تعالى واهمالهم السعي للاخرة وهم لا يعلمون انه غرور وليس برجاء وقد اخبر النبي عليه السلام
طاعت الٰہی سی بی پرواہ آخرت کی سعی میں چست کو ضعیف کر دیتی ہی اور یہ نہیں سمجھتی کہ یہ شیطانی دہوکہ ہی رجا نہیں ہی اور بیشک نبی علیہ السلام خبر دی

ان الغرور سيغلب على اخر هذه الامة قال الامام الغزالي قد كان ما اخبر به النبي عليه السلام فان الناس في زمن

تھی ہی کہ غرور آخر کی اس امت کی بعد زور پکڑ جاویگا امام غزالی کہتی ہیں کہ نبی علیہ السلام نی جو خبر دی تھی وہ ہو گئی کیونکہ اول زمانہ میں لوگ ہمیشہ

الاول كانوا يواظبون على الطاعات والعبادات ويبالغون في الاحتراز عن الشبهات والشهوات ومع ذلك كانوا

طاعت اور عبادت میں مشغول رہتی تھی اور شبہات اور شہوات سی خوب بچتی تھی اور پیر بھی اپنی حال پر

يخافون على انفسهم ويبكون في الخلوات واما الان فترى الخلق آمنين فرحين غير خائفين مع اصرارهم على

ڈرتی رہتی تھی اور تنہائی میں رویا کرتی تھی اور اب اس زمانہ میں دیکھتی ہو کہ خلقت امن کی اندر خوش و خرم بی خوف و ہراس معاصی پر اڑی ہوئی

المعاصي وانهماكهم في الدنيا واعراضهم عن طاعة الله تعالى ويزعمون انهم واثقون بكرم الله تعالى وفضله و

اور دنیا میں کیسی ہوئی طاعت الہی سی بی پروا ہی اور کہتی ہیں ہمکو اللہ کی کرم اور فضل پر بڑا بھروسہ ہی اور اوسکی

راجون لعفوه ومغفرته ويقولون ان نعمته واسعة ورحمته شاملة واين معاصي العباد في بجلر مغفرته ويسمون

درگذر اور بخشش کی امید ہی اور کہتی ہیں کہ اوسکی نعمت فراخ ہی اور رحمت عام اور بندوں کی معاصی کی اوسکی دریای مغفرت میں کیا اصل ہی اور اس تمنی

تمنيهم واغترارهم رجاء ويقولون ان الرجاء مقام محمود في الدين فكانهم يزعمون انهم عرفوا من كرم الله تعالى و

اور اغترار کا نام رجا رکھ چھوڑا ہی اور کہتی ہیں کہ رجا دین میں پسندیدہ مقام ہی سو گویا یہ کہتی ہیں کہ ہم اللہ کا کرم اور فضل

فضله ما لم يعرفه الانبياء والصحابة والسلف الصالح

ایسا جانتی ہیں کہ انبیا اور صحابہ اور صلحا ر پیشین نہیں جانتی تھی

المجلس الثامن والستون في بيان فضيلة التقوى

اڑسٹھویں مجلس تقوی اور حسن خلق کی فضیلت میں اور بیان دونوں کی حقیقت کا

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتدرون ما اكثر ما يدخل الناس الجنة تقوى الله وحسن الخلق هذا الحديث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا تم جانتی ہو کیا چیز ہی جو جنت میں لوگوں کو زیادہ لیجاویگی پرہیزگاری اور عادت نیک یہ حدیث

من حسان المصابيح رواه ابو هريرة ومعناه ان اكثر اسباب السعادة الابدية انما يحصل بالجمع بين هاتين الخصلتين

مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اسکی معنی یہ ہیں کہ اکثر سبب سعادت ابدی کا بدوں جمع کرنی ان دونو خصلتوں کی حاصل نہیں ہو سکتا

فان التقوى اشارة الى حسن المعاملة مع الخالق وحسن الخلق اشارة الى حسن المعاملة مع الخلق فعلى هذا ينبغي

کیونکہ تقوی سی اشارہ طرف نیک معاملہ کی ہی ساتھ خالق کی اور حسن خلق اشارہ طرف نیک معاملہ کی خلقت سی اسکی موافق لائق ہی

لمن علم ان سعادة الدنيا فانية وان سعادة الاخرة باقية ان يختار سعادة الاخرة على سعادة الدنيا وسعادة

اوسکو جو یہ جانتا ہی کہ سعادت دنیوی فنا ہونیوالی ہی اور سعادت اخروی رہنی والی کہ سعادت اخروی کو سعادت دنیوی پر پسند کری اور سعادت

الاخرة لا تحصل الا بتقوى الله تعالى لان حسن الخلق وان ذكر معها اهتماما بشانه الا انه داخل فيها لانها عبارة عن

اخروی بدون تقوی الہی کی حاصل نہیں ہوتی کیونکہ حسن خلق اگرچہ اوسکی ساتھ عظمت شان کی لئی مذکور ہی پر وہ تقوی ہی میں داخل ہی اسلئی کہ تقوی یہ ہی کہ

اجتناب المنكرات والمنهي عنها واتيان المعروفات والمامور بها وبها تحصل خيرات الدنيا والاخرة اما الخيرات الدنيوية

منکرات اور ممنوعات سی بچنا اور امور حسنہ اور خدا کی فرمود کو بجالانا اور اسی میں دنیا اور آخرت کی خوبیاں موجود ہیں پہر خوبیاں دنیا کی

فمنها الحفظ والحراسة كما قال الله تعالى وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ومنها النجاة من الشدائد والرزق من

ایک انہیں سی حفاظت و نگہبانی ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور اگر تم صبر کرو اور بچتی رہو کچھ نہ بگڑیگا تمہارا اونکی فریب سی اور انہیں سی سختیوں سی نجات پانی اور حلال سی

الحلال كما قال الله تعالى وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ واما الخيرات الاخروية

چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور جو کوئی ڈرتا ہی اللہ سی وہ کر دی اوسکا گذارہ اور روزی دی اوسکو جہاں سی اوسکو خیال نہو اور آخرت کی خوبیوں میں سی یہ ہی

فمنها اصلاح العمل كما قال الله تعالى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ومنها

درستی عمل کی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی ای ایمان والو ڈرتی رہو اللہ سی اور کہو بات سیدہی کہ سنوار دی تمکو تمہاری کام اور انہیں سی

قال

قبول العمل کما قال الله تعالی انما یتقبل الله من المتقین ومنها الاکرام والاعزاز کما قال الله تعالی ان اکرمکم

قبولیت عمل کی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے اللہ قبول کرتا ہے سوا ڈرنے والوں سے اور انہیں سے اکرام اور عزت چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے بیشک عزت اللہ کی ان

عند الله اتقکم ومنها البشارة کما قال الله تعالی الذین امنوا وکانوا یتقون لهم البشری فی الحیوة الدنیا

میں کو زیادہ ہے جو زیادہ ڈرا اور انہیں سے مژدہ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے جو لوگ یقین لائے اور رہے پرہیزگاری کرتے انکو ہے خوشخبری دنیا کی زندگی

وفی الاخرة ومنها النجاة من النار کما قال الله تعالی ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظلمین فیها جثیا ومنها الخلود

اور آخرت میں اور انہیں سے دوزخ سے نجات چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے پھر بچا لینگے ہم انکو جو ڈرتے رہے اور چھوڑ دینگے گنہگاروں کو اس میں اوندھے پڑے اور انہیں سے ہمت

فی الجنة کما قال الله تعالی لکن الذین اتقوا ربهم لهم جنت تجری من تحتها الانهر خالدین فیها ومنها الدرجة

میں ہمیشہ کو رہنا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے لیکن جو لوگ ڈرتے رہے اپنے رب سے انکو باغ ہیں جنکے نیچے بہتی ندیاں رہ پڑے اس میں اور انہیں سے درجہ بلند

العلیا والمرتبة القصوی التی هی محبة الله تعالی کما قال الله تعالی ان الله یحب المتقین ولو لم یکن فی

اور انتہا کا مرتبہ یعنی محبت الہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے اللہ کو خوش آتے ہیں احتیاط والے اور اگر تقوی میں

التقوی سوی هذه الخصلة لکفت فکیف لا یسعی العبد فی تحصیلها مع ان لها فضائل کثیرة سواها و

سوائے اسکی کوئی خصلت ہوتی تو یہی کافی تھی پھر آدمی کیونکر سعی کر کر اسکو حاصل کرے باوجودیکہ اس میں اسکی سوا بہت فضیلتیں ہیں اور

القران مملو بذکر فضائلها فانه تعالی قال فی اية الله ولی المتقین وقال فی اية اخری والعاقبة للمتقین

قرآن اسکی فضائل سے بھرا ہے بیشک اللہ تعالی ایک آیت میں فرماتا ہے اللہ رفیق ہے ڈرنے والوں کا اور دوسری آیت میں فرمایا اور آخر بھلا ہے ڈرنے والوں کا

وقال فی اية اخری وازلفت الجنة للمتقین وغیرها الایات الدالة علی فضیلة التقوی فانه تعالی قد وصی

اور ایک اور آیت میں فرمایا اور نزدیک لائی گئی بہشت ڈرنے والوں کی اور سوا اسکی اور آیتیں جو تقوی کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں اور اللہ تعالی نے بیشک

بها الاولین والاخرین من حیث قال ولقد وصینا الذین اوتوا الکتب من قبلکم وایاکم ان اتقوا الله و حاصلها

پہلوں اور پچھلوں کو وصیت کی ہے چنانچہ فرماتا ہے اور ہم کہہ رکھا ہے پہلی کتاب والوں کو اور تمکو کہ ڈرتے رہو اللہ سے حاصل یہ ہے

انها اجماع کل خیر وهی فی اللغة فرط الصیانة وفی عرف الشرع عبارة عن التوقی عما یضره فی الاخرة من فعل او

کہ اسمیں تمام خوبیاں جمع ہیں اور تقوی لغت میں خوب احتیاط کرنی اور عرف شرع میں ایسے اعمال سے بچنے کو کہتے ہیں جو کرنے سے یا چھوڑنے سے آخرت میں ضرر

ترك فیلزم اجتناب الکبائر بالاتفاق فی تحصیلها وعند البعض یلزم اجتناب الصغائر ایضا

پہنچاوے واسطے حصول تقوی کی کبائر سے بچتے رہنا بالاتفاق لازم ہے اور بعضوں کی نزدیک تقوی کی لئے صغائر سے بھی بچنا ضرور ہے

فی تحصیلها وهو الحق وقیل لا یلزم اجتنابها لانها مکفرة عن مجتنب الکبائر

اور یہی قول حق ہے اور کوئی کہتا ہے صغائر سے اجتناب ضروری نہیں کیونکہ صغائر اسکی اتر جاتے ہیں جو کبائر سے بچتا ہے

فلا یستحق العبد بها العقوبة لقوله تعالی ان تجتنبوا کبائر ما تنهون عنه نکفر عنکم سیاتکم لکن هذا خطا

سو بندہ صغائر کی مارے سزا اور عقوبت کا نہیں ہوتا اس آیت سے اگر تم بچتے رہو گے بڑی چیزوں سے جو تمکو منع ہوئیں تو ہم اتار دینگے تم سے تقصیریں تمہاری لیکن یہ بات

مخالف لقواعد اهل السنة لان العقاب علی الصغیرة جائز عندهم ولو مع اجتناب الکبائر لان بعض المفسرین

خطا اور اہل سنت کی قواعد سے خلاف ہے کیونکہ اہل سنت کی نزدیک صغیرہ پر بھی عذاب کرنا جائز ہے اگرچہ کبائر سے بچتا ہے کہ بعض مفسرین نے اس آیت میں کبائر سے مراد

حملوا الکبائر فی الایة علی انواع الشرك کشرك الیهود والنصاری والمجوس وغیرهم لان المطلق عند عدم القرینة

تمام شرک لئے ہیں جیسے یہود اور نصاری اور مجوس وغیرہ کا شرک کیونکہ مطلق سے بدون قرینہ کی فرد کامل مراد ہوتا ہے اور

نصرف الی الکامل وهو الشرك وباجتنابه لا یتعین تکفیر غیره بل یبقی فی مشیة الله تعالی لقوله تعالی ان الله لا یغفر ان

کامل شرک ہے اور شرک سے بچنے میں اور گناہ کا اترنا مقرر نہیں ہوتا بلکہ مشیت الہی میں رہتا ہے اس آیت سے بیشک اللہ یہ نہیں بخشتا

يُسْتَرُ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ مع ان الاصرار على الصغائر كبيرة فلا يكون مكفرة بل لابد من اجتنابها
کہ اوسکی ستر کیسا ہووی اور اوس سی نیچی جسکو چاہتا ہی بخشتا ہی باوجود یکہ صغائر پر جمی رہنا کبیرہ ہوتا ہی سو کہ وہ کیسے موسکیگا لہذا اونسی بھی اجتناب ضروری ہی

وقد روي عن عطية انه عليه السلام قال لا يبلغ العبد ان يكون من المتقين حتى يدع ما لا بأس به حذرا
اور عطیہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا آدمی درجہ تقوی کا نہیں پاتا جبتک لا باس کو نہ چھوڑے خوف اسکا اونکی رکھ کی

عما به بأس وهذا الحديث نص في لزوم اجتناب الصغائر في تحصيل التقوى لانها على تقدير كونها مكفرة عن مجتنب
اس حدیث سی صاف ظاہر ہی کہ اجتناب صغائر سی واسطے حصول درجہ تقوی کی ضروری ہی کیونکہ صغائر کو مانا کہ کبائر کی بچنی والی سی اتر جاتی ہیں

الكبائر يكون مما لا بأس به فيلزم اجتنابها مع ان للمتقي المعنى اللغوي الذي هو فرط الصيانة يقتضي اجتناب الكبائر و
پر لا باس سی میں تو داخل ہیں پس صغائر سی اجتناب لازم ہی باوجودیکہ لغوی معنی کی رعایت یعنی خوب احتیاط کرنی تقاضا یہ ہی کہ کبائر سی اور

الشبهات ايضا لكن الاحتراز عن جميع الشبهات لا يمكن في هذا الزمان كما قال قاضيخان في فتاويه ليس زماننا زمان
شبہات سی بھی بچی لیکن اس زمانہ میں سارے شبہات سی احتراز نہیں ہو سکتا چنانچہ قاضیخان اپنی فتاوی میں کہتی ہیں ہمارا زمانہ شبہات کا زمانہ نہیں ہی

الشبهات وعلى المسلم ان يتقي الحرام العاين وكذا قال صاحب الهداية في التجنيس وزمانهما قبل ستمائة سنة وقد بلغ
مسلم کا یہی ذمہ ہی کہ حرام ظاہر سی پرہیز رکھی اور ایسا ہی ہدایہ والا تجنیس میں کہتا ہی اور ان دونو کا زمانہ چھ سو برس سی پہلی ہی اور اب تو

التاريخ الان ما يلم ولا شك ان الفساد والتغير يزداد بزيادة بعد الزمان عن عهد النبوة والتسبب في عدم امكان
زمانہ کا حال ہی سو ہی اور اسمیں کچھ شک نہیں ہی کہ عہد نبوت سی زمانہ جتنا دور ہوتا جاتا ہی فساد اور تغیر بڑھتی جاتی ہیں اور اس زمانہ میں شبہات سی

الاحتراز عن الشبهات في هذا الزمان عدة امور الاول ان قوام البدن انتظام المعاش ليس الا بالنقود والحبوب ونحوها
احتراز نہو سکنی کی کئی سبب ہیں اول یہ کہ بدن کی تندرستی اور گذران کا انتظام بدون نقود اور دانہ وغیرہ کی

مما يخرج من الارض والغالب المستعمل في النقود والمسوخ ليس الا الدراهم وقد صغروها بحيث لا يعلم كم منها يبلغ قدر
جو زمین سی پیدا ہوتا ہی نہیں ہوتا اور اکثر معاملات کی کرنی اور تورنی میں چلن سوی دراہم کی نہیں ہی سو انکو اتنا کم کر ڈالا ہی کہ اصلا معلوم نہیں ہوتا کہ انمیں سی کی

وزن درهم واحد شرعي بل الطامعون من اخساء الفسقة والكفرة لا يزالون يقطعونها حتى صار المقطوع في الدراهم
درہم مل کر ایک درہم شرعی کی ہو سکتی ہیں بلکہ لالچی دو دماغ فاسق اور کفار ہمیشہ دراہم کو کترتی جاتی ہیں یہاں تک کہ کترا ہوا بچتی ہی

غالبا على غيره وسبب ذلك تركوا وزنها وجعلوها من المعدودات في التبايع والاستقراض والفضة وزنية ابدا
ہو گیا ہی اسکا باعث یہ ہوا ہی کہ دراہم کو تولنا چھوڑ دیا ہی اور اونکو بیع اور قرض وغیرہ میں معدود ٹھرا رکھا ہی اور چاندی ہمیشہ کانٹی در لی ہی

لنص الشارع عليه فلا يتبدل بالعرف لان شرط اعتباره عدم النص وهذا مذهب ابي حنيفة ومحمد ورواية ظاهرة
شارع اوسکو صاف فرما چکا ہی سو عرف کی سبب بدل نہیں سکتی اسلئے کہ عرف وہان معتبر ہوتا ہی جہاں نص موجود نہو اور یہی مذہب ہی ابو حنیفہ اور محمد کا اور یہی ہی

عن ابي يوسف وفي رواية ضعيفة عنه يعتبر العرف مطلقا فاذا كانت الفضة وزنية ابدا يلزم بيان وزنها في
ظاہر روایت ابو یوسف سی اور ایک ضعیف روایت ابو یوسف سی یہ ہی کہ عرف مطلق معتبر ہوتا ہی پھر جب چاندی ہمیشہ کو وزنی ہی تو اوسکا وزن بیان کر دینا بیع

التبايع والاستقراض لان بيان مقدار الثمن شرط صحة البيع ونحوه ومقدار الوزن لا يعلم بالعد كما لا يعلم
اور قرض میں ضرور ہوا اسلئے کہ ثمن کی مقدار بیان کرنی بیع وغیرہ کی صحت کی لئی شرط ہی اور وزن کی مقدار گنتی سی معلوم نہیں ہوتی جیسی تولنی سی

مقدار العددي بالوزن فاذا لم يبين وزنه يفسد البيع والاجارة والقرض ونحوها فيكون ما اشترى بالبيع الفاسد
گنتی معلوم نہیں ہوتی پھر جب اسکا وزن معلوم نہوا تو بیع اور اجارہ اور قرض وغیرہ سب فاسد ہوئی پس جو خرید بیع فاسد کی خریدا

من الطعام والجارية مليكا للمشتري بعد القبض لكن لا يحل له اكل الطعام ولا وطء الجارية ولا مخلص منه
کہانا یا لونڈی ہی بہ سبب بعد قبض کی خریدار کی ملک ہو گی مگر اسکو نہ تو اوس کہانی کا حلال ہی اور نہ صحبت لونڈی کی اور اس سی کوئی مخلص نہیں ہی

مع ان المعنى اللغوي وهو فرط الصيانة يقتضي وجوب الاحتياط

لاحيلة

ولا حيلة فيه الا التمسك بالرواية الضعيفة عن ابي يوسف لتعسر الجمع بين العدل والوزن خصوصا
في حق الفقراء وقد تقرر ان الضرورات تبيح المحظورات والثاني غلبة الطمع على الناس بحيث ترى كثيرا
منهم لا يرضون بحقوقهم ولا يقنعون بحظوظهم بل يتجاوزون الى الحرام والثالث غلبة الظلم بين الخلق
من الغصب والسرقة والخيانة والتزوير ونحوها والرابع غلبة الجهل على التجار والصناع والاجراء والشركاء
في الاصل او العلة فلا يراعون شرائط الشرع في معاملاتهم فاذن معاملاتهم لا تخلو اما ان تبطل فيكون
مكسوبهم حراما او تفسد فتكره فتكون مكسوبهم خبيثا والحرام لا يكون ملكا بالقبض بل ان امكن الرد
الى صاحبه يجب الرد اليه ويحصل الاثم بغيره ولا يجوز لاحد اخذه بشراء او اجارة او هبة او صدقة او
نحوها اذ لا يصير بها حلالا وان تعذر الرد الى صاحبه فسبيله التصدق لا غير والخبيث وان كان ملكا
بالقبض لكن يجب على مالكه التصدق ويأثم بغيره ولا يجوز لاحد اخذه الا ان يتصدق عليه وهو فقير فاذا
كان كذلك فكيف يمكن المعاملة بالناس في هذا الزمان مع الاحتراز عن الشبهات فان كثيرا في ايديهم
من الاموال اما حرام او خبيث بسبب ظلم بعضهم بعضا بالغصب والسرقة والخيانة والتزوير ونحوها
او بسبب عدم مراعاة شرائط الشرع في معاملاتهم فالاخذ بالقول الاحوط والاحتراز عن الشبهات في هذا
الزمان يستدعي ان لا يعامل مع الناس ويقتضي العزلة عنهم والفرار الى الجبال وسكنى المغارات وبطون الاودية
ويرتع العشب والكلاء وفي هذا حرج عظيم وتكليف بما لا يطاق وكلاهما منفيان في الشرع بالنص لان الانسان
مدني بالطبع لا يمكنه ان يعيش وحده بل لا بد له ان يعيش مع الناس فيتعين في هذا الزمان لا محالة الاخذ
بما قال محمد ومن تبعه من المشائخ من جواز اخذ مال الغير باذنه ورضائه بعوض وبغير عوض ما لم يعلم كونه

حراما بعينه تمسكا باصول مقررة في الشرع من ان اليد دليل الملك وان الاصل في الاشياء الاباحة وان

پہ بنا تی ہیں قواعد مقررہ شرع سی تمسک کرکر کہ قبضہ دلیل ملک ہوتا ہی اور اصل اشیا میں اباحت ہی اور

اليقين لا يزول بالشك وانما يزول بيقين مثله وان الثمن في العقود والفسوخ اذا كان من النقود لا يتعين

یقین شک سی دفع نہیں ہوتا یقین جب ہی جاتا ہی تب ویسا ہی یقین ہو اور ثمن عقود اور فسوخ میں اگر نقد روپیہ ہوتا ہی تو تعین کرنی سی

بالتعيين بل يثبت بالذمة حتى لو اشير الى الثمن النقد ودفع غيره يجوز بخلاف المبيع فانه يتعين بالعقد حتى

متعین نہیں ہوتا بلکہ ذمہ پر لازم ہوتا ہی یہان تک اگر ثمن نقد کو اشارہ سی متعین کری اور وہ اور روپیہ دیدی تو جایز ہی برخلاف مبیع کی پس مبیع عقد کرنی سی متعین ہوتا

لا يجوز استبداله باخر واقامته مقامه الا بالفسخ وتكرار العقد وبما قال الكرخي وقد صرحوا بكون الفتوى على

لیکہ اوسکو اور مبیع سی بدل دینا اور بدلہ کو اوسکی جگہ چھوڑ دینا جایز نہیں ہی جبتک ہو فسخ اور دوبارہ عقد نکیا جاوی اور تمسک کرکے امام کرخی کی قول سی کہ فتوی کہ کہا ہی

في هذا الزمان ان المشتري بحرام بعينه حلال طيب الا ان يشار اليه حين العقد ثم سلم ثم يكون ملكا خبيثا

کہ اس زمانہ میں فتوی اسی پر ہی کہ جو شی حرام سی خریدی ہوئی شی حلال پاکیزہ ہوتی ہی مگر اس صورت میں کہ عقد کرتی ہوئی اس ثمن حرام کی طرف اشارہ کری پہر وہ ہی دے

واجب التصدق وبما ذهب اليه ابو حنيفة من ان الخلط الرافع للتمييز استهلاك موجب للتملك والضمان وبما

دو تو یہ ملک خبیث ہوگی اوسکا صدقہ کردینا واجب ہی اور تمسک کرنا امام ابو حنیفہ کی مذہب سی کہ ملا دینا دو چیز کا جس میں امتیاز باقی نہ رہی ہلاک کردینا ہی اسمیں ملک حاصل ہوجاتی ہی

عنه ان سبب الطيب وجوب الضمان لا اداؤه نعم ما لا يدرك كله لا يترك كله فان الاحتراز عن جميع الشبهات اذا

اور تمسک کرنا جو ان سی مروی ہی کہ سبب حلت کا وہی ضمان کا لازم آنا ہی اوسکا ادا کرنا نہیں ہاں جو چیز سراسر میسر نہ آوی تو سراسر چھوڑنا نہ چاہی بیشک احتراز تمام شبہات سی جو

لم يكن ممكنا في هذا الزمان لزم الاحتراز عن الشبهات التي يمكن الاحتراز عنها في تحقق التقوى لان الطاعة

اس زمانہ میں ممکن نہیں ہی تو احتراز کرنا ایسی شبہات سی جو کہ سہل ہیں واسطی ثبوت تقوی کی لازم ہی اسواسطی کہ اطاعت موافق طاقت کی ہوتی ہی

بحسب الطاقة فمن اتقى عما في وسعه من الشبهات يرجى من فضل الله تعالى ان يعفو عنه ما ليس في وسعه

پہر جو شخص اپنی مقدور بہر شبہات سی بچتا ہی تو اللہ کی فضل سی امید ہی کہ اوسکو وہ معاف کردی جو اوسکی طاقت سی باہر ہی

ويجعل له ثواب المتقين واما طعام اهل الوظائف من الاوقاف او بيت المال فهو كسائر المكاسب فان الكسب

اور اوسکو ثواب متقیوں کا عنایت کری اور رہا کہانا وظیفہ داروں کا اوقاف میں سی یا بیت المال میں سی سو وہ ایسا ہی جیسی اور تمام کمائی کیونکہ فائدہ لینا

بالبيع والاجارة ونحوهما اذا روعي فيها شرائط الشرع كما يكون حلالا طيبا كذلك الوقف اذا صح وروعي فيه شرط

بیع اور اجارہ وغیرہ سی اگر اوسمیں شرطیں شرعی رعایت کی جاویں جیسی حلال طیب ہوتا ہی ایسی ہی وقف اگر صحیح ہو اور شرطیں وقف کی ادسمیں

الواقف يكون حلالا طيبا وكذا بيت المال يحل لمن كان مصرفا له واخذه بقدر الكفاية وتفصيل الكفاية مع

رعایت کی جاویں تو حلال طیب ہوتا ہی اور ایسی ہی بیت المال حلال ہوتا ہی اگر اوسکی قابل ہو اور بقدر کفایت لیا کری اور تفصیل کفایت کی موافق بیان

في الاحياء وغيره من الكتب في السلوك ولا فرق بين الوقف وبين بيت المال وبين غيرهما من المكاسب في

احیاء وغیرہ کتب کی سلوک میں اور درمیان وقف اور بیت المال وغیرہ آمدنیوں کی اس باب میں کچھہ فرق نہیں ہی

كل منها حلالا طيبا اذا روعي فيه شرائط الشرع وفي عدم كونه حلالا اذا لم يراع فيه شرائط الشرع وذكر في الواقعات

کہ یہ سب حلال طیب ہیں اگر انمیں شرایط شرعی رعایت کیجاویں اور سب حرام خبیث ہوتی ہیں اگر انمیں شرایط شرعی رعایت نہوویں اور واقعات میں مذکور ہی

ان الذين يقضون ويفتون ويشتغلون بالتعليم وياكلون من بيت المال فانهم ليسوا عاملين بالاجرة بل هم

کہ جو لوگ حکم کرتی ہیں اور فتوی دیتی ہیں اور درس تدریس میں مصروف رہتی ہیں اور بیت المال میں سی کہاتی ہیں سو یہ لوگ یعنی قاضی مفتی مدرس مزدور نہیں ہیں

لله تعالى واجرهم على الله تعالى وكذلك ما يعطيه الامراء والسلاطين من اموالهم الى رجل حلال ما لم يعلم انه

بلکہ اللہ کا کار بار کرتی ہیں اور انکا اجر خدا پر ہی اور ایسی ہی جو کہ امراء اور سلاطین اپنی مال میں سی کسیکو کچھہ دیتی ہیں سب حلال ہی جبتک معلوم ہو کہ وہ شی خاص حرام

بعینه نعم درجات الحلال کثیرة عالیة بعضها اعلی من بعض لکن فی زماننا لا یمکن الاخذ بالقول الاحوط فی

ہاں مرتبے حلال کی بہت ہیں ایک سے ایک بالا پر ہمارے زمانہ میں تقوی کی باب میں احتیاط کامل پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے

التقوی لان الاستقصاء البالغ فی الحلال علی قانون الورع الاعلی فی زماننا مما یفضی الی الحرج وهو مدفوع فی الدین

کیونکہ حلال کی باب میں نہایت درجہ کا مبالغہ کرنے سے موافق قواعد اعلی مرتبہ کی پرہیز کی ہمارے زمانہ میں بڑا حرج ہوتا ہے اور دین کی اندر حرج نہیں ہے

بل الشرع هو المیزان المستقیم فما لا یذمه الشرع فهو حلال رحمة من الله تعالی علی عباده فاذا تمسك احد بالشریعة

بلکہ شرع سیدھی ترازو ہے جسکو شرع برا نہ کہے وہ سب حلال ہی ہے یہہ اللہ کی طرف سے بندوں کی حال پر کمال رحمت ہے اور جب کوئی شریعت سے

فلیس لاحد ان ینکر علیه لان الانکار علیه استخفاف بالشریعة ومن استخف بالشریعة یخاف علیه زوال الایمان

پیر پہ کسکا مقدور ہے کہ اوس پر انکار کرے کیونکہ اوسپر انکار کرنا شریعت کی تحقیر ہے اور جو شخص شرع کی تحقیر کرے اوسپر کفر کا خوف ہے

اذا تحقق هذا فالورع والتقوی فی هذا الزمان ان یجعل ما فی ید کل انسان ملکا له ما لم یتیقن انه بعینه مغصوب

جب یہہ امر ثابت ہوا تو ورع اور تقوی اس زمانہ میں یہہ ہے کہ جو چیز جس شخص کے قبضہ میں ہے اوسی کی ملک سمجھی جاوے جبتک یقینی معلوم ہو کہ یہہ خاص چیز چھینی ہوئی

او مسروق وان علم یقینا ان فی ماله حراما اذ قد قال قاضیخان فی فتاواه رجل دخل علی سلطان فقدم الیه شیء

یا چرائی ہوئی ہے اگرچہ یہہ بات یقینی معلوم ہو کہ اوسکی مال میں حرام بھی ملا ہے اسلئے کہ قاضیخان اپنی فتاوی میں کہتا ہے کہ ایک شخص حاکم کی پاس گیا حاکم نے اوسکو کوئی چیز

من الماکولات ان لم یعلم انه بعینه غصب یحل له ان یاکل لانه لم یعلم بالحرمة والاصل فی الاشیاء الاباحة

کہانیکو دی اگر یہہ معلوم ہو کہ یہہ ہی خاص غصب کی ہوئی ہے تو اوسکو کہا لینا حلال ہے اسلئے کہ اوسکی حرمت معلوم نہیں ہے اور اصل اشیاء میں اباحت ہے

وان علم انه بعینه حرام لا یحل له ان یاکل منه لانه علم بالحرمة وسئل ابو بکر البلخی عن الفقیر انه لو اخذ

اور اگر معلوم ہو کہ یہہ خاص چیز حرام ہے تو کہانا حلال نہیں ہے کیونکہ حرمت معلوم ہو گئی کسی نے ابو بکر بلخی سے فقیر کا حال پوچھا کہ ادسی اگر

جائزة السلطان مع علمه ان السلطان اخذها غصبا ایحل له ذلك قال ان السلطان ان خلط الدراهم

عطیہ سلطان کا معصوب جانکر لیلیا تو کیا اوسکو یہہ حلال ہے جواب دیا اگر سلطان نے دراہم ایک قسم کی دوسری

بعضها ببعض فلا باس باخذه وان دفع الیه عین الغصب من غیر خلط لا یجوز له اخذه قال الفقیه ابو اللیث

قسم میں ملا دئیے تو لینے میں کچھ قباحت نہیں ہے اور اگر اوسکو معصوب درہم وہ کی وہ ہی بدوں ملانے کی دیدئیے تو لینا جایز نہیں ہے فقیہ ابو اللیث کہتے ہیں

هذا الجواب یستقیم علی قول ابی حنیفة اذ عنده من غصب الدراهم من قوم وخلط بعضها ببعض یملکها الغاصب

یہہ جواب ابو حنیفہ کی قول پر درست ہوتا ہے اسلئے کہ امام کی نزدیک اگر کسی نے دراہم کسی سے چھین کر ایک کو دوسری میں ملا دئیے تو غاصب مالک

ویکون مدیونا لهم وذکر فی بستان العارفین ان الناس اختلفوا فی اخذ جائزة السلطان قال بعضهم یجوز ما

اور اونکا قرضدار ہو جاتا ہے اور بستان العارفین میں مذکور ہے کہ فقہا میں در باب قبول کرنے عطیہ سلطان کی اختلاف ہے کوئی کہتا ہے جائز ہے

لم یعلم انه یعطیه من الحرام وقال بعضهم لا یجوز اما من اجازه فقد ذهب الی ما روی عن علی بن ابی طالب

جبتک یہہ معلوم ہو کہ یہہ حرام کا مال دیا ہے اور کوئی کہتا ہے جائز نہیں ہے پھر جو شخص جائز کہتا ہے تو اوسنے وہ اختیار کیا ہے جو علی بن ابی طالب سے روایت ہے

انه قال السلطان یصیب من الحلال والحرام فما یعطیك فخذه فانما یعطیك من الحلال وروی عن عمر انه علیه السلام

کہ فرمایا سلطان کی پاس حلال اور حرام سب آتا ہے پھر جو تجکو دیتا ہے سو لیلے کیونکہ تجکو حلال ہی دیتا ہے اور عمر سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے

قال من اعطی شیئا من غیر مسئلة فلیاخذه فانما هو رزق رزقه الله تعالی وروی عن حبیب بن ابی ثابت انه قال

فرمایا جسکو کوئی شخص بے مانگے کچھ دیدے تو لے لینا چاہیے کیونکہ وہ اللہ تعالی نے رزق بھیجا ہے اور حبیب بن ابی ثابت سے روایت ہے کہ کہتا ہے

رایت ابن عمر وابن عباس یاتیهما هدایا المختار فیقبلانها مع کونه مشهورا بالظلم وروی محمد بن الحسن عن ابی حنیفة

کہ میں ابن عمر اور ابن عباس دونوں کو دیکھا ہے کہ اونکی پاس ہدیے مختار کا آتا اور وہ دونوں لیلیتے باوجودیکہ مختار ظالم مشہور تھا اور محمد بن الحسن ابو حنیفہ سے اور وہ حماد سے

عن حماد ان ابرهيم النخعي خرج الى زهير بن عبد الله الازدي وكان عاملا على حلوان يطلب جائزته هو وابو زرعة
سنا ہے کہ گئے ہیں ابراہیم نخعی زہیر بن عبد اللہ ازدی کے پاس جب وہ حلوان کا عامل تھا لینے انعام وہ اور ابو زرعہ ہمدانی دونو

الهمداني قال محمد وبه ناخذ ما لم تعرف شيئا من عطائه حراما بعينه وهذا قول ابي حنيفة المجلس التاسع والستون
محمد کہتا ہے ہمارا یہی مذہب ہے جب تک معلوم ہو کہ کوئی عطیہ عین لعینہ حرام ہے اور یہی قول ابو حنیفہ کا ہے انہترویں مجلس

في بيان لزوم طلب كسب الحلال واي اطيب من المكاسب واقبح منها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
بیان میں تلاش حلال کمائی کی اور کونسی کمائی پاک ہے اور کونسی بری ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان اطيب ما اكلتم من كسبكم وان اولادكم من كسبكم هذا الحديث من حسان المصابيح روته ام المؤمنين
بیشک بہت پاکیزہ جو کچھ تم کھاتے ہو تمہاری کمائی کا ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہے یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے ام المؤمنین عائشہ کی

عائشة وفيه تحريض على الكسب الحلال لان المراد بالطيب ههنا الحلال ومعنى الكسب الطلب والسعي في تحصيل
روایت سے اسمیں کسب حلال کی ترغیب ہے اسلئے کہ طیب سے مراد یہاں حلال ہے اور کسب کی معنی تلاش اور کوشش رزق کی واسطے

الرزق وانما جعل الولد كسبا لان الوالد يطلبه ويسعى في تحصيله فيكون من جملة اكسابه فيجوز له ان ياكل
اور ولد کو کمائی اسواسطے ٹھہرایا کہ والد اولاد کی طلب ہوتی ہے اور اوسکی لئے سعی کرتی ہے پس تو اولاد اوسکی کمائی میں داخل ہے اب اوسکو جایز ہے کہ اگر

من كسبه اذا كان محتاجا والا فلا الا ان تطيب به نفسه قال الفقيه ابو الليث في بستان العارفين كره
محتاج ہووے تو اولاد کی کمائی میں سے کھاوے ورنہ نہیں ہاں اگر وہ دل سے خوش ہوتا ہو فقیہ ابو اللیث بستان العارفین میں کہتا ہے بعضی لوگ

بعض الناس الاشتغال بالكسب وقالوا الواجب على كل انسان الاشتغال بعبادة الله والتوكل عليه وحجتهم
کسب اختیار کرنے کو مکروہ کہتے ہیں وہ لوگ یہہ کہتے ہیں کہ ہر شخص پر شغل عبادت الہی کا اور اوس پر بھروسا کرنا واجب ہے اور اونکی دلیل

قوله تعالى وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون وقال النبي عليه السلام ما اوحي الي ان اجمع المال واكن من التاجرين
یہہ آیت ہے اور نہیں پیدا کیا میں نے جن اور آدمی سوائے بندگی کو اور یہہ حدیث ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر یہ وحی نہیں آئی کہ مال جمع کر کر تجارت کیا کروں

ولكن اوحي الي ان سبح بحمد ربك وكن من الساجدين واعبد ربك حتى ياتيك اليقين وقال عامة اهل العلم الكسب
لیکن یہہ وحی آئی ہے کہ تو پاکی کر ساتھ حمد اپنے رب کی اور رہ سجدہ کرنے والوں میں اور بندگی کر اپنے رب کی جب تک پہنچے تجھکو موت اور عام اہل علم کہتے ہیں کہ اتنی مقدار کی

بمقدار ما يكفيه ولعياله واجب فان زاد على ذلك فهو مباح ولا يكون الاشتغال بطلب الزيادة حراما اذا لم يرد
کہ اسکو اور اوسکی عیال کو کافی ہو واجب ہے اگر اس سے زیادہ ہووے تو مباح ہے اور زیادہ کی تلاش اگر فخر اور ریا منظور نہو تو حرام نہیں ہے

به الفخر والرياء وحجتهم انه تعالى قد فرض الفرائض ولا يتاتى اداؤها الا بستر العورة وقوة البدن ولا يحصل ستر العورة
ان لوگوں کی یہہ دلیل ہے کہ اللہ تعالی نے کتنے فرایض ذمہ پر مقرر کئے ہیں اور وہ فرایض بدون ستر عورت اور قوت بدن کی ادا نہیں ہو سکتے اور ستر عورت

الا باللباس ولا قوة البدن الا بالقوت اذ قال الله تعالى وما جعلناهم جسدا لا ياكلون الطعام وتحصيل القوة واللباس
بدون پوشاک کی اور بدن کی قوت بغیر کھانے کی نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے اور نہیں بدن بنائے تھے کہ کھانا نہ کھاویں اور میسر آنا قوت اور لباس کا

لا يكون في الغالب الا بالكسب وما ذكر في انكار ذلك من الحجة فالجواب عنه ان يقال ان التجارة اما ان يكون
اکثر اوقات بدون کسب کی نہیں ہوتا اور جو دلیل اسکی انکار میں مذکور ہوتی ہے تو اوسکا یہہ جواب ہے کہ کبھی تجارت یا تو واسطے طلب کفایت کی ہوتی ہے

لطلب الكفاية او لطلب الزيادة على الكفاية فان كانت لطلب الكفاية فهي واجبة ماجور فاعلها فيكون الاشتغا
یا واسطے طلب زیادت کی قدر کفایت پر پھر اگر واسطے طلب کفایت کی ہے تو واجب ہے ایسا شخص ثواب دیا جاتا ہے یہہ تو یہہ دھندا

ل بها اشتغالا بالعبادة وان كانت لطلب الزيادة فان كان طلب تلك الزيادة لاستكثار المال وادخاره لا
بجائے خود عبادت ہے اور اگر تجارت واسطے طلب زیادت کی ہے پھر اگر وہ زیادت واسطے کثرت مال اور جمع کرنے کی ہو کہ خیرات اور حسنات میں کام

الی الخیرات والحسنات فہو اقبال علی الدنیا التی حبہا راس کل خطیئة فلا یکون الاشتغال بہا اشتغالا بالعبادة
تو یہ توجہ دنیا کی ہی جسکی محبت تمام گناہوں کی سردار ہی پس یہہ دہندا شغل عبادت کا نہیں ہی

بل ان وجد فیہا تلبس وخیانة یکون فسقا وظلما وان کان طلبہا لیواسی بہا الفقراء والضعفاء فہی افضل
بلکہ اسمین اگر کچہہ فریب اور خیانت ہوویگی تو فسق اور ظلم ہی اور اگر یہہ طلب اسلئی ہی کہ اس مال سی فقراء اور ضعفاء کی ساتہ مروت عمل میں آوی

من الاشتغال بالنوافل من العبادات البدنیة فکیف لا یکون الاشتغال بہا اشتغالا بالعبادة وقد ذکر فی الاخبار
تو یہہ شغل عبادت بدنیہ میں سی نفلوں کی پڑہنی سی افضل ہی پہر یہہ شغل کیونکر عبادت کا شغل نہوگا حال انکہ بیشک اخبار میں مذکور ہی

ان الرسل علیہم السلام کانوا یکتسبون ویاکلون من کسبہم فادم النبی علیہ السلام زرع الحنطة وسقاہا وحصدہا
کہ رسل علیہم السلام محنت کا کام کرکر اپنی کمائی سی کہاتی ہی پس آدم نبی علیہ السلام نی گیہوں بوئی پہر کو پانی دیا پہر کاٹی

وداسہا وطحنہا وعجنہا وخبزہا واکلہا ونوح النبی علیہ السلام کان نجارا وابرہیم علیہ السلام کان بزازا وداود
پہر گاہا پہر پیسا پہر خمیر بنایا اور پکاکر کہایا اور نوح نبی علیہ السلام کہاتی کا پیشہ کرتی تہی اور ابراہیم نبی علیہ السلام بزازی کرتی تہی اور داود

النبی علیہ السلام کان یصنع الدرع وسلیمن النبی علیہ السلام کان یصنع المکتل من الخوص ونبینا محمد علیہ السلام
نبی علیہ السلام درع بنایا کرتی تہی اور سلیمان نبی علیہ السلام برگ خرما کی زنبیل بنایا کرتی تہی اور ہماری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نی

رعی الغنم وذکر فی الاحیاء ان اصحاب رسول اللہ علیہ السلام کانوا یتجرون فی البر والبحر ویعملون فی نخیلہم
بکریاں چرائی ہیں اور احیاء العلوم میں مذکور ہی کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خشکی اور دریا میں تجارت اور اپنی باغوں کی اندر کام کیا کرتی تہی

وہم القدوة فیلزم الاقتداء بہم ولا یلتفت الی جماعة انکروا ذلک وقعدوا فی المساجد وعیونہم طامحة الی ما
اور یہہ لوگ پیشوا ہیں انکی پیروی ضرور چاہیی اور کچہہ اعتنا نہی ان لوگوں کا جو اسی انکار کرکر مسجدوں میں جا بیٹہی ہیں اور انکی آنکہیں لوگوں کی مال کو تک رہی ہیں

فی ایدی الناس فیسمون انفسہم متوکلین ولیسوا کذلک بل ہم خرجوا عن حدود الشرع فانہم قد تمسکوا بقولہ تعالی
اور اپنا نام متوکل رکہہ چہوڑا ہی اور حقیقت میں متوکل نہیں ہیں بلکہ یہہ ہی لوگ حد شرع سی باہر نکل گئی ہیں انکی سند یہہ آیت ہی

وفی السماء رزقکم وما توعدون لکنہم بمعناہ وتاویلہ جاہلون فان المراد بہ المطر الذی ہو سبب انبات
اور آسمان میں ہی روزی تمہاری اور جو کچہہ تمسی وعدہ کیا پر انکو اس آیت کی معنی اور تاویل معلوم نہیں ہی کیونکہ اس سی مراد مینہہ ہی جس سی رزق پیدا ہوتا ہی

الرزق فلو کان الرزق ینزل من السماء بغیر کسب لما امرنا بالاکتساب والسعی فی الاسباب وقد قال اللہ تعالی فاذا
اور اگر رزق بھی آسمان سی بغیر محنت اتر آکرتا تو ہمکو کسب اور سعی کرنیکا حکم ہرگز نہوتا اور اللہ فرماتا ہی پہر جب

قضیت الصلوة فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ وقال فی اٰیة اخری لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا
تمام ہو چکی نماز تو پہیل پڑو زمین میں اور ڈہونڈہو فضل اللہ کا اور ایک اور آیت میں ہی کچہہ گناہ نہیں تمپر کہ تلاش کرو فضل

من ربکم وتروی عن ابی ہریرة انہ علیہ السلام قال من الذنوب ذنوب لا یکفرہا الا الہم فی طلب المعیشة وسئل
اپنی رب کا اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا گناہوں میں سی بعضی گناہ ہیں کہ انکا کچہہ اور کفارہ نہیں سوای مشقت طلب معیشت کی اور ابراہیم سی

ابرہیم عن التاجر الصدوق اہو احب الیک ام المتفرغ للعبادة فقال التاجر الصدوق احب الی لانہ فی جہاد
کسی نی حال سچی تاجر کا پوچہا آیا وہ تمکو محبوب ہی یا نرا عابد جواب دیا مجکو سچا تاجر محبوب ہی اسلئی کہ وہ جہاد کرتا ہی

یاتیہ الشیطان من طریق الکیل والمیزان ومن قبل الاخذ والاعطاء فیجاہدہ وقال ابو قلابة لرجل لان اراک
اوسکی پاس شیطان وسوسہ کو آتا ہی پیمانہ اور ترازو کی راہ سی اور لینی اور دینی کی طرف سی سو یہہ تاجر اوسپر جہاد کرتا ہی اور ابو قلابہ نی ایک شخص کو کہا اگر

تطلب معاشک احب الی من ان اراک فی زاویة المسجد لکن لا ینبغی للتاجر ان یشغلہ معاشہ عن معادہ فیکون عمرہ
میں تجکو معاش کی طلب میں دیکہوں تو بہت بہتر ہی کہ تجکو مسجد کی کونہ میں دیکہوں مگر تاجر کو یہہ نہیں چاہیی کہ معاش کی دہندی میں معاد کو بہولجاوی پہر تو اوسکی عمر

ضائعا وصفقته خاسرة لان ما يفوته من الربح في الاخرة لا يفي به ما يناله في الدنيا فيكون ممن اشترى

برباد ہوئی اور تجارت میں ٹوٹا آیا کیونکہ جتنا اخروی فائدہ اسکا تلف ہوگا اوسکا عوض جو دنیا میں پیدا کیا نہیں ہو سکتا پس او نمین سی ہوگا کہ دنیا کی

الحيوة الدنيا بالاخرة بل ينبغي له ان يشفق على نفسه في تجارته ولا ينسى نصيبه من الدنيا للاخرة كما

زندگی بعوض آخرت کی مول لی بلکہ اوسکو یوں چاہیی کہ تجارت میں اپنی جان کی غمخواری کری اور نہ بھولی اپنا حصہ دنیا میں کا آخرت کی لئی جیسا

قال الله تعالى وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا فان الدنيا مزرعة الاخرة وفيها تكتسب الحسنات والمسجد

کہ فرمایا اللہ تعالی نی اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا میں سی ف کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہی اسہی میں حسنات حاصل ہو سکتی ہیں اور مسجد

والبيت والسوق له حكم واحد وانما النجاة بالتقوى وهي تتحقق في جميع الاحوال وقد روي عن ابي ذر انه عليه السلام

اور گہر اور بازار سب کا حال ایک سا ہی اور نجات تقوی کی ہوتی ہی اور تقوی ہر حال میں متحقق ہوتا ہی اور ابوذر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

قال اتق الله حيث ما كنت فان وظيفة التقوى لا تنقطع عن المجردين للدين كيف ما تقلبت بهم الاحوال

اللہ سی ڈرتا رہ جہاں رہی بیشک لوازم تقوی کی دین کی عزلت نشینوں سی کبہی دور نہیں ہوتی اونکا حال کیسا ہی بدلتا رہی

اذ فيها يرون نجاتهم وربحهم وبها يكون حياتهم وعيشهم وانما يتم شفقته على نفسه في تجارته بمراعاة

کیونکہ وہ لوگ اوسی میں اپنی نجات اور فائدہ دیکہتی ہیں اور اوسی میں اونکی زندگی اور آرام ہی اور تجارت کی اندر غمخواری اپنی جان کی کئی امور کی لحاظ سی پوری ہوتی ہی

عدة امور الاول ان ينوي بما اكتسبه الاستعفاف عن السوال وكف الطمع عن الناس واستعانة على

اول یہہ کہ اس نیت سی لاوی کہ مانگنی تانگنی سی بچتا رہی اور لوگوں کی طرف طمع نکری اور دین کی مدد کری

الدين وقيامًا بكفاية عياله ليكون من المجاهدين لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال من سعى

اور اپنی عیال کی ذمہ داری بجا لاوی تاکہ مجاہدوں میں داخل ہووی کیونکہ ابوہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص اپنی عیال کی

على عياله من حله فهو كالمجاهد في سبيل الله فاذا اضمر في قلبه هذه النيات يكون عاملا في طريق الاخرة

خبر حلال مال سی لی سو وہ ایسا ہی جیسی اللہ کی راہ میں مجاہد جب اپنی دلمیں یہہ نیتیں کریگا تو آخرت کی راہ کا عامل ہوویگا

فان استفاد مالا فقد ربحه في الدنيا والاخرة وان لم يستفد مالا ربح في الاخرة والثاني ان يقصد في صنعته

پہر اگر اوسکو مال اتہہ آیا تو اوسی فائدہ دنیا اور آخرت دونوں کا پیدا کیا اور اگر مال حاصل نہ ہوا تو آخرت ہی کا فائدہ ہوا دوسرا یہہ کہ اپنی پیشی

وتجارته القيام بفرض من الفروض الكفايات اذ لو تركت الصناعات والتجارات كلها لبطلت المعائش وهلك

اور تجارت سی یہہ قصد کری کہ فرض کفایہ ادا کرتا ہی اسلئی کہ اگر تمام پیشی اور تجارت ترک کردیں تو گذران مشکل پڑجاوی اور خلقت

الخلق لان انتظام امر الكل بتعاون الكل وتكفل كل فريق بعمل اذ لو اقبل كلهم على صنعة واحدة لتعطلت البواقي

مر رہی کیونکہ سب کی حال کی درستی سب کی امداد سی ہوتی ہی اور ہر فریق کی ذمہ داری سی جدی جدی عمل پر اسلئی کہ اگر سب انسان ایک ہی پیشہ کرنی لگیں تو باقی کی پیشی بیکار

وهلكوا لكن الصناعات منهم ما هو مهم ومنها ما هو مستغنى عنه لرجوعه الى طلب التنعم والتزين في الدنيا فينبغي

ہو جاویں اور مر رہیں لیکن بعضی پیشی تو بہت ضرور ہوتی ہیں اور بعضوں کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی اونکا مال عیش طلبی ہی اور دنیا کا سنگار اور آرایش اسلئی

له ان يشتغل بصناعة مهمة ليكون في قيامه بها كافيا عن المسلمين في مهم في الدين ولا يشتغل بصناعة

یہی کہ ضروری پیشہ کو اختیار کری تاکہ اوس پیشہ سی ضروریات دین میں سب مسلمانوں کا حاجت روا ہو اور نقاشی اور زرگری وغیرہ

النقش والصياغة وجميع ما تزخرف به الدنيا وذكر في الاختيار ان افضل اسباب الكسب التجارة ثم الزراعة

اور تمام او پیشی جنمیں دنیا کی زیب و زینت ہی اختیار نکری اور اختیار میں مذکور ہی کہ عمدہ اسباب کمائی کا تجارت ہی پہر کھیتی

ثم الصناعة لما روي انه عليه السلام قال الحرفة امان من الفقر ومنهم من فضل الزراعة على التجارة لانه

پہر دستکاری کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ حرفہ فقیری سی بچاتا ہی اور بعضی تجارت سی کہیتی کو بہتر کہتی ہیں کیونکہ اسکا

ف کہ روٹی کپڑی کمی کی ہی

اعم نفعا اذ قد روی انه علیه السلام قال ما زرع مسلم زرعا وما غرس شجرة فتناول منها انسان او دابة
نفع عام ہوتا ہی اسلیئے کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو مسلمان کھیتی کرتا ہی اور درخت لگاتا ہی پھر اوسمیں سے کوئی انسان یا چرپایہ

او طیر الا کانت له صدقة والثالث ان لا یمنعه سوق الدنیا عن سوق الاخرة وهو المسجد فینبغی له ان
یا پرندہ کہاوے تو اوسکی لئے صدقہ ہوگا اور تیسری یہہ کہ دنیا کا بازار اوسکو آخرت کے بازار سے نہ روک رکہے کہ وہ مسجد ہی سو اولٰی چاہئے کہ

یجعل اول النهار الی وقت دخول السوق لاخرته فیلازم المسجد فی ذلك الوقت ویواظب علی الاذکار والاوراد
اول روز یعنی صبح کے وقت جبتک دکانین کہل کر بازار جاری ہو آخرت کے لئے مقرر کرے اوس وقت مین مسجد کی لئیے بیٹھا ہوا ذکر اور وظیفہ مین مشغول رہے

لیکون من الذین قال الله تعالی فیهم فی بیوت اذن الله ان ترفع ویذکر فیها اسمه یسبح له فیها بالغدو
تاکہ اون زمرہ مین داخل ہو جنکے حق مین اللہ تعالی فرماتا ہی اون گہرون مین کہ اللہ نے حکم دیا اونکو بلند کرنیکا اور وہاں اوسکا نام پڑہنے کا یاد کرتے ہین اوسکی وہان صبح اور

والاصال رجال لا تلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر الله ثم انه مهما سمع الاذان للظهر والعصر ینبغی له ان یفرغ
شام وہ مرد کہ نہین غافل ہوتے سوداگری مین نہ بیچنے مین اللہ کی یاد سے پھر جب وہ ظہر اور عصر کی اذان سنا کرے تو لایق ہی کہ دہندے سے فارغ ہوکر

عن شغله وینزعج من مکانه ویدع کل ما کان فیه لان ما یفوته من فضیلة التکبیر مع الامام فی اول الوقت
اپنی جگہ سے کہڑا ہو جاوے اور سب کار بار چہوڑدے اسلئے کہ اول وقت مین امام کے ساتھ تکبیر اولی کا ثواب جو فوت ہو جاویگا

لا یوازیها الدنیا بما فیها وقد جاء فی تفسیر قوله تعالی رجال لا تلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر الله انهم کانوا
اوسکی برابر دنیا اور جو دنیا مین ہی کچہ نہین ہو سکتا اور اس آیت کی تفسیر مین آیا ہی وہ مرد غافل نہین ہوتے سوداگری مین نہ بیچنے مین اللہ کی یاد سے کہ وہ لوگ

حدادین وخرازین وکان احدهم اذا رفع المطرقة او غرز الاشفی فسمع الاذان لم یخرج الاشفی ولم یوقع المطرقة
لوہار اور موچی تھے اور ہر یک کا یہہ حال تہا کہ اگر ہتوڑا اوٹہایا یا ستاری گڑوئی پہر اذان سن پائی تو یہہ درفش نہ نکالتا اور وہ ہتوڑا نہ مارتا

بل رمی بها وقام الی الصلوة وهکذا یکون تجارة من یتجر لطلب الکفایة لا للتنعم فی الدنیا فان مثله یتجر فی الدنیا
بلکہ سب پہینک پہانک کر نماز کو چلی جاتی جو لوگ کفایت کی طالب ہوتی ہین اور عیش دنیا کا مقصود نہین رکہتے اونکی یہی تجارت ہوتی ہی کیونکہ ایسی لوگ دنیا کی تجارت کرتے ہین

ولا یضیع دینه فی تجارته لعلمه بان ربح الاخرة اولی بالطلب من ربح الدنیا فان من یطلب الدنیا للاستعانة
اور اس تجارت مین دین ضایع نہین ہوتا اسلئے کہ جانتے ہین کہ آخرت کا فائدہ طلب کرنا دنیا کی فائدہ سے بہتر ہی بیشک جو شخص دنیا آخرت کی امداد کی واسطے حاصل کرتا ہی

بها علی الاخرة کیف یدع ربح الاخرة بل ینبغی له ان لا یکون شدید الحرص علی السوق والتجارة بان یکون اول داخل
وہ آخرت کا فائدہ کیونکر چہوڑ دیگا بلکہ اوسکو یون لازم ہی کہ بازار اور تجارت پر بہت لالچ نکرے کہ بازار مین سب سے پہلی جایا کرے

فیها واخر خارج منها اذ روی عن معاذ بن جبل وعبد الله بن عمر ان ابلیس یقول لولده زلنبور سر بکتائبك فائت
اور سب سے پیچھے آیا کرے کیونکہ معاذ بن جبل اور عبد اللہ بن عمر سے روایت ہی کہ ابلیس اپنی بچی زلنبور سے کہا کرتا ہی اپنی کتاب بازار مین لیجا

الاسواق وزین لهم الحلف والکذب والخدیعة والمکر والخیانة وکن مع اول من یدخل فیها واخر من یخرج منها
اور اونکو پہلا بناکر دکہا حلف اور جہوٹہ اور فریب اور مکر اور چوری اور اوسکی ساتہہ رہ جو بازار مین سب سے پہلی آوی اور سب سے پیچھے جاوی

وفی الخبر ان شر البقاع الاسواق وشر اهلها اولهم دخولا واخرهم خروجا وطریق الاحتراز عنه ان یراقب
اور حدیث مین ہی کہ سب سے بری جگہ بازار ہین اور سب سے برا وہ بازاری جو پہلی آوی اور پیچھے جاوی اور طریقہ احتراز کا یہہ ہی کہ اپنی کفایت کی وقت کو دیکہتا رہی

وقت کفایته فاذا حصل له کفایة وقته ینصرف ویشتغل بتجارة الاخرة هکذا کان یفعل صلحاء السلف
جب تک جاوی تو چلا آوی اور آخرت کی تجارت مین لگی صلحا پہلی زمانہ کی یون ہی کیا کرتی تہی

فمنهم من کان ینصرف بعد الظهر ومنهم من کان ینصرف بعد العصر ومنهم من کان لا یعمل فی الاسبوع الا
اونمین سے بعضی ایسی تہی کہ ظہر کی بعد چلی آتی تہی اور کوئی ایسا تہا کہ عصر کی بعد چلا آتا تہا اور کوئی ایسا تہا کہ ہفتہ بہر مین

يوما او يومين وكانوا يكتفون بذلك ثم ينبغى للمكتسب ان يراعى فى معاملته العدل ويجتنب الظلم لان

ایکروز یا دو روز کام کرتا اور سب اوسیہی پر اکتفا کرتی ہیر پیشہ ور کو لازم ہی   کہ اپنی معاملہ میں   عدالت برتی   اور ظلم سی بچتا رہی   اسلئی

المعاملة قد تجرى على وجه يحكم المفتى بصحتها وانعقادها لكنها تشتمل على ظلم يتعرض به العامل لسخط

کہ بعضی وقت معاملہ ایسی طور پر ہوجاتا ہی کہ مفتی اوسکو جائز بتادی اور عقد کو ٹھیک کہی پر اوسمین ایسا ظلم ہوجاتا ہی جس سی اہل معاملہ پر غضب

الله تعالى اذ ليس كل نهى مقتضيا لفساد العقد والمراد من الظلم ما يستضر به الغير فكل ما يستضر به الغير

الہی آجاوی کیونکہ ہر نہی ایسی نہیں ہوتی کہ عقد کو فاسد کردیا کری اور مراد ظلم سی یہہ ہی کہ جسمین غیر کا نقصان ہوجاوی پہر جسمین غیر کا نقصان ہوتا ہو

فهو ظلم وانما العدل ان لا يصدر عنه ضر لاحد والضابط فيه ان لا يحب لاحد الا ما يحب لنفسه فكل ما

وہی ظلم ہی اور عدل وہ ہی جسمین کسیکا کچہہ نقصان ہو   اور قاعدہ کلیہ اسمین یہہ ہی کہ ہر یکی کی لئی وہ ہی بات پسند کری جو اپنی لئی پسند کرتا ہی پہر جو

عومل به لوكان يشق عليه ويثقل على قلبه ينبغى له ان لا يعامل به غيره بل ينبغى له ان يستوى عنده درهم

معاملہ اسپر دشوار اور اوسکی دل پر بہاری گذرتا ہو تو چاہئی کہ ویسا معاملہ غیر سی نکری   بلکہ یوں لازم ہی کہ اسکی نزدیک اپنا اور پرایا درم یکسان ہووی

ودرهم غيره هذا هو الاجمال واما التفصيل ففى عدة امور الاول ان لا يثنى على السلعة فانه ان وصفها

یہہ تو قاعدہ مجمل ہی   اور یہی تفصیل   سو کئی باتوں میں ہی   اول یہہ کہ کسی چیز کی تعریف نکیا کری کیونکہ اگر ایسی تعریف کی

بما ليس فيها فان لم يقبله منه فهو كذب محض وان قبل منه فهو مع كونه كذبا تلبيس وظلم وان وصفها

جو اوسمین نہیں ہی اگر خریدار نہ مانی پس وہ نرا جہوٹہ ہی   اور اگر خریدار نی مان لیا تو اب وہ جہوٹ کا جہوٹ اور دہوکا اور ظلم ہی اور اگر ویسی ایسی تعریف

بما فيها فان علم به المشترى فهو هذيان وتكلم بما لا يعنيه ويحاسب عليه لان كل كلمة تصدر عن الانسان

کی جو اوسمین ہی یعنی سچی پہر اگر خریدار کو معلوم ہی تو یہہ تعریف بیہودہ بک بک اور نکمی بات   اور اوسکا حساب لیا جاویگا اسلئی کہ جو بات انسان کی منہہ سی نکلتی ہی

فانه يحاسب عليها لقوله تعالى ما يلفظ من قول الا لديه رقيب عتيد وان لم يعلم به المشترى مالم يذكر

اوسپر محاسبہ ہو یہی لازم ہی اس دلیل سی   نہیں بولتا ایک بات جو نہیں اوس پاس راہ دیکہتا تیار اور اگر خریدار کو وصف معلوم نہو جبتک یہہ ذکر نکری

فلا باس بذكر القدر الموجود فيه من غير مبالغة واطناب ويكون قصده منه ان تعرفه اخوه المسلم

تو جتنا ہو وتنا کہنی میں کچہہ ڈر نہیں ہی مبالغہ نکری بات بڑہاوی اور اس بیان سی غرض یہہ ہو کہ برادر مسلمان کو معلوم ہوجاوی تو رغبت سی خریدی

فيرغب فيه ويحصل حاجته ولا ينبغى له ان يحلف عليه البتة لانه ان كان كاذبا فقد اتى باليمين الغموس

اور اوسکا کام بن جاوی   اور ہرگز لایق نہیں ہی کہ اوسپر قسم کہاوی اسلئی کہ اگر جہوٹہ ہوا تو اسنی یمین غموس کہائی

وهى من الكبائر التى تذر الديار بلاقع وان كان صادقا فقد جعل اسم الله تعالى عرضة لايمانه واساء فيه

اور یہہ ایسا کبیرہ گناہ ہی کہ ملک کو اوجاڑ دیتی ہی   اور اگر سچا ہی تو اسنی اللہ تعالی کی نام کو   اپنی قسموں کا نشانہ بنایا   اور برا کیا

لان الدنيا اخس من ان يقصد ترويجها بذكر اسم الله تعالى من غير ضرورة والثانى ان لا يكتم من عيوبها وخفايا

اسلئی کہ دنیا اس مرتبہ سی کم ہی کہ بی ضرورت اللہ تعالی کا نام لیکر   اوسکو رونق دی جاوی   دوسری یہہ ہی کہ اوسکی عیب پوشیدہ نکری اور نہ

صفاتها شيئا اصلا بل يجب عليه ان يظهر جميع عيوبها خفيها وجليها لانه ان اخفى شيئا منها يكون ظالما غاشا

ہرگز کوئی اور بات چہپی ہوئی چہپاوی بلکہ اوسپر یہہ واجب ہی کہ اوسکی تمام عیب چہپی اور ظاہر بیان کردی کیونکہ اگر کوئی عیب اوسمیں سی چہپا دیگا تو ظالم اور خائن ٹہریگا

تاركا للنصح والغش حرام والنصح واجب ومهما اظهر احسن وجهى الثوب واخفى الوجه الاخر يكون غاشا وكذلك

خیر خواہ نہوگا   اور خیانت کرنی حرام ہی اور خیر خواہی واجب   اور اگر تہان کا اچہا رخ دکہلاویگی   اور دوسرا ایسا چہپالیوی تو خائن ہوتا ہی   اور ایسی

اذا عرض احسن فردى الخف او النعل وامثاله وكذلك اذا عرض المتاع فى موضع مظلم والحاصل ان الغش

اگر موزہ کا اچہا فرد پیش کردی اور جوتی کی اچھی ... اور ایسی ہی اگر اسباب کو اندہیری جگہ میں سامنی کری   حاصل یہہ ہی کہ دغا

حرام في البيوع والصنايع جميعا فلا ينبغي للصانع ان يتهاون بعمله على وجه لو عامله به غيره لا يرتضيه بل ينبغي له

تمام بیوع اور صناعات میں حرام ہی سو کاریگر کو نہیں چاہیے کہ اپنی کار میں ایسی سستی کرے کہ اگر کوئی اور اوسکی ساتھ ویسا معاملہ کرے تو کبھی پسند نکرے بلکہ یوں چاہیے

ان يحسن الصنعة ويحكمها وان وقع فيها عيب يبين عيبها وبه يتخلص من الغش الحرام ومن كونه ظالما لانا

کہ اپنا کام بہت درست اور مضبوط بناوے اور اگر اتفاق عیب دار ہوجاوے تو عیب بیان کردے اسمین دغا سے جو حرام ہی اور خلق پر ظلم کرنے سے بچ جاتا ہی

ومن هذا القبيل ما روي عن امام احمد انه سئل عن الرفو بحيث لا يتبين فقال لا يجوز لمن يبيعه ويخفيه و

اور اسی قسم کی امام احمد سے یہہ روایت ہی کہ اونسے کسی نے ایسی رفو کا مسئلہ پوچھا کہ ہرگز معلوم نہو پس جواب دیا بیچنے والے کو جایز نہیں ہی کہ کپڑا بیچدے اور رفو چھپاوے

انما يحل اذا علم انه يظهره ولا يخفيه او لا يريد بيعه ويدل على تحريم الغش انه عليه السلام مر برجل يبيع الطعام

اور حلال جب ہوتا ہی کہ معلوم ہوجاوے کہ یہہ بیان کردیگا چھپاوے گا نہیں یا بیچیگا نہیں اور دغا کی حرمت پر یہہ روایت دلیل ہی کہ نبی علیہ السلام ایک شخص کی پاس آکے گذرے گیہوں بیچتا تہا

فاعجبه فادخل يده فنالت اصابعه بللا فقال ما هذا يا صاحب الطعام فقال اصابته السماء يا رسول

سو آپکو پسند آئے پہر آپ نے اوسکی اندر ہاتھ ڈالا تو اونگلیان بہیگ گئین فرمایا یہہ کیا ای گیہون والے عرض کیا یا رسول اللہ بوندین پڑ گئین ہین

الله فقال النبي صلى الله عليه وسلم هلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس من غشنا فليس منا ويدل

پہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسکو اوپر کی طرح گیہون نکردیا تاکہ اسکو سب لوگ دیکہتے جو کوئی ہمکو دغا دیوے سو ہم میں سے نہیں اور خیرخواہی

على وجوب النصح باظهار العيوب انه عليه السلام لما بايع جريرا على الاسلام واراد ان ينصرف جذب به و

کے وجوب پر عیب کی اظہار سے یہہ دلیل ہی کہ نبی علیہ السلام نے جب جریر سے اسلام پر بیعت لی اور اونہوں نے روانگی کا ارادہ کیا آپنے اونکو کہینچکر

اشترط عليه النصح لكل مسلم وكان جرير اذا قام الى السلعة ليبيعها بصر عيوبها ثم خيره مشتريها ويقول له

یہہ شرط کی کہ مسلمانوں کی خیرخواہی کرتے رہنا اور جریر کا یہہ حال تہا صاحب اسباب بیچنے کہڑا ہوتا تو اوسکا عیب دکہادیتا اور خریدار کو خبر کردیتا پہر خریدار سے یہہ کہدیتا

ان شئت فخذ وان شئت فاترك وكان واثلة بن الاسقع واقفا فباع رجل ناقة له بثلثمائة درهم وغفل

چاہو لو اور چاہو مت لو اور واثلہ بن الاسقع کہڑے تہے کہ ایک شخص نے اپنی اونٹنی تین سو درہم کو بیچڈالی اور واثلہ کو خبر نہو

واثلة وذهب المشتري بالناقة فسعى وراءه وصاح به قال يا هذا اشتريتها للظهر او للحم فقال بل للظهر فقال ان

خریدار اونٹنی لیکر چلتا ہوا پہر واثلہ نے پیچہے سے دوڑ کر پکار کر کہا ای شخص یہہ اونٹنی تو نے سواری کی لی ہی یا ذبح کرنیکو جواب دیا سواری کی واسطی پہر واثلہ نے کہا

بخفها نقبا قد رايته وانها لا تتابع السير فعاد فردها فنقصه البايع مائة درهم وقال لواثلة رحمك الله قد

اسکی کہری میں زخم ہی مینے دیکہا ہی یہہ خوب نہیں چل سکتی پس وہ پہر کر پہیر لی لگا پہر بایع نے سو درہم قیمت کی کم کردئی اور واثلہ سے کہا اللہ تجہپر رحم کرے تو نے

افسدت علي بيعي فقال واثلة انا بايعنا رسول الله صلعم على النصح لكل مسلم وسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم

میری بیع بگاڑدی واثلہ نے کہا ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلم کی خیرخواہی پر بیعت کی ہی اور مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی

يقول لا يحل لاحد ان يبيع بيعا الا بين ما فيه ولا لمن يعلم ذلك الا بينه وقد تبين من هذا انهم قد فهموا ان النصح

کہ فرماتے تہے حلال نہیں ہی کسیکو کہ کوئی شی بیچے مگر بیان کردے جو اوسمین ہی اور عیب کی جاننے والے کو حلال نہیں ہی مگر کہ بیان کردے اور بیشک اس سے ظاہر ہوا کہ وہ لوگ یہہ سمجہے ہوے تہے کہ نصیحت

من الشروط الداخلة تحت بيعتهم له عليه السلام على الاسلام وهو ان لا يرضى لاخيه المسلم الا ما يرضى لنفسه

وہ شرط ہی کہ اونکی بیعت اسلام مین داخل ہی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی اور نصح یہہ ہی کہ پسند نکرے اپنی برادر مسلم کیواسطی مگر وہ بات جو اپنی لیے پسند کرتا ہی

وهذا امر يشق على اكثر الخلق ولن يتيسر على احد الا بان يعتقد امرين احدهما ان تلبيسه العيوب و

اور یہہ بات اکثر خلق پر دشوار گذرتی ہی اور بدون اعتقاد دو بات کی کسیکو میسر نہیں ہوسکتی ایک تو یقین کرے کہ عیب کو چہپانا اور

ترويجه السلع لا يزيد في رزقه بل يمحقه ويذهب بركته وما يجمعه من متفرقات التلبيس يهلكه الله تعالى

اسباب کو رونق دینا رزق نہیں بڑہاتا بلکہ اوسکو نیست نابود کردیتا ہی اور برکت کہو دیتا ہی اور جو مال طرح طرح کی دغابازیوں سے جمع کرتا ہی اوسکو اللہ تعالی ایک ہی

دفعة واحدة اما بالاحراق او بالاغراق او باخذ اللصوص او الظلمة او الكفرة والثاني ان يعلم ان ربح الاخرة خير
دفعۃً کہ دیتی ہی یا جلا دیتا ہی یا ڈوبا دیتا ہی یا چور لیجاتی ہی یا ظالم اور کفار چھین لیتے ہیں اور دوسرا یہہ یقین کرے کہ آخرت کا فائدہ

من ربح الدنيا وان فوائد اموال الدنيا ينقضي بانقضاء العمر ويبقى مظالمها واوزارها فكيف يختار العاقل ان يستبدل
دنیا کے فائدہ سے بہتر ہی اور مال کی دنیاوی فائدی ختم ہوتی ہی جب عمر ختم ہو چکتی ہی اور اسکا وبال اور بوجھ سر پر رہ جاتا ہی پھر عقلمند آدمی کیونکر پسند کرتا ہی کہ ادنی چیز کو

الذي هو ادنى بالذي هو خير فان قيل مما وجب على التاجران يذكر عيوب متاعه لا يتم له المعاملة فما الطريق فيها
اعلی شی سی بدل لیوی اگر کوئی کہی جب سوداگر پر یہہ واجب ہوا کہ مبیع کی عیب کہدیا کری تو معاملہ کبھی پورا نہوگا پھر اسمیں کونسی راہ ہی

فالجواب انه اذا التزم ان لا يشتري الا الجيد بحيث لو امسك لنفسه يرتضيه فانه اذا باعه وقنع بربح يسير
تو جواب یہہ ہی کہ تاجر جب یہہ عہد کرلی کہ سوای عمدہ شی کی مول نیا کری ایسی کہ اپنی لئی اگر رکھی تو مقبول پسندیدہ ہووی سو تاجر جب اسکو بیچی اور تہوڑی سی نفع پر قناعت

يبارك له فيه لا يحتاج الى تلبيس فمن تعود هذا لا يشتري المعيب فان وقع في يده نادرا يذكر عيبه ويقنع
کری تو اوسمیں برکت ہوویگی دغا فریب کی کچھ حاجت نہیں ہی پہر جسکی یہہ عادت ہو جاویگی تو عیب دار چیز مول نلیگا پہر اگر اتفاقا عیب دار اوسکی ہاتہہ آجاوی تو اوسکا عیب

بقيمته وانما يتعذر هذا على التجار لانهم لا يقنعون بربح يسير بل يطلبون ربح كثير ولا يحصل ذلك الا بالتلبيس
کہدی اور اوسکی قیمت ہی پر قناعت کری اور یہہ بات تجار پر اسلئی دشوار گذرتی ہی کہ وہ تہوڑی نفع پر قناعت نہیں کرتی مگر بڑی فائدہ کی طالب ہوتی ہیں پہر جب ایسا ہی

واما من يقنع بربح يسير فيسهل له ذلك وقد حكى عن السلف الصالح كثير من ذلك من جملتها ان ابن سيرين باع
اور جو تہوڑی نفع پر قناعت کرتا ہی اوسپر آسان ہی اور سلف صلحا کی ایسی باتیں بہت مشہور ہیں اونمیں سی ایک یہہ ہی کہ ابن سیرین نی ایک بکری

شاة وقال المشتري ابين لك ما فيها من العيب انها تخلت العلف برجلها وباع الحسن بن صالح جارية وقال
بیچی اور خریدار سی کہا میں اسکا عیب بیان کردوں یہہ بکری گہاس کو پانوسی روندہ کر خراب کردیتی ہی اور حسن بن صالح نی لونڈی بیچی اور

للمشتري انها تنخمت عندنا مرة دما وهكذا ينبغي ان يكون اهل الدين فمن لا يقدر عليه فليترك المعاملة او
خریدار سی کہا کہ اسنی ہماری پاس ایک دفعہ تہوڑا لہو تہا اور دیندار ہوں تو ایسی ہوں جس سی اتنا نہو سکی تو وہ معاملہ چہوڑدی یا

ليوطن نفسه على عذاب النار والثالث ان لا يجوز في المقدار وذلك بتعديل المكيال والميزان والاحتياط فيها
دوزخ کی اندر اپنا گہر بنا دی اور تیسری یہہ کہ مقدار میں کمی بیشی نکری یہہ امر پیمانہ اور ترازو کی درستی سی ہوتا ہی اور دونوں میں احتیاط سی

اذ قال الله تعالى ويل للمطففين الذين اذا اكتالوا على الناس يستوفون واذا كالوهم او وزنوهم يخسرون ولا
کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی خرابی ہی کہٹانیوالوں کی وہ کہ جب ناپ لیوں لوگونسی پورا بہر لیوں اور جب ماپ دیوں اونکو یا تول دیوں تو کہٹا کر دیوں

مخلص من هذا الا بان يزيد اذا اعطى وينقص اذا اخذ لان العدل الحقيقي قلما يتصور فان من يستقصي في
اسکا بچاؤ جب ہی کہ دیتی ہوئی کچہہ بڑہا دیوی اور لیتی ہوئی کچہہ کم لی اسلئی کہ ٹہیک پورا ہونا بہت کم ہوتا ہی بیشک جو شخص اپنا حق خوب پورا لیوی

اخذ حقه بكماله يوشك ان يتعداه ولذلك اذا اشترى رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا قال للذي يزن
تو عجب نہیں کہ حق سی بڑہ جاوی اور اسیہی لئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی شی خریدتی تو ثمن ادا کرنیوالی سی فرماتی

الثمن زن وارجح وكان بعض السلف يقول لا اشترى الويل بحبة فكان اذا اخذ نقص حبة واذا اعطى زاد حبة
ثمن تول دی اور کچہہ زیادہ دی اور بعضی متقدمین کہا کرتی تہی ہم ویل کو بعوض دانہ کی نہیں خریدتی پہر اگر کچہہ آپ لیتی تو بمقدار دانہ کی کم لیتی اور اگر اوروں کو دیتی تو بمقدار

وكان يقول الا من يبيع بحبة جنة عرضها السموات والارض فكل من خلط بالبر ترابا او تبنا ثم كاله يكون
اور کہتی افسوس ہی جو جنت کو عوض دانہ کی دیدی جسکا پہیلاؤ ہی آسمان اور زمین پس جو شخص گیہوں میں مٹی یا تنکی ملا کر ناپ دیوی تو وہ

من المطففين في الكيل وكل قصاب يزن مع اللحم عظما او شيئا لم تجر به العادة يكون من المطففين في الوزن
پیمانہ کا کہٹانیوالا ہی اور جو قصائی گوشت کے ساتھ ہڈی یا اور کچہہ خلاف رسم جیچہڑا وغیرہ تولدی تو وہ وزن کا کہٹانیوالا ہی

دانر

وقس على هذا سائر التقديرات حتى في الذرع الذي يتعاطاه البزاز فانه في وقت الذرع ان ارسل الثوب ولم يمده
اور اسی پر تمام تقدیرات یعنی اندازہ کی چیزیں قیاس کرو یہاں تک کہ گز گت جس سی بزاز لیں دیں کرتا ہی پس بیشک بزاز گز کرتی ہوئی اگر کپڑا ڈھیلا کر دے

اذا اشتراه ومده ولم يرسله اذا باعه فكل ذلك يكون من التطفيف الذي يعرض صاحبه للويل واما البزاز فيصدق
جب آپ خریدی اور کھینچی اور ڈھیلا نکری جب بیچی تو یہہ سب وہ ہی تطفیف ہی جس سی ویل پیش آویگا اور چاہئی ہر وقت بھاؤ کو سچ سچ

في سعر الوقت اذ لا يجوز لاحد ان يلبس على البايع او المشتري سعر الوقت ويغتنم الفرصة ويخفي من البايع غلاء السعر
بتا کری اسلئی کہ کسیکو یہہ جایز نہیں ہی کہ بایع سی یا خریدار سی بھاو وقت کا چھپا لیوی اور فرصت کو غنیمت سمجھکر بایع سی بھاو کی گرانی

او من المشتري انحطاطه فان من يفعل هذا يكون من الظالمين التاركين للنصح الواجب وقد امر الله تعالى بالعدل و
یا خریدار سی ارزانی پوشیدہ کرلی بیشک جو ایسا کریگا وہ ظالم ہی نصح واجب کا تارک اور بیشک اللہ تعالی کا حکم ہی واسطی عدل اور

الاحسان حيث قال إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ والعدل سبب للنجاة فقط وهو يجري مجرى سلامة راس
احسان کی چنانچہ یہہ فرماتا ہی بیشک اللہ تعالی حکم کرتا ہی انصاف کو اور بھلائی کو اور عدل سبب نجات کا ہوتا ہی فقط اور قایم ہی مقام سلامت راس اصل

المال والاحسان سبب الفوز ونيل السعادة وهو يجري مجرى الربح فكما لا يعد من العقلاء من يقنع في معاملات
مال کی اور احسان سبب مراد پانی اور حصول سعادت کا ہی اور قایم ہی مقام منفعت کی پھر جیسی کہ عاقل نہیں شمار کیا جاتا جو شخص معاملات دنیا میں

الدنيا براس ماله كذلك في معاملات الاخرة فلا ينبغي للمؤمن ان يقتصر على العدل ويدع باب الاحسان مع انه تعالى
اپنی اصل مال پر قناعت کرتا ہی ایسی ہی معاملات اخروی میں سو مؤمن کو لایق نہیں ہی کہ صرف عدل پر اکتفا کرکر احسان کا باب بند کردی باوجودیکہ اللہ تعالی

قال وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وقال في اية اخرى إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ والمراد من الاحسان فيما
فرماتا ہی اور بھلائی کر جیسی بھلائی کی اللہ نی تجھسی اور ایک اور آیت میں فرماتا ہی بیشک مہر اللہ کی نزدیک ہی نیکی والوں سی اور احسان سی مراد یہاں یہہ ہی

نحن فيه ما ينتفع به في المعاملة وهو غير واجب بل هو تفضل وانما الواجب العدل وترك الظلم وينال العامل رتبة الاحسان
معاملہ میں جس بات سی منفعت ہو اگرچہ یہہ واجب تو نہیں پر بھلائی کی بات ہی واجب صرف عدل ہی اور ظلم کا نکرنا اور احسان کا مرتبہ پاتا ہی

بواحد من عدة امور الاول في الغبن فينبغي له ان لا يغبن صاحبه بما لا يتغابن به في العادة حتى لو بذل المشتري
کوئی ان چند امور میں سی کوئی سا عمل میں لاوی پہلی غبن میں یوں لازم ہی کہ مالک کو اتنا نقصان نہ دیوی کہ عادت کی موافق وہ نہ سہتی ہوں یہاں تک کہ اگر مشتری

زيادة على الربح المعتاد لشدة حاجته ينبغي للبايع ان يمتنع عن قبوله لان اخذ الزيادة اذا لم يكن فيه تلبيس
بی فروخت کا نفع مروج سی زیادہ دیوی تو بایع کو چاہئی کہ نہ لیوی اس لئی کہ زیادتی لینی میں اگرچہ دغا بازی کی ہووی

وان لم يكن ظلما لكنه ترك للاحسان مع ان من يقنع بربح قليل يكثر معاملاته ويستفيد من تكررها ربحا
اگرچہ ظلم نہیں ہی پر احسان ترک ہوتا ہی باوجودیکہ جو کوئی تھوڑی نفع پر قناعت کرتا ہی تو اوسکی بکری بہت ہوتی نکلتی ہی اور اسطرح کی بکری میں بہت فائدہ ہو

كثيرا وبه يظهر البركة والثاني في احتمال الغبن فان من يشتري طعاما او متاعا من فقير ويحتمل الغبن يتساهل
جاتا ہی اور اسی میں برکت ہوتی ہی اور دوسری نقصان اوٹھانی میں بیشک جو شخص غلہ یا اور مال فقیر سی خریدی اور نقصان اوٹھالی اور آسانی کرکر

فيه فانه يكون محسنا داخلا في قوله عليه السلام رحم الله امرأ سهل البيع والشراء واما من يشتري من غني
تو وہ محسن ہوتا ہی اس روایت میں داخل کہ رحم کری اللہ اوسپر جو آسانی کری بیع اور شرا کو اور جو شخص غنی ہوکر سودا کسی تاجر سی خریدی

تاجر يطلب زيادة على الربح المعتاد فاحتمال الغبن منه ليس بمحمود بل هو تضييع المال من غير فائدة في الدنيا
جو فائدہ مروج سی زیادہ طلب کرتا ہو پس ایسی موقع پر نقصان اوٹھانا قابل تعریف کی نہیں ہی بلکہ بی فائدہ مال کا ضایع کرنا ہی نہ فائدہ دنیا کا نہ آخرت کا

والاخرة وقد ورد في الحديث ان المغبون لا محمود ولا ماجور والكمال ان لا يغبن ولا يغبن وقد كان خيار السلف
اور بیشک حدیث میں آیا ہی کہ مغبون کی نہ تعریف ہی اور نہ ثواب کمال کی بات یہہ ہی کہ نہ کسیکو نقصان دی اور نہ آپ نقصان اوٹھاوی اور عمدہ گذ

يستقصون في اليسير ثم يهبون كبيرا من المال فقيل لبعضهم تستقصي في شرائك على اليسير ثم تهب الكثير
خریدنے میں خوب پورا حق لیا کرتی تھی پھر اکثر مال بخشدیتی تھی کسی نی پوچھا خرید کی وقت تھوڑی چیز کو خوب پورا کرتی ہو پھر اکثر بخشدیتی ہو

ولا تبالي فقال ان الواهب يعطي فضله والمغبون يضيع عقله والثالث في استيفاء الثمن وسائر الديون
اور کچھ پروا نہیں کرتی جواب دیا بخشنے والا اپنا فضل عطا کرتا ہی اور مغبون اپنی عقل ضائع کرتا ہی اور تیسری ثمن اور قرض پورا لینے میں

والاحسان فيه يكون تارة بالمسامحة وتارة بالامهال والتاخير وتارة بالمساهلة في طلب جودة النقد وكل
اسمیں احسان کبھی تو درگذر کرنی میں ہی اور کبھی درنگ اور مہلت کرنے میں اور کبھی سہولت کرنے میں کھرا روپیہ لینے سی اور یہ تمام امور

ذلك مندوب اليه محثوث عليه لقوله عليه السلام رحم الله امرأ سهل البيع سهل القضاء سهل الاقتضاء
محبوب اور مرغوب ہیں دلیل اس حدیث کی رحم کری اللہ اوس شخص پر جو آسانی کرتی بیع میں آسانی کرتی ادا میں آسانی کرتی تقاضا میں

فينبغي له ان يغتنم دعاء رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي حديث اخر انه عليه السلام قال اسمح يسمح لك
پسکو چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو غنیمت سمجھی اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا درگذر کر درگذر ہوگی تجھسی

وفي حديث انه عليه السلام قال من انظر معسرا او ترك له حاسبه الله حسابا يسيرا وفي لفظ اخر اظله
اور ایک حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی مہلت دی مفلس کو یا اوسکو معاف کیا تو اوسی اللہ تعالی آسانی سی حساب لیگا اور ایک روایت میں ہی کہ اوسکو

الله تحت ظل عرشه يوم لا ظل الا ظله فهذا هي طرق التجارات في السلف فقد اندرست فمن قام بها في هذا
اللہ تعالی اپنی عرش کا سایہ دیگا اوس روز کہ سوا اوسکی کوئی سایہ نہوگا سلف میں تجارات کا یہی طریق تھا جو اب پرانا ہوگیا جو شخص اس زمانہ میں

الزمان يكون ممن احيى هذه السنة ويرجى له من فضل الله تعالى جزيل الرحمة

المجلس السبعون

اسکو پھر قایم کری تو اوسنی یہ سنت زندہ کی اسکی تئیں فضل الہی سی رحمت کی بڑی امید ہی ستروین مجلس میں

في بيان حرمة الاحتكار وسائر ما يتعلق به من الاحكام الشرعية

قال رسول الله
بیان احتکار کی حرمت کا اور تمام احکام شرعی جو اس سی متعلق ہیں رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم من احتكر فهو خاطئ هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه عمر بن عبد الله ومعنا
صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جسنی احتکار کیا پس وہ خطاوار ہی یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سی ہی عمر بن عبد اللہ کی روایت سی معنی

ان من يجمع الطعام الذي يجلب الى البلد ويحبسه ليبيعه وقت الغلاء فهو اثم لتعلق حق العامة به و
جو شخص غلہ جمع کرلی جو کہ شہر کی طرف رسد آتی ہی اور اوسکو روک رکھی اسلئی کہ گرانی کر کر بیچی تو وہ گنہگار ہی کیونکہ اوسمیں سب عوام کا حق ہی اور

هو بالحبس والامتناع عن البيع يريد ابطال حقهم وتضييق الامر عليهم وهو ظلم عام وصاحبه ملعون لما
محتکر اوسکو روک کر بیچنی سی منع کر کر اونکا حق باطل اور اونکا حال تنگ کیا چاہتا ہی اور یہ ظلم عام ہی اور ایسا شخص ملعون ہی کیونکہ

روي انه عليه السلام قال الجالب مرزوق والمحتكر ملعون فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان الذي
روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا غلہ لانیوالا رزق دیا جاتا ہی اور محتکر پر لعنت ہی بیشک نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں فرمایا کہ جو شخص

يجلب الامتعة والاقوات ويبيعها لتحصيل الربح يحصل له الربح ولا اثم عليه لان الناس ينتفعون به فيناله بركة
اسباب اور قوت لا لا کر واسطی تحصیل فائدہ کی بیچتا ہی تو اوسکو نفع ہو رہتا ہی اور کچھ اوسپر گناہ نہیں ہی اسلئی کہ سب خلقت اوس سی فائدہ لیتی ہی

دعائهم والذي يشتري الطعام الذي يجيء الى البلد ويحبسه ليبيعه وقت الغلاء فهو ملعون بعيد عن رحمة
پسکو بھی اونکی دعا سی فائدہ ہوتا ہی اور جو شخص تمام غلہ شہر کی رسد کا خرید کر روک رکھتا ہی تاکہ مہنگا کر کر بیچی سو وہ ملعون اور اللہ کی رحمت سی دور

الله تعالى ولا يحصل له البركة ما دام في ذلك الفعل فاذا رفع امره الى القاضي يامره القاضي ببيع ما فضل
ہوتا ہی اور اوسکو کبھی برکت نہیں ہوتی جبتک یہ کام کرتا ہی پھر اگر اوسکی فریاد قاضی تک جاوی تو اوسکو قاضی وہی غلہ کی ... اوسکی

من قوته وقوت عیاله علی السعة بمثل القیمة بان یقول له بعه کما یبیع الناس ولا یسعّر لقوله علیه السلام

عیال کی فراغت کی ساتھ کھانی سی بڑہی قیمت برابر سی بیچنی کا حکم دی اسطور کہدی کہ اسکو بیچ ڈال جیسی اور لوگ بیچتی ہیں اور بہاؤ نہ ٹہرادی بدلیل حدیث کی

لا تسعّروا فان الله هو المسعّر القابض الباسط الرازق وفی هذا الحدیث مبالغة فی النهی عن التسعیر

تم بہاؤ نہ ٹہراؤ بیشک بہاؤ اللہ ہی مقرر کرتا ہی جو تنگ کرتا ہی اور فراخ اور رزق دیتا ہی اور اس حدیث میں بہاؤ ٹہرانی کی بڑی ممانعت ہی

اذ بیّن فیه ان التسعیر مما یتولاه الله تعالی بنفسه ولم یکله الی غیره من عباده فلیس لهم ان یتکلفوا فیه

سکی اسمیں یہہ بیان ہی کہ بہاؤ کا متولی اللہ تعالی بذات خود ہی اسکو کسی اور پر اپنی بندوں میں سی حوالہ نہیں کیا سو انکو نہیں چاہیی کہ اسمیں تکلف کریں

وان فعلوا لا یحصل لهم الا الضیق وشدة عقوبتهم علی معارضتهم له تعالی فی قضایاه فعلی هذا ینبغی للقاضی

اور اگر کرینگی تو انکی لئی بجز تنگی اور سختی عذاب کی کچھ نہوگا کیونکہ مقابلہ کرتی ہیں احکام الٰہی میں پس بیان کی موافق قاضی کو چاہیی

ان یتعرض لحقه الا اذا کان فیه ضرر للعامة بان یتعدی ارباب الاموال عن قیمتها تعدیا فاحشا بان

کہ اوسکی حق میں دخل دیوی ہان اگر عوام کا ضرر ہوتا ہو اسطور کہ مال والی اوسکی قیمت میں تعدی فاحش کرتی ہوں

یبیعوها بضعف قیمتها فح یسعّر القاضی بمشورة اهل الرأی والبصیرة صیانة لحقوق الناس ثم ان من

کہ دو چند قیمت کو بیچنی لگیں پس اب قاضی اہل رائی اور بصیرت کی صلاح سی عوام کا حق بچانیکی لئی بہاؤ مقرر کردی پہر اگر کسینی

باع منهم بما قدره القاضی وان صحّ بیعه لکونه غیر مکره علی البیع لکن ان کان اذا نقص یخاف ان یضرّ

اونمیں سی قاضی کی بہاؤ پر بیچا اگرچہ بیع جائز ہی کیونکہ بیع پر زبردستی نہیں ہوئی ہی لیکن اگر ایسا حال ہو کہ اگر اوس بہاؤ سی کم کری تو خوف قاضی کی

القاضی لا یحل للمشتری ما باعه البائع لانه فی معنی المکره فیلزم للمشتری ان یقول له عند الشراء بعنی ما تحب

مار کا ہی تو مشتری کو بائع کا بیچا ہوا حلال نہیں ہی کیونکہ یہہ بھی گویا زبردستی کی بیع ہی پس اب مشتری کو یوں چاہیی کہ خریدنی وقت یہہ لفظ کہدی میری ہاتہ

فبای شیء یبیعه یحل فعلی هذا یلزم للقاضی اذا رفع الیه امر المحتکر ان لا یعجل بالعقوبة ولا التسعیر بل ینهاه

اپنی مرضی کی موافق بیچدی اسوقت جتنی کو بیچیگا حلال ہو دیگا اس صورت میں قاضی کو لازم ہی کہ جب اوسکی پاس محتکر کی فریاد آوی تو نہ عقوبت میں جلدی کری اور نہ بہاؤ مقرر کری

عن الاحتکار ویزجره عنه ویأمره بالبیع وان لم یمتثل یعظه ویهدده وان امتنع ولم یبع یحبسه ویعزّره

منع اور ملامت کردی اور کہدی کہ بیچ ڈال اور اگر نہ مانی تو سمجہادی اور دہمکادی اور اگر پہر بہی نہ مانی اور نہ بیچی تو اوسکو قید کری اور تعزیر دی

حتی یمتنع عن سوء عمله لانه بارتکاب ما لا یحل له استحق العقوبة ولیس فیه حد مقدر فیعزّر دفعا للضرر

یہان تک کہ اپنی فعل قبیح سی باز آوی کیونکہ ممنوع بات اختیار کرکر عقوبت کا سزاوار ہوگیا ہی اور اسمیں کوئی حد تو مقرر نہیں ہی لاچار واسطی دفع ضرر عوام کی تعزیر

عن الناس بل الصحیح انه ان امتنع عن البیع یبیعه القاضی اتفاقا وهذا فیما یضرّ حبسه عند الحاجة الیه

دیا جاوی بلکہ صحیح یہہ ہی کہ اگر وہ آپ نہ بیچی تو سب فقہاء کی نزدیک قاضی بیچ ڈالی یہہ حکم اوس مبیع کا ہی جسکا بند کر رکہنا حاجت کی وقت ضرر کرتا ہو

مما هو قوت البشر والبهائم کالبر والشعیر والتمر والتین والزبیب وقال ابو یوسف کل ما یضرّ بالناس حبسه سواء

جیسی قوت آدمیوں کا اور جانوروں کا جیسی گیہون اور جو اور چہارے اور انجیر اور مویز اور امام ابو یوسف کہتی ہیں جس چیز کا روک رکہنا عوام کو ضرر کری برابر ہی

کان مأکولا وغیر مأکول فهو احتکار لا یجوز حبسه وان کان ثوبا او ذهبا او فضة ومدة الحبس قیل اربعون

کہ خوردنی ہو یا نہ خوردنی وہ سب احتکار ہوتا ہی اوسکا روکنا جائز نہیں ہی اگرچہ کپڑا ہو یا سونا یا چاندی اور مدت روک رکہنی کی یعنی احتکار کی کوئی کہتا ہی

یوما لما روی انه علیه السلام قال من احتکر اربعین یوما فقد بریء من الله وبریء الله منه وفی حدیث

چالیس دن ہیں کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی احتکار کیا چالیس دن بیشک بیزار ہوا اللہ سی اور اللہ بیزار ہوا اوس سی اور ایک اور حدیث میں ہی

اخر انه علیه السلام قال من احتکر اربعین یوما ثم تصدق به لم تکن صدقته کفارة لاحتکاره وقیل شهر

کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی چالیس روز احتکار کیا پہر اوسنی وہ شی صدقہ کردی تو یہ صدقہ کفارہ احتکار کا نہیں ہوسکتا اور کوئی کہتا ہی ایک مہینہ ہی

وهذا فی حق المعاقبة فی الدنیا واما الاثم فهو حاصل وان قلت المدة ومن حبس غلة ارضه لایکون محتکرا لانه

اور یہ مدت واسطے سزاء دنیاوی کی ہی اور گناہ وہ بہر صورت ہوتا ہی اگرچہ مدت کمتر ہو اور جس شخص نے اپنی زمین کا غلہ جمع کر رکھا تو محتکر نہیں ہوتا اس واسطے

خالص حقه لم یتعلق به حق العامة لکن لو کان للناس الیه حاجة فالافضل له ان یبیعه ولو امتنع عن

کہ یہ اوسکا خالص حق ہی اس سے حق عوام کا متعلق نہیں ہی لیکن اگر عوام کو اوسکی حاجت ہووی تو پھر افضل یہہ ہی کہ بیچ ڈالی اور اگر بیچنے

البیع یکون مسیئا لسوء نیته وقلة شفقته علی المسلمین واما ما جلبه من بلد اخر ففیه اختلاف والاحتیاط

تو برا کرتا ہی کیونکہ اوسکی نیت بری اور مسلمانوں پر شفقت نہیں ہی اور جو غلہ وغیرہ باہر کر اور شہر سے لاوی سو اوسمیں اختلاف ہی احتیاط اسمیں ہی

فی بیعه بسعر یومه حتی ینال الثواب الموعود بقوله علیه السلام من جلب طعاما فباعه بسعر یومه فکانما

کہ اوسی روز کی بھاؤ سے بیچ ڈالی تاکہ وہ ثواب پاوی جسکا اس حدیث میں وعدہ ہی جو شہر میں لاوی اور اوسی روز کی بھاؤ سے بیچ ڈالی تو گویا

تصدق به وفی لفظ اخر فکانما اعتق رقبة وقد حکی عن بعض السلف انه کان بواسط فجهز سفینة حنطة

اوسی وہ تمام صدقہ کر دیا اور ایک اور روایت میں ہی گویا اوسی غلام آزاد کر دیا کسی بزرگ کی حکایت ہی کہ واسط میں تھا اوسی ایک کشتی گیہوں کی بصرہ کو روانہ کی

الی البصرة وکتب الی وکیله بع هذا الطعام یوم یدخل البصرة ولا تؤخره الی غد فوافق سعة فی السعر فقال له

اور گماشتہ کو لکھ بھیجا اس غلہ کو بصرہ میں پہنچتے ہی بیچ دینا اگلی دن تک نہ رکھنا پھر کشتی پہنچی تو بھاؤ ارزان ہو گیا تاجروں نے

التجار ان اخرته جمعة ربحت فیه اضعافه فاخره جمعة فربح امثاله فکتب الی صاحبه بذلک فکتب الیه صاحبه

کہا اگر جمعہ تک آپ تھام لو تو کئی گونہ فائدہ ہو جاوی اوسنی جمعہ تک تھام لیا تو چوگنا فائدہ ہوا اور مالک کو اوسکی خبر لکھ بھیجی مالک نے گماشتہ کو پھر لکھا

یا هذا انا کنا قد قنعنا بربح یسیر مع سلامة دیننا وانک قد خالفت فاذا وصل الیک کتابی هذا فخذ المال کله فتصدق

ای شخص ہمنی تو تھوڑے نفع پر دین کی سلامتی کی لیئے قناعت کی تھی اور تونی اوسکی خلاف کیا اس خط کی پہنچتے ہی وہ سبکا سب بصرہ کی فقراء کو صدقہ دینا

به علی فقراء البصرة لعلی انجو من اثم الاحتکار راسا براس فقد علم من هذا ان الاحتکار لا یخلو عن الکراهة

کا شاید مجھکو احتکار کی گناہ سے نجات ملی برابر برابر اس سے معلوم ہوتا ہی کہ احتکار کراہت سے خالی نہیں ہی

وان اتسعت الاطعمة وکثرت الاقوات واستغنی الناس عنها ولم یرغبوا فیها وذلک لان المحتکر ینتظر مبادی

اگرچہ غلہ بہت موجود ہو اور کھانا کثرت سے ملتا ہو اور عوام کو اوسکی پروا نہ ہو اور نہ اوسمیں کچھ رغبت ہو اور یہہ اسلیے کہ محتکر کو اسباب ضرر رسانی پر

الاضرار التی هی ارتفاع الاسعار وانتظار مبادی الاضرار محظور کانتظار عینه لکنه دونه والحاصل ان التجارة فی

نظر رہتی ہی کہ وہ گران ہو یا بھاؤ کا ہی اور اسباب ضرر پر نگاہ رکھنی ایسی ممنوع ہی جیسی نظر رکھنی عین ضرر پر گو اس سے کمتر ہی حاصل یہہ ہی کہ تجارت

الاطعمة والاقوات لطلب الربح مما لا یستحب بل ینبغی طلب الربح فی شیء اخر وفی حکم الاحتکار علی هذا التفصیل تلقی

غلہ وغیرہ قوت کی منفعت کی واسطے اچھی نہیں ہی بلکہ منفعت اور شی سے حاصل چاہیئی اور احتکار ہی میں داخل ہی اسی تفصیل پر بڑھکر

الجلب وهو بفتحتین ما یجلب من بلد الی بلد فانه اذا قرب الی البلد یکره استقباله واشتراؤه ثمه لتعلق حق

جلب لینا حرام اور جلب جیم اور لام کی زبر سے ہی یعنی جو ایک شہر سے اور شہر کی طرف سودا آوے جب شہر کی پاس آپہنچی تو آگے بڑھ کر وہاں جا خریدنا مکروہ ہی کیونکہ اوس

العامة به والمتلقی یرید ابطاله حقهم وتضییق الامر علیهم وقد نهی النبی علیه السلام عن تلقی الجلب وقال لا تتلقوا

عوام کا حق متعلق ہو جاتا ہی اور آگے بڑھ کر لینی والا اوسکا حق باطل اونکو تنگ کیا چاہتا ہی اور بیشک نبی علیہ السلام نی تلقی جلب سے منع فرمایا ہی رسد کو آگے بڑھکر

الجلب وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال لا تلقوا السلع حتی یهبط بها الی السوق وهذا اذا لم یلبس السعر علی الواردین

مت خریدا اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا مت جاؤ خرید اسباب کو جبتک بازار میں نہ اوترے اور یہہ حکم جبہی کہ بھاؤ بیرونی والوں کو معلوم ہو

واما اذا لبس علیهم السعر واشتری منهم متاعهم باقل من قیمته فیتعدد الکراهة ویتاکد الحرمة لان هذا الصنع

اور اگر اونکو بھاؤ معلوم نہو اور اونکی متاع اوسکی قیمت گھٹا کر جا خریدی تو اب کئی کراہت جمع ہونگی اور حرمت سخت ہو جاویگی اسلیے کہ یہہ عمل

من

من الغش الحرام المضاد للنصح الواجب المفسر بان لا يرضى لاخيه ما لا يرضى لنفسه بل هو من الظلم لان كل ما يتضرر
غش خیانت حرام میں داخل ہے اور نصح واجب کی برخلاف جسکی یہہ تفسیر ہے کہ پسند نکری اپنی بہائی کی واسطی جو اپنی واسطی پسند نکری بلکہ یہہ ظلم ہے اسواسطی کہ جس میں کہ
به المسلم فهو ظلم وانما العدل ان لا يضر احدًا لاخيه المسلم ولا يحب له الا ما يحب لنفسه لما روي انه عليه السلام
مسلم کا نقصان ہوتا ہو وہ سب ظلم ہے اور عدل وہ ہے کہ کوئی اپنی برادر مسلم کو نقصان نہ دے اور پسند نکری اوسکی حق میں سوا اوسکی کہ پسند کری اپنی واسطی کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام
قال لا يؤمن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب لنفسه قال بعض العلماء من باع شيئًا بدرهم فانه لو كان لا يشتريه
نے فرمایا مؤمن نہیں ہوتا کوئی تم میں سے یہاں تک کہ محبوب جانے واسطی اپنی بہائی کی جو محبوب رکہے واسطی اپنی بعض علما کہتے ہیں جس شخص نے کوئی شی ایک درہم کو بیچی اور اگر وہ شی اوسکی
الا بنصف درهم فهو يكون ممن ترك النصح المامور به ولم يحب لاخيه ما احب لنفسه وقد حكي ان يونس بن
ہوتی تو آپ آدہی سی زیادہ کو ہرگز نہ لیتا پہر وہ شخص نصح مامور بہ کا تارک ہے اور جسنی اپنی بہائی کی لیے وہ بات پسند نکی جو اپنی لیے پسند کرتا ہے حکایت کرتی ہیں کہ یونس بن
عبيد الله انه كان عنده حلل مختلفة الاثمان قيمة بعضها اربعمائة وقيمة بعضها مائتان فذهب الى الصلوة
عبید اللہ کی پاس چادریں مختلف قیمت کی تہیں کوئی چار سو کی تہی اور کوئی دو سو کی پہر یونس اپنی بہتیجی کو
وترك ابن اخيه في الدكان فجاء اعرابي وطلب حلة باربعمائة فعرض عليه من حلل المائتين فاستحسنها واشترى
دکان میں بٹہا کر نماز کو چلا گیا پہر ایک اعرابی نے آکر چادر چار سو درہم کی مانگی اوس لڑکی نے دو سو والی اوسکی سامنی کردی اوسنی پسند کرکی چار سو کو خرید کر
منه باربعمائة وذهب فاستقبله يونس ورأى حلته في يده وعرفها فقال بكم اشتريتها فقال باربعمائة
چلا تو اوسکی سامنی سی یونس آگیا وہ چادر اوسکی ہاتہ میں دیکہ کر پہچان لی پوچہا کتنی کو لی جواب دیا چار سو کو
فقال لا تساوي اكثر من مائتين فارجع حتى تردها قال هذه تساوي ببلدنا خمسمائة درهم وانا ارتضيتها ولا
یونس نے کہا یہہ چادر دو سو سی زیادہ کی نہیں ہی چل پہیر دی اوسنی جواب دیا یہہ چادر ہماری شہر میں پانسو روپیہ کی ہی میں پسند کرچکا ہی میں
اردها فقال له يونس انك وان رضيتها لكن النصح في الدين خير من الدنيا بما فيها فرده الى الدكان ورد عليه
نہیں پہیرتا پہر یونس نے کہا تو نے اگرچہ پسند کرلی ہی لیکن دین کی خیرخواہی بہتر ہی دنیا اور ما فیہا کی خیرخواہی سی پہر اوسکو دکان پر ہٹا لایا اور سو روپیہ پہیر دیے
مائة درهم ثم توجه الى ابن اخيه وقال له اما خشيت الله تعالى حتى ربحت مثل الثمن وتركت النصح
پہر بہتیجی کی طرف متوجہ ہوکر کہا تجہکو خدا کا خوف نہ آیا کہ ثمن کی برابر تو نے نفع لیا اور مسلمانوں کی خیرخواہی ترک کردی
للمسلمين فقال له ابن اخيه والله ما اخذها الا وهو راض بها قال فهلا رضيت له ما ترضى لنفسك وابلغ من
بہتیجی نے جواب دیا خدا کی قسم اوسنی تو خوش ہوکر لی تہی یونس نے کہا پہر تو نے اوسکی لیے وہ کیوں نہ کیا جو اپنی لیے پسند کرتا ہی اور اس سی بڑہکر
ذلك ما حكي عن رجل من التابعين انه كان بالبصرة وله غلام بالسوس يجهز اليه السكر فكتب اليه غلامه
ایک شخص تابعی کی حکایت ہی کہ وہ بصرہ میں تہا اور اوسکا غلام سوس میں تہا اوسکی پاس شکر بہیجا کرتا تہا پہر اوسکی غلام نے لکہا
ان قصب السكر قد اصابه آفة في هذه السنة فاشتر السكر فانه يربح كثيرًا فاشترى من رجل سكرًا كثيرًا
کہ اس سال میں ایکہ ماری گئی ہیں شکر خرید لینا اسمیں خوب نفع ہو دیگا سو اوسنی ایک شخص سی بہت سی شکر خرید لی
فلما جاء وقته باعه وربح فيه ثلثين الف درهم فانصرف الى بيته فتفكر ليلته فقال ربحت ثلثين الفًا و
پہر جب وقت آیا تو وہ بیچی اور تیس ہزار درہم نفع ہوا پس وہ اپنی گہر چلا گیا پہر تمام شب دل میں سوچا کہ میں نے تیس ہزار درہم نفع لیا اور
تركت نصح رجل من المسلمين فلما اصبح غدا اليه فدفع اليه ثلثين الفًا فقال بارك الله لك فيها فقال و
خیرخواہی ایک مرد مسلمان کی ترک کی جب صبح ہوئی تو صبح دم اوسکی پاس جاکر تیس ہزار درہم اوسکو دیدی اور کہا تیری لیے خدا اسمیں برکت دے اوسنی کہا
من اين صارت هذه لي فقال اني كتمتك حقيقة الحال وكان السكر قد غلا في ذلك الوقت فقال رحمك
یہہ درہم میری کیونکر ہوگئی جواب دیا میں نے تجہسی اصل حال چہپا لیا تہا شکر اوس وقت مہنگی ہوگئی تہی اوسنی کہا خدا تجہ پر رحم کری

قد اعلمتنی الآن وقد طیبتها لك فرجع الی بیته فتفکر وقال ما نصحته لعله استحیی منه فترکها الی فکر الیه
بجواب جتادیا میں سمجھ کر حلال کی تھی وہ پہر اپنی گہر چلا آیا پہر سوچ کر کہا یہ خیر خواہی نہوئی شاید اوسنی شرم کی مارے مجھکو دیدی پہر صبح ہم اوسکے پاس
فقال عفاك الله خذ مالك فهو اطیب لقلبی فاخذ منه ثلثین الفا وعلم من هذا ان لیس لاحد ان
جاکر کہا خدا تجھکو معاف کری اپنا مال لی میری دل کو یہی پسند آتا ہی پہر اوسنی تیس ہزار درہم لی لئی اس سی معلوم ہوتا ہی کہ کسیکو یوں نچاہئی
ینتهض الفرصة ویخفی من البایع غلاء السعر ومن المشتری انحطاطه فان من یفعل ذلك یکون ظالما
کہ فرصت کو غنیمت سمجھکر بایع سی گرانی چہپاوی اور خریدار سی ارزانی چہپالیا کری بیشک جو ایسا عمل کریگا وہ ظلم اور خائن
غاشا تارکا للنصح الواجب فان المعاملة قد تجری علی وجه یفتی المفتی بصحتها وانعقادها لکنها تشتمل علی ظلم
اور نصح واجب کا تارک ہی کیونکہ معاملہ بعضی وقت ایسی طور سی ہوجاتا ہی کہ مفتی اوسکو درست اور منعقد بتادوی پر اوسمین ایسا ظلم ہوجاتا ہی
یتعرض به العامل لسخط الله تعالی اذ لیس کل نهی مقتضیا لفساد العقد کالبیع عند الاذان الاول للجمعة فانه
کہ اوسکا کرنیوالا نشانہ غضب الٰہی کا ہوجاوی اسلئی کہ ہر نہی تو عقد کو فاسد نہیں کردیتی جیسی بیع جمعہ کی روز پہلی اذان کی ہوتی ہوئی یہہ بیع
وان کان جائزا لکنه مکروه لان فیه اخلالا بواجب السعی هذا اذا قعدا او وقفا فتبایعا اذ قد قال الله تعالی اذا
اگرچہ جایز ہی پر مکروہ ہی اسلئی کہ اسمین سعی واجب مین دیر ہوتی ہی یہہ اوس صورت مین کہ بایع اور مشتری بیٹھ جاوین یا کہڑی رہکر بیع کرین کیونکہ اللہ تعالی فرمایا
نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله وذروا البیع واما اذا تبایعا حال مشیهما فلا کراهة فیه
جب اذان ہو نماز کی دن جمعہ کی تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چہوڑدو بیچنا ہاں اگر وہ دونو چلتی چلتی بیع کرلیں تو اسمین کچہ کراہت نہیں
وکذا یکره النجش وهو ان یزید فی الثمن من لا یرید الشراء بعد ما بلغت السلعة قیمتها لیرغب غیره فیها وانما
اور ایسی ہی نجش مکروہ ہوتا ہی نجش یہہ ہی کہ قیمت مبیع کی ایسا شخص بڑہاوی جسکو خریداری منظور نہو جبکہ وہ سودا اپنی قیمت پر آچکا ہو تاکہ غیر کو اسمین رغبت پیدا ہو
کره ذلك لانه تغریر للمسلم وظلم له مع انه علیه السلام نهی عن النجش وقال لا تناجشوا هذا اذا بلغت السلعة
اور مکروہ اسلئی ہی کہ اسمین ایک مسلم کی ساتھہ دہوکہ اور ظلم ہوتا ہی باوجودیکہ نبی علیہ السلام نے نجش سی منع فرمایا ہی کہ نجش مت کرو یہہ اس صورت مین کہ مبیع
قیمتها واما اذا لم تبلغ قیمتها وزاد فی الثمن من لا یرید الشراء الی ان تبلغ السلعة تمام قیمتها لا یکره وکذا یکره
اپنی قیمت پر آچکی ہو اور اگر ابہی قیمت پر نہیں آئی اور کسینی ثمن بدون ارادہ خریداری کی بڑہادیا تاکہ مبیع کی قیمت پوری ہوجاوی تو مکروہ نہیں ہی اور ایسا ہی مکروہ
السوم علی سوم غیره بعد رضائهما بثمن لقوله علیه السلام لا یسوم الرجل علی سوم اخیه وهو نهی بصیغة
ثمن بڑہانا بارادہ خرید کی دوسری کی خریداری پر جب کہ وہ دونو رضامند ہوچکی ہوں اسلئی کہ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہی اپنی بہائی کی خرید پر کوئی اپنی خرید کا ارادہ نکری اور
النفی فیکون ابلغ واما اذا لم یرکن احدهما الی الاخر فلا باس للغیر ان یساومه ویشتریه لانه بیع من یزید ولا
ویسوم نہی ہی صورت نفی پر سو اسمین بڑا مبالغہ ہی ہاں اگر ابہی ایک دوسری کی طرف مایل نہیں ہی تو غیر کو کچہ مضائقہ نہیں کہ قیمت بڑہا کر خرید لی کیونکہ یہہ بیع من یزید ہی
کراهة فیه لورود الاثر فیه وهو ما روی عن انس انه علیه السلام باع قدحا وحلسا ببیع من یزید وکذا یکره
اسمین کچہ کراہت نہیں ہی کیونکہ اسمین آثار آئی ہیں ایک یہہ کہ انس سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے ایک پیالہ اور ٹاٹ بطور بیع من یزید کی بیچا اور ایسی ہی

بیع الحاضر للبادی لقوله علیه السلام لا یبیع الحاضر للبادی وهذا اذا کان اهل البلد فی قحط وهو یبیع من
بیع شہر والی کی صحرانشین سی مکروہ ہی واسطی ارشاد نبی علیہ السلام کی مشہر والا جنگلی کی ہاتہہ نہ بیچا کری یہہ اس صورت میں ہی کہ شہر کی اندر قحط ہوا اور بایع گران قیمت پر بیچی
اهل البدو طمعا للثمن الغالی لما فیه من الاضرار بهم واما اذا لم یکن کذلك فلا باس به لانعدام الضرر وقیل
صحرانشین لوگوں کی ہاتہہ بیچی کیونکہ اسمین شہر والوں کو ضرر ہوتا ہی اور ایسا حال یعنی قحط نہو تو کچہ مضائقہ نہیں کیونکہ کوئی ضرر نہیں ہی اور بعضی
صورته ان یجیء البادی بسلعة الی مصر فیقول له الحاضر دع سلعتك عندی لابیعها لك بثمن غال ویحبسه
کہتی ہیں اسکی صورت یوں ہی کہ کوئی صحرانشین شہر مین سودا لیکر آدی تو ایک شہری اوسکو کہی اپنا مال میری پاس چہوڑ جا مین گران قیمت سی بیچ رکہوں گا پہر اپنی پاس

دفع ضرر بیع حاضر للبادی

عنده الی ان یغالی فی الثمن وهذا مکروه فی ایام العسرة ثم ینبغی ان یعلم ان البیع عند الحنفیة کما ینعقد بالقول و

اتنی دنوں تک بیچ چھوڑے کہ مہنگا ہو جاوے اور ایسا معاملہ تنگی کے دنوں میں مکروہ ہے پھر سمجھنے کی بات ہے کہ بیع حنفیوں کے نزدیک جیسے لفظ یعنی بولنے سے ہو جاتی ہے اور

رکنه الایجاب والقبول کذالك ینعقد بالفعل ورکنه التعاطی فلابد فیه من الاعطاء من الجانبین عند

اسکا رکن ایجاب وقبول ہے ایسی ہی ہاتھ کی حرکت سے پوری ہو جاتی ہے اور اسکا رکن لین دین ہے اس بیع میں بایع اور مشتری دونوں کی طرف سے ثمن اور مبیع کا حوالہ کرنا

البعض وعند البعض یکفی الاعطاء من احد الجانبین اذا بین الثمن او کان معلوما کما لو قال رجل لمن یبیع الحنطة

ضرور ہے اور بعضوں کے نزدیک صرف ایک طرف سے حوالہ کر دینا کفایت کرتا ہے اگر ثمن مقرر ہو چکا ہو یا کسی طور سے معلوم ہو جیسے کوئی شخص گیہوں بیچنے والے سے پوچھے

کیف تبیع الحنطة فقال قفیز بدرهم فقال کل لی خمسة اقفزة وکال فذهب بها فهذا بیع وعلیه خمسة دراهم

گیہوں کیا بھاؤ بیچتا ہے وہ کہے بارہ صاع ایک درہم کے پھر وہ کہے خریدار کہے پانچ قفیز میرے لئے ناپ دے اور اوسنے ناپ دی اور وہ لے گیا سو یہ بیع پوری ہے اور اوسکی

وکذا لو قال البایع للمشتری بعت هذا منك بدرهم فقبضه المشتری ولم یقل شیئا ینعقد البیع وعلیه درهم

اور ایسے ہی اگر بایع مشتری سے کہے میں نے یہ سودا تجھے ایک درہم کو بیچا پھر مشتری اوس شے کو قبضہ کرلے اور کچھ نہ بولے تو یہ بیع ہو چکی ہے اور اوسکے ذمہ ایک درہم

وکذا لو اشتری وقرا من الحطب بثمانیة ثم قال ائت بوقر اخر والقه ههنا ففعل یکون ذلك بیعا ولیطلب

اور ایسے ہی اگر ایک گٹھا لکڑی کا آٹھ پیسے کو مول لیا پھر کہا ایک گٹھا اور لا کر یہاں ڈالدے اور اوسنے لا ڈالا تو یہ بیع پوری ہے اور وہ آٹھ پیسے

الثمانیة وکذا لو کان لرجل علی اخر الف درهم وقال المدیون لدائنه اعطیك لدینك دنانیر ولم یقع بینهما بیع

مانگ لے اور ایسے ہی اگر ایک شخص کی دوسرے کے ذمہ ہزار درہم قرض آتے ہوں اور مدیون یعنی قرضدار قرض خواہ سے کہے میں تیری قرضہ کی بابت اشرفیاں لا دیتا

بل فارقه ثم اتی بالدنانیر ودفعها الیه یکون فی تلك الساعة بیعا بالتعاطی واما لو اشتری رجل من اخر وسائد

بلکہ وہ چلا گیا پھر اشرفیاں لاکر اوسکے حوالہ کردیں تو اب اسوقت تعاطی سے بیع پوری ہو جاوے گی اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے تکیے اور فرش

وطنافس وهی غیر منسوجة بعد ولم یضرب اجلا حتی یصیر سلما فلا یجوز ولو نسج الوسائد والطنافس وسلمها الیه لا یعود

خریدے اور وہ بنی ہوئی ابھی تیار نہوں اور مدت بھی نہ ٹھہرا دیں تاکہ بیع سلم ہی ہو جاوے تو یہ بیع جائز نہیں ہے اور اگر تکیے اور فرش تیار کرکر اوسکو حوالہ کردے تو بھی بیع

ایضا لان التعاطی انما یکون بیعا اذا لم یکن مبنیا علی بیع فاسد او باطل واما اذا کان مبنیا علیه فلا فعلی هذا

جائز نہیں ہے اسلئے کہ طرفین سے لین دین کی بیع جب جائز ہوتی ہے کہ اوسکی بنیاد بیع فاسد یا باطل پر نہو اور اگر اوسکی بنیاد بیع فاسد یا باطل پر ہوگی تو جائز نہیں ہوتی پس

ما یفعله اکثر الناس فی هذا الزمان من اخذ ما ارادوا من صاحبه من الماکولات وغیرها من غیر عقد صحیح

اس زمانہ میں جو اکثر لوگوں کا عمل ہے کہ جو چاہتے ہیں سودے والے سے کھانے پینے کا سامان اور سوا اوسکے بدون عقد صحیح کے لیلیتے ہیں

ولا معاطاة ولا بیان الثمن الی وقت المحاسبة فذلك حرام وکل من یاکل منه او ینتفع به مع العلم به فهو متعمد

اور نہ ترت طرفین سے لین دین کرتے ہیں اور نہ حساب کے وقت تک ثمن بیان کرتے ہیں سو یہ سب حرام ہے اور جو شخص اوسمیں سے کھاتا ہے یا جانکر فائدہ لیتا ہے سو وہ عمدا

لاکل الحرام والانتفاع به ومرتکب للاثم اذ فیما سوی الخبز واللحم لابد من بیان الثمن لیکون بیعا بالتعاطی ثم

حرام خوری کرتا ہے اور نفع حرام لیتا ہے اور گناہ اختیار کرتا ہے اسلئے کہ بجز روٹی اور گوشت کے سب سودے میں ثمن مقرر کرنا ضرور ہے تاکہ بیع تعاطی کی ہو جاوے پھر

ینبغی ان یعلم ان البیع الذی لا یجوز ثلثة انواع فاسد وباطل وموقوف اما الفاسد فهو منعقد لکن لا یفید الملك

یاد رکھنا چاہئے کہ بیع جو جائز نہیں ہوتی تین قسم پر ہے فاسد اور باطل اور موقوف بیع فاسد منعقد تو ہو جاتی ہے پر صرف عقد سے ملک کا فائدہ نہیں دیتی

بمجرد العقد بل انما یفید بعد قبض المشتری المبیع باذن البایع صریحا او دلالة فانه اذا قبضه فی مجلس العقد

مگر مفید جب ہوتی ہے کہ خریدار بایع کی صاف اجازت سے یا قرینہ سے مبیع پر قبضہ کرلے پس جب خریدار مجلس عقد میں بایع کے سامنے مبیع پر قبضہ کرلے

بحضرة البایع ولم ینهه البایع یملکه ملکا خبیثا ولهذا قیل لا یحل له ان یتصرف فیه بتملیك وانتفاع حتی لو

اور بایع اوسکو منع نکرے تو خریدار ملک مردار سے اوسکا مالک ہو جاتا ہے اسی لئے کہتے ہیں کہ خریدار کو اوسمیں تصرف کرنا حلال نہیں ہے کسکو ملک کر دیگا یا برتنے کا

كان طعاما لا يحل له اكله ولو كان جارية لا يحل له وطيها بل يجب على كل واحد من البايع والمشتري فسخ العقد
طعام ہو تو اوسکا کہانا حلال نہیں ہی اور اگر لونڈی ہی تو اوس سی صحبت حلال نہیں بلکہ ہر ایک بایع اور مشتری پر واسطی دفع فساد کی عقد کو فسخ کرنا

دفعا للفساد وان لم يفسخا بل باع المشتري ما قبضه بالشراء الفاسد بعقد صحيح ينفذ بيعه لانه لما ملكه ثبت
واجب ہی اور اگر دونوں نی فسخ عقد نکیا مگر مشتری نی شراء فاسد سی قبضہ کر کر بطور عقد صحیح کی اوس کی اپنی بیچ ڈالا تو اوسکی بیع پوری ہو جاویگی اسلیئی

تمليكه لغيره بالبيع وغيره فلا يتصور بعده الفسخ لتعلق حق العبد به ووجوب الفسخ سابقا كان لحق الشرع
کہ جب مبیع کا مالک ہوا تو اوسکی تملیک کا بھی بطور بیع وغیرہ کی مالک ہی پہر بعد اسکی فسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ اب اوس سی حق عبد متعلق ہو گیا اور پہلی درجہ میں فسخ عقد جو

واذا اجتمع حق الشرع وحق العبد يقدم حق العبد لحاجته نعم كان الاولى للمشتري ان يتنزه عن شرائه
تو واسطی حق شرع کی تہا اور جب حق شرع اور حق عبد جمع ہو جاتی ہیں تو حق عبد کو مقدم رکہتی ہیں اسلیئی کہ عبد حاجتمند ہی ہان مشتری ثانی کو حق میں بہتر یہ تہا کہ اوسکی

اذ قيل من غلب على ظنه ان اكثر معاملة اهل السوق على الفساد ينبغي له ان يتنزه عن شراء شيء منهم ومع هذا لو
کیونکہ کہتی ہیں جسکو یوں معلوم ہو کہ اکثر معاملات اس بازار والوں کی فساد سی خالی نہیں ہیں تو اوسکو چاہئی کہ اون سی کوئی شی مول نہ لیوی اور پہر بہی اگر اونسی

اشترى منهم شيئا يحل له الانتفاع به اذ كان العقد الاخير صحيحا ومما ينبغي ان يعلم ان من اشترى متاعا بالف درهم
کوئی شی مول لیلیویگا تو اوسکو برتنا حلال ہی اگر پچہلا عقد صحیح واقع ہوا ہو اور معلوم رکہنا چاہئی کہ اگر کسینی ہزار روپیہ کا مال شراء فاسد سی مول لیکر قبضہ کر لیا

شراء فاسدا وقبضه ثم باعه وربح فيه لا يحل له الربح بل يجب عليه ان يتصدق به ومن باع متاعا بالف درهم
پہر اوسکو فائدہ سی بیچ ڈالا تو اوسکو وہ فائدہ حلال نہیں ہی بلکہ اوسپر واجب ہی کہ خیرات کر دی اور اگر کسینی ہزار روپیہ کا مال بیع

بيعا فاسدا وقبض الثمن ثم اشترى به شيئا وباعه وربح فيه يحل له الربح ولا يجب عليه ان يتصدق به والفرق
فاسد سی بیچا اور قیمت لی پہر اوس روپیہ سی اور مال مول لیا اور اوسکو فائدہ سی بیچا تو اوسکو یہ فائدہ حلال ہی اوسپر خیرات کرنا واجب نہیں ہی اور فرق

بينهما على ما ذكر في الهداية ان المتاع مما يتعين بالتعيين فيتعلق العقد به فيتمكن الخبث في الربح والدراهم والدنانير
ان دونوں صورتوں میں موافق بیان صاحب ہدایہ کی یہہ ہی کہ اسباب تعیین کرنی سی متعین ہو جاتا ہی سو عقد اسباب معین ہی متعلق ہو جاتا ہی پس خباثت فائدہ میں اثر کرتی

لا تتعينان في العقود والفسوخ بل يثبت الثمن في ذمة المشتري فلا يتعلق العقد الثاني بعينها فلا يتمكن
عقود اور فسوخ میں متعین نہیں ہوتی بلکہ مشتری کی ذمہ مطلق ثمن ثابت ہو جاتا ہی سو دوسرا عقد اوس دراہم اور دنانیر خاص سی متعلق نہیں ہوتا

الخبث في الربح الا ان يشير اليها وينقد منها فيتعلق سلامة المشتري بها لوقوعها ثمنا فيكون ملكا خبيثا واجب التصدق
اسلیئی خباثت فائدہ میں اثر نہیں کرتی ہاں اگر اونہی کی طرف اشارہ کری پہر اونہی میں سی پرکہدیوی تو اسیخریداری اونہی سی متعلق ہوگی کیونکہ وہ ثمن ٹہرا اب ملک مردار ہوگی خیرات کرنا

واما الباطل فهو غير منعقد فلا يفيد الملك اصلا ولهذا قيل من غلب على ظنه ان اكثر معاملة اهل السوق على
اور بیع باطل سرے سی منعقد نہیں ہوتی سو وہ فائدہ ملک کا ہرگز نہیں دیتی اسی لیئی کہتی ہیں کہ جسکو یوں معلوم ہو کہ اکثر معاملات اس بازار والوں کی باطل ہوتی ہیں

البطلان ليس له ان يشتري منهم شيئا ولا يحل له ما اشتراه منهم واما الموقوف فهو بيع مال الغير بغير اذنه فانه
تو اوسکو کوئی چیز اونسی مول لینی جایز نہیں ہی اور اونسی جو مول لیگا حلال نہیں ہوگا اور بیع موقوف غیر کی مال کا بی اجازت بیچ ڈالنا یہ بیع اگرچہ منعقد

وان كان منعقدا ومفيد الملك على سبيل التوقف على اجازة مالكه لكن لا يفيد تمام الملك لتعلق حق الغير به
اور فائدہ ملک کا بطور موقوف دیتی ہی یعنی اگر مالک جایز رکہہ لی لیکن اجازت بغیر ملک پوری نہیں ہوتی اسلیئی کہ غیر کا حق متعلق

وجميع المعاملات الجارية في جميع المغصوبات والغارات الواقعة في هذا الزمان من هذا القبيل ولهذا قال
اور تمام معاملات جو اس زمانہ میں تمام چہینے اور لوٹے ہوئی اشیا میں جاری ہیں سب اسی طرح کی ہیں اور اسی لئی

صاحب البزازية في ايام غارة المسلمين لا يشترى من العسكر شيء لانه حرام ملك الغير ثم ينبغي للتجار ان
صاحب بزازیہ کہتا ہی مسلمانوں کی غارتگری کی عہد میں لشکریوں سی کوئی شی مول نہ لیجاوی کیونکہ حرام غیر کی ملک ہی پہر تاجروں کو لائق ہی

يراعي في معاملته العدل ويجتنب الظلم والمراد بالظلم ان يتضرر به الغير فكلما يتضرر به الغير فهو ظلم وانما

کہ اپنی معاملہ میں عدل کا لحاظ رکھے اور ظلم سے بچے اور ظلم سے مراد یہہ ہے کہ جسمیں غیر کا نقصان ہووے سو جسمیں غیر کا نقصان ہوتا ہے ظلم ہے

العدل ان لا يتضرر منه احد بشيء ولا يتصور ذلك الا بالاحتراز عن عدة امور احدها ان لا يجور في

عدل وہ ہی ہے کہ جسمیں کسیکا کچھ نقصان نہووگی اور یہہ امر خیال میں نہیں آتا جبتک کئی باتوں سے احتراز نکرے ایک یہہ کہ مقدار میں تفاوت

المقدار وذلك بتعديل المكيال والميزان والاحتياط لانه تعالى قال ويل للمطففين الذين اذا اكتالوا

نکرے اور یہہ پیمانہ اور ترازو پوری پوری اور احتیاط رکھنے سے ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے خرابی ہے کم تولنے والوں کی وہ کہ جب ناپ لیں

على الناس يستوفون واذا كالوهم او وزنوهم يخسرون ولا ينجو من هذا الامر الا بان يزيد اذا اعطى وينقص اذا

لوگوں سے پورا بھر لیں اور جب ناپ دیں اونکو یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں اور اس سے وہ ہی بچتا ہے جو دیتے وقت کچھ زیادہ دیوے اور لیتے ہوئی کچھ کم لیوے

اخذ لان العدل الحقيقي قلما يتصور فان من يستقصي في اخذ حقه بكماله يوشك ان يتعداه ولذلك

اسلئے کہ عدل حقیقی بہت ہی کم خیال میں آتا ہے بیشک جو شخص اپنا حق پورا پورا لیا چاہے تو غالب ہے کہ اوسپر تعدی کر بیٹھے اور اسی واسطے

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اشترى شيئا يقول للوزان زن وارجح وكان بعض السلف يقول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کچھ مول لیتے تو قیمت ادا کرنیوالے سے فرماتے تول دے اور کچھ زیادہ دے اور بعضے متقدم کہتے تھے

لا اشتري الويل بحبة وكان اذا اخذ نقص حبة واذا اعطى زاد حبة ويقول ويل لمن يبيع بحبة جنة عرضها

کہ میں ایک دانہ کی مد عذاب نہیں لیتا اور اگر کچھ مول لیتے تو کچھ دانہ کم لیتے اور اگر دیتے تو کچھ دانہ زیادہ دیتے اور کہتے افسوس ہے جو دانہ کی بدلے جنت دیڈالی جسکا پہلاؤ

السموات والارض والثاني ما يجب الاحتراز عنها ان لا يمدح السلعة فانه ان وصفها بما ليس فيها فان لم

آسمان اور زمین ہے اور دوسرا امر جس سے احتراز چاہئے یہہ ہے کہ مال کی تعریف نکیا کرے کیونکہ اگر ایسی تعریف کی جو اوسمیں نہیں ہے پھر خریدار نے اوسکا قول اگر

يقبل قوله فهو كذب محض وان قبل فهو مع كونه كذبا تلبيس وظلم وان وصفها بما فيها فان علم به المشتري

نمانا تو یہہ صرف جھوٹ ہی جھوٹ ہے اور اگر مان لیا تو جھوٹ کا جھوٹ اور دغا بازی اور ظلم ہے اور اگر سچی تعریف کی تو پھر اگر خریدار بھی جانتا ہے

فهو هذيان وتكلم بما لا يعنيه فيحاسب عليه لان كل كلمة تصدر عن الانسان فانه يحاسب عليها لقوله تعالى

تو وہ بیہودہ بک ہے اور کلام بے فائدہ اس پر بھی حساب ہوویگا کیونکہ انسان کی زبان سے جو کلمہ نکلتا ہے اوسی پر حساب ہوویگا بدلیل اس آیت کی

ما يلفظ من قول الا لديه رقيب عتيد وان لم يعرف المشتري ما فيها ما لم يذكر فلا باس بذكر القدر الموجود فيها من

نہیں بولتا ایک بات جو نہیں اوسکے پاس راہ دیکھتا تیار اور اگر خریدار نہیں جانتا جبتک بیان نکرے تو پھر جتنا ہے اوتنی ہی بیان کرے میں

غير مبالغة واطناب ولا يحلف البتة لانه ان كان كذبا يكون يمينه غموسا وهو من الكبائر التي تذر الديار

بدون مبالغہ اور تطویل کی کچھ مضائقہ نہیں اور قسم ہرگز نہ کہاوے اسلئے کہ اگر جھوٹی ہے تو یمین غموس ہوگی اور یہہ قسم ایسی کبیرہ ہے کہ ملک کو اجاڑ دیتی ہے

بلاقع وان كان صادقا فقد جعل اسم الله تعالى عرضة لايمانه واساء فيه لان الدنيا اخس من ان يقصد

اور اگر سچی ہے تو بیشک اللہ کی نام کو اپنی قسموں کا نشانہ بنایا اور اسمیں برا کیا اسلئے کہ دنیا اس درجہ کی نہیں ہے کہ اوسکو بلا ضرورت

ترويجها بذكر اسم الله تعالى من غير ضرورة حتى قال الفقهاء يكره للتاجر ان يذكر اسم الله تعالى او يصلي على النبي صلى

اللہ کی نام سے رونق دیجاوی یہانتک کہ فقہاء کہتے ہیں تاجر کو مکروہ ہے کہ اپنا مال کہولتے ہوئی ترویج کی نیت سے بسم اللہ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

الله عليه وسلم عند فتح متاعه على قصد ترويجه بان يقول اللهم صل على محمد ما اجود هذا والثالث مما

پڑہا کرے اسطور پر کہ کہے سبحان اللہ کیا مال ہے یا اللہم صل علی محمد کیا خوب مال ہے اور تیسرا امر جس سے احتراز کرنا چاہئے

يجب الاحتراز عنها ان يكتم شيئا من عيوب السلعة بل يجب عليه ان يظهر جميع عيوبها خفيها وجليها لانه

یہہ ہے کہ مال کا کوئی عیب چھپا رکھے بلکہ بائع پر واجب ہے کہ اوسکی تمام عیب ظاہر و باطن جتا دیوے کیونکہ

إذا أخفى عيبًا منها يكون غاشًّا تاركًا للنصح الواجب فمن أظهر أحسن وجهي الثوب أو عرضه في الموضع المظلم
اگر کوئی عیب چھپا رکھے گا تو خیانت کرنے والا اور نصیحت واجب کا تارک ہوگا پھر جس نے تھان کا اچھا رخ دکھا دیا یا اسے اندھیری جگہ میں رکھا

وعرض أحسن فردي الخف أو النعل ونحوهما يكون غاشًّا والغش حرام في البيوع والصنائع جميعًا ولا ينبغي للصانع
یا موزہ یا جوتی کی اچھی جوڑی دکھا دی تو یہ شخص خائن ہے اور تمام بیع اور کاریگریوں میں خیانت کرنی حرام ہے سو کاریگر کو نہیں چاہیے

أن يتهاون بعمله على وجه لو عامله به غيره لا يرتضيه بل ينبغي له أن يحسن الصنعة ويحكمها ثم يبين عيبها
کہ اپنے کام میں ایسی سستی کرے کہ اگر اوس کے ساتھ کوئی ویسا کرے تو پسند نہ کرے بلکہ یوں چاہیے کہ کاریگری خوب صورت اور مضبوط بنایا کرے پھر اوس کا عیب بیان کر دے

إن وقع فيها عيب فإن قيل إذا وجب على التاجر أن يذكر عيوب متاعه لا يتم له المعاملة فما الطريق فيها فاعلم أن
اگر اتفاقاً عیب دار ہو گیا ہو اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب تاجر پر مال کا عیب بیان کرنا واجب ہوا تو اوس کا معاملہ کبھی پورا نہ ہوگا پھر اس کا کیا رستہ ہے تو سمجھ لے

التاجر إذا اشترط على نفسه أن لا يشتري للبيع إلا الجيد وقنع بربح يسير يبارك الله فيه ولا يحتاج إلى تلبيس فمن
کہ تاجر جب اپنے اوپر یہ شرط کر لے کہ بیچنے کے لیے سوا مال جید کے کبھی نہ لے گا اور تھوڑے سے نفع پر قناعت کرے تو اوس ہی میں برکت ہوگی اور دغابازی کی کچھ حاجت نہیں ہے

تعود هذا لا يشتري معيبًا وإن وقع في يده نادرًا يذكر عيبه ويقنع بقيمته وإنما يتعذر هذا على التجار لأنهم
پھر جس کی یہ عادت پڑ جاتی ہے تو عیب دار مال نہیں لیتا پھر اگر اتفاقاً اوس کے ہاتھ آ ہی جاوے تو اوس کا عیب بیان کر دے اور اوس کی اصل قیمت پر قناعت کرے اور تاجروں پر یہی

لا يقنعون بربح يسير بل يطلبون ربحًا كثيرًا ولا يحصل ذلك إلا بالتلبيس والتلبيس حرام فلا يحل للبائع ولا المشتري
دشوار ہے کہ تھوڑے نفع پر قناعت نہیں کرتے بلکہ بڑے فائدہ کے طالب ہوتے ہیں اور بڑا فائدہ بدون دغابازی کے نہیں ہوتا اور دغابازی حرام ہے تو جائز نہیں ہے

أن يلبس أحدهما على الآخر لأن من يفعل هذا يكون ظالمًا تاركًا للنصح على المسلمين وقد روي أنه عليه السلام قال
کہ ایک دوسرے سے فریب کیا کرے اس لیے کہ جو ایسا کرے گا وہ ظالم ہے اور مسلمانوں کی خیر خواہی ترک کی اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

البيعان إذا صدقا ونصحا بورك لهما في بيعهما وإذا كذبا وكتما نزعت بركة بيعهما ومن لم يعرف الزيادة والنقصان
بائع اور مشتری دونوں اگر سچ بولیں اور خیر خواہی کریں تو ان کی بیع میں برکت ہوگی اور اگر جھوٹ بولیں اور عیب چھپا لیں تو بیع کی برکت نکل جاوے گی اور جو شخص کمی

إلا بالمكيال والميزان لا يصدق هذا الحديث ولا يعرف أن الدرهم الواحد قد يبارك فيه ويكون سببًا لسعادته
بدون پیمانہ اور ترازو کے نہیں جانتا تو اس حدیث کی تصدیق نہیں کرتا اور وہ یہ نہیں جانتا کہ ایک درہم میں کبھی ایسی برکت ہوتی ہے جس سے سعادت دین اور دنیا کی حاصل ہو

في الدين والدنيا بأن يصرفه فيما يجب عليه من أمر دينه ودنياه وأن الآلاف المؤلفة قد ينزع عنها البركة ويكون
اس طور کہ اوس کو اپنی واجبات دینی اور دنیوی میں صرف کرے اور بیشک ہزاروں جمع کی ہوئی میں سے کبھی برکت نکل جاتی ہے وہ ہی اوس کو

سببًا لهلاكه في الدنيا والآخرة أما في الدنيا فكما نشاهد في هذا الزمان من تسلط الظلمة عليه وأخذ ماله بأنواع
دین اور دنیا میں لے ڈوبتا ہے چنانچہ اس زمانے میں دیکھتے ہیں کہ ظالم لوگ غالب ہو کر اوس کی تمام مال متاع طرح طرح کی عذاب دے کر

العقوبات وأما في الآخرة فبأن يصرفها في المحرمات والمنكرات لا سيما في الرشوة التي يكون بها كل واحد من الراشي
چھین لیتے ہیں اور رہا آخرت میں سو اس وجہ سے کہ مال کو حرام اور ممنوعات میں خرچ کرتا ہے خاص کر رشوت میں جس کے باعث سے ہر ایک رشوت دینے والا

والمرتشي والساعي بينهما ملعونًا بلعن رسول الله صلى الله عليه وسلم فمن أراد أن يتيسر عليه النصح للمسلمين فلا بد له
اور رشوت لینے والا اور بیچ کا دلال ملعون ہو جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اوس پر لعنت پڑتی ہے اور جس کا یہ ارادہ ہو کہ اوس کو نصیحت اہل اسلام کی

من أمرين أحدهما أن يعلم ويعتقد أن تلبيسه لا يزيد في رزقه بل يمحقه ويذهب بركته فإن ما يجمعه من
میسر ہووے تو اوس کو دو باتیں لازم ہیں ایک تو یہ سمجھے اور یقین کرے کہ فریب اور مکر سے روزی نہیں بڑھتی بلکہ تلف ہو جاتی ہے اور برکت جاتی رہتی ہے سو جتنا

متفرقات التلبيسات قد يهلكه الله تعالى دفعة واحدة إما بالإغراق أو بالإحراق أو بأخذ اللصوص والظلمة
طرح طرح کی فریبوں سے جمع کرتا ہے اوس کو بعض وقت تو اللہ تعالی ایک بار ہی تلف کر دیتا ہے یا ڈبو کر یا جلا کر یا چور چرا لیتے ہیں یا ظالم

بکثرة والثانی ان یعلم ویعتقد ان ربح الاخرة خیر من ربح الدنیا وان فوائد اموال الدنیا تنقضی بانقضاء

بہ کثرت لوگ چہین لیتی ہین اور دوسری یہہ سمجہے اور یقین کری کہ آخرت کا فائدہ دنیا کی فائدہ سی بہتر ہی اور بیشک دنیا کی فائدی ہوچکتی ہیں جب زندگی ہو لیتی ہی

العمر وتبقی مظالمها واوزارها فکیف یرضی العاقل ان یستبدل الذی هو ادنی بالذی هو خیر والخیر کله فی

عمر اوسکا وبال اور بوجہہ سر پر رہجاتا ہی عاقل آدمی کب پسند کرتا ہی کمادنی چیز کو اعلی چیز سی بدل لیوی اور خوبی سب ہی

سلامة الدین یسر نا الله سلامة الدین

دین کی سلامتی میں ہی الہی ہمکو دین کی سلامتی نصیب کر

المجلس الحادی والسبعون فی بیان ای تاجر یحشر یوم القیمة فاجرا وای صادقا

اکہترویں مجلس اس بیان مین کہ کونسا تاجر قیامت کی دن فاجر ہوکر اوٹہیگا اور کونسا صادق ہوکر

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم التجار یحشرون یوم القیمة فجارا

رسول الله صلی الله علیه وسلم نی فرمایا کہ تاجر لوگ قیامت کی دن فاجر ہوکر اوٹہینگی

الا من اتقی وبر وصدق هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه عبید بن رفاعة عن ابیه والاصل فی الفجور المیل

جو کہ متقی ہی اور نیکوکار اور سچا یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی عبید بن رفاعہ اپنی باپ سی روایت کرتا ہی اور اصل میں فجور میل جانا

عن القصد ومنه یقال للکاذب فاجر وعلی هذا المعنی سمی التجار فی الحدیث فجارا اذ من عادتهم فی تجارتهم

راستی اور میانہ روی سی اسی حکم سی جہوٹی کو فاجر کہتی ہیں اور اسی اعتبار سی سوداگروں کو حدیث شریف میں فجار نام کیا کیونکہ تجارت میں

التدلیس والتهالک علی ترویج السلع بما تیسر لهم من الایمان الکاذبة ونحوها وهذا حکم علیهم فی الحدیث

کا چہپا لینا اور اسباب کی رواج دینی پر کپڑے پہنا اکثر اونکی عادت ہوتی ہی جسطور ہوسکی جہوٹی قسمیں سی یا مانند اوسکی اسی لئی حدیث میں لوگنکی حق میں حکم ہوا

انهم یحشرون یوم القیمة فی زمرة الکذابین الذین کثر منهم الکذب الا من اتقی الکذب وبر فی یمینه وصدق

کہ وہ قیامت کی دن ایسی جہوٹوں میں داخل ہونگی جنکا جہوٹ کثرت سی ہی مگر وہ تاجر جو جہوٹ سی بچتا رہا اور قسم میں پاک اور بات میں سچا رہا

حدیثه فانه لا یحشر معهم بل یحشر مع الابرار کما روی عن ابی سعید انه قال التاجر الصدوق الامین یحشر

ایسا تاجر جہوٹوں میں داخل نہیں ہوویگا بلکہ ابرار کی ساتہہ اوٹہیگا چنانچہ ابو سعید خدری سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا سچا اور امانت دار تاجر

مع النبیین والصدیقین والشهداء فعلم من هذا ان اللازم للتاجر فی معاملته ان یستعمل الصدق والامانة

نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی ہمراہ ہوویگا اس سی معلوم ہوا کہ تاجر کو لازم ہی کہ اپنی معاملہ میں صداقت اور امانت سی کیا کری

ویجتنب الکذب والخیانة حتی یحشر مع الابرار ولا یحشر مع الفجار بل الواجب علیه ان یراعی فی تجارته

اور جہوٹ اور خیانت سی بچتا رہی تاکہ ابرار میں داخل ہووی اور فجار میں نہ جاوی بلکہ تاجر پر یہہ واجب ہی کہ تجارت میں عدل اور انصاف کا

العدل والانصاف ویجانب الظلم والاعتساف لان المعاملة قد تجری علی وجه یحکم المفتی بصحتها وانعقادها

لحاظ رکہی اور ظلم اور بی راہی سی بچی اسلئی کہ معاملہ بعضی دفعہ ایسی طور پر ہوجاتا ہی کہ مفتی اوسکو درست اور منعقد بتادی

لکنها تشتمل علی ظلم یتعرض به المعامل لسخط الله تعالی اذ لیس کل نهی مقتضیا لفساد العقد والمراد من الظلم ما

لیکن ایسا ظلم ہوجاتا ہی جس سی وہ شخص نشانہ غضب الہی کا بن جاتا ہی کیونکہ ہر نہی سی عقد فاسد نہیں ہوجاتا اور ظلم سی مراد وہ عمل ہی جسمین

تضرر به الغیر فکل ما یتضرر به الغیر فهو ظلم وانما العدل ان لا یتضرر منه احد بشیء ولا یتصور ذلک الا بالاحتراز

غیر کا نقصان ہو چاہی سو جس عمل میں غیر کا نقصان ہوتا ہو وہ ہی ظلم ہی اور عدل وہ ہی کہ جسمین کسیکا کچہہ نقصان نہو وی اور عدل جب ہوسکتا ہی کہ چند باتوں سی

عن عدة امور الاول ترویج الزیوف من النقود فانه ظلم عام یتضرر به الناس لان من یروج شیئا منها الی غیره

احتراز کری اول کہوٹی نقدوں کی برتاوی بیشک یہہ ظلم عام ہی اسمین سبکا نقصان ہی اسلئی کہ جو شخص کوئی کہوٹا نقد اور کو دیویگا

بذلک الغیر ان لم یعرف انه زیف فهو یتضرر به وان عرف انه زیف فهو یروجه الی غیره وغیره الی غیره وهکذا

وہ دوسرا اگر نہ پہچانا کہ وہ کہوٹا ہی تو وہ نقصان پاویگا اور اگر پہچانا کہ یہہ کہوٹا ہی تو وہ اور کو دیویگا اور وہ اور کو دیوی گا اور اسیطرح

لايزال يتردد في ايدي الناس بعضرره ويشيع فساده ويكون وبال الكل من حين ترويجه الى وقت انقراضه راجعا
لوگوں کی ہاتھوں میں پہرتا رہیگا اور سب کا نقصان ہوتا رہیگا اور فساد اوسکا پہیلتا جاوی گا اور سبکا وبال جب سی اسنی دیا تہا اوسکی گشت تک اسکی سر پر رہیگا

اليه بمقتضى قوله عليه السلام من سن سنة سيئة فعمل بها من بعده كان عليه وزرها ووزر من عمل بها لا
موافق اس حدیث کی جسی برا طریقہ نکالا پہر اوسپر اوروں نی بعد اوسکی عمل کیا تو اوسکا اور جو اوسپر عمل کریگا سب کا بوجہ اسپر ہوویگا

ينقص من اوزارهم شيء ولهذا قال بعض السلف انفاق درهم واحد من الزيوف اشد من سرقة مائة درهم
اور انکی گناہ سی کچہ کم نہ کریگی اسیلیے بعضی متقدمین کا قول ہی کہ کہوٹی ایک درہم کا چلانا جو کبہی سو درہم کی چوری سی بدتر ہی

من الجياد لان سرقة المائة معصية واحدة منقضية واما انفاق الزيف فهو معصية مستمرة بعمل بها اذا دام
اسلیے کہ چرانا سو درہم کا ایک گناہ ہی کہ ہو چکا اور کہوٹی روپیہ کا گناہ جاری ہی عمل میں آتی جاتا ہی جستک وہ کہوٹا

ذلك الزيف يتردد في ايدي الناس فيكون عليه في حياته وبعد مماته اثم ما افسد ونقص من اموال الناس بسببه
روپیہ لوگوں کی ہاتہ میں پہرتا رہتا ہی سو اوسکی زندگی بہر اور بعد موت کی گناہ باقی رہیگا جسقدر لوگوں کا مال اوسکی سبب سی خراب اور تلف ہوویگا

الى فناء ذلك الزيف وانقراضه فطوبى لمن يموت ويموت معه ذنوبه وويل لمن يموت ويبقى بعده ذنوبه
جبتک وہ کہوٹا روپیہ گلکر فنا ہو جاوی سو مژدہ ہی اوسکو جو مر جاوی اور اوسکی تمام گناہ ہو چکیں اور افسوس ہی اوسکی لیے جو مر جاوی اور بعد اوسکی گناہ قایم رہیں

وقد قيل انفاق الدرهم الردي على من يعلمه اكبر ذنبا من انفاقه على من لا يعلمه لان الاول متعمد والثاني
اور یہ کوئی کہتا ہی کہ جان کر کہوٹی روپیہ کا دینا بڑا گناہ ہی اس جان کو دینی سی اسلیے کہ وہ اول تو متعمد ہی اور دوسرا خطا وار ہی لیکن خطا بعضی ان جان نہیں کہ گناہ دینی کی حق میں

مخطي لكن الخطاء في حق العباد غير موضع فعلى هذا يجب على التاجران يتعلم احوال النقود ليميز الزيف من غيره
معتبر نہیں سو سا اسکی موافق تاجر کو واجب ہی کہ روپیہ کا پرکہنا بہی سیکہی تاکہ کہوٹا کہرا پہچان لیا کری

لا يستقصي لنفسه بل لئلا يسلمه الى غيره بعدم علمه فيكون انما التقصير في تعلم ما يلزمه في معاملته اذ لكل
ن بیسی سمجہیں کہ اپنا حق پورا کیا کری بلکہ اسواسطی کہ انجان نی غیر کو دی بیٹھی پہر گنہگار ہوگا اسلیے کہ معاملات کی لوازم سی سیکہنی میں جو قصور کیا کیونکہ ہر

عمل علم يجب تحصيله لمن يباشره كيلا يقع في الاثم ولهذا كان السلف يتعلمون احوال النقود نظرا لدينهم لا لدنياهم
کام کی لیے علم ہوتا ہی کہ اوس کام والی کو اوسکا سیکہنا واجب ہوتا ہی تاکہ گناہ میں نہ پڑی اور اسی واسطی متقدمین نقود کا پرکہنا واسطی لحاظ دین کی سیکہا کرتی تہی دنیا کی

فان من يقع في يده شيء من الزيوف ينبغي له ان يجتهد في اعدامه وافنائه ومحو آثاره ولا يسعى في ترويجه لانه
بیشک جسکی ہاتہ کوئی کہوٹا روپیہ پیسا آجاوی تو اوسکو لایق ہی کہ اوسکی کہو لی اور فنا کرنی میں اور اوسکا نشان مٹانی میں کوشش کری اور اوسکی چلانی میں سعی نہ کری کیونکہ

ان روجه الى من لا يعرفه يكون اثما لايصاله اليه الضرر وان روجه الى من يعرفه يكون اثما ايضا لان من
اگر انجان کو دیدیا تو اسلیے گنہگار ہوگا کہ اوسکا نقصان کیا اور اگر جان کار کی حوالہ کیا تو بہی گنہگار ہوگا اسلیے

يأخذه لا يأخذه غالبا الا ليروجه الى غيره اذ لو لم يكن قصده ذلك لكان لا يرغب في اخذه اصلا فيكون
کہ لینی والا اکثر اسیلیے لیتا ہی کہ اوروں کو دیدی کیونکہ اگر اوسکی ایسی نیت ہوتی تو ہرگز ہی نہ لیتا تو اب یہنی

تسليمه اليه تسليطا له على الفساد واعانة له على الشر ومشاركة معه في الاثم واما من يأخذه ليكون من الذين
کہوٹا روپیہ دیکر اوسکو فساد پر قایم کیا اور بدی پر امداد کی اور گناہ میں شریک ہوا اور رہا وہ شخص جو اسواسطی لیتا ہی کہ اون لوگوں میں

دعا لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم بقوله رحم الله امرأ سهل البيع سهل الشراء سهل القضاء سهل الاقتضاء فله
داخل ہووی جنکی حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی دعا خیر فرمائی ہی اسی حدیث میں رحم کری اللہ اوس شخص پر جو آسانی سی بیچی آسانی سی خریدی آسانی سی ادا کری آسانی سی

ان يأخذه على قصد اعدامه وافنائه ومحو آثاره لا على قصد ترويجه في معاملته اذ لو كان قصده ذلك
اوسکو ضرور ہی کہ اس نیت سی لیوی کہ اوسکو کہو دی اور فنا کر دی اور نشان مٹا دی نہ اس نیت سی کہ اوسکو معاملات میں جاری کری اگر اوسکی یہہ نیت ہی

یکون داخلا فی شر روجه الشیطان الیه فی معرض الخیر والمراد بالزیف من الدراهم والدنانیر ما لیس فیه فضة
تو وہ اوس برائی میں داخل ہی جسکو شیطان نی خوبصورت بنا کر دکہایا ہی اور کہوٹی درہم اور دینار سی وہ مراد ہی جسمیں نہ کچہہ چاندی ہو

ولا ذهب اصلا بل هو مموه وأما ما فیه فضة او ذهب فالعبرة فیه للغالب ان کان الغالب علی الدراهم
اور نہ سونا ملکہ صرف ملمع ہو اور جسمیں چاندی اور سونا ہو تو اوسمیں اکثر کا اعتبار ہی اگر درہم میں چاندی زیادہ ہووی

الفضة فهی فضة وان کان الغالب علی الدنانیر الذهب فهی ذهب لان النقود لا تخلو عن قلیل غش
تو وہ چاندی ہی اور دیناروں میں اگر سونا زیادہ ہووی تو وہ سونا ہی کیونکہ نقود ایسی کم ہوتی ہیں جسمیں کچہہ نہ کچہہ ملونی ہو

اما خلقة کما فی الردی من الفضة والذهب او عادة بسبب انها تتفتت ولا تنطبع بدون الغش وانما
یا اصلی ہوتی ہی جیسی نرمی چاندی اور کم قدر کا سونا یا عادت کی مواقف اس سبب سی کہ اوسکو کوٹتی ہیں اور بدون ملونی کی گہڑا نہیں جاتا

تنطبع بخلط الغش بها فعلی هذا یعتبر الغالب لان المغلوب فی مقابلة الغالب کالمعدوم فاذا کان الغالب
گہڑا جب ہی جاتا ہی کہ اوسمیں ملاوٹ ہو اس حال کی مواقف اکثر کا اعتبار ہوتا ہی کیونکہ غالب کی سامنی مغلوب کی کچہہ ہستی نہیں ہوتی پس تو اگر درہم میں چاندی

علی الدراهم الفضة وعلی الدنانیر الذهب فهما فی حکم الفضة والذهب وان کان الغالب علیهما الغش فان کانا
غالب ہو اور دنانیر میں سونا پہر وہ دونو چاندی اور سونی میں داخل ہیں اور اگر دونوں میں ملونی بڑہتی ہو تو پہر اگر ان کا

نقد البلد فما دام رواجهما باقیا فهما ثمن لا یتعلق العقد بعینهما بل انما یتعلق بجنسهما وان ارتفع رواجهما
چلن جاری ہی تو جب تک ان کا چلن باقی رہیگا تب تک وہ ثمن ہیں یعنی نقد میں عقد انکی تعیین سی متعلق نہیں ہوتا بلکہ اوس سکہ کی دراہم اور دنانیر سی متعلق ہوگا وہ بڑہ جاویں اور

فهما سلعتان یتعلق العقد بعینهما ان علم المتعاقدان حالهما وعلم کل واحد منهما ان صاحبه یعلم حالهما وان لم یعلما
تو پہر وہ رخت اور جنس بست میں داخل ہیں عقد میں معین ہو جاینگی اگر انکا حال بایع اور مشتری کو معلوم ہو اور دونو یہہ بہی جانتی ہوں کہ ہر ایک کو ان دراہم دنانیر کا

او لم یعلم احدهما او علما لکن لم یعلم کل واحد منهما ان صاحبه یعلم فالعقد لا یتعلق بهما بل انما یتعلق بالرایج
دونوں کو معلوم نہیں یا ایک کو معلوم نہیں یا دونو کو معلوم ہو مگر ہر دونو کو یہہ خبر نہیں کہ وہ دوسرا بہی جانتا ہی تو عقد ایسی دراہم و دنانیر سی علاقہ نہیں رکہتا بلکہ چلن بازار سی

فی البلد وان لم یرتفع رواجهما بالکلیة بل کانتا بحیث یقبلها البعض دون البعض فهما کالزیوف لا یتعلق العقد
علاقہ رکہتا ہی اور اگر ان کا رواج چلن بالکل نہیں گیا بلکہ ایسا ہی کوئی تو لیتا ہی اور کوئی نہیں لیتا تو وہ دراہم و دنانیر کہوٹوں میں داخل ہیں عقد

بعینهما بل انما یتعلق بجنسهما من الزیوف ان کان البایع یعلم حالهما لثبوت الرضی منه بجنس الزیوف وان کان
متعین نہیں ہوں گی بلکہ عقد میں اوس سکہ کی کہوٹی دراہم اور دنانیر دینی ہوں گی اگر بایع کو انکا حال معلوم تہا کیونکہ بایع اوس سکہ کی کہوٹوں پر راضی ہو چکا ہی اور اگر

البایع لا یعلم حالهما لا یتعلق العقد لا بجنسهما من الجیاد لعدم ثبوت الرضی منه بجنس الزیوف والثانی مما
بایع کو اونکی حال کی اطلاع نہیں تہی تو پہر عقد میں اوس سکہ کی کہری دینی ہونگی کیونکہ بایع کی رضا اوس قسم کی کہوٹوں پر ثابت نہیں ہی اور دوسرا امر جس سی

یجب الاحتراز عنه مدح السلعة فان من یصفها بما لیس فیها ولم یقبل قوله فهو کذب وان قبل قوله فهو
احتراز کرنا واجب ہی اسباب کی تعریف کرنی ہی بیشک جو شخص اسباب کی ایسی تعریف کری جو اوسمیں موجود نہیں ہی اور وہ مان بہی نہیں لیا تو وہ صرف جہوٹ ہی اور اگر اوسکا

مع کونه کذبا تلبیس وظلم وان وصفها بما فیها فان کان المشتری یعلم به فهو هذیان وتکلم بما لا یعنیه ویحاسب
کہا مان لیا تو وہ جہوٹ کا جہوٹ اور دہوکا دینا اور ظلم ہی اور اگر ایسی تعریف کی جو اوسمیں ہی یعنی سچی پہر اگر مشتری کو وہ معلوم ہی تو صفت کی بکنا اور بیفائدہ کلام ہی اسپر محاسبہ

علیه اذ ما من کلمة تصدر عن الانسان الا یحاسب علیها لقوله تعالی ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب
کیونکہ جو بات انسان کی زبان سی نکلتی ہی سو ہی محاسبہ طلب ہی بدلیل اس آیت کی نہیں بولتا ایک بات جو نہیں اوس پاس ایک راہ دیکہتا

عتید وان کان المشتری لا یعلم ما فیها فلا باس بذکر القدر الموجود فیها من غیر مبالغة وافراط ویکون
تیار اور اگر مشتری کو معلوم نہیں ہی تو اوسکا مضائقہ نہیں ہی کہ جتنی بات اوسمیں واقع ہو بی مبالغہ کی کم زکا سب کہدی ایسی نیت سی

عليه ويمنعه عن تجاوز مرتبته الى مرتبة لم يستحقها ولم يجئ اوانها ويبين له ان المقصود من العلم تحصيل سعادة

اوس ایسا مرتبہ لینی سی جسکا وہ مستحق نہیں ہے اور اوسکا ابھی وقت نہیں آیا منع کری اور اوس سی بیان کردی کہ علم سی سعادت اخروی مطلوب ہوتی ہے

الآخرة لا لطلب الرياسة والمفاخرة كما حكى ان ابا يوسف لما عقد مجلسا للتدريس من غير اعلام ابي حنيفة ارسل

ریاست اور عزت مطلوب نہیں ہوتی چنانچہ حکایت ہے کہ ابو یوسف نی جب مدرسہ بدون اطلاع امام ابو حنیفہ کی تجویز کیا تو امام نی اونکی پاس آدمی بہیجا

اليه ابو حنيفة رجلا ليسأله عن عدة مسائل من جملتها انه سأله عن قصار جحد الثوب ثم جاء به مقصورا اهل يستحق

تاکہ اوس سی چند مسئلہ پوچہا آدمی اونمین ایک یہ مسئلہ پوچہا ایک دہوبی جو کپڑی کا منکر ہوگیا پہر دہو کری آیا تو آیا وہ اجرت کا مستحق ہے

الاجرام لا فقال ابو يوسف يستحق فقال الرجل اخطأت فقال لا يستحق فقال اخطأت فتحير ابو يوسف فقال الرجل ان كانت

یا نہیں ابو یوسف نی کہا مستحق ہے اوس شخص نی کہا غلط پہر کہا مستحق نہیں پہر اوس شخص نی کہا غلط پہر ابو یوسف حیران ہوئی تو اوس شخص نی کہا

القصارة قبل الجحد يستحق والا فلا وهكذا اخطأه في كل ما اجاب من سائر المسائل فعلم ابو يوسف قصوره فعاد الى

اگر انکار کرنی سی پہلی دہو چکا ہے تو اجرت کا مستحق ہے اور نہیں تو نہیں اسیطرح تمام مسائل کی جواب میں غلطی پکڑی اب ابو یوسف اپنا قصور پاگئی پہر امام کی پاس

ابي حنيفة وحين جاء قال له ابو حنيفة ما جاء بك الا مسئلة القصار فانك زببت قبل ان تحصرم سبحان الله

حاضر ہوئی اور جب وہ آئی تو ابو حنیفہ نی کہا تجکو صرف دہوبی کا مسئلہ لایا ہی بیشک تو نی انگور پکنی سی پہلی توڑا سبحان اللہ

من رجل يعقد مجلسا ويتكلم في دين الله ولا يحسن مسئلة في الاجارة ثم قال من ظن انه استغنى عن التعلم فليبك

ایک شخص مجلس بناکر اللہ کی دین مین گفتگو کری اور اجارہ کا مسئلہ ٹھیک نہیں آتا پہر فرمایا جسکو یہہ خیال ہو کہ علم سیکہنی کی مجکو حاجت نہین تو وہ

على نفسه وكان سبب انفراده على ما ذكر في مناقب الكردري انه مرض مرضا شديدا فعاده الامام فقال لقد كنت

اپنی جان کو رو دی اور سبب ابو یوسف کی جدا ہو بیٹہنا موافق مذکور مناقب کردری کی یہہ ہی کہ وہ سخت بیمار ہوئی امام اونکی عیادت کو گئی اور فرمایا مجکو تجہ سی امید تہی

ارجوك بعدي للمسلمين ولئن اصبت ليموتن علم كثير فلما برأ اعجب بنفسه وعقد مجلس الامالي ولم يتفطن ان في قول

کہ میری بعد مسلمانون کا رئیس اور پیشوا ہوتا اور اگر تو مر گیا تو بہت علم مرجاویگا پہر جب وہ اچہی ہوگئی تو اپنی دلمین خوش ہوئی اور مدرسہ تیار کیا اور یہہ نہ سمجہی کہ امام کا یہ قول

الامام لقد كنت ارجوك بعدي للمسلمين اشارة الى ان المتعلم لا ينبغي له ان يستبد بنفسه في زمن استاذه بلا

مجکو امید تہی کہ میری بعد مسلمانون کا رئیس اور پیشوا ہوتا اشارہ ہی کہ شاگرد کو نہیں چاہیی کہ اپنی آپ استاد کی سامنی بی اذن مستقل ہو جاوی

منه ثم لما علم قصوره ترك مجلسه وعاد الى ابي حنيفة واشتغل بالتعلم منه قال ابن المبارك لا يزال المرء عالما ما

پہر اوسکو جب اپنا قصور ثابت ہوا تو وہ مجلس تو تیار چہوڑی اور امام ابو حنیفہ کی پاس آکر پڑہنا شروع کیا ابن المبارک کہتی ہین کہ آدمی ہمیشہ عالم رہتا ہے

طلب العلم فاذا ظن انه علم فقد جهل وقال الامام الغزالي في الاحياء كل متعلم استبقى لنفسه رأيا واختيارا دون اختيار

جبتک علم طلب کرتا ہی پہر جب یہہ خیال بندہ کری کہ مین سیکہہ چکا تو اب جاہل ہوا اور امام غزالی احیاء مین کہتی ہین جو شاگرد اپنی کوئی رای تجویز کرکر علاوہ

المعلم فاحكم عليه بالخسران المجلس الثامن والثمانون في بيان افضل الاعمال الحب في الله والبغض في الله

استاد کی رای کی پسند کری تو اوسکو خاسر سمجہو اٹہاسی مجلس افضل اعمال کی بیان مین کہ محبت برای خدا اور بغض برای خدا ہی

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افضل الاعمال الحب في الله والبغض في الله هذا الحديث من حسان المصابيح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا اچہی سی اچہا عمل خدا دوستی اور خدا دشمنی ہی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین سی ہی

رواه ابو ذر رضي الله عنه فيه اشارة الى ان المؤمن لا بد له ان يكون له اصدقاء يحبهم في الله تعالى واعداء يبغضهم في الله

ابو ذر کی روایت سی اور اسمین یہہ اشارہ ہی کہ مؤمن کی لئی بالضرور بعضی دوست ہوا کرین کہ برای خدا اونکو محبوب رکہا کری اور بعضی دشمن کہ برای خدا

فانه اذا احب احدا لكونه مطيعا لله تعالى فلا بد له ان يبغضه عند كونه عاصيا لله تعالى لان من يكون محبوبا بسبب

اونکو مبغوض رکہا کری بیشک اگر کسیکو اللہ کا فرمان بردار دیکہہ کر محبوب رکہیگا تو پہر بالضرور اوسکو مبغوض رکہیگا جبکہ اللہ کی نافرمانی کریگا اسلئی کہ جو شخص کسی سبب سی

فبالضرورة یکون مبغوضا لضده وهو مطرد فی الحب والبغض لکن کل واحد منهما دفین فی القلب انما ینتشر

محبوب ہوجاتا ہی تو بالضرور اوسکا خلاف کرنیسے مبغوض ہوجاویگا اور آدمی محبت اور بغض مین یکسان ہوتا ہی لیکن حب اور بغض دونو اوسکی دلمین گڑی ہوتی ہین

عند الغلبة اذ عند غلبة الحب یظهر افعال المحبین من المقاربة والموافقة ویسمی موالاة وعند غلبة البغض

اور غلبہ کی حالت مین ظاہر ہوجاتی ہین اسلئی کہ محبت کی غلبہ مین دوستون کی سی افعال ہونی لگتی ہین مقاربت اور موافقت اسکو دوستی کہتی ہین اور بغض کی حالت مین

یظهر افعال المبغضین من المباعدة والمخالفة ویسمی معاداة فان قیل بای طریق یمکن اظهار البغض فالجواب

عداوت کی سی افعال ہونی لگتی ہین دوری اور مخالفت اسکا نام دشمنی ہی اگر کوئی پوچھی بغض کو کسطور پر ظاہر کری تو جواب یہ ہی

ان اظهاره لا یخلو اما ان یکون فی القول او فی الفعل اما فی القول فیکون تارة بکف اللسان عن مکالمته ومحادثته

کہ بغض کا اظہار دو حال سی خالی نہین یا تو گفتگو مین ہوگا یا کاروبار مین گفتگو مین تو بعضی وقت اوسکی ساتھ بولنی اور بات چیت سی رکنا

وتارة بتغلیظ القول علیه واما فی الفعل فیکون تارة بقطع السعی فی اعانته وتارة بالسعی فی اساءته وافساد اربه

اور کبھی سخت بولنا اور کاروبار مین کبھی تو اوسکی امداد مین تندہی نکرنی اور کبھی اوسکی بگاڑ کی اور اوسکا مقصد خراب کرنی کی سعی

فیما یفسد علیه طریق المعصیة لا فیما لا یؤثر فیه وهذا اذا صدر عنه المعصیة علی طریق القصد کبیرة کانت او

اسطور کہ اوسکی یہی طریقہ معصیت کا باقی نرہی نہ ایسا افساد کہ طریق معصیت مین اثر نکری اور یہ اوس صورت مین ہی کہ معصیت جان کر کرتا ہو کبیرہ ہو یا

صغیرة واما ما جری مجری الهفوة التی یعلم انه نادم علیها غیر مصر علیها فالاولی فیه الاغماض والستر لا سیما اذا کانت

صغیرہ اور جو گناہ کہ قایم مقام لغزش کی ہو کہ معلوم ہوتا ہو وہ اسپر شرمندہ ہی اصرار نہین کرتا تو اسمین اولی یہہ ہی کہ چشم پوشی اور پردہ پوشی کری خاص کر اوسکا

معصیة بالجنایة علی حقك وحق من یتعلق بك فعدم الاعتراض حسن لان العفو عمن ظلمك واساء الیك

کہ وہ معصیت تیری حق مین یا تیری کسی متعلق کی حق مین ظلم ہو تو اب اوسکی درگذر ہی اچھی ہی کیونکہ درگذر کرنا ایسی سی جو تجھپر ظلم کری اور تیری ساتھ برائی

من اخلاق الصدیقین واما من ظلم غیرك وعصی الله تعالی به فعدم الاعتراض عنه احسان الیه فلا یحسن الاحسان

کری صدیقین کی عادت ہی اور جو شخص اوروں پر ظلم یا ایسے نافرمانی کری تو اب اوس پر بس نکرنا اوسپر احسان ہی سو ایسی پر احسان کرنا اچھا نہین ہی

الیه لان الاحسان الیه اساءة الی المظلوم وحق المظلوم اولی بالمراعاة وتقویة قلبه بالاعراض عن الظالم احب

کیونکہ اسپر احسان کرنا مظلوم کی حق مین برا ہی اور رعایت مظلوم کی حق کی اولی ہوتی ہی۔ اور مظلوم کا دل ظالم سی اعراض کرکر قوی کرنا

الی الله تعالی من تقویة قلب الظالم وقد اتفق السلف علی اظهار البغض والعداوة للظلمة والمبتدعة وکل من عصی الله

اللہ تعالی کو ظالم کی تقویت سی زیادہ تر محبوب ہی اور متقدمین سب متفق ہین کہ ظالم اور بدعتیوں کی ساتھ اور جو کوئی خدا کی ایسی نافرمانی کرتا ہو

بمعصیة متعدیة منه الی غیره واما من عصی الله تعالی فی حق نفسه فقد اختلفوا فیه فمنهم من نظر الیه بنظر

کہ اوسکا اثر غیر تک پہنچی اوسکی ساتھ بغض اور عداوت ظاہر کیا کری اور جو شخص کہ گناہ کا وبال صرف اپنی جان پر لیتا ہی تو اسمین اختلاف ہی سو بعضی تو اوسکی طرف بنظر

الرحمة ولم یعرض عنه ومنهم من شدد الانکار علیه واختار المهاجرة عنه لقوله تعالی لا تجد قوما یؤمنون بالله

رحمت دیکھتی ہین بیزار نہین ہوتی اور بعضی اوسپر بہت تشدد کرکر اوس سی مہاجرت اختیار کرتی ہین بدلیل اس آیت کی تو نہ دیکھیگا کوئی لوگ جو یقین رکھتی ہون اللہ

والیوم الاخر یوادون من حاد الله ورسوله ولو کانوا اباءهم او ابناءهم او اخوانهم او عشیرتهم فدلت الایة علی ان

اور پچھلی دن پر پھر دوستی کرین ایسون سی کا جو مخالف ہوئی اللہ کی اور اوسکی رسول کی اور گو وہ اپنی باپ ہون یا اپنی بیٹی یا اپنی بھائی یا اپنی گھرانی کی سو یہہ آیت دلالت کرتی ہی

من یرتکب المعاصی والمنکرات یجب هجره ولو کان من الاقرباء ویکون هذا الهجر علی وجه العقوبة والتادیب

کہ جو شخص معاصی اور منکرات پر عمل کرتا ہی اوس سی الگ رہنا واجب ہی اگرچہ سگا سودھرا ہووی اور یہہ چھوڑ چھاڑ بطور سزا اور تادیب کی

بمنزلة التعزیر واما النظر الیه بنظر الرحمة فیفضی الی المداهنة لان اکثر البواعث علی الاعضاد علی المعاصی المداهنة

بجای تعزیر کی ہوتی ہی اور اوسکی طرف نظر رحمت سی دیکھنا دین مین سستی پیدا کرتا ہی اسلئی کہ اکثر اسباب گناہ کی امداد کی یہہ ہی ہین مداہنت

ومراعاة القلوب والخوف من نفرتها ووحشتها فيظن الغبي الاحمق انه ينظر اليه بنظر الرحمة ومحك ذلك انه ان
اور دلداری کرتی اور نفرت اور وحشت سی خوف کرنا اب احمق نافہم یہہ خیال کرتا ہی کہ میری طرف نظر رحمت سی دیکھتا ہی اور اسکا امتحان یہہ ہی کہ اگر
كان يترحم عليه عند جناية على حقه ويقول هذا شئ قد قدر له فكيف لا يفعله والقدر لا ينفع منه الحذر
یہہ حال ہوتا کہ اوسپر اپنی حق مین تعدی کرنی سی رحمت کرکر یہہ کہتا کہ تقدیر سی یون ہی ہونا تہا یہہ کیونکر نہ کرتا اور تقدیر سی نہین بہاگا جاتا
يصلح ان يترحم عليه عند جناية على حق الله تعالى وان كان يغتاظ عليه عند جنايته على حقه ويترحم عليه
تو مضائقہ نہین کہ اوسپر حقوق الہی مین تعدی کرنی پر رحم کری اور اگر اپنی حق تلفی پر غیظ و غضب کرتا ہی اور اللہ تعالی کی گناہ پر
عند جنايته على حق الله تعالى فهو ملهن مغرور بكيد الشيطان فان قيل العصاة والفساق على مراتب
رحمت کرتا ہی تو یہہ ضعیف الایمان شیطان کی مکر مین پہنسا ہوا ہی اور اگر کوئی پوچہی گنہگار اور فاسق مختلف
مختلفة فهل يسلك في جميعهم مسلكا واحدا ام لا فالجواب ان المخالف لامر الله تعالى لا يخلو اما ان يكون في اعتقاده
درجہ کی ہوتی ہین پہر کیا سب کی ساتہ ایک ہی طریقہ برتی یا نہین تو جواب یہہ ہی کہ اللہ تعالی کی حکم کا مخالف دو حال سی خالی نہین ہی یا تو اعتقاد مین ہی
او في عمله والمخالف في الاعتقاد ثلثة اقسام الاول الكافر وهو ان كان حربيا يستحق القتل والاسترقاق وان كان
یا عمل مین ہی اور جو اعتقاد مین مخالف ہی تین قسم پر ہی اول تو کافر اور کافر اگر حربی ہی تو لایق قتل اور غلام بنانی کی ہی اور اگر
ذميا لا يجوز ايذاؤه الا بالاعراض عنه والكف عن مخالطته ومعاملته ويكره كراهة شديدة تكاد تنتهي الى
ذمی ہی تو اوسکا ستانا جایز نہین ہی مگر کم توجہی سی اور مخالطت اور معاملہ ترک کرنی سی اور سخت مکروہ ہی بلکہ قریب حرام کی ذمی کی
التحريم الانبساط معه والاسترسال اليه كالاسترسال الى الاصدقاء والثاني المبتدع الذي يدعو الى بدعته فان
ساتہہ خوشیان منانی اور تحفہ بہیجنا جیسی دوستون کو بہیجا کرتی ہین اور دوسرا بدعتی جو اورونکو بدعت سکہاوی بیشک
بدعته ان كانت بحيث يكفر بها فامره اشد من الذمي لانه لا يقر بجزية ولا يسامح بعقد الذمة وان كانت مما
اوسکی بدعت اگر ایسی ہی کہ اوس سی کافر ہو جاتا ہی تو اوسکا حال ذمی سی بدتر ہی اسلئی کہ بدعتی نہ اقرار جزیہ کا کرتا ہی اور نہ پروا ذمی ہونی کی کرتا ہی اور اگر بدعت
لا يكفر بها فامره بينه وبين الله تعالى اخف من امر الكافر لا محالة الا ان الانكار عليه اشد منه على الكافر لان شر
ایسی نہین ہی جو کافر کردی تو اوسکا معاملہ اللہ سی بہ نسبت کافر کی بہت سہل ہی مگر اتنا ہی کہ بدعتی سی متارکت بہ نسبت کافر کی زیادہ کرنی چاہئی اسلئی کہ کافر
الكافر غير متعد لان المسلمين لا يلتفتون اليه ولا يقبلون قوله لكونه كافرا واما المبتدع الذي يدعو الى بدعته و
کا کفر اورون مین اثر نہین کرتا کیونکہ مسلمان ادہر متوجہ نہین ہوتی اور کافر سمجہہ کر نہ اوسکا کہا مانتی مین اور جو بدعتی ہو اور ونکو بدعت سکہاوی اور
يزعم ان ما يدعو اليه حق فهو سبب لغواية الخلق فشره متعد فالاستحباب في اظهار بغضه ومعاداته والانقطاع
یہی جو مین کہتا ہون حق ہی سو یہہ شخص خلقت کو گمراہ کر دیگا اسکی بدی بڑہنی والی ہی ایسی سی بغض اور عداوت ظاہر کرنی اور اوسکو ترک کرنا
عنه والتشنيع عليه ببدعته وتنفير الناس عنه وان سلم في الملا فترك الجواب اولى تنفيرا للناس عنه وتقبيحا للبدعة
اور بدعت مین اوسکی شناعت کرنی اور لوگون کو اوس سی متنفر کرنا مستحب ہی اور اگر مجمع مین سلام کری تو جواب نہ دینا بہتر ہی تا لوگون کو نفرت اور بدعت کی برائی ظاہر ہو
لان جواب السلام وان كان واجبا لكن يسقط بادنى غرض وغرض الزجر عن البدعة اهم والثالث المبتدع العامي الذي
اسلئی کہ سلام کا جواب اگرچہ واجب ہی پر ادنی غرض سی ساقط ہو جاتا ہی اور بدعت کی ممانعت تو بڑی ضروری غرض ہی اور تیسرا اگنٹیل بدعتی جو
لا يقدر على الدعوة فالاولى ان لا يفاتح بالتغليظ والاهانة بل ينبغي ان يتلطف به في النصح لان قلوب العوام سريعة
اورونکو نہین سکہا سکتا تو بہتر یہہ ہی کہ پہلی ہی اوسکی تغلیظ اور اہانت نکریں بلکہ یون چاہئی کہ اوسکو نرمی سی نصیحت کرین کیونکہ عوام کی دل جلد
التقلب فان لم ينفع النصح وكان في الاعراض عنه تقبيح لبدعته في عينه يتاكد الاستحباب في الاعراض عنه لان
پلٹ جاتی ہین پہر اگر نصیحت نمانی اور اوسکی نظر مین کم توجہی سی بدعت کی اہانت ہوتی ہو تو ایا درہر متوجہ نہونا زیادہ تر مستحب ہی اسواسطی

البدعة اذا لم یبالغ فی تقبیحها تشیع بین الخلق ویعم فسادها ولذلک قال الشیخ علاء الدین السمنانی فعلی المسلم
کہ بدعت کو اگر خوب برا نہ کریں تو خلقت میں مروج اور اوسکا فساد پھیل جاتا ہے اور اسیواسطے شیخ علاء الدین سمنانی نے کہا ہے کہ ہر مسلمان کو لازم ہے

اذا رای رجلا یتعاطی شیئا من الاهواء والبدع ویتهاون بشیء من السنن ان یهجره ویتبرأ منه ویترکه حیا ومیتا ولا
کہ جب کسیکو کچھ معاملہ ہوا و ہوس اور بدعت کا کرتا دیکھے یا کسی سنت میں سستی کرتا پاوے تو اوس سے الگ رہے اور بیزار ہو جاوے اور جیتا مرتا سب چھوڑ دے

یسلم علیه اذا لقیه ولا یجیبه اذا ابتدأ بالسلام علیه الی ان یترک بدعته ویرجع الی الحق وان مات لا یشیع جنازته
اور جب ملے تو سلام نکرے اور اگر وہ سلام کرے تو اوسکا جواب نہ دے یہانتک کہ بدعت سے باز آوے اور حق کی طرف متوجہ ہووے اور اگر وہ مرجاوے تو جنازہ کی

والنهی عن الهجران فوق ثلث لیال انما هو فیما یقع بین الرجلین من جهة التقصیر فی حقوق الصحبة والعشرة
اور ممانعت ہجران تین دن سے زیادہ کی جو آئی ہے تو اوس صورت میں ہے کہ دو شخصوں میں بسبب کچھ ادائے حقوق ملاقات اور حق عشرت کی ہو جاوے

دون ما کان فی حق الدین فان هجران اهل الاهواء والبدع دائم الی ان یتوبوا فقد مضت الصحابة والتابعون و
اوسمیں نہیں جو واسطے حق دین کی ہو بیشک متارکت اہل ہوا اور بدعتیوں کی ہمیشہ کو ہے یہانتک کہ توبہ کریں بیشک تمام صحابہ اور تابعین اور

اتباعهم وعلماء السنة علی هذا مجتمعین متفقین علی معاداة اهل البدعة وهجرانهم وعن سهل فی تفسیر قوله تعالی
تبع تابعین اور علماء اہل سنت اس حکم پر مجتمع اور متفق ہو چکے ہیں کہ اہل بدعت سے دشمنی کرنی چاہئی اور اونکو چھوڑنا چاہئی اور سہل سے اس آیت کی تفسیر میں

لا تجد قوما یؤمنون بالله والیوم الاخر یوادون من حاد الله ورسوله انه قال من صح ایمانه واخلص توحیده فانه لا
آیا ہے تو نہ دیکھیگا کوئی لوگ جو یقین رکھتے ہوں اللہ پر اور پچھلے دن پر یہ دوستی کریں ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ کی اور اسکے رسول کی کہ کہا جسنے اپنا ایمان صحیح کیا اور

یجالس مبتدعا ولا یواکله بل یظهر له من نفسه العداوة والبغضاء ومن داهن مبتدعا سلب الله تعالی عنه
تو وہ بدعتی کے ساتھ نہ بیٹھے اور نہ ساتھ کھاوے بلکہ اپنی طرف سے اوسکے حق میں دشمنی اور بغض ظاہر کرے اور جسنے بدعتی کے ساتھ مداہنت کی تو اللہ تعالی اوس سے

حلاوة الیقین ومن اجاب الی مبتدع لطلب العز والغنی فی الدنیا اذله الله تعالی بذلک العز وافقره بذلک الغنی
حلاوت یقین کی لے لیتا ہے اور جسنے بدعتی کو واسطے تلاش عزت اور تونگری دنیا کی مقبول کیا اللہ تعالی اوسکو اوس عزت میں خوار اور اوس تونگری میں مفلس کریگا

ومن ضحک فی وجه مبتدع ینزع الله تعالی نور الایمان من قلبه وعن الثوری من سمع من مبتدع لم ینفعه الله تعالی
اور جو شخص بدعتی کو دیکھکر خوش ہوتا ہے تو اللہ تعالی ایمان کا نور اوسکے دل میں سے نکال لیتا ہے اور ثوری سے روایت ہے کہ جسنے بدعتی کی بات سنی تو اللہ تعالی اوس بات کی

بما سمع ومن صافحه فقد نقض عروة الاسلام وعن فضیل من احب صاحب بدعة احبط الله تعالی عمله واخرج نور الاسلام
فائدہ نہیں دیتا اور جو اوس سے مصافحہ کرتا ہے تو توڑ دیتا ہے بند اسلام کا اور فضیل سے روایت ہے جو بدعتی کو دوست رکھی اللہ تعالی اوسکی اعمال حبط کرتا ہے اور اسلام کا نور

من قلبه وعنه من جلس مع صاحب بدعة فاحذره وعنه اذا رایت مبتدعا فی طریق فخذ طریقا اخر وقال الفضیل
اوسکی دل سے نکال دیتا ہے اور اوسی سے روایت ہے جو شخص بدعتی کا ہمنشین ہو تو اوس سے بچو اور اسیسے روایت ہے اگر تو بدعتی کو کسی راہ میں دیکھے تو اور راہ اختیار کر اور فضیل

من تلد صاحب بدعة خرج نور الایمان من قلبه واما العاصی بفعله وعمله لا باعتقاده فهو الذی یفسق فی نفسه بشرب
کہتے ہیں جو شخص بدعتی سے مل گیا تو ایمان کا نور اوسکی دل میں سے نکل جاتا ہے اور گنہگار فعل اور عمل میں بدون اعتقاد کی سو وہ ہے جو آپ اپنی ذات سے بدکاری شراب

الخمر او ترک الواجب او مقارفة محظور یخصه ولا یتعدی منه الی غیره فانه ان صودف وقت مباشرة المنکر یجب منعه
پیکر یا کوئی واجب ترک کرکر یا امر محظور کو چھوڑ کر جو اوسکی ساتھ خاص ہو اور وہ فسق اوروں میں اثر نکرتا ہو سو ایسے شخصکو اگر عین اوس عمل منکر میں پاویں تو اوسکی ممانعت واجب ہے

بما یمتنع منه ولو بالضرب او بالقتل عند القدرة لکون النهی عن المنکر واجبا ووجوبه لا یختص بالولاة بل یجوز
جس طور منع کیا جاوی اگرچہ مارپیٹ سے یا قتل سے اگر قدرت ہو کیونکہ ممانعت امر منکر کی واجب ہے اور منکر کی ممانعت کچھ نری حاکم پر واجب نہیں ہے بلکہ

لکل واحد من احاد الرعیة اقامته بالقول والفعل علی حسب استطاعته سواء کان حرا او عبدا او امراة لکن ینبغی
عوام رعایا میں سے ہر ہر شخصکو ضرور ہے کہ ممانعت کرے زبان سے اور ہاتھ سے موافق طاقت کی برابر ہے کہ حر ہو یا غلام یا عورت لیکن چاہئے

ان یکون بالتدریج من الاغلظ الی الاغلظ بحسب حال المنکر کما ذکر فی المحیط ان من رای غیرہ مکشوف الرکبۃ

کہ تدریج کی ساتھ ہو وے یعنی پہلی نرمی سے پھر سختی پھر زیادہ سختی معصیت کی حال کی موافق چنانچہ محیط میں مذکور ہے کہ جسنے کسیکو گھٹنا کھولے ہوئے دیکھا

ینکر علیہ برفق ولا ینازعہ ان لج وفی الفخذ ینکر علیہ بعنف ولا یضربہ ان لج وفی السوءۃ یضربہ وان لج یقتلہ

تو نرمی سے منع کرے اور اوس سے جھگڑا نکرے اگر وہ اصرار کرے اور ران کھلی ہونے میں سختی سے منع کرے اور مارے نہیں اگر وہ ضد کرے اور شرمگاہ میں اوسکو مارے اور اگر ضد کرے تو قتل کرے

وھکذا الحکم فی سائر المنکرات عند الاستطاعۃ وعند عدم الاستطاعۃ ینبغی ان یکون حزینا مغتما اذ

اور تمام معاصی میں بروقت طاقت کے یہی حکم ہے اور بے طاقتی کی حالت میں چاہیے کہ دل سے بیزار اور غمناک ہووے اسلئے

قد ورد فی الحدیث انہ علیہ السلام قال یاتی علی الناس زمان یذوب قلب المؤمن فیہ کما یذوب الملح فی الماء لکثرۃ ما

کہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنیوالا ہے کہ مومن کا دل ایسا گھل جاویگا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے معاصی کی کثرت

یری من المنکرات ولا یقدر علی دفعھا وروی عن ابی ھریرۃ ان رجلا یتعلق برجل یوم القیمۃ وھو لا یعرفہ فیقول لہ

جو دیکھیگا اور منع کرنے کی قدرت نہوگی اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص قیامت کے دن کسیکا دامن گیر ہوگا اور وہ اوسکو پہچانتا نہوگا کہیگا تو

مالک تتعلق بی وما رایتک قط فیقول بلی قد رایتنی یوما علی منکر فلم تغیرہ وھذا امر خطر قلما یتم السلامۃ منہ اذ نظیر

مجھسے کیوں لپٹتا ہے میں نے تجھکو کبھی نہیں دیکھا وہ کہیگا ہاں تو نے مجھکو ایکدن معصیت پر دیکھا پھر منع نہیں کیا اب یہ بات بڑی مشکل ہے اس سے نہیں بچا جاتا کیونکہ

فی کل حین وزمان کثیر من المنکرات فلا تغیر بل یقع السکوت عنھا لاستیناس النفوس بھا ولھذا قال بعض العلماء واللہ

ہر وقت دمبدم بہتیری منکرات عمل میں آتی ہیں اور کچھ روکتے نہیں بلکہ چپ رہنا پڑتا ہے کیونکہ معاصے دلوں میں مانوس ہوگئے ہیں اسلئے بعضے علماء کا قول ہے

ما ابالی بکثرۃ المنکرات والبدع وانما ابالی واخاف من تانیس القلوب بھا لان الاشیاء اذا توالت مباشرتھا انستھا النفس

ہے مجھکو منکرات اور بدعت کی کثرت کا کچھ خوف نہیں مجھکو تو بڑا خوف یہ ہے کہ دلیں محجوب نہو جاویں کیونکہ جو چیزیں بار بار عمل میں آتی ہیں تو نفس کو محبوب ہو جاتی ہیں

والنفس اذا انست شیئا قل ان تتاثر لہ ویوضحہ الحدیث الوارد فی تغییر المنکر وھو ما روی عن ابی سعید انہ

اور نفس کو جو چیز محبوب ہوتی ہے تو کم چھوڑتا ہے اسکی تفصیل وہ حدیث ہے جو تغییر منکرات میں آئی ہے ابوسعید سے روایت ہے کہ نبی

علیہ السلام قال من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک

علیہ السلام نے فرمایا اگر کوئی تم میں سے منکر دیکھے تو لازم ہے کہ ہاتھ سے روکے اور اگر طاقت نہو تو زبان سے اور اگر طاقت نہو تو دل سے اور یہ

اضعف الایمان فانہ علیہ السلام اخبر فی ھذا الحدیث ان التغییر بالقلب اضعف الایمان وھو ما یجدہ المؤمن

ضعیف ایمان ہے بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں یہ خبر دی ہے کہ دل سے بیزار ہونا ضعیف ایمان ہے یعنی مومن جو اپنے دلمیں اوس کام کی

فی قلبہ من البغض لذلک الفعل المرئی وانزعاجہ وقلقہ وھو فی الغالب انما یحصل فیما یندر وقوعہ واما

مشاہدہ سے بغض اور اوسکا اوکھاڑنا اور دفع کرنا پاتا ہے اور ایسی حالت دلی اغلب اوس کام میں ہوتی ہے جو کاہے گاہے ہوتا ہے اور

الاشیاء التی تشاھد فی کل حین وزمان فتستانسھا النفس فلا یوجد فی القلب القلق والانزعاج الذی ھو اضعف

جو کام ہر وقت اور ہر لحظہ دیکھنے میں آتی ہیں سو نفس سے مانوس ہو جاتی ہیں پھر اوسکا کچھ قلق اور دفعیہ کہ وہ اضعف الایمان تھا

الایمان واذا لم یوجد فی القلب ضعف الایمان فما ذا یرجی ان یوجد فیہ ویزیدہ ایضاحا ما ذکر فی قوت القلوب

وہ بھی دلمیں نہیں رہتا اور جب دلمیں اضعف الایمان بھی نہوا تو پھر کیا توقع باقی رہ گئی اور اسکی بڑی تفصیل تو وہ ہے جو قوت القلوب میں مذکور ہے

ان الحسن البصری قال اول بدعۃ رایت بلت الدم ثم بعد ذلک بلت اصفر ثم عاد الامر الی العادۃ فانہ لقوۃ ایمانہ

کہ حسن بصری نے کہا پہلی پہل بدعت جو میں نے دیکھی تو لہو موتا پھر اوسکے بعد زرد پیشاب آیا پھر اسکی عادت پڑگئی کیونکہ اونکو بسبب قوت ایمان کی

ورعیتہ بالم یعھدہ قوی انزعاجہ حتی تغیر مزاجہ وظھر اثرہ فی بولہ فان مزاج الانسان اذا تغیر یظھر اثرہ فی مائہ

بدعت خلاف عادت دیکھکر بہت غصہ آیا ایسا کہ اونکا مزاج متغیر ہوکر اوسکا اثر پیشاب میں ظاہر ہوگیا کیونکہ آدمی کا مزاج جب بدلتا ہے تو اوسکا اثر پیشاب

الایری

الاترى ان الاطباء يستدلون على داء المريض من مائه فلما استمر تلك البدعة ولم يقدر على تغييرها تغير
کیا نہین جانتا کہ طبیب لوگ دکہیا کی مرض پر پیشاب سی استدلال کرتی ہین پہر جب بدعت قرار پکڑ گئی اور اسکی تغیر کی قدرت نہین ہوئی
ذلك الانزعاج الاول لاستيناس النفس بها وبقي عنده من الانزعاج قدر ما يلزمه من التغيير بالقلب لان الانكار
تو پہلی مدافعت دلی بدل گئی کیونکہ نفس کو چندان اجنبی نہ معلوم ہوئی اور دلین اوسکی مدافعت کا خیال حتمًا باقی رہگیا وسا ذکین تغیر ہوا اسواسطی کہ دل کا
بالقلب لا يسقط بوجه من الوجوه اذ لا مانع يمنع منه ولا يقتصر عليه الا هو ضعيف الايمان سواء استطاع
انکار کسیطرح نہین جاتا اسلئی کہ اسکا کوئی مانع نہین ہوتا اور اتنی پر اکتفا وہی کرتا ہی جو ضعیف الایمان ہو وی برابر ہی کہ انکار
الانكار باليد واللسان او لم يستطع لكن عند عدم الاستطاعة يسقط عنه الاثم ويبقى مع ضعف الايمان
ہاتہ سی اور زبان سی کرسکتا ہو یا نکرسکتا ہو لیکن بیمقدوری کی حالت مین گناہ نہین ہوتا ایمان مین ضعف بدستور رہتا ہی
فان المنكر اذا كثر ولم يقدر المؤمن على منعه وسكت ولم يتكلم بشئ لا ياثم لان التكاليف بقدر الوسع لما قال
بیشک معصیت جب کثرت سی ہوئی لگین اور مؤمن کو مدافعت پر قدرت نہو اور وہ چپ ہو کر کچہ نہ کہی تو گنہگار نہین ہوتا اسلئی کہ تکلیف موافق طاقت
الله تعالى لا يكلف الله نفسا الا وسعها

المجلس التاسع والثمانون في بيان متابعة الرسول في الامر

چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اللہ تکلیف نہین دیتا کسی شخص کو مگر جو اوسکی مقدور ہو نواسی مجلس اس بیان مین کہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا امر اور نہی مین لازم ہی اسمین مخالفت
والنهي قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما نهيتكم عنه فاجتنبوه وما امرتكم به فافعلوا منه ما استطعتم
جایز نہین ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جو تمکو مین منع کرون تو اوس سی پرہیز کرو اور جو تمکو حکم کرون تو اوسکو جہان تک ہوسکی عمل مین لاؤ
فانما اهلك الذين من قبلكم كثرة مسائلهم واختلافهم على انبيائهم هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه
کیونکہ تمسی پہلی امتین اسہی لئی تباہ ہوگئین کہ اپنی انبیاء سی پوچہ پوچہ کر خلاف کرتی رہین یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں مین ہی ابوہریرہ
ابوهريرة والخطاب فيه خطاب مشافهة والخطاب بالمشافهة مختص بالموجود الحاضرين في ذلك الوقت وتناوله
روایت سی اور اسمین خطاب جو ہی تو خطاب آمنا سامنی کا ہی اور آمنا سامنی کا خطاب انہیر ہوتا ہی جو اوسوقت مین موجود اور حاضر ہوتی ہین
لغيرهم ممن كان غائبا وممن سيوجد بعدهم الى يوم القيمة ليس بطريق الحقيقة بل اما بطريق تغليب الفريق
اور اونکی حق مین جو اونکی سوای غائب ہوتی ہین اور جو اونکی بعد قیامت تک پیدا ہونگی بطور حقیقت کی نہین ہوتا بلکہ اوسپر یا تو بطور تغلیب فریق
الاول على الثاني او بطريق تعميم حكمه له بدليل خارجي فان الاجماع منعقد على ان اخر هذه الامة مكلف
اول کی ثانی پر یا اوس حکم کو کسی دلیل خارجی سی عام کردینی سی ہوتا ہی کیونکہ اس امر پر اجماع ہوچکا ہی کہ اس امت کی آخر پر بہی وہ ہی حکم ہی
بما كلف به اولها كما يشير اليه قوله عليه السلام الحلال ما جرى على لساني الى يوم القيمة والحرام ما جرى على
جو اول پر تہا چنانچہ اس حدیث مین یہہ ہی اشارہ ہی قیامت تک حلال ہی جو میری زبان پر آچکا ہی اور قیامت تک حرام ہی جو میری زبان پر
لساني الى يوم القيمة ثم ان الحديث المذكور سابقا من جوامع الكلم التي اوتيها النبي عليه السلام وهو قاعدة عظيمة
آچکا ہی پہر وہ حدیث جو سابق مین مذکور ہوئی گویا جوامع الکلم ہی جو نبی علیہ السلام کو ملا ہی اور وہ اسلام کی قواعد مین سی
من قواعد الاسلام اذ عليه يدور جملة الاحكام التي هو الوجوب والندب والحرمة والكراهة والاباحة لان
بڑا قاعدہ ہی اسواسطی کہ جملہ احکام یعنی وجوب اور مستحب اور حرمت اور کراہت اور اباحت کا وہ ہی مدار ہی کیونکہ
النهي يتناول الحرمة والكراهة كما يتناول الامر ما عداهما فيكون الحديث موافقا لقوله تعالى فاتقوا الله ما
نہی مین حرمت اور کراہت داخل ہی جیسی امر مین ان دونوں کی سوا داخل ہین سو یہہ حدیث موافق اس آیت کی ہی سو ڈرو اللہ سی
استطعتم لان التقوى وان كانت عبارة عن اجتناب جميع المنهيات واتيان جميع المامورات الا انها مقيدة
جہان تک سکو اسلئی کہ تقوی اگرچہ تمام منہیات سی اجتناب اور تمام مامور پر عمل کرنیکو کہتی ہین مگر اتنا ہی کہ استطاعت کی قید

بالاستطاعة وأما قوله تم ... فالتحقيق الصحيح الصواب الذي جزم به المحققون أن قوله تعالى فاتقوا الله
ما استطعتم مفسّر ومبيّن للمراد لأنه تعالى لم يكلف عباده إلا بالمستطاع حتى قال لا يكلف الله نفسا إلا وسعها
وقال في آية أخرى وما جعل عليكم في الدين من حرج ثم إن النهي في قوله عليه السلام ما نهيتكم عنه فاجتنبوه
يقتضي ترك جميع المنهي عنه مطلقا إذ لا يحصل الامتثال إلا بذلك بخلاف الأمر في قوله عليه السلام وما أمرتكم
به فافعلوا ما استطعتم فإنه لا يقتضي إلا الإتيان بما يقدر عليه مثلا من كان مريضا أو لم يقدر على القيام في الصلاة
يصلي قاعدا بركوع وسجود وإن لم يقدر على الركوع والسجود يصلي بالإيماء قاعدا ويجعل سجوده أخفض من ركوعه
ليتحقق الفرق بينهما وإن لم يقدر على القعود يصلي بالإيماء مضطجعا أو مستلقيا وكذا إذا كان راكبا على الدابة
وخاف عند النزول على نفسه أو دابته من سبع أو لص أو كان في مطر شديد أو طين يغيب وجهه فيه ولا يجد مكانا
جافا أو كان عاجزا عن النزول والركوب لكبر سنه أو مرض أو جموح دابته أو كان لا يمكنه الركوب إلا بمعين
أو كانت القافلة في البادية تسير ويخاف على نفسه أو دابته لو نزل فإنه يصلي على الدابة بالإيماء كيف ما يمكنه وكذا المرأة
إذا لم يكن لها محرم ولم تستطع النزول والركوب بنفسها [illegible] فحينئذ يحصل الامتثال في
جميع ذلك وكذلك لو لم يجد من الماء ما يكفيه ... ومن الماء ما يغسل به أعضاء وضوئه مرة واحدة
أو عجز عن استعمال الماء في بعض أعضائه في الوضوء والغسل أو عن إتيان بعض أركان الصلاة أو بعض شروطها
فما إتيان الممكن يحصل الامتثال وقوله عليه السلام فإنما أهلك الذين من قبلكم كثرة مسائلهم جدالهم بأنبيائهم
ثم كما في كتاب مسلم عن أبي هريرة فإنه قال خطبنا رسول الله عليه السلام فقال يا أيها الناس قد فرض الله عليكم الحج
فحجوا فقال رجل أكل عام فسكت النبي عليه السلام حتى قالها ثلاثا فقال النبي عليه السلام لو قلت نعم لوجبت ثم

قال

قال النبي عليه السلام ذروني ما تركتكم فإنما هلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلافهم على أنبيائهم فإذا أمرتكم

بشيء فأتوا منه ما استطعتم وإذا نهيتكم عن شيء فدعوه فإنه عليه السلام صار كأنه قال اتركوني في مدة تركي

إياكم من الأمر بالشيء أو النهي عنه ولا تلحوا علي في السؤال ولا تبالغوا في الاستقصاء وإلا يشدد عليكم كما شدد على

بني إسرائيل حين وقع فيهم قتيل ولم يدر من قتل فسألوا موسى النبي عليه السلام أن يسميه لهم فقال لهم موسى النبي

إن الله يأمركم أن تذبحوا بقرة وتضربوه ببعضها فيحيى ويخبركم بقاتله فلما سمعوا منه هذا القول تعجبوا من تقريب

ميت يضرب ببعضها فيحيى ويخبر بقاتله فشرعوا في السؤال عن حال صفتها وسنها ولونها حتى أمروا أن يذبحوا بقرة على

تلك الصفة إلا في بقرة واحدة ولم يبعها صاحبها إلا بملء جلدها ذهبا فاشتروها بذلك وذبحوها وضربوا

القتيل ببعضها فحيي وسمى لهم قاتله فلو أنهم في ابتداء الأمر ذبحوا بقرة أية بقرة كانت لكانوا ممتثلين لأمر الله تعالى

لكنهم شددوا على أنفسهم بالاستقصاء في السؤال فشدد الله تعالى عليهم وقد أشار النبي عليه السلام إلى ذلك

بقوله فإنما هلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلافهم على أنبيائهم وإنما كان كثرة السؤال والاختلاف على الأنبياء

سببا للهلاك لأن الله تعالى إنما بعثهم ليعلموا الناس ما يحتاجون إليه في دينهم ودنياهم فأقاموه مصالح دينهم وأحكام

دنياهم كلا منهم أمسائلهم وأصله ولا يحوطهم أن يسكتوا عند الحاجة أو يتكلموا على خلاف المصلحة وكثرة السؤال

على من كان شأنه هذا والاختلاف عليه أمارة عدم الثقة بقوله وعلامة سوء الظن به ولا شك أن سوء الظن

بالنبي يوجب الهلاك وقد قال المشايخ من قال لأستاذه لم لم يفلح أبدا فما ظنك بمن لا يبادر بين يدي الرسول

ولا يرد مقام التسليم والقبول ثم إنه عليه السلام أشار بكثرة السؤال إلى أن بعض السؤال لا يضر وهو ما كان

بقدر الحاجة وأما السؤال عما لا يعنيهم ولا يليق بهم فهو تضييع للعمر ودليل على التردد وقد يكون سببا للوقوع في

الزيغ والبدع لسوء الفهم وضعف البصيرة ومن اجل ذلك ضل من كان قبلهم من الامم السالفة واستوجبوا اللعن

سب نافہمی اور ضعف بصیرت کی ہی اور سی عیتوں میں جا پہنستا ہی اور اسی سبب سی تھی پہلی امتیں گراہ ہو کر ملعون ہو گئیں اور اونکی

والمسخ وغير ذلك من البلايا والمحن وقوله عليه السلام واختلافهم معطوف على الكثرة لا على السؤال لان الاختلاف

صورتیں بدل گئیں اور سوا اسکی اور بہت بلائیں اور محنتیں پہنچیں اور حدیث کا لفظ واختلافهم کثرت پر معطوف ہی سوال پر معطوف نہیں اسلئی کہ انبیاء

على الانبياء غير جائز قليلا كان او كثيرا لانه تعالى لم يجعل احدا منهم مستعدا للنبوة واميناً لوحيه الا وقد تكفل

کی مخالفت اصلا جائز نہیں ہی تہوڑی ہو یا بہت اسلئی کہ اللہ تعالی نی اونکو لائق نبوت کی اور امین اپنی وحی کا تب کیا ہی کہ آپ اونکی صواب اندیشی کا ذمہ

له بالاصابة وايده بالهداية الى الاصلح والارشد فعلى كل واحد من امته ان يلقي سمعه اليه ويشهد بقلبه بين

لیا ہی اور امور اصلح اور ارشد میں ہدایت کی تائید کی ہی اب امت کی ہر ہر شخص کو لازم ہی کہ اونکی بات کان لگا کر سنی اور دلسی اونکی سامنی گواہی دی

يديه ويغتنم كلامه اذا تكلم وسكوته اذا سكت ويسد عنده باب الاختلاف ولا يفتح عليه باب الاعتراض بل يتبعه

اور اونکی کلام کو جب وہ کچھ فرماوین اور اونکی خاموشی کو جب چپ رہیں غنیمت سمجھی اور دروازہ اختلاف کا تیغہ کری اور اعتراض کا باب کبہی نہ کہولی بلکہ

اذ في معنى نبينا محمد عليه السلام غيره من الانبياء وقد قال الله تعالى في حقه واتبعوه لعلكم تهتدون وعلم من سيرة

کیونکہ اور سب انبیاء اطاعت میں بمنزلہ ہماری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں اور بیشک اللہ تعالی نی اونکی حق میں فرمایا ہی اور اونکی تابع ہو شاید تم راہ پاؤ اور

الصحابة ضرورة انهم كانوا يتبعونه في جميع افعاله واقواله من غير توقف ولا تردد اصلا الا ما قام فيه دليل على

صحابہ کی معاملات دینی سی یقینی معلوم ہی کہ صحابہ تمام افعال اور اقوال میں اونکی اطاعت کرتی تہی اصلا توقف اور تردد نہیں ہوتا تہا ان اگر کوئی دلیل

اختصاصه به فانهم قد خلعوا نعالهم حين خلع نعله ونزعوا خواتيمهم حين نزع خاتمه وكانوا يبحثون بحثا عنيفا

کسی کام کی کہ ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سی خاص ہی پیدا ہو جاتی بیشک صحابہ ننگی پاؤں ہو جاتی تہی جب نبی جوتی نکالتی اور انگوٹھیاں نکالدالتی جب نبی انگوٹھی نکالی

عن هيئة جلوسه ونومه وكيفية اكله وشربه وغير ذلك ليقتدوا به وانهم حين ارادوا التبتل والانقطاع

اور آپ کی طرز نشست اور خواب اور طریقہ کہانی اور پینی وغیرہ کی آپسمیں بہت بحث اور پوچہا پاچہی کرتی تہی تاکہ اونکی پیروی کرین اور جب صحابہ نی بہ عزم کیا

للعبادة ليلا ونهارا قال لهم اما انا فآكل واشرب وانام واتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني فانظر كيف

رات دن صرف عبادت ہی کی ہو رہیں تو آپ نی فرمایا میں کہاتا بہی ہوں اور پیتا بہی ہوں اور سوتا بہی ہوں عورتوں سی نکاح بہی کرتا ہوں پہر جو میری سنت سی پہر جاوی وہ میرا نہیں دیکہو

زجرهم بفعله عما قصدوه مع انه قبل التامل يرى انه من اكبر الطاعات وافضل العبادات ولذلك قال ابو بكر الصديق

اب دیکہو تو نبی صلعم نی صحابہ کو اونکی ارادہ سی اپنا کام بتا کر کیونکر ہٹا دیا ہی باوجودیکہ تامل سی پہلی ظاہر میں معلوم ہوتا ہی کہ بڑی ہی طاعت اور افضل عبادت ہی اور اسی

ديننا مبني على المنقول لا على مناسبات العقول وقال الامام الغزالي في اصول الدين اياك ان تتصرف بعقلك

صدیق کہتی ہیں ہماری دین کی بنیاد منقول پر ہی مناسبات عقلی پر نہیں ہی اور امام غزالی اصول الدین میں کہتی ہیں بچارہ عقل تصرف سی کہ

وتقول ما كان خيرا ونافعا فهو كلما كان اكثر كان انفع فان عقلك لا يهتدي الى اسرار الامور الالهية وانما

تو یہ نہ کہنی لگی جو بات بہتر اور مفید ہی تو جتنی زیادہ ہو گی مفید تر ہو گی کیونکہ امور الہی کی اسرار کو تیری عقل کہاں پا سکتی ہی اون اسرار کو

يتلقفها قوة النبي عليه السلام فعليك بالاتباع فان خواص الامور لا تدرك بالقياس او ما ترى كيف نودي الى

قوت نبوی ہی اوٹہا سکتی ہی سو تجہکو صرف اتباع ہی لازم ہی کیونکہ بعضی خاص امور قیاس سی معلوم نہیں ہوتی کیا تو نہیں جانتا کیونکر تجہکو اسطی نماز کی بلایا

الصلوة ونهيت عنها جميع النهار وامرت بتركها بعد الصبح وبعد العصر وعند الطلوع والغروب والزوال وذلك يبلغ

اور تجہی سی ہر وقت پڑہنی کی ممانعت کی اور بعد صبح کی اور بعد عصر کی اور عین طلوع اور غروب اور زوال پر حکم ترک کا ہوا اور یہ تمام تہا

قدر ثلث النهار وان الفساد ظاهر في قياسك هذا فانه كقولك الدواء نافع للمريض فمهما كان كان انفع ومن المعلوم

بقدر تہائی دن کی ہوتا ہی کیونکہ تیری اس قیاس میں تو فساد ظاہر معلوم ہوتا ہی یہ قیاس تو ایسا ہی جیسی دوا بیمار کو سود مند ہوتی ہی پہر جتنی زیادہ ہو گی

كثرة

كثرة الدواء ربما يقتل وقال في الاحياء اعلم ان الطبيب الحاذق كما يطلع في المعالجات على اسرار يستبعدها
کر دوا کی کثرت بعضی وقت مار ڈالتی ہی اور احیا میں کہا ہی سمجھ تو طبیب حاذق جیسی معالجات میں ایسی ایسی اسرار جانتا ہی کہ ناواقف لوگ حیران ہوتی ہیں

من لا يعرفها فكذلك الانبياء اطباء القلوب والعلماء باسباب الحيوة الاخروية فلا تتحكم على سننهم بعقلك
ایسی ہی انبیاء دلون کی طبیب ہین اور اخروی زندگی کی اسباب سی واقف ہین سو تو اونکی وضع پر عقلی تکی مت لگا

فتهلك فكم من شخص يصيبه عارض في اصبعه فيقتضي عقله ان يطليه حتى ينبهه طبيب حاذق ان علاجه
تو ہلاک ہو رہیگا بہت شخص ہوتی ہین کہ اونکی اونگلی دکھنی لگتی ہی اونکی عقل مین آتا ہی کہ اسپر لیپ کرنا چاہیے یہان تک کہ طبیب حاذق تجویز کرتا ہی کہ اسکا علاج

ان يطلي الكتف من الجانب الاخر من البدن فيستبعد ذلك من حيث انه لا يعلم كيفية انشعاب الاعصاب فكذا
بدن کی دوسری طرف کی مونڈہی پر لیپ کرنا چاہیے پہر اسمین وہ حیران ہوتا ہی اسلئی کہ پٹھون کی راہ اور کیفیت سی واقف نہین ہی ایسا ہی

الامر في طريق الاخرة ودقائق سننهم ليس في وسع العقل الاحاطة بها كما ان في خواص الاحجار امورا غاب عنا
حال آخرت کی راہ کا ہی اسکی دقیق عقل کی احاطہ مین نہین سما سکتی جیسی پتھرون مین بعضی ایسی خواص ہین کہ ہم نہین جانتی

علمها حتى لا نعرف السبب الذي به يجذب المقناطيس الحديد والعجائب في العقائد والاعمال اكثر مما في الادوية
یہانتک کہ ہمکو اسکا سبب معلوم نہین کہ مقناطیس لوہی کو یون کہینچ لیتا ہی اور عقاید اور اعمال کی عجایب تو دوا دارو سی بہت زیادہ ہین

فكما ان العقول تقصر عن ادراك منافع الادوية مع ان التجربة سبيل اليها فكذلك العقول تقصر عن ادراك
تو جیسی عقلین دوا دارو کی تاثیرات سی واقف نہین ہین باوجودیکہ تجربہ کو بہی اودہر راہ ہی ایسی ہی عقلین حیات اخروی کی مفیدسی کی سمجہہ سی قاصر ہین

ما ينفع في الحيوة الاخرة مع ان التجربة غير متطرقة اليها وانما يكون ذلك لو رجع الينا بعض الاموات فاخبرنا
باوجودیکہ تجربہ کو بہی ادہر کوئی راہ نہین یہہ حال جب معلوم ہوتا اگر کوئی مردہ ہمارے پاس چلا آتا پہر ہمکو بتا دیتا

عن الاعمال المقربة الى الله تعالى والمبعدة عنه وكذا العقائد وذلك مما لا مطمع فيه فيكفيك من منفعة العقل
کونسی اعمال اللہ تعالی سی نزدیک کر دیتی ہین اور کونسی دور ڈالدیتی ہین اور ایسی ہی عقاید اور اسکی تو کوئی امید نہین ہی اب عقل کا اتنا فائدہ ہی بہت ہی

ان يهديك الى صدق النبي عليه السلام ويفهمك موارد اشاراته ثم اعزله عن التصرف ولازم الاتباع فلا
کہ تجھکو واسطی تصدیق نبی علیہ السلام کی ہدایت کرتی ہی اور موارد اشارات سمجہا دیتی ہی پہر عقل کو تصرف سی بیکار رکہکر اتباع لازم کر لی تیری

لا تسلم الا به قال بعض العلماء العقل يوصلك الى صدق النبي عليه السلام ثم تتركه وتقتدي بالنبي عليه السلام
سلامتی اسیہی مین ہی بعضی علماء کہتی ہین عقل تجھکو نبی علیہ السلام کی تصدیق تک پہنچا دیتی ہی پہر تو اوسکو چہوڑ اور افعال اور ترک افعال مین نبی کی

في افعاله وتركه كالفرس في سفرك الظاهر فانه يوصلك الى البحر ثم تتركه وتركب في السفينة وتقتدي بالملاح في
پیروی لی جیسی گہوڑا ظاہری سفر مین دریا تک پہنچا دیتا ہی پہر تو اوسکو چہوڑ کر کشتی مین سوار ہوجا اور اوسکی چلانی اور ٹہرانی مین ملاح کی پیروی کر

مجريها ومرسيها وقال الشيخ الكلاباذي ان الله تعالى لم يبن امور الدين على عقول العباد ولم يعد ولم يوعد
اور شیخ کلاباذی کہتا ہی کہ اللہ تعالی نی امور دین کی بنیاد بندون کی عقلون پر نہین رکہی ہی اور نہ وعدہ کیا ہی اور نہ وعید

على ما يحتمله عقولهم ويدركونه بافهامهم او يقيسونه بارائهم بل وعد واوعد بمشيته وارادته وامر ونهى
موافق عقلی احتمالات کی کہ اوسکو وہ اپنی فہم اور رای سی سمجہہ لین اور جانچ لین بلکہ وعدہ اور وعید اپنی مشیت اور ارادہ کی موافق اور امر اور نہی

بحكمته وعلمه ولو كان كل ما لا يدركه العقول مردودا لكان اكثر الشرائع مستحيلا على موضوع عقول العباد و
اپنی حکمت اور علم کی مطابق کیا ہی اور اگر جو امر کہ عقل سی دریافت نہین ہوسکتا ہو مردود ہوتا تو اکثر احکام شرعی موافق موضوع عقول عباد کی محال ہوجاتی اور

ذلك ان الله تعالى اوجب الغسل بخروج المني الذي طاهر عند بعض الصحابة وكثير من فقهاء الامة واوجب غسل
وہ یہہ امور ہین کہ اللہ تعالی نی منی کی نکلنی سی جو کہ نزدیک بعضی صحابہ کی اور اکثر فقہاء امت کی پاک ہی نہانا واجب کیا ہی

الاطراف من خروج الغائط الذی لاخلاف بین الامۃ وسائر من یقوم بہ العقل من غیرھا علی نجاستہ و

اور باقی اعضاء کی نکلنی سی صرف اتنے یا تو وغیرہ اعضاء وضو کا دہونا واجب کیا جسکی نجاست اور پلیدی اور مدبو میں کسی کو بات میں سی

قذارتہ ونتنہ واوجب سبع تخرج من موضع الحدث ما اوجبہ بخروج الغائط الکثیر الفاحش فبای عقل

در تمام عقلا و دانشمندوں کا اصلی خلاف نہیں ہی اور موضع حدث سی ہوا کی نکلنی پر بھی وہ ہی واجب کیا جو پائخانہ کی نکلنی پر جو بہت فاحش ہی

تستقیم ھذا وبای رای یجب بسارۃ ریح لیس لھا عین قائمۃ لما یقوم عینہ ویزید علی الریح نتنا وقذارۃ

سی پیوستہ ہوسکتا ہی اور کونسی رای میں ہوا جسکی کچھ جسمیت قائم نہیں ہی برابر ہوسکتی ہی اوسکی ساتھ جو مجسم ہی اور ہوا پر باعتبار پلید اور نجاست کی زیادتی

واوجب قطع یمین مؤمن بسرقۃ عشرۃ دراھم وعند البعض ثلثۃ دراھم او دون ذلک ثم یسوی بین ھذا القدر

اور دس درہم کی چوری پر اور بعضوں کی نزدیک تین درہم کی چوری پر یا اس سی کمتر پر مؤمن کا داہنا ہاتھ کاٹنا واجب کیا ہی پھر اتنی مقدار مال سی بڑھ کر

من المال وبین مائۃ الف دینار ویکون القطع فیھما سواء واعطی الام من ولدھا الثلث ثم ان کان للمتوفی اخوۃ

لاکھ اشرفی تک وہ ہی داہنا ہاتھ کاٹنا برابر ہی اور ماں کو بیٹا بیٹی کی ترکہ میں سی تہائی دلایا ہی پھر اگر میت کی اولی دو بھائی بہن ہوں

جعل لھا السدس من غیر ان یرث الاخوۃ من ذلک المیت شیئا فبای عقل یدرک ھذا الا تسلیما وانقیادا یسرنا

تو ماں کی لئی چھٹا حصہ ہی حالانکہ وہ بھائی بہن بہا میت کی کچھ بھی وارث نہیں ہوتی اب یہ کونسی عقل میں آسکتا ہی بجز تسلیم اور اطاعت کی الہی کیا کہئے

اللہ تعالی بلطفہ وکرمہ تسلیما وانقیادا المجلس التسعون فی بیان سبق رحمۃ اللہ وغلبتھا علی غضبہ و

اپنی لطف سی تسلیم اور اطاعت آسان کر دی نوی مجلس رحمت الہی کی سبقت میں اور اوسکی غلبہ میں غضب پر اور دونوں کی حقیقت میں

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قضی اللہ الخلق کتب کتابا فھو عندہ فوق عرشہ ان رحمتی سبقت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جب اللہ تعالی خلقت کو پیدا کر چکا تو ایک حکم لکھا سو وہ عرش کی اوپر اوسکی پاس ہی بیشک میری رحمت میری غضب

غضبی وفی روایۃ ان رحمتی غلبت غضبی ھذا الحدیث من صحیح المصابیح رواہ ابو ھریرۃ ومعناہ ان اللہ تعالی

سابق ہی اور ایک روایت میں ہی بیشک میری رحمت غضب پر غالب ہی یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اسکی معنی یہ ہیں کہ جب

لما خلق الخلق حکم حکما جازما ووعد وعدا لازما ان رحمتہ سبقت وغلبت غضبہ فالرحمۃ عبارۃ عن

جب خلقت کو پیدا کر چکا تو حکم یقینی اور وعدہ ضروری دیا کہ اوسکی رحمت غضب پر سابق اور غالب ہی سو رحمت کیا ہی ارادہ ثواب دینی کا

ارادۃ الاثابۃ للمطیع والغضب عبارۃ عن ارادۃ الانتقام من العاصی فعلی ھذا کان کل واحد منھما صفۃ من

مطیع کو اور غضب ارادہ بدلہ لینی کا گنہگار سی اس بیان کی موافق رحمت اور غضب دونو

صفات اللہ تعالی راجعۃ الی الارادۃ ومن المعلوم قطعا ان صفاتہ تعالی کلھا قدیمۃ لا یوصف بعضھا بکونہ

اللہ تعالی کی صفات ہیں انجام الکا ارادہ ہی اور یقینی معلوم ہی کہ تمام صفات الہی قدیم ہیں کوئی کسی پر نہ سابق ہو سکتی ہی

سابقا او غالبا علی الآخر فلزم ان یقال المقصود من ھذا الکلام بیان سعۃ رحمۃ اللہ تعالی وشمولھا علی الخلق

اور نہ غالب اب لاچار قائل ہونا پڑا کہ اسی مقصود بیان کرنا وسعت رحمت الہی کا ہی اور اسکا عموم اور شمول خلق پر

لانھا تتعلق بالمطیع والعاصی والصغیر والکبیر واما الغضب فلا یتعلق الا بالعاصی ثم ان قسط الخلق من الرحمۃ اکثر

کیونکہ رحمت مطیع اور گنہگار اور صغیر اور کبیر سب پر ہوتی ہی اور غضب سو فقط عاصی ہی پر ہوتا ہی پھر بیشک رحمت میں سی حصہ خلقت کا زیادہ ہی

من قسطھم من الغضب لانھم ینالون الرحمۃ من غیر استحقاق ولا ینالون الغضب الا بالاستحقاق فصارت الرحمۃ

بہ نسبت حصہ غضب کی کیونکہ وہ لوگ بدون استحقاق کی بھی رحمت پاتی ہیں اور غضب میں بدون استحقاق کی گرفتار نہیں ہوتی اب گویا رحمت

کانھا السابقۃ الغالبۃ بالنسبۃ الی الغضب ثم ان الرحمۃ تقتضی دفع المضار عن الغیر وایصال المنافع الیہ وان

غضب سی سابق ہی اور غالب ہی پھر بیشک رحمت غیر سی مضرت دور کرنی اور فائدہ پہنچانی تقاضا کرتی ہی اگرچہ

کرھہا نفسہ وشقت علیہا وھذہ ھی الرحمۃ الحقیقیۃ الا تری ان الاب کان من رحمتہ بولدہ ان یمنعہ عن شہواتہ

اوسکا نفس پسند نکری اور اوسپر دشوار ہو تو مرتبہ حقیقی رحمت کا ہی تو نہین جانتا کہ باپ کی رحمت بیٹے کی حق مین یہہ ہی کہ اوسکو شہوات سی بند کری

ویکرھہ علی العلم والادب بالضرب وغیرہ ومتی اھمل ذلک من ولدہ کان ذلک من عدم رحمتہ بہ وان ظن انہ من

اور علم ادب مار مار کر سکہاوی اور یہہ طریقہ اگر بیٹے سی موقوف رکہیگا تو یہہ اسپر بے رحمتی ہی اگرچہ بیٹا یہہ سمجہی

رحمتہ بہ فان ھذہ الرحمۃ مقرونۃ بالجھل کرحمۃ الام ولذلک کان من رحمۃ اللہ تعالی بعبادہ ان یبتلیھم

کہ بڑی رحمت ہی کیونکہ یہہ رحمت جہالت کی راہ سے ہی جیسی ماکی رحمت اسی ہی رحمت الٰہی بندون پر یہہ ہی کہ اونکو اوامر اور نواہی مین

بالاوامر والنواھی لا لحاجۃ منہ الیھم بما امرھم بہ ولا لبخل منہ علیھم بما نھاھم عنہ بل لیھتدوا الی صراط مستقیم

آزماتا ہی تا مور بہ مین اونسی اللہ تعالی کی کوئی غرض نہین ہی اور نہ ممنوعات مین اونسی کچہ بخل ہی بلکہ اسلئے کہ سیدہی راہ چلین

ویدخلوا فی النعیم المقیم ومن رحمتہ ایضا انہ نغص علیھم الدنیا وکدرھا وسلط علیھم البلاء فیھا حمیۃ لھم عنھا لئلا

اور دائمی عیش مین داخل ہون اور یہہ بہی اوسکی رحمت ہی کہ دنیا کو اونپر کڑوا اور مکدر اور بلا اونپر مسلط کردی ہی کہ دنیا سی بچین تاکہ دنیا مین

یطمئنوا الیھا ویرغبوا فی نعیمھا ویقطعوا من منازل الآخرۃ فانہ تعالی ساقھم الی تلک المنازل بسیاط الابتلاء فمنعھم

بالطمینان خاطر ہو کر غایت رجہ کی محبت نکرین اور منازل آخرت سی الگ نہو رہین بیشک اللہ تعالی نی اونکو ان منازل پر ابتلا کی تازیانون سی روانہ کیا ہی سو اونکو

لیعطیھم وابتلاھم لیعافیھم وامانتھم لیحییھم فان العبد متی ابتلی یضعف سورۃ نفسہ ویذھب صفات بشریتہ

بند کیا تاکہ عطا کری اور مبتلا کیا تاکہ درکذر کری اور موت دی تاکہ پہر زندہ کری کیونکہ بندہ جب مبتلا ہوجاتا ہی تو اوسکی نفس کی تیزی گہٹ جاتی ہی اور صفات بشریہ جاتی رہتی ہی

وینقطع عنہ مراد الھوی ولذۃ الدنیا ویتوجہ عند کل سراء وضراء الی مولاہ ویالف الاقبال علیہ ویستوطن

اور ارادہ ہوا و ہوس اور دنیا کی لذت منقطع ہوجاتی ہی اور ہر حال خوشی اور رنج مین اپنی مولی کیطرف متوجہ رہتا ہی اور اوسکی طرف توجہ سی الفت پکڑ کر اوسکی

بالصبر والرضی بین یدیہ الی ان یرفعہ الی درجۃ الاولیاء والاحباب لان البلاء یسبک العبد فکانہ تعالی یسبک

صبر اور رضا کو وطن کرلیتا ہی یہان تک کہ اوسکو اولیا اور احباب کی درجہ پر سربلند کردیتا ہی کیونکہ مصیبت بندہ کو سانچہ مین اوتارتی ہی

عبدہ المؤمن بنار المحنۃ والبلاء لیصفیہ من کدورات اخلاق البشریۃ لیصلح لولایتہ ومحبتہ وھذا ھو السعادۃ

گویا اللہ تعالی اپنی مومن بندہ کو بلا اور محنت کی آگ سی ڈالتا ہی تاکہ اخلاق بشری کی میل سی صاف ہو کر قابل ولایت اور محبت کی ہوجاوی اور سعادت عظمی

العظمی والکرامۃ الکبری لکن وقع الجھل من بنی آدم وطلبوا السعادۃ والکرامۃ بالدین الفاسد والدنیا الفانیۃ وھما

اور کرامت کبری یہہ ہی ہی لیکن بنی آدم سی بڑی جہالت ہوئی کہ اونہون نی سعادت اور کرامت دین فاسد اور دنیا فانی کی وسیلہ سی طلب کی اور یہہ دونو

فی الحقیقۃ ضد المطلوب ففاتھم مطلوبھم من حیث قصدوہ ووقعوا فی الالم من حیث اجتنبوہ وذلک لان الاعمال التی

حقیقت مین مطلوب کی ضد ہین سو اونکا مطلوب جس راہ سی طلب کیا تہا فوت ہوگیا اور بچتی ہوئی الم مین اپڑی اور یہہ اسواسطی کہ لوگ جو اعمال

یعملھا الناس اما ان یتخذ وھا دینا اولا وما یتخذ وھا دینا اما ان یکون دینا حقا اولا فالنعیم المقیم لا یکون الا فی الدین

کرتی ہین یا تو اوسکو دین سمجہتی ہین یا نہین سمجہتی اور جسکو دین سمجہتی ہین یا وہ دین حق ہوتا ہی یا دین حق نہین ہوتا سو عیش دائمی تو صرف دین حق ہی مین ہی

الحق واھلہ ھم اصحاب النعیم المقیم کما اخبر اللہ تعالی بہ فی کتابہ فی مواضع عدیدۃ من جملتھا قولہ تعالی فی حق المتقین

اور اہل دین حق کی وہ ہی اصحاب عیش دائمی کی ہین چنانچہ اللہ تعالی اپنی کلام مین کئی جگہہ اسکی خبر دیتا ہی انمین سی ایک یہہ آیت ہی پرہیزگار ہدایت والون کی حق مین

المھتدین اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون وقولہ تعالی فمن اتبع ھدای فلا یضل ولا یشقی وقولہ تعالی

اونہون نی پائی ہی راہ اپنی رب کی اور وہ ہی مراد کو پہنچی اور یہہ آیت پہر جو چلا میری بتائی راہ نہ وہ بہکیگا نہ وہ تکلیف مین پڑیگا اور یہہ آیت

فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون وقولہ تعالی ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم والقرآن مملوء من

تو جو کوئی چلا میری بتائی پر نہ ڈر ہوگا اونکو اور نہ اونکو غم اور یہہ آیت بیشک نیک لوگ ہین آرام مین اور بیشک گنہگار دوزخ مین ہین اور قرآن اس وعدہ

النعیم المقیم لاھل الھدایۃ والعمل الصالح فی الاخرۃ وبوعد الجحیم لاھل الضلالۃ والعمل السیئ فیھا وذلک مما
اور وعید سی یہہ کہ آخرت مین ہدایت اور نیک اعمال والون کی لئی عیش دائمی ہی اور گمراہون اور بدکارون کی واسطی دوزخ ہی اور اسی مضمون پر
اتفق علیہ الرسل من اولھم الی اٰخرھم واما المصائب التی تصیبھم فی الدنیا فان لم یکن لھم ذنب تکون تلک
تمام رسل اول سی آخر تک متفق ہین اور رہی وہ مصیبتین جو دنیا مین پڑجاتی ہین اگر وہان خطا کی نہین تو وہ مصائب اسی عقبی
المصائب لرفع الدرجات فی العقبی علی ما جاء فی الحدیث ان الرجل لتکون لہ عند اللہ منزلۃ فما یبلغھا بعملہ
مین رفع درجات ہوویگا چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ بعضی شخص کا اللہ کی اسر تبہ ہوتا ہی اور وہ بذریعہ عمل کی حاصل نہین کرسکتا
فما یزال اللہ تعالی یبتلیہ بما یکرھہ حتی یبلغہ ایاھا والاحادیث فی ھذا المعنی کثیرۃ وان کان لھم ذنب تکون
پیر اللہ تعالی ہمیشہ اوسکو مکروہات مین مبتلا رکہتا ہی آخر وہ درجہ لیلیتا ہی اور اس مضمون کی حدیثین بہت ہین اور اگر وہ لوگ خطاوار ہین تو وہ
تلک المصائب بسبب ذنوبھم کما قال اللہ تعالی وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم فتکون تلک
مصیبتین اونکی گناہون کا وبال ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور جو پڑی تمپر کوئی سختی سو بدلا اوسکا جو کمایا تمہاری ہاتہون نی پہر وہ مصیبتین
المصائب کفارۃ لذنوبھم علی ما روی عن ام المؤمنین عائشۃ انہ علیہ السلام قال اذا کثر ذنوب العبد
اونکی گناہ صاف کردیتی ہین موافق روایت ام المؤمنین عائشہ کی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب آدمی کی گناہ بڑہ جاتی ہین
ولم یکن لہ ما یکفرھا ابتلاہ اللہ تعالی بالحزن لیکفرھا وفی حدیث اٰخر رواہ ابوھریرۃ انہ علیہ السلام قال
اور کفارہ ہوتا نہین تو اللہ تعالی غم مین مبتلا کردیتا ہی تاکہ گناہون کو صاف کردی اور ایک اور حدیث مین ہی ابوہریرہ کی روایت سی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا
لا یزال البلاء بالمؤمن والمؤمنۃ فی نفسہ ومالہ وولدہ حتی یلقی اللہ تعالی وما علیہا من خطیئۃ الا ان بعض
ہمیشہ مؤمن مرد اور مؤمن عورت پر بلا نازل رہتی ہی جان پر اور مال پر اور اولاد پر یہان تک کہ اللہ تعالی کی ان صاف ہوکر چلا جاتا ہی اوسکی ذمہ کوئی گناہ
منھم مع کونہ متلوثا بالاٰثام یظن انہ قائم علی الدین الحق بالتمام ویتھم ربہ لجھلہ ولا یعلم احسانہ الیہ
نہین ہوتا لیکن بعضی لوگ باوجود یکہ گناہون مین آلودہ ہوتی ہین پہہ گمان پکاتی ہین کہ ہم دین حق پر خوب قایم ہین اور اپنی جہالت سی رب پہ تہمت لیتی ہین یہہ نہین جانتی کہ
ویقول اذا اصابہ نوع من البلاء یا رب ما ذنبی حتی فعلت بی ھذا ویعتقد ان السلامۃ والراحۃ فی الدنیا للصالحین
اوسکا کتنا احسان ہی اور جب اوسپر کسیطرح کی بلا آتی ہی تو کہتا ہی الٰہی میری کیا خطا ہی جو تو نی میری ساتہ ایسا کیا اور یون سمجہتا ہی کہ دنیا مین سلامتی اور آرام
والمحنۃ والمشقۃ فیھا للطالحین ویعتمد علی ذلک الاعتقاد وذلک الاعتقاد فتنۃ عظیمۃ صدت کثیرا من الخلق
صلحاء کی لئی ہی اور محنت مشقت بدکارون کی ہی اور اسہی پر بہروسہ کئی ہوئی ہی اور ایسا اعتقاد بڑا ہی فتنہ ہی اس فتنہ نی بہت خلقت کو دین حق پر قایم رہنے
عن القیام علی الدین الحق واصلہ الجھل بحقیقۃ الدین الحق ومن ھذا الجھل یتولد الاعراض عن القیام علی
بند کردیا ہی اور اصل مین یہہ جہالت ہی کہ دین حق کی حقیقت نہین جانتا اور اس جہالت سی بہت ایسی غفلتین پیدا ہوتی ہین جنکی مارے دین حق پر
الدین الحق حتی فسد بذلک الاعتقاد کثیر من عابد جاھل لا بصیرۃ لہ فی امور الدین وناسک منتسب الی
قایم نہین رہتا یہان تک کہ اس اعتقاد سی بہت جاہل عابد بگڑ گئی جنکو امور دین مین کچہہ سمجہہ نہ تہی اور بہت پرہیزگار نام کی عالم جنکو
العلم لا معرفۃ لہ بحقائق الدین اذ من المعلوم قطعا ان العبد وان کان مؤمنا بما جاء بہ النبی علیہ السلام
حقائق دین سی کچہہ معرفت نہ تہی اسواسطی کہ اتنی بات یقینا معلوم ہی کہ آدمی اگرچہ احکام شرعی نبی کی لائی ہوئی پر ایمان لایا ہو
الا انہ محتاج الی ما لا بد لہ منہ من جلب النفع ودفع الضر واذا اعتقد ان القیام علی الدین الحق ینافی ذلک ومن یتمسک
مگر وہ اپنی ضروریات کا محتاج ہوتا ہی نفع اوٹہانا اور نقصان دفع کرنا اور جب یہہ اعتقاد کریگا کہ دین حق پر قایم ہونا اسکی برخلاف ہی اور جسنی دین حق کا
بہ یتعرض لما لا یقدر علیہ من البلاء ویفوتہ حظوظہ ومنافعہ العاجلۃ ویلزم من ذلک اعراضہ عن حال
تمسک کیا تو نشانہ ایسی بلا کا ہوگا جسکی طاقت نہو اور اوسکو منفعت حال سی کچہہ بہرہ نہوگا تو اس سی لازم آتا ہی کہ وہ مقرب لوگ گذری ہوون کی حال سے

السابقین

السابقین المقربین بل عن حال المقتصدین اصحاب الیمین بل دخوله فی زمرة الظلمین بل فی زمرة المنافقین حتی
متوجہ نہو بلکہ راہ رہت والون کی چال سے بہی جو داہنی ہاتہ والی ہین بلکہ لازم آتا ہی کہ ظالمون کی زمرہ مین داخل ہو بلکہ منافقون مین یہان تک
یسمع من بعضهم یقول اذا تبت الی الله تعالی وعملت عملا صالحا یضیق رزقی ویکدر معیشتی واذا رجعت الی
کہ سنا گیا ہی کہ بعضی یون کہتی ہین کہ جب مین اللہ کیطرف رجوع اور اعمال نیک کرتا ہون تو میری روزی تنگ اور عیش بی لذت ہوتا ہی اور اگر معصیت پر
المعصیة واعطیت نفسی مرادها یتسع رزقی ویحسن معیشتی وهذا من جهله بدین الله ووعده ووعیده وما
نفس کی مراد ہوا وہوس پوری کرتا ہون تو رزق فراخ اور معیشت درست ہو جاتی ہی اور یہہ اسلئی کہ اللہ کی دین کو اور اوسکی وعدہ و وعید کو نہیں جانتا بلکہ
معه من الدین الحق حیث یظن انه قائم علی الدین الحق ویفعل ما امر به ویترک ما نهی عنه مع انه کثیرا ما یترک
اور نہ اپنی دین کو جانتا ہی کیونکہ یہہ خیال کرتا ہی کہ مین دین حق پر قایم ہون اور مامور بہ پر عمل اور منہیات کو ترک کرتا ہون باوجودیکہ اکثر اوقات بہتیری ایسی
کثیرا من الامور الواجبة علیه لعدم علمه بها او لا بوجوبها فیکون من اهل التقصیر فی العلم بل کثیرا ما یترکها بعد العلم
امور جو اوسپر واجب ہوتی ہین بی علمی سی یا غیر واجب سمجھ کر ترک کر دیتا ہی سو علم کی باب مین صاحب تقصیر ہو جاتا ہی بلکہ اکثر موردا جبہ جان بوجھ کر
بها وبوجوبها اما کسلا وتهاونا او لنوع من التاویل الباطل او لظنه انه مشتغل بما هو اهم منها او لغیر ذلک
ترک کرتا ہی یا تو ماری سستی اور کاہلی کی یا کوئی جہوٹا بہانہ کر کی یا اوس وہم سی کہ ہم اوس سی بہی ضروری کام مین لگے ہین کہیں یا اور کسی وہم سی
بل کثیرا ما یتعبد الله تعالی بترک ما هو واجب علیه من الامر بالمعروف والنهی عن المنکر مع قدرته علیه ویزعم
بلکہ اکثر اوقات اللہ کی عبادت کرتا ہی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو جو اوسکی ذمہ واجب ہی قدرت ہوتی سوا تی ترک کر دیتا ہی اور کہتا یون ہی
انه متقرب الی الله تعالی بترکه ما لا یعنیه ویظن انه قائم علی الدین الحق ولا یعلم انه من امقت الخلق الی
کہ ہم بیہودہ امور کو ترک کر کر قربت الہی پیدا کرتی ہین اور خیال یہہ کرتا ہی کہ دین حق پر قایم ہون اور یہہ خبر اسکو نہین کہ خدا تعالی کا سب سی زیادہ مردود اور مبغوض ہی
الله تعالی وابغضهم له بل کثیرا ما یتعبد الله تعالی بما حرمه الله تعالی علیه ویعتقد انه طاعة وعبادة وحال
اور سب سی زیادہ مبغوض بلکہ اکثر اوقات حرام کو عمل مین لا کر عبادت کرتا ہی اس اعتقاد پر کہ یہہ طاعت اور عبادت ہی اب اسکا حال
فی ذلک شر من حال من یفعل ذلک ویعتقد انه معصیة وذنب کاصحاب التغنی الذین یتقربون الی الله تعالی
اوس شخص سی بدتر ہی جو حرام کو گناہ اور معصیت سمجھ کر کرتا ہی جیسی فقیر زادہ مزامیر سنکر خدا کی قربت چاہتی ہین
ویظنون انهم اولیاء الله تعالی واحباؤه وکثیر من الناس اذا غلب علیه عدوه وهو عند نفسه من الصالحین
اور گمان کرتی ہین کہ ہم خدا کی دوست اور محبوب ہین اور اکثر لوگ جب اونپر دشمن غالب ہو جاتا ہی اور وہ اپنی گمان مین صالح ہین
وعدوه من الفاسقین وفی ظنه انه من کل وجه محق ومظلوم وعدوه باطل ظلوم یقول ان اهل الحق فی
اور اونکی دشمن فاسق ہی اور اپنی گمان مین بہر حال حق پر ہین اور مظلوم ہین اور دشمن باطل پر ہی اور ظالم ہی تو کہتی ہین کہ حق والی دنیا مین
الدنیا مغلوب ومقهور واهل الباطل مرفوع ومنصور مع ان الامر فی الحقیقة لیس کذلک بل قد یکون معه
مغلوب اور مقہور ہی ہوتی ہین اور اہل باطل سربلند اور فتحیاب ہوتی ہین باوجودیکہ حقیقت مین حال یون نہین ہی بلکہ کبہی وہ خود ہی
نوع من الظلم والباطل ومع عدوه نوع من الحق والعدل الا ان الانسان لکونه مجبولا علی حب نفسه وعلی
کچہہ نہ کچہہ ظلم اور باطل پر اور اوسکا دشمن ایکطرح کی حق اور عدل پر ہوتا ہی لیکن آدمی اپنی محبت اور دشمن کی عداوت پیدایشی رکہتا ہی
بغض خصمه لا یری الا محاسن نفسه ومساوی خصمه بل قد یشتد حبه لنفسه حتی یری مساویها محاسن
پہر اسکو بجز اپنی خوبیون اور دشمن کی برائیون کی کچہہ نہین سوجہتا بلکہ بعضی دفعہ اپنی محبت اتنی بڑہ جاتی ہی کہ اپنی برائیون کو بہی حسنات سمجہتا ہی
ویشتد بغضه لخصمه حتی یری محاسنها مساوی وهذا من جهله المقرون بالظلم والهوی ویجامعه بو علم
اور دشمن کی عداوت اتنی ہو جاتی ہی کہ اوسکی خوبیون کو بہی برا جانتا ہی اور یہہ جہالت اوسکی ظلم اور ہوا پرستی ہی ہوتی ہی اور اللہ تعالی کی وعدہ

الله تعالى ووعيده وما معه من الدين الحق فانه تعالى قد ضمن في كتابه نصر دينه الحق والقائمين به علما
اور وعید کا اور اپنی دین حق کا علم نہین ہی بیشک اللہ تعالی اپنی کتاب مین دین حق کی اور جو دین پر باعتبار علم اور عمل کی قایم ہین انکی امداد کا ضامن
وعملا ولم يضمن نصر الباطل ولو اعتقد صاحبه انه على الحق وكذا كل من العزة والرفعة انما يكون لاهل
ہو لیا ہی اور باطل کا مددگار نہین ہی اگرچہ باطل والا اپنی تئین حق پر جانا کری اور ایسی ہی تمام عزت اور رفعت واسطی دینداروں کی ہی
الدين الذي به بعث الله رسله وانزل كتبه كما قال الله تعالى ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين وقال
جسکی واسطی اللہ تعالی نی رسول بھیجی اور کتابین اوتارین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور زور اللہ کا ہی اور اوسکی رسول کا اور ایمان والوں کا اور فرمایا
الله تعالى وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين فللعبد من العزة والرفعة بحسب ما معه من الايمان حقائقه
اللہ تعالی نی اور تم ہی غالب رہوگی اگر تم ایمان رکھتی ہو سو آدمی کی لئی عزت اور رفعت وتنی ہوتی ہی جتنا باعتبار علم اور عمل کی اوسکا ایمان
علما وعملا فاذا فاته حظ من العزة والرفعة ففي مقابلة ما فاته من حقايق الايمان علما وعملا وكذا النصر
اور ایمانی حقایق ہوتی ہین پہر اگر اوسکی عزت اور رفعت کچہ گہٹ جاتی ہی سو وتنی ہی جو اوسکی ایمان مین باعتبار علم اور عمل کی فرق آتا ہی اور ایسی ہی پوری
التام والتائيد الكامل انما يكون لاهل الايمان الكامل وقد يقع الغلط في كثير من الناس ويعتقد انه تعالى
امداد اور کامل تائید اوسی کی ہی کہ جسکا ایمان کامل ہی اور بیشک اکثر لوگون کو غلطی ہو جاتی ہی کہ یہہ اعتقاد کرتا ہی کہ اللہ تعالی
لا يؤيد صاحب الدين الحق ولا ينصره ولا يجعل له العافية في الدنيا بوجه من الوجوه بل يعيش فيها طول
دین حق والی کی نہ تائید کرتا ہی اور نہ نصرت اور نہ اوسکو کسی طرحکا دنیا مین آرام دیتا ہی بلکہ دنیا مین تمام عمر
عمره مظلوما مقهورا مع امتثاله بما امر به ظاهرا وباطنا وانتهائه عما نهي عنه ظاهرا وباطنا ويظن ان
مظلوم اور مغلوب رہتا ہی باوجودیکہ ماموریہ کی ظاہر و باطن مین اوس کی تعمیل کرتا ہی اور منہیات سی ظاہر اور باطن مین بچتا ہی اور یہہ خیال کرتا ہی
اهل الدين الحق يكونون في الدنيا اذلاء مقهورين فاذا ذكر بما وعده في القران يقول هذا في الاخرة فقط ولا يثق
کہ دین حق والی دنیا مین خوار اور مغلوب ہی ہوتی ہین اور جب اوسکی سامنی قرآن کا وعدہ بیان کرو تو کہنی لگی یہہ صرف آخرت ہی مین ہی اور اللہ کی مدد
بوعد الله تعالى بنصر دينه واهله في الدنيا والاخرة وهذا من سوء الفهم لانه تعالى بين في كتابه انه ينصر
پر یقین نہین کرتا کہ اپنی دین اور دینداروں کا دنیا اور آخرت دونون مین مددگار ہی اور یہہ اوسکی نافہمی ہی کیونکہ اللہ تعالی نی اپنی کتاب مین بیان فرمایا ہی کہ
المؤمنين في الدنيا والاخرة قال انا لننصر رسلنا والذين امنوا في الحيوة الدنيا ويوم يقوم الاشهاد وقال تعالى
کہ مؤمنوں کی دنیا اور آخرت مین مدد کریگی فرمایا ہم مدد کرتی ہین اپنی رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی جینی اور جب کہڑی ہونگی گواہ اور فرمایا اللہ تعالی
ولو قاتلكم الذين كفروا لولوا الادبار ثم لا يجدون وليا ولا نصيرا سنة الله التي قد خلت من قبل ولن تجد
اور اگر لڑتی تمسی کافر تو پہیرتی پیٹہہ پہر نہ پاویںگی حمایتی نہ مددگار رسم پڑی ہی اللہ کی جو چلی آتی ہی پہلی سی اور نہ تو دیکہیگا
لسنة الله تبديلا وهذا خطاب للمؤمنين القائمين بحقائق الايمان ظاهرا وباطنا وقال الله تعالى
رسم اللہ کی بدلتی اور یہہ خطاب اون مؤمنوں کو ہی جو حقایق ایمان پہ ظاہر و باطن مین قایم ہین اور فرمایا اللہ تعالی نی
والعاقبة للمتقين والمراد بالعاقبة العافية في الدنيا قبل الاخرة لانه تعالى ذكر ذلك في سورة الاعراف حكاية عما
اور آخر بہلا ہی ڈر والوں کا اور مراد عاقبت سی دنیا کا انجام ہی آخرت سی پہلی اسلئی کہ اللہ تعالی نی ایکو سورۂ اعراف مین موسی نبی علیہ السلام کی
قال موسى النبي عليه السلام لقومه استعينوا بالله واصبروا ان الارض لله يورثها من يشاء من عباده
زبانسی قوم کی لئی بیان فرمایا ہی مدد مانگو اللہ سی اور ثابت رہو زمین ہی اللہ کی اوسکا وارث کری جسکو چاہی اپنی بندوں مین سی
والعاقبة للمتقين بل ذكر مثل ذلك في سورة هود عقيب قصة نوح النبي عليه السلام ونصره على قومه
اور آخر بہلا ہی ڈر والوں کا بلکہ ایسا ہی سورۂ ہود مین بعد قصۂ نوح علیہ السلام کی اونکی قوم پر نصرت ذکر فرمایا ہی

فقال تلك من انباء الغيب نوحيها اليك ماكنت تعلمها انت ولا قومك من قبل هذا فاصبر ان العاقبة
پہر بعضی چیزیں ہیں غیب کی کہ ہم بہیجتی ہیں تیری طرف اُنکو جانتا نہ تہا تو اور نہ تیری قوم اسی پہلی سو تو ٹہرا رہ البتہ آخر بہلا ہی
للمتقين فيكون المعنى ان عاقبة النصر تكون لك ولمن تبعك كما كانت لنوح النبي عليه السلام ولمن تبعه و
ڈرنیوالوں کا سو اب معنی یہہ ہونگی کہ آخر کو نصرت تیری اور تیری ساتہیونکی لئی ہی جیسی نوح علیہ السلام کی اور اوسکی ساتہیوں کی ہوئی تہی اور
قال تعالى وكان حقا علينا نصر المؤمنين وقال تعالى فايدنا الذين امنوا على عدوهم فاصبحوا ظاهرين فمن نقص
فرمایا اللہ تعالی نی اور حق ہی ہمپر مدد ایمان والوں کی اور فرمایا اللہ تعالی نی پہر زور دیا ہمنی اونکو جو یقین لائی تہی اونکی دشمنوں پہ پہر ہو رہی غالب پہر جسکی
عمله بمقتضى الايمان ينقص نصيبه من النصر والتائيد ولهذا قيل ما اصاب العبد من مصيبة في نفسه او
اعمال مقتضای ایمان سی کمتر ہوئی ہیں اوسکا حصہ بہی نصر اور تائید کا کمتی ہو جاتا ہی اسی لئی لہا گیا ہی کہ آدمی پہ جو مصیبت آتی ہی جان پہ یا
ماله او بغلبة العدو عليه فانما هو بذنوبه اما بترك واجب او فعل محرم ثم ان ههنا امورا لا بد من معرفتها
مال پہ یا دشمن کی غلبہ سی تو یہہ سب گناہوں کا وبال ہی یا تو واجب ترک ہوتا ہی یا حرام عمل میں آتا ہی پہر یہاں کئی بات ہیں سمجہنی چاہئیں
الاول ان ما يصيب الانسان في بعض الازمان من غلبة العدو عليه وايذائه له فامر لازم للطبيعة البشرية
اول یہہ کہ آدمی پہ بعضی وقت جو مصیبت آتی ہی دشمن کا غلبہ اور اوسکی ایذا دہی سو یہہ بات موافق ارادۂ الہی اور حکمت ربانی کی
والنشاة الانسانية بالارادة الالهية والحكمة الربانية كالحر الشديد والبرد القوي والامراض والهموم و
طبیعت بشری اور عادات انسانی کی لوازم سی ہی جیسی گرمی کی شدت اور جاڑی کی ٹہر اور بیماریاں اور غم و غصہ
الغموم اللاحقة له حتى الاطفال والبهائم فلو تجرد الخير عن الشر والنفع عن الضر واللذة عن الالم لكان هذا
جو آدمی پہ گذرتا ہی یہاں تک کہ بچوں اور جانوروں پہ پہر اگر خیر شر سی اور نفع ضرر سی اور لذت الم سی خالی اور صاف ہو کر
العالم عالما اخر غير هذا العالم ونشأة اخرى غير هذه النشاة والثاني ان الانسان مدني بالطبع لا يمكنه ان
تو یہہ عالم اور ہی عالم ہو جاوی یہہ عالم نرہی اور پیدائش ہو جاوی سوا اس پیدائش کی اور دوسری بات یہہ ہی کہ آدمی طبعی ساہوتا ہی اکیلا
يعيش وحده بل لا بد له ان يعيش مع الناس وللناس ارادات واعتبارات يطلبون منه ان يوافقهم عليها
زندگی نہیں کرسکتا بلکہ اوسکو ضرور ہی کہ آدمیوں کی ساتہہ رہا کری اور اون لوگوں کی کچہہ کچہہ ارادی اور اعتبارات ہوتی ہیں کہ اوسیں دوسری کو بہی موافق
وان لم يوافقهم يؤذونه ويعذبونه وان وافقهم وكان موافقته اياهم على باطل يحصل له العذاب والالم من
کیا کرتی ہیں اور اگر موافق نہو تو ایذا دیتی ہیں اور ستاتی ہیں اور اگر اونسی موافق ہوا اور وہ موافقت باطل پہ ہوئی تو اوسکو اور طرح کا عذاب اور الم ہوویگا
وجه اخر ولا ريب ان الم المخالفة لهم في باطلهم اسهل من الالم المرتب على موافقتهم فالم يسير يعقبه لذة
اور آئیں کچہہ شک نہیں ہی کہ باطل میں مخالفت کا الم اوس الم سی بہت سہل ہی کہ اونکی موافقت سی ہوویگا پس تہوڑا سا الم کہ اوسکی پیچہی بڑی لذت
عظيمة دائمة اولى بالاحتمال من لذة يسيرة يعقبها الم عظيم دائم والثالث ان البلاء الذي يصيب
دائمی ہووی اوٹہانا اولی ہی بہ نسبت ایسی تہوڑی سی لذت کی کہ اوسکی بعد بڑا الم دائمی ہووی تیسری بات جو بلا کہ آدمی پر حق کی راہ میں گذرتی ہی
الانسان في طريق الحق لا يخلو اما ان يكون في نفسه او ماله او عرضه او اهله واشد هذه الاقسام ما كان
اس حال سی خالی نہیں ہی کہ اوسکی جان پہ ہووی یا اوسکی مال پہ یا آبرو پہ یا اہل پہ اور اُن قسموں میں سی بڑی سخت وہ ہی
في نفسه وغايته ان يقتل ويكون شهيدا ومن اشرف الموتات واسهلها لان الشهيد لا يجد من الالم الا
جو جان پہ ہووی اور اوسکا انجام یہہ ہی کہ مارا جاوی اور شہید ہو جاوی اور یہہ موت سب موتوں میں اشرف ہی اور سب سی سہل اسلئی کہ شہید کو اتنا ہی الم ہوتا ہی
مثل القرصة وليس في قتل الشهيد الم زائد على ما هو المعتاد لبني ادم عند موتهم على فرشهم ولا موت مقدم على
جیسی چیونٹی کاٹی یا چٹکی لو اور شہید کی قتل میں کوئی الم زائد اسی نہیں ہوتا جو بنی آدم کی لئی بستر مرتی ہوئی دستور ہی اور کوئی موت اجل مقرری پر مقدم نہیں ہوتی

اجله لان المسطور فی الکتب الکلامية ان المیت مقتول باجله فمن فر من الموت او من القتل وظن انه

مٹی کہ عقاید کی کتابوں میں یہ لکہا ہوا ہی کہ مقتول اپنی اجل پر مرتا ہی پہر جو شخص موت سی یا قتل سی بہاگی اس خیال پر کہ بہاگنی سی عمر دراز

بفراره یطول عمره ویتمتع بالعیش الکثیر فقد کذبه الله تعالی فی هذا الظن وقال قل لن ینفعکم الفرار ان فررتم

ہوگی اور خوب عیش اوڑاوں گا تو اسہ تعالی اوسکو اس خیال میں جہٹلاتا ہی تو کہ ہرگز نہ فائدہ دیگا تمکو بہاگنا اگر بہاگوگی

من الموت والقتل واذا لا تمتعون الا قلیلا فانه تعالی بیّن فی هذه الایة ان الفرار من الموت او القتل لا ینفع

مرنی سی یا ماری جانی سی اور پہر بہی بہل نہ پاؤ گی مگر تہوڑی دنوں پس اسہ تعالی نی اس آیت میں بیان کردیا کہ موت یا قتل سی بہاگنا کچہ فائدہ نہیں دیتا

الا قلیلا اذ لا خلاص لاحد من الموت بل لابد له منه فیفوته بهذا الفرار ما هو خیر له منه من الحیوة الابدیة

مگر کچہہ تہوڑا کیونکہ موت سی کسی کو مخلصی نہیں ہی بلکہ موت ضروری ہی سو اس بہاگنی میں جو موت سی بہتر ہی اوسہ سی جاتی رہتی ہی یعنی ہمیشہ کی زندگی

التی تحصل للشهید عند ربه فان من اختار فی الدنیا الراحة علی التعب فی سبیل الله اتعبه الله تعالی اضعاف

کہ رب کی یہاں شہید کو ملتی ہی بیشک جو شخص دنیا کا آرام پسند کرتا ہی اسہ کی رستی کی محنت پر تو اسہ تعالی اوسکو کئی گونہ زیادہ محنت دیتا ہی

ما ناله فی غیر سبیل الله تعالی الا تری ان ابلیس لما امتنع من السجود لادم النبی علیه السلام فرارا من الخضوع له

جو اوس رستہ میں اوٹہاتا ہی کیا نہیں دیکہتا کہ ابلیس نی جو آدم نبی علیہ السلام کی سجدہ کی ذلت سی بچنی کو باز رہا تو اسہ تعالی نی اوسکو

جعله الله تعالی اذل الاذلین وصیره خادما للفساق ذریته وفجارهم الی یوم الدین وکذلک کل من یمتنع

سب سی زیادہ خوار کر کر قیامت تک آدم کی ذریت میں سی فساق اور فجار کا خادم بنا دیا اور ایسی ہی جو شخص اپنی ذات کو

ان یذل نفسه لله تعالی ویتعب بدنه فی طاعته ومرضاته لابد ان یذل لمن کان اظلم خلق الله تعالی

ذلیل کرنی سی واسطی اسہ کی اور بدن کو اسہ کی طاعت اور مرضی کی محنت اوٹہانی سی بچاوی تو ضرور ہی کہ وہ شخص ایسی کی سامنی ذلیل ہو کہ تمام خلق اسہ میں

وافسدهم ویتعب نفسه وبدنه فی طاعته ومرضاته عقوبة له من الله تعالی ولذلک قال بعض العارفین

ظالم اور مفسد ہو اور بسبب عقوبت الٰہی کی اوسکی جان اور بدن اوسی کی طاعت اور مرضی کی محنت میں مبتلا ہی اور اسی لئی بعضی عارف کہتی ہیں جو شخص

من لم یعبد الحق اختیارا یعبد الخلق اضطرارا فینعزل عن خدمة الخالق الی خدمة المخلوق فعلی هذا کان

اپنی اختیار سی حق کی بندگی نہیں کرتا تو وہ لاچار ہو کر خلق کی بندگی کرتا ہی پس خالق کی خدمت سی معزول ہو کر مخلوق کی خدمت کرنی لگتا ہی اس بیان کی موافق

الواجب علی العبد ان یشتغل بعبادة الله تعالی وطاعته ویترک الاعتراض علیه ویرضی بقضائه فی کل ما

آدمی پر واجب ہی کہ اسہ تعالی کی عبادت اور طاعت کیا کری اور کسی طرح کا اعتراض نکری اور اوس حکم پر راضی رہی اوسکی یہاں سی جو

جاء من عنده من النفع والضر والصحة والمرض والمنع والعطاء والالم والاذی ویلاحظ قوله تعالی عسی ان تکرهوا

آوی نفع یا نقصان صحت یا مرض روک یا بخشش الم یا تکلیف اور اس آیت کا مضمون کو لحاظ کری شاید تمکو

شیئا وهو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیئا وهو شر لکم والله یعلم وانتم لا تعلمون ویتیقن انه تعالی ارحم بعباده من

بری لگی ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمکو اور شاید تمکو خوش لگی ایک چیز اور وہ بری ہو تمکو اور اسہ جانتا ہی اور تم نہیں جانتی اور یقین کر جاوی کہ اسہ تعالی اپنی بندوں پر اس سی زیادہ

الوالدة بولدها وانه تعالی اعلم بمصلحته من نفسه ثم اذا ظهر عطاء یشکر الله تعالی واذا وقع بلاء یحاسب نفسه

رحمت والا ہی کہ ماں اپنی لڑکی پر اور اسہ تعالی اوسکی مصلحت کو اوس سی زیادہ جانتا ہی پہر اگر عطا ظاہر ہووی تو اسہ کا شکر بجالاوی اور اگر بلا آوی تو اپنا حساب لیوی

فیما صدر منها حتی استحق ذلک اذ قال الله تعالی وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر

کہ ایسی کیا خطا ہوئی کہ جسمیں اس بلا کا سزاوار ہوا کیونکہ اسہ تعالی فرماتا ہی جو پڑتی تمپر کوئی سختی سو بدلا اوسکا جو کمایا تمہاری ہاتہوں نی اور معاف کرتا ہی

فانه تعالی بیّن فی هذه الایة ان ما اصاب العبد من مصیبة ای مصیبة کانت فهی بسبب ذنوبه التی اکتسبها

بیشک اسہ تعالی نی اس آیت میں یہ بیان فرمایا کہ آدمی پر جو مصیبت آتی ہی کوئی مصیبت ہو سو وہ گناہوں کا وبال ہی جو آپ کمائی ہیں

بنفسه والله تعالی یعفو عن کثیر منها فلا یعاقب علیها فی الدنیا واما فی العقبی فهو فی مشیة الله تعالی

اور الله تعالی بہتیری گناه معاف کر دیتا ہی سو اونپر دنیا میں عذاب نہیں کرتا اور عقبی میں اگر توبہ نہیں کی تو مشیت الہی میں ہی

ان لم یتب عنها فانه تعالی ان شاء یعفو عنه ویدخله الجنة بلا عذاب وان شاء یعذبه فی جهنم

بیشک الله تعالی چاہی معاف کر کر بلا عذاب جنت میں داخل کر دی اور چاہی گناہوں کی موافق دوزخ میں عذاب دیوی

بقدر ذنوبه ثم یخرجه منها ویدخله الجنة قال علی للمؤمن عند الله تعالی خمس نقمات فاولها المرض

پہر دوزخ سی نکال کر جنت میں داخل کری حضرت علی کہتی ہیں مؤمن کی حق میں الله تعالی کی ان پانچ عقوبت میں پہلی تو دکہہ

ثم المصائب فان کانت ذنوبه اکثر من ذلك یعذب فی قبره فان کانت اکثر من ذلك یحبس علی الصراط وان

پہر مصیبتیں پہر اگر اسکی گناه اس سی بہی زیاده ہوئی تو گور میں عذاب ہوگا پہر اگر اس سی بہی زیاده ہیں تو پلصراط پر رکیگا اور اگر

کان اکثر من ذلك یعذب فی جهنم علی قدر ذنوبه ثم یخرج منها بالترحید المجلس الحادی والتسعون

اس سی بہی زیاده ہیں تو گناہوں کی موافق دوزخ میں رہ کر پہر توحید کی برکت سی نکلیگا اکیانویں مجلس

فی بیان ان الشیطن یجری من الانسان مجری الدم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

اس بیان میں کہ شیطان انسان کی اندر مثال خون کی پہرتا ہی رسول الله صلی الله علیه وسلم نی فرمایا

ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم هذا الحدیث من صحاح المصابیح روته ام المؤمنین صفیة

بیشک شیطان انسان کی اندر خون کی مثال پہرتا ہی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ام المؤمنین صفیہ کی روایت سی

والمراد بالشیطان ههنا وسوسته لانفسه ثم المجری یحتمل ان یکون اسم مکان فیکون المعنی ان کید

اور شیطان سی مراد اسکیہ شیطانی وسوسہ ہی عین شیطان نہیں ہی پس اب لفظ مجری میں احتمال ہی کہ اسم ظرف ہو دی اب معنی یوں ہو جائینگی کہ

الشیطن ووسوسته یجری فی الانسان جریان الدم فان الدم کما یجری فی اعضاء الانسان من غیر احساس الانسان

شیطان کا مکر اور وسوسہ انسان میں لوہو کی طرح پہرتا ہی بیشک لوہو جیسی انسان کی اعضا میں پہرتا ہی اور آدمی کو اوسکی خبر نہیں ہوتی

بجریانها فکذلك وسوسة الشیطن تجری فی اعضاء الانسان من غیر احساس الانسان بجریانها وقیل یجوز

ایسی ہی شیطانی وسوسہ انسان کی اعضا میں پہرتا ہی اور آدمی کو خبر نہیں ہوتی اور کوئی کہتا ہی کہ جائز ہی

ان یراد بالشیطان نفسه لاوسوسته فانه لکونه غیر کثیف لایبعد ان یجری فی عروق الانسان لان غیر

کہ عین شیطان مراد لیں وسوسہ نہ مراد لیں اسلیٔ کہ شیطان مادی جو نہیں ہی تو کیا تعجب ہی کہ انسان کی رگوں میں پہرتا ہو اسلیٔ کہ بی ماده شئی

الکثیف یدخل فی الکثیف کالهواء النافذ فی البدن ثم یجری الشیطن فی الانسان مجری الدم ویصادف نفسه

مادی میں گہس جاتی ہی جیسی ہوا بدن میں سو اب شیطان ہی انسان کی اندر خون کی طرح پہرتا ہی اور اوسکی جان کی پاس ہو کر

ویسئلها عما تحبه وترید فاذا عرف مقصودها ومرادها یستعین بها علی الانسان فی اضلاله واخراجه

پوچہتا ہی تجہکو کیا پسند ہی تیرا کیا اراده ہی پہر اوسکا مقصد اور مراد پا کر راه سی بہکانی میں اور طریق مستقیم سی نکالنی میں

عن الطریق المستقیم فانه یورده الموارد التی یتخیل الیه ان فیها منفعة ثم یصدره المصادر التی فیها عطبه

انسان کی مدد کرتا ہی پس وه شیطان آدمی کو ایسی کہاٹ لگا دیتا ہی جہاں یہہ خیال ہو کہ اسمیں یہہ فائده ہی پہر ایسی جگہہ پہنچاتا ہی جہاں عطا اوتہہ لگی

ثم یتبرأ منه ویسلمه ویقف یشمت به ویضحك منه فانه یامره بالسرقة والزنا وقتل النفس ثم یدل علیه

پہر اوس سی الگ ہو کر اوسہی کی حوالہ کر دیتا ہی اور آپ ٹہٹہا مارتا اور ہنستا ہی پس آدمی سی پہلی تو چوری اور زنا اور خون کرا دیتا ہی پہر ظاہر کر کی

ویفضحه کما فعل بالراهب الذی زنا بامراة فلما ولدت امره بقتلها وقتل ولدها ثم دل علیه اهلها وکشف

فضیحت کر دیتا ہی جیسی ایک راہب کی ساتہہ کیا کہ اوسنی ایک عورت سی زنا کیا پہر وه جنی تو اوسکو اور اوسکی بچہ کو قتل کرایا پہر عورت کی ماکرن کو بتا دیا

ثم ادرہ فلما اراد اصلیہ امرہ بالسجود لہ لیغیبہ فلما سجد لہ فرمنہ وترکہ وفیہ نزل قولہ تعالی
وراہب جب اسکو ولیا دیا جیسا لوگ اسکو وصولی دیتی تہی تو اسی تئیں سجدہ کرایا کہ یہی ذوالگا جب اسنی سجدہ کیا تو اوسکو چہوڑ کر بہاگ گیا اسی قصہ میں یہہ آیت اتری کہ
کمثل الشیطن اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بریٓء منک انی اخاف اللہ رب العلمین ولا
جیسی کہاوت شیطان کی جب کہا انسان کو تو منکر ہو پہر جب وہ منکر ہوا کہی میں الگ ہوں تجہسی میں ڈرتا ہوں اللہ سی جو رب ساری جہان کا اور
یختص ہذا بالذی ذکرت ہذہ القصۃ عنہ بل ہو عام فی کل من یطیع الشیطان فی امرہ بالکفر والعصیان
نہیں ان کا یہہ مکر کچہہ اوس سی خاص نہیں ہی جسکا یہہ قصہ مذکور ہوا بلکہ علی العموم ہر کسی سی جو شیطان کا کفر اور معصیت میں مطیع ہی
لینصرہ ویقضی حاجتہ ثم یتبرأ منہ ویسلمہ کما یتبرأ من جملۃ اولیائہ یوم القیمۃ ویقول
تاکہ وہ حضرت کری اور حاجت روا کری پہر اوسکو اوسی پر ڈال کر الگ ہو جاتا ہی جیسی اپنی تمام دوستوں سی قیامت کو الگ ہو جاویگا یہہ کہکر
انی کفرت بما اشرکتمون من قبل فانہ یوہم المواعید فی الدنیا ثم یتبرأ منہ یوم القیمۃ فعلی ہذا ینبغی للعاقل
میں نہیں قبول رکہتا جو تمنی مجکو شریک ٹہرایا تہا پہلی بیشک یہہ شیطان اپنی دوستوں کو دنیا میں ایک کہاٹ پر لگا دیتا ہی پہر اونسی قیامت کو الگ ہو جاویگا اسلئی
ان یجتہد فی دفع وسوستہ عن نفسہ اذ لیس تسلطہ علی الانسان بالقہر والالجاء بل تسلط علیہ بالتزیین
عاقل کو لازم ہی کہ اپنی دلمیں سی اسکا وسوسہ جسطرح بنی دور کری اسلئی کہ انسان پر شیطان کا غلبہ جبر اور زور سی نہیں ہی بلکہ معاصی کی زینت دینی اور
والاغواء لما روی انہ علیہ السلام قال خلق ابلیس مزینا ولیس الیہ من الاضلال شیء فانہ علیہ السلام
بہکانی سی ہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ابلیس زینت دینی کو پیدا ہوا ہی اور گمراہ کرنی کی کوئی بات اوسکی اختیار میں نہیں ہی بیشک نبی علیہ السلام
بیّن فی ہذا الحدیث ان الشیطن لیس بمسلط علی بنی ادم بحیث یامرہم بالمعصیۃ ویلجئہم علیہا اذ لو کان
اس حدیث میں فرمایا کہ شیطان بنی آدم پر اسطور غالب نہیں ہی کہ معصیت کا حکم کر کر گناہ پر لاچار کردی اگر یہہ حال ہوتا
الامر کذلک لما نجا من شرہ احد بل شانہ ان یوسوس فی صدورہم ویزیّن المعصیۃ الیہم ولیس بیدہ اکثر
تو اسکی بدی سی کوئی بہی نہ بچتا بلکہ اسکا یہہ طریق ہی کہ بنی آدم کی دلوں میں وسوسہ پیدا کرتا ہی اور معصیت کو اونکی نظروں میں خوبصورت بنا دیتا ہی
من ذلک کما اخبر اللہ تعالی عنہ انہ یقول لاہل النار یوم القیمۃ وما کان لی علیکم من سلطن الا ان دعوتکم
اس سی زیادہ کچہہ مقدور نہیں ہی چنانچہ اللہ تعالی اسکی خبر دیتا ہی کہ قیامت کی دن دوزخیوں سی یوں کہیگا اور تم پر مجکو حکومت نہ تہی مگر میں نی تمکو بلایا
فاستجبتم لی فلا تلومونی ولوموا انفسکم یعنی ان دعوتی ایاکم الی الباطل لم یکن بطریق القہر والالجاء ولا
پہر تم نی مان لیا سو مجکو مت الزام دو اور الزام دو اپنی تئیں مراد یہہ ہی کہ میرا بلانا تمکو باطل پر کچہہ بطور قہر اور لاچار کر کر نہیں تہا اور نہ
بحجۃ وبرہان یدل علی صدقی بل بمجرد تزیین وتسویل فاستجبتم لی لموافقۃ دعوتی اہواءکم واغراضکم
کسی حجت اور دلیل سی تہا کہ میری صدق پر دلالت کرتی ہو بلکہ صرف زینت اور آرایش سی تہا سو تمنی میرا کہا اپنی ہوا ہوس اور غرضوں کی موافق دیکہہ کر مان لیا
ولم تستجیبوا لربکم الذی دعاکم الی الحق دعوۃ مقرونۃ بالحجج والبینت لعدم موافقۃ دعوتہ اہواءکم
اور اپنی رب کا کہنا نہ مانا جسنی حق پر دلائل اور بینات کی ساتہہ بلایا تہا کیونکہ اللہ کی طلب تمہاری ہوا ہوس اور غرض کی
واغراضکم ثم ان عدو اللہ تعالی لما امتنع عن السجود لادم النبی علیہ السلام واخرج من زمرۃ الملئکۃ المقربین
مطابق نہ تہی بیشک شیطان نی جب آدم علیہ السلام کو سجدہ نکیا اور مقرب ملائک کی زمرہ سی یا جنت میں سی نکالا گیا
او من الجنۃ وسال ان ینظر الی یوم یبعث فیہ ادم النبی علیہ السلام وذریتہ للجزاء فانظر الی یوم الوقت
اور اسنی سوال کیا کہ اوس دن تک کہ آدم نبی علیہ السلام اور اوسکی اولاد جزا کی لئی اوٹہائی جاوین مہلت ملی پہر اوسکو اوس وقت
المعلوم الذی ہو وقت النفخۃ الاولی التی علم اللہ تعالی انہ من فی السموت ومن فی الارض یصعق عند
معلوم تک مہلت ملی جو کہ وقت پہلی نفخہ کا ہی اللہ جانتا ہی کہ جو آسمان اور زمین میں ہیں اوس وقت سب بیہوش ہو جاوینگی

الا من شاء الله تعالى قال رب بما اغويتني لازينن لهم في الارض ولاغوينهم اجمعين الا عبادك

مگر جسکو اللہ بچا رکہے تو شیطان نی یہہ کہا ای رب جیسا تونی مجکو راہ سی کہویا میں انکو بہار دکہلاؤنگا زمین میں اور راہ سی کہودونگا سبکو مگر جو تیری

منهم المخلصين واستثنى عباد الله الذين اخلصهم الله تعالى لطاعته وعبادته وطهرهم عن تاثير

چنی بندی ہیں اور اوسنی اون بندوں کو جدا کیا جنکو اللہ تعالی نی واسطی اپنی طاعت اور عبادت کی خالص کیا ہی اور انکو اوسکی بہکاوی کی اثر سی

اغوائه فيهم فلما استثناهم وكان طريقهم مرضيا عند الله تعالى قال الله تعالى هذا صراط علي مستقيم

پاک کر رکہا ہی پہر جب اونکو جدا کیا اور اونکا چلن اللہ تعالی کو پسند تہا تو اللہ تعالی نی فرمایا یہہ راہ ہی مجہہ تک سیدہی

ان عبادي ليس لك عليهم سلطان الا من اتبعك من الغاوين فانه تعالى قد اخبر في هذه الاية ان عباده

جو میری بندی ہیں تجکو اونپر زور نہیں مگر جو تیری راہ چلا خراب لوگوں میں بیشک اللہ تعالی نی اس آیت میں خبر دی ہی کہ میری بندی

الذين اخلصهم لطاعته وعبادته ليس لعدوه عليهم سلطان بل سلطانه على الذين اتبعوه من الغاوين واخبر

جو خالص طاعت اور عبادت کی لئی ہیں اونپر میری دشمن کو غلبہ نہیں ہی بلکہ اوسکا غلبہ اون لوگوں پر ہی جو گمراہ اوسکی تابع ہیں اور دوسری

في اية اخرى ان عباده المؤمنين المتوكلين لا سلطان له عليهم فقال انه ليس له سلطان على الذين امنوا و

آیت میں خبر دی ہی کہ بیشک میری بندی مؤمن اور متوکل اونپر شیطان کو غلبہ نہیں ہی فرمایا اوسکا زور نہیں چلتا اونپر جو یقین رکہتی ہیں اور

على ربهم يتوكلون انما سلطانه على الذين يتولونه والذين هم به مشركون وهذه الاية تضمنت امرين احدهما

اپنی رب پہ بہروسہ کرتی ہیں اوسکا زور اونہا پر ہی جو اوسکو رفیق سمجہتی ہیں اور جو اوسکو شریک ٹہراتی ہیں اور اس آیت میں دو باتیں ہیں ایک تو یہہ

نفي سلطانه على اهل الايمان وعلى الذين يفوضون امرهم الى الله تعالى في كل ما ياتون ويذرون فان وسوسته

کہ ایمان والوں پر اور جو لوگ اپنی کل کار اللہ پر حوالہ کر دیتی ہیں تمام جو کرتی ہیں یا نہیں کرتی اون پر غلبہ نہیں ہی بیشک شیطان کا وسوسہ

لا تؤثر فيهم ودعوته غير مستجابة عندهم والثاني اثبات سلطانه على اهل الشرك وعلى الذين يتخذونه وليا

اونمیں اثر نہیں کرتا اور اوسکا بلاوا اونکو مقبول نہیں ہی اور دوسری یہہ کہ مشرکوں پر اور جو لوگ شیطان کو اپنا دوست رکہتی ہیں

ويطيعون وسوسته ويستجيبون دعوته والمراد بسلطانه عليهم تسلطه عليهم بالوسوسة والدعوة المستتبعة

اور اوسکی وسوسہ کی مطیع ہیں اور اوسکا بلاوا مانتی ہیں اونپر غلبہ ثابت ہی اور اونپر غلبہ جو ہی تو اوس سی یہہ مراد ہی کہ تسلط وسوسہ سی اور بلانی سی ہی

للاستجابة لا بالقسر والالجاء لانه منتف من الكل لما سبق من قوله تعالى حكاية عنه وما كان لي عليكم من سلطان

زبردستی کچہہ زور سی اور لاچار کرکر نہیں ہی کیونکہ ایسا تسلط تو کسی پر بہی نہیں ہی اسلئی کہ اوسکا قول بطور حکایت کی گذر چکا ہی اور مجکو تمپر حکومت نہ تہی

الا ان دعوتكم فاستجبتم لي ولما علم عدو الله تعالى انه لا يسلطه على عباده المخلصين قال فبعزتك

مگر میں نی تمکو بلایا پہر تمنی مان لیا اور جب شیطان کو یقین ہوا کہ اللہ تعالی اپنی مخلص بندوں پر غلبہ نہیں دیتا بولا تو قسم ہی تیری عزت کی

لاغوينهم اجمعين الا عبادك منهم المخلصين وقد اخبر الله تعالى ان عدوه ابليس حين وبخ بقوله تعالى

میں گمراہ کرونگا ان سبکو مگر جو بندی ہیں انمیں تیری چنی اور اللہ تعالی نی خبر دی ہی کہ جب شیطان کو یہہ جہڑکی ملی

وما منعك الا تسجد اذ امرتك قال فبما اغويتني لاقعدن لهم صراطك المستقيم ثم لاتينهم من بين ايديهم ومن خلفهم

اور تجکو کیا مانع تہا کہ سجدہ نکیا جب میں نی فرمایا بولا تو جیسی تونی مجہی بدراہ کیا ہی میں بیٹہوں گا اونکی تاک میں تیری سیدہی راہ پر پہر اونپر آؤنگا آگی سی اور پیچہی سی

وعن ايمانهم وعن شمائلهم ولا تجد اكثرهم شاكرين قال جمهور المفسرين والنحاة كلمة على ههنا محذوفة ونصب صراطك

اور داہنی سی اور بائیں سی اور نہ پاویگا تو اکثر اونمیں شکر گذار تمام مفسر اور نحوی کہتی ہیں کہ یہاں سی لفظ علی کا محذوف ہی اور زبر صراطک کا

على نزع الخافض كانه قيل لاقعدن على صراطك المستقيم ثم لاتينهم من جميع جهاتهم وهذا تفصيل لما اجمله

حرف جر دور کرنی سی ہی گویا عبارت یوں ہی لاقعدن علی صراطک المستقیم پہر اون پاس سب طرفوں سی آؤنگا اور یہہ تفصیل اوس اجمال کی ہی

في قوله فبعزتك لاغوينهم اجمعين وتمثيل لوسوسته اليهم وتسويله عليهم ما امكنه وقدر عليه اذ ما من
جو اس عبارت میں ہی قسم تیری عزت کی میں سبکو گمراہ کرونگا اور تمثیل ہی وسوسہ کی اور آرایش کی ہی جو اوسپر آویگی اور جسپر قادر ہوگا کیونکہ جو
طريق خير الا والشيطان قاعد عليه يقطعه على السالكين فيه بانواع مكائده وغروره فانه يشام نفس الانسان
خیر کا رستہ ہی سو اوسپر شیطان بیٹھا ہوا چلنی والوں پر طرح طرح کی مکر اور فریب سی راہ مارتا ہی کیونکہ شیطان انسان کی نفس پر غور کر کر
ليعلم اي القوتين غالب عليها هل هي قوة الاقدام ام هي قوة الاحجام فان راى ان الغالب عليها قوة الاحجام باخذ
معلوم کرتا ہی کہ دونو قوت میں سی اسپر کونسی غالب ہی آیا قوت عمل کی یا قوت باز رہنی کی پھر اگر دیکھتا ہی کہ اوسپر قوت باز رہنی کی غالب ہی تو اودہر کی
في تثبيطه واضعاف همته وارادته عن المامور به ويثقله عليه ويهون عليه تركه حتى يتركه جملة
ہمت یعنی سستی کا بڑہانا اور مامور بہ سی ارادہ کا پھیرنا شروع کرتا ہی اور اوسپر عمل دشوار اور ترک کرنا آسان کردیتا ہی آخر وہ اوسکو سراسر ترک کرتا ہی
او يقتصر فيه ويتهاون به وان راى ان الغالب عليها قوة الاقدام باخذ في تقليل المامور به عنده ويوهم انه
یا اوسمین قصور کرتا ہی یا اوسمین سستی کرتا ہی اور اگر دیکھتا ہی کہ اوسپر قوت عمل کی غالب ہی تو مامور بہ کو اوسکی نظر میں کہٹانا شروع کرتا ہی اور وہم میں ڈالتا ہی
لا يكفيه بل يحتاج الى مبالغة وزيادة ويقصر بالاول ويتجاوز بالثاني وقد قال بعض السلف ما امر الله بامر الا
کہ تجھکو کافی نہوگا بلکہ حاجت مبالغہ اور زیادت کی ہی اور اول میں تقصیر ہوتی ہی اور دوسری میں بڑہ جاتا ہی اور بعضی متقدمین کا قول ہی کہ اللہ تعالی جو
وللشيطان فيه نزغتان اما الى تفريط وتقصير واما الى افراط وغلو ولا يبالي بايهما ظفر وقد قطع كثيرا من
حکم ہی سو اوسمین شیطان کی دو جہتیں ہیں یا بطرف کوتاہی اور تقصیر کی یا بطرف زیادتی اور افزایش کی اور یہہ پروا نہیں کرتا کسپر فتحیاب ہو اور اکثر
الناس فهذين الواديين وادي التفريط والتقصير ووادي الافراط والتجاوز والثابت منهم على الطريق
لوگوں پر شیطان نی ان دونو میدان میں رہزنی کی ہی ایک میدان تفریط اور تقصیر کا اور ایک میدان افراط اور تجاوز کا اور ان لوگوں میں سی اوس
الذي كان عليه رسول الله عليه السلام واصحابه قليل جدا فمنهم الذين يبنون المساجد والمدارس
رستہ پر قایم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکی اصحاب کا ہی بہت ہی کمتر ہیں اسلئے کہ بعضی ایسی شخص ہیں کہ مسجدیں اور مدرسی
والقناطر والرباط من اموال جمعوها من الظلم بالغصب والنهب والرشوة والجهات المحظورة ويظنون انهم
اور پل اور خانقاہ ایسی مال سی بناتی ہیں کہ جو ظلم سی اور چھین جھپٹ اور رشوت اور بیجا طریق سی جمع کیا ہی اور خیال باندہ رکھا ہی کہ ہم
استحقوا بذلك مغفرة من الله تعالى وثوابا كثيرا ولا يعرفون انهم تعرضوا لسخط الله تعالى في جمعها وانفاقها
اسکی بدلہ میں اللہ کی طرف سی سزاوار مغفرت کی اور بڑی ثواب کی ہیں اور یہہ نہیں سمجھتی کہ وہ قابل غضب الہی کی ہیں اس مال کی جمع کرنی میں بہا اور خرچ کرنی میں
اذ كان الواجب عليهم الامتناع عن جمعها على هذا الوجه فلما عصوا الله تعالى بجمعها على هذا الوجه كان الواجب
بہی اسواسطی کہ اونپر یہہ واجب تہا کہ اس وجہ سی مال جمع نکرتی پھر اگر اونہوں نی اس وجہ سی جمع کرنی میں نافرمانی کی تو اب اونپر یہہ واجب تہا
عليهم التوبة والرجوع الى الله تعالى وردها الى اصحابها ان امكن والا فالى ورثتهم ان وجدوا والا كان الواجب
کہ توبہ اور خدا کی طرف رجوع کرتی اور مال مالکوں کو پہیر دیتی اگر ہو سکتا اور نہیں تو اونکی وارثوں کو اگر پاتی اور نہیں تو یہہ واجب تہا
عليهم تفريقها على الفقراء بنية ان تكون وديعة عند الله تعالى يوصلها الى اصحابها يوم القيمة وهم لعدم
کہ فقرا پر اس نیت سی تقسیم کرتی کہ اللہ تعالی کی پاس امانت رہی قیامت کی روز مالکوں کو پہنچا دیوی اور وہ مال جو فقرا پر
تفريقها على الفقراء بقيت عليهم وتوخذ من اعمالهم يوم القيمة ومنهم من يستغفر الله تعالى ويسبحه ويهلله
تقسیم نہوی تو اونکی ذمہ باقی رہی قیامت کی روز اونکی اعمال میں سی لی جاویگی اور بعضی لوگ خدا سی مغفرت مانگتی ہیں اور زبانسی ہر روز سبحا
بلسانه في اليوم مائة مرة ثم لا يزال يغتاب الناس ويشتمهم ويمزق اعراضهم ويتكلم بما لا يرضاه الله تعالى
سو سو مرتبہ پڑھتی ہیں پھر متصل لوگوں کی غیبت کرتی ہیں گالیاں سناتی ہیں اور اونکی آبروی کہی جاتی ہیں اور خلاف رضامندی خدا تعالی کی

طول نهاره من غير حصر ولا عد ويظن ان حسناته اكثر من سياته لعدم محاسبة نفسه وعدم تفقد معاصيه
تمام ان بی انتہا اور بی شمار باتین بکی جاتی ہین اور گمان یہہ رکہتی ہین کہ ہماری حسنات گناہون سی زیادہ ہین کیونکہ اپنی نفس کا محاسبہ اور گناہون کی تفتیش نہین کرتی

ويكون نظره الى عدد تسبيحه وتهليله ويغفل عن هذيانه الذي لو كتب لكان مثل تسبيحه وتهليله مائة
اب اپنی تسبیح اور تہلیل کی گنتی پر تو نگاہ ہی اور بیہودہ باتون کا اگر لکہی جاوین تو تسبیح اور تہلیل کی برابر سو بار بلکہ ہزار بار ہو جاوین

مرة بل الف مرة وقد كتبه كرام الكاتبون ووعد الله تعالى على كل كلمة عقابا حيث قال ما يلفظ من قول الا لديه
کچہہ خیال نہین اور بیشک کراماً الکاتبین اوسکو لکہہ چکی ہین اور اللہ تعالی ہر ہر کلمہ پر عقاب کا وعدہ کر چکا ہی چنانچہ فرمایا نہین بولتا ایک بات جو نہین اوس پاس

رقيب عتيد فهو ابدا يتامل في فضائل التسبيحات والتهليلات ولا يلتفت الى ما ورد في عقوبة المغتابين والنمامين
ایک راہ دیکہتا طیار سو وہ شخص ہر دم تسبیحات اور تہلیلات کی فضایل تو سوچتا رہتا ہی اور ادہر خیال نہین کرتا کہ غیبت کرنیوالون اور سخن چینون

والكذابين وغير ذلك ممن لا يحترز من افات اللسان ولعمر الله لو كان الكرامون الكاتبون يطلبون منه اجرة لما
اور جہوٹون کی لئی کیا عقاب تجویز ہوا ہی اور سوا اسکی اور زبانی آفات جن سی احتراز نہین ہی اور قسم ہی اگر کراماً کاتبین اوس سی اجرت لیا کرتی کہ جو

يكتبونه من هذيانه الذي زاد على تسبيحه وتهليله الف مرة لكان يكف لسانه حتى عده جملة من مهماته وكان بعد
اوسکی بیہودہ باتین کو تسبیح اور تہلیل سی ہزار گونہ زیادہ ہوتی ہین اور وہ لکہتی ہین تو بیشک اپنی زبان بند رکہتا اور اوسکو اپنا ضروری کام سمجہتا اور بولنی کو

ما نطق به في فتراته ويحسبه ويوازنه بتسبيحاته حتى لا يفضل عليه اجرة الكتابة فيا عجبا لمن يحاسب نفسه
اپنی لغزش مین گنتا اور حساب کرتا اور تسبیحات کی برابر رکہتا ایسا نہو کہ کتابت کی مزدوری زیادہ دینی آجاوی پہر بڑا تعجب ہی کہ اپنی نفس کا حساب

ويحتاط خوفا من ذهاب قيراط في الاجرة ولا يحتاط خوفا من فوات فردوس الاعلى جنة الماوى في الاخرة وليس هذه
اور احتیاط اس خوف کا مارا تو کری کہ کوئی کوڑی اجرت مین نہ جاتی رہی اور اس خوف کی احتیاط نکری کہ فردوس اعلی اور جنت الماوی آخرت مین اپنی نہ آویگا اور یہہ

الغفلة الا مصيبة عظيمة لمن يتفكر فيها وقد وقعنا في امر ان شككنا فيه نكون من الكفرة الجاحدين وان صدقنا
غفلت تو بڑی مصیبت ہی اسمین کوئی فکر کری اور ہم ایسی بلا مین آگئی ہین کہ اگر اسمین شک کرین تو منکر کافر ہوتی ہین اور اسکی تصدیق کرین

به نكون من الجهلة المغرورين وليس هذا عمل من صدق بما جاء به القران ورسول رب العلمين المجلس الثاني و
تو جاہل مغرور ہین اور یہہ کام اوسکا نہین ہی جو احکام قرآن اور رسول رب العالمین کی تصدیق کرتا ہی بانوین مجلس

التسعون في بيان عدم المواخذة بالوسوسة ما لم تعمل بها او تتكلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اس بیان مین کہ وسوسہ پر کچہہ مواخذہ نہین ہی جبتک عمل مین نہ آوی اور یا زبان پر نگذری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا

ان الله تعالى تجاوز عن امتي ما توسوست به صدورها ما لم تعمل به او تتكلم هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه
بیشک اللہ تعالی نی میری امت کو معاف کیا ہی جو اونکی دلون مین خیالات آوین جبتک عمل نہ کرین یا زبان پر نہ لاوین یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین ہی

ابو هريرة وفيه دليل على ان المرفوع عن هذه الامة لم يكن مرفوعا من الامم السالفة لان التخصيص بالذكر لا بد له
ابو ہریرہ کی روایت سی اور اسمین یہہ دلیل ہی کہ جو اس امت کو معاف ہی پہلی امتون کو معاف نہ تہا اسلئی کہ اس امت کی خاص مذکور ہونیکو کوئی فائدہ چاہی

من فائدة والمعنى انه تعالى عفى عن هذه الامة ما يخطر في قلوبهم من الخواطر المذمومة واحاديث النفس فان ما يقع في
اور معنی یہہ ہین کہ اللہ تعالی نی اس امت کو خیالات بد اور نفسانی وہم جو اونکی دلون مین گذرتی ہین معاف کردئی ہین پہر دلین جو خیالات بُری

القلب من الخواطر الدنية المذمومة يسمى وسوسة وما يقع فيه من الخواطر المرضية الحسنة يسمى الهاما ثم الوسوسة
برگذرتی ہین وسوسہ کہلاتی ہین اور دلین جو خیال پسندیدہ نیک آتی ہین الہام کہلاتی ہین پہر وسوسہ

اما ضرورية او اختيارية فالضرورية هي الخواطر التي تدخل في القلب من غير اختيار وهذا معفو عن جميع الامم لكنه
یا تو ضروری ہوتا ہی یا باختیار پہر ضروری تو وہ خیالات ہین جو دلمین بی اختیار آجاتی ہین اور یہہ تو تمام امتون کو معاف ہوئی ہی اسواسطی

خارجاً عن حد الاستطاعة والاختيارية هي الخواطر التي تدخل في القلب وتستجلبها الطبع وتتبعها النفس وتردد
کہ حد استطاعت سے باہر ہے اور اختیاری وہ خیالات ہیں جو دل میں آتے ہیں اور طبیعت اونکو کھینچ لاتی ہے اور نفس اونکے پیچھے لگ رہتا ہے اور بار بار

وتتزين ذهنها فتميل الى العمل او التكلم بها وهي من النوع الثاني عفي عن هذه الامة دون سائر الامم تشريفاً لنبينا وتفضيلاً
ہی اور لذت اوٹھاتا ہی پھر اوسپر عمل کی یا بیان کی رغبت کرتا ہی اور یہہ بھی دو قسم ہی جو اس امت سے علاوہ تمام امتوں کے بسبب شرافت ہمارے نبی اور فضیلت اونکی امت کی

لامته واما العقائد الفاسدة ومساوي الاخلاق وما ينضم اليها من اعمال القلوب فهي بمعزل عن الدخول في جملة ما
معاف ہوا ہی اور رہی فاسد عقیدے اور بد عادات اور جو انکے ساتھ ملی ہوتی ہیں یعنی اعمال قلوب سو یہہ وسوسوں میں داخل ہو نہیں اگر چہ

وسوست به الصدور بل هي من اعمال القلوب التي يؤاخذ بها الانسان والحاصل ان ما يقع في القلب على خمس مراتب الاول
بلکہ یہہ وہ اعمال قلوب ہیں جسمیں انسان سے مواخذہ ہوویگا اور حاصل یہہ ہی کہ دلکی خیالات پانچ درجے پر ہیں پہلا تو

الهاجس وهو ما يقع فيه ابتداء ثم الخاطر وهو جريان ما يقع فيه ثم حديث النفس وهو التردد فيما يقع فيه هل يفعل
ہاجس کہ وہ دل میں پہلی ہی آتا ہی پھر اوسکے بعد خاطر یعنی اوسکا جاری ہونا جو دل میں آیا ہی پھر حدیث النفس یعنی اوسمیں تردد جو دل میں آیا ہی کہ کروں

ام لا ثم الهم وهو ترجيح جانب الفعل ثم العزم وهو القطع على الفعل والجزم به وهذه الخواطر ان كانت في المعاصي ففيها
یا نہیں پھر ہم یعنی کرنے کی جانب کو غالب کرنا پھر عزم یعنی فعل پر ٹوٹ پڑنا اور جزم کرنا اور یہہ خیالات اگر گناہوں کی ہوتی ہیں تو اسمیں

تفصيل اما الهاجس فلا يؤاخذ به اجماعاً لانه ليس من فعل العبد وانما هو شيء ورد عليه لا قدرة له على دفعه ولا
تفصیل ہے ہاجس سے تو متفق علیہ کہ مواخذہ نہیں ہی کیونکہ یہہ بندہ کا کیا ہوا نہیں ہی یہہ تو ایسی بات ہی کہ خود بخود آجاتی ہی بندہ کو قدرت نہیں کہ دفع کردے یا

على منعه واما الخاطر الذي بعده فالعبد قادر على دفعه بصرف الهاجس اول وروده ومع هذا هو وما بعده من حديث
روک دے اور خاطر جو اسکی بعد ہی سو آدمی کو اسکے دفع پر قدرت ہوتی ہی کہ ہاجس کو جو آتی ہی پھیر دے تسپر بھی یہہ اور اسکے بعد کا یعنی حدیث النفس

النفس مرفوعات عن الامة بالحديث الصحيح الوارد في ارتفاع حديث النفس عن هذه الامة وهو قوله عليه السلام عفي عن امتي
اس امت کو سب معاف ہیں بدلیل حدیث صحیح کی جو کہ ثابت ہو چکی ہی کہ حدیث النفس اس امت کو معاف ہی وہ حدیث یہہ ہی کہ میری امت کو معاف ہی

ما حدثت به نفوسهم فاذا ارتفع حديث النفس ارتفع ما قبله بالطريق الاولى وهذه الثلثة لو كانت في الحسنات لا
جو اونکی نفس حدیث کرتی ہیں پھر جب حدیث النفس معاف ہوا تو اوس سے پہلی کی خیالات بطریق اولی معاف ہونگی اور یہہ تینوں اگر حسنات میں ہیں تو اوسکا

يكتب له بها اجر لعدم القصد واما الهم فقد بين في الحديث الصحيح ان الهم بالحسنة يكتب حسنة وان لم تفعل لظهور
کچھ ثواب نہیں ہو تا کیونکہ قصد نہیں ہی اور رہا ہم سو حدیث صحیح میں آیا ہی کہ نیک ہم کا ثواب ہوتا ہی اگر چہ بسبب کسی مانع کی عمل میں

مانع والهم بالسيئة لا يكتب سيئة بل ينتظر فان تركها العبد لله تعالى يكتب عليه حسنة وان فعلها يكتب عليه
نہ آوی اور برے ہم کا کچھ گناہ نہیں ہوتا بلکہ ملتوی رہتا ہی اگر آدمی نے اوسکو لله ترک کیا تو اوسکو ثواب ہوتا ہی اور اگر کر بیٹھا تو صرف عمل کا گناہ

اثم الفعل وحده لا اثم الهم لان الهم مرفوع عن هذه الامة واما العزم على السيئة فبعض العلماء وان جعله من الهم المرفوع
ہوتا ہی ہم کا کچھ گناہ نہیں ہوتا کیونکہ ہم اس امت کو معاف ہی اور رہا عزم بری کا سو بعضی علما نے اوسکو اگر چہ اوس ہم میں داخل کیا ہی جو معاف ہی

الا ان المحققين على كون العبد مؤاخذا به لكن ان ندم على عزمه وترك الفعل خوفاً من الله تعالى يكتب له حسنة
پر محقق یہہ کہتے ہیں کہ اسمیں بندہ سے مواخذہ ہوویگا لیکن اگر اپنی عزم پہ نادم ہوا اور الله کی خوف سے وہ کام نکیا تو اوسکو ثواب ہوتا ہی

لان عزمه على السيئة وان كان سيئة لكن امتناعه عنها حسنة فيكتب حسنة واما اذا فات عنه الفعل بعائق او
کیونکہ عزم گناہ کا اگر چہ گناہ ہی • لیکن اوس سے باز رہنا نیک عمل ہی سو ثواب ہوتا ہی اور جس صورت میں کہ وہ کام کسی مانع کی سبب یا

تركه بعذر لاحق لا خوفاً من الله تعالى يكتب عليه سيئة لان عزمه فعل اختياري من افعال القلوب فيؤخذ به
کسی عذر کی مارے نہیں ہوا یا کہ اوسکو خوف الٰہی سے نہیں چھوڑا تو اوسے گناہ ہوتا ہی کیونکہ عزم افعال قلوب میں سے فعل اختیاری ہی سو عازم کی پکڑ ہوگی

صاحبہ اذ قد روی انہ علیہ السلام قال یحشر الناس علی نیاتہم ولا شک ان من عزم فی اللیل ان یصبح ویقتل مؤمنا

اسلیے کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمام لوگ اپنی اپنی نیتوں پر محشور ہونگی اور اسمین کچھ شک نہیں ہی کہ جو شخص رات کو یہہ عزم کرے کہ صبح ہوتے ہی کسی مسلم کو قتل

او یزنی بامراۃ او یشرب خمرا او یرتکب غیر ذلک من الذنوب فمات اللیلۃ یموت عاصیا مصرا علی الذنب ویحشر علی

یا کسی عورت سے زنا کرونگا یا شراب پیونگا یا کوئی اور گناہ کرونگا پہر وہ اوسی شب مین مرگیا تو گناہ پر اڑا ہوا گنہگار مریگا اور اپنی نیت پر اوٹہیگا

نیتہ مع ان الواقع منہ العزم علی المعصیۃ دون فعلہا والدلیل الدال علیہ ما روی انہ علیہ السلام قال اذا التقی

باوجودیکہ اوسکو صرف معصیت کا عزم ہی تہا کچہ عمل نہین کیا اور دلیل اس مطلب پر یہہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب دو مسلمان

المسلمان بسیفیہما فالقاتل والمقتول فی النار قیل یا رسول اللہ ہذا القاتل فما بال المقتول قال لانہ اراد قتل

تلوار لیکر مقابل ہوتے ہین تو قاتل اور مقتول دونو جہنمی ہین کسینے عرض کیا یا رسول اللہ بہلا یہہ تو قاتل تہا اب مقتول نے کیا کیا فرمایا اسلیے کہ یہہ بہی اپنے

صاحبہ وہذا نص فی کون المقتول من اہل النار بمجرد الارادۃ مع انہ قتل مظلوما فکیف لا یوخذ العبد بالنیۃ

یار کے قتل کا ارادہ رکہتا تہا اور یہہ نص ہی کہ مقتول نری ارادہ سے جہنمی ہی باوجودیکہ مظلوم قتل ہوا ہی پہر کیونکر آدمی سے نیت کا مواخذہ نہین ہی

والعزم وکل ما یدخل تحت اختیارہ فہو مواخذ بہ الا ان یکفرہ بحسنۃ ونقض العزم بالندم حسنۃ فلذلک یکتب

اور عزم اور جو جو آدمی کی اختیاری ہی سو اوسکا مواخذہ ہوتا ہی ان اگر نیک کام سے اوسکا بدلا کردے تو خیر اور ندامت سے عزم کا توڑ دینا ہی نیک کام ہی اسی لیے

حسنۃ واما فوات المراد بعائق فلیس بحسنۃ فلذلک یکتب سیئۃ فیواخذ بہا فکیف لا یواخذ العبد باعمال القلوب

ثواب ہوتا ہی اور رہی وہ صورت جو کسی مانع کے سبب سے عمل فوت ہوجاوے سو یہہ حسنہ نہین ہی اسکا گناہ ہوتا ہی پہر مواخذہ ہوگا اب کیونکر آدمی کا مواخذہ اعمال قلوب

والکبر والعجب والریاء والحسد والنفاق وجملۃ الخبائث من اعمال القلوب وقد قال اللہ تعالی ان السمع والبصر والفؤاد کل

اور کبر اور تکبر اور ریا اور حسد اور نفاق پر نہووےگا اور جتنی خباثت ہین سو اعمال قلوب ہین اور بیشک اللہ تعالی فرمایا ہی بیشک کان اور آنکہ اور دل ان سبکی

اولئک کان عنہ مسئولا فانہ تعالی قد بین فی ہذہ الایۃ ان العبد بکل واحد من تلک الاعضاء یکون مسئولا فیما یدخل

اوس سے پوچہ ہی اب اللہ تعالی نے اس آیت مین بیان کیا کہ آدمی سے انکی عوض ہر ہر عضو کی پوچہ ہوگی جو جو کام اسکی اختیار مین ہین

تحت اختیارہ مثلا لو وقع بصرہ علی اجنبیۃ بغیر اختیار منہ لا یواخذ بہذہ النظرۃ فان اتبعہا نظرۃ ثانیۃ یکون

مثلا اگر نامحرم عورت پر بطور عادت کے بے اختیار نگاہ پڑجاوے تو اس نگاہ کا کچہ مواخذہ نہین ہی پہر اگر اوسپر دوبارہ نظر ڈالی تو اس دوسری نظر کا

مواخذا بہذہ النظرۃ الثانیۃ لکونہ مختارا فیہا کذلک خواطر القلوب تجری ہذا المجری بل القلب اولی بالمواخذۃ لانہ

مواخذہ ہوویگا کیونکہ اسمین اختیار رہتا ایسی ہی دل کی خیالات اسی کی قایم مقام ہین بلکہ دل کا مواخذہ اولی ہی کیونکہ سبکی اصل ہی

الاصل فان من حکم قلبہ بشیء وکان مخطأ فیہ یصیر مجزیا بہ ان خیرا فخیر وان شرا فشر کمن ظن انہ متطہر حضر

بیشک جسکا دل کسی بیجا بات پر حکم کرے تو ویسی ہی بدلا ملیگا اگر نیک ہی تو نیک اور اگر برا ہی تو برا جیسے کسینے گمان کیا کہ مین باوضو ہون اور

الجمعۃ وصلاہا ثم تذکر انہ کان غیر متطہر یکون مثابا بفعلہ وان ترکہا ثم تذکر یکون معاقبا علی ترکہ ومن وجد علی فراشہ امراۃ

جاکر جمعہ کی نماز ادا کی پہر یاد آیا کہ پاک نہین ہی تو بہی اسکا ثواب ہوگا اور اگر جمعہ کو ترک کیا پہر یاد آیا تو اس ترک پر عقاب ہوگا اور جسنے اپنی بستر پر عورت پائی

فظنہا زوجتہ فوطئہا لا یکون عاصیا بوطئہا وان کانت اجنبیۃ وان ظنہا اجنبیۃ فوطئہا بہذا الظن یکون عاصیا

اور گمان کیا کہ میری بی بی ہی پہر اوس سے جماع کیا تو اس جماع سے گنہگار نہین ہوگا اگرچہ غیر عورت ہو اور اگر اوس عورت کو غیر سمجہا پہر اوسی اپنی خیال پر جماع کیا تو اس جماع سے

بوطئہا وان کانت زوجتہ کل ذلک نظر الی القلب دون الجوارح فان الوسوسۃ انما تکون مرفوعۃ عن ہذہ الامۃ اذا

گنہگار ہوگا اگرچہ اوسکی بی بی ہو یہہ تمام باعتبار دل کی ہی جوارح کا لحاظ نہین ہی کیونکہ وسوسہ تو سراسر اس امت کو معاف ہی جبتک

لم تبلغ رتبۃ العزم فاما اذا بلغت تلک المرتبۃ فلا تکون مرفوعۃ بل یواخذ بہ العبد فیلزم علیہ نقضہا بالندم والاستغفار

عزم کا مرتبہ نہ پاوے پہر اگر اوس درجہ تک جا پہنچی تو پہر معاف نہین ہی بلکہ اسپر آدمی سے مواخذہ ہوتا ہی سو لازم ہی کہ اس عزم کو ندامت اور استغفار سے توڑ دے

الرؤية وان لم يكن ذلك الشيء مما جرى فيه التعامل كالثياب ونحوها لا يصح الا اذا ذكر فيه اجل معلوم وتبين
رویت حاصل ہی اور اگر وہ شی ایسی نہیں ہی جسمیں لوگوں کا عمل درآمد اور رواج ہو جیسی کپڑا وغیرہ تو جایز نہیں ہی جبتک کہ اوسمین مدت نہ ٹہری اور ساتوں شرطین سلم کی
شرائط السلم فحينئذ يصح بطريق السلم لا بطريق الاستصناع ثم لما كان احد معنى السلف القرض ناسب بيانه
نمایاں ہوں سو اب بطور بیع سلم کی جایز ہوگی بطور استصناع کی نہیں پہر چونکہ ایک معنی سلف کی قرض کی تہی تو بیان اوسکا ہی بیان مناسب معلوم ہوا
ههنا وان لم يكن مرادا به لان الشرع قد اذن فيه واجمع الامة على جوازه وهو ما تعطيه غيرك من المال لتقضاه
اگرچہ مراد نہیں ہی کیونکہ شرع نی اوسمین اجازت دی ہی اور اوسکی جوازپر امت کا اجماع ہی اور قرض یہ ہی کہ تو اپنا مال غیر کو دیوی تاکہ وہ اوسکو پہر ادا کری
ويجري في كل كيلي ووزني وعددي متقارب لا فيما كان متفاوتا كالحيوان والثوب والخشب فالاصل فيه ان
اور قرض ہر ایک کیلی اور وزنی اور عددی متقارب میں جایز ہی عددی متفاوت میں جایز نہیں ہی جیسی حیوان اور کپڑا اور لکڑی اور قاعدہ کلیہ یہ ہی
كل ما كان من ذوات الامثال ويكون عند الاستهلاك مضمونا بالمثل لا بالقيمة يجوز استقراضه وكل ما لم يكن
کہ جو شی ذوات الامثال سی ہی اور ہلاک ہونی پر اوسکا ضمان بالمثل ہوتا ہی ضمان بالقیمت نہیں ہوتا تو اوسکا قرض لینا جایز ہی اور جو شی
من ذوات الامثال ولا يكون عند الاستهلاك مضمونا بالمثل بل بالقيمة لا يجوز استقراضه حتى لو استقرض
ذوات الامثال سی نہیں ہی اور ہلاک ہونی پہ ضمان بالمثل نہیں آتا بلکہ ضمان بالقیمت آتا ہی تو اوسکا قرض لینا جایز نہیں ہی یہانتک کہ اگر کسی شخص نی
رجل من اخر عبدا او حيوانا اخر فقضى به دينه يضمن قيمته لان قرض الحيوان فاسد والقرض الفاسد
دوسری سی غلام یا اور حیوان اودہار لیکر اپنا قرض ادا کیا تو اوسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسواسطی کہ حیوان کا قرض لینا فاسد ہی اور قرض فاسد قبضہ کی وجہ
يفيد الملك بالقبض ويكون عند الاستهلاك مضمونا بالقيمة كالبيع الفاسد ومن دفع الى غيره مالا و
ملک میں آجاتا ہی اور ہلاک ہونی پر اوسکی قیمت ذمہ پر آجاتی ہی جیسی بیع فاسد میں اور اگر کسی نی دوسری کو مال دیکر
قال له خذ هذا المال واصرفه الى حوائجك يكون ذلك المال قرضا لا هبة لان هذا القول وان كان
کہا یہ مال لی اور اپنی کاروبار میں لگالی تو یہ مال قرض ہو دیگا ہبہ نہیں ہو دیگا اسلئی کہ اس قول مین اگرچہ
يحتملهما الا ان الثابت به لا يكون هبة بل يكون قرضا لكونه ادناهما ولو دفع اليه ثوبا وقال له اكتس به
دونو مراد ہو سکتی ہین پر اس سی ہبہ بالخصوص ثابت نہیں ہوتا بلکہ قرض ثابت ہوتا ہی کیونکہ قرض مدنو مین کمتر ہی اور اگر کپڑا دیکر کہا کہ لی اس سی کپڑا اوڑہا کر
لا يكون قرضا لكون قرض الثوب فاسدا بل يكون هبة تصحيحا للتصرف ومن اخذ من القصاب لحما
تو قرض نہیں ہوگا کیونکہ کپڑی کا اودہار فاسد ہی بلکہ ہبہ ہو دیگا تاکہ اوسکا تصرف درست رہی اور اگر کسی نی قصائی سی گوشت لیا
ولم يذكر انه قرض او شراء يكون قرضا فاسدا يملكه بالقبض ولا يحل له اكله وذكر في المنتقى ان اللحم
اور یہ نہ کہا کہ اودہار لیتا ہوں یا مول تو یہ قرض فاسد ہوگا قبضہ کی بعد مالک ہو جاویگا اور کہانا حلال نہوگا اور منتقی مین مذکور ہی کہ گوشت کا
يجوز استقراضه وزنا عند اصحابنا وذلك لانه على ما ذكر في نوادر ابن رستم عن محمد مثلي يضمن بالمثل
قرض لینا وزنا ہماری اصحاب کی نزدیک جایز ہی اسلئی کہ گوشت موافق بیان نوادر ابن رستم کی امام محمد سی مثلی ہی اوسکا ضمان بالمثل ہی
وذكر في الجامع الكبير انه يضمن بالقيمة وقال الاسبيجابي هذا محمول على ما اذا انقطع عن ايدي الناس
اور جامع کبیر مین مذکور ہی کہ گوشت کا ضمان بالقیمت آتا ہی اور اسبیجابی کہتا ہی کہ ضمان بالقیمت اسصورت مین ہی کہ لوگوں کی ہاتہوں مین نرہی
وفي شرح الطحاوي ان كل موزون مثلي وهذا يقتضي ان يكون اللحم مثليا وكذا يقتضي ان يكون العنب والقراح
اور شرح طحاوی میں ہی کہ وزنی چیزین سب مثلی ہین اس سی لازم آتا ہی کہ گوشت مثلی ہووی۔ اور ایسی ہی لازم آتا ہی کہ انگور اور سوت
مثليا ويجوز استقراض الكاغذ عددا لانه عددي متقارب ومن اتلف دبس غيره يضمن قيمته لان
مثلی ہووی اور اودہار کرنا کاغذ کا گنکر جایز ہی اسلئی کہ عددی متقارب ہی اور اگر کسی نی شیرہ خرما وغیرہ تلف کردیا تو قیمت دیویگا اسلئی

ماكان من صنع العباد لايمكنهم مراعات المماثلة فيه لتفاوتهم في الحذاقة فعلى هذا كان ينبغي ان لايجوز

کہ جو چیز آدمیوں کی بنائی ہوئی ہوتی ہی اوسمیں مماثلت ممکن نہیں ہی کیونکہ کاریگری میں سب مختلف ہوتی ہیں اس تقریر کی موافق چاہیئے کہ کاغذ کا

استقراضه لكن قيل يجوز استقراضه لكونه مثليا على قولهما والعصير مثلي لكن اذا صار دبسا بغير نار

قرض لینا جائز نہووی لیکن کہتی ہیں کہ قرض لینا جائز ہی کیونکہ صاحبین کی قول پر مثلی ہی اور شیرہ انگور کا مثلی ہی اور ایسی ہی بغیر آگ کی شیرہ دوشاب ہو جاوی

والدقيق والخبز قيمي فعلى هذا كان ينبغي ان لايجوز استقراضهما لكن ذكر في فتاوى قاضيخان ان استقراض الدقيق

اور آٹا اور روٹی قیمی ہی اسکی موافق بول چاہیئی تہا کہ انکا ادہار لینا جائز ہوتا بفتاوی قاضیخان میں مذکور ہی کہ ادہار لینا آٹی کا

يجوز وزنا وكيلا وكذا يجوز استقراض الخبز وزنا وعددا عند محمد وعند ابي يوسف يجوز وزنا لا عددا وعليه

وزن یا کیل کرکر جائز ہی اور ایسی ہی ادہار لینا روٹی کا وزن سی یا گنکر امام محمد کی نزدیک جائز ہی اور امام ابو یوسف کی نزدیک وزن کرکر تو جائز ہی گنکر

الفتوى ولو استقرض جماعة من رجل دراهم وامروه ان يدفعها الى واحد منهم ودفعها اليه ليس له ان يطلب منه

اور اسی پر فتوی ہی اور اگر ایک جماعت نی ملکر ایک شخص سی دراہم قرض مانگی اور سب نی کہا کہ ہم میں سی فلانی شخص کو دیدینا اور دینی اوسکی حوالہ کئی اب اوسکو اختیار نہیں

الاحصته فقط والتوكيل بقبض القرض صحيح كما اذا قال رجل لاخر اقرضني كذا درهما ثم وكل رجلا بقبضه يصح

دراہمی ثانی سی سواۓ اوسکی حصہ کی طلب کری اور وکالت واسطی قبضہ قرض کی درست ہی جیسی کوئی شخص کسی سی کہی مجھکو اتنی درہم قرض دیدی پہر کسیکو وکیل قبضہ کی لیی وکیل کری

ولا يصح التوكيل بالاستقراض حتى لايثبت الملك للموكل فيما استقرض له لانه تفويض التصرف في ملك الغير

اور قرض نکلوانی میں وکیل کرنا صحیح نہیں ہی یہاں تک کہ وہ جو قرض اوسکی لیی نکلوائیگا اوسمیں موکل کی ملک ثابت نہوگی اسواسطی کہ غیر کی ملک میں تصرف کا حوالہ کرنا ہی

فلا يجوز بخلاف الرسالة فانها صحيحة اذ ليس فيها تفويض التصرف لكون الرسول سفيرا محضا لانه يقول ارسلني

سو جائز نہیں ہی برخلاف رسالت کی رسالت صحیح ہی کیونکہ اسمیں حوالہ کرنا تصرف کا غیر کی ملک میں نہیں ہی اسلیی کہ رسول صرف واسطہ ہوتا ہی کیونکہ جا کر یہہ ہی کہیگا

اليك فلان ويستقرض منك كذا فحينئذ يثبت الملك للمرسل والتوكيل بالاقراض صحيح لانه تفويض التصرف في

مجھکو فلانی نی تیری پاس بہیجا ہی اتنی درہم تجہسی قرض مانگتا ہی اب ملک بہیجنی والی کی ثابت ہوگی اور وکالت قرض دینی میں درست ہی اسواسطی کہ اپنی ملک میں تصرف

ملك نفسه ومن كان له على اخر حنطة وباعها منه بدرهم الى اجل لايجوز لانه بيع الدين بالدين وقد نهى عنه

اوسکی حوالہ کرتا ہی اور اگر کسیکی گیہوں دوسری کی ذمہ آتی ہوں اور وہ اوسکی اتہہ ایکدرم پر بیچڈالی تو جائز نہیں ہی کیونکہ یہہ بیع دین کی دین سی ہی اور اس سی بیشک

النبي عليه السلام وطريق الجواز ان يشتري بها منه ثوبا ويقبضه ثم يبيعه منه بدرهم الى اجل وهذا

نبی علیہ السلام نی منع کیا ہی اور حیلہ جواز کا یہہ ہی کہ اوس سی بعوض گیہوں کی کپڑا خرید کر قبضہ کرلی پہر وہ کپڑا اوسکی اتہہ بعوض درہم کی مدت پر بیچڈالی اور

مما يجب حفظه في هذا الزمان لان بعض الناس يستقرض حنطة او شعيرا وغير ذلك مما يجوز استقراضه

اس زمانہ میں اسکی حفاظت واجب ہی اس لیی کہ بعضی آدمی گیہوں یا جو وغیرہ جو جو بطور استقراض کی لینا درست ہی قرض لیکر کہا بیجاتی ہیں

ويتلفها ثم يطالبه المالك بها ويعجز عن ادائها ويشتريها منه بدراهم الى اجل وهو فاسد لايجوز ثم ينبغي ان يعلم

پہر مالک مانگتا ہی تو ادا نہیں کرسکتی اور اوسکو مدت پر بدلہ دراہم کی خرید لیتا ہی یہہ بیع فاسد ہی جائز نہیں ہی اور یاد رکہنی کی بات ہی

ان كل دين حال اذا اجله صاحبه يصير ذلك الدين مؤجلا ويكون تاجيله لازما الا القرض فان تاجيله

جو دین بلا مدت ہووی اگر مالک اوسمیں مدت ٹہراوی تو وہ دین مؤجل ہی اور مدت لازم ہوجاتی ہی بجز قرض کی کہ اسمیں مدت

لايكون لازما بل يجوز للمقرض طلبه متى شاء لانه في الابتداء اعارة وبهذا الاعتبار لايلزم فيه التاجيل لكونه

لازم نہیں ہوجاتی بلکہ قرض خواہ کو جائز ہی جب چاہی مانگ لی کیونکہ قرض ابتدا میں عاریت ہوتی ہی اس اعتبار سی اسمیں مدت نہیں ہوتی اسلیی

من التبرعات ولا جبر فيها كما في الاعارة وفي الانتهاء معاوضة وبهذا الاعتبار لايصح فيه التاجيل لكونه

کہ صرف احسان ہی احسان کسیکا کچہہ زور نہیں ہی جیسی عاریت میں اور آخر کو ادلا بدلا ہوجاتا ہی اور اس اعتبار سی اسمیں مدت درست نہیں ہی اسواسطی

جائز نہیں

ترجیح ہی

ابتدا و انتہا

بيع الدراهم بالدراهم نسيئة وهو ربوا وهذا يقتضي ان لا يثبت القرض وانما جوز نظرا الى ابتدائه اكن بلا
کہ یہہ بیع درہم کی درہم سے ادہار ہی اور بیع سود ہوتا ہی اور اس سے لازم آتا ہی کہ قرض بھی جائز نہو سو جائز صرف بلحاظ ابتدا کی ہی لیکن
لزوم الاجل فيه ولو اريد يكون الاجل لازما فيه فطريقه ان يحيل المستقرض المقرض على رجل بدينه عليه ثم يؤجل
اسمیں مدت لازم نہیں ہی اور اگر اسمیں مدت کی ضرورت پڑے تو یوں کرے کہ قرضدار قرضخواہ کو کسی اور پر حوالہ کردے اب قرضخواہ
المقرض ذلك الرجل مدة معلومة فحينئذ يكون الاجل لازما حتى لا يكون للمقرض ان يطالب ذلك الرجل قبل تمام
اوسکی بئی مدت معین مقرر کردے اب مدت لازم ہوجاویگی یہان تک کہ قرضخواہ کو اختیار نہین ہی کہ اوس شخص سے اتمام مدت سے
تلك المدة

المجلس الخامس والسبعون في بيان السوال الحرام والوعيد فيه وفي اي موضع

پہلی مانگی پچہترویں مجلس سوال حرام کی بیان مین اور اسمین کیا وعید ہی اور کس موقع پر

يجوز قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مايزال الرجل يسئل الناس حتى ياتي يوم القيمة ليس في وجهه
جائز ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا آدمی ہمیشہ سوال کرتا رہتا ہی آخر قیامت کو آویگا اوسکی چہری پر گوشت
مزعة لحم هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابن عمر والمزعة بضم الميم وسكون الزاء المعجمة وبالعين المهملة
نہیں ہوگا یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون میں سے ہی ابن عمر کی روایت سے اور مزعہ میم کی پیش اور زا نقطہ دار کی سکون اور عین بی نقطہ سے
قطعة لحم والمراد بعدمها يوم القيمة في وجه السائل ما يلحقه في الاخرة من الفضاحة والهوان لان السوال
گوشت کی ٹکڑی کو کہتے ہین اور قیامت کی دن سائل کی منہہ پر گوشت نہونی سے یہہ مراد ہی کہ آخرت مین وہ نہایت فضیحت اور خوار ہوویگا اسلئی کہ سوال اصل مین
حرام في الاصل ولا يباح الا عند الضرورة وانما كان الاصل فيه الحرمة لانه لا ينفك عن عدة امور محرمة
حرام ہی اور بدون ضرورت کی مباح نہیں ہی اور سوال اصل میں حرام اسواسطی ہی کہ سوال بدون کئی حرام باتون کی نہین ہوسکتا
الاول اظهار الشكوى من الله تعالى فكما ان العبد المملوك اذا سئل يكون سواله شنيعا على مولاه فكذلك
اول یہہ کہ اللہ تعالی کی شکایت ظاہر کرنی سو جیسی غلام مملوک اگر بھیک مانگنی لگی تو اوسکا مانگنا مولی پر دشوار کرتا ہی ایسی ہی
سوال العبد يكون شنيعا على الله تعالى وهذا يقتضي ان يحرم السوال ولا يحل الا عند الضرورة والثاني اذلال
بندہ کا سوال اللہ کو برا لگتا ہی اس سی لازم آتا ہی کہ سوال حرام ہو اور بلا ضرورت کبہی حلال نہووی جیسی مردار کہانا بلا ضرورت حلال نہین تو دوسرا
في نفسه لغير الله تعالى وليس للمؤمن ان يذل نفسه لغير الله تعالى بل الواجب عليه ان يذل نفسه لله تعالى
اپنی تئین سوا اللہ تعالی کی اور کی سامنی خوار کرنا اور مؤمن کو نہیں چاہئی کہ آپ کو غیر اللہ کی سامنی ذلیل کری بلکہ واجب یہہ ہی کہ اپنی تئین خدا کی سامنی خوار کری
اذ فيه عزه وشرفه في الدنيا والاخرة والثالث ايذاء المسئول غالبا لانه ربما لا يسمح نفسه بالبذل ويستحيي
کیونکہ اسمین دنیا اور آخرت کی عزت اور شرافت ہی اور تیسری مسئول کو اکثر حال میں ستانا اسلئی کہ بعضی اوقات دینی کو دل نہین چاہتا اور حیا آتی ہی
ان يرى بالمنع في صورة البخل ففي البذل نقصان ماله وفي المنع نقصان جاهه وبكل منهما يحصل له الايذاء
کہ منع سی بخیل کی صورت بنتا ہی سو دینی مین تو مال کا نقصان ہی اور نہ دینی میں عزت کا نقصان اور دونو باتون سی رنجیدہ ہوتا ہی اور ایذا دیا جاتا ہی
والايذاء حرام لا يحل الا عند الضرورة ثم انه ان بذل لا يبذل الا حياء او رياء فيحرم على الاخذ اخذه اذا
اور تکلیف دینی حرام ہی بلا ضرورت حلال نہیں ہی پہر اگر وہ دیگا بہی تو شرم کا مارا یا ریا کی واسطی دیگا سو ایسا دیا ہوا لینی والی پر بہی لینا حرام ہی جب
فهمت هذه المحظورات فهمت قوله عليه السلام مسئلة الناس من الفواحش ما احل من الفواحش
تو نی یہہ خرابیان سمجہ لین تو اس حدیث کی معنی بہی سمجہو گئی سوال کرنا آدمیون سی فواحش سی ہی فواحش مین سی سوا اسکی کوئی حلال نہین ہی
غيرها فانظر كيف سماها فاحشة ولا خفاء ان الفاحشة لا تباح الا عند الضرورة واختلف العلماء في انه
دیکہہ تو کیسی اسکا نام فاحشہ رکہا ہی اور ظاہر ہی کہ فاحشہ بلا ضرورت کبہی مباح نہین ہوتا اور علما کو اسمین اختلاف ہی کہ سوال کس

وقت يحل السؤال فقال بعضهم من وجد غداء يومه وعشاء ليلته لا يحل له السؤال وقال بعضهم من قادر
وقت سوال جائز ہے بعض کہتے ہیں جس کے پاس ایک دن رات کا کھانا موجود ہے اوسکو سوال کرنا حلال نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں جو شخص کسب پر قادر ہو

على الكسب ليس له أن يسأل الا اذا استغرق اوقاته لطلب العلم وقال بعضهم ليس لنا وضع المقادير بل نسترد
سوال کرنا نہ چاہیے مگر جس وقت کہ اوسکا سارا وقت علم کی تحصیل میں مشغول ہو اور بعض کہتے ہیں ہمکو اختیار نہیں کہ اندازہ مقرر کریں بلکہ ہم

ذلك بالتوقيف وقد ورد في الحديث انه عليه السلام قال استغنوا بغناء الله تعالى قالوا وما هو يا رسول الله
شرع پر موقوف رکھتے ہیں اور بیشک حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا غنی ہو اللہ کی غنا سے صحابہ نے پوچھا وہ کیسی ہے یا رسول اللہ

قال غداء يوم وعشاء ليلة وفي حديث آخر انه عليه الصلوة والسلام قال من سأل وله خمسون درهما
فرمایا کھانا صبح کا اور کھانا رات کا اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص مانگے اور اوسکے پاس پچاس درہم

او عدلها من الذهب فقد سأل الحافا وفي لفظ آخر اربعون درهما فمهما اختلفت الروايات في التقديرات يلزم
یا سونا اوس قدر ہو تو اوسکا سوال لجاجت کا ہے اور ایک روایت میں چالیس درہم آئے ہیں اور جب تقدیرات کی روایتیں مختلف ہوئیں تو لازم ہے

ان تحمل على احوال مختلفة فما يحتاج اليه السائل في الحال من طعام يومه وليلته ولباس يلبسه ودار يسكنه
کہ مختلف احوال پر قیاس کیجاویں پھر جس چیز کا سائل فی الحال محتاج ہووے مثل دن اور رات کی کھانے کے اور کپڑے کی پہننے کا اور رہنے کی گھر کے

لا شك فيه واما سؤاله للمستقبل فله فيه ثلث درجات احدها ما يحتاج اليه غدا والثانية ما يحتاج اليه
تو اوسکے جواز میں کچھ شک نہیں ہے اور سوال کرنا آئندہ کے لئے اوسمیں سائل تین درجہ پر ہوتا ہے ایک یہ کہ کل کی روز اوسکا حاجتمند ہوگا دوسرا یہ کہ

بعد اربعين يوما او خمسين يوما والثالثة ما يحتاج اليه في السنة فنقطع ان من معه ما يكفيه ولعياله سنة
بعد چالیس یا پچاس دن کے اوسکا محتاج ہووے تیسرا یہ کہ سال بھر میں محتاج ہو سو ہمکو یقین ہے کہ جسکے پاس اتنا کچھ ہو کہ اوسکو اور اوسکے عیال کو سال بھر

فسؤاله حرام لان ذلك غاية الغناء فان كان يحتاج اليه قبل السنة لكن يقدر على السؤال في ذلك الوقت ولا
کفایت کرے تو اوسکو مانگنا حرام ہے کیونکہ یہ بڑی غنا ہے پھر اگر سال تمام ہونے سے پہلے حاجتمند ہووے لیکن اوس وقت حاجت پر بھی سوال کر سکتا ہو

يفوت فرصة السؤال لا يحل له السؤال لانه مستغن عن السؤال في الحال وربما لا يعيش الى الغد فيكون قد
فرصت سوال کی ہاتھ سے نہ جاتی ہو تو اوسکو اب سوال کرنا حلال نہیں کیونکہ بالفعل سوال کی حاجت نہیں ہے اور شاید کہ وقت آنے تک زندہ نہیں رہتا

سأل ما لا يحتاج اليه اذ وجد عنده ما يكفيه من غداء يومه وليلته وان كان يفوته فرصة السؤال ولا
تو اس صورت میں ناحق سوال کیا اسلئے کہ اوسکے پاس اتنا تھا جو صبح اور شام کی کھانے کو کفایت کرے اور اگر ایسا حال ہے کہ فرصت ہاتھ سے جاتی رہے

يجد من يعطيه لو اخرت السؤال يباح له السؤال لان البقاء الى السنة غير بعيد وهو بتاخير السؤال يخاف ان
اگر سوال پیچھے رکھیں تو کوئی دینے والا نہ ملیگا تو ابھی سوال کرنا مباح ہے کیونکہ برس بھر جینا کچھ بعید نہیں ہے اور سوال دیر پر رکھنے میں خوف ہے کہ

يبقى مضطرا عاجزا عما يغنيه والمدة التي يحتاج فيها الى السؤال لا يقبل الضبط وهو منوط باجتهاده ونظره
کہ مضطر اور عاجز رہ جاوے اور مقرر کرنا اوس مدت کا جسمیں حاجت سوال کی پڑ جاوے قابل ضبط کے نہیں ہے وہ صرف اوس کی قیاس پر ہے

لنفسه فيستفتي قلبه ويعمل به ولا يصغي الى تخويف الشيطان لانه يعد الفقر ويامر بالفحشاء التي [illegible]
اور جان کی خیر خواہی پر موقوف ہے سو یہ شخص اپنے دل سے فتویٰ لیوے اوسپر عمل کرے اور شیطان کی ڈرانے پر کان نہ دہرے وہ تو فقر کا وعدہ اور فحشا کا حکم کیا کرتا ہے

وان من عجز عن الكسب واشتد جوعه وخاف على نفسه يلزمه السؤال لان السؤال نوع اكتساب لما روي انه
بیشک جو شخص کسب کرنے سے عاجز ہو اور بھوک کا مرتا ہو اور جان کا خوف ہو تو اوسکو سوال کرنا چاہیے کیونکہ سوال بھی ایک طرح کی کمائی ہے اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی

عليه الصلوة والسلام قال السؤال آخر الكسب فان ترك السؤال في تلك الحالة حتى مات يأثم لانه القى نفسه
علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سوال سب سے پیچھے کی کمائی ہے پھر اگر ایسے حالت میں سوال نہ کیا اور مر گیا تو گنہگار ہوگا کیونکہ اپنی جان کو ہلاک کیا

الى التهلكة اذ كان السؤال يوصله الى ما يقوم به نفسه في تلك الحالة كالكسب ولا ذل في السؤال في تلك
اسواسطی کہ سوال کا وہ جیز میسر کرتی ہی جس سی اسکی جان ایسی حالت میں بچ جاتی جیسی کمانی سی اور ایسی حالت میں سوال سی کچھ ذلت نہیں ہوتی
الحالة وانما الذل اذا سأل من غير حاجة فان من له قوت يومه لا يحل له السؤال لانه يذل نفسه من
ذلت تو جب ہی کہ بلا ضرورت مانگی بیشک جسکی پاس ایکدن کا کہانا ہووی اوسکو سوال کرنا حلال نہیں ہی اسلئی کہ اپنی تئیں بی ضرورت
غير ضرورة وهو حرام لما روي انه عليه السلام قال لا يحل للمسلم ان يذل نفسه وان عجز عن طلب القوت
ذلیل کرنا ہی اور یہ حرام ہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ مسلم کو حلال نہیں ہی کہ اپنی تئیں ذلیل کری اور اگر وہ اپنی کہانی اور کمانی سی عاجز ہو
لنفسه يفترض على كل من علم حاله ان يطعمه او يدل عليه من يطعمه صونا له عن الهلاك وان امتنعوا
تو ہر واقف حال پر یہ فرض ہی کہ اوسکو کہانا دیوی یا ایسی کو جتلا دی کہ وہ اوسکو کہانا دیوی تاکہ وہ مرنی سی بچی اور اگر نہیں سی کسی نے دیا
من ذلك حتى مات يشتركون في الاثم وان اطعمه واحد يسقط الاثم عن الباقين قال الحسن البصري وابو
آخر وہ مرگیا تو گناہ میں سب شریک ہیں اور اگر کسی ایک نی بہی کہلا دیا تو سب سی گناہ جاتا رہا حسن بصری اور ابو عبید
عبيد من كان له اربعين درهما فهو غني وذهب الثوري وابن المبارك وابن احمد بن حنبل وطائفة من
کہتی ہیں جسکی پاس چالیس درہم ہوں تو وہ غنی ہی اور ثوری اور ابن مبارک اور احمد بن حنبل اور ایک جماعت علما کا یہہ مذہب ہی
العلماء الى ان من كان له خمسون درهما او قيمتها من الذهب لا يدفع اليه شيء من الزكوة وقالت الحنفية
جسکی پاس پچاس درہم ہوں یا اوس قیمت کا سونا تو ایسی کو زکوۃ نہ دینی چاہئی اور علماء حنفیہ کہتی ہیں
يجوز دفع الزكوة الى من يملك دون النصاب وان كان صحيحا مكتسبا مع قولهم من كان له قوت يومه
ایسی شخص کو زکوۃ دینی درست ہی جو مالک پوری نصاب کا نہو اگرچہ بہلا چنگا کماؤ کما ؤ ہو باوجودیکہ یہہ بہی کہتی ہیں جسکی پاس ایک روز کا قوت ہووی
لا يحل له السؤال وذكر في الخانية القدرة على الغداء والعشاء يحرم سؤال الغداء والعشاء ويجوز معها سؤال
اوسکو سوال حلال نہیں ہی اور خانیہ میں مذکور ہی کہ صبح شام کی کہانی کی قدرت صبح شام کا کہانا مانگنا حرام کردیتی ہی تسپر مانگنا کرتہ
الجبة والكساء وقال الزيلعي وكذا الفقير القوي يحرم عليه السؤال وروي ان عمر سمع سائلا يسئل بعد
اور چادر کا جایز ہی اور زیلعی کہتا ہی اور ایسی ہی ہٹی کٹی فقیر کو سوال کرنا حرام ہی اور روایت ہی کہ عمر رض نی سائل کو بعد مغرب کی مانگتی ہوئی سنا
المغرب فقال لواحد من خدامه عش الرجل فقام وعشاه ثم سمعه ثانيا يسئل فقال لخادمه الم اقل لك
سواپنی ایک خادم سی کہا شام کی خوراک اس سائل کو دیدی وہ اوٹہا اور دیدی پہر اوسکو دوبارہ سنا کہ مانگتا ہی پہر خادم سی کہا مینی تجہسی کہا نہیں تہا
عش الرجل فقال قد عشيته يا امير المؤمنين فنظر عمر فاذا تحت ابطه مخلاة مملوة خبزا فقال انك لست
کہ اوسکو شام کی خوراک دیدی عرض کیا یا امیر المؤمنین میں نی دیدی پہر عمر کیا دیکہتی ہیں کہ اوسکی بغل میں تہیلا روٹیونسی بہرا ہوا ہی فرمایا تو ہرگز سائل نہیں ہی
بسائل بل انك تاجر ثم اخذ مخلاته ونثر ما فيها بين يدي ابل الصدقة وضرب بالدرة فلو لم يكن سؤاله
بلکہ تو سوداگر ہی پہر اوسکا تہیلا لیکر جو اوسمیں تہا خیرات کی اونٹوں کی آگی بکہیر دیا اور اوسکو کوڑی سی تعزیر دی اب اوسکو اگر سوال کرنا حرام نہوتا
حراما لما ضربه ولما اخذ مخلاته ونثر ما فيها بين يدي الابل اما ضربه فكان للتاديب فيجوز تاديب السائل
تو اوسکو کیوں مارتی اور اوسکا تہیلا لیکر اونٹوں کی آگی کیوں ڈالدیتی البتہ اوسکا مارنا تادیب کی لئی تہا سو سائل کی تادیب اور اوسکا
وزجره اذا كان سؤاله على غير وجه الشرع واما اخذ ماله فانه راه مستغنيا عن السؤال وعلم ان ما اعطاه
دہمکانا جب سوال برخلاف شرع کرتا ہو تو جایز ہی اور رہا اوسکی مال کا لیلینا سو اسلئی کہ اوسکو سوال سی غنی دیکہا اور جانا کہ جسنی اوسکو دیا ہی
انما اعطاه على اعتقاد انه محتاج وقد كان كاذبا في اظهار الحاجة ولم يدخل في ملكه باخذه مع التلبيس
محتاج سمجہ کر دیا ہی اور یہ سائل بیشک حاجتمندی ظاہر کرنی میں جہوٹہا تہا سو اسکی ملک میں نہیں آیا مکر سی جو لیا ہی

دعس

وعسر تمييزه ورده الى اصحابه اذ لا يعرف اصحابه باعيانهم فبقي مالا لا مالك له فوجب صرفه الى مصالح
اور اب اوسکی تمیز دشوار ہی کہ اوسکی مالک پر رد کیا جاوی خاص خاص کیا معلوم ہی کسی کسی کا ہی اب مال لا مالک ہوگیا اب اوسکو مصالح مسلمین میں صرف کرنا

المسلمين واہل الصدقة وعلفها من مصالح المسلمين فصرفه اليها فعلم من فعل عمر ان السائل اذا تجاوز حد
واجب ہی اور صدقہ کی اونٹ اور اونکا کہانا مصالح مسلمین سی ہی سو اونکی آگی ڈالدیا حضرت عمر کی اس فعل سی معلوم ہوا کہ سائل اگر حد شرع سی تجاوز کری

الشرع يجوز زجره وتاديبه واما قوله تعالى واما السائل فلا تنهر فهذا في حق السائل المحتاج فان من كان
تو اوسکو جبر اور تادیب جایز ہی اور رہی یہہ آیت اور جو مانگتا ہو اوسکو نہ جہڑک سو یہہ حاجتمند سائل کی حق میں ہی بیشک جو شخص

يسئل لفاقة وحاجة وكان سواله على وجه الشرع يكون زجره معصية لكونه يريد الاخرة على ما قال ابرهيم النخعي
فاقہ اور حاجت کا مارا مانگتا ہو اور اوسکا سوال موافق شرع کی ہو تو ایسی کا زجر گناہ ہی کیونکہ وہ آخرت کا طالب ہی موافق قول ابراہیم نخعی کی

ان السائل يريد الاخرة الى باب احدكم يقول تبعثون شيئا الى اهليكم وقال ابرهيم بن ادهم نعم القوم السؤال يحملون
کہ بیشک سائل آخرت کا طالب ہوتا ہی جو تمہاری دروازی پر آکر کہتا ہی کیا دیتی ہو کچہہ اپنی اہل کو اور ابراہیم بن ادہم کہتی ہیں کیا خوب لوگ ہیں مانگنی والی ہمارا

زادنا الى الاخرة فاذا كان كذلك لا ينبغي ان يرده محروما بل ينبغي ان يعطي له شيئا ولو كان قليلا خيفة ان يكون
توشہ آخرت میں اوٹہا لیجاتی ہیں جب حال یہہ ہی تو لایق نہیں ہی کہ سائل محروم چلا جاوی بلکہ اوسکو کچہہ نہ کچہہ دیا چاہی اگرچہ تہوڑا سا ہو ڈرتا ہوں خوف سی شاید کہ

صادقا في اظهار الحاجة فيهلك من يرده محروما اذا قدر على اعطائه شيئا واما اذا لم يقدر على اعطائه شيئا فينبغي
اپنی حاجت سچ بیان کرتا ہو پہر اوسکی خرابی ہی جو محروم ہٹا دیوی اگر کچہہ دی سکتا ہی اگر کچہہ دینی کا مقدور ہی نہیں تو لایق یوں ہی کہ اچہی نرم بات کہکر

له ان يرده برد جميل من القول ولا يزجره ولا يغلظ له القول الا اذا الح عليه فحينئذ يجوز زجره وتغليظ القول
ہٹا دی نہ جہڑکی اور سخت بات کہی ہاں اگر وہ الحاح کی جاوی تو جہڑکنا اور سخت کہنا جایز ہی

عليه كما قال بعض العلماء اذا سئل فقير من انسان شيئا فرده برد جميل من القول ثم الح عليه الفقير يجوز ان
چنانچہ بعضی علماء کہتی ہیں جب فقیر کسی شخص سی کچہہ مانگی پہر وہ اوسکو اچہی بات سی ٹلادی پہر فقیر وہیں گڑ گڑاتی جاوی تو جہڑک دینا

يزجره ويغلظ عليه القول بان يقول له ما هذا الالحاح خف الله تعالى ولا تؤذ الناس بالحاحك فان الالحاح
اور سخت کہنا جایز ہی کہ اسطور کہی یہہ کیا الحاح ہی خدا سی ڈر اپنی الحاح سی لوگوں کو کیوں ستاتا ہی بیشک الحاح

ممنوع وكذا السائل الذي يسئل في المسجد ويؤذي الناس بتخطي رقابهم لا ينبغي ان يتصدق عليه لانه اعانة
ممنوع ہی اور ایسی ہی جو سائل مسجد میں مانگتا ہو اور نمازیوں کو ستا کر گردنوں پر کو اچکتا ہو تو ایسی کو دینا اچہا نہیں اسلئی کہ یہہ مسجد میں گناہ کی

له على الاثم في المسجد كما قال قاضيخان في فتاواه لا ينبغي ان يتصدق على السائل في المسجد الجامع لان ذلك
امداد ہی چنانچہ قاضیخان اپنی فتاوی میں کہتا ہی بہتر نہیں کہ مسجد جامع کی سائل کو خیرات دیجاوی کیونکہ نمازیوں کی ستانی کی

اعانة له على اذى الناس وعن ابي نصر العياضي انه قال من اخرج السؤال من الجامع ارجو ان يغفر الله له
امداد ہی اور ابی نصر عیاضی سی روایت ہی کہ کہتا ہی جو شخص سائل کو مسجد جامع سی باہر کردی مجہکو امید ہی کہ خدا اوسکو بخشدی

باخراجهم من المسجد وعن خلف بن ايوب انه قال لو كنت قاضيا لم اقبل شهادة من يتصدق على السائل في
اونکو جو مسجد میں سی نکالدیا اور خلف بن ایوب سی روایت ہی کہ کہتا تہا اگر میں قاضی ہوتا تو مسجد کی سائل کو خیرات دینی والی کی گواہی قبول نکرتا

المسجد وعن ابي بكر بن اسمعيل انه قال فلس واحد يحتاج الى سبعين فلسا ليكون تلك السبعون كفارة لذلك
اور ابی بکر بن اسماعیل سی روایت ہی کہ کہتا تہا ہیگا ایک پیسہ ہی اس ایک پیسی کی واسطی ستر پیسی چاہئیں تاکہ وہ ستر اس ایک پیسی کی کفارہ ہوں

الفلس الواحد وعن ابي مطيع البلخي انه قال لا يحل للرجل ان يعطي سؤال المساجد لما فيه من الوعيد فان كان
اور ابو مطیع بلخی سی روایت ہی کہ کہتا تہا کہ مسجدوں کی سائلوں کو دینا کسیکو حلال نہیں ہی کیونکہ اسمیں وعید آئی ہی پس اگر سائل

السائل لا يتخطى رقاب الناس ولا يمر بين يدي المصلي ويسئل لا ترك بدّ منه ولا يسئل الحافًا فلا بأس بالسؤال التصدق
لوگون کی گردنون پر نہ جاتا ہو اور نمازیون کی سامنی کو پہرتا ہو اور ضروری میں سوال کرتا ہو اور لگاح نہ کرتا ہو تو کچہ مضائقہ نہیں مانگنی کا تو دینی کا

عليه لما روي ان السؤال كانوا يسئلون على عهد رسول الله عليه الصلوة والسلام في المسجد حتى روي ان عليا
کیونکہ روایت ہی کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی عہد میں بہی منگتی مسجد میں مانگا کرتی تہی یہان تک کہ روایت ہی کہ علی

تصدق بخاتمه وهو في الركوع فمدحه الله تعالى بقوله ويؤتون الزكوة وهم راكعون وذكر في نصاب الاحتساب
عین رکوع کی اندا اپنی انگوٹہی دیدی اور الله تعالی اس آیت میں اونکی مدح کرتا ہی الذین دیتی ہین زکوة اور وہ رکوع کرتی ہین اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہی

ان القاضي سئل عن التصدق على سؤال المسجد الجامع في وقت الخطبة وقبلها هل يجوز ام لا فقال اما في الخطبة
کہ قاضی ہی کسی نی حال صدقہ کا پوچہا مسجد جامع کی منگنی والون پر جس حطبہ کی وقت اور حطبہ سی پہلی آیا جایز ہی یا نہیں قاضی نی جواب دیا

فلا يجوز التصدق بحال من الاحوال وان خيف الهلاك على السائل لان في وقت الخطبة لا يجوز الصلوة التي هي
خطبہ کی وقت تصدق کسی حالت مین جایز نہیں ہی اگرچہ سائل مر ہی لگی اسلئی کہ خطبہ کی وقت نماز ہی جایز نہین ہی جو تمام عبادات مین

راس العبادات واساسها ولا التسبيح والتهليل وقراءة القران فضلا عن التصدق واما قبل الخطبة فهي على
عمدہ اور عبادات کی بنیاد ہی اور نہ سبحان الله پڑہنا اور نہ تلاوت قرآن صدقہ کی تو کیا اصل ہی اور خطبہ سی پہلی اسکی

وجهين ان كان السائل يلزم مكانه ولا يدور من صف الى صف ولا يتخطى رقاب الناس فالتصدق عليه يجوز
دو حال ہین اگر سائل اپنی جگہ بیٹہا ہوا ہی صفون کو چیرتا نہیں پہرتا اور نہ نمازیون کی گردنون پر کو جاتا ہی تو ایسی کو دینا جایز ہی

ويثاب عليه واما اذا كان يتخطى رقاب الناس فالتصدق عليه حرام ومن تصدق عليه يشاركه في وزره
اور ثواب ہی اسپر اور وہ سائل جو نمازیون کی گردنون پر کو جاوی سو ایسی کو دینا حرام ہی اور جو شخص ایسی کو دیگا تو اوس سائل کی گناہ میں

الذي يعتريه من المرور بين يدي المصلي وتشوش في القراءة وتخطي رقاب الناس وروي انه عليه الصلوة والسلام
سوا اوسپر مصلیون کی سامنی سی پہرنی سی اور قراءت مین حیال بٹانی سی اور نمازیون کی گردنون پر کو چلنی سی گناہ ہوتا ہی اوسمین شریک ہوگا اور روایت ہی کہ

قال اذا كان يوم القيمة ينادي مناد الا ليقم اعداء الله ولا يقوم الا سؤال المساجد لان المساجد انما بنيت
فرمایا جب قیامت کا روز ہوگا تو منادی آواز دیگا سن خدا کی دشمن کہڑی ہو جاؤ سو بجز مسجد کی منگتونکی کوئی نہ کہڑا ہوگا کیونکہ مسجدین صرف نماز

للصلوة والذكر لا للكسب والشكاية من الله تعالى فان الانسان اذا جاء دار ملك وهو جالس مع اصدقائه
اور یاد الہی کی واسطی بنی ہین کمائی اور الله تعالی کی شکوہ شکایت کی واسطی نہیں ہین بیشک کوئی انسان جب بادشاہ کی دربار مین حاضر ہو کر اپنی دوستون مین بیٹہا ہو

فشكى منه بين يدي اصدقائه فانه يغضب عليه لا محالة فكذلك ههنا فعلى هذا كان القياس ان لا يجوز
پہر اوسکی شکایت اوسکی دوستون کی سامنی کری لگی تو وہ بادشاہ بیشک اوسپر غصہ کریگا ایسی ہی یہان اسکی اوپر قیاس مین یون آتا ہی کہ مسجد کی

التصدق على سؤال المساجد اصلا لما ذكرنا من المنقول والمعقول لكن استحسن في السائل الذي يسئل لحاجة
منگتون کو صدقہ دینا ہرگز جایز نہو ان دلائل عقلی اور نقلی سی جو مذکور ہو چکی ہین لیکن ایسی سائل کی لئی جو حاجتمند ہو وی

ولا يتخطى رقاب الناس ولا يسئل الحافًا بالنصوص العامة في التصدق وفي حق السائل والحاصل ان السؤال
اور نمازیون کی گردنون پر کو نہ جاتا ہو اور لپٹ کر سوال نہ کرتا ہو استحسانا جایز ہی کیونکہ نصوص صدقہ دینی مین اور سائل کی حق مین عام ہین خلاصہ یہ ہی کہ سوال مین

قد ورد فيه ما يدل على جوازه وما يدل على عدم جوازه فيكون قسمين احدهما جائز فيجوز الاعطاء لاجله
دونو طرح کی روایات ہین بعضی سی جواز معلوم ہوتا ہی اور بعضی سی عدم جواز سو سوال دو قسم کا ہوا ایک تو جایز سو اوسمین دینا بہی جایز ہی

والاخر غير جائز فلا يجوز الاعطاء لاجله واذا لم يعلم حال السائل هل يسئل عن حاجة
اور دوسرا ممنوع اوسمین دینا بہی جایز نہیں اور اگر سائل کا حال معلوم نہو کہ آیا حاجتمند ہی

أو غير حاجة ولو يظهر منه ما يخالف الشرع ينبغي للمؤمن أن لا يرده
یا غنی ہے اور کوئی حرکت اوس سے خلاف شرع ظاہر نہو گا تو مؤمن کو لازم ہے کہ ایسے کو محروم نہ

محروما إذا قدر على إعطائه شيئا لاحتمال أن يكون محتاجا فلا يفعل من يرده
رکھے اگر کچھ دینے کی مقدور رکھتا ہے شاید وہ محتاج ہو پھر محروم رکھنا اچھا نہیں ہے

محروما إذا قدر على إعطائه شيئا وقد حكي عن بعض الفقراء أنه ضعف من الجوع فقيل له لم لا تسئل والسؤال
اگر کچھ دینے کی مقدور رکھتا ہو اور کسی فقیر کی حکایت ہے کہ وہ مارے بھوک کے ناتواں ہو گیا کسی نے کہا تو مانگ کیوں نہیں لیتا تجکو

حلال عليك لأن فقال أخاف أن أسئل الناس فيردوني محروما مع قدرتهم على الإعطاء فيهلكهم الله تعالى
تو اس حالت میں سوال کرنا حلال ہے اوسنے کہا مجھکو یہہ ڈر ہے کہیں لوگوں سے مانگوں پھر وہ مجھکو باوجود مقدور کی محروم رکھیں اور اسیواسطے انکو اللہ تعالیٰ ہلاک کرڈالے

ثم ينبغي أن يعلم أن العلماء إذا سئلوا في مجلس علمهم شيئا عن الناس لا يحل لهم ذلك لكون ذلك اكتسابا بالعلم
یہہ سمجھنے کی بات ہے کہ اگر علما درس تدریس کی مجلس میں لوگوں سے کوئی شی طلب کریں تو یہہ اونکو حلال نہیں ہے کیونکہ علم اور طاعت سے کمائی ہے

والطاعة سواء سئلوا لأنفسهم أو لغيرهم ومن السؤال المذموم أهداء قدر لأخذ كثير كما يفعل في دعوة العرس
برابر ہے کہ اپنی لیے طلب کریں یا غیر کی واسطے اور ایک بڑا سوال یہہ ہے کہ تہوڑا تحفہ دیکر بہت سالینا چاہئے جیسے عرس اور ختنوں کی دعوت

والختان واتخاذ الغنم لأجل النسل ذكر فيه نزل قوله تعالى ولا تمنن تستكثر ثم ينبغي أن يعلم أيضا أنه عليه السلام
میں ہوتا ہے اور بکری لینا صرف واسطے حصول نسل کی کیونکہ کہتے ہیں کہ یہہ آیت اسی باب میں نازل ہوئی ہی اور نہ کر احسان کہ وہ زیادہ دی … یہہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت علیہ السلام نے

قال لأبي بكر وأبي ذر وثوبان لا تسئلن أحدا شيئا وإن سقط سوطك وكان أبو بكر وثوبان ينزلان عند سقوط
ابو بکر اور ابو ذر اور ثوبان سے فرمایا کسی سے کچھ نہ مانگنا اگرچہ کوڑا گر پڑے اور ابو بکر اور ثوبان کا یہہ حال تھا کہ اگر انکا کوڑا گرتا لوگوں کی

سوطهما أو أجمع ما يكون من الناس ولا يقولان للمشاة عندهما ناولونيه فدل هذا على أن حرمة السؤال لا تقتصر
مجمع میں اوسکے گرپڑتا تو اوتر کر اوٹھاتے کسی پاس کی پیادہ سے یہہ نہیں کہتے ذرا کوڑا پکڑا دینا اس سے معلوم ہوا کہ سوال کی حرمت کچھ مال پر منحصر نہیں ہے

على سؤال المال بل تعم الاستخدام وسؤال النفقة عمن لا حق له فيه خصوصا إن كان صبيا أو مملوكا للغير
بلکہ خدمت لینی کو بھی شامل ہے اور سوال نفقہ کو بھی ایسی شخص سی کہ اوسمیں حق نہیں خاص کر اگر کچھ نابالغ ہو یا غیر کا غلام ہو

أو أجنبي نفسه فيجوز استخدامه لتهذيبه وتأديبه وكذلك يجوز استخدام مملوكه وأجيره وزوجته في مصالح
ہاں اگر اپنا بچہ ہو تو اوس سے خدمت لینی واسطے تہذیب اور تادیب کی درست ہے اور ایسی ہی اپنی غلام سے اور مزدور سے خدمت لینی جائز ہے اور اپنی بی بی سے

داخل بيته وتلميذه بإذنه إن كان بالغا وبإذن وليه إن كان صبيا يسر الله تعالى عملا موافقا لرضائه
گہر کی اندر کے کار بار میں اور اپنی شاگرد سی بشرط اجازت اگر بالغ ہو اور باجازت ولی کی اگر نابالغ ہو الٰہی ہمپر عمل موافق اپنی رضا کی آسان کر

المجلس السادس والسبعون في بيان حقوق المماليك على المولى وغيره من
چہتروین مجلس غلاموں کی حقوق میں مولی پر اور سوا اوسکی

الأحكام قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للمملوك طعامه وكسوته ولا يكلف من العمل إلا ما يطيق
اور احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واسطے غلام کی ہی اوسکا کہانا اور پہننا اور طاقت سے زیادہ کام کی تکلیف نہ دیا جاوے

هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه أبو هريرة ومعناه أن المملوك عبدا كان أو أمة يجب على مولاه من
یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت ہی اسکی معنی یہہ ہیں کہ مولی کو اپنی غلام ہو یا لونڈی خرچ بقدر کفایت

نفقته قدر ما يكفيه وكسوته قدر ما يحتاج إليه وليس له أن يكلفه من العمل إلا ما يطيقونه كما قال في كتاب
اور کپڑا بمقدار حاجت کی مولی پر واجب ہے اور مولی کو نہیں چاہئے کہ کار بار میں ایسی تکلیف دی جو طاقت رکھتا ہو اسواسطے کہ

الكريم لا يكلف الله نفسا الا وسعها وقد روي عن علي بن ابي طالب انه عليه السلام قال في خطبته يا ايها الناس

بیچ کلام مجید کے فرماتا ہی اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر موافق گنجائش کے اور بیشک علی بن ابی طالب سے روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے خطبہ میں فرمایا ای لوگو

الله الله فيما ملكت ايمانكم فاطعموهم مما تاكلون والبسوهم مما تلبسون ولا تكلفوهم ما لا يطيقون فانهم لحم ودم

ڈرو اللہ سے ڈرو اللہ سے اپنی غلام لونڈیوں کے حق میں انکو کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور انکو پہناؤ جو تم پہنتے ہو اور وہ تکلیف نہ دو جو انسے سہر سکے کیونکہ وہ بھی گوشت اور خون ہیں

وخلق امثالكم فمن ظلمهم فانا خصمهم يوم القيمة والله حاكمهم وفي حديث اخر انه عليه السلام قال اخوانكم

تمہاری مثل پیدا ہوئی ہیں پھر جو انپر ظلم کریگا تو قیامت کو میں انکا دشمن ہونگا اور اللہ انکا حاکم ہوگا اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہاری

جعلهم الله تعالى تحت ايديكم فمن جعل الله تعالى اخاه تحت يده فليطعمه مما ياكل وليلبسه مما يلبس ولا

خدا نے انکو تمہاری ہاتھ تلے کر دیا ہی سو اللہ تعالی نے جسکی ہاتھ تلے یعنی فرمان بردار بھائی کو کر دیا ہی تو اوسکو وہی کھانا دیوی جو آپ کھاتا ہی اور وہی پہناوی جو آپ

يكلفه من العمل ما يغلبه فان كلفه ما يغلبه فليعنه عليه فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان المماليك

اور کام اتنی تکلیف کا نہ دیوی جو اوسپر غالب آجاوی اور اگر ایسی ہی تکلیف دی تو اوسکی مددگاری کری بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں بیان فرمایا کہ مملوک

من العبيد والاماء اخوان لملاكهم اما من جهة كونهم من بني ادم ومن جهة كونهم مسلمين فمن كان

غلام لونڈیاں اپنی مالکوں کی بھائی ہیں یا اس جہت سے کہ سب بنی آدم ہیں یا اس جہت سے کہ مسلمان ہیں پھر جسکی ہاتھ تلے اوسکا بھائی ہووی

اخوه تحت يده يجب عليه ان يطعمه مما ياكل ويلبسه مما يلبس ولا يكلفه من العمل الا ما يتمكن ان يخرج

تو اوسپر واجب ہی کہ اوسکو وہی کھانا دیوی جو آپ کھاتا ہی اور وہی پہناوی جو آپ پہنتا ہی اور وہ کام کہ جسکو وہ بسکتا سکی

من عهدته ويطيق ان يدوم عليه لا على ما يطيق عليه يوما ويومين واكثر ثم يعجز عنه بل ان كلفه امرا

اور اوسکو ہمیشہ کر لیا کری ایسا کام نہ کہ ایک دو دن یا کچھ زیادہ کر کر پھر تھک رہی مگر اگر کوئی کام دشوار کہی

صعبا يعينه عليه ولا يجمع عليه عملين واكثر مثل ان يامره بالخبز والطبخ والغسل لما روي ان رجلا دخل

تو اوسکی مدد کری اور دو کام یا زیادہ اوسپر نہ ڈالی مثل اوسکو حکم کری روٹی پکا اور سالن پکا اور نہلا کیونکہ روایت ہی کہ ایک شخص سلمان کی

على سلمان وهو يعجن فقال يا ابا عبد الله ما هذا فقال بعثت الخادم في شغل فكرهت ان اجمع عليه

پاس آیا وہ آٹا گوندتی تہی اوسنی تعجب سے کہا یا ابا عبد اللہ یہہ کیا ہی جواب دیا میں نی غلام کو ایک کام بہیجا ہی مجکو پسند نہیں آیا کہ اوسپر دو کام

عملين وقد جاء في الحديث انه عليه السلام قال لا يدخل الجنة سيء الملكة والمراد بسيء الملكة من يسيء

ڈالدوں اور حدیث میں آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا برا مالک جنت میں نہیں جاویگا اور مراد بری مالک سی وہ شخص ہی کہ اپنی غلام سی

مملوكه وذكر في كتب الفقه ان المولى يجب عليه نفقة مملوكه فان ابى عن الانفاق عليه فان كان المملوك

ساتہ برائی کری اور فقہ کی کتابوں میں مذکور ہی کہ غلام کا خرچ مولی کی ذمہ واجب ہی پہر اگر مولی اوسکی خرچ سی انکار کری تو وہ غلام اگر

قادرا على الكسب يؤمر المولى ببيعه لما روي عن ابي ذر انه عليه السلام قال من لائمكم من مملوكيكم فاطعموه

کما سکتا ہی تو قاضی مولی سی کہی کہ اوسکو بیچ ڈال کیونکہ ابوذر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو غلام تمہاری موافق ہو تو اوسکو وہی کہانا دو جو

مما تاكلون واكسوهم مما تكسون ومن لم يلائمكم منهم فبيعوهم فلا تعذبوا خلق الله تعالى يعني ان من كان

کہاؤ اور اپنی کپڑوں سی کپڑا پہناؤ اور جو موافق نہو اوسکو بیچ ڈالو اللہ کی بندوں پر عذاب مت کرو مراد یہہ ہی کہ جو تمہارا

مملوكيكم موافقا لكم فاحسنوا اليهم ومن لم يكن منهم موافقا لكم فبيعوهم ولا تعذبوهم وذكر الفقيه ابو الليث

غلام تمہاری موافق ہووی تو اوسکی ساتہ سلوک کرو اور جو تمہارا موافق نہیں ہی تو اوسکو بیچ ڈالو اونکو عذاب مت کرو اور فقیہ ابو اللیث

في التنبيه عن عطاء بن يسار انه با ذر ضرب وجه غلام له فاستعدى عليه النبي عليه السلام قال لا انظر

تنبیہ الغافلین میں عطاء بن یسار سی روایت کرتی ہیں کہ ابوذر نی اپنی غلام کی منہہ پر مارا سو نبی علیہ السلام نی اوسکی فریاد رسی کی فرمایا مسلمان کی منہہ پر مت مارا کرو

ويدعو المسلمين واطعموهم مما تأكلون والبسوهم مما تلبسون وان رابوكم فبيعوهم وروي عن ابي مسعود الانصاري
دیکر کسلاو جو تم کہاتی ہو اور پہناؤ جو تم پہنتی ہو پہر اگر وہ تمہاری ساتھ دہا دیں تو اونکو بیچو ڈالو اور ابو مسعود انصاری سے

انه قال كنت اضرب غلاما لي فسمعت من خلفي صوتا اعلم ابا مسعود لله اقدر عليك منك عليه
کہ وہ کہتی ہیں کہ میں اپنی غلام کو مارتا تہا سو میں نی اپنی پیچہی سے یہ آواز سنی سمجہہ لی ای ابو مسعود اسے تجہہ پر بہت توانا ہی بہ نسبت تیری اس غلام پر

فالتفت فاذا هو رسول الله عليه السلام فقلت هو حر لوجه الله تعالى فقال عليه السلام لو لم تفعل للفحتك
پہر میں نی مڑ کر دیکہا تو رسول الله صلی الله علیہ وسلم ہی میں نی عرض کیا یہ واسطی خدا کی آزاد ہی پہر رسول الله صلی الله علیہ وسلم نی فرمایا اگر تو یوں نہ کرتا تو البتہ تجہکو

النار او لمستك النار وفي حديث آخر رواه ابن عمر انه عليه الصلوة والسلام قال من ضرب غلاما له حدا
آگ جہونکتی یا یہہ فرمایا بیشک تجہکو آگ لگتی اور ایک اور حدیث میں ہی ابن عمر کی روایت سے کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی اپنی غلام کو ناحق حد ماری

لم يأته او لطمه فان كفارته ان يعتقه يعني ان من ضرب غلامه على ذنب لم يفعله او لطمه فاثر ذلك
یا طمانچہ مارا تو اوسکا کفارہ یہہ ہی کہ اوسکو آزاد کر دی مراد یہہ ہی کہ جسنی اپنی غلام کو خطا کی بہانہ مارا حالانکہ وہ نہیں ہوئی یا طمانچہ مارا تو اوس مار کا وبال

الضرب لا يزول الا باعتاقه هذا اذا لم يصدر عنه ذنب واما اذا صدر عنه ذنب فقد رخص النبي عليه السلام
بدون آزادی کی نہیں جاتا یہہ اوس صورت میں ہی کہ اوس سی خطا نہوئی ہو اور اگر اوسنی خطا کی ہو تو بیشک نبی علیہ السلام نی اجازت دی ہی

في تأديبه بقدر ذنبه فان العقوبة بالضرب على وجه التعزير ينبغي ان لا يبلغ حده اقل الحد واقله اربعون
کہ بمقدار گناہ کی اوسے سزا دیجائے کیونکہ بطور تعزیر کی مار کر سزا دینی بہتر یہہ ہی کہ کم ہی کم حد کی حد کو نہ پہنچے اور حد کی کم سی کم چالیس درے ہیں

سوطا وهو حد العبيد والاماء في القذف والشرب فينبغي ان يكون التعزير عند ابي حنيفة اقل من ذلك
اور یہہ حد غلام اور لونڈیوں کی ہی گالی دینی اور شراب خوری میں اس سزا دینی یہہ ہی کہ امام ابو حنیفہ کی نزدیک تعزیر اس مقدار سی کم ہو

بان يكون اكثره تسعة وثلثون سوطا واقله ثلثة وانما كان اقله ثلثة اذ باقل منها لا يقع الزجر فيضربه
یعنی زیادہ سی زیادہ انتالیس درے ہوں اور کم سی کم تین درے اور کم سی کم تین اسلئی ہیں کہ اس سی کمتر میں کچہہ دہمکی نہیں ہوتی پہر تین سی لیکر

منها الى تسعة وثلثين قدر ما يرى انه ينزجر منه لكن لا يضربه عند غضبه بل يضربه بعد انتفاء غضبه
انتالیس تک اختیار ہی جتنی میں دیکہی کہ اب مان گیا لیکن اوسکو غصہ کی وقت نہ مارے بلکہ جب غصہ جاتا رہی تو مارے

اذ قد يضربه بالغضب زيادة على قدر ذنبه فيؤخذ بقدر الزيادة يوم القيمة بل ينبغي له عند غضبه عليه
اسلئی کہ غصہ میں شاید کہ گناہ سی زیادہ مار بیٹہی پہر اوس بڑہتی کی بدلہ قیامت کی دن مواخذہ ہووی بلکہ یوں چاہیئی کہ جب غلام پر کسی

بجرم وخيانة ان يتفكر في معاصيه وجناياته على الله تعالى وتقصيره في طاعة الله تعالى ويرى تقصير مملوكه
جرم اور خیانت سی غصہ آوی تو فکر کری کہ میں نی الله تعالی کی گناہ کتنی کئی ہیں اور طاعت الہی میں کیا کیا قصور کیا ہی پہر مملوک کی تقصیر

في خدمته ناشيا من تقصيره في خدمة خالقه ويعفو عنه في اليوم والليلة سبعين مرة لما روي عن عبد الله
اپنی خدمت میں دیکہہ کر خیال کری کہ یہہ خدمت خالق کی تقصیر کا وبال ہی اور رات دن میں اوسکی ستر خطائیں معاف کر دیا کری کیونکہ عبد الله

بن عمر ان رجلا جاء الى النبي عليه السلام فقال يا رسول الله كم نعفو عن الخادم فسكت ثم اعاد الكلام فصمت
بن عمر سی روایت ہی کہ ایک شخص نی نبی صلی الله علیہ وسلم سی آکر پوچہا یا رسول الله ہم خادم کو کئی بار معاف کر دیا کریں آپ چپ ہو رہی اوس نی دوبارہ عرض کیا آپ پہر چپ رہی

فلما كانت الثالثة قال اعفوا في كل يوم سبعين مرة وفي حديث آخر انه عليه الصلوة والسلام قال اذا ضرب
پہر جب تیسری بار عرض کیا تو فرمایا ہر روز ستر بار معاف کیا کرو اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب تم میں سی کوئی

احدكم خادمه فذكر الله تعالى فليمسك اي ينحي عنه بالعفو بتذكر قصاص يوم القيمة ولا يضربه على زلة
اپنی غلام کو مارتی اور وہ الله کا نام لیوی تو چاہیئی کہ باز رہی یعنی معاف کر کی الگ ہو جاوی اور قیامت کی دن کا قصاص یاد کری اور اوسکو ادنی لغزش

وسیان ولا علی کسر الاناء لما روی عن کعب بن عجرة انه علیه السلام قال لا تضربوا اماءکم علی کسر انائکم
اور بہول پر نہ مارے اور نہ برتن ٹوٹنے پر مارے کیونکہ کعب بن عجرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنی لونڈیوں کو برتن توڑنے پر مت مارا کرو

فان لہا اجالا کاجال الناس وفی حدیث اخر رواہ الصعق انہ علیہ السلام قال لا تغضبوا ولا تسخطوا فی
کیونکہ برتنوں کی بہی عمر ہوتی ہے جیسی آدمیوں کی اور ایک اور حدیث میں آیا ہے صعق کی روایت سے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا برتن ٹوٹنے پر غصہ مت کرو اور مت جہنجہلاؤ

کسر الانیة فان لہا اجال کالانس وقد حکی ان میمون بن مہران کان عندہ ضیف فاستعجل علی جاریتہ بالعشاء
بیشک برتنوں کی عمریں ہیں انسانوں کی سی اور حکایت ہے کہ میمون ابن مہران کے پاس مہمان آگیا اونے جلدی سے لونڈی کی ہاتہہ شام کا کہانا منگایا

فجاءت مسرعة وفی یدہا قصعة مملوة بطعام حار فعثرت واراقتہا علی راس سیدہا قال سیدہا احرقتنی یا جاریة
وہ بہاگی آئی اور اوسکی ہاتہہ میں پیالہ گرم گرم کہانے کا بہرا ہوا تہا سو پہسل کر گر پڑی اور وہ کہانا مولی کی سر پر گر گیا مولی نے کہا ای لونڈی تو نے مجہکو جلا دیا

فقالت الجاریة یا معلم الخیر و یا مؤدب الناس ارجع الی ما یقول اللہ تعالی قال ما یقول اللہ تعالی قالت یقول
وہ لونڈی بولی ای معلم الخیر اور ای مؤدب الناس خیال تو کر اللہ تعالی کیا فرماتا ہی مولی نے کہا اللہ تعالی کیا کہتا ہی بولی فرماتا ہی

والکاظمین الغیظ قال کظمت غیظی قال زد فان اللہ تعالی یقول والعافین عن الناس قال قد عفوت
اور دبا لیتی ہیں غصہ میمون نے کہا میں نے اپنا غصہ دبا لیا لونڈی بولی زیادہ کر اللہ تعالی فرماتا ہی اور معاف کرتی ہیں لوگوں کو میمون نے کہا میں نے تجہکو معاف کیا

عنک قالت ان اللہ تعالی یقول واللہ یحب المحسنین قال انت حرة لوجہ اللہ تعالی وقیل للاحنف
لونڈی نے کہا اللہ تعالی فرماتا ہی اور اللہ چاہتا ہی نیکی والوں کو میمون نے کہا تو واسطی خدا کی آزاد ہی اور احنف بن قیس سے

بن قیس ممن تعلمت الحلم قال من قیس بن عاصم انہ کان فی دارہ جالسا اذ اتت جاریتہ بسفود علیہ شواء فسقط
کسی نے پوچہا تو نے حلم کس سے سیکہا ہی کہا قیس بن عاصم سے وہ اپنی گہر میں بیٹہا تہا ناگاہ اوسکی لونڈی کباب کی جلتی ہوئی سیخ لئے ہوئی آئی سو وہ سیخ اوسکی ہاتہہ سے

من یدہا السفود علی ابن لہ فعقرہ فمات فدہشت الجاریة فقال لا یسکن روع ہذہ الجاریة الا العتق فقال
چہوٹ کر قیس کی بیٹے پر گر پڑی اوسکو زخمی کر دیا پہر وہ مر گیا اسمیں وہ لونڈی بہوچکا رہ گئی پہر قیس نے کہا اس لونڈی کا خوف بدون آزاد ہوئے نہیں جاوے گا پہر کہا

انت حرة لوجہ اللہ تعالی یا جاریة لا باس علیک وروی عن ابی امامة انہ علیہ الصلوة والسلام وہب لعلی
ای جاریہ تو واسطے خدا کی آزاد ہی ڈر کا مت اور ابو امامہ سے روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے حضرت علی کو ایک غلام دیا

غلاما فقال لہ لا تضربہ فانی نہیت عن ضرب اہل الصلوة وقد رایتہ یصلی فانہ علیہ السلام اشار فی
اور فرمایا اسکو مارنا مت کیونکہ مجہکو نمازی کی مار ڈالنے سے ممانعت ہوئی ہی اور میں نے اسکو نماز پڑہتے دیکہا ہی بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں اشارہ

ہذا الحدیث ان المصلی لا یاتی غالبا بما یستحق الضرب لان الصلوة تنہی عن الفحشاء والمنکر وروی عن الحسن البصری
فرمایا کہ نمازی اکثر ایسی خطا نہیں کرتا جسمیں مار کہاوی اسلئے کہ نماز فحشاء اور منکرات سے بچا رکہتی ہی اور حسن البصری کی روایت ہی

انہ سئل عن مملوک یرسلہ مولاہ فی حاجة وتحضرہ صلوة الجماعة او الجمعة بای ذلک یبدا قال بحاجة مولاہ
کہ اونسے کسی نے حال غلام کا پوچہا کہ اوسکو مولی کسی کار کو بہیجی اور اوسکو جماعت کی یا جمعہ کی نماز پیش آجاوی تو اب کیا کری جواب دیا مولی کا کام

قال الفقیہ ابو اللیث ہذا اذا کان فی الوقت سعة ولا یخاف فوت الصلوة واما اذا خاف فوتہا فلا یجوز لہ
فقیہ ابو اللیث کہتی ہیں یہہ جب ہی کہ وقت میں گنجایش ہو اور نماز کی فوت کا خوف نہو اور اگر فوت کا خوف ہو تو پہر نماز کی وقت سے تاخیر

تاخیرہا عن وقتہا لما روی انہ علیہ السلام قال لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق وذکر فی المظہر ان السید
جائز نہیں ہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا خدا کی گناہ میں بندہ کی تابعداری نہیں ہی اور مظہر میں مذکور ہی کہ مولی کو

لا یجوز لہ ان یمنع عبدہ عن اداء فرائض اللہ تعالی لاجل خدمتہ واذا ادی العبد فرائض اللہ تعالی لا یجوز
جائز نہیں ہی کہ غلام کو اپنی خدمت کی نظر سے فرائض الہی ادا نکرنی دی اور غلام جب فرائض الہی ادا کر چکی تو اوسکو جائز نہیں ہی

له ان یترك خدمة سیده ویشتغل بعبادة غیر واجبة علیه الا ان یاذن له سیده فیها حتی لو احرم
کہ مولی کی خدمت چھوڑ کر عبادت غیر واجبی کرنی لگی البتہ اگر اوسکا مولی اجازت دیوی تو مضائقہ نہین یہاں تک کہ اگر غلام نی حج کی

للحج بغیر اذن سیده یجوز للسید ان یخرجه من الاحرام ویمنعه عن اتمام الحج ولو حج وفات عنه خدمة
ہی احرام باندہا تو مولی کو جائز ہی کہ اوسکو احرام میں سی نکال لی حج پورا نہ کرنی دی اور اگر غلام نی حج کیا اور اوسمین خدمت مولی کی فوت ہو گئی

سیده یکون اثما وکذا یجوز لسیده ان یمنعه عن صلوة النفل وصوم النفل ولا یجوز له ان یمنعه
تو گنہگار ہوگا اور ایسی ہی مولی کو جائز ہی کہ غلام کو نماز نفل اور روزہ نفل سی روکدی اور مولی کو یہہ جائز نہین ہی کہ تشہد اور الحمد

عن تعلم التشهد والفاتحة وعدة سور من القرآن وفرائض الصلوة والصوم لان هذه الاشیاء واجبة
اور چند سورتین قرآن کی اور فرائض نماز روزہ کی نہ سیکہنی دی اسلئی کہ یہہ سب واجب ہین

لا یجوز اهمالها بخلاف غیرها وینبغی للعبد ان یغتنم ایام رقه لما روی انه علیه السلام قال اذا نصح العبد لسیده
انکا ترک جائز نہین ہی اس سی علاوہ کا ترک مضائقہ نہین اور غلام کو چاہئی کہ اپنی غلامی کا زمانہ غنیمت سمجہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب غلام اپنی

واحسن عبادة ربه کان له الاجر مرتین وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال نعما للمملوك ان یتوفاه الله تعالی
اور عبادت اپنی رب کی اچہی ادا کرتا ہی تو اوسکو دوہرا ثواب ہوتا ہی اور ایک اور حدیث مین ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کیا اچہا غلام ہی جسکو اللہ تعالی وفات دی

بحسن عبادة ربه وطاعة سیده نعماله وقد روی انه علیه السلام قال فی وعید الابق من مولاه اذا
کہ رب کی عبادت اور مولی کی اطاعت اچہی کر گیا اوسکو نعمت ہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی غلام کی حق مین جو مولی سی بہاگ جاوی فرمایا جب غلام بہاگ جاتا ہی

ابق العبد لم یقبل له صلوة وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال ایما عبد ابق برئت منه الذمة وینبغی
تو اوسکی نماز قبول نہین ہوتی اور ایک اور حدیث مین ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو غلام بہاگ جاتا ہی اوس سی ذمہ خالی ہی اور مولی کو

للمولی اذا طالت مدة مملوکه فی خدمته ان یعتقه لعله ینجو به مما بقی علیه من حقوقه ومظالمه براسا
لازم ہی کہ جب غلام کو خدمت کرتی ہوئی مدت دراز ہو جاوی تو اوسکو آزاد کر دی کیا بعید ہی کہ اسکی سبب اپنی حقوق اور مظالم سی برابر برابر بچ جاوی

برأس ولعل الله تعالی یعتق بکل عضو منه عضوا منه لما روی عن ابی هریرة انه علیه السلام قال
شاید کہ اللہ تعالی غلام کی ہر عضو کی بدلہ اسکی اعضا کو آزاد کری کیونکہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

من اعتق رقبة مسلمة اعتق الله تعالی بکل عضو منه عضوا من النار حتی فرجه بفرجه وفیها اشارة
جسنی غلام مسلمان آزاد کیا تو اللہ تعالی اوسکی ہر عضو کی بدلہ اسکی اعضا آگ سی آزاد کریگا یہان تک کہ اسکی شرمگاہ اوسکی شرمگاہ کی بدلہ اسمین اشارہ ہی

الی استحباب اعتاق کامل الاعضاء بان لا یکون مجبوبا او خصیا انما ما للمقابلة اذ فهم منه انه تعالی
کہ آزاد کرنیکا حق یہہ ہی کہ اعضا کامل ہون ایسا کہ ذکر بریدہ یا خوجہ نہو تا کہ پورا مقابلہ ہو جاوی اسلئی کہ اس حدیث سی یوں معلوم ہوتا ہی

یعتق فرج المعتق من النار بمقابلة اعتاق فرج مملوکه من الرق ولذلك قیل المستحب ان یعتق الرجل
کہ اللہ تعالی معتق کی شرمگاہ آگ سی آزاد کر دیتا ہی بدلہ مین آزادگی شرمگاہ غلام کی غلامی کا اسیلئی کہتی ہین کہ مستحب یہہ ہی کہ مرد تو غلام آزاد کیا کری

عبدا والمرأة امة تحقیقا للمقابلة وکذا ینبغی للسید اذا اتی مملوکه بطعام قد اصلحه ان یقعد معه
اور عورت لونڈی تاکہ مقابلہ ثابت ہو جاوی اور ایسی ہی سید کو لازم ہی کہ جب غلام کہانا پکا کر لاوی تو اوسکو اپنی ساتہہ دستر خوان پر بٹہالی

علی الخوان وان لم یقعده یعطیه لقمة ویقول له کل هذه لما روی عن ابی هریرة انه علیه السلام
اور اگر نہ بٹہاوی تو ایک لقمہ ہی دیدی اور کہدی کہ کہالی کیونکہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

قال اذا صنع لاحدکم خادمه طعامه ثم جاء به وقد ولی حره ودخانه فلیقعده معه فلیأکل فان
جب تمہاری کسی غلام کہانا پکاوی پہر لیکر آوی اور بیشک اوسنی گرمی اوٹہائی اور دہوان کہایا تو چاہئی کہ اوسکو کہانی کو ساتہہ بٹہالی اگر

كان الطعام مستغرها قليلا فليضع في يده منه اكلة او اكلتين وفي الفتاوى رجل لا ينفق على عبده

کہا ہمراہ بہت ہوں اور کہا تا تہوڑا ہو تو اوسکی ہاتہہ پر ایک یا دو لقمہ رکہدی اور فتاوی میں ہی کہ ایک شخص غلام کا خرچ نہیں اوٹہاتا

ان كان العبد قادرا على الكسب لا ياكل من مال مولاه بلا رضاه وان لم يكن قادرا على الكسب او منعه

اگر وہ غلام کمانی پر قادر ہی تو مولی کی مال میں سی اوسکی بلا رضا نہ کہا وی اور اگر کما نہیں سکتا یا مولی کمانی نہیں

مولاه عن الكسب يجوز له ان ياكل من مال مولاه بلا رضاه والامة تاكل مطلقا وروي عن ام سلمة رضي

دیتا تو اسے جائز ہی کہ مولی کی مال میں سی بلا اجازت کہا لی اور لونڈی بہر حال کہا لیگی ام سلمہ سی روایت ہی

انه عليه السلام كان يقول في مرضه الصلوة وما ملكت ايمانكم فانه عليه السلام قرن المماليك بالصلوة

کہ نبی علیہ السلام مرض کی حالت میں فرماتی تہی نماز کی اور مملوک کی حفاظت کرو بیشک نبی علیہ السلام نی ممالیک کو نماز کی ساتہہ ملا کر

وامر بحفظهم كما امر بحفظها ليعلم ان القيام بمقدار حاجتهم من الطعام واللباس وتعليم الدين واجب

اونکی حفاظت کا حکم دیا جیسا نماز کی حفاظت کا تاکہ معلوم ہو کہ مالیک کی خدمت بقدر حاجت کہانی پہنی اور دین سیکہنی کی مالکوں کی ذمہ

على من يملكهم كما يجب الصلوة عليهم فان المسلم كما يجب عليه نفقة عبيده واماءه قدر ما يكفيهم كذلك

ایسی واجب ہی جیسی اونپر نماز واجب ہی بیشک مسلمان پر جیسی خرچ غلاموں اور لونڈیوں کا بقدر کفایت واجب ہی ایسی ہی

يجب عليه ان يعلمهم ما فرض الله تعالى عليهم وما نهاهم عنه فان هذا امر قد اهمل اكثر العلماء في هذا

اوسپر یہہ واجب ہی کہ سکہادی اللہ تعالی نی کیا کیا اونپر فرض کیا ہی اور کیا کیا منع کیا ہی بیشک یہہ ایسا کام ہی کہ اس زمانہ میں اکثر علما نی چہوڑ دیا ہی

الزمان فضلا عن العوام فان العبيد والاماء في هذا الزمان لا يقصدون بالتعليم اصلا بل انما يقصدون

عوام کو کیا روئیں بیشک غلام لونڈیاں اس زمانہ میں دین سیکہنی کا ارادہ ہرگز نہیں کرتی بلکہ بجز مقاصد

لقضاء المآرب الدنيوية فقط كانهم عندهم حيوان بهيمي لا تكليف عليهم فان كثيرا ممن يدعي

دنیوی کی کچہہ ارادہ نہیں کرتی گویا وہ اپنی مالکوں کی پاس بیل ڈنگر ہیں اونکی ذمہ احکام شرعی نہیں ہیں بیشک اس زمانہ میں اکثر شخص جو اسلام

الاسلام في هذا الزمان يكون عنده عبيد واماء فلا يامرهم بواجب ولا ينهاهم عن حرام بل يكون العبد

دعوی کرتی ہیں اونکی پاس غلام لونڈیاں ہیں پر اونکو کسی واجب کا حکم کرتی ہیں اور نہ حرام سی روکتی ہیں بلکہ غلام لونڈیوں کو

الجارية في ملكه عدة سنين لا يصليان الصلوة المفروضة ويرتكبان امورا كثيرة من المناهي والمنكرات

اونکی ملک میں کئی کئی برس گذر جاتی ہیں کہ فرض نماز نہیں پڑہتی اور بہتیری اعمال مناہی اور منکرات کی

وهو يراهما ويتغافل عنهما ويظن ان اثمهما عليهما لا عليه ولا يعلم ذلك المسكين انه مؤاخذ بما صدر عنهما

وہ میاں دیکہا کرتی ہیں اور کچہہ نہیں کہتی اس خیال میں ہیں کہ اونکا گناہ اونپر ہی مجہپر نہیں ہی اور بیچارہ کو یہہ خبر نہیں کہ جو گناہ اونسی ہوگا تو مجہہ پر الزام جاویگا

ومسئول عنه ومعاقب عليه يوم القيمة لما روي عن عمر بن الخطاب انه عليه السلام قال كلكم راع

اور اوسی پوچہہ ہوگی اور قیامت کی دن اوسپر عذاب ہوگا کیونکہ عمر بن الخطاب سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا تم سب نگہبان ہو

وكلكم مسئول عن رعيته فاذا علم الانسان ان يسئل عن عبيده واماءه يوم القيمة لا يتركهم كالبهائم

اور نگہبانی کی سب سی پوچہہ ہوگی جب آدمی کو یہہ معلوم ہو کہ قیامت کو غلام لونڈیوں کی مجہسی پوچہہ ہوگی تو اونکو شتر بی مہار

المرسلة بلا ضابط ديني ولا زاجر شرعي بل يشدهم بزمام الشريعة ويقيدهم بالاحكام الدينية ويصونهم

بی ضابطہ دینی اور بغیر زاجر شرعی کی کیوں چہوڑی بلکہ اونکو شریعت کی رسی میں باندہی اور احکام دینی میں گہیری اور عذاب اخروی کی

عن موجبات العقوبات الاخروية اذ قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا قوا انفسكم واهليكم نارا الاية

اسباب سی بچاوی اللہ تعالی فرماتا ہی ای ایمان والو بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنی گہر والوں کو اس آگ سی

وان کان الاصل فیه ان یطلق علی القرابة لکن یطلق علی الاتباع ایضا ولا یبعد ان یکون المراد ههنا هذا
اگرچہ اصل میں قرابت دار پر بولتے ہیں لیکن اتباع کو بھی کہتے ہیں اور کیا بعید ہی کہ یہاں عموم کی جہت سے

المعنی لعمومه فعلی هذا یجب علی المؤمن ان یعلم عبیده واماءه من احکام الاسلام قدر ما یجب علیهم
یہی معنی مراد ہوں اس تقریر کی موافق مؤمن پر واجب ہی کہ اپنی غلام لونڈیوں کو احکام دینی جسقدر اونپر واجب ہیں سکھا دیوی

ثم یامرهم باداء الفرائض والواجبات وینهاهم عن ارتکاب المعاصی والمحرمات بالرفق اولا فان ابوا
پھر اونسی فرائض اور واجبات ادا کرائی اور معاصی اور محرمات پر عمل کرنیسی منع کردی پہلی تو نرمی سی پھر اگر نہ مانیں

یغلظ الکلام علیهم فان ابوا یضربهم فمن لم یدخل منهم طریق الصلاح بعد ذلك یبیعه لانه مادام
تو زبانی دھمکا کر پھر بھی اگر باز نہ آویں تو مار کر پھر بھی اگر کوئی اونمیں سی طریقہ خوبی کا نہ لی تو اوسکو بیچ ڈالی اسلئی کہ جب تک اسکی ملک

فی ملکه یجب علیه حفظه کما قال قاضیخان فی فتاویه رجل له عبد مریض لا یقدر علی الوضوء عن
میں رہیگا اوسکی حفاظت کا ذمہ دار ہی چنانچہ قاضیخان اپنی فتاوی میں کہتے ہیں ایک شخص کی پاس غلام بیمار ہی وضو نہیں کر سکتا

محمد یجب علی المولی ان یوضیه لانه مادام فی ملکه کان علیه تعاهده لکن ینبغی ان یعلم ان المولی و
امام محمد سی ہی کہ مولی پر وضو کرانا واجب ہی اسلئی کہ جبتک اسکی ملک میں ہی تب تک اوسکا ذمہ دار ہی لیکن سمجھنا چاہیئی کہ مولی کو اگرچہ غلام کا مارنا

ان جاز له ان یضرب عبده اذا اتی بما لا یوجب الحد لکن اذا اتی بما یوجب الحد فلیس له ان یقیم علیه
جایز ہی اگر وہ ایسی خطا کری کہ جسمیں حد نہ آتی ہو لیکن اگر ایسا کام کریگا جسمیں حد آتی ہو تو مولی کو اختیار نہیں ہی کہ مقدمہ پیش کئی بغیر حاکم

الحد الا باذن الحاکم بعد المرافعة الیه وثبوته عنده فاذا اقام علیه الحد ولم ینزجر یبیعه ولو بثمن بخس
ثابت کر کر حکم لیکر اسپر حد جاری کری پھر جب اوسپر حد جاری ہو چکی تو بھی نہ باز آوی تو بیچ ڈالی اگرچہ کم داموں سا

لما روی عن ابی هریرة رض انه قال اذا زنت امة احدکم فتبین زناها فلیجلدها بجد ولا یثرب علیها ثم ان
اسلئی کہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب کسی کی لونڈی زنا کری اور وہ ظاہر ہو جاوی تو اوسکو حد مارنی چاہیئی اور اوسکو کچھ سرزنش نکری پھر اگر

زنت فلیجلدها بجد ولا یثرب علیها ثم ان زنت الثالثة فلیبعها ولو بحبل من شعر وفی ذکر الامة علی الاطلاق
دوبارہ زنا کری تو پھر حد مارنی چاہیئی اور کچھ سرزنش نکری پھر اگر تیسری دفعہ زنا کری تو اوسکو بیچ ڈالی اگرچہ بالوں کی رسی کی اور مطلق لونڈی کی ذکر کرنی میں

اشعار بان حدها منکوحة کانت او غیرها الجلد لانه نصف جلد الحرائر لقوله تعالی فان اتین بفاحشة
یہ اشارہ ہی کہ لونڈی کی حد منکوحہ ہو یا غیر منکوحہ درہ ہیں اتنا ہی کہ آزاد عورت سی آدھی بدلیل اس آیت کی پھر اگر کریں بیحیائی کا کام

فعلیهن نصف ما علی المحصنت من العذاب والمراد بالفاحشة فی الایة الزنا وبالمحصنت الحرائر وبالعذاب
تو اونپر ہی آدھی مار جو کی بیبیوں پر مقرر ہی اور مراد لفظ فاحشہ سی اس آیت میں زنا ہی اور محصنات سی مراد آزاد عورتیں ہیں اور عذاب سی مراد

الجلد لا الرجم لانه لا ینتصف واستدل الشافعی بهذا الحدیث علی ان للمولی اقامة الحد علی مملوکه وقال
درے ہیں سنگسار نہیں ہی کیونکہ سنگسار کا آدھا نہیں ہی اور امام شافعی نی اس حدیث سی استدلال کیا ہی کہ مولی کو اپنی غلام پر حد جاری کرنیکا اختیار ہی اور

الحنفیون لیس له ذلك الا باذن الامام لقوله علیه السلام اربع الی الولاة وذکر منها الحدود والولاة جمع الوالی
حنفی کہتی ہیں کہ بدون اذن امام کی مولی کو اختیار نہیں ہی بدلیل اسحدیث کی کہ چار باتیں والیوں کی اختیار میں ہیں اونہی میں حدود کو ذکر کیا اور ولاة جمع والی کی

وهو اذا اطلق ینصرف الی من له ولایة عامة وهو السلطان او نائبه واما التصریح بالنهی عن التثریب
اور اسکو بلا قید بولتی ہیں تو وہ حاکم مراد ہوتا ہی جسکو حکومت عام ہو یعنی بادشاہ یا اوسکا نائب اور صریح ممانعت سرزنش سی لونڈیوں کو

علیها بعد الامر بجلدها فلان عقوبة الزنا قبل ان یشرع الجلد کان التثریب وهو التوبیخ والتعییر
بعد حکم دینی مار زنی کی اسواسطی ہی کہ زنا کی عقوبت درہ مقرر ہونی سی پہلی تثریب تھی یعنی جھڑکنا اور شرم دلانی

فيكون معنى الحديث لا يقتصر على تعييرها بل ليقم عليها الحد وقيل معناه لا تثريب عليها بعد اقامة الحد
تو معنی حدیث کی یہ ہوئی کہ سرزنش پر اکتفا نکریں بلکہ اسپر حد جاری کیجاوی اور بعضی کہتی ہیں کہ اسکی معنی یہہ ہیں کہ جب حد جاری ہوچکی تو اب سرزنش نہیں ہی

عليها واما الامر ببيعها في الثالثة فلما فيه من ترك المخالطة مع الفساق واهل المعاصي فان قيل كيف يكره
اور حکم بیچنیکا تیسری دفعہ میں اسلئی ہی کہ اسمیں فساق اور فجار سکا ملاپ اور صحبت چھوٹتی ہی پھر اگر کوئی اعتراض کری یہ کیونکر

شيئا لنفسه ويرتضيه لاخيه المسلم مع انه عليه السلام قال لا يؤمن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب
کہ ایک شی کو اپنی لئی برا سمجھی اور بھائی مسلمان کی لئی پسند کری باوجودیکہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ہی مومن ہوگا کوئی تم میں سی جبتک کہ پسند کری واسطی بھائی

لنفسه فالجواب انه يبيعها على قصد ان تستعف عند مشتريها بضبطها او بالاحسان اليها والتوسعة عليها
مسلمان کی جو پسند کری اپنی لئی تو اسکا جواب یہہ ہی کہ اس نیت سی بیچی کہ مشتری کی پاس جاکر اوسکی ضبط یا احسان کرنی سی اور فراخی رزق سی عفیفہ ہوجاوی

وذكر في نصاب الاحتساب ان من اعتاد ان يشتم مماليكه كل يوم وكل ساعة لا يقبل شهادته وان كان
اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہی جسکی یہہ عادت پڑجاوی کہ غلاموں کو ہر روز اور ہر وقت گالیاں دیا کری تو اوسکی گواہی مردود ہی اور اگر کبھی کبھی گالی دیتا ہو

احيانا تقبل ان لم يكن قذفا وان كان قذفا يسقط العدالة ويوجب الجلد لكن لا يضرب في الدنيا لان المولى
تو گواہی اوس صورت میں قبول ہوگی کہ وہ گالی قذف نہووی اور اگر قذف ہو تو وہ عادل نہیں رہتا اور درّے مارنی آتی ہیں لیکن دنیا میں نہیں اسلئی کہ مولی ہے

لا يعاقب في الدنيا بسبب عبده بل يضرب في الاخرة لما روى عن ابي هريرة انه عليه السلام قال من قذف
دنیا میں غلام کی جہت سی عقاب نہیں ہوتا بلکہ آخرت میں لگینگی کیونکہ ابوہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص اپنی غلام کو

مملوكه وهو برئ مما قال جلد يوم القيمة الا ان يكون كما قال وذكر الفقيه ابو الليث في التنبيه عن عامر الشعبي
گالی دی اور وہ اوسکی گالی سی پاک ہو تو قیامت کی دن درّے لگینگی ہاں اگر اوسکی کہنی کی موافق ہو تو خیر اور فقیہ ابو اللیث تنبیہ میں عامر شعبی سی روایت کرتا ہی

انه قال استسقى رجل من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم من اهل بيت فدعت المرأة خادمتها فابطأت
کہ ایک شخص نی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سی ایک اہل بیت سی پانی مانگا سو بی بی گھروالی نی لونڈی کو بلایا اوسنی دیر کی

فقذفتها فقال ذلك الرجل اما انك تستجدين لها يوم القيمة او تقيمين اربعة انها كما قلت فاعتقها
بیبی نی اوسکو گالی دی پھر اوس شخص نی کہا کہ بیشک قیامت کی دن تیری حد لگیگی یا چار گواہ لاؤ کہ یہ لونڈی ایسی ہی جو تو کہتی ہی پھر بی بی نی اوسکو آزاد کیا

قال عسى ان يكفر هذا عنك هذا الحديث وان دل على ان قذف المملوك يوجب الحد لكن لا
اوس شخص نی کہا امید ہی کہ تیرا یہہ عوض ہو جاوی اس حدیث سی اگرچہ معلوم ہوتا ہی کہ غلام کو گالی دینی سی حد لازم آتی ہی لیکن حد

يوجبه لعدم الاحصان فيه لان شرط الاحصان في حد القذف خمسة الحرية والاسلام والعقل و
واجب نہیں ہوتی اسلئی کہ محصن نہیں ہی اسلئی کہ حد قذف میں احصان کی شرطیں پانچ ہیں آزادگی اور اسلام اور عقل اور

البلوغ والعفة عن الزنا فمن لم يوجد فيه واحد من هذه الشروط الخمسة لا يكون محصنا فقذفه
بلوغ اور پاک ہونا زنا سی پھر جسمیں ان پانچ شرطوں میں سی کوئی سی ایک بھی موجود نہو گی تو وہ محصن نہیں ہوگا ایسی کی قذف سی حد نہیں آتی

لا يوجب الحد بل يوجب التعزير البالغ غايته وهو تسعة وثلثون سوطا عند ابي حنيفة وعند ابي يوسف في
بلکہ بڑی سی بڑی تعزیر آتی ہی اور وہ نزدیک امام ابو حنیفہ کی انتالیس درّے ہیں اور امام ابو یوسف کی نزدیک ایک

رواية خمسة وخمسون وفي رواية تسعة وسبعون فان لم يضرب في الدنيا يضرب في الاخرة بسياط
روایت میں پچپن درّے ہیں اور ایک روایت میں اناسی درّے ہیں سو دنیا میں اگر نہ لگینگی تو آخرت میں سب کی سامنی آگ کی درّے لگینگی

من النار على رؤس الاشهاد ومن يوجد فيه هذه الشروط الخمسة كلها يكون محصنا ويوجب قذفه الحد
اور جسمیں یہہ پانچوں شرطیں تمام موجود ہوں تو وہ محصن ہی اوسکی قذف سی حد لازم آتی ہی

وهو ثمانون سوطاً للحر ونصفها للعبد مع عدم قبول شهادتهما ولو بعد التوبة لقوله تعالى والذين يرمون
یعنی اسی درّہ آزاد کی لئے اور آدہی غلام کی لئے اور گواہی بہی مقبول ہوگی اگرچہ توبہ کریں بدلیل اس آیت کی اور جو لوگ عیب لگاتی ہیں

المحصنت ثم لم يأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابداً واولئك هم
قیدوالیوں کو پہر نہ لائی چار شاہد تو مارو اونکو اسی چوٹ قمچی کی اور نہ مانو اونکی کوئی گواہی کبہی اور وہی لوگ ہیں

الفسقون الا الذين تابوا من بعد ذلك واصلحوا فانه تعالى قد بين في هذه الآية ان الذين يرمون المحصنت
بی حکم مگر جنہوں نی توبہ کی اس پیچہی اور سنوار پکڑی کیونکہ اللہ تعالی نی اس آیت میں بیان فرمایا ہی کہ جو لوگ تہمت زنا کی کرتی ہیں پاک عورتوں پر

بالزنا ثم لم يأتوا باربعة شهداء يتوجه عليهم ثلثة احكام وجوب جلدهم ورد شهادتهم وكونهم فاسقين الا
پہر نہیں لاتی چار گواہ تو اونپر تین حکم جاری ہونگی بالضرور درہ مارنی اور گواہی مردود اور وہ فاسق ہیں پر اتنا ہی

انهم ان تابوا واقروا بالكذب براءة المقذوف واستحلوا منه واصلحوا ما افسدوا من كسر العرض وهتك الستر
کہ اگر وہ توبہ کریں اور اپنی جہوٹ اور مقذوف کی برائت کی قائل ہوں اور اوس سی معاف کرالیں اور جو خرابی کی تہی اوسکو درست کریں یعنی ابی آبروئی اور پردہ دری

ارتفع عنهم الفسق للاستثناء الواقع في الآية ولا يرتفع عنهم الجلد ولا رد الشهادة عند العلماء الحنفية والحاصل
تو فسق دور ہو جائیگا اسلئی کہ آیت میں استثناء واقع ہی اور درّہ معاف نہیں ہوگی اور نہ گواہی مقبول ہوگی نزدیک علماء حنفیہ کی اور حاصل یہ ہی

ان في الآية تصريحاً بترتيب الاحكام الثلثة عليهم بمجرد العجز عن اقامة البينة بلا اشتراط الكذب في الحقيقة
کہ آیت میں صاف تینوں حکم اونپر مرتب کردی ہیں گواہ گذارنی سی عاجز ہوتی ہی لازم ہیں اور کچہہ شرط نہیں ہی کہ حقیقت اور نفس الامر میں

ونفس الامر لان القذف خبر يحتمل الصدق والكذب الا انهم بهتك ستر العفة بلا فائدة حيث عجزوا عن الاثبات
جہوٹ ہووی اسلئی کہ تذف خبر ہی احتمال صدق اور کذب دونوں کا رکہتی ہی لیکن وہ عفت کی پردہ دری بلا فائدہ کرکر ثابت نکر سکی

كانوا فاسقين مستحقين للعقوبة التي هي الجلد ورد الشهادة وان كانوا صادقين في نفس الامر اذ قال الله تعالى
فاسق ہو گئی اور سزا اور اس عذاب کی ہوئی یعنی درہ اور رد شہادت اگرچہ واقع میں سچی ہی ہوں اسلوسطی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی

لولا جاءوا عليه باربعة شهداء فاذ لم يأتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الكذبون فعلم من هذا ان ما لا حجة
کیوں نہ لائی وہ اس بات پر چار شاہد پہر جب نہ لائی شاہد تو اللہ کی ہاں وہ ہی ہیں جہوٹی اس سی معلوم ہوا کہ جس بات پر حجت نہ ہوگی

عليه فهو في حكمه تعالى كذب ولذلك ترتب عليه الحد لعدم الفائدة في الاخبار به من الحسبة
وہ حکم الہی میں جہوٹ ہی اسی لئی اوسپر حد قائم ہوئی کیونکہ اس خبر میں کوئی سا فائدہ نہیں ہی نہ تنبیہ

والزجر والسياسة بل هو مجرد هتك الستر وكسر العرض وهذا اذا كانوا صادقين فكيف اذا كانوا
اور نہ زجر اور سیاست بلکہ یہہ صرف پردہ دری اور بی آبروئی ہی یہہ اس صورت میں ہی اگر سچی ہوں پہر کیا کہوں اگر

كاذبين وهم يحسبونه هيناً وهو عند الله عظيم ولهم في الآخرة عذاب اليم نعم من رأى رجلاً يزني
جہوٹی ہوں اور وہ لوگ سہل سمجہتی ہیں اور وہ اللہ کی ہاں بڑا ہی اور اونکی لئی ہی آخرت میں دکہہ کی مار ہی ہاں جو شخص کسیکو زنا کرتی دیکہی

يحل له ان يقتله وانما لا يقتله لانه لا يصدق انه قتله لانه رآه يزني

تو اوسکو اوسکا قتل کرنا حلال ہی اور قتل اسلئی نہیں کرتا کہ ثابت نکرسکیگا کہ میں نی زنا کرتا دیکہہ کر قتل کیا ہی

المجلس السابع والسبعون

ستترویں مجلس

في بيان حرمة اللواطة وعقوبتها وغيرها

اغلام کی حرمت کی بیان میں اور اوسکی سزا وغیرہ

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اخوف ما
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا مجہکو بڑی سی بڑا خوف

اخاف على امتي عمل قوم لوط هذا الحديث من حسان المصابيح رواه جابر وفيه تنبيه عظيم على كون عملهم
اپنی امت پر عمل قوم لوط کا ہی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی جابر کی روایت سی اور اس میں بڑی تنبیہ ہی کہ اونکا یہہ عمل

من اعظم الذنوب ولهذا عاقبهم الله تعالى بما لم يعاقب به امة من الامم وجمع عليهم من انواع العذاب ما لم
اعظم المعاصی سے ہی اسیلئے اللہ تعالی نے اونکو ایسا عذاب دیا کہ تمام امتوں میں سے کسیکو نہیں دیا اور اونپر کئی قسم کی عذاب جمع کردئی جو اور کسی

يجمعه على غيرهم من بني آدم وذمهم وكرر قصتهم في عدة سور من كتابه الكريم حتى يرتدع من علمهم الذين يؤمنون
بنی آدم پہ جمع نہیں کئی اور اونکی برائی بیان کی اور بار بار اونکا قصہ اپنی کتاب کریم کی کئی سورتوں میں بیان کیا تاکہ جو لوگ خدا اور قیامت کی

بالله واليوم الآخر اشد الانزجار ويحترزوا عنه وعن مباديه كالنظر والمصاحبة واللمس والقبلة اشد
دن پر ایمان لاتی ہیں اس سے خوب باز آویں اور اوس سے اور اوسکی اسباب سے جیسا دیکھنا اور پاس بیٹھنا اور ہاتھ لگانا اور منہ چومنا

الاحتراز ولا يقربوا منه ولا يحوموا حوله فضلا عن ان يفعلوه اذ قد روي ان طباع جميع الحيوانات
خوب احتراز کریں اور اوسکی پاس نہ پہنچیں اور اوسکی گرد نجاویں کرنیکا تو کیا ذکر ہی اسواسطی کہ روایت ہی کہ تمام حیوانات کی طبیعتیں بجز سور اور بندر کی اوسی

يأباه الا الخنازير والقرد وفي رواية الا الخنزير والحمار فمن يميل طبعه اليه يكون في الدناءة والخساسة
نفرت کرتی ہیں اور ایک روایت میں ہی سوای سور اور گدہی کی پھر جسکی طبیعت اوسپر مایل ہووی تو وہ دناءت اور خساست

والخباثة مثل الخنزير والقرد والحمار بل هو ادنى منها حالا لما روي انه عليه السلام قال الخنازير والقرد
اور خباثت میں سور اور بندر اور گدہی کی برابر ہی بلکہ اون سے بہی بدتر اسواسطی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا سور اور بندر

اعقل عند الله تعالى ممن يرتكب المعاصي وذلك لان من يرتكب المعاصي على الاستمرار من غير التوبة والاستغفار
اللہ کی نزدیک اون سے زیادہ ہوشیار ہیں جو معاصی اختیار کرتا ہی اسلئے کہ جو شخص معاصی میں ہمیشہ گرفتار رہتا ہی بی توبہ اور استغفار کی

يكون من الذين قال الله تعالى فيهم اولئك كالانعام بل هم اضل فانه تعالى شبههم بالبهائم في كون مشاعرهم
وہ اون لوگوں میں ہی جنکو اللہ تعالی فرماتا ہی وہ جیسے چوپائی بلکہ اونسی زیادہ بی راہ کیونکہ اللہ تعالی اونکو بہایم سے تشبیہ دی کہ اونکی دل و دماغ

متوجهة الى اسباب الدنيا ومقصورة عليها وعدم التفكر فيما يقرع اذانهم من الآيات وعدم الانتفاع بها بل
اسباب دنیوی کی طرف متوجہ ہوکر اوسی کی ہو رہی اور اونکا کچہ فکر نہیں ہی جو آیات سنتی ہیں اور اونسی نہ کچہ نفع لیتی ہیں بلکہ ایسی لوگوں کو

جعلهم اضل منها لانها تدرك ما من شانها ان تدركه من المنافع والمضار وتجتهد غاية جهدها في جلب
اونسی بہی گمراہ تر ٹہرایا کیونکہ ڈنگر تو وتنا سمجہتی ہیں جو اونکی سمجہنے کی لایق ہی فائدہ اور نقصان کو منفعت کی وصول میں اور مضرت کی دفع میں خوب کوشش کرتی ہیں

ما ينفعها وسلب ما يضرها وتنقاد لصاحبها وتميز من يحسن اليها ممن يسيء اليها وهؤلاء ليسوا كذلك حيث لا يميزون
اور اپنی مالک کی مطیع رہتی ہیں اور اپنی محسن اور ایذا رسان میں تمیز کرتی ہیں اور یہہ لوگ بدکار ایسی نہیں ہیں کیونکہ یہہ منفعت

بين المنافع والمضار ويجتهدون غاية جهدهم في جلب ما يضرهم وسلب ما ينفعهم ولا ينقادون لربهم ولا يعرفون
اور مضرت میں فرق نہیں کرتی اور مضرت حاصل کرنیکو اور منفعت کہونی پر ٹوٹ پڑتی ہیں اور اپنی پروردگار کی فرمان بردار نہیں کرتی اونکی احسان

احسانه اليهم من اساءة الشيطان الذي هو عدو لهم ويقدمون على العذاب الاليم ولا يقدمون على
کی تمیز کرتی ہیں شیطان کی بدی سی جو کہ اونکا بڑا ہی دشمن ہی اور سخت عذاب پر دوڑتی ہیں اور عیش دایمی

النعيم المقيم ويكونون من الذين قال الله تعالى فيهم يعلمون ظاهرا من الحيوة الدنيا وهم عن الآخرة هم
کی طرف متوجہ نہیں ہوتی اور اون لوگوں میں داخل ہیں جنکو اللہ تعالی فرماتا ہی جانتی ہیں اوپر اوپر دنیا کا جینا اور وہی لوگ آخرت سی

غافلون يعني انهم يعلمون ظاهرا حقيرا خسيسا من الدنيا وهو ما يشاهدونه من زخارفها ولذاذها وسائر
خبر نہیں رکہتی یعنی وہ لوگ دنیا میں سی یہہ ہی حقیر بی حقیقت کو سمجہ رہی ہیں اور وہ ہی جو دیکہتی ہیں دنیا کی زیب و زینت اور لذتیں اور تمام

احوالها الموافقة لشهواتهم الملائمة لاهوائهم وهم عن الآخرة التي هي مطلب الاعلى والمقصد الاقصى غافلون
حالات جو اونکی شہوات کی موافق ہیں اور ہوا و ہوس کی مناسب اور یہہ لوگ آخرت سی جو بڑا مطلب اور غایت درجہ کا مقصد ہی غافل ہو رہی ہیں

لا يخطرونها ببالهم ولا يدركون من احوال الدنيا ما يؤدي الى معرفتها ولا يتفكرون فيها حتى يحصل لهم علم بها
اسکا خیال دلمیں نہیں لاتی اور دنیا کی حالات میں سی اوسپر نظر نہیں ڈالتی جس سی آخرت کی سمجھ آوی اور نہ اوسمیں فکر کرتی ہیں کہ انکو آخرت کا علم آوی

فان العلم بامور الاخرة موقوف على العلم بوجود الباري تعالى وقدرته وارادته وعلمه وحيوته وذلك العلم لا يحصل
کیونکہ علم اخروی امور کا وجود باری تعالی اور اوسکی قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات کی علم پر موقوف ہی اور یہ علم بدون نگاہ

الا بالنظر الى المصنوعات والتفكر في احوالها المتغيرة وهم قصروا النظر على الظاهر الخسيسة كالبهائم ولم يتفكروا في
کرنیکی مصنوعات میں اور بغیر فکر کرنیکی بدلتی حالات میں حاصل نہیں ہوسکتا اور اونہوں نی ڈنگروں کی طرح صرف ظاہر ہی حقیقت پر نگاہ کررکھی ہی

عجائب صنعه تعالى ليستدلوا بها على وجوده وصفاته التي يتوقف عليها وجود الممكنات فيعلموا ان ما اخبر به من امور
اور عجائبات صنع الہی میں فکر نہیں کرتی تاکہ اوسکی وسیلہ سی اوسکی وجود اور صفات پر استدلال کرسکیں جسپر وجود ممکنات کا موقوف ہی اور معلوم کریں کہ امور اخروی جنکی خبر

الاخرة امور ممكنة يلزم ثبوتها وكون المكلفين فيها فريقين فريق في الجنة وفريق في السعير بحكم صلاح الاعمال
الہی ہی امور ممکنہ ہیں انکا ثبوت لازم ہی اور مکلف لوگ اسمیں دو قسم پر ہیں اعمال کی خوبی اور بدی کی لحاظ سی ایک قسم جنت میں اور ایک قسم دوزخ میں پھر بیشک سبب

وفسادها ثم ان سبب محبة العبد المعاصي والفجور فساد العلم او فساد القصد او فسادهما جميعا بل قد قيل فساد
آدمی کی محبت کا معاصی اور فجور سی یا برا علم کا فساد ہی یا برا قصد کا فساد یا دونوں کا فساد بلکہ بعضی کہتی ہیں

القصد من فساد العلم فان من علم ما في المضار من المضرة حقيقة العلم لا يميل اليه الا ترى ان من علم
قصد کا فساد بھی علم کی فساد سی ہی اسلئی کہ جسکو خوب معلوم ہووی کہ مضر چیز میں نقصان ہی تو وہ ہرگز رغبت نہیں کرتا تو دیکھتا نہیں کہ جسکو یقینی معلوم ہو

من طعام لذيذ انه مسموم لا يقدم عليه فعلى هذا ان الايمان الحقيقي هو الذي يحمل صاحبه على فعل
کہ فلانی لذیذ کہانی میں زہر ملا ہی تو اوسمیں ہاتھ نہیں ڈالتا اس بیان کی موافق بیشک حقیقی ایمان وہ ہی جس سی آدمی منفعت اخروی کو اختیار کری

ما ينفعه في الاخرة وترك ما يضره فيها فاذا لم يفعل ما ينفعه في الاخرة ولم يترك ما يضره فيها لا يكون ايمانه حقيقيا
اور مضرات اخروی کو چھوڑی پھر اگر آدمی نہ تو منفعت اخروی پر عمل کری اور نہ مضرات اخروی کو چھوڑی تو اوسکا ایمان حقیقی نہیں ہی

بل لسانيا لا قلبيا فان المؤمن بالنار حقيقة الايمان حتى كانه يراها لا يسلك طريقها الموصلة اليها فضلا
بلکہ زبانی ہی دلی نہیں کیونکہ جو شخص دوزخ پر ایسا حقیقی ایمان لایا گویا اوسکو دیکھ رہا ہی تو ایسا راہ نہیں چلیگا جو اودہر لیجاوی اور سعی کرکر

عن ان يسعى في دخولها والمؤمن بالجنة حقيقة الايمان حتى كانه يراها لا يمهل عن طلبها بل يسعى في دخولها
داخل ہونیکا تو کہاں مرتبہ اور جو جنت پر ایسا حقیقی ایمان لایا ہی گویا کہ اوسکی آنکہ کی سامنی ہی اوسکی طلب میں سستی نہیں کریگا بلکہ سعی کرکر داخل ہوگا

وهذا امر يجده الانسان في نفسه عند سعيه في امور الدنيا من دفع ما يضره وجلب ما ينفعه فعلى هذا كل من اعتاد
اور یہہ تو ایسی بات ہی کہ آدمی جب دنیاوی کاموں میں لگتا ہی تو اپنی دلمیں سوچ لی کہ نقصان سی حتی المقدور بچتا ہی اور منفعت کو حاصل کرتا ہی اس بیان کی موافق

ان يعمل عمل قوم لوط لا يكون ايمانه حقيقيا بل لسانيا لان جرمه لا يشبه سائر الجرائم ولهذا اختلف العلماء
جسکی عادت عمل قوم لوط کی پڑجاوی تو اوسکا ایمان حقیقی نہیں ہی بلکہ زبانی ہی کیونکہ اسکی خطا اور خطاؤں سی نہیں ملتی اسی لئی اسکی حد میں علماء کو اختلاف ہی

في حده فذهب قوم الى ان الفاعل يحد حد الزنا فانه ان كان محصنا يرجم وان لم يكن محصنا يجلد مائة جلدة
ایک گروہ کا یہہ مذہب ہی کہ فاعل پر حد زنا کی جاری ہو پھر اگر فاعل محصن ہی تو سنگسار کریں اور اگر محصن نہیں تو سو دُرّہ ماریں

وهو قول الشافعي وابي يوسف ومحمد بن الحسن والحسن البصري وعطاء والنخعي وقتادة والاوزاعي وذهب قوم
اور یہی قول شافعی اور ابو یوسف اور محمد بن الحسن اور حسن بصری اور عطاء اور نخعی اور قتادہ اور اوزاعی کا ہی اور ایک قوم کا یہہ مذہب ہی

الى انه يرجم محصنا كان او غير محصن وكذا المفعول به وهو قول مالك واحمد واستدلوا على ذلك بان الله تعالى
کہ سنگسار کریں محصن ہو یا غیر محصن اور ایسی ہی مفعول بہ کو اور قول مالک اور احمد کا یہہ ہی اور انکا استدلال یہہ ہی کہ اللہ تعالی

اهلك قوم لوط بالرجم كما قال فی محكم تنزيله وامطرنا عليهم حجارة من سجيل ووجه الاستدلال ان شرايع
نے قوم لوط کو پتھراؤ سے ہلاک کیا چنانچہ اپنی کتاب میں فرمایا ہے اور برسائے ہم نے اوپر پتھر جان کنکر کے وجہ استدلال کی یہہ ہے کہ پہلی شریعتیں

من قبلنا شريعة لنا اذا قصته بلا انكار ولم يظهر نسخها وقد حكيت بلا انكار ولم يظهر نسخها بل روی انه عليه السلام
بعینہ ہماری شریعت ہیں اگر اونکا بیان بلا انکار چلا آوے اور اونکا نسخ ظاہر نہووے اور اسکی حکایت بلا انکار ہے اور اسکا نسخ بھی ظاہر نہیں ہے بلکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام

قال من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به واتفق عليه الصحابة وان اختلفوا فی كيفيته فان
فرمایا جسکو دیکھو کہ عمل قوم لوط کا کرتا ہے تو فاعل اور مفعول ہر دو کو قتل کرو اور صحابہ تمام اسپر متفق ہیں اگرچہ طریقہ قتل میں مختلف ہیں کیونکہ

اربعة من الخلفاء احرقوه وهم ابوبكر وعلی وعبد الله بن زبير وهشام بن عبد الملك ويروی عن ابی بكر انه قال هدم
چار خلفاء نے اسکو جلا دیا ہے یعنی ابوبکر اور علی اور عبد اللہ بن زبیر اور ہشام بن عبد الملک نے اور ابوبکر سے یہہ بھی روایت ہے کہ کہتا تھا اوسکے اوپر

عليه البيت وقال ابن عباس ينظر اعلی بناء فيرمی منه منكوسا ثم يتبع بالحجارة لان قوم لوط اهلكوا كذلك حيث
گھر کو گرا دیں اور ابن عباس کہتے ہیں ایک بلند مکان تجویز کر کے اوسپر سے سر کے بل گرا دیں پھر ترت پتھر ماریں اسلئے کہ قوم لوط اسیطرح ہلاک کیا گیا ہے کیونکہ

حملت قريتهم ونكست بهم ولا شك فی اتباع الهدم بهم حال نزولهم وذكر صدر الشريعة فی درر الاحكام ان الصحابة
اونکے گانوکو اوٹھا کر اولٹا دیا تھا اور بیشک جب وہ گرے ترت اونکے اوپر مکان گرے اور صدر الشریعہ نے درر الاحکام میں ذکر کیا کہ صحابہ

اختلفوا فی موجبه من الاحراق بالنار وهدم الجدار والتنكيس من محل مرتفع واتباع الاحجار وعند ابی حنيفة يعزر
اسکی سزا میں یعنی آگ میں جلانا اور اوپر دیوار گرانا اور اونچے مکان سے اوندھا گرا کر ترت پتھر مارنے میں اختلاف کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک کوئی ایسی

بامثال هذه الامور وهذا هو المناسب فی هذا المحل لغلظ الجناية ووجود الموافقة للصحابة فان التعزير بهذا الوجه و
تعزیر کریں اور اس محل میں یہہ ہی مناسب ہے کیونکہ گناہ بہت سخت ہے اور صحابہ کی رائے سے اتفاق ہے بیشک اسطرح کی تعزیر

ان كان فوق الحد لكن يجوز على طريق السياسة حتى لا يبقى للوطی رخصة فی الميل الی اللواطة فان عدم لزوم الحد
اگرچہ حد سے زیادہ ہے لیکن سیاست کی واسطے جایز ہے تاکہ لوطی کی واسطے لواطت کی طرف میلان رغبت کا باقی رہے اور حد کا لازم نہونا

فيها عند ابی حنيفة ليس لخفة امرها فان حرمتها عنده وعند جميع العلماء اعظم من حرمة الزنا بل لكون خبثها
اس گناہ میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک اسلئے نہیں ہے کہ بسبب وہ ہلکا ہے کیونکہ اسکی حرمت تو اونکی اور تمام علماء کی نزدیک زنا کی حرمت سے بڑھکر ہے بلکہ اسکی خباثت

مركوزا فی الطباع لان المحل مستقذر لا يميل اليها من له طبع سليم ولا نستند علی زاجر للامتناع عنها بل اكتفی فيها
جو دلوں میں گڑی ہوئی ہے کیونکہ یہہ جگہ نجس ناپاک ہے جسکی طبیعت سلیم ہے ادہر کبھی خیال نہیں کرتا اور اسکو کسی زاجر مانع کی حاجت ہے بلکہ اسمیں نفرت طبعی

بالمانع الطبعی كما اكتفی به فی اكل الرجيع وشرب البول لكن لما كان فی النفوس الخبيثة المتعدية لحدود الله تعالى اقوی الدواعی
روکنے کو کافی ہے جیسے کہ نفرت طبعی گوہ کھانے اور موت پینے میں کافی ہے لیکن چونکہ خبیث نفسوں کو جو حدود الٰہی سے تجاوز کرتے ہیں اودہر بڑا شوق ہے تو خوب سختی کے

اليها وجب الزجر عنها بابلغ وجه فانها فی هذا الزمان قد شاعت فی هذه الامة المحمدية وانتشرت بين عربها وعجمها وعالمها
روکنے کو واجب ہوا کیونکہ لواطت اس زمانہ میں درمیان امت محمدی کے بہت پھیل گئی ہے اور درمیان عرب اور عجم کے اور عالم اور

جاهلها وخواصها وعوامها وبلغت مبلغا كانوا يفتخرون بها ويلومون من لا امرد له ويطعنون فيه ويقولون انه
جاہل اور خاص وعام میں منتشر ہو کر یہہ نوبت ہو گئی ہے کہ اسمیں فخر کرتے ہیں اور جسکے پاس امرد نہووے اوسکو ملامت اور طعن کرتے ہیں کہتے ہیں یہہ

ليس بآدمی ولا مذاق له ويفتخرون بقيام الامرد بين ايديهم ويلبسونه احسن الثياب من المحرمات ليری على احسن
کیا آدمی ہے اسکو کچھ مذاق نہیں ہے اور ناز کرتے ہیں کہ اونکے سامنے امرد موجود ہے اور اسکو اچھے اچھے حرام کپڑے پہناتے ہیں تاکہ اچھی صورت نظر آوے

الهيئة وقد روی انه عليه السلام قال من سره ان يتمثل له الرجال قياما فليتبوأ مقعده من النار فان هذا الوعيد
اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسکو پسند آوے کہ مرد اوسکی آگے تصویر کی طرح کھڑے رہیں تو وہ اپنی بیٹھک دوزخ میں بنا دے بیشک یہہ وعید

في قيام الرجال فكيف في قيام المردة الذين لا يجوز النظر اليهم على ما ذكر في النوازل ان الغلام اذا كان صبيحا لا يجوز
مردوں کی قیام میں بھی پس امردوں کی قیام پر جنکی طرف دیکھنا ہی جایز نہیں دیکھنی کیا ہوتا ہے چنانچہ نوازل میں مذکور ہے کہ اگر لڑکا خوبصورت ہو تو اوسکی طرف دیکھنا جایز نہیں ہے

النظر اليه لما روى انه عليه السلام قال واياكم ومجالسة اولاد الاغنياء فان لهم صورة العورة وفتنتهم اشد من
کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا بچو اولاد اغنیا کی ہمنشینی سے کیونکہ انکی صورت عورت کی سی ہوتی ہے اور اونکا فتنہ عورتوں کی

فتنة النساء وذكر في ملتقط الناصري ان الغلام اذا بلغ مبلغ الرجال ولم يكن صبيحا فحكمه حكم الرجال وان كان
فتنہ سے بڑھکر ہے اور ملتقط ناصری میں مذکور ہے کہ لڑکا جب مردوں کی حد کو پہنچی اور خوب صورت نہو تو اوسکا حکم مردوں کا سا ہے اور اگر

صبيحا فحكمه حكم النساء وهو عورة من قرنه الى قدمه لا يحل النظر اليه عن شهوة واما السلام والنظر لا عن شهوة
خوب صورت ہو تو اوسکا حکم عورتوں کا سا ہے اور وہ عورت ہے سر سے پانوں تک بنظر شہوت اوسکو دیکھنا حلال نہیں ہے اور سلام کرنی اور بے شہوت دیکھنے میں

فلا باس به ولهذا لم يؤمر بالنقاب وقد جاء في الاخبار ان عبد الله بن عمر كان جالسا في باب داره مع بعض اصحابه
کچھ مضائقہ نہیں اور اسی لئے اوسکو منہ ڈھکنے کا حکم نہیں ہے اور اخبار میں آیا ہے کہ عبد اللہ بن عمر اپنی گھر کی دروازہ میں اپنی یاروں کی ساتھ بیٹھے تھے سو دیکھا انہوں نے

فرأى غلاما صبيحا قد اقبل من السكة فقام ودخل داره فلما قالوا ذهب خرج من الدار فقيل له هذا من عندك
ایک لڑکا خوب صورت دیکھا کہ کوچہ میں سے سامنے آگیا تو کھڑے ہو کر گھر میں گھس گئے جب یاروں نے کہا وہ چلا گیا تب گھر میں سے نکلے کسی نے پوچھا یہ اپنی طرف سے احتیاط ہے

يا ابا عبد الرحمن ام سمعت شيئا من رسول الله عليه الصلوة والسلام فقال سمعت رسول الله عليه السلام يقول النظر
یا ابو عبد الرحمن یا کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جواب دیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ لڑکوں کی طرف

اليهم حرام والكلام معهم حرام ومجالستهم حرام وقال القاضي سمعت الامام يقول ان مع كل امرأة شيطانين ومع
دیکھنا حرام ہے اور بولنا حرام ہے اور ہمنشینی حرام ہے اور قاضی کہتا ہے میں نے امام سے سنا ہے کہتے تھے بیشک ہر عورت کی ساتھ دو شیطان ہوتے ہیں اور ہر

كل صبي ثمانية عشر شيطانا وكان محمد بن الحسن صبيحا وكان ابو حنيفة يجلسه خلفه او خلف سارية المسجد
خوبصورت لڑکے کی ساتھ اٹھارہ شیطان ہوتے ہیں اور محمد بن الحسن خوبصورت تھے امام ابو حنیفہ باوجود کمال تقوی کی اونکو اپنی پشت پیچھے بٹھایا کرتے تھے یا مسجد کی ستون

حتى لا يقع عليه بصره مخافة خيانة العين مع كمال تقواه وقال سفيان يكون في هذه الامة ثلثة اصناف من
تاکہ اونپر نگاہ نہ پڑے مبادا آنکھ سے خیانت ہو جائے اور سفیان کا قول ہے کہ اس امت میں تین قسم کی لوطی ہونگے

اللوطيين صنف ينظرون وصنف يصافحون وصنف يعملون والشر في الصبيان اكثر من النساء لان من مال قلبه الى
ایک قسم بانپنی والی نظرباز اور ایک قسم دست بوسی کرنیوالی اور ایک قسم عمل کرنیوالی اور لڑکوں میں بہ نسبت عورتوں کی بڑا فتنہ ہے اسلئی کہ اگر کسیکا دل عورت پر

امرأة يمكن استباحتها بالنكاح والنظر الى وجه الصبي يورث الحب فلا يمكن استباحة اللواطة بوجه من الوجوه
مبتلا ہو تو اوسکا مباح کرنا بوسیلہ نکاح کی ممکن ہے اور لڑکوں کو دیکھنا جو عشق پیدا کرتا ہے تو لواطت کا مباح ہونا ہرگز کسی صورت میں ممکن نہیں ہے

فاذا غلب عليه محبته يرتكب الفعل القبيح ويكون من الهالكين المستهزئين بايات الله تعالى ودينه اذ قد يشتد بينهما
پھر جب اوسکا عشق غالب ہو جائگا تو فعل بد کریگا اور ہلاک ہو کر آیات اور دین الٰہی سے ٹھٹھا کرنیوالوں میں ٹھہریگا کیونکہ بعضی دفعہ دونوں میں

الاتصال ويحصل فيهما من الاقتران والمخالطة مثل ما يحصل بين الزوجين حتى ان فجار الفسقة يسمونهما زوجين
نہایت محبت ہو جاتی ہے اور ہر دم کی ملاقات اور رلنا ملنا ایسا ہوتا ہے جیسے میاں بی بی میں یہاں تک کہ فاسق بدکار اونکو خصم جورو نام رکھتے ہیں

ويقولون تزوج فلان بفلان والحاضرون يسمعون قولهم ويرون حالهم ولا يمنعونهم بل يضحكون ويعجبهم مثل ذلك
اور کہتے ہیں فلانے نے فلانے کو جورو بنایا ہے اور پاس بیٹھنے والے انکی یہ باتیں سنا کرتے ہیں اور انکا حال دیکھا کرتے ہیں اور منع نہیں کرتے بلکہ ہنسا کرتے ہیں اور ایسی ہی باتیں

المزاح ولا يبالون بخروج الايمان والاسلام عنهم وقد قال قاضيخان في فتاواه يكره بيع الغلام الامرد من رجل فاسق
پسند آتی ہیں اور ایمان اور اسلام جاتے رہنے کا کچھ خیال نہیں کرتے اور قاضیخان نے اپنی فتاوی میں کہا ہے امرد غلام کا مرد فاسق کے ہاتھ بیچنا مکروہ ہے

يعلم انه يعصي الله تعالى به لانه اعانة على المعصية واتفق العلماء من السلف والخلف على كون اللواطة حراما
اور جانتا ہو کہ اسکا نافرمان ہے کیونکہ یہ بھی معصیت کی امداد ہے اور تمام علماء متقدمین اور متاخرین لواطہ کو حرام کہتے ہیں

لانه تعالى خلق الخلق ذكرا وانثى وخلق لكل منهما اعضاء ليصرف كل واحد من تلك الاعضاء الى ما خلق
کیونکہ اللہ تعالی نے خلق کو نر اور مادہ پیدا کیا ہے اور ہر ایک کو اعضاء الگ الگ دیئے تاکہ ہر ایک نر و مادہ اپنے اپنے تمام اعضاء کو اوسی صرف کرے جس واسطے پیدا کئے ہیں

له وجعل الانثى محلا للحرث كما اخبر به في كتابه وقال نساؤكم حرث لكم فأتوا حرثكم انى شئتم فهل يليق للعاقل
اور عورت کو محل پیدائش کا بنایا چنانچہ اپنی کتاب میں خبر دی ہے عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تمہاری سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو پھر عاقل کو کیا

ان يصرف عضوا من اعضائه الى غير ما خلق له وهل يمكن له الحرث فيما ليس محلا للحرث فان قيل سلمنا ان الغلام
کہ اپنی کسی عضو کو تمام اعضا میں سے خلق الہی کے بے محل صرف کرے بھلا کھیتی کب ممکن ہے ایسی جگہہ جو محل کھیتی کا نہیں پھر اگر کوئی کہے کہ یہ تو مانا کہ لڑکا

ليس محلا للحرث لكنه محل لقضاء الشهوة واستيفاء اللذة فاذا كان مملوكا لم لا يجوز لصاحبه ان يتصرف فيه
کھیتی کا محل نہیں ہے لیکن محل قضاء شہوت کا اور استیفاء لذت کا تو ہے پھر اگر وہ مملوک ہووے تو مالک کو کیوں نہیں ویسا تصرف کرنا جائز ہے

كما يتصرف في سائر املاكه من المأكولات والملبوسات فالجواب ان الانسان وان كان له ان يتصرف في ماله لكنه
جیسے اور تمام املاک میں تصرف کرتا ہے کھانے اور پہننے میں تو جواب یہ ہے کہ بیشک آدمی کو اگرچہ اوسکی مال میں ہر طرح کا تصرف حاصل ہے پر اوسکو

محجور عن التصرف التام فيه لان ما في يده من المال ليس له في الحقيقة بل هو في يده عارية اذن له في الشرع ان يتصرف
تمام میں پوری تصرف سے ممانعت ہے اسلئے کہ جو مال اسکی قبضہ میں ہے حقیقت میں اسکا نہیں ہے بلکہ اسکی قبضہ میں مستعار ہے شرع نے یہ اجازت دی ہے کہ اوس میں

فيه بوجه ومنع عن التصرف فيه بوجه اخر ولم ياذن له الشرع ان يتصرف في هذا المحل المكروه لغاية خباثة ونهاية
ایک طرح کا تصرف کرے اور ممانعت ہے کہ ایک اور وجہ سے تصرف نکرے اور شرع نے اجازت نہیں دی کہ اس محل مکروہ میں تصرف کرے کیونکہ غایت درجہ کی خباثت اور نہایت درجہ کی

قذارته الا ترى ان وطي الزوجة في القبل مع كونه حلالا قد وقع المنع عنه حال الحيض لاجل الاذى بقوله تعالى
نجاست ہے کیا معلوم نہیں کہ جماع بی بی کا قبل میں باوجودیکہ حلال ہے کبھی اوس سے بھی ممانعت ہے جیسے حیض میں گندگی کی سبب سے واسطے ارشاد الہی کے

ويسئلونك عن المحيض قل هو اذى فاعتزلوا النساء في المحيض وهي ايام يسيرة من الشهر فكيف لا يمنع عن موضع
اور پوچھتے ہیں تجھسے حکم حیض کا تو کہہ وہ گندگی ہے سو تم پرے رہو عورتوں سے حیض کی وقت اور وہ تمام مہینے میں چند روز ہوتا ہے پھر کیونکر نہ ممانعت ہوگی ایسی جگہ

لا يفارقه النجاسة التي اشد من دم الحيض اصلا فعلم من هذا ان مجرد الملك لا يقتضي التصرف فيما لم ياذن فيه
جہاں سے نجاست کبھی دور نہیں ہوتی جو کہ حیض کی خون سے زیادہ تر نجس ہے اس سے معلوم ہوا کہ صرف ملکیت سے یہ نہیں ہو سکتا کہ بدون اذن شرع کے سب تصرف کیا کرے

الشرع الا ترى ان الامة المجوسية او الوثنية مع كونها محلا للحرث لا يجوز لصاحبها ان يتصرف فيها بالتقبيل والتفخيذ
دیکھتا نہیں کہ لونڈی مجوسیہ آتش پرست یا وثنیہ بت پرست باوجودیکہ محل کھیتی کا ہے لیکن اوسکی مالک کو جائز نہیں کہ اوس میں کچھ تصرف کرے بوسہ لینا یا تفخیذ وغیرہ

وغيرها من دواعي الجماع فضلا عن الجماع وكذا البهيمة مع كونها محلا لقضاء الشهوة لا يجوز لمالكها قضاء الشهوة فيها
جو جماع کی لوازم ہیں جماع کی تو کہاں نوبت ہے اور ایسی ہی چوپایہ باوجودیکہ اوس سے قضاء شہوت ہو سکتی ہے پر مالک کو چوپایہ سے قضاء شہوت جائز نہیں ہے جب یہ بات مستحکم ہوئی

اذا تقرر هذا فالواجب على كل مسلم ان يحترز عن هذا الفعل القبيح لما روي انه عليه السلام قال من عمل قوم لوط
تو ہر مسلم پر واجب ہے کہ ایسی فعل بد سے کنارہ کرے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسنے قوم لوط کا سا عمل کیا

يعذب في النار منكوسا وروي ايضا انه عليه السلام قال اذا علا الذكر الذكر اهتز العرش وتقول السموات مرنا
دوزخ میں اوندھا اوسکو جلایا جاویگا اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب مرد پر مرد چڑھتا ہے تو عرش کانپ اٹھتا ہے اور افلاک کہتے ہیں کہ اے رب ہمکو

يا رب باهلاكه وتقول الارض يا رب مرنا ان نبتلعه فيقول الله تعالى دعوه فان طريقه على وقوفه بين يدي
حکم دے اسکو ہلاک کر ڈالیں اور زمین کہتی ہے اے رب ہمکو حکم ہو تو اسکو نگل جاویں اللہ تعالی فرماتا ہے تم جانے دو اسکا رستہ میری طرف ہے آخر میری سامنے کھڑا ہونا ہے

وروي ايضا انه عليه السلام قال لو اغتسل اللوطي بالبحار السبع لم يجئ يوم القيامة الا جنبا ذكر في الفتاوى
اور یہ بھی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا لوطی اگرچہ ساتوں دریا میں نہاوے پر قیامت کے دن ناپاک ہی آویگا اور فتاوی

الصغرى عن سفيان ان اللواطة لا تكون في الجنة لان الله تعالى استبعدها واستقبحها وقال ما سبقكم بها
صغریٰ میں سفیان سے نقل ہے کہ لواطت جنت میں نہیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو بہت مستبعد اور برا ٹھہرایا ہے اور فرمایا تم سے پہلے نہیں کی

من احد من العلمين وسماها خبيثة حيث قال ونجيناه من القرية التي كانت تعمل الخبائث والجنة منزهة
یہ کسی نے جہان میں اور اسکا نام خبیثہ رکھا جہاں کہ بیان کیا ہے اور بچایا ہم نے اسکو اوس بستی سے جو کرتی تھی گندے کام اور جنت میں

عن الخبائث قيل قد يعلم من هذا ان الجنة لكونها طيبة لطيفة في غاية اللطافة اذا كانت لا تقبل اللواطة
خبائث کا کیا کام ہے کسی نے یہ تقریر کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت چونکہ طیب اور غایت درجہ کی پاکیزہ ہے جب اسمیں لواطت نہیں ہو سکتی

لكونها فعلا خبيثا يلزم ان لا يقبل من يفعلها في الدنيا لكونه خبيثا حسيا في غاية الخباثة والخساسة لان
کیونکہ فعل خبیث ہے تو لازم آتا ہے کہ جو اسکو دنیا میں کرے … کیونکہ غایت درجہ کا خسیس ہے اسلئے کہ

المتصف بالخبث خبيث الا ان يتداركه الله بالتوبة النصوح الماحية لجميع الذنوب المجلس الثامن
جو خباثت کا کام کرے وہ بھی خبیث ہوتا ہے مگر اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ توبہ خالص سے اسکا تدارک کرے جس سے تمام گناہ دور ہو جاتے ہیں اٹھترویں مجلس

والسبعون في بيان حرمة شرب الخمر وبيان عقوبتها

قال رسول الله صلى الله
میں بیان شراب کی حرمت … اور اوسکی عقوبت کا … رسول اللہ صلی اللہ

عليه وسلم من شرب الخمر في الدنيا فمات وهو يدمنها ولم يتب منها لم يشربها في الاخرة هذا الحديث
علیہ وسلم نے فرمایا جسنے دنیا میں شراب پی پھر مر گیا اور ہمیشہ پیتا رہا اور توبہ نکی تو قیامت میں اوسکو نہ پیویگا یہ حدیث

من صحاح المصابيح رواه ابن عمر ومعناه ان من داوم على شرب الخمر فمات ولم يتب منها لا يدخل الجنة
مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے ابن عمر کی روایت ہے اسکے معنی یہ ہیں جو ہمیشہ شراب پیتا رہے پھر مر گیا اور توبہ نہ کی تو جنت میں نہیں جاویگا

ولا يشرب من خمرها لان نوعا من شرابها الخمر لقوله تعالى وانهر من خمر لذة للشاربين يعني ان في
اور نہ وہاں کی شراب نصیب ہوگی اسلئے کہ ایک قسم وہاں کی شراب خمر ہے دلیل اسکی آیت کہ اور نہریں ہیں شراب کی جسمیں مزہ ہے پینے والوں کا مراد یہ ہے کہ

الجنة انهارا من خمر لذيذة ليس فيها كراهة الطعم والريح ولا غائلة السكر والخمار وانما هي تلذذ محض
جنت میں مزہ دار شراب کی نہریں ہیں جسمیں نہ بدمزگی ہے اور نہ بو مکروہ ہے اور نہ نشہ اور خمار کا وہ خالص مزہ ہی مزہ ہے

يتلذذ بها الشاربون فمن يدخل الجنة لا بد ان يشرب منها ولا يكون محروما عنها فيكون عدم شربه
پینے والی مزہ اوڑاوینگے پھر جو جنت میں جاویگا وہ بالضرور پیویگا اوسسے محروم ہرگز نہ ہوگا اب مطلب شراب کا

منها كناية عن عدم دخوله فيها بسبب شرب الخمر في الدنيا لان خمر الدنيا حرام نجس نجاسة غليظة لا يحل
اشارہ ہے کہ دنیا کی شراب پینے سے جنت میں نہ جاویگا کیونکہ دنیا کی شراب حرام ناپاک مغلظہ ہے اوسکا پینا حلال نہیں

شربها ومن شربها طائعا ولو قطرة يقام عليه الحد وهو ثمانون جلدة للحر ونصفها للعبد فان لم يضرب
ہے اور جو شخص خوشی خاطر اگرچہ ایک قطرہ پیوے اوسپر حد جاری کیجاویگی یعنی اسی دُرّہ آزاد کی اور چالیس دُرّہ غلام کی اگر دنیا میں مار نہ لگی

في الدنيا يضرب في الاخرة بسياط من النار على رؤس الاشهاد ويكفر مستحلها ويحرم بيعها وشراؤها واكل
تو آخرت میں آگ کے دُرّہ سے سب کے سامنے لگیگی اور جو شخص حلال سمجھے وہ کافر ہے اور اوسکا بیچنا اور خریدنا اور اوسکی قیمت

ثمنها ويمنع اهل الذمة من اظهار شربها وبيعها وقد ذكر في كتب الفقه ان اجارة بيت بالامصار وبقراها
کھانا حرام ہے اور ذمی لوگ … منع کیے جاویں اور فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ گھر کو کرایہ دینا شہروں میں اور … قریوں میں شراب

ممن يبيع فيه الخمر مسلما كان او كافرا لا يجوز لانه اعانة على المعصية وقد قال الله تعالى وتعاونوا على البر
فروش کو مسلم ہو یا کافر جایز نہیں ہی اسواسطی کہ معصیت کی امداد ہی اور اللہ تعالی کا یہہ حکم ہی اور آپسمین مدد کرو نیک کام پر اور
والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان وما نقل عن ابي حنيفة انه جوز ذلك في السواد فمراده بالسواد على
پرہیزگاری پر اور مدد نکرو گناہ پر اور زیادتی پر اور یہہ روایت جو ابو حنیفہ سی منقول ہی کہ سواد میں بیچنا یا کرایہ دینا جایز ہی سواد کی مراد سواد ہی
ما صرح به العلماء سواد الكوفة لان غالب اهلها كان اهل الذمة واما سواد بلادنا فاعلام الاسلام فيها
موافق تصریح علماء کی گروہ کوفہ کا ہی اسلئی کہ اکثر باشندہ ذمی تھی اور ہماری شہروں کا گردا گرد سو اسلام کی نشانیاں
ظاهرة فلا يمكنون فيها كما لا يمكنون في الامصار وهو الصحيح وقد ذكر في نصاب الاحتساب ان المحتسب لو احرق بيت
غالب ہیں یہاں اونکو اتنی قدرت کہاں جیسی شہروں میں قدرت نہیں یہہ صحیح ہی اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہی کہ محتسب اگر ایسا مکان جو
الخمار المشهور لا يضمن اذا علم انه لا ينزجر بدونه لتعينه طريقا للحسبة نعم ان اصحابنا لم يرو عنهم في
شراب خانہ مشہور ہو پھونک دی تو ضمان نہیں آتا اگر سمجھی کہ بدون اسکی نہ باز آویگا کیونکہ یہی طریقہ احتساب کا ہی ہان ہماری علماء سی دربارہ جلا دینی کلال خانہ کی
احراق البيت شيء وانما روي عنهم هدم البيت وكسر الدنان لكن ذكر في الفصل الثامن من كتاب الصلوة من
کوئی روایت نہیں ہی اونسی یہی روایتیں ہیں کہ کلال خانہ کو گرا دی اور مٹکی توڑ دی لیکن محیط کی آٹھویں فصل میں کتاب الصلوۃ میں مذکور ہی
المحيط انه عليه السلام قال لقد هممت ان آمر رجلا يصلي بالناس وانظر الى قوم يتخلفون عن الجماعة فاحرق
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں نے ارادہ کیا تھا کہ ایک شخص واسطی امامت نماز جماعت کی مقرر کروں اور میں اون لوگوں کو دیکھوں جو جماعت سی پیچھی رہ جاتی ہیں پھر اونکی گھر
بيوتهم وهذا الخبر يدل على جواز احراق بيت من يتخلف عن الجماعة لان الهم على المعصية لا يجيء من الرسول لانه
پھونک دوں اس حدیث سی معلوم ہوتا ہی کہ تارک جماعت کا گھر پھونک دینا جایز ہی اسواسطی کہ عزم معصیت کا رسول سی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہہ بھی
معصية فاذا علم جواز احراق البيت على ترك السنة المؤكدة فما ظنك في احراق البيت على ترك الواجب
معصیت ہی پھر جب گھر کا پھونک دینا سنت مؤکدہ کی ترک سی جایز ہو تو اب گھر جلانی میں ترک واجب اور فرض پر تیرا خیال کیا ہی
والفرض وقد ذكر في الباب الثلثين من شرح ادب القاضي للخصاف ان عمر خطب الناس يوما فقال بلغني ان في بيت
اور خصاف کی شرح ادب القاضی کی تیسویں باب میں مذکور ہی کہ عمر رضی اللہ عنہ نی ایکروز لوگوں کو خطبہ سنایا کہا میں نی سنا ہی کہ
فلان وفلان مسكرا فاني آتي بيوتهما فان كان حقا احرق بيوتهما وهما رجلان رجل من قريش ورجل من
فلانی اور فلانی کی گھر میں شراب ہی میں اونکی تلاشی لونگا اگر سچ نکلا تو اونکی گھر پھونک دونگا اور وہ دو شخص ایک تو قریش میں سی تھا اور ایک
ثقيف فسمع القريشي بذلك فحذر واخرج ما في بيته من المسكر واراقه ولم يفعل الثقفي وكان اسمه رشد فاتى
ثقیف میں سی سو قریشی نی یہہ بات سنی ڈر ا اور جو اوسکی گھر میں نشہ تھا سب پھینک دیا اور ثقفی نی کچھ پروا نکی اور اوسکا نام رشد تھا پھر
عمر بيت القريشي فلم يجد فيه شيئا من المسكر واتى بيت الثقفي فوجد فيه خمرا فاحرق بيته وقال انت
عمر نی قریشی کی گھر کی تلاشی لی تو نشہ کچھ نہ پایا پھر ثقفی کی گھر گئی تو وہان شراب موجود تھی سو اوسکا گھر پھونکدیا اور فرمایا تو رشد
بمرشد قد علم من هذا الاثر ان المحتسب اذا بلغه خبر من المنكرات ينبغي له ان يعلنه ويهدد عليه لان عمر
نہیں ہی اور اس اثر سی معلوم ہوا کہ محتسب جب منکرات کی خبر سنی تو اوسکو چاہیی کہ مشہور کری اور دھمکاوی کیونکہ عمر نی
لما بلغه خبر المسكر اعلنه في خطبته ووعظه وهدد عليه باحراق البيت واتعظ القريشي فلم يحرق بيته
جب شراب کی خبر سنی تو خطبہ اور وعظ میں ظاہر کیا اور گھر پھونکنی سی دھمکایا اور قریشی نی تو نصیحت مانی اوسکا گھر بچا
ولو يتعظ الثقفي فاحرق بيته لانه هدد به فلا يليق بالسياسة ان يهدد بشيء ثم لا ياتي به وقد روي ان نفرا
اور ثقفی نی پند نمانی سو اوسکا گھر جلا دیا کیونکہ یہی دھمکی دی تھی پھر سیاست کی خلاف ہی کہ دھمکی تو دیوی اور اوسپر عمل نکری اور روایت ہی کہ اہل شام

اهل الشام شربوا الخمر وقالوا هی لنا حلال لانه تعالی قال لیس علی الذین امنوا وعملوا الصلحت جناح فیما طعموا
میں سے چند آدمیوں نے شراب پی اور کہنے لگے کہ ہمکو حلال ہے اسلئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کئے انپر نہیں گناہ جو کچھ پہلے کھا چکے

فکتب فیهم الی عمر بذلك وكتب عمر ان ابعثوا بهم الی فلما قدموا جمع لهم عمر رض اصحاب رسول الله علیه السلام
سو یہ حال عمر کی پاس لکھی آئی عمر نے جواب لکھا کہ اونکو یہاں بھیجدو جب وہ آئے تو عمر رض نے اونکی لئے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کر کر

وشاورهم فیهم فقالوا یا امیر المؤمنین انهم افتروا علی الله تعالی وشرعوا فی دینه ما لم یاذن به فاضرب اعناقهم
مشورہ کیا سب نے کہا یا امیر المؤمنین ان لوگوں نے اللہ پر افترا کیا اور اوسکی دین میں نیا راہ نکالا جسکی اجازت نہیں ہے سو انکو قتل کر

وعلی فی القوم ساکت فقال له عمر ما تری فیهم یا علی فقال اری ان تستتیبهم فان تابوا فاضرب کل واحد منهم
اور علی رض سب میں چپ تھے عمر رض نے اونسے پوچھا یا علی اس باب میں آپکی کیا رائے ہے کہا میری نزدیک انسے توبہ کراؤ اگر توبہ کریں تو ہر ایک کی

ثمانین جلدة وان لم یتوبوا فاضرب اعناقهم فاستتابهم فتابوا وضرب کل واحد منهم ثمانین جلدة والجواب
اسی اسی درے مارو اور اگر توبہ نکریں تو انکو قتل کرو سو اونسے توبہ کرائی تو انہوں نے توبہ کی اور ہر ایک کی اسی اسی درے ماری اور جواب

عن الآیة التی استدلوا بها علی اباحة الخمر ما روی عن ابن عباس انه قال لما نزل تحریم الخمر قالوا یا رسول الله کیف
اوس آیت کا جس سے انہوں نے اباحت خمر پر حجت کی تھی یہہ ہے جو روایت ہے ابن عباس سے کہ جب شراب کی حرمت قرآن میں آئی تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ

باخواننا الذین ماتوا وهم یشربون الخمر فنزل قوله تعالی لیس علی الذین امنوا وعملوا الصلحت جناح فیما طعموا
ہماری بھائیوں کا کیا حال ہوگا جو مر گئے اور شراب پیتے تھے تب یہہ آیت اتری جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کئے اونپر نہیں گناہ جو کچھ پہلی کھا چکی

یعنی ان الذین شربوا الخمر قبل تحریمها لا اثم علیهم انما الاثم علی الذین یشربونها بعد تحریمها فان قیل تحریم
مراد یہہ ہے کہ جنہوں نے حرام ہونے سے پہلے شراب پی وہ گنہگار نہیں ہیں گنہگار وہی ہیں جو بعد حرمت کے پیتے ہیں اگر کوئی کہے کہ حرمت

شرب ما یزیل العقل الذی هو ملاك معرفة الله تعالی وشکر نعمه حسن لا شبهة فیه فلم کان حلالا للامم
ایسی چیز کے پینے کی جو عقل کو کہو دیوے کہ وہ معرفت الہی اور نعمتوں کی شکر کی جڑ ہے بہت خوب ہے اسمیں کچھ شبہہ نہیں ہے پھر پہلی امتوں کی واسطے کیوں حلال تھی

السالفة مع احتیاجهم الی ذلك فالجواب ان العقل لا یزول بشرب القلیل منه وانما یزول بالسکر والسکر حرام
اسکی وہ بھی تو حاجتمند تھی سو جواب یہہ ہے کہ تھوڑے سے میں عقل کم نہیں ہوتی عقل جب ہی جاتی ہے کہ نشہ چڑھے اور نشہ

فی جمیع الادیان لکن القلیل من الخمر قد حرمت علی هذه الامة المشهود لهم بالخیریة تکرمة لهم من الله تعالی
تمام دینوں میں حرام رہا ہے لیکن اس امت کی حق میں جسکی عمدگی کی گواہی گذر چکی ہے تھوڑی سی شراب بھی حرام ہو گئی ہے یہہ اللہ تعالی کی طرف سے کرامت ہے

لئلا یقعوا فی المحظور الذی هو السکر لان قلیلها یدعو الی کثیرها وهذا من خواصها ولهذا یزداد لذة شاربها
تاکہ نشہ میں جو کہ ممنوع ہے مبتلا نہو جاویں کیونکہ تھوڑی شراب بہت کا مزہ لگا دیتی ہے یہہ ہی اسکا خاصہ ہے اسیلئے شرابی کا مزہ شراب بڑھاتی ہی

بالاستکثار منها بخلاف سائر المشروبات فان قیل الداعی المذکور کان موجودا فیها فلم لم تحرم ابتداء ولم حرمت
زیادہ پینے سے برخلاف اور شربتوں کی اگر کوئی کہے کہ داعی یعنی خاصہ مذکور تو اوسمیں ہمیشہ موجود تھا پھر پہلی ہی ابتداء اسلام میں کیوں نہ حرام ہوئی

بالتدریج فالجواب ان الشهادة بالخیریة لم تکن اذ ذاك واما التدریج الطاری فلئلا یقع النفرة عن الاسلام فانهم فی
اور پھر آہستہ آہستہ کیوں حرام ہوئی تو جواب یہہ ہے کہ عمدگی کی گواہی ابتدا میں کہاں تھی اور یہی آہستگی سو اسلئے کہ اسلام کی نفرت لوگوں میں نہ آجاوے کیونکہ وہ لوگ

الجاهلیة کانوا مؤلفین بشربها فلکونهم مؤلفین بشربها اظهر الله تعالی فضله واحسانه ولم یحرمها دفعة واحدة
جاہلیت میں شراب کی بڑی شوقین تھی تو انکی شوق کی لحاظ سے اللہ تعالی نے اپنا فضل اور احسان ظاہر فرمایا یکلخت حرام نہ کی

بل بالتدریج حتی تواردت فی شانها اربع ایات نزل فی مکة قوله تعالی ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون
بلکہ تدریج سے حرام کی یہاں تک کہ شراب کی باب میں چار آیتیں اوتریں مکہ میں تو یہہ آیت آئی اور میووں سے کھجور کی اور انگور کی بناتے ہو

منه سكرا ورزقا حسنا والمراد من السكر الخمر فقال كبراء الصحابة لو كان فيها خير لم تميز من الرزق الحسن

اوس سی نشہ اور روزی خاصی اور سکر سی شراب مراد ہی بڑی بڑی فہیم صحابہ قایل ہوئی کہ اگر شراب مین کچھ خوبی ہوتی تو رزق حسن سی الگ کیون ہوتی

فتركوها وخفى على غيرهم ان توصيف المعطوف بالحسن لا يخلوا عن الدلالة على ان فی المعطوف عليه قبحا فلم يتركوها

سو انہون نے ترک کی اور اور لوگون پر یہہ امر پوشیدہ رہگیا کہ معطوف کی موصوف ہونی مین خوبی سی تیرہ ہی دلالت ہی کہ معطوف علیہ مین کچھ برائی ہی سو انہون نی نہین چھوڑی

ثم ان عمر ومعاذا ونفرا من الصحابة قالوا يا رسول الله افتنا فی الخمر والميسر فان احدهما مذهبة للعقل والاخر

پہر عمر اور معاذ اور کئی اور صحابہ نی عرض کیا یارسول اللہ ہمکو شراب اور جوئی کا حکم بتاؤ بیشک ایک تو عقل کھو دیتا ہی اور دوسرا مال تلف

متلف للمال فنزل قوله تعالى يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما

کرتا ہی تب یہہ آیت آئی تجہسی پوچھتی ہین حکم شراب اور جوئی کا تو کہہ انمین گناہ بڑا ہی اور فائدی ہی ہین لوگون کو اور انکا گناہ فائدی سی بڑا ہی اس آیت مین

فانه تعالى لم يحرمهما بل ذمهما ونبه بذلك على ان اجتنابهما اولى من اقترافهما لان الحكم فی الامور للاغلب فامتنع كثير

بیشک اللہ تعالی نی شراب حرام تو نہیں کی بلکہ اوسکی ہجو کی اور اس سی آگاہ کیا کہ شراب سی کنارہ کرنا مست برتنی کی اولی ہی اسلئی کہ ہر کار مین حکم غالب پر ہوتا ہی پہر بہت لوگ

منهم عنهما فقالوا لا حاجة لنا فيما فيه اثم كبير وقال بعضهم ناخذ نفعهما ونترك اثمهما فلم يمتنعوا عنهما ثم ان عبد

دونوں سی باز آئی کہا ہمکو اوسکی کچھ حاجت نہین جسمین بڑا گناہ ہوتا ہو اور بعضی لوگ کہنی لگی ہم انکا فائدہ حاصل کرتی ہین اور گناہ ترک کرتی ہین سو دونوں سی باز نہ آئی پہر عبد الرحمن

الرحمن بن عوف صنع طعاما فدعا جماعة من الصحابة واتاهم بخمر فشربوا وسكروا وحضرت صلوة المغرب فقدموا

بن عوف نی ضیافت کا کہانا پکا کر ایک جماعت صحابہ کو طلب کیا اور شراب پیش کی پہر سب نی پی اور مست ہوگئی اور وہین مغرب کا وقت ہوگیا تو انہون نی ایک کو

احدهم فقرأ قل يا ايها الكافرون اعبد ما تعبدون بحذف لا الى اخر السورة بحذف لا فنزل قوله تعالى يا ايها الذين امنوا

امام کیا اونی اسطور پڑہا قل یاایہا الکافرون اعبد ما تعبدون آخر سورة تک یہی طرح لفظ لا کا ترک کر پڑہا پہر یہہ آیت اوتری اے ایمان والو

لا تقربوا الصلوة وانتم سكرى فهذه الاية اشد من الاولى لانه تعالى حرم فيها السكر فی مواقيت الصلوة لان مرجع

نزدیک نہو نماز کی جب تم کو نشہ ہو یہہ آیت پہلی آیت سی تیز ہی اسلئی کہ اللہ تعالی نی اس آیت مین اوقات نماز مین نشہ حرام کر دیا اسلئی کہ مآل

النهی ليس هو المقيد مع بقاء القيد مرخصا بحاله بل مرجع النهی انما هو القيد مع بقاء المقيد لازما بحاله

نہی کا مقید نہین ہی اگر قید جوں کی توں مرخص ہی بلکہ مآل نہی کا وہ قید ہی مقید سمیت لازم بحال

لان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا فكانه تعالى قال يا ايها الذين امنوا لا تسكروا فی اوقات الصلوة فترك

کیونکہ نماز مسلمانون پر فرض وقت بندہی ہوئی ہی تو گویا اللہ تعالی نی فرمایا اے ایمان والو نماز کی وقت نشہ مت کیا کرو پہر اکثر لوگون نی

اكثرهم شربها فشربها اقلهم فی غير اوقات الصلوة فمنهم من كان يشربها بعد صلوة العشاء فيصبح وقد زال عنه

شراب پینا ترک کیا اور کچھ لوگ سوای اوقات نماز کی پیتی رہی پہر بعضی ایسی تہی کہ نماز عشا کی بعد پیتی صبح ہوتی تک نشہ دور ہو جاتا

السكر ومنهم من كان يشربها بعد صلوة الصبح فيصحوا عند مجیء وقت الظهر فخلا اكثر اوقاتهم عن الشرب ثم قل

اور بعضی صبح کی نماز کی بعد پیتی تو وہ ظہر کی وقت تک ہوشیار ہو جاتی سو انکا اکثر وقت شراب سی صاف جاتا تہا اسمین دشوار کا

نقلهم الى التحريم المطلق ثم ان عتبان بن مالك دعا رجالا من المسلمين وشوى لهم راس بعير فاكلوا وشربوا الخمر

حرمت مطلقہ کی اوپر سہل ہوگئی پہر عتبان بن مالک نی کئی شخص مسلمان بلاکر اونکی لئی اونٹ کی سری بھونی پہر انہون نی کہانا کہایا اور شراب پی

فلما سكروا تفاخروا وتناشدوا الاشعار وكان فيهم سعد بن ابی وقاص فانشد شعرا فيه هجاء الانصار فاخذ رجل

جب مست ہوئی اپنی اپنی شیخی کرنی لگی اور شعر پڑہنی شروع کئی اس جماعت مین سعد بن ابی وقاص بہی تہی انہون نی انصار کی ہجو کی شعر پڑہنی شروع کئی پہر ایک شخص

منهم لحی البعير فضرب به راس سعد فشجه موضحة فانطلق سعد الى رسول الله عليه السلام فشكى اليه وكان

او نمین سی اونٹ کا جبڑا لیکر سعد کی سر پر جڑا کہ سر کہل گیا پہر سعد نی رسول اللہ صلی اللہ کی پاس آکر فریاد کی اور

اللهم

عمر حاضرا فقال اللهم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا فنزل قوله تعالی یایها الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب
عمر اوس وقت حاضر تہی دعا کی یا الٰہی ہمپر شراب کا بیان شافی کہولدی پہر یہہ آیت اوتری ای ایمان والو یہہ جو ہی شراب اور جوا اور بت

والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوه لعلکم تفلحون انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوة والبغضاء
اور پانسی گندی کام ہین شیطان کی سو انسی بچتی رہو شاید تمہارا بہلا ہو شیطان یہہ ہی چاہتا ہی کہ ڈالی تم مین دشمنی اور بیر

فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر الله وعن الصلوة فهل انتم منتهون فقال عمر انتهینا یا رب فدلت هذه الایة
شراب سی اور جوئی سی اور روکی تمکو اللہ کی یاد سی اور نماز سی پہر اب تم باز آؤ گی عمر نی کہا ابہی ہم باز آئی اس آیت سی

علی تحریم الخمر قطعا من عشرة اوجه احدها انه تعالی قرنها بالمیسر الذی هو القمار وهو حرام بالاتفاق وکذا ما
شراب کی قطعی حرمت دس وجہ سی معلوم ہوتی ہی ایک یہہ کہ اللہ تعالی نی شراب کو میسر کی ساتہہ ذکر کیا میسر جو قمار ہی اور وہ بالاتفاق حرام ہی اور ایسی ہی جو

قرن به والثانی انه تعالی قرنها بالانصاب وهی فی الحرمة کذلک والثالث انه تعالی قرنها بالازلام وهی فی الحرمة
اوسکی ساتہہ ہووی اور دوسری یہہ کہ اللہ تعالی نی اوسکو انصاب کی ساتہہ ملایا انصاب بہی حرمت مین ویسی ہی ہین تیسری یہہ کہ اللہ تعالی نی ازلام کی ساتہہ متصل کیا وہ بہی حرمت

کذلک والرابع انه تعالی سماها رجسا وهو اسم للحرام النجس العین والخامس انه تعالی جعلها من عمل الشیطن تنبیها
ویسی ہی ہین اور چوتہی یہہ کہ اللہ تعالی نی اوسکا نام رجس رکہا اور رجس حرام نجس العین کو کہتی ہین اور پانچوین یہہ کہ اللہ تعالی نی اوسکو عمل شیطان کا قرار دیا اس تنبیہ کی

علی ان تعاطیها شر بحت والسادس انه تعالی امر باجتنابها والامر للوجوب فیلزم الامتثال والسابع انه تعالی وعد
واسطی کہ اسکا برتنا سر محض ہی اور چہٹی یہہ کہ اللہ تعالی نی ہمکو اوس سی کنارہ کرنیکا ارشاد کیا اور امر ہی مامور بہ واجب ہو جاتا ہی پہر اوسکی تعمیل ضروری ہی اور ساتوین یہہ کہ اللہ تعالی

الفلاح علی ذلک الاجتناب والفلاح لا یحصل الا باجتناب المحرم والثامن انه تعالی قال انما یرید الشیطن ان یوقع
نی اوس کنارہ کشی پر فلاح کا وعدہ فرمایا اور فلاح حرام سی کنارہ کشی بغیر حاصل نہین ہو سکتی آٹہوین یہہ کہ اللہ تعالی نی فرمایا شیطان یہہ ہی چاہتا ہی کہ تمہاری درمیان مین

بینکم العداوة والبغضاء وما یؤدی الی ذلک فهو حرام والتاسع انه تعالی بین ان مراد الشیطان ان یصدهم
دشمنی اور بیر پیدا کر دی اور جس سی دشمنی وغیرہ پیدا ہو وہ حرام ہی نوین یہہ کہ اللہ تعالی نی بیان کیا کہ شیطان کی یہہ غرض ہی کہ باز رکہی

عن ذکر الله وعن الصلوة وذلک حرام والعاشر انه تعالی امر بالانتهاء عنها والانتهاء لا یجب الا عما هو حرام
اور نماز سی روکدی اور یہہ سب حرام ہی دسوین یہہ کہ اللہ تعالی نی فرمایا اس سی باز آؤ اور باز آنا اوس سی واجب ہوتا ہی جو حرام ہووی

ثبت بهذه الوجوه حرمة الخمر قطعا فترکوا شربها جمیعا حتی روی عن انس انه قال کنت مع جماعة من الصحابة
اب ان وجوہات سی حرمت شراب کی قطعی ثابت ہوئی پہر سب نی اوسکا پینا ترک کیا یہان تک کہ انس سی روایت ہی کہ وہ کہتا ہی کہ مین صحابہ کی جماعت کی ساتہہ

فی دار ابی طلحة الانصاری وهو یشربون الخمر وانا ساقیهم اذ مر علینا رجل فقال ان الخمر قد حرمت فوالله
ابو طلحہ انصاری کی گہر مین تہا اور وہ شراب کا چل رہا تہا اور مین اونکو پلاتا تہا ناگاہ وہان ایک شخص آگیا کہا شراب تو بیشک حرام ہو گئی پہر خدا کی قسم

ما توقفوا وما سئلوا عنها حتی قالوا اهرق ما فی انائک یا انس فاهرقته وما عادوا فیها ابدا حتی لقوا الله تعالی وروی
ذرہ دیر نکی اور نہ کچہہ کہا یہہ ہی کہا انس جتنی تیری برتن مین ہی گرا دی سو مینی گرا دی اور کبہی پہر کبہی نہ پی یہان تک کہ مر گئی اور

عن علی انه قال لو وقعت قطرة منها فی البیر فبنیت مکانها منارة لم اؤذن علیها ولو وقعت قطرة منها
علی رضی سی روایت ہی کہ کہتی تہی کہ اگر شراب کی ایک بوند کوئی مین گر جاوی پہر کوئی کی جگہ مینار بناوین تو مین اوسپر اذان نہ پڑہوں اور اگر شراب کی ایک بوند

فی البحر ثم جف فنبتت فیه الکلاء لم ارعه وروی عن عثمان انه قال اجتنبوا الخمر فانها ام الخبائث
دریا مین گر پڑی پہر وہ خشک ہو کر گہاس جم آوی تو مین نہ چراوں اور عثمان رض سی روایت ہی کہ وہ کہتی تہی کنارہ کرو شراب سی بیشک یہہ تمام خبائث کی ماں ہی

فوالله لا یجتمع الایمان والخمر فی قلب رجل الا یوشک ان یذهب احدهما بالاخر
قسم ہی اللہ کی کہ کسی شخص کی دل مین ایمان اور شراب دونوں جمع نہیں ہوتی مگر قریب ہی کہ انمیں سی کوئی ایک دوسری کو کہودی

يعني ان شارب الخمر اذا سكر يجري على لسانه كلمة الكفر فانه وان لم يعتبر ارتداده في حال السكر لعدم القصد
مراد یہ ہی کہ شرابی جب مست ہوتا ہی تو اوسکی زبان پر کلمہ کفر کا آجاتا ہی اب حالت مستی میں قصد اور اعتقاد نہوتی سی اگرچہ اوسکی ارتداد کا اعتبار نہیں ہی

والاعتقاد لكن يتعود لسانه ذلك ويخاف عليه عند الموت ان يجري على لسانه كلمة الكفر ويخرج من الدنيا على
پر اوسکی زبان کو یہی عادت پڑجاتی ہی اور سپر یہ خوف ہوتا ہی کہ مرتی دم بہی اوسکی زبان سی کلمہ کفر کا نکلی اور دنیا سی کافر ہوکر جاوی

الكفر لان اكثر ما ينزع الايمان من العبد عند الموت ليس الا بسبب ذنوبه التي يفعلها في حياته فيبقى في النار
کیونکہ اکثر آدمی کا ایمان مرتی وقت جو کہ جاتا ہی سو صرف سبب گناہوں کی جو زندگی بہر کرتا رہتا ہی پہر ہمیشہ کو دوزخ میں پڑا رہیگا

ابدا وقد روي ان اهل النار يساقون الى النار فاذا دنوا منها يستقبلهم الملئكة بمقامع من حديد فاذا
اور روایت ہی کہ دوزخیوں کو جب دوزخ کی طرف لیجاتی ہیں جب وہ نزدیک ہوجاتی ہیں تو سامنی کی فرشتی لوہی کی گرز لیکر آتی ہیں جب

دخلوها لا يبقى منهم عضو الا يلزمه عذاب اما حية تنهشه واما عقرب تلسعه او نار تسفعه او ملك
وہ دوزخ میں داخل ہوجاتی ہیں تو اونکا کوئی عضو ایسا باقی نہیں رہتا کہ عذاب ہو یا تو اوسکو سانپ ڈستا ہی یا بچھو ڈنک مارتا ہی یا آگ جلا کر کوبلا کر دیتی ہی یا فرشتہ

يضربه بمقمع فاذا ضربه الملك ضربة يهوي في النار مقدار اربعين عاما لا يبلغ قعرها وقعرها ثم يرفعه
گرز سی مارتا ہی جب اوسکی فرشتہ ایک چوٹ لگاتا ہی تو چالیس برس کی مسافت پر آگ کی اندر دہس جاتا ہی ابہی اوسکی تہ کو نہیں پہنچتا کہ آگ کی لپٹ

اللهب فاذا بدا راسه يضربه الملك ضربة اخرى فيهوي فيها فيعذب فيها ما شاء الله تعالى ان يعذبوا ثم
پہر اوچہال دیتی ہی وہیں اوسکا سر نکلتا ہی کہ فرشتہ دوسری چوٹ لگاتا ہی پہر آگ میں اترجاتا ہی پہر یہی عذاب ہوتی جاویگا جب تک مرضی الٰہی عذاب دینی کی ہوگی

يدعون خزنة جهنم قائلين لهم ادعوا ربكم يخفف عنا يوما من العذاب فلا يجيبونهم ثم يدعون مالكا فلا
پہر دوزخ کی نگہبانوں کو پکار کر یہ کہینگی انکو اپنی رب سی کہو کہ ہمپر ہلکا کری ایکدن تہوڑا عذاب سو وہ کچہہ جواب نہ دینگی پہر وہ مالک کو پکارینگی وہ بہی

يجيبهم فيقولون قد دعونا الخزنة ودعونا المالك فلم يجيبونا هلموا فلنجزع فلا يغني عنهم ثم يقولون هلموا
جواب نہ دیگا پہر کہینگی ہم نگہبانوں کو پکار چکی اور مالک کو پکار چکی سو کوئی جواب نہیں دیتا آؤ ہم آپ فریاد کریں سو کچہہ فائدہ نہوگا پہر کہینگی آؤ

فنصبر فيصبرون ولا يغني عنهم فيقولون سواء علينا اجزعنا ام صبرنا ما لنا من محيص فهذا العذاب
صبر کریں پہر صبر کرینگی اور کچہہ فائدہ نہوگا پہر کہینگی برابر ہی ہماری حق میں ہم بیقراری کریں یا صبر کریں ہکو خلاصی نہیں بس یہ عذاب

ان كان للكفار لكن المسلم اذا شرب الخمر يجري على لسانه كلمة الكفر ويتعود لسانه ان يتكلم بكلمة الكفر
اگرچہ کفار کی لئی ہی لیکن مسلم بہی اگر شراب پیتا ہی تو اوسکی زبانسی کلمہ کفر کا نکلجاتا ہی اور اوسکی زبان کو عادت پڑجاتی ہی کہ کلمہ کفر کا بکا کری

فينزع عنه الايمان فيصير من جملة الكفار فيبقى ابدا في عذاب النار فينبغي للمؤمن ان يمتنع عن شربها و
سو اوسکا ایمان جاتا رہتا ہی اور کفار میں داخل ہوجاتا ہی پہر ہمیشہ کو دوزخ میں پڑا رہیگا سو اب مؤمن کو چاہئی کہ شراب پینی سی باز رہی اور

ينقطع عمن يشربها ويتفكر في هول يوم القيمة فان من يتفكر في هوله لا يميل قلبه الى شربها والى صحبة من
شرابی کی پاس نہ بیٹہی اور قیامت کی ہول کا خیال رکہی کیونکہ جو شخص قیامت کی ہول کا خیال رکہتا ہی اوسکا دل نہ شراب پینی کو چاہی نہ شرابی کی صحبت کو

يشربها لكن لا بد من معرفة حقيقتها وهي التي من ماء العنب اذا غلا واشتد وقذف بالزبد واذا لم يقذف بالزبد
لیکن شراب کی حقیقت بہی دریافت کرنی چاہئی شراب وہ ہی جو انگور کی شیرہ کی ہوتی ہی جب خوب جوش کہا کر کف گرانی لگی اور جبتک کف نہ گرانی لگی

لا يصير خمرا عند ابي حنيفة وعندهما اذا اشتد يصير خمرا وان لم يقذف بالزبد واما المثلث وهو ما طبخ
امام ابو حنیفہ کی نزدیک خمر نہیں ہوتی اور صاحبین کی نزدیک جب خوب جوش کہا جاوی خمر ہوجاتی ہی اگرچہ کف نہ آوی اور مثلث وہ ہوتی ہی کہ انگور کا شیرہ

من عصير العنب حتى ذهب ثلثاه وبقي ثلثه ثم غلا واشتد وصار مسكرا فعند محمد واكثر الفقهاء قليله وكثيره
پکتی پکتی دو تہائی جل کر ایک تہائی رہ جاوی پہر خوب جوش کہا کر مسکر ہو جاوی سو امام محمد اور اکثر فقہا کی نزدیک سیر بہی تہوڑی اور بہت

حرام وكذا كل ما هو مسكر من كل شراب سواء كان مما يتخذ من الحبوب كالحنطة والشعير والذرة او من الالبان
سب حرام ہی اور ایسی ہی ہر ایک شراب میں سے جو مسکر ہو برابر ہی کہ دانہ سے بنتی ہو جیسے گیہوں اور جو اور جوار یا دودھ

والعسل والتين وعند ابي حنيفة وابي يوسف يحل شربه ما لم يسكر واذا اسكر الشارب لا يحل شربه حتى قال ابو
اور شہد اور انجیر سے اور امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف کے نزدیک جب تک نشہ نہ لاوے پینا حلال ہی اور جب پینے والے کو مست کردے تو پینا حلال نہیں ہی

الليث في التنبيه الشارب المطبوخ اعظم ذنبا واثما من شارب الخمر لان شارب الخمر مقر بانه شرب الخمر الحرام فيصير
الليث تنبیہ میں کہتا ہی کہ مطبوخ کا پینے والا بڑا گنہگار ہی شراب پینے والے سے اسلئے کہ شراب پینے والا قائل ہی کہ پیتا شراب حرام ہی سو وہ فاسق

فاسقا وشارب المطبوخ يشرب المسكر ويراه حلالا وقد اجمع المسلمون على ان شرب المسكر حرام واذا استحل ما هو
ہوتا ہی اور مطبوخ پینے والا مسکر پیتا ہی اور حلال جانتا ہی اور مسلمان اسپر سب متفق ہیں کہ مسکر کا پینا حرام ہی اور جب حرام بالاجماع کو حلال سمجھے تو

حرام بالاجماع يصير كافرا وشرب المطبوخ ما لم يسكر انما يحل اذا لم يقصد به اللهو والطرب واما اذا قصد به اللهو
کافر ہو جاتا ہی اور مطبوخ غیر مسکر کا پینا جبھی تک حلال ہی کہ اوس سے لہو اور طرب مقصود نہو اور اگر بہ نیت لہو اور

الطرب فلا يحل شربه حتى سئل عنه ابو حفص الكبير فقال لا يحل شربه فقيل له خالفت الشيخين فقال لا انهما
طرب کی پیویں تو حلال نہیں ہی یہاں تک کہ ابو حفص کبیر سے پوچھا تو کہا اوسکا پینا حلال نہیں ہی کسی نے کہا شیخین کی خلاف کرتے ہو جواب دیا نہیں اسلئے کہ وہ دونو

كانا يجوزانه لاستمراء الطعام والناس في زماننا يشربونه للفجور والتلهي فعلم من هذا ان الخلاف فيما قصد به التقوي
ہضم طعام کی لئے حلال کہتے تھے اور اس زمانہ کے لوگ فجور اور لہو کی لئے پیتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ خلاف اوس صورت میں ہی کہ مقصود عبادت کی قوت ہو

على العبادة واما اذا قصد به التلهي فلا يحل اتفاقا بل اذا شرب الماء وغيره من المباحات بلهو وطرب على هيئة
اور اگر صرف لہو مقصود ہو تو اتفاقا حلال نہیں بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات لہو اور طرب سے فاسقوں کی وضع پر پیوے

الفسقة حرمت ايضا المجلس التاسع والسبعون في بيان حرمة الغلول ووجوب التقسيم بين
تو بھی حرام ہی اناسی مجلس میں بیان غنیمت کی چوری کی حرمت کا اور تقسیم واجب ہونیکا غانمین میں

الغانمين كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ادوا الخياط والمخيط واياكم والغلول فانه عار على
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ادا کر دیا کرو سوئی اور دھاگا اور بچو غنیمت کی چوری سے قیامت کی دن

اهله يوم القيامة هذا الحديث من حسان المصابيح رواه عبادة بن الصامت والمراد من الغلول الخيانة في
غلول کرنیوالوں پر بڑی شرم ہوگی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی عبادة بن الصامت کی روایت سے اور مراد غلول سے غنیمت کی

الغنيمة ما اخذ من الكفار عنوة وهي لم تكن حلالا للامم السالفة لكن الله تعالى تفضل لهذه الامة فجعلها
خیانت ہی اور غنیمت وہ مال ہی جو غالب ہوکر کافروں سے چھین لیں اور غنیمت پہلی امتوں کو حلال نہ تھی لیکن اللہ تعالی نے اس امت پر اپنا فضل کرکر انکو غنیمت

حلالا لهم حيث قال فكلوا مما غنمتم حلالا طيبا وحكمها بعد اخراجها الى دار الاسلام ان يجمع ما في ايدي الغزاة
حلال کردی ہی چنانچہ فرمایا ہی سو کھاؤ جو غنیمت لاؤ حلال ستھری اور غنیمت کا حکم جب دار الاسلام میں لی آویں تو یہہ ہی کہ جو غازیوں کی پاس ہو وہی سب یکجا

حتى ما فضل من ماكلهم ومعالفهم سوى النفل بسياتي بيانه ثم يخرج منها الخمس لليتمى والمسكين وابن السبيل ثم
جمع کریں یہاں تک کہ جو کھا کر اور دواب کی گھاس سے بچ رہی بجز نفل یعنی عطاء زاید کی جسکا بیان اب آتا ہی پھر اوس میں سے پانچواں حصہ یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کی

يقسم باقيها بين الغانمين فيعطى للراجل سهم وللفارس سهمان عند ابي حنيفة وعند غيره يعطى للفارس ثلثة
نکال کر پھر باقی غانمین میں یعنی لشکر میں بانٹ دیں اب امام ابو حنیفہ کی نزدیک پیادہ کو ایک حصہ اور سوار کو دو ہرا حصہ اور سوائی اونکی اور کہتے ہیں کہ سوار کو تہرا حصہ ہی

اسهم وليس للامام على ما ذكر في فتاوي قاضيخان ان يقسم الغنائم في دار الحرب قبل اخراجها الى دار الاسلام الا
اور موافق مذکور فتاوی قاضیخاں کی امام کو یہہ اختیار نہیں ہی کہ غنایم کو دار الحرب کی اندر دار الاسلام میں لانی سے پہلی تقسیم کردے ہاں

ان يفتح بلدة من بلاد اهل الحرب ويقسم الغنائم فيها ثم يجوز قسمته لانه لما فتحها صارت تلك البقعة من
اگر کوئی شہر اہل حرب کی شہروں میں سے فتح کرکر اوسمیں غنایم تقسیم کردے تو اب تقسیم جایز ہے کیونکہ جب امام نے شہر فتح کرلیا تو وہ جگہہ دار الاسلام کی ہوگئی

دار الاسلام فيجوز قسمة الغنائم فيها هذا حكم الشرع في الغنيمة لكن في هذا الزمان قد ترك هذا الحكم
پہر اوسمیں قسمت غنایم کی جایز ہے غنیمت میں شرع کا تو یہہ حکم ہے لیکن اس زمانہ میں یہہ حکم چہوٹ چہاٹ کر ایسا ہوگیا ہے

وجعل كالشريعة المنسوخة حيث لا يقسم الغنائم بين الغانمين ولا يخرج خمسها لان العادة في هذا الزمان
جیسے دین منسوخ کیونکہ نہ تو غنایم لشکر پر بٹتی ہیں اور نہ اوسمیں سے خمس نکلتا ہے کیونکہ اس زمانہ میں یہہ عادت ہے

ان العسكر اذا دخلوا دار الحرب وغلبوا على الكفار ينتهبون اموالهم فياخذ بعضهم شيئا كثيرا وبعضهم
کہ جب لشکر دار الحرب میں جاکر کفار پر غالب آتا ہے اور اونکا مال لوٹتے ہیں تو کوئی تو بہت کچھ لیلیتا ہے اور کوئی تہوڑا

شيئا قليلا وبعضهم لا ياخذ شيئا بل يبقى محروما ثم يتفرقون على تلك الحالة بلا قسمة بينهم ولا اخراج الخمس
اور کسیکو کچھہ نہیں ملتا بلکہ محروم رہ جاتا ہے پہر ایسے ہی ادہر ادہر ہوجاتے ہیں اور اونمیں قسمت نہیں ہوتی اور نہ خمس نکلتا ہے

وهذا هو الغلول الذي ورد من الشارع وعيدات شديدة في احاديث كثيرة منها ما روي عن ابي هريرة ان
اور یہہ ہی غلول ہے جسمیں شارع نے بہت حدیثوں میں سخت سخت وعید فرمائی ہے ایک یہہ ہے جو ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ

رجلا اهدى لرسول الله صلى الله عليه وسلم غلاما يقال له مدعم فبينما هو يحط رحلا لرسول الله صلى الله
ایک شخص نے غلام واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدیہ بہیجا اسکا نام مدعم تہا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ اوتار رہا تہا

عليه وسلم اذ اصابه سهم من عدو فقتله فقال الناس هنيئا له الجنة فقال رسول الله عليه السلام كلا
ناگاہ دشمن کی طرف سے اوسکی تیر آ لگا اور اوسکو مار ڈالا سو لوگ بولے اسکو جنت مبارک ہو پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں

والذي نفسي بيده ان الشملة التي اخذها يوم خيبر من المغانم لم يصبها المقاسم لتشتعل عليه نارا فلما
قسم ہے اوس ذات کی کہ میری جان اوسکے قبضہ میں ہے وہ کملی جو خیبر کے دن تقسیم سے پہلے غنیمت میں سے لیلی تہی آگ کا شعلہ ہو رہا ہے جب

سمع الناس ذلك فزعوا فجاء رجل بشراك او شراكين فقال اصبت هذا يوم خيبر فقال رسول الله صلى
پہر لوگوں نے سنا تو کانپ اوٹہے پہر ایک شخص ایک تسمہ پاپوش کا یا دو تسمے لایا عرض کیا یہہ خیبر کے دن میں نے لی تہی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

الله عليه وسلم من نار شراك او شراكان من نار ومنها ما روي عن زيد بن خالد ان رجلا من اصحاب النبي عليه السلام
فرمایا آگ کا ایک تسمہ ہے یا دو تسمے آگ کے ہیں اور اون حدیثوں میں سے ایک یہہ ہے جو زید بن خالد سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے

توفي يوم خيبر فذكروا ذلك لرسول الله عليه السلام فقال صلوا على صاحبكم فتغير وجوه الناس فقال ان
خیبر کے روز وفات پائی سو یہہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی آپ نے فرمایا اپنے یار پر تم ہی نماز پڑہو یہہ سنکر لوگوں کے چہرے بدل گئے پہر فرمایا

صاحبكم قد غل في سبيل الله ففتشنا متاعه فوجدنا خرزا من خرز يهود لا يساوي درهمين ومنها ما روي
تمہارے یار نے غنیمت میں خیانت کی ہے سو ہمنے اوسکی اسباب میں ڈہونڈہا تو ایک مہرہ یہود کی مہروں میں سے پایا دو درم کا بہی نہیں تہا اور ایک یہہ ہے

عن عبد الله بن عمرو انه عليه السلام كان اذا اصاب غنيمة امر بلالا فينادي في الناس فيجيئون بغنائمهم فيخمسه
جو عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام بوقت حصول غنیمت کی بلال کو فرما دیتے وہ لوگوں میں پکار دیتا وہ اپنی اپنی غنیمت لاکر جمع کردیتے پہر آپ خمس نکالکر

ويقسم فجاء رجل بعد ذلك بزمام من شعر فقال هذا فيما اصبناه من الغنيمة فقال النبي عليه السلام اسمعت
تقسیم کردیتے پہر ایک شخص بعد تقسیم کے ایک روز بالوں کی رسی لیکر آیا اور عرض کیا غنیمت میں سے یہہ لی تہی پس نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے بلال کو

بلالا ينادي ثلثا قال نعم قال فما منعك ان تجيء به فاعتذر فقال كن انت الذي تجيء به يوم القيمة فلن اقبل عنك
تین بار پکارتے سنا تہا عرض کیا ہاں فرمایا پہر تو کیوں نہ لایا اوسنے کچھہ عذر کیا پہر فرمایا تو ہی رکہہ قیامت کے روز لیکر آئیو میں تجہسے نہیں لیتا

واما امتنع النبی علیہ السلام من اخذ الزمام لانہ کان فیہ لجمیع الغانمین شرکۃ وقد تفرقوا ولم یمکن ایصال

اور نبی علیہ السلام نے وہ رسی اسواسطے نہ لی کہ اوسمیں تمام لشکر کی شرکت تھی وہ سب اودہر اودہر ہو گئی تھی اور ہر ایک کا

نصیب کل واحد منہم من ذلک الزمام الی صاحبہ فترکہ فی یدہ لیکون اثمہ علیہ لانہ ھو الغاصب

حصہ اوس میں سے حصہ دار کو پہنچانا ممکن نہیں تہا اور اوسہی کی پاس اسلئے رہنے دی کہ اوسکا گناہ اوسی پر رہے کیونکہ وہ ہی غاصب تہا

فعلی ھذا ما یاخذہ غزاۃ زماننا من الغنائم بلا قسمۃ ولا اخراج الخمس لا یحل لاحد منہم ان یاکل منہا لان

ان روایات کی موافق ہمارے زمانہ کی غازی جو غنائم لا قسمت لیلیتی ہیں اور خمس بہی نہیں نکالتی تو اونکو اوسمیں سی کہانا حلال نہیں ہی کیونکہ

اخذھم لم یکن علی طریق الشرع ومع ھذا تسمع کثیرا منہم یقولون لقد وصلنا من اھل الحرب مال ھو حلال

اونکا قصہ شرع کی موافق نہیں ہی اس پر سننی میں آتا ہی کہ اکثر اون کہتی ہیں ہمنی کفار کا ایسا حلال مال حاصل کیا ہی

لنا من المال الموروث من ابائنا وامہاتنا ولا یعرف ھؤلاء المغرورون انہم اخذوہ علی غیر طریق الشرع فلا یکون حلالا

کہ ماں باپ کی میراث کا سا نہیں ہوتا اور ان مغرور لوگوں کو یہ خبر نہیں ہی کہ انہوں نی خلاف شرع لیلیا ہی پہر حلال کیونکر ہوگا

اذ فیہ حق الفریقین من المستحقین احدھما الیتمی والمساکین وابن السبیل لان الخمس حقہم وھو باق فیہ والثانی

کیونکہ اسمیں حق دو فریق مستحق کا ہی ایک فریق تو یتیم اور مساکین اور مسافر ہیں اسلئے کہ خمس انہیں کا حق ہی کہ وہ اوسمیں باقی ہی اور دوسرا فریق

الغزاۃ الذین کانوا معہم لان الباقی بعد الخمس حقہم وھو باق فیہ لم یقسم بینہم علی طریق الشرع فکیف یکون حلالا

وہ غازی ہیں جو اون کی ہمراہ تہی اسلئے کہ خمس نکالکر جو بچا اسمیں اونکا ہی حق ہی وہ اوسمیں باقی ہی کہ بطور شرع انہیں تقسیم نہیں ہوا پہر حلال کیونکر ہوگا

بل لو کان الماخوذ جاریۃ لا یجوز للاخذ علی ھذا الوجہ ان یتصرف فیہا لکونہا مشترکۃ مستحقۃ البعض ولو

اسیطرح کی لی ہوئی اگر لونڈی ہووی تو لینی والیکو اصلا تصرف جائز نہیں ہوگا کیونکہ وہ مشترک ہی کچہ اسکا حق ہی اگرچہ

بعد اخراج خمسہا لبقاء حق باقی الغزاۃ فیہا ولا خلاف ان الجاریۃ المشترکۃ یحرم وطئہا علی جمیع الشرکاء ولا فرق

خمس نکل چکا ہو کیونکہ حق لشکر کا اسمیں باقی رہتا ہی اور اسمیں کسیکو خلاف نہیں ہی کہ مشترک لونڈی سی تمام شرکا کو وطی حرام ہی اور حرمت میں

فی الحرمۃ بین من قل نصیبہ اوکثر وقد اتفقوا علی ان احدا من الغانمین لا یجوز لہ ان یطاء جاریۃ من السبی قبل القسمۃ

اسکی کچہ فرق نہیں ہوتا کہ حصہ تہوڑا ہو یا بہت اور اسپر سب متفق ہیں کہ لشکر میں سی کسیکو جائز نہیں ہی کہ قیدیوں میں سی لونڈی کو قسمت سی پہلی وطی کری

واختلفوا فیما یجب علیہ اذا وطئہا فقال مالک یحد لانہ زان وقال ابو حنیفۃ لا حد علیہ بل علیہ عقوبۃ

اور اسمیں اختلاف ہی کہ واطی پر کیا لازم آتا ہی اگر وطی کری سو امام مالک کہتی ہیں حد آتی ہی کیونکہ وہ زانی ہی اور ابو حنیفہ کہتی ہیں اوسپر حد نہیں ہی لیکن اوسپر عذاب ہی

وان حصل منہا ولد فہو مملوک یرد الی الغنیمۃ فاذا کان الامر کذلک یخاف علی من یقتل الکافر لکفرہ

اور اگر بچہ جنی تو وہ غلام ہی غنیمت میں شامل کیا جاوی جب حال یہہ ہی تو خوف ہی اوسپر جو کافر کو کفر کی سبب قتل کرتا ہی ایسا نہو

ان یکفر ھو بنفسہ باستحلال الغنائم الغیر المقسومۃ والفروج المشترکۃ ثم یسری

کہ وہ آپ کافر ہو جاوی غنایم لا تقسیم کو اور فروج مشترکہ کو حلال سمجہ کر پہر یہ فساد

ھذا الفساد الی کل من یتملک منہم الجواری وغیرھا وھذا داء عضال عسیر الزوال لان

آگی کو چلیگا جو جو شخص کہ لونڈیاں وغیرہ اونسی خریدیگا یہہ بڑا سخت مرض ہی اسکا جانا دشوار ہی کیونکہ

اکثر الاجناد فی ھذا الزمان نبذوا احکام الاسلام وراء ظہورہم کانہم

اس زمانہ کی اکثر لشکریوں نی احکام اسلامی پس پشت ڈالدئی ہیں گویا کہ اونکو

لم یکلفوا بہا فلا یبالون بما فعلوا فکیف یمکن العلاج بجمع ما فی ایدیہم من الغنائم

کچہ حکم ہوا ہی نہیں سو جو کرتی ہیں اونکی کچہ پروا نہیں ہی پہر اسکا کیا علاج کہ جو جو غنائم اونکی قبضہ میں ہی کہیں سی جمع کریں

ويقسم بينهم مع عدم انقيادهم الى الشرع فلما تعذر جمعها وتقسيمها بينهم صارت في يد كل احد منهم بمنزلة اللقطة
اور کیونکر تقسیم کریں ان میں حالانکہ وہ تابع شرع کی نہیں ہیں پھر جب جمع کرنا اور انہیں تقسیم دشوار ہوئی تو جو جو انکے ہاتھ آیا ہی لقطہ کی برابر ہی

فمن كان فقيرا يجوز له ان يتصرف فيه ومن كان غنيا لا يجوز له ان يتصرف فيه بل يلزمه ان يتصدق
پھر جو شخص فقیر ہو تو اسے یہی کہ اس میں اسکو تصرف جائز ہو اور جو غنی ہیں انکو جائز نہیں ہی کہ اس میں تصرف کریں بلکہ لازم ہی کسی فقیر پر خیرات کریں

به على فقير ثم ان اراد ان يتملكه من ذلك الفقير اما بالاستيهاب او بالشراء هذا اذا كان ما في يده ماخوذا من غير تنفيل
پھر اگر چاہیں کہ اوس فقیر ہی سے پھر مالک ہو جاوی تو یا بطور ہبہ کی یا خرید کرکے سب اوس صورت میں ہی کہ جو اسکی قبضہ میں ہی بغیر تنفیل لیا ہو

واما اذا كان لغيره بطريق التنفيل فهو له خاصة لا يشاركه فيه احد لكن لا يملكه الا بعد اخراجه الى دار الاسلام
اور جس صورت میں کہ بطور تنفیل یعنی انعام کی لیا ہو تو وہ خاص اسکی ملک ہی اور اس میں کوئی شریک نہیں ہی لیکن اوسکا مالک نہیں ہوتا جب تک دار اسلام میں نہ لی آوی

حتى لو قال الامام او امير العسكر من اصاب جارية فهي له فاصاب احد من الغزاة جارية واستبراها لا يحل له
یہاں تک کہ اگر امام نے یا سالار لشکر نے حکم دیا کہ جسکی لونڈی ہاتھ آوی وہ اوسی کی ہی پھر کسی غازی کو لونڈی ہاتھ آوی اور حیض سے پاک بھی کرلی تو بھی نہ وطی

وطيها ولا بيعها قبل اخراجها الى دار الاسلام والمراد من التنفيل التحريض على القتال باعطاء شيء زائد على سهم الغنيمة
حلال ہی اور نہ اوسکی بیع جب تک دار اسلام میں نہ لی آوی اور مراد تنفیل سی لڑائی کی رغبت دلانی ہی کچھ حصہ غنیمت سی زیادہ دیکر

وهو مندوب لقوله تعالى يا ايها النبي حرض المؤمنين على القتال فينبغي للامام او لامير العسكر ان يتنفل بان يقول
اور رغبت دلانی مستحب ہی بدلیل اس آیت کی اے نبی شوق دلا مسلمانوں کو لڑائی کا سو امام کو یا سالار لشکر کو چاہیے کہ عطا زیادہ دیوی اس طور کہیں

من قتل قتيلا فله سلبه او يقول لسرية ما اصبتم فهو لكم او ربعه او ثلثه ونحو ذلك ولا ينفل بكل الماخوذ
جسنی مارا کسی کافر کو تو اوسی کا ہی سامان اوسکا یا چھوٹی لشکر کو حکم دی کہ لوٹ سب تمہاری ہی یا اوسکا چوتھائی یا تہائی یا مانند اسکی اور تمام لوٹ کو معاف نکردی

لان فيه ابطال حق الكل وان فعل ذلك مع سرية يجوز اذ قد يكون المصلحة فيه كذا ذكر في الهداية وذكر في شرح المجمع
کیونکہ اس میں سبکا حق تلف ہوتا ہی اگر ایسا حکم سریہ کو دی تو جائز ہی اسلیے کہ بعضی وقت اسی میں مصلحت ہوتی ہی ہدایہ میں یہی مذکور ہی اور شرح مجمع میں مذکور ہی

ان الامام لا ينفل بكل الماخوذ اذ فيه ابطال القسمة المشروعة في الغنيمة وذكر في السير الكبير ان الامام اذا قال للعسكر
کہ امام تمام لوٹ لشکر کو نفل نکردی کیونکہ اس میں قسمت جو غنیمت میں شرعا چاہیے باطل ہوتی ہی اور سیر الکبیر میں مذکور ہی کہ امام اگر تمام لشکر کو حکم دی کہ

جميعا ما اصبتم فهو لكم بعد الخمس لا يجوز لان المقصود من التنفيل التحريض على القتال وانما يحصل ذلك بتخصيص
لوٹ تمہاری ہی خمس نکالکر تو جائز نہیں ہی اسلیے کہ غرض تنفیل سے لڑائی پر ابھارنا ہوتا ہی یہہ جب ہوتی ہی کہ کسی کسی کو خاص کر

البعض بشيء وفي التعميم ابطال تفضيل الفارس على الراجل وكذا اذا قال ما اصبتم فهو لكم ولم يقل بعد الخمس اذ فيه
کچھ مقرر کردیں اور تعمیم میں سوار کی فضیلت جو پیادے پر ہی باطل ہوتی ہی اور ایسی ہی جائز نہیں اگر حکم دی کہ لوٹ ہی سب تمہاری اور بعد الخمس نکہی اسلیے کہ اس میں

ابطال الخمس الذي اوجبه الله تعالى في الغنيمة فعلى هذا ما ذكر في فتاوى قاضيخان ان الامام اذا قال من اصاب شيئا
خمس جو اللہ تعالی نے غنیمت میں واجب کیا ہی باطل ہوتا ہی اس بنا کی موافق جو فتاوی قاضی میں مذکور ہی کہ امام حکم دی کہ جسکو جو شی ہاتھ لگی

فهو له فاصاب واحد منهم شيئا في دار الحرب يكون له خاصة ولا يجب فيه الخمس ولا يشاركه فيه غيره وان
وہ اوسی کی ہی پھر کسیکو کوئی شی دار الحرب میں ہاتھ لگی تو خاص اوسی کی ہو جاوی گی اس میں خمس واجب نہیں اور نہ کوئی اس میں شریک ہی اور اگر

مات في دار الحرب فما اصابه يكون ميراثا عنه وكذا ما ذكر في منية المفتي ان الامام اذا قال من اصاب شيئا فهو له
دار الحرب میں وہ مر جاوی تو وہ شی اوسکی میراث ہوویگی اور ایسی ہی جو کہ منیۃ المفتی میں مذکور ہی کہ امام اگر حکم دی جسکو جو ہاتھ آوی وہ اوسی کا ہی

يدخل الامام في التنفيل ينبغي ان يحمل على كون قول الامام مقولا لسرية لا لكل العسكر لئلا يلزم منه المخالفة لما ذكر
تو امام بھی تنفیل میں داخل ہوتا ہی سو دونوں روایت قاضی خان اور منیۃ المفتی کی چاہیے کہ محمول اس حال پر ہوں کہ امام یہہ حکم سریہ کو دی تمام لشکر کو نہیں تاکہ مسئلہ مسلم کا خلاف نہ ہو

الكتب ولا يظن جواز التنفيل العام وأما دخول الامام في التنفيل فلان هذا به معهم لا يكون التنفيل عاما وأما تمام تصحيح

ہوجاتی ہے اور یہ گمان نہووے کہ تنفیل عام جائز ہے اور امام تنفیل میں اسلیے داخل ہوتا ہے کہ اوسکی ساتھ جاتا ہے اسلیے نہیں کہ تنفیل عام ہوتی ہے اور دونوں تصریح کی

به واكتفيا بالاطلاق لاعتمادهما على ظهور الامر وشهرته نظرا الى قانون الفقه وبناء على قاعدة الاصول من ان

اور مطلق پر اکتفا کرلیا اسلیے کہ دونو کو یہ اعتماد تھا کہ بلحاظ قانون فقہ اور قاعدہ اصول کے یہ ظاہر اور مشہور ہے کہ دو جہتوں سے محکم بات مراد ہوتی ہے

المحتمل يحمل على المحكم والحاصل ان من اخذ شيئا في دار الحرب بغير التنفيل لا يكون له بل يكون غنيمة يجب فيها الخمس

اور حاصل یہ ہے کہ جسنے کوئی چیز دار الحرب میں بلا تنفیل لوٹی تو وہ اوسکی نہوگی بلکہ غنیمت ہوویگی اوسمیں خمس واجب ہوگا

على ما ذكر في فتاوى قاضيخان ان سرية اذا خرجوا بغير تنفيل الامام او خرجوا لطلب العلف فما اصابوا يكون غنيمة يجب فيها

موافق روایت فتاوی قاضیخان کی کہ سریہ اگر بغیر تنفیل امام کی لڑائی کو جاوے یا گھاس وغیرہ کی تلاش میں جاوے تو جو اونکی ہاتھ آویگا غنیمت ہوویگا اوسمیں

الخمس ولا يختص بالسرية وكذا لو قتلوا كافرا يكون سلبه غنيمة ولا يختص به القاتل وذكر فيها ايضا ان الغازي اذا اخذ

خمس واجب ہے اور سریہ کی اوسمیں کچھ خصوصیت نہیں ہے اور ایسی ہی اگر کافر کو قتل کریں تو اوسکا اسباب غنیمت ہوگا اوس سے قاتل کو کچھ خصوصیت نہیں اور اوسی میں یہ بھی مذکور ہے

في دار الحرب شيئا من المباحات التي لا تكون في يد احد ان كان له قيمة كالطير والسمك والخشب والكنز يكون ذلك

کہ غازی اگر دار الحرب میں کوئی ایسی چیز مباحات میں سے لیوی جو کسیکی نہیں ہوتی اگر اوسکی کچھ قیمت ہے جیسے پرند یا مچھلی یا لکڑی یا خزانہ تو یہ سب

الشيء غنيمة يجب فيها الخمس وان لم يكن له قيمة فهو لمن اخذه ولا خمس فيه لانه بمنزلة الماء والكلاء ثم ذكر فيها

غنیمت ہوگی اوسمیں خمس واجب ہے اور اگر اوسکی کچھ قیمت نہیں تو اوس سپاہی کی ہے اوسمیں خمس نہیں ہے کیونکہ پانی اور گھاس کی برابر ہے پھر یہ بھی

ايضا ان الغازي اذا ذبح غنم الغنيمة او بقرها للاكل عند الحاجة رد جلدها الى الغنيمة لان الجلد ليس بماكول ولا

اوسی میں مذکور ہے کہ غازی اگر غنیمت کی بکری یا گائے کہانے کی لیے حاجت کی وقت ذبح کرڈالی تو اوسکا چمڑا غنیمت میں شامل کردے کیونکہ چمڑا نہ کہانے کی چیز ہے اور نہ

من العلف وذكر في الهداية ان المسلمين اذا خرجوا من دار الحرب لا يجوز لهم ان يعلفوا دوابهم من الغنيمة ولا ان

گھاس ہے اور ہدایہ میں مذکور ہے کہ مسلمان جب دار الحرب سے باہر نکل آویں تو اونکو جائز نہیں کہ اپنے جانوروں کو غنیمت میں سے چارہ دیویں یا آپ

ياكلوا منها لان الضرورة قد ارتفعت والاباحة باعتبارها ومن فضل معه علف او طعام رده الى الغنيمة قبل القسمة

اوسمیں سے کہاویں کیونکہ ضرورت کا وقت گذر گیا اور اباحت ضرورت کی واسطے تہی اور جسکی پاس گھاس یا کہانا بچ رہا تو قسمت سے پہلے غنیمت میں شامل کردے

وان انتفع به رد قيمته الى المغنم وبعد القسمة ان كان غنيا تصدق به وان انتفع به تصدق بقيمته وان كان

اور اگر اوسکو برت لیا تو اوسکی قیمت غنیمت میں شامل کردے اور قسمت کی بعد اگر غنی ہے تو خیرات کردے اور اگر اوس سے نفع اوٹھایا تو اوسکی قیمت خیرات کردے اور اگر

من المحاويج انتفع به لانه صار في حكم اللقطة لتعذر الرد على الغانمين فاذا كان الحكم في الغنيمة كذلك مع ان

محتاج ہے تو برت لے کیونکہ اب حکم پائی پڑی کا سا ہے اب غانمین پر تقسیم کرنا دشوار ہے اور جب غنیمت میں یہ حکم ہے باوجودیکہ

للغانمين فيها حقا لكونهم شركاء فيها فما ظنك في مكاسب الظلم من الغصب والغارات التي شاعت في بلاد الاسلام

غانمین کا اوسمیں حق ہوتا ہے کیونکہ اوسمیں سب شریک ہیں پہر تیرا کیا خیال ہے ظلم کی کمائی میں غصب اور لوٹ سی جو ان دنوں بلاد اسلام میں پہیل رہی ہے

في هذه الايام لاسيما عند تحصيل بيت المال فان الذين نصبوا لتحصيله ياخذون اموال الناس ظلما في البنادر و

خاص کر بروقت تحصیل بیت المال کی بیشک جو لوگ اوسکی تحصیل پر متعین ہوتے ہیں وہ لوگوں کا مال ظلم سے بندروں میں اور

الاسواق وغيرها باسم العشر والزكوة ويشددون على اصحابها تشديدا عظيما وقد كان النبي عليه السلام اذا بعث

بازاروں وغیرہ میں عشر اور زکوۃ کی بہانہ چہین لیتی ہیں اور مالکوں پر بڑی ہی سختی کرتی ہیں اور نبی علیہ السلام کا یہ حال تہا کہ جب

من اصحابه احدا لبعض امره يقول بشروا ولا تنفروا ويسروا ولا تعسروا اي بشروا الناس بالاجر على الطاعات وانواع الخيرات

کسی صحابہ کو کسی کام کو بہیجتی تو فرمادیتی مژدہ دو اور نہ گہبرا دینا آسانی کرنا تنگ نکرنا یعنی لوگوں کو طاعات اور انواع خیرات پر ثواب کا مژدہ سنانا

التی من جملتہا اعطاء ما یجب علیہم من العشر والزکوة ولا تقنطوہم من رحمة اللہ تعالیٰ عند ارتکابہم المنکرات و

کہ جیسے ادا عشر اور زکوة واجب ہی داخل ہی ثواب کی بشارت دینا اور اونکو رحمت الٰہی سی مایوس نہ کرنا اگر اونسی کچھ عمل برے ہو جاویں

مباشرتہم للمحرمات بل رغبوہم الی التوبة والطاعات وطیبوا انفسہم بقبولہا وسہلوا علیہم الامور باخذ ما یجب علیہم

اور حرام فعل کر بیٹھیں بلکہ اونکو توبہ اور عبادات پر رغبت دلانا اور اونکی دلیں خوشی راضی کرو کہ وہ قبول لیں اور اونپر آسانی رکھنا اونکی واجبات

من العشر والخراج وزکوة السوائم واموال التجارة بسہولة ولطف ولا تستددوا علیہم بالاخذ ما لا یجب علیہم او باخذ اکثر

عشر اور خراج اور چارپایہ چرندہ اور تجارت کی مال کی زکوة لینی میں سہولت اور لطف کرنا اور اونپر سختی نکرنا کہ جو اونپر واجب نہیں ہی وہ لیا کرو یا زیادہ

مما یجب علیہم اذ روی انہ علیہ السلام قال لا یدخل الجنة صاحب مکس وفی حدیث اخر انہ علیہ السلام قال صاحب

سی زیادہ لیا کرو کیونکہ آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جنت میں نہیں جاویگا صاحب مکس اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا صاحب

المکس فی النار قال البغوی اراد بصاحب المکس من یاخذ من التجار مکسا باسم العشر اذا مروا علیہم وقال الحافظ و

مکس دوزخ میں ہی بغوی کہتا ہے کہ صاحب مکس سی مراد وہ شخص ہی جو سوداگروں سی عشر کا نام رکھکر محصول لیتا ہی جب اوسکی پاس کو گذرتے ہیں اور حافظ کہتے ہیں اور

اما الان فانہم یاخذون مکسا باسم العشر ومکوسا اخر لیس لہا اسم بل کل ما یاخذونہ حرام وسحت وقد قال اللہ تعالیٰ

اب تو وہ لوگ ہیں کہ ایک خراج تو عشر کی نام سی لیتے ہیں اور کتنی ہی اور خراج لیتے ہیں کہ انکا کچھ بھی نام نہیں ہی بلکہ جو وہ لیتے ہیں سب حرام اور نہایت مردار ہی اور

ویل للمطففین الذین فاذا کان حال المطفف ہکذا مع ان اخذہ شیء قلیل من راس الکیل والوزن فماذا یکون

خرابی ہی کم تولنی والوں کی جب حال کم تولنی والیکا یہ ہی باوجودیکہ وہ کیل یا وزن میں سی تھوڑا سا رکھ لیتا ہی پھر اون لوگوں کا کیا حال ہوگا

حال الملتزمین الذین یاخذون اموال الناس بلا کیل ولا وزن ویقولون ہو حق السلطان او حق فلان ویخرجون

جو خواہ مخواہ مال لوگوں کا لیتے ہیں نہ ناپیں اور نہ تولیں اور بیان کرتے ہیں یہ سلطان کا حق ہی یا فلانی کا حق ہی اور ایمان سی باہر

عن الایمان اذ قد ذکر فی کثیر من کتب الفتاوی ان من قال لبیت المال ہذا مال السلطان یکفر فکیف لغیرہ بل انہم

ہو جاتی ہیں اسلئی کہ اکثر فتاووں میں مذکور ہی کہ جو شخص بیت المال کو کہی یہ بادشاہ کا مال ہی وہ کافر ہو جاتا ہی پھر کیونکر نہو جب اور کا بتاوی

یخونون فی بیت المال ایضا وقد روی انہ علیہ السلام بین فی ہذا الحدیث ان یتصرفون فیہ بغیر امر اللہ تعالیٰ

بلکہ وہ لوگ بیت المال میں بھی خیانت کرتی ہیں اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں بیان فرمایا جو لوگ بیت المال میں راہ نکالتی ہیں اور اوسمیں بے حکم

ورسولہ فلہم النار یوم القیمة فان بیت المال علی ما ذکر فی البزازیة وغیرہا اربعة انواع الاول الصدقات وما

خدا اور رسول کی تصرف کرتی ہیں سو اونکی لئی قیامت کی دن آگ ہی کیونکہ بیت المال موافق بیان بزازیہ وغیرہ کی چار قسم کا ہی اول تو صدقات اور جو

فی معناہا کالعشر فیصرف الی المصارف التی ذکرت فی قولہ تعالیٰ انما الصدقت للفقراء والمسکین والعاملین علیہا والمؤلفة

اسکی مثل ہی جیسی عشر سو خرچ ہوگا ان مصارف پر جو اس آیت میں مذکور ہیں زکوة جو ہی سو حق ہی مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور اوسکی کام پر جانیوالوں کا اور

قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فہم ثمانیة اصناف لکن سقط منہم مؤلفة القلوب وبقی

جنکا دل پرچانا ہی اور گردن چھڑانی میں اور جو تاوان بھریں اور اللہ کی راہ میں اور راہ کی مسافر کو یہ آٹھ قسم کی لوگ ہیں پر انمیں سی مؤلفة القلوب اب باقی نہیں رہی اور

سبعة اصناف وہم الفقراء والمسکین والعاملون والمکاتبون والمدیونون ومنقطع الغزاة وابناء السبیل والثانی

یہ سات قسم کی رہیں فقیر اور مسکین اور اوگاہی کرنیوالی اور مکاتب غلام اور قرضدار لوگ اور مفلس غازی اور مسافر اور دوسرا

خمس الغنائم والمعادن والرکاز فیصرف الی ما ذکر فی قولہ تعالیٰ واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول

بیت المال غنیمتوں کا خمس اور کانوں کی آمد اور دبا خزانہ اسکا مصرف اس آیت میں مذکور ہی اور جان رکھو کہ جو غنیمت لاؤ کچھ چیز سو اللہ کی واسطی اوسمیں سی پانچواں حصہ

ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل وہم ستة اصناف لکن ذکر اللہ تعالیٰ للتبرک وسہم الرسول وذوی القربی

اور قرابت والی کی اور یتیم کی اور محتاج کی اور مسافر کی یہ چھ قسم کی لوگ ہیں لیکن اللہ کا نام تو برکت کی واسطی ہی اور حصہ رسول کا اور ذوی القربی کا

قال ان رجالا یتخوضون فی مال اللہ بغیر حق فلہم النار یوم القیمة

ساقط فبقي ثلثة اصناف وهم اليتمى والمسكين وابن السبيل الا ان فقراء ذوي القربى يدخلون فيهم
ساقط ہیں اب تین قسم باقی رہی یتیم بچے اور مساکین اور مسافر اتنا ہی کہ ذوی القربی میں سے فقرا انمیں داخل

ويقدمون عليهم دون اغنياءهم والثالث ما يوخذ من خراج الارض وجزية الرؤس وما اهدي الى الامام
اور او نپر مقدم ہیں غنی لوگ داخل نہیں ہیں اور تیسرا بیت المال وہ ہے جو زمینوں کا محصول حاصل ہوتا ہے اور جزیہ آدمی سری کا اور امام کو جو اہل حرب

من اهل الحرب وما ياخذه العاشر من تجار اهل الذمة والمستامن فيصرف الى مصالح المسلمين من سد الثغور
دیوین اور جو کہ عاشر ذمی اور مستامن تاجر دنسی لیوی یہہ سب مسلمانوں کی مصالح میں خرچ میں آویگا یعنی راہ آمد کفار کا روکنا

وعمارة الرباطات والجسور وحفر انهار العامة وارزاق العلماء النافعين والقضاة العادلين والغزاة
اور خانقاہوں کی تیاری اور پل بنانی اور عام نہریں کہدوانی اور علماء نفع رسان اور عادل قاضیوں کی اور غازیوں

والمحتسبين والرابع اللقطة وتركة الميت الذي لا وارث له فيصرف الى معالجة المرضى وادويتهم والعمتهم
اور محتسبوں کی مشاہرہ اور چوتہا بیت المال پایا ہوا مال اور لاوارث میت کا ترکہ یہہ خرچ ہوگا بیماروں کی علاج اور ادویات اور کہانی میں

واكفان الموتى ونفقة اللقيط ومن هو عاجز عن الكسب فعلى الامام ان ينظر في هذه الاموال ويضعها مواضعها
اور مردوں کی کفنوں میں اور نا وارث بچوں اور کمائی سی عاجزوں کی نفقہ میں سو امام کو لازم ہی کہ ان تمام مالوں کو غور کر کر الگ الگ محل میں صرف رکہی

فان الشارع قدر لها المصارف وجعل لكل مال قوما فان تعدى فيه وصرفه الى شهواته ولذاته يكون من
کیونکہ شارع انکا مصرف مقرر کر چکا ہی اور ہر یک مال کی لئی حق دار ٹہرا دیا ہی پہر جو کوئی اسمیں تعدی کر کی اپنی ہوا اور ہوس اور لذت میں صرف کر ڈالی

الخاسرين لانه تعالى لم يوله على المسلمين ليكون رئيسا اكالا شاربا مستريحا بل لينصر الدين ويدفع فساد المفسدين
وہ ٹوٹی والا ہی کیونکہ اوسکو اللہ تعالی نی والی مسلمانوں کا اسلئی نہیں کیا کہ سردار ہو کر کہاوی پیوی چین اوڑاوی بلکہ اسلئی کہ دین کی مدد اور مفسدوں کا فساد رفع کری

وينظر الى العلماء والفقراء وسائر المستحقين وينزلهم منازلهم ويعطيهم كفايتهم من بيت المال الذي هو امانة
اور علماء اور فقراء اور تمام حق داروں پر شفقت رکہی اور اونکی مراتب میں فرق نکری اور اونکو بقدر کفایت بیت المال میں سی جو اوسکی پاس امانت ہی عطا کیا کری

عنده ليس له فيه الا كواحد منهم اذ قد ذكر في التجنيس ان الواجب على الائمة والسلاطين والولاة ان يصرفوا هذه
اور امام کا اوسمیں بہی اتنا ہی حق ہی جتنا کسی ایک کا اونمیں سی اسواسطی کہ تجنیس میں مذکور ہی کہ اماموں اور سلاطین اور والیوں پر یہہ واجب ہی کہ یہہ حقوق

الحقوق الى اربابها ولا يحبسوها عنهم وان قصروا فيه فوباله عليهم يسئلون عنه يوم القيمة وذكر في المجمع
حق داروں کو پہنچا دیں اونسی روک نرکہیں اور اگر اسمیں کچہہ قصور کریں تو اوسکا وبال اونکی اوپر ہی قیامت کی دن اونکی پوچہہ ہوگی اور شرح مجمع میں ذکر ہی

ان الواجب على الامراء ان يجعلوا لكل نوع من تلك الاموال بيتا على حدة ويصرفوا كلا منها الى مصرفه ولو اخذوا منها لانفسهم
کہ امراء پر واجب ہی کہ ہر قسم کی بیت المال کی لئی مکان جدا جدا بنالی اور ہر قسم کی خزانہ کو اوسکی مصرف پر خرچ کری اور اگر امراء اوسمیں سی کچہہ اپنی لئی

اكثر مما يكفيهم او خلطوها او صرفوها الى غير المصارف ولم يراعوها يكونون من الظالمين وقال الزيلعي وعلى الامام ان
قدر کفایت سی زیادہ لیں یا اوسکو ملا جلا کر بی محل صرف کر دیں اور رعایت نکریں تو وہ ظالم ہونگی اور زیلعی کہتا ہی اور امام کو لازم ہی

يجعل لكل نوع من هذه الانواع بيتا يخصه ولا يخلط بعضه ببعض لان لكل نوع حكما يختص به وان لم يكن في بعضها
کہ ہر قسم کی خزانہ کی واسطی خاص خاص مکان تیار کری اور ایک کو دوسری میں نہ ملاوی کیونکہ ہر خزانہ کا جدا خاص حکم ہی اور اگر اتفاقا کسی ایک خزانہ میں

شئ فللامام ان يستقرض عليه من النوع الاخر ويصرفه الى اهل ذلك النوع ثم اذا حصل من ذلك النوع شئ يرده
کچہہ نہ رہی تو امام کو اختیار ہی کہ اوس خزانہ پر دوسری خزانہ سی قرض لیکر مقروض خزانہ کی حق داروں پر صرف کردی پہر جب اوس خزانہ میں مال آجاوی تو اوسکا

في المستقرض منه الا ان يكون المصروف من الصدقات او من خمس الغنائم على اهل الخراج وهم فقراء فانه لا يرد فيه
خزانہ مستقرض منہ میں ادا کر دی مگر اوس صورت میں کہ مصرف صدقات سی یا خمس غنایم سی اہل خراج پر ہو وی اور وہ لوگ فقیر ہوں تو اب کچہہ ادا کرنا نہیں

شيئا لانهم يستحقون بالفقر وكذا في غيره اذا صرفه الى المستحق ويجب على الامام ان يتقي الله تعالى ويصرف الى
اسواسطی کہ فقر کی جہت سی وہ حق دار ہیں اور ویسی ہی اور خزانہ میں اگر حق دار پر خرچ ہوا ہو اور امام پر واجب ہی کہ اللہ سی ڈری اور ہر ہر مستحق کو

كل مستحق قدر حاجته من غير زيادة وان قصر في ذلك كان الله تعالى عليه حسيبا وذكر في المحيط ان الامام ان
بقدر حاجت دیدیا کری زیادہ نہ دیوی اور اگر اسمین قصور کریگا تو اللہ اوسپر حساب لینی والا ہی اور محیط میں مذکور ہی کہ امام اگر بیت المال

استقرض على مال بيت الصدقات من بيت مال الخراج وصرفه الى الفقراء لا يصير قرضا عليهم لان الخراج له حكم
صدقات پر بیت المال خراج سی قرض لیکر فقرار پر صرف کردی تو قرض نہیں ہوتا اسلیے کہ خراج کو حکم

الفيء والغنيمة وللفقراء فيه حظ وانما لا يعطى لهم لاستغنائهم بالصدقات فاذا احتاجوا اليه يصرف اليهم فعلى الامام
فی اور غنیمت کا ہی اور فقرار کا اسمین حصہ ہوتا ہی اور اونکو دیتی اسلئے نہیں کہ صدقات کی جہت سی مستغنی ہوتی ہیں جب اونکو ادہر احتیاج ہوئی تو دینا چاہئے سو امام کو

ان يتقي الله في صرف هذه الاموال الى مصارفها وفي ايصال هذه الحقوق الى اربابها على ما يرى من تفضيل وتسوية
لازم ہی کہ اللہ سی ڈریکا ان اموال کو اسکی حق داروں پر صرف کری اور یہ حقوق حق داروں کو پہنچاوی جیسا نیک سمجھی کم وزیادہ یا برابر برابر

من غير ان يميل في ذلك الى الهوى ولا يحبسها عنهم ولا يجعل لهم الا قدر ما يكفيهم ويكفي اعوانهم بالمعروف وان قصر
اسمین نفس کی طرف داری نکری اور اوسکو حق داروں سی روک نرکھی اور ونکا اتنا ہی مقرر کری جو اونکو اور اونکی مددگاروں کو دستور کی موافق کفایت کرجای اور اگر

في ذلك وقعد عنهم كان الله عليه حسيبا فقد ظهر من هذا ان السلطان ليس ما في يده من بيت المال ملكا له بل
اسمین قصور کرکی بیٹھ رہیگا تو اللہ تعالی اوسپر حساب لینی والا ہی اس سی معلوم ہوا کہ جو سلطان کی قبضہ میں ہوتا ہی خزانہ بیت المال کا اوسکی ملک نہیں ہوتا بلکہ

هو امانة عنده يجب عليه ان يصرفه الى مصارفه لكن لما كان هو ايضا من المصارف جاز له ان ياخذ من مال الخراج
اوسکی پاس امانت ہوتا ہی اوسپر واجب ہی کہ اوسکو مصارف مقرری پر خرچ کری لیکن چونکہ سلطان بھی مصارف میں داخل ہی تو اوسکو جایز ہی کہ خراج کی مال میں سی

قدر كفايته فقط لا غير ولو اخذ اكثر من قدر كفايته وصرفه الى مماليك اصطفاها وزينها بانواع الملابس المحرمة
بقدر کفایت لیلی زیادہ نہیں اور اگر قدر کفایت سی زیادہ لیکر اپنی محبوب غلاموں پر صرف کری اور اونکو اچھی اچھی کپڑی جو پہننی حرام ہیں پہنا اوبچاکر

وافتخر بقيامها بين يديه يكون من الخائنين وقد روي انه عليه السلام قال من سره ان يتمثل له الرجال قيام
عزت کی واسطی سامنی کھڑا رکہی خیانت والوں میں ہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسکو پسند آوی کہ اوسکی آگی آدمی تصویر کی طرح کھڑی رہیں

فليتبوا مقعده من النار ثم ينبغي ان يعلم ان من له عطاء من بيت المال ان كان من المصارف يجوز له ان يصرفه
تو اپنا ٹھکانا دوزخ میں کرلی پھر جان رکھو کہ جسکی لیے بیت المال میں سی روزینہ مقرر ہو اگر وہ شخص مصارف میں داخل ہی تو اوسکو جایز ہی کہ اپنی کام میں لاوی

الى مصالحه وان لم يكن من المصارف لا يجوز له ان يصرفه الى مصالحه بل يلزمه ان يتصدق به الى الفقراء وان
اور اگر مصارف میں نہیں ہی تو اوسکو جایز نہیں ہی کہ وہ روزینہ اپنی کام میں لگاوی بلکہ اوسکو لازم ہی کہ فقرار کو خیرات دیدی اور اگر

مات لا يورث عنه بل يصير محلولا فللسلطان او نائبه ان يقرر فيه من كان من المصارف وان قرر فيه من
چھوڑ مریگا تو وہ وراثت میں نہیں آویگا بلکہ فقرار کو حلال ہوگا سو سلطان یا اوسکی نائب کو لازم ہی کہ اوسکی جگہہ ایسی کو مقرر کردی جو مصارف میں داخل ہو اور اگر اتفاقا

ليس من المصارف يجب عليه ان يخرجه ويقرر فيه من هو من المصارف وان لم يفعل يكون اثما بوجهين كما ذكر في البزازية
ایسی کو مقرر کردی جو مصارف میں نہیں ہی تو اوسپر واجب ہی کہ اوسکو موقوف کری اور ایسی کو قایم کری جو مصارف میں داخل ہو اگر نہیں کریگا تو دو وجہ سی گنہگار ہوگا چنانچہ بزازیہ میں

ان من له عطاء في الديوان ان مات عن ابنين فاصطلحا ان يكتب في الديوان اسم احدهما وياخذ العطاء ولا يكون
کہ جسکی لیی روزینہ کچہری میں مقرر ہووی اگر وہ دو بیٹی چھوڑ کر مرجاوی اور وہ دونو صلح کرلیں کہ دفتر میں ایک کی نام پر لکھا رہی وہ ہی روزینہ لیا کری اور

للاخر شيء من العطاء ويبذل له من كان له العطاء مالا معلوما فالصلح باطل ويرد بدل الصلح والعطاء للذي جعل الامام
دوسرا روزینہ سی محروم اور وہ روزینہ لینی والا کچھ مال متعین اوسکو دیدیا کری تو یہ صلح باطل ہی اور بدل صلح کا بھی وہ مال پھیر دیا جاویگا اور وہ روزینہ اوسکا

العطاء له لان الاستحقاق للعطاء باثبات الامام لا دخل فيه برضى الغير وجعله غير ان السلطان ان منع المستحق
جسکی بنی امام تجویز کری اصلی کہ حقیقت روزینہ کی امام کی تجویز پر ہی کسیکی رضامندی اور اقرار کریکا اسمین کچھ دخل نہین ہی سوا اسکی کہ سلطان اگر مستحق کو روک دیگا

يقع في الظلم مرتين في قضية واحدة حرمان المستحق واثبات غير المستحق مقامه يسر الله علينا امورنا ايسارنا
کوئی تو ایک مقدمہ مین دو ہرا گناہ ہوگا مستحق کا محروم کرنا اور غیر مستحق کا اوسکی جگہ قایم کرنا الٰہی عمل مطابق اپنی رضامندی کی ہمپر آسان کر

المجلس الثمانون في بيان ظهور الفتن وما يخالف الشرع وكيف يعمل حينئذ قال رسول الله
اسی مجلس مین بیان فتنون اور مخالف شرع کی ظہور کا کہ اسوقت کسطرح عمل کیا جاوی رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم بادروا بالاعمال فتنا كقطع الليل المظلم يصبح الرجل مؤمنا ويمسي كافرا ويمسي مؤمنا ويصبح
صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جلدی کرلو اعمال فتنون سی پہلی جیسی ٹکڑی اندھیری رات کی صبح کو شخص مؤمن ہوگا اور شام کو کافر یا شام کو مؤمن ہوگا اور صبح کو

كافرا يبيع دينه بعرض من الدنيا هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة فانه عليه السلام اشار فيه الى
کافر اپنا دین بعوض سامان دنیا کی بیچ دیگا یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سی ہی ابو ہریرہ کی روایت سی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی اشارہ فرمایا طرف

ظهور الفتن المتكاثرة المتراكمة كتراكم ظلام الليل المظلم لا يعرف احد طريق الخلاص منها وامر بالمسارعة الى الاعمال
ظہور بہت فتنون کی تہ بر تہ جیسی اندھیرا تاریک شب کا تہ بر تہ ہوتا ہی کہ کسیکو رستہ مخلصی کا معلوم نہین ہوگا اور حکم دیا جلدی اعمال صالحہ کی فتنہ

الصالحة قبل مجيئها اذ عند مجيئها يشتد الامر ولا يقدر احد فيها على الاشتغال بالاعمال الصالحة بل يصبح الرجل
پیدا ہونی سی پہلی اسلئی امر فرمایا کہ جب فتنہ پیدا ہو جائیگا تو بڑی مشکل پڑی گی پھر نیک عمل کرنیکی کسیکو طاقت نرہیگی بلکہ آدمی صبح کو

مؤمنا ويمسي كافرا ويمسي مؤمنا ويصبح كافرا وسبب وقوع المسلم في الكفر عند ظهور الفتن يحتمل ان يكون بوقوع
مؤمن ہوگا تو شام کو کافر یا شام کو مؤمن تو صبح کو کافر اور فتنون کی ظہور پر مسلمان کفر میں شاید کہ اسلئی مبتلا ہونگی کہ اونمین لڑائی ان

القتال بينهم فيستحل كل واحد منهم دم الآخر وماله فيكفر كل واحد منهم باستحلال دم الآخر وماله ويحتمل ان يكون
ہونگی سو ہر یک طرفین سی ایک دوسریکا خون اور مال حلال سمجھیگا سو ہر یک دوسریکا خون اور مال حلال سمجھکر کافر ہو ونگا اور شاید کہ ایسی کہ

بوقوع الاختلاف بينهم فيغلب الكفار على بلادهم فيدعونهم الى دينهم فيرتد بعضهم لطلب الجاه والمال منهم
آپسمین مختلف ہو جاوین سو کفار اونکی ملک پر غالب ہو جاوینگی پھر وہ اپنی دین کی دعوت کرینگی پھر کوئی تو جاہ اور مال کی ہوس مین مرتد ہو جاویگا

كما اشير اليه في آخر الحديث حيث قيل يبيع دينه بعرض من الدنيا فان العرض بفتح الراء متاع الدنيا وحطامها
چنانچہ آخر حدیث مین یہہ ہی اشارہ ہی چنانچہ فرمایا کہ اپنا دین بعوض سامان دنیا کی بیچ دیگا بیشک عرض را کی زبر کا دنیا کی سامان اور نفع کو کہتی ہین

ويحتمل ان يكون بغلبة الظلم والفساد عليهم فلا يراعون الشرع في الحكومات بل يخرجون منه الى انواع الظلم و
اور شاید کہ بسبب کثرت ظلم اور فساد کی کہ فیصلون میں شرع کی رعایت نہین کرینگی بلکہ شرع سی نکلکر قسم قسم کی ظلم اور

السياسات ويسفكون الدماء ويأخذون الاموال بغير حق ويعتقدون انهم على الحق في ارتكابهم تلك الآثام
سیاست مین مبتلا ہونگی اور خون بیزی کرینگی اور ناحق لوگون کی مال چھین لینگی اور اپنی تئین ان گناہون کی عمل کرنی مین حق پر سمجھین گی

ولا يدرون انهم بذلك الاعتقاد يخرجون من الاسلام وربما يصلبون السارق ويقتلونه باعتقاد جواز
اور یہ نہین سمجھینگی کہ ہم اس اعتقاد مین اسلام سی باہر ہوئی اور بعضی دفعہ چور کو سولی دینگی اور قتل کر ڈالینگی اس اعتقاد سی کہ چور کو

صلبه وقتله فيكفرون بذلك الاعتقاد لان حد السارق ليس صلبه وقتله بل حده قطع يده لقوله تعالى
سولی دینا اور قتل کرنا جایز ہی سو اسی اعتقاد سی کافر ہو جاوینگی اسلئی کہ چور کی حد سولی اور قتل نہین ہی بلکہ اوسکی حد ہاتھ کا ٹنا ہی بدلیل اس آیت کی

السارق والسارقة فاقطعوا ايديهما وربما يغضب ملكهم على واحد منهم فيامرهم بقتله من غير سبب يوجب قتله
اور جو کوئی چور ہو مرد یا عورت تو کاٹ ڈالو اونکی ہاتھ اور بعضی دفعہ بادشاہ کسی پر غصہ کھا کر اوسکی قتل کا حکم دیتا ہی اور کوئی وجہ اوسکی قتل کی نہین ہوتی

فيقتلونه باعتقاد كون امره حقا واجبا عليهم فيكفرون بذلك الاعتقاد اذ لا طاعة للمخلوق في معصية
سو وہ لوگ اوسکو قتل کرتی ہین یہہ سمجھکر کہ حکم بادشاہ کی حق ہی پہر وجیسی ہوا ایسی اعتقاد سی کافر ہوجاتی ہین اسلئی کہ خدا کی

الخالق على ما ورد في الحديث فان قيل بمجرد الامر من السلطان بلا تهديد ولا وعيد لكراه فاذا كان اكراها فهل
کی اطاعت نہین ہی چنانچہ حدیث مین ہی اگر کوئی کہی صرف حکم بادشاہ کا بغیر دہمکی اور وعید کی اکراہ ہوتا ہی پہر جب اکراہ ہوا تو آیا

يرخص لهم قتله فالجواب ان قتل المسلم بغير حق لا يحل لضرورة ما على ما ذكر في اكراه شرح الهداية ان من اكره بقتل على
ان کو اوسکی قتل کی اجازت ہی تو جواب یہہ ہی کہ ناحق قتل مسلم کا کسی ضرورت مین بہہ حلال نہین ہی موافق بیان ہدایہ کی باب اکراہ مین اگر کسیکو قتل سی

قتل غيره بغير حق لا يسعه ان يقدم عليه بل يصبر حتى يقتل فان قتله يكون اثما لان قتل المسلم بغير حق مما
اکراہ کیا کسیکی ناحق قتل پر تو اوسکو گنجائش نہین ہی کہ اسپر پیش دستی کری بلکہ صبر کری یہان تک کہ جان دی اور اگر اوسکو قتل کریگا تو گنہگار ہوگا اسلئی کہ ناحق

لا يستباح لضرورة ما فكذا بالاكراه وذكر في الاصول ان دليل الرخصة خوف الهلاك والقاتل والمقتول
قتل مسلم کا کسی ضرورت مین بہی مباح نہین ہی ایسی ہی اکراہ بہی اور اصول مین مذکور ہی کہ رخصت کی دلیل خوف ہلاک کا ہی اور قاتل اور مقتول اسمین

فيه سواء فاذا استويا لا يحل للفاعل قتل غيره لتخليص نفسه لان الله تعالى عظم امر قتل المسلم حيث قال و
دونو برابر ہین پہر جب دونو برابر ہوئی تو فاعل کو غیر کا قتل اپنی جان بچانی کو جایز نہین ہی اسواسطی کہ اللہ تعالی نی قتل مسلم کو بڑا ہی گناہ ٹہرایا ہی چنانچہ فرمایا اور

من يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فيها فاذا كان كذلك ينبغي ان يعلم ان كثيرا من ولاة زماننا وقضاة
جو کوئی مار ڈالی مسلمان کو قصد کرکر تو اوسکی سزا دوزخ ہی پڑا رہی اوسمین جب یہہ ٹہرا تو یہہ بہی جاننا چاہئی کہ ہماری زمانہ کی اکثر والیان نی اور ہماری عہد کی اکثر قاضیون نی

عصرنا قد هجروا الشرع المحمدي واحدثوا طريقا غير مرضي وسموه عرفا وشاع بينهم العمل به حتى كاد ان يرفض الشرع
سرع محمدی کو چہوڑ دیا ہی اور نیا رستہ ناپسندیدہ نکالکر اوسکا نام عرف رکہا ہی اور سب اوسی پر عمل کرتی ہین یہان تک کہ اب یہہ حال ہی کہ شرع بالکل ترک

به لانهم كانوا لا يفصلون قضية بمحض الشرع بلا خلط العرف لكنهم كانوا يفصلون قضايا كثيرة بمحض العرف بلا خلط
ہو جاوی کیونکہ وہ کوئی مقدمہ صرف شرع سی بدون عرف کی ملانی فیصل نہین کرتی لیکن بہتیری قضیہ صرف عرف سی بدون لحاظ شرع کی فیصل کرتی ہین

الشرع ويعتقدون ان محض الشرع لا يتم النظام ولا يستقيم حال الانام ويقولون ذلك جهرا ولا يعدونه نكرا فتفكر
اور یہہ سمجہی ہوی ہین کہ نری شرع سی نظام پورا نہین ہوتا اور خلقت کا حال درست نہین رہتا اور یہہ بات علی الاعلان کہتی ہین کچہہ برا نہین جانتی اب سوچ تو

ايها المنصف هل لهذا القول ولهذا الاعتقاد محمل غير القول بنسخ الشريعة المحمدية بما ابتدعوه بآرائهم الفاسدة من
ای منصف آیا کچہہ اس قول اور اس اعتقاد کی بہی معنی ہی بجز اسکی کہ شریعت محمدی کو بسبب سیاسات بد اور تعذیبات سخت کی جو اپنی فاسد عقلون سی نکال کر

السياسات الشنيعة والتعذيبات الشديدة وما حملهم على ذلك الاعتقاد وما اجراهم على ذلك الفساد الا ما يرونه من
کہڑی کی ہیں منسوخ کہتی ہین اور اونکا یہہ اعتقاد اور یہہ جرأت اس فساد پر اسلئی ہوئی ہی کہ دیکہتی ہین

عدم ظهور السارق والقاتل احيانا بتهديداتهم البليغة وتشديداتهم الاليمة نعم قد يظهر السارق والقاتل احيانا بتهديداتهم
کہ بعضی دفعہ چور اور قاتل اونکی غایت درجہ کی دہمکیون اور سخت گیریسی ایسہ آجاتی ہین ہان سچ کبہی چور اور قاتل تو اونکی دہمکی

وتشديداتهم لكن الى ان يظهر ظالم واحد يظلم خلقا كثيرا في انفسهم واعراضهم بل يهلك بعضهم بانواع العقوبات
اور سختی سی پیدا ہوجاتا ہی پر جب تک ایک ظالم ہاتہ لگی اتنی بہتیری خلقت کی جان اور آبرو پر ظلم گذر جاتا ہی بلکہ بعضی لوگ طرح طرح کی عقوبت

واصناف التعذيبات ويتعطل اعضاء بعضهم واما اخذ اموالهم واهلاكها فلا يعدونها شيئا بل يجعلونها مستحلا
اور قسم قسم کی عذاب مین ہلاک اور بعضون کی اعضا بیکار ہوجاتی ہین اور مال لیلینا یا تلف کر دینا یہہ تو کچہہ شمار مین نہین ہی بلکہ یہہ تو مباح اور حلال جانتی ہین

فاذا كان السعي في رفع ظلم ظالم واحد متضمنا لمظالم كثيرة غير منحصرة فتفكر ايها العاقل هل يليق مثلها
پہر جب ایک ظالم کا ظلم دفع کرنی کی سعی مین بہت سی ظلم غیر منحصر عمل مین آئین اب فکر کی بات ہی ای عاقل کیا اہل ایمان کو ایسا ہی عمل لائق ہی

لاهل الایمان وهل یجوز فعلها فی دار الامان وتحقق ان الشارع لم یترك تلك القاعدة الا بعد وزنها بمیزان

اور دار الامان میں اس کا کام کہاں جائز ہی اور ثابت ہی کہ شارع نی یہہ قاعدہ تب چھوڑا ہی کہ اسکو حکمت کی ترازو میں خوب تول لیا ہی

الحكمة وظهور غلبة مضارها على منفعتها فان الحكيم لا یحکم له الا بما فیه المنفعة العامة الشاملة او بما

اور اسکا نقصان بہ نسبت فائدہ کی زیادہ معلوم ہو چکا ہی بیشک حکیم وہ ہی حکم دیتا ہی جسمین منفعت عام اور شامل ہو یا جسمین فائدہ

یغلب منفعته على مضرته لا بما یغلب مضرته على منفعته الا ترى ان الخمر والمیسر کیف حرمهما الله تعالى فی

نقصان سی زیادہ ہو وہ حکم نہین دیتا جسکی مضرت منفعت سی زیادہ ہو جبکہ معلوم نہین کہ شراب اور جوئی کو اللہ تعالی نی قرآن مین

القرآن بعد ما نص فیه بنفعهما حیث قال یسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس واثمهما اکبر من نفعهما

کیسہ حرام کیا بعد اسکی کہ انکی فائدہ بھی کہہ چکا چنانچہ فرمایا تجھسی پوچھتی ہین حکم شراب اور جوئی کا تو کہہ انمین گناہ بڑا ہی اور فائدہ بھی ہین لوگون کو اور انکا

لان جانب النفع اذا غلب علیه جانب الضرر یحمی جانب الضرر فان اهل العرف فی هذا الزمان کثیرا ما یظلمون اهل بلدة و

چونکہ نفع کی جانب جب ضرر کی جانب غالب ہو جاتی ہی تو ضرر کی جانب کا لحاظ ہوتا ہی بیشک اہل عرف اس زمانہ مین ایک ظالم کی واسطی شہر کی شہر یہ اور

اهل قریة بانواع المظالم بسبب ظالم واحد ومع هذا لا یظفرون بذلك الظالم فیکون مظالمهم اشد بالف مرتبة

گاؤن کی گاؤن پر ہر قسم کی کثر ظلم کرڈالتی ہین اور تسپر بھی وہ ظالم ہاتھ نہین آتا سب انکا ظلم اوس ظالم کی ظلم سی ہزار گونہ ہو جاتا ہی

من ظلم ذلك الظالم مع بقاء ظلمه فلیس مثلهم الا کمثل من یقصد احراق حشیش نبت خلال زرعه فیوقد النار

اور اوسکا وہ باقی رہتا ہی انکی مثال ایسی ہی جیسی کوئی گھاس جلانی کا ارادہ کری جو کھیت کی اندر اوگتا ہی پھر اوس کھیت کی اندر آگ جلادی

وسط زرعه فیحترق الزرع واما الحشیش الذی قصد احراقه فربما یحترق وربما لا یحترق فلعمر الله لیس هذا

اور تمام کھیت پہک جاوی اور وہ گھاس جسکا جلانا منظور تہا کبھی جلتا ہی اور بعضی دفعہ قایم رہتا ہی سو اللہ کی قسم ہی کہ یہہ

من الاصلاح بل هو من الافساد فلو کان فی هذا العرف خیر لکان القرون التی یستعمل هذا العرف فیها خیرا من

انتظام نہین ہی بلکہ گندگی ہی اگر اس عرف مین کچھ خوبی ہوتی تو بیشک یہہ زمانہ جسمین عرف خوب برتا جاتا ہی اون عہدسی

القرون التی لم یستعمل فیها هذا العرف کقرون النبی علیه السلام والخلفاء الراشدین والتابعین ولا شك ان خیر

جنمین یہہ عرف نہین برتا گیا بہتر ہوتا جیسی عہد نبی علیہ السلام کا اور عہد خلفاء راشدین کا اور تابعین کا اور اسمین شک نہین کہ

القرون قرن النبی علیه السلام ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم شاع الکذب والفساد الى قرننا الذی هو شر

سب سی بہتر زمانہ نبی علیہ السلام کا ہی پھر اونکا جو اونسی متصل ہین پھر اونکا جو اونسی متصل ہین پھر جھوٹ اور فساد پھیل گیا ہماری زمانہ تک جو سب سی بدتر ہی

القرون یشهد بذلك الاحادیث المشهورة بل المتواترة ولو بالقدر المشترك فاذا قیل تلك القرون لکونها قرون

مشہور حدیثین بلکہ متواتر اسکی گواہ ہین اگرچہ متواتر مضمون سی پھر اگر کوئی کہی وہی زمانہ چونکہ رشد

الرشد والصلاح وعهد الصدق والفلاح کان الامر یتم بسهولة الشرع ولا یحتاج الى صعوبة العرف واما هذه

اور صلاح کی اور عہد صدق اور فلاح کی تہی تو انتظام شرع کی سہولت سی ہو جاتا تھا عرف کی اس صعوبت کی حاجت نہین ہوتی تہی اور یہہ

القرون فلما کان الغالب فیها الفسق والفساد والکذب والعناد اضطر العقلاء الى اجراء العرف الشدید لما رأوا

زمانہ اسمین فسق اور فساد اور جھوٹ اور عناد جو غالب ہو گیا ہی تو عقلاء نی لاچار ہو کر یہہ عرف سخت جاری کیا کیونکہ دیکھتی تہی

من عدم انزجار اهلها بالشرع السدید فالجواب ان هذا السؤال لا یبقى له مورد بعد ما عدل فی اجراء العرف من

کہ اس زمانہ کی لوگ صرف شرع محکم سی باز نہین آتی سو جواب یہہ ہی کہ اس سوال کا ٹھکانا نہین ہی جب عرف کی جاری کرنی مین مفاسد

المفاسد ووفاء الشرع من کفایته فی جمیع الاعصار لجمیع المقاصد ثم ان ما ذکر من کون القرون السابقة قرون

ان کی ۔ اور شرع کی کفایت تمام عہدون مین تمام مطالب کی لئی تسلیم کرلی پھر وہ جو مذکور ہوا کہ وہ زمانہ رشد

الرشد والصلاح وهذه القرون قرون الفسق والفساد ليس الا بركة اجراء الشريف في تلك القرون وشامت حدائث

اور صلاح کی تھی اور یہ زمانہ فسق اور فساد کا ہے تو یہ نہیں ہے مگر بسبب برکت اجرا شرع شریف کی اوس عہد میں اور بسبب نحوست پیدا کرنی

العرف الخفيف في هذه القرون اذ في هذه القرون كثر اولاد الزنا بسبب اكراه اهل العرف اهل كل بلدة واهل كل قرية

اس عرف کی اس عہد میں کیونکہ ان زمانوں میں حرام کی اولاد بہت ہوگئی ہے اسلئے کہ اہل عرف ہر ایک شہر کے اور ہر ایک گانو کے

في كل سنة بل في كل شهر مرارا على الحلف بالطلاق في انواع القضايا فيلزم الحنث بالضرورة ويحدث السبب كثرة

ہر برس بلکہ ہر ماہ کئی کئی بار زور اور ظلم سے ہر ایک قضیے میں طلاق کی قسمیں دلاتے ہیں پھر قسم کا ٹوٹنا بالضرور لازم آجاتا ہے اس سببی

اولاد الزنا في هذا الزمان واشتغلوا بالتزويرات والتلبيسات وانواع الفساد اذ لا يصدر من الذوات الخبيثة

اس زمانے میں حرام کی اولاد بہت ہوگئی اور مکر اور فریب اور طرح طرح کی فساد کرنی لگی کیونکہ بدذات آدمی سے سوا بدذاتی کی

الا الافعال الخبيثة فانقيل العقوبة المتجاوزة عما عينه الشرع قد صدرت عن السلف وذكر في الكتب المعتبرة

اور کیا ہوتا ہے پھر اگر کوئی کہے کہ ایسی عقوبت جو شرع کی حد سے بڑھ جاوے بیشک سلف سے عمل میں آئی ہے اور معتبر کتابوں میں مذکور ہے

انها محمولة على السياسة فلم لا يجوز ان يكون العرف المذكور محمولا على السياسة ايضا فالجواب ان السياسة على

کہ وہ عقوبت سیاست پر محمول ہے پھر کیوں نہیں جائز کہ یہ عرف مذکور بھی سیاست پر محمول ہووی سو اسکا جواب یہ ہے کہ سیاست

ما ذكر في معين الحكام نوعان احدهما ظالمة والاخرى عادلة اما الظالمة فالشرع يحرمها ويحكم بعدم جوازها

موافق مضمون معین الحکام کی دو قسم کی ہے ایک تو ظالمہ ہے اور دوسری عادلہ ظالمہ کو تو شرع نے حرام اور مطلق ناجایز کہا ہے

والعرف المذكور عينها وبسببها ينفتح ابواب المظالم الشنيعة ويوخذ الاموال ويسفك الدماء بغير الشريعة واما

اور یہ عرف مذکور بعینہ وہی ہے اور اسی کی سبب سے ظلم سیع کی دروازے کھل جاتے ہیں اور مال چھینتے ہیں اور خلاف شرع خونریزی ہوتی ہے اور رہی

العادلة فالشرع يوجب المصير اليها والاعتماد عليها وهي ما ذكر في العناية تغليظ جناية لها حكم شرعي حسما لمادة

عادلہ تو شرع سے اوسکی طرف توجہ اور اوسپر اعتماد کرنا واجب ہے اور وہ یہ ہے سیاست عادلہ وہ ہے جو کتاب عنایہ میں مذکور ہے خطا بحکم شرع سے فساد کی جڑ

الفساد وقيل هي الشريعة مغلظة وبسببها يخرج الحق من الظالم ويندفع كثير من المظالم ويرتدع اهل الفساد من

کاٹنی کی واسطی تنگ پکڑنا اور کوئی کہتا ہے کہ وہ یہ شریعت بھاری ہے اور اوسکی سبب سے حق ظالم کی قبضے سے نکل آتا ہے اور اور بہت مظالم بند ہوجاتے ہیں اور مفسد لوگ

الفساد وبابها التاويضيع الحقوق ويتعطل الحدود فلا بد من اعتبارها لكن بعد معرفة طريق اجرائها لئلا يتجاوز

فساد کرنا چھوڑ دیتی ہیں اگر اسکو چھوڑ دیجے تو حقوق تلف ہوتی ہیں اور حدود بیکار سو اسکا اعتبار ضرور ہے لیکن پہلی اوسکی اجرا کو سمجھ لینا چاہئے تاکہ اوس سے بڑھ کر

منها الى غيرها اذ لا يمكن رفع الفساد من وجه الارض الا بعقوبة المتهمين بالاجرام المشهورين بها بعقوبات الشرع

اور کچھ نہ کر بیٹھے اسواسطے کہ روی زمین سے فساد دور نہیں ہوسکتا جب تک مفسدوں کو عقوبت شرعی نہو جنکی نام پر جرم لگی ہوتی ہیں اور اوس باب میں

بقدر تهمتهم وشهرتهم بها اما بالحبس كما ذكر في حدود فتاوى قاضيخان ان من يتهم بالقتل والسرقة وضرب الناس يحبس

مشہور ہیں جسقدر اونپر تہمت اور جتنا اونکا شہرہ ہویا تو قید کر کر چنانچہ حدود فتاوی قاضی خان میں ہے کہ جنکی نام پر خون اور چوری اور ایذا رسانی لوگوں کی تہمت

ويخلد في السجن الى ان يظهر توبته وذكر في باب الحبس من قضاء الخلاصة والبزازية ان الدعار وهم الذين يقصدون اتلاف

اونکو قید کریں اور قید خانہ میں اتنی پڑا رکھیں کہ وہ توبہ کریں اور خلاصہ کی قضا کی باب الحبس میں اور بزازیہ میں مذکور ہے کہ دعار یعنی وہ لوگ جو لوگوں کا مال اور

اموال الناس وانفسهم يحبسون حتى يعرف توبتهم بظهور شعار الصالحين في سيماهم او بالضرب كما ذكر في اكراه البزازية

جان تلف کیا چاہتی ہیں قید کئی جاویں جبتک کہ اونکی توبہ معلوم ہو کہ اونکی چہروں پر انوار صلحا کی سی ظاہر ہو جاویں یا مار کر چنانچہ بزازیہ کی اکراہ میں مذکور ہے

ان حسن بن زياد سئل عن المتهم بالسرقة ايحل ضربه حتى يقر قال ما لم يقطع اللحم ولم يظهر العظم يعني ان ضربه

کہ حسن بن زیاد سے پوچھا گیا چور کو چوری کی تہمت میں مارنا جایز ہے کہ اقرار کرے کہا جبتک کہ گوشت نہ کٹے اور ہڈی نہ نکل آوے مراد یہ ہے کہ ایسا

يعني

ینبغی ان لایخرج عن صفة ضرب الحدود ولا یعاقب بغیر عقوبات الشرع بل یضرب ضرب تعزیر لا ضرب حد او
کہ حد کی وضع سے مخالف ہو جاوے اور کوئی اور عقوبت سوای عقوبات شرعی کی نکریں بلکہ تعزیر کیسی مار ماریں حد کیسی مار نماریں یا
بالقتل کما ذکر فی سیر البزازیة ان عطاء بن حمزة سئل عن قتل الاعونة البغاة والظلمة فی ایام الفترة فقال یباح
قتل کریں چنانچہ سیر بزازیہ میں مذکور ہی کہ عطاء بن حمزہ سے پوچھا کہ ایام فترہ میں باغیوں اور ظالموں کی جو حامی ہوں اونکو قتل کرنا چاہیے جواب دیا
قتلهم لانهم ساعون فی الارض بالفساد وقیل له انهم یمتنعون عن السعی فی تلك الایام ویتوارون قال ذلك امتناع
اونکا قتل مباح ہی کیونکہ وہ ملک میں فساد کرنیکو دوڑتی ہیں کسی نی کہا اب تو وہ اوس عمل سی باز آئی ہیں اور چھپ گئی ہیں کہا یہ حال کو بازآئی ہیں
ضرورة ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه وکذلك قال الامام السید ابو شجاع وزاد بان قال یثاب قاتلهم ثم قال لان من
اور اگر پہر وہ ہی حال ہو تو پہر وہ ہی کریں جو اونکو منع ہوا تہا اور ایسی ہی امام سید ابو شجاع نی کہا ہی اور اتنا زیادہ کیا کہ اونکی قاتل کو ثواب ہوگا کیسی کہا کہ قتل
شرط الاسلام الشفقة علی الخلق والفرح بفرحهم والحزن بحزنهم وهم علی عکس ذلك وذکر فی کراهیة البزازیة انه کان
کیسا ہوگا کہا اسلی کہ اسلام کی شرط ہی کہ خلق پر شفقت کری اور اونکی خوشی سی خوش ہو اور اونکی غم سی غمگین اور وہ لوگ اسکی برخلاف ہیں اور بزازیہ کی کراہیہ میں مذکور ہی
یفتی بکفرهم واختیار المشایخ ان لا یفتی بکفرهم وجواز القتل لا یدل علی الکفر قال الله تعالی انما جزاء الذین یحاربون
کہ اونکی کفر پر فتوی تہا اور مشایخ کا مختار یہی ہی کہ کفر پر فتوی نہ دیوین اور قتل جایز ہونی سی کفر نہیں ثابت ہوتا اللہ تعالی فرماتا ہی یہہ ہی سزا ہی اونکی جو لڑائی کرتی ہیں
الله ورسوله ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا والاعونة من المحاربین الله ورسوله وذکر فی باب السعایة من
اللہ سی اور اوسکی رسول سی اور دوڑتی ہیں ملک میں فساد کرنیکو کہ اونکو قتل کریں یا سولی چڑہائی اور مددگار بہی اللہ اور رسول سی لڑنیوالی ہیں اور باب السعایہ میں
جنایات البزازیة ان المشایخ لفساد الملك بسبب السعایة افتوا بان قتل الاعونة والسعاة فی زمان الفترة جائز والقید
جنایات بزازیہ میں مذکور ہی کہ مشایخ نی اسلی کہ بسبب سعایہ کی ملک میں فساد پہیل گیا تہا فتوی دیا تہا کہ قتل باغی کی مددگار کا زمانہ فترۃ میں جایز ہی اور قید میں
لکونهم فی مثل ذلك الزمان اشد ضررا فیلحقون بالذین یحاربون الله ورسوله ویسعون فی الارض فسادا فعلی هذا
کیونکہ اونکی ایسی زمانہ میں بڑا ضرر ہوویگا پہر وہ اون لوگوں میں مل جاویگی جو اللہ اور رسول سی لڑتی ہیں اور ملک میں فساد کرتی پہرتی ہیں اس رای کی موافق
یجوز قتلهم لکن باسهل الطرق واقلها عذابا کالصلب وضرب العنق لا باصعبها واکثرها عقابا کالسیاسات الجاریة
اونکا قتل جایز ہی پر آسانی سی جسمیں تکلیف نہووی جیسی سولی اور سر اوڑا دینا سخت عذاب سی نہیں جسمیں تکلیف زیادہ ہو جیسی سیاسات اس زمانہ میں
فی هذا الزمان لما روی انه علیه السلام قال اذا قتلتم فاحسنوا القتلة فعلم من هذا النقل ان اجراء هذه العقوبات
مروج ہیں کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا اگر قتل کرو تو اچہی طرح قتل کرو ان نقلوں سی معلوم ہوا کہ ان عقوبات کا جاری کرنا
انما یجوز اذا کان المدعی علیه متهما بالجرائم مشهورا بها وانکر ما ادعی علیه واما اذا لم یکن متهما بها بل کان رجلا صالحا
جب جایز ہی کہ مدعی علیہ جرم میں بدنام اور خطاواری میں مشہور ہو اور وہ دعوی سی منکر ہو اور اگر اوسپر کچہہ تہمت نہو بلکہ مرد نیک خوبی سی مشہور ہو
مشهورا بالصلاح فلا یجوز عقوبته اصلا بل یحلف ویخلی سبیله ان لم یقم علیه بینة وان کان مجهول الحال لا یعرف ببر
تو ایسی کی عقوبت ہرگز جایز نہیں ہی بلکہ قسم لیکر چہوڑ دیں اگر گواہ نہوں اور اگر مجہول الحال ہو یعنی نہ تو نیکو کار مشہور ہی اور نہ بدکار تو ایسی کو
ولا فجور یجوز حبسه یوما او یومین حتی یتبین حاله بالبینة او بالاقرار وان لم یظهر شیء منهما یحلف ویخلی سبیله ولا
ایک دو دن قید کرنا جایز ہی یہاں تک کہ اوسکا حال یا گواہ سی یا اقرار سی ظاہر ہو جاوی اور اگر کچہہ بہی ظاہر نہو تو قسم لیکر چہوڑ دیں اور
یجوز ضربه کما ذکر فی سرقة الخلاصة والبزازیة ان عصام بن یوسف دخل علی الامیر فاتی بسارق فانکر السرقة فقال الامیر
مارنا جایز نہیں ہی چنانچہ خلاصہ اور بزازیہ کی باب سرقہ میں مذکور ہی کہ عصام بن یوسف امیر کی پاس گیا وہیں ایک چور پکڑا آیا سو اوسنی چوری سی انکار کیا امیر نی
لعصام بن یوسف ایش یجب علیه فقال عصام علیه الیمین وعلی المدعی البینة فقال الامیر هاتوا بالسوط والعقابین
عصام بن یوسف سی پوچہا اسپر کیا واجب ہی عصام نی کہا اسپر قسم ہی اور مدعی پر گواہ امیر نی کہا کوڑا اور دو رسیاں تو لاؤ

فما ضربه عشرا حتى اقر واتى بما سرق فقال عصام سبحان الله ما رايت ظلما اشبه بالعدل من هذا فانظر كيف

پھر دس کوڑی نہین لگائی تہی کہ اوسنی اقرار کیا اور چوری کا مال لادیا عصام نی کہا سبحان اللہ مین نی اس ظلم سی زیادہ عدل سی ملتا ہوا کوئی ظلم نہین دیکہا اب دیکہو کہ کیونکر

سماه ظلما مع ظهور الحق ولم يجعله عدلا بل جعله شبيها به لعدم وجود علامة ظاهرة موجبة لذلك

اسکا نام ظلم لیا باوجودیکہ حق ظاہر ہوگیا تہا اور اسکو عدل نہین ٹہرایا بلکہ عدل کا مشابہ کیونکہ کوئی ظاہر دلیل جس سی ضرب واجب ہو جاوی نہین تہی

لانه وان ظهر به الحق في هذه المرة لكن كثيرا ما لا يظهر فيكون ظلما محضا بخلاف المتهم بالجرايم فان ضربه

اسواسطی کہ اگرچہ اوس وقت تو حق ظاہر ہوگیا لیکن اکثر حق ظاہر نہین ہوا کرتا پہر سزا ظلم ہی ظلم ہوتا ہی برخلاف اوسکی جو جرایم سی بدنام ہو اسکو بیشک

ليس لمجرد استخراج الحق بل ليمتنع عن افعاله المذمومة سواء ظهر الحق او لم يظهر فافترقا وكل ما ذكر الى هنا من جواز

اوسکا مارنا صرف حق پیدا کرنی کی لئی نہین ہی بلکہ اسلئی کہ اپنی افعال بری سی باز آوی برابر ہی کہ حق ظاہر ہو یا نہ ظاہر ہو سو ان دونون مین فرق ہی اور یہان تک جو مذکور ہوا

اجراء العقوبة على المتهمين بالجرايم انما هو قبل ثبوتها بالبينة او الاقرار واما بعد ثبوتها باحدهما فيقام عليهم ما

یعنی جراء عقوبت کا جایز ہونا جرایم کی بدنامون پر ثبوت سی پہلی ہی گواہی سی ہو یا اقرار سی اور اگر جرم ثابت ہو جاوی کسی ایک سی اقرار یا بینہ سی تو پہر انپر

عين لهم في الشرع من الحدود والتعزير يسر نا الله تعالى علما موافقا لرضائه

وہ ہی قایم ہوویگا جو شرع نی مقرر کیا ہی حد اور تعزیر آپ ہمپر اعمال موافق اپنی رضا کی آسان کر

المجلس الحادي والثمانون في بيان احكام القضا

اکیاسی مجلس احکام قضا کی بیان مین

واخذه بالرشوة وحكومته بشهادة الزور قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما انا

اور عہدہ قضا کو رشوت سی لینی مین اور جہوٹی گواہی پر حکم کرنی مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا مین تو

بشر وانكم تختصمون الي ولعل بعضكم يكون الحن بحجته من بعض واقضي له على نحو ما اسمع منه فمن

صرف ایک بندہ ہون اور تم میری پاس فیصلی لاتی ہو اور شاید کہ بعض تم مین سی حجت مین ہوشیار ہو بعضی سی اور جیسا اوس سی سنونگا مین فیصلہ کردونگا پہر

قضيت له بشيء من حق اخيه فلا ياخذنه فانما اقطع له قطعة من النار هذا الحديث من صحاح المصابيح

مین جسکو دوسری کی حق مین سی دلا دیا کرون تو وہ ہرگز نہ لیوی یہہ ہی کہ اوسکی واسطی ٹکڑا آگ کا جداکئی دیتا ہون یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین ہی

رونه ام المؤمنين ام سلمة ومعناه انكم تختصمون الي وربما يكون بعضكم مبطلا في دعواه ولا اعرف

ام المؤمنین ام سلمہ کی روایت سی اسکی معنی یہہ ہی کہ تم اپنی فیصلی میری پاس لاتی ہو اور بعضی وقت کوئی اپنی دعوی مین جہوٹا ہوتا ہی اور مجکو وہ اپنی

كونه مبطلا في دعواه الا انه افطن بحجته واقدر على تقريرها بحيث اظنه صادقا في دعواه اقضي له

دعوی مین جہوٹا معلوم نہین ہوتا لیکن چونکہ وہ حجت مین ایسا قوی اور تقریر مین اتنا چسپ ہوتا ہی کہ مین اوسکی دعوی کو سچا گمان کر کر اوسکی دعوی کی

على وفق دعواه فيكون ما قضيته له من حق اخيه قطعة من النار لكونه حراما يسوقه الى النار فانه عليه السلام

موافق دلا دیتا ہون پہر وہ جو مین اوسکو دلاتا ہون بہائی کی حق مین سی آگ کا ٹکڑا ہوتا ہی کیونکہ وہ حرام ہی دوزخ مین کہینچ لیجاویگا بیشک نبی علیہ السلام

صدر كلامه في هذا الحديث بقوله انما انا بشر تنبيها على جواز عدم مطابقة حكمه لما في نفس الامر لكونه بشرا لا

اپنی کلام اس حدیث مین اس لفظ سی شروع کی کہ مین آدمی ہون اس تنبیہ کی واسطی کہ حکم نفس الامر سی غیر مطابق ہو سکتا ہی کہ وہ بشر ہین

يعلم من الغيب ولا يطلع على الضمائر الا ما يوحى اليه ولا يلزم منه ان يكون حكمه خطاء اذ ليس هذا من قبيل الخطاء

غیب دان نہین ہین دل کی بہید پر جب ہی خبر ہوتی ہی کہ وحی آوی اور اس سی یہہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ حکم بیجا ہی اسواسطی کہ یہ حکم مین غلطی نہین ہی

في الحكم لان الحاكم مامور مكلف بان يحكم بين الخصمين بالظاهر على حسب ما يسمعه من كلامهما وعلى ما يقتضيه

کیونکہ حاکم کی ذمہ یہہ ہی کہ دونو مدعی مدعا علیہ مین ظاہر کی موافق جیسا کہ اونکی کلام سنکر معلوم ہو اور جو اونکی حجت سی ثابت ہو حکم کردی

حجتهما لا بما في نفس الامر حتى ان من كان مبطلا في دعواه اذا اتى بشاهدي الزور ولم يعلم القاضي بكذبهما وقضى

یہ نہین ہی کہ نفس الامری حکم ہو یہان تک کہ جسکا دعوی جہوٹا ہو اور وہ جہوٹی دو گواہ گذار دی اور قاضی کو اونکا جہوٹ معلوم نہو اور وہ اونکی گواہی کا

بشرط تعديلهما فهو تحقق في الحكم وان لم يكن ما حكم به ثابتا في نفس الامر فعلم من هذا ان حكم القاضي

بشهادة الزور لا يحل ما كان حراما ولا يحرم ما كان حلالا ولا ينفذ قضاؤه الا ظاهرا وهذا متفق عليه

في الاملاك المرسلة التي لم يذكر فيها سبب معين من اسباب الملك واما في العقود كالبيع والشراء والنكاح

والاجارة ونحوها وفي الفسوخ كالاقالة والطلاق ونحوهما فعند ابي حنيفة ينفذ ظاهرا وباطنا وعندهما

انما ينفذ ظاهرا لا باطنا لهما ان القضاء لاظهار ما كان ثابتا لا لاثبات ما لم يكن ثابتا وادعى من العقود والفسوخ لم يكن

ثابتا عند كون الدعوى باطلة والشهود كاذبة فلا ينفذ القضاء فيه الا ظاهرا واما باطنا فلا لان القضاء انما

ينفذ بقدر الحجة والحجة باطلة في الباطن لكون شهادة الزور حجة في الظاهر لا في الباطن والمشهود له

يعلم ذلك والقاضي لا يعلمه فينفذ قضاؤه ظاهرا لا باطنا كما في الاملاك المرسلة وله ان القاضي اذا اقيمت عنده

البينة وعدلت يكون عليه القضاء واجبا حتى لو امتنع عن القضاء او اخره يكون اثما لكن لما كان القضاء اظهار

ما كان ثابتا ولم يكن ما ادعى من العقود والفسوخ ثابتا عند كون الدعوى باطلة والشهود كاذبة وجب اثباته

اقتضاء لئلا يلزم ان يكون القاضي مكلفا بما ليس في وسعه فان قضاء القاضي فيما يحتمل الانشاء ولم يكن في المحل

مانع وكانت الشهود كاذبة يكون انشاء لانه مامور بالقضاء بالحق ولا يكون قضاؤه بالحق فيما يحتمل الانشاء ولم

يكن في المحل مانع وكانت الشهود كاذبة الا بالحمل على الانشاء والعقود والفسوخ مما يحتمل الانشاء وللقاضي ولاية الانشاء

في الجملة فيجعل قضاؤه انشاء بطريق الاقتضاء فيصير كانه قال في دعوى عقد النكاح له زوجتك اياه وحكمت

بينهما بالنكاح وفي دعوى فسخ النكاح يصير كانه قال فرقتها عنه وحكمت بينهما بالطلاق وكذا في غيرهما

ما ادعي من العقود والفسوخ بخلاف الاملاك المرسلة فان القضاء فيها بشهادة الزور لا ينفذ الا ظاهرا لان

للملك لابد له من سبب والاسباب كثيرة ومزاحمة ولا يمكن القاضي ان يعين شيئا منها بدون الحجة اذ ليس بعضها
بلکہ ملک کے واسطے کوئی سبب چاہئے اور اسباب بہت ہیں ایک دوسرے کا مخالف تو قاضی کو یہ نہیں ہو سکتا کہ ان میں سے کسی ایک کو بدون حجت کے مقرر کر دے کیونکہ بعض

اولى من البعض فحينئذ لا يمكن اثبات شيء منها سابقا على القضاء بطريق الاقتضاء لان الملك ليس مما يحتمل الانشاء
ایک پر کچھ فوقیت نہیں ہے سو بطریق اقتضاء قضا سے پہلے کچھ بھی ثابت نہیں ہو سکتا اسلئے کہ ملک میں احتمال انشاء کا یعنی از سر نو کا تو نہیں ہے

والقاضي ليس بمأمور بالقضاء بالملك بل هو مأمور بالقضاء بقصر يد المدعى عليه عن المدعي فهذا هو النافذ منه
اور قاضی کو یہ حکم نہیں کہ ملک کا حکم دیا کرے بلکہ اوسکو یہ حکم ہے کہ مدعی علیہ کا ہاتھ مدعی سے کوتاہ کر دے سو یہ بات ہے کہ ظاہر میں نافذ ہوتی ہے

ظاهرا لا غير بيانه ان رجلا اذا ادعى على رجل بيعا او شراء في جارية او طعام واقام شاهدي الزور وقضى القاضي
فقط اسکی تفصیل یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک شخص پر ایک لونڈی یا طعام کی بیع کا یا شراء کا دعوی کیا اور دو جھوٹے گواہ گذار دیے اور قاضی نے

بينهما بالبيع او الشراء ينفذ قضاؤه ظاهرا وباطنا حتى يحل لمن حكم له بالجارية او الطعام ان يطأ الجارية بعد الاستبراء
اون دونوں میں بیع یا شراء کا حکم دیا تو یہ حکم ظاہر اور باطن میں نافذ ہو جائیگا یہاں تک کہ جسکو وہ لونڈی یا طعام دلایا گیا ہے حلال ہے کہ لونڈی سے بعد رحم صاف کرنے کے

ويأكل الطعام لثبوت الملك له بالثمن الذي وقع الشهادة به واما اذا ادعى رجل على رجل ملكا مطلقا في جارية او
وطی کرے اور کھانا کھا لیوے کیونکہ اوسکی ملک ثمن سے ثابت ہو چکی جسکی گواہ گذرے تھے اور رہی وہ صورت کہ ایک شخص ایک شخص پر لونڈی یا طعام کی مطلق ملکیت کا دعوی

طعام من غير تعيين سبب من اسباب الملك واقام شاهدي الزور وقضى القاضي بينهما بالملك لا ينفذ قضاؤه الا
کرے اور کوئی سبب خاص ملک کا بیان نکرے اور دو جھوٹے گواہ گذار دے پھر قاضی اون میں حکم ملکیت کا دیدیوے تو اب اوسکا حکم فقط ظاہر میں نافذ ہوگا

ظاهرا حتى لا يحل لمن حكم له بالجارية او الطعام ان يطأ الجارية او يأكل الطعام لعدم ثبوت الملك له فيما بينه وبين
یہاں تک کہ جسکو لونڈی یا طعام دلا دیا حلال نہیں ہے کہ لونڈی سے صحبت کرے یا طعام کو کھا لیوے کیونکہ اوسکی ملک فیما بینہ وبین اللہ یعنی واقع میں ثابت

الله تعالى ومن امثلة العقود ان احدا من الرجال او النساء اذا ادعى على اخر نكاحا واقام شاهدي الزور وقضى
نہیں ہے اور ایک مثال عقد کی یہ ہے کہ کوئی مرد ہو یا عورت اگر دوسرے پر نکاح کا دعوی کرکے دو جھوٹے گواہ گذار دے اور قاضی

القاضي بينهما بالنكاح ينفذ قضاؤه ظاهرا وباطنا حتى يحل للرجل الوطي وللمرأة التمكين هذا اذا لم يكن المرأة في
اون میں حکم نکاح کا کر دے تو اب قضا ظاہر اور باطن میں نافذ ہو جائیگی یہاں تک مرد کو وطی اور عورت کو اپنے اوپر قبضہ دینا حلال ہے یہ اوس صورت میں ہے کہ وہ عورت

نكاح الغير او عدته فاما اذا كان في نكاح الغير او عدته فالقضاء انما ينفذ ظاهرا فقط لا باطنا ومن امثلة الفسخ
اور کے نکاح میں یا عدت میں نہ ہو اور اگر اور کسی کے نکاح یا عدت میں ہوگی تو قضا صرف ظاہر میں نافذ ہوگی باطن میں نہ ہوگی اور مثال فسخ کی یہ ہے

ان احد الزوجين اذا ادعى على الاخر فسخ النكاح واقام شاهدي الزور وقضى القاضي بينهما بالفرقة ينفذ قضاؤه ظاهرا و
کہ خاوند جورو میں سے کسی نے دوسرے پر فسخ نکاح کا دعوی کرکر دو جھوٹے گواہ گذار دیے اور قاضی نے اون میں جدائی کا حکم دیدیا تو یہ حکم ظاہر و باطن میں نافذ ہوگا

باطنا حتى يحرم للرجل الوطي وللمرأة التمكين ويجوز لها التزوج بزوج اخر ويجوز للزوج الاخر وطيها وان علم ان الزوج
یہاں تک کہ اوس خاوند کو اب وطی اور جورو کو اپنے اوپر قبضہ دینا حرام ہے اور عورت کو جائز ہے کہ اور خصم کر لے اور اوس دوسرے خاوند کو اوسکی وطی جائز ہے اگرچہ معلوم ہو کہ پہلے

الاول لم يطلقها بان كان احد شاهدي الزور وهذا كله قد كان ظاهرا معلوما مما ذكر لكن ينبغي ان يعلم ايضا ان
خاوند نے اسکو طلاق نہیں دی ہے اسطور کہ اون دو جھوٹے گواہوں میں کا ایک یہی ہو اور یہ تمام مذکور سابق سے ظاہر اور معلوم ہے پر یہ بھی سمجھ لو کہ

قضاء القاضي في العقود والفسخ بشهادة الزور وان كان نافذا ظاهرا وباطنا ومفيدا للحل عند ابي حنيفة لكنه
قاضی کا حکم عقود اور فسخ میں جھوٹی گواہی سے اگرچہ ظاہر و باطن میں نافذ اور امام کے نزدیک حلت کا فائدہ بھی دیتا ہے کیونکہ عقد تو

انشاء بطريق الاقتضاء الا ان المدعي والشهود لا يخلو من ان يتعرضوا لسخط الله تعالى وعقابه حيث ارتكبوا ما نهى الله
بطور اقتضاء کے از سر نو ہو جاتا ہے اتنا ہے کہ مدعی اور گواہ دونوں غضب الہی اور عقاب سے نہ بچینگے کیونکہ اونہوں نے وہ عمل کیا ہے جو اللہ

برهوله وسعوا في ابطال حق الغير وظلمه لاسيما اذا لم يكن الثمن الذي شهدوا به مساويا للقيمة اما المدعي فانه ارتكب

اور اوسکے حصول کی سعی کیا ہی اور غیر کی حق تلفی اور ظلم مین سعی کی ہی خاص کر اوس صورت مین کہ ثمن جسکی گواہی دی ہی قیمت کی برابر نہو مدعی نی تو جھوٹ بولا

الكذب وادعى ما ليس له وقد روى انه عليه السلام قال من ادعى ما ليس له فليس منا فليتبوأ مقعده من النار واما الشهود

ایسا دعوی کیا جو اوسکا حق نہین ہی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنے دعوی کیا جو اوسکا حق نہین ہی وہ ہم مین سی نہین ہی چاہیے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ مین کرلی

فانهم ارتكبوا الكبيرة التي شابهت الشرك وهي شهادة الزور ولكن المدعي حيث رضي بها وقد روى انه عليه السلام

اور گواہون نے وہ گناہ کبیرہ اختیار کیا کہ شرک کی مانند ہی یعنی جھوٹی گواہی ایسی ہی مدعی کہ اوسپر رضامند ہوا اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی

قال عدلت شهادة الزور بالاشراك بالله تعالى ثلث مرات ثم قرأ قوله تعالى فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور فانه

تین بار فرمایا جھوٹی گواہی اشراک باللہ کی برابر ہی پھر یہہ آیت پڑھی سو بچتے رہو بتون کی گندگی سی اور بچتے رہو جھوٹی بات سی بیشک نبی علیہ السلام

بين في هذا الحديث ان شهادة الزور كانت مساوية للشرك في حصول الاثم الموجب لدخول النار الا ان الشرك موجب للخلود

نی اس حدیث مین بیان فرمایا کہ جھوٹی گواہی گناہ مین شرک کی برابر ہی جس سی بالضرور دوزخ مین داخل ہونا ہی اتنا ہی کہ شرک سی دوام کو دوزخ ہی

فيها وشهادة الزور غير موجبة له ومما ينبغي ان يعلم ايضا ان قضاء القاضي بشهادة الزور في العقود والفسوخ انما ينفذ ويفيد

اور جھوٹی گواہی سی دوام نہین ہی اور یہہ بھی سمجھنی کی بات ہی کہ قاضی کا حکم جھوٹی گواہی سی عقود اور فسوخ مین جب نافذ ہوتا ہی حلت کا فائدہ

الحل اذا اخذ القاضي القضاء بغير رشوة واما اذا اخذ القضاء بالرشوة فلا يكون قاضيا ولا ينفذ حكمه على ما ذكر في عامة

دیتا ہی کہ قاضی کو عہدہ قضا بغیر رشوت ملا ہو اور اگر قضا رشوت دیکر لی ہی تو وہ قاضی نہی اور نہ اوسکا حکم نافذ ہی چنانچہ تمام کتابون مین مذکور ہی

الكتب فعلى هذا لا يوجد في هذا الزمان قاض ينفذ حكمه اذ قلما يوجد قاض ياخذ القضاء بغير الرشوة فان القضاة في هذا

اس روایت کی موافق اب اس زمانہ مین ایسا کوئی قاضی نہین ہی جسکا حکم نافذ ہو کیونکہ بہت کمتر قاضی ہین جنکو قضا بدون رشوت کی ملی ہو اس لئی کہ اب اس زمانہ کی قاضی

الزمان يسعون في اخذ القضاء بالرشوة سعيا بليغا ويبذلون في تحصيله مالا كثيرا ويسمونه باسماء غير الرشوة مع كون كله

رشوت دیکر قضا لینی مین نہایت درجہ کی سعی کرتی ہین اور قضا کی لئی خوب مال خرچ کرتی ہین اور اوسکا نام سوای رشوت کی کچھ اور رکھ چھوڑا ہی باوجودیکہ سب

رشوة فكيف يوجد فيهم قاض ينفذ حكمه فانهم باخذهم القضاء بالرشوة يكونون سببا لابطال كثير من الاحكام الشرعية

رشوت ہی پھر کہان ہی ایسا قاضی جسکا حکم نافذ ہووی کیونکہ قاضی تو رشوتون سی قضا لیکر بہتیری احکام شرعی باطل کرتی ہین

لان كثيرا من امور المسلمين مفوض الى رايهم وموقوف على حكمهم وهم اذا اخذوا القضاء بالرشوة لا ينفذ حكمهم في شيء

اس لئی کہ اکثر امور مسلمانون کی اونکی رای پر مفوض اور اونکی حکم پر موقوف ہین اور اونہون نی جب قضا رشوت دیکر لی تو اونکا حکم کسی فیصلہ شرعی مین نافذ نہین ہوتا

من الحكومات الشرعية فيلزم بطلان كثير من امور المسلمين لاسيما النكاح الذي يكون مفوضا اليهم فان القاضي الذي اخذ

تو اب مسلمانون کی بہتیری امور باطل ہوتی ہین خاص کر نکاح جو اونکی طرف مفوض ہی بیشک جس قاضی نی رشوت دیکر

القضاء بالرشوة اذا عقد النكاح الذي فوض اليه يكون ذلك النكاح باطلا فيلزم ان يكون الزوج والزوجة زانيين ما داما

قضا حاصل کی ہی جب کسیکا عقد نکاح کریگا جو اوسکی طرف مفوض ہی تو وہ نکاح باطل ہوگا اب یہہ لازم آتا ہی کہ دونو خاوند جورو زانی ہون جب تک

تحت ذلك النكاح وليس هذا الا لكثرة محبتهم للدنيا وقلة مبالاتهم في الدين فانهم لغلبة غفلتهم عن الاخرة ياخذون القضاء

اوس نکاح مین رہین اور یہہ حال اسی لئی ہی کہ دنیا کی محبت بہت ہی اور دین کی پروا کمتر ہی کیونکہ یہہ قاضی آخرت سی خوب غافل ہوکر قضا کو رشوت سی

بالرشوة ولا يبالون بكونهم ملعونين بلعن رسول الله عليه السلام بل يفتخرون به مع ان كثيرا من السلف امتنعوا عن قبوله

حاصل کرتی ہین اور اوسکی کچھ پروا نہین کرتی کہ رسول علیہ السلام کی لعنت پڑتی ہی بلکہ اوسپر فخر کرتی ہین باوجودیکہ سلف مین اکثر لوگون نی باوجود نہایت اکراہ کی

حتى اكرهوا اكراها بليغا على قبوله فلم يقبلوه فضلا عن بذل المال في اخذه الا ترى ان ابا حنيفة دعي الى القضاء ثلث مرات

قبول نہین کیا اور اوسکی لئی مال خرچ کرنیکا تو کیا ذکر ہی دیکھتا نہین کہ امام ابو حنیفہ کو قضا کی لئی تین دفعہ بلایا

فابى حتى حبس وضرب في كل مرة ثلثين سوطا فلما خاف على نفسه قال حتى استشير اصحابي فشاورهم فقال ابو يوسف

پہ انکار ہی کیا آخر کو قید ہوئی اور ہر بار تیس تیس کوڑی کہائی پہر جب جان کا خوف ہوا تو کہا میں اپنی یاروں سی مشورہ لیلوں پہر مشورہ کیا تو ابو یوسف نی کہا

لو تقلدت لانتفعت الناس فنظر اليه ابو حنيفة نظر الغضب وقال لو امرت ان اعبر البحر سباحة لكنت اقدر عليه

اگر قضا لیلو تو لوگوں کا بڑا فائدہ ہی پہر ابو حنیفہ نی اوکی طرف غصہ سی گہور کر کہا اگر مجکو یہہ حکم ہوتا کہ دریا کو تیر کر اوتر جاؤں تو البتہ مجکو قدرت تہی

مكانك قاضيا فاعرض ولم ينظر اليه بعد ذلك وكذلك دعي محمد الى القضاء فابى حتى قيد وحبس نيفا وخمسين يوما

میری جگہہ تو کیا قاضی ہی پہر منہہ پہیر لیا اور اوکی طرف نہ دیکہا اور اسیطرح امام محمد کو قضا کی واسطی بلایا سو انکار کیا یہانتک کہ قید ہوئی اور پچاس اوپر کئی دن تک

واضطر تقلده وانما امتنع هؤلاء الكرام عن تقلده لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال من جعل قاضيا

رہی اور ناچار ہو کر قضا لیلی اور اس جماعت بزرگ نی اسیمی منع مانا کہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص لوگوں پر قاضی ہوا

بين الناس فقد ذبح بغير سكين والمراد من الذبح في هذا الحديث القتل فان القتل بغير سكين كسقي السم مثلا لا يؤثر

بیشک بی چہری ذبح ہوا اور ذبح سی مراد اس حدیث میں قتل ہی بیشک قتل بغیر چہری کی جیسی زہر پلا دینا مثلا ظاہر میں کچہہ اثر نہیں کرتا

في الظاهر وانما يؤثر في الباطن بازهاق الروح كذا القضاء لا يؤثر في الظاهر لانه في الظاهر رفعة وعظمة وانما يؤثر

اور باطن میں ایسا اثر کرتا ہی کہ جان نکل جاتی ہی ایسی ہی قضا ظاہر میں کچہہ اثر نہیں کرتی کیونکہ ظاہر میں تو رفعت اور عظمت ہی باطن میں ایسا اثر کرتی ہی

في الباطن باهلاك الدين لان القاضي قلما يعدل بين الخصمين بل ربما يميل في الحكم الى الاصدقاء والاقرباء او الى من

کہ دین ہلاک کر دیتی ہی اسلئی کہ قاضی خصمین بیچ بہت ہی کم عدل کرتا ہی بلکہ اکثر حکم میں دوست کی اور اقربا کی طرفداری کر جاتی ہیں یا کسی منصب والی کی

له منصب يتوقع نواله او يخاف بلاءه وربما يوسوس له نفسه على قبول الرشوة فمن كان حاله كذلك فالموت خير

جس سی کچہہ وصول کی توقع یا اوسکی بلا کا خوف ہو اور بعضی وقت دل میں رشوت لینی کا خطرہ گذرتا ہی پہر جسکا ایسا حال ہووی تو ایسی قضا سی موت بہتر ہی

من القضاء لان الموت يقطعه عن المعاصي والقضاء يوقعه في المعاصي فان قيل القضاء بالحق من اقوى الفرائض

کیونکہ موت تو معاصی سی الگ کر دیتی ہی اور قضا معاصی میں مبتلا کر دیتی ہی پہر اگر کوئی کہی حکم حق پہ دینا عمدہ فریضہ ہی

واشرف العبادات لكونه امرا بالمعروف ونهيا عن المنكر وقد امر الله به النبيين كما قال في كتابه انا انزلنا التورية

اور عبادات میں اشرف ہی اسلئی کہ امر بالمعروف اور بند کرنا بدی سی ہی اور الله نی انبیا کو یہہ حکم کیا ہی چنانچہ قرآن میں فرماتا ہی ہمنی اوتاری توریت

فيها هدى ونور يحكم بها النبيون وقال لنبينا عليه السلام انا انزلنا اليك الكتب بالحق لتحكم بين الناس فما وجه

اسمیں ہدایت اور روشنی ہی اوسپر حکم کرتی پیغمبر اور ہمارے نبی علیہ السلام کو فرمایا ہمنی اوتاری تجہپر کتاب سچی کہ تو انصاف کری لوگوں میں پہر اسکا

الامتناع عنه فالجواب انه وان كان من اقوى الفرائض واشرف العبادات لكن ذكر في كتب الفقه ان من كان

رکنی کی کیا وجہ ہی جواب یہہ ہی کہ قضا اگرچہ بڑا فریضہ اور عبادات میں اشرف ہی پر فقہ کی کتابوں میں مذکور ہی کہ جو شخص

صالحا له ينبغي له ان لا يطلبه بقلبه ولا يسئله بلسانه فان دعي اليه بلا طلبه فقال بعض العلماء يكره له الدخول فيه

قضا کی لائق ہو اوسکو لازم ہی کہ دل سی اوسکا طالب نہووی اور نہ زبانسی اوسکا سوال کری پہر اگر بلا طلب اوسکی لئی مقرر کریں تو بعضی علما کہتی ہیں کہ اختیار سی قضا میں

مختار الماردي عن انس انه عليه السلام قال من ابتغى القضاء وسئله وكل الى نفسه ومن اكره عليه انزل الله تعالى

پہنسنا مکروہ ہی اسلئی کہ انس سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جسنی قضا تلاش کی اور سوال کیا تو اپنی ذات پر حوالہ کیا جاتا ہی اور جو مجبور قاضی کیا گیا تو حق تعالی

عليه ملكا يسدده فانه عليه السلام اشار في هذا الحديث الى ان من يطلب القضاء بقلبه ويسئله بلسانه يفوض امره

اوسپر فرشتہ تعین کر دیتا ہی وہ اوسکو راستی پر رکہتا ہی سو نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں یہہ اشارہ کیا کہ جو شخص قضا کو دل سی تلاش اور زبانسی سوال کرتا ہی تو وہ اپنی

الى نفسه ومن يفوض امره الى نفسه لا يهتدي الى الصواب لان النفس امارة بالسوء تجر صاحبها الى المخالفة وسوء المآب

ذات پر حوالہ ہی اور جسکا امر اوسکی ذات پر حوالہ ہو صواب کو راہ نہیں پاتا اسلئی کہ نفس برائی ہی بتاتا ہی اپنی یار کو مخالفت اور بری مآب کی طرف کہینچتا

فلا يسلم من الوقوع في الظلم والمعصية وايضا من يطلب القضاء ويسئله يعتمد علمه وورعه فيكون صاحب عجب
کھینچتا ہی سو ظلم اور معصیت سی سلامت نہین رہتا اور یہہ بھی ہی کہ جو قضا کی طلب اور سوال کرتا ہی تو اپنی علم اور پرہیز پر بھروسہ کرتا ہی اب اوسمین عجب آویگا
فيحرم التوفيق واما من يكره عليه فانه يصير منكسر القلب بالاكراه فيعتصم بحبل الله تعالى ويتوكل على الله تعالى
اور توفیق سی محروم ہو گا اور جسپر قضا کی لئی زور ہوتا ہی تو اکراہ سی آزردہ دل ہوکر اللہ کی رسی سی سہارا لیتا ہی اور اللہ پر توکل کرتا ہی
ومن يعتصم بالله فقد هدى الى صراط مستقيم ومن يتوكل على الله فهو حسبه فيلهمه الرشد ويوقعه
اور جو اللہ کا سہارا پکڑتا ہی بیشک سیدہی راہ پاتا ہی اور جو شخص اللہ پر توکل کری وہ اوسکا ذمہ دار ہی پس اوسکی ذہن رشد پیدا کردیتا ہی اور
الصواب يسرنا الله تعالى عملا مطابقا لرضائه بلطفه وكرمه المجلس الثاني والثمانون في بيان
صواب مین پہنچاتا ہی اللہ ہمپر عمل مطابق اپنی رضا کی اپنی لطف اور کرم سی آسان کر بیاسی مجلس اوس شخص کی بیان مین
من يجوز له الوعظ للناس ومن لا يجوز وما يتفرع عليه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
جسکو لوگون کی لئی وعظ کہنا جایز ہی اور جسکو نہین جایز اور اسپر کیا پیدا ہوتا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا
لا يقص الا امير او مامور او مختال هذا الحديث من حسان المصابيح رواه عوف بن مالك ومثله ما رواه ايضا انه عم
وعظ نہین بیان کرتا مگر امیر یا مامور یا شیخی خورا یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین ہی عوف ابن مالک کی روایت سی اور ایسی ہی مضمون کی وہ حدیث ہی
قال القصاص ثلثة امير ومامور ومختال والقص التكلم بالقصص ويستعمل في الوعظ وهو المراد هنا والمعنى ان الذين
علیہ السلام نی فرمایا وعظ کہنی والی تین ہین امیر اور مامور اور شیخی کرنیوالا اور قصہ کی معنی ہین قصہ بیان کرنا اور قص وعظ مین برتا جاتا ہی اور یہان وعظ ہی مراد ہی اور معنی یہہ ہین کہ
يعظون الناس ثلثة احدهم الامير وهو الحاكم فان الحكام في الزمان الاول كانوا يعظون الناس ويقصون عليهم اخبار
جو شخص لوگون کو وعظ کہتی ہین تین ہین ایک تو امیر یعنی حاکم بیشک پہلی زمانہ مین حاکم ہی لوگون کو وعظ کیا کرتی تہی اور گذری ہوئی خبرین انکو سناتی تہی
الماضية ليعتبروا وثانيهم المامور وهو الذي امره الامير بالوعظ واذن له فيه وثالثهم المختال وهو الذي ليس بامير
تاکہ عبرت پذیر ہون اور دوسرا مامور یعنی جسکو امیر نی واسطی وعظ کی مقرر کیا اور اجازت دی ہی اور تیسرا مختال یعنی نہ وہ امیر ہی
ولا مامور من جهته بل هو فضولي يفعل ذلك تكبرا على الناس وطلبا للرياسة بينهم ويرائيهم بقوله وفعله وفيه
اور نہ امیر کی طرف سی مامور بلکہ وہ شخص زاید ہی یہہ پیشہ لوگون پر بزرگ ہونی کو اور انمین ریاست لینی کو اختیار کرتا ہی اور انکو اپنا قول اور فعل دکھلاتا ہی اسمین
زجر للواعظ عن الوعظ بغير اذن الامام وانما كان كذلك لان الامام يجب عليه ان يقوم بمصالح الرعية ويرتب
واعظ کو بدون اذن امام کی وعظ کہنی مما نعت ہی اور مما نعت اسلئی ہی کہ امام پر واجب ہی کہ واسطی مصلحت رعیت کی مستعد رہی اور ہر ہر گانو مین
في كل قرية وفي كل محلة عالما متدينا يعلم الناس دينهم فينظر في العلماء فمن يرى فيه علما وديانة وحسن عقيدة
اور ہر ہر محلہ مین ایک ایک عالم دیندار تعین کری کہ وہ لوگون کو دین تعلیم کیا کری پہر علمامین غور کری جسمین علم اور دیانت اور نیک عقیدہ دیکہی
يأذن له ان يعظ الناس ومن لا يرى فيه هذه الصفات لا يأذن له في الوعظ لئلا يوقع الناس في البدعة والضلالة
اوسکو اجازت دی کہ لوگون کو وعظ کیا کری اور جسمین یہہ صفات نہ پاوی تو اوسکو وعظ کی اجازت نہ دی تاکہ لوگون کو بدعت اور بی راہی مین نہ پہنساوی
كما هو واقع في هذا الزمان وذلك لان الخلق لا يولدون بالعلم وانما يولدون بالجهل والجهل مرض من امراض القلوب
جیسا اس زمانہ مین ہو رہا ہی اور یہہ اسواسطی ضرور ہی کہ خلق عالم نہین پیدا ہوتی بیہ ہی جہالت مین پیدا ہوتی ہی اور جہالت دلکی بیماریون مین سی ایک مرض ہی
فلا بد له من طبيب حاذق يعالجهم ويزيل مرضهم بتعليم احكام الدين في اصله وفرعه ومن لم يكن حاذقا
سو ہر مرض کی لئی کوئی پکا طبیب چاہئی کہ علاج کرکر دین کی اصلی اور فرعی احکام سکہا کر انکا دلی مرض کہو دی اور جو پکا طبیب نہین ہی
لا يزيل مرضهم بل يزيدهم مرضا فيهلكهم وقد ذكر في الاحياء ان الدنيا دار المرض اذ ليس في بطن الارض الا ميت
تو انکا دکہہ نہین کہو دیگا بلکہ اور دکہہ بڑہا کر ہلاک کر دیگا اور احیاء مین مذکور ہی کہ دنیا بیماری کا گہر ہی کیونکہ جو زمین کی اندر ہی سو مردہ ہی

ولا على ظهرها الا سقيم ومرض القلوب اكثر من مرض الابدان وانما صار كذلك لثلث علل احدها ان من كان
اور جو اوسکی ظاہر ہی سو بیمار ہی اور دلکی دکھہ جسمانی بیماری سی زیادہ ہین اور یہہ حال تین سبب سی ہوگیا ہی ایک تو یہہ کہ جو
مريض القلب لا يدري كونه مريضا والثانية ان عاقبة مرض القلب لا يشاهد قبل الموت بخلاف مرض البدن
دلکا دکھیا ہی وہ اپنی تئین دکھیا نہین سمجھتا اور دوسرا سبب یہہ ہی کہ دلکی بیماری کا انجام موت سی پہلی ظاہر نظر نہین آتا برخلاف مرض بدنی کی
فان عاقبته موت مشاهد تنفر عنه الطباع ولكون ما بعد الموت غير مشاهد قلت النفرة عن الذنوب
کہ اسکا انجام موت نظر آتی ہی سو سب طبیعتیں اوس سی نفرت کرتی ہین اور موت کی بعد کا حال جو ظاہر نہین نظر آتا اسلئی گناہون سی نفرت کم ہوگئی ہی
ويتكل مرتكبها على فضل الله تعالى ولا يشتغل بعلاج مرض قلبه بل يشتغل بعلاج مرض بدنه من غير اتكال
اور گنہگار اسد تعالی کی فضل پر تکیہ کر لیتا ہی اور اپنی دلکی دکھہ کا علاج نہین کرتا بلکہ بدنی مرض کا علاج فضل الہی پر بی تکیہ کئی کرتا ہی
على فضل الله تعالى مع كون فضل الله تعالى عاما في الدنيا والاخرة والثالثة وهي الداء العضال فقد الطبيب
باوجودیکہ اسد تعالی کا فضل دنیا اور آخرت دونون مین برابر ہی اور تیسرا سبب یہہ ہی اور یہہ بڑا سخت دکھہ ہی یعنی طبیب کا نہونا
فان الاطباء هم العلماء وهم في هذا الزمان قد مرضوا مرضا شديدا حتى عجزوا عن علاج انفسهم فضلا عن
کیونکہ اسکی طبیب تو علماء ہین سو اس زمانہ مین وہ خود ہی سخت بیمار ہین یہان تک کہ اپنا ہی علاج نہین کر سکتی غیر کی تو کیا کر سکتی ہی اس سبب سی یہہ دکھہ
علاج غيرهم وبهذا السبب عم الداء وانقطع الدواء وهلك الخلق بل اشتغل الاطباء بفنون الاغواء فليتهم
اور بھی زیادہ پھیل گیا اور علاج جاتا رہا اور خلق مر گئی بلکہ طبیب طرح طرح کی اغوا مین مشغول ہین کاشکی وہ طبیب
اذ لم يصلحوا لم يفسدوا وليتهم سكتوا ولم ينطقوا فانهم اذا تكلموا لا يقصدون في مواعظهم الا استمالة قلوب العوام
اگر علاج نکرتی تو دکھہ ہی نہ بڑھاتی اور کاشکی وہ خاموش ہی رہتی کچھہ نبولتی بیشک جب وہ بولتی ہین تو اوس وعظ سی سوا بہلانی قلوب عوام کی کچھہ اور غرض نہین
ولا يتوصلون اليها الا بذكر الرجاء والرحمة لكون ذلك الذ في الاسماع واخف على الطباع فينصرف الخلق عن مجالس
ہوتی اور اسکا وسیلہ یہہ ہی امید اور رحمت کا ذکر بار بار کہا ہی کیونکہ یہہ ہی کانون مین لذیذ اور طبیعتون پر ہلکا ہی پھر خلقت مجلس وعظ سی جب اوٹھتی ہی
وعظهم وقد استفادوا مزيد جراة على المعاصي ومهما كان الطبيب كذلك يهلك المريض بالدواء حيث يضعه
تو انکو گناہون پر اور بھی جرأت پیدا ہو جاتی ہی اور جب طبیب ہی ایسا ہووی تو دکھیا دوا ہی سی مر جاویگا کیونکہ طبیب بی محل دوا
في غير موضعه فان الخوف والرجاء دواءان لكن لشخصين متضادي العلة فالذي غلب عليه الخوف حتى هجر
دیتا ہی بیشک خوف اور رجا دونو دوا تو ہین پر ایسی دو شخص کی جو ایک سی بیمار نہون پھر جسپر خوف اتنا غالب آیا کہ دنیا بالکل ترک کی
الدنيا بالكلية وكلف نفسه ما لا يطيق وضيق عليه العيش يكسر سورة خوفه بذكر اسباب الرجاء وسعة رحمة
اور اپنی جان طاقت سی زیادہ تکلیف مین ڈالی اور عیش تنگ کر لیا تو اوسکی خوف کی شدت کو اسباب رجا کی اور فراخی رحمت الہی کا ذکر کر کی
الله تعالى ليعود الى الاعتدال وكذا المصر على الذنوب المشتهي التوبة الممتنع عنها بحكم القنوط واليأس استعظاما
گھٹا دی تا کہ وہ اعتدال پر آجاوی اور ایسی ہی جو گناہ پر اڑا ہوا توبہ کا آرزو مند کہ بسبب ناامیدی اور یاس کی اپنی گناہون کو سخت سمجھہ کر
لذنوبه التي سبقت يعالج ايضا بذكر اسباب الرجاء وسعة رحمة الله تعالى حتى يطمع في قبول توبته فيتوب
جو اوس سی عمل مین آئی ہین توبہ نکرتا ہو ایسی کا علاج بھی یہہ ہی ذکر کرنا اسباب رجا کا اور فراخی رحمت الہی کا تاکہ اوسکو توقع قبول توبہ کی پیدا ہو پھر وہ توبہ کری
فاما معالجة المغرور المسترسل في المعاصي بذكر اسباب الرجاء وسعة رحمة الله تعالى فيضاهي معالجة المحرور
اور دہوکی مین پڑا ہوا معاصی مین بی قید اسکا علاج ذکر اسباب رجا سی اور بیان فراخی رحمت الہی کی ایسا ہی جیسی تپ چڑھی کو
بالعسل وذكر في موضع اخر من الاحياء ان هذا الزمان زمان لا ينبغي ان يذكر فيه للخلق اسباب الرجاء وسعة
شہد پلادیا اور احیاء کی ایک اور جگہ مین ذکر کی کہ یہہ ایسا زمانہ ہی کہ اسمین خلقت کی سامنی ذکر اسباب رجا کا اور بیان فراخی

رحمة الله تعالى لان ذكرها يهلكهم بالكلية لكنها لما كانت اخف على النفوس والذ في القلوب ولم يكن غرض

رحمت الٰہی کا اہا نہیں کیونکہ یہہ دونو ذکر خلقت کو سراسر کہو دیتے ہیں لیکن یہہ ذکر لوگوں پر جو ہلکا ہی اور لوگوں کی دلوں میں لذت پیدا کرتا ہی اور واعظوں کی

الوعاظ الا استمالة القلوب واستنطاق الخلق بالثناء عليهم كيف ما كانوا مالوا الى الارجاء حتى ازداد الفساق فيما

غرض یہی رہوتی کہ دلوں کی بہلائی اور خلقت سے اپنی تعریف کرانی کی سوا کچہہ اور نہیں ہی خلق کا حال کچہہ ہی ہو اگرچہ تو واعظ خواہ مخواہ رجا کی طرف متوجہ ہوتی ہیں یہانتک کہ فاسقین

والمنهمكون في طغيانهم تماديا وذكر في موضع آخر ان الخلق الموجودين في هذا الزمان كان الاصلح لهم غلبة الخوف بشرط

اور بہی فساد بڑہ گیا اور طغیانی میں پہنسی ہوئی لوگ اور بہی ڈوب گئی اور ایک اور جگہہ میں مذکور ہی کہ اس زمانہ کی خلقت کی لئی اصلح یہہ ہی کہ اونپر خوف کا غلبہ کیا جاوی پر اتنا

ان لا يخرجهم الى الياس وترك العمل وقطع الطمع من المغفرة فيكون ذلك سببا للتكاسل عن العمل وداعيا الى الانهماك

کہ وہ نا امید ہو کر عمل ترک نکردیں اور مغفرت کی طمع نہ جاتی رہی کیونکہ اب عمل میں سست اور لاچار معاصی میں کہپ جاوینگی سو یہہ درجہ یاس کا ہی

في المعاصي فان ذلك قنوط وليس بخوف بل الخوف هو الذي يحث على العمل ويكدر جميع الشهوات ويزعج القلب

خوف کا نہیں ہی بلکہ خوف یہہ ہوتا ہی کہ عمل کی رغبت ہو اور تمام شہوات بی مزہ ہو جاویں اور دل دنیا کی رغبت سی بیزار ہو کر

عن الركون الى دار الغرور ويدعوه الى الميل الى دار السرور وهذا هو الخوف المحمود لا الياس الموجب للقنوط فاذا كان

ادہر جاوی اور آخرت کی رغبت ہونی لگی اور یہہ حالت اچہی خوف کی ہی یاس کا درجہ نہیں جسمیں نا امید ہو جاوی جب حال ایسا ہی

الامر كذلك فالطريق الذي ينبغي ان يسلكه الواعظ في وعظه مع الخلق في هذا الزمان اذا كان مامورا من

تو وہ رستہ جو واعظوں کو وعظ میں اس زمانہ کی خلقت کی ساتہہ چلنا چاہئی جب کہ واعظ امام کی طرف سی مامور ہو تو یہہ ہی کہ

جهة الامام ان يذكر ما في القرآن من الايات المخوفة للمذنبين وما ورد في الاخبار والآثار في ذم المجرمين ومدح التائبين

کہ قرآن میں سی وہ آیت بیان کری جنمیں گنہگاروں کی واسطی خوف ہی اور وہ احادیث اور آثار جنمیں گنہگاروں کی ہجو اور توبہ کرکر اطاعت کرنیوالوں کی مدح ہی

المطيعين ويستكثر منها ان كان وارث رسول رب العالمين فانه عليه السلام ما خلف دينارا ولا درهما وانما

اور اسی قسم کی کثرت رکہی اگر رسول رب العالمین کا وارث ہی بیشک نبی علیہ السلام نی نہ دینار چہوڑا ہی اور نہ درہم یہہ ہی

خلف العلم والحكمة وورثه كل عالم بقدر ما اصابه ثم ينبغي له ان يقرر عندهم ان تعجيل العقوبة على الذنب متوقع

علم اور حکمت چہوڑ گئی ہیں اور ہر عالم اوسکا وارث ہوا جتنا اوسکی نصیب میں تہا پہر یوں چاہئی کہ اونکی سامنی تقریر کری کہ گناہ کی وبال سی دنیا میں ابہی عقوبت ہو جانی

في الدنيا ويبين لهم ان كل ما يصيب الانسان من المصائب في الدنيا فهو بسبب ذنبه كما قال الله تعالى وما اصابكم

ممکن ہی اور بیان کری کہ انسان پر دنیا میں جو مصیبت پڑ جاتی ہی سو وہ سب گناہوں کی وبال سی ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اور جو پڑی تمپر

من مصيبة فبما كسبت ايديكم فينبغي له ان يخوفهم بذلك لان بعض الناس يخاف من العقوبة في الدنيا ويتساهل

کوئی سختی سو بدلہ اوسکا جو کمایا تمہاری ہاتہوں نی اب لازم ہی کہ اونکو یہہ ہی خوف دلاوی اسلئی کہ بعضی آدمی دنیا ہی کی عقوبت سی ڈرتی ہیں اور آخرت کی

في امر الآخرة لفرط جهله فيلزمه ان يبين له ان الذنوب كلها يتعجل في الدنيا شومها في غالب الامر ويضيق عليه رزقه

بات میں جہالت کی مارے سہولت برتتی ہیں تو اب واعظ کو لازم ہی کہ اوسکی سامنی یہہ بیان کری کہ گناہوں کی شامت اکثر دنیا میں جلد آجاتی ہی اور آدمی کی سبب سی رزق تنگ

بسببها لما روي انه عليه السلام قال ان العبد ليحرم الرزق بسبب ذنب يصيبه ثم ينبغي له ان يفخم امر الوعظ ويرفع

ہو جاتی ہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ آدمی گناہ کی سبب رزق سی محروم ہو جاتا ہی پہر اوسکو چاہئی کہ وعظ عظمت سی اور پکار کر کہی

صوته ويكون منه في وعظه ما يشعر بالحال الذي هو فيه من الترغيب والترهيب لما روي عن جابر انه عليه السلام

اور وعظ میں جو بیان کرتا ہو ویسا ہی حال بنالی کہ صورت سی ترغیب اور خوف معلوم ہو کیونکہ جابر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام کا

كان اذا خطب احمرت عيناه وعلا صوته كانه منذر جيش وكذا ينبغي له اذا تكلم بكلام ان يكرره ثلث مرات

یہہ حال تہا کہ جب وعظ فرماتی تو آنکہیں سرخ اور آواز بلند ہو جاتی گویا فوج سی ڈراتی ہیں اور ایسی ہی لازم ہی کہ جب کوئی بات کہی تو تین بار کہی

ليفهمه سامعوه ويتمكن في قلوبهم ويحفظوه لما روي عن انس انه عليه السلام كان اذا تكلم بكلمة اعادها ثلثا
تاکہ سننے والے سمجھ لیں اور انکے دلوں میں بیٹھ جاوے اور یاد کرلیں کیونکہ انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام اگر کوئی بات فرماتے تو تین بار کہتے

حتی تفهم عنه لكن يجب عليه ان يحترز عن خلط كلامه البدعة لما ذكر في الاحياء ان الواعظ مهما مزج كلامه البدعة
تاکہ خوب سمجھ لیں لیکن واعظ پر واجب ہے کہ اپنے کلام میں بدعت کی باتیں نہ ملاوے کیونکہ احیاء میں مذکور ہے کہ واعظ اگر بدعت بیان کرے گا

يجب منعه ولا يجوز حضور مجلسه الا على قصد الرد عليه ان قدر وان لم يقدر لا يحضر مجلسه وكذا مهما كان كلامه
تو اوسکا روکنا واجب ہے اور اوسکی مجلس میں جانا جائز نہیں مگر بارادہ رد کے جاوے تو جاوے اگر قدرت رکھتا ہو اور اگر قدرت نہو تو اوسکی مجلس میں نجاوے اور ایسے ہی اگر اوسکے کلام

مائلا الى الارجاء وتجرية الناس على المعاصي وزاد بسببه رجاء الخلق على خوفهم فهو منكر يجب منعه لكون
ارجا کی طرف جھکتی ہو اور لوگوں کو معاصی پر جرأت ہوتی ہو اور اس باعث سے خلق کو رجا خوف سے زیادہ بڑھ جاوے اب وہ واعظ نہیں منکر ہے اوسکا روکنا چاہیے

فساده عظيما بل الاقرب والاليق بطباع الخلق ان يرجح خوفهم على رجائهم لانهم الى الخوف احوج وذكر في الرسالة
اسکا بڑا فساد ہے بلکہ خلقت کی حال کی مطابق یہہ ہے کہ اونپر رجا سے خوف غالب رہے کیونکہ خوف کی زیادہ تر محتاج ہیں اور امام غزالی کے رسالہ میں

المسماة يا ايها الولد للامام الغزالي ان الواعظ ينبغي له ان يكون عزمه وهمته ان يدعو الناس من الدنيا الى
جسکا نام یا ایہا الولد ہے مذکور ہے کہ واعظ کو چاہیے کہ اوسکا قصد اور ہمت یہہ ہووے کہ لوگوں کو دنیا سے آخرت کی طرف بلاوے اور معصیت سے طاعت کی طرف

الاخرة ومن المعصية الى الطاعة ومن الحرص الى القناعة ويحبب اليهم الاخرة ويبغض عليهم الدنيا ويعلمهم
طلب کرے اور حرص سے قناعت کی طرف اشارہ کرے اور اونکو آخرت کی محبت اور دنیا کا بغض دلاوے اور اونکو عبادت

العبادة والتقوى لان الغالب في طباعهم الزيغ عن منهج الشرع والسعي فيما لا يرضى الله تعالى فيلقي في قلوبهم
و پرہیزگاری تعلیم کرے اصلی کہ اونکی طبیعتوں میں اکثر شرع کی راہ سے کجی اور برخلاف رضامندی الله تعالی کی سعی ہوتی ہے سو اونکی دلوں میں خدا کا خوف

الرعب ويخوفهم عما يستقبلهم من المخاوف لعل صفات باطنهم تتغير ومعاملة ظاهرهم تتبدل ويظهر منهم الحرص
ڈالے اور اونکو سامنے آنے والی خوف کی چیزوں سے ڈراوے شاید کہ اونکی صفات باطنی بدل جاویں اور ظاہر کا معاملہ پلٹ جاوے اور اونسے طاعت کی حرص

الى الطاعة والرجوع عن المعصية وهذا هو طريق الوعظ والنصيحة وكل واعظ لا يكون وعظه هكذا فوعظه وبال
اور معصیت سے رجوع ظاہر ہونے لگے اور یہہ ہی طریقہ وعظ اور نصیحت کا اور جس واعظ کا وعظ ایسا نہووے تو اوسکا وعظ کہنا

على القائل والسامع بل قيل انه شيطان في صورة الانسان يخرج الخلق عن طريق الحق ويهلكهم فيجب عليهم ان يفروا
اور سننے دونوں پر وبال ہے بلکہ بعضے کہتے ہیں کہ وہ انسان کی صورت میں شیطان ہے کہ خلقت کو طریق حق سے نکال کر ہلاک کرتا ہے سو خلق پر واجب ہے کہ اوس سے ایسا بھاگے

منه فرارهم من الاسد لان ما يفسده هذا الواعظ من دينهم لا يستطيع ان يفسد بمثله الشيطان ومن كان له يد و
جیسے شیر سے بھاگتے ہیں کیونکہ یہہ واعظ جتنا انکا دین برباد کریگا شیطان کی قدرت نہیں کہ اتنا برباد کرے اور جسکو قابو اور قوت ہو تو

قدرة يجب عليه ان ينزله من منابر المسلمين ويمنعه عما باشره لانه من جملة الامر بالمعروف والنهي عن المنكر وكذا الوعاظ
واجب ہے کہ اوسکو مسلمانوں کی منبر سے اوتار دے اور وعظ کہنے سے منع کرے کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں داخل ہے اور ایسے ہی وہ واعظ

الذين يشتغلون بالقصص التي يتطرق اليها الزيادة والنقصان والكذب والبهتان قد ورد نهي السلف عن الجلوس في
کہ کہانیاں بیان کرتے ہیں جسمیں زیادتی کمی اور جھوٹ اور بہتان ملا ہوا ہے تو مقتدیوں کی مجلس میں جانے سے منع کر گئے ہیں

مجلسهم لان القصص منها ما ينفع سماعه ومنها ما يضر سماعه وان كان صدقا فمن فتح على نفسه ذلك الباب يختلط
ملنے کہ بعضی قصوں کا سننا مفید ہوتا ہے اور بعضی قصوں کا سننا ضرر کرتا ہے اگرچہ سچا ہووے پھر جو شخص اپنی اوپر یہہ دروازہ کھول لیگا تو اوسپر

عليه الصدق بالكذب والنافع بالضار وقال احمد بن حنبل القصة ان كانت من قصص الانبياء والصالحين
سچ جھوٹ میں اور نافع مضر میں ملا ہی گا تمیز نہوگی اور احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ قصہ اگر انبیا اور صلحا کا ہو

تتعلق بأمور الدين وكانت صحيحة الرواية فلا أرى به بأساً فليحذر الكذب وحكاية أحوال تؤدي إلى هفوات

باتیں دین سے متعلق ہیں اور روایت بھی صحیح ہو تو ایسے کہنے میں مضائقہ نہیں معلوم ہوتا سو جھوٹ سے اور ایسے احوال بیان کرنے سے پرہیز کرے جس میں خطا

ومساهلات يقصر فهم العوام عن درك معانيها فإن العامي يتمسك بذلك في مساهلاته وهفواته ويمهد لنفسه

و سہل انگاری ہو اور عوام کا فہم اوسکی معانی سمجھنے سے قاصر ہو کیونکہ عام لوگ اوس حکایت سے گناہ میں سہل انگاری اور خطا کی سند کر کر اپنی لئے ایک عذر بنا کر

عذراً فيها ويحتج بأنه حكي عن بعض المشايخ وبعض الأكابر كيت وكيت وكلنا بصدد المعاصي فلا غرو

لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیشک بعضی بعضی مشایخ اور بزرگوں سے ایسی ایسی باتیں ہو گئیں ہیں اور ہماری تو کیا شمار ہی ہم تو سراسر گنہگار ہیں

إن عصيت الله تعالى فقد عصاه من هو أكبر مني ويفيد ذلك جرأة على الله تعالى من حيث لا يدري وبعد الاحتراز

ہم سے کوئی گناہ ہو گیا تو کیا تعجب ہے جب ہم کا جو بڑی بزرگ ہیں اونسے ہو گیا ہے اور اسمیں عوام کو خدا پر ایسی جرأت پیدا ہوتی ہے کہ اونکو خبر نہیں ہوتی اور

عن هذين فلا بأس به وعند ذلك يرجع القصص المحمودة إلى ما اشتمل عليه القرآن وصح في الكتب الصحيحة من الأخبار

یہ دو امر اگر نہوں تو پھر کچھ خوف نہیں ہے اب وہ اچھی اچھی حکایات مطابق ہوتی ہیں جو قرآن میں آئی ہیں اور تاریخ کی معتبر کتابوں میں صحیح صحیح مذکور ہیں

وأما ما يوجد في بعض الكتب التي يذكر فيها من قصص الأنبياء ما لا يليق بحالهم فيجب تنزيههم عنها كقصة داود النبي

لیکن وہ قصے جو بعضی کتابوں میں ملتے ہیں جنمیں انبیاء علیہم السلام کے قصے ایسے مذکور ہیں کہ انبیاء کی حال سے مناسب نہیں ہیں ایسے قصوں سے اونکو پاک سمجھنا واجب ہے

عليه السلام على ما يرويها القصاص من أنه عليه السلام دخل ذات يوم محرابه وأغلق بابه وجعل يصلي ويقرأ الزبور

جیسے داود نبی علیہ السلام کا سو یہ قصہ موافق روایت قصاص کے کہ داود علیہ السلام نے ایک روز اپنی محراب میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا اور نماز اور زبور کی تلاوت میں مشغول ہوئے

فبينما هو كذلك إذ جاء الشيطان في صورة حمامة من ذهب فمد يده ليأخذها لابن له صغير فطارت فامتد

اوسی حال میں تھے کہ ناگاہ شیطان سونے کا کبوتر بنکر آ گیا سو داود علیہ السلام نے چھوٹے بیٹے کی کھیلنے کی واسطے اوسکے پکڑنے کو ہاتھ بڑھایا وہ اوڑ گیا پھر ہاتھ بڑھایا

إليها فطارت فوقعت في كوة فتبعها فأبصر امرأة جميلة قد نقضت شعرها فغطى بدنها وهي كانت امرأة رجل

تو وہ اوڑ کر طاقچہ میں جا بیٹھی اوسکے پیچھے گئے تو ایک عورت خوبصورت کہ اوسنی اپنی بال کھول کر بدن ڈھک لیا نظر پڑ گئی اور وہ ایک شخص کی جورو تھی

يقال له أوريا وكان من غزاة البلقاء فكتب إلى صاحب بعث البلقاء وهو أيوب بن صوريا أن ابعث

نام اوسکا اوریا اور بلقا کی غازیوں میں تھا پھر داود نے بلقا کی سردار لشکر یعنی ایوب بن صوریا کو یہہ لکھا کہ میں اوریا کو بھیجتا ہوں

أوريا وقدمه على التابوت وكان من يتقدم على التابوت لا يحل له أن يرجع حتى يفتح الله تعالى على يديه أو يستشهد

سو تو اوسکو تابوت کے پیش کر دینا اور قاعدہ یوں تہا کہ جو شخص تابوت کے پیش ہوتا تہا اوسکو حلال نہیں تہا کہ بدون فتح کئے ہوئے چلا آوے یا شہید ہو جاوے

ففتح الله تعالى على يده وسلم فأمره أن يرده مرة أخرى وثالثة حتى قتل وأتاه خبر قتله فلم يحزن كما يحزن على

سو اللہ تعالی نے اوسکی ہاتھ پر فتح دی اور وہ سلامت بچا پھر اوسکو حکم دیا کہ اوریا کو دوبارہ اور سہ بارہ روانہ کرے آخر وہ مارا گیا اور داود علیہ السلام کو خبر اوسکی قتل کی آئی تو

الشهداء وتزوج امرأته فهذا وأمثاله مما فيه مبتدع شنيع الأسماع ومنكر مخترع تنفر عنه الطباع ناشئ من عدم

شہدا پر ہوتا تہا اور اوسکی بی بی سے نکاح کر لیا سو یہہ قصہ اور ایسی ایسی قصے جو کان اوسکے سننی سے بھی انکار کرتے ہیں اور یہہ بناوٹی ہوئی ہیں جن سے طبیعتوں کو انسے نفرت ہوتی ہے

العلم بما يجب وما يستحيل وما يجوز في حق الأنبياء فويل لمن ابتدعه وأشاعه وتباً لمن اخترعه وأذاعه إذ يقبح

اسکا باعث یہہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حق میں کیا واجب ہے اور کیا محال ہے اور کیا جائز ہے سو افسوس ہے جسنی اسکو گھڑا اور مشہور کیا اور ہلاک ہو جسنی بنایا اور پھیلایا کیونکہ

أن يحدث به عن بعض المتسمين بالصلاح من أفراد المسلمين فضلاً عن بعض أعلام الأنبياء والمرسلين ولذلك

قبیح ہے کہ ایسی بات مسلمانوں میں سے کسی صالح سے منقول ہو چہ جائی کہ بزرگ انبیاء اور مرسلین سے اسی لئے علی کرم اللہ وجہہ نے کہا ہے

قال علي كرم الله وجهه من حدث بحديث داود النبي عليه السلام على ما يرويه القصاص جلدته مائة وستين

کہ جو شخص داود علیہ السلام کی بات موافق روایت قصاص کی بیان کریگا تو میں اوسکو ایک سو ساٹھ کوڑی ماروں گا

وهذا حد الفرية على الانبياء وروي ان عمر بن عبد العزيز حدث بذلك وكان عنده رجل من اهل الحق فكذب
اور انبیا پر تہمت لگانیکی یہی حد ہی اور روایت ہی کہ عمر بن عبد العزیز کی سامنی یہہ بھی بیان ہوا اور اونکی پاس ایک شخص حقانی موجود تھا سو اوسنی

المحدث به وقال ان القصة ان كانت على ما في كتاب الله تعالى فما ينبغي ان يلتمس خلافها بان يقال غير ذلك
اوس قصہ گو کو جھٹلایا کہا کہ قصہ داود کا اگر کتاب اللہ کی موافق ہی تو کیا مناسب ہی کہ اوسکی خلاف تلاش کریں کہ اوسکی سوا کچھ اور بیان ہو

وان كانت على ما ذكرت فقد كف الله تعالى عنها سترا على نبيه فما ينبغي اظهارها عليه فقال عمر بن عبد العزيز
اور اگر تیری اظہار کی موافق ہو تو بیشک اللہ تعالی نی اسکا اپنی نبی پر پردہ رکھا تو اوسکا بیان کرنا لایق نہیں ہی عمر بن عبد العزیز نی کہا

لسماع هذا الكلام احب الي مما طلعت عليه الشمس وانما قال ذلك لانها قصة زل فيها كثير من الناس وقالوا
یہہ بات مجکو سب چیزوں سی محبوب تر ہی جنپر آفتاب چمکا ہی اور یہہ اسلئی کہا کہ یہہ ایسا قصہ ہی کہ اسمین بہت لوگ پھسل پڑی ہین اور داود

في نبي الله داود عليه السلام ما لا يليق بحال الانبياء فان اصل القصة على ما ذكر في بعض التفاسير ان داود النبي
نبی علیہ السلام کو ایسا کہنی لگی ہین کہ انبیاء کی حال سی مناسب نہین ہی اور اصل قصہ موافق بعضی تفسیرون کی یون ہی کہ داود نبی کی نظر اوریا کی

رأى امرأة رجل يقال له اوريا فمال قلبه اليها فسأله ان يطلقها فاستحيى ان يرده ففعل فتزوجها وهي ام سليمان
جورو پر پڑ گئی تو اوسپر اونکا دل آگیا سو داود نی اوریا کو کہا کہ اوسکو طلاق دیدی اوسنی حیا کی ماری سوال رد نکیا جب اوسنی طلاق دیدی اونہون نی نکاح کر لیا

النبي وكان ذلك جائزا في شريعته معتادا بين امته غير مخل بالمروة حيث كان يسأل بعضهم بعضا ان ينزل له
وہی عورت سلیمان علیہ السلام کی ماں ہی اور یہہ طریقہ اونکی شریعت مین جایز اور امت مین مروج تھا اور خلاف مروت نتھا کہ جب کسیکی بی بی کسیکو پسند آتی تو وہ اوس سی سوال کرتا

عن امرأته فيتزوجها اذا اعجبته وكان الانصار في صدر الاسلام يواسون المهاجرين بمثل ذلك من غير نكير خلا انه عليه السلام
کہ اپنی بی بی میری لئی چھوڑ دی پہر وہ نکاح کر لیتا اور انصار ابتداء اسلام مین اسی طرح بی بی طلاق دیکر مہاجرین کی ساتھ طریق مروت برتتی تھی ہاں داود علیہ السلام کو

لعظم منزلته وارتفاع مرتبته وعلو شانه لم يكن ينبغي له ان يتعاطى ما يتعاطاه احاد امته ويسأل رجلا ليس
بسبب عظمت منزلت اور رفعت قربت اور علو شان کی مناسب نتھا کہ ایسا معاملہ کرین جو کہ اونکی امت کی ادنی آدمی کرتی تھی اور وہ بھی ایسی شخص سی سوال کریں کہ اوس

له الا امرأة واحدة ان ينزل له عنها فيتزوجها مع كثرة نسائه بل كان ينبغي له ان يغالب هواه ويقهر نفسه ويصبر
پاس ایک ہی بی بی تھی کہ میری لئی چھوڑ دی پہر اوس سی نکاح کر لیں باوجودیکہ اونکی پاس بی بیان بہت تہین بلکہ اونکو یون لازم تھا کہ ہوا کو مغلوب کرتی اور نفس کو دبا لیتی

على ما امتحن به فعلى هذا القول لا يلزم في حق داود عليه السلام الا ترك الاولى لان وقوع بصره عليها كان من غير قصد
اور اس امتحان پر صبر کرتی اس بیان کی موافق حضرت داود کی حق مین یہی الزام آتا ہی کہ ترک اولی ہوا کیونکہ اوس عورت پر نظر تو بلا قصد پڑ گئی تھی

فلا يكون ذنبا وكذا ميل قلبه اليها عقيب النظر لا يكون ذنبا لان الاحتراز عنه غير مقدور للبشر وانما عوتب كل
سو کچہ گناہ نہین ہی اور ایسا ہی دیکھنی کی بعد دل کا آجانا کچہ گناہ نہین ہی کیونکہ بچنا اوس سی آدمی کی بس مین نہین ہی اور یہہ تمام عتاب الہی

هذا العتاب حتى بعث الملئكة بالخصومة عنده تمثيلا لحاله وتقريرا لذلك لديه لان الانبياء يؤاخذون بادنى شيء
کہ اونکی پاس فرشتی جہگڑتی ہوئی اونکی حال کی صورت اور تقریر لیکر آئی تو اسلئی ہوا کہ انبیاء علیہم السلام سی مواخذہ ایسی ذرہ بات پر ہو جاتا ہی

كان منهم مما لا يؤاخذ بذلك غيرهم بل يعد ذلك من غيرهم من ارفع الاعمال واجلها الا ترى ان يونس النبي عم لما دعى
کہ اوروں سی اوسپر مواخذہ نہین ہوتا بلکہ وہ بات اوروں کی حق مین بڑا عمل اور نیک تر ہوتا ہی کیا معلوم نہین کہ یونس نبی علیہ السلام نی جب اپنی قوم کو

قومه الى الايمان وابوا عن قبوله واصروا على الكفر والعصيان وبالغوا في العناد والطغيان حتى عيل صبره ولم
ایمان پر بلایا اور اونہون نی تسلیم سی انکار کیا اور کفر اور عصیان پر اڑ گئی اور عناد اور سرکشی حد کو پہونچا دی یہان تک کہ اونکو صبر دشوار ہوگیا اور

يطق على المصابرة معهم خرج من بينهم غضبا لله تعالى وبغضا للكفر وهذا وان كان يعد من ارفع الاعمال
طاقت صبر کی نرہی تو اونمین سی خدا کی واسطی غصہ ہو کر کفر کی دشمنی کی ماری چلی گئی یہہ بات اگرچہ اور مومن کی حق مین عمدہ اور نیک عمل

واجلها بالنسبة الى غيره من احاد المؤمنين لكن لما كان خروجه من بينهم بلا اذن من الله تعالى وكان عليه

شمار میں آتا ہی پر حضرت یونس کا امتیوں سے جا جانا جو بدون حکم اللہ تعالی کی تہا اور اونکو لازم یہہ تہا

ان يصبر وينتظر الاذن من الله تعالى عوتب وحبس في بطن الحوت مقدار ما شاء الله تعالى والحاصل

کہ صبر کرتے اور اللہ تعالی کی حکم کی منتظر رہتے تو عتاب ہوا اور مچھلی کی پیٹ میں بمقدار مشیت الہی قید رہی حاصل یہہ ہی

ان الانبياء في زمان نبوتهم معصومون عن الكبائر مطلقا وعن الصغائر عمدا لكن يجوز صدور الصغائر عنهم

کہ انبیاء نبوت کی زمانہ میں کبایر سی تو مطلقا معصوم ہوتی ہیں اور عمدا صغایر سی بہی لیکن اونسی صغیرہ کا ہو جانا

سهوا او على سبيل النسيان او على سبيل الخطاء في التاويل ويسمى ذلك زلة وهي الصغيرة التي يفعل من غير قصد

اونسی سہو یا بہول کر یا تاویل میں چوک کر جایز ہی اور اوسکو زلہ کہتی ہیں یعنی صغیرہ جو بلا ارادہ ہو جاوی

اليها كما قال الامام السرخسي اما الزلة فلا يوجد فيها القصد الى عينها وانما يوجد فيها القصد الى اصل الفعل

چنانچہ امام سرخسی کہتا ہی کہ زلہ میں وہ فعل خاص مقصود نہیں ہوتا وہیں وہ اصل فعل مراد ہوتا ہی

لانها ماخوذة من قولهم زل الرجل في الطين اذا لم يوجد منه القصد الى الوقوع ولا الى الثبات بعد الوقوع

کیونکہ لفظ زلہ کا اوسکی اس محاورہ سی لیا ہی آدمی کیچڑ میں پہسل پڑا جب اوسکا ارادہ گرنیکا نہیں ہوتا اور نہ ثبات کا بعد گرنیکی

وان وجد منه القصد الى المشي في الطريق وانما يواخذ الانبياء عليها لانها لا تخلو عن نوع تقصير يمكن المكلف

اگرچہ اوس سی راہ میں قصد چلنیکا پایا گیا اور انبیاء سی اتنی بات پر اسلئی مواخذہ ہوتا ہی کہ اسمیں بہی کچہہ تو تقصیر ہی کہ مرد مکلف اگر ثابت رہی

الاحتراز عنه عند التثبت واما المعصية حقيقة فهي فعل حرام يقصد اليه مع العلم بحرمته فيستحيل صدوره

تو بچ سکتا ہی اور رہی معصیت حقیقی سو وہ فعل حرام ہی کہ اوسکی حرمت جانکر اوسکی طرف قصد کری سو ایسی بات انبیاء سی ہونی محال ہی

عنهم وما يوجد ما يوهم صدور الذنب عنهم في زمان نبوتهم من قصصهم الواقعة في القران والاحاديث والاثار فالجواب

اور یہہ جو زمانہ نبوت میں گناہ ہو جانیکا وہم اونکی قصوں سی پیدا ہوتا ہی جو قرآن اور حدیث اور آثار میں آتی ہیں تو ان قصوں کا

عن تلك القصص اجمالا ان ما كان منها منقولا بالاحاد يجب رده لان نسبة الخطاء الى الرواة اهون من نسبة

مجمل جواب یہہ ہی کہ جو قصے احاد سی منقول ہیں اونکا رد کرنا واجب ہی کیونکہ راوی کی طرف خطا کا لگا دینا انبیاء کی طرف خطا لگانی سی آسان

المعاصي الى الانبياء وما كان منها منقولا بالتواتر فما دام له محمل اخر يحمل عليه ويصرف عن ظاهره لدلائل العصمة

ہی اور جو قصے بالتواتر منقول ہیں پہر جبتک اوسکی اور معنی بن سکیں تو ظاہر سی پہیر کر اوس پر حمل کریں کیونکہ دلایل عصمت کی موجود ہیں

وما لا يوجد له تخليص يحمل على انه كان من قبيل ترك الاولى او من الصغائر الصادرة عنهم سهوا ونسيانا...

اور جسمیں کوئی مخلص نہیں ہی تو اسکو یہہ قیاس کریں کہ ترک اولی ہوا یا صغیرہ ہی کہ اونسی سہوا یا بہول کر ہو گیا اور ترک اولی ہونا

ينافي تسميته ذنبا كما في قوله تعالى ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ولا الاستغفار عنهم كما في قصة

یا صغیرہ کا سہوا یا بہول کر ہونا اسکی منافی نہیں ہی کہ اوسکا نام گناہ ہووی چنانچہ اس آیت میں نام رکہا کہ تحقیق اللہ بخشی جو آگی ہوئی تیری گناہ اور جو پیچہی ہی اور انبیاء سی استغفار

داود النبي ع ولا الاعتراف بكونه ظلما كما في قصة ادم النبي ع لانه وان كان حسنة بالنسبة الى غيرهم لكن

داود نبی علیہ السلام کی قصہ میں اور نہ اقرار اوسکا ظلم ہونیکا جیسی کہ آدم نبی علیہ السلام کی قصہ میں کیونکہ وہ اگرچہ اور لوں کی حق میں حسنہ ہی لیکن بہ نسبت انبیاء کی گناہ ہی

بالنسبة اليهم يعد ذنبا ويستغفرون عنه ويعترفون بكونه ظلما لكون حسنات الابرار سيئات المقربين ولهذا

انبیاء اوس سی استغفار اور اوسکی ظلم ہونیکا اقرار کرتے ہیں کیونکہ حسنات ابرار کی مقربوں کی حق میں منزلہ سیئات کی ہوتی ہیں اور اسیہی لئی

قال اهل العرفان من كان في مقام القرب مع الله تعالى وتحركت همته بالتصرف في نهاره لتدبر ما يفطر في ليلة

اہل عرفان کہتی ہیں کہ جو شخص اللہ تعالی سی قرب رکہتا ہو ، اور دن میں اوسکی ہمت صرف ہو تاکہ آتا سید اگر کی کرات کو روزہ افطار کری

تكتب له خطيئة لان ذلك من قلة الوثوق بفضل الله تعالى وقلة اليقين رزقه الموعود وهذه رتبة الانبياء
تو اوسکے حق میں خطا لکھی جاتی ہے کیونکہ اسمیں فضل حق پر بھروسہ کامل اور رزق موعود پر یقین نہیں ہے اور یہ رتبہ انبیاء
والصديقين والاولياء المقربين

المجلس الثالث والثمانون فی بیان ان اللہ یبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدد الدين

اور صدیقین اور اولیاء مقربین کا ہے — تراسی مجلس اس بیان میں کہ اللہ تعالی اس امت کیلئے

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله يبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدد لها دينها هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابو هريرة والمراد
ہر صدی کی سری پر ایسا شخص پیدا کرتا ہے کہ دین از سر نو قائم کر دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالی
اس امت کی واسطے ہر صدی کی سری پر ایسا شخص پیدا کرتا ہے کہ دین کو از سر نو قائم کرے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے ابو ہریرہ کی روایت سے اور مراد
من راس كل مائة سنة اولها من هجرة النبوية والمراد من تجديد الدين للامة احياء ما اندرس من العمل بالكتاب
ہر صدی کی سری سے صدی کا ابتدا ہے ہجرت نبوی سے اور دین تیار کرنیسے امت کیلئے زندہ کر دینا ہے انکی اعمال کا موافق کتاب اور سنت کی
والسنة والامر بمقتضاهما فان المبعوث على راس المائة والمجدد لابد قيل يلزم ان يكون رجلا مشهورا بالعلم
اور اونکی موافق امر کرنا مراد ہے پس صدی کی سری پر دین کا مجدد جو مبعوث ہو تو کہتے ہیں کہ ضروری ہے کہ وہ شخص علم میں مشہور اور فضیلت میں
معروفا بالفضل مشارا اليه في الدين وان ينقضي المائة وهو حي ولا يعلم ذلك المجدد الا بغلبة الظن ممن
معروف اور دین میں مشار الیہ ہو اور ساری صدی میں زندہ رہے اور وہ اپنی ہم عصر علماء میں سے گمان غالب سے
عاصره من العلماء بقرائن احواله والانتفاع بعلمه اذ المجدد للدين لابد ان يكون عالما بالعلوم الدينية الظاهرة
بوسیلہ قراین احوال اور افادہ علم کی معلوم ہوتا ہے کیونکہ دین کا مجدد ضروری ہے کہ علوم دینی ظاہری اور باطنی کا عالم
والباطنة ناصرا للسنة قامعا للبدعة وان يعم علمه اهل زمانه انما كان التجديد على راس كل مائة سنة
اور سنت کا حامی بدعت کا اوکھاڑنیوالا اور اوسکا علم تمام اہل زمانہ پر عام ہو اور ہر صدی کی سری پر تجدید دین کی اسلئے ہوتی ہے
لانخرام العلماء فيه غالبا واندراس السنن وظهور البدع فيحتاج حينئذ الى تجديد الدين فياتي الله تعالى من
کہ اس مدت میں اکثر علماء کم ہو جاتی ہیں اور سنتیں پرانی اور بدعتیں ظاہر ہو جاتی ہیں سو اب تو دین کی ضرورت پڑتی ہے سو اللہ تعالی خلق میں سے
الخلق بعوض من السلف اما واحدا او متعددا فكان عند المائة الاولى عمر بن عبد العزيز وعند المائة الثانية
بعوض متقدمین کی کسیکو موجود کر دیتا ہے یا ایک یا کئی سو پہلی صدی کی سری پر تو عمر بن عبد العزیز تھے اور دوسری صدی پر
الامام الشافعي وعند المائة الثالثة ابن شريح والاشعري وعند المائة الرابعة الباقلاني وعند المائة الخامسة
امام شافعی اور تیسری صدی پر ابن شریح اور اشعری اور چوتھی صدی پر باقلانی اور پانچوین صدی پر
الامام الغزالي وعند المائة السادسة الامام فخر الدين الرازي والرافعي وعند المائة السابعة ابن دقيق العيد
امام غزالی اور چھٹی صدی پر امام فخر الدین رازی اور رافعی اور ساتوین صدی پر ابن دقیق العید
وعند المائة الثامنة الحبر البلقيني والحافظ زين الدين وعند المائة التاسعة الامام السيوطي وعند المائة
اور آٹھوین صدی پر حبر بلقینی اور حافظ زین الدین اور نوین صدی پر امام سیوطی اور دسوین
العاشرة لم يتبين من هو قال السيوطي ونظير هذا الحديث ما ورد ان راس كل مائة سنة يكون عندها
صدی پر معلوم نہین کون ہے سیوطی کہتا ہے اس حدیث کی نظیر وہ ہے جو وارد ہوا کہ ہر صدی کی سر پر ایک امیر ہوتا ہے
امير فكان عند المائة الاولى الحجاج الذي عم ظلمه وفساده فجاز الله تعالى بعمر بن عبد العزيز وكان عند
سو پہلی صدی پر تو حجاج تھا جسکا ظلم اور فساد عام ہو گیا سو اللہ تعالی نے دین کی تجدید عمر بن عبد العزیز سے کی اور دوسری

المائة الثانية فتنة المامون الذى خالطه المعتزلة فحسنوا له القول بخلق القران وغير ذلك
اور دوسری صدی پر مامون کا فتنہ ہوا کہ معتزلوں کی مخالطت سے ہیچیا کر اوسکو حدوث قرآن کا اور سوای اسکی

من البدع الاعتقادية حتى امتحن العلماء بذلك امتحانا عاما فى الاقطار ومن لم يجب فبعضهم
اور بدعات اعتقادی کا قایل کر دیا یہاں تک کہ اوسنی اس مسئلہ میں تمام علماء روی زمین کا امتحان لیا اور جسنی نمانا پھر بعضوں کو

ضرب وبعضهم قيد وحبس وبعضهم قتل وهذه من اعظم الفتن فى هذه الامة ولم يدع خليفة قبله الى
مارا اور کسیکو قید اور حبس کیا اور کسیکو جان سی مارا اس امت میں اسکی برابر کوئی فتنہ نہیں ہوا اور اس سی پہلی کسی خلیفہ نی بدعت کا اسا رواج

شئ من البدع فقيض الله تعالى عند هذه المائة الشافعى فطبق الارض بعلومه وهو اول من افتى
نہیں دیا سو اللہ تعالی نی اس صدی پر شافعی کو پیدا کیا پس اونی اپنی علم سی زمین کو پر کر دیا اور اونہوں نی سب سی پہلی

بقتل من قال بخلق القران وتكفيره وكان عند المائة الثالثة فتنة القرامطة فى كثير من البلاد
ویسی قتل اور کفر ایسی شخص کی جو حدوث قرآن کا قایل ہو فتوی دیا اور تیسری صدی پر قرامطہ کا فتنہ اکثر شہروں میں پھیلا

حتى دخلوا مكة وقتلوا الحجيج فى المسجد الحرام قتلا ذريعا وطرحوا القتلى فى بئر زمزم وضربوا الحجر الاسود
یہاں تک کہ مکہ میں جا کر حاجیوں کو مسجد حرام میں بہت قتل کیا اور لاشیں چاہ زمزم میں گرا دیں اور حجر اسود کو

بالدبوس فكسروه ثم قلعوه وحملوه الى بلادهم وبقى عندهم اكثر من عشرين سنة ثم اشترى منهم
گرز مار کر توڑ ڈالا پھر اوکہاڑ کر اپنی ملک کو لیگئی اور بیس برس سی زیادہ اونکی پاس رہا پھر اونسی تیس ہزار دینار کو خرید کر

بثلثين الف دينار واعيد الى مكة فى محله وكان عند المائة الرابعة فتنة الحاكم بامر الله وناهيك ما فعل
مکہ میں لائی اور اوسکی جگہہ پر رکہا اور چوتہی صدی پر فتنہ حاکم بامر اللہ کا ہوا اور کچھہ حد نہیں جو فساد

من الفساد بل هو اعظم شرا ممن كان قبله بكثير فانه امر الناس بالسجود له اذا ذكر اسمه فى الخطبة و
کہ اوسنی کیا بلکہ اسکا فساد پہلی کی نسبت کئی درجہ بدتر تہا کیونکہ اسنی لوگوں کو یہ حکم دیا کہ جب خطبہ میں میرا نام آوی تو سجدہ کرو اور

من كان قبله لم يامر احدا بالسجود له اذا ذكر اسمه فى الخطبة وكان عند المائة الخامسة استيلاء
جو مفسد اس کا پہلی تہی کسی نی اپنی لئی سجدہ کا حکم نہیں دیا تہا کہ جب خطبہ میں میرا نام آوی تو سجدہ کرو اور پانچویں صدی پر اکثر شام کی شہروں پر

الفرنج على كثير من البلاد الشامية حتى دخلوا بيت المقدس وقتلوا فيه وحده اكثر من سبعين الفا
فرنگیوں کا غلبہ ہو گیا یہاں تک کہ اونہوں نی بیت المقدس میں جا کر صرف وہاں ستر ہزار آدمیوں سی زیادہ قتل کر ڈالی

وذهب الناس هاربين من الشام الى العراق مستغيثين على الفرنج وبقى بيت المقدس فى ايديهم احدى
اور خلقت فرنگیوں کی فریادی شام سی عراق کو بہاگ گئی اور بیت المقدس تین مہینی ایک روز انکی قبضہ میں رہا

وتسعين يوما الى ان خلصه الله تعالى عنهم بيد السلطان صلاح الدين بن ايوب وكان عند المائة
آخر اللہ تعالی انکی قبضہ میں سی سلطان صلاح الدین بن ایوب کی ہاتہہ پر چھوڑا یا اور چھٹی صدی پر

السادسة خروج التتار وعموم الفساد حتى ان العلماء حكموا بكفرهم واختلفوا فى البلاد التى استولوا عليها
قوم تتار نی غلبہ کر کر فساد عام کر دیا یہاں تک کہ علماء نی اونکی کفر کا فتوی دیا اور اون شہروں میں جن پر غالب ہو گئی تہی اختلاف کیا

هل هى من بلاد الاسلام ام لا وقالوا البلاد التى فى ايديهم اليوم لا شك انها من بلاد الاسلام لعدم اتصالها
آیا وہ شہر دار الاسلام میں یا نہیں اور کہتی ہیں کہ جو شہر آج اونکی قبضہ میں ہیں بیشک وہ دار الاسلام ہیں کیونکہ دار الحرب سی متصل نہیں ہیں

ببلاد الحرب ولم يظهروا فيها احكام الكفر بل البلاد التى عليها والى مسلم من جهتهم يجوز فيها اقامة الجمعة
اور نہ اونمیں احکام کفر کی جاری کئی ہیں بلکہ جس شہر میں اونکی طرف سی مسلمان حاکم ہی اوسمیں نماز میں جمعہ اور

الاعياد واخذ الخراج وتقليد القضاة وتزويج اليتامى لاستيلاء المسلم عليها وطاعته للكفرة اما موادعة

عید کی پڑہتی ہیں اور خراج کا لینا اور قاضیوں کا منتسب ہونا اور یتیموں کا نکاح کردینا جایز ہی کیونکہ ان شہروں پر مسلم کا غلبہ ہی اور وہ کفار کا جو مطیع ہی یا تو بہ عرض

او مخادعة واما البلاد التي عليها ولاة كفار فيجوز فيها ايضا اقامة الجمعة والعيدين والقاضي قاضٍ بترا

یا فریب کی ہی اور جن شہروں پر کفار حاکم ہیں سو ان میں بہی جمعہ اور عیدین کا قایم کرنا جایز ہی اور قاضی بہی قاضی ہوگا مسلمانوں کی رضی

المسلمين اذ قد تقرر ان بقاء شيء من العلة يبقي الحكم وقد حكمنا بلا خلاف بان هذه الديار قبل استيلاء

سی اسلئی کہ یہ بات ٹہری ہوئی ہی کہ جبتک کچہ علت باقی رہی حکم باقی رہتا ہی اور بیشک بلا خلاف ہم یقین کرچکی ہیں کہ یہ شہر قوم تتار کی غلبہ سی

التتار من ديار الاسلام وبعد استيلائهم اعلان الاذان والجمع والجماعات والحكم بمقتضى الشرع والفتوى وائمة

پہلی دیار اسلام تہی اور انکی غلبہ کی بعد بر ملا ہونا اذان اور جمعہ اور جماعات کا اور حکم مطابق شرع اور فتوی کی جاری ہی

بلا نكير من ملوكهم فالحكم بانها من بلاد الحرب لا جهة له واعلان بيع الخمر واخذ الضرائب والمكوس برسم التتار

وکی بادشاہ کو انہیں کچہ انکار نہیں پہر حکم کرنا کہ دار الحرب ہی اسکی کوئی وجہ نہیں ہی اور ظاہر شراب کا بکنا اور چنگی اور خراج کا لینا موافق رسم تتار کی الیسا رتا

كاعلان بني قريظة في المدينة باليهودية وطلب الحكم من الطاغوت في مقابلة رسول الله عليه السلام ومع ذلك كانت المدينة

جیسی بنی قریظہ مدینہ میں یہودیت ظاہر کرتی تہی اور شیطانوں سی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقابلہ میں حکم لیتی تہی تسپر بہی مدینہ بلاشبہ

بلدة الاسلام بلا ريب ثم ان من قال منهم انا مسلم وشهد بكلمتي الشهادة يحكم باسلامه لكن في الخلاصة مسألة يجب التنبيه

دار الاسلام تہا پہر بیشک جو شخص انمیں سی کہی میں مسلم ہوں اور دونوں کلمہ شہادت کی گواہی دی تو اوسکی اسلام کا حکم ہو دیگا لیکن خلاصہ میں ایک مسئلہ ہی کہ اسکی

عليها وهي ان اهل بلدة اذا كانوا يدعون الاسلام ويصلون ويصومون ويقرءون القرآن ومع ذلك يعبدون الاوثان

اطلاع دینی چاہیی یعنی اگر ایک شہر والی دعوی اسلام کا کرتی ہوں اور نماز پڑہتی ہوں اور روزہ رکہتی ہوں اور قرآن کی تلاوت کرتی ہوں اور تسپر بت پرستی کرتی ہوں

فاغار عليهم المسلمون وسبوهم واراد انسان ان يشتري من تلك السبايا ان كانوا يقرون بالعبودية لملكهم جاز الشراء

پہر مسلمان اونپر غارت کرکر گرفتار کرلادیں اور کوئی شخص اون قیدیوں میں سی کسیکی خریداری کا ارادہ کری تو اب اگر اپنی بادشاہ کی عبودیت کا اقرار کرتی ہیں تو خریدنا جایز

وان لم يكونوا مقرين بالعبودية لملكهم جاز شراء النساء والصبيان دون الكبار قال قاضيخان في فتاواه

اور اگر اقرار اپنی بادشاہ کی عبودیت کا نہیں کرتی تو خرید لینا عورتوں اور بچوں کا جایز ہی بڑی مردوں کا جایز نہیں قاضی خان اپنی فتاوی میں کہتا ہی

لانهم لما اقروا بالاسلام ثم عبدوا الاوثان كانوا مرتدين فيجوز استرقاق نسائهم وصغارهم ولا يجوز استرقاق كبارهم

اسلئی کہ جب اونہوں نی اسلام کا اقرار کیا اور پہر بت پرستی کی تو وہ مرتد ہوئی تو انکی عورتوں اور بچوں کا غلام کرلینا جایز ہی اور بالغ مردوں کا غلام کرلینا جایز نہیں

الا ان يكونوا مقرين بالعبودية لملكهم فيجوز استرقاقهم فاذا ملكهم السابي يجوز له بيعهم وكان عند المائة

ان اگر اپنی بادشاہ کی عبودیت کی قائل ہوں تو اب اونکا بہی غلام کرلینا جایز ہی جب قیدکرنیوالا اونکا مالک ہوا تو اونکی بیع ہی جایز ہی اور ساتویں

السابعة غلاء وفناء عظيمان في ديار مصر والشام بحيث اكلت الحمر والبغال والكلاب وكان عند المائة الثامنة فتنة

صدی پر قحط گرانی اور وبا دیار مصر اور شام میں اسقدر ہوئی کہ گدہی اور خچر اور کتی کہائی اور آٹہویں صدی پر فتنہ

تيمرلنك واما المائة التاسعة فقد قال العلامة الناصري لا اشك ولا ارتاب ان فتنة المائة التاسعة هي فتنة السلطان

تیمورلنگ کا ہوا اور نویں صدی پر علامہ ناصری کہتا ہی کہ اسمیں مجہکو کچہ شک اور شبہ نہیں ہی کہ فتنہ نویں صدی کا وہ فتنہ سلطان سلیم خان کا ہی

سليم خان وحروبه مع اخوته وقتله اياهم واولادهم ثم حروبه مع صاحب الشرق وكسره وقتله واخذ بلاده ثم اجتماع

اور اوسکی لڑائیاں بہائیوں سی اور اونکی اولاد کا قتل کرنا پہر اوسکی جنگ وجدال صاحب مشرق سی اور اوسکا توڑنا اور مار ڈالنا اور ملک چہین لینا پہر

بعسكر مصر وقتل سلطانها واكابر امرائها ثم دخوله مصر وفعله فيها مع اهلها ما فعل وفي المائة العاشرة ظهر فتن

مصر کی لشکر کی ساتہہ جمع ہونا اور اوسکی سلطان کو اور بڑی بڑی امیروں کو قتل کرنا پہر مصر میں جاکر وہانکی باشندوں کی ساتہہ جو کچہ کیا اور دسویں صدی میں بہت

كثيرة متوالية غير منقطعة الى الآن حتى كان اهل الاسلام يتعامل بعضهم مع البعض معاملة الكفار فى قتل بعضهم

پیاپی پیدا ہوئی جو آج تک چلی آتی ہیں یہاں تک کہ اہل اسلام ایک دوسری کی ساتھ کفار کا سا معاملہ کرتا ہی کوئی کسیکو مار ڈالتا ہی

بعضا وقد روى عن جرير انه عليه السلام قال فى حجة الوداع لا ترجعن بعدى كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض

اور جریر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی حجۃ الوداع میں فرمایا تم میری بعد کافر مت ہو جانا کہ ایک دوسری کو قتل کرنا شروع کری

يعنى ان شان الكفار ان يقتل بعضهم بعضا فلا تتشبهوا بهم ايها المؤمنون فى قتل بعضكم بعضا ولا يكن افعالكم شبيهة

مراد یہ ہی کہ یہ کفار کا چلن ہی کہ کوئی کسیکو مار ڈالی سو تم مؤمن ہو کر آپکی حون ریزی میں اونکی مثل نہو جانا اور تمہاری چلن مسلمانوں کی

بافعالهم فى ضرب رقاب المسلمين وروى عن ابى بكرة انه عليه السلام قال اذا التقى المسلمان فحمل احدهما السلاح على

قتل میں اونکی افعال سی نہ ملنی لگی اور ابو بکرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب دو مسلمان مقابل ہوتی ہیں پہر کوئی اپنی بہائی پر ہتیار اوٹہاتا

اخيه فهما فى جرف جهنم فاذا قتل احدهما صاحبه دخلاها جميعا فان القاتل يدخلها بفعله والمقتول يدخلها بسعيه

تو وہ دونوں دوزخ کی بیچ میں ہیں جب ایک اپنی یار کو قتل کر دیتا ہی تو دونوں دوزخ میں جاتی ہیں قاتل تو اوسکو مار کر دوزخ میں جاتا ہی اور مقتول اپنی بہائی کی قتل کی سعی سی

فى قتل اخيه كما اجاب به النبى عليه السلام فى حديث اخر رواه ابو بكرة ايضا انه عليه السلام قال اذا التقى المسلمان

دوزخ میں جاتا ہی چنانچہ اسکا جواب نبی علیہ السلام نی ایک حدیث میں دیا ہی وہ بہی ابو بکرہ ہی روایت کرتا ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب دو مسلمان تلوار لیکر

بسيفيهما فالقاتل والمقتول فى النار قال ابو بكرة قلت يا رسول الله هذا القاتل فما بال المقتول قال انه كان حريصا

مقابل ہوتی ہیں تو قاتل اور مقتول دونو جہنمی ہیں ابو بکرہ کہتا ہی میں نی عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو قاتل ہی مقتول کا کیا قصور ہی فرمایا یہہ بہی اپنی بہائی کی

على قتل اخيه وروى عن ابى هريرة انه عليه السلام قال بادروا بالاعمال فتنا كقطع الليل المظلم يصبح الرجل مؤمنا ويمسى

قتل پر حریص تہا اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جلدی کرو اعمال کی فتنوں سی جیسی ٹکڑی اندہیری رات کی صبح کو آدمی مسلمان ہوگا اور شام کو

كافرا ويمسى مؤمنا ويصبح كافرا يبيع دينه بعرض من الدنيا فكانه عليه السلام قال سياتى فتن كالليل المظلم لا يعرف احد

کافر اور شام کو مسلمان ہوگا اور صبح کو کافر اپنا دین عوض اسباب دنیا کی بیچ دیگا سو گویا نبی علیہ السلام نی فرمایا اب نزدیک ایسی فتنی آوینگی جیسی اندہیری رات

طريق الخلاص منها ولا يقدر صاحب الورد على محافظة الوظائف والاوقات فيها فاسرعوا بالاعمال الصالحات قبل ان ياتيكم الفتن

کسیکو خلاصی کا رستہ نہ ملیگا اور اونمیں صاحب ورد کو قدرت محافظۃ وظائف اور اوقات کی نرہیگی سو جلدی کرو صالح اعمال میں اس سی پہلی کہ تمپر فتنی آجاویں

اذ عند مجيئها لا يخلو اما ان يقتتل طائفتان من المؤمنين ويستحل كل منهما دم الاخرى ومالها فيكفر بهذا الاعتقاد واما

کیونکہ جب فتنی آوینگی تو کوئی دو جماعت مؤمنین کی ساقی رہیگی پہر ایک دوسری کا خون اور مال حلال سمجہیگا سو اس عقیدہ سی کافر ہوویگا اور

ان يغلب الفسقة ويريقون دماء المسلمين وياخذون اموالهم بغير حق ويزنون ويشربون الخمر ويلبسون الحرير ويعتقدون

یا فساق غالب ہو کر مسلمانوں کی خونریزی کرینگی اور ناحق اونکی مال چھین لینگی اور زنا کرینگی اور شراب پئینگی اور حریر پہینگی اور اعتقاد کرینگی

انهم على الحق ويفتيهم بعض علماء السوء بجواز افعالهم وربما يقتلون السارق ويصلبونه باعتقاد جواز قتله

کہ ہم حق پر ہیں اور بعضی علماء بد اونکو فتوی دینگی کہ یہ افعال جائز ہیں اور بعضی وقت جائز سمجہکر چور کو قتل کرینگی اور سولی چڑہاوینگی

وصلبه ويكفرون بذلك الاعتقاد لان حد السارق ليس القتل والصلب بل حده قطع يده لقوله تعالى والسارق

اسی اعتقاد سی کافر ہو جاوینگی اسلئی کہ چور کی حد قتل اور سولی نہیں ہی بلکہ چور کی حد ہاتہہ کاٹنا ہی بدلیل اس آیت کی اور جو کوئی چور ہو مرد

والسارقة فاقطعوا ايديهما وليس ذلك الا وقوع ما روى عن عبد الله بن عمرو بن العاص انه عليه السلام قال ان

یا عورت تو کاٹ ڈالو اونکی ہاتہہ اور یہہ اوس روایت کا ظہور ہی جو عبد اللہ بن عمرو بن العاص سی ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا بیشک

الله تعالى لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه عن العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يبق عالما اتخذ الناس

اللہ علم یوں نہیں اوٹہا لیگا کہ آدمیوں کی دلوں سی نکال لی لیکن علماء کو قبض کر کر اوٹہا لیگا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نرہیگا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لینگی

رءوسا جهالا فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان الله تعالى لا يقبض
ح اونسے پوچھینگے تو وہ جہالت سے فتوی دینگے پھر آپ ہی گمراہ ہونگے اور اوروں کو گمراہ کرینگے بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں بیان فرمایا کہ اللہ تعالی علم کو

العلم من بين الناس على طريق محوه من صدور العلماء ورفعه من بينهم الى السماء فان ذلك وان كان جائزا في قدرة
لوگوں میں سے یوں نہیں قبض کریگا کہ علماء کے دلوں سے بھلا دیوے اور اونکے اندر سے آسمان پر لیجاوے کیونکہ اسطرح سے اگرچہ باعتبار قدرت الٰہی کے ہوسکتا ہے

الله تعالى الا ان هذا الحديث يدل على عدم وقوعه بل الواقع انه تعالى يقبض العلم بقبض ارواح العلماء فانه تعالى
پر یہہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ یوں نہوگا مگر یوں قبض ہوگا کہ اللہ تعالی علماء کی روحیں قبض کرکر علم کو اوٹھالیگا اور جب اللہ تعالی

اذا قبض ارواح العلماء ولم يترك عالما يبقى الجهال فيتخذهم الناس لكونهم في زي العلماء قضاة ومفتين فيقضي قاضيهم
علماء کی روح قبض کریگا اور کوئی عالم نہ چھوڑیگا تو جاہل باقی رہ جاوینگے سو لوگ اونکی سند پکڑینگے کیونکہ وہ جاہل علماء اور قاضی اور مفتیوں کی صورت ہونگے پھر اونکے

بغير علم ويفتي مفتيهم بغير علم فيكونون ضالين ومضلين قال الدميري هذا الحديث يبين ان المراد بقبض العلم في الاحا
قاضی بدون علم کے حکم جاری کرینگے اور مفتی بدون علم کے فتوی دینگے سو آپ ہی گمراہ ہونگے اور اونکو گمراہ کرینگے دمیری کہتا ہے یہہ حدیث بیان کرتی ہے کہ علم کی اوٹھ جانے سے مراد احادیث

المطلقة ليس محوه من صدور حفاظه بل معناه انه يموت حملته ويتخذ الناس رءوسا جهالا يحكمون بجهالتهم ويفتون بجها
مطلقہ میں یہہ نہیں ہے کہ حافظوں کے سینہ میں سے محو ہو جاویگا بلکہ یہہ مراد ہے کہ حافظ سب مرجاوینگے پھر لوگ جہال کو سردار بنالینگے وہ اپنی جہالت سے حکم دینگے اور اپنی جہا

فيضلون ويضلون قال القرطبي معنى الحديث ان الله تعالى يقبض العلماء ويبقى الجهال الذين يتعاطون مناصب العلماء
فتوی آپ ہی گمراہ ہونگے اور اونکو گمراہ کرینگے قرطبی کہتا ہے حدیث کی یہہ معنی ہیں کہ اللہ تعالی علماء کو اوٹھا لیگا اور ایسی جہال باقی رہ جاوینگے کہ علماء کی منصب فتوی

في الفتوى والتعليم فيفتون بغير علم ويعلمون من غير علم وينتشر الجهل وقد ظهر ذلك ووجد ما اخبر النبي عليه السلام فكان
اور تعلیم آپ لیلینگے پھر بغیر علم کی فتوی دینگے اور بغیر علم کی سکھلاوینگے اور جہل پھیل جاویگا اور بیشک ظاہر ہو چکا ہے اور جو نبی علیہ السلام نے خبر دی ہے سو پائی گئی

دليلا من ادلة نبوته خصوصا في هذه الازمنة وقد جاء في الترمذي عن ابي الدرداء ما يدل على ان الذي يرفع هو العمل
سو یہہ بھی دلائل نبوت میں سے ایک دلیل ہے خاص کر اس زمانہ میں اتنا ہے کہ ترمذی میں ابو الدرداء سے روایت آئی ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل اوٹھ جاویگا

حيث قال كنا مع رسول الله عليه السلام فشخص ببصره الى السماء ثم قال هذا اوان يختلس فيه العلم من الناس حتى لا يقدروا
چنانچہ کہتا ہے کہ ہم رسول اللہ علیہ السلام کے ساتھ تھے اور آپ نے آسمان کی طرف دیکھا پھر فرمایا یہہ وقت ہے کہ اسمیں لوگوں سے علم اوچک لینگے ایسا کہ کچھ قدرت باقی

فيه على شيء فقال زياد بن لبيد الانصاري كيف يختلس العلم منا وقد قرانا القران ولنقرئنه نساءنا وابناءنا فقال
زیاد بن لبید انصاری نے عرض کیا ہم سے علم کیونکر اوچک لینگے اور ہم قرآن پڑھ چکے ہیں اور البتہ ضرور اپنی عورتوں کو اور بچوں کو پڑھائینگے نبی علیہ السلام نے فرمایا

ثكلتك امك يا زياد هذه التورية والانجيل عند اليهود والنصارى فماذا تغني عنهم وظاهر هذا الحديث يدل على ان الذي
اے زیاد تجھکو تیری ماں روئے یہہ توریت اور انجیل یہود اور نصاری کی پاس ہے پھر اونکو کیا فائدہ ہوتا ہے اور ظاہر معنی اس حدیث کی یوں دلالت کرتی ہیں

يرفع هو العمل لا نفس العلم بخلاف ما ظهر من الحديث السابق فانه صريح في رفع العلم وقيل لا تنافي بينهما فان العلم اذا
کہ عمل اوٹھ جاویگا خود علم نہیں جاویگا برخلاف اول معنوں کی جو پہلی حدیث سے معلوم ہوتی ہیں کیونکہ اوس سے علم کا اوٹھنا صریح معلوم ہوتا ہے اور بعضی کہتی ہیں ان دونوں میں

ذهب بموت العلماء يخلفهم الجهال ويفتون بالجهل ويعمل به فيذهب العلم والعمل وان كانت المصاحف والكتب بايدي
مرنے سے علم جاتا رہا اونکی بعد جاہل رہینگے اور جہالت سے فتوی دینگے اوسی پر عمل ہووے گا پھر علم اور عمل دونوں گئی اگرچہ قرآن اور کتابیں لوگوں کے سامنے دھری رہیں

الناس كما كان كذلك لاهل الكتابين وكذلك قال النبي عليه السلام لزياد ثكلتك امك يا زياد هذه التورية والانجيل
جیسی حال دو کتابوں والوں کا ہے اور اسیلیے نبی علیہ السلام نے زیاد کو فرمایا تجھکو تیری ماں روئے یہہ توریت اور انجیل یہود اور

عند اليهود والنصارى فماذا تغني عنهم فان علماءهم لما انقرضوا خلفهم جهالهم وخالفوا الكتاب وحرفوه فجهلوا امه
نصاری کی پاس ہیں پھر کیا فائدہ ہے کیونکہ اونکی علماء جب گذر گئی تو اونکی پیچھے جاہل رہ گئی اور کتاب کی برخلاف کرنے لگی اور کتاب کو بدل ڈالا پھر

تمهوا بالجهل وافتوا بغير علم فارتفع العلم والعمل وبقيت اشخاص الكتب عندهم لا تغني عنهم شيئا يسرنا

اور جہل پر عمل کیا اور بغیر علم کی فتوی دیا پھر علم اور عمل دونو جاتی رہی اور کتابین اونکی پاس بیفائدہ دہری رہ گئین

الله تعالى عملا موافقا لرضائه المجلس الرابع والثمانون في بيان كيفية السلام وافضلية من

عمل موافق اپنی رضا کی سہل کر — مجلس چوراسیٔ — طرز سلام کی بیان مین — اور افضلیت سلام

بدأ به قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اولى الناس بالله تعالى من بدأ بالسلام هذا الحديث من

پہلی کرنیوالی کی — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا بیشک لوگون مین سی اولی نزدیک اللہ تعالی کی وہ ہی جو سلام پہلی کری یہہ حدیث

حسان المصابيح رواه ابو امامة ومعناه ان احق الناس برحمة الله تعالى واقربهم اليها من بدأ بالسلام

مصابیح کی حسن حدیثون مین ہی ابو امامہ کی روایت سی اسکی معنی یہہ ہین کہ لوگون مین سی بڑا مستحق رحمت الہی کا اور رحمت سی بہت نزدیک وہ ہی جو سلام پہلی کری

وظاهره يدل على كون السلام افضل من الرد وقد ذهب اليه بعض العلماء وقال بعضهم الرد افضل لانه فرض

ظاہر اس حدیث سی یہہ معلوم ہوتا ہی کہ سلام رد سلام سی افضل ہی اور بیشک بعضی علماء کا یہہ ہی مذہب ہی اور بعضی کہتی ہین رد سلام افضل ہی کیونکہ جواب

والسلام سنة فاجر الفرض اكثر من السنة ودليل فرضيته قوله تعالى واذا حييتم بتحية فحيوا باحسن

سلام کا فرض ہی اور سلام سنت ہی سو ثواب فرض کا سنت سی زیادہ ہوتا ہی اور دلیل فرضیت کی یہہ آیت ہی اور جب تمکو دعا دیوی کوئی تم ہی دعا دو اس سی بہتر

منها او ردوها فان كل واحد من قوله تعالى فحيوا او ردوا امر وظاهر الامر الوجوب فيكون رد السلام واجبا لكن

یا وہ ہی کہو اولٹ کر اس آیت مین دونو لفظ فحیوا اور ردوا امر ہین اور ظاہر امر کا وجوب ہوتا ہی پہر رد سلام واجب ہوویگا پر

على وجه التخيير الزيادة على السلام بذكر الرحمة والبركات وبين تركها فان من سلم على الغير فقال السلام عليك

سلام پر زیادہ بڑہانی مین اختیار ہی خواہ رحمت اور برکت کا زیادہ کری یا نہ کری پہر جبنی دوسری کو سلام کرتی ہوئی کہا السلام علیک

يكون ذلك الغير مخيرا في الرد بين ان يقول وعليك السلام ورحمة الله بزيادة الرحمة والبركات معا او يقول

تو دوسرا رد سلام مین مختار ہی اسمین کہ علیک السلام ورحمۃ اللہ — رحمت — اور برکت — دونو بڑہا کر جواب دی — یا اتنا ہی کہی

وعليك السلام بغير زيادة شئ منهما وهذا القدر فرض والزيادة فضل وليس المراد من الرد ان يقول رددت

وعلیک السلام دونو مین سی کچھہ بیچ نہ بڑہا دی — اتنا تو فرض ہی — اور زیادہ کرنا افضل ہی — اور رد سلام سی یہہ مراد نہین ہی کہ رددت

عليك سلامك بل المراد به كون الجواب قدر السلام فان اقل ما يتادى به سنة السلام اذا سلم على واحد ان

علیک السلام کہدی بلکہ مراد یہہ ہی کہ جواب برابر سلام کی ہو بیشک کم سی کم حسن سی سلام کی سنت ادا ہو جاوی جب کسیکو سلام کری تو یہہ ہی

يقول السلام عليك بحرف التعريف ولو قال سلام عليك بغير حرف التعريف بالتنوين يصح لان احدهما يقوم

کہ السلام علیک کہی حرف تعریف یعنی الف لام سی اور اگر کوئی کہی سلام علیک بدون الف لام کی بلکہ میم کی تنوین کی ساتھہ تو بہی درست ہی کیونکہ ایک دوسری کی

مقام الاخر وبدونهما لا يصح ولا يكون سلاما والاولى ان يقول في السلام على الواحد السلام عليكم بحرف التعريف

جگہ ہو جاتا ہی اور بدون دونو یعنی تنوین اور لام کی درست نہین ہی اور سلام نہین ہوتا اور بہتر یون ہی کہ ایک شخص پر سلام کرتی ہوئی کہی السلام علیکم ساتھہ تعریف کی

او سلام عليكم بغير حرف التعريف بل بالتنوين مع ضمير الجمع فيهما ليكون سلاما عليه وعلى ملئكته لان المسلم لا يكون

یا سلام علیکم بدون حرف تعریف کی بلکہ میم کی تنوین سی دونو صورت مین ضمیر جمع کی تاکہ اوسپر اور اوسکی فرشتون پر سلام ہو جاوی اسلئی کہ مسلمان اکیلا کبہی نہین

وحده بل يكون معه على اصح الاقاويل خمس من الملئكة واحد عن يمينه يكتب الحسنات وواحد عن يساره

ہوتا بلکہ اوسکی ساتھہ موافق اصح قول کی پانچ فرشتی ہوتی ہین ایک تو داہنی طرف جو نیکیان لکہتا ہی — اور ایک بائین طرف

يكتب السيئات وواحد امامه يلقنه الخيرات وواحد وراءه يدفع عنه المكاره وواحد عند ناصيته يكتب ما

جو برائیان لکہتا ہی اور ایک سامنی جو خیرات کی ہدایت کرتا ہی اور ایک پیچھی جو مکروہات سی بچاتا ہی — اور ایک پیشانی کی پاس جو درود کو

يصلي على النبي عليه السلام ويبلغه اياه فينبغي ان يختار الاحسن في السلام ومن يدخل بيته يستحب له ان يسلم على اهله لانهم

تحفہ ہی جو نبی علیہ السلام پر بھیجتی ہے اور اوسکو پہنچاتا ہے سو لایق ہی کہ اوسکو سلام میں شامل کرین اور جو شخص اپنے گھر میں جاوے تو مستحب ہی کہ اپنے اہل پر سلام کرے

احق بالسلام من غيرهم وقد روي عن انس انه عليه السلام قال يا بني اذا دخلت على اهلك فسلم عليهم يكون

کیونکہ وہ اوروں کی نسبت سلام کی زیادہ مستحق ہیں اور انس سے روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے بچے جب تو اپنے اہل پاس جاوے تو اون پر سلام کر وہ

بركة عليك وعلى اهل بيتك وذكر في فتاوى قاضيخان ان من اتى باب دار انسان يجب عليه ان يستاذن قبل

تجھ پر اور تیری اہل پر برکت ہووے گی اور فتاوی قاضیخان میں مذکور ہی جب کوئی کسی شخص کے دروازہ پر آوے تو اوسپر واجب ہی کہ پہلی سلام کر کر اجازت

السلام ثم اذا دخل يسلم اولا ثم يتكلم وان كان في الفضاء يسلم اولا ثم يتكلم وحكي عن بعض الصلحين على ما ذكر

طلب کرے پھر جب اندر جاوے تو پہلی سلام کرے پھر بات چیت کرے اور اگر میدان میں ہو تو پہلی سلام کرے پھر بات کرے اور بعض صلحا کی حکایت ہی چنانچہ

في بستان العارفين ان واحدا من اصدقائه استقبله وقال كيف اصبحت فقال له الرجل الصالح ويحك ما هذا

بستان العارفین میں مذکور ہی کہ اوسکا ایک دوست سامنے سے آگیا کہنے لگا مزاج اچھا ہی اوس مرد صالح نے کہا افسوس تجھکو یہہ کیا کہا

فهلا قلت السلام عليكم فيكون لك عشر حسنات وارد عليك فيكون لي عشر حسنات فاذا اجتمع عشرون

اول یہہ کیون نہ کہا السلام علیکم کہ تیری لئے دس نیکیان ہوتین پھر مین جواب دیتا تو میری لئے دس نیکیان ہوتین اور جب بیس نیکیان جمع ہو جاتین

حسنة يرجى عند ذلك نزول الرحمة وحصول المغفرة واما الانحناء فمكروه في كل حال لكل احد لما روي عن انس ان

تو پھر نزول رحمت اور حصول مغفرت کی امید ہوتی اور رہا جھکنا سو ہر حال ہر ایک کو مکروہ ہی کیونکہ انس سے روایت ہی

رجلا قال يا رسول الله الرجل منا يلقى اخاه اينحني له قال لا قال النووي هذا الحديث صحيح لم يات له معارض

کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی شخص ہم مین سے جب اپنے بھائی سے ملتا ہی تو اوسکے لئے جھکے فرمایا نہیں نووی کہتا ہی یہہ حدیث صحیح ہی اسکی معارض کوئی

ولا مصير الى مخالفته ولا ينبغي ان نغتر بكثرة من يفعله ممن ينتسب الى علم وصلاح فان الاقتداء لا يكون الا

حدیث نہیں ہی اور نہ ہوسکتا اوسکی مخالفت کا اور سزاوار نہیں ہی کہ بہت سی علم اور صلاح والون کو جھکتے دیکھکر دھوکا کہا جاوین کیونکہ پیروی تو نبی علیہ السلام ہی کی ہی

بالنبي عليه السلام لانه تعالى قال وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا وقال في اية اخرى فليحذر الذين

اسلئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور جو دیوے تمکو رسول سو لیو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو اور ایک اور آیت میں فرمایا سو ڈرتے رہیں جو لوگ

يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم وقد قال الفضيل بن عياض كلاما معناه اتبع طرق

خلاف کرتے ہین اوسکی حکم کا کہ پڑے اونپر کچہہ خرابی یا پہنچے اونکو دکھ کی مار اور فضیل بن عیاض نے ایک بات کہی ہی اوسکی یہہ معنی ہین ہدایت کے

الهدى ولا يضرك قلة السالكين واياك وطرق الضلالة ولا تغتر بكثرة الهالكين واما المصافحة فسنة عند التلاقي

رستے اختیار کر اور کمتر چلنے والون کی کچہہ ضرر نہین ہی اور گمراہی کی رستے سے بچتا رہ اور ہالکین کی کثرت سے دہوکہ مین نہ آ اور رہا مصافحہ سو ملتی وقت سنت ہی

لما روي عن البراء انه عليه السلام قال ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان الا غفر لهما قبل ان يفترقا ويستحب

کیونکہ براء سے روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہین کوئی دو مسلمان کہ ملیں اور مصافحہ کرین مگر جدا ہونے سے پہلی بخشے جاتے ہین اور مستحب ہی

ان يكون معها بشاشة بالوجه ودعاء بالمغفرة لما روي عن البراء ايضا انه عليه السلام قال ان المسلمين اذا التقيا

کہ مصافحہ کی ساتھ چہرے پر خوشی کی آثار ہون اور مغفرت کی دعا کیونکہ براء سے یہہ بھی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا بیشک دو مسلمان جب ملکر

فتصافحا وتحاتا بود ونصيحة تناثرت خطاياهما بينهما وفي رواية انه عليه السلام قال اذا التقى مسلمان فتصافحا

مصافحہ کرتے ہین اور محبت اور خیر خواہی جمع ہوتی ہین تو اونکی گناہ دونو کی بیچ مین جھڑ جاتے ہین اور ایک روایت مین ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب دو مسلمان ملکر مصافحہ اور

وحمدا الله تعالى واستغفراه غفر الله لهما وفي حديث اخر رواه انس انه عليه السلام قال ما من عبد من متحابين

اللہ کی حمد کرتے ہین اور مغفرت مانگتے ہین تو اللہ دونو کو بخشدیتا ہی اور ایک اور حدیث مین انس کی روایت سے ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں کوئی دو شخص اللہ کی دوست

في الله يستقبل احدهما الآخر فيتصافحه فيصليان على النبي الا لم يفترقا حتى يغفر الله من ذنوبهما ما تقدم
کہ دو آدمی سامنے ہو کر مصافحہ کرین پہر درود بہیجین نبی پر مگر اتنی حد نہین ہوتی کہ اللہ تعالی اونکی گناہ جو ہو چکی ہین

منهما وما تأخر وهذه المصافحة يكون من تمام السلام بينهما لما روي انه عليه السلام قال تمام تحياتكم بينكم المصافحة
اور جو ہونگی سب بخشدیتا ہی اور یہہ مصافحہ اونمین سلام کی تمامی ہوتی ہی اسلئے کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا تمامی تمہاری آپس کی سلام کی مصافحہ ہی

والمراد من التحية السلام والاصل في السلام قوله تعالى يا ايها الذين امنوا لا تدخلوا بيوتا غير بيوتكم حتى تستأنسوا
اور تحیہ سی مراد ہی ۔ اور اصل دلیل سلام کی یہہ آیت ہی ای ایمان والو مت جایا کرو کسیکی گہرون مین اپنی گہرون کی سوا جبتک اذن لی لو

وتسلموا على اهلها ذلكم خير لكم ان الاستيذان والتسليم خير لكم من ان تدخلوا بغتة وتحية الجاهلية كان
اور سلام دلوا دو گہر والون پر یہہ بہتر ہی تمہاری حق مین یعنی اجازت لینی اور سلام کرنا تمہاری حق مین اس سی بہتر ہی کہ اچانک گہس جاؤ اور جاہلیت کا سلام یون تہا

الرجل منهم اذا دخل بيتا غير بيته قال حييتم صباحا وحييتم مساء ودخل فربما اصاب الرجل مع امرأته في لحاف
جب کوئی شخص سوائی اپنی گہر کی اور کی گہر جاتا تو کہتا میں نی تحیہ کیا تمپر صبح کو اور تحیہ کیا شام کو اور گہس جاتا سو اکثر گہر والیکو جورو کی ساتہ ایک لحاف

وروي ان رجلا قال للنبي عليه السلام استاذن على امي قال نعم قال انها لا خادم لها غيري استاذن كلما دخلت
اور روایت ہی کہ ایک شخص نی نبی علیہ السلام سی پوچہا کیا ماں سی بہی اجازت لیا کرون فرمایا ہان عرض کیا اوسکی پاس کوئی خدمتگار بجز میری نہین ہی پہر کیا جب

قال اتحب ان تراها عريانة قال لا قال فاستاذن لعلكم تذكرون متعلق بمحذوف اي انزل عليكم او قيل لكم هذا
جایا کرون اجازت لیا کرون فرمایا کیا تجہکو پسند آتا ہی کہ اوسکو ننگی دیکہی عرض کیا نہین فرمایا تو پس اجازت لیا کر لعلکم تذکرون یہہ کلمہ عبارت محذوف یعنی انزل علیکم سی متعلق ہی

ارادة ان تذكروا وتعملوا ما احتيج لكم فان لم تجدوا فيها احدا يأذن لكم فلا تدخلوها حتى يؤذن لكم حتى ياتي من
یہی نصیحت بیان کیا اس غرض سی کہ یہہ نیر ہو اگر چہ ... تم وہ چیز کہ محتاج ہو اوسکی پہر اگر اوسمین کوئی نہو کہ تمکو اجازت دیوی تو مت گہسو اوسمین جبتک کہ تمکو اجازت ہو یہانتک کہ

يأذن لكم فان المانع من الدخول ليس الاطلاع على العورة فقط بل وعلى ما يخفيه الناس عادة مع ان التصرف في ملك الغير بغير
اجازت دینی والا آجاوی کیونکہ روک اندر کی جانی سی کچہ یہی ہی نہین ہی اطلاع عورت پر فقط بلکہ اطلاع اوسکی جو لوگ عادت کی موافق چہپاتی ہین یعنی تصرف کرنا غیر کی چیز مین بغیر

اذنه حرام واستثني ما عرض من حرق وغرق او كان فيه منكر ونحوها فان قيل لكم ارجعوا فارجعوا هو
اجازت کی حرام ہی اور استثنا کی گئی ہی ضرورت جو پیش آوی قسم جلنی یا ڈوبنی سی یا اوسمین کوئی بات خلاف شرع ہو یا مانند اوسکی اور اگر تمکو کہی کہ پہر جاؤ تو پہر جاؤ

ازكى لكم اي الرجوع اطهر لكم وانفع لدينكم فان من يدخل بيتا ينبغي له ان يسلم على من كان فيه فان لم يكن
اسمین خوب ستہرائی ہی تمہاری یعنی پہٹ جانا تمہاری لئی طہارت اور دین مین مفید ہی بیشک جو شخص کسیکی گہر مین جاوی تو اوسکو لائق ہی کہ گہر والون پر سلام بہیجی اور اگر وہان

فيه احد يسلم على نفسه بان يقول السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين لانه تعالى قال فاذا دخلتم بيوتا فسلموا
کوئی نہو تو اپنی اوپر سلام بہیجی اسطور کہی سلام ہمپر ۔ اور خدا کی صالح بندون پر کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی پہر جب جاؤ گہرون مین تو

على انفسكم فالاية تقتضي هذين الامرين جميعا وهما التسليم على الاهل عند وجودهم وعلى نفسه عند عدم
سلام کہو اپنی اوپر پس آیت سی دونو امر لازم ہین یعنی سلام کرنا اہلخانہ پر اگر وہ ان موجود ہون اور اپنی اوپر اگر وہان کوئی نہو

وجود احد منهم وادنى ما يتادى به الرد ان يقال وعليك السلام بواو العطف حتى لو ترك الواو لا يصير ردا
اور کم سی کم جسمین سلام کا جواب ادا ہو جاوی اتنا ہی وعلیک السلام ساتہ واو عاطفہ کی یہانتک کہ اگر واو کو ترک کریگا تو جواب نہوگا

لان الوارد في الشرع الرد مع الواو فاذا ترك لا يعتد به ولا يسقط الفرض بدونه وكمال السلام ان يقال السلام
اسلئی کہ شرع مین جواب واو کی ساتہ آیا ہی جب اوسکو ترک کیا تو عبارت کا کچہ اعتبار نہین ہی اور نہ بدون اوسکی فرض ادا ہوتا ہی اور کمال سلام کا یہہ ہی کہ کہی

عليكم ورحمة الله وبركاته لما روي انه عليه السلام قال من قال السلام عليكم كتب له عشر حسنات ومن قال
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جو شخص کہی السلام علیکم اوسکی لئی دس نیکیان لکہی جاتی ہین اور جسنی کہا

حالیتا

السلام عليكم ورحمة الله كتبت له عشرون حسنة ومن قال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته كتبت له ثلاثون

السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا اس کیلئے بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا اس کیلئے تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں

حسنة ثم قال عليه السلام فقد بين في هذا الحديث ان في السلام عشر حسنات وفي ضم الرحمة اليه عشرين حسنة

اس حدیث میں بیان فرمایا کہ سلام میں دس نیکیاں ہیں اور اس پر رحمت کو ملانے میں بیس نیکیاں ہیں

وفي ضم البركات اليها ثلاثين حسنة وهي النهاية لاشتمالها بالجميع فنون المطالب التي هي السلامة عن المضار ونيل المنافع

اور اس پر برکات کو ملانے میں تیس نیکیاں ہیں اور یہ انتہا درجہ ہے ... تمام اقسام مطالب ... یعنی سلامتی اسباب ضرر سے اور حصول منفعت کو

ودوامها ونماؤها ولا ينبغي ان يزاد على ذلك لما روي عن ابن عباس انه قال لكل شيء منتهى ومنتهى السلام البركات

ہمیشہ کرنا اور انکی افزائش اور زیادہ نہیں چاہیے ... ابن عباس ... ہر شی کا انتہا ہوتا ہے اور سلام کا انتہا برکات ہے

ثم ينبغي ان يعلم ان من يسلم على احد انما يصير مؤديا حق السنة اذا رفع صوته مقدار ما يحصل به الاسماع

پھر سمجھنا چاہیے کہ جو شخص کسی پر سلام ... حق سنت جب ادا ہوتا ہے کہ اتنی بلند آواز سے کہے کہ وہ سن لے

فان لم يحصل به الاسماع لا يصير مؤديا حق السلام فلا يجب الرد لان الشرط في ثبوت الحكم لشيء العلم به فاذا

اور اگر وہ نہ سنے تو ... حق سلام کا ادا نہیں ہوتا اور جواب بھی واجب نہیں ہوتا ... کسی شی کی حکم ...

لم يحصل العلم بالسلام لا يكون الرد فرضا وكذا من يرد السلام انما يكون مؤديا فرض الرد اذا رفع صوته مقدار

سلام کی خبر ... تو جواب بھی فرض نہیں ہوتا ... سلام کا جواب دیتا ہے ... فرضیت جواب کی جب ادا ہوتی ہے کہ آواز اتنی بلند کرے

ما يحصل به الاسماع فان لم يحصل به الاسماع لا يسقط فرض الرد فان من يسلم على واحد يكون الرد فرضا عليه

کہ وہ سن لے اگر وہ جواب مسموع نہ ہوا تو فرضیت جواب کی ساقط نہ ہوگی پس جو شخص کسی پر سلام کرتا ہے تو اوس پر جواب فرض ہو جاتا ہے

حتى لو لم يرد يكون اثما ومن سلم على جماعة يكون الرد فرضا عليهم حتى لو تركه كلهم يكونون اثمين وان رد

یہاں تک کہ جواب نہ دیگا تو گنہگار ہوگا اور اگر کسی ایک جماعت کو سلام کیا تو جواب ان سب پر فرض ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر کوئی بھی جواب نہ دیگا تو سب گنہگار ...

بعضهم يسقط الفرض عن الباقين لكن الافضل ان يرده كلهم ولو كان فيهم صبي ولم يرده الا الصبي لا يسقط

اور اگر کسی ایک نے بھی جواب دیا تو سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جاتا ہے پر افضل یہ ہے کہ سب جواب دیویں ...

عنهم الفرض لان الصبي ليس من اهل الفرض ويشترط في الرد ان يكون على الفور حتى لو اخر لا يعد ردا ويأثم

کوئی جواب ... تو ذمہ سے فرض ساقط نہیں ہوتا ... جواب کی یہ شرط ہے ... جواب دیوے ...

من سلم على احد واسمعه سلامه وتوجه عليه الرد بشرطه فلم يرد ان يجعله في حل منه فيقول ابرأته من حقي

... جو شخص کسیکو سلام کرے اور اوسکو سلام سنا دی ... جواب ... شرط ... جواب نہ دیوے ...

في رد سلامي وجعلته في حل منه ونحو ذلك فاذا قال هذا يسقط به حقه واذا دخل جماعة على قوم يسن

... حق سلام کی جواب کا معاف کیا ... جب اتنا کہیگا ... حق ساقط ہو جائیگا اور اگر ایک جماعت ...

ان يسلموا ويكره لهم ترك السلام فان سلم بعضهم يسقط الكراهة عن الباقين لان السلام سنة على الكفاية

ایک قوم کی پاس آوے ... سلام ... اور سلام کا ترک کرنا ... اگر بعض ... سلام ... تو کراہت ...

كما ان الرد فرض على الكفاية على ما روي عن زيد بن وهب انه عليه السلام قال اذا مر قوم بقوم فسلم

جیسے سلام کا جواب فرض کفایہ ہے ... زید بن وہب سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب ایک جماعت ایک ...

منهم اجزأهم واذا رد واحد منهم اجزأ عنهم واذا دخل واحد على جماعة قليلة يعمهم سلام واحد يكفي سلامه

... اور اگر ایک شخص ... تھوڑی جماعت ... ایک آدمی ...

علی جمیعهم وما زاد من تخصیص بعضهم فهو ادب ویکفی فی الرد ان یرد واحد منهم فمن زاد منهم فهو ادب
اور جو زیادہ کری کسی خاص کو تو یہہ ادب ہی　اور جواب ہی کافی ہی اگر ایک شخص جواب دیدی پہر اگر اونمین سی کسی اور نی بھی جواب دیا تو یہہ

وان کان جمعا عظیما لا ینتشر فیهم سلام واحد کالجامع والمسجد العظیم فالسنة ان یسلم علیهم اذا شاهدهم
ادب ہی اور اگر بڑی جماعت ہو تو ایک سلام کہان پہیلتا پہرےگا جیسی مسجد جامع اور بڑی مسجد تو سنت یہہ ہی کہ اونکو سلام کرتا جاوی جسی ملتا جاوی

ویکون مؤدیا حق السلام فی جمیع من سمعه وان اراد ان یجلس فیهم یسقط عنه سنة السلام فیمن لم یسمع سلامه
اور حق اونکی سلام کا ادا کر چکیگا جو جو سن لینگی پہر یہہ شخص اگر انمین بیٹہنا چاہی تو اسکی ذمہ سی سنت سلام کی ساقط ہوئی نسبت باقیوں کی

من الباقین وان اراد ان یجلس فیمن لم یسمع سلامه ففیه وجهان احدهما ان سنة السلام علیهم حصلت بالسلام
جنہوں نی سلام نہین سنا اور اگر اوس قوم مین بیٹہنا چاہی جنہوں نی سلام نہین سنا تو اسمین دو وجہ مین ایک یہہ کہ ابسنت سلام اونکی حق کی پہلوں پر سلام کرنی

علی اوائلهم لکونهم جمعا واحدا فلو اعاد السلام علیهم یکون ادبا والوجه الثانی کون سنة السلام باقیة فی حق
ادا ہو چکی کیونکہ یہہ سب ایک ہی جماعت ہی پہر اگر اسنی انکو بہی سلام کیا تو ادب ہی اور دوسری یہہ وجہ ہی کہ سنت سلام انکی حق کی جنکو اسکا　سلام

من لم یبلغهم سلامه والسنة ان یسلم الراکب علی الماشی والماشی علی القاعد والصغیر علی الکبیر والقلیل
نہین پہنچا باقی ہی اور مسنون یہہ ہی کہ سوار پیادہ کو سلام کری　اور چلتا ہوا بیٹہی کو　اور چہوٹا بڑی کو　اور چہوٹی جماعت

علی الکثیر ولو خالفوا وسلم الماشی علی الراکب والکثیر علی القلیل والکبیر علی الصغیر لا یکره بل یکون ترکا لما
بڑی جماعت کو اور اگر اسکی خلاف کیا یعنی پیادہ نی سوار کو سلام کیا یا بڑی جماعت نی چہوٹی جماعت کو اور بڑی نی چہوٹی کو تو مکروہ نہین ہی مگر ایسا حق ترک کیا

یستحقه من سلام غیره علیه ومن مر علی قارئ القرآن لا ینبغی ان یسلم علیه کیلا یشغله عن القراءة فان
کہ دوسرا اسکو سلام کرتا　اور جو شخص قرآن کی تلاوت کرتی پاس جا پہنچا تو اوسکو سلام کرنا نہین چاہئی تاکہ تلاوت سی نہ روکدی　پہر اگر اسنی

سلم علیه قال بعضهم لا یجب علیه الرد وقال بعضهم یجب وهو اختیار فقیه ابی اللیث ومن مر علی من اتی
سلام کیا تو بعضی کہتی ہین اوسپر جواب واجب نہین ہی اور بعضی کہتی ہین واجب ہی فقیہ ابو اللیث نی　یہہ ہی اختیار کیا ہی اور جو شخص ایسی پاس پہنچا

الخلاء وهو یتغوط او یبول ینبغی له ان لا یسلم علیه فی هذه الحالة فان سلم علیه قال ابو حنیفة رحمه الله یرد علیه بقلبه
جو بیت الخلا مین پاخانہ پہرتا ہی یا پیشاب کرتا ہی تو چاہئی کہ اس حالت مین اوس سی سلام علیک نکری پہر اگر اوسپر سلام علیک کی تو ابو حنیفہ کہتی ہین کہ دل سی جواب

لا بلسانه وقال ابو یوسف لا یرد علیه بقلبه ولا بلسانه ولا بعد الفراغ ایضا وقال محمد یرد علیه بعد الفراغ
دی زبان سی نہ بولی اور ابو یوسف کہتی ہین نہ دل سی جواب دی نہ زبان سی اور نہ بعد فراغت کی　اور امام محمد کہتی ہین فارغ ہو کر جواب دی اور

لا یسلم علی احد وقت الخطبة فان سلم والخطیب فی الخطبة لا یجب الرد علی السامع ومن کان جالسا مع قوم
خطبہ کی وقت کسی سی سلام علیک نکری پہر اگر سلام کیا اور خطیب خطبہ مین ہو تو سننی والی پر جواب واجب نہین ہی اور جو شخص ایک جماعت مین بیٹہا ہوا تہا

ثم قام للذهاب فالسنة ان یسلم علیهم لما روی عن ابی هریرة انه علیه السلام قال اذا انتهی احدکم الی المجلس فلیسلم
پہر جانی لگا تو سنت یہہ ہی کہ وہ ہی اونکو سلام کری کیونکہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب کوئی مجلس مین آوی تو سلام کری

فاذا اراد ان یقوم فلیسلم فلیست الاولی باحق من الاخری قال الامام النووی ظاهر هذا الحدیث یقتضی ان یجب علی
پہر اگر کہڑا ہووی تو سلام کری سو پہلی جماعت بڑی حق دار نہین ہی دوسری سی امام نووی کہتی ہین ظاہر اس حدیث کا یون چاہتا ہی کہ جماعت کی

الجماعة رد السلام علی هذا الذی سلم علیهم وفارقهم وقال بعض العلماء جرت عادة بعض الناس بالسلام عند
ذمہ جواب سلام کا اس شخص پر واجب ہی جسنی سلام کیا تہا اور جدا ہوا ہی اور بعضی علماء کہتی ہین بعضی لوگون کو سلام کرنیکی عادت پڑی ہوئی ہی

مفارقة القوم وذلک دعاء یستحب له الجواب لان السلام انما یکون عند اللقاء لا عند الانصراف وانکر هذا القول
جب جماعت سی جدا ہوں اور یہہ دعا ہی اوسکی لئی جواب مستحب ہی اصلی کہ سلام ملاقات کی وقت ہوتا ہی جدا ہوتی نہین ہوتا　اور امام ابو بکر شاشی

الامام ابو بكر الشافعي وقال هذا القول فاسد لان السلام كما كان سنة عند اللقاء كذلك هو سنة عند الافتراق
اور جاتے وقت بھی . اکثر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہہ بات غلط ہے اسلئے کہ سلام جیسے ملتے وقت سنت ہے ویسے ہی جدا ہوتے ہوئے سنت ہے
على ما دل عليه الحديث السابق ومن كتب كتابا وكتب فيه سلاما على احد او ارسل اليه سلاما بالرسول فبلغه
چنانچہ یہہ حدیث سابق دلالت کرتی ہے اور اگر کسی نے خط لکھا اور اوسمیں کسیکو سلام کہدیا یا کسیکو سلام زبانی رسول کی کہلا بھیجا پھر وہ کسی پاس
الكتاب او الرسالة يجب عليه الرد على الفور لان السلام على الغائب لا يكون الا بالرسالة او بالكتاب فعليه ان يرد بمثله
خط یا زبانی سلام پہنچا تو اوسپر فورًا جواب واجب ہے اسلئے کہ سلام غائب پر نہیں ہوسکتا مگر زبانی رسول کی یا خط میں سو اوسپر لازم ہے کہ ویسا ہی جواب دے
او باحسن منه لكن ينبغي ان يعلم ان من بلغ الغير سلام احد ينبغي لذلك الغير ان يرد عليهما ويقول عليك
یا اوس سے بہتر لیکن سمجھا چاہئے کہ جسنے کسی غیر کو کسیکا سلام پہنچایا تو اوس غیر کو لازم ہے کہ سلام کا جواب دونو کو دے اسطور علیک
وعليه السلام لما روي ان رجلا قال للنبي عليه السلام ان ابي يقرئك السلام فقال النبي عليه السلام عليك
وعلیہ السلام اسلئے کہ روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرا باپ آپکو سلام کہتا ہے سو نبی علیہ السلام نے فرمایا تجھپر
وعلى ابيك السلام ومن سلم على احد ثم لقيه ثانيا او رآه ثانيا يستحب له ان يسلم عليه ثانيا لما روي انه عليه السلام
اور تیرے باپ پر سلام اور اگر کسی نے کسیکو سلام کیا پھر اوس سے دوبارہ ملگیا یا دوبارہ دیکھا تو مستحب ہے کہ اوسکو دوبارہ سلام کرے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام
كان اذا دخل المسجد يسلم على اصحابه ثم اذا صعد المنبر واقبل عليهم يسلم عليهم ثانيا وروي عن ابي هريرة انه عليه السلام
جب مسجد میں آتے تو اپنے اصحاب سے سلام علیک کرتے پھر جب منبر پر چڑھکر اونکی آمنا سامنی ہوتی تو دوبارہ سلام علیک کرتے اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام
قال اذا لقي احدكم اخاه فليسلم عليه فان حالت بينهما شجرة او جدار او حجر ثم لقيه فليسلم عليه وكان اصحاب رسول
نے فرمایا جب کوئی تم میں سے اپنے بھائی سے ملے تو سلام کرے پھر اون دونوں کے بیچ میں اگر درخت یا دیوار یا پتھر آجاوے اور پھر ملے تو سلام کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
الله عليه السلام اذا ساروا في طريق فاستقبلهم شجرة فاجتازوها يسلم بعضهم على بعض واذا التقى الاثنان
وسلم کے اصحاب جب رستہ چلتے اور اونکے سامنے درخت آجاتا تو اوس سے بڑھکر آپسمیں سلام کیا کرتے اور جب دو شخص ملیں
وقال كل واحد منهما للاخر دفعة او على الترتيب السلام عليكم قيل يصير كل واحد منهما مسلما على الاخر ولا يقوم ذلك
اور ہر ایک دونوں میں سے دفعۃً یا بترتیب سلام علیک کرے کہتے ہیں کہ دونوں کی طرف سے سلام علیک ہوجاتی ہے اور یہہ سلام جواب کی جگہ
مقام الرد بل يجب على كل واحد منهما الرد والصواب على ما ذكره النووي ان سلام احدهما ان كان بعد سلام الاخر
نہیں ہوگا بلکہ دونوں پر جواب واجب ہے اور صواب موافق ذکر نووی کی یہہ ہے کہ ایک کا سلام اگر بعد دوسرے کی سلام کے ہے
يكون ردا لكونه بهذا اللفظ صالحا للرد والا فلا ومن لقي احدا فقال له ابتداء عليكم السلام لا يكون ذلك سلاما
تو جواب ہوجاتا ہے کیونکہ یہہ لفظ قابل جواب کی ہے اور نہیں تو نہیں اور اگر کوئی کسی سے ملے اور پہلے آتا کہا علیکم السلام تو یہہ عبارت سلام نہیں ہوتی
حتى لا يستحق الرد لان هذه الصيغة مشروعة للرد لا للابتداء فلا تقوم مقام السلام على الاحياء بل هي تحية
یہاں تک کہ وہ مستحق جواب کا نہیں کیونکہ یہہ عبارت شرع میں جواب کے واسطے مقرر ہے ابتدا کے واسطے نہیں ہے سو زندوں پر سلام کی قائم مقام نہوگی بلکہ یہہ سلام
الموتى على ما روي ان رجلا اتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال عليك السلام يا رسول الله فقال النبي عليه السلام لا تقل
مردوں کا ہے موافق اس روایت کی کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس آکر کہا علیک السلام یا رسول اللہ سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیک السلام
عليك السلام عليك السلام تحية الموتى فانه عليه السلام قد بين في هذا الحديث ان هذه الصيغة ليست
مت کہا کر علیک السلام مردوں کا سلام ہے بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان کر دیا کہ یہہ عبارت اصلی نہیں ہے
مما يسلم بها على الاحياء بل انما يسلم بها على الاموات لان للاحياء وضع لهم في الشرع عند السلام صيغة وعند الرد
کہ زندوں پر سلام کیجئے مگر اس عبارت سے مردوں پر سلام کرتے ہیں کیونکہ شرع میں زندوں کی واسطے سلام کی اور عبارت ہے اور جواب کی واسطے

صیغة فلا یحسن ان یوضع ما وضع للرد موضع السلام واما الاموات فلا رد علیهم فیستوی فی حقهم السلام
اور عبارت سواچاہا نہیں ہی کہ جو عبارت جواب کی لی ہی وہ سلام کی جگہ استعمال کریں اور مردوں پر تو جواب نہیں ہوتا پھر اونکی حق میں سلام

علیهم بالصیغتین لما روی انه علیه السلام کان یسلم علی اهل القبور بقوله السلام علیکم دار قوم مؤمنین
علیک دونوں عبارت سی برابر ہی کیونکہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام اہل قبور پر سلام علیک اس عبارت سی کرتی تہی السلام علیکم ملک قوم مؤمنین کی

ومن سلم علی اصم یستحب له ان یتکلم السلام بلسانه لقدرته علیه ویشیر بیده حتی یحصل الافهام فیستحق
اور جو شخص بہری کو سلام کری تو مستحب ہی کہ سلام زبان سی کہی کیونکہ اسکو قدرت ہی اور ہاتھ سی اشارہ کردی تاکہ وہ سمجھ جاوی اور یہ مستحق جواب کا ہو

الرد ولو لم یجمع بینهما لا یستحق الرد ولو سلم علیه اصم واراد ان یرد علیه یلزمه ان یتکلم الرد بلسانه لقدرته
اور اگر دو بات نکریگا تو مستحق جواب کا نہیں ہی اور اگر بہرہ اسکو سلام کری اور یہ جواب دیا چاہی تو لازم ہی کہ جواب زبانسی دی کیونکہ اسپر قادر ہی

علیه ویشیر بیده لیحصل الافهام ویسقط عنه الرد ولو سلم علی اخرس فاشار الاخرس بیده یسقط عنه الفرض
اور ہاتھ سی اشارہ کردی تاکہ وہ سمجھ جاوی اور اسکی ذمہ سی جواب ادا ہو جاوی اور گونگی کو سلام کیا اور گونگی نی ہاتھ سی اشارہ کردیا تو اوسکی ذمہ سی فرض ادا ہو جاتا ہی

لان اشارته قائمة مقام العبارة ولو سلم علیه الاخرس بالاشارة یستحق الرد والنساء بعضهن مع بعض فی
کیونکہ اوسکا اشارہ قایم مقام بولنی کی ہی اور گونگی نی اشارہ سی اسکو سلام کیا تو وہ مستحق جواب کا ہی اور عورتین عورتین آپسمین سلام علیک کی باب مین

حکم السلام کالرجال واما الرجل اذا سلم علی امرأة فان کانت زوجته او جاریته او کانت من محارمه فعلیها الرد
مانند مردوں کی ہین اور اگر مرد عورت کو سلام کری اگر وہ عورت اوسکی بی بی ہی یا لونڈی ہی یا اوسکی کوئی محرم ہی تو اوسپر جواب دینا لازم ہی

وان کانت اجنبیة شابة لا یجوز لها الرد ویکون الرجل مفرطا فی السلام علیها وکذا المرأة ان سلمت علی رجل فاذا
اور اگر کوئی غیر جوان ہی تو اوسکو جواب دینا جایز نہیں اور وہ مرد اس سلام مین بیجا پر ہی اور ایسی ہی عورت اگر مرد کو سلام کری پہر اگر

کانت زوجته او جاریته او کانت من محارمه او کانت عجوزا لا یخاف منها الفتنة فعلیه الرد وان کانت شابة یمیل
وہ اوسکی جورو یا لونڈی یا اوسکی کوئی محرم ہی یا ایسی بڑھیا ہی کہ اوسپر کچھ خوف فتنہ کا نہیں تو مرد کی ذمہ جواب لازم ہی اور اگر ایسی جوان ہی کہ

الیها النفس یکره له الرد وتکون المرأة مفرطة فی السلام علیه واما الصبیان فالسنة ان یسلم علیهم لما روی عن
نفس کو اوسکی طرف رغبت ہوئی تو جواب دینا مکروہ ہی اور عورت اس سلام مین بیجا پر ہی اور نابالغ بچوں کو سلام کرنا مسنون ہی اسلئی کہ انس سی روایت ہی

انس انه مر علی صبیان فسلم علیهم وقال کان النبی علیه السلام یفعله وفی روایة انه علیه السلام مر علی غلمان
کہ وہ لڑکوں پر گذری تو اونکو سلام کیا اور کہا نبی علیہ السلام یہی کیا کرتی تہی اور ایک روایت مین ہی کہ نبی علیہ السلام لڑکوں کی پاس آگئی

فسلم علیهم ولو سلم صبی علی بالغ فالصحیح وجوب رد سلامه لقوله تعالی واذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منها واما
تو اونکو سلام کیا اور اگر نابالغ لڑکا بالغ کو سلام کری تو صحیح یوں ہی کہ جواب دینا واجب ہی بدلیل اس آیت کی اور جب تمکو دعا دیوی کوئی تو تم بہی دعا دو اوس سی بہتر

المبتدعة ومن اقترف ذنبا عظیما ولم یتب منه فینبغی ان لا یسلم علیهم ولا یرد سلامهم قال البزازی یسلم علی لاعب
اور بدعتی لوگ اور جو جو بڑی گناہ کرتی ہین اور اوس گناہ سی توبہ نہیں کرتی تو سزاوار ہی کہ اونکو سلام نکری اور نہ انکی سلام کا جواب دی بزازی کہتا ہی کہ امام کی

الشطرنج عند الامام لیشغله عن ساعة الرد لا عندهما لان المجاهر بالفسق فی معتقده ولو مجتهدا لا یستحق الاکرام
نزدیک شطرنج باز کو سلام کرلی تاکہ دم بہر جواب دیتا ہوا شطرنج سی باز رہی صاحبین کی نزدیک سلام نکری اسلئی کہ فاسق علی الاعلان اپنی معتقد مین اگرچہ اجتہاد سی

وقال النووی فمن اضطر الی السلام علی الظلمة اذا دخل علیهم وخاف ان یترتب علیه فی دینه ودنیاه ضرر ان لم یسلم
ہو سزاوار عزت کا نہیں ہی اور نووی کہتا ہی جو شخص ظالموں کو سلام کرنی مین لاچار ہو جب اونکی پاس جاوی اور یہ ڈر ہو کہ اگر اونکو سلام نہیں کرتا تو دین کا یا دنیا کا

علیهم یسلم علیهم وینوی ان السلام اسم من اسماء الله تعالی لیکون المعنی ان الله علیکم رقیب فیجازیکم بما
تو اونکو سلام کرلی اور یہ نیت کرلی کہ سلام اللہ کا نام ہی تاکہ یہ معنی ہو جاوین کہ اللہ تمہاری اوپر نگہبان ہی سو تمکو تمہاری لایق سزا دیوینگا

بہتر

نقصان ہوگی

تستحقون واما اهل الذمة فيكره للمسلم ان يسلم عليهم ابتداءً لما روى عن ابي هريرة انه عليه السلام

اور ذمی لوگ سو مسلم کو مکروہ ہی کہ اونکو پہلی سلام کری کیونکہ ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

قال لا تبدءوا اليهود والنصارى بالسلام قال قاضيخان في فتاواه هذا اذا لم يكن للمسلم حاجة اليه واما

کہ یہود اور نصاری کو پہلی سلام مت کرو قاضیخان اپنی فتاوی مین کہتا ہی یہہ اوس صورت مین ہی کہ مسلمان کی اگر کوئی غرض نہ انکی ہو

اذا كانت فلا باس ان يسلم عليه ومن سلم على من لم يعرفه فبان انه ذمي يستحب له ان يسترد سلامه فيقول

اور اگر کوئی غرض ہی تو سلام کرنیمین کچھہ ڈر نہین ہی اور اگر کسینی کسی نا واقف کو سلام کیا پھر معلوم ہوا کہ وہ ذمی ہی تو اوسکو مستحب ہی کہ اپنا سلام پھیر لے یون کہی

ردّ على سلامي لما روى ان عبد الله بن عمر سلم على رجل فقيل له انه يهودي فتبعه فقال له ردّ علي سلامي

ہٹا دی میرا اسلام کیونکہ روایت ہی کہ عبد اللہ بن عمر نی ایک شخص کو سلام کیا پھر کسی نی کہا یہہ تو یہودی ہی پھر عبد اللہ نی اوسکی پیچھی جا کر کہا میرا سلام ہٹا دی

واذا سلم ذمي على مسلم ينبغي للمسلم ان لا يزيد في الرد عليه على قوله عليك لما روي عن انس انه عليه السلام

اور اگر ذمی مسلمان کو سلام کری تو مسلمان کو چاہئی کہ جواب مین اس سی کچھہ زیادہ نہ کہی اتنا ہی کہی علیک کیونکہ انس سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

قال اذا سلم عليكم اهل الكتاب فقولوا وعليكم قال الخطابي هكذا يرويه عامة المحدثين وعليكم بالواو وكان

جب اہل کتاب تمکو سلام کرین تو کہو وعلیکم خطابی کہتا ہی کہ عام محدث یہہ ہی روایت کرتی ہین وعلیکم واو سمیت اور

سفيان بن عيينة يرويه عليكم بغير الواو وهو الصواب اذ بغير الواو يصير ما قالوه بعينه مردودا عليهم وبالواو

سفیان بن عیینہ علیکم روایت کرتا ہی بدون واو کی اور حق یہہ ہی ہی اسواسطی کہ بدون واو کی جو اہل کتاب کہتی ہین بعینہ وہ ہی اونپر مردود ہوگا اور واو

يقع الاشتراك معهم والدخول فيما قالوه لان الواو حرف عطف يجمع بين الشيئين وقال النووي اتفقوا على لزوم الرد

سی اونکی ساتھہ شرکت اور جو اونہون نی کہا ہی اسمین شامل ہونا ہو ویگا اسلئی کہ واو حرف عطف کا ہی دو شئی کو جمع کر دیتا ہی اور نووی کہتا ہی سب علما متفق ہین

على اهل الكتاب لكن لا يذكر السلام بل يردونه بان يقال وعليكم بالواو وعليكم بدونها اذ قد جاءت الاحاديث

کہ اہل کتاب کا جواب دینا لازم ہی لیکن سلام کو ذکر نہ کری بلکہ رد سلام کی واسطی کہی وعلیکم واو سی وعلیکم بدون واو کی اسلئی کہ حدیثین واو کی ساتھہ بھی

باثبات الواو وحذفها واثباتها اكثر فعلى هذا يكون في معناها وجهان احدهما كونها للعطف والتشريك لانهم

آئی ہین اور بدون واو کی بھی اور واو کی ساتھہ زیادہ ہین اس آنکی معنی دو طرح پر ہین ایک تو یہہ کہ واو عاطفہ ہو اور شرکت کی لئی کیونکہ

كانوا يقولون للمسلمين السام عليكم وقد فسر السام بالموت فيكون المعنى نحن وانتم فيه سواء كلنا نموت والثاني كونها

وہ لوگ مسلمانون کو یہہ کہا کرتی تہی السام علیکم اور سام کی معنی موت کی ہی اب یہہ مراد ہوئی ہم اور تم موت مین برابر ہین ہم سب مرجاوینگی اور دوسری یہہ

للاستئناف لا للعطف والتشريك فيكون المعنى ونحن نقول عليكم ما قلتم او نستحقونه او ما تريدون بنا وقيل اذا

کہ واو استیناف کا ہو اور شرکت کا نہو اب یہہ مراد ہوگی اور ہم ہی کہتی ہین تمپر ہی جو تم کہتی ہو یا جسکی تم لایق ہو یا جو تم ہماری ساتھہ ارادہ کرتی ہو اور کوئی

لم يكن منهم تعريض بالدعاء علينا يكون اثبات الواو في الرد عليهم دعاء لهم بالاسلام لكونه مدار السلامة في الدارين

کہتا ہی اگر وہ نیت مین ہمپر بد دعا کرتی ہون تو جواب مین واو کی ہونی سی اونکی لئی اسلام کی دعا ہو گی کیونکہ دارین مین یہہ ہی سبب سلامتی کا ہی

المجلس الخامس والثمانون في بيان هجران اخيه المسلم فوق ثلثة ايام قال رسول الله صلى الله عليه

پچاسی مجلس بیان مین برادر مسلمان کو چھوڑ دینی مین زیادہ تین روز سی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا

وسلم لا يحل لرجل ان يهجر اخاه فوق ثلث ليال يلتقيان فيعرض هذا ويعرض هذا وخيرهما الذي يبدأ بالسلام

حلال نہین ہی کسیکو کہ اپنی بہائی کو زیادہ تین رات سی چھوڑ دی کہ جب ملین تو یہہ ادہر کو منہ پھیر دی اور وہ ادہر کو اور ان مین اچھا وہ ہی جو پہلی سلام کری

هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه سعد بن ابي وقاص وهو بمنطوقه يدل على حرمة هجران المسلم اكثر من

یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین ہی سعد بن ابی وقاص کی روایت سی اسکا منطوق دلالت کرتا ہی کہ چھوڑ دینا مسلم کا زیادہ

ثلثة ايام واما جواز هجرانه ثلثة ايام فانما يدل عليه بمفهومه لا بمنطوقه فمن التزم حجية المفهوم جاز له
تین روز سے زیادہ حرام ہے اور تین دن تک چھوڑ دینا جائز ہونا اسکے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے منطوق سے نہیں معلوم ہوتا پھر جو شخص مفہوم کو حجت مانتا ہے اوسکو
ان يقول ان الادمي مجبول على الغضب وسوء الخلق فرخص له في الثلث لقلتها حتى يذهب عنه ذلك الغضب
جائز ہے کہ کہے بیشک آدمی کو غضب خلق کی عادت ہے سو آپ نے تین دن کی اجازت دی کیونکہ مدت قلیل ہے تاکہ اوسکا غصہ اوتر جاوے
ولم يرخص له فيما فوق ذلك لكثرته فقوله عليه السلام يلتقيان فيعرض هذا ويعرض هذا بيان لكيفية هجرانهما
اور اس سے زیادہ کی اجازت نہیں دی پھر مدت زیادہ ہے اب یہہ جملہ حدیث کا کہ ملتے ہیں پھر یہہ ادہر ہو جاتا ہے اور وہ ادہر یہہ چھوڑ دینے کی کیفیت کا بیان ہے
وقوله وخيرهما الذي يبدأ بالسلام حث على ترك الهجران فانه يزول بالسلام على ما ذهب اليه الجمهور وتخصيص
اور یہہ جملہ کہ ان میں اچہا وہ ہے جو پہلے سلام کرے رغبت ہے جدائی کی ترک پر کیونکہ موافق مذہب جمہور کی جدائی سلام سے جاتی رہتی ہے اور خاص
الاخ بالذكر يشعر بالعلية والمراد به الاخ في الدين دون القرابة بدليل قوله عليه السلام في حديث اخر لا يحل
اخ کو ذکر کرنا تعلیلا معلوم ہوتا ہے اور اس سے مراد دینی برادر ہے قرابت کا مراد نہیں بدلیل ارشاد نبی علیہ السلام کی ایک اور حدیث میں کہ مسلم کو
لمسلم ان يهجر مسلما فوق ثلث ليال فانهما ناكبان عن الحق ما داما على صرامهما واولهما فيا يكون سبقته بالفئ كفارة له
حلال نہیں ہے کہ مسلم کو زیادہ تین رات سے چھوڑ رکہے بیشک یہہ دونوں جبتک لڑتے رہیں حق سے پھرے ہوے ہیں اور ان میں سے پہلے باز آنے والے کو اوسکی سبقت ہی کفارہ ہے
وروي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال تفتح ابواب الجنة يوم الاثنين ويوم الخميس فيغفر لكل عبد لا يشرك بالله
اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا پیر کو اور جمعرات کو جنت کے دروازے کہلتے ہیں پہر ہر ایک بندہ کو اللہ کے ساتھ کچہہ شریک نہ کرتا ہو بخشا
شيئا الا رجل كانت بينه وبين اخيه شحناء فيقال انظروا هذين حتى يصطلحا وفي رواية انه عليه السلام قال تعرض
جاتا ہے سوای اوس شخص کے کہ اوسمیں اور اوسکے بہائی میں کینہ ہو پہر حکم ہوتا ہے ان دونوں کو رہنے دو جبتک آپسمیں صلح کریں اور ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا
اعمال الناس في كل جمعة مرتين يوم الاثنين ويوم الخميس فيغفر لكل عبد مؤمن الا عبدا بينه وبين اخيه شحناء
کہ ہر ہفتہ میں لوگوں کے اعمال دو بار پیش ہوتے ہیں پیر کے دن اور جمعرات کے دن سو ہر ایک بندہ مؤمن بخشا جاتا ہے مگر وہ بندہ کہ اوسمیں اور اوسکے بہائی میں کینہ
فيقال اتركوا هذين حتى يفيئا والمراد بالجمعة ايام الاسبوع بدليل انه عليه السلام بينها بقوله يوم الاثنين
حکم ہوتا ہے انکو رہنے دو جبتک ملاقات کرلیں اور مراد جمعہ سے ہفتہ کی ایام ہیں اس دلیل سے کہ نبی علیہ السلام نے اسکو پیر کے دن اور
ويوم الخميس على طريق التعبير عن الشئ باخر جزئه والشحناء العداوة والمعنى اتركوا مغفرتهما حتى يرجعا من
جمعرات کے دن سے تعبیر کیا جسطور ایک شے کا آخر جزو بیان کرتے ہیں اور شحناء کے معنی دشمنی کے ہیں اور معنی جملہ کے یہہ ہیں چھوڑ دو انکی بخشش کو جبتک
العداوة الى الصداقة لان الاخوة الدينية تقتضي الصداقة وتنافي العداوة فان المؤمنين اخوة من حيث انهم
وہ دشمنی سے دوستی کیطرف آویں اسواسطے کہ دینی برادری دوستی کا تقاضا کرتی ہے اور عداوت کے برخلاف ہے کیونکہ تمام مؤمن بہائی ہوتے ہیں اسواسطے کہ وہ
ينتسبون الى اصل واحد هو الايمان الموجب للحيوة الباقية كما ان الاخوة من النسب ينتسبون الى اصل واحد هو
ایک اصل سے نسبت رکہتے ہیں یعنی ایمان سے جس سے دائمی زندگی ہوتی ہے جیسے نسبی برادر ایک اصل سے منسوب ہوتے ہیں یعنی
الاب الموجب للحيوة الفانية فالاخوة الدينية اقوى من الاخوة النسبية لان الاخوة النسبية اذا خلت عن الاخوة
باپ سے جس سے حیات فانیہ ہوتی ہے سو دینی برادری نسبی برادری سے بہت قوی ہوتی ہے اسلئے کہ نسبی برادری جب دینی برادری بغیر ہوتی
الدينية لا تعتبر الا ترى ان المسلم اذا مات وكان له اخ كافر يكون ماله للمسلمين لا لاخيه الكافر فعلى هذا يجب
ہے تو اسکا کچہ اعتبار نہیں ہوتا دیکہنا نہیں کہ مسلمان اگر مرجاوے اور اسکا بہائی کافر موجود ہو تو اوس مسلم کا مال مسلمانوں کو ملیگا کافر بہائی کو نہیں ملیگا اس پر
على المسلمين ان يتركوا ما ينافي الاخوة الدينية الموجبة للصداقة والمزيلة للعداوة لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام
مسلمانوں پر واجب ہے کہ مخالفات دینی برادری کو ترک کریں جو دوستی کو واجب اور دشمنی دور کرتی ہے کیونکہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے

قال لا يحل لمسلم ان يهجر اخاه فوق ثلث فمن هجر فوق ثلث فمات دخل النار يعني انه استحق ان يدخل النار لانه

فرمایا مسلم کو حلال نہیں ہی کہ اپنی بھائی کو تین دن سی زیادہ چھوڑ دی اور جس نی تین دن سی زیادہ چھوڑ رکھا پہر وہ مرگیا تو دوزخ میں جاویگا مراد یہ ہی کہ اوس

مات عاصيا غير تائب وذلك يستدعي ان يكون من اهل النار هذا اذا كان الهجران لامر دنيوي كالتقصير في

کیونکہ گنہگار بی توبہ مرا ہی اس سی لازم آتا ہی کہ دوزخی ہو دی یہہ اوس صورت میں ہی کہ یہہ ترک ملاقات دنیاوی سبب سی ہو

حقوق الصحبة والعشرة واما اذا كان في حق الدين لفسق ومعصية فالزيادة على الثلث مشروع فان هجران

جیسی حقوق صحبت اور عشرت کی ادا کرنی میں قصور اور اگر بسبب حق دینی کی ہو جیسی فسق اور معصیت تو تین دن سی زیادہ بہی جایز ہی کیونکہ گنہگاروں کا

اهل العصيان يجوز الى ان يزول عنهم ذلك العصيان ويظهر توبتهم لانه من قبيل الامر بالمعروف والنهي عن المنكر وقد

ترک کرنا جایز ہی جبتک کہ وہ گنہگاری ترک کریں اور انکی توبہ ظاہر ہووی کیونکہ یہہ عمل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں داخل ہی اور

قال الله تعالى لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الاخر يوادون من حاد الله ورسوله ولو كانوا اباءهم

الله تعالی فرماتا ہی تو نہ دیکھیگا کوئی لوگ جو یقین رکھتی ہوں اللہ پر اور پچھلی دن پر پہر دوستی کریں ایسوں سی جو مخالف ہوئی اللہ کی اور اوسکی رسول کی گرچہ

وابناءهم او اخوانهم او عشيرتهم فدلت هذه الاية على ان من يرتكب المعاصي والمنكرات يجب هجره

اپنی باپ یا اپنی بیٹی یا اپنی بھائی یا اپنی گھرانی والی ہوں اس آیت سی معلوم ہوتا ہی کہ معاصی اور منکرات پر عمل کرنیوالی کی ترک ملاقات واجب ہی

وان كان من الاقرباء لا سيما في حق من ظلم الغير وعصى الله تعالى به فان عدم الاعراض عنه احسان

گرچہ سگا سو دہر ہو خاص کر ایسی کی ملاقات جو غیر پر ظلم اور خدا کی نافرمانی کرتا ہو کیونکہ ایسی شخص سی اعراض نکرنا گویا اوسپر احسان ہی

اليه فلا يحسن الاحسان اليه لان الاحسان اليه اساءة للمظلوم وحق المظلوم اولى بالمراعاة وتقوية

سو ایسی پر احسان کرنا اچھا نہیں ہی کیونکہ احسان ظالم کی ساتھ بدی ہی مظلوم کی اور رعایت مظلوم کی حق کی اولی ہوتی ہی اور مظلوم کا دل

قلبه بالاعراض عن الظالم احب الى الله تعالى من تقوية قلب الظالم وقد هجر النبي عليه السلام الثلثة الذين

قوی کرنا ظالم سی منہ پھیر کر اللہ کو بہت محبوب ہی ظالم کا دل قوی کرنی سی اور بیشک نبی علیہ السلام نی تین شخصوں کو جو

تخلفوا عن غزوة تبوك ولم يكلمهم خمسين يوما وامر الناس بهجرهم حتى انزل الله تعالى توبتهم وروي انه

جنگ تبوک سی بیٹھ رہی تھی چھوڑ دیا تھا اور پچاس روز تک اونسی نہیں بولی تھی اور لوگونسی فرمایا تھا کہ انکو چھوڑ دو یہاں تک کہ اللہ تعالی نی انکی توبہ قبول کی

عليه السلام لما اعتل بعير صفية قال لزينب اعطيها بعيرا وكان عندها فضل بعير فقالت انا اعطي تلك

اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی جب صفیہ کا اونٹ بیمار ہوگیا تھا تو زینب سی کہا تو اوسکو اونٹ دیدی اور اوسکی پاس بڑہتی اونٹ تہا سو زینب نی عرض کیا

اليهودية فغضب النبي عليه السلام فهجرها ذا الحجة والمحرم وبعض صفر قيل لم يوجد في السنة مدة الهجر اكثر

میں اوس یہودیہ کو دونگی پہر نبی علیہ السلام غضبناک ہوئی اور اوسکو تمام ذالحجہ اور تمام محرم اور چند روز صفر کی چھوڑ رکھا کہتی ہیں کہ اس سی زیادہ مدت ترک کی سنت میں

من ذلك لكن قد وجد من السلف من هجر اخاه المسلم في امر مكروه من امور الدين السنة والسنتين ومنهم من

نہیں ملتی لیکن بعضی متقدمین ایسی گذری ہیں کہ اپنی بھائی مسلمان کو بسبب امر مکروہ دینی کی ایک برس اور دو برس چھوڑ رکھا ہی اور بعضی ایسی ہیں

هجر صاحبه في ذلك مدة عمره وراوا انفسهم في فسحة من ذلك ما لم يرجع المهجور عما ارتكب وكان الامام احمد ممن

کہ اپنی صاحب یعنی مسلم کو اسی بابت تمام عمر چھوڑ رکھا ہی اور اپنی تئیں اس باب میں بی قصور جانتی تہی جبتک کہ وہ مہجور اوس عمل کی نہ باز آیا اور امام احمد بہی اون میں

هجر اهل المعاصي ومن يقارن الافعال الردية فانه هجر بعض صحابه ممن كان يتعلم منه وكان يتردد اليه ولا

کو اور جو کہ افعال ناکارہ کرتا چھوڑ دیا کرتی تہی بیشک انہوں نی ایک شاگرد کو جو اونسی پڑہتا تہا چھوڑ دیا تہا وہ آتا جاتا تہا پر

يكلمه فلم يزل يسئله عن تغير حاله ولا يذكره حتى قال له يوما بلغني انك طينت حائط دارك من جانب الشارع

بات نکرتی تہی وہ ہمیشہ پوچھتا رہتا کہ آپ کیوں بیزار ہیں اور وہ کچھ نہ کہتی آخر ایک روز یہہ کہا میں نی سنا ہی کہ تو نی اپنی گھر کی دیوار شارع عام کی

فقد اخذت قد رسمك الطين من شارع المسلمين فلا نصلح لتعلم العلم وهجر ابن عمر ابناله الى ان مات واصل
طرف سی لیپی ہی سو تو نی برابر دل گاری کی مسلمانون کی شارع عام مین سی لیلیا تو اب علم سکہانی کی نہین ہی اور ابن عمر نی اپنی بیٹی کو مرتی دم تک سلام چھوڑ دی رکہا اور

ذلك ان من وقف على منكر ولم يستطع ان ينكره بيده ولسانه وامكنه ان يظهر دلائل الانكار يلزمه ذلك
اصل اسکی یہہ ہی کہ جسکو کوئی امر بد معلوم ہوا اور ہاتھ اور زبان سی منع نہین کر سکتا اور یہہ ہو سکتا ہی کہ بیزاری کی علامات ظاہر کری تو اوسکو یہہ ہی لازم ہی

اذ لا ينبغي للمؤمن ان يترك احدا على منكر لقرابته او لصداقته ومودته فان صداقته ومودته يوجب له ان
اسلئے کہ مؤمن کو یہہ اچہا نہین ہی کہ کسیکو امر منکر پر بسبب لحاظ قرابت یا صداقت اور مودت کی رہنی دی کیونکہ صداقت اور مودت کا تو حق یہہ ہی کہ اوسکو

ينظر اليه بنظر الرحمة ويرى اقدامه على المنكر مصيبة على نفسه ويكون مغتما حزينا من تعرضه لعقاب
نظر رحمت سی دیکہی اور اوسکی منکر مین مبتلا ہونی کو اپنی حال پر مصیبت سمجہی اور غمگین اور حزین ہووی کہ یہہ اب عذاب الہی مین

الله تعالى ويقصد تخليصه منه بالانكار عليه اذ ليس من مقتضى الرحمة له ترك الانكار عليه وعدم التعرض
گرفتار ہوا اور بیزار ہو کر اوسکی بچانی کا قصد کری مقتضی رحمت کا یہہ نہین ہی کہ اوس سی بیزار نہو اور اوسکو منع نکری

له بل من كمال الرحمة له الانكار عليه ورده الى المنهج القويم والصراط المستقيم والا انقلب صداقته
بلکہ یہہ بیزاری اور طریق درست اور راہ راست پر لانا اوسکی حق مین کمال رحمت ہی اور نہین تو قیامت کی دن یہہ ہی دوستی

عداوة يوم القيمة كما اخبر الله تعالى عن ذلك وقال الاخلاء يومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقين فان كل
دشمنی ہو جاویگی چنانچہ اللہ تعالی اسکی خبر دیتا ہی فرماتا ہی جتنی دوست ہین اوس دن دشمن ہونگی مگر جو ہین ڈر والی بیشک ہر

واحد من الاخلاء الغير المتقين يقول في ذلك اليوم يا ويلتى ليتني لم اتخذ فلانا خليلا ليت بيني وبينه بعد المشرقين
یک دوست نا پرہیزگار اوس روز کہیگا خرابی میری کاشکی مین فلانی کو دوست نکرتا کاشکی میری اور اوسکی بیچ مین مسافت مشرقین کی

فصديق الانسان من يسعى في عمارة اخرته وان كان فيه ضرر الدنيا وعدوه من يسعى في خسارة اخرته وان
ہوتی پس آدمی کا دوست وہ ہی ہی جو آخرت کی درستی مین کوشش کری اگرچہ اسمین دنیا کا نقصان ہووی اور دشمن وہ ہی جو آخرت کو خراب کر دی اگرچہ

كان فيه نفع لدنياه وقد قال الله تعالى وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان ولا شك ان من
اوسمین دنیا کا فائدہ ہو اور اللہ تعالی فرماتا ہی مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نکرو گناہ پر اور زیادتی پر اور بیشک جسنی

راى اخاه المسلم على منكر ولم ينهه عنه فقد اعانه عليه بالتخلية بينه وبين ذلك المنكر وعدم الاعتراض عليه
کسی برادر مسلمان کو برائی کا رپر متوجہ دیکہا اور منع نکیا تو بیشک اوسکی امداد کی کہ اوسکو منکر پر قایم رکہا اور اعتراض نکیا

وروى عن ابي هريرة ان رجلا يتعلق برجل يوم القيمة وهو لا يعرفه فيقول له مالك تتعلق بي وما رايتك قط فيقول
اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ ایک شخص ایک شخص کا قیامت کی روز دامنگیر ہوگا اور وہ اوسکو پہچانتا نہوگا وہ کہیگا تو کون ہی مجکو پکڑتا ہی مین نی تجکو

بلى قد رايتني يوما على منكر فلم تغيره وروى عن ابن عمر ان رجلا يؤمر به الى النار ويؤمر بجلسائه ايضا فيقولون
کبہی نہین دیکہا وہ کہیگا ہان تو نی بیشک مجکو ایک روز منکر پر دیکہا اور منع نکیا اور ابن عمر سی روایت ہی کہ ایک کو دوزخ کا حکم ہوگا اور اوسکی ہمنشینون کو بہی سو وہ عرض کرینگی

مالنا فيقال لهم اكنتم تامرونه اكنتم تنهونه فيقولون لا فيقال اذهبوا به الى النار وهذا امر خطر قلما يقع السلامة
ہمنی کیا خطا کی جواب ہوگا کیا تم اوسکو امر کرتی تہی کیا تم اوسکو منع کرتی تہی وہ کہینگی نہین پہر حکم ہوگا کہ اوسکی ساتہ ہمنشینون کو دوزخ میں لیجاؤ یہہ بات بڑی مشکل ہی

عنه لان كثيرا من المنكرات تظهر في كل زمان فلا تغير بل يقع السكوت عنها لاستيناس النفوس بها ولذلك قال النبي عم
اس سی کم بچا جاتا ہی اسلئی کہ ہر زمانہ مین منکرات کی کثرت ہی اور ممانعت نہین ہوتی بلکہ چپ ہو رہتی ہین کیونکہ نفسونکو منکرات کی محبت ہی اسی لئی نبی علیہ السلام

في حديث رواه ابو سعيد لا تصاحب الا مؤمنا ولا ياكل طعامك الا تقي فانه عليه السلام حذر المؤمن في هذا الحديث
نی فرمایا ایک حدیث مین کہ ابو سعید کی روایت سی ہی پاس مت بیٹہہ سوا مؤمن کی اور کہانا مت دی مگر پرہیزگار کو بیشک نبی علیہ السلام نی اس حدیث مین مؤمن کو

عن مصاحبة من لیس بتقی وعن مخالطته لان الصحبة والمخالطة ترقع الالفة والمحبة فی القلب فیلزم ان یکون

ناپرہیزگار کی پاس بیٹھنی اور ملنی جلنی سی منع کیا ہی کیونکہ پاس بیٹھنی اور ملنی جلنی سی دلمین الفت اور محبت پیدا ہوجاتی ہی پہر ضروری کہ وہی ہو

کما قال النبی علیه السلام فی حدیث رواه ابو هریرة یحشر المرء علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل یعنی ان من

جونبی علیه السلام نی فرمایا اوس حدیث مین جو ابوہریرہ روایت کرتی ہین آدمی دوست کی دین پراوٹہیگا اب سب خیال کرلین کسکو دوست بناتا ہی یعنی جو

یرید ان یعرف حال نفسه فلینظر الی صدیقه فان کان صدیقه صالحا فهو من الصلحین وان کان صدیقه

کوئی اپنا حال دریافت کیا چاہی تو اپنی دوست کو دیکہ لی پہر اگر اوسکا دوست صالح ہی تو وہ بہی صالح ہی اور اگر اوسکا دوست

فاسقا فهو من الفاسقین لکون الطباع مجبولة علی التشبیه والاقتداء والطبع یسرق من الطبع من حیث لا یدری

فاسق ہی تو وہ بہی فاسق ہی کیونکہ طبیعت کو مشابہت اور پیروی کی عادت ہوتی ہی اور طبیعت طبیعت سی ایسا چرالیتی ہی کہ آدمی کو خبر نہین ہوتی اور

الانسان ومشاهدة المنکر یهون امر المعصیة فی القلب ویذهب نفرته عنها فلا یوجد فیه اضعف الایمان المذکور

منکر کو دیکہتی دیکہتی گناہ دل پر آسان ہوجاتا ہی اور اوسکی نفرت دل سی جاتی رہتی ہی پہر اوسمین ضعیف ایمان بہی نہین بستا جو حدیث مین مذکور ہی

فیما روی عن ابی سعید انه علیه السلام قال من رای منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان

ابوسعید سی روایت ہی کہ نبی علیه السلام نی فرمایا جو شخص منکر کو دیکہی تو ہاتہ سی منع کری اور اگر طاقت نہو تو زبان سی اور اگر

لم یستطع فبقلبه وذلک اضعف الایمان فاذا لم یوجد فیه اضعف الایمان فما نا یرجی ان یوجد فیه المجلس

طاقت نہو تو دل سی بیزار ہو اور یہہ سب سی ضعیف ایمان ہی پہر اگر اوسمین ضعیف ایمان بہی نہو تو پہر کیا توقع ہی کہ اوسمین ایمان ہوگا چہیاسی

السادس والثمانون فی بیان التحذیر من سوء الظن وهی التجسس قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

مجلس ڈرانی کی بیان مین بدگمانی سی کہ وہ تلاش ہی رسول الله صلی الله علیه وسلم نی فرمایا

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تجسسوا هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه ابوهریرة وفیه تحذیر

بچی رہو بدگمانی سی بیشک بدگمانی بڑی جہوٹ بات ہی اور تلاش نکیا کرو یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین ہی ابوہریرہ کی روایت سی اور اسمین

من الظن ونهی عن التجسس اما الظن فهو فی الشریعة قسمان محمود ومذموم والمراد به ههنا ما هو المذموم المسمی

ظن سی ڈراوی ہی اور تلاش سی ممانعت شریعت مین ظن کی دو قسم ہین ایک محمود دوسرا مذموم اور یہان مراد وہ ہی ہی جو مذموم ہی

هو عقد القلب وحکمه علی شخص بالسوء من غیر علامة ظاهرة تقتضی ذلک واما الخواطر وحدیث النفس التی لا یمکن

یعنی دل مین ایک شخص پر برائی کا گمان بدون ظاہر علامت کی جس سی ثابت ہوجاوی ٹہان لینا اور یقین کرلینا اور رہی خطرات اور نفس کی خیالات جو دفع

دفعها فانها اذا لم تستقر ولم تستمر فیعفو عنها لان العبد انما یکلف بما فی وسعه لا بما لیس فی وسعه وحد الظن

نہین ہوسکتی تو وہ اگر جم نہ جاوین اور مستمر نہووین تو معاف ہین کیونکہ بندہ کو وہ ہی تکلیف دی جاتی ہی جو اوس سی ہوسکی وہ نہین ہوتی جو نہو سکی اور بدگمانی

السیء حمل فعل المؤمن علی وجه فاسد مع امکان حمله علی وجه حسن وهذا ینقسم الی قسمین الاول هو الذی یکون

حدیہہ ہی کہ مومن کی عمل کو وجہ فاسد پر قیاس کرنا باوجودیکہ اچہی وجہ پر بہی قیاس ہوسکتا ہی اور اسکی دو قسم ہین پہلی قسم وہ ہی جسکا باعث اوسکی

منشاؤه سوء اعتقادک فیه حتی لو صدر منه فعل له وجهان یحملک سوء اعتقادک فیه علی حمله علی الشر

حق مین تیری بداعتقادی ہو یہان تک کہ اگر اوس سی کوئی کام ذو جہتین ہووی تو تو اپنی بداعتقادی کی اوسکی برائی پر قیاس کری

لا لامر دعی من غیر علامة تخصصه به وهذا جنایة علیه بالقلب وهو حرام فی حق کل مؤمن القسم الثانی هو

بدون ایسی علامت کی جو برائی سی خاص کردی اور یہہ اوسکی ایسی خطا ہی جو دل سی ہوئی اور یہہ خطا ہر مومن کی حق مین حرام ہی دوسری قسم وہ ہی

الذی یستند الی علامة فانها تحرک الظن تحریکا ضروریا لا یقدر الانسان علی دفعه والذی یمیز الظنون

جسکی کچہہ علامت موجود ہو بیشک وہ علامت گمان کو بالضرور ایسی حرکت دیگی کہ آدمی اوسکو ہٹا نہین سکتا اور وہ قاعدہ جس سی ظنون واجب جتنا

لتى يجب اجتنابها عامدا اما ان كل ظن لم يظهر له علامة صحيحة ولم يعرف له سبب ظاهر فانه حرام

دوسری قسم سی الگ ہو جاوین یہہ ہی کہ جس گمان کی لئی کوئی علامت صحیح ظاہر نہو اور نہ اوسکا کچھ سبب ظاہر معلوم ہو تو ایسا گمان حرام

واجب الاجتناب وذلك اذا كان المظنون به ممن يشهد منه الخير والصلاح فى الظاهر فظن الشر والفساد به

اجب الاجتناب ہی اور یہہ جب ہی کہ جسکی حق مین گمان بد کیا ہی وہ ایسا شخص ہو کہ ظاہر مین اوس سی خیر اور صلاح دیکہنی مین آتی ہون اس

حرام بخلاف من اشتهر بين الناس بتعاطى الريبة والمجاهرة بالمعاصى فان حسن الظن به لا يجوز اذ للظن حالتا

لئی شر اور فساد کا اوسکی حق مین حرام ہی بخلاف ایسی شخص کی جو لوگون مین فریب باز مشہور ہو اور گناہون مین ظاہر مبتلا ہو ایسی کی حق مین نیک گمان جایز نہین ہی کیونکہ

لاولى ان يقع فى القلب شئ ويعرف ويقوى بوجه من وجوه الامارات فيجوز الحكم به لان اكثر احكام الشرع مبنية

ان کی دو حالتین ہین پہلی یہہ کہ دل مین کچھ خیال آوی اور معلوم ہو اور کسیطرح کی نشانی سی قوی ہو جاوی تو اوسپر حکم کرنا جایز ہی اسلئی کہ اکثر شرعی احکام غلبہ ظن پر

على غلبة الظن كالقياس وخبر الواحد وغيره ذلك من قيم المتلفات واروش الجنايا والحالة الثانية ان يقع فى النفس

مبنی ہین جیسی قیاس اور خبر واحد اور سوا اسکی جیسی قیمت تلف کی ہوئی چیزون کی اور خطاؤن کا تاوان اور دوسری حالت یہہ ہی کہ نفس کی اندر

شئ من غير دلالة على كون ذلك الشئ اولى من ضده فلا يجوز الحكم به بل هو منهى عنه لقوله تعالى يا ايها الذين امنوا

کوئی خطرہ آوی بدون ایسی دلالت کی کہ اسکی یہہ ہی جانب ضد سی اولی ہی تو اوسپر حکم جایز نہین ہی بلکہ یہہ ممنوع ہی اس آیت سی ای ایمان والو

اجتنبوا كثيرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا يغتب بعضكم بعضا فانه تعالى قد نهى فى هذه الاية عن

بچی رہو بہت تہمتین کرنی سی مقرر بعضی تہمت گناہ ہی اور بہید نہ ٹٹولو کسیکا اور بدنکہو پیٹہہ پیچھی ایک دوسرےکو بیشک اللہ تعالی نی اس آیت مین بدگمانی

الظن السئ ثم عن التجسس ثم عن الغيبة لان اول ما يقع فى قلب الانسان الظن السئ ثم يحتاج الى التجسس ثم يشرع

کی ممانعت کی پہر تجسس سی پہر غیبت سی منع کیا کیونکہ پہلی جو انسان کی دلمین آتا ہی تو بدگمانی پہر اوسکو تلاش کی حاجت پڑتی ہی پہر غیبت

فى الغيبة وسبب تحريم ظن السئ ان اسرار الانسان لا يعلمها الا الله تعالى وليس لاحد ان يعتقد فى غيره سوء الا اذا

کرنی شروع کرتا ہی اور بدگمانی کی حرمت کا یہہ سبب ہی کہ آدمی کی دل کی بات خدا ہی جانتا ہی اور کسیکو جایز نہین ہی کہ اور کسیکی حق مین اعتقاد بد کیا کری مگر

انكشف له حاله بوجه لا يحتمل التاويل فعند ذلك لا يمكنه ان لا يعتقد فيه ما علمه منه بامارة ومشاهدة بعينه

کہ حال ایسی وجہ سی ظاہر ہو جاوی کہ تاویل کی گنجایش نرہی اب اس سی نہین ہو سکتا کہ اوسکا اعتقاد نہ کری جو کہ علامت سی معلوم کیا اور آنکہون سی دیکہا

او سمعه باذنه واما ما لم يعلمه بامارة ولم يشاهده بعينه ولم يسمعه باذنه بل وقع فى قلبه من غير سبب ظاهر فهو شئ

یا کانون سی سنا اور جبتک نشان سی معلوم نہین ہوا اور نہ آنکہون سی دیکہا اور نہ کانون سی سنا بلکہ بی سبب ظاہر خود بخود دلمین خیال آگیا تو یہہ ایسا خطرہ ہی

القاه الشيطان فى قلبه فينبغى له ان يكذبه لانه افسق الفاسقين وقد قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا ان جاءكم

کہ شیطان نی دلمین ڈالدیا ہی تو چاہیئی کہ اوسکو جہوٹہہ مانی کیونکہ شیطان بڑا ہی فاسق ہی اور اللہ تعالی فرماتا ہی ای ایمان والو اگر آوی تم پاس

فاسق بنبأ فتبينوا ان تصيبوا قوما بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم نادمين روى فى سبب نزول هذه الاية انه عليه الصلوة

کوئی گنہگار خبر لیکر تو تحقیق کرو کہین جا نہ پڑو کسی قوم پر نادانی سی پہر کل کو اپنی کئی پر پچہتانی شان نزول اس آیت کی یون مروی ہی کہ نبی علیہ السلام نی

والسلام بعث وليد بن عقبة مصدقا الى بنى المصطلق فلما سمعوا به استقبلوه فحسب انهم مقاتلوه اذ كانت

ولید بن عقبہ کو صدقات کی اوگہانی کو بنی المصطلق پاس بہیجا تہا جب اونہون نی یہہ سنا تو اوسکی پیشوائی کو نکلی اوسنی جانا لڑنی آتی ہین کیونکہ

بينه وبينهم عداوة فرجع وقال لرسول الله عليه السلام انهم ارتدوا فمنعوا الزكوة فهم رسول الله عليه السلام

ان مین اور اوس مین دشمنی چلی آتی تہی سو اوسنی آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی عرض کیا کہ وہ تو سب مرتد ہو گئی اور زکوۃ نہ دی پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی

بقتالهم فنزلت هذه الاية لبيان وجوب الاحتراز عن الاعتماد على قول الفاسق لان من لا يتحامى الفسق لا يتحامى الكذب

ان پر جہاد کا اہتمام کیا تب یہہ آیت اوتری اس بیان کی لئی کہ فاسق کی بات پر بہروسہ کرنی سی احتراز واجب ہی کیونکہ جو فسق سی پرہیز نہین کرتا جہوٹ سی

الذی نوع منه بل يريد القاء الفتنة بين الناس فيها دلالة على انه يفعل شيئا بجهالة من غير ان يتعرف حقيقة
کہ وہ بھی ایک قسم کا فسق ہے مگر لوگوں میں فتنہ پھیلایا جاہتا ہے اور اسمیں یہہ دلالت ہے کہ جو شخص کوئی عمل جہالت سے بدون سمجھے حقیقت حال کی
الحال يصير نادما البتة ولو بعد زمان والندم هم دائم على ما وقع مع تمني انه لم يقع وقال بعض العلماء المراد بالظن
کربیٹہتا ہے بالضرور وہ شرمسار ہوتا ہے اگرچہ کچھ مدت کی بعد اور شرمساری ایک دائمی غم ہے گذری ہوئی بات پر اس امید میں کہ کاش یہہ بات نہوتی اور بعضی علما کہتی
الواقع في الاية والحديث التهمة كمن يتهم بالفاحشة او بشرب الخمر او نحو ذلك ولم يظهر عليه ما يقتضي ذلك فان
ہیں مراد ظن سے جو آیت اور حدیث میں ہے تہمت لینی ہے جیسے کوئی فاحشہ کی یا شراب خوری کی یا مثل اسکی مدون ظہور علامات مثبت کی تہمت لگادے بیشک
من حكم بالظن على غيره بشر يبعثه الشيطان على ان يطول فيه اللسان بالغيبة والبهتان او يقصر في القيام
جو شخص گمان سے غیر پر برائی کا یقین کرتا ہے تو اوسکو شیطان اوبہارتا ہے کہ اوسکی غیبت اور بہتان میں زبان دراز کرے اور اوسکی اداء حقوق میں قصور اور عزت میں فتور کرے
بحقوقه او يتوني في اكرامه ان ينظر اليه بعين الاحتقار ويرى نفسه خيرا منه وكل ذلك من المهلكات ولذلك منع
کہ حقارت کی آنکہ سے دیکہے اور اپنی آپکو اوس سے بہتر سمجھے یہہ تمام امور مہلک ہیں اور اسیلئی نبی علیہ السلام نے تہمت کی جگہ جانی سے منع کیا ہے
النبي عليه السلام من التعرض لمواضع التهم فقالوا اتقوا مواضع التهم حتى انه عليه السلام احترز من ذلك ازرى
فرمایا ہے بچتے رہو تہمت کی جگہ سے یہان تک کہ نبی علیہ السلام نے اوس سے خود احتراز فرمایا ہے کیونکہ
عن علي بن الحسين ان صفية بنت حيي قالت ان النبي عليه السلام كان معتكفا فاتيته فتحدثت عنده فلما انصرفت
علی بن الحسین کی روایت ہے کہ صفیہ بنت حیی کہتی ہیں کہ نبی علیہ السلام معتکف تہی میں اونکی پاس آکر باتیں کرتی لگی جب میں واپس چلی تو حضرت علیہ السلام
قام ومشى معي فمر رجلان من الانصار فسلما ثم مضيا فدعاهما النبي عليه السلام فقال انها صفية بنت حيي فقالا
میری ساتہہ چلی اسمیں دو شخص انصاری آگئی اور سلام کرکر چلی پہر نبی علیہ السلام نے اونکو بلا کر فرمایا یہہ صفیہ بنت حیی تہی ان دونوں نے عرض کیا
يارسول الله ما نظن بك الا خيرا قال ان الشيطن يجري من ابن ادم مجرى الدم واني خشيت ان يدخل عليكما فانظر
یارسول اللہ ہمکو آپ پر سوای خیر کی کچہہ گمان نہیں ہے آپ نے فرمایا شیطان آدمی کی اندر ایسا پہرتا ہے جیسی لوہو اور مجکو خوف آیا مبادا تمپر دخل کر جاوے اب دیکہو
انه عليه السلام كيف اشفق عليهما بل على جميع الامة وعلمهم طريق الاجتناب عن التهمة حتى لا يتساهل العالم المعروف
کہ نبی علیہ السلام نے اونپر کیا شفقت فرمائی بلکہ تمام امت پر اور اونکو تہمت سے بچاؤ کا طریقہ سکہادیا تاکہ کوئی عالم جو صالح مشہور ہو
بالصلاح في احواله ويقول لا يظن بمثلي الا الخير عجابا بنفسه فان من كان من المؤمنين اورع الناس واتقاهم واعلمهم
اپنی احوال میں سہل انکاری مگر کرتا ہوا عجب میں یہہ کہنی لگی کہ مجہہ سے شخص میں سوای خیر کی کب بدگمانی ہوسکتی ہے کیونکہ کوئی کیسا ہی مؤمن سب سے بڑا پرہیزگار
لا ينظر اليه الناس كلهم بعين واحدة بل ينظر اليه بعضهم بعين الرضى وبعضهم بعين السخط فعلى هذا يجب على المؤمن
و بڑا متقی اور بڑا عالم ہو تو بہی تمام خلقت اوسکو ایک نظر سے نہیں دیکہتی بلکہ بعضی اوکو اعتقاد کی نگاہ سے دیکہتی ہیں اور بعضی غصہ سے اس بیان کی موافق مؤمن پر
الاحتراز عن مواضع التهم لئلا يتهم الناس بالمنكرات ودليل كون الظن بمعنى التهمة في الاية والحديث ورود النهي
واجب ہے کہ تہمت کی مقام سے احتراز کرے تاکہ لوگ منکرات سے بدنام نکریں اور اسکی دلیل کہ ظن جو آیت اور حدیث میں ہے تہمت کی معنوں میں ہے وارد ہوا ہے
بعده عن التجسس فان الانسان قد يقع له خاطر التهمة ابتداء فيريد ان يتجسس ليتحقق ما وقع له من خاطر
بعد اوسکی تجسس سے کیونکہ آدمی کو لین یعنی وقت پہلی تہمت کا خطرہ آتا ہے پہر اوسکی تلاش پڑتی ہے تاکہ جو خطرہ تہمت کا واقع ہوا ہے ثابت ہو جاوے
تلك التهمة لان التجسس من ثمرات سوء الظن فان من وقع في قلبه خاطر لا يقنع بالظن بل يطلب التحقيق
کیونکہ تجسس بدگمانی کا پہل ہوتا ہے جسکے دل میں کچہہ خطرہ آتا ہے تو اوسپر اکتفا نہیں کیا کرتا بلکہ تحقیق کی لئے
فيشتغل بالتجسس فنهى الله تعالى ورسوله عن التجسس وهو البحث عن عيوب الناس وطلب الامارات المعرفة لها
تجسس میں لگ جاتا ہے سو اللہ تعالی اور اوسکی رسول نے تجسس کی ممانعت کی اور تجسس لوگوں کے عیوب بیان کرنی اور ایسی نشانیاں تلاش کرنی سے

قال

بان حصلت امارة من امارات المعرفة بلا تجسس واورثت معرفة جاز العمل بمقتضاها فاما طلبها فلا رخصة
پھر اگر کوئی علامت یقینی یوں ہی بلا تلاش حاصل ہو جاوی اور اوس سی یقین ہو جاوی تو اوسپر عمل جایز ہی اور رہی اوسکی تلاش سو اوسکی ہرگز
فيه اصلا وقد روي عن عبد الله بن المبارك انه قال لعلي ولد سهيل اراضٍ انت عن سهيل فقال له سهيل
رخصت نہیں ہی اور عبد اللہ بن مبارک سی روایت ہی کہ اونہی علی سہیل کی بابت کہا کیا تو سہیل سی خوش ہی سہیل نی اوس سی کہا کہ مجکو
اليس قد نهاك الله عن التجسس فتصاغرت الى عبد الله نفسه فكل امر اذا افتشت منه ثقل على صاحبك
اللہ تعالیٰ نی تجسس سی منع نہیں کیا پس عبد اللہ اپنی دلمیں شرمندہ ہوگئی سو جو بات کہ تو اوسکی تلاش کری اور تیری یار پر اوسکی آگاہی دشوار گزری
مطالعتك اياه واسره منك فهو تجسس قال ابن الجوزي لا ينبغي لاحد ان يسترق السمع على دار غيره ليسمع
اور وہ تجسس اوسکو چھپاوی پس وہ ہی تجسس ہی ابن الجوزی کہتا ہی کسیکو نہیں چاہیی کہ غیر کی گہر پر کان لگاوی تاکہ باجوں کی آواز سنی
صوت الاوتار ولا ان يتعرض للشم ليدرك رائحة الخمر ولا ان يمس ما ستر بثوبه ليعرف ما هو ولا ان يستخبر الجيران
اور نہ سونگھنی کا قصد کری تاکہ شراب کی بو پاوی اور نہ ٹٹولی جو کپڑی تلی ڈھکا ہوا ہو کہ کیا ہی اور نہ پڑوس کی خبر لیتا پھری
بما جرى فان فعل شيئا من ذلك يدخل في مذمة التجسس ومذمة قوله تعالى والذين يؤذون المؤمنين و
اونہیں کیا گذرا اگر اسمیں سی کچھ بھی کریگا تو وہ تجسس کی مذمت میں داخل ہوگا اور اس آیت کی مذمت میں اور جو لوگ تہمت لگاتی ہیں مسلمان مردوں کو اور
المؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا واثما مبينا وروي عن ابن عمر انه عليه السلام صعد المنبر فنادى
عورتوں کو بن کئی کام کی تو اوٹھایا اونہوں نی بوجھ جھوٹ کا اور صریح گناہ کا اور ابن عمر سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام منبر پر تشریف لی گئی پھر بلند آواز سی
بصوت رفيع فقال يا معشر من اسلم بلسانه ولم يفض الايمان الى قلبه لا تؤذوا المسلمين ولا تعيروهم ولا تتبعوا
پکار کر فرمایا ای وہ جماعت جو زبانی مسلمان ہو اور دلوں میں ایمان کا اثر نہیں ہی مسلمانوں کو مت ستاؤ اور نہ عار دلاؤ اور نہ اونکی
عوراتهم فان من تتبع عورة اخيه تتبع الله عورته ومن تتبع الله عورته يفضحه ولو في جوف بيته
پوشیدہ عیب ڈھونڈو بیشک جو شخص اپنی بہائی کی چھپی عیب تلاش کرتا ہی اللہ تعالیٰ اوسکی چھپی عیب ظاہر کرتا ہی اور جسکی چھپی عیب اللہ ظاہر کرتا ہی تو خوار کر دیتا ہی گہر میں
وقال بعض السلف من اراد ان يسلم من الغيبة فليسد على نفسه باب الظنون فان من سلم من الظن سلم من
اور بعضی متقدمین کا قول ہی جو شخص چاہی کہ غیبت کرنی سی سلامت بچی تو لازم ہی کہ اپنی اوپر بدگمانیوں کا دروازہ بند کر دی کیونکہ جو شخص بدگمانی سی بچ رہتا ہی
التجسس ومن سلم من التجسس سلم من الغيبة ومن سلم من الغيبة سلم من الزور ومن سلم من الزور سلم من البهتان
تو تجسس سی بچ رہتا ہی اور جو تجسس سی بچا غیبت سی بچا اور جو غیبت سی بچا جھوٹ سی بچا اور جو جھوٹ سی بچا وہ بہتان سی بچا
فلو ظهر من مسلم علامة تدل على فساد لا يجوز عقد القلب عليها واساءة الظن بالمسلم بها لما روي انه عليه السلام
پھر اگر کسی مسلمان سی ایسی علامت ظاہر ہو جاوی کہ فساد پر دلالت کرتی ہو تو اوسکو دلمیں بٹھالینا اور اوسکی سبب سی مسلم سی بدگمانی جایز نہیں ہی اسلئی کہ نبی علیہ السلام
قال ان الله تعالى حرم من المسلم دمه وماله وعرضه وان يظن به ظن السوء وقد يستباح ظن السوء الا بما يستباح
نی فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نی مسلمان کا خون اور مال اور عزت اور اوسکی حق میں بدگمانیاں کرنی حرام کر دی ہیں پھر بدگمانی اوسی طرح سی مباح ہوتی ہی جسطرح
به المال وهو بيقين عن مشاهدة او بينة عادلة وان خطر لك سوء الظن ولم يكن لك يقين ينبغي لك ان
اوسکا مال مباح ہوتا ہی یعنی یقین سی مشاہدہ ہو یا عادل گواہ ہوں اور اگر تجھکو بدگمانی آئی اور تجھکو اوسپر یقین نہیں ہی تو تجھکو لازم ہی کہ
تدفعه عن نفسك وتقرر عليها ان حاله مستور عندك فما رأيته منه من العلامة يحتمل الخير والشر فكيف
اوس خطرہ کو دل سی دور کر دی اور اوسکو یوں ٹہراوی کہ اوسکا حال مجہی پوشیدہ ہی اور جو علامت نظر آتی ہی وہ نیک اور بد دونوں احتمال رکھتی ہی
تحكم عليه بالشر واما اذا اخبرك به عدل ومال قلبك الى تصديقه كنت معذورا لانك لو كذبته تكون
پھر بدی ہی کیونکر یقین کرتا ہی اور اگر اوسکی خبر کوئی عادل تجھکو سناوی اور تیرا دل اوسکی تصدیق پر مایل ہو تو اب تو معذور ہی اسلئی کہ اگر تو اوسکو جھوٹا کہی

جانيا عليه حيث ظننت به الكذب وهذا من سوء الظن ايضا فلا ينبغي لك ان تحسن الظن باحد
تو اسکا گنہگار ہوتا ہی اسواسطی کہ اسکی حق میں گمان جہوٹا کیا یہہ بہی ایک بدگمانی ہی سو تجہکو لایق نہین ہی کہ ایک کی حق مین گمان اچہا اور

نسيئه بالاخر بل ينبغي لك ان تبحث عن حالهما هل بينهما عداوة ومحاسدة وتعنت ام لا فان كان بينهما
دوسری کی حق مین برا کری بلکہ تجہکو یہہ چاہیی کہ ان دونو کا حال دریافت کری کہ آیا ان دونو مین دشمنی اور حسد اور سرکشی ہی یا نہین پہر اگر ان دونو مین

شيء منها يتطرق التهمة والشرع قد رد شهادة الاب العدل للتهمة فلك ان تتوقف عند ذلك ولا تحكم
کچہہ حسد وغیرہ ہو تو اب تہمت نی راہ پائی اور شرع نی تو عادل باپ کی گواہی کو بہی تہمت کی سبب سی نہین مانا اب تجہکو چاہیی کہ کچہہ یقین نکری نہ جہوٹ اور نہ سچ

عليه بكذب ولا بصدق وتقول ما ذكر من حاله كان في ستر الله تعالى عندي وكان امره محجوبا عني وقد بقي كما
اور اسکی حال مذکور کو کہنا چاہیی کہ وہ مجہسی الله تعالی کی پردہ پوشی مین ہی اور اسکا حال مجہسی پوشیدہ ہی اور وہ ویساہی ہی جیسا تہا

كان لم ينكشف لي من امره شيء هذا اذا اخبرك عدل واحد واما اذا اخبرك عدلان فلا يحال لك من عدم تصد
تہا مجہکو اسکا حال کچہہ معلوم نہین یہہ اوس صورت مین ہی کہ ایک عادل بیان کری اور اگر تجہکو دو عادل خبر دیوین تو اب تصدیق کرنی سی تجہکو کوئی علاج نہین

لانهما حجة في الشرع لكن ينبغي ان يعلم ان الانسان لعدم كونه خاليا عن الخطاء والنقصان لا يوجد احد
کیونکہ یہہ دو تو شرعی حجت ہین لیکن جاننا چاہیی کہ کوئی آدمی ازبسکہ خطا اور نقصان سی خالی نہین ہوتا تو جو مؤمن ہوگا

من المؤمنين الا وله محاسن ومساوي فمن غلبت محاسنه على مساويه فهو يعد من الصلحين وكذلك قال
اوسکی حسنات بہی ہونگی اور جرایم بہی پہر جسکی خوبیان برائیوں سی زیادہ ہون وہ صلحا مین شمار کیا جاتا ہی اسیطرح

الامام الشافعي ما احد من المسلمين يطيع الله تعالى ولا يعصيه ولا احد من المؤمنين يعصي الله ولا يطيعه
امام شافعی نی کہا ہی کوئی مسلمان ایسا نہین ہی کہ سراسر الله کا مطیع ہو اور نافرمانی نکرتا ہو اور نہ کوئی ایسا مؤمن جو سراسر گناہ کرتا ہو اور کچہ طاعت نکرتا ہو

فمن كان طاعاته اكثر من معاصيه فهو عدل في حكم الشرع فاذا كان مثل هذا عدلا في حق الله تعالى فكونه
پہر جسکی طاعات معاصی سی زیادہ ہون تو وہ شرع مین عادل ہی جب ایسا شخص حق الله مین عادل ہووی تو تیری نظرون مین

عدلا عندك اولى واحرى وروى ان رجلا اثنى على رجل عند النبي عليه السلام فلما كان من الغد ذمه فقال
اولی اور سزاوار تر ہی کہ عادل ہو اور روایت ہی کہ ایک شخص نی نبی علیہ السلام کی سامنی ایک کی ثنا اور تعریف کی جب اگلا دن ہوا تو اوسکو برا

والله لقد صدقت عليه بالامس وما كذبت عليه اليوم فانه ارضاني بالامس فقلت في حقه احسن ما علمت فيه
کہنی لگا اور کہا قسم خدا کی بیشک مین نی کل سچ عرض کیا تہا اور نہ آج جہوٹ کہتا ہون کل تو اوسنی مجہکو خوش کیا تہا سو مین نی اوسکی حق مین جو نیک معلوم تہا

واغضبني اليوم فقلت في حقه اقبح ما علمت فيه فقال النبي عليه السلام ان من البيان سحرا فكانه عليه السلام
کہدیا تہا اور آج اوسنی ناخوش کیا تو مجہکو جو برائی معلوم تہی وہ کہدی پہر نبی علیہ السلام نی فرمایا بیشک بعضی تقریر جادو ہی گویا نبی علیہ السلام کو یہہ

كره ذلك وشبهه بالسحر اذ ما من شخص الا ويمكن تحسين حاله وتقبيحها بما يوجد فيه من الخصال المحمودة والمذ
مکروہ معلوم ہوا اور جادو سی مشابہت دی کیونکہ ایسا کوئی نہین کہ اوسکی حال پر بلحاظ عادات نیک و بد کی تحسین یا تقبیح نہو سکی

المجلس السابع والثمانون في بيان النهي عن المصاحبة والماكلة مع الفاسق قال رسول
ستاسی مجلس فاسق کی صحبت اور ساتہہ کہانی سی ممانعت کی بیان مین رسول

الله صلى الله عليه وسلم لا تصحب الا مؤمنا ولا ياكل طعامك الا تقي هذا الحديث من حسان المصابيح
الله صلی الله علیہ وسلم نی فرمایا مت ساتہہ ہو سوا مؤمن کی اور مت کہاوی سوا پرہیزگار کی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین ہی

رواه ابو سعيد والمراد بالمؤمن المذكور فيه المؤمن الخاص الذي يقابله الفاسق كما في قوله تعالى افمن
ابو سعید کی روایت سی اور مؤمن سی مراد اس حدیث مین وہ مؤمن خاص ہی جسکی مقابلہ مین فاسق ہوتا ہی جیسی اس آیت مین بہلا ایک جو

مؤمنا لمن كان فاسقا لا يستوون فكانه عليه السلام قال لا تصاحب الا صالحا ولا تخالل الا تقيا فانه
جو کی ایمان پر برابر اوسکی جو کی حکم ہی نہیں برابر ہوتی گویا نبی علیہ السلام نی فرمایا مت ساتھ ہو سوا صالح کی اور دوستی مت کرو سوا پرہیزگار کی بیشک
عليه السلام قد حذر المؤمن في هذا الحديث عن مصاحبة من ليس بتقي وزجره عن مخالطته ومواكلته
نبی علیہ السلام نی اس حدیث میں مؤمن کو ناپرہیزگار کی صحبت سی ڈرایا ہی اور اسکی ملنی جلنی اور ساتھ کہانی سی منع کیا
لان الصحبة والمخالطة توقع الالفة والمحبة في القلب فيلزم ان يكون كما قال النبي عليه السلام في حديث رواه
اسلئی کہ ہمنشینی اور ملاقات سی دلمین الفت اور محبت پیدا ہو جاتی ہی پہر یہہ ہی ہو کر رہی گا جیسا نبی علیہ السلام نی حدیث میں ابو ہریرہ کی روایت
ابو هريرة يحشر المرء على دين خليله فلينظر احدكم من يخالل يعني ان من كان صديقه صالحا يكون صالحا
سی فرمایا ہر شخص اپنی دوست کی دین پہ اوٹھیگا اب ہر ایک خیال کری کسکو دوست بناتا ہی مراد یہہ ہی جسکا دوست صالح ہوگا وہ بہی صالح ہوگا
ومن كان صديقه فاسقا يكون فاسقا فيدخل في عموم قوله تعالى الاخلاء يومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقين
اور جسکا دوست فاسق ہوگا وہ بہی فاسق ہوگا پہر اس آیت کی عام مضمون میں داخل ہوگا جتنی دوست ہیں اوسدن دشمن ہونگی آپسمین مگر جو ہیں ڈر والی
وان كل واحد من الاخلاء الغير المتقين يقول يوم القيمة يا ويلتى ليتني لم اتخذ فلانا خليلا ليت بيني وبينه بعد
بیشک ہر ایک دوست ناپرہیزگار قیامت کی دن یہہ ہی کہیگا ای خرابی میری کہیں نہ پکڑی ہوتی میں فلانی کی دوستی کسیطرح مجھمین اور اوسمین فرق ہو
المشرقين فعلى هذا ينبغي للمؤمن ان لا يتخذ خليلا الا من يثق بدينه وامانته ويعرف صلاحه وتقواه اذ لا يصلح
مشرق اور مغرب کا سا اس بیان کی موافق مؤمن کو لازم ہی کہ دوست اوسہی کو پکڑی جسکی دین اور امانت پر اعتماد کلی ہو اور اوسکی خوبی اور تقوی معلوم ہو کیونکہ ہر ایک
لصداقة كل احد بل لا بد ان يكون فيمن يؤثر صداقته عدة خصال الاولى العقل اذ لا خير في صداقة الاحمق لان
شخص دوستی کی قابل نہیں ہوتا بلکہ ضروری ہی کہ جسکی دوستی پسند کرتا ہی اوسمیں کئی خصلتیں ہوں اول عقل اسواسطی کہ احمق کی دوستی میں کچھ خوبی نہیں ہی
احسن احواله ان يضرك وهو يريد نفعك وترجع الى القطيعة والوحشة عاقبتها وان طالت مدتها ولذلك
اوسکا اچہی سی اچہا حال یہہ ہوتا ہی کہ بہلائی کرنی میں نقصان کردی اور اسکا انجام ترک ملاقات اور وحشت ہوگی اگرچہ دوستی بہ مدت گذر جاوی اسی لئی
قيل العدو العاقل خير من الصديق الاحمق والمراد من العاقل من يفهم الامور على ما هي عليه اما بنفسه او بتعليمه
کسیکا قول ہی دانا دشمن نادان دوست سی بہتر ہی اور عاقل سی مراد وہ ہی کہ امور کی حقیقت اور اصل کو سمجہتا ہو یا خود بخود یا سیکہہ سمجہکر
وتفهيمه وقد روي عن الحسن انه قال هجران الاحمق قربان الى الله تعالى وقال عيسى النبي عليه السلام اني
اور حسن سی روایت ہی کہ وہ کہتا ہی احمق سی الگ رہنا اللہ تعالی کی قربت ہی اور عیسی نبی علیہ السلام کہتی ہیں میں
ما عجزت من احياء الموتى وقد عجزت عن معالجة الاحمق والثانية حسن الخلق اذ لا خير في صداقة من لا يملك
مردی کو زندہ کرتا ہوا عاجز نہیں ہوا پر احمق کی سلاج سی لاچار ہو گیا ہوں دوسری حسن خلق اسلئی کہ جو غصہ اور شہوت کی وقت اپنی قابو میں نہ رہا
نفسه عند الغضب والشهوة فان العاقل وان كان يدرك الاشياء على ما هي عليه لكن اذا غلبه الغضب والشهوة
تو اوسکی دوستی میں کیا خوبی ہی بیشک عاقل اگرچہ اشیاء کی اصل ہی واقف ہوتا ہی پہ جب اوسپر غصہ اور شہوت غلبہ کریگی تو اپنا طرفدار
يطيع نفسه ويفعل ما يقتضيه هواه والثالثة الصلاح اذ لا خير في صداقة الفاسق لان من يرتكب الكبيرة لا يخاف الله
ہو ویگا اور وہ ہی کام کریگا جو اوسکی خواہش ہی اور تیسری صلاح اسواسطی کہ فاسق کی دوستی میں کچھ خیر نہیں ہی کیونکہ جو شخص گناہ کبیرہ کرتا ہی تو خدا سی نہیں ڈرتا
ومن لا يخاف الله تعالى لا يؤمن غائلته ولا يوثق بصداقته والرابعة الصدق اذ لا خير في صداقة الكذاب لان
اور جو خدا سی نہ ڈرتا ہو تو اوسکی بدی سی نہیں بچا جاتا اور نہ اوسکی دوستی پہ بہروسہ اور چوتہی صدق کیونکہ جہوٹی کی دوستی میں کوئی بہلائی نہیں ہی کیونکہ
مثله مثل السراب يقرب اليك البعيد ويبعد منك القريب وتكون منه دائما على الغرور والخامسة الشجاعة اذ لا
اوسکی مثال ایسی ہی جیسی دہوکہا کہ تجہسی دور کو نزدیک کر دیتا ہی اور نزدیک کو دور اور ہمیشہ فریب دیتا رہی گا پانچویں مردانگی اسواسطی کہ ڈرپوک کی

في صداقة الجبان لانه يترك نصرتك واعانتك عند الشدة ويخوفك بل يختفي ويغيب عنك والسادسة الوفاء اذ
دوستی میں کچھ فائدہ نہیں ہی کیونکہ خوف اور سختی کی وقت تیری نصرت اور اعانت سی بیٹھہ رہیگا اور تجھکو ڈراویگا بلکہ چھپ کر غائب ہو جاویگا چھٹی وفا سو ایسی

لا خير في صداقة من لا وفاء له ومعنى الوفاء الثبات على المحبة والدوام عليها والمحبة الدائمة هي التي تكون في الله لان
بیوفا کی دوستی میں کچھ فائدہ نہیں ہی اور معنی وفا کی محبت پر قایم اور دایم رہنا اور دائمی محبت وہی ہوتی ہی جو خدا کی واسطی ہو اسلئے

ما يكون لغرض من الاغراض يزول بزوال ذلك الغرض فلا يتحقق الوفاء لان ما ينافي الوفاء لا يكون من الوفاء فمن الوفاء في
کہ جو محبت کسی غرض کی واسطی ہوتی ہی تو جب غرض نکل جاتی ہی محبت بھی ہو لیتی ہی پھر وفا کہاں کیونکہ جو وفا کی برخلاف ہو وہ وفا میں داخل نہیں ایک وفا

حق صديقه مراعاة جميع اصدقائه واقاربه والمتعلقين به لان مراعاتهم اوقع في قلبه من مراعاة نفسه فيكون
داری دوست کی یہہ ہی کہ اوسکی تمام دوستوں اور سگی سودہروں اور علاقہ داروں کی رعایت کری کیونکہ ان لوگوں کی رعایت اوسکی دلمیں بہت جگہ کرتی ہی بہ نسبت

فرحه بتفقد من يتعلق به اكثر لانه على تعدي الحب منه الى من يتعلق به حتى قالوا ان الكلب الذي يكون في باب دار صديقه
اپنی رعایت کی پھر اوسکی خوشی اوسکی متعلقوں پر عنایت کرنی سی زیادہ تر ہوگی کیونکہ اسکی معلوم ہوتا ہی کہ اوسکی محبت بڑہ کر متعلقوں تک پہنچی ہی یہاں تک کہتی ہیں کہ جو کتا دوست

ينبغي ان يتميز في قلبه عن سائر الكلاب ومن الوفاء ان لا يصادق عدو صديقه اذ قال الامام الشافعي اذا اطاع صديقك عدوك
دروازی پر ہو چاہیی کہ دلمیں وہ بہی نسبت اور کتوں کی متمیز ہو اور ایک وفاداری یہہ ہی کہ دوست کی دشمن سی دوستی نکری کیونکہ امام شافعی کہتی ہین جب تیرا دوست تیری دشمن کا

فقد اشتركا في عداوتك ومن الوفاء ان لا يتغير حاله في التواضع مع صديقه وان ارتفع شانه واتسعت ولايته وعظم جاهه
فرمان بردار ہو تو دونو تیری دشمنی میں شریک ہیں اور ایک وفاداری یہہ ہی کہ دوستکی تواضع کرنیمیں حال نہ بدل جاوی اگرچہ شان بلند اور ولایت فراخ اور مرتبہ عظیم ہو

ومن الوفاء ان يتورع عما يوجب الفرقة بينهما اذ من تمام الوفاء ان يكون شديد الجزع من المفارقة ولذلك قال بعض السلف
اور ایک وفاداری یہہ ہی کہ اسباب فرقت سی خوفناک رہی اسلئی کہ پوری وفاداری یہہ ہی کہ مفارقت سی بہت ڈرتا ہو اور اسیلئی بعضی متقدمین نی کہا ہی

وجدت جميع مصيبات الزمان هينة سوى مفارقة الاحباب وقال ابن المبارك الذ الاشياء مجالسة الاحباب ومن الوفاء الموافقة
میں زمانہ کی تمام مصیبتوں کو سہل پاتا ہوں بجز جدائی دوستوں کی اور ابن مبارک کہتی ہیں بڑی مزہ دار چیز دوستوں کی ہمنشینی ہی اور ایک وفاداری یہہ ہی کہ

فيما لا يخالف الحق واما فيما يخالف الحق فيما يتعلق بالدين فليس من الوفاء الموافقة فيه بل من الوفاء المخالفة فيه والتنبيه على ما هو الحق كما
جو حق کی برخلاف نہو اوسمیں ساتھہ دی اور رہی وہ بات جو دینیات میں حق کی برخلاف ہو تو اوسمیں موافقت کرنی وفاداری نہیں ہی بلکہ ایسی مخالفت میں اور حق کی جتلانی میں وفا

حكي عن الامام الشافعي انه يواخي محمد بن الحكم وكان يبره ويقبل عليه ويقول ما يقيمني بمصر غيره فلما راى الناس صدق
داری ہی چنانچہ امام شافعی سی حکایت کرتی ہیں کہ وہ محمد بن الحکم سی الفت برادرانہ رکہتی تہی اور اوسکو پاس بیٹھاتی اور اوسکی پاس بیٹھا کرتی اور کہتی تہی کہ مجکو مصر میں اسکی سوا کوئی نہیں

مودتهما ظنوا انه يفوض اليه امر مجلسه بعد وفاته فقالوا له في مرضه الذي توفي فيه الى من تفوض امر مجلسك بعدك
جب لوگوں نی صدق مودت اسقدر دیکہا تو خیال کیا کہ اپنی وفات کی بعد اپنی مجلس کا خلیفہ اسی کو کریگی سو لوگوں نی اون سی مرض الموت میں پوچھا اپنی بعد خلافت مجلس کی کسکو تفویض کریگا

وكان محمد بن الحكم عند راسه واستشرف اليه فقال الشافعي سبحان الله يجلس مجلسي ابو يعقوب البويطي ومال اصحاب الشافعي
اور اوسوقت محمد بن الحکم بہی سرانی کہڑا تہی سو سامنی ہوئی تاکہ اوسکی طرف اشارہ کردیں تب امام شافعی نی کہا پاک ہی اللہ میری جگہہ ابو یعقوب البویطی بیٹہی اور شافعی کی تمام شاگرد

الى البويطي فانكر له محمد بن الحكم مع انه كان حمل عنه مذهبه كله الا ان البويطي كان افضل واقرب الى الزهد والورع فان بعض
بویطی کی طرف متوجہ ہو گئی سو محمد بن الحکم کو یہہ بات بری لگی باوجودیکہ اونسی تمام مذہب سیکہا تہا مگر بویطی افضل اور بڑا زاہد اور متورع تہا بیشک بعضا شخص

من تشتهر بالعلم والفضل بين الخلق قد يكون غيره افضل منه اما مطلقا او بخصوصية فيه لكن لا يتفطن ذلك كثير من الناس
جو خلقت کی اندر علم اور فضل میں مشہور ہو جاتا ہی بعضی وقت اور شخص اوس سی افضل ہوا کرتا ہی یا ہر باب میں یا کسی خاص امر میں لیکن اسبات کو اکثر لوگ سمجہا نہیں کرتی

فيعرضون عن غير المشهور ويشتغلون بالمشهور عندهم فيفوتهم تحصيل فضيلة من ليس بمشهور عندهم فنصح الامام الشافعي
تو اسی غیر مشہور کو چہوڑ کر جو اونمیں مشہور ہوتا ہی اوسمیں مشغول ہو جاتی ہیں سو اونسی اوس غیر مشہور کی فضیلت فوت ہو جاتی ہی سو امام شافعی نی واسطی اللہ کی اور مسلمانوں کی

في صداقة الجبان لانه يترك نصرتك واعانتك عند الشدة ويخوفك بل يختفي ويغيب عنك والسادسة الوفاء اذ
دوستی میں کچھ فائدہ نہیں ہی کیونکہ خوف اور سختی کی وقت تیری نصرت اور اعانت سی بیٹھ رہیگا اور تجھکو ڈراویگا بلکہ چھپ کر غائب ہو جاویگا چھٹی وفا اسواسطی
لاخير في صداقة من لا وفاء له ومعنى الوفاء الثبات على المحبة والدوام عليها والمحبة الدائمة هي التي تكون في الله لان
بیوفا کی دوستی میں کچھ فائدہ نہیں ہی اور معنی وفا کی محبت پر قایم اور دایم رہنا اور دایمی محبت وہی ہوتی ہی جو خدا کی واسطی ہو اسلیٔ
ما يكون لغرض من الاغراض يزول بذلك الغرض فلا يتحقق الوفاء لان ما ينافي الوفاء لا يكون من الوفاء فمن الوفاء في
کہ جو محبت کسی غرض کی واسطی ہوتی ہی تو جب غرض نکلجاتی ہی محبت بھی ہو لیتی ہی پھر وفا کہان کیونکہ جو وفا کی برخلاف ہو وہ وفا میں داخل نہیں کمال وفا
حق صديقه مراعاة جميع اصدقائه واقاربه والمتعلقين به لان مراعاتهم ادفع في قلبه من مراعاة نفسه فيكون
داری دوست کی یہہ ہی کہ اوسکی تمام دوستون اور سگی سودھر دل اور علاقہ دارون کی رعایت کری کیونکہ ان لوگون کی رعایت اوسکی دلمین بہت جگہ کرتی ہی بہ نسبت
فرحه بتفقد من يتعلق به اكثر لدلالته على تعدي المحبة الى من يتعلق به حتى قالوا ان الكلب الذي يكون في باب دار صديقه
اپنی رعایت کی پہر اوسکی خوشی اوسکی متعلقون پر عنایت کرنی سی زیادہ تر ہوگی کیونکہ اسکا معلوم ہوتا ہی کہ اوسکی محبت بڑھ کر متعلقون تک پہنچی ہی یہانتک کہتی ہیں کہ جو کتا اوس
ينبغي ان يتميز في قلبه عن سائر الكلاب ومن الوفاء ان لا يصادق عدو صديقه اذ قال الامام الشافعي اذا اطاع صديقك عدوك
دوست کی دروازی پر ہو چاہئی کہ دلمین وہ بہ نسبت اور کتون کی ممتیز ہو اور ایک وفا داری یہہ ہی کہ دوست کی دشمن سی دوستی نکری کیونکہ امام شافعی کہتی ہیں جب تیرا دوست تیری دشمن کا
فقد اشتركا في عداوتك ومن الوفاء ان لا يتغير حاله في التواضع مع صديقه وان ارتفع شانه واتسعت ولايته وعظم جاهه
فرمان بردار ہو تو دونو تیری دشمنی میں شریک ہیں اور ایک وفاداری یہہ ہی کہ دوستکی تواضع کرنیمین حال نہ بدل جاوی اگرچہ شان بلند اور ولایت فراخ اور مرتبہ عظیم ہو
ومن الوفاء ان يتورع عما يوجب الفرقة بينهما اذ من تمام الوفاء ان يكون شديد الجزع من المفارقة ولذلك قال بعض من السلف
اور ایک وفاداری یہہ ہی کہ اسباب فرقت سی خوفناک رہی اسلئی کہ پوری دوستی یہہ ہی کہ مفارقت سی بہت ڈرتا ہو اور اسیلئی بعض متقدمین نی کہا ہی
وجدت جميع مصيبات الزمان هينة سوى مفارقة الاحباب وقال ابن المبارك الذ الاشياء مجالسة الاحباب ومن الوفاء الموافقة
مین زمانہ کی تمام مصیبتون کو سہل پاتا ہون بجز جدائی دوستون کی اور ابن مبارک کہتی ہین بڑی مزہ دار چیز دوستون کی ہمنشینی ہی اور ایک وفاداری یہہ ہی کہ
فيما لا يخالف الحق واما فيما يخالف الحق فيما يتعلق بالدين فليس من الوفاء الموافقة فيه بل من الوفاء المخالفة فيه والتنبيه على ما هو الحق كما
جو حق کی برخلاف نہو اوسمین ساتھ دی اور جو بات دینیات مین حق کی برخلاف ہو تو اوسمین موافقت کرنی وفاداری نہیں ہی بلکہ ایسی مخالفت مین اور حق کی جتلانی مین وفا
حكي عن الامام الشافعي انه يواخي محمد بن الحكم وكان يبره ويقبل عليه ويقول ما يقيمني بمصر غيره فلما راى الناس صدق
داری ہی چنانچہ امام شافعی سی حکایت کرتی ہیں کہ وہ محمد بن الحکم سی الفت رکہتی تہی اور اوسکو پاس بیٹھاتی اور اوسکی پاس جایا کرتی اور کہتی تہی کہ مجکو مصر مین اسکی سوا کوئی نہین
مودتهما ظنوا انه يفوض اليه امر مجلسه بعد وفاته فقالوا له في مرضه الذي توفي فيه الى من تفوض امر مجلسك بعدك
جب لوگون نی صدق مودت اسقدر دیکھا تو خیال کیا کہ اپنی وفات کی بعد اپنی مجلس کا خلیفہ اسی کو کرینگی سو لوگون نی اون سی مرض الموت مین پوچھا اپنی بعد خلافت مجلس کی کسکو تفویض کرینگی
وكان محمد بن الحكم عند راسه واستشرف اليه فقال الشافعي سبحان الله يجلس مجلسي ابو يعقوب البويطي ومال اصحاب الشافعي
اور اوسوقت محمد بن الحکم بہی سرانی کہڑا تہی سو سامنی ہوئی تاکہ اوسکی طرف اشارہ کردین تب امام شافعی نی کہا پاک ہی اللہ میری جگہہ ابو یعقوب البویطی بیٹھی اور شافعی کی تمام شاگرد
الى البويطي فانكره محمد بن الحكم مع انه كان حمل عنه مذهبه كله الا ان البويطي كان افضل واقرب الى الزهد والورع فان بعض
بویطی کی طرف متوجہ ہو گئی سو محمد بن الحکم کو یہہ بات بری لگی باوجودیکہ اونسی تمام مذہب سیکہا تہا مگر بویطی افضل اور بڑا زاہد اور متورع تہا بیشک بعضا شخص
من يشتهر بالعلم والفضل بين الخلق قد يكون غيره افضل منه اما مطلقا او بخصوصية فيه لكن لا يتفطن ذلك كثير من الناس
جو خلقت کی اندر علم اور فضل مین مشہور ہو جاتا ہی بعضی وقت اور شخص اوس سی افضل ہوا کرتا ہی یا ہر بات مین یا کسی خاص امر مین لیکن اسبات کو اکثر لوگ سمجہا نہین کرتی
فيعرضون عن غير المشهور ويشتغلون بالمشهور عندهم فيفوتهم تحصيل فضيلة من ليس بمشهور عندهم فنصح الامام الشافعي
تو اب غیر مشہور کو چہوڑ کر جو انہیں مشہور ہوتا ہے اوسکے متوجہ ہو جاتی ہیں سو ان کو اس غیر مشہور کی فضیلت فوت ہو جاتی ہی سو امام شافعی نی واسطی اللہ کی اور سب لوگون کی

النعيم المقيم لاهل الهداية والعمل الصالح في الآخرة وبوعيد الجحيم لاهل الضلالة والعمل السيء فيها وذلك مما
اور وعید سی یعنی کہ آخرت میں ہدایت اور نیک عملوں کی ہی عیش دائمی ہی اور گمراہوں اور بدکاروں کی واسطی دوزخ ہی اور اسی مضمون پر
اتفق عليه الرسل من آدم الى آخرهم واما المصائب التي تصيبهم في الدنيا فان لم يكن لهم ذنب تكون تلك
تمام رسل اول سی آخر تک متفق ہیں اور رہی وہ مصیبتیں جو دنیا میں پڑتی ہیں اگر دوں خطا کی ہیں تو اوں مصائب سی غرض
المصائب لرفع الدرجات في العقبى على ما جاء في الحديث ان الرجل لتكون له عند الله منزلة فما يبلغها بعمله
میں رفع درجات ہوویگا چنانچہ حدیث میں آیا ہی کہ بعض شخص کا اللہ کی پاس مرتبہ ہوتا ہی اور وہ بذریعہ عمل کی حاصل نہیں کر سکتا
فما يزال الله تعالى يبتليه بما يكره حتى يبلغه اياها والاحاديث في هذا المعنى كثيرة وان كان لهم ذنب تكون
پھر اللہ تعالی ہمیشہ اوسکو مکروہات میں مبتلا رکھتا ہی آخر وہ درجہ لیلیتا ہی اور اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں اور اگر وہ لوگ خطاوار ہیں تو وہ
تلك المصائب بسبب ذنوبهم كما قال الله تعالى وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم فتكون تلك
مصیبتیں اونکی گناہوں کا وبال ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور جو پڑتی تمپر کوئی سختی سو بدلا اوسکا جو کمایا تمہاری ہاتھوں نی پہر وہ مصیبتیں
المصائب كفارة لذنوبهم على ما روي عن ام المؤمنين عائشة انه عليه السلام قال اذا كثر ذنوب العبد
اونکی گناہ صاف کر دیتی ہیں موافق روایت ام المؤمنین عائشہ کی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب آدمی کی گناہ بڑھ جاتی ہیں
ولم يكن له ما يكفرها ابتلاه الله تعالى بالحزن ليكفرها وفي حديث آخر رواه ابو هريرة انه عليه السلام قال
اور کفارہ ہوتا نہیں تو اللہ تعالی غم میں مبتلا کر دیتا ہی تاکہ گناہوں کو صاف کر دی اور ایک اور حدیث میں ہی ابوہریرہ کی روایت سی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا
لا يزال البلاء بالمؤمن والمؤمنة في نفسه وماله وولده حتى يلقى الله تعالى وما عليه من خطيئة الا ان بعض
ہمیشہ مومن مرد اور مومن عورت پر بلا نازل رہتی ہی جان پر اور مال پر اور اولاد پر یہاں تک کہ اللہ تعالی کی پاس صاف ہو کر چلا جاتا ہی اونکی ذمہ کوئی گناہ
منهم مع كونه ملوثا بالآثام يظن انه قائم على الدين الحق بالتمام ويتهم ربه لجهله ولا يعلم احسانه اليه
نہیں ہوتا لیکن بعضی لوگ باوجودیکہ گناہوں میں آلودہ ہوتی ہیں یہہ گماں لیکاتی ہیں کہ ہم دین حق پر خوب قایم ہیں اور اپنی جہالت سی رب پر تہمت لیتی ہیں یہہ نہیں جانتی
ويقول اذا اصابه نوع من البلاء بامر ما اذنب حتى فعلت بي هذا ويعتقد ان السلامة والراحة في الدنيا للصالحين
کہ اوسکا کتنا احسان ہی اور جب اوسپر کسیطرح کی بلا آتی ہی تو کہتا ہی الہی میری کیا خطا ہی جو تو نی میری ساتہہ ایسا کیا اور یوں سمجھتا ہی کہ دنیا میں سلامتی اور آرام
والمحنة والمشقة فيها للطالحين ويعتمد على ذلك الاعتقاد وذلك الاعتقاد فتنة عظيمة صدت كثيرا من الخلق
صلحا کی لئی ہی اور محنت مشقت بدکاروں کو اور اسی پر بہروسہ کئی ہوئی ہی اور ایسا اعتقاد بڑا ہی فتنہ ہی اس فتنہ نی بہت خلقت کو دین حق پر قایم ہونی
عن القيام على الدين الحق واصله الجهل بحقيقة الدين الحق ومن هذا الجهل يتولد الاعراض عن القيام على
سد کر دیا ہی اور اصل اوس کی یہہ جہالت ہی کہ دین حق کی حقیقت نہیں جانتا اور اس جہالت سی بہت ایسی عادتیں پیدا ہوتی ہیں جنکی مارے دین حق پر
الدين الحق حتى فسد بذلك الاعتقاد كثير من عابد جاهل لا بصيرة له في امور الدين وناسك منتسب الى
قایم نہیں رہتا یہاں تک کہ اس اعتقاد سی بہت جاہل عابد بگڑ گئی جنکو امور دین میں کچہہ سمجہہ نہ تہی اور بہت پرہیزگار عالم کی سالم جنکو
العلم لا معرفة له بحقائق الدين اذ من المعلوم قطعا ان العبد وان كان مؤمنا بما جاء النبي عليه السلام
حقائق دین سی کچہہ معرفت نہ تہی اس واسطی کہ اتنی بات یقینا معلوم ہی کہ آدمی اگرچہ احکام شرعی نبی کی لائی ہوئی پر ایمان لایا ہو
الا انه محتاج الى ما لا بد له من جلب النفع ودفع الضرر فاذا اعتقد ان القيام على الدين الحق ينافي ذلك ومن تمسك
مگر وہ اپنی ضروریات کا محتاج ہوتا ہی نفع اوٹہانا اور نقصان دفع کرنا اور جب یہہ اعتقاد کریگا کہ دین حق پر قایم ہونا اسکی برخلاف ہی اور جسنی دین حق کا
به تعرض لما لا يقدر تحمله من البلاء ويفوته حظوظه ومنافعه العاجلة ويلزم من ذلك اعراضه عن حال
تمسک کیا تو لستا ہی ایسی بلا کا ہوگا جسکی طاقت نہو اور اوسکو منفعت حالی سی کچہہ بہرہ ہوگا تو اس سی لازم آتا ہی کہ وہ مقرب لوگ گذری ہوؤں کی حال پر

السابقین المقربین بل عن حال المقتصدین اصحاب الیمین بل دخوله فی زمرة الظالمین بل فی زمرة المنافقین حتی
متوجہ نہو بلکہ داہنے ہاتھ والوں کی حال پر بھی جو درمیانی راہ والے ہیں بلکہ لازم آتا ہی کہ ظالموں کی زمرہ میں داخل ہو بلکہ منافقوں میں یہان تک
یسمع من بعضهم یقول اذا انبت الی الله تعالی وعملت عملا صالحا یضیق رزقی ویکدر معیشتی واذا رجعت الی
کہ سنا گیا ہی کہ بعضی یوں کہتے ہیں کہ جب میں اللہ کیطرف رجوع اور اعمال نیک کرتا ہوں تو میری روزی تنگ اور عیش بے لذت ہوتا ہی اور اگر معصیت پر
المعصیة واعطیت نفسی مرادها یتسع رزقی ویحسن معیشتی وهذا من جهله بدین الله ووعده ووعیده وما
جھکا نفس کی مراد ہوا وہوس پوری کرتا ہوں تو رزق فراخ اور معیشت درست ہو جاتی ہی اور یہہ اسلئے کہ اللہ کی دین کو اور اوسکی وعدہ اور وعید کو نہیں جانتا
معه من الدین الحق حیث یظن انه قائم علی الدین الحق ویفعل ما امر به ویترك ما نهی عنه مع انه کثیرا ما یترك
اور نہ اپنی دین کو جانتا ہی کیونکہ یہہ خیال کر رہا ہی کہ میں دین حق پر قایم ہوں اور مامور بہ پر عمل اور منہیات کو ترک کرتا ہوں باوجودیکہ اکثر اوقات بہتیری ایسی
کثیرا من الامور الواجبة علیه لعدم علمه بها ولا بوجوبها فیکون من اهل التقصیر فی العلم بل کثیرا ما یترکها بعد العلم
امور جو اوسپر واجب ہوتی ہیں بے علمی سے ترک کر دیتا ہی یا غیر واجب سمجھ کر ترک کر دیتا ہی سو علم کی باب میں صاحب تقصیر ہو جاتا ہی بلکہ اکثر امور واجبہ جان بوجھ کر
بها وبوجوبها اما کسلا وتهاونا او لنوع من التاویل الباطل او لظنه انه مشتغل بما هو اهم منها او لغیر ذلك
ترک کرتا ہی یا تو مارے سستی اور کاہلی کی یا کوئی جھوٹا بہانا کر کی یا اس وہم سے کہ ہم اوس سے بھی ضروری کام میں لگ رہے ہیں یا اور کسی وہم سے
بل کثیرا ما یتعبد الله تعالی بترك ما هو واجب علیه من الامر بالمعروف والنهی عن المنکر مع قدرته علیه ویزعم
بلکہ اکثر اوقات اللہ کی عبادت کرتا ہی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو جو اوسکی ذمہ واجب ہی قدرت ہوتی سواتی ترک کر دیتا ہی اور کہتا یوں ہی
انه متقرب الی الله تعالی بترك ما لا یعنیه ویظن انه قائم علی الدین الحق ولا یعلم انه من امقت الخلق الی
کہ ہم بیہودہ امور کو ترک کر کر قربت الٰہی پیدا کرتی ہیں اور خیال یہہ کر رہا ہی کہ دین حق پر قایم ہوں اور یہہ خبر ہی نہیں کہ خدا تعالی کا سب سے زیادہ مردود
الله تعالی وابغضهم له بل کثیرا ما یتعبد الله تعالی بما حرمه الله تعالی علیه ویعتقد انه طاعة وعبادة وحاله
اور سب سے زیادہ مبغوض ہی بلکہ اکثر اوقات حرام کو عمل میں لا کر عبادت کرتا ہی اس اعتقاد پر کہ یہہ طاعت اور عبادت ہی اب اسکا حال
فی ذلك شر من حال من یفعل ذلك ویعتقد انه معصیة وذنب کاصحاب التغنی الذین یتقربون الی الله تعالی
اوس شخص سے بدتر ہی جو حرام کو گناہ اور معصیت سمجھ کر کرتا ہی جیسے پیرزادہ مزامیر سنکر خدا کی قربت چاہتے ہیں
ویظنون انهم اولیاء الله تعالی واحباؤه وکثیر من الناس اذا غلب علیه عدوه وهو عند نفسه من الصالحین
اور گمان کرتے ہیں کہ ہم خدا کی دوست اور محبوب ہیں اور اکثر لوگ جب اونپر دشمن غالب ہو جاتا ہی اور وہ اپنی گمان میں صالح ہیں
وعدوه من الفاسقین وفی ظنه انه من کل وجه محق ومظلوم وعدوه باطل وظلوم یقول ان اهل الحق فی
اور اونکا دشمن فاسق ہی اور اپنی گمان میں بہر حال حق پر ہیں اور مظلوم ہیں اور دشمن باطل پر ہی اور ظالم ہی تو کہتے ہیں کہ حق والی دنیا میں
الدنیا مغلوب ومقهور واهل الباطل مرفوع ومنصور مع ان الامر فی الحقیقة لیس کذلك بل قد یکون معه
مغلوب اور مقہور ہی ہوتی ہیں اور اہل باطل سربلند اور فتحیاب ہوتی ہیں باوجودیکہ حقیقت میں حال یوں نہیں ہی بلکہ کبھی وہ خود ہی
نوع من الظلم والباطل ومع عدوه نوع من الحق والعدل الا ان الانسان لکونه مجبولا علی حب نفسه وعلی
کچہہ کچہہ ظلم اور باطل پر اور اوسکا دشمن ایک طرح کی حق اور عدل پر ہوتا ہی لیکن آدمی اپنی محبت اور دشمن کی عداوت پیدایشی رکھتا ہی
بغض خصمه لا یری الا محاسن نفسه ومساوی خصمه بل قد یشتد حبه لنفسه حتی یری مساویها محاسن
پہر اسکو بجز اپنی خوبیوں اور دشمن کی برائیوں کی کچہہ نہیں سوجہتا بلکہ بعضی دفعہ اپنی محبت اتنی بڑہ جاتی ہی کہ اپنی برائیوں کو بھی حسنات سمجھتا ہی
ویشتد بغضه لخصمه حتی یری محاسنها مساوی وهذا من جهله المقرون بالظلم والهوی وبجهله بوعد
اور دشمن کی عداوت اتنی ہو جاتی ہی کہ اوسکی خوبیوں کو بھی برا جانتا ہی اور یہہ جہالت اوسکی ظلم اور ہوا پرستی سے ملی ہوئی ہی اور اللہ تعالی کی وعدہ

الله تعالى ووعيده وما معه من الدين الحق فانه تعالى قد ضمن في كتابه نصر دينه الحق والقائمين به علما

اور وعید کا اور اپنی دین حق کا علم نہین ہی بیشک اللہ تعالی اپنی کتاب مین دین حق کی اور جو دین پر باعتبار علم اور عمل کی قایم ہین انکی امداد کا ضامن

وعملا ولم يضمن نصر الباطل ولو اعتقد صاحبه انه على الحق وكذا كل من العزة والرفعة انما يكون لاهل

ہو لیا ہی اور باطل کا مددگار نہین ہی اگرچہ باطل والا اپنی تئین حق پر جانا کری اور ایسی ہی تمام عزت اور رفعت واسطی دینداروں کی ہی

الدين الذى به بعث الله رسله وانزل كتبه كما قال الله تعالى ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين وقال

جسکی واسطی اللہ تعالی نی رسول بھیجی اور کتابین اوتارین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اور زور اللہ کا ہی اور اوسکی رسول کا اور ایمان والون کا اور فرمایا

الله تعالى وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين فللعبد من العزة والرفعة بحسب ما معه من الايمان وحقائقه

اللہ تعالی نی اور تم ہی غالب رہوگی اگر تم ایمان رکھتی ہو سو آدمی کی لئی عزت اور رفعت دتنی ہوتی ہی جتنا باعتبار علم اور عمل کی اوسکا ایمان

علما وعملا فاذا فاته حظ من العزة والرفعة ففي مقابلة ما فاته من حقايق الايمان علما وعملا وكذا النصر

اور ایمانی حقایق ہوتی ہین پہر اگر اوسکی عزت اور رفعت کچہہ گہٹ جاتی ہی سو تنی ہی جو اوسکی ایمان مین باعتبار علم اور عمل کی فرق آتا ہی اور ایسی کا پوری

التام والتائيد الكامل انما يكون لاهل الايمان الكامل وقد يقع الغلط في كثير من الناس ويعتقد انه تعالى

امداد اور کامل تائید اوسی کی ہی کہ جسکا ایمان کامل ہی اور بیشک اکثر لوگون کو غلطی ہو جاتی ہی کہ یہہ اعتقاد کرتا ہی کہ اللہ تعالی

لا يؤيد صاحب الدين الحق ولا ينصره ولا يجعل له العافية في الدنيا بوجه من الوجوه بل يعيش فيها طول

دین حق والی کی نہ تائید کرتا ہی اور نہ نصرت اور نہ اوسکو کسیطرحکا دنیا مین ارام دیتا ہی بلکہ دنیا مین تمام عمر

عمره مظلوما مقهورا مع امتثاله بما امر به ظاهرا وباطنا وانتهائه عما نهي عنه ظاهرا وباطنا ويظن ان

مظلوم اور مغلوب رہتا ہی باوجودیکہ اموربہ کی ظاہر و باطن مین ادا کرتا ہی اور منہیات سی ظاہر اور باطن مین بچتا ہی اور یہہ خیال کرتا ہی

اهل الدين الحق يكونون في الدنيا اذلاء مقهورين فاذا ذكر بما وعده في القران يقول هذا في الاخرة فقط ولا يؤ

کہ دین حق والی دنیا مین خوار اور مغلوب ہی ہوتی ہین اور جب اوسکی سامنی قرآن کا وعدہ بیان کرو تو کہنی لگی یہہ صرف آخرت ہی مین ہی اور اللہ کی وعدہ

بوعد الله تعالى بنصر دينه واهله في الدنيا والاخرة وهذا من سوء الفهم لانه تعالى بين في كتابه انه ينصر

پر یقین نہین کرتا کہ اپنی دین اور دینداروں کا دنیا اور آخرت دونون مین مددگار ہی اور یہہ اوسکی نافہمی ہی کیونکہ اللہ تعالی نی اپنی کتاب مین بیان فرمایا ہی کہ

المؤمنين في الدنيا والاخرة قال انا لننصر رسلنا والذين امنوا في الحيوة الدنيا ويوم يقوم الاشهاد وقال تعالى

کہ مؤمنون کی دنیا اور آخرت مین مدد کریگی فرمایا ہم مدد کرتی ہین اپنی رسولون کی اور ایمان والون کی دنیا کی جیتی اور جب کھڑی ہونگی گواہ اور فرمایا اللہ نی

ولو قاتلكم الذين كفروا لولوا الادبار ثم لا يجدون وليا ولا نصيرا سنة الله التي قد خلت من قبل ولن تجد

اور اگر لڑتی تمسی کافر تو پہیرتی پیٹھ پہر نہ پاوینگی حمایتی نہ مددگار رسم پڑی اللہ کی جو چلی آتی ہی پہلی سی اور نہ تو دیکہیگا

لسنة الله تبديلا وهذا خطاب للمؤمنين القائمين بحقائق الايمان ظاهرا وباطنا وقال الله تعالى

رسم اللہ کی بدلتی اور یہہ خطاب اون مؤمنون کو ہی جو حقایق ایمان پر ظاہر و باطن مین قایم ہین اور فرمایا اللہ تعالی نی

والعاقبة للمتقين والمراد بالعاقبة العافية في الدنيا قبل الاخرة لانه تعالى ذكره في سورة الاعراف حكاية عما

اور آخر بہلا ہی ڈروالون کا اور مراد عاقبت سی دنیا کا انجام ہی آخرت سی پہلی اسلئی کہ اللہ تعالی نی اسکو سورۂ اعراف مین موسی نبی علیہ السلام کی

قال موسى النبي عليه السلام لقومه استعينوا بالله واصبروا ان الارض لله يورثها من يشاء من عباده

زبانی اپنی قوم کی لئی بیان فرمایا ہی مدد مانگو اللہ سی اور ثابت رہو زمین ہی اللہ کی اوسکا وارث کری جسکو چاہی اپنی بندون مین سی

والعاقبة للمتقين بل ذكر مثل ذلك في سورة هود عقيب قصة نوح النبي عليه السلام ونصره على قومه

اور آخر بہلا ہی ڈروالون کا بلکہ ایسا ہی سورۂ ہود مین بعد قصۂ نوح علیہ السلام کی اونکی قوم پر نصرت ذکر فرمایا ہی

فقال تلك من انباء الغيب نوحيها اليك ما كنت تعلمها انت ولا قومك من قبل هذا فاصبر ان العاقبة

یہہ بعضی چیزین ہین غیب کی کہ ہم بہیجتی ہین تیری طرف اونکو جانتا نتہا تو اور نہ تیری قوم اسی پہلی سو تو ٹہرا رہ البتہ آخر بہلا ہی

للمتقين فيكون المعنى ان عاقبة النصر تكون لك ولمن تبعك كما كانت لنوح النبي عليه السلام ولمن تبعه و

ڈرنیوالون کا سو اب معنی یہہ ہونگی کہ آخر کو نصرت تیری اور تیری ساتہیونکی لئی ہی جیسی نوح علیہ السلام کی اور اوسکی ساتہیوں کی ہوئی تہی اور

قال تعالى وكان حقا علينا نصر المؤمنين وقال تعالى فايدنا الذين امنوا على عدوهم فاصبحوا ظاهرين فمن نقص

فرمایا اللہ تعالی نی اور حق ہی ہمپر مدد ایمان والون کی اور فرمایا اللہ تعالی نی پہر زور دیا ہمنی اونکو جو یقین لائی تہی اونکی دشمنوں پر پہر ہو رہی غالب پہر جسکی

عمله بمقتضى الايمان ينقص نصيبه من النصر والتائيد وهذا قيل ما اصاب العبد من مصيبة في نفسه او

اعمال مقتضای ایمان سی کمتر ہوئی ہین اوسکا حصہ بہی نصر اور تائید کا کمتی ہوجاتا ہی اسہی لئی کہا گیا ہی کہ آدمی پر جو مصیبت آتی ہی جان پر یا

ماله او بغلبة العدو عليه فانما هو بذنوبه اما بترك واجب او فعل محرم ثم ان ههنا امورا لابد من معرفتها

مال پر یا دشمن کی غلبہ سی تو یہہ سب گناہون کا وبال ہی یا تو واجب ترک ہوتا ہی یا حرام عمل مین آتا ہی پہر یہان کئی بات مین سمجہی چاہئین

الاول ان ما يصيب الانسان في بعض الازمان من غلبة العدو عليه وايذائه له فامر لازم للطبيعة البشرية

اول یہہ کہ آدمی پر بعضی وقت جو مصیبت آتی ہی دشمن کا غلبہ اور اوسکی ایذا دہی سو یہہ بات موافق ارادہ الہی اور حکمت ربانی کی

والنشاة الانسانية بالارادة الالهية والحكمة الربانية كالحر الشديد والبرد القوي والامراض والهموم و

طبیعت بشری اور عادات انسانی کی لوازم سی ہی جیسی گرمی کی شدت اور جاڑی کی ٹہر اور بیماریان اور غم و غصہ

الغموم اللاحقة له حتى الاطفال والبهائم فلو تجرد الخير عن الشر والنفع عن الضر واللذة عن الالم لكان هذا

جو آدمی پر گذرتا ہی یہان تک کہ بچون اور جانورون پر پہر اگر خیر شر سی اور نفع ضرر سی اور لذت الم سی خالی اور صاف ہوکری

العالم عالما اخر غير هذا العالم ونشاة اخرى غير هذه النشاة والثاني ان الانسان مدني بالطبع لا يمكنه ان

تو یہہ عالم اور ہی عالم ہوجاوی یہہ عالم نرہی اور پیدایش اور ہو جاوی سوا اس پیدایش کی اور دوسری بات یہہ ہی کہ آدمی ملن سار ہوتا ہی اکیلا

يعيش وحده بل لابد له ان يعيش مع الناس وللناس ارادات واعتبارات يطلبون منه ان يوافقهم عليها

زندگی نہین کرسکتا بلکہ اوسکو ضرور ہی کہ آدمیون کی ساتہہ رہا کری اور اون لوگون کی کچہہ کچہہ ارادی اور اعتبارات ہوتی ہین کہ اوسمین دوسری کو اپنی موافق

وان لم يوافقهم يؤذونه ويعذبونه وان وافقهم وكان موافقته اياهم على باطل يحصل له العذاب والالم من

کیا کرتی ہین اور اگر موافق نہو تو ایذا دیتی ہین اور ستاتی ہین اور اگر اونسی موافق ہوا اور وہ موافقت باطل پر ہوئی تو اوسکو اور طرح کا عذاب اور الم ہوویگا

وجه اخر ولا ريب ان الم المخالفة لهم في باطلهم اسهل من الالم المترتب على موافقتهم فالم يسير يعقبه لذة

اور اسمین کچہہ شک نہین ہی کہ باطل مین مخالفت کا الم اوس الم سی بہت سہل ہی کہ اونکی موافقت سی ہوویگا پس تہوڑا سا الم کہ اوسکی پیچہی بڑی لذت

عظيمة دائمة اولى بالاحتمال من لذة يسيرة يعقبها الم عظيم دائم والثالث ان البلاء الذي يصيب

دائمی ہووی کا اوٹہانا اولی ہی بہ نسبت ایسی تہوڑی سی لذت کی کہ اوسکی بعد بڑا الم دائمی ہووی تیسری بات جو بلا کہ آدمی پر حق کی راہ مین گذرتی ہی

الانسان في طريق الحق لا يخلو اما ان يكون في نفسه او ماله او عرضه او اهله واشد هذه الاقسام ما كان

اس حال سی خالی نہین ہی کہ اوسکی جان پر ہووی یا اوس کی مال پر یا آبرو پر یا اہل پر اور قسمون مین سی بڑی سخت وہ ہی

في نفسه وغايته ان يقتل ويكون شهيدا وهذا اشرف الموتات واسهلها لان الشهيد لا يجد من الالم الا

جو جان پر ہووی اور اوسکا انجام یہہ ہی کہ مارا جاوی اور شہید ہوجاوی اور یہہ موت سب موتون مین اشرف ہی اور سب سی سہل اسلئی کہ شہید کو اتنا ہی الم ہوتا ہی

مثل القرصة وليس في قتل الشهيد الم زائد على ما هو المعتاد لبني ادم عند موتهم على فرشهم ولا موت متقدم على

کہ جیسی چیونٹی کا ٹی یا چٹکی لی اور شہید کی قتل مین کوئی الم زیادہ اسی نہین ہوا جو بنی آدم کی لئی بستر پر مرتی وقت دستور ہی اور کوئی موت اجل مقرری پر مقدم نہین ہوتی

اجله لان المسطور فی الکتب الکلامیة ان المیت مقتول باجله فمن فر من الموت او من القتل وظن انه
علمی کہ عقائد کی کتابوں میں یہہ لکہا ہوا ہی کہ مقتول اپنی اجل پر مرتا ہی پہر جو شخص موت سی یا قتل سی بہاگی اس خیال پر کہ بہاگنی سی عمر دراز
بفراره یطول عمره ویتمتع بالعیش الکثیر فقد کذبه الله تعالی فی هذا الظن وقال قل لن ینفعکم الفرار ان فررتم
ہوگی اور خوب عیش اوڑاؤنگا تو اسد تعالی اوسکو اس خیال میں جہٹلاتا ہی فرکہ ہرگز نہ فائدہ دیگا تمکو بہاگنا اگر بہاگوگی
من الموت والقتل واذا لا تمتعون الا قلیلا فانه تعالی بین فی هذه الایة ان الفرار من الموت او القتل لا ینفع
مرنی سی یا ماری جانی سی اور پہر بہی بہل مزہ پاؤگی مگر تہوڑی دلوں پس اسد تعالی نی اس آیت میں بیان کردیا کہ موت یا قتل سی بہاگنا کچہ فائدہ نہیں دیتا
الا قلیلا اذ لا خلاص لاحد من الموت بل لا بد له منه فیفوته بهذا الفرار ما هو خیر له منه من الحیوة الابدیة
مگر کچہہ تہوڑا کیونکہ موت سی کسیکو مخلصی نہیں ہی بلکہ موت ضرور ہی سو اس بہاگنی میں جو موت کی بہتر ہی اتہہ سی جاتی رہتی ہی یعنی ہمیشہ کی زندگی
التی تحصل للشهید عند ربه فان من اختار فی الدنیا الراحة علی التعب فی سبیل الله اتعبه الله تعالی اضعاف
کہ رب کی یہاں سی شہید کو ملتی ہی بیشک جو شخص دنیا کا آرام پسند کرتا ہی اسد کی رستی کی محنت پر تو اسد تعالی اوسکو کئی گونہ زیادہ محنت دیتا ہی
ما ناله فی غیر سبیل الله تعالی الا تری ان ابلیس لما امتنع من السجود لادم النبی علیه السلام فرارا من الخضوع له
جو اور رستہ میں اوٹہاتا ہی کیا نہیں دیکہتا کہ ابلیس نی جو آدم نبی علیہ السلام کی سجدہ سی ذلت سی بچنی کو باز رہا تو اسد تعالی نی اوسکو
جعله الله تعالی اذل الاذلین وصیره خادما لفساق ذریته وفجارهم الی یوم الدین وکذلک کل من یمتنع
سب سی زیادہ خوار کرکر قیامت تک آدم کی ذریت میں سی فساق اور فجار کا خادم بنا دیا اور ایسی ہی جو شخص اپنی ذات کو
ان یذل نفسه لله تعالی ویتعب بدنه فی طاعته ومرضاته لا بد ان یذل لمن کان اظلم خلق الله تعالی
ذلیل کرنی سی واسطی اسد کی اور بدن کو اسد کی طاعت اور مرضی کی محنت اوٹہانی سی بچادی تو ضرور ہی کہ وہ شخص ایسی کی سامنی ذلیل ہو کہ تمام خلق اسد
وافسدهم ویتعب نفسه وبدنه فی طاعته ومرضاته عقوبة له من الله تعالی ولذلک قال بعض العارفین
ظالم اور مفسد ہو اور بسبب عقوبت الہی کی اوسکی جان اور بدن اوسی کی طاعت اور مرضی کی محنت میں مبتلا ہی اور اسیی لئی بعضی عارف کہتی ہیں جو شخص
من لم یعبد الحق اختیارا یعبد الخلق اضطرارا فینعزل عن خدمة الخالق الی خدمة المخلوق فعلی هذا کان
اپنی اختیار سی حق کی بندگی نہیں کرتا تو وہ لاچار ہوکر خلق کی بندگی کرتا ہی پس خالق کی خدمت سی معزول ہوکر مخلوق کی خدمت کرنی لگتا ہی اس بیان کی موافق
الواجب علی العبد ان یشتغل بعبادة الله تعالی وطاعته ویترک الاعتراض علیه ویرضی بقضائه فی کل ما
آدمی پر واجب ہی کہ اسد تعالی کی عبادت اور طاعت کیا کری اور کسیطرحکا اعتراض نکری اور اوس حکم پر راضی رہی اوسکی یہاں سی جو
جاء من عنده من النفع والضر والصحة والمرض والمنع والعطاء والالم والاذی ویلاحظ قوله تعالی عسی ان تکرهوا
آوی نفع یا نقصان صحت یا مرض روک یا بخشش الم یا تکلیف اور اس آیت کا مضمون کو لحاظ کری شاید تمکو
شیئا وهو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیئا وهو شر لکم والله یعلم وانتم لا تعلمون ویتیقن انه تعالی ارحم بعباده
بہاگی ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمکو اور شاید تمکو خوش لگی ایک چیز اور وہ بری ہو تمکو اور اسد جانتا ہی اور تم نہیں جانتی اور یقین کر جانی کہ اسد تعالی اپنی بندوں پر اس
من الوالدة بولدها وانه تعالی اعلم بمصلحته من نفسه ثم اذا ظهر عطاء یشکر الله تعالی واذا وقع بلاء یحاسب نفسه
[illegible] اور اسد تعالی اوسکی مصلحت کو اوس سی زیادہ جانتا ہی پہر اگر عطا ظاہر ہووی تو اسد کا شکر بجا لاوی اور اگر بلا آوی تو اپنا حساب
[illegible] حتی استحق ذلک اذ قال الله تعالی وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر
[illegible] اسد تعالی فرماتا ہی جو پڑتی تمپر کوئی سختی سو بدلا اوسکا جو کمایا تمہاری اتہوں نی اور معاف کرتا
[illegible] هذه الایة ان ما اصاب العبد من مصیبة ای مصیبة کانت فهی بسبب ذنوبه التی
[illegible] آدمی پر جو مصیبت آتی ہی کوئی مصیبت ہو سو وہ گناہوں کا وبال ہی جو آپ کا ئی ہیں

بنفسه والله تعالى يعفو عن كثير منها فلا يعاقب عليها في الدنيا واما في العقبى فهو في مشية الله تعالى
اور اللہ تعالی بہتیری گناہ معاف کردیتا ہی سو اونپر دنیا مین عذاب نہین کرتا اور عقبی مین اگر توبہ نہین کی تو مشیت الہی مین ہی

ان لم يتب عنها فانه تعالى ان شاء يعفو عنه ويدخله الجنة بلا عذاب وان شاء يعذبه في جهنم
بیشک اللہ تعالی چاہی معاف کرکر بلا عذاب جنت مین داخل کردی اور چاہی گناہون کی موافق دوزخ مین عذاب دیوی

بقدر ذنوبه ثم يخرجه منها ويدخله الجنة قال علي المؤمن عند الله تعالى خمس نقمات فاولها المرض
پہر دوزخ سی نکال کر جنت میں داخل کری حضرت علی کہتی ہین مومن کی حق مین اللہ تعالی کی ان پانچ عقوبت مین پہلی تو دکہہ

ثم المصائب فان كانت ذنوبه اكثر من ذلك يعذب في قبره فان كانت اكثر من ذلك يحبس على الصراط وان
پہر مصیبتین پہر اگر اسکی گناہ اس سی بہی زیادہ ہوئی تو گور مین عذاب ہوگا پہر اگر اس سی بہی زیادہ ہین تو پلصراط پر رکیگا اور اگر

كان اكثر من ذلك يعذب في جهنم على قدر ذنوبه ثم يخرج منها بالتوحيد المجلس الحادي والتسعون
اس سی بہی زیادہ ہین تو گناہون کی موافق دوزخ مین رہ کر پہر توحید کی برکت سی نکلیگا اکیانوین مجلس

في بيان ان الشيطن يجري من الانسان مجرى الدم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

اس بیان مین کہ شیطان انسان کی اندر مثال خون کی پہرتا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا

ان الشيطان يجري من الانسان مجرى الدم هذا الحديث من صحاح المصابيح روته ام المؤمنين صفية
بیشک شیطان انسان کی اندر خون کی مثال پہرتا ہی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین ہی ام المؤمنین صفیہ کی روایت سی

والمراد بالشيطان ههنا وسوسته لا نفسه فالمجرى يحتمل ان يكون اسم مكان فيكون المعنى ان كيد
اور شیطان سی مراد اسجگہہ شیطانی وسوسہ ہی عین شیطان نہین ہی پس اب لفظ مجری مین احتمال ہی کہ اسم ظرف ہو وی اب معنی یون ہو جاینگی کہ ان

الشيطن ووسوسته يجري في الانسان جريان الدم فان الدم كما يجري في اعضاء الانسان من غير احساس الانسان
شیطان کا مکر اور وسوسہ انسان مین لوہو کی طرح پہرتا ہی بیشک لوہو جیسی انسان کی اعضا مین پہرتا ہی اور آدمی کو اوسکی خبر نہین ہوتی

بجريانها فكذلك وسوسة الشيطن تجري في اعضاء الانسان من غير احساس الانسان بجريانها وقيل يجوز
ایسی ہی شیطانی وسوسہ انسان کی اعضا مین پہرتا ہی اور آدمی کو خبر نہین ہوتی اور کوئی کہتا ہی کہ جایز ہی

ان يراد بالشيطان نفسه لا وسوسته فانه لكونه غير كثيف لا يبعد ان يجري في عروق الانسان لان غير
کہ عین شیطان مراد لین وسوسہ نہ مراد لین اسلیی کہ شیطان مادی جو نہین ہی تو کیا تعجب ہی کہ انسان کی رگون مین پہرتا ہو اسلیی کہ بی مادہ شی

الكثيف يدخل في الكثيف كالهواء النافذ في البدن فيجري الشيطن في الانسان مجرى الدم ويصادف نفسه
ادس مین گہس جاتی ہی جیسی ہوا بدن مین سو اب شیطان بہی انسان کی اندر خون کی طرح پہرتا ہی اور اوسکی جان کی پاس ہوکر

ويسئلها عما تحبه وتريده فاذا عرف مقصودها ومرادها يستعين بها على الانسان في اضلاله واخراجه
پوچہتا ہی تجکو کیا پسند ہی تیرا کیا ارادہ ہی پہر اوسکا مقصود اور مراد پاکر راہ سی بچلانی مین اور طریق مستقیم سی نکالنی مین

عن الطريق المستقيم فانه يورده الموارد التي يتخيل اليه ان فيها منفعة ثم يصدره المصادر التي فيها عطبه
انسان کی مدد کرتا ہی پس وہ شیطان آدمی کو ایسی گہاٹ لگا دیتا ہی جہان یہہ خیال ہوکا اسمین یہہ فائدہ ہی پہر ایسی جگہ پہنچتا ہی جہان عطاء ہلاکی

ثم يتبرأ منه ويسلمه ويقف يشمت به ويضحك منه فانه يامره بالسرقة والزنا وقتل النفس ثم يدل عليه
پہر اوس سی الگ ہوکر اوسہی کی حوالہ کردیتا ہی اور آپ ٹہٹہا مارتا اور ہنستا ہی پہلی آدمی سی پہلی تو چوری اور زنا اور خون کرا دیتا ہی پہر ظاہر کرکی

ويفضحه كما فعل بالراهب الذي زنا بامراة فلما ولدت امره بقتلها وقتل ولدها ثم دل عليه اهلها وكشف
فضیحت کردیتا ہی جیسی ایک راہب کی ساتہہ کیا کہ اوسنی ایک عورت سی زنا کیا پہر وہ جنی تو اوسکو اور اوسکی بچہ کو قتل کرا دیا پہر عورت کی اقربا کو بتا دیا

ثم امره تعالى اراد اصلاحه امره بالسجود له لينجيه فلما سجد له فر منه وتركه وفيه نزل قوله تعالى

پھر اسکو حکم کیا اور چاہا کہ اسکی اصلاح ہو اسکو سجدہ کرنے کا حکم کیا پس جب اسنی سجدہ کیا تو اسکو چھوڑ کر بھاگ گیا اسی قصہ میں یہ آیت اتری کہ

كمثل الشيطان اذ قال للانسان اكفر فلما كفر قال اني بريء منك اني اخاف الله رب العلمين ولا

جیسی کہاوت شیطان کی کہ جب کہی انسان کو تو منکر ہو پھر جب وہ منکر ہوا کہی میں الگ ہوں تجھ سی میں ڈرتا ہوں اللہ سی جو رب ساری جہان کا اور

يختص هذا بالذي ذكرت هذه القصة عنه بل هو جار في كل من يطيع الشيطان في امره بالكفر والعصيان

شیطان کا یہ مکر کچھ اوسی کی خاص نہیں ہی جسکا یہ قصہ مذکور ہوا بلکہ علی العموم ہر کسی کی جو شیطان کا کفر اور معصیت میں مطیع ہو

لينصره ويقضي حاجته ثم يتبرأ منه ويسلمه كما يتبرأ من جملة اوليائه يوم القيمة ويقول

تاکہ وہ حضرت کری اور حاجت روا کری پھر اسکو اوسی پر ڈال کر الگ ہو جاتا ہی جیسی اپنی تمام دوستوں سی قیامت کو الگ ہو جاویگا یہہ کہہ کر

لهم اني كفرت بما اشركتمون من قبل فانه يوقعهم المراد في الدنيا ثم يتبرأ منه يوم القيمة فعلى هذا ينبغي للعاقل

کہ میں قبول نہیں کہتا جو تم مجھکو شریک بنایا تھا پہلی بیشک یہہ شیطان اپنی دوستوں کو دنیا میں ایک کہائی پر لگا دیتا ہی پھر اوسی قیامت کو الگ ہو جاویگا اسواسطی

ان يجتهد في دفع وسوسته عن نفسه اذ ليس تسلطه على الانسان بالقهر والالجاء بل تسلطه عليه بالتزيين

عاقل کو لازم ہی کہ اپنی دلمیں سی اسکا وسوسہ جسطرح بنی دور کری اسلئی کہ انسان پر شیطان کا غلبہ جبر اور زور سی نہیں ہی بلکہ معاصی کی زینت دینی اور

والاغواء كما روي انه عليه السلام قال خلق ابليس مزينا وليس اليه من الاضلال شيء فانه عليه السلام

بہکانی سی ہی کیونکہ یہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ابلیس زینت دینی کو پیدا ہوا ہی اور گمراہ کرنی کی کوئی بات اسکی اختیار میں نہیں ہی بیشک نبی علیہ السلام

بين في هذا الحديث ان الشيطن ليس بمسلط على بني ادم بحيث يامرهم بالمعصية ويلجئهم عليها اذ لو كان

حدیث میں فرمایا کہ شیطان بنی آدم پر اسطور غالب نہیں ہی کہ معصیت کا حکم کرکر گناہ پر لاچار کر دی اگر یہہ حال ہوتا

الامر كذلك لما نجا من شره احد بل شانه ان يوسوس في صدورهم ويزين المعصية اليهم وليس بيده اكثر

تو اسکی بدی سی کوئی بھی نہ بچتا بلکہ اسکا یہہ طریق ہی کہ بنی آدم کی دلوں میں وسوسہ پیدا کرتا ہی اور معصیت کو اونکی نظروں میں خوبصورت بنا دیتا ہی

من ذلك كما اخبر الله تعالى عنه انه يقول لاهل النار يوم القيمة وما كان لي عليكم من سلطن الا ان دعوتكم

اس سی زیادہ کچھہ مقدور نہیں ہی چنانچہ اللہ تعالی اسکی خبر دیتا ہی کہ قیامت کی دن دوزخیوں سی یوں کہیگا اور تم پر مجکو حکومت نہ تھی مگر میں نی تمکو بلایا

فاستجبتم لي فلا تلوموني ولوموا انفسكم يعني ان دعوتي اياكم الى الباطل لم يكن بطريق القهر والالجاء ولا

پھر تمنی مان لیا سو مجھکو مت الزام دو اور الزام دو اپنی تئیں مراد یہہ ہی کہ میرا بلانا تمکو باطل پر کچھہ بطور قہر اور لاچار کرنی نہیں تھا اور نہ

بحجة وبرهان يدل على صدقي بل بمجرد تزيين وتسويل فاستجبتم لي لموافقة دعوتي اهواءكم واغراضكم

کسی حجت اور دلیل سی تھا کہ میری صدق پر دلالت کرتی ہو بلکہ صرف زینت اور آرایش سی تھا سو تمنی میرا کہا اپنی ہوا ہوس اور غرضوں کی موافق دیکھہ کر مان لیا

ولم تستجيبوا ربكم الذي دعاكم الى الحق دعوة مقرونة بالحجج والبينت لعدم موافقة دعوته اهواءكم

اور اپنی رب کا کہنا نہ مانا جسنی حق پر دلائل اور بینات کی ساتھ بلایا تھا کیونکہ اسکی طلب تمہاری ہوا ہوس اور غرض کی

واغراضكم وان عدو الله تعالى لما امتنع عن السجود لادم النبي عليه السلام واخرج من زمرة الملئكة المقربين

مطابق نہ تھی بیشک شیطان نی جب آدم علیہ السلام کو سجدہ نکیا اور مقرب ملائک کی زمرہ سی یا جنت میں سی نکالا گیا

او من الجنة وسال ان ينظر الى يوم يبعث فيه ادم النبي عليه السلام وذريته للجزاء فانظر الى يوم الوقت

اور اسنی سوال کیا کہ اوس دن تک کہ آدم نبی اور اوسکی اولاد جزا کی لئی اوٹہائی جاوین مہلت ملی پھر اوسکو اوسوقت

المعلوم الذي هو وقت النفخة الاولى التي علم الله تعالى ان من في السموت ومن في الارض يصعق عنده

معلوم تک مہلت ملی جو کہ وقت پہلی نفخہ کا ہی اللہ جانتا ہی کہ جو آسمان اور زمین میں ہیں اوسوقت سب بیہوش ہو جاوینگی

الا من شاء الله تعالى قال رب بما اغويتني لازينن لهم في الارض ولاغوينهم اجمعين الا عبادك
مگر جسکو اللہ بچاوے کہا تو شیطان نے پہر کہا ای رب جیسا تو نے مجھکو راہ سی کہویا میں انکو بہار دکہلاؤنگا زمین میں اور راہ سی کہودونگا سبکو مگر جو تیری
منهم المخلصين واستثنى عباد الله الذين اخلصهم الله تعالى لطاعته وعبادته وطهرهم عن تاثير
چنی بندی کی ہیں اور اوسنی اون بندون کو جدا کیا جنکو اللہ تعالی نی واسطی اپنی طاعت اور عبادت کی خاص کیا ہی اور انکو اوسکی بہکاوی کی اثر سی
اغوائه فيهم فلما استثناهم وكان طريقهم مرضيا عند الله تعالى قال الله تعالى هذا صراط علي مستقيم
پاک کر رکہا ہی پہر جب انکو جدا کیا اور انکا چلن اللہ تعالی کو پسند تہا تو اللہ تعالی نی فرمایا یہہ راہ ہی مجہ تک سیدہی
ان عبادي ليس لك عليهم سلطان الا من اتبعك من الغاوين فانه تعالى قد اخبر في هذه الاية ان عباده
جو میری بندی ہیں تجھکو انپر زور نہیں مگر جو تیری راہ چلا خراب لوگون میں بیشک اللہ تعالی نی اس آیت میں خبر دی ہی کہ میری بندی
الذين اخلصهم لطاعته وعبادته ليس لعدوه عليهم سلطان بل سلطانه على الذين اتبعوه من الغاوين واخبر
جو خالص طاعت اور عبادت کی لئی ہین اونپر میری دشمن کو غلبہ نہین ہی بلکہ اوسکا غلبہ اون لوگون پر ہی جو گمراہ اوسکی تابع ہین اور دوسری
في اية اخرى ان عباده المؤمنين المتوكلين لا سلطان له عليهم فقال انه ليس له سلطان على الذين امنوا
آیت میں خبر دی ہی کہ بیشک میری بندی مؤمن اور متوکل اونپر شیطان کو غلبہ نہین ہی فرمایا اوسکا زور نہین چلتا انپر جو یقین رکہتی ہین اور
على ربهم يتوكلون انما سلطانه على الذين يتولونه والذين هم به مشركون وهذه الاية تضمنت امرين احدهما
اپنی رب پہ بہروسہ کرتی ہیں اوسکا زور انہی پر ہی جو اوسکو رفیق سمجھتی ہین اور جو اوسکو شریک ٹہراتی ہین اور اس آیت میں دو باتین ہیں ایک تو یہ
نفي سلطانه عن اهل الايمان وعلى الذين يفوضون امرهم الى الله تعالى في كل ما ياتون ويذرون فان وسوسته
کہ ایمان والون پر اور جو لوگ اپنی کام اللہ پہ حوالہ کر دیتی ہین تمام جو کرتی ہین یا نہین کرتی اون پہ غلبہ نہین ہی بیشک شیطان کا وسوسہ
لا تؤثر فيهم ودعوته غير مستجابة عندهم والثاني اثبات سلطانه على اهل الشرك وعلى الذين يتخذونه وليا
اونمین اثر نہین کرتا اور اوسکا بلاوا اونکو مقبول نہین ہی اور دوسرا یہہ کہ مشرکون پر اور جو لوگ شیطان کو اپنا دوست رکہتی ہین
ويطيعون وسوسته ويستجيبون دعوته والمراد بسلطانه تسلطه عليهم بالوسوسة والدعوة المستتبعة
اور اوسکی وسوسہ کی مطیع ہین اور اوسکا بلاوا مانتی ہین اونپر غلبہ ثابت ہی اور اونپر غلبہ جو ہی تو اوس سی یہہ مراد ہی کہ تسلط وسوسہ سی اور بلانی سی ہی
للاستجابة لا بالقسر والالجاء لانه منتف من الكل لما سبق من قوله تعالى حكاية عنه وما كان لي عليكم من سلطن
کہ تابعدار ہوجاوین نہ یہ کہ زور اور لاچار کر کر نہین ہی کیونکہ ایسا تسلط تو کسی پہ بہی نہین ہی اسلئی کہ اوسکا قول بطور حکایت کی گذر چکا ہی اور مجھکو تمپر حکومت نہ تہی
الا ان دعوتكم فاستجبتم لي ولما علم عدو الله تعالى انه تعالى لا يسلطه على عباده المخلصين قال فبعزتك
مگر میں نی تمکو بلایا پہر تمنی مان لیا اور جب شیطان کو یقین ہوا کہ اللہ تعالی اپنی مخلص بندون پر غلبہ نہین دیتا بولا تو قسم ہی تیری عزت کی
لاغوينهم اجمعين الا عبادك منهم المخلصين وقد اخبر الله تعالى ان عدوه ابليس حين وبخ بقوله تعالى
میں گمراہ کرونگا ان سبکو مگر جو بندی ہین اونمین تیری چنی اور اللہ تعالی نی خبر دی ہی کہ جب شیطان کو یہہ جہڑکی ملی
ومامنعك الا تسجد اذ امرتك قال فبما اغويتني لاقعدن لهم صراطك المستقيم ثم لاتينهم من بين ايديهم ومن خلفهم
اور تجھکو کیا مانع تہا کہ سجدہ نکیا جب میں نی فرمایا بولا تو جیسی تو نی مجہی بدراہ کیا ہی میں بیٹہونگا اونکی تاک میں تیری سیدہی راہ پر پہر اونپر آؤنگا آگی سی اور پیچہی سی
وعن ايمانهم وعن شمائلهم ولا تجد اكثرهم شاكرين قال جمهور المفسرين والنحاة كلمة على ههنا محذوفة ونصب صراطك
اور داہنی سی اور بائین سی اور نہ پاویگا تو اکثر اونمین شکر گذار تمام مفسر اور نحوی کہتی ہین کہ یہان سی لفظ علی کا محذوف ہی اور زبر صراطک کا
على نزع الخافض كانه قيل لاقعدن على صراطك المستقيم ثم لاتينهم من جميع جهاتهم وهذا تفصيل لما اجمله
حرف جر دور کرنی سی ہی گویا عبارت یون ہی لاقعدن علی صراطک المستقیم پہر اون پاس سب طرفون سی آؤنگا اور یہہ تفصیل اوس اجمال کی ہی

في قوله فبعزتك لاغوينهم اجمعين وتمثيل الوسوسة اليهم وتسويله عليهم ما يمكنه وقد مر عليه اذا من
جو اس عبارت میں ہی قسم تیری عزت کی میں سبکو گمراہ کرونگا وتمثیل وسوسہ کی اور آرائش کی ہی جو اوسپر آویگی اور جسپر قادر ہوگا کیونکہ جو

طريق خير والشيطان قاعد عليه يقطعه على السالكين فيه بانواع مكائده وغروره فانه يشام نفس الانسان
نیک راستہ ہی سو اوسپر شیطان بیٹھا ہوا چلنی والوں پر طرح طرح کی مکر اور فریب سے راہ مارتا ہی کیونکہ شیطان انسان کی نفس پر غور کر

ليعلم اي القوتين غالب عليها هل هي قوة الاقدام ام هي قوة الاحجام فان راى ان الغالب عليها قوة الاحجام ياخذ
معلوم کرتا ہی کہ دونوں قوت میں سے اوسپر کونسی غالب ہی آیا قوت عمل کی یا قوت بازرہنی کی پہر اگر دیکھتا ہی کہ اوسپر قوت بازرہنی کی غالب ہی تو اوسکی

في تثبيطه واضعاف همته وارادته عن المامور به ويثقله عليه ويهون عليه تركه حتى يتركه جملة
ہمت میں سستی کا بڑہانا اور مامور بہ سے ارادہ کا پہیرنا شروع کرتا ہی اور اوسپر عمل دشوار اور ترک کرنا آسان کردیتا ہی آخروہ اوسکو سراسر ترک کرتا ہی

او يقتصر فيه ويتهاون به وان راى ان الغالب عليها قوة الاقدام ياخذ في تقليل المامور به عنده ويوهم انه
یا اوسمیں قصور کرتا ہی یا اوسمیں سستی کرتا ہی اور اگر دیکھتا ہی کہ اوسپر قوت عمل کی غالب ہی تو مامور بہ کو اوسکی نظر میں گھٹانا شروع کرتا ہی اور وہم میں ڈالتا ہی

لا يكفيه بل يحتاج الى مبالغة وزيادة فيقصر بالاول ويتجاوز بالثاني وقد قال بعض السلف ما امر الله بامر الا
کہ تجکو کافی نہوگا بلکہ حاجت مبالغہ اور زیادت کی ہی اور اول میں تقصیر ہوتی ہی اور دوسری میں بڑہ جاتا ہی اور بعضی متقدمین کا قول ہی کہ اللہ تعالی نے

وللشيطان فيه نزغتان اما الى تفريط وتقصير واما الى افراط وغلو ولا يبالي بايهما ظفر وقد قطع كثيرا من
حکم ہی سو اوسمیں شیطان کی دو جہتیں ہیں یا بطرف کوتاہی اور تقصیر کی یا بطرف زیادتی اور افزائش کی اور بے پروا نہیں کرتا کسپر فتحیاب ہو اور اکثر

الناس في هذين الواديين وادي التفريط والتقصير ووادي الافراط والتجاوز والثابت منهم على الطريق
لوگوں پر شیطان نے اون دونو میدان میں رہزنی کی ہی ایک میدان تفریط اور تقصیر کا اور ایک میدان افراط اور تجاوز کا اور ان لوگوں میں سے اوس

الذي كان عليه رسول الله عليه السلام واصحابه قليل جدا فمنهم الذين يبنون المساجد والمدارس
رستہ پر قایم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکی اصحاب کا ہی بہت ہی کمتر ہیں انکی بعضی ایسی شخص ہیں کہ مسجدیں اور مدرسے

والقناطر والرباط من اموال جمعوها من الظلم بالغصب والنهب والرشوة والجهات المحظورة ويظنون انهم
اور پل اور خانقاہ ایسی مال سے بناتی ہیں کہ جو ظلم سے اور چہین جہپٹ اور رشوت اور بیجا طریق سے جمع کیا ہی اور خیال باندہ رکہا ہی کہ ہم

استحقوا بذلك مغفرة من الله تعالى وثوابا كثيرا ولا يعرفون انهم تعرضوا لسخط الله تعالى في جمعها وانفاقها
اسکی بدلہ میں اللہ کی طرف سے سزاوار مغفرت کی اور بڑی ثواب کی ہیں اور یہہ نہیں سمجہتی کہ وہ قابل غضب الہی کی ہوئی اس مال کی جمع کرنی میں اور خرچ کرنی میں

اذ كان الواجب عليهم الامتناع عن جمعها على هذا الوجه فلما عصوا الله تعالى بجمعها على هذا الوجه كان الواجب
ہی اسواسطی کہ اونپر یہہ واجب تہا کہ اس وجہ سے مال جمع نکرتی پہر اگر اونہوں نے اسی وجہ سے جمع کرنی میں نافرمانی کی تو اب اونپر یہہ واجب تہا

عليهم التوبة والرجوع الى الله تعالى وردها الى اصحابها ان امكن والا فالى ورثتهم ان وجدوا والا كان الواجب
کہ توبہ اور خدا کی طرف رجوع کرتی اور مال مالکوں کو پہیر دیتی اگر ہو سکتا اور نہیں تو اونکی وارثوں کو اگر پاتی اور نہیں تو یہہ واجب تہا

عليهم تفريقها على الفقراء بنية ان تكون وديعة عند الله تعالى يوصلها الى اصحابها يوم القيمة وهم لعدم
کہ فقرا پر اس نیت سے تقسیم کرتی کہ اللہ تعالی کی پاس امانت رہی قیامت کی روز مالکوں کو پہنچا دیوی اور وہ مال جو فقرا پر

تفريقها على الفقراء بقيت عليهم وتوخذ من اعمالهم يوم القيمة ومنهم من يستغفر الله تعالى ويسبحه ويهلله
تقسیم نہوی تو اونکی ذمہ باقی رہی قیامت کی روز اونکی اعمال میں سے لی جاویگی اور بعضی لوگ خدا سے مغفرت مانگتی ہیں اور زبان سے ہر روز سبحان اللہ

بلسانه في اليوم مائة مرة ثم لا يزال يغتاب الناس ويشتمهم ويمزق اعراضهم ويتكلم بما لا يرضاه الله تعالى
سو سو مرتبہ پڑہتی ہیں پہر متصل لوگوں کی غیبت کرتی ہیں گالیاں سناتی ہیں اور اونکی بی آبروئی کی جاتی ہیں اور خلاف رضامندی خدا تعالی کی

طول نهاره من غير حصر ولا عد ويظن ان حسناته اكثر من سياته لعدم محاسبة نفسه وعدم تفقد معاصيه
تمام دن بی انتہا اور بی شمار باتین بکی جاتی ہین اور گمان یہہ رکہتی ہین کہ ہماری حسنات گناہون سی زیادہ ہین کیونکہ اپنی نفس کا محاسبہ اور گناہون کی تلاش نہین کرتی
ويكون نظره الى عدد تسبيحه وتهليله ويغفل عن هذيانه الذى لو كتب لكان مثل تسبيحه وتهليله مائة
اب اپنی تسبیح اور تہلیل کی گنتی پر تو نگاہ ہی اور بیہودہ باتون کا اگر لکہی جاوین تو تسبیح اور تہلیل کی برابر سو بار بلکہ ہزار بار ہو جاوین
مرة بل الف مرة وقد كتبه كرام الكاتبون ووعد الله تعالى على كل كلمة عقابا حيث قال ما يلفظ من قول الا لديه
کچہ خیال نہین اور بیشک کرام الکاتبین اسکو لکہ چکی ہین اور الله تعالی ہر ہر کلمہ پر عقاب کا وعدہ کر چکا ہی چنانچہ فرمایا نہین بولتا ایک بات جو نہین اوس پاس
رقيب عتيد فهو ابدا يتامل فى فضائل التسبيحات والتهليلات ولا يلتفت الى ما ورد فى عقوبة المغتابين والنمامين
ایک راہ دیکہتا طیار سو وہ شخص ہر دم تسبیحات اور تہلیلات کی فضایل تو سوچتا رہتا ہی اور ادہر خیال نہین کرتا کہ غیبت کرنیوالون اور سخن چینون
والكذابين وغير ذلك ممن لا يحترز من افات اللسان ولعمر الله لو كان الكرامون الكاتبون يطلبون منه اجرة لما
اور جہوٹون کی لئی کیا عقاب تجویز ہوا ہی اور سوا اسکی اور زبانی آفات جن سی احتراز نہین ہی اور قسم ہی اگر کرام کاتبین اوسی اجرت لیا کرتی کہ جو
يكتبونه من هذيانه الذى زاد على تسبيحه وتهليله الف مرة لكان يكف لسانه حتى عدة جملة من مهماته وكان يعد
اوسکی بیہودہ باتین کہ تسبیح اور تہلیل سی ہزار گونہ زیادہ ہوتی ہین اور وہ لکہتی ہین تو بیشک اپنی زبان بند رکہتا اور اوسکو اپنا ضروری کام سمجہتا اور بولنی کو
ما نطق به فى فتراته ويحسبه ويوازنه بتسبيحاته حتى لا يفضل عليه اجرة الكتابة فيا عجبا لمن يحاسب نفسه
اپنی لغزش مین گنتا حساب کرتا اور تسبیحات کی برابر رکہتا ایسا نہو کہ کتابت کی مزدوری زیادہ دینی آجاوی پہر بڑا تعجب ہی کہ اپنی نفس کا حساب
ويحتاط خوفا من ذهاب قيراط فى الاجرة ولا يحتاط خوفا من فوات فردوس الاعلى جنة الماوى فى الاخرة وليس هذه
اور احتیاط اس خوف کا مارا کری کہ کوئی کوڑی اجرت مین نہ جاتی رہی اور اس خوف کی احتیاط نکری کہ فردوس اعلی اور جنت الماوی آخرت مین ہاتہ نہ آویگا اور یہہ
الغفلة الا مصيبة عظيمة لمن يتفكر فيها وقد وقعنا فى امر ان شككنا فيه نكون من الكفرة الجاحدين وان صدقنا
غفلت تو بڑی مصیبت ہی اسمین کوئی فکر کری اور ہم ایسی بلا مین آگئی ہین کہ اگر اسمین شک کرین تو منکر کافر ہوتی ہین اور اسکی تصدیق کرین
به نكون من الجهلة المغرورين وليس هذا عمل من صدق بما جاء به القران ورسول رب العالمين المجلس الثانى و
تو جاہل مغرور ہین اور یہہ کام اوسکا نہین ہی جو احکام قرآن اور رسول رب العالمین کی تصدیق کرتا ہی بانوین مجلس

التسعون فى بيان عدم المواخذة بالوسوسة ما لم نعمل بها او نتكلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اس بیان مین کہ وسوسہ پر کچہ مواخذہ نہین ہی جبتک عمل مین نہ آوی اور یا زبان پر نگذری رسول الله صلی الله علیہ وسلم نی فرمایا
ان الله تعالى تجاوز عن امتى ما توسوست به صدورها ما لم تعمل به او تتكلم هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه
بیشک الله تعالی نی میری امت کو معاف کیا ہی جو اونکی دلون مین خیالات آوین جبتک عمل نہ کرین یا زبان پر نہ لاوین یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین
ابو هريرة وفيه دليل على ان المرفوع عن هذه الامة لم يكن مرفوعا من الامم السالفة لان التخصيص بالذكر لا بد له
ابو ہریرہ کی روایت سی اور اسمین یہہ دلیل ہی کہ جو اس امت کو معاف ہی پہلی امتون کو معاف نہ تہا اسلئی کہ اس امت کی خاص مذکور ہونیکا کوئی فائدہ چاہئی
من فائدة والمعنى انه تعالى عفى عن هذه الامة ما يخطر فى قلوبهم من الخواطر المذمومة واحاديث النفس فان ما يقع فى
اور معنی یہہ ہین کہ الله تعالی نی اس امت کو خیالات بد اور نفسانی وہم جو اونکی دلون مین گذرتی ہین معاف کردی ہین پہر دلین جو خیالات نکمی
القلب من الخواطر الدنية المذمومة يسمى وسوسة وما يقع فيه من الخواطر المرضية الحسنة يسمى الهاما ثم الوسوسة
بد گذرتی ہین وسوسہ کہلاتی ہین اور دلین جو خیال پسندیدہ نیک آتی ہین الہام کہلاتی ہین پہر
اما ضرورية او اختيارية فالضرورية هى الخواطر التى تدخل فى القلب من غير اختيار وهذا معفو عن جميع الامم لكونه
تو ضروری ہوتا ہی یا اختیاری پہر ضروری تو وہ خیالات ہین جو دلین بی اختیار آجاتی ہین اور یہہ تو تمام امتون کو معاف ہوئی ہین اسواسطی

خارجا عن حد الاستطاعة والاختيارية هي الخواطر التي تدخل في القلب وتستجلبها الطبع وتتبعها النفس وتردد ها
کہ حد استطاعت سے باہر ہی اور اختیاری وہ خیالات ہیں جو دلمیں آتے ہیں اور طبیعت اوسکو کھینچ لاتی ہی اور نفس اوسکی پیچھے لگا رہتا ہی اور بار بار

وتتلذذ منها فتميل الى العمل او التكلم بها وهذا النوع هو الذي عفى عن هذه الامة دون سائر الامم تشريفا لنبينا وتفضيلا
ہی اور لذت اوٹھاتا ہی پھر اوسپر عمل کی یا بیان کی رغبت کرتا ہی اور یہہ ہی وہ قسم ہی جو اس امت سے علاوہ تمام امتوں سے بسبب شرافت ہمارے نبی کی اور فضیلت اونکی امت کی

لامته واما العقائد الفاسدة ومساوى الاخلاق وما ينضم اليها من اعمال القلوب فهي بمعزل عن الدخول في جملة ما
معاف ہوا ہی اور رہی فاسد عقیدے اور عادات بد اور جو انہیں ملی ہوئی ہیں یعنی اعمال قلوب سو یہہ وسوسہ دلی میں داخل ہونیسے الگ ہیں

وسوست به الصدور بل هي من اعمال القلوب التي يواخذ بها الانسان والحاصل ان ما يقع في القلب على خمس مراتب الاولى
بلکہ یہہ وہ اعمال قلوب ہیں جسمیں انسان سے مواخذہ ہوویگا اور حاصل یہہ ہی کہ دلکی خیالات پانچ درجہ پر ہیں پہلا تو

الهاجس وهو ما يقع فيه ابتداء ثم الخاطر وهو جريان ما يقع فيه ثم حديث النفس وهو التردد فيما يقع فيه هل يفعل
ہاجس کہ وہ دلمیں پہلی ہی آتا ہی پھر اوسکی بعد خاطر یعنی اوسکا جاری ہونا جو دلمیں آیا ہی پھر حدیث النفس یعنی اوسمیں تردد جو دلمیں آیا ہی کہ کروں

ام لا ثم الهم وهو ترجيح جانب الفعل ثم العزم وهو القطع على الفعل والجزم به وهذه الخواطر ان كانت في المعاصي ففيها
یا نہیں پھر ہم یعنی کرنی کی جانب کو غالب کرنا پھر عزم یعنی فعل پر ٹوٹ پڑنا اور جزم کرنا اور یہہ خیالات اگر گناہوں کی ہوتی ہیں تو اسمیں

تفصيل اما الهاجس فلا يواخذ به احد اجماعا لانه ليس من فعل العبد وانما هو شيء ورد عليه لا قدرة له على دفعه لا
تفصیل ہی ہاجس سی تو متفق علیہ کہ مواخذہ نہیں ہی کیونکہ یہہ بندہ کا کیا ہوا نہیں ہی یہہ تو ایسی بات ہی کہ خود بخود آجاتی ہی اسکا قدرت نہیں کہ دفع کردی یا

على منعه واما الخاطر الذي بعده فالعبد قادر على دفعه بصرف الهاجس اول وروده ومع هذا هو وما بعده من حديث
روک دی اور خاطر جو اسکی بعد ہی سو آدمی کو اسکی دفع پر قدرت ہوتی ہی کہ ہاجس کو آتی ہی پھیر دی تسپر بھی یہہ اور اسکی بعد کا یعنی حدیث النفس

النفس مرفوعات عن الامة بالحديث الصحيح الوارد في ارتفاع حديث النفس عن هذه الامة وهو قوله عليه السلام عفى عن امتي
اس امت کو سب معاف ہیں بدلیل حدیث صحیح کی جو اس روایت میں آئی ہی کہ حدیث النفس اس امت کو معاف ہی وہ حدیث یہہ ہی کہ میری امت کو معاف ہی

ما حدثت به نفوسهم فاذا ارتفع حديث النفس ارتفع ما قبله بالطريق الاولى وهذه الثلثة لو كانت في الحسنات لا
جو انکی نفس حدیث کرتی ہیں پھر جب حدیث النفس معاف ہوا تو اوسی پہلی کی خیالات بطریق اولی معاف ہونگی اور یہہ تینوں اگر حسنات میں ہیں تو اسکا

يكتب له بها اجر لعدم القصد واما الهم فقد بين في الحديث الصحيح ان الهم بالحسنة يكتب حسنة وان لم تفعل لظهور
کچھ ثواب نہیں ہوتا کیونکہ قصد نہیں ہی اور رہا ہم سو حدیث صحیح میں آیا ہی کہ نیک ہم کا ثواب ہوتا ہی اگرچہ بسبب کسی مانع کی عمل

مانع والهم بالسيئة لا يكتب سيئة بل ينتظر فان تركها العبد لله تعالى يكتب عليه حسنة وان فعلها يكتب عليه
نہ آوی اور بدی ہم کا کچھہ گناہ نہیں ہوتا بلکہ ملتوی رہتا ہی اگر آدمی نے اوسکو بعد ترک کیا تو اوسکو ثواب ہوتا ہی اور اگر کر بیٹھا تو نری عمل کا گناہ

اثر الفعل وحده لا اثر الهم لان الهم مرفوع عن هذه الامة واما العزم على السيئة فبعض العلماء وان جعله من الهم المرفوع
ہوتا ہی ہم کا کچھہ گناہ نہیں ہوتا کیونکہ ہم اس امت کو معاف ہی اور رہا عزم بدی کا سو بعضی علماء نے اوسکو اگرچہ اوس ہم میں داخل کیا ہی جو معاف ہی

الا ان المحققين على كون العبد مواخذا به لكن ان ندم على عزمه وترك الفعل خوفا من الله تعالى يكتب له حسنة
پر محقق اسپر ہیں کہ اسمیں بندہ سے مواخذہ ہوویگا لیکن اگر اپنی عزم پہ نادم ہوا اور اللہ کی خوف سے وہ کام نکیا تو اوسکو ثواب ہوتا ہی

لان عزمه على السيئة وان كان سيئة لكن امتناعه عنها حسنة فيكتب حسنة واما اذا فات عنه الفعل بعائق او
کیونکہ عزم گناہ کا اگرچہ گناہ ہی لیکن اوس سے باز رہنا نیک عمل ہی سو ثواب ہوتا ہی اور جس صورت میں کہ وہ کام کسی مانع کی سبب یا

تركه بعذر لاحق لا خوفا من الله تعالى يكتب عليه سيئة لان عزمه فعل اختياري من افعال القلوب فيواخذ به
کسی عذر کی مارے نہیں ہوا یا کہ اوسکو خوف الٰہی سے نہیں چھوڑا تو اب گناہ ہوتا ہی کیونکہ عزم افعال قلوب میں سے فعل اختیاری ہی سو جازم کی پکڑ ہوگی

صاحبه اذ قد روی انه علیه السلام قال يحشر الناس على نياتهم ولا شك ان من عزم فى الليل ان يصبح ويقتل مؤمنا
اسلئے کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا تمام لوگ اپنی اپنی نیتوں پر محشور ہونگی اور اسمیں کچھہ شک نہیں ہی کہ جو شخص رات کو یہہ عزم کری کہ صبح ہوتی ہی کسی مسلم کو قتل
او یزنی بامرأة او يشرب خمرا او يرتكب غير ذلك من الذنوب فمات الليلة يموت عاصيا مصرا على الذنب ويحشر على
یا کسی عورت سی زنا کرونگا یا شراب پیونگا یا کوئی اور گناہ کرونگا پہر وہ اوسی شب میں مرگیا تو گناہ پر اڑا ہوا گنہگار مریگا اور اپنی نیت پر اوٹھیگا
نيته مع ان الواقع منه العزم على المعصية دون فعلها والدليل الدال عليه ما روى انه عليه السلام قال اذا التقى
باوجودیکہ اوسکو صرف معصیت کا عزم ہی تہا کچھہ عمل نہیں کیا اور دلیل اس مطلب پر یہہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب دو مسلمان
المسلمان بسيفيهما فالقاتل والمقتول فى النار قيل يا رسول الله هذا القاتل فما بال المقتول قال لانه اراد قتل
تلوار لیکر مقابل ہوتی ہیں تو قاتل اور مقتول دونو جہنمی ہوں کسی نی عرض کیا یا رسول اللہ بہلا یہہ تو قاتل تہا اب مقتول نی کیا کیا فرمایا اسلئی کہ یہہ بہی اپنی
صاحبه وهذا نص فى كون المقتول من اهل النار بمجرد الارادة مع انه قتل مظلوما فكيف لا يؤخذ العبد بالنية
یار کی قتل کا ارادہ رکہتا تہا اور یہہ نص ہی کہ مقتول نری ارادہ سی جہنمی ہی باوجودیکہ مظلوم قتل ہوا ہی پہر کیونکر آدمی سی نیت کا مواخذہ نہیں ہی
والعزم وكل ما يدخل تحت اختياره فهو مؤاخذ به الا ان يكفره بحسنة ونقض العزم بالندم حسنة فلذلك يكتب
اور عزم اور جو جو آدمی کی اختیاری ہی سو اوسکا مواخذہ ہوتا ہی ان اگر نیک کام سی اوسکا بدلا کردی تو خیر اور ندامت سی عزم کا توڑ دینا ہی نیک کام ہی اسی لئی
حسنة واما فوات المراد بعائق فليس بحسنة فلذلك يكتب سيئة فيؤاخذ بها فكيف لا يؤاخذ العبد باعمال القلوب
ثواب ہوتا ہی اور رہی وہ صورت جو کسی مانع کی سبب سی عمل فوت ہوجاوی سو یہہ حسنہ نہیں ہی اسی لئی گناہ ہوتا ہی پہر مواخذہ ہوگا اب کیونکر آدمی کا مواخذہ اعمال قلوب
والكبر والعجب والرياء والحسد والنفاق وجملة الخبائث من اعمال القلوب وقد قال الله تعالى ان السمع والبصر والفؤاد كل
اور کبر اور تکبر اور ریا اور حسد اور نفاق پر نہوویگا اور جتنی خباثت ہیں سو اعمال قلوب ہیں اور بیشک اللہ تعالی فرمایا ہی بیشک کان اور آنکہہ اور دل ان سبکی
اولئك كان عنه مسؤلا فانه تعالى قد بين فى هذه الاية ان العبد بكل واحد من تلك الاعضاء يكون مسؤلا فيما يدخل
اوس سی پوچہہ ہی اب اللہ تعالی نی اس آیت میں بیان کیا کہ آدمی سی انکے ہر ہر عضو کی پوچہہ ہوگی جو جو کام انکی اختیار میں ہیں
تحت اختياره مثلا لو وقع بصره على اجنبية بغير اختيار منه لا يؤاخذ بهذه النظرة فان اتبعها نظرة ثانية يكون
مثلا اگر نامحرم عورت پر بطور عادت کی بی اختیار نگاہ پڑجاوی تو اس نگاہ کا کچھہ مواخذہ نہیں ہی پہر اگر اوسپر دوبارہ نظر ڈالی تو اوس دوسری نظر کا
مؤاخذا بهذه النظرة الثانية لكونه مختارا فيها كذلك خواطر القلوب تجرى هذا المجرى بل القلب اولى بالمؤاخذة لانه
مواخذہ ہوویگا کیونکہ اسمیں اختیار رہتا ایسی ہی دلکی خیالات اسی کی قایم مقام ہیں بلکہ دل کا مواخذہ اولی ہی کیونکہ سبکی اصل ہی
الاصل فان من حكم قلبه بشئ وكان مخطأ فيه يصير مجزيا به ان خيرا فخير وان شرا فشر كمن ظن انه متطهر وحضر
بیشک جسکا دل کسی بیجا بات پر حکم کری تو ویسی ہی بدلا ملیگا اگر نیک ہی تو نیک اور اگر بری ہی تو بد جیسی کسی نی گمان کیا کہ میں باوضو ہوں اور
الجمعة وصلاها ثم تذكر انه كان غير متطهر يكون مثابا بفعله وان تركها ثم تذكر يكون معاقبا على تركه ومن وجد على فراشه امرأة
جاکر جمعہ کی نماز ادا کی پہر یاد آیا کہ پاک نہیں ہی تو بہی اسکا ثواب ہوگا اور اگر جمعہ کو ترک کیا پہر یاد آیا تو اس ترک پر عقاب ہوگا اور جسنی اپنی بستر پر عورت پائی
فظنها زوجته فوطئها لا يكون عاصيا بوطيها وان كانت اجنبية وان ظنها اجنبية فوطئها بهذا الظن يكون عاصيا
اور گمان کیا کہ میری بی بی ہی پہر اوس سی جماع کیا تو اس جماع سی گنہگار نہیں ہوگا اگرچہ غیر عورت ہو اور اگر اوس عورت کو غیر سمجہا پہر اوسی خیال پر جماع کیا تو اس جماع سی
بوطيها وان كانت زوجته كل ذلك بالنظر الى القلب دون الجوارح فان الوسوسة انما تكون مرفوعة عن هذه الامة اذا
گنہگار ہوگا اگرچہ اوسکی بی بی ہو یہہ تمام باعتبار دل کی ہی جوارح کا لحاظ نہیں ہی کیونکہ وسوسہ تو سراسر اس امت کو معاف ہی جبتک
لم تبلغ رتبة العزم فاما اذا بلغت تلك المرتبة فلا تكون مرفوعة بل يؤاخذ به العبد فيلزم عليه نقضها بالندم والاستغفار
عزم کا مرتبہ پاوی پہر اگر اوس درجہ تک جا پہنچی تو پہر معاف نہیں ہی بلکہ اسپر آدمی سی مواخذہ ہوتا ہی سو لازم ہی کہ اس عزم کو ندامت اور استغفار سی توڑ دی

حتى تنقلب حسنة لكن ينبغي ان يعلم ان الوسوسة قد تكون من جهة تلبيس ابليس فان الشيطان قد تلبس على
تاکہ پلٹ کر عمل نیک ہو جاوے لیکن سمجھنی کی بات ہی کہ وسوسہ بعضی وقت ابلیس کی فریب سی ہوتا ہی بیشک شیطان بعضی وقت انسان پر یہہ شبہ ڈالتا ہی

الانسان فيقول العمر طويل والصبر على ترك الشهوات طول العمر الم شديد فكيف تترك اللذات والشهوات فعند ذلك
کہتا ہی کہ عمر بہت دراز ہی اور ترک شہوات پر تمام عمر صبر کرنا بڑا ہی سخت عذاب ہی اب لذتیں اور شہوات کیونکر ترک کردیجیئ اب ایسی وقت آدمی کو

يلزم للعبد ان يذكر عظيم ثواب الله تعالى واليم عقابه ووعده ووعيده ويجدد ايمانه ويقينه ويقول نعم الصبر عن
لازم ہی کہ اللہ تعالی کا بڑا ثواب اور سخت عذاب اور اوسکی وعدی اور وعید یاد کری اور از سر نو ایمان اور یقین کو سنبھالی اور کہی البتہ صبر کرنا

الشهوات شديد لكن الصبر على النار اشد فلابد من اختيار اخفهما فاذا ذكر العبد ذلك يخنس الشيطان ويهرب اذ لا يستطيع
شہوات سی سخت ہی لیکن آگ پر صبر کرنا اوس سے بہت سخت ہی سو کمتر کو اختیار کرنا چاہیئ جب آدمی یہہ بات یاد کرتا ہی تو شیطان پس پشت بہاگ جاتا ہی کیونکہ شیطان کی

ان يقول ليس الصبر على النار اشد من الصبر على المعصية ولا يملك ان يقول المعصية لا تفضي الى النار لان
یہہ طاقت نہیں ہی کہ کہوی آگ پر صبر کرنا معصیت پر صبر کرنی سی سخت نہیں ہی اور نہ یہہ کہہ سکتا ہی کہ معصیت دوزخ میں نہ لیجاویگی اسواسطی کہ آدمی کا

ايمان العبد يدفعه وينقطع عنه وسوسته بنور الايمان فان العبد اذا كان ايمانه حقيقيا لا لسانيا بل
ایمان اوسکو دفع کردیتا ہی اور ایمان کی نور سی اوسکا وسوسہ کٹ جاتا ہی • بیشک جب آدمی کا ایمان حقیقی ہوتا ہی نرا زبانی نہیں ہوتا بلکہ

قلبيا يقينيا يدفع عن نفسه وسوسة الشيطان ويتخذه عدوا امتثالا لقوله تعالى ان الشيطان لكم عدو
دلی یقینی ہوتا ہی تو اپنی دل سی شیطانی وسوسہ دور کردیتا ہی اور شیطان کو دشمن جانتا ہی اس آیت کی موافق تحقیق شیطان تمہارا دشمن ہی

فاتخذوه عدوا فانه تعالى بين في هذه الاية ان الشيطن عدو لبني ادم وامرهم ان يتخذوه عدوا لانه
سو تم سمجہو اوسکو دشمن اللہ تعالی نی اس آیت میں بیان کیا کہ شیطان بنی آدم کا دشمن ہی اور یہہ حکم کیا کہ وہ بہی اوسکو دشمن سمجہیں کیونکہ

يريد اضلالهم ليجرهم مع نفسه الى النار فعلى هذا ينبغي للعاقل ان يعرف عدوه ويجتهد في دفع وسوسته
اونکو گمراہ کیا چاہتا ہی تاکہ اپنی ساتہہ دوزخ میں کہینچ لیجاوی اس بیان کی موافق عاقل کو چاہی کہ اپنا دشمن پہچانے اور اوسکا وسوسہ بزور دفع کردی

ولا يدفع وسوسته الا بمخالفة الهوى فمن منع نفسه عن الهوى يكون من عباد الله الذين لا يتسلط عليهم
اور بدون مخالفت ہوا ہوس کی اوسکا وسوسہ دفع نہیں ہوتا پہر جسنی اپنی نفس کو ہوا سی روک رکہا تو وہ اون لوگوں میں ہوتا ہی جن پر شیطان غالب نہیں ہوتا

الشيطن على ما اخبر الله تعالى بذلك وقال ان عبادي ليس لك عليهم سلطن فدلت الاية على ان الشيطان
موافق مضمون اس آیت کی وہ میری بندی ہیں اوپر نہیں تیری حکومت یہہ آیت دلالت کرتی ہی کہ شیطان

لا يتسلط على من كان من عباد الله تعالى وانما يتسلط على من لم يكن من عباد الله تعالى فمن يتبع الهوى لا يكون
اونپر جو اللہ کی عبادت کرنیوالی ہیں غلبہ نہیں کرسکتا اونہی پر غلبہ کرتا ہی جو اللہ کی عابد نہیں ہیں پہر جو شخص اپنی ہوا کا تابع ہی وہ

من عباد الله تعالى بل يكون من عباد الهوى اذ قال الله تعالى ارءيت من اتخذ الهه هويه اشار الى كون
اللہ تعالی کا عابد نہیں ہی بلکہ ہوا کا پوجنی والا ہی اسلیئ کہ اللہ تعالی فرماتا ہی بہلا دیکہہ تو جسنی پوجنا پکڑا اپنی چاو کا یہہ اشارہ ہی کہ

الهوى الهه ومعبوده والى كونه من عباد الهوى لا من عباد الله تعالى فمن لم يكن من عباد الله تعالى بل كان
ہوا ہی اوسکا خدا اور معبود ہی - اور وہ ہوا کا بندہ ہی اللہ کا بندہ نہیں ہی پہر جو شخص اللہ کا بندہ نہووی بلکہ ہوا کا

من عباد الهوى يتسلط عليه الشيطان بواسطة الهوى الذي يتشعب منه الشهوات فكما ان الشهوات
بندہ ہووی تو اوسپر شیطان بوسیلہ ہوا کی جسمیں سی شہوات کی شاخیں نکلتی ہیں غالب رہتا ہی سو جیسی شہوتیں انسان کی

سارية في لحم الانسان ودمه كذلك سلطنة الشيطان سارية في لحم الانسان ودمه ومحيطة به من
گوشت پوست اور خون میں پہیلی ہوئی ہیں ایسی ہی شیطان کی سلطنت آدمی کی اندر گوشت اور لہو میں سیر کرتی ہی اور ہر طرف سی گہیری ہوئی ہی

جميع

جميع جوانبه ولذلك قال النبي عليه السلام ان الشيطان ليجري من ابن ادم مجرى الدم فضيقوا مجاريه
اسی لئے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ شیطان ابن آدم میں مثل خون کی پہرتا ہے اب تم اوسکی آمد کا رستہ بہوک سے بند کرو
بالجوع وانما امر النبي عليه السلام بتضييق مجاري الشيطان بالجوع لان تسلط الشيطان على الانسان ليس
اور نبی علیہ السلام نے شیطان کا رستہ بہوک سے بند کرنے کو اسلئے فرمایا ہے کہ شیطان کا غلبہ انسان پر بدون وسیلہ شہوت کے
الا بواسطة الشهوة والشهوة تنكسر بالجوع فمن يريد ان يسلم من تسلط الشيطان عليه فعليه ملازمة الصوم حتى يسلم
نہیں ہوسکتا اور شہوت بہوک سے ٹوٹ جاتی ہے پہر جو شخص چاہے کہ میں شیطان کے غلبہ سے سلامت رہوں تو اوسکو روزہ رکہنا چاہئے
من تسلط الشيطان عليه فان من يتبع مقتضى الشهوة المنشعبة عن الهوى يظهر تسلط الشيطان عليه بواسطة
تاکہ شیطان کے غلبہ سے سلامت رہے بیشک جو شخص شہوت کے پیچہے پڑا رہتا ہے جو ہوا کی شاخ ہے تو اوسپر بوسیلہ ہوا کے شیطان کا غلبہ ہوجاتا ہے
الهوى لان الهوى مرعى الشيطان ومرتعه ولما لم يكن احد خاليا عن الشهوة المنشعبة عن الهوى لم يوجد احد
کیونکہ ہوا وہوس شیطان کے بیٹہنے اور چراگاہ ہے اور چونکہ کوئی شخص شہوت سے جو شاخ ہوا وہوس کی ہے خالی نہیں ہے تو ایسا بہی کوئی نہیں ہے
خاليا عن ان يكون للشيطان فيه تسلط ولذلك قال النبي عليه السلام في حديث رواه ابن مسعود ما منكم من
کہ اوسپر شیطان کا کچہہ بہی غلبہ نہو اور اسی لئے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے حدیث میں جو ابن مسعود کی روایت ہے تم میں سے ایسا کوئی نہیں کہ
احد الا وله شيطان قالوا وانت يا رسول الله قال عليه السلام وانا الا ان الله تعالى اعانني عليه فاسلم فلا يامرني
اوسکا شیطان نہو عرض کیا اور تم یا رسول اللہ فرمایا اور میں بہی پر اتنا ہے کہ اللہ تعالی نے اوسپر میری مدد کی سو وہ مسلمان ہوگیا اب وہ سوا
الا بخير بيانه على ما ذكره الامام الغزالي في الاحياء ان الشيطان لا يتصرف في الانسان الا بواسطة الشهوة فمن
خیر کی کچہہ نہیں کہتا اسکی تفصیل موافق بیان امام غزالی کی احیا میں یہہ ہے کہ شیطان انسان میں بدون وسیلہ شہوت کے تصرف نہیں کرسکتا پہر جسکی
اعانه الله تعالى على كسر شهوته حتى يصير لا ينبسط الا حيث ينبغي والى الحد الذي ينبغي فشهوته لا تدعوه
اللہ تعالی نے شہوت توڑنے پر امداد کی یہان تک کہ ایسا بن جاوے کہ اودہر متوجہ ہوکر جہان چاہیے اور اس حد تک جو سزاوار ہے سو اوسکی شہوت شر کی طرف مین بلاتی
الى الشر والشيطان المتدرع بها لا يامره الا بالخير فعلم من هذا الحديث ان بني ادم لا يتصور ان ينفك الشيطان عنهم
اور شیطان جو شہوت کا لباس پہنے ہوئے ہے سوا خیر کی نہیں کہتا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خیال میں نہیں آتا کہ کوئی آدمی شیطان سے جدا ہو
وانما يتميز بعضهم عن بعض بموافقتهم اياه ومخالفتهم اياه فمن يغلب عليه مقتضيات الشهوة يجد الشيطان
ہاں آپس میں ایک کو دوسرے سے اتنا ہی فرق ہے کہ شیطان سے کتنا موافق رہے یا اوس سے کتنا مخالف ہے پہر جسپر مقتضیات شہوت کا غالب ہیں اوس میں شیطان
فيه مجالا فيتسلط عليه ولا كتناف الشهوات للانسان من جوانبه قال ابليس على ما اخبر الله تعالى عنه لاقعدن
جگہہ قدرت پاتا ہے اور اوسپر تسلط کرلیتا ہے اور انسان کو جو شہوتوں نے ہر طرف سے گہیر رکہا ہے تو ابلیس کا یہہ قول ہے جیسا کہ اللہ تعالی خبر دیتا ہے میں بیٹہوں گا
لهم صراطك المستقيم ثم لاتينهم من بين ايديهم ومن خلفهم وعن ايمانهم وعن شمائلهم ولا تجد اكثرهم
ان کی تاک میں تیری سیدہی راہ پر پہر اون پر آؤنگا آگے سے اور پیچہے سے اور داہنے سے اور بائیں سے اور نہ پاویگا تو اونمیں سے اکثر
شاكرين فانه ياتي الانسان من جميع جهاته بانواع مكائده ويحبب اليه الفعل الذي يضره حتى يخيل اليه
شکرگذار پہر شیطان انسان کی ہر ایک طرف سے طرح طرح کی مکر لاتا ہے اور وہ کام اوسکو پسند کرادیتا ہے جو مضر ہے یہان تک کہ وہ خیال کرتا ہے
انه من انفع الاشياء اليه ويكره اليه فعل الذي ينفعه حتى يخيل اليه انه من اضر الاشياء اليه وبهذا الطريق
کہ یہہ کام سب سے زیادہ مفید ہے اور وہ کام ناپسند کرادیتا ہے جو نافع ہو یہان تک کہ خیال کرتا ہے کہ یہہ کام سب سے زیادہ مضر ہے اور اس طریق سے
كاد كثيرا من الناس حتى القاهم في اللهو المختلفة والاراء المتنوعة واوصلهم الى الكفر والضلال واوقعهم في الاثم
بہت لوگون کو فریب دیا ہے یہان تک کہ اونکو مختلف لہو میں اور الگ الگ رائے میں لگا دیا ہے اور کفر اور گمراہی میں پہنچا دیا ہے اور گناہ اور وبال میں

والوبال ومع هذا يعدهم الفوز بالجنان مع الكفر والفسوق والعصيان ويخوف المومنين من جنده واوليائه
پہنساتا ہے اور سپر اس کفر اور فسق اور عصیان پر دخول جنت کا وعدہ کرتا ہے اور مؤمنوں کو اپنی لشکر اور رفقا سے ڈراتا ہے

حتى لا يجاهدونهم ولا يامرونهم بالمعروف ولا ينهونهم عن المنكر وهذا من عظيم كيده لاهل الايمان وقد اخبر الله
کہ وہ اونپر جہاد نہیں کرتے اور نہ امر بالمعروف اور نہ نہی عن المنکر کرتے ہیں اور اہل ایمان کو یہ بڑا ہی دم دے رکہا ہے اور اللہ تعالی

بذلك في كتابه فقال انما ذلكم الشيطن يخوف اولياءه فلا تخافوهم وخافون ان كنتم مؤمنين والمعنى عند جميع
اپنی کتاب میں فرماتا ہے یہ جو ہی سو شیطان ہی کہ ڈراتا ہے اپنی دوستوں سے سو تم اونسے مت ڈرو اور مجہی سے ڈرو اگر ایمان رکہتے ہو اور تمام مفسروں کی

المفسرين انه يخوفكم باوليائه فلا تخافوهم قال قتادة يعظمهم في صدوركم ولهذا قال فلا تخافوهم وخافون ان كنتم
نزدیک یہ معنی ہیں کہ شیطان تمکو اپنی رفیقوں سے ڈراتا ہے سو تم اونسے مت ڈرو قتادہ کہتے ہیں تمکو بڑا اور بہاری کرکر دکہاتا ہے اسی واسطی کہا تم اونسے مت ڈرو اور مجہی سے ڈرو اگر تم

مؤمنين فان ايمان المؤمنين كلما كان قويا يزول عنه خوف اولياء الشيطان فيامر بالمعروف وينهى عن المنكر
مؤمن ہو بیشک جو مومن کا ایمان جتنا قوی ہوتا ہے وتنا ہی شیطان کی رفیقوں کا خوف دور ہوتا ہے پہر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا شروع کرتا ہے

وكلما كان ضعيفا يقوى فيه خوف اولياء الشيطان فلا يامر بالمعروف ولا ينهى عن المنكر ومن كيده ايضا انه يخدع
اور جتنا ضعیف ہوتا ہے وتنا ہی اوسپر شیطان کی رفیقوں کا خوف قوی ہو جاتا ہے پہر نہ امر بالمعروف کرے اور نہ نہی عن المنکر اور یہ بہی اوسکا کید ہی کہ اونکو فریب دیتا ہے

الذين احكموا العلوم الشرعية العلمية والعملية حتى انهم كانوا يشتغلون بها ويتعمقون فيها لكنهم يهملون تفقد
جنہوں نی علوم شرعی علمی اور عملی خوب یاد کئی ہیں یہاں تک کہ وہ اوس علم میں مشغول رہتی ہیں اور غور کئی جاتی ہیں پر اعضا بدنی کو معاصی

الجوارح ولا يحفظونها عن المعاصي ولا يستعملونها في الطاعات ويظنون انهم بلغوا عند الله تعالى من العلم مرتبة
نہیں بچاتی اور نہ اونکو طاعات میں صرف کرتی ہیں اور گمان یہ رکہاتی ہیں کہ ہمکو اللہ تعالی کی ہان وہ مرتبہ حاصل ہو گیا ہے

لا يعذبون ولا يطالبون بذنوبهم بل يقبل في الخلق شفاعتهم فانهم لو تاملوا العلموا ان العلم علمان علم المعاملة
کہ عذاب نہیں ہوگا اور نہ گناہوں کی پرسش ہوگی بلکہ خلقت کی حق میں ہماری شفاعت منظور ہوگی یہ لوگ اگر تامل کریں تو جان لیں کہ علم دو ہوتی ہیں ایک علم معاملہ

وعلم المكاشفة فاما علم المعاملة فهو معرفة الحلال والحرام ومعرفة الاخلاق المحمودة والمذمومة وهي علوم لا تراد
یعنی ظاہری اور علم مکاشفہ کا باطنی علم معاملہ کا تو یہی دریافت کرنا حلال اور حرام کا اور پہچاننا اخلاق نیک اور بد کا یہ ایسی علم ہیں کہ انہیں عمل ہی عمل

الا للعمل ولولا الحاجة الى العمل لم تكن لهذه العلوم قيمة فكل علم يراد للعمل لا يكون له قيمة بدون العمل فمن احكم
مقصود ہے اور اگر عمل کی طرف حاجت نہوتی تو ان علوم کی بہی کچہ قدر نہوتی اب جو علم کہ عمل کی لئی مقصود ہوتا ہے اوسکی قدر بدون عمل کی نہیں ہوتی پہر جسنی علم

علم الطاعات ولم يفعلها واحكم علم المعاصي ولم يجتنبها واحكم علم الاخلاق المحمودة ولم يزين نفسه بها واحكم علم
طاعات کا خوب سیکہا اور طاعت نکی اور علم معاصی کا خوب سیکہا اور معاصی سی باز نہ آیا اور علم اخلاق محمودہ کا خوب یاد کیا اور اونہاں اخلاق سی مزین نکیا اور علم

الاخلاق المذمومة ولم يطهر نفسه عنها فهو مغرور بكيد الشيطان اذ يقول له الشيطان مطلبك القرب
اخلاق ذمیمہ خوب تر کیا اور اپنی آپکو اونسی پاک نکیا تو وہ شیطان کی فریب میں پہنسا ہوا ہے آلئی کہ شیطان یوں سمجہاتا ہی کہ تیری غرض تو قرب الہی

من الله تعالى ونيل ثوابه والعلم يقربك من الله ويوصلك الى ثوابه ويتلو عليه الايات والاخبار الواردة
ہی اور ثواب حاصل کرنا سو یہی علم اللہ تعالی سی قریب اور ثواب حاصل کر دیتا ہی اور آگی سند آیات اور احادیث جو علم کی فضایل میں آئی ہیں پڑہ سناتا ہی

في فضائل العلم فمن كان من اهل الهوى يريد ذلك موافقا لهواه فيطمئن اليه قلبه ويهمل العمل ومن كان
پہر جو شخص اہل ہوا سی ہی اوسکی تو مرضی کی موافق ہوتی ہیں اوسکی تو دلجمعی ہوتی عمل سی کچہ کام نہ رکہا اور جو عالم

من اهل التقوى يقول للشيطان تذكرني ما ورد في فضائل العلم ولا تذكرني ما ورد في العلماء التاركين للعمل
ڈرنے والی ہوتی ہیں تو شیطان سی کہتی ہیں کہ تو وہ روایات تو یاد دلاتا ہی جو علم کی فضائل میں ہیں اور وہ یاد نہیں دلاتا جو علما تارک عمل کی حق میں آئی ہیں

فان الذي اخبر بفضيلة العلم هو الذي اخبر بعقوبة العلماء السوء فانه تعالى قال مثل الذين حملوا التورية
بیشک جسنے فضیلت علم کی بتائی ہی اوسہی نی علماء بدکار کا عذاب بھی بتایا ہی بیشک اسد تعالی فرماتا ہی کہاوت ہی اونکی جنپر لادی گئی توریت

ثم لم يحملوها كمثل الحمار يحمل اسفارا وقال الله تعالى في اية اخرى فمثله كمثل الكلب فاي خزي اعظم
پہر نہ اوٹہائی اونہون نی جیسی کہاوت گدہی کی پیٹہ پر لیجاتا ہی کتابین اور ایک اور آیت مین فرمایا ہی تو اوسکا حال جیسی کتا گدہی اور کتی کی مثل سی بہت سی

من التمثيل بالحمار والكلب وقال النبي عليه السلام اشد الناس عذابا يوم القيمة عالم لم ينفعه الله بعلمه وقال
کرنی رسوائی زیادہ ہی اور نبی علیہ السلام نی فرمایا سب سی زیادہ عذاب مین قیامت کی دن وہ عالم ہوگا جسکی علم سی اسد نی اوسکو نفع نہ دیا اور نبی

عليه السلام في حديث اخر من ازداد علما ولم يزدد هدى لم يزدد من الله الا بعدا وبعد ورود امثال تلك
علیہ السلام نی ایک اور حدیث میں فرمایا جو شخص علم مین بڑہا اور ہدایت مین نہ بڑہا تو اسد تعالی کی طرف سوای دوری کی نہیں بڑہیگا اور بعد وارد ہونی

التشديدات مما لا يحصى في حق العالم التارك للعمل كيف يعتقد انه على خير مع تاكد حجة الله تعالى عليه
ایسی ایسی شدائد بیشمار کی عالم تارک العمل کی حق مین کیونکر اعتقاد کرتا ہی کہ وہ نیک راہ پر ہی باوجودیکہ اوسپر حجت الہی خوب قایم ہوگا

واما علم المكاشفة فهو العلم بالله تعالى وصفاته واسمائه فمن احكم هذا العلم ثم اهمل العمل وضيع امر
اور علم مکاشفہ کا یعنی المنی سو وہ علم معرفت الہی اور اوسکی صفات اور اسماء کا ہی سو جسنی یہہ علم خوب حاصل کیا پہر عمل نکیا اور امر الہی کو ضایع کیا

الله تعالى فهو مغرور ايضا فغروره يدل على انه لم يحصل من معرفة الله الا الاسامي دون المعاني لانه لو
تو وہ بہی شیطان کی فریب مین ہی پس اوسکی شوریدگی دلالت کرتی ہی کہ اوسکو معرفت الہی سی سوا نام کی کچہہ حاصل نہیں ہوا معانی تک نہیں پہنچا کیونکہ اگر

عرف الله تعالى حق معرفته لخشيه واتقاه كما قال الله تعالى انما يخشى الله من عباده العلماء نسال الله تعالى
عارف باسد ہوتا جو حق ہی تو اوسی ڈرتا اور تقوی کرتا چنانچہ اسد تعالی فرماتا ہی اسد سی ڈرتی وہ ہی ہین اوسکی بندون مین جنکو سمجہہ ہی ہم سوال کرتی ہین

ان يجعلنا ممن يخشى الله تعالى

المجلس الثالث والتسعون في بيان ان للشيطان لمة بابن ادم وللملك لمة

کہ ہمکو اسد سی ڈرنیوالا بنادی ترانوین مجلس اس بیان مین کہ ابن آدم سی شیطان کو ایک قرب ہوتا ہی اور فرشتی کو ایک قرب ہوتا ہی

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان للشيطان لمة بابن ادم وللملك لمة فاما لمة الشيطان فايعاد
رسول اسد صلی اسد علیہ وسلم نی فرمایا بیشک ابن آدم سی شیطان کو ایک قرب ہوتا ہی اور فرشتہ کو ایک قرب ہوتا ہی پہر قرب شیطان کا تو

بالشر وتكذيب بالحق واما لمة الملك فايعاد بالخير وتصديق بالحق فمن وجد ذلك فليعلم انه من الله تعالى
برائی کا خیال اور حق کی تکذیب اور فرشتہ کا قرب خیر کا الہام اور حق کی تصدیق پہر جو شخص دلمین یہہ پاوی تو جان لی کہ اسد تعالی کی طرف سی ہی

فليحمد الله تعالى ومن وجد الاخرى فليتعوذ بالله تعالى من الشيطن الرجيم هذا الحديث من حسان المصابيح
اب اسد کی حمد کری اور جسنی وہ دوسرا پایا تو شیطان راندہ سی اسد کی پناہ مانگی یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں مین ہی

رواه ابن مسعود واللمة المذكورة فيه من الالمام وهو القرب فان كل واحد من الملك والشيطان يقرب
ابن مسعود کی روایت سی اور لفظ لمہ جو اس حدیث مین آیا ہی الالمام سی مشتق ہی یعنی قرب بیشک ہر ایک فرشتہ اور شیطان انہین دونو کام کی

من الانسان لهذين الامرين وهما الايعاد بالخير والايعاد بالشر والمراد بهما الهمان اللذان يقع في القلب احدهما
لی انسان کی ساتہہ ہوتی ہین یعنی ایعاد بالخیر اور ایعاد بالشر اور ان دونوسی مراد وہی دو الہام ہین جو کسیکی دلمین آتی ہین ایک

بواسطة الملك والاخر بواسطة الشيطان وما يقع بواسطة الملك يسمى الهاما وما يقع فيه بواسطة الشيطان
فرشتہ کی واسطی سی اور دوسرا شیطان کی جہت سی اور جو فرشتہ کی واسطی سی ہوتا ہی الہام کہلاتا ہی اور شیطان کی جہت سی جو ہوتا ہی

يسمى وسوسة والقلب متجاذبة بينهما لانه باصل فطرته يصلح لقبول اثار الملئكة واثار الشياطين
وسوسہ کہلاتا ہی اور دل دونو مین جای کارزار ہوتا ہی اسلیئی کہ باعتبار اصل پیدائش کی فرشتونکا اثر بہی لی سکتا ہی اور شیطان کا اثر بہی

صلاحا متساويا لا يترجح احدهما على الاخر الا باتباع الهوى والاكباب على الشهوات او بمخالفة الهوى والاعراض
یا یہ ایک جانب کو دوسری پر غلبہ نہیں ہوتا مگر باعتبار پیروی ہوا کی اور شہوات پر اوندھا گرنے کی یا باعتبار مخالفت ہوا کی اور شہوات سے

عن الشهوات فان الانسان اذا اتبع مقتضى الشهوة والغضب يظهر تسلط الشيطان على قلبه بواسطة الهوى فيصير
منہ پھیرنے کی پس انسان جب شہوت اور غضب کی پیروی کرتا ہے تو اوسکے دل پر شیطان کا غلبہ بوسیلہ ہوا کی ظاہر ہو جاتا ہے اور اسکا دل

قلبه عش الشيطان ومقره لكون الهوى مرعى الشيطان ومرتعه واذا جاهد نفسه ولم يتبع مقتضى الشهوة و
شیطان کا گھونسلا اور مقام ہو جاتا ہے کیونکہ ہوا ہوس شیطان کی چراگاہ اور سیر ہے اور اگر اسنے نفس کو مارا اور لوازم شہوت اور

الغضب يكون قلبه مستقر الملئكة ومهبطهم لكن لما لم يكن قلب من القلوب خاليا عن الشهوة والغضب والحرص
غضب کی پیروی نکی تو اوسکا دل ملائکہ کا مقام اور گذرگاہ ہو جاتا ہے لیکن چونکہ کوئی دل کیسا ہی شہوت اور غضب اور حرص

والطمع وغير ذلك من الصفات البشرية المتشعبة عن الهوى لم يتصور ان يوجد قلب خال من ان يكون فيه
اور طمع وغیرہ صفات بشری سے جو ہوا کی شاخیں ہیں خالی نہیں ہوتا تو خیال میں نہیں آتا کہ کوئی دل ایسا ہو کہ جہاں شیطان کی وسوسہ

للشيطان جولان بالوسوسة ولا يزول وسوسته الا بذكر شئ سوى ما وسوس به فيه اذ عند حصول ذكر شئ
کا گذر نہ ہوتا ہو اور اوسکا وسوسہ کبھی نہیں جاتا بدون ذکر کسی اور بات کے سوا اوس وسوسہ کی اسواسطے کہ جب کسی اور چیز کا ذکر آتا ہے

فيه ينعدم ما كان فيه من قبل الا ان كل شئ سوى ذكر الله تعالى وما يتعلق به يجوز ان يكون مجالا للشيطا
تو پہلی بات جاتی رہتی ہے اتنا ہے کہ ہر ایک بات سوا ذکر الٰہی کی اور جو اسکی متعلق ہے گذرگاہ شیطان کا ہو سکتا ہے

فذكر الله تعالى هو الذى يؤمن جانبه ويعلم انه ليس مجالا للشيطان فان القلب مثاله مثال حصن له ابواب
سو ایسا تو ذکر الٰہی ہے کہ جسکی طرف سے خاطر جمع ہے اور معلوم ہے کہ گذرگاہ شیطان کا نہیں ہے بیشک دل کی مثال ایسی ہے جیسے ایک قلعہ کئی دروازہ والا

كثيرة والشيطان يريد ان يدخل فيه من كل باب ويملكه ويستولى عليه فلا بد للعبد من حفظه ولا
اور شیطان چاہتا ہے کہ اوس میں ہر ایک دروازہ سے آکر مالک اور مستولی ہو جاوے اب آدمی کو اوسکی حفاظت کرنی چاہیے اور

يقدر على حفظه الا بحراسة ابوابه وسد مداخله ومواضع ثلمه وابوابه ومداخله الصفات المذمومة
اوسکی حفاظت بدون نگہبانی دروازوں کی اور روکنی آمد کی راہ اور بند کرنی رخنہ کی نہیں ہو سکتی اور قلعہ کی دروازہ اور آمد کی راہ صفات مذمومہ ہیں

فليس للادمى صفة من صفات المذمومة الا وهى قوة من اقوات الشيطان وسلاح من اسلحته وباب من
سو آدمی کی کوئی صفت صفات مذمومہ میں سے ایسی نہیں ہے کہ وہ شیطان کا کوئی قوت اور اوسکی ہتیاروں میں کا ایک ہتیار اور اوسکی دروازوں

ابوابه ومدخل من مداخله وهذه الابواب والمداخل كثيرة بعضها ظاهرة وبعضها غامضة وكلها
میں سے ایک دروازہ اور اوسکی آمد کا راہ نہو اور یہ دروازے اور آمد کی راہ بہت ہیں بعضی ظاہر ہیں اور بعضی پوشیدہ اور شیطان کی لئے سب

مفتوحة للشيطان وليس للملك فيه الا باب واحد وقد يلتبس ذلك الواحد بهذه الكثير فالعبد فيه مثاله
کھلی ہوئی ہیں اور ان میں سے فرشتہ کی لئے ایک ہی دروازہ ہے اور کبھی وہ ایک ان سب میں ملجاتا ہے اس صورت میں آدمی کی کہاوت ایسی ہے

مثال المسافر الذى بقى فى بادية كثيرة الطرق غامضة المسالك فى ليلة مظلمة فلا يكاد يعلم الا بعين بصيرة وطلوع
جیسے مسافر تنہا جنگل میں جہاں چار طرف باریک رستے ہوں اندھیری رات میں سو یہ مسافر بدون عین بصیرت اور روشنی چمکتی

شمس مشرقة والمراد بعين البصيرة ههنا هو القلب المصفى بالتقوى والمراد بالشمس المشرقة هو العلم المستفاد من
سورج کی نہیں سنبھل سکتا اور عین بصیرت سے یہاں تقوی سے صاف کیا ہوا دل مراد ہے اور آفتاب روشن سے وہ علم مراد ہے جو

كتاب الله تعالى وسنة رسوله اذ بها يعلم غوامض طرقه وابوابه ومداخله التى يدخل منها فى القلب كالامراض
کتاب اللہ اور سنت رسول سے حاصل ہوا ہو کیونکہ انہی دونوں سے باریک رستے اور اوسکی دروازے اور دل کا رستہ جیسے بیماری علاج کی

المحتاجة الى العلاج وعلاج الشيء لا يكون الا بضده وضد جميع الوساوس الشيطانية ذكر الله بالاستعاذة
محتاج دل میں اسکی گنجائش ہی اور ہر مرض کا علاج اسکی ضد سے ہوتا ہی اور تمام وسوسہ شیطانی کی ضد اللہ کا ذکر ہی ساتھ اعوذ باللہ کی

والتبري من الحول والقوة بان يقال اعوذ بالله من الشيطن الرجيم لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم
اور بری ہونا حول اور قوت سے اسطورسے کہ پناہ لیتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے اور نہ پھرنا گناہ سے اور نہ قوت طاعت کی مگر اللہ بزرگ برتر سے

فان قيل هل يكفي في الدفع مجرد ذكر الله تعالى ام لا بد فيه من العلاج فالجواب ان العلاج فيه سد
اگر کوئی پوچھے آیا دفع کی لئے صرف ذکر اللہ کافی ہی یا اسمیں کچھ علاج بھی چاہئے پھر اسمیں علاج کیا ہی سو جواب یہہ ہی کہ اسمیں علاج یہہ ہی

مداخله بتطهير القلب من الصفات المذمومة وتعميره بالتقوى حتى يتمكن الذكر فيه ولا يقدر على ذلك
کہ اوسکی آمد کی راہ دلکو صفات مذمومہ سے پاک اور تقوی سے آباد کرکر بند کردے تاکہ دل کی اندر ذکر قایم رہی اور اسپر سوا متقیوں کی

الا المتقون الذين طهروا قلوبهم من الصفات المذمومة وعمروها بالتقوى وغلب عليهم ذكر الله تعالى فان
کسیکو قدرت نہیں جنہوں نے اپنے دل صفات مذمومہ سے پاک اور تقوی سے آباد کررکھے ہیں اور اونپر یاد الہی غالب ہوگئی ہی بیشک ذکر الہی

الذكر لا يتمكن في القلب الا بعد عمارته بالتقوى وتطهيره من الصفات المذمومة فلا بد من تطهيره ليتمكن الذكر
دلمیں جب ہی قایم رہتا ہی کہ تقوی سے آباد اور صفات مذمومہ سے پاک ہوچکے اب اوسکا پاک کرنا ضرور ہوا تاکہ اوسمیں ذکر قایم رہی

فيه لان الذكر لو لم يتمكن فيه يصير حديث النفس فلا يدفع وسوسة الشيطن ولذلك قال الله تعالى ان الذين
اسلئے کہ اگر ذکر دلمیں قایم نہ ہوا تو وہ حدیث النفس ہوگا پھر اس سے شیطانی وسوسہ دفع نہیں ہوسکیگا اور اسی لئے اللہ تعالی فرماتا ہی جو لوگ

اتقوا اذا مسهم طئف من الشيطن تذكروا فاذا هم مبصرون فانه تعالى قد خص ذلك بالمتقين فان القلب اذا
ڈر رکھتے ہیں جہاں پڑگیا اونپر شیطان کا گذر چونک گئے پھر تبھی انکو سوجھ آگئی بیشک اللہ تعالی نے اس بات کو پرہیزگاروں سے خاص کیا ہی کیونکہ دل اگر

تطهر من الصفات المذمومة لا يكون للشيطان فيه استقرار بل انما يكون فيه اجتياز ويمنعه من الاجتياز
صفات مذمومہ سے پاک ہوجاتا ہی تو اوسمیں شیطان کا قیام نہیں ہوتا بلکہ یہہ ہی اوسمیں رفت ہوتی ہی اور آمد ورفت سے بھی اوسکو ذکر الہی بند کردیتا ہی

ذكر الله تعالى فمثاله مثال كلب جائع يقرب منك فان لم يكن بين يديك شيء من الطعام ينزجر بقولك اخسأ فمجرد
سو اوسکی مثال ایسی ہی جیسے بھوکا کتا تیری پاس چلا آوے پھر اگر تیری سامنے کچھ کھانا نہو تو اتنا ہی کہنے سے چلا جاتا ہی دور ہو پس صرف

الصوت يدفعه وان كان بين يديك شيء من الطعام هجم عليه ولا يندفع بمجرد الكلام فالقلب الخالي عن الهوى
دھتکار اوسکو دفع کردیتی ہی اور اگر تیری سامنے کوئی کھانا موجود ہو تو حملہ کرتا ہی اور صرف دھتکار سے نہیں جاتا سو جو دل ہوا سے خالی ہو

ينزجر الشيطان عنه بمجرد الذكر اذ لا يطرقه الشيطان الا عند غفلة وخلوه عن ذكر الله تعالى فاذا عاد الى الذكر
تو شیطان اوس سے صرف ذکر سے چلا جاتا ہی کیونکہ شیطان غفلت ہی کے وقت دل میں جب ذکر الہی سے خالی پاتا ہی تو جاسکتا ہی پھر جب وہ ذکر کرتا ہی تو

يخنس الشيطان فاما القلب المعلق بالهوى فيكون الهوى قوى الشيطان يستقر فيه الشيطان ولا يندفع بالذكر
پیچھلے پانو بھاگتا ہی اور جو دل ہوا میں لگا ہوا ہی تو ہوا ہوس جو شیطان کی قوت بازو ہی تو وہاں شیطان جگہہ پکڑ لیتا ہی اور ذکر سے نہیں ٹلتا

والحاصل ان القلب مهما غلب عليه مقتضيات الهوى يجد الشيطان مجالا فيوسوس فيه ومهما اشتغل بالذكر يرتحل
خلاصہ یہہ ہی کہ دل پہ اگر لوازم ہوا کے غالب ہوجاتے ہیں تو شیطان کا گذر ہوجاتا ہی پھر اوسمیں وسوسہ پیدا کرتا ہی اور جب ذکر میں مشغول ہوتا ہی تو شیطان

عنه الشيطان ويقبل اليه الملك فيه ويلهم فيه والتطارد بين جندي الملك والشيطان في معركة القلب
اوس سے چلدیتا ہی اور فرشتہ وہاں آکر الہام کرتا ہی اور قلب کی معرکہ میں درمیان دونوں لشکر فرشتہ اور شیطان کی ہمیشہ جنگ دھکا پیل رہتی ہی

دائم الى ان ينفتح القلب لاحدهما فاكثر القلوب قد فتحها الشيطان وملكها فامتلأت بالوساوس الداعية الى ايثار
آخر کو کسی ایک کی فتح ہوجاتی ہی سو اکثر دل تو شیطان فتح کرکر مالک ہوگیا ہی پھر وہ ایسی وسوسوں سے بھر گئے ہیں جو کہ طرف اختیار کرنے دنیا

الدنیا والطرح الاخرة ومبدء امتلائها اتباع الهوی ولایمکن فتحها بعد ذلک الا بتخلیتها عن الهوی وتحلیتها بذکر

تو اسکے کرنے آخرت کی ملاقی ہین اور سبب وسوسہ ہونیکا ہوا کی پیروی ہی اب اوسکا فتح ہونا ممکن نہین ہی بدون اسکی کہ ہوا سی خالی کرکر ذکر الٰہی سی ا

الله تعالی وذلک لایتیسر الا بمعرفة الخواطر الداخلة فیها فان الخواطر الداخلة فیها تنقسم الی مایعلم قطعا انه داع

اور یہہ حالت میسر نہین ہوتی سوا دل در آمدہ خطرات کی جو دل کی تقریر ہوتی ہین کیونکہ آمدہ خطرات کی ایک تو یہہ قسم ہی کہ یقینی معلوم ہی کہ وہ خیر کی طرف

الی الخیر فلا یخفی فی کونه الهاما والی مایعلم قطعا انه داع الی الشر فلا یخفی فی کونه وسوسة والی مایتردد فیه فلا

اسی وہ بلا شبہ الہام ہی دوسری یہہ کہ یقینی معلوم ہی کہ بدی کیطرف بلاتی ہی پیروہ بلاشبہ وسوسہ ہی تیسری تردد یعنی دو دلی ہین

یدری انه من لمة الملک او من لمة الشیطان اذ من مکائد الشیطان ان یعرض الشر فی معرض الخیر وتمییز ذلک

معلوم کہ وہ فرشتہ کی اتر سی ہی یا شیطان کی اتر سی کیونکہ شیطان کا مکر یہہ بھی ہوتا ہی کہ بدی کو خوبی کی لباس مین پیش کردی اسکی تمیز بہت

غامض فیه یهلک کثیر من العباد والزهاد والعلماء والصلحاء والفقراء والاغنیاء وسائر اصناف الخلق ممن یکرهون

دشوار ہی اور اس کر سی بہت لوگ عابد اور زاہد اور عالم اور صالح اور فقیر اور غنی اور تمام قسم کی خلقت ہلاک ہوگئی ہی جو برا جانتی

ظاهر الذنب ولایرضون لانفسهم الخوض فی المعاصی الصریحة فان الشیطان لایقدر ان یدعوهم الی الشر الصریح

کہ ظاہر گناہ کو ناپسند کرتی ہین اور اپنی لیی صریح گناہ مین خوض کرنی پر راضی نہین ہوتی تو شیطان کی طاقت نہین ہی کہ اونکو صریح گناہ پر بلائی اب اوس گناہ کو

فیصوره بصورة الخیر وتلبیساته من هذا الجنس لانهایة لها ومکائده فیما یتعلق بالعقائد والاعمال لاحصر لها فان

خیر کی صورت دیدیتا ہی اور اسطرح کی تلبیسات کی کوئی نہایت نہین ہی اور شیطان کی مکر جو عقاید اور اعمال سی علاقہ رکھتی ہین بیشمار ہین بیشک

تلبیسه فی الاعتقادات والعبادات قد انتشر فی البلاد وشاع بین العباد فینبغی للعبد ان یتوقف عند کل هم یخطر

شیطان کی مکر اعتقادات اور عبادات کی تمام شہروں میں منتشر اور تمام خلقت میں مشہور ہین اب انسان کو چاہئی کہ ہر ہم جو اوسکی دل مین گذرتا ہی

بباله لیعلم انه من لمة الملک او من لمة الشیطان ویمعن النظر فیه بنور البصیرة لابهوی الطبع لان الوسوسة تهیج

تامل کرکر سوچی تاکہ معلوم ہو کہ وہ فرشتہ کا اثر ہی یا شیطان کا اثر اور بصیرت کی نور سی اوسمین خوب غور کری ہوای طبیعی سی نہ سوچی اسلئی کہ وسوسہ دلکو بیچین

القلب ویبازجه ویلهیه عن ذکر الله تعالی فلا بد من المجاهدة وهذه المجاهدة لا اخر لها الی الموت ولا یتخلص

کرتا ہی اور الله کی ذکر سی ہٹاکر لہو مین ڈالدیتا ہی سو اوسمین مجاہدہ ضرور چاہئی اور یہہ مجاہدہ موت تک پورا نہین ہوتا اور زندگی بہر شیطان سی کوئی

احد من الشیطان مادام حیا فانه مادام حیا فابواب القلب للشیطان منفتحة غیر منغلقة ومهما کان الباب

نہین چہوٹتا کیونکہ آدمی جبتک زندہ رہتا ہی تو شیطان کی واسطی دروازی دلکی کہلی رہتی ہین بند نہین ہوتی اور جب دروازہ

مفتوحا والعدو غیر غافل لا یدفع الا بالحراسة والمجاهدة ولذلک لما قال رجل للحسن یا اباسعید اینام ابلیس تبسم

جوپٹ اور دشمن جوکس ہوا تو بدون نگہبانی اور مجاہدہ کی دفع نہین ہوگا اسیلئی جب کسی شخص نی حسن سی پوچھا کہ ای ابوسعید کیا ابلیس سوتا ہی تو تبسم

وقال لوکان ینام لوجدنا راحة فان قیل هل یؤاخذ العبد بجمیع وساوس القلوب وخواطرها او لا یؤاخذ بجمیعها

کیا اگر ابلیس سویا کرتا تو ہم آرام کی ہی تو رہتی اگر کوئی پوچھی کیا انسان سی تمام وسوسوں دلی اور خواطر کا مواخذہ ہوویگا یا اسکا مواخذہ نہین ہی

بل ببعضها فالجواب ان ذلک غامض لایوقف علیه مالم یعلم تفصیل وساوس القلوب وخواطرها من مبدء وقوعها

بلکہ کسی کسی کا ہی تو جواب یہہ ہی کہ یہہ امر بہت مشکل ہی معلوم نہین ہوسکتا جبتک تفصیل دلکی وسوسوں اور خطرات کی ابتدا پیدا ہونی سی معلوم نہو وی

الی ان یظهر فی الجوارح اثارها فان مایقع فی قلب الانسان کما ذکره الامام الغزالی فی الاحیاء علی اربع مراتب الاولی

یہاں تک کہ اعضاء پر کیا اثر ظاہر ہوا اسلئی کہ انسان کی دلی خطرات موافق ذکر امام غزالی کی احیاء مین چار مرتبہ پر ہین پہلا مرتبہ یہہ کہ

ان یرد علی قلبه ابتداء من غیر قصد وهو الخاطر ویسمی حدیث النفس کما لو خطر علی قلبه النظر الی المراة کانت

اوسکی دل پر چہوٹتی ہی بی قصد خیال آوی اور اسکو حدیث النفس کہتی ہین جیسی اسکی دلمین یہہ خیال آوی کہ عورت کو جو اوس پشت

وراء ظهره في الطريق بحيث لو التفت اليها لراها والثانية هيجان الرغبة في قلبه الى الفعل الذي هو النظر اليها

راستہ میں ہو دیکھنا چاہئی ایسا کہ اگر منہ پھیری تو البتہ دیکھ لی اور دوسرا مرتبہ دلین اوس کام کی رغبت کا جوش کرنا یعنی رغبت اوس عورت کی دیکھنی کی

وهو حركة الشهوة التي تكون في الطبع وتتولد من الخاطر الاول ويسمى ميل الطبع والثالثة حكمه بان هذا الفعل

اور یہہ شہوت کی حرکت ہی جو خود بخود طبیعت میں ہوتی ہی اور اوس پہلی خیال سی پیدا ہوتی ہی اسکو میل طبع کہتی ہیں تیسری مرتبہ حکم کرنا کہ یہہ کام

الذي هو النظر اليها ينبغي ان يفعل وهو يتبع الخاطر والميل ويسمى اعتقادا والرابعة تصميم عزمه على الفعل الذي

یعنی اوس عورت کا دیکھنا ہی چاہئی اور یہہ مرتبہ خاطر اور میل دونوں کی پیچھی ہوتا ہی اور اسکو اعتقاد کہتی ہیں اور چوتھا مرتبہ اوس کام پر عزم کا مصمم مقرر کرنا

هو النظر اليها ويسمى هذا هما وقصدا ونية وهذا الهم قد يكون له مبدأ ضعيف لكن اذا اصغى القلب الخاطر حتى

یعنی عورت کی دیکھنی پر اور اسکو ہم اور قصد اور نیت کہتی ہیں اور اس ہم کا مبدا کبھی ضعیف ہوتا ہی لیکن اگر دل خاطر کو صاف کرتا ہی یہاں تک

طالت مجاذبته للنفس يتأكد هذا الهم ويصير ارادة مجزومة اذا ثبت هذا فالخاطر لا يؤاخذ به العبد لانه لا

کہ آپس میں بہت کچھ نفس کی درازی ہو جاوی تو ہم پکا ہوتا ہی اور ارادہ بالجزم ہو جاتا ہی جب یہہ معلوم ہو چکا تو خاطر پر بندہ سی مواخذہ نہیں ہی کیونکہ یہہ خیال

يدخل تحت الاختيار وكذا الميل وهو هيجان الشهوة لا يؤاخذ به العبد لعدم دخوله تحت الاختيار وهو

اختیاری نہیں ہی اور ایسی ہی میل یعنی جوش شہوت کا آدمی سی مواخذہ نہیں ہی کیونکہ اختیاری نہیں ہی اور اسی حدیث میں یہہ ہی مراد ہی

المراد بقوله عليه السلام عفي عن امتي ما تحدثت به انفسها لان حديث النفس عبارة عن الخواطر التي يقع

میری امت سی حدیث النفس معاف ہوا ہی اسلئی کہ حدیث النفس خیالات ہوتی ہیں جو دلمیں بی قصد آجاتی ہیں اور انپر

في القلب ولا يتبعها عزم اذ لا يسمى العزم حديث النفس واما الثالث وهو اعتقاد وحكم القلب فمتردد بين ان

کچھہ عزم نہیں ہوتا کیونکہ ہم اور عزم حدیث النفس نہیں کہلاتا اور رہا تیسرا مرتبہ کہ وہ دلکا اعتقاد اور حکم ہی سو وہ دو حال سی زیادہ نہیں ہی

يكون اختياريا او اضطراريا فالعبد يؤاخذ بالاختياري ولا يؤاخذ بالاضطراري واما الرابع وهو الهم فيؤاخذ

یا اختیاری ہوگا یا اضطراری سو اختیاری میں آدمی سی مواخذہ ہی اور اضطراری میں مواخذہ نہیں ہی اور رہا چوتھا مرتبہ یعنی ہم سو آدمی

به العبد الا انه ان ندم على همه وترك الفعل خوفا من الله تعالى يكتب له حسنة لان همه وان كان

بندہ سی مواخذہ ہی لیکن اگر اپنی ہم پر نادم ہو کر اوس کام کو اللہ تعالی کی خوف سی ترک کیا تو ثواب ہوتا ہی اسواسطی کہ ہم انسان کا اگرچہ

سيئة لكن امتناعه ومجاهدة نفسه يكون من الحسنات التي يستحق بها صاحبها الثواب وان تعوق

بدی ہی پر اوس سی باز رہنا اور اپنی نفس کا مجاہدہ حسنات میں ہی جسکی عوض میں انسان مستحق ثواب کا ہوتا ہی اور اگر وہ کام

الفعل بعائق وتركه لعذر لا خوفا من الله يكتب له سيئة لان همه فعل اختياري للقلب فيؤاخذ به صاحبه

کسی اور مانع کی سبب نہو سکا اور کسی عذر سی نکیا کچھہ خوف الہی سی نہیں چھوڑا تو گناہ ہوتا ہی کیونکہ ہم تو دل کا فعل اختیاری ہی سو اسپر مواخذہ ہوتا ہی

فان من عزم على معصية وتعذر عليه فعلها بسبب او غفلة لا يكون تركه خوفا من الله تعالى فكيف يكتب

بیشک جسنی معصیت پر عزم کیا اور کسی سبب سی اوسپر عمل دشوار ہو گیا یا غفلت سی رہ گیا تو یہہ خوف الہی کی سبب سی باز نہیں رہا اب اوسکو ثواب

له حسنة وقد روي انه عليه السلام قال يحشر الناس على نياتهم ولا شك ان من عزم في الليل ان يصبح ويقتل

کیسا ہووی اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ہی کہ آدمی اپنی اپنی نیتوں پر اوٹھینگی اور اسمیں شک نہیں ہی کہ اگر رات کو کسینی یہہ عزم کیا کہ صبح ہوتی ہی مسلمان کو

مسلما او يزني بامرأة او يشرب الخمر او يفعل غير ذلك من الذنوب فمات تلك الليلة يموت عاصيا مصرا على الذنوب

قتل کرونگا یا فلانی عورت سی زنا کرونگا یا شراب پیونگا یا کوئی اور گناہ کرونگا پھر اوسی رات میں مر گیا تو گنہگار گناہوں پر ڈٹا ہوا مریگا

ويحشر على نيته مع ان الواقع منه العزم على المعصية دون فعلها والدليل عليه ما روي انه عليه السلام قال اذا

اور اپنی نیت پر اوٹھیگا باوجودیکہ اوس سی صرف گناہ کا عزم واقع ہوا ہی کیا کچھہ ہوا نہیں ہی اور اسکی دلیل یہہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا جب

التقى المسلمان بسيفيهما فالقاتل والمقتول في النار قيل يا رسول الله هذا القاتل فما بال المقتول قال لانه اراد
دو مسلمان تلوار لیکر مقابل ہوتی ہیں تو قاتل مقتول دونو جہنمی ہیں کسینی عرض کیا یا رسول اللہ یہہ تو قاتل تھا مقتول کی کیا خطا ہی فرمایا اسنی کردہ ہی

ان يقتل صاحبه وهذا نص في كون المقتول من اهل النار بمجرد الارادة مع انه قتل مظلوما فكيف لا يؤاخذ
تہ یار کو قتل کیا چاہتا تھا اور یہہ صاف بیان ہی کہ صرف ارادہ سی مقتول بہی دوزخی ہی باوجودیکہ مظلوم مارا گیا ہی اب بندہ سی نیت اور عزم پر کیونکر مواخذہ نہیں

العبد بالنية والعزم وكل ما يدخل تحت اختياره فهو مواخذ به الا ان يكفره بحسنة ونقض العزم بالندم حسنة
ہوگا اور جو بات اختیاری ہی سو اوسمیں مواخذہ ہی یا اوسکا عوض کسی حسنہ سی کردی اور عزم کا ندامت سی توڑنا ہی حسنہ ہوتا ہی

فلذلك يكتب حسنة واما فوت المراد بعائق فليس بحسنة فلذلك يكتب سيئة فيؤاخذ بها العبد فكيف لا يؤاخذ
اسیلئی ثواب لکہا جاتا ہی اور رہا کام کا فوت ہونا کسی مانع سی سو یہہ حسنہ نہیں ہی اسی لئی گناہ لکہا جاتا ہی اور اوسپر آدمی سی مواخذہ ہی اب آدمی سی

العبد باعمال القلوب والكبر والعجب والرياء والحسد والنفاق وجملة الخبائث من اعمال القلوب وقد قال الله تعالى
افعال قلوب یعنی کبر اور خود بینی اور ریا اور کینہ اور نفاق پر کیونکر مواخذہ نہو اور خباثت تمام اعمال قلوب سی ہیں اور اللہ تعالی فرماتا ہی

ان السمع والبصر والفؤاد كل اولئك كان عنه مسؤلا فانه تعالى اخبر في هذه الاية ان العبد بكل واحد من
بیشک کان اور آنکہ اور دل ان سب کی اوسی پوچہ ہوگی بیشک اللہ تعالی نی اس آیت میں یہہ خبر دی ہی کہ آدمی سی بعوض ہر ہر عضو کی

تلك الاعضاء يكون مسؤلا عنه فيما يدخل تحت اختياره مثلا لو وقع بصره على محرم بغير اختياره لا يؤاخذ بهذه
جو باتیں اختیاری ہیں پوچہ ہوگی مثلا اسکی نگاہ کسی حرام پر بی اختیار جا پڑی تو اس نظر کا کچہ مواخذہ نہیں ہی پہر اگر اوسکی بعد دوبارہ

النظرة فان اتبعها نظرة ثانية يكون مؤاخذا بهذه النظرة الثانية لكونه مختارا فيها وكذلك خواطر القلب تجري
نگاہ کی تو اس نگاہ ثانی کا مواخذہ ہوویگا کیونکہ اسمیں اختیار تہا اور ایسی ہی دلی خطرات کا سبب ہی

هذا المجرى بل القلب اولى بالمؤاخذة لانه الاصل فان من حكم قلبه بشيء وكان مخطئا فيه يصير مجزيا به ان خيرا
راہ ہی بلکہ دل پر مواخذہ اولی ہی کیونکہ سب کی اصل ہی بیشک جسکی دل نی کسی بیجا بات پر عزم کیا تو اوسکا عوض ہوتا ہی اگر نیکی ہی تو نیک

فخير وان شرا فشر كمن ظن انه متطهر وحضر الجمعة وصلاها ثم تذكر انه كان غير متطهر يكون مثابا بفعله وان
اور اگر بدی ہی تو بد جیسی کوئی خیال کری کہ میں پاک ہوں اور جاکر نماز جمعہ ادا کی پہر یاد آیا کہ میں پاک نہ تہا تو اس نماز کا ثواب ہوگا اور اگر نماز

تركها ثم تذكر يكون معاقبا بتركه ومن وجد على فراشه امرأة فظن انها امرأته فوطئها بهذا الظن لا يكون عاصيا بوطئها
یوں ہی ترک کی پہر یاد آیا تو نماز چھوڑنیکا عقاب ہوگا اور اگر کسینی اپنی بستر پر عورت دیکہی گمان کیا کہ میری بی بی ہی پہر ایسی خیال پر اوس جماع کیا تو اس جماع سی گنہگار

وان كانت اجنبية وان ظن انها اجنبية فوطئها بهذا الظن يكون عاصيا بوطئها وان كانت زوجته كل ذلك بالنظر
اگرچہ غیر عورت ہو اور اگر اسکو اجنبی خیال کیا پہر اسی خیال پر جماع کیا تو اس جماع پر گنہگار ہوگا اگرچہ اوسکی بی بی ہی ہوئی یہہ تمام باعتبار عزم

الى القلب دون الجوارح فان الوسوسة انما تكون مرفوعة من هذه الامة اذا لم يبلغ مرتبة العزم فاما اذا بلغت تلك المرتبة
دل کی ہی جوارح پر نہیں ہی کیونکہ وسوسہ اس امت کو جبتک عزم کی درجہ کو نہ پہنچی معاف ہی اور اگر اوس درجہ کو جا پہنچا

فلا تكون مرفوعة بل يؤاخذ بها العبد فيجب عليه ان ينقضها بالندم والاستغفار حتى ينقلب حسنة والا يكون
تو پہر معاف نہیں ہی بلکہ آدمی سی پہر مواخذہ ہی سو اوسکو واجب ہی کہ عزم کو ندامت سی توڑی اور استغفار کری تاکہ ثواب ملی اور نہیں تو

الشيطان مستوليا على مملكة القلب وينجز اللعين وعده الذي حكاه الله تعالى عنه حيث قال لئن اخرتن الى
شیطان دل کی مملکت پر غالب ہو جاویگا اور لعین اپنا وعدہ پورا کریگا جسکی اللہ تعالی حکایت کرتا ہی چنانچہ فرمایا اگر تو مجھکو ڈہیل دی

يوم القيمة لاحتنكن ذريته الا قليلا ولعنى انك ان اخرتني حيا الى يوم القيمة لاقود ثم حيث ما شئت و
قیامت کی دن تک تو اوسکی اولاد کو ڈاڑہی دیلوں مگر تہوڑی سی اور معنی یہہ ہیں کہ اگر تو مجھکو قیامت تک زندہ باقی رہنی دیگا تو ان میں ہر ایک کو جہاں چاہونگا کہینچ لیجاؤنگا

لاستولين عليهم استيلاء قويا الا قليلا منهم وهم المخلصون من عبادك الصلحين وهذا كقول اللعين لازينن
اونپر خوب قابو کر لونگا مگر کچھ تھوڑے لوگوں پر جو تیری بندی مخلص صلحاء ہونگی اور یہ ایسا ہی ہی جیسی لعین کا یہ قول ہی البتہ میں
لهم في الارض ولاغوينهم اجمعين وانما عرف اللعين حصول هذا المطلب مع انه لا يعلم الغيب استدلالا بما رأى
انکو سارے دکھاؤنگا زمین میں اور راہ سی کھو دونگا سبکو اور شیطان مردود اس مطلب کا حصول باوجودیکہ غیب دان نہیں ہی اس وجہ سی جان گیا
فيهم من كون مبدء الشر متعددا ومبدء الخير واحدا اذ في نفس الانسان قوة بهيمية شهوانية وقوة سبعية
کہ انمیں آثار بدی کی بہت پائی اور مبداء خیر کا ایک کیونکہ انسان کے نفس میں قوت بہیمی شہوانی ہوتی ہی اور قوت سبعی غضبی
غضبية وقوة وهمية شيطانية وهذه الثلثة مستولية عليه من اول الخلقة داعية له الى الشر وبعد هذه
اور قوت وہمی شیطانی اور یہ تینوں قوتیں تو آدمی پر ابتداء پیدائش سی غالب ہوتی ہیں شر کیطرف بلاتی ہیں اور ان
الثلثة فيه قوة عقلية ملكية وهي وان كانت داعية الى الخير لكنها انما تكمل بعد استيلاء الثلث الاول على القلب
تین کی بعد قوت عقلیہ ملکی ہوتی ہی اور یہ قوت اگرچہ خیر کی راہ بتاتی ہی پر کامل جب ہوتی ہی کہ یہ تینوں پہلی قوتیں دل پر غالب ہو چکیں
فلما رأى اللعين ذلك علم ان ما يريده يمكن حصوله فان الشهوة والغضب قد ينقادان للانسان انقيادا تاما
پھر جب لعین نی یہ حال دیکھا تو جان گیا کہ میرا ارادہ ہو جانا ممکن ہی کیونکہ شہوت اور غضب بعضی دفعہ انسان کی خوب مطیع ہو کر
فيعينانه على طريقه الذي يسلكه ويحسنان مرافقته في سفره الذي هو بصدده وقد يستعصيان عليه استعصاء
یعنی جس راستہ وہ چلتا ہی اوسکی امداد کرتی ہیں اور وہ جس سفر کی درپی ہوتا ہی اوسمیں رفاقت خوب کرتی ہیں اور کبھی اوسپر نہایت سرکشی
وتمردا حتى يملكانه ويستعبدانه وفيه هلاكه وانقطاعه عن سفره الذي به وصوله الى سعادة الابد فينبغي له
و تمردی کرتی ہیں یہاں تک کہ اوسکی مالک ہو کر اوسکو مطیع کر لیتی ہیں اور اسمیں انسان ہلاک ہو جاتا ہی اور اوس سفر سی جسمیں سعادت ابدی وصول ہوتی رہ جاتا ہی
ان يستعين عليهما بالعقل وان ترك الاستعانة به وسلطهما على نفسه يهلك هلاكا بينا ويخسر خسرانا عظيما و
اب انسان کو یوں تدبیر کرنی چاہی کہ ان پر عقل سی مدد لیوی اور اگر عقل سی مدد نہ لی اور اپنی اوپر انکو تسلط دیدیا تو ظاہر مارا گیا اور بڑا ہی ٹوٹا اوٹھایا اور
ذلك حال اكثر الخلق فان عقولهم صارت مسخرة لشهواتهم في استنباط الحيل لقضاء الشهوة وكان من حقهم ان يكون
اکثر خلق کا یہی حال ہی کیونکہ انکی عقلیں قضاء شہوت کی نئی حیلہ حوالی نکالنی کو شہوت کی مطیع ہو گئی ہیں حالانکہ انکو یوں چاہی تھا کہ
شهواتهم مسخرة لعقولهم فيما يفتقر اليه العقل فان المؤمن قد يقع في قلبه خاطر الهوى فيدعوه الى الشر فيلحقه
انکی شہوات عقلوں کی مطیع ہوتی جہاں عقل کو حاجت ہی بیشک مؤمن کی دلمیں کبھی خطرہ ہوا کا آکر بدی کی طرف بلاتا ہی تو پھر اوسکو
خاطر الايمان فيمنعه عن الشر ويدعوه الى الخير فينبعث الشيطان الى نصرة خاطر الشر فيقوى داعي الهوى ويحسن التمتع
خطرہ ایمانی جلدی روک کر خیر کی طرف بلاتا ہی اب شیطان بد خطرہ کی قوت کو ابھارتا ہی ہوا و ہوس کی زور پکڑ جاتی ہی اور دنیا کی لذتوں سی
والتنعم بملاذ الدنيا فيميل النفس اليها فينبعث العقل الى نصرة خاطر الخير ويوبخ النفس ويقبح فعلها وينسبها الى الجهل و
عیش و چین کو پسند کرتا ہی اب نفس کو اودہر رغبت ہوتی ہی پھر عقل اوسکی مدد کو اوٹھ کر نیکی دلمیں ڈالتی ہی اور نفس کو جھڑکتی ہی اور اوسکی فعل کو برا کہہ کر اوسکو جہل کی طرف
يشبهها بالبهائم في هجومها على الشر وعدم اكتراثها بالعواقب فيميل النفس الى نصح العقل فيحمل الشيطن على النفس حملة و
نسبت دیکر ڈنگروں سی ملاتی ہی کہ تجھکو برائی کی کثرت اور انجام سی بی پرواہی ہی تب نفس کو عقل کی نصیحت پر رغبت ہوتی ہی پھر شیطان نفس پر یکبار حملہ کر کر سمجھاتا ہی
يقول لها مالك تمتنعين عن هواك وهل يوجد احد من اهل عصرك يخالف هواه اما ترين ان اكثر علماء زمانك لا
تجھکو کیا ہوا کہ اپنی عیش سی الگ ہوتا ہی تیری زمانہ میں کوئی ایسا ہی جو عیش سی الگ رہتا ہو دیکھتا نہیں کہ تیری زمانہ کی اکثر علماء
يحترزون عن الهوى ولو كان شرا لامتنعوا عنه افتتركهم ملاذ الدنيا يتمتعون بها وتبقى محروما منها يضاد عليك
عیش سی پرہیز نہیں کرتی اگر عیش و آرام برا ہوتا تو وہ بھی باز رہتی کیا عیش اور لذت دنیا کی انکو دیتا ہی اور تو مشقت میں محروم رہی تجھ پر تیری ہمسر

کہ وہ چین اور آرام

اهل وتلك تميل النفس الى وسوسة الشيطان فتميل العقل على النفس حملة ويقول لها اهل هلك الا من اتبع هواه ونسي
سا نفس کو وسوسہ شیطانی پر رغبت آتی ہی پھر عقل نفس پر حملہ کرکر سمجہاتی ہی کہ وہی خراب ہوا جو ہوا کی پیچھے لگا اور
الآخرة وبادواه وتقنعين بلذة يسيرة وتتركين لذة الجنة التي لا يتناهي نعيمها ابد الآباد وتستحقين الم النار وتغترين
آخرت کی بہولیکو بہول گیا کہ اس تہوڑی لذت پر قناعت کرکر جنت کی لذت چہوڑ دیتا ہی کیا سزاوار دوزخ کا ہوا چاہتا
بغفلة الناس واتباعهم اهواءهم مع ان عذاب النار لا يخفف عنك بمعصية غيرك افترى ان الناس كلهم لو وقفوا في الشمس
اور لوگون کی غفلت سی کہ اپنی خواہش کی پیچھی لگ رہی ہیں دہوکہ میں آتا ہی باوجودیکہ تجہسی دوزخ کا عذاب اوروں کی معصیت کی سبب کم نہیں ہوگا دیکہ تو اگر تمام
يوم الصيف وكان لك بيت بارد كنت تساعدهم على القيام في الشمس ام تخالفهم وتذهب من الشمس الى ظل بيتك
دہوپ میں رہتا اور تیری ایک سرد خانہ ہوتو کیا تو اونکی ساتھ دہوپ میں کہڑا رہیگا یا اونکی برخلاف تو دہوپ میں سی گہر کی سایہ میں چلا جاویگا
فانك اذا كنت تخالفهم فرارا من حر الشمس فكيف لا تخالفهم فرارا من حر النار فعند ذلك تميل النفس الى العقل وهي لا تزال
پہر تو جب اونکی برخلاف آفتاب کی گرمی سی بہاگتا ہی پہر کیونکر اونکی برخلاف آگ کی گرمی سی نہیں بہاگتا پہر اب اس فہمایش عقلی سی نفس عقل کی مشورہ پر متوجہ ہوکر ہمیشہ
تتردد متجاذبة بين هذين الجدالين الى ان يغلب على قلب الانسان ما هو اولى به فان كان الغالب عليه الصفات الشيطانية
اسی دودلی میں کبہی ادہر کبہی ادہر تردد کرتی جاتا ہی آخر انسان کی دل پر وہی غالب آجاتا ہی جو اوسکی حال کی مناسب ہو اگر اوسپر صفات شیطانی غالب ہوئین
يميل الى الشر ويجري على جوارحه بسابق القضاء ما هو سبب لبعده من الله تعالى وان كان الغالب عليه الصفات الملكية
تو شر کی طرف متوجہ ہوتا اور اوسکی اعضا سی بسبب سابقہ تقدیر کی وہی ہوتا ہی جو اسی تعالی سی دور ڈالدی اور اگر اوسپر صفات ملکی غالب ہوئین
يميل الى الخير ويظهر على جوارحه بسابق القضاء ما هو سبب لقربه من الله تعالى وهذه الطاعات والمعاصي اذا ظهرت تكون
تو خیر کیطرف جہکتا ہی اور اوسکی جوارح سی بسبب سابقہ تقدیر کی وہی عمل میں آتا ہی جس سی قرب الہی حاصل ہو اور یہہ طاعات اور معاصی جب ظاہر ہوتی ہین
علامات يعرف بها سابق القضاء والقدر وهي انما تظهر من خزائن الغيب بواسطة خزائن القلب فانه خزائن الملكوت
تو یہہ نشانیان ہین کہ اونسی قضا اور قدر کا حکم معلوم ہو جاتا ہی اور طاعات اور معاصی خزانہ غیب سی بواسطہ خزانہ دل کی ظاہر ہوا کرتی ہین کیونکہ دل خزانہ
فمن خلق للجنة يسرت له الطاعات واسبابها ومن خلق للنار يسرت لها المعاصي واسبابها فانه تعالى خلق الجنة وخلق
باطنی ہی پس جو شخص جنتی پیدا ہوا ہی اوسکو طاعات اور اسباب طاعات میسر ہو جاتی ہین اور جو شخص دوزخی پیدا ہوا ہی اوسکو معاصی اور اسباب معاصی سہل ہو جاتی ہین
لها اهلا فاستعملهم بالطاعات وخلق النار وخلق لها اهلا فاستعملهم بالمعاصي ثم عرف الخلق علامة اهل الجنة واهل النار
بیشک اسی تعالی نی جنت پیدا کیا اور جنتی پیدا کرکر طاعات میں لگا دئی ہین اور دوزخ پیدا کیا اور دوزخی پیدا کرکر معاصی میں لگا دئی ہین پہر خلقت کو نشانی جنتی اور
فقال ان الابرار لفي نعيم وان الفجار لفي جحيم نسال الله تعالى ان يجعلنا من اهل الجنة ولا يجعلنا من اهل النار المجلس
دوزخی کی بتادی ہی فرمایا بیشک نیک لوگ آرام میں ہین اور بیشک گنہگار دوزخ میں ہین الہی ہمکو جنتی کرنا اور نہ گردان ہمکو اہل نار مجلس
الرابع والتسعون في بيان ظهر الاسلام غريبا وسيعود غريبا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بدا
چورانوین اس بیان میں کہ اسلام غریب شروع ہوا اور پہر ہو جاویگا جیسا ظاہر ہوا تہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا اسلام ابتدا میں
الاسلام غريبا وسيعود غريبا كما بدا فطوبى للغرباء هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة ومعناه ان
غریب شروع ہوا تہا پہر غریب ہو جاویگا جیسے شروع ہوا تہا ایسے غریبوں کو خوشی ہو وی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سی ابو ہریرہ کی روایت ہی
الاسلام في ابتدائه ظهر في احاد من الناس وقلة منهم ثم انتشر وشاع وصار قويا وبعد ذلك سيلحقه النقص والاختلال
اسکی معنی یہہ ہین کہ اسلام ابتدا میں کسی کسی آدمی سی ظاہر ہوا اور بہت تہوڑا پہر پہیل گیا اور مشہور ہوا اور قوی ہو گیا اور بعد اسکی پہر اوسپر نقصان اور خلل آویگا
حتى لا يبقى الا في احاد من الناس وقلة منهم وهم الغرباء وقد جاء تفسير الغرباء في حديث اخر انهم النزاع من القبائل يعني
یہانتک کہ باقی نہین رہیگا مگر کسی کسی میں بہت تہوڑا یعنی غربا میں اور غربا کی تفسیر ایک اور حدیث میں یون آئی ہی کہ وہ تہوڑی تہوڑی قبیلون میں سی یعنی

انہم الذین کانوا قلیلا فلا یوجد فی کل قبیلۃ منہم الا الواحد او الاثنان بل لا یوجد واحد منہم فی القبائل والبلدان

یہہ وہ لوگ ہیں جو تھوڑے تھے سو ہر قبیلہ میں انمیں سے سوا ایک یا دو کے نہیں ہوتے بلکہ ایک بھی انمیں کا قبیلوں اور شہروں میں نہیں ہوگا

کما کان کذلک فی اول الاسلام وفی حدیث اخر انہم الذین یصلحون اذا فسد الناس یعنی انہم قوم صالحون عاملون بالسنۃ

جیسے اول اسلام میں نہیں تھے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ یہہ وہ لوگ ہیں جو بھلائی کرتے ہیں جب لوگ بگڑ جاتے ہیں مراد یہہ ہے کہ وہ اصلاح پر ہیں سنت پر عمل کرتے ہیں

فی زمن فساد الناس وفی حدیث اخر انہم الذین یصلحون ما افسدہ الناس بعدی من سنتی فہؤلاء ہم الغرباء الممدوحون

جس زمانہ میں لوگ فساد کرتے ہیں اور ایک اور حدیث میں ہے کہ یہہ وہ لوگ ہیں جو درست کرینگے جو کچھ اور لوگ میری بعد میری سنت کو بگاڑ ڈالیں گے سو یہہ جماعت غربا کی ہے

المغبوطون ولقلتہم فی الناس جدا سموا غرباء وہم قسمان احدہما من یصلح نفسہ عند فساد الناس والثانی من یصلح

جسکی مدح ہوئی اور انکی سی مرتبہ کی آرزو ہوگی اور چونکہ یہہ لوگ بہت کم ہیں تو انکا نام غربا ہوا انکی دو قسم ہیں ایک تو وہ جو اپنا حال درست کرلے جب لوگ بگڑ جاویں دوسرا قسم وہ

ما افسدہ الناس من السنۃ وہو اعلی القسمین وہم القائمون بوظیفۃ الامر بالمعروف والنہی عن المنکر فہؤلاء اقل الناس

جو اور لوگوں کی بگاڑی ہوئی سنت کو درست کریں اور یہہ دونوں میں اعلی درجہ کی ہیں یہہ ہی لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وظیفہ پر قایم ہو نگی سو یہی لوگ

فی اخر الزمان ولذلک وصفوا بالغربۃ لقلتہم کما جاء فی بعض الروایات انہم قوم صالحون قلیل فی قوم سوء کثیر من

آخر زمانہ میں بہت کم ہونگے اور اسی لئے غربت کے ساتھ وصف ہوا ہے کیونکہ قلیل ہیں جیسا کہ بعضی روایات میں آیا ہے کہ وہ لوگ صالح ہیں اور کمتر بری قوم کی اندر

یبغضہم اکثر ممن یطیعہم وفی ہذا اشارۃ الی قلتہم وقلۃ المستجیبین لہم وکثرۃ المخالفین لہم والعاصین لامرہم وہذا

جو بہت ہوں اونکی بدخواہ بہ نسبت اطاعت کرنیوالوں کی سب زیادہ اور اسمیں اونکی اور انکی تابع کی قلت کا اور دشمنوں کی اور نافرمانوں کی کثرت کا اشارہ ہے اور اس

الفضل العظیم للموعود لاہل الغربۃ انما ہو لقربہم بین الناس وتمسکہم بالسنۃ بین ظلم الاہواء فاذا رای المؤمن ما

فضل بزرگ کا جو اہل غربت کی لئے وعدہ ہوا ہے تو اسی لئے کہ وہ لوگ سب لوگوں میں غریب ہیں اور ہوا ہوس کی تاریکی میں وہ سنت کو پکڑتے ہیں پس جب کوئی مؤمن اس کا

علیہ الناس فی ہذا الزمان من البدع والضلالات وعدولہم عن الصراط المستقیم الذی کان علیہ رسول اللہ علیہ السلام

حال دیکھے یعنی بدعتیں اور گمراہیاں اور سیدہی راہ سے الگ چلنا جسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

واصحابہ ودعاہم الیہ وقدح فیما ہم علیہ من المنکرات فہناک تقوم قیامتہم او ینصبون لہ الحبائل ویجلبون

اور اونکی اصحاب تھے اور انکو اوس راہ مستقیم پر بلائے اور اونکی عمل منکرات کو توڑے تبہی اونکی قیامت برپا ہوگی اور اوس مؤمن کی لئے جال بچھاویگی اور اوسپہ

علیہم بخیلہم ورجلہم فہو غریب فی دینہ لفساد ادیانہم غریب فی تمسکہ بالسنۃ لتمسکہم بالبدع غریب فی اعتقادہ

اپنی سوار اور پیادی کی چڑہا دیگی سو وہ شخص اپنی دین میں غریب ہے کیونکہ اونکی دین سب فاسد ہیں اور یہہ شخص سنت سے تمسک کرکے غریب ہے کیونکہ وہ سب لوگ بدعتوں سے

لفساد عقائدہم غریب فی طریقہ لفساد طرقہم غریب فی معاشرتہ معہم لانہ لا یعاشرہم فیما تہوی نفوسہم وبالجملۃ

تمسک کرتے ہیں اپنی اعتقاد میں غریب ہے کیونکہ اونکی عقائد سب فاسد ہیں اپنی طریق میں غریب ہے کیونکہ اونکی سب طریق فاسد ہیں اونکی ساتھ گذران میں غریب ہے کیونکہ اونکی ساتھ نہیں

فہو غریب فی امور دنیاہ واخرتہ لا یجد مساعدا ولا معینا وقد قال اللہ تعالی تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا

کہ وہ تمام امور دنیا میں اور آخرت میں غریب ہے نہ اوسکا کوئی مددگار ہے اور نہ کوئی معین اور بیشک اللہ تعالی فرماتا ہے آپسمیں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نکرو

علی الاثم والعدوان فہو عالم بدینہ بین قوم جاہلین بدینہم صاحب سنۃ بین اہل بدع داع الی اللہ تعالی ورسولہ

گناہ پر اور زیادتی پر پس وہ ہی ایک ایسی قوم میں جو اپنا دین نہیں جانتی اپنی دین کا عالم ہے بدعتیوں میں صاحب سنت ہے اللہ اور اوسکی رسول کی طرف

بین دعاۃ الی البدع والضلال امر بالمعروف ناہ عن المنکر بین قوم المعروف عندہم منکر والمنکر معروف ولہذا قال النبی علیہ السلام

بلاتا ہے ایسی قوم میں جو بدعتوں اور گمراہیوں پر بلاتی ہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے ایسے لوگوں میں کہ معروف اونکی عقیدہ میں بری اور بری اونکی عقیدہ میں نیک

یاتی علی الناس زمان الصابر فیہم علی دینہ کالقابض علی الجمر فانہ علیہ السلام بین فی ہذا الحدیث الذی یاخذ النار

لوگوں پر ایک زمانہ آویگا کہ اونمیں دین پر صبر کرنیوالا ایسا ہی جیسی ہاتھ میں چنگاری ہو بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں بیان فرمایا کہ جو شخص ہاتھ میں انگاری

بالكف كما لا يمكنه الاخذ بالسهولة الا بالصبر الشديد فكذلك من يتمسك بالسنة ويعمل بها في اخر الزمان لا يمكنه المحافظة
جیسے اوسکو آگ کا لینا بدون سخت صبر کے سہل نہین ہے ویسے ہی وہ جو سنت سے تمسک کرتا ہے اور سنت پر عمل کرتا ہے آخر زمانہ مین اوسکو دین کی محافظت

علی دینه بالسهولة الا بالصبر الشديد ولذلك كان اجره كثيرا كما قال النبی علیه السلام من تمسك بسنتی عند فساد
بدون بڑے صبر کے سہل نہین ہے اسی واسطے اوسکا ثواب بھی بہت بڑا ہے چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص میری سنت کا اختیار کرے جب میری امت

امتی فله اجر مائة شهيد وروی عن ابی امامة انه علیه السلام قال ان لكل شئ اقبالا وادبارا ومن اقبال الدین ما كنتم
فاسد ہو جاوے تو اوسکے لئے سو شہید کا ثواب ہے اور ابو امامہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہر شے کا اقبال ہوتا ہے اور ادبار اور بیشک دین کا اقبال یہ تھا

علیه من العمی والجهالة وما بعثنی الله به وان من اقبال الدین ان تفقه القبیلة باسرها حتی لا یوجد فیها الا الفاسق
کہ تم سب اندھے اور جاہل تھے مجھکو اوسنے بھیجا اور اقبال دین کا یہ ہے کہ تمام قبیلہ دانا ہو گیا یہان تک کہ اوسمین فاسق سوای ایک

والفاسقان فهما مقهوران ذليلان وان من ادبار الدین ان تجفو القبیلة باسرها حتی لا یری فیها الا الفقیه والفقیهان
یا دو کے نہین ہے سو وے مغلوب اور خوار اور دین کا ادبار یہ ہے کہ تمام قبیلہ میں ڈھونڈھے تو اوسمین سوای ایک یا دو فقیہون کے نملی

وهما مقهوران ذليلان لا يجدان علی ذلك اعوانا ولا انصارا فانه علیه السلام وصف المؤمن العامل بالسنة الفقیه
اور وہ بھی مغلوب اور خوار اس حال پر نپاوینگے کوئی مددگار اور نہ کوئی یار پس نبی علیہ السلام نے مومن کا وصف جو سنت پر عمل کرے دین کا فقیہ ہو

فی الدین بانه یكون فی اخر الزمان عند الناس مقهورا ذلیلا لا یجد معینا ولا نصیرا ولذلك قال الثوری اذا رایت العالم
یہہ بیان کیا کہ وہ آخر زمانہ مین جب تمام لوگ فاسد ہو جاوینگے مغلوب ہوگا اور خوار نہ معین پاویگا اور نہ مددگار اور اسی لئے ثوری نے کہا ہے جب تو دیکھے کہ عالم کے

كثير الاصدقاء فاعلم انه مخلط لانه ان نطق بالحق ابغضوه وعن كعب الاحبار انه قال ليأتينكم زمان تكره فیه الموعظة
بہت دوست ہین تو سمجھ لے کہ وہ خالص نہین ہے کیونکہ اگر وہ حق بولتا تو اوسکے سب دشمن ہو جاتے اور کعب احبار سے روایت ہے کہ اونسے کہا البتہ تمپر ایک ایسا زمانہ آویگا

حتی یختفی المؤمن بایمانه كما یختفی الفاجر بفجوره ویعیر المؤمن بایمانه كما یعیر الفاجر بفجوره وانما یعظم ذل المؤمن فی
یہانتک کہ مومن اپنا ایمان لیکر ایسے چھپتا پھریگا جیسے بدکار بدکاری لیکر چھپتا ہو اور مومن اپنے ایمان مین مطعون ہوگا جیسے کہ بدکار فجور سے مطعون ہوتا ہو اور مومن کی ذلت آخر

اخر الزمان لكثرة اهل الفسق والظلم والبدع ویكون بینهم غریبا كلهم یكرهونه ویؤذونه لمخالفة طریقه لطریقهم
زمانہ مین اسی لئے بڑھ جاویگی کہ فاسق اور ظالم اور بدعتی بہت ہو جاوینگے اور وہ اونمین تنہا ہوویگا سب کے سب اوسکی تحقیر کرکر ایذا دینگے کیونکہ اوسکا رستہ

ومباینة مقصوده لمقصودهم وعدم موافقته لهم فیما هم علیه لاسیما ان امرهم بمعروف ونهاهم عن منكر كما قال حذیفة
اونکے رستہ سے مخالف اور اوسکا مقصود اونکے مقصود سے الگ ہوویگا اور اونکی چال چلن کا موافق نہین ہوگا خاص کر اوس وقت کہ معروف کا اونکو حکم اور برائی کو بند کرے

الیمانی یاتی علی الناس زمان یكون فیهم جیفة حمار احب الیهم من مؤمن یامرهم بالمعروف وینهاهم عن المنكر وروی عن ابن عباس
جیسے حذیفہ بن الیمان نے کہا ہے کہ لوگون پر ایسا زمانہ آویگا کہ اونکو مردار گدہا زیادہ محبوب ہوویگا ایسے مومن سے کہ اونکو نیک بات بتاوے اور گناہ سے بند کرے اور ابن عباس سے

انه علیه السلام قال یاتی علی الناس زمان یذوب فیه قلب المؤمن كما یذوب الملح فی الماء قیل بم ذلك یا رسول الله قال
روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگون پر ایسا زمانہ آویگا کہ مومن کا دل ایسا گل جاویگا جیسے پانی مین نمک گھل جاتا ہے کسینے عرض کیا کس لئے یا رسول اللہ فرمایا

مما یری من المنكر فلا یستطیع تغییره فان من السلف من رای منكرا فلم یقدر علی ازالته فبال دما ومنهم من مرض
اسلئے کہ منکرات دیکھیگا اور بدل نسکیگا بیشک بعضی متقدمین نے منکر کو دیکھا اور مٹانے کی قدرت نہین ہوئی تو خون موتنے لگا اور بعضے مدت

ایاما وقد قال النبی علیه السلام اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الصالحون فكما ان الانبیاء لم یخلو عن الابتلاء بالجاحدین
اور بیشک نبی علیہ السلام نے فرمایا تمام لوگون سے زیادہ بلا مین انبیاء ہین پھر صلحاء سو جیسے انبیا منکرون کی ابتلا سے خالی نہین ہوتے

كذلك لا یخلو العلماء والصلحاء والامرون بالمعروف والناهون عن المنكر عن الابتلاء بالمصرین علی المعاصی فان من
ایسے ہی علما اور صلحا اور معروف کے امر کرنیوالے اور منکرات سے روکنے والے لوگون کی ابتلاء مین ہین جو معاصی پر اڑے ہوئے ہین بیشک جو شخص

امر بالمعروف ونهى عن المنكر فی هذا الزمان يكون قائما بالركن الاعظم فی الدين والمهم الذی بعث الله به جميع
اس زمانہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کری تو ہو تی دین کا بڑا ہی رکن سنبہال رکہا ہی اور بڑا ضروری کام جسکی لیے اللہ تعالی نے تمام مرسلین کو بہیجا ہی

المرسلين ولذلك قال النبی عليه السلام من امر بالمعروف ونهى عن المنكر فهو خليفة الله فی ارضه وخليفة
اور اسی لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا جسنی امر بالمعروف کیا اور منکر کی ممانعت کی تو وہ زمین میں اللہ کا خلیفہ اور اوسکی کتاب

كتابه ورسوله وانما كان كذلك لان الانبياء ما بعثوا الا للامر بالمعروف والنهى عن المنكر وذلك وظيفتهم التی
اور رسول کا خلیفہ ہی اور یہہ درجہ اسلیے ہی کہ انبیاء اسی واسطے بہیجے گئے ہیں کہ نیک بات بتادیں اور بدی منع کریں اور یہہ ہی اونکا وظیفہ ہی جو

جاء وا بها فمن تبعهم فيها وامر ونهى يكون نائبا عنهم فی هذا الامر العظيم وتلی منزلته منزلتهم فی هذا الخطب الجسيم
لیکر آئی ہیں پہر جو شخص اونکا تابع ہوا اس بات میں اور امر کیا اور نہی کی تو اس امر عظیم میں اونکا نائب ہوا اور اسکا مرتبہ اونکی مرتبہ سی اس کار بزرگ میں قریب ہو جاوےگا

كما اشير اليه فی قوله تعالى ان الذين يكفرون بايت الله ويقتلون النبيين بغير حق ويقتلون الذين يامرون
چنانچہ اسکا اشارہ اس آیت میں ہی جو لوگ منکر ہیں اللہ کی آیتوں سی اور مار ڈالتی ہیں نبیوں کو ناحق اور مار ڈالتی ہیں جو کوئی کہی

بالقسط من الناس فبشرهم بعذاب اليم فانه تعالى ذكر الذين يامرون بالعدل بعد الانبياء فی الترتيب وقد
انصاف کو لوگوں میں سی سو انکو خوشخبری سنا دکہ والی مار کی سو اسلیے ان لوگوں کا جو عدل کا حکم کرتی ہیں بعد انبیاء کی ترتیب سی ذکر کیا اور آپ

ذكر فی تفسير هذه الاية انه عليه السلام قال قتل بنو اسرائيل ثلثة واربعين نبيا فی اول النهار فی ساعة واحدة
آیت کی تفسیر میں مذکور ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل نے تینتالیس نبی اول روز ایکساعت میں قتل کئی ہیں

فقام مائة واثنا عشر رجلا من عباد بنی اسرائيل فامروهم بالمعروف ونهوهم عن المنكر فقتلوهم جميعا فی اخر
ایک سو بارہ شخص بنی اسرائیل کی عابد مستعد ہوئی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا شروع کیا سو آخر وقت اون سبکو قتل کیا

النهار وهم الذين ذكرهم الله تعالى فی قوله ويقتلون الذين يامرون بالقسط من الناس فان اهل الدين من الامرين
یہہ وہ لوگ ہیں جنکا ذکر اللہ تعالی نے اس آیت میں کیا اور مار ڈالتی ہیں جو کوئی کہیں انصاف کو لوگوں میں سی بیشک دیندار امر بالمعروف

بالمعروف والناهين عن المنكر قلما ينفك عن ضروب الاذى وانواع البلاء بالاخراج من البلاد والسعاية
اور نہی عن المنکر کرنیوالی اقسام تکلیفوں سی اور انواع بلیات سی بہت کم بچتی ہیں شہروں سی نکالی جاتی ہیں

الى السلاطين والحكام والشهادة عليهم بالكفر والخروج عن الدين ونسبتهم الى ما يوجب فسقهم من البدع والمعاصی
سلاطین اور حکام کی پاس اونکی چغلی کہاتی ہیں اور ساون پر کفر کی اور دین سی نکل جانے کی گواہی دیتی ہیں اور ایسی عمل کی نسبت کر دیتی ہیں جس میں اونکا فسق واجب

وغير ذلك مما هو خير لهم فی الدنيا والاخرة فعلى هذا ينبغی للامر بالمعروف والناهی عن المنكرات يوطن نفسه على الصبر
ہوجاوی مثل بدعتیں اور معاصی وغیرہ جو کہ اونکی حق میں دنیا اور آخرت میں بہتر ہی سو اس بنا کی موافق جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مستعد ہو اوسکو لازم ہی

على ما يصيبه من اذى الخلق لانه تعالى قد ذكر الصبر فی مواضع من كتابه وامر به فی بعضها وقال يايها الذين
کہ خلقت کی ہاتھ سی جو تکلیف پہنچی اوسپر خوب صبر کری اسلیے کہ اللہ تعالی نے صبر کو اپنی کتاب میں کئی جگہ ذکر کیا ہی اور بعضی جگہہ صبر کا حکم فرمایا اے ایمان والو

امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا الله لعلكم تفلحون وقال فی اية اخرى واصبروا ان الله مع الصبرين
ثابت رہو اور مقابلہ میں مضبوطی کرو اور لگی رہو اور ڈرتی رہو اللہ سی شاید تم مراد کو پہنچو اور ایک اور آیت میں فرمایا اور ٹہری رہو اللہ ساتھ ہی ٹہرنیوالوں کی

وقد جمع الله تعالى للصابرين من الاجور ما لم يجمعها لغيرهم وقال اولئك عليهم صلوت من ربهم ورحمة
اور اللہ نے صبر کرنیوالوں کی لیے اتنا ثواب جمع کیا ہی جو اوروں کی لیے جمع نہیں کیا اور فرمایا ایسی لوگ اون ہی پر شاباشیں ہیں اپنی رب کی اور مہربانی اور

واولئك هم المهتدون قال العلماء كفى بالصبر اجرا ان الاعمال كلها تضاعف بعشر امثالها الى سبعمائة الا
وہی ہیں راہ پر علماء کہتی ہیں صبر کا یہہ ہی اجر بہت ہی کہ تمام اعمال دس گونہ ہو جاتی ہیں سات سو تک سوا

الصبر فان اجره يوفى بغير حساب كما قال الله تعالى انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب وقد جاء الامر
صبر کی کہ اسکا ثواب بے حساب ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی صبر والوں ہی کو ملتا ہی انکا نیک اجر بے گنتی اور بیشک صبر کا حکم

بالصبر مقارنا بالامر بالمعروف والنهي عن المنكر مصرحا في قوله تعالى وأمر بالمعروف وانه عن المنكر واصبر على ما
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ اس آیت میں صاف ہوا ہی اور سکھلا بھلی بات اور منع کر برائی سی اور سہار جو

اصابك ان ذلك من عزم الامور وفي هذه الاية اشارة الى ان من يامر بالمعروف وينهى عن المنكر قد يؤذى فاذا
تجھ پر پڑی بیشک یہ ہیں ہمت کی کام اور اس آیت میں یہ اشارہ ہی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنیوالی کو تکلیف دیتی ہیں جب

اوذي يجب عليه ان يصبر ويعلم ان ما يجري عليه من اذى الخلق فهو بمشية الله تعالى وقضائه وقدره فيراه كالذي
اسکو تکلیف دیں تو اسکو واجب ہی کہ صبر کری اور سمجھی کہ جو اسپر خلقت کیطرف سی تکلیف گذرتی ہی سو موافق مشیت اور قضا اور تقدیر الہی کی ہی اسکو ایسا سمجھی

بالحر والبرد والمرض فاذا شاهد هذا يستريح ويتيقن ان ذلك كائن لا محالة لان ما شاء الله تعالى يكون ويجب وجوده
تکلیف گرمی جاڑی کی یا بیماری کی جب یہ سمجھیگا تو رنج نہ ہوویگا اور یقین کریگا کہ یہ تکلیف بالضرور ہونی ہی تھی کیونکہ جو اللہ چاہتا ہی ہو کر رہتا ہی ہونا اسکا ضرور

وما لم يشأ لا يكون بل يمتنع وجوده فليس للجزع منه وجه بل لا بد له فيه من الصبر لان من لا يصبر على ما يصيبه
اور جو نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہوتا بلکہ اسکا ہونا محال ہی اب گھبراہٹ کی کوئی وجہ نہیں ہی بلکہ اسمیں صبر ضروری ہی اسلئی کہ جو شخص مصیبت پر باختیار صبر نہیں کرتا

اختيارا وهو محمود يصبر على اكثر منه اضطرارا وهو مذموم فينبغي له ان يصبر ويترك الانتقام لانه ان لم يترك
حالانکہ محمود ہی تو وہ اسکی بڑی مصیبت پر لاچار ہوکر صبر کرتا ہی اور یہ مذموم ہی سو اسے ہی چاہئی کہ صبر کرکر انتقام کی درپی نہو اسلئی کہ اگر انتقام معاف

الانتقام بل اشتغل به يعقبه الخوف والذل والندامة اذ يحصل بسببه العداوة والعاقل لا يأمن من عدوه ولو كان
نکریگا بلکہ انتقام میں مصروف ہوویگا تو اسکی بعد خوف اور ذلت اور ندامت ہوویگی اسکی کہ عداوت پیدا ہوجاتی ہی اور مرد عاقل دشمن سی اگرچہ حقیر ہووی نڈر نہیں ہوتا

حقيرا فاذا غفر وعفى ولم يشتغل بالانتقام يامن من حصول العداوة ويتخلص من وقوع الندامة مع ان في العفو
اور اگر بخشدیگا اور معاف کریگا اور انتقام پر مستعد نہوگا تو عداوت سی کچھ خوف نہوگا اور ندامت سی بھی بچیگا باوجودیکہ عفو میں

عزة اذ قد صح انه عليه السلام قال ما زاد الله عبدا بعفو الا عزا بل ينبغي له ان يقابله بالاحسان اليه لانه قد
بڑی عزت ہی اسلئی کہ ثابت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالی معاف کرنیوالی بندہ کو عزت ہی دیتا ہی بلکہ اسکو چاہئی کہ اوسپر کچھ احسان کردی کیونکہ اوسنی

اهدى اليه حسناته ونقلها من صحيفته الى صحيفة نفسه ويرى ان اساءته اليه نعمة من الله تعالى عليه حيث
اپنی حسنات تحفہ دی ہیں اور اپنی نامہ اعمال میں سی اوسکی نامہ اعمال میں ملادی ہیں اور یہ سمجھی کہ میری ساتھ اسکی برائی میری حق میں اللہ کی نعمت ہی کیونکہ

جعله مظلوما يترقب النصر في الدنيا والاجر في العقبى ولم يجعله ظالما يترقب المقت في الدنيا والاخرة والعاقل لو
مجھکو مظلوم بنایا کہ دنیا میں اسکی نصرت ہی اور عقبی میں ثواب اور ظالم نہیں بنایا کہ دنیا اور آخرت میں ہلاکت ہوتی اور جسے عاقل کو

خير بين هاتين الحالتين لاختار ان يكون مظلوما لان ما يصيبه من اذى الخلق تكون كفارة لخطاياه اذ لا يصيب
ان دونوں حالت کا اختیار دیں تو البتہ مظلومیت کو پسند کری اسلئی کہ جسکو جو تکلیف خلقت کی پہنچیگی اوسکی گناہوں کا عوض ہوویگی کیونکہ مؤمن کو

المؤمن هم ولا غم ولا اذى الا كفر الله تعالى به من خطاياه وذلك في الحقيقة دواء يستخرج به ادواء الخطايا لان ما
جو ہم یا غم یا کوئی تکلیف ہوتی ہی تو اللہ تعالی اوسکی بدلی اوسکی گناہ اتار دیتا ہی اور حقیقت میں یہ اوسکی دوا ہی کہ اس سی گناہوں کی دکھ نکلتی ہیں کیونکہ

يصيبه من اذى الخلق يكون له كالدواء المر الكريهة فينبغي له ان لا ينظر الى مرارة الدواء وكراهته ولا الى من
اسکو جسقدر خلقت سی تکلیف ہوگی گویا وہ بمنزلہ دوا ہی تو یوں چاہئی کہ دوا کی تلخی اور بدمزگی پہ نظر نکری اور نہ اسپر جسکی طرف سی آتی ہی

يصل اليه من جهته بل ينبغي له ان ينظر الى نفعه ووصوله اليه من جهة من ينفعه بمضرته المجلس الخامس
بلکہ یوں چاہئی کہ نفع پہ نگاہ کری اور جسکی طرف سی آئی وہ اپنی مضرت سی فائدہ دیتا ہی پچانویں مجلس

والتسعون في بيان نعمة الصحة والفراغ وبيان مغبونية صاحبهما قال رسول الله صلى الله عليه

اس بیان میں کہ تندرستی اور فراغت نعمت ہے اور اس بیان میں کہ صحت اور فراغت والے کو کیا غبن ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وسلم نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس الصحة والفراغ هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابن عباس

دو نعمتیں ہیں کہ ان میں اکثر لوگ خسارہ ہی اٹھاتے ہیں تندرستی اور فراغت یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہے ابن عباس کی روایت سے

ومعناه ان الصحة والفراغ نعمتان عظيمتان لكن لا يعرف كثير من الناس قدرهما ما داموا فيهما حيث لا يعملون

اسکے یہ معنی ہیں کہ تندرستی اور فراغت دو بڑی نعمتیں ہیں پر اکثر لوگ انکی قدر نہیں جانتے جب تک تندرست اور فارغ رہتے ہیں کیونکہ نہ اعمال صالح

الصالحات ولا يتهيؤن ليوم الممات فان الانسان في حال صحته يقدر على كسب الخيرات ببدنه وماله

کرتے ہیں اور نہ موت کے دن کا کچھ سامان کیونکہ انسان تندرستی کی حالت میں اپنے بدن اور مال دونوں سے خیرات حاصل کر سکتا ہے

واذا مرض يضعف بدنه عن العمل ويقصر يده عن ماله فيما زاد على الثلث فلا يقدر على الطاعة ببدنه ولا على

اور جب بیمار ہوا تو بدن تو عمل سے تھک رہتا ہے اور اسکا تہائی مال کی زیادہ سے کوتاہ ہو جاتا ہے اس نہ بدن کو طاعت پر قدرت ہوتی ہے اور نہ

التصرف في ماله الا مقدار ثلثة فينبغي له ان يغتنم صحته ويجتهد في اكتساب الخيرات ببدنه وماله وكذا في

مال پر قابو سوائے تہائی حصہ کے سو لائق یہ ہے کہ اب صحت کو غنیمت جان کر بدن اور مال سے خیرات کر لے اور ایسے ہی

حال فراغ يقدر على الطاعة بلا مانع فاذا ابتلى الفراغ بالاشتغال يظهر الموانع فلا يقدر على الطاعة فان

فراغت میں طاعت پر بے روک ٹوک قدرت ہوتی ہے پھر اگر فراغت کے بعد دھندے میں لگ گیا تو موانع پیدا ہو جاویں پھر طاعت کا اختیار کہاں رہتا ہے کیونکہ

الانسان قد يكون صحيحا لكن لا يكون متفرغا بل يكون مشتغلا بامر المعاش وقد يكون مستغنيا لكن لا يكون

انسان کبھی بھلا چنگا ہوتا ہے لیکن فارغ نہیں ہوتا بلکہ کمائی کے کاروبار میں لگا ہوتا ہے اور بعضے وقت تو کر ہوتا ہے پر تندرست نہیں ہوتا

صحيحا فاذا اجتمع فيه الصحة والفراغ فغلب عليه الكسل عن الطاعة فهو مغبون بيان ذلك ان الدنيا مزرعة

اور جب کسی کو صحت اور فراغت دونوں ہوں پھر سستی کی بری طاعت نہ کرے تو وہ ٹوٹے میں ہے اسکا بیان یہ ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی

الاخرة وفيها التجارة التي يظهر ربحها في الاخرة فمن استعمل فراغه وصحته في طاعة الله تعالى فهو المغبوط لان

ہے اور دنیا میں ایسی تجارت ہوتی ہے جسکا فائدہ آخرت میں ملتا ہے پھر جس نے اپنی فراغت اور تندرستی کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں صرف کیا تو وہ غبطہ والا ہے

الفراغ يعقبه الشغل والصحة يعقبها السقم ومن استرسل في الصحة مع نفسه الامارة بالسوء الخالدة الى الراحة

کہ فراغت کے بعد کاروبار لگا آتا ہے اور تندرستی کے بعد بیماری لگی ہوئی ہے اور جو شخص صحت میں ہمراہ نفس امارہ کے جو ہمیشہ آرام طلب ہی رہا ہے پھر تا رہا

فترك المحافظة على الحدود والمواظبة على الطاعات يكون مغبونا وكذلك اذا كان فارغا فان المشغول قد يكون

اور نگہبانی حدود پر اور ہمیشہ طاعت پر نہ کی تو وہ خسارہ اٹھاوے گا اور ایسے ہی اگر فارغ ہووے کیونکہ کاروباری کو بعضے وقت

له معذرة بخلاف الفارغ اذ يرتفع عنه المعذرة ويقوم عليه الحجة فينبغي له ان يغتنم فراغه ويسعى في

عذر ہو سکتا ہے برخلاف فارغ کے اسلئے کہ فارغ کو کوئی عذر نہیں ہوتا اس پر حجت قائم ہوتی ہے سو لائق یہی ہے کہ فراغت کو غنیمت سمجھ کر صالح اعمال میں

تحصيل الاعمال الصالحات ولا يضيع عمره فيما لا يعنيه فان كل نفس من انفاس العمر جوهرة نفيسة لا قيمة لها لانها

خوب سعی کرے اور عمر کو بیہودہ برباد نہ کرے کیونکہ عمر میں سے ہر ہر دم ایک نفیس بیبہا جوہر ہوتا ہے اسواسطے

صالحة لان توصله الى سعادة الابد وتنقذه عن شقاوة السرمد فاي جوهرة انفس من هذه الجوهرة فاذا ضيعها

کہ اسکے وسیلے سے سعادت ابدی میسر ہو سکتی ہے اور ہمیشہ کی بدبختی سے بچ سکتا ہے پھر اس جوہر سے کونسا جوہر بہتر ہوگا پھر اگر اسکو غفلت میں کھو دیا

في الغفلة فقد خسر خسرانا عظيما واذا صرفها الى المعصية فقد هلك هلاكا مبينا فان عمر الانسان ميدان الاعمال

تو بڑا ہی ٹوٹا اٹھایا اور جب اسکو معصیت میں لگایا تو بیشک ظاہر مارا گیا کیونکہ آدمی کی زندگی صالح اعمال کی لئے فراخ میدان

الصالحة المقربة له من الله تعالى والموجبة له جزيل الثواب في يوم الحساب وهذه هي السعادة التي ليس
جو اللہ تعالیٰ سے نزدیک اور قیامت کے دن بڑائی ثواب واجب کر دے اور یہی ہے وہ سعادت کہ انسان کے لئے
للانسان منها الا ما سعى كما قال الله تعالى وان ليس للانسان الا ما سعى فكل وقت يفوت من عمره خاليا من عمل صالح
اسمیں سے وہی ہوتا ہے جو کر چکا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو کیا پھر جو دم زندگی کا عمل صالح سے خالی گذرتا ہے
يكون حسرة وندامة عليه يوم القيمة كما جاء في الخبر ما من ساعة ياتي على العبد لا يذكر الله تعالى فيها الا كانت
ہو گا اسپر قیامت کے روز افسوس اور ندامت ہوگی چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی پر ایسی ساعت گذرتی ہے کہ اسمیں اسکی یاد نہیں کرتا وہی اوسپر
عليه حسرة وروي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال ما من احد يموت الا ندم قالوا وما ندامته يا رسول
حسرت ہوگی اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو آدمی مرتا ہے سو نادم ہو گا عرض کیا یا رسول اللہ ندامت کیا ہوگی
الله قال ان كان محسنا ندم ان لا يكون ازداد وان كان مسيئا ندم ان يكون نزع وروي عن ابن عباس انه قال
فرمایا اگر وہ نیکوکار ہے تو یوں نادم ہوگا کہ زیادہ کیوں نکیا اور اگر بدکار ہے تو یہ ندامت ہوگی کہ بدی میں باز آتا اور ابن عباس سے روایت ہے
في تفسير النفس اللوامة ما من احد الا ويلوم نفسه يوم القيمة يلوم المحسن نفسه ان لا يكون ازداد احسانا ويلوم
کہ نفس اللوامہ کی تفسیر میں کہا ہے جو کوئی ہے سو قیامت کے دن اپنی آپکو ملامت کریگا محسن تو اپنی آپکو یہ ملامت کریگا کہ حسنات زیادہ کیوں نکئے اور بدکار
المسيء نفسه ان لا يكون رجع عن اساءته فيا ايها العاقل لا تضيع عمرك في الغفلة فاجتهد في تحصيل امتعة الاخرة قبل
اپنی آپکو یہ ملامت کریگا کہ بدی سے باز کیوں نہ آیا سو ای عاقل اپنی عمر غفلت میں مت کھو اور آخرت کا سامان جمع کرنے میں کوشش کر اوس وقت کے پہلے
ان يجيء يوم لا تقدر على تحصيلها في ذلك اليوم فانك عن قريب تعاين ذلك اليوم فتندم على ما فات من عمرك في غير
کہ ایسا دن آجاوے کہ تو اوس روز کچھ حاصل نکر سکیگا اور اب تو جلد اوس دن کو دیکھ لیگا اور گذری ہوئی عمر پر جو رب کی عبادت سے خالی گئی ہے
ربك ولا ينفعك الندم فان العبد اذا كان في شغل من اشغال الدنيا وكان شغله يمنعه من العمل واحال ذلك العمل على فراغه
ندامت اوٹھائیگا اور ندامت سے کچھ فائدہ نہوگا بیشک جب آدمی دنیا کی کسی دہندہ میں لگا رہتا ہے اور وہ مشغولی عمل سے روک رکھی اور اوس عمل کو فراغت کے وقت پر ملتوی
وقال اذا فرغت عملت فذلك من حماقته من وجهين احدهما ايثار الدنيا على الاخرة وليس هذا من شان العقلاء وقد
رکھے کہ کبھی فرصت ہوگی تو کر دونگا سو یہ اوسکی حماقت ہے دو وجہ سے ایک دنیا کا پسند کرنا آخرت پر یہ عقلاء کی شان سے نہیں ہے اور
قال الله تعالى بل تؤثرون الحيوة الدنيا والاخرة خير وابقى وثانيهما تسويفه العمل الى وان فراغه فانه قد لا يجد مهلة
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کوئی نہیں تم آگے رکھتے ہو دنیا کا جینا اور پچھلا گھر بہتر ہے اور رہنے والا اور دوسری وجہ عمل کو فراغت کے وقت تک مہلت میں رکھنا کیونکہ بعضی وقت
بل يختطفه الموت قبل فراغه ويزداد شغله لان اشغال الدنيا يستلزم بعضها بعضا فيبقى بلا زاد ليوم المعاد
فرصت نہیں ملتی بلکہ موت فرصت سے پہلے اچک لیتی ہے یا دہندہ بڑھ جاتا ہے کیونکہ دنیا کی کاروبار آپس میں ملی جلی مسلسل ہوتی ہیں پھر یہ شخص معاد کے لئے خالی توشہ رہ جاتا ہے
فالواجب على العبد ان يبادر الى الاعمال الصالحات على اي حال كان قبل وصول الموت وحصول الفوت لقوله تعالى
پس آدمی کو واجب ہے کہ اعمال صالحہ میں جلدی کرے کیسا ہی وقت ہو دے موت سے پہلے اور فوت ہونے سے آگے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وسارعوا الى مغفرة من ربكم وجنة عرضها السموت والارض اعدت للمتقين فان من تعلق قلبه بالدنيا و
اور دوڑو بخشش پر اپنی رب کی اور جنت پر جسکا پھیلاؤ ہے آسمان اور زمین تیار ہوئی ہے واسطے پرہیزگاروں کی بیشک جسکا دل دنیا میں الجھا ہے اور
اخذ منها القدر الزائد على حاجته من الطعام والشراب واللباس يكون مضرة عليه الا ان يستعين به على
دنیا میں سے حاجت سے زیادہ کھاتا پیتا لباس حاصل کر چکتا ہے تو اوسکے حق میں مضر ہوتی ہے ان اگر اوس سے طاعت الٰہی کی استمداد لے
طاعة الله تعالى لان كل ما احبه الانسان وظفر به لا بد ان يفارقه فان كان احبه لغير الله تعالى يعذب
تو مضر نہیں کیونکہ جو چیز آدمی کو محبوب ہوتی ہے اور حاصل کر لیتا ہے تو بالضرور اوس سے جدا ہو ویگا اگر اوسکی محبت سوا اللہ کے اور وجہ سے تھی تو اوسکا فوت ہونا

به بفواته اذ يحصل له من الالم قدر ما تعلق به قلبه فان من معه ما يكفيه فهو فارغ القلب فلو وجد مائة

بہی عذاب ہوویگا اسلئے کہ وہ تنا ہی الم ہوتا ہی جتنا اوسکی دل کو لگاؤ ہوتا ہی کیونکہ جسکی پاس سرمایہ بقدر کفایت ہوتا ہی تو فارغ دل ہوتا ہی پہر اگر سو

دينار ينبعث من قلبه عشر شهوات يحتاج كل شهوة منها الى مائة دينار فلا يكفيه ما وجده بل يحتاج

اشرفیاں اوسکو ہاتہ لگ جاوین تو اوسکی دل مین شہوت کی دس شاخین ایسی پیدا ہوتی ہین کہ ہر شہوت مین سو سو دینار کی حاجت ہووی ایس جو ہاتہ آیا تہا کافی نہین ہوتا بلکہ

الى تسعمائة اخرى وقد كان قبل وجود المائة مستغنيا فالآن وجدها وظن انه صار غنيا بها ولا يشعر انه

نوسو کی اور حاجت ہوتی ہی اور حال یون ہی کہ جب یہہ سو نہ تہی تو مستغنی تہا اب جو وہ پائی تو گمان کرتا ہی کہ غنی ہوگیا اور یہہ نہین سمجہتا

صار محتاجا الى تسعمائة اخرى ليشتري دارا ويعمرها ويشتري جارية ولباسا فاخرا لها ولنفسه وكل منها

کہ نوسو کا اور محتاج ہوگیا تاکہ مکان خریدی یا چنوا دی اور لونڈی مول لیوی اور اوسکی اور اپنی لئی سہری ستہری پوشاک بناوی اور ہر یک کی لئی

يستدعي ما يناسب ويليق به مما لا آخر له فيقع في هاوية آخرها قعر جهنم ولا آخر لها سواه وقد حكى ان واحدا

لوازم جو اوسکی مناسب اور لایق ہو بیشمار چاہین سو یہہ ایسی گڑہی مین گرتا ہی جسکا انجام دوزخ کا گہراؤ ہی سوا اوسکی کوئی انتہا نہین ہی اور حکایت ہی کہ ایک

من الملوك حمل اليه قدح من فيروزج وكان ذلك القدح مرصعا بالجواهر ولم ير مثله ففرح به الملك فرحا شديدا

بادشاہ کی پاس فیروزہ کا پیالہ آیا اور اوسمین جواہرات جڑی ہوئی تہی اوسکی مثل دیکہنی مین نہین آیا تہا بادشاہ اوسی بہت خوش ہوا

وكان عنده حكيم فقال له الملك كيف ترى ذلك قال اراه عليك مصيبة وفقرا قال كيف قال لان كل ما يملكه

اور اوسکی پاس ایک حکیم تہا بادشاہ نی فرمایا حکیم جی تم کہو کیسا ہی عرض کیا مجہکو تیری حق مین مصیبت اور فقر معلوم ہوتا ہی کہا کیونکر عرض کیا اسلئے کہ انسان کی ملک

الانسان في الدنيا لا يدوم فهذا القدح ان ضاع او انكسر تصير محتاجا اليه ولا يوجد مثله ويكون عليك مصيبة

دنیا مین جو ہوتی ہی ہمیشہ نہین رہتی پہر یہہ پیالہ اگر جاتا رہا یا ٹوٹ گیا تو تمکو اوسکی حاجت ہوویگی اور ایسا نہین ملیگا تو تمپر ایسی مصیبت ہوویگی

لا جبر لها وقد كنت قبل ان يحمل اليك في امن من المصيبة والفقر ثم في يوم من الايام قد اتفق ان القدح قد انكسر فعظمت

جسکا کچہہ علاج نہین ہی اور بیشک تم اسی پہلی کہ یہہ پیالہ تمہاری پاس آوی مصیبت اور احتیاج سی امن مین تہی پہر ایک روز اتفاقا وہ پیالہ ٹوٹ گیا تو

فيه مصيبة الملك وقال ما قال الحكيم كان حقا ليته لم يحمل الي وامثال هذه المصيبة بل اعظم منها تنزل بكل

بادشاہ کو بڑا ہی رنج ہوا اور کہا حکیم جی سچ کہتی تہی کاشکی یہہ پیالہ میری پاس نہ آتا اور ایسا ہی رنج ہوتا ہی بلکہ اس سی بہی بہت زیادہ جو شخص دنیا سی

من له علاقة بالدنيا فانهم معذبون بالحرص عليها والتعب العظيم في تحصيلها والحسرة الشديدة عند فواتها

علاقہ رکہتی ہین یہہ لوگ بہی اوسکی حرص مین جلا کرتی ہین اور اوسکی لئی سخت محنت اوٹہاتی ہین اور اوسکی حسرت مین تڑپا کرتی ہین جبتک رہتی ہی

ولهذا قال بعض السلف من احب الدنيا فليوطن نفسه على تحمل المصائب فان محبتها لا تنفك عن ثلث مصائب

اور اسی لئی بعض متقدمین کا قول ہی کہ جسنی دنیا کو دوست کیا تو اپنی جان کو مصیبتون کی لئی تیار رکہی کیونکہ دنیا کا دوست تین مصیبتوں سی خالی نہین ہوتا

هم لازم وتعب دائم وحسرة لا تنقضي فلو لم يكن لمحبها من العذاب العاجل الا هذا يكفي له مصيبة فكيف اذا حيل

فکر ہر وقت کا اور تعب دایمی اور حسرت بی انتہا اگر دنیا کی دوست کو حال کا عذاب سوا آیندہ کی کچہہ نہوتا تو یہہ ہی مصیبت کافی تہی پہر کیا حال ہوگا جب

بينه وبين محبوباته ولذاته كلها بالموت وصار معذبا بنفس ما كان متلذذا به على قدر لذته التي شغلته عن

اوسکی تمام محبوبات اور لذات مین موت حایل ہوجاویگی اور عذاب دیکہیگا جتنی لذت اوٹہاتا تہا موافق اوسیکی لذت کی جسنی زاد اخروی کی سعی سی روک رکہا تہا

سعيه في طلب زاده ليوم معاده اذ لو كان لاحد الف محبوب ينزل به عند الموت في وقت واحد الف مصيبة لانه

اسلئی کہ اگر کسیکی ہزار محبوب ہوں تو مرتی وقت ایکدم مین اوسپر ہزار مصیبتیں پڑجاوینگی کیونکہ اوسکی سب

كان يحب جميعها ويسلب عنه في لحظة واحدة كلها ويبقى في حسرة وندامة بعد موته وهذا اول ما يلقاه عقيب

محبوب تہی اور ایک لحظہ بہر مین سب سی جدا ہوگیا اور موت کی بعد حسرت اور ندامت مین پڑا رہیگا اور یہہ تو وہ الم ہی جو مرتی ہی پیش آویگا

صورته من الالم فضلا عما اعده الله تعالى من عذاب النار للذين استحبوا الحيوة الدنيا ورضوا بها والحاصل
صورۃ اوس کی جو اللہ تعالی نے دوزخ کا عذاب تیار کر رکھا ہے اون کے لئے جو دنیا کی زندگی دوست رکھتے ہیں اور پسند کرتے ہیں غرض یہ ہے

ان من احب شيئا سوى الله تعالى ولم يكن محبته لله تعالى ولا لكونه معينا له على طاعة الله تعالى يحصل
کہ سوائے اللہ کے جو کسی شی کو محبوب رکھتا ہے اور اوسکی محبت واسطے اللہ کے نہو اور نہ اسلئے کہ وہ طاعت الہی پر امداد کرتی ہے تو اوسی ضرر حاصل ہوتا ہے

له به الضرر سواء ظفر به او لم يظفر فانه ان لم يظفر به يعيش بغصته ولا يستريح من التعب وان ظفر به
برابر ہے کہ وہ شی حاصل ہو جاوے یا نہ حاصل ہو کیونکہ اگر نہ ہاتھ آئی تو غصہ میں رہتا ہے اور تعب سے آرام نہیں پاتا اور اگر میسر آگئی

يكون ما حصل له من الالم قبل حصوله ومن الحسرة عليه بعد فواته اضعاف اضعاف ما حصل له من اللذة ولو نال
تو میسر آنے سے پہلی کا الم جو ہو چکا اور بعد اوسکے گم ہونے کی حسرت جو لذت سے چند در چند ہوگی اور اگر آدمی کو

العبد كل حظ من حظوظ الدنيا وكل لذة من لذاتها ومضى عمره عليها ولم يسع في تحصيل سعادة الآخرة يصير
دنیا کی تمام عیش اور دنیا کی ساری لذتیں میسر آئیں اور عمر اسی میں تمام کردی اور سعادت آخرت کی تحصیل میں سعی کی تو مرتے ہی

عند الموت كانه لم يظفر بشيء من حظوظها ولذاتها وتعود تلك الحظوظ واللذات وبالا له ويصير معذبا
گویا کچھ نہ تھا نہ کوئی عیش تھا اور نہ کچھ لذت تھی اور وہ ہی عیش اوسپر عذاب ہو جاویگی اور وہ دو جہت سے عذاب

بنفسه كان منعما به من جهتين من جهة فوته مع شدة تعلق قلبه به ومن جهة عدم حصول ما هو انفع له
بھگتے گا جسکا آرام پاتا تھا اس جہت سے کہ وہ فوت ہو گئی اور دل کو اوسی بڑا لگاؤ تھا اور اس جہت سے کہ جو بہت نافع

وادوم فالمحبوب الحاصل يفوت عنه والمحبوب الاعظم لا يحصل له فهذا اول ما يلحقه عقيب موته من
اور دوام کی لئے تھا حاصل نہوا سو محبوب اپنا پایا ہوا جاتا رہیگا اور بڑا محبوب حاصل نہوگا یہ تو وہ عذاب ہے جو مرتے ہی دوزخ کی عذاب سے پہلی

العذاب قبل عذاب النار لان الموت ليس بعدم محض وفناء صرف بل هو مفارقة الدنيا وقدوم على الله تعالى و
بھگتیگا اسلئے کہ موت عدم محض اور صرف فنا نہیں ہے بلکہ موت دنیا کی مفارقت ہے اور اللہ کے پاس حاضر ہونا اور

لا يبقى مع العبد عند الموت الا شيئان العلم والعمل وهما للعبد من المنجيات والباقيات الصالحات ويوصلانه
آدمی کے ساتھ مرتے دم دو ہی چیزیں رہتی ہیں علم اور عمل اور یہ ہی آدمی کو نجات دیتے ہیں اور نیک پس ماندہ ہیں اور اللہ تعالی کی

الى الله تعالى والى لذة لقائه وهذه هي السعادة التي تتعجل له عقيب الموت ويصير قبره روضة من رياض
دیدار کی لذت تک پہنچاتی ہیں اور یہ ہی سعادت ہے کہ مرتے ہی بہت جلدی سے حاصل ہوتی ہے اوسکی گور ایک چمن بہشت کا بن جاتی ہے

الجنة الى ان يدخل او ان الرؤية في الجنة والمراد بالعلم العلم بالله تعالى وصفاته وافعاله وملائكته وكتبه ورسله وسائر
یہاں تک کہ وقت جنت میں کہ دیدار کا آجاتا ہے اور علم سے مراد علم معرفت الہی کا ہے اور صفات کا اور افعال کا اور فرشتوں کا اور کتابوں کا اور رسولوں کا

ما يجب العلم به من الاعتقاديات والعمليات والمراد بالعمل العبادة الخالصة لوجه الله تعالى الموافقة لكتاب
اور اور جو جو علم واجب ہیں اعتقادیات اور عملیات کا اور عمل سے مراد عبادت ہے جو خالص ہے اور کتاب اللہ

الله تعالى وسنة رسوله ثم كل من العلم والعمل لا يحصل الا ببقاء البدن وصحته وبقاؤه وصحته لا يتيسر الا
اور سنت رسول کی موافق ہو پھر کوئی علم اور عمل حاصل نہیں ہو سکتا بدون باقی رہنے بدن اور تندرستی کے اور بدن کی بقا اور تندرستی نہیں میسر ہوتی

بالقوت واللباس والمسكن وكل منها يحتاج الى اسباب فالقدر الذي لا بد منه من هذه الثلثة ان اخذه
بدون کھانے پینے اور گھر کے اور ان سب کی لئے اسباب چاہئے پھر وہ مقدار جو ان تینوں کی لئے کافی ہو اگر آدمی دنیا میں سے

العبد من الدنيا للآخرة لا يكون من ابناء الدنيا بل يكون الدنيا في حقه مزرعة الآخرة فان الدنيا والآخرة
آخرت کی لئے پیدا کرے تو یہ شخص دنیا داروں میں نہیں ہے بلکہ دنیا اوسکی حق میں آخرت کی کھیتی ہے کیونکہ دنیا اور آخرت

عبارتان عن حالتين من احوال الانسان فالقريب الداني يسمى دنيا وهو كل ما ينقضي لذته قبل الموت والمتراخي
انسان کی دو حالتیں ہوتی ہیں سو اول حالت نزدیک کی دنیا کہلاتی ہی یعنی جسکی لذت موت سی پہلی ہو اور پچھلی حالت

المتاخر يسمى آخرة وهو كل ما لا ينقضي لذته بعد الموت فعلى هذا ان جميع ما يكون للانسان اليه ميل ويكون له
درنگ کی آخرت کہلاتی ہی یعنی جسکی لذت بعد موت کی تمام نہووی اس بیان کی موافق جو جو چیزیں کہ آدمی کو ادہر رغبت ہوتی ہی اور اوسکا

حظ عاجل ليس بمذموم بل كل ما كان له فيه حظ عاجل قبل الموت ولا يبقى له ثمرته بعد الموت فهو من الدنيا في حقه
حظ ابھی ہی سب مذموم نہیں ہیں بلکہ جسمیں کہ ابھی حظ ہووی موت سی پہلی اور اوسکا ثمرہ موت کی بعد نہ ہی وہ ہی اسکی حق میں دنیا ہی

وكل ما يكون له فيه حظ عاجل قبل الموت ويبقى ثمرته بعد الموت كالطاعات والعبادات وما يكون له اعانة عليها فهو
اور جسکا حظ ابھی موت سی پہلی ہو اور اوسکا ثمرہ موت کی بعد بھی باقی رہی جیسی طاعات اور عبادات اور جو اسباب عبادت کی مددگار ہیں سو وہ

ليس من الدنيا في حقه بل هو من الآخرة اذ روي انه عليه السلام قال حبب الي من دنياكم ثلث الطيب والنساء
اوسکی حق میں دنیا نہیں ہیں بلکہ آخرت میں داخل ہیں اسواسطی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا مجھکو تمہاری دنیا میں سی تین چیزیں محبوب ہیں خوشبو اور عورتیں

وقرة عيني في الصلوة فانه عليه السلام جعل الصلوة من جملة ملاذ الدنيا ولذلك اضافها اليها لان التلذذ بتحريك
اور ٹھنڈک میری آنکھوں کی نماز میں ہی اب نبی علیہ السلام نی نماز کو دنیا کی لذتوں میں ٹہرایا اسی لئی دنیا کی طرف نسبت کیا اسلئی کہ تلذذ ہاتھ پانو ہلانیکا

الجوارح في الركوع والسجود انما يكون في الدنيا وكل ما يدخل في الحس والمشاهدة فهو من عالم الشهادة فيكون من الدنيا
رکوع اور سجود میں دنیا ہی میں ہوتا ہی اور جو چیز محسوس اور مشاہد ہوتی کا سو وہ عالم ظاہری سی ہی دنیا ہی کی ہوگی

لكن لا يعد منها بل يعد من الآخرة لبقاء ثمرته يسرنا الله تعالى

المجلس السادس والتسعون في بيان منع من اكل

لیکن آخرت میں شمار ہوتی ہی کیونکہ اوسکا ثمرہ باقی رہتا ہی الٰہی ہمکو عمل موافق اپنی پسند کی آسان کر چھیانویں مجلس بیچ بیان ممانعت اوس شخص کی جو

ما فيه رائحة كريهة من دخول المسجد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن
بودار چیز کہاوی مسجد میں آنی سی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا جو شخص اس درخت بدبو سی کہاوی تو ہماری مسجد کی نزدیک

مسجدنا فان الملئكة تتاذى مما يتاذى منه الانس هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابوهريرة واسم الاشارة
ہرگز نہ آوی کیونکہ فرشتی ایذا پاتی ہیں جس سی آدمیوں کو ایذا ہوتی ہی یہہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی ابوہریرہ کی روایت سی اور اسم اشارہ یعنی لفظ

الواقعة فيه اشارة الى جنس ما له رائحة كريهة والمعنى ان من اكل شيئا ما له رائحة كريهة فلا يقربن مسجدنا والظاهر من
ہذہ جو اس حدیث میں آیا ہی اشارہ ہی طرف جنس بدبو کی اور مراد اس سی یہہ ہی کہ جو شخص بودار چیز کہاوی تو ہرگز ہماری مسجد کی نزدیک نہ آوی اور اضافت کا

الاضافة ان يكون المراد من المسجد مسجد النبي عليه السلام لكن الجمهور قالوا هو عام لكل مسجد لقوله عليه السلام
ظاہر یہہ ہی کہ مسجد سی مراد مسجد نبوی ہی صلی اللہ علیہ وسلم لیکن تمام علما کہتی ہیں کہ یہہ مساجد کی حق میں عام ہی اسلئی کہ ایک اور

في حديث آخر فلا يقربن المساجد بل الحقوا به كل مجمع الخير كمجلس العلم ومصلى العيد والجنازة وغيرها لوجود العلة
حدیث میں یوں آیا ہی وہ مسجدوں کی نزدیک نہ آوی بلکہ علماء نی تمام انبوہ خیر کو جیسی مجلس علم کی اور عیدگاہ اور جنازہ وغیرہ کو مساجد میں داخل کیا ہی کیونکہ علت

التي هي تاذي الملئكة والناس فيها ثم ان هذا ليس نهيا عن دخول المسجد وحضور الجماعة لان الجماعة سنة مؤكدة تشبه
موجود ہی یعنی ملائکہ کی اور آدمیوں کی تکلیف پہر یہہ مسجد میں آنی سی اور جماعت میں ملنی سی ممانعت نہیں ہوئی ہی اسلئی کہ جماعت سنت موکدہ واجب کی مثل ہوتی ہی

الواجب فلا ينبغي تركها باستعمال ما يمنع من حضورها بل هو نهي عن تناول ما يمنع من دخول المسجد وحضور الجماعة
سو جماعت کا ترک کرنا ایسی چیز کی استعمال سی جو جماعت سی بند کری لایق نہیں ہی بلکہ یہہ ممانعت ہی ایسی چیز کی کہانی کی جو مسجد میں آنی اور حضور جماعت سی منع کری

وقد روي انه عليه السلام كان اذا وجد من رجل في المسجد ريح البصل او الثوم امر به فاخرج الى البقيع ولهذا قال
اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام اگر کسی شخص میں سی بو پیاز یا لہسن کی پاتی تو حکم کرتی کہ اوسکو بقیع میں نکال دیں اسی لئی فقہاء کہتی ہیں

الفقهاء كل من وجد فيه رائحة كريهة يتأذى به الانسان يلزم اخراجه من المسجد ولو بجره بيده او برجله
جسمیں سے ایسی بو آتی ہو کہ آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہو اوسکا مسجد میں سے نکالدینا لازم ہے اگرچہ ہاتھ یا پاؤں سے کھینچکر

دون اللحية وشعر راسه فعلى هذا يلزم ان يمنع من قربان المسجد من يتناول الدخان الذي ظهر في هذا الزمان
پکڑ کر نہ کہ داڑھی اور سر کے بال کھینچکر سو اس بیان کی موافق لازم ہے کہ مسجد میں آنے سے جو لوگ دھواں کھینچتے ہیں یعنی حقہ نوش منع کئے جاویں کہ اس زمانہ میں

من قبل الكفرة العدوة لاهل الايمان وابتلى به كافة الانام من الخواص والعوام لكراهة رائحته اشد من كراهة
کافروں کی طرف سے جو اہل ایمان کی دشمن ہیں پیدا ہوا ہے اور تمام خلقت خاص اور عام اوسمیں مبتلا ہو گئی ہیں کیونکہ اسکی بو پیاز اور لہسن کی بو سے بدتر ہے

رائحة البصل والثوم بل يلزم اخراجه من المسجد ولو بجره من يده او رجله كما هو راى الفقهاء في كل من يوجد
بلکہ اوسکا مسجد میں سے نکالدینا لازم ہے اگرچہ ہاتھ یا پاؤں سے کھینچکر چنانچہ فقہاء کی یہی رای ہے ہر شخص میں کہ ایسی بو آتی ہو

فيه رائحة كريهة يتأذى به الخلق واما عند عدم اتيان المسجد فهل يحل استعماله كما يحل اكل البصل والثوم ام لا
کہ خلقت کو ایذا ہوئی اور جس صورت میں کہ مسجد میں نہ آوے تو آیا اوسکا استعمال حلال ہے یا نہیں جیسے پیاز لہسن کھانا حلال ہے

لا شك انه ليس كالبصل والثوم لانهما من مصلحات الطعام ومما يكون للفقراء الغذاء والادام بخلاف الدخان
اسمیں کچھ شک نہیں کہ حقہ مثل پیاز اور لہسن کی نہیں ہے کیونکہ پیاز لہسن سے تو کھانا سنورتا ہے اور فقیروں کی غذا اور سالن ہے اور حقہ میں ہرگز

لا يصلح لشئ من ذلك اصلا وقد كثر فيه الاقاويل والحق الذي عليه التعويل ان الفعل الاختياري الصادر عن المكلف
کچھ بھی نہیں ہو سکتا اور اسمیں گفتگو بہت ہے اور حق بات جسپر اعتماد ہے یہ ہے کہ اختیاری کام جو کوئی عاقل بالغ سے عمل میں آوے

ان لم يترتب عليه فائدة دينية او دنيوية فهو دائر بين العبث واللعب واللهو وفي كتاب اللغة لم يفرق بين هذه الثلثة
اگر اوسمیں کوئی فائدہ دینی یا دنیوی نہیں ہوتا تو وہ یا عبث ہے یا لعب ہے یا لہو ہے اور لغت کی کتابوں میں ان تینوں میں کچھ فرق نہیں

لكن لا بد من الفرق لعطف بعضها على بعض في القران وهو على ما ذكره بعض المحققين وكان حقيقا بالقبول ان العبث
بیان کیا لیکن فرق ضرور چاہیے کیونکہ قرآن میں ایک کا ایک پر عطف کیا ہے اور وہ فرق موافق ذکر بعضی علماء کی کہ قابل قبول کی ہے یہ ہے کہ عبث وہ کام ہوتا ہے

الفعل الذي ليس فيه لذة ولا فائدة واما الذي فيه لذة بلا فائدة فهو لعب ومثله اللهو الا ان فيه زيادة حظ
جسمیں نہ لذت ہوتی ہے اور نہ فائدہ اور جس کام میں لذت ہو بلا فائدہ وہ لعب کہلاتا ہے اور ایسا ہی لہو ہوتا ہے پر اسمیں حظ نفس

النفس بحيث تشتغل به عما يهمها والكل حرام لانها لم تذكر في القران الا على طريق الذم فلما علم حرمة اللعب واللهو
زیادہ ہوتا ہے ایسا کہ اسمیں ضروری کام رہ جاتے ہیں اور یہ سب حرام ہیں اسواسطے کہ جہاں قرآن میں آئی ہیں سو بطریق ہجو کی آئی ہیں پھر جب لعب اور لہو

والعبث علم حرمة استعمال الدخان لدخوله اما في اللعب او العبث او في اللهو بل هو بالعبث انسب لخلوه
اور عبث کی حرمت معلوم ہوئی تو حقہ کی بھی حرمت معلوم ہوئی اسلئے کہ حقہ یا لعب ہے یا عبث ہے یا لہو ہے بلکہ وہ عبث سے زیادہ مناسب ہے کیونکہ اسمیں

عن اللذة التي في اللعب او اللهو اللهم الا ان يستلذه نفوس بعض المستعملين له بتسويل شيطان فحينئذ يدخل في
لذت نہیں ہے یا الٰہی شاید کہ کسی حقہ پینے والے کو بسبب تسویل شیطانی کی کچھ لذت آتی ہو اب لعب میں داخل ہوگا

اللعب او في اللهو مع كونه عارية عن الفائدة الدينية وهو ظاهر وعن الفائدة الدنيوية ايضا لانه لا يصلح لشئ من
یا لہو میں باوجودیکہ فائدہ دینی سے خالی ہے یہ تو ظاہر ہے اور فائدہ دنیاوی سے بھی کیونکہ ہرگز کچھ نہیں بن سکتا

الغذاء او الدواء اصلا بل هو مضرة لاتفاق الاطباء على ان مطلق الدخان مضر قال ابن سينا لولا الدخان والقتام
نہ غذا اور نہ دوا بلکہ مضر ہے اسواسطے کہ تمام طبیب متفق ہیں کہ مطلق دھوان یعنی سب مضر ہیں شیخ ابن سینا کہتا ہے اگر دھوان اور گرد وغبار نہوتا

لعاش ابن ادم الف عام وقال جالينوس اجتنبوا ثلثة وعليكم باربعة ولا حاجة لكم الى الطبيب اجتنبوا الدخان والغبار والنتن
تو آدمی ہزار برس تک جیتا اور جالینوس کہتا ہے کہ تین چیزوں سے بچو اور چار چیزیں اپنی اوپر لازم کرلو اب تمکو طبیب کی حاجت نہوگی دھوئیں اور غبار اور بدبو

دہلیکم بالدسم والحلوی والطیب والحمام وذکر فی القانون ان جمیع اصناف الدخان مجفف بجوھرہ الارضی وفیہ
اور چکنائی اور مٹھائی اور خوشبو اور حمام لازم کرلو اور قانون میں مذکور ہی کہ تمام قسم کی دہوئیں اجزاء ارضی کی تاثیر سی خشکی کرتی ہیں اور اسمیں
ناریۃ یسیرۃ قال بعض الفضلاء فاذا کان جمیع اصناف الدخان مجففا یکون ھذا الدخان مجففا للرطوبات البدنیۃ
کچھ تھوڑی ناریۃ یعنی حرارت بھی ہوتی ہی بعض فضلاء کہتے ہیں جب تمام قسم کا دہواں مجفف یعنی خشک کرتا ہو تو حقہ رطوبات بدنیہ کو خشک کرتا ہوگا
فیکون مودیا لحصول امراض کثیرۃ فلا یجوز استعمالہ لوجوب صیانۃ النفس عن لحوق الضرر وقد ذکر فی نصاب الاحتساب
پھر تو اسی بہت سی امراض پیدا ہونگی پس تو اسکا پینا جایز نہیں ہی اسلئی کہ ضرر سی جان کا بچانا واجب ہی اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہی
ان استعمال المضر حرام فان قیل بعض الاطباء قد یعالجون بعض الامراض ببعض اصناف الدخان ویشاھد نفعہ
کہ مضر شی کا برتنا حرام ہی پہر اگر کوئی اعتراض کری کہ بعضی طبیب کبھی کبھی بعضی مرضوں کا کسی قسم کی دہوین سی علاج کیا کرتی ہیں اور اوسکا فائدہ ظاہر ہوتا ہی
فکیف یصح المنع عن استعمال جمیع اصنافہ فالجواب انہم یعالجون لحظۃ یسیرۃ لا علی الدوام حتی یحصل ما ذکر من التجفیف فان
پہر ممانعت تمام قسم کی دہوئیں سی کیونکر درست ہی سو جواب یہہ ہی کہ وہ دم بہر کی لئی علاج کرتی ہیں ہمیشہ کی لئی نہیں کرتی تاکہ اوسمیں خشکی پیدا ہو جاوی پہر اگر
قیل ما ذکر من التجفیف لا یضر فی البلغمی لکثرۃ رطوباتہ وانتفاعہ بتجفیفہا فما وجہ المنع عن ھذا الدخان فالجواب
کوئی کہی کہ خشکی بلغمی مزاج والی کو ضرر نہیں کرتی کیونکہ رطوبت بہت ہوتی ہی اور خشکی سی نفع ہوتا ہی اب حقہ کی ممانعت کی کیا وجہ ہی تو جواب یہہ ہی
ان حد الانتفاع بہ مجہول فلا بد من معرفۃ ذلک من طبیب حاذق عارف بالامزجۃ والقدر الذی ینتفع بہ والا فالاقدام
کہ انتفاع کی حد معلوم نہیں ہی سو اسکا معلوم کرنا ایسی طبیب حاذق سی جو مزاجوں سی واقف ہو اور اوس مقدار کا معلوم کرنا جسمیں نفع ہو ضرور چاہئی اور نہیں تو پینا
علیہ حرام مطلقا لوقوع التردد بین السلامۃ وعدمہا فان العدول ممن کان یستعملہ قد اختلفوا فیہ فمنہم من یقول بمضرتہ
مطلق حرام ہی کیونکہ سلامتی اور عدم سلامتی میں تردد ہی بیشک عادل اشخاص جو حقہ پیتی ہیں اختلاف کرتی ہیں بعضا ضرر کا قایل ہی
ومنہم من یقول بعدم ضررہ ومنہم من یشک فیہ لکن الفریق الاغلب الذی جانب الحق الیہ اقرب لمزید دیانتہم یقول
اور کوئی کہتا ہی ضرر نہیں کرتا اور کسیکو اسمیں شک ہی لیکن فریق اغلب جسکی طرف باعتبار افزونی دیانت کی حق پایا جاتا ہی کہتا ہی
انہ یحدث فی ابتداء قوۃ فی الجسم وحدۃ فی البصر ونشاطا فی الاعضاء وھضما فی الطعام فاذا حصلت المداومۃ یورث
کہ ابتدا میں تو جسم میں قوت اور بینائی میں تیزی اور اعضا میں نشاط اور طعام میں ہضم پیدا کرتا ہی اور جب عادت پڑجاتی ہی تو بینائی پر
غشاوۃ فی البصر وثقلا فی الاعضاء وامساکا فی الہاضمۃ وضعفا فی البدن لانہ کما قال الاطباء یجفف مع نوع حرارۃ
پردہ سا اور اعضا میں بوجھ اور ہاضمہ میں امساک اور بدن میں سستی آجاتی ہی اسلئی کہ موافق قول طبیبوں کی حرارت کی ساتھ خشکی کرتا ہی
فیفعل فی ابتدائہ ما ذکروہ اولا وفی انتہائہ ما ذکروہ آخرا علی انہ لو تحقق نفعہ فبعد النفع یمنع من استعمالہ لانہ حینئذ
سو اول اول تو وہی تاثیر ہوتی ہی جو اول بیان کیا اور انجام کو وہی ہوتا ہی جو پہر بیان کیا علاوہ یہہ ہی اگر نفع ثابت ہی ہو تو بعد نفع کی پینا منع ہی اسلئی کہ اب
یکون دواء ولا یجوز استعمال الدواء بعد زوال المرض لانہ اذا لم یجد مرضا یزیلہ یاخذ من البدن الا تری ان الخمر المحرمۃ بالنص
دوا ہوگا اور دوا کا استعمال کرنا بعد زوال مرض کی جایز نہیں ہی اسلئی کہ جب مرض نہیں ہوتا جسی دور کری تو بدن میں اثر کرتی ہی دیکھو تو شراب قطعی حرام ہی اور قرآن
قد اخبر القرآن بنفعہا کما قال اللہ تعالی یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر ومنافع للناس واثمہما اکبر من نفعہما
سی اوسکا نفع ثابت ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی تجھسی پوچھتی ہیں حکم شراب اور جوئی کا تو کہہ انمیں گناہ بڑا ہی اور فائدہ بھی لوگوں کو اور انکا گناہ فائدی
لکن جانب النفع اذا قابلہ جانب الضرر یمحی جانب الضرر حتی قال الفقہاء لو کان فی شیء وجوہ کثیرۃ توجب الحل والجواز ووجہ
سی بڑا ہی لیکن نفع کی جانب جب ضرر کی مقابل پڑتی ہی تو ضرر کا لحاظ کیا کرتی ہیں یہاں تک کہ فقہا کہتی ہیں اگر ایک شی میں کئی وجہ حلت اور جواز کی ہوں اور ایک
واحد یوجب الحرمۃ وعدم الجواز یرجح جانب الحرمۃ احتیاطا ثم فی معرفۃ حرمۃ الاشیاء واباحتہا وجہ حسن یرجع الی
وجہ سی عدم جواز اور حرمت لازم آتی ہو تو احتیاطا لم حرمت کی جانب کو قایم رکھیں گی پہر اشیاء کی حرمت اور اباحت دریافت کرنی کی اچھی وجہ یہ ہی

الى الاصول وهو ان الحق في الاشياء قبل البعثة ان لا يكون فيها حكم وبعد البعثة اختلف العلماء فيها على ثلثة اقوال
اصول کی طرف پس یعنی حق یون ہی کہ اشیاء مین نبوت سی پہلی نہین کسیطرح کا خاص حکم نہو اور بعد نبوت کی علماء کی مختلف تین قول مین قول اول یہ ہی

الاول انها متصفة بالحرمة الا ما دل دليل الشرع على اباحته والثاني انها متصفة بالاباحة الا ما دل دليل الشرع على
اشیاء سب حرام ہین سوای اوسکی کہ شرعی دلیل اوسکی اباحت بیان کری دوسرا قول کہ تمام اشیاء مباح ہین سوا اوسکی کہ شرعی دلیل حرمت پر

حرمته والثالث هو الصحيح ان يكون فيها تفصيل وهو ان المضار متصفة بالحرمة بمعنى ان الاصل فيها الاباحة لقوله تعالى
دلالت کری اور تیسرا قول جو صحیح ہی یہ ہی کہ اشیاء مین تفصیل ہی کہ ضرر کی چیزین حرام ہین یعنی اصل اونمین حرمت ہی، اباحت ہی جو دلیل ہی

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا فانه تعالى ذكره في معرض الامتنان ولا يمتن الا بالحلال الجائز لكانه تعالى قال هو
وہی ہی جسنی بنایا تمہاری واسطی جو کچھ زمین مین ہی سب کیونکہ اللہ تعالی نے اسکو احسان کی جگہہ فرمایا ہی اور منت بدون حلال اور جائز کی نہین ہوتی سو اللہ تعالی گویا یہ

الذي خلق لاجلكم جميع ما في الارض من المنافع لتنتفعوا بها وعلى هذا القول الثالث الصحيح يخرج حكم هذا الدخان ايضا فانه
فرماتا ہی کہ اللہ وہ ہی کہ تمام جو زمین میں منافع ہین تمہاری لئی پیدا کئی ہین تاکہ اون سی فائدہ لو اور اسی تیسری صحیح قول پر حقہ کا حکم بہی نکل آتا ہی کیونکہ حقہ

لو كان نافعا لكان الاصل فيه الاباحة لكن قد ثبت باخبار الحذاق من الاطباء انه مضر ولو في الآجل فيكون الاصل فيه الحرمة
اگر مفید ہوتا تو اصل اسمین اباحت ہوتی لیکن حاذق طبیبون کی بیان سی ثابت ہوا ہی کہ وہ مضر ہی اگرچہ انجام مین سو اصل اسمین حرمت ہی ہوویگی

بل لو وقع الشك في امره لغلب جانب الحرمة كما هو القاعدة الشرعية فانه عليه السلام قال الحلال بين والحرام بين و
بلکہ اگر اسمین شک بہی ہووی تو بہی حرمت کی جانب غالب ہوگی چنانچہ یہہ ہی قاعدہ شرعی ہی کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ حلال ظاہر ہی اور حرام ظاہر ہی اور

بينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات كان
انکی بیچ مین مشتبہات ہین اکثر لوگون کو معلوم نہین ہوتی پہر جو شخص شبہات سی بچتا رہا تو اوسنی اپنا دین اور عزت بچالی اور جو شخص شبہات مین پڑ گیا تو

كالراعي يرعى حول الحمى يوشك ان يقع فيه واختلف العلماء في حكم هذه الشبهات فذهب بعضهم الى حرمتها لانه
ایسا ہی جیسی چرواہا بیڑ کی گرد چراتا ہوا اپنی بیڑ کی اندر جا گہسیگا اور علماء کو ان شبہات کی حکم مین اختلاف ہی سو بعضی تو حرمت کی طرف گئی ہین اسلئی کہ نبی

اخبر في هذا الحديث ان من ترك ما اشتبه عليه حكمه ولم ينكشف له حقيقة امره يكون دينه سالما مما يفسده
علیہ السلام نی اس حدیث مین خبر دی ہی کہ جسنی ترک کیا عمل جسکا حکم مشتبہ ہوا اور حقیقت حال اوسکی معلوم نہوئی ہو تو اوسکا دین مفسدہ اور نقصان سی

او ينقصه ونفسه ناجيا مما يعيبه ويلام عليه ومن لم يترك بل فعله يقع في الحرام وهذا الدخان مما اشتبه حكمه
سلامت اور اوسکا نفس عیب اور ملامت سی بچا ہوا ہی اور جسنی نچہوڑا بلکہ عمل کیا تو حرام مین مبتلا ہوگا اور حقہ کا حکم مشتبہ ہی

ولم ينكشف حقيقة امره فمن تركه ولم يستعمله يكون دينه سالما من الفساد والنقصان ونفسه ناجيا من العيب
اور اسکی حقیقت حال ظاہر نہین ہوئی پہر جسنی چہوڑا اور نہ پیا تو اوسکا دین فساد اور نقصان سی اور اوسکا نفس خلقت مین عیب اور ملامت سی

اللوم بين الانام ومن لم يتركه بل استعمله يكون واقعا في الحرام وذهب بعضهم الى كراهتها الماء في حديث اخر انه عليه السلام
بچا رہا اور جسنی نچہوڑا بلکہ پیا تو وہ حرام مین واقع ہوگا اور بعضی علماء کراہت کی طرف گئی ہین کیونکہ ایک اور حدیث مین آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا

قال الامور ثلثة امر تبين لك رشده فاتبعه وامر تبين لك غيه فاجتنبه وامر اختلف فيه فدع ما يريبك الى ما لا يريبك
امور تین طرح کی ہین ایک وہ جسکی خوبی ظاہر ہی سو اوسکو اختیار کر اور ایک وہ جسکی کجی ظاہر ہو سو اوس سی بچتا رہ اور ایک وہ امر ہی جسمین اختلاف ہو سو جو چیز شک مین ڈالتی ہو

ولا شك ان امر الدخان مما اريب ووقع في الاضطراب فاقل مراتبه الكراهة ولا يظن انه ينتهي الى درجة الاباحة بتعلل
اوسکو چھوڑ کر جو شک مین نہ ڈالی اوسمین کچھ شک نہین ہی کہ حقہ کا حکم مشکوک ہی اور اضطراب مین ڈال رکہا ہی اسکا حکم کم سی کم مرتبہ کراہت کا ہی اور یہہ گمان نہین ہی کہ اباحت کی درجہ تک

كثير مما يتعاطاه انه نافع ودواء لكل داء وانهم وجدوا في استعماله دواء لامراضهم لان ذلك من تلبيس ابليس عليهم وتزيينه
اکثر پینی والی کی اس حیلہ سی پہنچی کہ اکثر بیان کرتی ہین کہ فائدہ کرتا ہی اور ہر روگ کی دوا ہی اور ہمنی اپنی امراض کو مفید پایا اسلئی کہ یہہ تقریرین شیطان کی شعبدی ہین اور ابلیس کی تزیین

لهم حتى تتولد من لكاثفه الادواء فى عاقبة امره لان تكراره يؤذى مايقابله فيتولد منه الحرارة فيكون فى عاقبة امره داء
تاکہ آخر کو اوسکی کثافت سے بیماریاں پیدا ہوجاویں کیونکہ اسکا تکرار اپنی مقابل کو ایذا دیتا ہے پہر اوسی حرارت پیدا ہوجاتی ہے آخر کو مرض ہوجاتا ہے
لا دواء ثم يلزم على توهم ان يكون الناس كلهم مرضى وان يكون مرضهم فى جميع الفصول الاربعة من نوع واحد وان يكون
دوا نہیں ہوتا پہر اوسکی قول کی موافق لازم آتا ہے کہ تمام لوگ بیمار ہوں اور اونکا مرض بہی تمام چاروں فصلوں میں ایک ہی طرح کا ہووے اور اونکا
معالجتهم فيها بشىء واحد على جهة واحدة وبطلانه غير خفى على احد من العقلاء ثم فيه اضاعة المال لانه يشترى
علاج بہی تمام فصلوں میں ایک ہی شی سے ایک ہی طرح پر ہووے اور اسکا بطلان کسی عاقل پر پوشیدہ نہیں ہے پہر اسمیں مال ضایع ہوتا ہے کیونکہ خوب مہنگا
بثمن غال فيدخل فى الاسراف المحرم وقد كتب بعض المالكية فى الديار الحجازية جوابا عن سوال يتعلق بالدخان وهو ان
خریدتا ہے اب اسراف ہوتا ہے جو حرام ہے اور کسی مالکی مذہب والی نے دیار حجاز میں ایک سوال کا جواب لکہا ہے جو دہوئیں کی باب میں ہے یعنی
استعمال الدخان حرام كاصله لان اصله الخشب والنار لكنه اجزاء من الخشب ممزوجة باجزاء من النار وهو من حيث اجزائه
دخان کا استعمال کرنا حرام ہے جیسی اوسکی اصل اسلئے کہ اوسکی اصل لکڑی ہے اور آگ کیونکہ لکڑی ہی کی اجزا آگ کی اجزا میں ملی ہوتی ہیں اور وہ باعتبار اجزاء ناری کی
النارية التى فيه يحرم استعماله لقوله تعالى ان الذين ياكلون اموال اليتمى ظلما انما ياكلون فى بطونهم نارا فدل النص
استعمال کرنا حرام ہے بدلیل اس آیت کی جو لوگ کہاتی ہیں یتیموں کی مال ناحق وہ یہہ ہی کہاتی ہیں اپنی پیٹ میں آگ اب اس نص سے
على حرمة النار فيحرم الدخان الحاصل منها وايضا انه تعالى جعله مما يعذب به حيث قال فى حق قوم يونس عليه السلام
حرمت آگ کی معلوم ہوئی سو دہواں بہی حرام ہوا جو آگ سے نکلتا ہے اور یہہ بہی ہے کہ اللہ تعالی نے دہوئیں کو عذاب کی اسباب میں مقرر کیا ہے چنانچہ یونس علیہ السلام کی
لما امنوا كشفنا عنهم عذاب الخزى فى الحيوة الدنيا فان العذاب المكشوف عنهم كان دخانا وقال فى اية اخرى فارتقب
قوم کی حق میں فرماتا ہے جب یقین لائے کہولدیا ہمنے اونپر سے ذلت کا عذاب دنیا کی زندگی میں کیونکہ جو عذاب اونپر سے رفع ہوا تہا دہواں ہی تہا اور ایک اور آیت میں فرمایا ہے
يوم تاتى السماء بدخان مبين يغشى الناس هذا عذاب اليم والمراد بالدخان المذكور فى هذه الاية معناه الحقيقى على قول
سو تو راہ دیکہہ جسدن کہ لاوی آسمان دہواں صریح جو گہیر لی لوگوں کو یہہ ہے دکہہ کی مار اور دخان سے اس آیت میں جو مذکور ہے ایک قول کی موافق حقیقی معنی مراد ہیں
وعلى هذا القول يكون النظم الكريم صريحا فى كون الدخان عذابا اليما وما به التعذيب يحرم استعماله فان الفقهاء
اور اس قول کی مطابق مضمون آیت کا صریح ہے کہ دخان سخت عذاب ہوتا ہے اور جس شی میں تعذیب واقع ہوتی ہے اوسکا استعمال حرام ہے کیونکہ تمام فقہاء
قد اتفقوا على وجوب الفرار من محل العذاب كبطن محسر فانه على لفظ اسم الفاعل من التحسير اسم واد اهلك الله تعالى
متفق ہیں کہ محل عذاب سے بہاگنا چاہئے جیسے بطن محسر محسر اسم فاعل کی وزن پر تحسیر میں سے ایک جنگل کا نام ہے جہاں اللہ تعالی نے اصحاب فیل کو
فيه اصحاب الفيل فاذا وجب الفرار من محل العذاب فوجوب الفرار مما به العذاب اولى ثم ان المستعملين له ترى انه يخرج
ہلاک کیا تہا اور جب محل عذاب سے بہاگنا واجب ہوا تو جس شی سے عذاب ہوا ہو اوس سے بہاگنا اولی تر واجب ہے پہر حقہ پینی والوں کو تو دیکہتا ہے کہ اونکی حلق
من حلوقهم وانوفهم وفيه تشبيه باهل النار وبالذى يهلكون فى اخر الزمان من الاشرار كما جاء فى الخبر انه يكون فى اخر
اور ناک سے دہواں نکلتا ہے اور اسمیں دوزخیوں کی مشابہت ہے اور اونکی مشابہت ہے جو آخر زمانہ میں شریر لوگ ہلاک ہونگے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں
الزمان دخان يملاء الارض يقيم على الناس اربعين يوما اما المؤمن فيصيبه منه كهيئة الزكام واما الكافر فيخرج من انفه واذنيه
دہواں پیدا ہو کر تمام زمین کو بہر دیگا لوگوں پر چالیس دن تک رہیگا مؤمن کو تو اوسکا اتنا اثر ہوگا جیسے زکام اور رہا کافر سو اوسکی ناک میں سے اور کانوں میں
وعينيه حتى يصير راس احدهم كالراس الحنيذ اى المشوى فلا ينبغى للمؤمن ان يتشبه باهل العذاب ولا ان يستعمل
اور آنکہوں میں سے دہواں نکلیگا یہاں تک کہ ایک ایک کا سر بہنا ہوا بہلسا ہو جاوےگا اب مؤمن کو لایق نہیں ہے کہ عذاب والوں کی مثل بنے اور نہ یہہ چاہئے کہ ایسی چیز برتی
ما هو من نوع العذاب ولا ما هو من ملابسات اهل العذاب وقد كره جمع من العلماء التختم بالحديد والنحاس لما ثبت فى
جو عذاب کی ہو اور نہ وہ جو اہل عذاب کی مناسب ہو اور اکثر علما لوہی اور تانبی کی انگوٹہی پہننی مکروہ کہتے ہیں کیونکہ حدیث میں ثابت ہو چکا ہے

الحدیث انها حلیة اهل النار وصح علی ما ذکره البلالی فی مختصر الاحیاء انه علیه السلام کان یکره الطعام السخن
کہ یہہ نور دوزخیوں کی زیور ہیں اور موافق بیان بلالی کی مختصر الاحیاء میں ثابت ہی کہ نبی علیہ السلام گرم کہانا مکروہ جانتے تہی
ویقول ان الله تعالی لم یطعمنا نارا وهذا الدخان اولی بالکراهة لانه مختلط باجزاء ناریة کما مر فلو لم یکن فی استعماله
اور فرماتی کہ اللہ تعالی ہمکو آگ کہانی نہیں دیتا اور یہہ دخان تو اولی تر مکروہ ہی اسلئی کہ اجزاء ناری سی ملا ہوا ہی چنانچہ گذر چکا ہی پہر اگر اسکی استعمال میں
الا احیاء سنة الکفار الذین اخرجوه واظهروه فی بلاد الاسلام توصلا الی اضرار اهل الایمان لکان باعثا للعاقل
کچہہ نہوتا سوا اور دونق طریقہ کفار کی جنہوں نی ایجاد کر کر بلاد اسلام میں پہیلایا تاکہ ایمان والوں کا ضرر ہووی تسا بہی عاقل کی واسطی اجتناب کرنیکو
علی اجتنابه ومانعا عن ارتکابه بل لو لم یکن فی استعماله الا تسوید الثیاب والابدان وکراهة الریح والانتان لکان
بڑا باعث تہا اور اختیار کرنی سی بڑا مانع تہا بلکہ اسکی استعمال میں اگر کچہہ نہوتا سوا سیاہ ہونی کپڑوں اور بدن کی اور بو اور سڑاہند کی تو بہی
زاجرا للعاقل عن استعماله لکن اکثر اهل الزمان طبایعهم جامدة صعبة الانقیاد مائلة دائما الی مالا یعنیهم ان نصحوا
عاقل کو اسکی استعمال سی روکنیوالا موجود تہا لیکن اس زمانہ کی طبیعتیں اکثر کند غیر مطیع ہیں ہمیشہ بیہودہ کام کی طرف متوجہ رہتی ہیں اگر بہلی بات کہو مانی
لا یقبلوا وان علموا لم یتعلموا وان فهموا لم یفهموا وان فهموا لم یعملوا بما فهموا وهم من الذین ان یروا سبیل الرشد
اور اگر سکہاؤ نہ سیکہیں اور اگر سمجہاؤ تو نہ سمجہیں اور اگر سمجہیں تو اسکی موافق کبہی عمل نکریں یہہ اون لوگوں میں ہیں اگر دیکہیں راہ سنوار کی
لا یتخذوه سبیلا وان یروا سبیل الغی یتخذوه سبیلا یسر الله تعالی عملا موافقا لرضائه بلطفه وفضله وکرمه
وہ نہ ٹہراویں راہ اور اگر دیکہیں راہ دلتی اوسکو ٹہراویں راہ الہی ہمپر عمل موافق اپنی رضا کی اپنی لطف اور فضل اور کرم سی آسان کر

المجلس السابع والتسعون فی بیان لزوم ترک مالا یعنیه من القول والفعل

ستانوین مجلس اس بیان میں کہ ترک بیہودہ کا لازم ہی بات ہو یا کام

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه ابو هریرة ومعناه ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا مرد کی اسلام کی خوبی ہی بیہودہ کا ترک کرنا یہہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہی ابو ہریرہ کی روایت سی اسکی معنی یہہ
اسلام الرجل لا یکون کاملا وحسنا الا اذا ترک من الاقوال والافعال مالا منفعة له فیه اصلا لا فی الدنیا ولا فی الاخرة
ہیں کہ اسلام آدمی کا کامل اور خوب نہیں ہوتا مگر جب وہ اقوال اور افعال چہوڑ دی جنمیں اوسکا ہرگز کچہہ فائدہ نہووی نہ دنیا کا اور نہ آخرت کا
ومما لا منفعة له فیه اصلا الدخان الذی ظهر فی هذا الزمان من قبل الکفرة العدوة لاهل الایمان وابتلی
اور جسمیں ہرگز کچہہ منفعت نہیں ایک حقہ بہی ہی جو اس زمانہ میں کفار کی طرف سا جو اہل ایمان کی دشمن ہیں پیدا ہوا ہی اور اوسکی
بمصه کافة الانام من الخواص والعوام فانه قد ظهر فی اوائل القرن الحادی عشر وصار فتنة عظیمة علی عامة البشر
پینی میں تمام خلق خاص وعام مبتلا ہوگئی ہی بیشک حقہ گیارہویں قرن کی اول میں نکلا اور تمام خلق پر بڑا ہی فتنہ ہوگیا ہی
اذ شاع تناوله فی البلدان بین الرجال والنساء والصبیان فلزم علی علماء الدین بیان حکمه للمسلمین هل یحل استعماله
سولسطی کہ اسکا پینا شہروں کی اندر مردوں اور عورتوں اور بچوں میں پہیل گیا ہی سو علماء دین پر مسلمانوں کی لئی اسکا حکم بیان کرنا لازم ہی آیا اسکا پینا حلال
ام یجب اجتنابه فاستمعوا یا اولی الالباب ما یقال لکم فی هذا الباب قد کثر فیه الاقاویل والحق الذی علیه التعویل ان
یا اسکی اجتناب واجب ہی سو ای ہوش والو جو اس باب میں مذکور ہوتا ہی سنو اسمیں بہت سی گفتگو ہی اور حق جسپر اعتماد ہو سو یہہ ہی
الفعل الاختیاری الصادر عن المکلف ان لم یترتب علیه فائدة دینیة او دنیویة فهو دائر بین العبث واللعب
فعل اختیاری جو عاقل بالغ سی صادر ہوتا ہی اگر اوسمیں کوئی فائدہ دین کا یا دنیا کا نہووی تو اسمیں تفصیل ہی کہ عبث ہی یا لعب ہی یا
فی کتب اللغة لم یفرق بین هذه الثلثة لکن لا بد من الفرق لعطف بعضها علی بعض فی القران وهو علی ما ذکره
کتابوں میں ان تینوں میں کچہہ فرق نہیں بیان کیا یہہ فرق ضرور چاہئی کیونکہ قرآن میں ایک کو ایک پر عطف کیا ہی اور وہ فرق موافق بیان

بعض الفحول لو كان حقيقا بالقبول ان العبث الفعل الذي ليس فيه لذة ولا فائدة واما الذي فيه لذة بلا فائدة
بعضی علماء کی جو قابل قبولیت کی ہی یہہ ہی کہ عبث وہ فعل ہوتا ہی جسمیں نہ کچھ فائدہ ہو اور نہ لذت اور جس کام میں لذت ہو وی بلا فائدہ

فهو لعب ومثله اللهو الا ان فيه زيادة حظ النفس بحيث تشتغل به عما يهمها والكل حرام لانها لم تذكر في القرآن
تو لعب ہوتا ہی اور ایسا ہی لہو ہوتا ہی کہ اسمیں نفس کو زیادہ حظ ہوتا ہی ایسا کہ لہو میں ضروری کار بہی رہ جاتی ہیں اور یہہ سب حرام ہیں اسلئی کہ انکا ذکر قرآن میں

الا على طريق الذم فلما علم حرمة هذه الثلاثة علم حرمة استعمال الدخان لدخوله اما في اللعب او في اللهو او في
جہاں آیا ہی سو بطور ہجو کی ہی پہر جب ان تینوں کی حرمت معلوم ہوئی تو حقہ کی بہی حرمت معلوم ہوئی اسلئی کہ حقہ یا لعب ہی یا لہو ہی یا

العبث بل هو بالعبث انسب لخلوه عن اللذة التي في اللعب واللهو اللهم الا ان يستلذه نفوس بعض المستعملين له
عبث ہی بلکہ عبث سی زیادہ تر مناسب ہی کیونکہ حقہ میں وہ لذت نہیں ہی جو لعب اور لہو میں ہوتی ہی یا الٰہی شاید کہ بعضی پینی والوں کو شیطانی تسویل یعنی دہوکہ سی

بتسويل شيطاني فحينئذ يدخل في اللعب او اللهو وعلى اي وجه كان فهو عار عن الفائدة الدينية وهو ظاهر وعن الفائدة
لذت حاصل ہوتی ہو پہر اب لعب یا لہو ہوگا اور بہر صورت فائدہ دینی سی تو خالی ہی یہہ بات تو ظاہر ہی اور دنیا کی فائدہ سی بہی

الدنيوية ايضا لانه لا يصلح لشيء من الغذاء والدواء اصلا بل هو مضر لاتفاق الاطباء على ان مطلق الدخان مضر
خالی ہی کیونکہ ہرگز کسی کام کا نہیں ہی نہ غذا ہی اور نہ دوا ہی بلکہ وہ مضر ہی کیونکہ تمام طبیب اسپر متفق ہیں کہ مطلق دہواں مضر ہوتا ہی

قال ابن سينا لولا الدخان والقتام لعاش ابن ادم الف عام وقال جالينوس اجتنبوا ثلاثة وعليكم باربعة ولا حاجة
شیخ ابن سینا کہتا ہی اگر دہواں اور گرد وغبار نہ ہوتا تو البتہ آدمی ہزار برس جیتا اور جالینوس کہتا ہی تین چیز سی بچتی رہو اور چار چیز کو لازم کرلو پہر تمکو طبیب

لكم الى الطبيب اجتنبوا الدخان والغبار والنتن وعليكم بالدسم والحلو والطيب والحمام وذكر في القانون ان جميع
کی کچہہ حاجت نہیں ہی دہواں اور غبار اور بدبو سی بچتی رہو اور چکنائی اور مٹہائی اور خوشبو اور حمام لازم کرلو اور قانون میں مذکور ہی

اصناف الدخان يجفف بجوهره الارضي وفيه نارية يسيرة قال بعض الفضلاء فاذا كان جميع اصناف الدخان يجفف فيكون
کہ دہوئیں کی سب قسمیں جوہر ارضی کی تاثیر سی خشکی کرتی ہیں اور اسمیں کچہہ ناریت یعنی حرارت ہوتی ہی بعضی فضلاء کہتی ہیں جس صورت میں کہ دہوئیں کی تمام اقسام خشکی کرتی ہیں تو حقہ

هذا الدخان يجفف الرطوبات البدنية فيكون مؤديا الى حصول امراض كثيرة فلا يجوز استعماله لوجوب صيانة
بدنی رطوبات کو خشک کرتا ہی اب اسمیں بہت امراض پیدا ہونگی سو اسکا پینا جایز نہیں ہی کیونکہ مضر شی سی نفس کا بچانا واجب ہی

النفس عن لحوق الضرر وقد ذكر في نصاب الاحتساب ان استعمال المضر حرام فان قيل بعض الاطباء قد يعالجون بعض
اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہی کہ مضر کا استعمال کرنا حرام ہی اگر کوئی کہی کہ بعضی طبیب کبہی کبہی بعضی

الامراض ببعض اصناف الدخان ويشاهدون نفعه فكيف يصح المنع عن استعمال جميع اصنافه فالجواب انهم يعالجون
بیماریوں کا علاج کسی قسم کی دہوئیں سی کیا کرتی ہیں اور اوسکا نفع ظاہر ہوتا ہی اب ممانعت تمام قسم کی دخان کی کیونکر درست ہی سو جواب یہہ ہی کہ وہ دم بہر کی

به لحظة يسيرة لا على الدوام حتى يحصل ما ذكر من التجفيف فان قيل ما ذكر من التجفيف لا يضر في البلغمي لكثرة رطوباته
لئی علاج کرتی ہیں مداومت کی لئی نہیں کرتی تا کہ اوس سی خشکی پیدا ہووی اگر کوئی کہی خشکی بلغمی مزاج والی کو ضرر نہیں کرتی کیونکہ اوسمیں رطوبات بہت ہوتی ہیں

واستفاعه بتجفيفها فما وجه المنع عن هذا الدخان فالجواب ان حد الانتفاع به مجهول فلا بد في معرفة ذلك من طبيب
اور خشکی سی فائدہ ہوتا ہی اب حقہ سی وجہ ممانعت کی کیا ہی سو جواب یہہ ہی کہ حد انتفاع کی معلوم نہیں ہی اب اسکی معرفت کسی طبیب حاذق سی

حاذق عارف بالامزجة والقدر الذي ينتفع به والا فالاقدام عليه حرام مطلقا لوقوع التردد بين السلامة وعدمها فان
جو مزاجوں کو جانتا ہو اور اوس مقدار کی جسمیں فائدہ ہو ضرور چاہیئی اور نہیں تو اوسپر قدم رکہنا مطلق حرام ہی کیونکہ صحت اور مرض میں تردد ہی کیونکہ

العدول من مستعمليه قد اختلفوا فيه فمنهم من قال بضرره ومنهم من قال بعدم ضرره ومنهم من شك فيه لكن
عادل لوگ حقہ پینی والی اسمیں اختلاف کرتی ہیں بعضی تو اسکی ضرر کی قائل ہیں اور بعضی کہتی ہیں ضرر نہیں کرتا اور بعضوں کو اسمیں شک ہی لیکن

لعريق الانسب لدى جانب الحق اليه اقرب قال انه يحدث في ابتدائه قوة في الجسم وحدة في البصر ونشاطا في

مربی اعلی حق کی جانب قریب حق ہی کہتے ہیں کہ حقہ پہلے پہل جسم میں قوت اور نظر میں تیزی اور اعضا میں نشاط

الاعضاء وهضما في الطعام واذا حصلت المداومة يورث ضعفا في البدن وثقلا في الاعضاء وغشاوة في البصر

اور طعام میں ہضم پیدا کرتا ہے پھر جب مداومت ہو جاتی ہے تو بدن میں ناتوانی اور اعضا میں بوجھ اور نظر پر پردہ

وامساكا في الطبيعة وذلك لانه كما قال الاطباء مخفف مع نوع حرارة فيفعل في ابتدائه ما ذكر اولا وفي انتهائه

اور طبیعت میں امساک پیدا کر دیتا ہے اور یہ بات اس لئے کہ طبیب کہتے ہیں مخفف ہے ساتھ کچھ حرارت کے تو وہ شروع میں وہی کیا کرتا ہے جو اول بیان کیا اور انجام کو

ما ذكر اخرا على انه لو تحقق نفعه بعد النفع يمنع من استعماله لانه حينئذ يكون دواء ولا يجوز استعمال الدواء بعد

جو پیچھے بیان کیا علاوہ اسکے کہ اگر نفع ثابت بھی ہو گا تو بعد نفع کے بھی ممنوع ہی ہے کہ اب دوا ہو جائیگا اور صحت میں دوا کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے

زوال المرض لا سيما اذا لم يجد مضرة صاير به يأخذ من البدن فيؤدي الى الضرر وما يؤدي الى الضرر يمنع من استعماله الا ترى ان

خصوصاً جب کہ بیماری کو کچھ ضرر ہو بدن سے کچھ لے لے تو ضرر ہو جاتا ہے اور جو چیز نقصان کرتی ہو اوسکا استعمال جائز نہیں ہے دیکھو تو

الخمر المحرمة بالنص قد جعل القرآن نفعها كما قال الله تعالى يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس

شراب جو حرام ہے نص سے اوسکی نفع کی قرآن نے خبر دی ہے چنانچہ فرمایا تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب اور جوئے کا تو کہہ ان میں گناہ بڑا ہے اور فائدے ہیں لوگوں کو

لكن جانب النفع اذا قابله جانب الضرر يجب جانب الضرر حتى قال الفقهاء لو كان في شيء وجوه كثيرة توجب الحل والحرام

لیکن نفع کی جانب جب نقصان کے مقابل پڑتی ہے تو نقصان کا لحاظ کرتے ہیں یہاں تک کہ فقہاء کہتے ہیں اگر ایک شی کی حلت اور جواز کی وجہیں قائم ہوں

ووجه واحد يوجب الحرمة وعدم الجواز يرجح جانب الحرمة احتياطا فان قيل ان المستعملين له يدعون انهم يجدون

اور ایک وجہ کی حرمت اور عدم جواز تو حرمت کی جانب کو احتیاطاً ترجیح دینگے اگر کوئی کہے کہ حقہ پینے والے کہتے ہیں کہ ہم حقہ پی کر

عقب استعماله خفة في البدن فكيف يصح القول بعدم المنفعة فالجواب على ما ذكره بعض المستدلين له لتحريمه

بدن میں خفت پاتے ہیں اس میں فائدہ کیسا کیونکر صحیح ہے تو جواب موافق بیان حقہ پینے والوں کی جو بعض مضرت کا تحریر کر سکے ہیں یہ ہے

وضرره ان المستعملين له يحصل لهم حال استعماله الم شديد وعند فراغهم عنه يخرج من ذلك الالم ويحصل لهم

کہ حقہ پینے والوں کو حقہ پیتے ہوئے سخت الم ہوتا ہے اور جب پی چکتے ہیں تو اوس الم سے نجات اور راحت ہوتی ہے

راحة فيظن هؤلاء المساكين ان تلك الراحة حصلت من استعماله ولا يدرون انها انما حصلت من خلاصهم عن استعماله

سو یہ بیچارے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ راحت حقہ پینے سے ہوئی یہ نہیں سمجھتے کہ حقہ بند کرنے سے ہوئی ہے

ثم في معرفة حرمة الاشياء واباحتها وجه حسن يرجع الى الاصول وهو ان الحق في الاشياء قبل البعثة ان لا يكون فيها حكم وبعد

پھر اشیا کی حرمت اور اباحت دریافت کرنے کی خوب وجہ ہے جسکا رجوع اصول کی طرف ہے یہ ہے کہ حق یوں ہے کہ بعثت سے پہلے اشیا میں کوئی حکم نہ ہو اور بعثت کے بعد

البعثة اختلف العلماء فيها على ثلثة اقوال الاول انها متصفة بالحرمة الا ما دل الشرع على اباحته والثاني انها متصفة

علما کی مختلف تین قول ہیں قول اول یہ کہ اشیا سب حرام ہیں مگر اوسکی کہ دلیل شرعی سے مباح معلوم ہو جاوے اور دوسرا قول یہ ہے

بالاباحة الا ما دل دليل الشرع على حرمته والثالث هو الصحيح ان يكون فيها تفصيل وهو ان المضار متصفة بالحرمة بمعنى ان

کہ سب اشیا مباح ہیں مگر اوسکی جو دلیل شرعی سے حرام معلوم ہووے تیسرا قول یہ ہے اور یہی صحیح ہے کہ اشیا میں تفصیل ہو کہ نقصان کی چیزیں سب حرام یعنی

الاصل فيها الحرمة وان المنافع متصفة بالاباحة بمعنى ان الاصل فيها الاباحة لقوله تعالى هو الذي خلق لكم ما في الارض

حرمت ہی اور نفع کی چیزیں سب مباح یعنی اصل ان میں اباحت ہے دلیل اس آیت کی وہ ہی ہے جسنے بنایا تمہارے واسطے جو کچھ زمین میں ہے

وانه ذكره في معرض الامتنان ولا يكون الامتنان الا بالنافع المباح فكانه تعالى قال هو الذي خلق لاجلكم

اور یہ بات احسان کی جگہ میں فرمائی اور احسان جب ہی ہوتا ہے کہ نافع اور مباح ہو تو گویا اللہ تعالی کا یہ فرمانا ہے کہ وہ ہی ہے جسنے تمہارے

جميع ما في الارض من المنافع لتستنفعوا بها وعلى هذا القول الثالث الصحيح يحرم حكم هذا الدخان ايضا فانه لو كان

فائدہ کی لئے جو زمین میں ہے پیدا کیا تاکہ تم نفع اوٹھاؤ اور اسی تیسری صحیح قول پر حقہ کا حکم بھی نکلتا ہے کیونکہ حقہ اگر

نافعا لكان الاصل فيه الاباحة لكن قد ثبت باخبار الحذاق من الاطباء انه مضر ولو كان في الاجل فيكون الاصل فيه

نافع ہوتا تو اصل اسمیں اباحت ہوتی لیکن حاذق طبیبوں کی بیان سے ثابت ہوا ہے کہ حقہ مضر ہے اگرچہ انجام کو ہو سو اصل اسمیں

الحرمة بل اذا وقع الشك في امره نغلب جانب الحرمة كما هو القاعدة الشرعية اذ روي انه عليه السلام قال الحلال بين والحرام

حرمت ہے بلکہ اگر اسمیں شک بھی ہو تو بھی حرمت کی جانب غالب ہوگی چنانچہ شرعی قاعدہ یہی ہے اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا حلال ظاہر ہے

بين وبينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات

اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کی بیچ میں مشتبہات ہیں انکو اکثر لوگ نہیں جانتے پھر جو شخص شبہات سے بچا اس آدمی نے اپنا دین اور عزت بچائی اور جو شبہات میں پڑگیا

وقع في الحرام كالراعي حول الحمى يوشك ان يقع فيه واختلف العلماء في حكم هذه الشبهات فذهب بعضهم الى حرمتها لانه

حرام میں مبتلا ہوا جیسے چرواہا سرحد کی گرد چرائے قریب ہے کہ اسمیں جا پڑے اور علماء کو ان مشتبہات کے حکم میں اختلاف ہے بعضے تو حرمت کی طرف گئے ہیں اسلئے کہ نبی

عليه السلام قد اخبر في هذا الحديث بان من ترك ما اشتبه عليه حكمه ولم يكشف له حقيقة امره يكون دينه سالما

علیہ السلام نے اس حدیث میں خبر دی ہے کہ جسنے ترک کیا ایسی چیز کو جسکا حکم مشتبہ ہے اور حقیقت حال ظاہر نہیں ہے تو اسکا دین فساد اور نقصان سے

مما يفسده او ينقصه ونفسه ناجيا مما يعيبه ويلام عليه ومن لم يتركه بل فعله يقع في الحرام وهذا الدخان مما اشتبه

اور اسکی جان عیب اور ملامت سے سلامت رہی اور جسنے نہ چھوڑا بلکہ عمل میں لایا تو وہ حرام میں واقع ہوا اور حقہ کا حکم بھی مشتبہ ہے

حكمه ولم يكشف حقيقة امره فمن تركه ولم يستعمله يكون دينه سالما من الفساد والنقصان ونفسه ناجيا من العيب

اسکی حقیقت حال ظاہر نہیں ہے تو اب جسنے اسکو ترک کیا اور نہ پیا تو اوسکا دین فساد اور نقصان سے پاک اور اوسکی جان خلقت میں عیب

واللوم بين الانام ومن لم يتركه بل استعمله يكون واقعا في الحرام وذهب بعضهم الى كراهتها الاباحة وفي حديث آخر

و ملامت سے صاف ہے اور جسنے نہ چھوڑا اسکو پیا تو وہ حرام میں واقع ہوا اور بعضے اسکو مکروہ کہتے ہیں اسلئے کہ اور حدیث میں آیا ہے

انه عليه السلام قال الامور ثلاثة امر تبين لك رشده فاتبعه وامر تبين لك غيه فاجتنبه وامر اختلف فيه

کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کام تین طرح پر ہوتے ہیں ایک وہ جسکی خوبی ظاہر ہے سو اوسکو اختیار کرو اور ایک جسکی برائی ظاہر ہے سو اوس سے پرہیز کرو اور ایک جسمیں اختلاف

فدع ما يريبك الى ما لا يريبك ولا شك ان امر الدخان مما اوقع في الاضطراب فادنى مرتبته الكراهة ولا يظن

ہووے سو چھوڑ شک میں ڈالنے کو اور لے جو شک میں نہ ڈالے اور اسمیں شک نہیں ہے کہ حقہ بھی شک میں اور اضطراب میں ڈال رکھا ہے اور اسکا کم سے کم درجہ کراہت کا ہے

انه ينتهي الى مرتبة الاباحة لعل كثيرا ممن يتعاطاه انه نافع ودواء لكل داء وانهم وجدوا في استعماله دواء لامراضهم

اور یہ گمان نہیں ہوتا کہ اباحت کی مرتبہ کو پہنچے حاوی ان دلایل سے کہ حقہ نوش بیان کرتے ہیں کہ حقہ نافع ہے اور ہر مرض کی دوا ہے اور ہمیں حقہ نے کراہی بیماریوں کی لئے

لان ذلك من تلبيس ابليس عليهم وتزيينه لهم حتى يتولد من كثافته في عاقبة امره الادواء فان تكراره يسود ما يقابله

مفید پایا کیونکہ یہ تمام شیطان کی تلبیسات اور تزیین ہے تاکہ اسکی کثافت سے آخر کو بیمار ہو جاویں اسلئے کہ اسکا بار بار پینا ہی مقابل کو سیاہ کردیتا ہے

فيتولد منه الحرارة فيكون في عاقبة امره داء لا دواء ثم يلزم على دعواهم ان يكون الناس كلهم مرضى وان يكون

پھر اوس سے حرارت پیدا ہوتی ہے پھر آخر کو مرض ہو جاتا ہے دوا نہیں ہوتا پھر لوگوں کی دعوی کی موافق یہ لازم آتا ہے کہ تمام خلقت بیمار ہووے اور انکا

مرضهم في جميع الفصول الاربعة من نوع واحد وان يكون معالجتهم فيها بشيء واحد على جهة واحدة وبطلانه

مرض بھی تمام چاروں فصلوں میں ایک ہی طرح کا ہووے اور لوگوں کا علاج اون فصلوں میں ایک شے سے ایک ہی طرح پر ہووے اور اسکا بطلان

لا يخفى على احد من العقلاء ثم فيه اضاعة المال لانه يشترى بثمن غال فيدخل في الاسراف المحرم مع نتن رائحته

کسی عاقل پر پوشیدہ نہیں ہے پھر اسمیں مال ضایع ہوتا ہے کیونکہ مہنگی قیمت دیکر لیتے ہیں اب اسراف حرام میں داخل ہوا اور باوجود اسکی بدبو

وأذية لشامة الذين لا يستعملونه وقد جاء في الحديث كل مؤذ في النار وقال المكناسي الرائحة المنتنة
مقتہ پینے والوں کی دماغ کو تکلیف دیتی ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ ایذا دینے والا دوزخی ہے اور مکناسی کہتا ہے کہ بدبو نتھنوں کو

تخرق الخياشيم وتصل الى الدماغ وتؤذي الانسان ولذلك قال النبي عليه السلام من اكل من هذه الشجرة
پھاڑ کر دماغ میں گھس جاتی ہے اور آدمی کو ایذا دیتی ہے اور اسی لئے نبی علیہ السلام نے فرمایا جو کوئی اس درخت میں سے کھاوے

فلا يقربن مسجدنا لانه يؤذينا بريحه والمراد من هذه الشجرة جنس ماله رائحة كريهة يتاذى بها الانسان
تو ہماری مسجد کی گرد نہ آوے کہ ہمکو اپنی بو سے ستاتا ہے اور مراد ہذہ الشجرہ سے جنس ہے جسمیں ایسی بدبو ہووے کہ آدمی ایذا پاوین

بدليل تعليله عليه السلام والمعنى ان من اكل شيئا ماله رائحة كريهة يتاذى بها الانسان فلا يقربن مسجدنا
اس دلیل سے کہ نبی علیہ السلام نے بدبو کو علت ٹھہرایا ہے اور مراد یہہ ہے کہ جسنے کچھ کھایا کہ جسمیں ایسی بدبو ہووے کہ آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہو تو ہماری مسجد کی گرد نہ آوے

لانه يؤذينا برائحته الكريهة وقد ثبت في صحيح مسلم انه عليه السلام كان اذا وجد من رجل في المسجد ريح البصل او
اسلئے کہ ہمکو بدبو سے ستاتا ہے اور صحیح مسلم میں ثابت ہو چکا ہے کہ نبی علیہ السلام کو اگر مسجد کے اندر کسی شخص میں سے پیاز یا لہسن کی بو آتی

الثوم امر به فاخرج الى البقيع ولهذا قال الفقهاء كل من وجد فيه رائحة كريهة يتاذى بها الانسان يلزم اخراجه من
تو اسکو بقیع کی طرف نکلوا دیتے اور اسیلئے فقہاء نے کہا ہے کہ جسمیں ایسی بدبو آتی ہو کہ آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہو تو اسکا مسجد میں سے نکال دینا لازم ہے

المسجد ولو بجره من يده او رجله دون لحيته وشعر راسه فعلى هذا يلزم اخراج كثير من الائمة والمؤذنين من المسجد
اگرچہ ہاتھ یا پاؤں سے کھینچکر داڑھی اور سر کے بال سے کھینچے اس روایت کی موافق بہتیرے امام اور مؤذنوں کا مسجد

والجامع في هذا الزمان لوجود الرائحة الكريهة فيهم بسبب مداومتهم على استعمال الدخان الكريه الرائحة بل انهم قد
اور جامع مسجد میں سے اس زمانہ میں انکا نکال دینا لازم آتا ہے کیونکہ انمیں بسبب مداومت بدبو دار حقہ نوشی کی بدبو موجود ہوتی ہے بلکہ یہہ لوگ

يستعملونه في داخل المسجد والجامع فيكون الكراهة في حقهم اشد واكثر وقد كتب بعض المالكية في الديار الحجازية
کبھی کبھی مسجد اور جامع کے اندر پیتے ہیں سو انکے حق میں کراہت سخت تر اور زیادہ تر ہے اور کسی مالکی مذہب نے حجازی دیار میں

جوابا عن سؤال يتعلق بالدخان وهو ان استعمال الدخان حرام كاصله لان اصله الخشب والنار لكونه اجزاء
ایک سوال کا جواب لکھا ہے جو حقہ سے متعلق ہے اور وہ یہہ ہے کہ استعمال دخان کا حرام ہے جیسے اسکی اصل کیونکہ اسکی اصل لکڑی اور آگ ہے کیونکہ اسکی اجزا

من الخشب ممزوجة باجزاء من النار فهو من حيث اجزائه النارية التي فيه يحرم استعماله لقوله تعالى ان الذين ياكلون
لکڑی کی ہے اجزاء ناری سے ملی ہوئی سو وہ باعتبار اجزاء نار کی جو اسمیں ملی ہیں استعمال کرنا حرام ہے بدلیل اس آیت کی جو لوگ کھاتے ہیں

اموال اليتمى ظلما انما ياكلون في بطونهم نارا فدل النص على حرمة النار فيحرم الدخان الحاصل منها وايضا انه تعالى
یتیموں کی مال ناحق وہ یہہ ہی کہ کھاتے ہیں اپنی پیٹ میں آگ اس نص سے آگ کی حرمت معلوم ہوتی ہے سو دھواں بھی جو آگ سے پیدا ہوتا ہے حرام ہے اور اللہ تعالی نے

جعله مما يعذب به حيث قال في حق قوم يونس النبي عليه السلام لما امنوا كشفنا عنهم عذاب الخزي في الحيوة الدنيا
اسکو عذاب کی اسباب میں سے ٹھہرایا ہے چنانچہ یونس نبی علیہ السلام کی قوم کی حق میں کہا ہے جب یقین لائی کھولدیا ہم نے ان پر سے ذلت کا عذاب دنیا کی جیتی

فان العذاب المكشوف عنهم كان دخانا وقال في اية اخرى فارتقب يوم تاتي السماء بدخان مبين يغشى الناس هذا
بیشک جو عذاب کہ ان پر سے موقوف ہوا تھا دھواں ہی تھا اور ایک اور آیت میں فرمایا ہے سو تو راہ دیکھ جس دن [illegible] دھواں صریح گھیر لے لوگوں کو

عذاب اليم والمراد بالدخان المذكور في هذه الاية حقيقة الدخان على قول وعلى هذا القول يكون النظم الكريم دالا
یہہ ہے دکھ کی مار اور مراد دخان سے اس آیت میں معنی حقیقی دخان کی ہیں ایک قول پر اور اس قول پر مضمون آیت کریمہ کا مناسب میں صریح ہے

في كون الدخان عذابا اليما وما به التعذيب يحرم استعماله فان الفقهاء قد اتفقوا على وجوب الفرار من محل العذاب كبطن
کہ دخان عذاب الیم ہے اور جس شی سے تعذیب واقع ہوتی ہے اسکا استعمال کرنا حرام ہے کیونکہ فقہاء متفق ہیں کہ محل عذاب سے بھاگنا واجب ہے جیسے بطن

محسر فانه علی لفظ اسم الفاعل من التفسیر اسم واد اهلك الله تعالى فيه اصحاب الفيل فاذا وجب الفرار من

محسر اسم فاعل کی وزن پر تحسیر سی اوس وادی کا نام ہی جہاں اللہ تعالی نی اصحاب فیل کو ہلاک کیا تہا جب محل عذاب سی بہاگنا واجب ہوا

محل العذاب فوجوب الفرار مما به العذاب اولى واحرى ثم ان المستعملين له ترى انه يخرج من انفهم وحلقهم

تو عذاب کی چیز سی بہاگنا اولی اور لایق تر ہی پہر تو حقہ نوشون کو دیکہتا ہی کہ اونکی ناک مین سی اور حلق مین سی دہوان نکلتا اور

وفيه تشبيه باهل النار وبالذين يهلكون في اخر الزمان من الاشرار كما جاء في الحديث انه يكون في اخر الزمان دخان

اوس مین دوزخیون کی اور اونکی جو اخیر زمانہ مین شریر لوگ ہلاک ہونگی مشابہت ہی چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ آخر زمانہ مین ایسا دہوان

يملأ الارض يقيم على الناس اربعين يوما اما المؤمن فيصيبه منه كهيئة الزكام واما الكافر فيخرج من منخريه واذنيه

پیدا ہوویگا کہ زمین کو بہر دیگا اور لوگون پر چالیس روز تک قایم رہیگا مومن کو تو اتنا اثر ہوویگا جیسی زکام اور رہا کافر اوسکی نتہنون مین سی اور کانون

وعينيه حتى يصير راس احدهم كالراس الحنيذ اى المشوى فلا ينبغي للمؤمن ان يتشبه باهل العذاب ولا ان يستعمل

مین سی اور آنکہون مین سی نکلیگا یہان تک ایک ایک کا سر ایسا ہوویگا جیسی سر جلا بہلسا سو مومن کو لایق نہین ہی کہ اہل عذاب سی مشابہت کری اور نہ یہہ لایق

ما هو من نوع العذاب ولا ما هو من ملابسات اهل العذاب وقد كره جمع من العلماء التختم بالحديد والنحاس لما جاء في

ہی کہ عذاب کی چیز کو استعمال کری اور نہ جو چیز کہ اہل عذاب کی مناسب ہی اور تمام علما بالاتفاق لوہی و تانبی کی انگہوٹی کو مکروہ کہتی ہین اسلئی کہ حدیث مین آیا

الحديث انهما حلية اهل النار وصح على ما ذكره البلالي في مختصر الاحياء انه عليه السلام كان يكره الطعام السخن

کہ یہہ دوزخیون کا زیور ہی اور موافق بیان بلالی کی مختصر الاحیاء مین ثابت ہوا ہی کہ نبی علیہ السلام گرم کہانا مکروہ کہتی تہی

ويقول ان الله تعالى لم يطعمنا نارا فهذا الدخان اولى بالكراهة لانه مختلط باجزاء نارية كما مر فلو لم يكن في

اور فرماتی کہ اللہ تعالی نی ہمکو آگ کہانی نہین بتائی اب یہہ دہوان اولی تر مکروہ ہی کیونکہ اجزاء ناری سی ملا ہوا ہی جیسی گذرچکا اور اگر اسکی

استعماله الا تسويد الثياب والابدان وكراهة الريح والانتان لكفى زاجر العاقل عن استعماله بل لو لم يكن في استعماله

استعمال مین بجز سیاہی کپڑون اور بدن کی اور سوای بدبو اور سڑاہند کی کچہہ نہوتا تو بہی عاقل کی واسطی اسکی استعمال کا برا زاجر تہا بلکہ اگر اسکی استعمال مین

الا احياء سنة الكفار الذين اخرجوه واظهروه في بلاد الاسلام توصلا الى اضرار اهل الايمان لكفى باعثا للعاقل

کچہہ نہوتا سوا رونق طریقہ کفار کی جو اسکو نکال لائی ہین اور واسطی ضرر دینی اہل اسلام کی بلاد اسلام مین رواج دیا ہی تو بہی عاقل کی لئی

على اجتنابه ومانعا عن ارتكابه لكن اكثر اهل الزمان طبايعهم جامدة صعبة الانقياد مائلة دائما الى ما لا يعنيهم

اسکی اجتناب کرنیکو کافی باعث اور اسکی اختیار کرنیکا برا مانع تہا لیکن اس زمانہ مین اکثر طبیعتین کند ہین اور بڑی نافرمان ہمیشہ بیہودگی کیطرف متوجہ

ان نصحوا لم يقبلوا وان علموا لم يتعلموا وان فهموا لم يفهموا وان فهموا لم يعملوا وهم من الذين ان يروا سبيل الرشد

اگر اونکو نصیحت کیجیی کبہی نمانین اور اگر سیکہاؤ کبہی نہ سیکہین اور اگر سمجہاؤ تو کبہی نہ سمجہین اور اگر سمجہین تو کبہی عمل نہ کرین یہہ اون لوگون مین ہین اگر دیکہین

لا يتخذوه سبيلا وان يروا سبيل الغي يتخذوه سبيلا

سنوار کی راہ وہ نہ ٹہراوین راہ اور اگر دیکہین راہ الٹی اوسکو ٹہراوین راہ

المجلس الثامن والتسعون في بيان الوصية في حق النساء حال المعاشرة لهن

اٹہاوین مجلس ہی بیان وصیت کا عورتون کی حق مین اونکی ساتہہ گذران کرتی ہوئی

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في خطبة حجة الوداع اتقوا الله

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی حجۃ الوداع کی خطبہ مین فرمایا اللہ سی ڈرو

في النساء فانكم اخذتموهن بامان الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله ولكم عليهن ان لا يوطئن فرشكم احدا

عورتون کی حق مین تمنی انکو اللہ کی امن مین لیا ہی اور انکی فروج کو کلمۃ اللہ سی حلال کیا ہی اور تمہارا حق ہی اونپر یہہ ہی کہ تمہاری بستر پر قدم نرکہنی دین جسکی

تكرهونه فان فعلن ذلك فاضربوهن ضربا غير مبرح ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف وهذا الحديث من

تم بیزار ہو اور اگر وہ ایسا کرین تو اونکو اتنا مارو کہ ہڈی نہ ٹوٹی اور اونکا حق تمہاری اوپر کہانا اور پہنا موافق دستور کی یہہ حدیث

صحاح المصابيح رواه جابر فكانه عليه السلام قال اتقوا الله في امر النساء فلا تؤذوهن بالباطل بل عاشروهن
مصابیح کی صحیح حدیثوں میں ہی جابر کی روایت سی پس گویا نبی علیہ السلام نی فرمایا ڈرو اللہ سی عورتوں کی باب میں سو تم اونکو ناحق نہ ستاؤ بلکہ اونکی ساتھ

بالمعروف كما قال الله تعالى وعاشروهن بالمعروف فانكم اخذتموهن بعهد الله الذي عهد اليكم فيهن من الرفق بهن والشفقة
گذران کرو جیسی اللہ تعالی فرماتا ہی اور گذران کرو عورتوں کی ساتھ معقول کیونکہ تمنی لوگو اوسکی عہد پہ لیا ہی جو اونکی حق میں تمہاری ساتھ عہد ہوا ہی یعنی اونکی ساتھ

عليهن واستحللتم فروجهن بامر الله تعالى وحكمه فان نقضتم عهده الذي عهد اليكم وخنتم في امانته ينتقم
نرمی اور اونپر شفقت برتو اور تمنی اونکی فروج امر الہی اور اوسکی حکم سی حلال کریں ہیں اگر تمنی اوسکا عہد توڑ ڈالا جو تمہاری ساتھ ہو چکا ہی اور تمنی اوسکی امانت میں

منكم لهن وذلك لانهن اماء الله تعالى فاذا تزوجتموهن بامر الله تعالى وحكمه يكن عندكم امانة ووديعة من
خیانت کی تو اونکی ہی تمسی انتقام لیگا اور یہہ اسلئی کہ عورتیں اللہ تعالی کی لونڈیاں ہیں جب تمنی اونکو اوسکی امر اور حکم سی اپنا جوڑا بنایا تو وی تمہاری پاس امانت ہیں اور

الله تعالى فاذا اذيتموهن بالباطل ولم تعاشروهن بالمعروف فكانكم نقضتم عهده تعالى وخنتم في امانته فينتقم منكم
اللہ کی طرف سی سپردہ ہیں پہر اگر تمنی اونکو ناحق ستایا اور دستور کی موافق گذران نکی تو گویا تمنی اللہ تعالی کا عہد توڑ ڈالا اور اوسکی امانت میں خیانت کی سو اونکی تمسی

لهن ولكم عليهن من الحقوق ان لا ياذن احدا ان يدخل بيوتكم بغير اذنكم فان فعلن ذلك فاضربوهن ضربا غير مبرح
بدلہ لیگا اور تمہارا حق اونکی اوپر یہہ ہی کہ کسیکو یہہ اجازت نہیں کہ تمہاری گہروں میں تمہاری بن پوچہی آسکی اور اگر وہ آنی دیں تو اونکو اتنا مارو کہ ہڈی نہ ٹوٹی

بحيث يولمهن ولا يكسر عظمهن ولا يدمي جسمهن ولهن عليكم من الحقوق رزقهن وكسوتهن بالمعروف فعلم من هذا
اسطور کہ دکہہ پہنچی اور ہڈی نہ ٹوٹی اور اونکا بدن لہولہان نہو جاوی اور تمپر اونکا حق کہانا اور پہنا دستور کی موافق اسی معلوم ہوا

ان بين الزوجين حقوقا يجب رعايتها اما ما كان على الرجل من حقوق النساء فالانفاق عليهن بالمعروف اذ قال الفقهاء
کہ زوج زوجہ میں ایسی حقوق ہیں کہ اونکی رعایت واجب ہی اور عورتوں کی حق جو مرد پر ہیں تو انکا خرچ ہی دستور کی موافق اسلئی کہ فقہاء کہتی ہیں

يجب على الرجل نفقة زوجته سواء دخل بها او لم يدخل بها وسواء كانت مسلمة او ذمية او فقيرة او غنية لان غناها
کہ مرد پر نفقہ بی بی کا واجب ہی برابر ہی کہ اوس سی صحبت کی ہو یا نہ کی ہو اور برابر ہی کہ بی بی مسلمہ ہو یا ذمیہ یا مفلس ہو یا دولتمند اسلئی کہ اوسکی تونگری اوسکا حق نفقہ کا

لا يبطل حقها في النفقة على زوجها سواء كانت كبيرة او صغيرة قابلة للوطي وان لم تكن قابلة للوطي لا يجب عليه نفقتها
جو خاوند پر ہی باطل نہیں کر دیتی برابر ہی کہ کبیرہ ہو یا نابالغہ قابل وطی کی ہو اور اگر قابل وطی کی نہو گی تو اوسکا نفقہ واجب نہیں ہی

والنفقة الواجبة على ما روى هشام عن محمد الطعام والكسوة والسكنى اما الطعام فالدقيق والماء والملح والدهن فان
اور نفقہ واجب موافق روایت ہشام کی امام محمد سی کہانا ہی اور کپڑا اور مکان رہنی کا کہانا تو آٹا اور پانی اور نمک اور روغن پہر اگر

قالت المرأة لا اطبخ ولا اخبز قال قاضيخان في فتاواه لا تجبر على الطبخ والخبز وعلى الرجل ان ياتيها بطعام مهيأ او ياتيها
عورت کہی میں سالن نہیں پکاتی اور نہ روٹی پکاؤں قاضی خان نی اپنی فتاوی میں کہا ہی کہ روٹی اور سالن پکانی پر زبردستی نہیں چلتی مرد پر لازم ہی کہ اوسکو تیار کہانا

بمن يكفيها عمل الطبخ والخبز هذا في القضاء واما في الديانة فيجب عليها ان تفعل كل خدمة في داخل الدار من الطبخ والخبز
لادی یا ایسا آدمی کہ سالن روٹی پکا دیا کری یہہ حکم تو قضا کا ہی اور دیانت میں عورت پر واجب ہی کہ جو کاربار گہر کی اندر ہو وی جیسی سالن روٹی پکانا

وغسل الثياب وغيرها حتى لو لم تفعل شيئا منها تكون اثمة وان لم تجبر عليها وان كان لها خادم يجب على زوجها نفقة
کپڑی دہونی اور سوا اسکی تمام کیا کری یہاں تک کہ اگر کچہہ بہی نکریگی تو گنہگار ہوگی اگرچہ اوسپر زور نہیں ہی اور اگر عورت کا کوئی خادم ہو وی تو خاوند پر اوسکی

خادمها ان كان الخادم يطبخ ويخبز وان كان لا يطبخ ولا يخبز لا يجب عليه نفقته لان نفقته في مقابلة خدمته فاذا
خادم کا بہی خرچ واجب ہی جب وہ خادم سالن روٹی پکایا کری اور اگر وہ سالن پکائی نہ روٹی تو اوسکا خرچ واجب نہیں ہی اسلئی کہ خادم کا خرچ خدمت کی بدلہ میں ہی

لم يطبخ ولم يخبز لا يجب عليه نفقته بخلاف المرأة فان نفقتها ليست في مقابلة الخدمة بل في مقابلة الاحتباس
اور اگر وہ سالن روٹی نہیں پکاتا تو اوسکا خرچ بہی واجب نہیں ہی برخلاف بی بی کی کیونکہ اسکا خرچ خدمت کی بدلہ میں نہیں ہی بلکہ اسلئی کہ وہ گہر میں بیٹہی

فقد حبست نفسها بحق زوجها فكانت نفقتها على زوجها وينبغي له ان يوسع عليها في النفقة اذا وسع الله عليه
سو وہ اپنی آپکو خاوند کی حوالہ کر چکی اب اوسکا خرچ خاوند پر لازم ہوویگا اور خاوند کو چاہیے کہ خرچ میں بی بی پر فراخی کرے جب خدا اوسکو زیادہ عنایت

ويعتدل فيها من غير تقتير ولا اسراف كما قال الله تعالى كلوا واشربوا ولا تسرفوا واهم ما يجب عليه ان يطعمها
کرے اور اوسمیں اعتدال رکھے بدون کمی زیادتی کی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہاؤ اور پیو اور مت اڑاؤ اور خاوند پر بڑا ضروری لازم ہے کہ اوسکو حلال

من الحلال ولا يدخل لاجلها مدخل السوء فان ذلك خيانة عليها لا رعاية لحقها وينبغي له ان يامرها بالتصدق
کہانا دیا کرے اور اوسکی خاطر برا طریقہ چوری وغیرہ کا نہ اختیار کرے کیونکہ یہہ بی بی کی حق تلفی ہے حق کی رعایت نہیں ہے اور خاوند کو چاہیے کہ اوسکو یہہ اجازت

ببقايا الطعام وما يفسد لو ترك واما الكسوة فقدرها محمد بدرعين وخمارين وملحفة في كل سنة واراد بالدرعين
دے کہ بچا کہانا اور جو چیز رکہنے سے بگڑ جاوے خیرات کر دیا کرے اور کپڑے کا اندازہ امام محمد نے یہہ کیا ہے دو درع کرتے اور دو اوڑہنی اور ایک لحاف ہر سال میں اور درعین

والخمارين صيفيا وشتويا فالصيفي ما يكون دقيقا يصلح لزمان الحر والشتوي ما يكون ثخينا يصلح
اور خمارین سے مراد گرمی جاڑے کے ہیں سو گرمی کا کہ دونوں کا باریک ہو جو گرمی کے لائق ہے اور جاڑے کا گاڑہا جو سردی کو دفع کرے

لدفع البرد ولم يذكر الخف والكعب لان ذلك انما يحتاج اليه للخروج وليس على الزوج تهيئة اسباب الخروج
اور موزے اور جوتی کا ذکر نہیں کیا کیونکہ انکی حاجت باہر نکلنے کی لیے ہوتی ہے اور خاوند کا ذمہ باہر پہرنے کی سامان کا نہیں ہے

ولم يذكر السراويل ايضا ولا بد منه في الشتاء حتى قال قاضيخان في فتاواه هذا في عرفهم واما في ديارنا فيجب السراويل
اور پائجامے کا بہی ذکر نہیں کیا اور جاڑوں میں اسکی ضرورت ہوتی ہے یہاں تک کہ قاضیخان نے اپنی فتاوی میں کہا ہے یہہ لباس انکے چلن کا ہے اور ہمارے ملک میں پائجامہ

وثياب اخر كالجبة والفراش الذي ينام عليه واللحاف وما يدفع الحر والبرد ويجب لخادمها قميص وازار وكساء وخف لانها
اور اور کپڑے جیسے کرتہ اور بستر جسپر سوتی ہے اور لحاف اور جو چیز گرمی اور جاڑے کو دفع کرے واجب ہے اور عورت کی خادم کی لیے قمیص اور ازار اور چادر اور موزہ

تحتاج الخروج للمصالح الخارجة من الرسالة الى الابوين ونحو ذلك ولا يجب لها الخمار لان شعرها ليس بعورة واما السكنى فحقها
واجب ہے کیونکہ خادم کو کار بار کی لیے باہر جانا ضرور ہے کہ بی بی اپنی ماں باپ کی پاس اور کسی کام کو بہیجے اور خادمہ کی لیے اوڑہنی کی حاجت نہیں اسلیے کہ اوسکی بال عورت نہیں ہیں اور

في الدار بيت على حدة تامن على متاعها ولا تستحي عن غيرها في معاشرة زوجها فان كان للزوج احماء من والدة او اخت
مکان سکونت میں اوسکا حق احاطہ کی اندر علحدہ کوٹہری چاہیے جسمیں اوسکا اسباب محفوظ رہے اور خاوند کی ساتھ معاملہ میں غیر سے پردہ رہے اور اگر خاوند کا کوئی ہے تا ماں

وولد من غيرها فقالت اجعلني في بيت على حدة كان لها ذلك لانها لا تامن على متاعها وتستحي عن المعاشرة مع زوجها
یا بہن اور دوسری بی بی سے اولاد اب بی بی کہے کہ مجکو گہر علحدہ تجویز کر دے تو بی بی کا یہہ حق ہے اسلیے کہ اسباب کی گم ہونیکا خوف ہے اور خاوند کی ساتھ معاشرت میں شرم

ان كان البيت في الدار واحدا وان كان متعددا فاعطاها بيتا يغلق ويفتح لم تكن لها ان تطلب بيتا اخر ان لم يكن
آویگی اگر احاطہ کی اندر ایک ہی کوٹہا ہووے اور اگر کئی کوٹہے ہوں اور خاوند نے ایک کوٹہا اوسکو دے دیا کہ جب چاہے بند کرے اور جب چاہے کہولے تو اب اوسکا یہہ حق نہیں کہ اور

في الدار من احماء الزوج من يؤذيها الا ان يكون الزوج يضربها ويؤذيها فشكت الى القاضي وسئلت ان يسكنها بين قوم
کوٹہا طلب کرے اگر احاطہ کی اندر جیٹہہ یا دیور یعنی خاوند کی بہائی بندستانی والی نہوں مگر اس صورت میں کہ خاوند اوسکو مارتا ہو اور ستاتا ہو اور وہ قاضی کی سامنے نالش کرے اور کہے

صالحين يعرفون احسانه واساءته فالقاضي ان علم ان الامر كما قالت يزجره عن ذلك ويمنعه عن التعدي وان لم
دے مجکو ایسے صلحا قوم میں مکان دلوے کہ اسکی بہلی بری کو دیکہتے ہیں سو قاضی کو اگر یقین ہو کہ عورت سچی ہے تو خاوند کو گہرک دیوے اور تعدی سے منع کر دے اور اگر

يعلم ان الامر كما قالت ينظر في جيران الدار ان كانوا قوما صالحين يسالهم هل الامر كما قالت فان قالوا ان الامر كما قالت
یقین نہو کہ عورت سچی ہے تو اب اوس گہر کی ہمسایوں کو دیکہے اگر وہ صلحا ہوں تو اونسے دریافت کرے کہ آیا یہہ عورت سچی ہے اگر وہ گواہی دیں کہ عورت سچی ہے

يزجره عن ذلك ويمنعه عن التعدي وان قالوا ليس الامر كما قالت يتركها في تلك الدار وان لم يكونوا قوما صالحين
تو اوسکو گہرک دے اور تعدی سے منع کر دے اور اگر وہ کہیں کہ عورت غلط کہتی ہے تو اوسکو اوسی گہر میں رہنے دے اور اگر ہمسایہ صلحاء نہوں

او كانوا يميلون اليه يامرة ان يسكنها بين قوم صالحين كي يعرفوا احواله في حقها ويخبروا عن ذلك عند الحاكم اذ لا

یا خاوند کی طرف دل رہیں تو خاوند کو یہہ حکم دی کہ بی بی کی صلحا قوم میں گھر تجویز کردی تاکہ خاوند کا معاملہ بی بی کی حق میں دیکھیں اور حاکم کو خبر دیا کریں

يجوز للرجل ان يتعدى في حق النساء بل يلزمه حسن الخلق معهن واحتمال الاذى منهن وعدم الالتفات الى

اور اسلئی کہ مرد کو جایز نہیں ہی کہ عورتوں کی حق میں تعدی کری بلکہ مرد کو عورتوں کی ساتھہ خوش خلقی برتنی چاہیئی اور اونکی ایذا کی برداشت کری اور اونکی بعضی بیہودہ

بعض معايبهن حالم يكن اثما لترحما عليهن لنقصان عقلهن بل ينبغي له ان يزيد على احتمال الاذى الملاعبة فيما

عیبونکی جبتک کہ گناہ کی ہوں اونپر رحمت کی لئی توجہ نکری کہ عورتیں بی وقوف ہوتی ہیں بلکہ مرد کو چاہی کہ ایذا کی برداشت پر ملاعبہ بڑہادی پر ایسی ملاعبت کیا کری

بما لا اثم فيه فان ملاعبة الرجل مع نسائه ليست من اللهو الباطل الذي نهي عنه في الدين بل هي من اللهو الجائز رخص

جسمیں گناہ نہو بیشک مرد کی ملاعبت بی بی کی ساتھہ لہو باطل کی قسم نہیں ہی جو دین کی اندر ممنوع ہی بلکہ یہہ لہو جایز ہی دین میں جسکی اجازت ہی

فيه في الدين فانه عليه السلام كان يمزح مع نسائه وينزل الى درجات عقولهن حتى روى انه عليه السلام كان

کیونکہ نبی علیہ السلام اپنی ازواج کی ساتھہ ہنسا کرتی تہی اور اونہوں کی وضع پر کلام کرتی تہی یہانتک کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام عائشہ کی

يسابق مع عائشة في العدو وجاء في الخبر انه عليه السلام كان من افكه الناس مع نسائه اي من اطيبهم وامزحهم معهن

ساتھہ شرط کرکر دوڑتی اور حدیث میں آیا ہی کہ نبی علیہ السلام سب سی زیادہ ازواج کی ساتھہ ظرافت اور چہل کرتی یعنی بہت خوش مزاج اونسی ملی جلی رہتی

وروى انه عليه السلام قال اكمل المؤمنين ايمانا احسنهم خلقا والطفهم باهله وفي حديث آخر انه عليه السلام

اور روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ ایمان میں بڑا کامل مومن وہ ہی جو اپنی اہل سی خوش خلق اور لطف پر ہو اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ السلام نی

قال خيركم خيركم لاهله لكن ينبغي له ان لا ينبسط معهن في حسن الخلق والملاعبة الى حد يفسد خلقهن ويسقط

فرمایا تم میں اچہا وہ ہی جو اپنی اہل سی اچہا ہو لیکن مرد کو یوں چاہیئی کہ خوش خلقی میں اتنا انبساط اور ملاعبت ہی نکری کہ عورتوں کی عادت بگڑ جاوی اور اونسی

بالكلية هيبته عندهن بل يراعي الاعتدال في ذلك فلا يدع الهيبة والانقباض مهما راى منكرا ولا يفتح باب المساعدة

ہیبت سراسر جاتی رہی بلکہ اس باب میں اعتدال کا لحاظ رکہی سو ہیبت اور دبکی کو اوٹہاندی جب بری بات دیکہی اور بری باتوں میں امداد کا دروازہ

في المنكرات البتة بل مهما راى منهن ما يخالف الشرع يمنع ويغضب لان الله تعالى جعله قواما عليهن حيث قال

ہرگز نہ کہولدی بلکہ اونسی جب کچہہ شرع کی خلاف دیکہی تو منع کری اور غصہ کری اسلئی کہ مرد کو اللہ تعالی نی عورتوں پر حاکم بنایا ہی چنانچہ فرمایا ہی

الرجال قوامون على النساء فيلزمه ان يقوم عليهن بالامر والنهي ولا يتغافل عن مبادي الامور التي يخشى غوائلها

مرد حاکم ہیں عورتوں پر سو مرد کو لازم ہی کہ بی بیوں پر امر اور نہی کرتا رہی اور ایسی کاموں میں غفلت نکری جنکی انجام کا خوف ہو وی

بل ينبغي له ان يكون صاحب غيرة لكن لا يبالغ في التعنت واساءة الظن وتجسس البواطن اذ روى انه عليه السلام نهى

بلکہ یوں چاہی کہ صاحب غیرت رہی لیکن کمال درجہ کی عیب جوئی اور بدگمانی اور باطن کی تلاش نکری اسلئی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی

ان يتبع عورات النساء وفي لفظ آخر ان يتعنت النساء فان غيرة الرجل على اهله من غير ريبة يبغضها الله تعالى

عورتوں کی عیب ڈہونڈہنی سی منع کیا ہی اور دوسری عبارت میں کہ عورتوں کی عیب کی تلاش سی منع کیا کیونکہ مرد کی غیرت اپنی اہل پر بدون شک کی اللہ تعالی کو

كما جاء في الحديث انه عليه السلام قال غيرة يبغضها الله تعالى وهي غيرة الرجل على اهله من غير ريبة لان ذلك من

ناپسند ہی چنانچہ حدیث میں آیا ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ایک ایسی غیرت ہی کہ اللہ تعالی کو ناپسند ہی یعنی مرد کی غیرت اپنی اہل پر بدون شک کی کیونکہ یہہ

سوء الظن الذي وقع النهي عنه فان بعض الظن اثم واما الغيرة في محلها فلا بد منها وهي محمودة لما روى انه عليه السلام

بدظنی ہی جسکی ممانعت آئی ہی اسلئی کہ بعضی گمان گناہ ہیں اور یہی وہ غیرت جو شک کی جگہہ ہو وہ تو ضرور چاہیئی اور محمود ہی اسلئی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ

قال ان الله يغار وان المؤمن يغار وغيرة الله ان ياتي المؤمن ما حرم الله عليه وفي حديث آخر انه عليه السلام قال

السلام نی فرمایا بیشک اللہ غیرت کرتا ہی اور بیشک مومن غیرت کرتا ہی اور اللہ کی غیرت یہہ ہی کہ مومن وہ عمل کری جو اللہ نی اوسپر حرام کیا اور ایک اور حدیث میں ہی کہ نبی علیہ

الی الغیرة وهذا امر لا یعارض الا ممکوس القلب والطریق المغنی عن الغیرة ان لا یدخل علیهن رجل ولا یخرجن الی

نہایت غیرت دلوہیں اور نہیں ہی کوئی جو غیرت نکی مگر اوہی دل الٹا ہوا ہو جسمیں بیریتی نہ ہو ہی کہ اور نکی پاس کوئی مرد نہ آوی اور وہ رستوں پر نہ پہریں

الطرقات لان خروجهن یعد من عدم الغیرة فیلزم للرجال ان یمنعوا زوجاتهم عن الخروج من البیت ولا یاذن لها

کیونکہ اونکا نکلنا بی غیرتی ہی　سو مردکو لازم ہی کہ اپنی بی بی کو گہر میں سی نکلنی نہ دی　اور سوای کئی خاص جگہہ کی نکلنی کی اجازت نہ دی

بالخروج الا فی مواضع مخصوصة وهی ما قال صاحب الخلاصة نقلا عن مجموع النوازل یجوز للزوج ان یاذن لها

وہ جگہہ جو خلاصہ والا　مجموع النوازل　سی نقل کرتا ہی　اور خاوند کو جایز ہی کہ اپنی بی بی کو

بالخروج الی سبعة مواضع زیارة الابوین وعیادتهما وتعزیتهما او احدهما وزیارة المحارم وبعد بیان هذه

سات جگہہ جانی کی اجازت دیوی　ماں باپ کی ملاقات اور دونوں کی بیمار پرسی اور دونوں کی یا ایک کی تعزیت اور محرموں کی ملاقات اور یہہ سات جگہہ بیان

السبعة قال فان کانت قابلة او غسالة او کانت لها حق علی آخر او لآخر علیها حق تخرج بالاذن وبغیر الاذن

کرکر کہا ہی　پہر وہ عورت اگر دائی یا مردہ شو ہوی　یا اوسکا کسی پر حق آتا ہو　یا اور کسیکا حق اسپر آتا ہو تو جایا کری اجازت سی اور بی اجازت

وفیما عدا ذلك من زیارة الاجانب وعیادتهم والولیمة لا یاذن لها ولو اذن وخرجت کانا عاصیین والاذن

اور انکی سوای غیروں کی ملاقات کی پہلی　یا غیر کی عیادت کو　اور ولیمہ میں جانی کی اجازت نہ دی اور اگر اوسی اجازت دی اور وہ گئی تو دونو گنہگار ہونگی اور اجازت

قد یکون بالسکوت وهو کالقول لان النهی عن المنکر فرض وان ارادت ان تخرج الی مجلس العلم بغیر رضی الزوج لیس

کبہی چپ رہنی سی بہی ہوتی ہی اور سکوت ماسند قولی کی ہوتا ہی اسلئی کہ ممانعت بری بات کی فرض ہی اور اگر عورت علم کی مجلس میں بغیر خوشی خاوند کی جانا چاہی

لها ذلك الا ان تقع لها نازلة وامتنع الزوج من السؤال لها فحینئذ یسعها الخروج من غیر رضی الزوج لان طلب العلم

تو یہہ اختیار نہیں ہی ہاں اگر عورت پر کوئی واقعہ گذری اور خاوند اوسکو نہ پوچھ دیوی تو اب مضایقہ نہیں ہی کہ بی مرضی خاوند کی چلی جاوی اسلئی کہ علم کی تلاش

فیما یحتاج الیه فرض علی کل مسلم ومسلمة فیقدم علی حق الزوج وان سئل الزوج من العالم واخبرها بذلك لا یسعها

حاجت کی وقت ہر مسلم مرد اور عورت پر فرض ہی سو یہہ تلاش خاوند کی حق پر مقدم ہی اور اگر خاوند نی کسی عالم سی پوچھکر بتادیا تو اب نکلنی کا اختیار نہیں ہی

الخروج وان لم یقع لها نازلة لکن ارادت ان تخرج الی مجلس العلم لتعلم مسئلة من مسائل الوضوء والصلوة ان

اور اگر عورت کو کوئی واقعہ تو پیش نہیں آیا پر مجلس علم میں اسلئی جانا چاہتی ہی کہ کچھ مسئلہ وضو　اور نماز　کی سیکھ لی　اگر

کان الزوج یحفظ المسائل ویذکرها عندها فله ان یمنعها وان کان لا یحفظ فالاولی ان یاذن لها احیانا

اوسکا خاوند مسائل یاد رکہتا ہی اور اوسکو بتادیتا ہی تو خاوندکو اختیار ہی کہ جانی نہ دی اور اگر اوسکو مسائل نہیں آتی تو بہتر ہی کہ کبہی کبہی جانی　دیا کری

وان لم یاذن لا شیء علیه ولا یسعها الخروج ما لم یقع علیها نازلة وان خرجت من بیت زوجها بغیر اذنه یلعنها

اور اگر نہ جانی دیوی تو اوسکو کچھ گناہ نہیں ہی اور نہ اوسکو جانیکا اختیار ہی جبتک کوئی واقعہ پیش نہ آوی اور اگر وہ خاوند کی گہر میں سی اوسکی بی اجازت چلی جاوی

کل ملك فی السماء وکل شیء تمر علیه الا الانس والجن فخروجها من بیته بغیر اذنه حرام علیها قال ابن الهمام وحیث

تو آسمان و زمین کی فرشتی اور ہر شی جسپر گذرتی ہی وہ لعنت کرتی ہیں سوائی انسان اور جن کی سو عورت کا نکلنا خاوند کی گہر میں سی بی اجازت حرام ہی ابن ہمام کہتا ہی

ابیح لها الخروج فانما یباح بشرط عدم الزینة وتغییر الهیئة الی ما لا یکون داعیا الی نظر الرجال واستمالتهم قال الله

اور عورتکو جہاں جانا جایز ہی تو اس شرط سی ہوا کہ بی زینت کی ہی اور بدلی ایسی صورت کی جس سی مردوں کو لوبہر دیکہنی کی رغبت　نہو چاہئی　اوسکی اسلئی اللہ تعالی

ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولی والتبرج علی ما ذکره فی الصحاح اظهار المراة زینتها ومحاسنها للرجال والمراة کلما

اور دکہاتی نہ پہرو جیسی دیکہانا دستور تہا پہلی وقت نادانی کی اور تبرج موافق بیان صحاح کی عورت کا ظاہر کرنا اپنی زینت اور خوبی کو سامنی مردوں کی سو عورت جتنی

کانت مخفیة من الرجال کان دینها اسلم لما روی انه علیه السلام قال لابنته فاطمة ای شیء خیر للمراة قالت ان

مردوں سی پوشیدہ ہی تو اوسکا دین سلامت ہی　اسلئی کہ نبی علیہ السلام نی اپنی بیٹی فاطمہ سی پوچہا عورت کی لئی کیا بات بہتر ہی عرض کیا

لا ترى رجلا ولا يراها رجل فاستحسن قولها وضمها اليه وقال ذرية بعضها من بعض وكان اصحاب
نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ کوئی مرد اوسکو دیکھے اور آپنے اونکا قول پسند کر کے سینہ سے لگا لیا اور فرمایا اولاد ایک کی ایک سے ہے اور اصحاب

النبي صلى الله عليه وسلم يسدون الثقب والكوى في الحيطان لئلا تطلع النساء على الرجال ورأى معاذ امرأته
نبی علیہ السلام کے دیواروں کی سوراخ اور جہروکے بند کر دیا کرتے تھے تاکہ عورتیں مردوں کے سامنے نہ آوین اور معاذ نے اپنی بی بی کو دیکھا

تطلع في كوة فضربها فينبغي للرجل ان يفعل كذلك ويمنع امرأته عن مثل ذلك ثم ان كان في قلبها بدعة يزيلها
کہ سوراخ سے جہانکتی تھی سو اوسکو مارا اب مرد کو چاہیے کہ ایسا ہی کیا کرے اور اپنی بی بی کو ایسی حرکات سے منع کرے پھر اگر عورت کے دل میں کوئی بدعت ہووے تو دفع

ويلقنها اعتقاد اهل السنة والجماعة ويعلمها من احكام الصلوة والحيض والنفاس ما تحتاج اليه وان تساهلت
کردے اور اوسکو عقیدہ اہل سنت اور جماعت کا بتادے اور احکام نماز کے اور حیض اور نفاس کی جتنی حاجت ہو سکھا دیوے اور اگر عورت دین کے

في امر الدين او كانت تاركة للصلوة يؤدبها لكن يتدرج في تاديبها فيقدم اولا الوعظ والتخويف بالله تعالى
باب میں سستی کرے یا بے نماز ہووے تو اوسکو ادب دیوے لیکن آہستہ آہستہ ادب دیوے پہلے سمجہا دے اور خدا سے ڈراوے

فان لم ينجع يولي اليها ظهره في المضجع او ينفرد عنها بالفراش ويهجرها الى ثلث ليال فان لم ينجع يضربها ضربا
اگر وہ نمانے تو سوتے ہوئے اوسکی طرف سے منہ پھیر کر بیٹھ کر دے یا اوس سے جدا سوئے اور تین رات تک چھوڑ رکھے پھر بھی نہ مانے تو اوسکو اتنا مارے

غير مبرح ولا يضرب وجهها لورود النهي عنه فان لم ينجع يطلقها كما قال قاضيخان في فتاويه رجل له امرأة
کہ ہڈی نہ ٹوٹے اور مونہہ پر نہ مارے اسکی ممانعت آئی ہے پھر بھی نہ مانے تو طلاق دیدیوے چنانچہ قاضیخان اپنی فتاوی میں کہتا ہے ایک مرد ہے کہ اوسکی بی بی

لا تصلي يطلقها وان لم يكن له مال يوفي مهرها وقال البزازي لان يلقى الله تعالى ومهرها في عنقه اولى من
بے نماز ہے طلاق دیدے اگرچہ اتنا مال نہووے کہ اوسکا مہر پورا کر دے اور بزازی کہتا ہے اگر مہر گردن پر لیکر اللہ سے ملے تو اس سے بہتر ہے کہ بے نماز عورت سے وطی کرے

ان يطئ امرأة لا تصلي وقد مدح الله تعالى اسمعيل النبي عليه السلام بقوله وكان يأمر اهله بالصلوة والزكوة
اور بیشک اللہ تعالی نے اسماعیل نبی علیہ السلام کی اس آیت میں مدح کی ہے اور حکم کرتا تہا اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا

وقالوا حمل اهل بيته على الصلوة سبب لانفتاح باب الرزق وقال صاحب الخلاصة للزوج ان يضرب المرأة على
اور کہتے ہیں اپنے اہل بیت کو نماز پر قایم کرنا سبب کشادگی دروازہ رزق کا ہے اور خلاصہ والا کہتا ہے خاوند کو اختیار ہے کہ بی بی کو چار حالتوں پر

اربع خصال او ما هو في معنى الاربع احدها خروجها عن منزله بغير اذنه بعد ايفاء مهرها والثانية ترك الزينة
مارے یا کوئی اور بات ان چار کی مانند ہو ایک تو خاوند کے گہر سے بے اجازت باہر جانا بعد مہر لینے کے دوسری سنگار نہ کرنا

اذا اراد الزوج الزينة والثالثة ترك الاجابة اذا اراد الزوج الجماع وهي طاهرة والرابعة ترك الصلوة وبمنزلة
اگر خاوند کا دل سنگار کو چاہے تیسری کہا نہ ماننا جس وقت خاوند جماع کا ارادہ کرے اور وہ عورت پاک ہو چوتھی نماز نہ پڑھنی اور قایم مقام

ترك الصلوة ترك الغسل عن الجنابة والحيض ثم انه ان اراد ان يتزوج باخرى وعلم انه يعدل بينهما يجوز له ذلك
ترک نماز کے ہے جنابت یا حیض سے غسل نہ کرنا پھر مرد اگر اور عورت سے نکاح کیا چاہے اور جانے کہ میں دونوں میں عدالت کرونگا تو یہ امر جایز ہے

لكن ان لم يفعل فهو ماجور لتركه ادخال الغم عليها لاسيما اذا كانت امرأة صالحة فان صلاحها وعفتها نعمة عظيمة
لیکن اگر نکرے تو ثواب پاویگا کیونکہ اپنی بی بی کو غم نہیں دیا خاص ایسی صورت میں کہ وہ بی بی صالحہ ہو بیشک عورت کی صلاحیت اور عفت بڑی نعمت ہے

لا يكافيها شكر وان خاف انه لا يعدل بينهما لا يجوز له ان يفعل ذلك لان الله تعالى وان جعل له ذلك حلالا حيث
اسکا شکر ادا نہیں ہو سکتا اور اگر یہ خوف ہووے کہ دونوں میں عدالت نہو سکے گی تو دوسرا نکاح جایز نہیں ہے اسلئے کہ اللہ تعالی نے اگرچہ حلال تو کر دیا ہے چنانچہ

قال فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلث وربع الا انه تعالى عقيب ذلك قال فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة
فرمایا ہے تو نکاح کرو جو تمکو خوش آوے عورتیں دو دو تین تین چار چار لیکن اسکے بعد فرماتا ہے پھر اگر ڈرو کہ برابر نرکہو گے تو ایک ہی بس ہے

قال من كانت له امرأتان او اكثر يجب عليه ان يقسم ويعدل بينهن سواء كان صحيحا او مريضا فيكون عند

لیکن جسکی نکاح میں دو عورتیں یا زیادہ ہوں تو اوسپر واجب ہے کہ اوس میں وقت کی تقسیم اور عدالت کرے برابر ہے کہ اچھی بھلی ہو یا بیمار سو ہر ایک کی پاس

كل واحدة منهن يوما وليلة او ثلثة ايام ولياليها ولا يقيم عند احدهن اكثر من ذلك الا باذنهن والثيب و

ایک دن رات یا تین دن رات رہا کرے اور کسی کی پاس اس سے زیادہ نہ رہا کرے مگر اوروں کی اجازت سے اور اوس تقسیم میں

البكر والمراهقة والبالغة والعاقلة والمجنونة والمسلمة والكتابية والصحيحة والمريضة سواء في القسم وكذ

رانڈ اور کواری اور قریب بلوغ اور جوان اور ہوشیار اور باؤلی اور مسلمہ اور کتابیہ اور اچھی بھلی اور بیمار سب برابر ہیں اور ایسے ہی

الجديدة والعتيقة سواء في القسم عندنا سواء كانت الجديدة بكرا او ثيبا فانه ان اقام عند الجديدة ثلثة ايام

نئی اور پرانی قسم میں ہماری نزدیک برابر ہیں برابر ہے کہ نئی باکرہ ہو یا رانڈ اگر چاہے کہ نئی کی پاس تین دن

او سبعة ايام يقيم عند العتيقة كذلك ولا يميل الى بعضهن لما روي انه عليه السلام قال من كانت له امرأتان

یا سات دن رہے تو پرانی کی پاس بھی ویسا ہی رہے اور کسی ایک کی طرف زیادہ میلان نہ کرے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسکی نکاح میں دو ہوں

فمال الى احدهما دون الاخرى وفي رواية ولم يعدل بينهما جاء يوم القيمة واحد شقيه ساقط يعني ان احد جنبيه

پھر وہ ایک طرف پیار کرے سوا دوسری کی اور ایک روایت میں ہے دونوں میں برابری نکرے تو قیامت کی دن آویگا اور اوسکی ایک کروٹ گری ہوئی ہوگی اور یہ ہے کہ ایک

يكون مجروحا ساقطا بحيث يراه اهل العرصات ليكون له هذا زيادة في التعذيب فان الافتضاح اشد العذاب

کروٹ زخمی ہوگی گری ہوئی ایسا کہ اوس میدان والے سب دیکھیں گے تاکہ یہ اور زیادہ عذاب ہووے کیونکہ بےعزتی کا بڑا عذاب ہوتا ہے

لكن ينبغي ان يعلم ان القسم والعدل انما يجب في العطاء والمبيت دون الحب والوقاع لان الحب لا يدخل تحت الاختيار

لیکن جاننا چاہیے کہ تقسیم اور برابری خرچ دینے میں اور سونے میں واجب ہے محبت میں اور صحبت میں واجب نہیں ہے اسلئے کہ محبت اختیار میں نہیں ہوتی

والوقاع يبتني على النشاط فلا يقدر على التسوية فيهما لما روي انه عليه السلام كان يقسم بين نسائه فيعدل ثم

اور صحبت کرنا نشاط پر موقوف ہے سو ان دونوں میں برابری اختیار میں نہیں ہے اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام اپنی ازواج میں عدالت سے تقسیم کرتے تھے

يقول اللهم هذا قسمي فيما املك فلا تلمني فيما تملك ولا املك قيل اراد به الحب لان عائشة رض كانت احب نسائه

پھر فرماتے تھے کہ یہ میری تقسیم ہے جس میں مختار ہوں سو مجھکو ملامت مکرنا جسکا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں ہوں کہتے ہیں اس سے مراد محبت ہے اسلئے کہ عائشہ رضی آپکو ازواج

اليه وكانت سائر نسائه يعرفن ذلك الا انه عليه السلام كان يقسم بينهن ويعدل في العطاء والمبيتوتة حتى

سے زیادہ محبوب تھیں اور تمام ازواج اس حال سے آگاہ تھیں لیکن نبی علیہ السلام سب کو دینے میں اور سونے میں برابر برابر رکھتے تھے یہاں تک

في مرضه الذي توفي فيه اذ روي انه عليه السلام كان يطاف به محمولا في مرضه في كل يوم وليلة فيبيت عند كل

واحدة منهن وكان يقول اين انا غدا فعلمت ازواجه انه يريد يوم عائشة فاذن له ان يكون حيث شاء فقال

تھے اور پوچھا کرتے کل کہاں کی باری ہے سو ازواج مطہرہ سمجھ گئیں کہ عائشہ کی باری ڈھونڈتے ہیں یہ سب نے اجازت دیدی کہ جہاں چاہیں رہیں پھر آپنے

فقد ضمن بذلك فقيل نعم قال حولوني الى بيت عائشة فكان في بيتها حتى مات عندها ومما يجب على الزوج من

پوچھا تم سب اسپر راضی ہو سب نے عرض کیا ہاں فرمایا مجھکو عائشہ کی گھر لیچلو سو عائشہ کی گھر رہے یہاں تک کہ اونکے پاس وفات کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک حق بی بی کا خاوند پر

حقها ان يؤدي اليها مهرها كاملا ان كان قادرا على ادائه وان لم يكن قادرا على ادائه ينوي ان يؤدي اليها اذا قدر

یہ ہے کہ دینکا مہر پورا ادا کردے اگر ادا کر سکتا ہے اور اگر ادا نہیں کرسکتا تو ادا کرنے کی نیت رکھے جب طاقت پاوے اسلئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے

لانه تعالى قال واتوا النساء صدقتهن نحلة اي فريضة من الله تعالى يعني اعطاء النساء مهورهن مما فرضه الله تعالى

اور دیدو عورتوں کو مہر انکے خوشی سے یعنی اللہ کا فرض کیا ہوا ہے مطلب عورتوں کا مہر دینا اللہ تعالی کی طرف اور دین میں

في الملة والدين فمن نوى ان لا يؤدي اليها مهرها يجيء يوم القيمة زانيا لما روي انه عليه السلام قال ايما رجل تزوج
فرض کیا ہی پہر جسکی یہہ نیت ہوئی کہ بی بی کا مہر ادا نکری تو قیامت کی دن زانیوں کی صورت میں آویگا اسلئی کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا کہ جو شخص عورت
امرأة على ما قل من المهر او اكثر ليس في نفسه ان يؤدي اليها حقها لقي الله تعالى يوم القيمة وهو زان ولا يطلب منها
سی نکاح کری مقدار مہر کی کمتر ہو یا اتنی زیادہ پر کہ اوسکا حق ادا کرنیکی قدرت نہو تو قیامت کی دن خدا کی سامنی ایسا ہو ویگا جیسا زانی اور بی بی سی ادا مہر کی
المهلة لاداء مهرها الا ان يكون فقيرا او توهبه المرأة طوعا لا كرها ولا يكلفها ان تهب له مهرها لان الله تعالى نعلها
نئی مہلت نہ مانگی ہان اگر کنگال ہو یا بی بی اپنی خوشی سی مہلت دیدی نہ ذبردستی نہیں اور بی بی کو تکلیف نہ دی کہ بخشو لی اسواسطی کہ اللہ تعالی اجداس آیت کی
قال وآتوا النساء صدقاتهن نحلة فان طبن لكم عن شيء منه نفسا فكلوه هنيئا مريئا معناه على ما في التيسير وانوار
مہر دی ڈالو عورتوں کی مہر اونکی خوشی سی پہر اگر وہ اوسمیں سی کچہہ چہوڑ دیں تمکو خوشی سی تو وہ کہاؤ رچتا پچتا سو اسکی معنی موافق تیسیر اور انوار
التنزيل انهن ان وهبنا لكم بعضا من الصداق عن غاية الرضا وطيب القلب بلا اكراه ولا افتداء من سوء العشرة فلتنفعوا
التنزیل کی یہہ ہیں کہ عورتیں اگر تمکو کچہہ مہر میں سی اپنی عین رضامندی اور دلکی خوشی سی بی زور اور بی خوف بد معاملگی کی بخشدیں تو کہاؤ پیو
به بلا تبعة فعلم من هذا ان الاستنكار في الاستيهاب مكروه لانه تعالى كما جعل عقد النكاح بيد الزوج ان شاء
پیچہی نہ پڑو اس سی معلوم ہوا کہ بہت کچہہ کہہ کر بخشوانا مکروہ ہی اسواسطی کہ اللہ تعالی جیسی عقد نکاح کو خاوند کی اختیار میں رکہا ہی چاہی
يمسكها وان شاء يرسلها بلا اختيار منها كذلك جعل حلقة سلسلة المهر في رقبته وذمته فعقد النكاح يجرها اليه
عورت کو رکہی اور چاہی چہوڑ دی عورت کو کچہہ اختیار نہیں ایسی ہی حلقہ مہر کی زنجیر کا اوسکی گردن میں اور ذمہ پر رکہا ہی سو عقد نکاح سی عورت کو خاوند
وسلسلة المهر تجره اليها فاستيهاب كل المهر ابطال لحقها وابقاء لحقه وفيه ترك المعادلة وهو نوع من الظلم ولا يطلقها
کہینچتا ہی اور مہر کی زنجیر سی عورت خاوند کو کہینچتی ہی سو تمام مہر کا بخشوا لینا اوسکی حق تلفی اور اپنا حق باقی رکہنا ہی اور اسمیں بی انصافی ہی او یہہ طرحکا ظلم ہی اور بی ضرورت
بغير ضرورة الا ان تكون سيئة الخلق فاسدة الدين تاركة الصلوة لان الطلاق وان كان مباحا لكنه من ابغض
بی بی کو طلاق نہ دی ہان اگر بد خو بد دین بی نماز ہووی اسلئی کہ طلاق اگرچہ مباح ہی پر یہہ مباح اللہ کی ہان
المباحات عند الله تعالى لما فيه من ايذاء الغير ولا يباح ايذاء الغير من غير ضرورة الا بجناية من جانبها واذا عزم
بہت ناپسند ہی اسی کہ اسمیں غیر کی ایذا ہی اور بی ضرورت کسیکو ایذا دینی مباح نہیں ہی ہان اگر اوسکی کچہہ خطا ہووی پہر اگر کسی
على تطليقها بسبب الضرورة ينبغي له ان يراعي عدة امور احدها ان يطلقها في طهر لم يجامعها فيه لان الطلاق في الحيض
ضرورت سی طلاق کا ارادہ کری تو لائق یوں ہی کہ کئی باتوں کا لحاظ رکہی ایک یہہ کہ اوسکو ایسی طہر میں طلاق دیوی جسمیں جماع نکیا ہو اسلئی کہ طلاق حیض میں
والطهر الذي جامعها فيه حرام والثاني ان يقتصر على طلقة واحدة ولا يجمع الثلث لانه بدعي قبيح والطلقة الواحدة
اور جس طہر میں کہ جماع کیا ہو حرام ہی دوسری یہہ کہ ایک ہی طلاق پر اکتفا کری تینوں طلاق نہ جمع کری اسلئی کہ طلاق قبیح ہی اور ایک طلاق میں بہی
بعد انقضاء العدة تفيد المقصود مع انها بعد من الندم لتمكنه من التدارك بالرجعة في العدة وتجديد النكاح بعد
بعد گذر جانی عدت کی مقصود حاصل ہو سکتا ہی باوجودیکہ ندامت سی بچی ہی کیونکہ عدت کی اندر رجعت سی اور بعد عدت کی از سر نو نکاح سی تدارک کا اختیار
العدة واما اذا طلقها ثلثا فربما يندم ولا يمكنه التدارك الا بالحلة وعقد الحلة منهي عنه ويكون هو الساعي فيه
باقی رہتا ہی اور اگر اوسکو تینوں طلاق دیں تو بعضی وقت شرمسار ہوتا ہی اور اوسکا تدارک بدون حلالہ کی نہیں ہو سکتا اور عقد حلالہ ممنوع ہی اور اس عقد کا یہہ ہی ساعی ہی
ويحتاج الى الصبر مدة مع كون قلبه معلقا بزوجة الغير يرجوان يطلقها حتى تعود اليه بعد انقضاء عدتها وكل
اور مدت تک صبر کرنا پڑتا ہی اس حال میں کہ اسکا دل بیگانی بی بی سی لگا رہتا ہی اس امید پر کہ طلاق دی تو بعد عدت کی میری پاس آوی یہہ تمام خرابی
ذلك ثمرة الجمع وفي الواحدة يحصل المقصود من غير محظور والثالث ان يتلطف في تطليقها من غير عنف واستخفاف
طلاق جمع کرنیکا پہل ہی اور ایک طلاق میں بلا کراہت مقصود حاصل ہوتا ہی اور تیسری یہہ کہ طلاق دینی میں لطف برتی خشونت اور حقارت نکری

يطيب قلبها بان يعطيها شيئا زائدا على مهرها على سبيل المتعة وهي درع وخمار وملحفة عوضا عن ايحاشها

یا اوسکا دل خوش کردے اسطور کہ مہر سے زیادہ کچھہ جوڑہ وغیرہ بطور متعہ کے یعنی کرتا اور دوپٹہ اور چادرہ وحشت اور غم کے بدلہ میں دیدے

والرابع ان لا يفشي سرها ثم انه ان طلقها على مال وهو خلع يكره له ان ياخذ ذلك المال ان كان النشوز من

چوتھے یہہ کہ اوسکا بھید نہ ظاہر کرے پھر اگر اسنے مال کے بدلہ طلاق دی جسے خلع کہتے ہیں تو خاوند کو مکروہ ہے کہ اوس مال کو لیلے اگر بدخوئی ناسازگاری

جانبه لانه اوحشها بالارسال فلا يزيد في ايحاشها باخذ المال وقد قال الله تعالى وان اردتم استبدال زوج مكان

خاوند کی طرف سے ہی آئی کہ اوسکو چھوڑنے سے ایک تو رنج دیا پھر اوسکا مال لیکر وحشت نہ بڑہاوے اور اللہ تعالی فرماتا ہے اور اگر بدلا چاہو ایک عورت کی جگہ

زوج وآتيتم احداهن قنطارا فلا تاخذوا منه شيئا فانه تعالى نهى عن اخذ الشئ اليسير من القنطار الذي هو المال

دوسری عورت اور دے چکے ہو ایک کو ڈہیر مال تو پھیر نہ لو اوسمیں سے کچھہ بیشک اللہ تعالی نے قنطار میں سے جو بہت مال ہوتا ہے تھوڑا سا بھی لینے سے منع کیا ہے

الكثير فضلا عن الكثير وان كان النشوز من جانبها يكره له ان ياخذ الزائد على ما دفع اليه من المهر ثم انه ان

بہت لینے کا تو کیا بات ہے اور اگر ناسازگاری عورت کی جانب سے ہے تو اوس سے زیادہ لینا جو مہر اوسکو دے چکا ہے مکروہ ہے پھر اگر مرد نے

اكرهها على الخلع والتزمت ان تعطيه مالا للخلاص منه واسقطت ما عليه من المهر ونحوه يقع الطلاق بلا لزوم

پھیر خلع کی زبردستی کی اور عورت نے اپنا پلہ چھڑانے کو مان لیا کہ مال دونگی یا جو خاوند کے ذمہ مہر وغیرہ تہا ساقط کردیا تو بدون لازم ہونے

ما التزمته من المال وبلا سقوط ما عليه من المهر ونحوه لان الرضا شرط في لزوم المال وسقوطه والاكراه يعدم

مال مانی ہوئی کے اور بدون ساقط ہونے مہر وغیرہ کے جو خاوند کے ذمہ تہا طلاق پڑجاوے گی اسلئے کہ مال لازم ہوجانے میں اور ساقط ہونے میں رضامندی شرط ہے

الرضا على ما بين في موضعه هذا الذي ذكر الى ههنا ما كان على الزوج من حقوق الزوجة واما ما كان على الزوجة

زبردستی میں رضامندی نہیں ہوتی چنانچہ اپنی جگہ میں بیان ہوچکا ہے یہاں تک وہ حقوق بیان ہوئے جو بی بی کے حق خاوند کے ذمہ میں اور رہے خاوند کے حقوق

من حقوق الزوج فالقول الثاني فيه ان النكاح نوع رق والزوجة رفيقة الزوج كما قال النبي عليه السلام

جو بی بی کے ذمہ ہیں سو قول ثانی اوسمیں یہہ ہے کہ نکاح غلامی کی قسم ہے اور زوجہ خاوند کی لونڈی ہوتی ہے چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

النكاح رق فلينظر احدكم اين يضع كريمته فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان الاحتياط في حقها اهم

کہ نکاح غلامی ہے سو تم دیکھہ لو کہ اپنی پیاری بچی کو کہاں دیتے ہو بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں بیان فرمایا کہ عورت کے حق میں احتیاط ضرور تر ہے

لكونها رقيقة بالنكاح لا مخلص لها بوجه من الوجوه الا بتطليق الزوج واما الزوج فهو قادر على الخلاص منها

کیونکہ وہ نکاح کے سبب سے لونڈی ہوجاتی ہے بدون خاوند کے چھوڑے کسیطرح نہیں چھوٹ سکتی اور رہا خاوند سو طلاق دیکر عورت سے آپ چھوٹ سکتا ہے

بتطليقها فاذا كانت المرأة رقيقة الزوج يلزمها ان تصبر على غيرته وترجو على ذلك من الله الثواب فان ذلك

پھر جب عورت خاوند کی لونڈی ہوئی تو لازم ہے کہ خاوند کی غیرت پر صبر کرے اور اسپر اللہ تعالی سے ثواب کی امیدوار رہے اور بیشک اسکا یہی

جهادها لما ورد في الحديث ان جهاد المرأة حسن التبعل وهو حسن المعاشرة مع زوجها فعليها ان تطيعه في كل

جہاد ہے اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ عورت کا جہاد حسن تبعل ہے یعنی خاوند کے ساتھہ نیک گذران پس عورت کے ذمہ ہے کہ خاوند کی اطاعت کرے

ما يامرها بما لا معصية فيه اذ قد ورد في عظيم حقه عليها اخبار كثيرة من جملتها ما روي انه عليه السلام قال

جو کہے جسمیں گناہ نہو اسلئے کہ حدیثیں بہت وارد ہوئی ہیں کہ خاوند کا بی بی پر بڑا حق ہے ازانجملہ وہ کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

لو كنت آمرا احدا ان يسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها من عظم حقه عليها وقالت عائشة اتت فتاة

اگر میں کسیکو سجدہ کا حکم دیتا کسیکے لئے تو البتہ عورت کو حکم دیتا کہ خاوند کو سجدہ کیا کرے کیونکہ خاوند کا بی بی پر بڑا حق ہے اور عائشہ رضی کہتی ہیں ایک جوان عورت

الى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت يا نبي الله اني فتاة اخطب فما حق الزوج على الزوجة فقال النبي عليه السلام

نبی علیہ السلام کے پاس آئی عرض کیا اے نبی اللہ کہ میں جوان عورت ہوں نکاح کیا چاہتی ہوں سو خاوند کا بی بی پر کیا حق ہے پس نبی علیہ السلام نے فرمایا

كان من قرنه الى قدمه صديدا فلحسته ما ادت شكره وقال ابن عباس اتت امرأة الى النبي صلى الله عليه وسلم
اگر خاوند کی سر سے پاؤں تک پیپ بہتی ہو پھر بی بی چاٹ لے تو بھی اوسکا شکر ادا نہیں کیا اور ابن عباس کہتے ہیں ایک عورت نبی علیہ السلام کے پاس آئی
وقالت يا نبي الله اني امرأة ايم واني اريد ان اتزوج فما حق الزوج على المرأة فقال النبي عليه السلام من حق الزوج
عرض کیا یا نبی اللہ میں عورت بے خاوند ہوں میرا ارادہ نکاح کا ہے سو خاوند کا بی بی پر کیا حق ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک حق خاوند کا
على المرأة اذا ارادها في نفسها وهي على ظهر البعير ان لا تمنعه ومن حقه ان لا تعطي شيئا من بيته الا باذنه
بی بی پر یہہ ہے کہ اگر خاوند اوسکی طرف رغبت کرے اور وہ عورت اونٹ کی کمر پر ہو تو انکار نہ کرے اور خاوند کا ایک یہہ حق ہے کہ اوسکی گھر میں سے اوسکی بے اجازت
فان فعلت كان الوزر عليها والاجر له ومن حقه ان لا تصوم تطوعا الا باذنه فان فعلت جاعت وعطشت
کچھہ نہ دے اگر دیگی تو وہ گنہگار ہوگی اور ثواب خاوند کو ہوگا اور اوسکا حق یہہ ہے کہ نفل روزہ اوسکی بے اجازت نہ رکھے اگر روزہ رکھیگی تو بھوکی پیاسی مرے گی
ولم يقبل منها ومن حقه ان لا تخرج من بيته الا باذنه فان فعلت لعنتها الملئكة حتى ترجع الى بيتها وروي
اور قبول نہ ہوگا اور اوسکا حق یہہ ہے کہ اوسکی گھر میں سے بے اجازت باہر نہ جاوے اگر جاویگی تو جبتک پھر آویگی اوسکو فرشتے لعنت کیا کرینگے اور روایت ہے
انه عليه السلام قال اني رايت ليلة اسري بي امرأة معلقة بلسانها فقلت يا جبرئيل ما شانها فقال انها
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ معراج کی شب کو میں نے ایک عورت دیکھی کہ زبان اوسکی مروڑی ہے میں نے پوچھا یا جبرئیل اسکی کیا خطا ہے عرض کیا یہہ عورت
كانت تؤذي زوجها وجيرانها بلسانها ورايت امرأة اخرى معلقة بثديها وهي التي ترضع بغير اذن زوجها و
زبان سے خاوند اور ہمسایوں کو ستاتی تھی اور ایک اور عورت دیکھی کہ اپنی پستان لٹکی ہے وہ ایسی تھی کہ خاوند کی بے اجازت دودھ پلاتی تھی اور
رايت اخرى معلقة برجليها وهي التي تخرج بغير اذن زوجها ورايت اخرى معلقة بيديها وهي التي تفسد مال زوجها
ایک اور عورت دیکھی کہ اپنی پاؤں سے لٹکی تھی وہ خاوند کی بے اجازت گھر سے چلی جاتی تھی اور ایک اور دیکھی کہ اپنی ہاتھ سے لٹک رہی تھی وہ وہ تھی کہ خاوند کا مال خراب کرتی
وروي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال اذا دعا الرجل امرأته الى فراشه فابت فبات غضبان لعنتها الملئكة
اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب کوئی مرد اپنی بی بی کو اپنی بستر پر بلاوے اور وہ نہ آوے پھر وہ مرد خفہ ہوکر سورہے تو صبح تک فرشتے اوس عورت پر لعنت
حتى تصبح وفي رواية انه عليه السلام قال والذي نفسي بيده ما من رجل يدعو امرأته الى فراشه فتابى الا
کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قسم ہے اپنی مالک کی کہ جو مرد اپنی بی بی کو اپنی بستر پر بلاوے اور وہ نہ آوے تو
كان الذي في السماء ساخطا عليها حتى يرضى عنها والحاصل ان اللازم لها ان تطلب رضاه ولا تمنع نفسها عنه
جو کہ آسمان میں ہے اوس سے بیزار ہوگا جبتک خاوند راضی ہووے حاصل یہہ ہے کہ بی بی کو لازم ہے کہ خاوند کی رضا طلب کرتی رہے اور آپکو اوسکی حوالہ کردے
ولا تتعلل بالحيض ولا تؤخر الاجابة بل تطيعه فور طلبه ان كانت طاهرة عن الحيض واما في حال الحيض فتخبره
اور حیض کا بہانہ نہ کرے اوسکی حکم بجا لانے میں دیر نہ کرے بلکہ ترت کہتے ہی اطاعت کرے اگر حیض سے پاک ہووے اور حیض کی حالت میں اپنا حال
عن حالها وتلبس اخلاق ثيابها تقليلا لميل الزوج اليها ويستحب لها اذا دخل وقت الصلوة ان تتوضأ وتجلس في
جتادے اور پرانی کپڑے پہن لے تا کہ خاوند کا دل اودہر نہ لگ جاوے اور حائضہ کو مستحب ہے کہ جب نماز کا وقت آوے تو وضو کرکر گھر میں
مسجد بيتها وتسبح وتهلل قدر اداء الصلوة كيلا يزول عنها عادة العبادة وقد روي انه عليه السلام قال اذا استغفرت
نماز کی چبوترے پر جتنی دیر نماز کو لگتی ہے سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ پڑھا کرے تا کہ عبادت کی عادت نہ جاتی رہے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب حائضہ عورت
الحائض في وقت كل صلوة سبعين مرة كتب له الف ركعة وغفر لها سبعون ذنبا ورفع لها درجة واعطى لها لكل
ہر نماز کی وقت ستر بار استغفار پڑھتی ہے تو اوسکو ہزار رکعت کا ثواب ہوتا ہے اور ستر گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اوسکا درجہ بڑھ جاتا ہے اور استغفار کی
حرف من استغفارها نور وكتب بكل عرق في جسدها حج وعمرة وفي غير حال الحيض تلبس احسن ثيابها وتط
ہر ہر حرف کی بدلہ نور ملتا ہے اور بدن کی رگوں کی شمار پر حج اور عمرہ لکھا جاتا ہے اور اگر پاک ہو تو اچھا لباس پہنا کرے اور جہاں تک ہو سکے

المودة الی زوجها ما استطاعت وتکون متعطرة متنظفة فی نفسها ومستعدة فی الاحوال کلها لاستمتاع الزوج
خاوند سی پیار ظاہر کیا کری اور خوشبو اور پاکیزہ اور ہر وقت خاوند کی تمتع کی لئی جب وہ رغبت کری تیار رہا کری

بها متی شاء وتکون قاعدة فی قعر بیتها ملازمة لمغزلها من حین زفت الیه الی ان تزف الی القبر ولا تخرج من بیتها
اور گہر کی اندر تنہا بیٹہی رہا کری اوسدن سی کہ خاوند کی ان گئی ہی یہانتک کہ قبر مین جاوی اور گہر مین سی خاوند کی بی اجازت

الا باذن زوجها واذا خرجت باذنه تخرج مختفية فی هیئة رثة وتطلب المواضع الخالية دون الشوارع والاسواق
نہ جایا کری اور اگر باجازت جاوی تو چہپ کر بری صورت بناکر اور خالی اوجاڑ رستی کو جاوی سڑک اور بازارون مین کو

ولا تخرج عطرة متبرجة ولا تتحدث مع رجل فی الطریق لما روی ان عمر رای امراة مع رجل یتحدثان فی الطریق
اور خوشبو لگاکر زیب زینت سی نہ جاوی اور رستہ میں کسی مرد سی بات نکری کیونکہ روایت ہی کہ عمر رض نی ایک عورت کو مرد سی رستہ مین بات کرتی ہوئی دیکہا

فضربهما بالدرة فقال رجل یا امیر المؤمنین هی امراتی فقال له عمر لم کانت امراتك فلم لم تدخلها فی بیتك
سو دونوکو تعزیر دی اوس مرد نی عرض کیا یا امیر المؤمنین یہہ میری بی بی ہی عمر نی جواب دیا اگر تیری بی بی ہی تو اپنی گہر مین کیون نہین بیٹہاتا

حتی لا یتهمك احد فی الطریق ولا تخرج الی الحمام وان اذن لها زوجها لما روی عن عائشة انه علیه السلام قال الحمام
تاکہ رستہ مین تجہہ پر کوئی تہمت نہ لی اور حمام مین نہ جاوی اگرچہ خاوند اجازت دیدی کیونکہ عائشہ رض سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا حمام

حرام علی نساء امتی فان اقتضت الضرورة الی دخولها فی الحمام لعذر المرض والنفاس یشترط ان تدخل بمئزر ولا تکون
میری امت کی عورتون پر حرام ہی اور اگر بسبب مرض یا نفاس کی حمام مین جانیکی ضرورت آگئی تو شرط یہہ ہی کہ ازار پہن کر جاوی اور حمام مین کوئی

فیه احد من النساء مکشوفة العورة ولا تخرج بزینة فاذا لم یوجد واحد من هذه الشروط لا یحل لها الخروج الی الحمام
عورت ننگی نہووی اور سنگار کرکر نہ نکلی اور ان شرطون مین سی ایک بہی فوت ہوویگی تو حمام مین جانا حلال نہین ہی

وکذا لا یحل لها الخروج الی المقابر لما ذکر فی نصاب الاحتساب ان القاضی سئل عن جواز خروج المراة الی المقابر فقال لا
اور ایسی ہی عورت کو گورستان مین جانا حلال نہین کیونکہ نصاب الاحتساب مین مذکور ہی کہ قاضی سی کسی نی پوچہا کیا عورت کو گورستان مین جانا جایز ہی جواب دیا

تسئل عن الجواز فی مثل هذا وانما تسئل عن مقدار ما یلحقها من اللعن فانها کلما نوت الخروج کانت فی لعنة الله تعالی
اس باب میں جواز کو کیا پوچہتا ہی یہہ پوچہہ اوسپر کتنی لعنت پڑتی ہی کیونکہ عورت جب جانیکا ارادہ کرتی ہی تو خدا کی اور فرشتون کی

وملئکته واذا خرجت تحفها الشیاطین من کل جانب واذا اتت القبر یلعنها روح المیت واذا رجعت کانت فی
لعنت میں ہوتی ہی اور جب چلی تو ہر طرف سی شیطان اوسکی ساتہہ ہوتی ہین اور جب قبر پر پہنچی تو مردہ کی روح لعنت کرتی ہی اور جب ہٹتی ہی تو

لعنة الله تعالی وملئکته حتی تعود الی منزلها وفی الخبر ایما امراة خرجت الی مقبرة یلعنها ملئکة السموات
اللہ تعالی کی اور فرشتون کی لعنت میں ہوتی ہی جبتک اپنی گہر مین آئی اور حدیث مین ہی کہ جو عورت گورستان مین جاتی ہی تو اوسکو فرشتی ساتون آسمان

والارضین السبع وتمشی فی لعنة الله تعالی وایما امراة دعت للمیت بخیر ولم تخرج من بیتها یعطیها الله تعالی
اور زمین کی لعنت کرتی ہین اور خدا کی لعنت مین جاتی ہی اور جو عورت گہر مین بیٹہی ہوئی مردی کی حق مین دعاء خیر کرتی ہی تو اوسکو اللہ تعالی ثواب حج

ثواب حجة وعمرة وعن سلمان وابی هریرة انه علیه السلام ذات یوم خرج من المسجد فوقف علی باب داره واتت
اور عمرہ کا دیتا ہی اور سلمان اور ابو ہریرہ سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام ایک روز مسجد سی نکل کر اپنی گہر کی دروازہ پر ٹہر گئی پہر حضرت فاطمہ رض آگئین

فاطمة فقال لها من این جئت قالت خرجت من منزلة فلانة التی ماتت فقال علیه السلام هل ذهبت
آپ نی فرمایا تو کہان سی آئی عرض کیا فلانی عورت جو مر گئی ہی اوسکی گہر سی آئی ہون پہر نبی علیہ السلام نی پوچہا کیا اوسکی قبر پر بہی گئی تہی

قبرها قالت معاذ الله افعل بعد ما سمعت منك ما سمعت فقال علیه السلام لو زرت قبرها لم ترحی رائحة الجنة
عرض کیا خدا کی پناہ کیا آپسی سنکر جو سنا ہی ایسا کرتی پہر نبی علیہ السلام نی فرمایا اگر تو اوسکی قبر پر جاتی تو جنت کی بو نہ سونگہتی

وروي انه عليه السلام لما قدم المدينة خرج الى جنازة فرأى النساء يتبعن الجنازة فقال لهن أتحملن مع من
اور روایت ہے کہ جب نبی علیہ السلام مدینے میں تھے تو ایک جنازہ کے ساتھ چلے پھر عورتوں کو دیکھا کہ جنازہ کے پیچھے آتی ہیں آپ نے اونسے پوچھا کیا تم سب کے ساتھ
يحمل فقلن لا فقال عليه السلام اتصلين مع من يصلي فقلن لا فقال عليه السلام انصرفن مأزورات
جنازہ اوٹھاؤگی عرض کیا نہیں پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا تم سب کے ساتھ نماز پڑھوگی عرض کیا نہیں پھر آپ نے فرمایا گنہگار ہوکر بے ثواب جاؤ
غير مأجورات فدل ذلك على ان المرأة لا يباح لها الخروج الى المقبرة ولا تشييع الجنازة بل يكره بها ان يكون من همتها
اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو گورستان میں جانا جائز نہیں ہے اور نہ جنازہ کی ہمراہ جایا کرے بلکہ عورت کو لازم ہے کہ تمام ہمت
اصلاح شأنها وتدبير منزلها ولا تدخل في بيت زوجها من يكره دخوله فيه من الرجال والنساء وتقدم حقه على
اپنا حال درست اور گھر کا کاروبار کیا کرے اور خاوند کے گھر میں کسی مرد یا عورت کو جسکا آنا خاوند ناپسند کرتا ہو نہ آنے دے اور اپنی اور تمام سگی سودوں کی
حق نفسها وسائر اقاربها ولا ترفع صوتها فوق صوته ولا تجهر له بالقول ولا تكون منفعتها عن كسبه اذا
حق پر خاوند کا حق مقدم رکھے اور اپنی آواز خاوند کی آواز پر بلند نہ کرے اور خاوند کے پیچھے چیخ کر نہ بولے اور اپنا خرچ خاوند کی حرام کمائی میں سے نہ کرے
كان حراما اذ قد كانت النساء في السلف اذا خرج الرجل من منزله تقول له امرأته وابنته اياك وكسب الحرام فانا
کیونکہ سلف کی عورتیں ایسی تھیں کہ جب مرد گھر میں سے باہر جاتا تو اوسکی جورو بیٹی کہہ بیٹیاں حرام کمائی سے پرہیز کرنا ہمیں تو بھوک پر صبر ہو سکتا ہے آگ پر
نصبر على الجوع ولا نصبر على النار وتكون قانعة من زوجها بما رزقه الله تعالى ولا تكلفه ما لا يطيقه ولا تدخل
صبر نہیں ہو سکتا اور جو خدا تعالی نے خاوند کو رزق دیا ہے اوسپر قناعت کرے اور خاوند کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے اپنی خرچ کا غم نہ کرے
غما في امر النفقة بل تكون صابرة متوكلة كما حكي ان رجلا من السلف هم بالسفر وكره جيرانه سفره فقالوا لزوجته
بلکہ صبر اور توکل پر رہے چنانچہ حکایت ہے کہ ایک شخص سلف میں سے سفر کا ارادہ کیا ہمسایوں کو اوسکا سفر پسند نہ آیا ہمسایوں نے اوسکی بی بی سے کہا
لم ترضين بسفره ولم يدع لك نفقة فقالت زوجي عرفته اكالا وما عرفته رزاقا ولي رزاق يذهب الأكال ويبقى
تو اوسکے سفر پر کیوں راضی ہوگئی اور وہ تیرے لئے خرچ نہیں دے گیا اوسنے جواب دیا میں اوسکو کھانے والا جانتی ہوں رزاق نہیں جانتی اور میرے لئے رزاق اور ہے کھانے والا جاتا ہے
الرزاق ولا تتفاخر بجمالها بل تكون كما روي عن الاصمعي انه قال دخلت البادية فرأيت امرأة من احسن الناس وجها
اور رزاق باقی ہے اور اپنی جمال پر ناز نہ کیا کرے بلکہ ایسی ہو جیسی اصمعی سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں جنگل میں گیا تو میں ایک عورت نہایت خوبصورت پاس
تحت رجل قبيح الوجه في الغاية فقلت يا عجبا مثلك تحت مثله فقالت يا هذا قد اخطأت في قولك لعله احسن
ایک مرد نہایت بدصورت کے دیکھی میں نے کہا کیا عجب ہے تجھ سی پری ایسی کے نیچے وہ بولی اے شخص تو نے بیجا کہا شاید کہ اسنے اپنی خالق کی
فيما بينه وبين خالقه فجعلني ثوابه ولعلي اسأت فيما بيني وبين خالقي فجعله عقوبتي افلا ارضى الله لي مما
کوئی عبادت کی ہے سو مجھکو اوسکے لئے اوس عبادت کا ثواب ٹھہرایا ہے اور شاید مجھ سے اپنی خالق کی کوئی خطا ہوگئی ہے سو اسکو میری لئے عذاب مقرر کیا ہے پھر اللہ سے
يجب من حقه عليها ديانة ان تفعل كل خدمة في داخل الدار من الطبخ والخبز وغسل الثياب وغيرها حتى لو لم تفعل
کیوں نہ پسند کروں اور حق خاوند کا اپنی پر ازروی دیانت کی واجب ہے یہ ہے کہ گھر میں تمام کاروبار جیسے سالن روٹی پکانا کپڑے دھونی وغیرہ کیا کرے یہاں تک کہ اگر کچھ
شيئا منها تكون آثمة وان لم تجبر عليها وترى تقصيرها في خدمته ولا تسأل طلاق ضرتها لان لها ما قدر لها ولا
نہ کرے گی تو گنہگار رہوگی اگرچہ اسمیں کچھ اوسپر زور نہیں ہے اور خاوند کی خدمت میں اپنی آپکو مقصر سمجھتی رہے اور اپنی سوکن کی طلاق کی خواہش نہ کرے کیونکہ جو اسکی قسمت
تمنعه عن نكاح ثلث سواها لانه تعالى جعل له ذلك حلالا بشرط العدل حيث قال فانكحوا ما طاب لكم من النساء
سو ملیگا اور خاوند کو دو تین نکاح سے منع نہ کرے کیونکہ اللہ تعالی نے اوسکو یہ اختیار دیا ہے بشرط عدالت حلال ہے چنانچہ فرمایا ہے تو نکاح کرو جو تمکو خوش آویں عورتیں
مثنى وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة وتصبر على غيرة الضرائر راجية من الله تعالى الثواب كما صبرت
دو دو تین تین چار چار پھر اگر ڈرو کہ برابر نہ رکھوگے تو ایک ہی اور سوکنوں کی رشک پر صبر کرے اللہ تعالی سے امیدوار ثواب کی رہے جیسے نبی علیہ السلام کی

أزواج النبي عليه السلام حتى وهبت سودة نوبتها لعائشة حين أيست وعلمت محبته عليه السلام لعائشة ولا
ازواج نبی کی صبر کیا سال تک کہ سودہ نے بڑہاپے میں اپنی باری سال بھر کو دیدی جب اونکو عائشہ کی حق میں نبی علیہ السلام کی محبت معلوم ہوئی اور

تسأل الطلاق من غير بأس وفاقة لما روي أنه عليه السلام قال أيما امرأة سألت زوجها الطلاق فحرام عليها
بدون الا میری کا اور فاقہ کی طلاق سے مانگی اسلیے کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو عورت اپنی خاوند سے طلاق مانگی تو اوسپر جنت کی بو حرام ہی

رائحة الجنة ولا تظهر زينتها لغير زوجها ومحارمها لأنه تعالى قال في حق المؤمنات ولا يبدين زينتهن
دوسرا اپنی خاوند اور محرموں کی اپنا سنگار نہ دکہاوے اسلیے کہ اللہ تعالی نے مؤمنات کی حق میں فرمایا ہی ورنہ کہولیں اپنی سنگار

إلا لبعولتهن أو آبائهن أو آباء بعولتهن أو أبنائهن أو أبناء بعولتهن أو إخوانهن أو بني إخوانهن
مگر اپنی خاوند کی آگی یا اپنی باپ کی یا سسری یا اپنی بیٹی کی یا سوتیلی بیٹی کی یا اپنی بہای کی یا اپنی بہتیجوں کی یا اپنی بہانجوں کی

أو نسائهن والزينة ما تتزين به المرأة من اللباس والحلي وغيرهما وهي ظاهرة وباطنة أما الظاهر فلا يجب
یا اپنی عورتوں کی اور زینت وہ ہی جو عورت کپڑوں اور زیور وغیرہ سی سنگار کرتی ہی اور زینت ایک ظاہر کی ہی اور ایک باطن کی ظاہر کی زینت کا چھپانا تو واجب نہیں

سترها ولا يحرم على الأجنبي النظر إليها لقوله تعالى ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها لكن اختلف فيها فقيل هي
اور اجنبی مرد کو اوسے دیکھنا بہی حرام نہیں ہی بدلیل اس آیت کی اور نہ دکہاویں اپنا سنگار مگر جو کہلی چیز ہی لیکن اسمیں اختلاف ہی کوئی کہتا ہی کہ زینت

الثياب وهذا قول ابن مسعود وقيل هي الكحل والخاتم وهذا قول ابن عباس وروي عن أصحابنا أنه أراد بهما
ظاہری صرف کپڑی ہیں یہ قول ابن مسعود کا ہی اور کوئی کہتا ہی سرمہ اور انگوٹھی ہی یہ قول ابن عباس کا ہی اور ہماری علماء سی روایت ہی کہ ان دونوں سی مراد

الوجه والكفين لأن الكحل من زينة الوجه والخاتم من زينة الكف فلما أبيح النظر إلى زينة الوجه والكف كان
چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں اسلیے کہ سرمہ چہرہ کی زینت ہی اور انگوٹھی ہاتھ کی زینت ہی جب چہرہ و ہاتھ کی زینت کا دیکھنا مباح ہوا تو یہ ہی

إباحة النظر إلى الوجه والكف هذا إذا كان النظر بغير شهوة وأما إذا كان بالشهوة فلا يجوز إلا عند العذر وهو
اباحت چہرہ اور ہاتھ دیکھنے کی ہی اور یہ اباحت اوس صورت میں ہی کہ بغیر شہوت نظر کری اور اگر نگاہ شہوت سی ہو دیکھنا جائز نہیں ہی مگر عذر کی وقت اور وہ عذر

القضاء من القاضي والشهادة من الشاهد والعلاج من الطبيب وكذلك إذا أراد الرجل أن يتزوج امرأة يجوز
قضا قاضی کی ہی اور گواہی گواہ کی اور علاج طبیب کا اور ایسی ہی اگر کوئی مرد کسی عورت سی نکاح کا ارادہ کری تو اوسکو جائز ہی

له أن ينظر إليها لكن لا يجوز له أن ينظر إليها حاسرة ولا إلى شيء ما هو عورة في حقه بل إنما يباح له أن ينظر إلى وجهها
کہ اوس عورت کو دیکھ لی پر یہ جائز نہیں ہی کہ ننگی کر کر دیکھی اور نہ ایسا عضو جو اوسکی حق میں عورت ہو بلکہ اتنا ہی مباح ہی کہ فقط چہرہ

وكفيها فقط لأنها ليست بعورة في حقه وذكر في شرح الكرخي أن النظر إلى وجه الأجنبية ليس بحرام لكن يكره
اور دونوں ہاتھ دیکھے لی کیونکہ اوسکی حق میں عورت نہیں ہی اور شرح کرخی میں مذکور ہی کہ اجنبی عورت کا منہہ دیکھنا حرام نہیں ہی لیکن بی ضرورت مکروہ ہی

بغير حاجة إذ لا يؤمن عن الشهوة وذكر في نصاب الاحتساب أن الحرة تمنع من كشف الوجه والكف والقدم لما
اسلیے کہ شہوت کا ڈر ہی اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہی کہ حرہ کو منہہ اور ہاتھ اور پاوں کہولنا حیسا اجنبی کی نظر پڑتی ہی ممنوع ہی

يقع عليه نظر الأجنبي لأنها لا تأمن عن شهوة بعض الناظرين إليها إلا أن يكون عجوزًا فحينئذ يجوز النظر إلى وجهها
کیونکہ یہہ ڈر ہی کہ بعضی دیکھنی والی شہوت سی نظر کریںگی ہاں اگر بڑہیا ہو تو اس اوسکا چہرہ دیکھنا جائز ہی

ويحل مصافحتها عند الأمن عن الشهوة لكن لا تخلو برجل شابًا ولا شيخًا إلا أن الخلوة بالأجنبية وإن كان معها غيرها
اور بی شہوت اوس سی مصافحہ کرنا بہی حلال ہی لیکن ہمراہ کسی مرد کی خلوت میں نہ جاوی جوان ہو یا بوڑہا اسلیے کہ خلوت اجنبی عورت کی ساتھ اگرچہ اوسکی ساتھ اور

من النساء مكروه كراهة تحريم لما روي عن ابن عباس أنه عليه السلام قال لا يخلون رجل بامرأة إلا مع ذي محرم
عورتیں ہوں مکروہ تحریمی ہی کیونکہ ابن عباس سی روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کوئی مرد کسی عورت کی ساتھ خلوت میں نہ ہووی مگر اوس وقت کہ اوسکی ساتھ

واما الزينة الباطنة فهي القرط والقلادة والدملج والخلخال واختلف في السوار فروى عن عائشة رض انها من
اور باطنی زینت بالی اور ہار اور بازوبند اور پازیب اور کنگن میں اختلاف ہے سو عائشہ رضی سے روایت ہے کہ کنگن
الزينة الباطنة وهو الاشبه لمجاوزتها الكف وهذه الزينة الباطنة يحرم ان ينظر اليها الاجانب لا المحارم
باطنی زینت میں ہے اور یہی بات حق معلوم ہوتی ہے اسواسطے کہ کلائی سے اوپر ہوتا ہے اور یہ زینت باطنی ہے اجنبی مردوں کو نظر کرنا حرام ہے محرم کو حرام نہیں
لانه تعالى قد سوى في ذلك بين الزوج ومن ذكر معه فاقتضى ذلك اباحة النظر الى مواضع الزينة لهؤلاء المذكورين
اسواسطے کہ اللہ تعالی نے اس باب میں خاوند کو اور جو اوسکے ساتھ آیت میں مذکور ہیں سب کو برابر کر دیا ہے یعنی ان لوگوں کو مواضع زینت پر نظر کرنی مباح ہے
كما هو للزوج والمراد من نسائهن المؤمنات قال ابن عباس رض ليس للمسلمة ان تتجرد بين نساء اهل الذمة ولا تبدي
جیسی خاوند کو جائز ہے اور مراد نسائہن سے مومنات ہیں ابن عباس رض کہتے ہیں مسلمہ کو جائز نہیں ہے کہ اہل ذمہ کی عورتوں میں ننگی ہووے اور نہ کافر عورت کو
للكافرة الا ماتري للاجانب الا ان تكون امة لها ان تظهر زينتها الباطنة للاجانب فانها ان اظهرتها لهم لا يكون لها
سواے وہ کہ ظاہر کرے جو اجنبی مرد کے لیے جائز ہے ہاں اگر لونڈی ہو تو اوسکو جائز ہے کہ اپنی باطنی زینت اجنبی مردوں سے ظاہر کردے لونڈی اگر باطنی زینت اجنبی مرد کو دکھاویگی تو حرام
حرمة كما روى عن ابي بكر الاعمش انه خرج الى بعض الرستاق وكانت النساء على شط النهر كاشفات الرؤس والذرع
نہیں ہے جیسا کہ ابوبکر اعمش سے روایت ہے کہ وہ کسی گاؤں میں گیا وہاں عورتیں نہر کے کنارہ پر سر ننگی اور بانہیں کھولے ہوئی تھیں
وهو جعل يخالطهن ولا يتحاشى عن النظر اليهن فقيل له كيف فعلت هذا فقال لا حرمة لهن انما اشك في ايمانهن
اور یہ اونکے ساتھ مل رہا تھا اور اونکے دیکھنے سے پرہیز نہیں کرتا تھا کسی نے اوس سے کہا تو نے یہ کیا کیا جواب دیا انکی حرمت نہیں ہے مجھکو انکے ایمان میں شک ہے
كلهن حربيات وروى عن عمر انه هجم في المدينة على نائحة رض فضربها بالدرة حتى سقط خمارها فقيل له يا امير المؤمنين
یہ تمام حربی عورتیں ہیں اور عمر رض سے منقول ہے کہ وہ مدینہ میں کسی نوحہ گر عورت کو جا پکڑا اور درہ سے اتنا مارا کہ اوڑھنی اوسکی گر گئی کسی نے کہا یا امیر المومنین
قد سقط خمارها فقال لا حرمة لها في الشريعة فقوله لا حرمة لها في الشريعة قيل معناه انها لما اشتغلت بما لا يحل
اسکی اوڑھنی اوتر پڑی ہے جواب دیا اسکی شریعت میں کچھ حرمت نہیں ہے پس اس عبارت سے کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ جب اس عورت نے ایسا کام کیا جو
في الشريعة اسقطت حرمتها والتحقت بالاماء فلا يلزم الاحتراز عن النظر اليها

المجلس التاسع والتسعون والمائة

شریعت میں حلال نہیں ہے تو اسنے اپنی حرمت آپ کھو دی لونڈیوں میں مل گئی سو اسکی دیکھنے کا احتراز ضروری نہیں ہے ‏ مجلس اس حدیث کی بیان میں

في بيان قوله عليه السلام استوصوا بالنساء خيرا

کہ عورتوں کی حق میں اچھی وصیت پکڑو آخر تک

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم استوصوا بالنساء خيرا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی باب میں اچھی وصیت پکڑو
فان المرأة خلقت من ضلع فان اعوج شيء في الضلع اعلاه فان ذهبت تقيمه كسرته وان تركته لم يزل اعوج
کیونکہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے بیشک پسلی میں ٹیڑھی جگہ اوپر کی ہے اگر تو اوسکو سیدھی کرتا ہے تو توڑ دیگا اور اگر ویسی حال پر رکھا تو ٹیڑھی رہیگی
هذا الحديث منه رواه ابو هريرة ومعنى الاستيصاء قبول الوصية فكانه عليه السلام قال اني اوصيكم بالنساء
یہ حدیث یقینا آپ کا ہے ابو ہریرہ کی روایت ہے اور معنی استیصاء کی وصیت قبول کرنی سو گویا نبی علیہ السلام نے یہ فرمایا میں تمکو عورتوں کی باب میں
خيرا فاقبلوا وصيتي فيهن واعملوا بهن خيرا ولا تغضبوا عليهن اذا فعلت فعلا غير مرضي عندكم مالم يكن فيه
اچھی وصیت کرتا ہوں انکی حق میں میری وصیت پوری کرو اور انکی ساتھ بھلائی کرو اور اگر تمہاری خلاف مرضی کوئی کام کریں تو اونپر غصہ مت کرو جبتک اوس میں
اثم فانهن خلقن من شيء اعوج وهو الضلع لما ثبت في الاخبار ان اول النساء وهي حوا خلقت من ضلع آدم النبي
گناہ ہو کیونکہ عورتیں ٹیڑھی چیز سے پیدا ہوئی ہیں یعنی پسلی سے اسلئے کہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ پہلی عورت یعنی حوا آدم نبی علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئی ہے
كما قال الله تعالى خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها فيكون في هذا الحديث اشارة الى المرأة خلقت
چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے بنایا تمکو ایک جان سے اور اوسی سے بنایا اوسکا جوڑا سو اس حدیث میں اشارہ ہے کہ عورت کی پیدایش ہے

فيه اعوجاج لا يستطيع احد ان يقيمها ويغيرها عما خلقت عليه فلا ينكر اعوجاجها لانها من ابتداء خلقتها
کہ جسمین کجی ہی کسیکی یہ طاقت نہین ہی کہ اوسکو سیدہی کردی یا اوسکی عادت بدلدی سو اوسکی کجی بری نہین ہی کیونکہ ابتداء پیدایش
واصل فطرتها ركب فيها الاعوجاج فلا يمكن الانتفاع بها الا بمداراتها والصبر على اعوجاجها اذ لو شرعت ان تقيمها
اور اصل فطرت سی عورت کی ذات مین کجی داخل ہی سو عورت سی منفعت حاصل کرنی بدون مدارات کی اور اوسکی کجی پر صبر کرنیکی نہین ہوگی اسلئی کہ اگر تو اوسکو راست
وتجعلها مستقيمة في افعالها واقوالها لا يمكنك الانتفاع بها بل يؤدي الى كسرها وهو طلاقها فلما علم من هذا
درست کیا چاہی اور تمام افعال اور اقوال مین سیدہی بنادی تو ممکن نہین کہ تو اوس سی نفع لی سکی بلکہ آخر کو ٹوٹ جاویگی یعنی طلاق ہوگی پہر جب اس حدیث سی عورتون
الحديث حال النساء في ابتداء خلقتهن لزم للرجل حسن المعاملة معهن ورعاية حقوقهن والانفاق عليهن بالمعروف
کی ابتداء پیدایش کا حال معلوم ہوا تو مرد کو لازم ہی کہ انکی ساتھ معاملہ نیک اور حقوق کی رعایت کیا کری اور انکا خرچ اچھی طرح دیا کری
اذ قال الفقهاء يجب على الرجل نفقة زوجته سواء دخل بها او لم يدخل بها وسواء مسلمة او ذمية او فقيرة او غنية
اسواسطی کہ فقہاء کہتی ہین کہ خاوند پر بی بی کا خرچ واجب ہی خواہ وطی کی ہو یا نہ کی ہو اور برابر ہی کہ وہ مسلمہ ہو یا ذمیہ ہو یا کنگال ہو یا تونگر
لان غناءها لا يبطل حقها في النفقة سواء كانت كبيرة او صغيرة قابلة للوطي وان لم تكن قابلة للوطي لا يجب عليه
اسلئی کہ تونگری سی اوسکا حق نفقہ کا باطل نہین ہوتا خواہ بالغہ ہو یا نابالغہ قابل وطی کی ہو اور اگر قابل وطی کی نہو تو خرچ واجب نہین
نفقتها والنفقة الواجبة الطعام والكسوة والسكنى على ما روي عن هشام انه قال سألت محمدا عن النفقة فقال هي الطعام
ہی اور نفقہ واجب کہانا ہی اور کپڑا اور رہنی کا گہر موافق روایت ہشام کی کہ وہ کہتا ہی مین نی محمد سی مقدار نفقہ کی پوچہی جواب دیا کہانا
والكسوة والسكنى اما الطعام فالدقيق والماء والحطب والملح والدهن فان قالت المرأة لا اطبخ ولا اخبز قال قاضيخان في
اور کپڑا اور رہنیکا گہر کہانی مین تو آٹا اور پانی اور ایندہن اور نمک اور روغن پہر اگر بی بی کہی کہ مین سالن روٹی نہین پکاتی تو قاضیخان اپنی
فتاواه لا تجبر على الطبخ والخبز بل على الرجل ان يأتيها بطعام مهيئا او يأتيها من يعمل لها عمل الطبخ والخبز هذا في القضاء و
فتاوی مین کہتی ہین سالن روٹی پکانی پر زبردستی نہین ہی مگر خاوند کا ذمہ ہی کہ پکا پکایا تیار کہانا حاضر کری یا ایسا آدمی دی کہ اوسکی لئی سالن روٹی تیار کر دیا کری
اما في الديانة فيجب عليها ان تفعل كل خدمة في داخل الدار من الطبخ والخبز وغسل الثياب وغيرها حتى لو لم تفعل شيئا
اور رہی دیانت سو عورت کو واجب ہی کہ گہر کی اندر کی تمام کاروبار سالن روٹی پکانا کپڑی دہونی وغیرہ سب کیا کری اگر کچہہ بہی نہ کیا کریگی
منها تكون اثمة وان لم تجبر عليها وان كان لها خادم يجب على زوجها نفقة خادمها ان كان الخادم يطبخ ويخبز لان نفقته
تو گنہگار ہوگی اگرچہ اوسپر کچہہ زور نہین ہی اور اگر بی بی کی پاس کوئی خادم ہو تو خاوند پر اوس خادم کا خرچ بہی واجب ہی اگر وہ خادم سالن روٹی پکاتا ہو اسلئی کہ
في مقابلة خدمته واذا لم يطبخ ولم يخبز لا يجب عليه نفقته بخلاف المرأة فان نفقتها ليست في مقابلة الخدمة بل في
اسکا خرچ بعوض خدمت کی ہی اور اگر سالن روٹی نہ پکاوی تو اوسکا خرچ واجب نہین برخلاف عورت کی کیونکہ بی بی کا خرچ کچہہ خدمت کی بدلہ نہین ہی بلکہ
مقابلة الاحتباس فقد حبست نفسها لحق زوجها فكانت نفقتها على زوجها وينبغي ان يوسع عليها في النفقة اذا وسع الله
رک رہنی کی بدلہ ہی سو وہ اپنی تئین خاوند کو دی چکی اب اوسکا خرچ خاوند کی ذمہ ہی اور لایق ہی کہ جب اللہ تعالی خاوند کو وسعت دی تو عورت کا خرچ
تعالى عليه ويعتدل فيها بلا تقتير ولا اسراف اذ قال الله تعالى كلوا واشربوا ولا تسرفوا واهم ما يجب عليه ان يطعمها من
بہی بڑہا دی اور بدون کمی زیادتی کی اعتدال پر رکہی اسلئی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہاؤ اور پیو اور مت اوڑاؤ اور ضروری خاوند پر یہہ ہی کہ اوسکو
الحلال ولا يدخل مداخل السوء لاجل نفقتها فان ذلك خيانة عليها لا رعاية لحقها وينبغي له ان يأمرها بالتصدق
حلال کہانا کہلاوی اور اوسکی خرچ کی لئی برا طریقہ یعنی چوری چکاری سا اختیار کری کیونکہ یہہ اوسکی حق تلفی ہی اوسکی حق کی رعایت نہین ہی اور خاوند کو چاہئی کہ اجازت دیدی
ببقايا الطعام وما يفسد لو ترك واما الكسوة فقدر تقديرها محمد بدرعين وخمارين وملحفة في كل سنة والمراد بالدرع
بچا کہانا اور ایسی چیز جو رکہی رکہی بگڑ جاوی خیرات کر دیا کری اور کپڑی کا اندازہ امام محمد نی یہہ کیا ہی کہ دو کرتی اور دو اوڑہنی اور ایک چادر ہر سال اور مراد کرتی

والخمار صيفيا وشتويا فالصيفي ما يكون رقيقا يصلح في زمان الحر والشتوي ما يكون ثخينا يصلح لدفع البرد ولم يذكر
اور دوپٹہ بھی گرمی جاڑے کی ہیں گرمی کا باریک ہو جو گرمیوں میں کام آوے اور جاڑے کا وہ جو گاڑھا ہو جس میں سردی دور ہو اور موزے
الخف والكعب لأن ذلك إنما يحتاج إليه للخروج وليس على الزوج تهيئة أسباب الخروج ولم يذكر السراويل ولا بد منه في الشتاء
اور جوتی کا ذکر نہیں کیا اسلئے کہ انکی حاجت باہر جانیکے لئے ہوتی ہے اور خاوند کے ذمہ نہیں ہے کہ باہر پھرنیکا سامان تیار کیا کرے اور ازار کو بھی ذکر نہیں کیا اور ازار جاڑے میں
حتى قال قاضيخان في فتاواه هذا في عرفهم وأما في ديارنا فيجب السراويل وثياب أخر كالجبة والفراش الذي تنام عليه
ضرور چاہیئے یہاں تک کہ قاضی خان نے اپنی فتاوی میں کہا ہے یہہ انکا چلن ہے اور ہمارے ملک سو ازار بھی واجب ہے اور اور کپڑے جیسے جبہ اور بچھونا جسپر سووے
واللحاف وما يدفع الحر والبرد ويجب لخادمها قميص وإزار وكساء وخف لأنها تحتاج إلى الخروج للمصالح الخارجة من الرسالة
اور لحاف اور اسی جس سے گرمی جاڑا دفع ہو اور خادم کی واسطے قمیص اور ازار اور چادر اور جوتی واجب ہے کیونکہ خادم کو باہر کی کار بار کی واسطے باہر جانے کی حاجت ہے
إلى الأبوين ونحو ذلك ولا يجب لها الخمار لأن شعرها ليس بعورة وأما السكنى فحقها في الدار بيت على حدة تأمن على متاعها
جیسے بیبی کے ماں باپ کی پاس بھیجنا اور مانند اسکی اور اسکی لئے اوڑھنی واجب نہیں ہے کیونکہ اسکی سر کے بال عورت نہیں ہیں اور رہنے کا گھر سو اسکا حق احاطہ کے اندر الگ کوٹھا ہے کہ اپنی چیز کی
ولا تستحي عن غيرها في معاشرة زوجها فإن كان للزوج أحماء من والدة أو أخت أو ولد من غيرها فقالت اجعلني في بيت على
فکر نہ ہو اور خاوند کی ساتھ رہنے میں غیر سے حیا نہ آوے پھر اگر خاوند کی اقربا ہوں بھائی بہن ہو یا اور بیبی کی اولاد ہو اور بی بی کہے مجھکو اور گھر تجویز کر دے
كان لها ذلك لأنها لا تأمن على متاعها وتستحي عن المعاشرة مع زوجها إن كان البيت في الدار واحدا وإن كان متعددا
تو بی بی کا حق ہے اسلئے کہ چیز بست کا ڈر رہتا ہے اور خاوند کی ساتھ رہنے میں حیا آتی ہے اگر وہ کوٹھا احاطہ میں ایک ہی ہووے اور اگر کئی کوٹھے ہوں
فأعطاها بيتا يغلق ويفتح لم يكن لها أن تطلب بيتا آخر إن لم يكن في الدار من أحماء الزوج من يؤذيها إلا أن يكون
اور اسکو ایسا کوٹھا حوالہ کیا جسمیں کھولنے بند کرنیکا بلا شرکت اختیار ہو تو اب اسکا حق نہیں کہ اور گھر مانگے اگر اوس احاطہ میں خاوند کی بہائی بند ستانیوالے نہوں مگر اوس صورت
الزوج يضربها ويؤذيها فشكت إلى القاضي وسئلت أن يسكنها بين قوم صالحين يعرفون إحسانه وإساءته فالقاضي
کہ خاوند اسکو مارتا اور ستاتا ہو اور وہ قاضی کی ان فریاد کر کر یہہ کہے کہ مجھکو ایسی صالح قوم میں مکان دے کہ اسکی بھلائی برائی دیکھتے رہیں پھر قاضی کو
إن علم أن الأمر كما قالت يزجره عن ذلك ويمنعه عن التعدي وإن لم يعلم أن الأمر كما قالت ينظر إلى جيران الدار فإن كا
اگر یقین ہو کہ عورت سچی ہے تو خاوند کو دھمکا دے اور تعدی سے منع کر دے اور اگر یقین نہو کہ عورت سچی ہے تو اوسکے گھر کے ہمسایوں کو دیکھے اگر وہ
قوما صالحين يسئلهم عن هذا الأمر كما قالت فإن قالوا إن الأمر كما قالت يزجره عن ذلك ويمنعه عن التعدي وإن قا
قوم صلحا ہوں تو ان سے یہہ حال جو عورت بیان کرتی ہے دریافت کرے پھر اگر وہ گواہی دیں کہ عورت سچی ہے تو خاوند کو دھمکا دے اور تعدی سے منع کر دے اور اگر وہ
ليس الأمر كما قالت يتركها في تلك الدار وإن لم يكونوا قوما صالحين أو كانوا يميلون إليه يأمره أن يسكنها بين قو
ہمسایہ کہیں کہ عورت سچی نہیں ہے تو اوسی گھر میں رہنے دے اور اگر وہ ہمسایہ صلحا نہیں ہیں یا خاوند کی طرفدار ہوں تو اوسکو حکم دے کہ اس عورت کو صلحا میں
صالحين يخبرونه بإحسانه وإساءته إذ لا يجوز للرجل أن يتعدى في حق النساء لما روي أنه عليه السلام قال ا
مکان بنا دے کہ وہ بھلے برے کی خبر کیا کریں اسلئے کہ مرد کو جائز نہیں ہے کہ عورتوں کی حق میں تعدی کرے اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا عورتوں کی باب
الله في النساء فإنهن عوان عندكم أخذتموهن بعهد الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله فإنه عليه السلام حذ
اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو بیشک عورتیں تمہاری مددگار ہیں تم نے انکو اللہ کی عہد سے لیا ہے اور اللہ کی کلمہ سے انکی فروج حلال کی ہیں بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں
أمته في هذا الحديث عن سوء العشرة مع نسائهم لأن قوله عليه السلام الله الله في النساء بمنزلة أن يقال اتقوا الله في
اپنی امت کو عورتوں کی ساتھ بد معاشگی سے ڈرایا ہے اسلئے کہ قول علیہ السلام اللہ اللہ فی النساء بمنزلہ اس قول کے ہے عورتوں کی باب میں اللہ سے ڈرو
أمر النساء فلا تؤذوهن بالباطل لكونهن في أيديكم كالأسارى بل عاشروهن بالمعروف كما قال الله تعالى وعاشروهن
سو انکو ناحق نہ ستاؤ کیونکہ وے تمہاری قابو میں قیدیوں کی مثال ہیں بلکہ انکی ساتھ خوبی سے گذران کرو چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے اور گذران کرو

بالمعروف فانكم اخذتموهن بعهد الله الذي عهد اليكم من الرفق بهن والشفقة عليهن واستحللتم فروجهن

معقول کیونکہ تمنے انکو اللہ کی عہد پر لیا ہے جو کہ اللہ تعالی نے اونکی ساتھ نرمی کا اور اون پر شفقت کا تمسے عہد کیا ہے اور تمنے اونکی فروج کو اللہ کی

بامر الله تعالى وحكمه فان نقضتم عهده الذي عهد اليكم في حقهن وخنتم في امانته ينتقم منكم لهن

حکم سے حلال کیا ہے پھر اگر تمنے اللہ کا عہد توڑا جو تمہارے ساتھ اونکی حق میں کیا ہے اور اوسکی امانت میں خیانت کی تو اللہ تمسے اونکا بدلہ لیگا

وذلك لانهن اماء الله تعالى فمن تزوجهن بامر الله تعالى وحكمه تكن عنده امانة ووديعة من الله تعالى

اور یہہ اسلئے کہ عورتیں اللہ کی لونڈیاں ہیں پھر جسنے انکو اللہ تعالی کے حکم سے اپنا جوڑا بنایا تو وہ اوسکے پاس اللہ تعالی کی امانت اور سپردگی ہیں

فاذا اذاهن بالباطل ولم يعاشرهن بالمعروف يصير كانه نقض عهده تعالى وخان في امانته فينتقم منه لهن

پھر جسنے اونکو ناحق ستایا اور خوبی سے گذران نکی تو گویا اوسنے اللہ کا عہد توڑ دیا اور اوسکی امانت میں خیانت کی سو اللہ اوس سے اونکا بدلہ لیگا

فعلى هذا يلزم للرجل حسن الخلق معهن واحتمال الاذى منهن وعدم الالتفات الى بعض معايبهن ما لم يكن اثما

اس بیان کی موافق مرد کو لازم ہے کہ اونکی ساتھ نیک چلن برتے اور اونکی ایذا کی برداشت کرے اور بعضے عیبوں پر ترحم کی راہ سے جب تک گناہ نہوں توجہہ نکرے

ترحما عليهن لقصور عقولهن وقد كان بعض العلماء يقول الاحتمال على اذى واحد من المراة فهو في الحقيقة احتمال

کیونکہ کم عقل ہوتی ہیں اور بعضے علما کا قول ہے کہ عورت کی ایک ایذا پر برداشت کرنی حقیقت میں بہت سی ایذاؤں کی برداشت ہے

على اذية كثيرة اذ في ذلك الاحتمال الواحد نجاة الولد من اللطمة والقدر من الكسر والثوب من الخرق بل ينبغي له ان

کیونکہ ایک برداشت کرنے میں فرزند کی نجات طمانچہ کہانے سے ہے اور ہانڈی کی نجات ٹوٹنے سے ہے اور کپڑے کی نجات پھٹنے سے ہے بلکہ خاوند کو لازم ہے

يزيد على احتمال الاذى الملاعبة معهن فيلاعبهن بلا لغو فيه فان ملاعبة الرجل مع نسائه ليست من اللهو

کہ ایذا کی برداشت کرے اور اونکی ساتھ ملاعبت زیادہ کرے سو اونکی ساتھ وہ کھیل کیا کرے جسمیں گناہ نہو بیشک ملاعبت خاوند کا بی بی کی ساتھ لہو باطل میں داخل

الباطل الذي نهي عنه في الدين بل هي من اللهو الجائز الذي رخص فيه في الدين فانه عليه السلام كان يمزح مع

نہیں ہے جسکی دین میں ممانعت ہے بلکہ یہہ لہو جائز ہے جسکی دین میں اجازت ہے کیونکہ نبی علیہ السلام ازواج کی ساتھ خوش طبعی کیا کرتی تہی

نسائه وينزل الى درجة عقولهن حتى روي انه عليه السلام كان يسابق مع عائشة في العدو وجاء في الخبر انه

اور اونکی ہی موافق ہنجاتی تہی یہاں تک کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام حضرت عائشہ کی ساتھ شرط کر کر دوڑتی اور حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام

كان من افكه الناس مع نسائه اي من اطيبهم وامزحهم معهن وروي انه عليه السلام قال خيركم خيركم لاهله

ازواج کی ساتھ زیادہ ظرافت کرتی یعنی اونکی ساتھ بہت خوش طبعی اور بہت مزاح فرماتی اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم میں اچہا وہ ہے جو اپنی بی بی کے

وفي حديث اخر انه عليه السلام قال اكمل المؤمنين ايمانا احسنهم خلقا والطفهم باهله لكن لا ينبغي له ان ينبسط

اچہا ہو اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا سب مؤمنوں میں کامل ایمان والا وہ ہے جو اپنی اہل کی ساتھ نیک خلق اور لطف برتے لیکن ایسا نچاہیے

معهن في حسن الخلق والملاعبة الى حد يفسد خلقهن ويسقط بالكلية هيبته عندهن بل يراعي الاعتدال في

کہ اونکی ساتھ اس درجہ کا حسن خلق اور ملاعبت برتے کہ اونکی عادت بگڑ جاوے اور اونپر سے سراسر ہیبت جاتی رہے بلکہ اس باب میں اعتدال کا لحاظ رکہے

ذلك فلا يدع الهيبة والانقباض مهما راى منهن منكرا ولا يفتح باب المساعدة البتة بل مهما راى منهن ما يخالف الشرع

سو ہیبت اور دباؤ موقوف نکرے اگر اونسے کچہ بری بات دیکہے تو دروازہ امداد کا بالکل نکہولے بلکہ اونسے جب کوئی امر خلاف شرع دیکہے

يتغضب لان الله تعالى جعله قواما عليهن حيث قال الرجال قوامون على النساء فيلزمه ان يقوم عليهن بالامر والنهي

تو غصہ کرے کیونکہ اللہ تعالی نے مرد کو عورتوں پر حاکم بنایا ہے چنانچہ فرمایا ہے مرد حاکم ہیں عورتوں پر سو مرد کو لازم ہے کہ اونپر حکومت کی ساتھ قایم رہے

ولا يتغافل عن مبادي الامور التي يخشى غوائلها بل ينبغي له ان يكون صاحب غيرة لكن لا يبالغ في التعنت واساءة

اور ایسی کام کی مبادی سے غفلت نکرے جسکی بد انجامی کا خوف ہو بلکہ یوں چاہیے کہ غیرت کی ساتھ رہے لیکن نہایت درجہ کی عیب جوئی اور بد گمانی

الظن وتتبع لبواطن اذ روی انه علیه السلام نهی ان تتبع عورات النساء وفی لفظ ان یتعنت النساء فان غیرة
اور باطن کی تفتیش کرنی مکروہ ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیه السلام نے عورتوں کی چھپی باتوں کی تلاش سے منع فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ عورتوں کی عیب جوئی کریں

الرجل علی اهله من غیر ریبة یبغضها الله تعالی کما جاء فی الحدیث انه علیه السلام قال غیرة یبغضها الله تعالی
کیونکہ مرد کی غیرت اپنی بی بی پر بدون وقوع شبہ کی اللہ تعالی کو ناپسند ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیه السلام نے فرمایا ایک غیرت ہے کہ اللہ تعالی کو ناپسند ہے

وهی غیرة الرجل علی اهله من غیر ریبة لان ذلك من سوء الظن الذی وقع النهی عنه وان بعض الظن اثم واما الغیرة
یعنی مرد کی غیرت بی بی پر بدون شبہ کی کیونکہ یہ بدگمانی ہے جس کی ممانعت واقع ہوئی ہے بیشک بعض گمان گناہ ہیں اور وہ جو غیرت

فی محلها واللائق منها وهی ممدوحة لما روی انه علیه السلام قال ان الله یغار وان المؤمن یغار وغیرة الله ان یاتی
جو ٹھیک موقع پر ہو وہ ممدوح ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیه السلام نے فرمایا بیشک اللہ غیرت کرتا ہے اور مومن غیرت کرتا ہے اور اللہ کو غیرت آتی ہے

المؤمن ما حرمه الله علیه وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال انی لغیور وما امرء لا یغار الا منکوس القلب والطریق
کہ مومن حرام کام عمل میں لاوے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیه السلام نے فرمایا میں بڑا غیرت والا ہوں اور کوئی شخص ایسا نہیں کہ غیرت نہ کرے مگر الٹے دل اور وہ طریق

المغنی عن الغیرة ان لا یدخل علیهن رجل ولا یخرجن الی الطرقات یعد من عدم الغیرة فیلزم للرجل ان یمنع زوجته
کہ غیرت ہی سے بچا دے یہ ہے کہ کوئی مرد ان کے پاس نہ آنے پاوے اور عورتیں باہر رستہ پر نہ نکلیں کیونکہ عورتوں کا رستہ پر جانا بے غیرتی ہے تو مرد کو لازم ہے کہ

عن الخروج من البیت ولا یاذن لها بالخروج الا فی مواضع مخصوصة وهی ما قال صاحب الخلاصة نقلا عن مجموع النوازل
بی بی کو گھر سے نکلنے نہ دے سوا کسی خاص جگہ کی نکلنے کی اجازت نہ دے وہ جگہیں جو خلاصہ والے نے مجموع النوازل سے نقل کی ہیں

یجوز للزوج ان یاذن لها بالخروج الی سبعة مواضع زیارة الابوین وعیادتهما وتعزیتهما او احدهما وزیارة المحارم
خاوند کو جائز ہے کہ بی بی کو سات جگہ جانے کی اجازت دے ماں باپ کی ملاقات کو اور بیمار پرسی کو اور دونوں کی یا ایک کی تعزیت کو اور محرموں کی ملاقات کو

وبعد بیان هذه السبعة قال فان کانت قابلة او غسالة او کان لها حق علی اخر او لاخر علیها حق تخرج بالاذن وبغیر الاذن
اور یہ سات جگہ بیان کر کر کہا پھر اگر وہ عورت دائی ہو یا مردہ شو یا اوس کا حق کسی پر ہو یا کسی کا حق اوس پر آتا ہو تو باجازت اور بلا اجازت چلی جاوے

وفیما عدا ذلك من زیارة الاجانب وعیادتهم والولیمة لا یاذن لها ولو اذن وخرجت کانا عاصیین والاذن قد
اور ایسی موقع کی سوا اجنبیوں کی ملاقات اور بیمار پرسی کو اور ولیمہ میں اجازت نہ دوے اور اگر خاوند نے اجازت دی اور وہ چلی گئی تو دونوں گنہگار ہونگے اور اجازت بعض

یکون بالسکوت وهو کالقول لان النهی عن المنکر فرض وان ارادت ان تخرج الی مجلس العلم بغیر رضی الزوج لیس لها
وقت خاموشی سے بھی ہو جاتی ہے اور یہ خاموشی مانند بولنے کی ہوتی ہے کیونکہ ممانعت بری بات سے فرض ہے اور اگر عورت چاہے کہ علم کی مجلس میں بدون مرضی خاوند کی

ذلك الا ان یقع لها نازلة وامتنع الزوج من السوال لها فحینئذ یسعها الخروج من غیر رضی الزوج لان طلب العلم فیما
تو اوسکو روا نہیں ہے الا اوس صورت میں کہ کوئی واقعہ پیش آوے اور خاوند پوچھ کر بتا دینے سے باز رہے تو بلا رضی خاوند کی جانے کی گنجایش ہے کیونکہ علم کی تلاش حاجت

یحتاج الیه فرض علی کل مسلم ومسلمة فیقدم علی حق الزوج وان سال الزوج من العالم واخبرها بذلك لا یسعها الخروج وان
کی وقت ہر مسلم مرد اور مسلمہ عورت پر فرض ہے سو فرض خاوند کی حق پر مقدم ہے اور اگر خاوند نے عالم سے پوچھ کر بتا دیا تو پھر باہر جانے کی گنجایش نہیں ہے اور اگر

لم یقع لها نازلة لکن ارادت ان تخرج الی مجلس العلم لتتعلم مسئلة من مسائل الوضوء والصلوة ان کان الزوج یحفظ المسائل
اوسکو کوئی واقعہ تو پیش نہیں آیا پر دل چاہتا ہے کہ مجلس علم میں جاوے تاکہ مسائل وضو اور نماز کی سیکھے پس اگر خاوند کو مسائل یاد ہیں

ویذکرها عندها فله ان یمنعها وان کان لا یحفظ فالاولی ان یاذن لها احیانا وان لم یاذن لا شیء علیه ولا یسعها
اور اوسکو سناتا بھی ہے تو اوسکو منع کرنیکا اختیار ہے اور اگر خاوند کو مسائل نہیں آتے تو اولی یہ ہے کہ کبھی کبھی اجازت دیا کرے اور اگر اجازت نہ دے تو اوس پر کچھ الزام نہیں ہے اور عورت کو

الخروج ما لم یقع لها نازلة وان خرجت من بیت زوجها بغیر اذنه یلعنها کل ملك فی السماء وکل شیء تمر علیه الا الانس والجن
جانا نہ چاہیے جبتک کوئی واقعہ پیش نہ آوے اور اگر بی بی خاوند کی گھر سے بلا اجازت چلی جاوے تو اوسپر تمام فرشتہ آسمان کی اور تمام شی جو رستہ میں آتی ہے لعنت کرتی

والحاصل ان خروجها من بيت زوجها بغير اذنه حرام عليها واذا خرجت باذنه تخرج خفية في هيئة رثة وتطلب

خلاصہ یہہ ہے کہ عورت کا خاوند کے گھر میں سے بے اجازت باہر نکلنا اوسپر حرام ہے اور اگر اجازت سے نکلے تو پوشیدہ بری ہیئت بنا کر نکلے اور ڈھونڈھے

المواضع الخالية دون الشوارع والاسواق ولا تخرج عطرة مزينة ولا تخرج بتقدم رجل في الطريق لما روي ان عمر رأى

رستہ سنسان جائے سڑک اور بازار میں کو نہ جاوے اور خوشبو لگاکر بن ٹھن کر نہ جاوے اور رستہ میں کسی مرد سے آگے نہ چلے کیونکہ روایت ہے کہ عمر رض نے ایک

امراة مع رجل يتحدثان في الطريق فضربهما بالدرة فقال الرجل هي امرأتي يا امير المؤمنين فقال له عمر لو كانت امرأتك

عورت کو مرد سے رستہ میں بات کرتے دیکھا دونوں کو درے مارے تو مرد نے کہا اے امیر المؤمنین یہ تو میری بی بی ہے عمر رض نے جواب دیا اگر میری بی بی تھی

فلم لم تدخلها في بيتك حتى لا يتهمك احد في الطريق ولا تخرج الى الحمام وان اذن لها زوجها لما روي عن عائشة انه عليه

گھر میں کیوں نہ بٹھائی تاکہ رستہ میں کوئی تجھ پر تہمت نہ لیتا اور عورت حمام میں نہ جاوے اگرچہ خاوند اجازت دیوے کیونکہ عائشہ رض سے روایت ہے کہ نبی علیہ

السلام قال الحمام حرام على نساء امتي فان اقتضت الضرورة الى دخولها في الحمام لعذر مرض والنفاس يشترط ان تدخل

السلام نے فرمایا میری امت کی عورتوں پر حمام حرام ہے پھر اگر حمام میں جانیکی کوئی ضرورت آلگے کسی مرض یا نفاس کی عذر سے تو یہہ شرط ہے کہ ننگی

غير عريانة ولا يكون فيه احد من النساء مكشوف العورة ولا تخرج بزينة فاذا لم يوجد واحد من هذه الشروط لا يحل لها

نہ جاوے اور وہاں کوئی عورت ننگی نہو اور سنگار کرکر نہ نکلے پھر اگر ایک بھی شرط نہ ہوویگی تو حمام میں جانا

الخروج الى الحمام وكذا لا يحل لها الخروج الى المقابر لما ذكر في نصاب الاحتساب ان القاضي سئل عن جواز خروج المرأة الى

حلال نہیں ہے اور ایسے ہی عورت کو گورستان میں جانا حلال نہیں ہے کیونکہ نصاب الاحتساب میں مذکور ہے کہ کسی نے قاضی سے پوچھا کہ عورت کو گورستان میں جانا

المقابر فقال لا تسئل عن الجواز في مثل هذا وانما تسئل عن مقدار ما يلحقها من اللعن فانها اذا نوت الخروج كانت في

جائز ہے یا نہیں جواب دیا ایسے مقام پر جواز کو کیا پوچھتا ہے یہ پوچھ کہ اوسپر کتنی لعنت برستی ہے کیونکہ وہ عورت جب ہی جانیکا ارادہ کرتی ہے تو اللہ تعالی

لعنة الله تعالى وملئكته واذا خرجت تحفها الشياطين من كل جانب واذا اتت القبر يلعنها روح الميت واذا رجعت

اور اوسکے فرشتوں کی لعنت میں رہتی ہے اور جب نکلتی ہے تو ہر طرف سے شیاطین گھیر لیتے ہیں اور جب قبر پر آتی ہے تو مردہ کی روح لعنت کرتی ہے اور جب پھرتی ہے

تكون في لعنة الله تعالى وملئكته حتى تعود الى منزلها وفي الخبر ايما امراة خرجت الى مقبرة يلعنها ملئكة السموت

تو اللہ تعالی اور اوسکے فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے جبتک اپنے گھر پہنچے اور ایک حدیث میں ہے جو عورت گورستان میں جاوے اوسپر ساتوں آسمان

السبع والارضين السبع وتمشي في لعنة الله تعالى وايما امراة دعت للميت بخير ولم تخرج من بيتها يعطيها الله تعالى

اور ساتوں زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں اور اللہ کی لعنت میں جاتی ہے اور جو عورت گھر میں بیٹھی ہوئی مردے کے لیے دعاء خیر کرتی ہے تو اوسکو اللہ تعالی

ثواب حجة وعمرة وعن سلمان وابي هريرة انه عليه السلام ذات يوم خرج من المسجد فوقف على باب داره فاتت فاطمة

حج اور عمرہ کا ثواب دیتا ہے اور سلمان اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام ایک روز مسجد میں سے نکل کر اپنے گھر کے دروازہ پر ٹھہر گئے وہیں فاطمہ آگئیں

فقال لها من اين جئت قالت خرجت الى منزلة فلانة التي ماتت فقال هل ذهبت قبرها قالت معاذ الله ان افعل

آپ نے پوچھا تو کہاں سے آئی عرض کیا میں فلانی عورت کے گھر گئی تھی وہ جو مرگئی ہے پھر آپ نے پوچھا کیا اوسکی قبر پر گئی تھی عرض کیا خدا کی پناہ میں ایسا کرتی

شيئا بعد ما سمعت منك فقال لو ذهبت قبرها لم تريحي رائحة الجنة وروي انه عليه السلام لما قدم المدينة

بعد اسکے کہ آپ سے سن چکی ہوں تو پھر فرمایا اگر تو اوسکی قبر پر جاتی تو جنت کی بو نہ سونگھ سکتی اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام جب مدینہ میں تشریف لائے

خرج الى جنازة فرأى النساء يتبعن فقال هل تحملن مع من يحمل فقلن لا فقال عليه السلام اتصلين مع من يصلي

تو ایک جنازہ کی ساتھ چلے دیکھا کہ عورتیں پیچھے چلی آتی ہیں آپ نے فرمایا کیا تم سب کے ساتھ جنازہ اوٹھاؤگی عرض کیا نہیں پھر آپ نے فرمایا کیا ساتھ نماز پڑھوگی

فقلن لا فقال انصرفن مازورات غير ماجورات فدل ذلك على ان المراة لا يباح لها تشييع الجنازة ولا الخروج الى المقبرة

عرض کیا نہیں پھر آپ نے فرمایا پھرو گنہگار ہوکر بے ثواب اس کا معلوم ہوا کہ عورت کو جنازہ کی ساتھ جانا مباح نہیں ہے اور نہ قبرستان میں جانا

بل لابد لها ان تكون قاعدة في قعر بيتها ملازمة لمغزلها من حين تزف الى زوجها الى ان تزف الى قبرها ولا تخرج من

بلکہ عورت کو یہ لازم ہے کہ گھر کے اندر بیٹھی ہو چرخہ کاتا کرے جب سے کہ خاوند کے پاس آئی ہے جب تک کہ گور میں جاوے گی اور گھر سے باہر

بيتها بغير اذن زوجها قال ابن الهمام وحيث ابيح لها الخروج فانما يباح بشرط عدم الزينة وتغيير الهيئة الى ما لا يكون

بدون اجازت خاوند کے نہ نکلے ابن الہمام کہتے ہیں عورت کو جہاں جانا مباح ہے تو اس شرط سے کہ سنگار نہ کرے اور ایسی ہیئت بنا لے کہ اوس پر مردوں کی

داعيا الى نظر الرجال واستمالتهم اذ قال الله تعالى ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى والتبرج على ما ذكر في الصحاح اظهار

نظر کی رغبت اور میلان نہ ہووے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اور دکھاتی نہ پھرو جیسی دکھاتی تھیں پہلے وقت نادانی کا اور تبرج کے معنی مطابق ما فی صحاح کے

المرأة زينتها ومحاسنها للرجال وكان ذلك عادة نساء اهل الجاهلية الاولى وهي على ما قيل ما بين آدم ونوح عليهما السلام فنهى

دکھانا عورت کا اپنا سنگار اور خوبی مردوں کو اور جاہلیت اولی میں عورتوں کی یہ عادت تھی اور جاہلیت اولی موافق ایک قول کے آدم علیہ السلام سے نوح علیہ

الله المؤمنات عن التشبه بهن وامرهن بالقرار في بيوتهن فان المرأة كلما كانت مخفية من الرجال يكون دينها اسلم لما

السلام تک ہے سو اللہ تعالی نے مومنہ عورتوں کو اون کی مشابہت سے منع کیا اور اونکو حکم دیا کہ اپنے گھروں میں بیٹھی رہو کیونکہ عورت جب تک مردوں سے پوشیدہ رہیگی اوسکا دین

روي انه عليه السلام قال لابنته فاطمة اي شيء خير للمرأة قالت ان لا ترى رجلا ولا يراها رجل فاستحسن قولها

سلامت رہیگا اسلئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی بیٹی فاطمہ سے پوچھا عورت کے حق میں کیا بہتر ہے عرض کیا وہ مرد کو دیکھے اور نہ مرد اوسکو دیکھے سو آپ نے اونکا قول

وضمها اليه وقال ذرية بعضها من بعض وكان اصحاب النبي عليه السلام يسدون الثقب والكوى في الحيطان لئلا

پسند کر کر سینے سے لگا لیا اور فرمایا اولاد ایک کی ایک سے ہے اور نبی علیہ السلام کے اصحاب دیواروں کے سوراخ اور روشندان بند کر دیا کرتے تھے تاکہ

تطلع النساء على الرجال ورأى معاذ امرأته تطلع في كوة فضربها فينبغي للرجل ان يفعل كذلك ويمنع امرأته عن مثل ذلك

عورتیں مردوں کو نہ جھانکیں اور معاذ نے اپنی بی بی کو روشندان سے جھانکتی ہوئی دیکھ لیا تو اوسکو خوب مارا سو مرد کو بھی لازم ہے کہ ایسا ہی کیا کرے اپنی بی بی

ثم انهم ان كان في قلبها بدعة يزيلها ويلقنها اعتقاد اهل السنة والجماعة ويعلمها من احكام الصلوة والحيض والنفاس

منع کرے پھر اگر عورت کے دل میں کوئی بدعت ہو تو اوسکو دفع کرے اور اوسکو عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ کا تلقین کرے اور مسائل نماز کے اور حیض اور نفاس کی

ما تحتاج اليه وان تساهلت في امر الدين او كانت تاركة للصلوة يؤدبها لكن يتدرج في تاديبها فيقدم اولا الوعظ والتخويف

اور جو حاجت پڑتی ہو سب سکھا دیوے اور اگر دین کی بات میں سستی کرتی ہو یا بے نماز ہو تو ادب دیوے لیکن ادب دینے میں آہستگی سے پہلے تو زبانی پند دے اور ڈرا

بالله تعالى وان لم ينجع يولي اليها ظهره في المضجع او ينفرد عنها بالفراش ويهجرها ثلث ليال وان لم ينجع يضربها ضربا

دے اگر باز نہ آوے تو سونے میں غصہ سے اوسکی طرف پشت کر دے یا اوس سے جدا سووے اور تین رات تک اوس سے الگ رہے اگر پھر بھی نہ مانے تو اتنا مارے

غير مبرح بحيث يولمها ولا يكسر عظمها ولا يدمي جسمها ولا يضرب وجهها لورود النهي عنه فان لم ينجع يطلقها كما

کہ بہت سوٹی ایسا کہ درد تو ہو اور ہڈی نہ ٹوٹے اور اوسکا بدن سے لہو نہ بہہ جاوے اور منہ پر نہ مارے اسکی ممانعت آئی ہے اگر اب بھی نہ مانے تو طلاق دیدے چنانچہ

قال قاضيخان في فتاواه رجل له امرأة لا تصلي يطلقها وان لم يكن له مال يوفيها مهرها وقال البزازي لان يلقى الله

قاضیخان نے اپنی فتاوی میں کہا ہے ایک شخص کی بی بی بے نماز ہو تو اسکو طلاق دیدے اگرچہ خاوند کے پاس اتنا مال نہو کہ مہر پورا کر دے اور بزازی کہتا ہے اگر مرد مہر

ومهرها في عنقه اولى من ان يطأ امرأة لا تصلي وقد مدح الله تعالى اسماعيل النبي عليه السلام بقوله وكان يامر

گردن پر لیکر اللہ کے سامنے جاوے تو اس سے بہتر ہے کہ عورت بے نماز سے وطی کرے اور بیشک اللہ تعالی نے اسمعیل نبی علیہ السلام کی اس آیت میں مدح کی ہے اور حکم کرتا تھا

اهله بالصلوة والزكوة وقالوا حمل اهل بيته على الصلوة سبب لانفتاح باب الرزق وقال صاحب الخلاصة للزوج ان

اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوة کا اور کہتے ہیں کہ اہل بیت کو نماز پر مستعد کرنے سے دروازہ روزی کا کھلتا ہے اور خلاصہ والا کہتا ہے خاوند کو اختیار ہے کہ

يضرب المرأة على اربع احديها الخروج عن منزله بغير اذنه بعد ايفائه مهرها والثانية ترك الزينة اذا اراد الزوج الزينة

عورت کو چار بات پر مارے ایک تو یہ کہ بے اجازت گھر سے نکلے جب کہ اوسکا مہر ادا کر چکا ہو اور دوسری سنگار نہ کرنی پر اگر خاوند کو دل سنگار کو چاہے

والثالثة ترك الاجابة اذا اراد الزوج الجماع وهي طاهرة والرابعة ترك الصلوة وبمنزلة ترك الصلوة ترك الغسل
اور تیسری کہا نہ ماننی ہر جس وقت خاوند جماع کی رغبت کری اور وہ عورت پاک ہی ہو اور چوتھی نماز کو چھوڑنا اور جنابت اور حیض سی غسل نہ کرنا بھی قائم

عن الجنابة والحيض ثم انه ان اراد ان يتزوج اخرى وعلم انه يعدل بينهما يجوز له ذلك لكن ان لم يفعل فهو اجود
مقام ترک صلوۃ کی ہی پھر اگر خاوند دوسرا نکاح کیا چاہی اور یقین کرتا ہو کہ دونوں میں عدالت کریگا تو جایز ہی لیکن اگر نکاح نہ کریگا تو خوب ہوگا

لترك ادخال الغم عليها لا سيما عند كونها امرأة صالحة فان صلاحها نعمة عظيمة لا يكاد فيها شكر وان خاف ان لا يعدل
کیونکہ بی بی کو غم سی بچایا خاص اس صورت میں کہ بی بی صالحہ ہو کیونکہ اوسکا تقوی بڑی نعمت ہی اسکا شکر ادا نہیں ہو سکتا اور اگر یہ خوف ہو کہ عدالت

بينهما لا يجوز ان يفعل ذلك لان الله تعالى وان جعل له ذلك حلالا بقوله فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلث
نہ کرسکوں گا تو جایز نہیں کہ دوسرا نکاح کری اسلئے کہ اللہ تعالی نی اگرچہ اوسکو حلال تو کیا ہی اس آیت میں سو نکاح کرو جو تمکو خوش آویں عورتیں دو دو اور تین تین

وربع الا انه تعالى عقيب ذلك قال فان خفتم الا تعدلوا فواحدة فان من كانت له امرأتان او اكثر يجب عليه
اور چار چار پر اللہ تعالی نی اوسکی بعد فرمایا ہی پھر اگر تمکو ڈر ہو کہ عدالت نہ کروگے تو بس ایک ہی بیشک جسکی پاس دو عورتیں ہوں یا زیادہ تو اوسپر واجب ہی

ان يقسم ويعدل بينهن سواء كان صحيحا او مريضا فيكون عند كل واحدة منهن يوما وليلة او ليلة او ايام ولياليها
کہ اون میں برابر قسم اور عدالت کری برابر ہی کہ خواہ چنگا ہو یا بیمار پھر اون میں سی ہر ایک کی پاس ایک دن رات یا تین دن تین رات رہا کری

ولا يقيم عند احديهن اكثر من ذلك الا باذنهن والثيب والبكر والمراهقة والبالغة والعاقلة والمجنونة والمسلمة
اور کسیکی پاس اس سی زیادہ نہ ٹھیرا کری ہاں اونکی اجازت سی مضائقہ نہیں اور رانڈ اور کنواری اور قریب بلوغ اور بالغہ اور ہوشیار اور باولی اور مسلمہ

والكتابية والصحيحة والمريضة سواء كانت الجديدة بكرا او ثيبا فانه ان قام عند الجديدة ثلثة ايام او سبعة
اور کتابیہ اور تندرست اور بیمار سب برابر ہیں اگرچہ نئی باکرہ ہو یا رانڈ بیشک اگر خاوند نئی کی پاس تین دن یا سات دن رہی

ايام يقيم عند العتيقة مثل ذلك ولا يميل الى بعضهن لما روي انه عليه السلام قال من كانت له امرأتان فمال الى
تو قدیمی کی پاس بھی اوتنا رہی اور بعضی کی طرف زیادہ میلان نہ کری اسلئے کہ نبی علیہ السلام نی فرمایا ہی جسکی پاس دو عورتیں ہوں پھر ایک کی طرف

احديهما جاء يوم القيمة واحد شقيه ساقطة يعني ان احد جنبيه يكون مجروحا ساقطا بحيث يراه اهل العرصات
رغبت کری تو قیامت کی دن ایسی حالت میں آویگا کہ اوسکی ایک جانب گری ہوئی ہوگی یعنی اوسکی کروٹ ایسی زخمی گری ہوئی ہوگی کہ اہل عرصہ دیکھینگی

ليكون له هذا زيادة في التعذيب فان الافتضاح اشد العذاب لكن ينبغي ان يعلم ان القسم والعدل انما يجب
تاکہ یہ رسوائی اور زیادہ عذاب ہو کیونکہ رسوائی میں سخت تر عذاب ہوتا ہی لیکن یاد رکھنی کی بات ہی کہ قسم اور عدالت یہ ہی حرج دیتی ہیں

في العطاء والمبيت دون الحب والوقاع لان الحب لا يدخل تحت الاختيار والوقاع يبتني على النشاط فلا يقدر على التسوية
اور سونی میں واجب ہی محبت میں اور جماع میں واجب نہیں اسلئے کہ محبت اختیاری نہیں ہوتی اور جماع نشاط دلی پہ موقوف ہی اسمیں برابری کی قدرت نہیں

فيهما لما روي انه عليه السلام كان يقسم بين نسائه ويعدل ثم يقول اللهم هذا قسمي فيما املك فلا تلمني فيما تملك
اسواسطی کہ نبی علیہ السلام اپنی ازواج میں قسم اور عدالت کیا کرتی پھر کہتی یا الہی میری یہ ہو سکتا ہی جسکا مجھی اختیار ہی سو مجھکو ملامت مت کرنا

ولا املك قيل اراد به الحب لان عائشة كانت احب نسائه اليه وكانت سائر نسائه يعرفن ذلك الا انه عليه السلام
جسمیں تو مختار ہی اور میں مختار نہیں کہتی ہیں کہ اس سی محبت مراد ہی اسلئے کہ عائشہ رض آپکو سب ازواج سی زیادہ تر محبوب تھیں اور تمام ازواج کو یہ حال معلوم تھا لیکن نبی علیہ السلام

كان يقسم ويعدل في العطاء والبيتوتة حتى في مرضه الذي توفي فيه اذ روي انه عليه السلام كان يطاف به
دینی میں اور رات کی رہنی میں قسم اور عدالت کیا کرتی تھی یہاں تک کہ مرض الموت میں بھی اسلئے کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام کو مرض کی اندر پھراوا جاتی پھرا کرتی

محمولا في مرضه كل يوم وليلة فيبيت عند كل واحدة منهن وكان يقول اين انا غدا اين انا غدا ففطنت ازواجه انه يريد
تھی پھر شب کو ہر ایک کی ہاں رہا کرتی اور پوچھا کرتی کل کہاں کی باری ہی کل کہاں کی باری ہی سو ازواج سمجھ گئیں کہ عائشہ کی باری

یوم عائشة فاذن له ان یکون حیث شاء فقال هل رضیتن بذلك فقلن نعم قال علیه السلام حولونی الی بیت عائشة
چیتی ہیں سب نی اجازت دیدی کہ آپ جہاں چاہیں رہیں پہر آپ نی پوچہا تم سب اسپر راضی ہو عرض کیا ہاں حضرت علیه السلام نی فرمایا مجکو عائشہ کی گہر بہیجو

فکان فی بیتها حتی مات عندها و مما یجب علی الزوج من حقها ان یؤدی الیها مهرها کمله ان کان قادرا علی ادائه وان لم
پہر عائشہ کی گہر ہی رہی یہان تک کہ اونکی پاس وفات کی صلی اللہ علیه وسلم اور بی بی کا جو حق خاوند پر واجب ہی یہ ہی کہ اوسکا پورا مہر ادا کرے اگر قدرت اوسکی رکہتا ہو اور اگر

یکن قادرا علی ادائه ینوی ان یؤدیه اذا قدر اذ قال الله تعالی وآتوا النساء صدقاتهن نحلة ای فریضة من الله تعالی فان
اداکی قدرت نہین ہی تو اداکی نیت رکہی جب قدرت پاوی اسلئی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی دیدو عورتون کو مہر اونکی خوشی سی یعنی اللہ تعالی کا فرض کیا ہوا بیشک

اعطاء النساء مهورهن مما فرض الله تعالی فی الملة والدین فمن نوی ان لا یؤدی الیها مهرها یجیء یوم القیمة زانیا لما
عورتون کو مہر دیدینا دین وملت مین اللہ ہی کا فرض کیا ہوا ہی پہر جسکی یہ نیت ہو کہ بی بی کا مہر ادا نکرے تو قیامت کی دن زانی ہو کر آویگا اسلئی

روی انه علیه السلام قال ایما رجل تزوج امراة علی ما قل من المهر او کثر لیس فی نفسه ان یؤدی الیها حقها لقی الله تعالی
کہ روایت ہی کہ نبی علیه السلام نی فرمایا ہی کہ جس شخص نی کسی عورت سی نکاح کیا مقدار مہر کا کمتر ہو یا اس سی زیادہ پہر کہ اوسکی ادا کرنی کی نیت نہین تو اللہ کی پاس

وهو زان ولا یطلب منها المهلة لاداء مهرها الا ان یکون فقیرا ان تو جله المراة طوعا لا کرها ولا یکلفها ان تهب له مهرها
زانی ہو کر آویگا اور مہر ادا کرنیکی واسطی بی بی سی مہلت نہ مانگی ہاں اگر کنگال ہو تو بی بی اپنی خوشی سی مہلت دیدی کچہ زور نہین ہی اور یہ دباؤ نہ ڈالی کہ

لانه تعالی بعده قال وآتوا النساء صدقاتهن نحلة قال فان طبن لکم عن شیء منه نفسا فکلوه هنیئا مریئا معناه
مہر بخشدی اسلئی کہ اللہ تعالی اس آیت کی بعد اور دی ڈالو عورتون کو اونکی مہر فرمایا ہی پہر وہ اگر اوسمین سی کچہ چہوڑ دین تمکو دلکی خوشی سی تو وہ کہاؤ رچتا پچتا سو اس

علی ما فی التفسیر وانوار التنزیل ان وهبن لکم بعضا من الصداق عن غایة الرضاء وطیب القلب بلا اکراه ولا اقتداء
آیت کی معنی تفسیر انوار التنزیل میں یہ ہین بیشک اگر عورتین تمکو کچہ مہر مین سی بخشدین عین رضا اور دلکی خوشی سی بی دباؤ اور نہ بد معاملگی کرنیسی

من سوء العشرة فتمتعوا به بلا تبعة فعلم من هذا ان الاستکثار الاستیهاب مکروه لانه تعالی کما جعل عقد النکاح بید الزوج ان شاء
سو وہ کہاؤ پیؤ بدون پچہی ہی کی اس آیت سی معلوم ہوا کہ زیادہ خواہش کرنی مہر بخشوانی کی مکروہ ہی اسلئی کہ اللہ تعالی نی جیسی کہ عقد نکاح خاوند کی اختیار

یمسکها وان شاء یرسلها بلا اختیار منها کذلك جعل حلقة سلسلة المهر فی رقبته وذمته فعقد النکاح یجرها الیه وسلسلة
مین رکہا ہی اگر چاہی بی بی کو روک رکہی اور اگر چاہی اوسکو چہوڑ دی عورت کو کچہ اختیار نہین ہی ایسی ہی مہر کی زنجیر خاوند کی گردن مین ڈالدی ہی سو عقد نکاح عورت کو خاوند کی

المهر یجره الیها فاستیهاب کل المهر ابطال لحقها وابقاء لحقه وفیه ترك المعادلة ونوع من الظلم ولا یطلقها بغیر ضرورة
خاوند کو عورت کی طرف کہینچتی ہی سو کل مہر بخشوانا عورت کی حق تلفی ہی اور اپنا حق باقی رکہنا ہی اور اسمین بی انصافی اور ایک طرحکا ظلم ہی اور بی بی کو بی ضرورت

الا ان تکون سیئة الخلق فاسدة الدین تارکة الصلوة لان الطلاق وان کان مباحا لکنه من ابغض المباحات عند الله تعالی
طلاق ندیوی ہاں اگر بد خو مزاج بی دین بی نماز ہووی تو خیر اسلئی کہ طلاق اگرچہ مباح ہی پہ مباحات میں سی اللہ تعالی کی نزدیک بہت ناپسند

لما فیها من الایذاء ولا یباح ایذاء الغیر من غیر ضرورة الا بجنایة من طرفها فاذا عزم علی تطلیقها بسبب الضرورة ینبغی له ان
ہی کیونکہ اسمین ایذا دینی ہی اور بلا ضرورت کسیکو ایذا دینی مباح نہین ہی مگر عورت کی خطا پر پہر جب کسی ضرورت میں طلاق دینی کا ارادہ کری تو چاہیئی

یراعی عدة امور احدها ان یطلقها فی طهر لم یجامعها فیه لان الطلاق فی الحیض والطهر الذی جامعها فیه حرام والثانی
کہ کئی بات کا لحاظ رکہی ایک تو یہ کہ ایسی طہر مین طلاق دی جسمین جماع نکیا ہو اسلئی کہ طلاق حیض مین اور ایسی طہر مین کہ جماع کر چکا ہو حرام ہی دوسری

ان یقتصر علی طلقة واحدة ولا یجمع بین الثلث لانه یدرجی فیه والطلقة الواحدة بعد انقضاء العدة تفید المقصود مع انه
کہ ایک ہی طلاق پہ اکتفا کری تین طلاق اکہٹی ندی کیونکہ بیچ کی تنبیح ہی اور ایک طلاق سی بہی بعد گزر جانی عدت کی وہ ہی مقصود حاصل ہوتا ہی

ابعد من الندم لتمکنه من التدارك بالرجعة فی العدة وتجدید النکاح بعد العدة واما اذا طلقها ثلثا فربما یندم ولا یمکنه التدارك
باوجودیکہ ندامت سی بہت الگ ہی کیونکہ اوسکا تدارک کر سکتا ہی عدت مین تو رجعت سی اور بعد عدت کی نئی نکاح سی اور اگر اوسکو تین طلاق دین تو بعضی دفعہ نادم

الا بالمحلة وعقد المحلة منهي عنه ورد فيه اللعن ويكون هو الداعي فيه ويحتاج الى الصبر مدة مع كون قلبه متعلق
اوسکا تدارک نہیں ہو سکتا اور حلالہ کی ممانعت آئی ہی اسمیں لعنت وارد ہوئی ہی اور اسمیں یہ ہی شخص باعث ٹھہریگا اور مدت تک صبر کرنا پڑیگا ایسی حال

بزوجة الغير فيرجو ان يطلقها حتى تعود اليه بعد انقضاء عدتها وكل ذلك ثمرة الجمع في الواحدة ويحصل الغرض من
میں کہ دل بیگانی جورو کی طرف لگا رہیگا اس امید پر کہ وہ کب طلاق دی اور بعد عدت کی میری پاس آوی یہ سب خرابیاں تین طلاق کی ثمرہ ہیں اور ایک طلاق میں

غير محذور الثالث ان يتلطف في تطليقها من غير عنف ولا استخفاف ويطيب قلبها بان يعطيها شيئا زائدا على مهرها على
بلا خطرہ مقصود حاصل ہوتا ہی اور تیسرا یہ کہ طلاق دینی میں لطف برتی زشتی اور تحقیر سی پیش نہ آوی اور اوسکا دل خوش کردی اسطرح کہ مہر کی سوا کچھ اور بھی

طريقة المتعة وهي درع وخمار وملحفة عوضا عن ايحاشها والرابع لا يفشي سرها ثم انه ان طلقها على مال وهو الخلع يكره له
بطور امداد فائدہ کی اوسکو دیوے کا لینی کرتا اور اوڑھنا اور لحاف یہ وحشت دینی کا عوض ہی اور چوتھی اوسکا بھید نہ کھولے پھر اگر اوسکو مال پر طلاق دی جو خلع

ان يأخذ ذلك المال ان كان النشوز من جانبه لانه اوحشها بالارسال فلا تزيد في ايحاشها باخذ المال وقد قال الله تعالى
کہلاتا ہی تو مرد کو وہ مال لینا مکروہ ہی اگر خاوند کی طرف سی بدمزاجی ہوئی ہی اسلئے کہ ایک تو طلاق دیکر ستایا پھر مال لیکر زیادہ نہ ستاوی اور بیشک اللہ تعالی فرماتا

وان اردتم استبدال زوج مكان زوج وآتيتم احداهن قنطارا فلا تأخذوا منه شيئا فانه تعالى نهى عن اخذ شيء
ہی اور اگر بدلنا چاہو ایک عورت کی جگہ دوسری عورت اور دی چکی ہو ایک کو ڈھیر مال تو پھیر نہ لو اوس میں سی کچھ کیونکہ اللہ تعالی تھوڑا لینی سی بھی منع کرتا ہی

يسير من القنطار الذي هو المال الكثير فضلا عن الكثير وان كان النشوز من جانبها يكره ان يأخذ الزائد على ما دفع
قنطار میں سی جو بہت مال ہوتا ہی بہت لینی کا تو کیا ذکر ہی اور اگر عورت کی طرف سی بدمزاجی ہو تو جتنا مہر ادا کیا ہی اوس سی زیادہ لینا مکروہ ہی

اليها من المهر ثم ان اكرهها على الخلع والتزمت ان تعطيه مالا للخلاص منه او اسقطت ما عليه من المهر ونحوه لا لرضا
پھر اگر خاوند نی اوسپر خلع کی لئی زور کیا اور عورت نی ادا بنا تسلیم کیا تاکہ اوسکی پنجہ سی بچی یا مہر وغیرہ اوسکی ذمہ سی ساقط کردیا تو اسلئی

شرط في لزوم المال وسقوطه والاكراه عدم الرضا على ما بين في موضعه وان مات زوجها والمراد ان تكون في
کہ مال لازم ہونی اور ساقط ہونی میں رضامندی شرط ہی اور اکراہ میں رضامندی نہیں ہوتی چنانچہ اپنی جگہ میں بیان ہوچکا ہی اور اگر اوسکا خاوند مر جاوی اور

الاخرة زوجته ينبغي لها ان لا تتزوج زوجا آخر لان المرأة تكون في الاخرة لاخر ازواجها على ما روي ان ابا سفيان خطب
والی یہ آرزو کری کہ آخرت میں بھی اسی خاوند کی بی بی ہوں تو اب یہ تدبیر ہی کہ اور خاوند نہ کری اسلئی کہ عورت آخرت میں پچھلی خاوند کی جورو ہوگی مطابق اس

ام الدرداء بعد وفات ابي الدرداء فابت وقالت سمعت ابا الدرداء يحدث عن النبي عليه السلام ان المرأة لاخر
ام درداء سی بعد وفات ابو درداء کی نکاح کا پیغام بھیجا سو اوسنی نہ مانا اور جواب دیا کہ میں نی ابو الدرداء سی سنا ہی کہ نبی علیہ السلام سی روایت کرتا تھا کہ عورت آخرت

ازواجها في الاخرة وقال لي ان اردت ان تكوني زوجتي في الاخرة فلا تتزوجي بعدي وقيل هي في الاخرة لاحسن ازواجها
میں پچھلی خاوند کی بی بی ہوگی اور مجھکو وصیت کی ہی اگر تو چاہی کہ آخرت میں میری بی بی ہو تو میری بعد اور خاوند نہ کرنا اور کوئی کہتا ہی کہ عورت آخرت میں نیک

خلقا لما روي ان ام حبيبة زوجة النبي صلى الله عليه وسلم سالت النبي عليه السلام
خاوند کو ملی گی اسلئی کہ روایت ہی کہ ام حبیبہ نبی علیہ السلام کی زوجہ نی نبی علیہ السلام سی پوچھا

ان المرأة تكون لها زوجان فلايهما تكون في الاخرة فقال عليه السلام تخير فتختار احسنهما خلقا معها تمت
جس عورت کی دو خاوند ہوں تو آخرت میں کسکو ملی گی سو نبی علیہ السلام نی فرمایا عورت کو اختیار ملیگا پس وہ اچھی کو پسند کریگی

خاتمة الطبع الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله والصلوة على نبيه اشرف الكائنات
اكمل الموجودات محمد صلى الله عليه وسلم وعلى آله واصحابه اما بعد احقر العباد سبحان بخش عفي عنه ساكن قصبه شكارپور ضلع مظفرنگر عرض کرتا ہی
کہ کتاب مجالس الابرار جسکی حال میں مولوی شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ اپنی دست مبارک سی تحریر لکھتی ہیں کتاب مجالس الابرار ومسالك الاخيار
في علم الوعظ والنصيحة يتضمن فوائد كثيرة من باب اسرار الشرائع ومن باب الفقه ومن ابواب السلوك ومن ابواب رد البدع

بسعادات التشيعة لا علم لنا بحال مصنفه الا ما يكشف عنه هذا التصنيف ومن تدينه وتورعه وتفننه
في العلوم الشرعية ولنعم ما قيل لا تنظر الى من قال واسمع الى ما قال فانما يعرف الرجال بالحق لا الحق بالرجال والله اعلم
بالصواب واليه حسن العاقبة والمآل انتهى رد بدعتیں باشل اور فن تصانیح اور مسئلہ میں بی نظیر اور تحقیق حقایق دینی میں بی مانند اور نیز
مسائل علمی میں لاثانی وبی مسیم سبحان اللہ جو بات مصنف کی قلم سے نکلی ہی سو مدلل بآیات صریح اور جو مضمون اوسکی زبان پر آتا ہی سو مبرہن بالحادیث ومعلیات صحیح
کوئی مطلب ایسا نہیں جسکی سند آیت یا حدیث نہو کوئی ذکر ایسا نہیں کہ اوسکا حامی کسی بزرگ کا قول قدیم یا حدیث نہو نواب صاحب مستغنی عن الاوصاف جناب مولانا والمنا
مولوی حاجی محمد قطب الدین خان صاحب کو دستگاہ فاضلہ تام اور شغف تام کی اسکی ترجمہ کا خیال آیا کہ اس کتاب کی مضامین عام فہم ہو جاویں اور تمام صغیر وکبیر جو اردو
پڑھ سکتے ہوں سب فیض اوٹھاویں اور اپنی تئیں کم فرصت دیکھکر اس ناکارہ بیچمیرز کو ارشاد فرمایا میں نی باوجود بی سامانی کی بفحوای المامور معذور ترجمہ لکھنا شروع کیا آخر جمادی
ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۲ ہجری میں لکھکر تمام کیا تھا بحمد اللہ کا یرق النواظر ویسقی الغلیل ویشفی للعلیل ویشحذ الاذہان ویعید الخواطر اور اسکا نام خزینۃ الاسرار
فی ترجمۃ مجالس الابرار تجویز کرکر جناب موصوف کی خدمت میں پیش کیا مولانا صاحب نی ساری ترجمہ کو بالاستیعاب ملاحظہ فرمایا اور پسند کرکر اجازت طبع کی دی
اب ناظرین باصفا اور کاملین با ریاضی سے امید ہی کہ بجای اصلاح غور فرما کر دیکھیں اور بتحقیق نظر مطالعہ کریں اور جہاں سقم پاویں اصلاح دیکر درست کردیں وما توفیقی
الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ٥ **اشتہار** احقر العباد سبحان بخش مترجم مجالس الابرار کا صاحبان مطبع کی خدمت میں عرض کرتا ہی
کہ میں نی حق ترجمہ کرنی کا شیخ محمد حسین ولد حاجی غلام حسین عطار دہلوی سے لیکر اسکی طبع کا ہمیشہ کو مالک کردیا آیندہ کو کوئی صاحب بدون شیخ محمد حسین موصوف کی اجازت
اور رضامندی کی اسکی چھاپنی کا ارادہ نکریں میری اجازت اور رضامندی اصلا معتبر نہیں آب میں محمد حسین چونکہ حق مترجم کا دی چکا اور یہ ترجمہ صدقہ جسکی حق میرا ہی
کتاب کو حسب ایکٹ قانون یازدہم ۱۸۶۷ء بغیر اجازت میری کسی نی چھاپی ہیں تو موجب اس قانون کی ثمرہ پاویگا فقط **صورة ما قرظه الفقير محمد حسين**
صانه الله عن سوء وشين سجود الاقلام بارض حمد موجبة لعز الحياة وصفايح القلوب بنور ثنائه مقتبسة لنيل العز والجاه
صنيعته السنية تقلب الليل والنهار ورحمته العميمة تنزل على مجالس الابرار وتهدي الفجار الى التوبة والندامة والاستغفار والصلوة والسلام
الاتمان من الله العزيز الرحمن على من عرج منتهى القصر العلى فاستوى ثم دنى فتدلى خاتم الانبياء والمرسلين شفيع العصاة رحمة للعالمين
ملتمسوا افضاله المشترح له صدرك وزين خيام رفعنا لك ذكرك وعلى آله وصحبه الباذلين في سبيل الله واعلاء كلمة الله انفسهم
واموالهم وعلى الذين اتبعوهم باحسان واحسنوا اعمالهم **وبعد** فيقول العبد الحقير محمد حسين الفقير الراجي لرحمة الغفار عفا الله عما اقترف
بالليل وسارب بالنهار يوم تكون سرابيل المجرمين من قطران وتغشى وجوههم النار هذا در منثور يليق ان يدرج في حق الصدور وسراج
الحسنات الاخيار مصباح لمجالس المتقين الابرار تذكرة وعبرة للغافلين مذكر مبين للناس كلهم اجمعين انيس نفيس للواعظين رياض
ذات افنان وانهار للناصحين جواهر سنية تصلح لاعناق عرس حفظ العلماء ويواقيت ثمينة تستاهل لترصيع تاج الوعاظ الاذكياء اعني
تحفة الاخيار الكتاب المستطاب المسمى مجالس الابرار رحم الله من صنفه ورحمه والفه وجعل جنة الفردوس مأواه واوصله الى ما كان تمناه
رضي الله عنه وارضاه هو الذي فيه ما لا عين رأت مغني الواعظين وفي اداء الارشاد والترغيب والترهيب كاف للناصحين فاعجب كتابه هذا
وما احسن ما شاء الله اودع فيه نادرات الزمن بحور اللطيفة من الدقائق ويثبت السنة السنية النبوية ويتمم حسن الاخلاق حكم من فوائد
لطيفة خلت عنها الاذهان ولجواهر دقيقة لم تنظرها الاعيان لا يصنف مثله بمرور الدهور والزمن اذ فيه ما تشتهيه الانفس وتلذ
الاعين اكب عليه العلماء الفحول وكابر هكابر تلقاه بالقبول لا مرية في كونه كانما للواعظ ولا ريب في ان استحضاره مغني للحافظ العرب حقيق
حري بان يرسم باقلام غصون الطوبى وجدير بالكتابة على ورق شمس الضحى لا بل على خريدة الحور باقلام النور ينبغي ان تكون خطوطه اشد
خيط المسطر وبصر في مداده ماء السلسبيل والكوثر ولكن لم يكن تيسير للمشتاقين لقلة النسخ في ديارنا الان لانه ان كان عند احد لم يزل
يشار اليه بالبنان فتوجه عنان العناية الحبر الاديب والفاضل الكامل الاديب العالم الدارع قد البالغ الورع وافضل المقتدى كشاف اللثام عن وجوه
المشكلات مزين عرائس العربية بالترجمة الهندية المولوي المعنوي مولانا **سبحان بخش** الشكارپوري عظمه الرحمن وادامه
بالفيضان فنقح معلقاته بالترجمة الهندية باحسن ما يكون وسهل مقاماته بحيث يغبطه الناظرون اجاد غاية الاجادة في نقلها

ومنبطها على حسب محاورات اهل اللسان ورعى نهاية البراعة فى حل لغاته مع اختصارها كالترجمة القادرية للقرآن ثم عدالیه عند كتابته للطبع بالنظر المكرر لان كل تكرر تقرر فجاء بحمدالله المستعان كما تهوى الانفس وتلذ بنوع الانسان بسط الله نور فيض على المقتبسين مادام بقاء السموات والارضين فحقق المشتاقين بغيتهم وتيسر للطالبين منيتهم فبادروا اليه ايها المشتاقون لعلكم بعد ايام لا تجدون وقد زين عند طبعه بكتابة كاتبه **محمد منصور على** اليوسفى السيرى البركردى الحنفى عفى الله عنه الولى جعل الله الخلق منتفعا به انه قريب مجيب وما توفيقى الا بالله عليه توكلت واليه انيب قطعه تاريخ **طبعه** جاءنا النور من جمال الطبع اعنى هذا الكتاب بالاسرار ينبغى ان يكون فى الآفاق كالسراج لمنزل الاخيار عام ختم يليقه من ان اقرءه شمع مجالس الابرار

مزيل الاغلاط كتاب مجالس الابرار

صفحه	سطر	غلط	صحیح	ص	س	غ	ص	ص	س	غ	ص	صفحه	س	غ	صحیح
۴	۴	سعادتمند	سعادتمندی	۴۳	۲۱	جمیع	بجمیع	۹۹	۲۰	باقی ہے	جاتی ہے	۱۴۲	۲۳	ستیعصا	لسعیما
۷	۱۳	احمق	احمق کا	۴۴	۱۷	لم یجز	لم یجبر	۱۰۱	۲۳	کی	سکی ہی	۱۴۱	۲۵	تذکر	مذکر
۱۰	۱۷	الطلت	الطاعات	۴۹	۲۳	نوریم	نوره	۱۰۲	۲۰	سنی والی	دینی والی	〃	۲۹	سولیتہ	تولیتہ
〃	۲۰	وصولها	اصولها	۵۶	۳۲	ہوگی	نہوگا	۱۰۵	۹	ریاضت کی	ریاضت کرلی	۱۴۶	۱۷	احدہا	احدہما
۱۱	۳	کی	سی	۵۹	۱۶	پہلی میں	پہلی ہی	۱۰۶	۲۰	علم	الم	۱۴۹	۱۲	پیدا ہو	پیدا ہوا
〃	۲۶	لاحکام	لاحکام	〃	〃	ہوگی	ہوگا	۱۱۴	۲۷	وجود	وجوب	۱۵۰	۳۱	لوقتہ	الواقعہ
۱۳	۲۸	سزا	سزا کی	〃	۱۸	میں ہوتی	میں ہوتا	۱۱۵	۱	واما النظر	واما النظر	〃	۲۹	مستقرہ	مستقلہ
〃	۳۲	توجہ	بتوجہ	۶۰	۶	پہلی ہوگی	پہلی ہوگی	〃	۶	مکروہ	بکراہیت	۱۵۱	۱۱	الدین	الذی
۱۴	۲	جاتی	ہو	۶۳	۱۵	الله	لله	〃	۱۹	فقہا کی	فقہا نے	۱۵۳	۲۰	معصیت	معصیت
〃	۱۵	الہام	الہام سے	۶۷	۹	اسرار	اصرار	〃	۳۱	تعلیم	بتعظیم	۱۵۴	۲۶	دنیا میں کا	دنیا کی
۱۵	۲۴	[illegible]	[illegible]	〃	۱۸	لاالہ	لاالہ الا	۱۱۶	۴	معجزہ	معجزی	۱۵۵	۱۰	وہی	وہ ہی
〃	۳۰	تخلف	تکلف	۶۸	۶	علیہ	علیہ وسلم	〃	۱۵	والسقی	والشقی	〃	۳۳	اوحاجی	اور حاجی
۱۶	۱۱	ال	اول	〃	۱۷	اور	وماآل	〃	۳۱	فیتحیل	فیتحول	〃	۳۲	[illegible]	[illegible]
۱۷	۲۰	ذکرول	ذکر کا دل	۷	۳۴	استبایہ	اسی [illegible]	۱۱۸	۱۲	اوگناہو	یاگناہ	۱۵۸	۸	مرجین	[illegible]
۱۹	۱	ممن ارحل	ممن لرحل	۷۲	۵	[illegible]	[illegible]	۱۱۹	۳	یقربوا	نقربوا	〃	۱۴	[illegible]	[illegible]
۲۰	۲۲	ہوتی	ہیں	۷۰	۴۰	دشوار	ضروری	〃	۱۹	جہت	[illegible]	〃	۳۲	[illegible]	[illegible]
۲۳	۳۰	شخص	شخص حج	۷۸	۱۴	[illegible]	دینداری	〃	۲۰	اسلامی	جاہل	۱۶۰	۵	حمل	[illegible]
〃	۱	لمرافقہ	لمرافقت	۷۹	۳۲	ثواب	ثواب	۱۲۱	۳	المواقف	الموافق	۱۶۲	۱۳	[illegible]	[illegible]
〃	〃	حکم	حکم ہی	۸۰	۱۸	کہتیوں	کتوبہ	۱۲۹	۹	زیادہ بنا	زیادہ بنا	〃	۱۷	سبیل	سبیلہ
۳۶	۴	طرف ہی	[illegible]	۸۴	۳۰	دوحال	دو حال	۱۳۰	۲	لوگ کم	لوگ علمی کم	۱۶۴	۳۰	کم بخل	[illegible]
۳۴	۹	یقتضی	یقتضی	۹۳	۱۸	کایہ ہی	کی [illegible]	۱۳۱	۱۰	[illegible]	[illegible]	۱۶۷	۸	[illegible]	[illegible]
۳۶	۱۶	نقل	عقلی	〃	۲۰	مانتی ہی	مانتی ہی	۱۳۲	۲۹	ہر یک	ہر یک کی	۱۶۸	۲۳	بلجد	باخذ
۴۰	۱۷	ہم	لہ	〃	۳۳	کرینگا	کرینگی	〃	۳۱	الاستقرار	الاستقراء	۱۶۹	۲۷	لیتغش	لیتغشی
〃	۲۹	فا	فیہا	۹۴	۲۶	[illegible]	آتی	۱۳۴	۱۱	قولہ	قول	۱۷۱	۱۸	محرم	مرحم

صفحہ سطر غلط صحیح ص س غ ص صحیح ص س غ ص صفحہ س غلط ص س غ ص س غ ص س غ ص

١٨٢ ١ کسمسوتی کتسبارسوتی ٣٣٣ ٢٠ [illegible] ١٨٧ ٣ [illegible] ٣٣٥ ٩ [illegible] ٤١١ ١٢ ابی آکی ٥٢٧ ٢٢ [illegible]

١٨٣ ١٦ [illegible] ٣٩ حق حل ٤٥ [illegible] ٣٤٨ ٣ [illegible] ٣٤٣ ٢ [illegible] ٥٣٢ ٩ [illegible]

// ٢٧ میرردمضان میں رمضان ٣٣٣ ١١ [illegible] ١٩٩ ٢١ [illegible] ٣٥٣ ٨ [illegible] ٥٣٥ ٧ [illegible]

١٨٢ ٨ [illegible] ٣٣ ١٧ [illegible] ٣٥٨ ٣١ [illegible] ٥٣٦ ٥ [illegible]

١٩٣ ١٩ اودیدلیل اودلیل ٢٣٩ ٢٣ [illegible] ٣١ [illegible] ٣٥٧ ١٩ [illegible] ٣٣ ١٢ [illegible] ٥٤٣ ٢ [illegible]

// ٢٢ [illegible] ٢٣٠ ٢٩ [illegible] ٣ ١ [illegible] ٣٥٧ ٢ [illegible] ٢٨ [illegible] ٥٤٩ ٣ [illegible]

١٠٩ ٣٣ [illegible] ٢٤٩ ٢ [illegible] ٢٩ [illegible] ٣٥٩ ٣ [illegible] ٣٣٣ ١١ [illegible] ٥٥٣ ١٦ [illegible]

١١٣ ١٩ [illegible] ٢٥٠ ٢٨ [illegible] ٢٧ ١ [illegible] ٣٣ [illegible] ٣٣٢ ٢٣ [illegible] ٣٠ [illegible]

// ١٨ تمام [illegible] ٢٥٥ ١٠ [illegible] ٥ [illegible] ٣٦٣ ١١ [illegible] ٣٣٩ ٢ [illegible] ٥٥٦ ٨ [illegible]

١٩٨ ٢٠ [illegible] ٢٥٦ ٣٣ [illegible] ٣ ٢٢ [illegible] ٣٦٣ ٨ [illegible] ٣٣٣ ١٣ [illegible] ٥٥٨ ٨ [illegible]

٢٠٠ ١١ یقتصر یقصر ٢٥٦ ١٢ یتیمہ یتیمہ ٣٠ ٧ [illegible] ٣٦٩ ٢٢ [illegible] ٣٣٣ ١٢ [illegible] ٥٩١ ١٧ [illegible]

// ١٣ [illegible] ٢٩٥ ٢ میسر میسر ٣١ [illegible] ٣٧ ٢ [illegible] ٣٣٣ ٢٩ [illegible] ٥٩٣ ١ [illegible]

// ٢٨ کی [illegible] ٢١ [illegible] ٣١ ٣ [illegible] ٣٧٤ ٩ [illegible] ٣٥١ ٢ [illegible] ٥٦٢ ١٩ [illegible]

٢ ٢٦ [illegible] ٢٦٨ ١ [illegible] ٢١٨ ١١ [illegible] ٣٧٣ ١٨ [illegible] ٣٣٢ ٩ [illegible] ٥٦٩ ١٩ [illegible]

٢٠٧ ٢ تاکیدصل تاکیداصل ٢٦٩ ٤ [illegible] ٣٩ [illegible] ٣٧٥ ٢٢ [illegible] ٣٣٣ ٧ [illegible] ٥٦٩ ١٨ [illegible]

٢٠٨ ١٠ حاصل ہوگی [illegible] ٢٧٠ ٩ [illegible] ٢١٩ ١١ [illegible] ٣٧٧ ٣ [illegible] ١٤ [illegible] ٥٧ ٢ [illegible]

// // [illegible] ١٣ [illegible] ١١ [illegible] ١٦ [illegible] ٥٧٥ ١ [illegible]

// ٢٦ تمام قسم [illegible] ٢٧٣ ٨٠٩ [illegible] ٢٣ [illegible] ٢٢ [illegible] ٣٣١ ٢ [illegible] ٥٧٩ ٢٣ [illegible]

٢١٣ ١٣ [illegible] ٢٢٣ ٢٨ [illegible] ٣٨٠ ٢١ [illegible] ٣٨٣ ٢ [illegible] ٥٨٣ ٢٢ [illegible]

٢١٣ ٢٣ [illegible] ٣٢ [illegible] ٣١٥ ٢٢ [illegible] ٣٨٩ ٢ [illegible] ٣٨٩ ٢٤ [illegible] ٥٨٣ ١١ [illegible]

// ٢٣ [illegible] ٢٩٧ ١٥ [illegible] ٣٢٧ ٣٢ [illegible] ٣٨٩ ٢٧ [illegible] ٣٩٣ ١٢ [illegible] ٥٩٧ ٤ [illegible]

٢١٦ ١٨ لیکن ہو اور ہو // ٣٨ [illegible] ٣٢٨ ٩ [illegible] ٣٨٦ ١ [illegible] ٣٢ [illegible] ٣ ١٩ [illegible]

٢١٧ ٢٧ [illegible] ٥٢٣ ٣ [illegible] ١٣ [illegible] ٣٩١ ٣ [illegible] ٣٩٩ ٢ [illegible] ١٢ [illegible]

٢٢٩ ١٣ [illegible] ١١ [illegible] ٣٣٣ ٣ [illegible] ٣٩٣ ٩ [illegible] ٥٠٣ ١ [illegible] ٢٣ [illegible]

٢٣١ ٢٩ العاصی العاصی ٣١ [illegible] ٣٣٧ ٢١ [illegible] ٣٩٥ ١٠ [illegible] ٥٠٣ ٣ [illegible] ٢٣ ٣ [illegible]

٢٣٥ ١٣ [illegible] ٢٨٢ ٣ [illegible] ٢٣ [illegible] ٣٩٦ ٩ [illegible] ١١ [illegible] ٣٥ ٨ [illegible]

٢٣٩ ٢٩ تفریح تفریح ١١ [illegible] ٢٧ [illegible] ١٢ [illegible] ٥٥ ٢ [illegible] ٢٩ [illegible]

٢٣ ٣١ [illegible] ٢٨٩ ٢٢ [illegible] ٢٨ [illegible] ٣٩٧ ٢٢ [illegible] ٥١١ ٣ [illegible] ٩٢ ٣ [illegible]

٢٣٢ ١٩ [illegible] ٢٤ ١٨ [illegible] ٣٣٨ ١٣ [illegible] ٣٩٨ ٧ [illegible] ٥١٣ ٢٢ [illegible] ٦ [illegible]

٢٣٣ ٢ [illegible] ٢٩٧ ١٣ [illegible] ٢٢ [illegible] ٨ [illegible] ٥٢٢ ٩ [illegible]

// ٢١ [illegible] ٢٢٣ ١٣ [illegible] ٥٢٣ ١ [illegible] ١٩ [illegible]